

مختار  
المؤلف  
المؤلف

مختار  
المؤلف

مختار

سید الہی مکی  
الکتاب منزل  
پاکستان



فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ

الحمد لله المنعم المسك امام اعظم ابو حنيفه اور فتاوى حنفية پر مشتمل  
ازد و ترجمہ

الهوسومريه

جلد چہارم

★

— نامش —

سید ایچ ایم کیمپنی

نام کتاب \_\_\_\_\_ غایب الاوطان

جلد \_\_\_\_\_ چہارم

مترجم \_\_\_\_\_ مولانا خرم علی و مولانا الحسن علی

طابع \_\_\_\_\_ حاجی محمد زکی تحفہ

مطبع \_\_\_\_\_ ایجوکیشنل پریس کراچی

ضخامت \_\_\_\_\_ ۵۸۲ صفحات

تعداد \_\_\_\_\_ چھ سو

سنہ طباعت \_\_\_\_\_ ۱۳۹۹ھ



قیمت \_\_\_\_\_

ناشر \_\_\_\_\_

ایچ۔ ایم۔ سعید کمپنی

ادبے منزل - پاکستان سے چوک  
کراچی

# فہرست در مختار اردو جلد چہارم

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۷۶	بطریق ہدیہ یا میراث بر سید حلال است	۵	کتاب الاجارۃ
۸۰	کتاب الولاء	۹	ف۔ تفصیل احکام استیفاء منفعت متاجرہ
۸۳	فصل فی ولایہ الموالات	۱۲	ف۔ عادت معتبر است در محلے کہ نص نباشد
۸۶	کتاب الاکراه	۲۰	باب۔ ما یجوز من الاجارۃ وما یکون خللاً فیہا {
۹۷	کتاب الحجر		ای فی الاجارۃ
۱۰۲	کتاب المأذون	۳۲	باب الاجارۃ الفاسدۃ
۱۲۶	کتاب الغصب۔ فصل	۳۶	حدیث۔ دخول حمام جحفہ موضوع است
۱۳۵	کتاب الشفعة		حدیث۔ ما راہ المؤمنون حنا موقوف حسن است
۱۳۹	باب طلب الشفعة		نہ مشد
۱۴۶	باب تثبت ہی فیہ اولاً تثبت	۳۸	ف۔ اجرت جنی حیوانات حرام است
۱۴۸	باب ما یبطلہا		ف۔ مال معنیان، نوحہ گران و مزامیر لہ ازان حرام است
۱۵۷	کتاب القسمۃ	۴۴	باب ضمان الاجیر
۱۷۱	کتاب المزارعة	۵۱	باب فسخ الاجارۃ
۱۷۸	کتاب المساقاة	۵۷	مسائل شتی
۱۸۳	کتاب الذبائح		ف۔ جواز کرایہ با وجود عدم تعین جانور و بار بربب تعال {
۲۱۳	کتاب الحظر والاباحۃ	۵۹	در جوع بہ قنارت
۲۲۳	فصل فی اللبس		ف۔ قاضی را اخذ اجرت بر تحریر دستاویز یا مقدمہ اجرت دیگران
۲۳۰	فصل فی النظر والمس	۶۱	جائز است لیکن اگر فقہان افضل است ۱۲
۲۳۵	باب الاستبراء وغیرہ	۶۵	کتاب المکاتب
۲۴۵	فصل فی البیع	۶۸	باب ما یجوز للمکاتب ان یفعلہ
۲۴۶	احکام مسجد	۷۳	باب کتابۃ العبد المشترک
۲۶۲	ف۔ اقسام علم	۷۴	باب موت المکاتب و عجزہ و موت مولاه
۲۶۳	ف۔ پانچ شخصوں کی غیبت مباح ہے		تبدل ملک علت علت مال است پس اگر غنی یا نامشی مال زکوٰۃ از فقر



۴۲۵	فصل فی الجنایۃ علی العبد	۲۶۵	ف - فضائل صلہ رحم
۴۲۷	فصل فی غصب القن وغیرہ	۲۶۷	ف - خط کے سلام کو پڑھ کر جواب دینا واجب ہے
۴۳۰	باب القسامۃ	۲۷۰	ف - زیارت قبور
۴۳۱	کتاب المعاکل	۲۷۳	ف - دسمہ کا خضاب مکروہ نہیں
۴۳۶	کتاب الوصایا	۲۷۶	ف - وصیت کا طریق
۴۵۹	باب الوصیۃ بثلاث المال	۲۸۰	کتاب احياء الموات
۴۶۶	باب العتق فی المرض	۲۹۰	کتاب الاشربة
۴۷۱	باب الوصیۃ للاقارب وغیرہم	۳۰۰	کتاب الصيد
۴۷۴	باب الوصیۃ بالخدمۃ والسکنی والثمرۃ	۳۱۲	کتاب الرهن
۴۷۸	فصل فی وصایا الذمی وغیرہ	۳۱۹	باب ما یجوز ارتہانہ وما لا یجوز
۴۸۰	باب الوصی	۳۲۸	باب الرهن یوضع علی ید عدل
۴۸۸	فصل فی شہادۃ الاوصیاء	۳۳۲	باب التصرف فی الرهن
۴۹۵	کتاب الخنثی	۳۴۷	کتاب الجنایات
۴۹۹	مسائل شتی	۳۶۷	باب القود فیما دون النفس
۵۲۱	کتاب الفرائض	۳۷۷	فصل فی الفعلین
۵۲۶	فصل فی العصبیات	۳۸۲	باب الشہادۃ فی القتل
۵۳۹	باب العول	۳۸۸	کتاب الدیات
۵۵۶	باب توریث ذوی الارحام	۳۸۹	ف قاعدہ کلیہ دیت اعضاء
۵۶۰	فصل فی الغرق والحرق وغیرہم	۳۹۳	فصل فی الشجاج
۵۶۳	میراث حمل	۳۹۹	فصل فی الجنین
۵۶۳	فصل فی المتاسخات	۴۰۳	باب ما یجوز شہ الرجل فی الطريق وغیرہ
۵۶۶	باب الخارج	۴۰۹	فصل فی الحائض المائل
۵۶۹	قواعد تصحیح مسائل	۴۱۴	باب جنایۃ البہیمۃ والجنایۃ علیہا
	فرائض	۴۲۱	باب جنایۃ المملوک والجنایۃ علیہ

تمت بالخیر



# بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## کتاب الاجارۃ

یہ کتاب ہے اجارہ کے احکام میں مترجم کتاب ہے اہل ہند اجارہ کو ٹھیکہ اور نوکری اور مزدوری اور کرایہ بولتے ہیں قدم الہیہ لکھنا تملیک عین و نہ تملیک منفعۃ مصنف نے ہبہ کو مقدم کیا اجارہ پر اسی واسطے کہ ہبہ عبارت ہے تملیک عین سے اور اجارہ عبارت ہے تملیک منفعۃ سے بلاتملیک عین یعنی اور اعیان وجود میں مقدم ہیں منافع پر لہذا تملیک عین کی تقدیم تملیک منافع سے ذکر میں مناسب ہوئی ہے لغت اسم الاجارۃ وہی ماستحق علی عمل الخیر ولذا یدعی بہ لقال اعظم اللہ اجرک اجارہ لغت میں اسم ہے اجرت کا اور اجرت وہ جو نیک کام پر مستحق ہو ولہذا بلفظ اجر دعا کی جاتی ہے یوں دعا ہے جس میں کہ خدا تجھ کو اجر عظیم دے ہم اجرت لغت میں کرایہ ہے مزدور کا اور اجر اور اجارہ کام کی جزا ہے خواہ کام نیک ہو یا بد قال فی القاموس الاجر الجہاد علی العمل کالاجارۃ والاجرۃ الکراء طحاوی نے کہا شارح کی عبارت میں غلط ہے چنانچہ عینی کی شرح کنز اس پر دلالت کرتی ہے انتہی یعنی عینی نے اجرت کی تفسیر کراء اور اجر کی تفسیر ماستحق علی عمل الخیر کی ہے و شرعاً تملیک نفع مقصود میں عین بعوض حتی لو استاجر شیئاً باادائی لیتجمل بہاؤ واجب ليجنبہا بین یدہ او دارا لیسکنہا او عبد او درہم او غیر ذلک لا یتعمل علی لیسطن الناس انہ لا فلا جارۃ فاسدۃ فی الكل ولا اجر لہ لانہا منفعۃ غیر مقصودۃ من العین بزانیۃ ویجوز اور اصطلاح شرع میں اجارہ عبارت ہے اس منفعۃ کی تملیک بعوض سے جو مقصود ہو عین سے تو اگر کپڑے یا برتن کرایہ لے تاکہ ان سے کھل اور آرائش حاصل کرے یا گھوڑا مثلاً کرایہ لے تاکہ اپنے آگے کو تل چلاوے یا گھر کرایہ لے اس واسطے کہ اس میں سکونت کرے یا غلام درہم یا سوائے اس کے اور چیز کرایہ لے اس واسطے کہ استعمال میں نہ لاوے بلکہ تاگمان کریں آدمی کو وہ چیز اسی کی ملک ہے تو سب صورتوں میں اجارہ فاسد ہے اور اشارہ مذکورہ کے مالک کو اجر نہ ملے گا اس واسطے کہ تجمل اور گمان ملک منفعۃ غیر مقصود ہے عین سے کذا فی البرزانیۃ اور اس کا ذکر آگے آوے گا نفع کی قید سے بیع اور مہجہ خارج ہو گئی اور یہ تعریف اجارہ صحیحہ اور فاسدہ دونوں کو شامل ہے اس واسطے کہ نفع اور عوض میں معلوم اور مبین ہونے کی قید نہیں لگائی اشارہ مذکورہ کے اجارہ میں اجرت ثابت دہرگی اگرچہ تجمل وغیرہ نفع غیر مقصود میں استعمال کرے اور یہ جو فقہاء کا قول ہے کہ اجارہ فاسدہ میں انتفاع سے اجرت واجب ہوتی ہے تو اس صورت پر محمول ہے جب کہ نفع مقصود میں استعمال ہوئی ہو وکل ما صلح مثلاً اکی بدلانی البیع صلح اجرة لانہا من المنفعۃ اور جو چیز من یعنی بیع میں بدل ہونے کی صلاحیت رکھتی ہے وہ اجرت اور مزدوری ہونے کی بھی ملے قال الطحاوی تل ایمنی فی شرح الكنز الاجرة اسم وہی ما یعطى من کراءہ جیر والا جیر ما یستحق علی عمل الخیر ولذا یدعی بہ لقال اعظم اللہ اجرک انتہی ۱۲ منہ



صلاحیت رکھتی ہے اس واسطے کہ اجرت میں سے منفعت کا کمیشن دین بھی ہوتا ہے اور عین بھی اس واسطے کہ بیع المقایض میں عین بدل واقع ہوتا ہے تو عین اجرت ہونے کی بھی صلاحیت رکھتا ہے ولا ینعکس کیا فلا یقال مالا یحوز من الايجرة بجز اجارۃ المنفعة بالمنفعة اذا اختلفا کما یجوز اور قول مذکور منعکس کی نہیں ہوتا تو یوں نہ بولیں گے کہ جس کا کمیشن ہونا جائز نہیں اس کا اجرت ہونا جائز نہیں بسبب جائز ہونے اجارۃ منفعت کے بعض منفعت کے جب کہ دونوں منفعتیں مختلف الجنس ہوں چنانچہ اسکا ذکر آگے آدے گا م اختلاف جنس منفعت جیسے سکونت دار کا اجارہ زراعت ارض سے کہ یہ صحیح ہے اور بیع میں منفعت کا کمیشن ہونا صحیح نہیں عکس کی سے یہاں عکس لغوی مراد ہے نہ عکس منطقی و متعقداً باعتبار تکبیر ہذا الدار شہرا بکذا لان العاریۃ بعض اجارۃ بخلاف العکس اور منعقد ہوتا ہے اجارہ اس قول سے کہ میں نے تجھ کو یہ گھر عاریت دیا مینے بھر کو بعض اٹھنے کے اس واسطے کہ عاریت بشرط عوض کے اجارہ ہے برخلاف عکس یعنی عاریت بلفظ اجارہ منعقد نہیں ہوتی تو اگر یوں کہے کہ یہ گھر میں نے تجھ کو اجارہ دیا بلا عوض تو یہ اجارہ فاسد ہوگا نہ عاریت کذا فی الدرر او وہتیک اور جہتیک منافعما شہرا بکذا یا منعقد ہوتا ہے اجارہ اس قول سے کہ اس گھر کے منافع میں نے تجھ کو مہرب کئے ایک مہینہ بھر بعض اٹھنے کے یا اس قول سے کہ اس گھر کے منافع میں نے تجھ کو اجارہ دیا مینے بھر کو بعض اس قدر کے افادہ رکھنا الايجاب والقبول مصنف نے فائدہ ظاہر کیا کہ اجارہ کارکن ایجاب اور قبول ہے م طحاوی نے کہا شاید کہ یہ افادہ مصنف کے اس قول سے ہوتا ہے کہ ہی تلبیک نفع بعض اس واسطے کہ یہ نہیں ہو سکتا بدول ایجاب اور قبول کے انتہی میں کتا ہوں اور شاید کہ کنیت ایجاب اور قبول کی تنقیہ کے لفظ سے نکلتی ہے اس واسطے کہ عقد حاصل ہوتا ہے ایجاب اور قبول کے ربط سے و شرطاً کون الاجرة والمنفعة معلومین لان جمالتہما تفضی الی المنازعة اور اجارہ کی شرط معلوم اور معین ہونا ہے اجرت کا اور منفعت کا اس واسطے کہ دونوں کا غیر معلوم ہونا منازعت کی طرف پہنچاتا ہے وحکم وقوع الملك فی البدلین ساعة فساعة اور حکم یغیر اثر مترتب اجارہ کا واقع ہونا ملک کا ہے دونوں عوضوں یعنی منفعت اور اجرت دم بدم اور گھڑی گھڑی دم و جہاں کی یہ ہے کہ اجارہ عقد معاوضہ ہے اور احد العوضین منفعت ہے کہ اندک اندک دم بدم پیدا ہوتی جاتی ہے اور معاوضہ مقتضی ہے مساوات کا تو بالظن تراخی فی المنفعة موجب ہے تراخی فی البدل کا ہاں اگر تعجیل اجرت عقد میں شرط ہوگئی ہو تو بدل کا دینا پہلے واجب ہوگا کذا فی الدرر و بل متعقداً لتعاظی ظاہر الخلاصة نعم ان علمت المدة فی البرازیۃ ان قصرت نعم والالا اور کیا اجارہ منعقد ہو جاتا ہے تعاملی سے بلا ایجاب و قبول لغوی ظاہر خلاصہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ ہاں تعاملی سے اجارہ منعقد ہوتا ہے اگر مدت اجارہ کی معلوم ہو اور برزازیہ میں ہے کہ اگر مدت اجارہ کی کمر ہو تو منعقد ہوتا ہے اور اگر کمتر نہ ہو تو منعقد نہیں ہوتا مام محمد نے اصل میں مذکور کیا کہ ایک مرد نے دوسرے شخص سے بلا تعین و بکیں اجارہ لیں تو جائز نہیں اس واسطے کہ بکیں مختلف المقدار ہوتی ہیں تو اگر وہ شخص بکیں لایا اور مدت جرنے قبول کر لیں پہلے کرایہ پر تو جائز ہے اور یہ اجارہ جدید ہوگا تعاملی سے اور یمیر میں ہے کہ میں نے ابو یوسف سے سوال کیا کہ کوئی مرد داخل ہوتا ہے ناؤ میں یا حجامت کرتا ہے یا فصد لیتا ہے یا حمام میں جاتا ہے یا سقا سے پانی پیتا ہے پھر اجرت اور پانی کا کمیشن دیتا ہے ابو یوسف نے جواب دیا کہ یہ اجارہ جائز ہے بطور استحسان کے اور پہلے سے عقد کی کچھ حاجت نہیں کذا فی الطحاوی عن العالمگیریۃ عن التا تاریخانیۃ ولعلیم النفع بیان المدة کا سکے والزراعة مدة کذا ای مدة کانت وان طالت ولو مضاة کا جرح غدا للموجر بیعاً یمطل الاجارۃ بلفظی خانیۃ اور منفعت معلوم ہو جاتی ہے مدت اجارہ کے بیان کرنے سے چنانچہ سکونت دار اور زراعت ارض اس قدر مدت تک کوئی مدت ہو اگر چہ مدت معینہ دراز ہو کہ مدت مضاف بزمان مستقبل ہو چنانچہ یوں کہنا کہ میں نے تجھ کو گھر اجارہ دیا کل کے دن اور موجر کو اس دار مستاجرہ کا آج کے دن بیع ڈالنا جائز ہے اور اس بیع سے اجارہ باطل ہو جائے گا اسی قول پر فتویٰ ہے کذا فی الخانیۃ مدت طویل



کا اجارہ جائز ہے اگرچہ موجب اور مستاجر اُس مدت تک زندہ نہ رہیں یہی قول خصاف کا مختار ہے اور بعضوں نے کہا کہ مدت طویلہ بمنزلہ تابید کے ہے اور تابید مبطل جارہ ہے یہ قول ہے ابو عامر عامری کا کذا فی الخطاوی و لم تزد فی الاوقاف علی ثلث سنین فی الضیاع و علی سنتہ فی غیرہا کما مر فی بابہ اور وقف کی چیزوں میں تین برس کی مدت سے زیادہ جائز نہ ہوگی اراضی میں اور ایک برس سے زیادہ جائز نہیں غیر اراضی میں چنانچہ گھر اور دکان میں جس طرح باب الوقف میں اس کا بیان گذر گیا والحیلۃ ان یعقد عقوداً متفرقۃ کل عقد سنتہ بكذا فیہزم العقد الاول لانہ ناجز لالباقی لانہ مضای فلامتولی نسخہ خانینہ اور اگر متولی وقف اجارہ طویلہ کا محتاج ہو تو اجارہ طویلہ کا یہ حیلہ ہے کہ اجارہ کے چند عقود مختلف منعقد کرے ہر عقد ایک برس کی ہو بعض معین تو پہلا عقد لازم ہوگا اس واسطے کہ وقت حاضر کا عقد ہے بلا اضافت اور باقی عقد لازم نہ ہوں گے کہ وہ مضای بزبان مستقبل میں تو متولی کو اُس کا نسخہ کر ڈالنا جائز ہے کذا فی الخانیۃ و فیما لو شرط الواقف مدۃ یتبعہا الا اذا كانت اجارۃ اکثر نفعاً فیوجزہ القاضی لامتولی لان ولایت عامۃ اور خانیہ میں ہے کہ اگر وقف کا کرنے والا اجارہ وقف کی مدت شرط کرے تو اُس شرط کی پیردی لازم ہے مگر جب کہ اس کے اجارہ میں نفع کثیر ہو تو قاضی اس کو اجارہ دے نہ متولی اس واسطے کہ قاضی کی ولایت عام ہے یعنی قاضی کا حکم مستحقین وقف اور میت سب پر نافذ ہے قلت قد منافی الوقف ان الفتوی علی البطلان الاجارۃ الطویلۃ ولو بعقد و سبھی متناہی راجع و لیحفظ میں کتاب ہوں اور ہم مقدم بیان کر چکے ہیں کتاب الوقف میں کہ البطلان اجارہ طویلہ پر فتویٰ ہے اگرچہ بعقد و جدا گانہ ہو اور اس کا ذکر متن میں عنقریب آوے گا تو اُس کی طرف رجوع کرنا چاہیے اور اس کو یاد رکھنا چاہیے قلو اجارہ طویلہ امتولی اکثر لم یصح الاجارۃ اور اگر اوقاف کو متولی نے تین برس سے زیادہ اجارہ دیا تو اجارہ صحیح نہ ہوگا و تنفس فی کل المدۃ لان العقد اذا فسد فی بعضہ فسد فی کلہ فتاویٰ قاری الہدایۃ و رجوع المصنف علی مافی النفع الوسائل اور عقد اجارہ طویلہ فسخ ہوگا کل مدت میں یعنی نہ تین سال میں صحیح ہوگا نہ زیادہ میں اس واسطے کہ عقد واحد جب بعض میں فاسد ہو تو کل میں فاسد ہوگا کذا فی الخطاوی قاری الہدایۃ اور مصنف نے اپنی شرح میں فساد کلی کو ترجیح دی ہے النفع الوسائل کے قول پر ہم النفع الوسائل میں مذکور ہے کہ اجارہ طویلہ اگر اراضی میں ہے تو تین برس میں صحیح ہوگا اور باقی میں غیر صحیح اور اگر گھر یا دکان میں ہے تو ایک برس میں صحیح ہوگا اور باقی میں باطل و فساد واقع کثیرا من احوال الوقف او لتیم مساقاۃ فیستاجر ارض الخالیۃ من الاشجار بمبلغ کثیر و یساقی علی اشجارہ بسم من الف ستم او مصنف نے اپنی شرح میں اُس امر کے فساد کا افادہ کیا ہے جو اکثر واقع ہوتا ہے انگوروں کی وقف لینے سے یا تیم کے باغ لینے سے بطور مساقات کے پھر شخص مساقی اجارہ لیتا ہے اُس باغ کی زمین کو جو خالی ہے اشجار سے بعض مبلغ کثیر اور معاملہ مساقات کا کرتا ہے وقف یا تیم کے اشجار پر مقابلہ ایک سم کے ہزار سم سے کم یعنی ایک سم تیم یا وقف کے واسطے مقرر کرتا ہے اور باقی اپنے واسطے مساقی معین کرتا ہے کذا فی الخطاوی و فالحفظ ظاہر فی الاجارۃ لانی المساقاۃ توخذ یعنی فساد کا نصیب ظاہر ہے اجارہ میں نہ مساقات میں لینے فساد اجارہ کا طول مدت سے تو خود ظاہر ہے لیکن مساقات کا فساد ظاہر نہیں اس واسطے کہ مساقات عبارت ہے درختوں کے سینچنے اور گورنے سے بعض بعض شرمین خواہ بعض قلیل ہوں یا کثیر مفادہ فساد المساقاۃ بالاولی لان کلامنا عقد جدید تو مفاد اُس کا یعنی منح الغفار مصنف کی شرح کا مستفاد بطریق اولیٰ فساد ہے مساقات کا اس واسطے کہ ہر ایک اُن دونوں میں سے لینے ہر ایک اجارہ اور مساقات سے عقد جدید یعنی عقد مستقل ہے ہم منح الغفار میں خانیہ سے مذکور ہے کہ جب وحی ارض تیم کا یا متولی ارض وقف کا اجارہ طویلہ کرے تین برس کا تو جائز نہیں اس واسطے کہ اجارہ طویلہ کی رسم یہ ہے کہ پہلے برسوں کے مقابلہ میں تھوڑا مال ہوتا ہے اور کچھ سال کے مقابلہ میں اکثر مال ہوتا ہے پھر جب پہلے برسوں کا اجارہ اہترت مثل سے کمتر ہوا تو صحیح نہ ہوگا انتہی وجہ ادبیت کی یہ ہے کہ عقد مذکور تیم اور وقف کے واسطے خیر اور شر دونوں ہے اور باوجود اس کے فاسد ہے تو جو عقد ہر اس اور بالکل شر ہو چنانچہ مساقات مذکورہ تو اُس کا فاسد ہونا بطریق اولیٰ ہے ضمیر مفادہ کی اُس کی طرف راجع ہے



جو اس کے کلام سے مستفاد نہیں کذا فی الخطاوی قلت وقید واسرۃ الفساد فی باب البیع الفاسد بالفساد القوی الجمع علیہ فیسری الجمع بین حرد  
عبد بخلاف الضعیف المختلف فیقتصر علی محله ولا یستداه جمع بین عبد و مدبر بقدر میں کتابوں اور بیع فاسد کے باب میں فقہانے سرایت فساد  
کو مقید لفساد قوی متفق علیہ کیا ہے تو کل عقد میں فساد پھیلے گا جیسے جمع کرنا آزاد اور غلام کا عقد واحد میں بخلاف فساد ضعیف مختلف فیہ کے کہ وہ  
تو اپنی جگہ پر ٹھہرا رہے گا اور وہاں سے تجاوز نہ کرے گا جیسے جمع کرنا غلام اور مدبر کا عقد واحد میں تو اس کو تال کریم یہ شارح نے النفع الوسائل  
کی تائید شرع کی اور امر بالتدبر سے اشارہ کیا کہ طول اجارہ وقف مفسد ضعیف ہے تو زیادت پر ٹھہرا رہے گا اور اصل تک نہ پھیلے گا کذا فی الخطاوی  
وجعلوا ایضاً من الفساد الطاری متنبہ اور یہ بھی ہے کہ نفعیوں نے طول اجارہ کو فساد طاری قرار دیا ہے تو آگاہ رہم یہ دوسری تائید ہے یعنی جب  
کہ یہ فساد طاری ہو تو کل عقد میں ساری نہ ہوگا خطاوی نے کہا کہ اس کے طاری ہونے میں تال ہے یعنی اس واسطے کہ صلب عقد میں داخل ہے  
اور طاری وہ ہے جو بعد عقد کے لاحق ہو من حوادث الروم وی زید باع منیعة من ترکتہ لدین علی انہا ملک ثم طہران بعضاً وقف مسجد بل یصح البیع  
فی الباقی اجاب فریق بنعم و فریق بلا والی بعضہم رسالۃ مخلصا تریج الاول قتال اور ملک روم کے حوادث سے یہ مسئلہ منسلک ہے کہ زید کے وی  
نے اس کے متروکہ سے قطعہ زمین کا بیچا ادائے دین کے واسطے اس شرط پر کہ وہ قطعہ زید کی ملک ہے پھر ظاہر ہوا کہ بعض قطعہ مسجد پر وقف ہے کیا  
باقی زمین میں بیع صحیح ہوگی یا نہیں علماء کے ایک فریق نے جواب دیا کہ ہاں باقی زمین یعنی غیر موقوف میں بیع صحیح ہے اور دوسرے فریق نے  
جواب دیا کہ نہیں باقی میں بھی صحیح نہ ہوگی اور بعض علماء نے اس میں رسالہ لکھا خلاصہ مضمون رسالہ جواب اول کی تریج ہے تو اس کو تال کریم شارح نے  
امر بالتال سے النفع الوسائل کی تقویت کی طرف اشارہ کیا جموی نے کہا ایسا نہیں ہوتا کہ عقد واحد میں بعض تو صحیح ہو اور بعض فاسد اور فتاوی  
عالمگیری اس پر دلالت کرتا ہے کہ عقد جب ایک ہو تو فساد مستعدی ہو جاتا ہے کذا فی الخطاوی و فی جوابہ الفتاوی ابر ضعیفہ و قفا لک سنین و کتب فی  
الصک اند ابر ثلثین عقداً کل عقد عقیب الآخر لا یصح الاجارۃ و ہوا صحیح و علیہ الفتوی صیانۃ للاوقاف ثم قال و لوقفی قاضی بصحتہا تجوز و یرفع الخلاف  
انتہی اور جوابہ الفتاوی میں ہے کہ وقف کی زمین تین سال کو اجارہ دی اور دستاویز میں لکھا کہ اس نے بیس عقد کا اجارہ دیا ہر عقد دوسرے  
عقد کے بعد یعنی عقود مذکورہ سے ہر عقد تین برس کی تو اجارہ مذکور صحیح نہ ہوگا اور یہی قول صحیح ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اوقاف کی حفاظت کے واسطے  
یعنی تاکراتی مدت کے تصرف سے مستاجر وقف کی ملکیت کا دعویٰ نہ کرے پھر جوابہ الفتاوی کے مصنف نے کہا اور اگر قاضی اجارہ مذکور کی صحت کا  
حکم دے تو جائز ہوگا اور خلاف دور ہو جائے گا انتہی ہم رفع خلاف اس وقت ہوگا جب کہ قاضی حادثہ شرعیہ میں حکم کرے اس طرح پر کہ دو بدعی  
ہوں ایک صحت کا بدعی اور دوسرا بطلان کا بدعی تب قاضی صحت کا حکم کرے کذا فی الخطاوی قلت و یجوز ان المتولی والوصی لو ابرا بدون ابرا مثل  
یلزم المستاجر تمام ابرا مثل وانہ یعمل بالانفع للوقف میں کتابوں اور آگے آوے گا کہ متولی اور وصی اگر اجارہ دیں کتر ابرا مثل سے تو مستاجر پر  
ہو ابرا مثل لازم ہوگا اور یہ کہ اس پر عمل ہوگا جو زیادہ تر نافع ہے وقف کے واسطے و فی صلح الخانیۃ متی فسد العقد فی بعض مفسد مقارن یفسد فی کل  
اور صلح خانیہ میں ہے کہ جب عقد بعض میں فاسد ہو بسبب اس مفسد کے جو مقارن ہے عقد سے تو تمام عقد فاسد ہوگا مفسد اپنی شرح میں اس قول  
کو لایا ہے قاری ہدایہ کے فتوے کی تقویت کے واسطے و یعلم النفع ایضاً ببيان العمل کا یصاغة و ابیغ والیخا طہ بما یرفع الجمالۃ اللہ  
بیان عمل سے بھی نفع معلوم ہو جاتا ہے چنانچہ زرگری اور رنگ سازی اور دوخت اس طرح کا بیان جو جہالت کو دور کر دے عمل زرگری میں  
ایسا بیان مفصل چاہیے کہ رافع نزاع ہو اور رنگ میں کپڑے کا بیان اور جنس رنگ کہ سرخ یا زرد یا سبز اور یہ کہ ہلکا رنگ ہو یا گہرا ضرور ہے  
اور دوخت میں جنس خیاطت اور کپڑے کا بیان لازم ہے اور شوب میں کپڑے کا معین ہونا ضرور ہے ولہذا محیط میں ہے کہ اگر بن دیکھے دس



کپڑوں کے شوب کا اجارہ کرے تو اجارہ فاسد ہے اگرچہ کپڑے کی جنس کا بیان ہو چکا ہو اس واسطے کہ کپڑا غلطت اور رقت میں مختلف ہوتا ہے  
 انتی فی شرط فی استجار الدابة للمکروب بیان الوقت والموضع فلو خلا عنهما فنی فاسدة بزایہ تو سواری کے واسطے جانور کے کرایہ لینے میں بیان وقت  
 یا مکان رکوب شرط ہے تو اگر اجارہ دونوں کے بیان سے خالی ہوگا تو فاسد ہوگا کذا فی البرزانیۃ یعنی اس واسطے کہ بیان مذکور رافع جہالت نہیں تعلیم  
 لایضا بالاشارة کنتقل هذه الطعام الی کذا اور اشارہ کرنے سے بھی نفع معلوم ہو جاتا ہے چنانچہ لے جانا اس طعام کا فلاں مکان تک  
 م ہر چند منفعت مشار الیہ نہیں ہے لیکن اشارہ کرنے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ فعل مخصوص مراد ہے کذا فی الدرر والعلم ان الاجر لا یلزم بالعقد ولا  
 یجب لتسليمه بل بتجیدہ او شرط فی الاجارۃ المنجزۃ اور معلوم کر کہ اجر اور مزدوری لازم نہیں عقد سے تو واجب نہیں اس کی تسلیم یعنی اس کا ادا  
 کرنا عقد سے بلکہ مستاجر کی تعمیل سے یا اجارہ حاضرہ میں تعمیل کے مشروط ہونے سے لازم تسلیم ہوتی ہے م اور جب کہ مستاجر نے اول مزدوری  
 ادا کر دی تو اب اس کو نہیں پھیرے سکتا کذا فی الطحاوی عن العتائیۃ اما المضافۃ فلا تلک فیما الاجرة بشرط التعمیل اجماعاً اور اجارہ مضافہ یعنی  
 وقت غیر موجود کے اجارہ میں اجرت ملوک نہیں ہوتی تعمیل اجرت کی شرط کرنے سے بالاتفاق وقیل یجوز عقودانی کل الاحکام فیفتی بروایۃ تملک  
 بشرط التعمیل للحاجۃ شرح وہبانیۃ للشر بنلالی اور بعضوں نے کہا کہ اجارہ مضافہ جمیع احکام میں عقود ٹھہرایا جائے پھر اجرت کے مالک ہونے کا  
 فتویٰ دیا جائے بشرط التعمیل سے بسبب حاجت کے کذا فی شرح وہبانیۃ للشر بنلالی م شارح سے یہاں اختصار مغل واقع ہوا بل تفصیل مطلب  
 ظاہر ہوگا اجارہ مذکورہ بخار میں متعارف ہے صورت اس کی یہ ہے کہ گھریا زمین کا اجارہ کرتے ہیں متواتر تیس برس کا لیکن تین دن ہر سال  
 سے نکال دلتے ہیں اجارہ سے تا اتصال سنوات باقی نہ رہی اور سال کی اجرت قلیل مقرر کرتے ہیں اور پچھلے سال کی اجرت کثیر معین کرتے ہیں  
 علماء اس کے جواز اور عدم جواز میں مختلف ہیں بعض مجوزین اس اجارہ کو عقود مختلفہ قرار دیتے ہیں اور بعض ایک ہی عقد اعتبار کرتے ہیں اس  
 واسطے کہ اگر عقود اعتبار کیجئے تو سوائے عقد اول کے باقی عقود مضاف ٹھہریں اور اجارہ مضافہ میں اجرت ملوک نہیں ہوتی نہ تعمیل سے نہ شرط تعمیل سے  
 اور غرض اس اجارہ سے ملک اجرت سے صدر الاسلام شہید نے کہا میرے نزدیک صحیح یہ ہے کہ در حق سائر احکام عقود معتبر کیجئے اور در حق ملک اجرت  
 تعمیل یا بشرط تعمیل سے ایک ہی عقد اعتبار کیجئے انتی تو موضوع کلام شارح کا یہ مسئلہ ہے اور اگر یوں کہے کہ میں نے اپنا گھر تجھ کو اجارہ دیا کل اتنی اجرت  
 پر تو مقدم مذکور ہو چکا کہ اس میں بشرط تعمیل ہل ہے اور بالفعل اس پر اجرت لازم نہ ہوگی چنانچہ زعلی نے بیان کیلئے ہے ولذا علی نے کہا کہ اس  
 تحریر سے کچھ معلوم ہوگا کہ شارح کا کلام شر بنلالی کے مانند محرم اور منفع نہیں ہے اور اگر شارح یوں کہتا قلیل یجوز عقوداً واحد فیفتی بروایۃ تملک  
 بشرط التعمیل ای علی ہذا القول تو بہتر اور واضح تر ہوتا کذا فی الطحاوی او الاستیفاء للمنفعة یا اجرت لازم ہوتی ہے منفعت کے حاصل کر چکنے سے  
 او ممکنہ منہ الان فی ثلث مذکورۃ فی الاشباہ یا اجرت لازم ہوتی ہے استیفاء منفعت پر قادر ہونے سے مگر ان تین صورتوں میں باوجود قدرت لانہ  
 نہیں ہوتی جو اشباہ میں مذکور ہیں م جب موجب مستاجر کو اجارہ کی چیز اپنے اسباب سے خالی کر کے دے اور اس کی طرف سے یا حاکم یا غاصب کی  
 طرف سے کوئی مانع نہ ہو تو مستاجر قادر ٹھہرے گا اور اس وقت میں اگر مستاجر استیفاء منفعت کو ترک کرے گا تو یہ تعطیل لزوم اجرت کی مانع نہ ہوگی  
 لہذا اگر موجب کی طرف سے تسلیم نہ واقع ہوئی یا وہ چیز اس کے اسعار سے فارغ نہیں یا فارغ تسلیم کی مدت کے غیر میں یا مدت میں تسلیم کی لیکن  
 اس کو غیر محل اجارہ میں جس کو رکھا یا اس کو محل اجارہ میں رکھا اور اس میں کوئی عذر ہے مانع یا موجب کی طرف سے کوئی عذر نہیں لیکن حاکم یا غاصب  
 نے اس کو روک رکھا یا کہ اجارہ فاسد تھا تو اجرت ان صورتوں میں لازم نہیں کذا فی التیمی اشباہ کی مستثنی صورتوں میں سے پہلی صورت یہ ہے کہ

ف تفصیل احکام استیفاء منفعت مستاجرہ ۱۲



قدرت علی الاستیفا اجارہ فاسدہ میں ہو دوسری صورت یہ کہ جب جانور خارج شہر کی سواری کے واسطے کرایہ لیا پھر اس کو اپنے پاس باندھ رکھا اور اس پر سوار نہ ہوا تیسری صورت یہ کہ کپڑا کرایہ لیا ہر روز کی ایک دانگ اجرت معین کر کے پھر اس کو چند سال رکھ پھوڑا بدول پہننے کے تو اجرت لازم نہ ہوگی اس مدت کے بعد کہ اگر اس کو سپنا تو کپڑا پھٹ جاتا یعنی وہاں تک اجرت مذکورہ ہر روز لازم ہوگی کہ اگر اس کو پہنے جاتا تو کپڑا دھپٹتا پھر اس مدت کے بعد اجرت نہ لازم ہوگی کذا فی الطحاوی تم فرع علی ہذا بقولہ فیجب الاجر لدار قبضت ولم تسکن لوجود التمكن من الانتفاع پھر مصنف نے اس پر یعنی قدرت انتفاع پر اپنے اس قول سے تفریع کی تو اجرت واجب ہوگی اس گھر کی جو مقبوض ہوا اور ہنوز اس میں مستاجر نہیں رہا واجب ہونا اجرت کا بسبب پائے جانے قدرت انتفاع کے ہے و ہذا اذا كانت الاجارۃ صحیحۃ و اما فی الفاسدۃ فلا یجب الاجر الا بحقیقۃ الانتفاع کما بسط فی العماویۃ اور یہ یعنی وجوب اجرت بقدرت انتفاع اس وقت ہے جب کہ صحیح اجارہ ہو اور اجارہ فاسدہ میں تو اجرت واجب نہیں ہوتی مگر حقیقت انتفاع فقط قدرت سے چنانچہ اس کو عماریہ میں شرح بیان کیا ہے و ظاہر مافی الاسعاف اخراج الوقف فیجب اجرتہ فی الفاسدۃ بالتمكن کذا فی الاشباہ اور ظاہر قول اسعاف کالکال و الناہے وقف کا تو وقف کی اجرت فاسد اجارہ میں واجب ہوگی قدرت انتفاع سے کذا فی الاشباہ م خلاصہ عبارت اسعاف یہ ہے کہ وقف کے اجارہ فاسدہ میں اگر زراعت اور سکونت نہ ہو تو اجرت لازم نہیں مستحقین کے قول پر انتہی تو صاحب اشباہ سمجھا کہ بقول متاخرین اجرت لازم ہے حالانکہ متاخرین کا خلاف اس میں نظر نہیں آیا اور اجناس میں خود مصرح ہے کہ وقف کی اجرت اجارہ فاسدہ میں لازم نہیں ہوتی مگر حقیقت انتفاع سے انتہی اور یہ نص مصرح ہے عدم وجوب میں پھر جب وقف کا حکم معلوم ہوا تو مال یتیم وغیرہ کا بھی حکم معلوم ہو گیا جس میں شارح اپنا تردد بیان کرے گا کذا فی الطحاوی لم یخصا قلت و مل مال الیتیم و المند للاستقلال و المستاجر فی بیع الوفاء علی ما فتی بہ علماء الروم کذلک یحل تردد علیہ جمع میں کتابوں اور کیا یتیم کا مال اور جو چیز کرایہ وغیرہ کے واسطے مہیا ہے اور بیع الوفا کے اجارہ والی چیز بموجب فتوایں علماء روم بھی اسی طرح وقف کے مانند ہے تردد کا مقام ہے تو مسائل مذکورہ کا حکم تلاش کرنا چاہیے کچھ تردد کا مقام نہیں چنانچہ ہم مذکور کر چکے اس واسطے کہ اگر اجارہ صحیح ہے تو قدرت انتفاع اس میں کافی ہے اور اگر اجارہ فاسد ہے تو اس کے حکم میں کچھ تغیر نہیں استیجاب بیع الوفا کی یہ صورت ہے کہ بیع الوفا کے بائع نے اجارہ یا مشتری سے اس چیز کا جو بطریق بیع الوفا کے بیچی اور یہ اجارہ بعد قبض مشتری کے واقع ہوا تو مدت اجارہ میں اجارہ صحیح ہے پھر اگر مدت اجارہ گزر گئی اور وہ چیز اس کے ہاتھ میں باقی رہی تو عمار روم نے لزوم اجرت مثل کا فتویٰ دیا اور اس کا نام بیع الاستقلال رکھا اس میں یہ خلل ہے کہ بعد انقضائے مدت اجارہ اہلا اجارہ نہیں کذا فی الطحاوی و بقولہ و لیسقط الاجر بالغصب ای باللیلۃ بین المستاجر و المین لان حقیقۃ الغصب لا تجری فی العقار اور مصنف نے قدرت انتفاع پر اپنے اس قول سے تفریع کی اور ساقط ہوتی ہے اجرت غصب سے یعنی مستاجر اور اجارہ والی چیز کے درمیان حائل ہونے سے اس واسطے کہ حقیقت غصب کی جاری نہیں ہوتی زمین میں یعنی جب کوئی شخص حائل ہوا تو قدرت انتفاع نہ پائی گئی لہذا اجرت مستاجر سے ساقط ہو گئی و مل تنضخ بالغصب قال فی البدایہ نعم خلافاً لقاضی خان اور کیا اجارہ منخ ہو جاتا ہے غصب سے ہذا میں کہا کہ ہاں منخ ہو جاتا ہے برخلاف قاضی خاں کے و لو غصب فی بعض المدۃ فنجس بہ اور اگر غصب واقع ہوا بعض مدت اجارہ میں تو بحساب اس کی اجرت ساقط ہوگی الا اذا امکن اخراج الغاصب من الدار مثلاً بشفاعۃ او حمایتۃ اشباہ مگر جب کہ مکان غاصب کا مثلاً گھر سے ممکن ہو سفارش سے یا مددگاروں کی حمایت اور زور سے تو اجرت ساقط نہ ہوگی کذا فی الاشباہ م اگر باوجود امکان اخراج مستاجر اس کو نہ خارج کرے گا تو قصور مستاجر کا ہے اجرت اس پر لازم ہوگی اور اگر بدول خرچ مال کے اس کا اخراج ممکن نہ ہو تو قنیر میں ہے کہ اجرت ساقط ہوگی و لو انکر فکالک ای بالغصب



الموجر و ادعاه المستاجر ولا یزنی لیکلم الحال کسنة الطاحونة اور اگر موجر یعنی اجارہ دینے والا اس غصب کا منکر ہو اور مستاجر یعنی اجارہ لینے والا اس کا مدعی ہو اور مستاجر کے گواہ نہ ہوں تو ظاہر حال حکم کرے گا پین چکی کے مسئلہ کی مانند یعنی اگر مستاجر گھر میں رہتا ہو منازعت کے حال میں تو موجر کا قول مقبول ہے اور اگر اس میں غیر مستاجر رہتا ہو تو مستاجر کا قول مقبول ہے اور اس پر کرایہ نہ ہو گا کذا فی النجر اور اگر پین چکی کے مستاجر اور موجر میں اختلاف واقع ہو بعد القضاء مدت اجارہ کے پانی کے جاری ہونے اور انقطاع میں تو ظاہر حال پر حکم ہو گا یعنی اگر پانی جاری ہو جھکڑے کے رقت تو موجر کا قول مقبول ہو گا اور نہیں تو مستاجر کا قول مقبول ہو گا کذا فی الجبسی ولا یقبل قول الساکن لانه فرد وخیرۃ اور گھر کے رہنے والے کا قول مقبول نہ ہو گا اس واسطے کہ وہ تنہا شخص ہے کذا فی الذخیرۃ یعنی مسئلہ غصب میں ساکن دار کا قول معتبر نہیں اور اگر گھر میں کوئی ساکن نہیں تو مستاجر پر اجرت لازم ہوگی کذا فی العالمگیریہ و یقولہ ولا یقبل قریب الموجر لو کان اخریۃ لانه لم یملک بالعقد اور عدم لزوم اجرت بالاعتدای مصنف نے اپنے اس قول سے تفریع کی اور آزاد نہ ہو گا قرابت دار موجر کا اگر قرابت دار اجرت مقرر ہو یا ہو اجارہ میں اس واسطے کہ موجر اس کا مالک نہیں ہو گیا فقط عقد اجارہ سے م صورت اس کی یہ ہے کہ زید کا غلام خالد ہے محمود کا بھائی سوزید نے محمود کی زمین اجارہ لی اور خالد کو اس کی اجرت مقرر کی تو خالد بجز عقد کے آزاد نہ ہو گا اس واسطے کہ مذکور ہو چکا کہ فقط عقد سے اجرت لازم نہیں ہوتی یعنی موجر کی ملک نہیں ہو جاتی والمراد من تمكن من الاستیفاء تسلیم المحل الی المستاجر بحیث لا مانع من الانتفاع اور قدرت استیفاء منفعت سے مراد تسلیم محل کی ہے مستاجر کی طرف اس طرح پر کہ کوئی مانع نہ ہو منفعت کے لینے سے فلو سلم العین الموجهة بعد مضی بعض المدة الموجهة فلیس لاحد سوا الانتفاع من التسليم والتسلم فی باقی المدة اذ لم یکن فی مدة الاجارة وقت یرغب فیہا لاجلہ تو اگر موجر نے مستاجر کو اجارہ کی چیز بعد گزرنے بعض مدت اجارہ کے تسلیم کی تو دونوں میں سے کسی کو باقی مدت میں دینے اور لینے سے امتناع جائز نہیں بشرطیکہ اجارہ کی مدت میں ایسا کوئی وقت مخصوص نہ ہو جس کے واسطے اجارہ لینے کی خواہش ہوتی ہو یعنی تمام مدت یکساں ہو تب امتناع دینے اور لینے سے جائز نہیں فان کان فیہا ای فی بعض المدة وقت كذلك کبیوت مکة و منی و حوائتہ من الموسم فانه لا یرغب فیہا بعد الموسم فلو لم یسلم فی الوقت الذی یرغب لاجلہ فخر فی قبض البائی کما فی البیع کذا فی النجر اور اگر اجارہ کی چیزیں ویسا وقت ہو جس کے واسطے اجارہ لینے کی خواہش اور رغبت ہوتی ہو چنانچہ مکہ معظمہ اور منی کے گھر اور دکانیں موسم حج کے زمانے میں اس واسطے کہ بعد موسم حج ان کی خواہش نہیں رہتی تو اگر موجر مستاجر کو اس وقت میں تسلیم نہ کرے جس کی خواہش ہوتی ہے تو مستاجر کو اختیار ہو گا باقی مدت کے قبض میں چاہے لے چاہے نہ لے چنانچہ بیع میں کذا فی النجر یعنی اگر بیوت مکہ معظمہ خریدے قبل موسم حج کے تو تسلیم نہ واقع ہوئی مگر بعد گزرنے موسم کے تو مشتری کو خرید اور عدم خرید میں اختیار ہو گا ولو سلم المفتاح فلم یقدر علی الفتح لضياعه ان المكنه الفتح بلا کلفة وجب الاجر والا لاشباه اور اگر موجر نے مستاجر کو مکان کی کچی دی سو مستاجر اس کے کھولنے پر قادر نہ ہوا بسبب گم ہو جانے کچی کے تو اگر اس کو کھولنا بلا کلفت اور مشقت ممکن ہو تو کرایہ واجب ہو گا اور نہیں تو جواب نہیں کذا فی الاشباہ اور اگر مالک نے کما یہ مکان لے اور اس میں رہ مگر اس نے دروازہ کھول نہیں دیا اور مستاجر نے مدت کے بعد کہا میں اس میں نہیں رہا تو اگر مستاجر بلا مؤنت کھولنے پر قادر تھا تو کرایہ لازم ہو گا اور نہیں تو نہیں اور موجر کو یوں حجت کرنا جائز نہیں کہ تو نے کیوں نہ قبض توڑ ڈالا اور کیوں نہ اس میں داخل ہوا کذا فی العالمگیریہ قلت و کذا فی النجر المستاجر عن الفتح بهذا المفتاح لم یکن تسبیحا لان التخلية لم تصح صیرفہ میں کتا ہوں اور اگر اسی طرح اگر مستاجر عاجز ہو کھولنے سے بواسطہ اس کچی یعنی موجر کی دی ہوئی کچی کے تو تسلیم نہ ہوگی اس واسطے کہ تخلیہ نہ صحیح ہو کذا فی الصیرفۃ ولو اختلف حکم الحال اور اگر دونوں میں اختلاف پڑا تو ظاہر حال حکم کرے گا یعنی بعد مدت اجارہ اختلاف ہوا اور حالانکہ



کبھی مستاجر کے پاس ہے مستاجر کتاب ہے کہ میں قفل کھولنے پر قادر نہ ہوا اور موجب کتاب ہے کہ تو قادر نہ ہوا اور دونوں کے گواہ نہیں ہیں تو ظاہر حال پر حکم ہوگا اور شاید کہ ظاہر حال سے مراد یہ ہے کہ مستاجر سے کہا جائے کہ قفل کو کھول تو اگر کھول نہ سکے تو مستاجر کا قول مقبول ہے اور اگر کھول سکے تو موجب کا قول مقبول ہے کذا فی الطحاوی ولو برہنہ بینه الموجب ذیخیرۃ اور اگر دونوں گواہ لادیں تو موجب کے گواہ مقبول ہوں گے کذا فی الذخیرۃ وکذا لایع اور اسی طرح بیع کا حکم ہے یہ تشبیہ ہے عجز مستاجر کی ساتھ منع الغفاریں کیا گھر خرید کیا اور کبھی اس کی لی اور گھر کی طرف نہیں گیا تو اگر کبھی ایسی ہو کہ بلا کلفت کھل سکے تو قابض ٹھہرے گا اور نہیں تو نہیں کذا فی المنع وقیل ان قالہ قبض المفتاح وفتح الابواب فتوسلیم والا لا کما بسط المصنف اور قول ضعیف یہ ہے کہ اگر موجب نے مستاجر سے کہا کہ کبھی لے اور دروازہ کھول تو یہ تسلیم ہے اور اگر کبھی دی اور قول مذکور نہ کیا تو تسلیم نہ ہوگی چنانچہ اس کو مصنف نے اپنی شرح میں بیان کیا ہے وللموجب طلب الاجر للدار والارض کل یوم وللدائۃ کل مرحلۃ اذا اطلقتہ ولو بین تعین اور موجب کو جائز ہے گھر اور زمین کا کرایہ مانگنا ہر روز اور جائزہ کرایہ ہر منزل میں جب کہ کرایہ مطلق مقرر ہو بلا قید تعین یا تاخیر کے اور اگر تعین یا تاخیر کا بیان ہو گیا ہو تو وہی تعین ہوگا شرط کے موافق وللحیاطۃ ونحو ما من الصنائع اذا فرغ وسلم فملکہ قبل تسلیم لیسقط الاجر اور سینے اور مانند اس کے اور پیشوں کی مزدوری مانگنا جائز ہے جب کہ اس کام سے فراغت حاصل کرے اور مستاجر کو تسلیم کرے یعنی اس میں مزدوری کا مطالبہ ہر دن نہیں بلکہ کام کر چکے اور پہنچا دینے کے بعد ہے تو اس چیز کا تلف ہو جانا قبل تسلیم کے مزدوری کو ساقط کر دیتا ہے مگر کپڑا سینے کو دیا سو درزی نے سیا اور اس کی بلا تعدی مل گیا تو مزدوری ساقط ہو گئی بسبب عدم تسلیم کے اور درزی پر تاوان کپڑے کا لازم نہ ہوگا کیونکہ وہ بلا تعدی میں ہے وکذا کل من عمل اثر اور اسی طرح ہر ایک اس پیشہ ور کا حکم ہے جس کے عمل کا اثر موجود ہو چنانچہ بڑھئی اور لوہار اور معمار اور جولاہا اور سار کہ ان کے عمل کا اثر ٹکڑی اور لوہے اور مکان اور کپڑے اور زلیو میں موجود رہتا ہے تو مزدوری مانگنا بعد فراغ اور تسلیم کے جائز ہوگا واما اثر کہ کمال لہ الاجر لما فرغ وان لم یسلم بجر اور جس کے عمل کا اثر نہیں ہوتا جیسے محال تو اس کی مزدوری مانگنا بجر و فراغت کے جائز ہے اگرچہ تسلیم نہ واقع ہو مگر بعد فراغت کے تلف ہو جانے سے مزدوری ساقط نہ ہوگی کذا فی البحر وان وصیلۃ عمل نے بیت المستاجر و دخت وغیرہ کی مزدوری لازم نہیں بدوں فراغت اور تسلیم کے اگرچہ دخت وغیرہ کا کام مستاجر کے گھر میں کیا ہو مگر مصنف کا یہ قول اس کو مقتضی ہے کہ مستاجر کے گھر میں عمل سے فارغ ہونا تسلیم نہیں حالانکہ ایسا نہیں ہے اس واسطے کہ زیلعی میں ہے کہ خیالت وغیرہ میں مستاجر کے گھر میں تسلیم حال ہوتی ہے بجر قفل کے اس واسطے کہ وہ مستاجر کے گھر میں ہے اور گھر اس کے قبضے میں ہے تو اس میں تسلیم حقیقی کی حاجت نہیں تو اجرت واجب ہوگی بجر عمل کے انتہی تو بموجب اس کے اگر کپڑا وغیرہ تلف ہوگا بعد فراغت عمل کے قبل تسلیم حقیقی کے تو اجرت واجب ہوگی بسبب تسلیم حکمی کے اور صاحب ہدایہ نے اگرچہ یہ تعلیم مذکور کی ہے لیکن تسلیم بیان نہیں کی ہدایہ میں یوں ہے کہ دھوئی اور درزی کو مطالبہ اجرت کا نہیں تا وقتیکہ عمل سے ان فراغ نہ ہو اس واسطے کہ بعض عمل سے نفع حاصل نہیں تو بعض عمل سے مستوجب اجرت کا نہ ہوگا اور اسی طرح اگر مستاجر کے گھر میں عمل کرے مستوجب اجرت نہ ہوگا قبل فراغ کے کذا فی الطحاوی اور مصدر شرعیہ میں ہے کہ جب مستاجر کے گھر میں بعض ثوب کی دخت کرے پھر اس کی چوری ہو جائے تو بعد دخت اس کی اجرت ثابت ہے تو یہ دلیل ہے کہ اجرت بعد عمل واجب ہوتی ہے انتہی دلد میں ہے کہ بموجب ہدایہ اور تجرید کے مستاجر کے گھر میں عمل کرنا قبل از فراغ عمل مستحق اجرت نہیں اور مبسوط اور فوائد ظہیریۃ اور ذخیرہ اور شروح جامع صغیر میں مذکور ہے کہ جب بعض دخت واقع ہو مستاجر کے گھر تو بعد اس کے حساب کے اجرت واجب ہے تو اگر کپڑا چوری ہو جائے کچھ سینے کے بعد تو اس کے حساب کے موافق استحقاق اجرت کا ہوگا انتہی نعم لوسرق بعد ما خاٹ بعضہ واندم بعد ما بناہ فله الاجر بحسابہ علی المذنب بجر و ابن کمال ہاں اگر کپڑا چوری ہو جائے بعد اس کے کہ

سلفہ قولہ ملکہ بصیغۃ المصدر مبتداً وقولہ لیسقط الاجر خبر ۱۲ طحاوی



درزی نے اس کو کچھ سیایا کچھ دیوار گر پڑی بعد بنانے کے تو اس کا اجر ثابت ہوگا اس کے حساب کے موافق بنا بر مذہب صحیح کے کذا فی البحر و ابن کمال یہ استدراک بلا وجہ ہے اس واسطے کہ اگر خیال ملت مستاجر کے گھر میں ہے تو اجرت واجب ہے خواہ سب درخت ہوئی یا بعض بسبب وجود تسلیم اور اگر درزی کے گھر میں ہے تو کل یا بعض کچھ اجرت نہیں بدول تسلیم کے اور دیوار اٹھانا تو نہیں ہوتا مگر مستاجر کے پاس بحر الرائق میں ہے کہ مسئلہ بنا خود اصل میں مقصدی ہے کہ بعض عمل سے اجرت اس کی واجب ہوتی ہے بسبب تسلیم کے اور کرخی نے اس کو ہمارے اصحاب سے نقل کیا ہے اور اسی پر یقین کیا ہے غایۃ البیان میں ہدیہ پر رد کر کے تو یہی مذہب ٹھہرا ولہذا مصنف یعنی صاحب کنز نے مستصغی میں اسی کو پسند کیا ہے اگرچہ اس کی عبارت کنز میں مطلق ہے کذا فی الطحاوی ثوب خاطر الخیاط باجر ففتقہ رجل قبل ان یقبضہ رب الثوب فلا اجر لہ بل لہ فیضین الفائق کثیر ہے جس کو درزی نے سیما مزدوری پر سیویں اودھیر ڈالی کسی شخص نے مالک کے قبضہ کرنے سے پہلے تو اس کے واسطے مزدوری نہیں بلکہ درزی کو سیویں اودھیرنے والے سے تاوان لینے کا اختیار ہے ولایکبر علی الاعادۃ وان کان الخیاط ہوا الفائق فعلیہ الاعادۃ کانہ لم یعمل بخلاف فتی الاجنہی اور درزی پر اعادہ و دخت کا جبر نہ ہوگا اور اگر درزی ہی سیویں کا اودھیرنے والا ہو تو اس پر دوبارہ سینا واجب ہے گویا اس نے نہ سیما بخلاف اجنبی سے یعنی اجنبی شخص کے اودھیرنے سے درزی پر اعادہ و دخت لازم نہیں و بل الخیاط اجرا تفصیل بلا خیاطۃ الاصح لا اشباہ لکن فی حاشیتہا معنی المضمرات لمفتی بنعم وقال المصنف عنہ ان حکیم العرف انتہی ثم رأیت فی التا تاریخانیہ مغیرا لکبر لے ان الفتویٰ علی الاول قتال اور کیا خیال کے واسطے کثیر ابوتنے سے بدول درخت کے مزدوری ہے یا نہیں قول اصح یہ ہے کہ قطع کرنے سے بدول سینے کے مزدوری نہیں کذا فی الاشباہ لیکن اشباہ کے حاشیہ مضمرات سے منقول ہے کہ قول مفتی بد یہ ہے کہ ہاں اجرت ہے اور مصنف نے اپنی شرح میں لکھا جواب لائق یہ ہے کہ رواج پر حکم ہوا انتہی پھر میں نے تاریخانیہ میں فتاویٰ کے برے سے منقول دیکھا کہ قول اول پر فتویٰ ہے تو تامل کر م صورت مسئلہ یہ ہے کہ جب کہ کثیر درزی کو سینے کے واسطے دیا سو اس نے قطع کیا اور مرگیا بدول سینے کے اور اگر فقط کثیر قطع کرنا مقصود ہو تو بلا شک اجرت واجب ہوگی اس واسطے کہ عمل مقصود ہے تاریخانیہ سے نقل کرنے کی کچھ حاجت نہ تھی اس واسطے کہ صاحب مضمرات اور صاحب کبریٰ دونوں نے ذکر کیا ہے کہ وجوب اجرت پر فتویٰ ہے اور شارح کی ظاہر عبارت سے نکلتا ہے کہ عدم لزوم پر فتویٰ ہے اور حالانکہ ایسا نہیں ہے قتال کذا فی الطحاوی وللخیاط طلب الاجر لکن فی بیت المستاجر بعد اخراجه من التور لان تمامہ بذلک و باخراج بعضہ بحسابہ جو ہر دوری پکانے والے کو روٹی کی مزدوری مانگنا جائز ہے مستاجر کے گھر میں تنور سے نکالنے کے بعد اس واسطے کہ بچگی کی تمامی اسی طرح نکالنے کے بعد ہے اور بعض روٹیوں کے نکالنے سے اس کے حساب کے موافق اجرت لازم ہوگی کذا فی الجومرۃ فان احترق بعدہ ای بعدہ اخراجه بغیر فعلہ فلیہ الاجر لتسلیہ بالوضع فی بیتہ ولا یغرم لعدم التدی و قال لا یغرم مثل وثیقہ ولا اجر وان شاء ضمناہ الخیر واعطاءہ الاجر سو اگر تنور سے نکالنے کے بعد بلا فضل طباخ روٹی جل جائے تو اس کا اجر ثابت ہے بسبب تسلیم کر دینے طباخ کے مستاجر کے گھر میں رکھ دینے سے اور جل جانے سے طباخ پر تاوان نہیں بسبب اس کی بے قصوری کے اور صاحبین نے کہا کہ طباخ تاوان دے اس کے آٹے کے برابر اور اس کی مزدوری نہیں اور اگر مستاجر چاہے تو طباخ سے بچتہ روٹی کا تاوان لے اور اس کو روٹی پکانے کی مزدوری دے ولو احترق قبلہ لا اجر لہ ویغرم اتفاقا لتقصیرہ و در و بحر اور اگر روٹی جل گئی تنور کے نکالنے سے پہلے تو اس کی مزدوری نہیں اور وہ تاوان دے روٹی کا باتفاق امام اور صاحبین کے بسبب اس کی تقصیر کے کذا فی الدرر و البحر وان لم یکن الخبز فیہ ای فی بیت المستاجر سو او کان فی بیت الخبز او لافا حترق او سرق فلا اجر لہ لعدم تسلیم حقیقۃ ولا ضمان لوسرق لان فی یدہ امانۃ خلافا لما وہی مسئلۃ الاجیر المشترك جو ہر دوری اور اگر مستاجر کے گھر میں روٹی نہ ہو خواہ نان پز کے گھر میں ہو یا کہیں در



پھر چل جانے یا چوری ہو جائے تو اس کے واسطے مزدوری نہیں بسبب نہ ہونے تسلیم کے فی الحقیقت اور اس پر تاوان نہیں اگر چوری ہو جائے اس واسطے کہ اس کے پاس امانت ہے برخلاف صاحبین کے کہ ان کے نزدیک تاوان ہے اور یہ مسئلہ ہے اجیر مشترک کا کذا فی جوہر ہم امام کے نزدیک اجیر مشترک کے پاس متاع امانت ہوتی ہے تو ضمان نہیں بخلاف صاحبین اور اجیر مشترک کی تعریف آگے معلوم ہوگی و ان احترق الخبز و سقط من ید قبل الاخر فغلیہ الضمان ثم المالك بالخيار فان ضمنہ فمیتہ مخبوز افلا الاجر وان ضمنہ فمیتہ و قیقا فلا اجر له للساک قبل التسليم ولا یضمن الخطب والملمح اور اگر روٹی جل گئی یا اس کے ہاتھ سے گر پڑی تو زکے نکالنے سے پہلے تو تاوان پر ضمان ہے پھر مالک کو اختیار ہے کہ اگر اس سے کچی روٹی کا تاوان لے تو اس کی مزدوری ثابت ہے اور اگر آٹے کا تاوان لے تو مزدوری نہیں بسبب ضائع ہونے کے قبل تسلیم کے اور اس پر لکڑی اور نیک کا تاوان نہیں و للطنخ بعد العرف الا اذا کان لابل بیتہ جوہرۃ دالہ فی ذلک العرف اور دیگر اور ہانڈی پکانے کی مزدوری واجب ہوتی ہے نکالنے کے بعد یعنی جب دیگر سے پیالوں اور رکابیوں میں باورچی نکال چکے تب مزدوری کا مستحق ہو مگر جب کہ سخت مستاجر کے گھر والوں کے واسطے ہونے اہل دعوت کے واسطے تو نکالنا لازم نہیں کذا فی الجوہرۃ اور قاعدہ کلیہ اس میں رواج ہے یعنی اگر یہ رواج ہو کہ نکالنا باورچی کے ذمہ رہتا ہو تو نکالنے کے بعد مزدوری لازم ہوگی اور نہیں تو فقط پکانے کے بعد زلیعی نے کہا کہ جس محل میں نفع نہیں وہاں عادت کا اعتبار ہے فان افسدہ ای الطعام الطباخ او احرقہ او لم یضجہ فہو ضامن للطعام پس اگر باورچی نے کھانا بگاڑ دیا یا جلادالا یا کچا رکھا خوب نہ پکا یا تو وہ کھانے کا ضامن ہے یعنی طعام کی قیمت کا اس پر تاوان لازم ہوگا و لو دخل بنا الخبز و لطنخ با فوقت منہ شرارۃ فاحترق البیت لم یضمن للاذن ولا یضمن صاحب الدار لو احترق شئ من السکان لعدم التقدی جوہرۃ اور اگر مستاجر کے گھر میں باورچی آگ لے گیا روٹی یا ہانڈی پکانے کے واسطے اور اس میں سے ایک چنگاری گھر میں پڑی اور گھر جل گیا تو اس پر تاوان نہیں بھمت اذن صاحب خانہ اور صاحب خانہ بھی تاوان نہ دے گا اگر کچھ جل جائے رہنے والوں کا بواسطہ عدم تقصیر کے ہم طوطاوی نے کہا یہ مسئلہ مخصوص یا جیر طبخ نہیں بلکہ کرایہ دار اور مستعیر اور مالک خانہ کو بھی شامل ہے و لضرر البین بعد الاقامۃ و قال بعد تشریح اسی جعل بعضہ علی بعض و بقولہما یفتی ابن کمال معریا للعیون اور کچی اینٹ پاتھنے کی مزدوری کا مطالبہ اینٹ کھڑی کر دینے کے بعد ہے اور صاحبین نے کہا کہ تشریح کے بعد یعنی بعض کو بعض پر رکھنے اور ڈھیر لگا دینے کے بعد واجب ہوگی اور صاحبین ہی کے قول پر فتویٰ ہے نقل کیا ہے ابن کمال نے عیون سے و ہذا اذا ضربت بیت المستاجر فلو فی غیر ملک فلا اجر حتی یجیدہ منصوبا عنده و مشرجا عنده ہما زلیعی اور یہ اس وقت ہے جب کہ مستاجر کے گھر میں اینٹ پاتھی ہو اور اگر مستاجر کی غیر ملک میں اینٹ پاتھی ہو تو اجرت واجب نہیں جب تک شمار نہ کر دے کھڑی کر کے امام کے نزدیک اور ڈھیر لگا کر کے صاحبین کے نزدیک کذا فی الزلیعی مستصفی میں تسلیم شرط کی ہے نہ شمار اور اشتراط تسلیم ہی بہتر ہے اس واسطے کہ اگر تسلیم ہو بدول شمار کے تو اجرت ثابت ہوگی کذا فی البحر فروع مسائل ملحقہ شارح کے الملبس علی الہبان فالتراب علی المستاجر و اذ قال المحل المنزل علی السحال لاصبہ فی الجوالق او صودہ للعرفۃ الا بشرط اینٹ پاتھنے کا سانچا اینٹ پاتھنے والے کے ذمہ پر ہے اور مٹی اینٹ پکانے والے مستاجر پر اور بوجھ کا مکان کے اندر رکھنا بوجھ اٹھانے والے پر نہ اس کا ڈالنا اور مہر نا بوریوں میں یا اس کا چڑھالے جانا چھت پر مگر شرط کر لینے سے وایکان دایۃ المحل علی المکاری و کذا السحال و الجوالق اور بوجھ لا دینے کے واسطے پالان جانور پر باندھنا مکاری یعنی کرایہ والے پر ہے اور اسی طرح رسیاں اور کونیں مکاری پر ہیں و الجبر علی الکاتب و اشتراط الورق علیہ یفسد بالظہیرۃ اور رشائی لکھنے والے کے ذمہ پر ہے اور کاغذ شرط کرنا کاتب پر امارہ کتابت کا مقصد ہے کذا فی الظہیرۃ و من کان لعمدۃ اثر فی العین کا لصباغ والقصار حبسہما لاجل الاجر اور جس پر

ف عادت معتبرست در محلہ کہ نفعی نباشد



کے عمل اور کام کا اثر موجود ہر چیز میں چنانچہ رنگریز اور دھوئی کا تو وہ اس چیز کو روک رکھے اور مستاجر کو نہ دے اپنی مزدوری لینے کے واسطے م  
 دھوئی سے وہ دھوئی مراد ہے جو کپڑا دھونے لٹا ستہ وغیرہ کا کلیپ لگا کر نہ فقط غاسل ثوب وجہ جس سے یہ ہے کہ مقصود علیہ وصف ہے جو محل میں  
 ثابت ہے تو حق جس بدل لینے کے واسطے ہوا جیسے بیع میں کذا فی الدرد وبل المراد بالاثربین مملوۃ للعامل کا لٹشام والغرض مجرد بالبعین وری فیہ  
 قولان اھما الثانی فغاسل الثوب وکاسر الفستق والطحان والخیاط والخفاف وحالق راس العبد لہم حبس العین بالاجر علی الاصح مجتبے اور آیا  
 اثر سے کام کرنے والے کی کوئی چیز مملوک مراد ہے چنانچہ لٹا ستہ اور صابون یا فقط وہ چیز اثر سے مراد ہے جو نظر پڑے اور دکھائی دے اس میں دو قول  
 ہیں یعنی ایک قول یہ ہے کہ چیز مملوک عامل مراد ہے اور دوسرا قول یہ کہ جو نظر آوے خواہ عین مملوک ہو یا نہ ہو دونوں قولوں میں سے صحیح تر دوسرا  
 قول ہے تو کپڑا دھونے والا اور پتہ توڑنے والا اور لکڑی چیرنے والا اور آٹا پیسنے والا اور درزی اور موزہ دوڑا اور غلام کا سر مونڈنے والا ان سب کو  
 روک رکھنا چیز کا اجرت لینے کے واسطے جائز ہے بموجب قول اصح کذا فی المجتبے ام بجر الرائق میں ہے کہ مستصفی میں ذخیرہ سے منقول ہے کہ صحیح قول یہ  
 ہے کہ مجرد بالبعین میں حق جس میں تو صحیح مختلف ٹھہری اور یہی قول لائق ترجیح کے ہے اور صاحب ہدایہ نے غسل ثوب کو محل کے مانند ٹھہرایا ہے  
 کذا فی الطحاوی در میں نہایت قاضی خاں مذکور ہے کہ جب دھوئی کے عمل کا اثر نہ ہو سوائے میل چھڑانے کے اس میں اختلاف ہے صحیح تر قول یہ ہے  
 کہ اس کو حق جس ثابت ہے ہر حال میں اس واسطے کہ سفیدی مخفی تھی جو ظاہر ہو گئی دھوئی کے عمل سے تو گویا اس نے سفیدی ایجاد کر دی ظاہر کر دینے  
 سے وذا اذا کان حالاً اما اذا کان الاجر مؤجلاً فلا یمکن حبسها لعمد فی بیت المستاجر بتسلیہ حکما اور یہ یعنی حق جس اس وقت ہے جب کہ اجرت  
 کی مدت نہ مقرر ہوئی ہو اور اگر اجرت کی مدت معین ہو گئی ہو تو اجیر اس کے حبس کر رکھنے کا مالک نہیں جیسے مستاجر کے گھر محل کرنے میں حبس کا اختیار نہیں  
 بسبب تسلیم حکمی کے لیکن بالتقدی ولو فی بیت المستاجر غایتہ اور اجیر پر تاوان لازم ہوگا تقدی سے اگرچہ تقدی مستاجر کے گھر میں واقع ہو کذا فی الغایۃ  
 فان حبس فضاخ فلا اجر ولا ضمان لعدم التقدی صو اگر اجیر نے چیز روک رکھی اور وہ تلف ہو گئی تو اس کی مزدوری نہیں اور نہ اس پر تاوان  
 ہے بواسطہ عدم تقدی کے ومن لا اثر لعمدہ کاحمال علی ظہر او دابة والملاح وغاسل الثوب ای تطہیرہ لا التحسینہ مجتبے فلیحفظ لایحبس لہن  
 للاجرة اور جس اجیر کے عمل کا اثر موجود ہر چیز میں چنانچہ اپنی پیٹ پر یا جانور پر بوجہ لادنے والا اور ملاح اور کپڑا دھونے والا چیز کو نہ روک رکھے مزدور  
 لینے کے واسطے غاسل ثوب سے وہ کپڑا دھونے والا مراد ہے جو کپڑا دھونے اس کے ظاہر کرنے کے واسطے نہ تحسین کے واسطے کذا فی المجتبے تو اس کو  
 یاد رکھنا چاہیے تم تحسین ثوب سے مراد سفید کرنا ہے اس واسطے کہ سفیدی مخفی تھی جو اس کے فعل سے ظاہر ہو گئی تو گویا اس نے سفیدی کو ایجاد کیا  
 تو محسن ثوب جس کا مالک ہوگا نہ مظهر ثوب در میں کہا مگر غلام گترختہ کے پکڑ لانے والے کو حق جس ثابت ہے اگرچہ اس کے عمل کا اثر نہیں فلو حبس  
 ضمن ضمان الغصب ویجوز فی بابہ پس اگر اجیر نہ کر حبس کرے تو غصب کا تاوان دے اور ضمان غصب آگے آوے کا غصب کے  
 باب میں یعنی اگر جس میں وہ چیز تلف ہو جائے تو مثل کا تاوان دے اگر وہ چیز منشی ہو اور قیمت کا تاوان دے اگر وہ قیمتی ہو و صاجہا بالخیار ان شاء  
 ضمنہ قیمتہا ای بدلتا شرعاً محمولہ ولہ الاجر وان شاء غیر محمولہ ولا اجر تجرۃ اور محمول چیز کا مالک مختار ہے اگر چاہے حال سے اس کو محمول اعتبار  
 کہ اس کی قیمت یعنی اس کے عوض شرمی کا تاوان لے اور حال کی مزدوری دے اور اگر چاہے غیر محمول کا تاوان لے اور مزدوری نہ دے کذا فی الجہرۃ  
 کو اذا شرط عملاً بنفسہ بان یقول لہ اعمل بنفسک او بیک لایستعمل غیرہ الا انظر فلہا استعمال غیرہ بشرط وغیرہ خلاصہ اور اگر مستاجر اجیر کا مال ذاتی  
 شرط کرے اس طرح کہ اس سے کہے کہ تو خود اپنی ذات سے یا ہاتھ سے کا کر تو اجیر اپنے سوا اور شخص سے کا نہ لے مگر دیکھ کہ کسی کو غیر عورت سے دودھ پلوانا جائز  
 ہے یہاں مصنف نے سفیدی چھوڑ دی تھی کہ کتب متداولہ میں طر کے معنی ہمہ پہنچے ہوں گے جیسے مترجم ثانی کو نہ لے لہذا قیاساً صاحبون لکھا گیا ۱۲ مترجم دوم



ہے شرط اور بلا شرط ہر طرح سے کذا فی الخلاصہ میں ہے کہ درزی سے کہا کہ تو خود کپڑا سی دے یا دھو بی سے کہا کہ تو خود دھو دے پھر اس نے اپنے غلام یا شاگرد سے کام کروایا تو اجرت دینا واجب نہ ہوگا کذا فی المطاوعی وان اطلق کائن لہ ای لاجیران لیستاجر غیرہ افاد بالاستیجارۃ لودفع لاجنبی ضمن الاول لانتانی وبہ صرح فی الخلاصہ اور اگر مطلق بلا قید عمل ذاتی اجارہ واقع ہوا تو اجیر کو جائز ہے کہ اپنے غیر سے مزدوری کر دے مصنف نے استیجار کے لفظ سے اشارہ کر دیا اس کا کہ اگر اجنبی کو اجیر دے گا بلا استیجار تو اول شخص تاوان دے گا و صورت تلف ہونے کے نہ شخص ثانی اور خلاصہ میں اس کو مصرع بیان کیا ہے وقید بشرط العمل لانه لو شرط الیوم او غدا فلم یفعل و طالبہ مراراً فطر حتی سرق لا یضمن واجاب شمس الأئمۃ بالضم ان کذا فی الخلاصہ اور مصنف نے شرط عمل کی قید لگائی اس واسطے کہ اگر مستاجر نے آج یا کل کے دن کی شرط کی سو اس نے اس دن کام نہ کیا اور مستاجر نے اجیر سے چند بار مطالبہ کیا سو اس نے کوتاہی کی یہاں تک کہ وہ چیز چوری ہو گئی تو تاوان اجیر پر لازم نہ ہوگا اور شمس الأئمۃ نے وجوب ضمان کا جواب دیا ہے کذا فی الخلاصہ وقولہ علی ان نقل الملاق لا تقیید مستصحبی لہ ان لیستاجر غیرہ اور مستاجر کا یوں کہنا کہ استیجار ہے تیرے عمل پر یہ اطلاق ہے نہ قید کا لگانا کذا فی المستصحبی تو اجیر کو جائز ہے کہ غیر شخص سے مزدوری کر دے استاجرہ لیسانی بعیالہ فمات بعضہم فنجاء من بقی فلو اجبرہ بحسابہ لانه اونی بعض المعقود علیہ مستاجر نے ٹھیکہ کیا کہ اجیر اس کے اہل و عیال کو لے آئے سو ان میں کوئی شخص مر گیا اور وہ باقی لوگوں کو لے آیا تو اس کی مزدوری ثابت ہوگی اس کے حساب کے موافق اس واسطے کہ اس نے بعض معقود علیہ کو پورا کیا یعنی عقد اجارہ تمام عیال کے لئے یہ منعقد ہوا تھا اور وہ سب کو نہ لایا تو پوری مزدوری کا مستحق نہ ہوگا پھر اگر جن کو لایا نصف عیال ہوں تو نصف اجرت کا مستحق ہوگا اور اگر ثلث ہوں تو ثلث اجرت کا مستحق ہوگا وقید بقولہ لو کانا اسی عیالہ معلومین ای للعاقدين لیکون الاجر مقابلاً لکما تم اور مصنف نے اس قول سے قید لگائی کہ اگر اس کے اہل و عیال معلوم ہوں یعنی عاقدين ان کو جانتے ہوں تب بقدر حساب بعض عیال اجرت کا مستحق ہوگا تاکہ اجرت سب کے مقابلہ میں پڑے والا کیونکہ معلومین فلو کہ اسی لکل الاجر ونقل ابن الکمال ان کانت الموتۃ نقل بنقصان عددہم بحسابہ والافکۃ اور اگر عیال غیر معلوم ہوں تو اجیر کے واسطے تمام اجرت واجب ہوگی اور ابن کمال نے نقل کیا یعنی امام ہندوانے سے کہ اگر لانے کی مشقت کم ہو جاتی ہو عدد عیال کے کم ہونے سے تو بقدر اس کے حساب کے اجرت لازم ہوگی اور اگر مشقت کم نہ ہو جاتی ہو تو تمام اجرت لازم ہوگی استاجر رجلاً لایصال خط ای کتاب وزاد الی زید ان ردہ ای الکتوب والزام الموتۃ ای زید او غیبیۃ لاشئی لہ لانه نقضہ بعدہ کا یحیاط اذا خاطبہ فحق ٹھیکہ مقرر کیا ایک مرد سے خط یا ترشہ پہنچا دینے کا مثلاً زید کے پاس اگر اجیر خط اور ترشہ بھیر لایا زید کی موت یا غائب ہونے سے تو اس کے واسطے کچھ مزدوری نہیں اس واسطے کہ اس نے معقود علیہ یعنی ایصال مکتوب یا زاد کو باطل کر دیا اس کے پھیر لانے سے جس طرح درزی نے جب کہ سیا پھر اس کو اور حیر ڈالا مصنف کو لازم تھا کہ خط پہنچانا اور جواب لانا دونوں کو ذکر کرتا اس واسطے کہ اگر جواب لانا مذکور نہ ہوگا تو خط پھیر لانے سے تمام اجرت لازم ہوگی چنانچہ شرح مجمع میں مصرع ہے اور امام محمد کی جامع صغیر میں خط لے جانا اور جواب لانا دونوں مذکور ہیں کذا فی المطاوعی مختصراً و فی الجانیۃ استاجر لیزیب لموضع کذا دیکھو فلانا باجر کسی قذیب لموضع فلم یجد فلانا وجب الاجر اور خانیہ میں ہے کہ اجارہ کیا تاکہ فلانے کی طرف جائے اور فلانے شخص کو بلا لا دے معین مزدوری پر پس اجیر وہاں گیا اور اس نے اس شخص کو بڑا یا تو مزدوری واجب ہوگی خانیہ میں تبلیغ رسالت مذکور ہے نہ بلانا اور شارح نے رسالت اور بلانے کو یکساں قرار دیا کذا فی المطاوعی فان دفع الخط الی ورثتہ فی صورۃ الموت او من تسلم الیہ اذا حضر فی صورۃ غیبتہ وجب الاجر بالذباب و ہر نصف الاجر اسمی کذا فی الدرر والغریب و تہجہ مصنف و لکن تعقبہ المحشون دعوی علی لزوم کل الاجر لکن فی القستانی عن النبی انہ ان شرط المحی بالحواب فنصفه والافکۃ فلیکن التوفیق پس مسئلہ ایصال مکتوب میں اگر اجیر نے خط دیا زید کے وارثوں کو در صورت موت زید کے یا اس شخص کو دیا جو زید کو پہنچا دے جب کہ وہ اسے در صورت غائب ہونے زید کے

ملہ پینے والے سے جتنے کی ہو گئی ہے وہ اعتبار کرے ۱۷



توجانے کی مزدوری واجب ہوگی اور وہ نصف اجرت میخذ ہے کذا فی الدرر والغریب اور مصنف پیر و مہار ہے صاحب درر کا ولیکن درر پمختیون نے  
اعتراض کیا ہے اور تمام اجرت کے لازم ہونے پر اعتقاد کیا ہے لیکن قستانی میں نہایت سے منقول ہے کہ اگر جواب لانا شرط کیا ہے تو نصف اجرت لازم ہے  
اور نہیں تو تمام اجرت لازم ہے تو توفیق بین القویین ہو گئی یعنی صاحب درر اور مصنف کا کلام اشتراط جواب پمختیون ہے اور پمختیون کا قول عدم اشتراط پمختیون  
ہے وان وجده ولم یوصلہ الیہ لم یجب لہ شئ لانتقار المعقود علیہ و ہوا الیصال اور اگر اجیر نے زید کو پایا اور خط اور توشہ اس کو نہ پہنچایا  
تو کچھ مزدوری اس کی واجب نہ ہوگی بسبب نہ ہونے معقود علیہ کے یعنی ایصال خط پر اجارہ ہوا تھا سو پایا نہ گیا و اختلاف فیما لو مہزقہ اور اس میں اختلاف  
ہے اگر اجیر نے خط کو پھاڑ ڈالا یعنی بعضوں کے نزدیک اس میں مزدوری واجب ہے اور بعضوں کے نزدیک واجب نہیں متولی ارض الوقف اجرا بغیر  
اجر المثل بلزم مستاجر ما اسی مستاجر ارض الوقف لا المتولی کما غلط فیہ بعضہم تمام اجرا المثل علی مفتی بہ کما فی البحر عن التلخیص وغیرہ متولی ارض وقف نے  
زمین وقف کو بغیر اجرت مثل یعنی کم تر از اجرت مثل پر اجارہ دیا تو مستاجر ارض وقف کو پوری اجرت مثل دینی لازم ہوگی بنا بر قول مفتی بہ چنانچہ بحر الرائق میں  
ہے تلخیص وغیرہ سے اور متولی پر اجرت مثل لازم نہ ہوگی چنانچہ بعض علما غلط سمجھے ہیں و کذا حکم وصی داب کما فی مجمع الفتاویٰ اور اسی طرح کا حکم ہے وصی اور باپ کا  
چنانچہ مجمع الفتاویٰ میں ہے یعنی اگر وصی یا باپ صغیر کی زمین کم تر از اجرت مثل پر اجارہ دے تو مستاجر پر پوری اجرت مثل لازم ہوگی نہ وصی اور باپ پر لفتی  
بالضمان فی غصب عقار الوقف وغصب منافعہ و کذا فی مفتی لکل ما ہوا النفع للوقف فیما اختلف فیہ العلماء حتی یفقدوا الاجارۃ عند الزیادۃ  
الفاحشۃ نظر الوقف وصیانہ لحق اللہ تعالیٰ حاوی القدسی فتویٰ دیا گیا ہے غاصب کے تاوان پر زمین یا مکان وقف کے غصب کرنے میں اور منافع زمین  
یا مکان وقف کے غصب کرنے میں اور اسی طرح ہر ایک اس چیز کا فتویٰ ہے جو وقف کے واسطے نافع تر ہے جس میں عالموں کا اختلاف واقع ہوا ہو تو نقص اجارہ  
کا حکم کیا ہے فقہانے زیادت فاحشہ کے نزدیک لمجاہ وقف کے اور حق اللہ کی محافظت کے واسطے کذا فی حاوی القدسی ہم زیادت فاحشہ سے مراد وہی  
نفسہ اجر مثل کا زیادہ ہو جانا ہے بلا تحت چنانچہ عنقریب فروع میں مذکور ہوگا مات الاحبر و علیہ دیون حتی یفسخ العقد بعد تعیل البدل فالمتاجر لولین  
فی یدہ ولو بعد فاسد اشباہ الحق بالمستاجر من غرامہ حتی یستوفی الاجرۃ المعجلۃ مرگیا مالک اجارہ کا دینے والا اور اس پر لوگوں کے دین ہیں  
تا ایک عقد اجارہ فسخ ہو گیا بدل اجارہ کی تعمیل کے بعد تو مستاجر زیادہ تر حق دار ہے اجارہ کی چیز کا اس کے قرض خواہوں سے تا ایک مستاجر پیشگی  
اجرت کو حاصل کرے بشرطیکہ اجارہ کی چیز مستاجر کے قبضہ میں ہو اگرچہ بعد فاسد اس کے تصرف میں ہو کذا فی الاشباہ ہم یعنی جب کہ موجود مرگیا ہو اس پر  
غیر مستاجر کے دیون ہیں پھر اجارہ کی چیز بھی گئی تو مستاجر حق بالتمن ہے باقی قرض خواہوں سے کذا فی الطحاوی یعنی پہلے مستاجر اس کے تمن سے  
اپنی پیشگی دی ہوئی اجرت لے گا بعد اس کے اگر کچھ تمن باقی رہے گا تو اور قرض خواہ پا دیں گے الا انہ لا یسقط الدین بہلاک اسی بھلاک ہذا المستاجر  
لانہ لیس برہن من کل وجہ مگر یہ کہ دین مستاجر کا سا قطن ہوگا اس اجارہ کی چیز کے ہلاک ہو جانے سے اس واسطے کہ یہ چیز ہر وجہ سے رہن نہیں جو مسقط  
دین ہو بخلاف الرہن فانہ مضمون باقل من قیمتہ ومن الدین کما یجوز فی بابہ مجمع الفتاویٰ بخلاف مرہون کے ہلاک ہو جانے کے اس واسطے کہ مرہون کی  
ہلاکی میں مرہن پر تاوان ہے کمتر کا مرہون کی قیمت سے اور دین سے چنانچہ باب الرہن میں آوے گا کذا فی مجمع الفتاویٰ ہم قولہ باقل من قیمتہ ومن الدین  
ترکیب فاسد ہے اس واسطے کہ اس سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ جو چیز قیمت اور دین سے کمتر ہو وہ تاوان ہوا اور حالانکہ یہ مراد نہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ قیمت اور  
دین دیکھا جائے سودوں میں سے جو اقل ہو وہ تاوان واقع ہو تو ترکیب صواب یوں ہے بالاقول من قیمتہ ومن الدین تو اس صورت میں من بیان یہ ہوگا  
نہ تفصیلیہ کذا فی الطحاوی فروع مسائل ملحقہ شارح کے الزیادۃ فی الاجرۃ من المستاجر لتفصح فی المدة و بعد ما زیادہ کر دینا اجرت کا مستاجر کی جانب سے  
مسموع ہے اجارہ کی مدت میں اور بعد مدت کے مسموع طحاوی نے کہا صحت زیادت بعد مدت اشباہ اور منع الغفار کے مخالف ہے و اما الزیادۃ علی المستاجر فا

عہ فی الاشباہ الزیادۃ فی الاجرۃ من المستاجر من غیر ان یزید علیہ احد فان بضمی المدة لا یصح والخط والزیادۃ فی الاجارۃ جائز ان کذا فی الطحاوی منہ ۱۲



فی الملک ولو یتیم لم تقبل کما لو رخصت اور مستاجر پر اجرت کا زیادہ ہو جانا اگر زیادتی آدمی کی ملک میں ہے اگر چہ یتیم کی ملک ہو تو مقبول نہیں جیسے اگر اجرت ارزاں ہو جائے تو مستبر نہیں یعنی بعد اجرت معین ہو چکنے کی اجرت کا نرخ گراں ہو گیا یا ارزاں تو غیر وقف میں اس کا اعتبار نہیں مستاجر پر فقط اجرت معینہ لازم ہوگی وان فی الوقف فان الاجارۃ فاسدة اجرا فانظر بلا عرض علی الاول لکن الامح صحیحہا جبر الملش و لو ادعی جمل انساغبین فاحش اور اگر زیادت مذکورہ وقف میں ہو تو اگر اجارہ فاسد ہو تو وقف کا ناظر اس کو دوسرے مستاجر کو اجارہ دے بدوں پوچھنے مستاجر اول کے لیکن قول اصح صحت اجارہ مذکورہ سے بعض اجرت ملش کے اگر چہ مرد دعویٰ کرے کہ اجارہ غبن فاحش کے ساتھ ہوا مگر اسبہ میں لکن الامح کے مقام پر لکن الاصل وقوعہا صحیحہا جبر الملش واضح ہے فان اخبر القاضی ذو خبرۃ انہا کذلک فسنمنا پھر اگر قاضی کو ہوشیار واقف خبر کرے کہ اجارہ اسی طرح بموجب ادعا سے مدعی غبن فاحش کے ساتھ تھا تو قاضی اجارہ کو نسخ کر دے مگر شارح کو یوں کہنا خوب واضح تر تھا کہ اگر مرد دعویٰ کرے کہ اجارہ بغبن فاحش تھا تو صحت اجارہ باجبر ملش ال ہے مگر جب کہ قاضی کو خبردار شخص خبر کرے یعنی مجبور دعویٰ مذکورہ عدم صحت کا قاضی حکم نہ کرے بلکہ اصل مذکور بلکہ ال بصیرت اور صاحب امانت کے قول کی طرف رجوع کرے و تقبل الزیادۃ وان شہدا کرے وقت العقد انہا باجبر ملش اور زیادت مقبول ہوگی اگر چہ گواہوں نے گواہی دی ہو وقت عقد کے کہ اجارہ باجبر ملش ہوا والا فان کانت اضرار او تعسلا مقبل اور اگر قاضی کو خبردار شخص خبر نہ کرے کہ اجارہ بغبن فاحش ہوا تھا تو اگر زیادت مستاجر کی ضرر رسانی اور تہلیل کے واسطے ہو تو مقبول نہ ہوگی مگر اضرار اور تہلیل کی زیادت وہ ہے جس کو قبول نہ کرے مگر ایک شخص یا دو شخص بیابیع میں ہے کہ کسی شخص نے اجارہ کی اجرت زیادہ کی تو اس کی طرف التفات نہ ہوگا شاید کہ وہ شخص متعنت اور ضرر رساں ہو کذا فی الطحاوی وان کانت الزیادۃ اجرا ملش فالخيار قبولہا فیفسخ المتولی فان ائتمن فالقاضی ثم یوجہ بامن زائد اور اگر زیادت اجبر ملش ہو تو اس کو قبول ضرر رساں ہو کذا فی الطحاوی وان کانت الزیادۃ اجرا ملش فالخيار قبولہا فیفسخ المتولی فان ائتمن فالقاضی ثم یوجہ بامن زائد اور اگر زیادت اجبر ملش ہو تو اس کو قبول رخصت قول مختار ہے تو متولی اجارہ نسخ کر دے سو اگر وہ نسخ نہ کرے تو قاضی نسخ کرے پھر اس کو اجارہ دے اس شخص سے جو زیادہ اجرت دے مگر زیادت اجبر ملش ہو مراد اس سے یہ ہے کہ فی نفسہا اجرت زیادہ ہو جائے سب شخصوں کے نزدیک بسبب گراں ہوجانے نرخ کے اور اگر اجرت زیادہ ہو جائے لوگوں کی رغبت کے سبب سے کسی چیز کے اجارہ لینے میں تو ایسی زیادتی زیادتی اجرت ملش نہیں کذا فی الطحاوی عن شرح الجمع للعلینی فان کانت دارا او حائوتا او ارضا فارغہ معرضا علی المستاجر فان کسی چیز کے اجارہ لینے میں تو ایسی زیادتی زیادتی اجرت ملش نہیں کذا فی الطحاوی عن شرح الجمع للعلینی فان کانت دارا او حائوتا او ارضا فارغہ معرضا علی المستاجر فان قبلہا فواجب سوا لزمہ الزیادۃ من وقت قبولہا فقط پھر اگر اجارہ کی چیز گھر سو یا مکان یا مالی زمین ہو تو اس کو مستاجر اول پر پیش کرے سو اگر مستاجر زیادت مذکورہ کو قبول کرے تو وہی اس کا زیادہ تر حقد ہے اور اس پر زیادت لازم ہوگی قبول کر لینے کے وقت سے فقط یعنی زیادہ قبول کے پہلے اجرت معینہ سابقہ لازم ہوگی اور بعد قبول کے زیادت مذکورہ لازم ہوگی وان انکر زیادۃ اجرا ملش او ادعی انہا امر فلا بد من البرہان علیہ اور اگر مستاجر اجرت ملش کی زیادہ ہونے کا انکار کرے اور دعویٰ کرے کہ زیادت ضرر رسانی ہے تو ضرور ہے اس پر گواہ قائم کرنا یعنی زیادت کا مدعا گواہ لاد منکر ہے وان لم یقبلہا اجرا المتولی اور اگر مستاجر زیادت کو قبول نہ کرے تو متولی دوسرے شخص کو اجارہ دے مگر طحاوی نے کہا بہتر یہ تھا کہ اس قول کو شارح انکار زیادت پر مقدم کرتا وان کانت مزدوعۃ لم یصح اجارۃ ما لیس صاحب الزرع کو اجارہ دے مگر طحاوی نے کہا بہتر یہ تھا کہ اس قول کو شارح انکار زیادت پر مقدم کرتا وان کانت مزدوعۃ لم یصح اجارۃ ما لیس صاحب الزرع لکن تضم الیہ الزیادۃ من وقتا اور اگر زمین وقف مزدوع ہو تو اس کا اجارہ دینا سوائے کاشتکار کے جائز نہیں لیکن اجرت سابقہ سے زیادہ ملائی جائے مستاجر پر زیادہ ہونے کے وقت سے وان کان بنی و غرس فان ہاں استاجر ہاں مشاہیرۃ فانما توجہ لغيرہ و افرغ الشہان لم یقبلہا لانہا قد عندہ اس کل شہ اور اگر متاجر نے زمین میں عمارت بنائی سو یا درخت لگائے ہوں تو اگر باجبری اجارہ لیا ہو تو زمین غیر مستاجر کو اجارہ دی جائے جب کہ معینہ ہو چکے اگر متاجر زیادت کو قبول نہ کرے بسبب منعقد ہونے اجارہ باجبری کے برہین کے سرے پر محیط میں ہے کہ غیر کو اس صورت میں اجارہ دیا جائے جب کہ رفع عمارت کے بعد اجرت زیادہ ہو جائے اور اگر بعد وہ ہو جائے عمارت کے اجرت سابقہ سے زیادتی نہ ہو تو اسے اجرت سابقہ کے ساتھ متاجر کے پاس باقی رکھی جائے کذا فی الطحاوی والبنا یمکنہ انما بقیۃ متقی قطع لوقف اور عمارت کا ناظر ملک ہوگا وقف کے واسطے عمارت متقی قطع کی قیمت سے کر دے پھر حتی تجلص بناؤہ یا مستاجر صبر کرے یہاں تک کہ اس کی عمارت خلاصی پائے یعنی انہما کے بعد اپنی اینٹ اور کڑی پر تصرف کرے وان کانت المدۃ باقیۃ لم توجہ لغيرہ وانما تضم



علیہ الزامۃ کا زیادہ و باززع اور اگر اجارہ کی مدت باقی ہو تو غیر مستاجر کو زمین کا اجارہ نہ دیا جائے اور اس کے سوا کچھ نہیں کہ مستاجر پر اجرت مثل کی زیادت ملانی جائے جیسے زراعت والی زمین کی زیادتی مستاجر پر لاتی کی جاتی ہے واما اذا زاد اجر المثل فی نفسه من غیر ان یزید اصل المتولی فمستولی علیہ الفتویٰ اور جب کہ اجرت مثل فی نفسه زیادہ ہو جائے بدوں اس کے کہ کوئی شخص بڑھاوے تو متولی کو فسخ اجارہ کا اختیار ہے اور اسی پر فتویٰ ہے واما فسخ کان علی المستاجر اسمیٰ ابشاہ معریا للصغریٰ اور جب متولی اجارہ کو فسخ نہ کرے گا تو مستاجر پر اجرت معینہ واجب ہوگی چنانچہ ابشاہ میں فتاویٰ مغری سے منقول ہے قلت وظاہر قولہ والبناء تمیکلہ النظار الخ انه تمیکلہ لجهة الوقف قہر علی صاحبہ و ہذا والا اصل تنقص بالقطع والا شرط منافی عامۃ الشروح من اجراء منقول علیہا لاننا لموضوعہ لنقل لمدہ ب بخلاف لقول الفتاویٰ میں کہتا ہوں اور اس کا یہ قول والبناء تمیکلہ النظار الخ اخرہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ ناظر عمارت کا مالک ہو جاتا ہے بحجت وقف کے صاحب عمارت پر حرج اور زبردستی کے اور یہ یعنی زبردستی سے مالک ہونا ناظر کا اس صورت میں ہے کہ زمین ناقص ہو جائے عمارت کے کھودنے سے اور اگر ناقص نہ ہو تو قیمت دے کر مالک ہونے میں صاحب عمارت کی رضا مندی شرط ہے چنانچہ اکثر شروح میں مصرح ہے ازاں جملہ بحجرات اور منجہ الغفار ہے تو شروح کی روایت پر اعتماد کیا جائے اس واسطے کہ نقل طبر کے واسطے شروح ہی موضوع اور مقرر میں بخلاف بقول فتاویٰ یعنی اگر فتاویٰ کی بقول شروح کے مخالف ہوں تو اعتماد کے لئے میں ہم منجہ فتویٰ مذکورہ فتاویٰ مؤید زادہ ہے جس کی عبارت شراح اس کے بعد ذکر کرے گا اور تجنیس اور ضابطہ سے ان میں منقول ہے کہ متولی عمارت کا زبردستی مالک نہ ہو جائے گا کذا فی الخطاویٰ مختصراً فی فتاویٰ مؤید زادہ من الوقف معریا للفقہین حانوت وقف بنی فیس کہ بلا اذن متولیان لم یعرفہ وان من فروع الموضع مالہ فیسیر بس الی ان تخلص مالہ من تحت البناء ثم یخذه اور مؤید زادہ کے فتاویٰ میں ہے کتاب الوقف سے منسوب بعضوں نے کہا کہ کان ہے وقف کی جس میں اس کے رہنے والے کچھ عمارت بنائی بلا اذن متولی وقف کے اگر عمارت کا کھودنا ضرر نہ کرے تو اس کو کھود ڈالے اور اگر ضرر کرتا ہو تو بنانے والا خود مصالح کرنے والا ہے اپنے مال کا تو چاہیے کہ یہاں تک انتظار کرے کہ اس کا مال تحت عمارت سے خلا ہو پھر ہی کوٹے والا کوٹ بٹا دے مانعاً من صحۃ الاجارۃ غیرہ اذ لا یدل علی ذلک البناء حیث لا یمکن رفعہ اور عمارت اس شخص کی غیر شخص کے بارہ دینے کی مانع نہ ہوگی اس واسطے کہ اس کا قطعاً درجہ نہیں اس عمارت پر اس واسطے کہ وہ اس کو منہدم نہیں کر سکتا و ہوا صلوٰۃ علیہا ان یحبوا ذلک للوقف ثم لا یجوز اقل یقیمین منہ و عمارۃ بینا فیہ " رزس بر اتفاق کریں کہ اس عمارت کو وقف کے تحت میں کر دیں جو اس شخص کے حوالہ اقل یقیمین سے تجاوز نہ کرے یعنی منہدم عمارت کی قیمت اور تیار عمارت کی قیمت میں سے جس کی قیمت کمتر ہو اس سے اس کا من زیادہ نہ ہو تو یہ صحیح ہے و ہذا فی الامر الی قاضی لیسفخ العقد ویسب للاجران لیسفخ بنفسہ و علیہ الفتویٰ اور اگر موجب کو دین لائق ہو تو قاضی سے نالش کرے تاکہ قاضی عقد اجارہ کو فسخ کر ڈالے اور اجارہ دینے والے کو جائز نہیں کہ خود اجارہ کو فسخ کرے اور اسی پر فتویٰ ہے ہم یہ اس صورت میں ہے جب کہ ادائے دین کا طریقہ باقی نہ رہے تب قاضی سے فسخ اجارہ کر کے اس چیز کو بیع کر دین ادا کرے و یجوز مثل الاجراء بالکثر او بالقل مما یتغاین فیہ الناس لا بما لا یتغاین فتکون فاسدۃ فیوجہ اجارۃ صحیحۃ اماں الاول او من غیرہ باجر المثل او زیادۃ بقدر ما یرضی بہ المستاجر انتی اور اجارہ جائز ہے اجرت مثل سے یا زیادہ تر اجرت مثل سے یا کمتر اجرت مثل سے اس قدر اکثر یا اقل ہو جس قدر میں لوگوں کو تغاین ہوتا ہو نہ اس قدر میں جس میں تغاین واقع نہیں ہوتا نواب اجارہ فاسد ہو جائے گا تو مقرر اس کا اجارہ صحیحہ معتقد کرے خواہ مستاجر اول سے یا اس کے سوا اور شخص سے اجرت مثل مقرر کرے یا زیادہ اجرت مثل سے جس قدر سے کہ مستاجر رضی ہو انتی مانی فتاویٰ مؤید زادہ و فی فتاویٰ الحانوتی بینۃ الاثبات مقدمۃ وہی المتی شدت بان الاجرۃ اولاً جواز المثل وقد تنقص بالقضاء فلا تنقص قال و بہ اجاب بقیۃ اہل المذہب للتحفظ اور فتاویٰ حانوتی میں ہے کہ اثبات کے گواہ مقدم ہیں اور گواہ اثبات وہ ہیں جو یہ گواہی دیں کہ اجرت پہلی اجرت مثل ہی تھی اور گواہی سے قاضی کا حکم بھی منہمک ہو گیا تو اجارہ منقوض نہ ہوگا حانوتی نے کہا اور یہی جواب دیا ہے بقیۃ اہل مذاہب نے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے کہ حانوتی کی عبارت یہ ہے کہ نور الدین علی طرابلسی سے یہ سوال ہوا کہ حکم نے صحت اجارہ وقف کا اور اس کا کہ اجرت پہلی اجرت مثل تھی حکم کیا بعد اس گواہی کے کہ اجرت مثل تھی پھر اور گواہوں نے گواہی دی کہ اجرت کمتر تھی اجرت مثل سے تو عمل بطلان اجارہ پر ہوگا یا نہیں جواب دیا کہ گواہی اثبات کی مقدم ہے اور حکم حاکم بھی اس سے منہمک ہوگا تو اجارہ منقوض نہ ہوگا کذا فی الخطاویٰ ۴۴



## باب ما يجوز من الاجارة وما يكون خلافا في الاجارة

یہ باب ہے اس اجارہ کو جائز ہے اور جس اجارہ میں اختلاف ہے

مطلوبہ کی نہ کیا ہو کسناد واضح نہ تھا باب ما يجوز من الافعال فی الاجارة یہ باب ہے ان افعال کا جو اجارہ میں جائز ہیں تفصیح اجارۃ حالت ای دکان و دار بلا بیان مابین فیہما صرفۃ لتعارف صحیح ہے اجارہ حالت یعنی دکان کا اور گھر کا بلا بیان اس فعل کے جو ان میں کیا جائے بسبب پھر نے فعل اور عمل کے متعارف اور مروج کی طرف مخرج الرائق میں کہا اس واسطے کہ عمل متعارف اس میں سکونت ہے تو وہی مراد ہوگی اور سکونت تفادیت میں نہیں و بلا بیان من لیکنہا فدان لیکنہا غیرہ باجارۃ و غیرہ لکھا ہے اور اجارۃ صحیح ہے بدون اس بیان کے کہ گھر میں کون شخص رہے گا تو مستاجر کو جائز ہے کہ غیر شخص کو رکھے باجارہ یا غیر اجارہ چنانچہ آگے مذکور ہوگا مگر غیرہ کار کھنا جائز ہے اگرچہ فقط مستاجر کا رہنا شرط ہو گیا ہو کذا فی الطحاوی ولہ ان لیل فیہما ای الحائز الکل مالار و فیتتمویر بطورہ و دیکر سہلہ و سنی بجا رہ دیند بالوقتہ ان لم تضرہ لظن برمی الیدان ضررہ یقتی قتیہ اور مستاجر کو جائز ہے کہ دکان اور گھر میں جو چاہے سو کام کرے تو بیخ گاہے اور اپنے ہاں نوران میں باندھے اور کٹریاں توڑے اور اس کی دیوار سے استنجہ کرے اور نجاست کا پتہ نہ بنا دے اگر ضرر نہ ہو اور اتھ کی بجائے آٹا پیسے اگرچہ گھر کو ضرر ہو اسی طرح جنتی ہے کذا فی القینم جانور باندھنا اس وقت جائز ہے جب کہ جانوروں کے واسطے کوئی مکان گھر میں مقرر ہو اور اگر ایسا نہ ہو تو گھر کو اصل نہ بنا دے اور چکی کے سٹل میں شارح تابع ہو مصنف کی شرح کا اور مصنف اپنے استاد صاحب بحر الرائق میں خلاصہ نقل عبارت وہ لفظ ساقط ہو گیا ہے جس سے حکم نکلتا ہے یعنی منع کا و عبارتہ الخلاصۃ کافی العز ولا یمنع من رمی الیدان کان یضرب مع علیہ الفتنوی یعنی اتھ کی چکی منع نہیں اور اگر ضرر ممتا ہو تو منع ہے اور اسی پر فتویٰ ہے عموی نے کہا الحاصل کہ جو فعل کہ عمارت کو مست اور کمزور کر دے وہ مطلق منع سے مستحق نہیں مگر یہ کہ اس کی شرط ہو گئی ہو یا مالک اس فعل سے رضی ہو جانے اور جو فعل کمزور نہ کرے وہ مطلق منع سے مستحق ہے کذا فی الطحاوی نیز لا یسکن بالبناء للفاعل او المفعول حداد او قصار اطلیانا من یز رضی المالک او اشتراط ذالک فی عقد الاجارۃ لانه یوسن البناء فیتوقف علی الرضا کرارہ دار کو بر عمل گھر میں درست ہے سوائے اس کے کہ گھر میں لوہا یا دھو بی یا پچی پیسے والے کو نہ رکھے بدون رضامندی مالک کے یا اس کی شرط ہو جانے سے عقد اجارہ میں اس واسطے کہ لوہا یا دھو بیہ کار ہنا عمارت کو کمزور کر دے لکھا ہے تو مالک خانہ کی رضامندی پر موقوف ہو گا شارح نے کہا لیکن معروف یا مجہول کا صیغہ ہے م شارح کو یوں کہنا مناسب تھا کہ لیکن ثلاثی مجرور یا ثلاثی مزید فیہ کا صیغہ ہے چنانچہ منع الغفار میں ہے تو پہلی صورت میں حداد کا منصوب ہونا باعتبار حال ہونے کے ہے اور دوسری صورت میں باعتبار مفعول ہونے کے ولواختلاف فی الاشتراط فالقول للموجہ کا لوالکر اصل العقد اور اگر مستاجر اور موجر مشروط ہونے میں مختلف ہوں تو موجر کا قول مقبول ہے چنانچہ اگر موجر اصل عقد اجارہ کا منکر ہو تو اسی کا قول مقبول ہو گا وان اقاما البینۃ فالبینۃ بیتیہ التاجر لا ثباتہا الزیادۃ خلاصۃ اور اگر دونوں گواہ لاویں تو مقبول گواہ مستاجر کے گواہ ہیں بواسطہ اثبات زیادت کذا فی الخلاصۃ و فیہا استاجرہ للقصارة فذلہ الحدوۃ ان ائحد ضرر بہا اور خلاصہ میں ہے کہ گھر اجارہ لیا گا ذری کے واسطے تو اس کو اس میں آہنگی درست ہے اگر گا ذری اور آہنگی کا ضرر کیا ہو و لو فعل مالیس لہ لزومہ لا بد وان انہم بہ البنا و منہ ولا اجرا لہما لا یجمعان اور اگر مستاجر وہ کام کرے جو اس کو درست نہیں ہے تو اس پر کرارہ دینا لازم ہو گا اور اگر اس کام عمارت منہم ہو جائے تو اس کا تاوان دے اور اس صورت میں کرارہ نہیں ہے اس واسطے کہ تاوان اور کرارہ باجم جمع نہیں ہوتے ولہ السکنی بنفسہ و اسکان غیرہ باجارۃ و غیرہ لہذا کل ما لا یختلف بالاستعمل یطل فیہ التقیید لانه یز مفید اور مستاجر کو جائز ہے آپ رہنا اور غیرہ کو رکھنا کرارہ سے کر اور بدون کرارہ کے اور اسی طرح جو عمل کہ مختلف اور متفاوت نہیں ہوتا استعمال کرنے والے کے اختلاف سے اس میں استعمال کرنے والے کی قید لگانا باطل ہے اس واسطے تقیید مذکور مفید نہیں یعنی بسبب عدم تفاوت کے بخلاف ما یختلف بہ کلا سکی برخلاف اس عمل کے جو متفاوت ہو جاتا ہے استعمال کرنے والے کے اختلاف سے چنانچہ آگے مذکور ہو گا چنانچہ رکوب اور کپڑا پہننا کہ ان میں تفاوت بتلا



باعتبار اختلاف مستعمل کے تقاطع لازم ہوگا در صورت مخالفت شرط کے دلواجر بالکثر تصدیق بالفضل اور اگر مستاجر دوسرے شخص کو اجارہ دے اکثر اجرت مقرر کر کے تو زیادتی خیرات کرے مگر یعنی اگر چار روپیہ کو خود اجارہ لیا اور دوسرے شخص کو پانچ روپیہ پر کرایہ دیا تو ایک روپیہ خیرات کرے اپنے صرف میں لاوے الانی مسئلین اذا اجر بالجنس او اصلح فیہا شیئاً مگر در صورت میں مستاجر کو زیادہ کرایہ لینا درست ہے جب کہ گھر کو کرایہ دے مخالفت جنس پر یا گھر میں کچھ دیتی کر دی ہو مگر خلاف جنس یہ کہ روپیوں کا کرایہ دیتا ہو اور اثر فی یا پیسوں یا انلج کا کرایہ لیتا ہو اور اصلاح اور درستی کی صورت یہ کہ مثلاً گھر میں چونہ کاری کر دے یا چھت پر دے لگا دے عوی نے کہا بھاڑ و دینا اصلاح میں داخل نہیں دلواجر بالموجز لا تصح و تصح اجارۃ فی الاصح بحر معزیا للبحرۃ و سببی تصح خلافتہ اور اگر مستاجر نے گھر کرایہ دیا خود مالک موجر کو تو اجارہ صحیح نہیں اور اجارہ فسخ ہوگا قول اصح میں چنانچہ بحر الرائق میں جوہرہ سے منقول ہے اور آگے اس کے منقول قول کی تصحیح اُدے کی تو خبر از رہو یعنی متفرقات اجارہ میں عدم فسخ کو شارح و بیانیہ و نیزہ سے نقل کرے گا و تصحیح اجارۃ ارض للمزرعۃ مع بیان بامیزع فیہا و قال علی ان ازرع فیہا ما اشاء یکیدا تقع المنازعۃ والافعی فاسدۃ للجماعۃ و تنقلب میحۃ بزرع سادیکب المسمی اور صحیح ہے اجارہ زمین کا زراعت کے واسطے اس بیان کے ساتھ کہ کون چیز اس میں بونی جادے کی یا مستاجر یوں کہے کہ اجارہ لیتا ہوں اس شرط پر کہ زمین میں زراعت کر دوں گا جو چیز کہ چاہوں گا بیان مزدوع یا عموم مزدوع اس واسطے شرط ہوتا کہ آئندہ جھگڑا نہ ہو اور اگر بیان مزدوع یا عموم مزدوع نہ ہو تو اجارہ فاسد ہے اور اجارہ فاسدہ پٹ کر صحیح ہو جائے گا اس کی زراعت کرنے سے اور اجرت معینہ واجب ہوگی مگر چونکہ مزدوع باعتبار رفع اور ضرر کے متفاوت ہوتا ہے تو دفع نزع کے واسطے بیان کرنا ضروری ہوا اور نزع دفع ہو جاتا ہے مستاجر کو اختیار دینے سے اور در صورت عدم بیان زراعت کرنے سے اس واسطے اجارہ صحیح ہو گیا کہ معقود استعمال سے معلوم ہو گیا اور فساد و تھابیب ناوانتگی مزدوع کے موجب کہ جمالت دفع ہو گئی زراعت کرنے سے تو گویا جمالت اول ہی سے نہ مخفی و ملت بر الشرب والطریق اور زمین کے اجارہ میں پانی لینے کی باری اور راہ مستاجر کے واسطے ثابت ہے مگر اجارہ میں پانی کی باری اور راہ بدوں شرط کے بھی داخل ہے اور زمین کی غریبہ میں بلا ذکر حقوق و نیزہ داخل نہیں اس واسطے کہ اجارہ ہوتا ہے انتفاع کے واسطے اور بدوں دونوں چیزوں کے زمین سے فائدہ لینا نہیں ہو سکتا اور بیع سے مقصود ملک رقبہ ہے نہ انتفاع میں زمین سے ولما اشور زمین کی بیع جائز ہے اور اس کا اجارہ زراعت کے واسطے جائز نہیں کذا فی الطحاوی و نیزع زمین ربیعاً و غیر ربیعاً اور مستاجر دوبارہ زراعت کرے ربیع اور خریف میں مگر یہ اس صورت میں ہے جب کہ سال بھر کا اجارہ ہوگا ہو مصرع فی التقنیۃ ولولم یکنۃ الزراۃ للہیال لا احتیاجا لاسقی اذ کر ی ان اکنۃ الزراۃ فی مدۃ العقد جائز والاد تمام فی التقنیۃ اور اگر مستاجر کوئی الحال زراعت ممکن نہ ہو نیچے کی حاجت سے یا نہر کے صاف کرنے سے تو اگر زراعت ممکن ہو عقد اجارہ کی مدت میں تو اجارہ جائز ہے اور اگر اس قدر مدت میں ممکن نہ ہو تو اجارہ جائز نہیں اور پورا اس کا بیان قبیلہ میں ہے اگر ہاوی مشغول نہ یزرع غیر ان کان المزرع بحق لا یجوز الا اجارۃ لکن لا حصہ وسلم انقلب جائزۃ زمین اجارہ دی ایک مستاجر کو اور حالانکہ وہ زمین غیر شخص کی زراعت سے مشغول ہے تو اگر زراعت ازراہ حق ہو یعنی مزارع نے بطریق اجارہ یا عاقد کے زراعت کی ہو تو اجارہ جائز نہیں لیکن اگر کھیت کاٹے اور زمین مستاجر کو تسلیم کرے تو اجارہ بدل کر جائز ہو جائے گا مالم لیستھد المزرع فتجوز دیو بالحصہ و التسلیم یعنی بزارۃ زراعت والی زمین کا اجارہ جائز نہیں جب تک کھیت نہ کٹے تو اب جائز ہوگا اور کھیت کاٹنے اور تسلیم کا امر ہوگا اسی کا فتویٰ ہے کذا فی البزازیۃ الا ان یوجہ لامضافۃ الی مستقبل فتجوز مطلقاً مگر جب کہ زراعت والی زمین کو زمان مستقبل کی طرف منسوب کر کے اجارہ دے تو مطلقاً اجارہ جائز ہے خواہ زراعت واجب ہو یا غیر واجب بشرطیکہ زمین زراعت سے خالی ہو جائے مدت مستقبلہ مذکورہ تک کذا فی الطحاوی وان کان الزرع لبعیر حق صحت لامکان التسلیم بحجرہ علی قلعہ ادرک اولاً فتادی قاری الہدایۃ اور اگر زراعت غیر واجب ہو یعنی بطور عصب کے ہو تو زراعت والی زمین کا اجارہ صحیح ہے بسبب ممکن ہونے تسلیم کی زبردستی کھیت کھاڑ کر خواہ زراعت پختہ ہو یا خام کذا فی فتادی قاری الہدایۃ و فی الوہبانیۃ تصح اجارۃ الدر المشغولۃ یعنی دیو مر بالتفرغ و ابتداء



المدة من عین تسلیم اور دہانیہ میں ہے کہ دار شغولہ یعنی جس گھر میں موجر وغیرہ کا اسباب ہو تو اس کا اجارہ جائز ہے یعنی اور موجر کا حکم ہو گا اس کے خالی کر دینے کا اور ابتداء مدت اجارہ اس کی تسلیم کے وقت سے ہوگی کوئی الاشباہ استاجر مشغولاً و فارغاً مع فی القاسخ فقط وہی فی التفرقات اور اشباہ میں ہے کہ بھری اور خالی چیز کو اجارہ لیا تو فقط خالی چیز میں اجارہ صحیح ہو گا اور اس کا ذکر باب التفرقات میں آگے آئے گا و تصح اجارۃ ارض للبناء والغرس و سایر الانتفاعات کطبخ اجر و خزف و مقبلہ و مرا حاقی لمزم الاجرة بالتسلیم اکن زرہا ام لا بحر اوجہ صحیح ہے اجارہ زمین کا مکان بنانے اور درخت لگانے کے واسطے اور باقی فوائد کے واسطے چنانچہ بختہ اینٹ اور مٹی کے برتن وغیرہ کے پکانے کے واسطے اور جانوروں کے رہنے کے واسطے نصف روز اور رات کے وقت تو تسلیم سے اجرت لازم ہوگی خواہ اس زمین کی زراعت ممکن ہو یا نہ ہو کذا فی البحر یہ اجارہ زراعت کے واسطے نہیں ہے تاہم امکان زراعت سے اجارہ فصیح ہو کذا البحر فان مضت المدة قلعها وسلمها فارغة لعدم نہایتہا سو اگر اجارہ کی مدت گزر جائے تو مستاجر مکان اور درخت کو کھودے اور زمین خالی موجر کو تسلیم کرے بسبب نہ ہونے دونوں کی نہایت کے ہم عوی نے کہا اور بعد کھودنے کے زمین کا برابر کر دینا مستاجر کے ذمہ پر ہے اس واسطے کہ اسی نے زمین کو خراب کر ڈالا الا ان یغرم له الموجر قیمۃ ای البناء والغرس مقلوما بان تقوم الارض بہا و بد نہا فیمن مابینہما اختیار مستاجر کو زمین خالی کر دینا لازم ہے مگر یہ کہ ہر مستاجر کو کھودے مکان یا درخت کی قیمت کا تاوان دے اس طرح پر کہ زمین کی قیمت مکان اور درخت کے ساتھ اور بدون مکان اور درخت فقط خالی زمین کی قیمت ٹھہرائی جائے تو موجر تاوان دے مابین قیمتیں کا کذا فی الاختیار و تملک بالہب عطف علی یغرم لان فیہ نظر الیہما اور قیمت دے کہ موجر مکان و درخت کا مالک ہو اس واسطے کہ اس میں مستاجر اور موجر دونوں کے واسطے رعایت منظور ہے شارح نے کہا تملک کا لفظ منصوب یغرم پر عطف ہے قال فی البحر و ہذا الاستثناء من لزوم القلع علی المستاجر فاذا نہ لا یلزم القلع لورضی الموجر بدفع القیمۃ لکن ان کانت تنقص تملکها جبر علی المستاجر والا فبرضاہ بحر الرانی میں کہا اور یہ استثناء یعنی الا ان یغرم کا استثناء لزوم قلع علی المستاجر سے ہے تو مصنف نے فائدہ بتایا استثناء سے کہ مکان کا کھودنا مستاجر پر لازم نہیں اگر موجر قیمت مکان کی دے لیکن اگر زمین ناقص ہو جاتی ہو کھودنے سے تو مستاجر پر جبر کر کے زمین کا مالک ہو اور اگر ناقص نہ ہوتی ہو تو اس کی رضامندی سے مالک ہو یعنی بعد اوائے قیمت او یرضی الموجر عطف علی یغرم مگر کہ ای البناء والغرس فیکون البناء والغرس لهذا والارض لهذا یا کہ موجر مکان یا درخت کے باقی رکھنے پر راضی ہو تو مکان اور درخت اس کا ہو گا یعنی مستاجر کا اور زمین اس کی یعنی موجر کی شارح نے کہا یعنی عطف ہے یغرم پر و ہذا ترک ان یا جرفا جارة والا فامارة فلہما ان یواجرا ہما الثالث ولقیسما الا جبر علی قیمۃ البناء بلا ارض فباخذ کل حصیۃ مجتبیٰ اور یہ ترک قلع یعنی مکان اور درخت کا نہ کھودنے دینا موجر کا اگر بعض اجرت کے ہو تو یہ اجارہ ہے والا اگر بلا اجرت ہو تو ماریت ہے تبتا جبر اور موجر دونوں کا اجارہ دینا تیسرے شخص کو جائز ہے اور دونوں شخص اجرت کو نہ زمین کی قیمت پر بدون مکان کے اور مکان کی قیمت پر بدون زمین کی قیمت کریں پھر ہر شخص اپنا حصہ لے کذا فی المجتبیٰ ہم مثلاً اگر زمین کی قیمت دے دو ہو اور مکان کی قیمت ایک سو اور اجرت تین دوں ہو تو دو دوں موجر لے اور ادرا یک دوں مستاجر و فی وقف القیمۃ بنی فی الدار المسبۃ بلا اذن التقیم و نزع البناء لیس بالوقف بحیر القیم علی دفع قیمۃ للباقی الخ اور قیسی کی کتاب الوقف میں ہے کہ فی سبیل اللہ گھر میں کسی شخص نے کچھ مکان بنایا بدون اجازت متولی کے اور حالانکہ اس مکان کا کھودنا وقف کو ضرر کرتا ہے تو متولی پر اس کی قیمت دلانے پر مکان بنانے والے کے واسطے زبردستی کی جائے الی آخر العسائر یعنی حاکم زبردستی قیمت دلادے بنظر اصلاح وقف ولو استاجر ارض وقف و غرس فیہا و فی ثم مضت مدة الاجارة فلم یستاجر استبقاؤا باجر الشئ اذالم یکن فی ذلک ضرر بالوقف ولو انی الموقوف علیہم الا القلع لیس لہم ذلک کذا فی القلیۃ اور اگر وقف کی زمین اجارہ لی اور اس میں درخت لگائے اور مکان بنایا پھر اجارہ کی مدت گزر گئی تو مستاجر کو درختوں کا

لہ قول المسبۃ فی القاموس سبب تسبیل جملہ فی سبیل اللہ نسخہ منہ ۱۲



باقی رکھنا بعض اجرت مثل کے جائز ہے جب کہ اس باقی رکھنے میں وقف کو ضرر نہ ہو اور بن پر زمین وقف ہے وہ تائبین سوائے کھودنے کے تو ان کو اس کا اختیار نہیں کذا فی القنیۃ م ظاہر بیان مصنف اس پر دلالت کرتا ہے کہ جو سابق مذکور ہو چکا کہ مستاجر بعد انقضاء مدت درخت اور مکان کھود کر خالی زمین تسلیم کرے وہ زمین ملک کا مسئلہ تھا اور یہ حکم وقف کا ہے اور اس عاف اور عادیہ میں قنیۃ کے مخالف منصوص ہے کہ عمارت جب وقف کو ضرر نہ کرے تو اس کے کھودنے پر بنانے والے پر زبردستی کی جائے اتنی اور علمائے ذکر کیا ہے کہ قنیۃ کا نہ الا قول لائق عمل کے نہیں تو کیونکر اس پر عمل ہوگا جو مشہور کتبوں کے مخالف ہو یا اس کو اختلاف متاخر پر محمول کیجیے کذا فی الطحاوی مختصر اقال فی البیرونی العلم مسئلۃ الارض المتکرة وہی منقولۃ ایضاً فی اوقاف الخصاص بحر الرق میں کہا اور قنیۃ کے اس قول سے ارض متکرة کی صحت کا مسئلہ معلوم ہوتا ہے اور وہ تو اوقاف خصات میں بھی منقول ہے ہم یعنی اگر مستاجر مکان بنادے بشرط استبقا عمارت تو بعد مدت اجارہ اجرت مثل دے کر جائز ہے اور اس کو حق قرار ثابت ہوگا بشرطیکہ وقف کو ضرر نہ ہو تو اب متولی اس کا مالک نہ ہوگا و نف کے واسطے مگر اس کی رضامندی سے اور یہ مسئلہ ہے غلو کا جو اول کتاب البیع میں مذکور ہو چکا کذا فی الطحاوی والمرطبة لعدم نہایتہا کا الشجر تنقلع بعد فی المدۃ اور رطبہ و درخت کے مانند ہے بسبب نہ ہونے اس کی نہایت کے تو کھودا جائے مدت گذر جانے کے بعد رطبہ ما بین شجر اور گیہا کے ہے فارسی میں اس کو سہت کہتے ہیں نیل کے مانند ایک بار ہونے سے سالہا سال رہتا ہے لہذا وہ در حکم شجر ہے نہ در حکم زراعت ثم المراد بالمرطبة ما یبقی اصلہ فی الارض ابداداً و یقطف ورقہ و زہرہ و بیاض پھر دریافت کرنا چاہیے کہ رطبہ سے مراد وہ چیز ہے جس کی جڑ زمین میں ہمیشہ باقی رہے اور اس کے پتے یا پھول توڑے جا دیں وہ بیع ہوں و اما اذا کان نہ نہایت معلومتہ کافی الفحل والجزر والباذنجان فینبغی ان یكون کالزروع یرک باجر المثل الی نہایتہ کذا حررہ المصنف فی حواشی الکفر وقواہ بانی معاملۃ الخانیۃ فلیحفظ اور جب کہ اس کی نہایت معلوم ہو جیسے کہ مولیٰ اور گاجر اور بینک تو لائق یہ ہے کہ اس کا حکم زراعت کے مانند ہو کہ اجرت مثل سے کہ اس کی نہایت تک چھوڑی جائے اسی طرح کی تحریر کی ہے مصنف نے حواشی کنز میں اور اس کو تقویت دی ہے غایہ کے قول سے جو کتاب المساقات میں ہے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے مگر مولیٰ اور گاجر کی مثال درست نہیں اس واسطے کہ ایک بار اکھاڑنے سے پھر باقی نہیں رہتی قلت بقی لولہ نہایت معلومتہ لکنہا بعیدۃ طویۃ کا تعصب فیکون کالشجر کافی فتاویٰ ابن الحلبي فلیحفظ تعیند میں کتا ہوں پر احتمال باقی رہا کہ اگر ایک چیز کی نہایت معلوم ہو لیکن طبعیہ اور طویل ہو چنانکہ کلک اور نے تو وہ چیز درخت کے مانند ہے کافی فتاویٰ ابن الحلبي تو یہ قید یاد رکھنی چاہیے والزروع یرک باجر المثل الی اور کہ رعایۃ للجانین لان نہ نہایتہ کما مر اور کھیت سے تعرض نہ کیا جائے اجرت مثل سے کہ اس کے پکتے تک دونوں جانب کی رعایت کے واسطے اس واسطے کہ کھیت کی نہایت ہے چنانچہ مذکور ہو چکا ہم یعنی مدت اجارہ منقطف ہو گئی اور ہنوز کھیت پختہ نہیں ہو تو پختگی تک اجرت مثل واجب ہوگی اور اگر مدت موجود ہو تو وہ اجرت لازم ہے جو دونوں میں فیصل ہوگی بخلاف موت احد ہما قبل اور کہ فانی یرک بالمسمی علی حد الی الحصار و ان انقصت لان البقاء علی ما کان اولی ما و است المدۃ باقیۃ اما بعد فباجر المثل بخلاف موت مستاجر یا مومر کے کھیت پکنے سے پہلے اس واسطے کہ کھیت باقی رکھا جائے گا اجرت معینہ پر بحال سابق کھیت کاٹنے تک اگرچہ اجارہ نسخ ہو ہو گیا ایک شخص کی موت سے اس واسطے کہ اس کا باقی رکھنا بحال ماضی بہتر ہے جب تک کہ مدت اجارہ باقی رہے اور بعد انقضاء مدت کے تو اجرت مثل لازم ہوگی ولیحق بالمستاجر المستعیر یرک الی اور کہ باجر المثل اور مستاجر سے مستعیر ملحق ہے تو تعرض نہ کیا جائے کھیت سے اس کے پکتے تک یعنی ایک شخص نے دوسرے سے زمین ماریت لی زراعت کے واسطے پھر الگ نے چاہا کہ میں اپنی زمین پھیر لوں اور حالانکہ ہنوز کھیت نہیں پکا تو مستعیر کے ہاتھ میں زمین چھوڑی جاوے گی اجرت مثل لے کر کھیت کاٹے تک اور ظاہر یہی حکم ہے ماریت کی زمین میں مکان بنانے اور درخت لگانے کا والہ اعلم کذا فی الطحاوی ولما الغاصب فیومر بالقلع مطلقاً لظلمہ اور غاصب کو کھیت اکھاڑ ڈالنے کا حکم ہوگا ہر طرح اگرچہ کھیت کچا ہو اس کے ظلم کے سبب سے یعنی ظلم ولجب الہدم ہے نہ واجب الاثبات ثم المراد بقولہم یرک الزروع باجرای بقضا و لا یقتضی ہما حتی لا یجب الاجر الا باحد ہما کافی القنیۃ فلیحفظ بحر پھر دریافت کرنا چاہیے کہ فقہاء کے اس قول سے کہ کھیت سے



تعرض نہ کیا جائے اجرت لے کر مراد یہ ہے کہ قاضی کے حکم سے یا موجد اور مستاجر کے عقد پر یہ کرنے سے اجرت واجب ہوگی تو اجرت واجب نہ ہوگی بلکہ قضا یا عقد متعاقبین سے چنانچہ غلبہ میں ہے تو اس کو یا در کھنا چاہیے کذا فی البحر والصحیح اجارۃ الدابة للركوب والحمل والشوب للبس اور صحیح ہے کرایہ جانور کا سواری اور بوجھ لادنے کے واسطے اور کپڑے کا کرایہ پہننے کے واسطے مگر لادنے کے واسطے کرایہ کیا تو سوار ہونا درست ہے اور اگر سواری کے واسطے کرایہ کیا تو اس پر لادنا درست نہیں کذا فی الخلافۃ در میں کافی سے منقول ہے کہ اگر بیان نہ کیا کہ کون شخص جانور پر سوار ہو گا یا کیا پہیز لادی جادے گی یا کون شخص کپڑا پہنے گا تو اجارہ فائدہ ہے ولا تصح اجارۃ الدابة لغيرها ای لاجل ان یجلبها بخدیۃ بین یدیرہ دلایر کہہا اور صحیح نہیں کرایہ جانور کا تا اس کو غالی لے چلے یعنی اس واسطے کرایہ جائز نہیں کہ اس کو قتل کرے چلے اپنے سامنے اور اس پر سوار نہ ہو ولا تصح اجارۃ الدابة لاجل ان یربطها علی باب دارہ ویراہا الناس فیتقرأہ فرس اور جانور کا کرایہ اس واسطے صحیح صحیح نہیں کہ اس کو باندھ رکھے اپنے دروازہ پر تگ لادنی اس کو دیکھیں تو یوں کہیں کہ یہ گھوڑا مثلاً صاحب خانہ کا ہے او لاجل ان یرین بیتہ او حالوتہ بالشوب لاندنہ ان ہذہ منفعة غیر مقصودة من العین یا اس واسطے کرایہ جائز نہیں کہ اپنے گھر یا دکان کو آراستہ کرے کپڑے سے اجارۃ ثلثہ مذکورہ اس دلیل سے جائز نہیں جس کو ہم اول باب میں مذکور کر چکے کہ جانور کا قتل سے چلنا یا دروازے پر باندھ رکھنا یا گھر اور دکان کو کپڑے سے آراستہ کرنا منفعت غیر مقصود ہے گھوڑے یا کپڑے سے ہم اور اسی طرح اگر شرطیں یا اور چاندیاں کرایہ لے تا اپنے گھر میں ان کا فرش کرے اور لک پر نہ بیٹھے اور نہ سووے تو جائز نہیں کذا فی شرح الوہابیۃ واذا فسدت نلا اجرا ورجب کہ اجارہ مذکورہ فاسد ٹھہرا تو اس کی کچھ اجرت نہیں کرایہ لینے والے پر کذا لو استاجر بیتا بصلی فیہ اولیبا لیشر او کتا بالوشعر البقرۃ او مصفا شرح وہابیہ اور اسی طرح جائز نہیں اگر گھر کرایہ لیا تاکہ اس میں نماز پڑھے یا خوشبودار چیز کرایہ لے سو گھنٹہ کے واسطے یا کتاب اگر پر اشعار کی کتاب ہو پڑھنے کے واسطے کرایہ لے یا قرآن کرایہ لیا کذا فی شرح الوہابیۃ ہم معنف وہابیہ نے کہا کہ کافر کا گھر کرایہ لینا لازم کے واسطے صحیح نہیں علامہ عبد البر شارح وہابیہ نے کہا کہ کافر کی قید کچھ ضرور نہیں اس میں کافر اور مسلمان برابر ہے اس واسطے کہ نسا و اجارۃ مت ارتفاع کی جہالت سے ہے تو اگر مدت معین ہو جائے تو اجارہ صحیح ہے اس میں مسلم اور کافر دونوں برابر ہیں اور اگر علت فساد منفعت غیر مقصودہ کو قرار دیجیے تو بھی اسی طرح کا حکم ہے کذا فی الطحاوی وان لم تقید بالركب والابس واللبس من شاة او ادگر مستاجر نے جانور اور کپڑے کے کرایہ میں کسی سوار اور کسی پہننے والے کی قید نہ لگائی تو مستاجر جس کو چاہے سوار کرے اور جس کو چاہے پہناوے ہم عدم تقید سے مراد اسی طرح کی تعلیم ہے کہ مستاجر کے موجد سے کہ سوار کروں گا یا پہناؤں گا جس کو میں چاہوں گا کذا فی الحموی اور یہ مراد نہیں ہے کہ رکوب مطلق کے واسطے کرایہ لے اس واسطے کہ وہ لہا فاسد ہے چنانچہ شارح مذکور کرے گا و تعین اول راکب والابس اور متعین ہو جائے گا پہلا سوار ہونے والا اور پہلا پہننے والا ہم یعنی جو شخص اول سوار ہو گا تو معلوم ہو جاوے گا کہ یہی شخص اصل سے مراد تھا تو اب دوسرے شخص کو اس پر سوار ہونا جائز نہ ہو گا کذا فی الدرر عن الکافی وان لم یسین من یرکہا فسدت للجماعۃ اور اگر مستاجر نے بیان نہ کیا کہ کون اس پر سوار ہو گا تو اجارہ فاسد ہو گا جہالت کے سبب سے ہم شارح کو یوں کہنا صواب تھا و لو استاجرنا للركوب مطلقا یعنی اگر جانور کرایہ لیا مطلق سواری کے واسطے تو اجارہ فاسد ہے اور مطلق رکوب کی یہ صورت ہے کہ مستاجر فقط رکوب ذکر کرے اور زیادہ نہ کہے کذا فی الطحاوی و ینقلب صحیحہ برکوبہا اور اجارہ فاسدہ مذکورہ پلٹ کر صحیح ہو جاوے گا جانور پر سوار ہونے سے ہم خواہ مستاجر آپ سوار ہو یا دیگر کو سوار کرے ازراہ استحسان اجرت معینہ واجب ہوگی و جہ استحسان یہ ہے کہ فساد کا سبب تو جہالت راکب تھی سو ایک شخص کے سوار ہونے سے زائل ہو گئی تو فساد بھی زائل ہو گیا اس واسطے کہ ہم اتہا کی تعیین کو ابتدا کی تعیین کے مانند قرار دیتے ہیں اور سوار پر تاوان لازم نہ ہو گا جانور کے ہلاک ہونے سے اس واسطے کہ وہ متعدی نہیں بحجت عدم مخالفت کذا فی المنطقی وان قید بالركب والابس فی الف ضمن اذا عطبت ولا اجر علیہ وان سلم اور اگر مستاجر یا موجد نے سوار یا پہننے والے کی قید نہ لگائی سو مستاجر نے اس کے مخالف کیا تو اس پر تاوان لازم ہو گا جب کہ جانور ہلاک ہو جائے دریں پر



اجرت نہیں اگرچہ اس نے تسلیم کی ہو م مخالفت سے تاوان اس واسطے لازم ہوا کہ کوئی سواری کی دانست میں تفاوت ہوتے ہیں اس واسطے کہ اکثر دبلے اور پتلے میں اور ان کا سوار ہونا جانور کو بہت ضرر کرتا ہے بسبب ناواقف کاری کے اور بہت موٹے تازے میں جس کی سواری سے جانور کو ضرر نہیں ہوتا کیونکہ سواری سے واقف ہوتے ہیں بخلاف حالت افتد فیہ عدا و امثالہ حیث یجب الاجر لہ اسل لہ لم یسلم بینہم انہ لم یخالف و انہ عمال الیہ من الدار کانی الغایۃ بر خلاف اس دکان کے جس میں مستاجر نے مثلاً لوہار کو بٹھلایا اس واسطے کہ اس میں اجرت واجب ہوگی جب کہ مویر کی طرف سے تسلیم دکان واقع ہو اس واسطے کہ جب اس نے دکان تسلیم کی تو ظاہر ہو گیا کہ مستاجر نے مویر کی مخالفت نہیں کی اور معلوم ہو گیا کہ عداوی گھر کو کرور نہیں کرتی کذا فی الغایۃ ہم طحاوی نے کہا اس میں گفتگو ہے اس واسطے کہ سابق مذکور ہو چکا کہ عداوی عمارت کو ضعیف کر ڈالتی ہے لہذا مع الضمان تنفع اس واسطے کہ اجرت تاوان کے ساتھ جمع نہیں ہوتی م یہ تعلیل ہے مصنف کے اس قول کی ولا اجر لہ کذا فی الجلبی و مشکہ فی الحکم کل ما یختلف بالمستعمل کا لفظ ادا اگر جانور کی سواری کے مانند ہے حکم میں جو چیز مختلف اور تفاوت ہوتی ہو بسبب اختلاف استعمال کرنے والے کے جیسے خیرہ شیخین کے نزدیک خیرہ در حکم جانور ہے اس واسطے کہ آدمی خیرہ کے کھڑے کرنے میں اور مکان نصب کے جوہر کرنے میں اور اس کی میخیں گاڑنے میں تفاوت ہوتے ہیں بعضے باسلیقہ ایسے کہ خیرہ کو محفوظ رکھتے ہیں اور بعضے بے سلیقہ ایسے کہ ضائع کر ڈالتے ہیں اور محمد کے نزدیک خیرہ گھر کے مانند ہے حکم میں بزاز یہ میں ہے کہ خیرہ کی میخیں مستاجر کے ذمہ پر ہیں اور رسیاں مویر پر و فیما لا یختلف فیہ بطل تقیدہ بہ کلو شرط سکنی واحد لہ ان لیکن غیرہ لما مر ان التقید غیر مفید اور جس چیز میں تفاوت نہیں باوجود اختلاف مستعمل کے تو اس کی تقید اور تخصیص باطل ہے چنانچہ اگر گھر کے اجارہ میں ایک شخص کا رہنا شرط ہو تو مستاجر کو جائز ہے کہ اس کے غیر کو اس میں رکھے اس واسطے کہ مذکور ہو چکا کہ یہاں قید لگانا مفید نہیں و ان سہمی نو عا و قدر اگر برہ حمل مشکہ و اخف لا اضر کا الملع اور اگر نام رکھا محمول کے نفع اور مقدار کا پناچہ گیوں بقدر ایک کر تو مستاجر کو اس کے مانند اور اس سے بکے کا لانا جائز ہے لہذا زیادہ تر ضرر والی چیز کا پناچہ نمک کام کر بغیر کافی پنا ہے جس میں بارہ صاع غلہ سادے اور اس ملک کے وزن کے موافق تخمیناً اٹھائیس سیر ہوتا ہے مانند کی مثال جیسے معین گیوں کے برابر اور گیوں اس کے وزن کے برابر لادنا اور خف ترک کی مثال جیسے گیوں کے عوض جو لادنا اور نمک یا لودنا گیوں کے عوض جائز نہیں والا اصل ان من استحق منفعة مقدرة بالتقدیر استونا لہ او شلہا او دونہا جاز ولو اکثر لم یجز اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جو شخص منفعت معینہ کا مستحق ہو اجارہ کے عقد سے پھر اسی منفعت کی اس کی برابر یا اس سے کتر کو حاصل کرے تو جائز ہے اور اگر زیادہ تر کو حاصل کرے تو جائز نہیں و منہ تمیل وزن البر قلنا لا شیء فی الاصح اور ہنملہ غیر جائز ہے لہذا ردی کا جو برابر ہے گیوں کے وزن کے لادنا جو کاتول اصح میں م یعنی اگر من بھر گیوں لادنے پر کرایہ ٹھہرا سو مستاجر نے من بھر ردی جانور پر لادی تو جائز نہیں اس واسطے کہ ردی پیٹھ پر گیوں سے زیادہ پھیلتی ہے اور اس میں گہری بھی زیادہ ہے تو اس کا ضرر زیادہ ٹھہرا گیوں سے اور گیوں کے عوض اگر جو اسی قدر لادے اور جانور مر گیا تو دکان نہیں بقول اصح اس واسطے کہ جب جو اور گیوں وزن میں برابر ہوں تو جو کا ضرر جانور کی پیٹھ پر کتر ہوتا ہے بسبب پھیل جانے کے یہی فتویٰ ہے صدر شہید کا الحاصل اگر مسمی محمول ہو پھر اس نے اور چیز لادی اور وزن دونوں کا برابر ہے مگر محمول کتر پھیلتا ہے جانور کی پیٹھ پر مسمی سے تو در صورت ہلاکی تاوان لازم ہوگا بسبب مضرت کے چنانچہ گیوں کے وزن کے برابر پیٹھ پر لادنا اور اگر محمول اندک زیادہ پھیلتا ہو لادنے کے مقام پر مسمی سے تاوان نہیں چنانچہ گیوں کے عوض جو لادنا اس واسطے کہ یہ آسان تر ہے تو خلاف کرنے سے تاوان لازم نہ آوے گا مگر جب کہ موضع حمل سے زیادہ تر تجاوز ہو چنانچہ ردی عوض گیوں کے کذا فی الطحاوی ولوروف من لستم سک بنفسہ و عطبت الدابة لضم النصف اور اگر مستاجر نے جانور پر اپنے پیچھے اس شخص کو سوار کر لیا جو بذات خود بلا عانت چالو پر بیٹھا ہے اور جانور ہلاک ہوا تو مستاجر نصف قیمت کا تاوان دے م اور اگر مستاجر پیچھے بیٹھا ہو تو تمام قیمت کا تاوان مستاجر پر لازم کہ لانی لا اعتبار للشکل لان الادامی غیر موزون اور

۳ یہ اس صورت میں ہے کہ صاع سواد میر کا ہو کچھ اجارہ و قنا صاع کے وزن میں اختلاف ہوگا لحاظ وزن ملک کے اتنا ہی کر کے وزن میں اختلاف ہوگا



اعتبار نہیں گرائی وزن کا اس واسطے کہ آدمی نیز موزون ہے یعنی آدمی کے تولنے کی مادت نہیں تو سوار اکب کا اعتبار ہو گا نہ گرائی کا اور دوسری وجہ یہ ہے کہ ثقیل سواری کے واقف کار سے جانور کو ضرر نہیں ہوتا اور خفیف ناواقف سے ضرر ہوتا ہے۔ ان کانت الدارۃ تطیق حمل الاثنين والاکمل بکل حال اور یہ یعنی نصف ضمان اس وقت سے جب کہ جانور دو شخصوں کا بوجھ اٹھا سکتا ہو اور اگر اٹھا نہ سکتا ہو تو تمام قیمت کا تاوان ہے مستاجر حال میں یعنی خواہ بذات خود مستحک ہو یا نہ ہو کالو حملہ الراكب علی ما لاقہ فانہ یضمن الکل وان کانت تطیق حملہا لکونہ فی مکان واحد چنانچہ اگر دوسرے شخص کو مستاجر اکب نے اپنے کندھے پر اٹھایا تو مستاجر پر تمام قیمت کا تاوان لازم ہو گا اگرچہ جانور دونوں کے بوجھ اٹھانے کی طاقت رکھتا ہو بسبب ہونے بوجھ کے ایک مقام پر یعنی جب دونوں کا بوجھ بیٹھ کر ایک جگہ پڑا تو جانور پر شاق ہو کر ہلاکی کا موجب ہوا وان کان الرذیف صغیر الیتمسک لضمین بقدر ثقلہ اور اگر پچھلا سوار ایسا طفل صغیر ہو کہ بلا امانت جانور پر نہ بیٹھ سکتا ہو تو مستاجر تاوان دے بقدر اس کی گراں باری کے یعنی جس قدر بوجھ بھاری ہو گیا غیر کے سوار کرنے سے اتنا تاوان لازم ہو گا کملہ شیناً آخر ولو من ملک صاحبہا کولہا لاقہ لعدم الاذن چنانچہ دوسری چیز کے اٹھالینے سے بقدر اس کے ثقل کے تاوان لازم ہوتا ہے اگرچہ وہ چیز محمول جانور کے ملک کی ملک ہو چنانچہ ادبئی کی سواری پر ادبئی کے بچے کو اٹھا لازم ہو گا بواسطہ عدم اجازت مالک کے و لیس المراد ان الرجل یوزن بل ان یسال اهل الخبرة کم یزید اور تاوان بقدر زیادت ثقل سے یہ مراد نہیں کہ مرد تو لا جائے بلکہ مراد یہ ہے کہ ہل دانش سے پوچھا جائے کہ کتنا بوجھ زیادہ ہو گیا عمل صغیر یا حمل شے آخر سے دلو رکب علی موضع الحمل ضمن الکل لامرادر اگر بوجھ کی جگہ پر سوار ہو گیا تو مالک کی صورت میں کل کا ضمان دے گا بموجب اس بیان کے کہ اد پر گذر یعنی سواری اور بوجھ کا ثقل ایک ہی جگہ ہو گیا و کذا و لیس ثیاباً کثیرۃ اور یہی حکم ہے اگر مستاجر بہت سے کپڑے پہن کر سوار ہو یعنی در صورت ہلاک تاوان کل کا دے گا اگر ایک ہی جگہ بہت بوجھ کر دیا دلو یا بلیسا لاس ضمن بقدر ما زاد مجتبیٰ اور اگر اس قدر ہوں جتنے لوگ پہنتے ہوں تو بقدر زیادتی کے ضمان دے گا کذا فی المجتبیٰ و اذا ملک بعد طوع المقصد وجب جمیع الاجر لکوبہ بنفسہ مع التضمین ای نصف القیمۃ لکوب عیزہ اور پیچھے سوار کر لینے کی صورت میں اگر جانور بعد منزل مقصود پر پہنچنے کے ہلاک ہو تو ساری اجرت واجب ہے اس وجہ سے کہ مستاجر خود سوار ہوا اور ضمان بھی نصف قیمت جانور کا دیوے اس لیے کہ دوسرے کو سوار کیا تم ان ضمن الراكب لایرجع وان ضمن الرذیف یرجع لو مستاجر من المستاجر والا لایرجع اگر سوار یعنی مستاجر اکب نے تاوان دیا تو رذیف سے بچھڑے اور اگر رذیف نے تاوان دیا تو مستاجر سے بچھڑے اگر اس نے مستاجر کو کرایہ دینا کیا ہوا اور اگر رذیف بطریق اجارہ سوار نہ ہوا ہو بلکہ بطریق ماریت سوار ہوا ہو تو رجوع جائز نہیں کذا فی المطاوی قید بکونہا عطیت لانہا لو سلمت لزم المسمی فقط مصنف نے مسئلہ رذیف میں جانور کے ہلاک ہونے کی قید لگائی اس واسطے کہ اگر جانور باوجود ارفاق سلامت رہا تو فقط مقرری کرایہ لازم آدے گا نہ تاوان یعنی جمیع صورت مذکورہ میں کذا فی المطاوی و بکونہ ارفاقہ لانه لو اقعده فی السرج صار غاصباً لاجر علیہ بحرم الغایۃ اور مصنف نے مسئلہ مذکورہ میں ارفاق رذیف کی قید لگائی اس واسطے کہ اگر مستاجر اس کو زین پر بٹھائے گا اور آپ بچھے بیٹھے گا تو غاصب ٹھہرے گا تو اس پر اجرت لازم نہ ہوگی یعنی فقط تاوان اس پر لازم ہو گا نہ کرایہ کذا فی البحر من الغایۃ لکن فی السراج الراجح عن الشکل بان الخالفہ یقتل عند الفتوی کیف فی الاشباہ و غیرہا ان الاجر والضمین لایجتمعان لیکن سراج دلج میں مشکل سے وہ قول مذکور ہے جو قول مصنف و بموجب اجمع التضمین کے مخالف ہے تو مفتی کو تامل کرنا چاہیے فتویٰ دینے کے وقت کیونکہ نہ ہو اور حالانکہ اشباہ و غیرہ میں یہ مذکور ہے اجرت اور تاوان مجتمع نہیں ہوتے م سراج میں مشکل سے یوں مذکور ہے کہ ارفاق کی قید انفاقی ہے تو خواہ مستاجر کے سوار ہو یا پیچھے دونوں صورت میں حکم یکساں ہے شارح نے امر بالتامل سے اشارہ کیا کہ اس مسئلہ میں دو قول ہیں مطاوی نے کہا کہ شباہ کی عبارت کا ذکر ہلا وجہ ہے اس واسطے کہ اجرت بمقابلہ رکوب مستاجر ہے اور تاوان بمقابلہ رکوب رذیف ہے تو ایک راہ سے اجتماع اجرت اور



تاوان نہ ہوا اور اجتماع تاوان کا اجرت کے ساتھ وہاں قنبح سے جہاں تاوان سے اجارہ کی چیز کا مستاجر مالک ہو جائے اور یہاں ایسا نہیں واذا استاجرنا لیمثل علیہا مقدار فحل علیہا اکثر منہ فطبت ضمن ما زاد النقل اور جب کہ جانور کو ایہ لیا تاکہ اس پر مقدار معین لادے اور اس پر اس سے زیادہ تر لادا اور وہ مالک ہو گیا تو تاوان دے بقدر زیادہ ہو جانے بوجھ کے مثلاً تین من لادنا مقرر ہو اسو اس نے چار من لادنا جانور کی چوتھائی قیمت کا تاوان مستاجر پر لازم ہو گا اس واسطے کہ ہلاکی ہوئی تمام بوجھ سے گزرتی من کا لادنا ماذون تھا سو اس کا حصہ ساقط ہو گیا اور ایک من غیر ماذون تھا اور وہ چہارم ہے لہذا چہارم قیمت کا تاوان لازم ہوا وذا اذا اكلها للستاجر فان حملها صاحبها بیدہ دحدہ فلا ضمان علی المستاجر لانہ ہوا مباشر عمادیۃ اور یہ حکم اس وقت ہے جب کہ خود مستاجر اس پر بوجھ لادے سو اگر جانور کا مالک اپنے ہاتھ سے تنہا اس پر لادے تو مستاجر پر تاوان نہیں اس واسطے کہ مالک ہی تو مباشر ہے کذا فی العمادیم خواہ مالک زیادتی کو جانتا ہو یا نہ جانتا ہو مستاجر پر تاوان لازم نہ ہو گا اور اگر مالک کہے کہ بوجھ زیادہ تھا تو اس کو جواب دیا جائے کہ تو نے کیوں نہ قول لیا تھا علامہ مقدسی نے کہا اس میں تامل ہے اس میں اشارہ ہے تاوان مستاجر کا بسبب نہ معلوم ہونے مالک کے اور یہ بحث ہے مقدسی کی نہ روایت اور عادیۃ کے مانند تہمتہ الفتاویٰ میں بھی مذکور ہے کذا فی الطحاوی وان حمل الحمل معا ووضعا علیہا وجب النصف علی المستاجر بفعلہ ویدر فعل رہا مجتبیٰ اور اگر مستاجر اور مالک جانور نے بوجھ ساتھ ہی اٹھایا اور جانور پر دونوں نے بکھا تو نصف قیمت کا تاوان مستاجر پر واجب ہو گا اس کے فعل کے سبب سے اور اس کے مالک کا فعل باطل بلا عوض ہو گا کذا فی المجتبیٰ ولو کان ابرئیل فی حمل کل واحد منہما یوقعا ای دما کعدل مثلاً دحدہ ووضعا علیہا معا ووضعا قبالا ضمان علی المستاجر ویجعل حمل المستاجر ما کان مستحقا بالقدر غایۃ اور اگر مثلاً گیدوں ہو دو گدوں میں اور مستاجر اور مالک ہر واحد نے ایک ایک گون تنہا اٹھائی اور دونوں نے جانور پر ساتھ ہی یا آگے پیچھے رکھی تو مستاجر پر تاوان نہیں یعنی در صورت ہلاکت اور مستاجر کا اٹھانا اور لادنا مستحق بعنف اجارہ ٹھہرا یا جاوے گا کذا فی الغایۃ شارح نے کہا بوجہ قنبح یعنی ایک طرف سے گٹھے کے مانند مثلاً دحدہ انہ لا ضمان علی المستاجر سواء تقدم او تاخر و ہوا وجہ دین ثم عونا علیہ علی خلاف مافی الخلاصۃ کذا فی شرح المصنف اور غایۃ التحقیق کی تعلیل سے مستفاد ہوا کہ مستاجر پر تاوان نہیں خواہ وہ گون کو پہلے رکھے یا پیچھے اور یہی وجہ قوی ہے اسی سبب سے ہم نے اس پر اکتفا کیا غلامہ کے برخلاف ایسا مذکور ہے مصنف کی شرح میں قلت و مافی الخلاصۃ ہوا بوجہ دین فی بعض نسخ المتن من قولہ وکذا لا ضمان لو حمل المستاجر و لا ثم رب الدانۃ وان حملہا رہا و لا ثم المستاجر ضمن نصف القيمة اتنی فنتبہ میں کتا ہوں اور جو غلامہ میں ہے اور اس متن کے بعض نسخوں میں موجود ہے مصنف کا یہ قول اور اسی طرح تاوان نہیں اگر مستاجر نے پہلے گون لادی پھر جانور کے مالک نے اور اگر اس کے مالک نے اول لادی پھر مستاجر نے تو مستاجر نصف قیمت کا تاوان دے اتنی مافی الخلاصۃ تو پھر دار ہو اس قول غیر معتد سے و ہذا ای ما من الحکم اذا کانت الدانۃ المستاجر تطیق مثلاً اور یہی مسئلہ اولیٰ میں جو حکم گذر گیا تاوان بقدر زیادت نقل کے اس وقت ہے جب کہ گرایہ کا جانور ایسے بوجھ کی طاقت رکھتا ہو اما اذا کانت لا تطیق جمیع القيمة لازم علی المستاجر بطریق وجیب علیہ کل الاجر لحمل والضمن للزیادۃ غایۃ اور جب کہ جانور اتنے بوجھ اٹھانے کی طاقت نہ رکھتا ہو تو جانور کی پوری قیمت لازم ہو گی مستاجر پر کذا فی الزلیعی اور مستاجر پر تمام اجرت واجب ہو گی طالع ہوئی لاد کے سبب سے اور تاوان لازم ہوا زیادہ لادنے کی جہت سے کذا فی غایۃ التحقیق م شرح نے یہ جواب دیا سوال مقدر کا سوال یہ ہے کہ یہاں اجرت اور ضمان کا کیونکر اجتماع ہوا حالانکہ اشتباہ سے مذکور ہو چکا کہ دونوں مجتمع نہیں ہوتے خلاصہ جواب یہ ہے کہ لزوم تاوان کی وجہ اور ہے اور وجوب اجرت کی اور ہے اور منع دہ اجتماع ہے جو ایک ہی وجہ سے ہوا فاذا بالزیادۃ انما من جنس التسمی فلو من غیرہ ضمن الكل کالوصل التسمی دحدہ ثم عمل علیہا الزیادۃ دحدہ یا بحدہ اور مصنف نے فقط زیادت سے قائمہ ظاہر کر دیا کہ زیادت محل معین کی جنس سے ہے تو اگر زیادتی اس کے ملہ الجواہر کبیر الجیم واللام وبعث الجیم وفتح اللام وکسر الداء معرون جمعہ کھائے و جواہر القات واعدل بالکسر نصف الحمل کذا فی القاموس ۱۲



مٹا کر ہو تو کل قیمت کا تاوان مستاجر پر لازم ہو گا چنانچہ اس صورت میں تمام تاوان لازم ہے کہ اگر فقط محل معین بلا غلط زیادت لاوا پھر جانور پر فقط زیادت لاوے کذا فی البیہ قال ولم یغیر فی الاجارۃ اذا سلمت لظہور وجوب لمسی نقطہ وان کملها المستاجر لان منافع الغصب لا یضمن عندنا صاحب بقرنے کہا اور مصنفین نے تعرض نہ کیا اجرت کے بیان کا جب کہ جانور سلامت رہا بسبب ظاہر ہونے اجرت معینہ کے وجوب کے اگرچہ زیادت کو فقط مستاجر نے لاوا ہو اس واسطے کہ زیادہ لاونا غصب ہے اور غصب کے منافع کا ہمارے نزدیک تاوان نہیں ومنہ علم حکم الکفاری فی طریق مکہ اور ظہور وجوب لمسی سے معلوم ہو گیا مکہ معظمہ کی راہ میں کرایہ دار کا حکم یعنی جب کہ محل پر کچھ لوچھ زیادہ لاوا اور جانور سلامت پہنچا تو زیادہ لاوانے سے کسی چیز کا استحقاق ثابت نہ ہو گا فقط اجرت مقررہ لازم ہو گی لیکن زیادہ لاونا حلال نہیں کذا فی الطحاوی وضمن بغیرہا وکھجا بلجا ما تقبید الاذن بالسلامۃ اور مستاجر تاوان دے در صورت ہلاکت جانور کے مارنے سے اور اس کی لگام کھینچنے سے بسبب مقید ہونے اذن کے سلامتی کے ساتھ یعنی پرچند مارنا اور لگام کھینچنا کھڑا کرنے کے واسطے مالک کے اذن سے ثابت ہے لیکن یہ اذن دامن تک ہے جب کہ جانور تلف نہ ہو جائے حتیٰ لو بک الصغیر بغیر الاب والوصی للتادیب فمن لودعه بجزر و تعریک تو اگر مصیبت یاوصی کے ادب دینے کی مارتے مر جائے تو تاوان یعنی دیت لازم ہو گی بسبب واقع ہونے تادیب کے جھڑکنے اور کان مروڑنے سے وقال لا یضمنان بالتعاقب اور صاحبین نے کہا کہ باپ اور وصی پر تاوان نہیں ضرب متعارف اور مروج سے اور اسی طرح مستاجر پر تاوان نہیں جانور کے مارنے اور لگام کھینچنے سے بشرط ضرب متعارف کذا فی الطحاوی و فی الغایۃ عن الشرح الاصح رجوع الامام لقولہما اور بنایۃ تحقیق میں تتمہ سے مذکور ہے کہ امام کا رجوع کرنا صاحبین کے قول کی طرف صحیح تر قول ہے لا یضمن لیسوقا اثباتا مستاجر پر تاوان نہیں جانور کے ہانکنے سے باتفاق امام و صاحبین و ظاہر الہدایۃ ان للمتاجر ضرب الاذن العرفی اور صحیح تر قول ہے لا یضمن لیسوقا اثباتا مستاجر پر تاوان نہیں جانور کے ہانکنے سے باتفاق امام و صاحبین و ظاہر الہدایۃ ان للمتاجر ضرب الاذن العرفی اور ہدایہ کا ظاہر قول اس پر دلالت کرتا ہے کہ مستاجر کو جانور کا مارنا جائز ہے اذن عرفی کے سبب سے م شائع نے ہدایہ کا قول اس واسطے ذکر کیا کہ باہت ضرب متعارف معلوم ہو بشرط سلامت و ما ضربہ لداۃ نفسہ فقال فی القیۃ عن ابی حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ لا یضربہا اصلا و یجاصم فیما زاد علی التادیب اور مالک کا مارنا اپنے جانور کو پس قینہ میں ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے ہے کہ اس کو اصلا نہ مارے اور اس سے مواخذہ ہو گا اس ضرب میں جو تادیب سے زیادہ ہے م یعنی بر شخص کو منع کرنا جائز ہے علی الخصوص جب کہ مالک جانور کے منہ پر مارے و ضمن یترع السرج و وضع الایکاف سو ابویکف بمثلہ ام لا اور تاوان دے زمین کے اتار لینے اور پالان کے باندھنے سے خواہ دیسا پالان اس پر باندھا جاتا ہو یا نہ باندھا جاتا ہو م طحاوی نے کہا شاید کہ شارع پر ایکاف مشتبه ہوا اکاف کے ساتھ اس واسطے کہ ایکاف مصدر ہے بمعنی پالان نہادن اور اکاف بکسر اول بمعنی پالان ہے و لہذا لفظ وضع کو شارع نے زیادہ کیا حالانکہ اس کی حاجت نہ تھی اس واسطے کہ ایکاف خود بمعنی وضع اکاف ہے و بالا سراج بالالیسرج ہذا الحمار بمثلہ جمع قیمۃ اصلا اس طرح کے زمین باندھنے سے کہ دیسا زمین اس گدھے پر نہیں باندھا جاتا اس کی تمام قیمت کا تاوان لازم ہو گا م صاحبین کے نزدیک پالان زمین کے مانسب ہے تو تاوان لازم نہیں مگر در صورت زیادت وزن حقائق میں عیون سے منقول ہے صاحبین کے قول پر فتویٰ ہے کذا فی الطحاوی ولو بمثلہ اور سر جہا مکان الایکان لا یضمن الا اذا زاد ورنہ لا یضمن بحسب ابن کمال اور اگر ایسا زمین باندھا جاتا ہے یا بجائے پالان کے زمین باندھا تو تاوان لازم نہ ہو گا مگر جب کہ تول میں زمین پالان سے زیادہ ہو تو اس کے حساب کے موافق تاوان لازم ہو گا کذا ذکرہ ابن کمال م یعنی اگر پالان ہو دوسیر کا اور زمین ہو چار سیر کا تو نصف قیمت کا تاوان لازم آوے گا کا یضمن لو استاجر بالیسر لجام فلہا لجام لایطمع بمثلہ چنانچہ مستاجر تاوان دے گا در صورت ہلاکت اگر جانور کھڑا چلے گا یا برون لگام کے پھراس کے منہ میں ایسی لگام لگائی کہ دیسی لگام اس کے لگائی نہیں جاتی و کذا الوابد لہ لان الحمار لا یختلف باللجام وغیرہ فایۃ اور اسی طرح تاوان لازم ہو گا اگر مستاجر نے ایسی لگام بدل کر لگائی جیسی لگام اس کے لگائی نہیں جاتی اس واسطے کہ گدھا لگام وغیرہ سے بدل نہیں جاتا کذا فی نایۃ التحقیق م طحاوی نے کہا تاوان کی یہ تعلیل مناسب تر تھی کہ لگام غیر مائل سے مستاجر متعدی ٹھہرا و سلک طریقاً غیر ما یجنبہ مالک و تفاوتا



بعد اوروں اور خونا بخت لایسکہ اناس ابن کمال یا مستاجر وہ راہ پہلا جو مغائر تھی اس راہ کے جس کو جانور کے مالک نے مقرر کر دی تھی اور دونوں راہیں متفاوت تھیں ووری یا سخت ہونے یا خوف میں اس طرح کہ لوگ اس راہ میں نہ چلتے ہوں کذا ذکرہ ابن کمال او حملہ فی البحر اذا قید بالبر مطلقا سلمہ الناس اول لخطر البحر فلم یقید بالبر لافمان یا حال مستاجر کا اسباب لاوے گیا وریا میں جب کہ مستاجر نے قید لگائی تھی خشکی میں بے جانے کی تو مطلقا تاوان لازم آوے گا خواہ لوگ وریا کی راہ چلتے ہوں یا نہ چلتے ہوں بسبب مخطور ہونے وریا کے تو اگر خشکی کی قید نہ لگائی ہو تو تاوان لازم نہ ہوگا یعنی تلف ہو جانے سے دان بئ المنزل فلا اجر لوصول المقصود اور اگر حال نے مستاجر کا اسباب پر پہنچا دیا وریا کی راہ سے تو اس کی اجرت ثابت ہوگی بسبب حاصل ہونے مطلب کے یعنی تو گویا اس سے مخالفت متحقق نہ ہوئی وضمن بزرع رطبہ وقد امر بالبر بالفقص من الارض لان الرطبۃ اضر من البر رطبہ ہونے سے حالانکہ مالک نے گہیوں ہونے کا امر کیا تھا تاوان لازم ہوگا بقدر ناقص ہو جانے زمین کے اس واسطے کہ رطبہ زمین کے حق میں زیادہ تر مضر ہے گہیوں سے یعنی اس واسطے کہ رطبہ کی جڑیں بکثرت ہوتی ہیں اور وریا تک پھیلتی ہیں ولا اجر لانه غاصب الا فیما استثنی کما یجی اور صورت مذکورہ میں اجرت نہیں اس واسطے کہ رطبہ ہونے والا غاصب ٹھہر اور غاصب پر تاوان ہے اجرت نہیں مگر چند مسائل مستثنیٰ میں اجرت ہے چنانچہ آگے مذکور ہوگا قید بزرع الاضر لان بالافضل ضرر لا یضمن ویجب الاجر مصنف نے تاوان معترکہ ہونے کی قید لگائی اس واسطے کہ کمتر ضرر والی کے ہونے سے تاوان لازم نہ ہوگا اجرت واجب ہوگی م اقل مضرت کی صورت یہ ہے کہ رطبہ ہونے کے واسطے زمین اجارہ لی اور گہیوں بویا وضمن بخیا طہ قبا و امر لقمیص قیمہ ثوبہ اور تبا کے سینے سے اور حالانکہ درزی کو قمیص پہنے کا مستاجر نے حکم کیا تھا اس کے کپڑے کی قیمت کا تاوان لازم ہوگا م قبا اس کو کہتے ہیں جس کا آگاکھلا ہو اور قمیص وہ ہے جس کا آگادپھیچا دونوں سیاہ ہوں لہٰذا صاحب الثوب اخذ القبا و دفع اجر مثله لایجاد زالنسی کا ہو حکم الاجارۃ الفاسدہ اور اس کو یعنی کپڑے کے مالک کو جائز ہے قبا کا لینا اور قبا کی سلائی کیسی اجرت دینی جو قمیص کی اجرت معینہ سے زیادہ نہ ہو جیسے اجارہ فاسدہ کا حکم ہے یعنی اجارہ فاسدہ میں وہ اجرت مثل لازم ہوتی ہے جو کسی سے زیادہ نہ ہو وکذا اذا خاطبہ سرادیل وقد امر بالقبا فان حکم کذلک فی الاصح فتقید الدرر بالقبا التفاتی اور اسی طرح جب کہ درزی نے پاجامہ سیاہ اور حالانکہ کپڑے داے نے قبا سینے کا امر کیا تھا تو اسی طرح کا حکم ہے اصح قول میں یعنی مستاجر مختار ہے چاہے کپڑے کا تاوان لے چاہے پاجامہ لے اور اس کی مزدوری دے تو درمیں قبا کی قید لگانا التفاتی ہے ہم درمیں میں تخییر کا حکم در صورت قمیص اور قبا کے مذکور ہے مصنف نے بلفظ سرادیل اشارہ کیا کہ ذکر قبا التفاتی ہے ہر مخالفت کا یہی حکم ہے وضمن بسبعہ اھقر وقد امر بامر قیمہ ثوب ابیض وان شاء المالك اخذہ و اعطاه ما زاد البصغ فیہ ولا اجر لہ اور رنگریز سفید کپڑے کی قیمت کا تاوان دے زر رنگنے سے اور حالانکہ مالک نے سرخ رنگنے کو کہا تھا اور اگر مالک چاہے تو زر درنگیں کو دے اور رنگریز کو اتنا دے جتنی قیمت سفید کپڑے کی درزی سے زیادہ ہوگئی اور رنگریز کے واسطے اجرت نہیں یعنی سرخی کی دل و بصغ رد یا ان لم یکن البصغ فاحشا لا یضمن البصاغ وان کان فاحشا عند اہل فنہ یضمن قیمہ ثوب ابیض خلاصہ اور اگر رنگریز نے ناقص رنگ رنگا اور اگر رنگ نہایت ناقص نہ ہو تو رنگریز پر تاوان نہیں اور اگر نہایت ناقص ہو تو رنگریز کے پیشے والوں کے نزدیک تو سفید کپڑے کی قیمت کا تاوان دے کذا فی الخلاصہ فروع مسائل ملحقہ شارح کے قال للخیاط قطع طولہ و عرضہ و کمہ کذا فجاہ ناقصا ان قدر البصغ و نحوہ مفود وان اکثر من ذہ درزی سے کہا کہ قبا یا قمیص قطع کر جس کا طول اور عرض اور استین اس قدر ہو سو وہ کم ہو مقدار معین سے سو اگر بقدر انگلی یا اس کے مانند کم ہو تو معات ہے اور اگر زیادہ ہو تو اس کا تاوان دے قال ان کفانی قمیصا فاقطعہ بدرہم و خطہ فقطعہ ثم قال لایفیک ضمن مالک نے درزی سے کہا کہ اگر یہ کپڑا میرے قمیص کے واسطے کفایت کرتا ہو تو اس کو قطع کر ایک درم کی مزدوری پر اور اس کو سی درزی نے قطع کیا پھر بولا کہ یہ کپڑا میرے قمیص کے واسطے کافی نہیں تو اس پر تاوان لازم ہوگا یعنی اس واسطے کہ اس نے دھوکا دیا و لو قال لایفیک فی قمیصا فقال لعم تقال اقلو قطعہ



ثم قال لا یفیک لایضمن اور اگر مالک نے کپڑا یا کپڑا میرے قمیص کے لیے کافی ہے اور ورزی نے کہا کہ ہاں پھر مالک نے کہا اس کو قطع کر اور اس نے قطع کیا پھر ورزی بولا کہ تجھ کو کفایت نہیں کرتا تو اس پر تاوان لازم نہیں م اس واسطے کہ مالک کے حکم سے قطع کیا اور کلام سابق اخبار سے نہ حکم کذا فی الطحاوی نزل الجمال فی مفاہیظہ ولم یحل حتی فسد المال بسرقۃ او مضرۃ من لولہ السرقۃ والمطر غائب خلاصۃ ساریان اترامیدان میں اور دہاں سے کوٹھ نہ کیا یہاں تک کہ مال فاسد ہو گیا چوری یا بارش سے تو اگر چوری اور بارش دہاں اکثر ہو ا کرتی ہو تو تاوان اس پر لازم ہو گا یعنی اس واسطے کہ غالب الوقوع بمنزلہ تحقق الوقوع کے ہے تو وہ متعدی ٹھہر دہاں کے پھوٹنے سے اور اگر غالب الوقوع نہ ہو تو تاوان نہیں کذا فی الطحاوی و فی الاستبہاء استعان برجل فی السرقۃ لیسبح متاعہ فطلب منه اجرا نا لعلہ لعودتم اور استبہاء میں ہے مدوکاری یا ہی ایک مرد سے بازار میں تاکہ اس کا مال بیچ دے سو اس نے مزدوری مانگی تو ان کی عادت کا اعتبار ہے یعنی بلا تقریر اجرت اس نے مال بیچ دیا پھر مزدوری مانگی تو اہل بازار کی عادت کا اعتبار ہے کہ اگر اجرت دے دیتے ہوں تو اجرت مثل واجب ہوگی اور اگر بلا اجرت کام کر دیتے ہوں تو اجرت لازم نہیں دکنہ او اخل رجلا فی مالوۃ لیسبح لہ اور اسی طرح کا حکم ہے اگر اپنی دکان میں کسی مرد کو داخل کیا اپنے کام کروانے کے واسطے یعنی عادت کا اعتبار ہو گا وجوب اور عدم وجوب اجرت میں و فی الدرر دفع غلامہ او ابنہ لملک مدۃ کذا یجملہ النسخ و شرط علیہ کل شہر کذا جاز و یوم یشتہر فی بعد التعلیم طلب کل من المعلم والمولی اجر من الاخر اعتبار عرف البلد و فی فلک العمل اور در میں ہے کہ مولیٰ نے اپنا غلام یا بیٹا جو لہے کو سپرد کیا مدت معینہ تاکہ وہ اس کو کپڑا بننا سکھا دے اور مولیٰ نے استاد پر ہر مینے میں کچھ اجرت شرط کی تو یہ جائز ہے اور اگر اجرت شرط نہ کی اور تعلیم کے بعد ہر واحد معلم اور مولیٰ سے اجرت طلب کرے دوسرے سے تو رواج شہر کا اس کام میں معتبر ہو گا یعنی اگر عرف شہر استاؤ کا شاہد ہو تو اس کام کی تعلیم کی اجرت مثل استاؤ کو دلائی جائے اور اگر عرف مولیٰ کے واسطے شاہد ہو تو غلام کی اجرت مثل استاد پر لازم ہوگی کذا فی الدرر عن قاضی خان و فیہا استاؤ و ابنہ الی موضع فجاز بہا الی آخر ثم عاد الی الاول فعبت ضمن مطلقا فی الاصح کافی العاریۃ و ہو تو لہا والیہ ربح الامام کافی مجمع الفتاویٰ اور در میں ہے کہ جانور کرایہ لیا ایک مکان تک اور دہاں سے بڑھا کر اور مکان تک لے گیا بعد اس کے اول مکان کی طرف پھر آیا اور جانور ہلک ہو گیا تو مستاجر پر مطلقا تاوان کہ جانور کرایہ لیا ایک مکان تک اور دہاں سے بڑھا کر اور مکان تک لے گیا بعد اس کے اول مکان کی طرف پھر آیا اور جانور ہلک ہو گیا تو مستاجر پر مطلقا تاوان لازم ہو گا واضح قول میں جیسے کہ عاریت میں تاوان لازم آتا ہے مطلقا اور صاحبین کا قول ہے اور اسی قول کی طرف امام نے رجوع کیا کذا فی مجمع الفتاویٰ ہم مطلقا یعنی خواہ آمد و رفت دونوں کے واسطے کرایہ ہوا ہو خواہ فقط جانے کے واسطے ہر صورت تاوان لازم ہے اور یہی حکم ہے عاریت لے جانے کا کہ تاوان لازم آدے گا مطلقا مکان معمود کے تجاوز سے و فیہ خوف المکارۃ فرجع و اعاد الحمل لملک الاول لا اجر لہ یعنی ان یکبر علی الاماۃ لو گوں نے مکان کی یعنی جانور کے کرایہ دینے والے کو خوف دلایا سو وہ پھر آیا اور مکان اول کی طرف بوجہ پھر لایا تو اس کی مزدوری نہیں اور لائق یہ ہے کہ اس پر زبردستی کی جائے دوبارہ لے جانے پر کذا فی مجمع الفتاویٰ و فیہ دفع اہل لیسما الی الصباغ لصبغہ کذا تم قال لا تصبغہ و ردہ علی فلم یردہ ثم ہلک لاضمان اور مجمع الفتاویٰ میں ہے کہ ریشم دیا رنگیز کو تا اس کو رنگے اس قدر اجرت پر پھر مالک بولا کہ اس کو مت رنگ اور مجھ کو پھر دے سو اس نے نہ پھیر دیا پھر کپڑا تلف ہو گیا تو رنگیز پر تاوان نہیں و فیہ سئل ظہیر الدین عن استاؤ رجلا لیسبح لہ فی الضیغۃ فلما خرج نزل المطر و ائمنع بسببہ لہ الاجر قال لا اور مجمع الفتاویٰ میں ہے کہ ظہیر الدین سے اس شخص کے حکم کا سوال ہوا جس نے ایک مرد کو مزدور کیا تاکہ وہ اس کا کام کرے زمین میں سوجب کہ مزدور کام کے واسطے نکلا ہی نہ برسنے لگا اور وہ کام سے باز رہا اس کے سبب سے کیا اس کی اجرت لازم ہوگی ظہیر الدین نے جواب دیا کہ نہیں یعنی اس واسطے کہ معذور و علیہ واقع نہ ہوا بلا منع مستاجر استاؤ داہہ لیسبح کذا فرضت فخلها و دہاں ہلک لیسبح لہ لانی رضی بذلک جانور کرایہ لیا تاکہ اس پر اتنا بوجھ لا دے سو جانور بیمار ہو گیا تو عمل معین سے کمتر لاؤ تو کیا مستاجر کو کسی کے حصہ کے موافق کرایہ پھر لینا جائز ہے ظہیر الدین نے جواب دیا کہ جائز نہیں اس واسطے کہ مستاجر اسی قدر کے لاؤنے پر راضی

لہ قال الطحاوی قال فی ضیاء العلوم للمکاری الذی یکرى دابة و المکاری الذی یکرى ہامانہ



ہو گیا استاجر کی فتنہ الجیران عن الطمن لتوین البناء و حکم القاضی بمنعہ بل تسقط حصتہ مدۃ المنع قال لا مال يمنع ظاہر من الطمن مستاجر نے چکی کرایہ لی سوا اس  
 دو پڑوسیوں نے پیسے سے منع کیا بسبب کمزور ہو جانے مکانات کے اور قاضی نے بھی منع کا حکم کیا تو مدت منع کا حصہ کیا ساقط ہو گا ظہیر الدین نے جواب  
 دیا کہ ساقط نہ ہو گا جب تک ظاہر میں پیسے سے منع نہ کیا جائے گا مگر مراد یہ ہے واللہ اعلم کہ لوگ اس کو چکی نہ پیسے دیں یا چکی کے گھمانے والے جانور کو کھول  
 دیں کذا فی الطحاوی استاجر مما سئمته فغرق مدۃ بل یجب کل الاجر قال انما یجب بقدر ما کان منفعا ایک برس کیلئے حمام کرایہ پیا سوا ایک مدت تک پانی میں ڈبا  
 یا تو کیا تمام اجرت واجب ہو گی ظہیر الدین نے جواب دیا کہ بقدر حصول منفعت اجرت واجب ہو گی و فی الوہبانیۃ سے ویسقط فی وقت العمیۃ مثل ما یلزم  
 بعض الدار فالمدم یجوز ہ اور وہبانیہ میں ہے اور ساقط ہوتا ہے اجرت عمارت کے وقت میں مانند اس سقوط کے کہ گھر کا بعض مکان منہدم ہو جائے  
 و انہدم تخریب کیا جائے م یعنی مقدار انہدم تخریب کر کے بقدر اس کے اجرت ساقط کی جائے اور یہ ظاہر الروایۃ کے مخالف ہے ظاہر الروایۃ یہ ہے کہ گھر  
 کے بعض مکان کے گر جانے سے کرایہ ساقط نہیں ہوتا کذا فی الطحاوی عن شرح الوہبانیۃ بعد البر و مخالف فی قدر العمارۃ امر یقدم فیہا قولہ لا المعمر و مخالفت  
 مالک امر کرنے والے نے مستاجر کی عمارت کی مقدار میں تو اس میں مالک کا قول مقدم ہو گا نہ مستاجر عمارت کے بنانے والے کام صورت مسئلہ یہ ہے  
 مالک خانہ نے مستاجر کو امر کیا عمارت بنانے کا اور کرایہ میں مجر کر لینے کا تو عمارت میں دونوں نے اتفاق کیا اور مقدار صرف میں اختلاف کیا تو صاحب خانہ  
 کا قول مقبول ہو گا اور گواہ مستاجر کے مجموع ہوں گے کذا فی الطحاوی عن نزائۃ الاکمل قلت و مفادہ رجوع المستاجر بما ثبت علی الموجب و لا معنی الا فی  
 نور و بالمدۃ فلا بد من شرط الرجوع علیہ میں کتا ہوں اور مفاد قول سابق پھیر لینا ہے مستاجر کا اس چیز کو جو موجب پشانت ہو بجز دامر کرنے کے یعنی مگر تنور اور  
 کھاست کے چہچہ کے بنانے میں رجوع بجز دامر کے نہیں تو ضرور ہے اشتراط رجوع سے موجب پر موطاوی نے کہا شارح کا یہ قول مسئلہ نظم سے مرتبط نہیں بلکہ  
 قیئنیکی عبادت سے مرتبط ہے جو شرح وہبانیہ میں مذکور ہے اس طرح کہ نجم الاثم بخاری نے کہا کہ جب مستاجر گھر میں عمارت بنا دے مالک کے امر سے تو  
 میں قدر اس کا صرف ہو کر سے بھرے اگرچہ رجوع صریحاً شرط نہ ہو پھر قاضی خاں سے نقل کیا کہ تنور اور چہچہ میں رجوع بجز و اذن بلا شرط صحیح نہیں انتہی مالی القیئ  
 و معلوم ہوا کہ جو شارح نے ذکر کیا وہ قیئہ کا مزج ہے نہ مفاد طہریت الدار سقط کل الاجر و لا تنفسخ بہ مالم یفسخ المستاجر بحضرة الوجہ ہو الا صح اور اگر کرایہ کا گھر  
 دیران ہو گیا تو تمام کرایہ ساقط ہو گا اور اجارہ دیرانی نسخ نہیں ہو جاتا جب تک اس کو موجب کے سامنے نسخ نہ کرے یہی قول اصح ہے مگر بعض مکان گھر  
 کا منہدم ہو گیا اور مالک خانہ غائب ہے یا بیماری کے عجلہ سے قاضی کی مجلس میں حاضر نہیں ہوتا تو اجارہ نسخ نہ ہو گا اور قاضی اس کی طرف سے وکیل  
 قائم کرے کہ وہ نسخ کر دے کذا فی الطحاوی عن القیئۃ و اذا بنیت لایار لہ اور جب کہ گھر بنایا جاتا ہو بعد انہدم کے تو مستاجر کا اختیار نہیں یعنی اس  
 واسطے کہ انہدم قبل انفسخ سے انفساخ نہیں ہوتا و فی سکنی مرصتا لایجب الاجر قال ابن شحنتہ قلت و فی نفیہ نظر و لعلہ ارید السمی اما اجرة المثل او حصتہ  
 العرۃ فلا مانع من لزومہا فتاویٰ و سببی فی نسخها ما لقیہ فتنہ اور خانہ منہدم کے پیش دروازے کے میدان کی سکونت میں اجرت واجب نہیں یہ کہا  
 ہے ابن شحنتہ نے میں کتا ہوں کہ اس کی نفی میں اعتراض ہے اور شاید کہ نفی سے اجرت معینہ گھر کی مراد ہے لیکن مثل اس میدان کے کرایہ یا حصہ  
 میدان کے کرایہ کے لازم ہونے کا کوئی مانع نہیں اور نسخ بارہ کے باب میں وہ قول اوسے کا جو لزوم اجرت کا مفید ہو گا سو خبر از رہنہام باب انفسخ کا قول  
 مذکور یہ ہے زیلی سے کہ اگرچہ چکی کا پانی منقطع ہو گیا اور وہ مکان سوائے پیسے کے لائق اتفاع ہے تو مستاجر پر اجرت لازم ہو گی بسبب باقی رہنے معقول و علیہ  
 کے تو اگر منفعت لے گا تو بقدر اس کے حصہ کے اجرت لازم ہو گی اتنی اور فتاویٰ مالگیری میں مذکور ہے کہ اگر سب گھر منہدم ہو جائے تو اجارہ نسخ نہ ہو گا اس  
 واسطے کہ پیش دروازے سے ارتفاع ممکن ہے کذا فی الطحاوی استاجر مما و شرط حط اجرة تہرین للعطلۃ فان شرط حطہ قدر العطلۃ صح بنازہ حمام اجارہ و لیا اور

عہدہ کتب و تحفہ تقدیم الزمان علی الاموال المحلای علیہم قدر اجرت منہدم بالحدود و التقسیم یسقط قال الطحاوی ۲ منہ



دو مہینے کی اجرت کی کمی بسبب معطل رہنے کے شرط کر لی تو اگر اجرت کامل کرنا بقدر قطل شرط کیا تو صحیح ہے کذا فی البرزازیہ یعنی اگر قطل سے مدت زیادہ ہوگی مدت مجہول ہوگی تو اجارہ فاسد ہوگا کذا فی الطحاوی و اجرت الحین والسجان فی زمانہ یجب ان یکون علی رب الدین خزائنہ الفتاویٰ کی کرایہ قید خانہ کا اور اجرت قید خانہ کے نگہبان کی ہمارے زمانہ میں واجب یہ ہے کہ صاحب دین پر جو کذا فی خزائنہ الفتاویٰ یعنی اس واسطے کہ اسی کے واسطے مدیون مقید ہو اسے انقضت مدۃ الاجارۃ ورب الدین غائب ممکن المستاجر بعد ذلک سنۃ لایزیدہ الاکراہیۃ لہذا السنۃ لانہ لم یکنہا علی وجہ الاجارۃ کذلک لوانقضت المدۃ والستائین غائب الدار فی ید امرأتہ لان المرأة لم تسکن باجرۃ مدت اجارہ کی متعین ہوگئی اور صاحب خانہ غائب ہے سو مستاجر ایک سال اس میں رہا تو اس پر کرایہ لازم ہوگا۔ اس سال کا اس واسطے کہ وہ بطریق اجارہ کے نہیں رہا اسی طرح اگر مدت اجارہ ہو جائے اور مستاجر غائب ہو اور گھر مستاجر کی عورت کے تصرف میں ہو تو کرایہ نہیں اس واسطے کہ عورت اس میں بعض اجرت نہیں رہی اور دارہ کل تہرک کذا فی کل الفسخ عند تمام شہر فلو غاب المستاجر وقبل تمام شہر وترک زوجتہ ومتاعہ فیہا لم یکن لا لاجرا لفسخ مع المرأة لانہا لیست بحکم والحدیث اجارۃ تہا لا خرق قبل تمام شہر فاذا تم فسخ لاولی قنعتہ الثانیۃ فخرج منها المرأة وتسلم للثانی خانیۃ اپنا گھر اجارہ دیا ہر مہینہ کا کرایہ اتنا تو مستاجر اور موہر ہر ایک کو فسخ اجارہ جائز ہے مہینہ تمام ہونے کے وقت تو اگر مستاجر غائب ہو مہینہ تمام ہونے سے پہلے اور اپنی زوجہ اور سبب گھر میں چھوڑ گیا تو موہر کو اس کی عورت کے ساتھ اجارہ فسخ کرنا جائز نہیں اس واسطے کہ وہ مستاجر فسخ نہیں اور مستاجر کی عورت سے فسخ اجارہ کا حیلہ یہ ہے کہ وہ گھر دوسرے شخص کو کرایہ دے مہینہ تمام ہونے سے پہلے پھر جب مہینہ تمام ہوگا تو پہلا اجارہ فسخ ہوگا اور دوسرا اجارہ منعقد ہوگا اب مستاجر کی عورت اس میں سے نکلے گی اور دوسرے مستاجر کو گھر تسلیم کیا جائے گا کذا فی الخانیۃ

باب الاجارۃ الفاسدۃ

یہ باب ہے اجارہ فاسدہ کے احکام میں الفاسد من العقود ما کان مشروعاً باصلہ دون وصف عقد میں سے عقد فاسد وہ ہے جس کی اصل مشروع ہو نہ وصف اس کام عدم مشروعیت وصف جہات سے یا اس شرط کے اشتراط سے مارض ہوتی ہے جس کو عقد متعین نہیں والباطل بالیس مشروعاً باصلہ ولا بوصفہ اور عقد باطل وہ ہے جو کسی طرح مشروع نہ ہو نہ اس کی اصل مشروع ہو نہ وصف اس کام اجارہ باطل چنانچہ اجارہ لینا بعض مردار اور غنوں کے اجرت تراشی یا تصویریات بنانے کے واسطے کسی کو نوکر رکھنا وحکم الاول دہو الفاسد وجوب اجرت المثل بالاستعمال لو المسمی معلوماً بن کمال اور اول یعنی اجارہ فاسد کا حکم واجب ہوتا ہے اجرت مثل کا استعمال کرنے سے اگر اجرت معینہ معلوم ہو کذا ذکرہ ابن کمال ہم اجرت مثل سے مراد اس شخص کی اجرت ہے جو اجیر کا مائل ہو اس عمل پر یعنی جو ایسا کام کرتا ہو اس دامن اور مکان میں اور اجرت درہم اور دنانیر کی جنس سے ہوگی نہ مسمی کی جنس سے اور اگر اجرت مثل مختلف ہو تو لوگوں میں تفریق کا اعتبار ہوگا اور اجرت اجارہ فاسدہ کی حلال ہے اگر یہ اس کا سبب حرام ہے یہ قول ہے علوانی کا اور حاکم کے نزدیک اجرت مذکورہ حلال نہیں ہے قول صحیح ہے اور اجرت مثل دامن علی الاطلاق معتبر ہے جہاں اجرت مسمی نہ ہو اور در صورت تسمیہ اجرت مثل اجرت مسمی سے زیادہ نہ ہوگی اور ظاہر کلام شایع اس پر دلالت کرتا ہے کہ در صورت تسمیہ اجرت مثل واجب ہے اور حالانکہ ایسا نہیں ہے کذا فی الطحاوی بخلاف الثانی وہو الباطل فانہ لا اجرت فیہا بخلاف حقان بخلاف ثانی یعنی اجارہ باطل میں اجرت نہیں استعمال کرنے سے کذا فی الحقائق ولا تملک المنافع فی الاجارۃ الفاسدۃ بالقبض بخلاف البیع الفاسد فان البیع یملک فیہ بالقبض اور اجارہ فاسدہ میں منافع مستاجر کی ملک میں نہیں آتے قبض کرنے سے برخلاف بیع فاسد کے اس واسطے کہ بیع فاسد میں بیع مملوک ہو جاتی ہے مشتری کے قبض کرنے سے بخلاف فاسد الاجارۃ مسمی لو قبضنا المستاجر لیس لہ ان یوجرہ بخلاف اجارہ فاسد کے کہ اس میں منافع مملوک نہیں ہوتے تو اگر مستاجر نے عین مستاجرہ پر قبضہ کیا تو اس کو جائز نہیں کہ اور شخص کے اجارہ میں دے دلو اگر مستاجر اجرت مملوک ولا یكون غاصباً ولا لایل نقض الثانیۃ بحر معزاً للخالقۃ اور اگر مستاجر مذکور اس کو اجارہ دے گا تو مستاجر اول پر اجرت مثل واجب ہوگی اور



اس فعل سے وہ ناصب نہ ہوگا اور ادل یعنی ملک موجر اول کو اجارہ ثانیہ کا توڑ ڈالنا جائز ہے چنانچہ بحر الرائق میں ہے خلاصہ سے منقول کوئی لاشبہ المستاجر فاسد ہو اگر صحیحاً جائز دیکھی اور اشباہ میں ہے کہ اجارہ فاسد کا مستاجر اگر اس کو اجارہ صحیح دے تو جائز ہے چنانچہ آگے اوسے کام معلوم ہوا کہ اجارہ مذکورہ کے عدم جواز اور جواز میں دو قول ہیں اور دونوں کی تصحیح واقع ہوئی ہے کذا فی الطحاوی لفسد الاجارة بالشروط المخالفة لمقتضى العقد اجارہ کو فاسد کر ڈالنے میں وہ شرطیں جو مقتضائے عقد کے مخالف ہیں مہ چنانچہ پچھلی کے اجارہ میں شرط ہوئی کہ اگر پچھلی منقطع ہو جائے تو بھی مستاجر پر اجرت لازم ہوگی اس واسطے کہ موجب عقیدہ ہے کہ اجرت واجب نہ ہو بلا قدرت حصول منفعت فکمل ما لفسد البیع مما یفسد کما یجوز اجرة ومدة دلیل وکثر طعام عبداً وعلف وایة ومرة ومغار وما وشر اوخراج ومخدر واشباہ سبب مزید بیع کی مفسد ہے چنانچہ کتاب البیع میں مذکور ہو چکی وہی چیز اجارہ کو فاسد کر ڈالتی ہے چنانچہ ماہور اور اجرت اور مدت اور عمل کی جہالت اور جیسے اجارہ کے غلام کا کھانا اور کرایہ کے جانور کا چارہ اور کرایہ کے گھر کی مرمت اور اس کے معارف اور زراعت کی زمین کا عشر یا خراج اور اجارہ کی چیز پہنچا دینے کا خرچ مشروط ہونا مستاجر پر کذا فی الاشباہ ودرجہ فساد اجارہ یہ ہے کہ اعمال مذکورہ منجملہ اجرت کے قرار دیے گئے اور وہ مجہول غیر معلوم ہیں اور جہالت بعض امور موجب ہے باقی اجرت کی جہالت کی کذا فی حاشیۃ الاشباہ لابی السعد ولفسداً ایضاً بالشیوع بان یوجر نصیباً من داره او نصیباً من دار مشترکة من غیر شریک یا من احد شریکین الفاعل المسائل واما ویمن الفصل الثثین اور شیوع یعنی ہم امتیاز سے بھی اجارہ فاسد ہو جاتا ہے اس طرح پر کہ اپنے گھر سے حصہ غیر معین اجارہ دے یا مشترک گھر سے اپنا حصہ اپنے شریک کے سوا کسی اور شخص کو اجارہ دے یا دو شریکوں میں سے ایک شریک کو اجارہ دے چنانچہ الفاعل المسائل اور عادیہ میں ہے تیسویں فصل سے م تفصیل میں ہے کہ ایک زمین مشترک ہے چند شخصوں میں تو اگر ایک شریک سب شریکوں کو اجارہ دے تو صحیح ہے اور اگر ایک شریک کو دے تو جائز نہیں و احتراز بالاصلی عن الطاری فی الفسداً علی الظاہر کان اجرا کل ثم فسخ فی البعض او اجرا لواحدها او بالعکس اور مصنف نے احتراز کیا شیوع اصلی کی قید لگا کر شیوع طاری سے تو شیوع طاری اجارہ کا مفسد نہیں بموجب ظاہر روایت کے چنانچہ تمام گھر کا زمین اجارہ دی پھر بعض میں اجارہ فسخ کر ڈالا یا دو شریکوں نے ایک شخص کو مشترک چیز اجارہ دی پھر ایک موجر مرگیا یا اس کے بالعکس یعنی ایک نے دو شخصوں کو اجارہ دیا پھر ایک مستاجر مرگیا م صدیقین اخیر میں میت کے حصہ میں اجارہ فسخ ہوگا اور زندہ کے حصہ میں اجارہ قائم رہے گا باوجود شیوع کے اس واسطے کہ یہ شیوع طاری ہے نہ اصلی وہی الحیلۃ فی اجاقہ المشاع کا لوقفی بوزہ اور وہ یعنی تمام چیزیں اجارہ کرنا پھر بعض میں فسخ کر دینا حیلہ ہے جواز مشاع کے اجارہ میں جیسے جواز اجارہ مشاع پر قاضی کا حکم ہو جانا ہم یعنی جو چاہے کہ مشاع چیز کو اجارہ دے اس کی دو تدبیریں ہیں ایک یہ ہے کہ کل چیز کو اجارہ دے پھر بعض میں اجارہ فسخ کر ڈالے دوسری تدبیر یہ ہے کہ اس قاضی کے پاس مرافعہ کرے جس کے مذہب میں مشاع کا اجارہ جائز ہے سو وہ اس کے جائز ہونے کا حکم دے الا اذا اجر کل نصیبہ او بعضہ من شریک فبجوز شیوع اصلی مفسد اجارہ ہے مگر جب کہ ایک شریک اپنا تمام حصہ یا بعض حصہ اپنے دوسرے شریک کو اجارہ دے تو جائز ہے و حوزہ بکل حال وعلیہ الفتوی زلیلی وجر معزیا للنفی لکن رده العلامة قاسم فی تصحیحہ بان ما فی المعنی شاذ مجهول القائل غلایعول علیہ اور صاحبین نے اجارہ مشاع کو جائز کہا ہے ہر حال میں یعنی خواہ اجارہ شریک سے ہو یا غیر شریک سے خواہ محتمل القسمہ میں ہو یا غیر محتمل میں اور اسی قول پر فتویٰ ہے کذا فی الزلیلی وجر الرائق میں یہ فتویٰ معنی سے منقول ہے لیکن اس فتویٰ کو علامہ قاسم نے اپنی تصحیح میں رد کر ڈالا اس طرح کہ جو فتویٰ معنی میں ہے ایسا شاذ ہے جس کا قائل معلوم نہیں تو وہ احتیاط کے لائق نہیں م خطادی نے کہا اور قول مستند علیہ وہ ہے جو فتادی فخر الدین میں ہے کہ فتویٰ امام کے قول پر ہے اور اسی پر اعتماد کیا ہے .

ارباب شروع اور متون نے تو یہی مذہب ٹھہرا لیتا فی البدائع لو اگر مشاعاً محتمل القسمہ قسم وسلم جاز الزوال المانع ولو ابطلها الی کم تم قسم وسلم لم یجز میں کتا ہوں اور بدائع میں ہے اور اگر اس مشاع کو اجارہ دیا جو قابل قسمت کے ہے پھر اس کی قسمت کی اور تسلیم کی اجارہ جائز ہے بسبب دور ہو جانے

مانع کے یعنی شیعہ کے اور اگر حاکم نے اجارہ مشاع کو باطل کر دیا پھر اس کی قسمت اور تسلیم واقع ہوئی تو جائز نہیں دینی مجازہ لوالبنا والرحل والحرثۃ لافسہ  
فصلین من الفصل الحادی والعشرین یعنی الوسط منہ اور فتویٰ دیا جائے اجارہ کے جواز کا اگر کثارت ایک مرد کی ہو اور زمین اس کی دوسرے شخص کی چنانچہ  
فصلین میں ہے اکیسویں فصل سے یعنی اس فصل کے درمیان میں یہ مسئلہ مذکور ہے م یعنی اگر صاحب عمارت اس کو اجارہ دے صاحب زمین یا اس کے غیر کو  
تو جائز ہے اور اس زمین کا اجارہ بلا عمارت بھی جائز ہے کذا فی الطحاوی عن الجامع والفسد بحالۃ المسمی کلا وجہ کتبیۃ ثوب اور اذۃ اور اذۃ درہم علی ابن ہرما  
المستاجر لیسرورۃ المرتۃ من الاجرة فیصیر الامر محمولاً اور اجارہ فاسد ہوتا ہے اگر کسی کی جہالت سے تمام امر محمول ہو یا بعض چنانچہ نام لینا کپڑے یا جانور کا یا  
سودرم کا اس شرط پر کہ مستاجر گھر کی مرمت کرے بسبب ہو جانے مرمت کے اجرت میں سے یعنی خرچ مرمت کا اجرت میں داخل ہو گیا تو اجرت محمول ہو گئی  
اس واسطے کہ معلوم نہیں کہ کتنا مرمت میں صرف ہو گا م کپڑا اور جانور تمام امر کے محمول ہونے کی مثال ہے اس واسطے کہ معلوم نہیں کہ کون کپڑا کون جانور اور  
سودرم اور مرمت جہالت بعض کی مثال ہے وفسد لعدم التسمیۃ اصلاً او بیتیۃ فخر وخریر اور اجارہ فاسدہ ہوتا ہے اجرت کے مطلق نہ نام لینے سے  
یا شراب یا سور کے نام لینے سے م عدم تسمیہ کی یہ صورت ہے کہ موجد نے مستاجر سے کہا کہ میں نے اپنا گھر ایک مہینہ یا ایک برس تک تجھ کو اجارہ دیا اور یہ  
نہ کہا کہ اتنے کر ایہ پر کذا فی المنع فان فسدت بالآخرین لجمالۃ المسمی وعدم التسمیۃ وجب اجبر المثل یعنی الوسط منہ لا ینقص عن المسمی صو اگر اجارہ فاسد ہو گیا  
پچھلے دو سبب سے یعنی کسی کی جہالت سے اور عدم تسمیہ سے تو اجرت مثل واجب ہو گئی یعنی محمول اجرت نہ اکثرۃ اقل اور اجرت کم نہ ہوگی مسمی سے م شارح کے  
اس قول یعنی لا ینقص عن المسمی میں غلط ہے اس واسطے کہ دونوں صورتوں میں تسمیہ نہیں اس واسطے کہ عدم تسمیہ میں امر ظاہر ہے اور جہالت مسمی تو در حکم عدم  
ہے کذا فی الطحاوی لا یا تملکین بل باستیفاء المنفعة حقیقۃ کامر بالغاً ما بلغ لعدم ما یرجع الیہ اجارہ فاسدہ میں اجرت فقط تکلیف یعنی موجد کے قادر  
کہ دینے سے واجب نہ ہوگی بلکہ فی الحقیقت منفعت کے حاصل کرنے سے اجرت واجب ہوگی چنانچہ مذکور ہو چکا اجرت مثل واجب ہوگی کتنی ہے کیوں نہ ہو  
بسبب نہ ہونے اس چیز کے جس کی طرف رجوع کیا جائے ولا ینقص عن المسمی اور اجرت مثل کم نہ ہوگی مسمی اس قول کا غلط مذکور ہو چکا علاوہ اس کے  
عدم مرجع الیہ اس کے مخالف ہے والا فسد بما بل بالشروط والشیوع مع العلم بالمسمی لم یز و اجرت مثل علی المسمی لرضا ہما بہ اور اگر اجارہ امین مذکورین  
سے فاسد نہ ہو بلکہ شرط مخالف عقیدہ یا شیعہ اصلی سے فاسد ہو باوجود معلوم ہونے اجرت مسمی کے تو اجرت مثل مسمی سے زیادہ نہ ہوگی بسبب راضی ہو جانے  
موجد اور مستاجر کے مسمی سے یعنی دونوں اسقاطاً نہ عن المسمی پر راضی ہو گئے م جہالت مسمی اور عدم تسمیہ میں اجرت مثل جس قدر کہ ہو اور ان کے سوا میں سدا  
زیادت علی المسمی اس واسطے واجب ہوئی کہ ذات منافع کی قیمت ہمارے نزدیک نہیں ہے بلکہ ان کی قیمت عقیدہ یا شیعہ عقیدے ٹھہرتی ہے پھر جب کہ منافع  
کی قیمت نہ ہوئی تو رجوع واجب ہو عقیدہ کی قیمت کی طرف اور زیادت علی المسمی ساقط ہو گئی اس واسطے کہ مائدین اس کے اسقاط پر راضی ہو گئے اور جب کہ  
اجر مسمی محمول اور معدوم ہو تو مرجع منتفی ہو تو موجب اصلی واجب ہو یعنی وجوب قیمت جس قدر کہ ہو تقریر اس کلام کی اسی طرح لائی ہے اس واسطے کہ عبارت  
نوم اس مقام میں مضطرب ہیں کذا فی الدرر وحقیقۃ عنہ لفساد التسمیۃ اور اجرت مثل مسمی سے کم ہو بسبب فاسد ہو جانے تسمیہ کے واشتہی الزیعی مالواستاجر  
دار علی ان لا یسکنہا فسدت وجب ان سکنا اجبر المثل بالغاً ما بلغ اور زیعی نے قاعدہ مذکورہ سے وہ صورت مستثنیٰ کی کہ ایک گھر اجارہ لیا اس شرط پر کہ مستاجر  
اس میں سکونت نہ کرے یعنی باوجود تسمیہ تو اجارہ فاسد ہے اور اگر مستاجر اس میں سکونت کرے گا تو اجرت مثل واجب ہوگی جس قدر کہ ہو م یہ فساد  
اجارہ شرط مخالف عقیدے ہو تو لازم تھا کہ اجرت مثل مسمی سے زیادہ نہ ہوتی پھر جب زیادہ ہوئی تو یہ صورت قاعدہ مذکورہ سے مستثنیٰ ٹھہری و جملہ فی البحر  
علی ما اذا ہل المسمی اور بحر الرئی میں اس صورت کو جہالت کسی پر محمول کیا ہے یعنی مسئلہ مذکورہ میں اجرت مسمی محمول ہے تو اجرت مثل واجب ہوگی تو در حقیقت  
قاعدہ مذکورہ سے استثناء نہ ٹھہر لکن ارجعہ قاضی خان فی شرح الجامع الی جہالت المسمی فانہم علی کل فلا استثناء وفتیہ لیکن قاضی خاں نے مسئلہ مذکورہ کو جہالت



مسی کی طرف پھیرا ہے تو اس کو سمجھ لے اور ہر تقدیر پر استثنائیں ہیں تو آگاہ رہو مطلقاً دی نے کہا مطلب بحر الرائق اور قاضی خاں کا ایک ہی ہے تو استدراک بلا وجہ ہے اور ہر تقدیر کتنا بھی بلا وجہ ہے اس واسطے کہ جو بحر الرائق اور قاضی خاں میں مذکور ہے وہ ایک ہی چیز ہے قلت یعنی استثنائے الوقت لان الواجب فیہ برائش بالغا ما بلغ قتال میں کتا ہوں اور وقف کا استثناء کا قاعدہ مذکور ہے لائق ہے اس واسطے کہ وقف میں باوجود تسمیہ اجرت مثل واجب ہے جس قدر کہ اجرت مثل ہو سو نو کر فان اجہ وارہ تصریح علی ہائے التسمیٰ بعد محمول فسلن مدۃ ولم یدفعہ فعلیہ للمدۃ اہر المثل بالغاً ما بلغ ولفسخ فی الباقی من المدۃ سو اگر اپنا گھر کرایہ دیا بعض محمول غلام کے پھر مستاجر گھر میں ایک مدت تک رہا اور غلام اس کو نہ دیا تو مستاجر پر اس کی مدت کے واسطے اجرت مثل واجب ہوگی جس قدر کہ ہو اور باقی مدت میں اجارہ فسخ ہوگا شارح نے کیا یہ مسئلہ جہالت مسی پر متفرع ہے آجہر حال تو نا کل شہر بکندہ صحیح فی واعد فقط وفسد فی الباقی لہما لتاؤکان کرایہ دی ہر مہینہ کا کرایہ اتنا تو فقط ایک مہینہ میں اجارہ صحیح ہوگا اور باقی مدت میں فاسد ہوگا بسبب محمول ہونے پر کے یعنی معلوم نہیں کہ پانچ مہینے یا دس والا اصل اتہ متی دخل کل فیما لا یعرف منتہا تعیین اونہ فاذا تم الشہر فکل فسخنا بشرط حضور الاخر لا انتہاء العقد الصحیح اور قاعدہ کلیہ اس کا یہ ہے کہ جب کل کا لفظ داخل ہو اس میں جس کی نہایت معلوم نہیں چنانچہ ایام اور شہر تو اس کا کثر معین ہوگا یعنی ایک دن یا ایک مہینہ پھر جب مہینہ تمام ہوگا تو موجر اور مستاجر ہر ایک کو اجارہ فسخ کر دینا جائز ہوگا بشرط حاضر ہونے دوسرے شخص کے بسبب ہو چکے عقد صحیح کے و فی کل شہر سکون فی اولہ ہوالیلۃ الاولیٰ یومہا و فاویہ یعنی صحیح العقد فیہ ایضا اور جس مہینہ کے اول میں مستاجر رہے گا وہاں یا گھر میں تو اس مہینہ میں بھی اجارہ صحیح ہوگا اول ماہ سے مراد پہلی رات یعنی چاند رات اور اس کا دن ہے عرف میں اور اسی کا فتویٰ ہے ہم یعنی بتائیں شہور ہر مہینہ کا اجارہ مذکور ہوا تو ایک ہی مہینہ کا صحیح ہوگا لیکن اگر مستاجر دوسرے مہینہ کی پہلی رات اور دن میں وہاں سکونت کرے گا تو دوسرے مہینہ میں بھی اجارہ صحیح ہو جائے گا یہ قول ہے بعض متاخرین کا اور ظاہر الروایۃ یہ ہے کہ اول ماہ ثانی میں دونوں کو فسخ اجارہ کا اختیار ہے ہر چند اول ماہ روایت ہلال سے ہے لیکن چونکہ اس کے اعتبار میں ہرج تھا لہذا چاند رات اور اس کا دن مقبر ہوا لہذا فی الدرر و شرح الوقایہ ولیس للموجر اخراجہ حتی یفتضحی الا بعد ذکر کالوجہ اجرة شہرین فاکثر لکونہ کالمسی زبعلی اور بعد سکونت اول ماہ موجر کو مستاجر کے اخراج کا ماہ ثانی میں اختیار نہیں جب تک کہ وہ مہینہ آخر نہ ہو جائے مگر عذر سے اخراج جائز ہے چنانچہ اس صورت میں اخراج جائز نہیں اگر مستاجر دو مہینہ یا زیادہ کی اجرت پیشگی دے اس واسطے کہ پیشگی دینا اجرت کا مسی کے مانند ہے کذا فی الزبعلی الا ان لیس الکل ای جملہ شہور معلومۃ فیصح لزوال المانع ہر مہینہ کے اجارہ میں فقط ایک مہینہ کا اجارہ صحیح ہے مگر یہ کہ تمام یعنی سب شہور معلومہ کا نام لے تو اجارہ سب میں صحیح ہوگا زوال مانع کے سبب سے ہم یعنی موجریوں کے کہ میں نے اپنا گھر مہینہ کو اجارہ دیا ہر مہینہ کا کرایہ اتنا کذا فی المنع واذا آجہر ہا سنۃ بکذا صح وان لم یسم اجہر کل شہر و تقسم سورۃ اور جب کہ گھر اجارہ دیا ایک سال کو اتنے کرایہ پر تو عقد صحیح ہے اگرچہ ہر مہینہ کی اجرت مذکور نہ کی ہو اور سال کا کرایہ ہر مہینہ پر برابر قسمت ہوگا و اول المدۃ ما سمی ان سمی اور ابتدائے مدت اجارہ وہ ہے جو مذکور ہو اگر نام لیا ہو یعنی یوں مذکور ہو کہ اس سال کے رجب یا رمضان سے اجارہ ہوا و الا فوقت العقد ہوا و لہا اور اگر ابتداء مدت مذکور نہ ہوئی ہو تو وقت عقد اجارہ وہی اول مدت ہے فان کان العقد حین یہل بضم ففتح ای مصر السلال والمراد الیوم الاول من الشہر تسمیٰ اعتبار الابلۃ سو اگر اجارہ منعقد ہوا اس وقت جب کہ چاند دیکھا گیا تو مہینوں کا شمار چاندوں کے دیکھنے سے معتبر ہوگا شارح نے کہا یہل بضم یا فتح بمعنی دیدہ شود ہلال اور مراد اس سے مہینہ کا پہلا دن ہے کذا فی التسمیٰ والا قال یام کل شہر ثلثون اور اگر اجارہ چاند دیکھنے کے وقت نہ ہوا تو مہینوں کے شمار کے واسطے دن مقبر ہوں گے ہر مہینہ تیس دن کا و قال یتیم الاول بالایام والباقی بالابلۃ اور صاحبین نے کہا کہ پہلا مہینہ دنوں سے پورا کیا جائے گا اور باقی مہینے چاند سے مقبر ہوں گے ہم یعنی اگر ذی الحجہ کی دسویں تاریخ سال بھر کا اجارہ ہوا تو امام نزدیک سال پورا ہوگا دنوں کے شمار سے ہر مہینہ تیس دن کا تو ایک سال میں سو ساٹھ دن ہوگا اور صاحبین کے نزدیک ذی الحجہ میں دن کا ہوا تو سال تمام ہوگا دوسرے سال کی تکمیل

کی دسویں تاریخ اور اگر ذی الحجۃ اتیس دن کا ہو گا تو سال تمام ہو گا ذی الحجۃ کی گیارہویں تاریخ کذا فی شرح الوقاہ استاذہم عبد الباقی معلوم و بطعامہ لم یجز لجماعہ بعض الاجہد کام نوکر رکھا کسی کے غلام کو اجرت معین اور اس کی خوراک پر تو جائز نہیں بسبب مجہول ہونے بعض اجرت کے چنانچہ مذکور ہو چکا ہے یعنی اگر مثلاً دوروپہ اور خوراک پر نوکر رکھا تو بعض اجرت یعنی خوراک مجہول ہے یعنی معلوم نہیں کہ خوراک کس قدر اودھو سیر یا سیر بھر اور جہالت بعض جہالت کل کی موجب ہے مبسوط میں ہے کہ جس اجارہ میں خوراک یا چارہ جانور کا شرط ہے وہ اجارہ فاسد ہے مگر دایہ کا اجارہ کھانے اور کپڑے پر درست ہے اتھی فتاویٰ مالکی میں ظہیر سے منقول ہے کہ نفیہ البوالیث نے کہا کہ جانور کے اجارہ میں چارہ کے ساتھ ہم متقدمین کے قول پر عمل کرتے ہیں یعنی عدم جواز پر اور ہمارے زمانہ میں تو غلام کھاتا ہے مستاجر کے مال سے بنا بر رواج اور عادت کے کذا فی الطحاوی و جازا جارة الحمام لانه علیہ الصلوۃ والسلام دخل الحمام مخفیة والتعارف الناس اور حمام کے نہانے کا اجارہ جائز ہے اس واسطے کہ آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام جحفہ کے حمام میں تشریف لے گئے تھے اور بسبب رواج لوگوں کے م اتقانی نے کہا وجہ جواز یہ ہے کہ تمام شہروں میں لوگ حمام کی اجرت دیتے ہیں اگرچہ استعمال کے پانی کی اور دہاں کے ٹھہرنے کی مقدار مجہول غیر معین ہے تو مسلمین کا اجماع اس کے جائز ہونے پر دلالت کرتا ہے اگرچہ قیاس سے جواز ثابت نہیں ہوتا مواہب لدینیہ میں ہے کہ دخول حمام مخفیہ کی حدیث موضوع ہے کذا فی الطحاوی وقال علیہ الصلوۃ والسلام ماراہ المسلمون منا فمؤند الشد حسن قلت والعرف وقع علی ابن مسعود کا ذکرہ ابن حجر اور آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ جس چیز کو سب مسلمان نیک جانیں تو وہ چیز خدا کے نزدیک نیک ہے میں کہتا ہوں اور ابھی شیخ کے نزدیک مشہور یہ ہے کہ یہ حدیث عبد اللہ بن مسعود پر موقوف ہے یعنی یہ قول صحابی کا ہے نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چنانچہ ابن حجر نے اس کو بیان کیا ہے م مقاصد حسنہ میں ہے کہ مسند احمد میں من ابی وائل عن ابن مسعود مروی ہے کہ ابن مسعود نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے بندوں کے دل دیکھے سو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واسطے اصحاب پسند کیے اور ان کو اپنے دین کا مددگار ٹھہرایا اور اپنے نبی کا وزیر بنایا جس کو مسلمین نیک جانیں وہ عند اللہ نیک ہے اور جس کو مسلمین بد جانیں وہ عند اللہ بد ہے اور یہ حدیث موقوف حسن ہے اور اسی طرح ہزار اور طرابلسی اور طبرانی نے ابن مسعود کے ترجمہ میں مذکور کیا ہے کذا فی الطحاوی یہ حدیث جیت اجماع کی دلیل ہے و جاز بناؤہ للرجال والنساء ہوا صحیح للماہی بل حاجتہن اکثر لکثرة اسباب اغتسالہن اور حمام کا بنانا مردوں اور عورتوں کے نہانے کے واسطے جائز ہے یہی قول صحیح ہے بسبب حاجت اغتسال کے بلکہ عورتوں کی حاجت حمام کی طرف زیادہ تہ ہے اس واسطے کہ عورت کے نہانے کے اسباب بہت ہیں و کراہت عثمان مجہول علی مافیہ کشف عورة زلیحی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا مکروہ کنا حمام کو مجہول ہے اس حمام پر جس میں کشف عورت اور بے پردگی ہو کذا فی الزلیحی وفی احکامات الاشباہ ویکرہ لہا دخول الحمام فی قول ذیل الامر یقتضی ان النساء المعتمدات لا کراہتہ مطلقا قلت و فی زمانہ الاشک فی الکراہتہ تحقیق کشف العورة وقدم فی النفقة اور اشباہ کے احکامات میں ہے اور مکروہ ہے عورت کے واسطے حمام میں جانا ایک قول میں اور قول ضعیف یہ ہے کہ عورت بیمار اور نفاس والی کو جائز ہے اور قول معتد یہ ہے کہ مطلقاً کراہت نہیں میں کہتا ہوں اور ہمارے زمانے میں مکروہ ہونے میں کچھ شک نہیں بے پردگی کے ثبوت سے اور البتہ اس کا ذکر کتاب النفقہ میں مذکور ہو چکا ہے والحجاء لانه صلی اللہ علیہ وسلم اجتمعوا علی اجرة و حدیث انہی عن کسب منسوخ اور حجاء یعنی کھنے لگانے والے کا اجارہ جائز ہے اس واسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خون نکلوانا کچھنوں سے اور اس کی مزدوری دی اور کسب حجاء کی حدیث بھی منسوخ ہے والظہر بکسر فہمزة المفعلة باجر معین تعامل الناس بخلاف بقیۃ الحيوانات لعدم التعارف اور دایہ کا اجارہ اجرمعین پر جائز ہے بسبب رواج لوگوں کے بخلاف باقی حیوانات کے لہ قال الطحاوی کذا حدیث احمد فی کتاب السنۃ من حدیث ابی وائل عن ابن مسعود قال ان اللہ نظر فی تلویب العباد فاختارہم بما یجملہم انصار ویزووز ویزویر فاما المسلمون منا فمؤند الشد صرنا



یعنی شیر نوشی کے واسطے گائے بکری کو اجارہ لینا یا اجارہ دینا جائز نہیں عدم رواج کے سبب سے شارع نے کما طر مکسر ظاء معجم و سکون ہمزہ و دودھ پلانے والی عورت ہے و کذا بطحا و کسوتھا و لہما الوسط و ہذا عند الامام بھریان العادۃ بالتوسعة علی الظہر شفقتہ علی الولد و راسی طرح وایہ کو نوکر رکھنا اس کے کھانے اور کپڑے پر جائز ہے اور اس کے واسطے متوسط خوراک اور پوشاک یعنی عمدہ تر نہ ناقص تر لازم ہوگی اور یہ جواز امام کے نزدیک ہے اس واسطے کہ وایہ پر خوراک اور پوشاک کی کنشائش کی عادت جاری ہے بچے کی محنت اور شفقت سے ہم فتاویٰ بکری میں ہے کہ وایہ کے اجارہ میں توقیت یعنی دودھ پلانے کی مدت معین کرنا بالاجماع شرط ہے انتہی اور صاحبین اور امام شافعی کے نزدیک خوراک اور پوشاک پر اجارہ جائز نہیں اور یہی قیاس ہے اس واسطے کہ اجرت بھول ہے امام کی طرف سے جواب یہ ہے کہ جب جہالت نزاع کی موجب نہ ہو تو صحبت کی مانع نہیں ہے و للزواج ان یطعمہا خلافا لالک اور وایہ کے شوہر کو وایہ سے قربت کرنا جائز ہے برخلاف امام مالک کے کہ ان کے نزدیک جائز نہیں لانی بیت المستاجر لہ ملکہ فلا یدخلہ الا باذنہ وایہ کا شوہر قربت نہ کرے اس سے مستاجر کے گھر میں اس واسطے کہ گھر مستاجر کا ملک ہے تو اس میں داخل نہ ہو مگر اس کے اذن سے و للزواج فی نکاح ظاہری معلوم بغیر الاقرار فتنہا مطلقا شانہ اجارۃ و لانی الاصح اور شوہر کو ظاہر نکاح یعنی اس نکاح میں جو معلوم ہو بدون اقرار زوجین کے بھی فسخ اجارہ جائز ہے قول اصح میں ہر طرح خواہ اجارہ زوجہ اس کو عیب لگتا ہو یا واسطہ اس کی شخصیت کے یا عیب نہ لگتا ہو و لو غیر ظاہر بان علم باقرارہا لا یفسخ لان قد لہا لا یقبل فی حق المستاجر اور اگر نکاح غیر ظاہر ہو اس طرح کہ نکاح معلوم ہو و دونوں کے اقرار سے تو زوج اجارہ فسخ نہ کرے گا اس واسطے کہ دونوں کا قول مستاجر کے حق میں مقبول نہیں و للمستاجر فتنہا بجملہا و مرضہا و فجورہا فجور ابینا و نحو ذلک من الاعذار اور مستاجر کو وایہ کا فسخ اجارہ جائز ہے وایہ کے حاملہ ہو جانے سے اور اس کی بیماری اور اس کی ظاہر زنا کاری سے اور مانند اس کے اور عذرات سے فسخ اجارہ جائز ہے ہم منجملہ عذرات مذکورہ یہ ہے کہ بڑا کا اس کے دودھ کو قے کر ڈالتا ہو یا وایہ سارۃ ہو یا بڑا کا اس کا دودھ نہ پیتا ہو الحاصل جو امر صغیر کو مضر ہو تو اس کا منع مستاجر کو پہنچتا ہے چنانچہ زمان طویل وایہ کا غالب رہنا اور جو مضر نہ ہو اس کا منع جائز نہیں اور اس قدر اجارہ سے مستثنیٰ ہوگا مانہ کے اذقان کے مانند کذابی الطحاوی و لا یفکر ہا لانہ لا یضر بالصبی اور فسخ اجارہ جائز نہیں وایہ کے کفر سے اس واسطے کہ کفر اس کا صغیر کو مضر نہیں کرتا و لو مات الصبی او الظہر انتقصت الاجارۃ اور اگر بڑا کا مرگیا یا وایہ تو اجارہ ٹوٹ گیا و لو مات ابوہ لا اور اگر صغیر کا باپ مرگیا تو اجارہ نہیں ٹوٹتا اس واسطے کہ اجارہ صغیر کے واسطے ہے نہ اس کے باپ کے واسطے خواہ صغیر کا مال ہو یا نہ ہو اور بعضوں نے کہا بشرط مال صبی اجارہ باطل نہ ہوگا و علیہا غسل الصبی و ثیابہ اصلاح طعامہ و منہ بفتح الدال ای طلیہ بالدهن المعروف و ہو معتبر فیما لا یصل فیہ اور وایہ پر لازم ہے صغیر اور اس کے کپڑوں کا دھونا اور اس کا کھانا درست کرنا اور اس کے بدن میں تیل لگانا بسبب رواج کے اور رواج کا اعتبار دہاں ہے جہاں نص شرع نہیں شارع نے کہا و من بفتح وال عبارت ہے تیل لگانے سے ہم قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جب کسی کام پر اجارہ ہو تو جو چیز اس کام کی توابع سے ہے اور اجیر پر اس کی شرط نہ ہوئی ہو اجارہ میں تو اس میں رواج کا اعتبار ہے کفایہ میں ہے کہ صحیح قول یہ ہے کہ صغیر کے کپڑے کا گوہ پیشاب سے دھونا وایہ پر ہے اور میلے کپڑوں کا دھونا اس پر نہیں اور جو امر الفتاویٰ میں اس قول کو صحیح نہ کہا ہے اور اصلاح طعام سے مراد یہ ہے کہ وایہ طعام کو چبا کر صغیر کو دے اور ایسی چیز نہ کھائے جس سے دودھ ناسد ہو جائے اور اس پر صغیر کا کھانا پکانا بھی لازم ہے کذانی الطحاوی لایلتزمہا ثمن شیئی من ذلک و ما ذکر محمد بن ان الدہن والریحان علیہا فعادة اہل الکوفۃ اور وایہ پر لازم نہیں ان چیزوں کا ثمن یعنی تیل و غیرہ کا اور یہ جو محمد نے ذکر کیا ہے کہ تیل اور ریحان وایہ پر لازم ہے سوا اہل کوفہ کی عادت تھی و ہوا کی ثمنہ و اجرة عملہا علی ابیہ ان لم یکن لہ ای للصغیر مال والا ففی مالہ لانہ کالنفقہ اور وہ یعنی تیل و غیرہ کا ثمن اس کے دودھ پلانے کی اجرت اس کے باپ پر ہے اگر صغیر کا مال نہ ہو اور اگر اس کا مال ہو میراث یا ہبہ سے تو اس کا ثمن صغیر کے مال میں ہوگا اس واسطے کہ وہ نفقہ کے مانند ہے فاذا ارضعتہ بلبن شاة او غدرۃ بطحا م و مضت

المدة لا اجبر لها سبب کہ دایہ نے لڑکے کو بکری کا دودھ پلایا اس کو کھانے کی غذا دی اور مدت گز گئی تو اس کی اجرت نہیں لان اصحح ان المعقود علیہ  
 ہوا رضاع والتربیۃ لا اللبن والتغذیۃ عنایۃ اس واسطے اجرت نہیں کہ قول صحیح یہ ہے کہ جس پر عقد اجارہ واقع ہوا ہے وہ آدمی کا دودھ پلانا ہے اور پرورش  
 نہ مطلق دودھ اور غذا دینا کذا فی العنایۃ بخلاف ما لو دفعته الی خادمتها حتی ارضعتہ اذ استأجرت من ارضعتہ حیث تستحق الاجرة الا اذا اشترط رضاعها  
 علی الاصح شرہا لبین الذخیرۃ بخلاف اس صورت کے کہ اگر دایہ نے صغیر کو دریا اپنی خادمہ کو لٹڈی کو تو اس نے اس کو دودھ پلایا یا دایہ نے اس عورت کو چاکر  
 رکھا جس نے صغیر کو دودھ پلایا تو دایہ اپنی اجرت کی مستحق ہوگی مگر جب کہ خود دایہ کا دودھ پلانا شرط ہوا اجارہ میں تو غیر کے دودھ پلوادینے سے مستحق  
 اجرت کی نہ ہوگی بقول اصح کذا فی الشرع لبین الذخیرۃ م فتادی مالگیری میں ذخیرہ سے قول صحیح مذکور ہے ذامع پھر فتادی صغری سے منقول ہے  
 کہ قول ادجہ یہ ہے کہ مستحق اجرت ہوگی اتنی جب کہ دایہ دوسری عورت کو نوکر رکھ کے دودھ پلوادے تو دایہ پوری اجرت پادے گی اور دوسری عورت  
 کی اجرت دایہ پر لازم ہوگی کذا فی الطحاوی ولو اجرت نفسها لذلک لقوم آخرین دلم یسلم الاولون فارضعتھا وفرغت ائمت ولما الاجر کا ملا علی الفسریقین  
 شہیہا بالا جیر الخاص والمشترک وتمامہ فی العنایۃ اور اگر دایہ نے اس واسطے یعنی دودھ پلانے کے واسطے اپنی ذات اجارہ دی دوسری قوم سے اور پہلے  
 مدت جبروں کو اجارہ ثانیہ معلوم نہیں ہوا اس نے دونوں لڑکوں کو دودھ پلایا اور فارغ ہوئی مدت اجارہ سے تو دایہ گناہ گار ہوگی اور اس کی پوری اجرت  
 لازم ہوگی دونوں فریق پر بسبب مشابہ ہونے دایہ کے اجیر خاص اور جیر مشترک سے اور پورا اس کا بیان عنایۃ میں ہے ہم اور اگر اول مستاجر کو دوسری جگہ  
 کی نوکری معلوم ہو تو دایہ پر گناہ نہ ہوگا اجیر مشترک کے ساتھ تشابہ کی یہ وجہ ہے کہ دایہ کو ایفا مثل دونوں جگہ ممکن ہے فیاط کے مانند اور صحیح قول شرح  
 اسبیحانی میں یوں مذکور ہے کہ اگر دایہ کے گھر میں صغیر کو دودھ پلانے کو تو دایہ اجیر مشترک ہے ہم اور اگر دایہ کو مستاجر نے اپنے گھر میں لے لیا تو وہ اجیر خاص ہے  
 کذا فی الطحاوی لا یصح الاجارۃ لعسب التیس دہونزوہ علی الاناث صحیح نہیں اجارہ بکری کی جفتی کا یعنی نر کے ڈالنے کا مادہ پر گناہ نہ کرنے کے واسطے  
 ہم بعضے لوگ پانچ یا دس روپیہ دے کر عمدہ گھوڑے کو گھوڑیوں پر پھوڑتے ہیں بچہ لینے کے واسطے سو جائز نہیں حدیث شریف میں اس اجرت کو  
 اور قحبہ کی خرچی کو حرام فرمایا ہے اور اس واسطے کہ گناہ نہ کرنے پر قدرت حاصل نہیں تو اس پر اجرت لینا جائز نہ ہوگا حاشیہ علی میں ہے اور اگر یہ فعل بطریق  
 عاریت کے ہو تو مستحب ہے چنانچہ حدیث میں وارد ہے ولا لاجل المعاشی مثل العنا والنوح والملاہی ولو اخذ بلا شرط مباح اور نہ اجارہ صحیح ہے  
 گناہوں کے واسطے چنانچہ راگ اور نوچہ گری اور ہاجوں کے واسطے اور اگر بلا شرط اجرت سے تو مباح ہے ہم نوچہ گری یہ کہ میت پر دوسے اور اس کی خوبیاں  
 بیان کرے اور ملاہی سے مراد باجے میں چنانچہ مزامیر اور طبل وغیرہ یعنی لہو و لعب کا طبل اور اگر غازیوں کا طبل ہو یا شادی کا طبل تو جائز ہے اور اسی  
 طرح طبل قائلہ درست ہے منتفی میں ہے کہ مال کسب کیا نوچہ گری اور طبل نوازی سے تو وہ اس کے مالکوں کو پھیر دے اگر وہ لوگ معلوم ہوں اور  
 نہیں تو اس کو خیرات کرے اور اگر بلا شرط ہو تو مال مباح ہے امام استاد نے کہا کہ بلا شرط بھی مال حلال نہیں اس واسطے کہ معروف مشروط کے مانند ہے  
 اتھی اور ہمارے زمانہ میں یہی قول بالیقین ماخوذ ہے اس واسطے کہ یہ خوب معلوم ہے کہ گانے دلے اور بجانے واسطے بدون اجرت کے نہیں چاک کذا  
 فی الطحاوی مخصصا ولا لاجل الطامات مثل الاذان والنج والامامۃ وتعلیم القرآن والفقہ وفتی الیوم بصحتها تعلیم القرآن والفقہ  
 والامامۃ والاذان ویکبر المستاجر علی دفع ما قبل فیب المسمی بعقد وایمراۃ اذالم یدکر مدۃ شرح دہبانیہ من الشرکۃ وکلیس ہفتی اور نہ اجارہ صحیح  
 ہے طامات کے واسطے مانند اذان اور امامت اور تعلیم قرآن اور تعلیم فقہ کے اور آج یعنی اس زمانہ میں فتویٰ دیا گیا ہے صحت اجارہ کا تعلیم قرآن اور  
 فقہ اور امامت اور اذان کے واسطے اور مستاجر پر زبردستی ہوگی اس مال کے دینے پر جو اس نے قبول کیا ہے تعلیم قرآن وغیرہ کے واسطے تو اجرت معین

ذات جرت جفتی جہانات حرام است ۱۲ ذل مال مغنیان نوچہ گراں و مزامیر نوازی حرام است ۱۳ ذل جواز چاکری تعلیم قرآن و فقہ و امامت و اذان ۱۴



عقد اجارہ سے واجب ہوگی اور اجرت مثل واجب ہوگی جب کہ مدت اجارہ مذکور نہ ہوئی ہو کذا فی شرح الوہبانیۃ من کتاب الشکرۃ اور مستاجر اجرت مذکورہ کے نہ دینے سے قید کیا جائے اسی قول کا فتویٰ ہے ہم اصل یہ ہے کہ عبادات پر اجارہ جائز نہیں لیکن متاخرین مشائخ بلخ نے تعلیم قرآن اور فقہ اور امامت اور اذان پر لوکری کرنے کا فتویٰ دیا ہے اس دلیل سے کہ زمان سابق میں اہل علم کی معاش بیت المال سے مقرر تھی اور لوگ تعلیم علوم دینی کی واجب جانتے تھے اور خلق کو تحصیل علوم کا شوق بہت تھا اور اس وقت میں اسلام ضعیف ہو گیا امور مذکورہ سب برہم ہو گئے اور اہل علم تحصیل معاش میں مشغول ہوئے اور وہ لوگ دیندار کم ہو گئے جو للہ تعلیم کریں تو اگر تعلیم بالاجر کی فتح باب نہ ہو تو قرآن اور فقہ مفقود ہو جائیں لہذا اجارہ مذکورہ کا فتویٰ ہوا اور مشائخ مذکورین نے فرمایا ہے کہ احکام مختلف ہو جاتے ہیں زمانہ کے اختلاف سے کذا فی المنع وغیرہ تو زمان سابق میں اجارہ مذکورہ بدلیل مسطور جائز نہ تھا اور اس زمانے میں جائز ہے بوجہ مزبور واللہ اعلم اور تعلیم کتابت اور طب اور تعمیر کی لوکری بالاتفاق جائز ہے ویکبر علی دفع الحلوۃ المرسومۃ ہی مایہدی للمعلم علی رؤس بعض سور القرآن سمیت بہا لان العادۃ ابداء الحلوۃ اور معلم قرآن کے نوکر رکھنے والے پر شیرینی مرسوم کے دینے پر زبردستی ہوگی شیرینی سے مراد وہ چیز ہے جو معلم کو دی جاتی ہے قرآن شریف کے بعض صورتوں کے شروع کرنے پر چنانچہ سورۃ تبارک اور فتح اور یس یہ دینا مسمیٰ پر شیرینی اس واسطے ہوا کہ شیرینی ہدیہ دینے کی عادت ہے ہم طحاوی نے کہا شاید کہ سابق یہ عادت تھی اور اب متروک ہے یا بعضے بلاد میں ہو و لو دفع غزالا لآخر لینسہ لہ نبصقہ ای نصف الغزل استاجر لعلہ یعمل طعامہ معجذہ اور لور الیطن برہ بعض دقیقہ قدرت فی النکل لانه استاجرہ بخبر من علمہ والاصل فی ذلک بنیہ صلی اللہ علیہ وسلم عن تفسیر طحاوی دند منہ فی بیع الوفاء اور اگر ایک شخص نے دوسرے کو سوت دیا تاکہ اس کو بن دے اس کی نصف پر یعنی بنے نصف سوت کی مزدوری پر باقی کرایہ کو یا تاکہ اس کا اناج لاوے بعض اناج مذکور کے کرایہ پر یا بیل کرایہ کو یا تاکہ اس کے گھوڑوں میں دے کچھ اس کے اٹے کی مزدوری پر تو سب صورتوں میں اجارہ فاسد ہو گا اس واسطے کہ مزدوری ٹھہرائی اجیر کے بعض مل سے یعنی بنا کپڑا اور طعام محمول اور پسیا آٹا اجیر کے فعل سے حاصل ہوا اور اسی سے اس کی مزدوری ٹھہری اور یہ جائز نہیں اور اصل اس باب میں تفسیر طحاوی کی حدیث بھی ہے اور اس کو ہم مقدم ذکر کر چکے ہیں بیع الوفاء کے باب میں ہم وجہ عدم جواز یہ ہے کہ شرط صحت اجارہ یہ ہے کہ مستاجر تسلیم اجرت پرتا اور ہو اور ان صورتوں میں تاور نہیں بلکہ عاجز ہے یعنی بعض نسوج یا محمول یا سطون کی تسلیم سے عاجز ہے اس واسطے کہ حصول اس کا جویر کے فعل پر ہے اور آدمی دوسرے کی قدرت سے قادر نہیں شمار ہوتا ہادیہ میں کہل ہے کہ یہ اصل کبیر ہے یعنی قاعدہ کلیہ کثیر الفرد ہے جس سے اکثر اجارات کے فساد کا حکم معلوم ہوتا ہے چنانچہ من بھرتل پینے کا اجارہ کیا سیر بھرتیل کی مزدوری پر یا زمین دی تا و دمر شخص اس میں درخت لگا دے اس شرط پر کہ زمین اور درخت موجود رہتا ہو تو اجارہ جائز نہیں درخت صاحب زمین کا ہو گا اور اس پر قیمت وخت کی لازم ہوگی اور اجرت اس کی عمل کی اور اسی طرح روٹی کا کتنا نا کچھ سوت پر اور کپاس نکالنا کپاس کے کھیت سے نصف کپاس یا کم و بیش پر اور جوار باجر سے کا مانڈنا یعنی بالبول سے دانہ جدا کرنا نصف دانہ پر اور گھیوں کا کھیت پختہ کاٹنا نصف پر اور مانند اس کے اور اجارات جائز نہیں ہیں کذا فی الطحاوی عن الثعلبی تفسیر طحاوی کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص دوسرے سے بیل اجارہ لے گھوڑوں کے پینے کے واسطے اس شرط پر کہ بیل کے مالک کی مزدوری ایک تھیز آٹا ہے اسی گھوڑوں سے اگر ایک شخص نے دوسرے شخص کا اونٹ اور کچال اجارہ لی پانی لاکے واسطے اس شرط پر کہ جس قدر اس میں اللہ تعالیٰ روزی دے وہ دونوں میں نصف نصف ہے تو اجارہ فاسد ہے پھر اگر کچال میں پانی اونٹ پر لا دلا دے گا اور بیچے گا تو تمام من حامل کا ہو گا اور عامل پر اونٹ اور کچال کی اجرت مثل لازم ہوگی اور اسی طرح اگر جال یا شکار کرنے کے واسطے اس شرط پر کہ جس قدر شکار حاصل ہو گا وہ دونوں میں نصف نصف ہے تو من قدر شکار ملے گا وہ شکار کرنے والے کا ہے اور جال کی اجرت مثل اس پر واجب ہوگی اور اگر گائے یا مرغیاں دوسرے شخص کو چرانے کے واسطے دیں

سے تفسیر یعنی بیادہ اور طحاوی نے دلا یعنی جو بیادہ کہ پینے والے کو اس کے پیے ہوئے گئے ہیں سے دیا جائے بطور اس کی اجرت کے

اس شرط پر کہ جس قدر دودھ اور اٹھے ہوں وہ دونوں میں نصف نصف میں تو اجارہ فاسد ہے دودھ اور اٹھے مالک کے ہیں اور چرانے والے کو چرائی کی اجرت مثل ملے گی اور اگر اس نے اپنا چارہ دیا تو اس کی قیمت پادے گا اور نصف نصف ہونے کا حیلہ یہ ہے کہ نصف گالیوں اور مرغیوں کو اس کے ہاتھ بیچ ڈالے اور ثمن معاف کر دے تو اب جو پیدا ہو گا وہ دونوں میں نصف نصف ہو گا ایک شخص کا دیون ہے دوسرے شہر میں سو اس نے مزد دے کے کہا کہ اس کے پاس جا اور میرا مال حاصل کر پھر جب مال مذکور لادے گا تو تجھ کو دس درم دوں گا اسی مال سے پھر وہ گیا اور مال لایا تو مزدور کی اجرت مثل واجب ہوگی اور دس درم کا اشتراط مال مقبوض سے شرط فاسد ہے اس واسطے کہ معنی قفیز طمان ہے کذا فی العالمگیر یہ ہم جمیع مسائل مذکورہ قفیز طمان میں داخل ہیں والھیلة ان لیفرزلہ الاجرا ولاوی قفیز ابلاتعین ثم یعطیه قفیزاً منہ فجزا اور مسائل متین کے جواز کا حیلہ یہ ہے کہ اس کی اجرت پہلے سے جدا کر دے یعنی مالک کو سوت اور مال کو طعام قبل از نیج و حمل دے یا قفیز طمان کی صورت میں ایک قفیز انا اجرت مقرر کرے بلا تعین یعنی یوں نہ کہے کہ اس گیدوں کا انا پھر اس کو ایک قفیز انا اس کے پیسے آٹے سے دے م اس واسطے کہ جب انا معین گیدوں کی طرف منسوب نہ ہو تو مستاجر کے ذمہ پر دین واجب ہو اور اجرت کا جس طرح مشارالہ ہونا چاہیے اسی طرح اس کا دین فی الذمہ ہونا بھی جائز ہے پھر جب کہ یہ جائز ہو تو مستاجر کو اختیار ہے کہ اسی گیدوں کے آٹے سے اجرت مذکورہ دے کذا فی العالمگیر من الجیلا ولو استاجرہ لعیل لہ نصف ہذا الطعام بنصف الاخر لا اجرا لہ اصلا لیسر درتہ شریکا اور ایک شخص سے اجارہ کیا اس کا کہ مالک کا یہ نصف غلہ لادے بعض نصف ثانی کے تو اجیر کے واسطے اصلا اجرت نہیں یعنی نہ اجر کسی نہ اجر مثل بسبب ہو جانے اجیر کے شریک م صورت اس کی یہ ہے کہ مثلاً زید کا من بھر یعنی چالیس سیر غلہ ہے اس نے خالد سے کہا کہ میں سیر لادے چل اور میں سیر باقی اپنی اجرت میں لے سو اس نے پورا من لادو اس کی کچھ مزدوری ثابت نہ ہوگی کیونکہ خالد نے زید کا شریک ہو گیا زیدی نے کہا اور جو شخص اس غلہ کو لادے جو اس میں اور اس کے غیر میں مشترک ہے وہ مستحق اجرت نہیں ہوتا اس واسطے کہ جو مثل اپنے شریک کے واسطے کرے گا تو بعض عمل اپنی ذات کے واسطے بھی واقع ہو گا لہذا مستحق اجرت نہ ہو گا واما استنکالہ للذی اصاب عند العصف اور جو زیدی نے مسئلہ مذکورہ میں حکما بیان کیا ہے مصنف نے اس کا جواب دیا ہے یعنی اپنی شرح میں ہم زیدی نے اس مسئلہ میں دو اشکال مذکور کیے ہیں اشکال اول یہ کہ اجارہ تو فاسد ہے اور حالانکہ اجارہ صحیح میں اجرت نہیں ہوتی تو یہاں بلا تسلیم اور بلا شرط تعجیل کیونکہ اجیر مالک ہو گا یعنی جب اجیر مالک نہ ہو تو شریک کیونکہ ہو گا اشکال ثانی یہ کہ عدم استحقاق اجرت اور ملک میں منافات ہے پھر جب اجرت مستحق اجرت نہ ہو تو کون سبب سے مالک ہو گا مصنف نے اول اشکال کا جواب یوں دیا کہ صورت مسئلہ تعجیل اجرت میں مفروض ہے اور تعجیل اجرت سے فی الحال ملک ثابت ہوتی ہے جیسے اشتراط تعجیل سے ملک ثابت ہوتی ہے اور اشکال ثانی کا یوں جواب دیا کہ ملک فی الحال اور عدم استحقاق میں منافات نہیں اس واسطے کہ ملک فی الحال کا مطلب یہ ہے کہ ابتدا میں اجیر اجرت کا مالک ٹھہرتا ہے بموجب عقد اور تسلیم اجرت کے اور عدم استحقاق کا مطلب یہ کہ اجرت کا مستحق نہیں ہے بطلان عقد کے سبب سے قبل از عمل باوجود مالک ہو جانے اجرت کے تسلیم سے کیونکہ وہ شریک ہو گیا مالک کا غلہ میں قبل ایفاء معقود علیہ کے تو دونوں مطلبوں میں تنافی نہ ہوئی بلکہ اول مودی ہے ثانی کی طرف انتہی لیکن اس جواب میں خلل یہ ہے کہ یہ عقد فاسد ہے اور فاسد میں بدون عمل کے اجرت واجب نہیں ہوتی اور حالانکہ ہنوز عمل واقع نہیں ہوا اور یہ بھی ہے کہ تعجیل نہیں ہو سکتی بدون جدا کر دینے اجرت کے اور حالانکہ یہ واقع نہیں لہذا بعضہ فضلہ نے کہا کہ ملک فی الحال کا کلام علی سبیل الفرض والتقدیر واقع ہوا ہے تو تقدیر کلام یوں ہے کہ اگر صورت مفروضہ میں اجرت واجب ہوتی تو اجیر مالک ہوتا اجرت کافی الحال تعجیل سے کذا فی الطحاوی مختصر اذ قال صر حوا بان دلالة النص لا عموم لها فلا یخص عنہا شیء بالعصف کا زعمہ مشائخ بلخ مصنف نے اپنی شرح میں کہا اور علما نے تصریح کی ہے کہ دلالتہ النص میں عموم نہیں تو دلالتہ النص سے کسی چیز کی تخصیص نہ ہوگی جیسا کہ مشائخ بلخ نے گمان کیا ہے ہم زیدی میں ہے کہ مشائخ بلخ اور نسفی نے عمل طعام کو بعض محمول اور نیج کو بعض منسوج کی اجرت پر جائز رکھا ہے اپنے اہل بلاد کے تعامل اور رواج کے سبب سے اور جو اس کو جائز نہیں جانتا وہ اس کو قفیز طمان پر محمول کرتا ہے حالانکہ قیاس متروک ہو جاتا ہے تعارف سے اور اگر یوں کہیے کہ عدم



جواز بطریق قیاس کے نہیں بلکہ تفسیر طحان کے نص اس کو شامل ہے باعتبار دلالت کے تو نص مخصوص ہو جاتی ہے تعامل ایہ عرف سے کیا تو نہیں جانتا ہے کہ استصناع میں قیاس متروک ہے اور قواعد شرعیہ سے اس کی تخصیص ہو گئی ہے تعامل کے سبب سے اور ہمارے مشائخ اس تخصیص کو جائز نہیں رکھتے اس واسطے کہ یہ ایک اہل شہر کا رواج ہے اور اس سے حدیث تفسیر طحان کی مخصوص نہیں ہو سکتی بخلاف استصناع کے کہ اس کا رواج جمیع بلاد میں ہو گیا ہے اور ایسے روایات سے البتہ قیاس متروک ہو جاتا ہے اور حدیث اور اثر مخصوص ہوتا ہے انتہی اور عنایہ میں ہے اگر کوئی کہے کہ ہم قیاس کو ترک نہیں کرتے بلکہ دلالت انص سے بعض مافی معنی تفسیر طحان کو تعارف اور رواج کے سبب سے مخصوص کرتے ہیں چنانچہ مشائخ بلخ نے ثیاب میں تخصیص کی ہے اپنے شہر کے رواج سے یہی کہتا ہوں دلالت انص میں عموم ہی نہیں کہ اس کو مخصوص کیجیے کذا فی الطحاوی او استاجر خبرنا فی الخبر کہ کذا فی تفسیر دقیق الیوم بدرہم فسدت عند الامام لجمعہ من العمل والوقت ولا ینزع لاحد بما فیقضي الی المنازعة معنی لو قال فی الیوم ادخل ان تفرغ منه الیوم جازت اجماعا یا تاں پڑے اجارہ کیا کہ اس کو اتنے آٹے مثلاً ایک تفسیر بھرتے کی آج روٹی پکاوے ایک درم کی مزدوری پر تو اجارہ فاسد ہے امام کے نزدیک بسبب ملا دینے مستاجر کے عمل اور وقت کو اور دونوں میں ایک امر کو ترجیح نہیں تو جھگڑا ہو گا تو اگر بجائے الیوم کے فی الیوم کہے یا اس شرط پر اجارہ کرے کہ اجیران پڑی سے آج فراغت پاوے تو اجارہ جائز ہو گا باتفاق امام اور صاحبین کے ہم جب عمل اور وقت میں اجتماع ہو تو دونوں اجارہ کی لیاقت رکھتے ہیں اور کوئی ان میں سے ادلی نہیں تو بہالت باعث نزاع مفسد عقیدہ ہے اور اگر فی الیوم کہے گا تو وہ طرف ہو گا اور منظور طرف کا مستغرق نہیں ہوتا تو گویا یوں کہہا کہ اگر بعض یوم میں تو فراغت ہو تو یہ قول تعبیل کا مفید ہے تو تاں پڑی ہی معقولہ دلیل ہے بخلاف لفظ الیوم کذا فی العناہ مختصراً او ارضاً بشرط ان یتنہا ای یحترق یا یتنہا ای یحترق انہما رب العظام او لیسر قتما بقاء اثر ہذا الافعال لرب ارض فلو لم یبق لم یفسد یا زمین اجارہ لی اس شرط پر کہ مستاجر اس کو دوبار جوتے یا اس شرط پر کہ زمین کی بڑی نہروں کو کھودے اور صاف کر دے یا زمین میں مستاجر پانس ڈالے تو اجارہ فاسد ہے بسبب باقی رہنے ان کاموں کے اثر کے مالک زمین کے واسطے تو اگر ان کا کچھ اثر باقی نہ رہے تو اجارہ فاسد نہ ہو کام دوبار جوتے سے مراد یہ ہے کہ ایک بار مستاجر اپنی زراعت کے واسطے جوتے اور دوسری بار مدت اجارہ کے بعد پھر جوت دے اور انہما رب العظام کی قید اس واسطے لگائی کہ جہاں ول یعنی تالیوں کے کھودنے کی شرط زراعت مستاجر کے سینچنے کے واسطے مفسد اجارہ نہیں اور اس کا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جو شرط اجارہ کی مناسب ہو وہ مفسد نہیں اور اجارہ ارضی کا فقط مستاجر کی منفعت کے واسطے ہوتا ہے تو جس فعل سے فقط مستاجر منفع ہو چنانچہ جوتنا اور بونا اور سینچنا تو وہ مناسب عقد ہے اور جس فعل سے فقط مستاجر کو فائدہ ہو نہ مستاجر کو وہ شرط مخالف عقد ہے اور وہی مفسد اجارہ ہے چنانچہ نہر عظیم کا کھودنا اور مدت اجارہ پانس ڈالنا اور زمین کو جوت کر موجد کو دینا کذا فی الطحاوی او بشرط ان یزیر عسا بزرراۃ ارض اخری لما کبھی ان الجنس بالفراہہ جرم النساء یا اس شرط سے اجارہ لیا کہ مستاجر زمین میں زراعت کرے دوسری زمین کی زراعت کی اجرت پر یعنی اجرت زراعت یہ مقرر ہو کہ موجد مستاجر کی زمین میں زراعت کرے تو اجارہ فاسد ہے اس واسطے کہ اگے مذکور ہو گا کہ فقط اتحاد جنس یعنی بلا تحقیق مقدار تاخیر کو حرام کر دیتا ہے ہم مراد یہ ہے کہ ایک نوع کا اجارہ دوسرے جنس نوع سے چنانچہ اجارہ سکے کا سکے سے اور رکوب کا رکوب سے فاسد ہے اور شارح کی تعلیل میں اعتراض یہ ہے کہ حرمت تاخیر کی مقدار میں ہے اور یہاں مقدرات میں گفتگو نہیں تو بہتر تعلیل یہ ہے کہ اجارہ خلاف قیاس جائز ہوا ہے حاجت کے واسطے اور متحد الجنس والمنفعت کے اجارہ میں کچھ حاجت نہیں تو اپنی اصل پر ناجائز باقی رہا بخلاف مختلف الجنس اور اتحاد جنس میں اگر استیفاء منفعت ہو گا تو ظاہر الروایۃ میں اجرت مثل واجب ہوگی کذا فی الزیلعی تبصرہ و قولہ فسدت جواب الشرط ہو قولہ ولودفع الخ اور تاں کا یہ قول یعنی فسدت کا لفظ جواب ہے اس شرط کا یعنی ولودفع غزلاً الخ کا یعنی شرط مذکور اور اس کے جمیع مطوفات کا جواب ہے وصحت لو استاجر با علی ان یکیر یہاں نیز عسا او لیسقیہا ویزرہا لانہ لیسقیہا العقد اور اجارہ صحیح ہے اگر زمین اس شرط پر اجارہ کی کہ مستاجر اس کو جوتے اور بوندے یا اس کو سینچے اور بوندے اس واسطے کہ اس شرط کو عقد مفقظی ہے

ولو استاجرہ لمحل طعام مشترک بینہما فلا اجر لہ لانہ لا یعمل شیئا الا و یقع بعضہ لنفسہ ولا یتحق الاجر اگر ایک شریک نے دوسرے شریک سے اجارہ کیا اس غلہ کے لانے کا جو دونوں میں مشترک ہے تو اس کے واسطے کچھ اجرت نہیں اس واسطے کہ شریک اجیر کوئی چیز محل میں نہ لادے گا مگر کہ بعض عمل خود اجیر کے واسطے واقع ہوگا تو اس واسطے اجرت کا مستحق نہ ہوگا اور اگر شریک کی ناؤ یا خارجی طعام مشترک کے واسطے اجارہ لے تو صحیح ہے اور اگر اس کے غلام یا جانور کو اجارہ لے تو صحیح نہیں کذا فی الولو لوجیہ کہ اس استاجر المرین من المثلین فانہ لا اجر لہ لتعود بملکہ جس طرح اس میں اگر مرہون کو کرایہ سے مرہون سے تو مرہون کے واسطے اجرت نہیں بسبب فائدہ لینے اس کے اپنی ملک سے م حقیقت اجارہ یہ ہے کہ تملیک منافع بعض ہو اور مرہون تو منافع مرہون کا مالک نہیں جو تملیک کا مالک ہو اور اس اور مرہون بسبب تعلق حق مرہون کے مرہون میں تصرف نہیں کر سکتا پھر جب حق مرہون کا اجارہ دینے سے باطل ہو گیا تو وہ اپنی ملک سے منفعہ ہوا دینے سے سبب سے دلی جواب الفتاویٰ لو استاجر حمارا فدخل المویج مع بعض اصدا قارۃ الحمام لا اجر علیہ لانہ یتزدد بعض المعقود علیہ وہو منفقۃ الحمام فی المدۃ ولا یتقطعی من الاجر لانہ لیس بمعلوم اور جواب الفتاویٰ میں ہے اگر حمام اجارہ لیا سو مویج اپنے بعض احباب کے ساتھ حمام میں داخل ہوا یعنی نہانے کے واسطے تو مویج پر اجرت ثابت نہ ہوگی اس واسطے کہ بعض معقود علیہ یعنی حمام کی منفعت مدت کے اندر خود واپس لے گا اور کوئی چیز اجرت سے ساقط نہ ہوگی اس واسطے کہ بعض معقود علیہ معلوم نہیں استاجر ارضاً لم یزکرها او فی شئی یزکرها فسدت الا ان یعم بخلاف الدار لو قود علی السکنی کامر میں اجارہ لی اور یہ بیان نہ کیا کہ اس میں نہ رست کرے گا یا کون چیز کی زراعت کرے گا تو اجارہ فاسد ہوگا مگر یہ کہ مستاجر تعیم کرے اس طرح کہ جو چیز چاہوں گا بوڑوں کا تو فاسد نہ ہوگا بخلاف اجارہ وار کہ اس میں جہالت مفسد اجارہ نہیں بسبب واقع ہونے عقد کے سکنی پر اور سکنی مختلف چیز نہیں چنانچہ اول باب میں مذکور ہو چکا واذ فسدت فزکرها فمضی الاجل ما یصحی قلمہ کسی استئمانا کذا لولم یض الاجل لا ارتفاع الجہالت بالزراعت قبل تمام العقد قلت فلو حذف قولہ فمضی الاجل کقافی خان فی شرح الجامع لکان اولیٰ اور اجارہ مذکورہ جب کہ فاسد ہو چکا پھر مستاجر نے کوئی چیز بادی سودت اجارہ منقضی ہو گئی تو اجارہ صحیح ہو گیا اور اس کے واسطے اجرت بطریق استئمان کے لازم ہوگا اور اسی طرح اگر مدت منقضی نہ ہوگی تو بھی اجارہ صحیح ہو جائے گا بسبب دور ہو جانے جہالت کے زراعت کرنے سے قبل تمام ہونے عقد یعنی قبل از مدت میں کہتا ہوں تو اگر مصنف اپنا یہ قول یعنی نفسی الاجل کو حذف کرتا جس طرح قاضی خاں نے شرح جامع میں حذف کیا ہے تو بہتر ہوتا تھا طحاوی نے کہا کہ اگر شارح بجائے تمام العقد تمام المدۃ کہتا تو بہتر ہوتا وان استاجر حمارا لی بغدا و ولم یسم حمله فمضی الاجل و فسد الحمار لم یضمن لفساد الاجارۃ فالعین امانۃ کانی الصیغۃ اور اگر گدھا بغداؤ نک کر لیا اور بوجہ بیان نہ کیا کہ کتنا پھر اس پر عمل معقولہ لاداسو گدھا مر گیا تو مستاجر پر ضمان نہیں بسبب فاسد ہونے اجارہ کے تو عین یعنی اجارہ کی چیز امانت ہے جیسے اجارہ صحیحہ میں امانت ہے م بہتر تعلیل مسئلہ یہ ہے کہ عمل معقولہ میں اس واسطے نادان نہ لازم آیا مطلق اذن معقولہ کی طرف منصرف ہے اور گدھا امانت اس واسطے ہوا کہ اذن مالک مقبوض ہوا اور اس کا خلاف امر نہ پایا گیا تو نادان کی کیا وجہ ہے فان بلغ فله المسمی الامر فی الزراعتہ پھر اگر گدھا لاد کر بغداؤ میں پہنچا تو اجرت ثابت ہوگا اس دلیل سے جو زراعت میں گندگی یعنی جہالت مرتفع ہو گئی قبل از تمام عقد فان تنازعا قبل الزرع فی مسئلۃ الزراعتہ او العمل فی مسئلۃ فحنت الاجارۃ دفعا للفساد و لقیامہ بعد پھر اگر دونوں میں نزاع واقع ہو اکھیت ہونے سے پہلے زراعت کے مسئلہ میں یا عمل میں نزاع واقع ہو ہمارے اسی مسئلہ میں تو اجارہ فسخ کر ڈالا جائے دفع فساد کے واسطے بسبب قائم ہونے عقد کے منہوز استاجر و انتہ تم جدد الاجارۃ فی بعض الطرق دجب علیہ اجیر مارکب قبل الانکار ولا یجب لما بعدہ عند ابی یوسف لانہ بالحد و صار غاصبا والاجر والضممان لا یتیمان وعند محمد یجب المسمی در رد کا نہ لا قول الامام جانور اجارہ لیا پھر اجارہ کا انکار کیا کچھ راہ چل کر تو مستاجر پر بقدر اس مسافت کے جس میں وہ سوار رہا قبل انکار کے اجرت لازم ہوگی اور بعد اس مسافت کے اجرت واجب نہ ہوگی ابویوسف کے نزدیک اس واسطے کہ مستاجر انکار اجارہ سے غاصب ہو گیا تو اس پر نادان لازم ہوا اور اجرت اور تادان مجتمع نہیں ہوتے اور محمد کے نزدیک تمام اجرت واجب ہے کذا فی الدرر



شاید کہ اس مسئلہ میں امام کا کوئی قول نہیں ہے ہم طحاوی نے کہا مراد یہ ہے کہ انکار اجارہ کے بعد گواہ قائم ہوں چنانچہ کلام فقہا اس پر دلالت کرتا ہے فی الاشباہ  
 قہر الشوب لمجود فان قبلہ لا یجوز الا لا یدکذ الصباغ والنساج اور اشباہ میں ہے کہ دھو بی نے دھونے سے انکار کیا پھر کپڑا دھوا یعنی مقرر ہو کر تو اگر کپڑا اس نے دھویا  
 یا انکار سے پہلے تو دھو بی کی اجرت ہے اور نہیں تو اجرت نہیں اور یہی حکم ہے رنگریز اور جولاہے کا مگر یعنی اگر رنگریز نے کپڑا رنگا انکار سے پہلے تو اجرت ہے  
 اور اگر بعد انکار کے رنگا تو صاحب ثوب مختار ہے چاہے کپڑا لے اور اس قدر قیمت دے جس قدر رنگت نے کپڑے کی قیمت زیادہ کر دی اور چاہے رنگیں کپڑا  
 نہ لے اور سفید کپڑے کی قیمت کا نادان رنگریز سے بھرے اور جولاہے نے اگر قبل انکار کپڑا لیا تو اس کی اجرت ہے اور اگر بعد انکار بنا تو اجرت نہیں تو کپڑا جولاہے کا ہے  
 اور اس پر سوت کی قیمت ہے کذا فی الولو لجیہ اور اس بیان سے اشباہ اور شارح کا اجمال مفصل ہو گیا اجارۃ المنفعة بالمنفعة مجوز اذا اختلفا جنسا  
 کا نتیجہ اسکی دار بزرگہ ارضی اجارہ ایک منفعت کا دوسری منفعت سے جائز ہے جب کہ دونوں منفعتیں مختلف الجنس ہوں جیسے اجارہ لینا گھر کی سکونت کا زمین  
 کی زراعت کے عوض فاذا اختلفا لا یجوز کا اجارۃ اسکی بالکئی واللبس باللبس والركوب بالركوب ونحو ذلک لا تقر ان الجنس بالفراہہ بحرم النساء فجب اجازت  
 باستیفاء النفع کا مرفس والعقد اور جب کہ دونوں منفعتیں متحد الجنس ہوں جیسے اجارہ سکنی کا سکنی سے اور لباس کا لباس سے اور سواری کا سواری سے اور  
 مانند اس کے اس واسطے کہ متحقق ہو چکا ہے کہ جنس فقط بذات خود بلا تحقق مقدار ادھار کو حرام کر ڈالتی ہے تو استیفاء منفعت سے اجرت مثل واجب ہوگی چنانچہ  
 مذکور ہو چکا بسبب فاسد ہونے عقد کے استا جہرہ لیصد لہ اور یطلب لہ فان وقت لذلک وقتا جاز ذلک ٹھیکہ مقرر کیا ایک شخص سے تا مستاجر  
 کے واسطے شکار کرے یا لکڑیاں اس کے واسطے لادے تو اگر اس کے واسطے کوئی وقت مقرر کیا تو یہ ٹھیکہ جائز ہے ہم چنانچہ صبح سے شام تک شکار کے واسطے مقرر  
 کیا تو جائز ہے اس واسطے کہ یہ منفعت پر اجارہ ہے اور وہ تسلیم نفس سے حاصل ہوتا ہے خواہ شکار کرے یا نہ کرے کیونکہ یہ اجیر خاص ہے اور اجیر خاص میں بین  
 وقت ضرور ہے والا فلولم یوقت وعین الخطب نسد اور اگر شکار کے واسطے وقت معین نہ کیا تو اجارہ مذکورہ جائز نہیں اور اگر وقت معین نہ کیا اور لکڑیاں  
 معین کر دیں تو اجارہ فاسد ہے الا اذا عین الخطب وهو ای الخطب ملکہ فمجوز مجتبیٰ وبہ یفتی میر فیہ مگر جب کہ عدم تقرر وقت میں لکڑی معین کر دی اور حالانکہ  
 لکڑی مستاجر کی ملک ہے تو اجارہ جائز ہے کذا فی المجتبیٰ اسی کا فتویٰ دیا گیا ہے کذا فی العیر فیہ یعنی اگر وزن کا ذکر ہو گا تو شکار اور لکڑی مستاجر کی ہوگی اور اجارہ  
 مجع ہو گا یہ فتویٰ حادی میں مذکور ہے اور میر فیہ میں تو عدم جواز ہے اگرچہ یوم مذکور ہو جیسے منع الغفار کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کذا فی الطحاوی فروغ مسائل  
 ملحقہ شارح کے استا جہرۃ لتجزلہ فجز الا کل لم یجز للبیع جاز میر فیہ اپنی زدجہ سے کہا نہ ہمارے کھانے کے واسطے اجرت پر روٹی پکا دے تو جائز نہیں  
 اور بیچنے کے واسطے زدجہ سے روٹیاں پکوائیں تو اجارہ جائز ہے کذا فی العیر فیہ ہم عدم جواز کی وجہ یہ ہے کہ زدجہ کے واسطے زدجہ پر روٹی پکانا واجب ہے باعتبار  
 دیانت کے اس واسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کام بانٹ دیے تھے علی رضی اور فاطمہ زہرا علیہما السلام پر تو گھر کے کام حضرت زہرا پر مقرر فرمائے اور باہر کے  
 کام حضرت رضی پر کذا فی الطحاوی اجرت دار بزرگہ جہا فسکنا فلا اجرا اشباہ و خانیۃ قلت لکن فی حاشیتہا تنویر البصائر عن الضمیرات معربا للکبری قال قاضی خاں  
 ہنا الفتویٰ علی صحیحۃ التبعیتہا فی السکنی فلیحفظ زدجہ نے اپنا گھر زدجہ کو اجارہ دیا پھر دونوں اس گھر میں رہے تو کرایہ نہیں کذا فی الاشباہ و الخانیۃ یعنی اس  
 واسطے کہ سکونت کی منفعت موجود استا جہرہ کو حاصل ہے نہ فقط مستاجر کو میں کہتا ہوں لیکن اشباہ کے حاشیہ تنویر البصائر میں مضمرات سے نسبت بقنا  
 کبری یہ منقول ہے کہ قاضی خاں نے کہا کہ یہاں اجارہ مذکورہ کی صحت پر فتویٰ ہے اس واسطے کہ زدجہ زدجہ کے تابع ہے سکونت میں تو اس اختلاف کو ہا و  
 لکھنا چاہیے ہم طحاوی نے کہا کہ خانیۃ یعنی فتادی قاضی خاں میں تو عدم جواز مذکور ہے شاید کہ فتویٰ جواز کا شرح جامع صغیر یا شرح زیادت میں قاضی خاں نے  
 ذکر کیا ہو اتنی اور یہ بھی احتمال ہے کہ عدم جواز کا قول ظاہر الروایۃ ہو اور جواز کا قول مفتی بہ ہو واللہ اعلم وجاز اجارۃ الماشیۃ لتزین العروس ان ذکر العمل والمدة بزمانہ  
 اور جائز ہے اجارہ مشاطہ کنکسی کرنے والی کا ولھن کے سنگار کے واسطے اگر عمل یا مدت مذکور ہو کذا فی البزازیۃ ہم شربلال نے شرح و بہانہ میں کہا عمل و

کا دوا معنی اوستے و جاز اجارۃ القنات والنهر مع الماء یعنی معمول السبوی مضمرات اور جائز ہے اجارہ کاریز اور نہر کا پانی کے ساتھ اسی قول کا فتویٰ ہے عموم حاجت کے سبب سے کذا فی المضمرات ہم پانی کا اجارہ جائز نہیں قیاس میں اس واسطے کہ استملاک عین پر عقد وار ہے اور حالانکہ اجارہ ہوتا ہے منافع عین پر نہ استملاک عین پر لیکن عموم حاجت کے سبب سے اجارہ مذکورہ پر فتویٰ ہوا ہے ۴

**باب ضمان الاجیر** | یہ باب ہے مزدور کے تاوان کے احکام میں الاجیر علی ضربین مشترک و خاص مزدور و قسم پر میں ایک اجیر مشترک اور دوسرا اجیر خاص الاول من العمل للعامة لا الواحد كالحياط ونحوه تاوان یعنی اجیر مشترک وہ ہے جو سب کا کام کرے فقط ایک شخص کا نہ کرے جیسے درزی اور سانداس کے چنانچہ رنگریز اور دھوبی کہ بہت شخصوں کے کپڑے دھوتا ہے فقط ایک شخص کے اور عمل لہ عملاً غیر موقت کان استاجره للخياطه فی بیتہ غیر مقید بمدة کان اجیر مشترک تاوان لم یعمل لغيره یا اجیر مشترک وہ ہے جو ایک شخص کا کام کرے بلاتعین وقت چنانچہ مستاجر نے درزی کو سینے کے واسطے رکھا اپنے گھر میں بلا تعین مدت تو اس صورت میں درزی اجیر مشترک ہوگا اگرچہ درزی غیر مستاجر کا کام نہ کرے اور موقتاً بلا تخصیص کان استاجره لمری غنمہ شہر ابد رہم کان مشترک الا ان یقول دلاترکی غنم غیری و سیف یفصح یا اجیر مشترک وہ ہے جو مثل موقت بلا تخصیص کرے چنانچہ ایک شخص کو اجارہ لیا اپنی بھیڑ بکریوں کے چرانے کے واسطے ایک مہینہ درم کی مزدوری پر تو عدم خصوصیت مستاجر سے وہ اجیر مشترک ہو گیا مگر یہ کہ مستاجر اجیر سے یوں کہے کہ نہ پرائیو میرے سوا اور شخص کی بکریوں کو اور نگے یہ ظاہر ہو گا دنی جو اہر الفتاویٰ استاجر جائز کا لیسج ثواباً ثم اجر الحاکم نفسه من آخر للنسج مع کلا العقدین لان المعقد وعلیه العمل لا المنفعة اور جو اہر الفتاویٰ میں ہے کہ جولا سے کو اجارہ لیا تاکہ کپڑا بنے پھولس جولا سے نے اپنی ذات کا دوسرے شخص سے اجارہ کیا تو دونوں عقدیں صحیح ہیں اس واسطے کہ معقد وعلیه عمل ہے نہ منفعت ولا یشترک المشترک الاجیر حتی یعمل کالتقصار ونحوه کفالت وعمال و دلال اور اجیر مشترک اجرت کا مستحق نہ ہو گا جب تک عمل نہ کرے چنانچہ دھوبی اور سانداس کے چنانچہ پریٹنے والا اور بوجھ لاونے والا اور دلال دلہ خیار الرودیہ فی کل عمل مختلف باختلاف العمل مجتبیٰ اور اجیر مشترک کو دیکھنے کے بعد اختیار ہے ہر ایک اس عمل میں جو مختلف ہو جائے محل کے بدلنے سے کذا فی المجتبیٰ ہم مجتبیٰ میں ہے کہ دھوبی سے ثوب مردے کے دھونے کی شرط کی ایک درم کی اجرت پر اور وہ راضی ہو گیا پھر جب دھوبی نے کپڑا دیکھا تو بولے لا میں راضی نہیں تو یہ اس کو جائز ہے اور اسی طرح درزی کا حکم ہے اور اصل یہ ہے کہ جو کام کہ مختلف ہو جاتا ہو محل کے اختلاف سے اس میں خیار الرودیت ہے محل کے دیکھنے کے بعد اور جو مختلف نہیں اس میں اجیر کو اختیار نہیں چنانچہ معین گیوں کا گیل کرنا یا مستاجر کے غلام کی عجا کذا فی المنع ولا یضمن مالک فی یدہ وان شرط علیہ الضمان لان شرط الضمان فی الامانة باطل کالمودع و بیہفتی کافی مامۃ المتعبرات و بیہزم اصحاب الشون فکان ہو للمذہب خلافاً للاشباہ اور اجیر مشترک پر تاوان لازم ہوگا اس چیز کا جو اس کے پاس تلف ہو جائے اگرچہ اس پر تاوان دینے کی شرط ہو گئی ہو اس واسطے کہ تاوان شرط کرنا امانت میں باطل ہے جیسے محافظ دلیت پر شرط تاوان باطل ہے اور اسی قول کا فتویٰ ہے چنانچہ اکثر کتب معتبرہ میں ہے اور اسی قول پر مصنفین متون نے یقین کیا ہے تو یہی مذہب ٹھہرا برخلاف اشباہ ہم اشباہ میں ہے کہ اگر تاوان مشروط ہو تو اجیر مشترک پر بالاجماع تاوان ہے انتہی امام کا یہی مذہب ہے کہ اجیر مشترک پر ضمان نہیں خواہ ایسے سبب سے تلف ہو جو جس سے چنانچہ ممکن ہو چنانچہ سرقت یا ممکن نہ ہو چنانچہ آتش زنی اور غارتگری اور یہ قول مروی ہے فاروقی اور مرتضیٰ سے اور صاحبین نے کہا کہ اس پر تاوان ہے مگر جس امر سے احتراز ممکن نہیں وہاں ضمان نہیں اور یہ قول بھی مروی ہے فاروقی اور مرتضیٰ سے زمینی میں ہے کہ صاحبین کے قول پر فتویٰ ہے اس واسطے کہ پیشہ ورد غایب ہو گئے ہیں اور لزوم تاوان سے لوگوں کے اموال محفوظ رہیں گے اور غانیہ اور محیط اور ترمہ میں ہے کہ امام کے قول پر فتویٰ ہے تو اس مسئلہ میں فتویٰ مختلف ٹھہر کذا فی الطحاوی وافتی المتأخرون بالصلح علی نصف القيمة اور متاخرین نے

۱۔ مالکین کے بعد درمختار بطورہ مکتہ دہلی میں ایک عبارت تین سطروں کی لکھی ہے مگر چونکہ متن میں لگے خود مذکور ہے اور دوسرے نسخوں میں نہیں اس لیے زاید جان کچھوڑ دی ۲۔



نصف قیمت پر صلح کر لینے کا فتویٰ دیا ہے ہم ظہیر یہ میں ہے کہ چونکہ ضمان اور عدم ضمان اجیر مشترک میں صحابہ مختلف ہیں لہذا تاثر میں نے نصف قیمت کی صلح پر فتویٰ دیا اتنی بزازی نے کہا اور بعضوں نے زبردستی صلح پر فتویٰ دیا ہے تاکہ دونوں قول پر عمل ہو یعنی جب دس درم کی قیمت والی چیز کی پانچ درم پر صلح ہوئی تو ہر نصف میں ایک قول پر عمل ہوا اس واسطے کہ ایک نصف ساقط ہوا اور ایک واجب کذا فی الطحاوی ویل ان الاجیر مصلی الا یضمن وان بخلافه یضمن وان مستور الحال یومر بالصلح عما دیرہ اور بعضوں نے کہا کہ اگر اجیر مشترک دیندار نیکو کار ہو تو اس پر تاوان نہیں اور کے برخلاف ہو یعنی فاسق بلیاک ہو تو تاوان اس پر ہے اور اگر اس کی نیکو کاری اور بد کاری کا حال مخفی ہو تو صلح کا حکم ہو کذا فی العمداتیہ قلت دہل بکیر علیہ حررتی تنویر البصائر نعم تمت مدتی فی وسط البوادیر تہتقی الاجارة بالبحرین کتا ہوں اور صلح پر کیا زبردستی کی جائے یا نہیں تنویر البصائر میں تحریر کی ہے کہ ہاں زبردستی ہوگی صلح پر یا نہ اس شخص کے کہ اس کی مدت اجارہ پوری ہوگئی سمندر کے درمیان یا جنگل کے بیچ تو اجارہ باقی رکھا جائے گا زبردستی ہم طحاوی نے کہا کہ منع الغفار میں مذکور ہے کہ زبردستی صلح کے قائل یعنی ظہیر الدین نے اپنے اس قول کو ترک کیا ہے اور علماء سمرقند کا فتویٰ جواز صلح پر ہے بلا جبر و یمن مابہلک لبعلمہ کثر لقی الثوب من وقہ وزلق الحال وغرق السفینۃ من مدہ جاز المعتاد ام لا بخلاف الحجام ونحوہ کیا فی العمداتیہ اور اجیر مشترک پر اس کا تاوان لازم ہوگا جو تلف ہو گیا اس کے محل سے جیسے پھاڑنا کپڑے کا دھوبی وغیرہ کے کوٹنے سے اور پاؤں ریشنا حال کا اور ڈوبنا ناؤ کا ملاح کے کھینچنے سے خواہ مکان معتاد سے بڑھا ہو یا نہ بڑھا ہو برخلاف حجام وغیرہ کے چنانچہ آگے مذکور ہوگا کذا فی العمداتیہ ہم غرق کشتی میں کھینچنے کی قید اس واسطے لگائی کہ اگر کشتی آندھی یا سورج یا اس پر کوئی چیز گرنے یا پہاڑ کی ٹکڑے سے غرق ہوگی تو امام کے نزدیک تاوان نہ لازم ہوگا والفرق فی الدرر وغیرہ علی خلاف ما جتہد صدر الشریعہ قتال اور دھوبی وغیرہ اور حجام وغیرہ کا فرق درود وغیرہ میں صدر الشریعہ کے برخلاف بحث کے مذکور ہے سو تامل کرم حاصل تقریر در یہ ہے کہ کپڑے کی مضبوطی اور باریکی سے دھوبی اپنی شکل سے دریافت کر سکتا ہے کہ کپڑا متحمل کوٹے کا ہے یا نہیں لہذا اس کے فعل میں سلامتی شرط ہوئی بخلاف نصد اور حجامت کے کہ وہ قوت طبیعت اور ضعف پر مبنی ہے تو حجام اور فضا واس کو دریافت نہیں کر سکتا لہذا اس کے فعل میں سلامتی شرط نہیں صدر الشریعہ نے شرح وقایہ میں کہا یہ جو فقہائے نے کہا ہے کہ جواہر کے فعل سے تلف ہو تو اس پر تاوان ہے میں کہتا ہوں لائق یہ ہے کہ اس کے فعل سے وہ فعل مراد ہو جس میں مقدار معتاد سے تجاوز واقع ہو گیا ہو چنانچہ حجام کے عمل میں عدم تاوان سے عدم تجاوز من المعتاد مراد ہے لیکن قوی التستانی قول صدر الشریعہ فتنبہ لیکن تستانی نے صدر الشریعہ کے قول کی تقویت کی ہے محیط وغیرہ کا قول نقل کر کے تو خبر وار رہنما شارح نے اس تنبیہ سے اشارہ کیا کہ اس مسئلہ میں اختلاف ہے اور جو تستانی میں محیط وغیرہ سے منقول کیا ہے وہ آسان تر اور لائق تر بشرطیت ہے کذا فی الطحاوی دنی المنیۃ ہذا اذالم یکن رب المتاع اذ وکیل فی السفینۃ فان کان لا یضمن اذالم تجاوز المعتاد لان محل العمل یز سلم الیہ اور مینہ میں ہے کہ یہ یعنی کشتی کے غرق ہونے سے تاوان لازم ہونا اس وقت ہے جب کہ اسباب کا مالک یا اس کا وکیل کشتی میں موجود نہ ہو اور اگر موجود ہو تو ملاح پر ضمان نہ ہوگا جب کہ وہ حد معتاد سے تجاوز نہ ہو گیا ہو اس واسطے کہ محل ملاح کی طرف غیر مسلم ہے یعنی نقطہ اجیری وہاں نہیں بلکہ صاحب متاع یا وکیل اس کا بھی وہاں ہے تو قصور فقط اسی کی طرف منسوب نہ ہوگا دینیہ محل رب المتاع متاعہ علی الدابۃ وریبہا نسا قہا المسکری فخرت وفسد المتاع لا یضمن اجماعاً اور مینہ میں ہے کہ اسباب کے مالک نے اپنا اسباب جانور پر رکھا اور اس پر سوار ہوا پھر اس کو گرایہ کرنے والے نے ہانکا اور وہ ٹھوکر کھا کر گر پڑا اور اسباب تباہ ہو گیا تو اس پر تاوان نہیں بالاتفاق یعنی اس واسطے کہ محل عمل اسی کی طرف مسلم نہیں قلت وقد منامن الاشباہ مغزیا للزیلعی ان الولیعۃ باجر مضمونۃ لیل حفظ میں کہتا ہوں ہم نے اشباہ سے نسبت بذلیع مقدم مذکور کیا ہے کہ وہ بعت بعد من اجرت کے لازم الضمان ہو جاتی ہے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے ہم طحاوی نے کہا اس مسئلہ کی مناسبت اس مقام میں مجھ کو معلوم نہیں ہوتا ولا یضمن بہ بنی آدم مطلقاً من غرق فی السفینۃ او سقط من الدابۃ وان کان بسوقہ او قودہ لان الادوی لا یضمن بالعقل بالجنایۃ ولا جنایۃ الذیہ جو آدمی ناجائز ڈوب گئے ان کا تاوان یعنی دیرت لازم نہیں ہوتی ملاح پر ہر طرح خواہ آدمی صغیر ہو یا کبیر بقول صحیح کذا

فی الزیعی یا آدمی گر پڑا جانور سے تو تاوان نہیں اگرچہ مکاری کے جانور لٹکنے یا کھینچنے سے گر گیا ہو اس واسطے کہ آدمی کا خون بہا عقسے لازم نہیں ہوتا بلکہ جنایت سے لازم ہوتا ہے اور یہاں جنایت نہیں اس واسطے کہ اس کا اذن ہے اس میں یعنی کشتی چلانے اور جانور کے لٹکنے میں وان انکسر ون فی الطريق ان شاء اللہ من الحمال قیمته فی مکان حملہ ولا اجر ادنی موضع الکسر واجره بحسابہ اور اگر شکار راہ میں ٹوٹ پھوٹ گیا اگر مالک چاہے حال سے تاوان لے اس قیمت کا جو ٹوٹنے کی قیمت ہے محل کے مکان میں اور اس کو اجرت مزد سے یا ٹوٹ کے مقام کی قیمت کا تاوان لے اور راہ کے حساب کے موافق اس کی اجرت دے یعنی اگر نصف راہ چل گیا ہو تو نصف اجرت اور اگر ربع راہ چلا ہو تو ربع اجرت دے و ہذا انکسر بطنہ والابان زاحمہ ان اس فاکسر فلان ضمان خلاف الہما اور یہ تاوان اس صورت میں ہے اگر مٹکا اس کے فعل اور کرتب سے ٹوٹا اور اگر ایسا نہ ہو یعنی لوگوں نے اس پر ہجوم کیا ہو پھر وہ ٹوٹ گیا ہو تو محال پر تاوان نہیں بخلاف صاحبین م صاحبین نے کہا ٹوٹنے کے مقام کی قیمت کا تاوان واجب ہے اور اجرت اس کی لازم ہے اور مالک کو اختیار نہ کرے نہیں ہے کذا فی الطحاوی ولا ضمان علی حجام و بزاز ای بیطار و فساد لم یجوز الموضع المعتاد اور تاوان نہیں حجام پر یعنی پھینکے لگانے والے پر اور سلوتری پر اور آدمیوں کی فصد کھولنے والے پر جو مکان معتاد سے تجاوز نہیں کر گیا یعنی جس نے موضع مقرر سے پھینکے لگائے اور نشتر زنی میں تجاوز نہیں کیا اور آدمی یا جانور تلف ہو گیا تو حجام اور جراح پر تاوان نہیں فان جاوز المعتاد ضمن الزیادۃ کلہا اذالم یسلک المحنی علیہ پھر اگر جراح وغیرہ مکان معتاد سے بڑھ گیا یعنی بے موقع اپنے نشتر لگایا تو پوری زیادت کا اس پر تاوان لازم ہو گا جب کہ شخص زخمی ہلاک نہ ہو گیا ہو م طحاوی نے کہا تاوان زیادت کا طریقہ بیان نہ کیا اور شاید کہ سلوتری میں یہ مراد ہو کہ جانور کی قیمت مقرر کی جائے زخم ماذون کے ساتھ پھر اس کی قیمت لی جائے زخم مالک کے ساتھ اور اسی طرح غلام کے فصد اور حجامت میں دونوں طرح قیمت ٹھہرائی جائے اور اگر آزاد ہو تو وہ غلام ٹھہرایا جائے بکیفیت مقدمہ والشدائم وان ہلک ضمن نصف دیتہ انفس تنسبا بما ذون فیہ وغیر ماذون فیہ فی نصف اور اگر زخمی مر گیا تو جان کی نصف دیت کا تاوان پر لازم ہو گا اس واسطے کہ جان کی ہلاکی ہوئی دو فعل سے ایک ماذون دوسرے ماذون تو تاوان نصف نصف ہو گا یعنی مالک کا اذن یہ تھا کہ موضع معتاد میں مثلاً نشتر لگایا جائے پھر جب موضع معتاد سے زیادہ ہو گیا تو یہ غیر ماذون ہے پھر جب دونوں فعل سے ہلاکی ہوئی تو ماذون کا حصہ سا قہ ہو گیا اور غیر ماذون کا تاوان لازم ہو اتم فرع علیہ بقولہ فلو قطع الحنات الحشفۃ وبری المقطوع بحب علیہ دیتہ کا طہ لانہ لا بری کان علیہ ضمان الحشفۃ وہی عضو کامل كاللسان پھر مصنف نے قول سابق پر تفریع اپنے اس قول سے کی تو اگر غتہ کرنے والے نے سپاری کاٹ ڈالی اور شخص مقطوع چنگا ہو گیا تو جراح پر پوری دیت یعنی خون بہا پورا واجب ہوا اس واسطے کہ جب وہ اچھا ہو گیا تو اس پر سپاری کا تاوان واجب ہوا اور سپاری عضو کامل ہے زبان کے مانند م عضو کامل ہے یعنی عضو مقصود ہے جس کا ثانی نہیں نفس میں تو اس کا بدل مقدمہ بدل نفس ہو گا جیسے قطع لسان میں ہے رازی نے کہا کہ یہ عجیب مسئلہ ہے کہ حصول صحت میں تو اکثر واجب ہو اور ہلاکت میں اقل یعنی کذا فی الطحاوی وان مات فالواجب علیہ نصف حصول تلف النفس بغلیین احدہما ماذون فیہ و ہو قطع الحشفۃ فیضمن النصف اور اگر مختون مر گیا تو جرح پر نصف خون بہا واجب ہے بسبب حاصل ہونے ہلاکی جان کے دو فعلوں سے ایک فعل تو وہ ہے جس میں اذن تھا یعنی کھڑکی کا کاٹنا اور دوسرا فعل وہ ہے جس میں اذن نہیں یعنی سپاری کاٹ ڈالنا تو جراح پر اس سبب سے نصف تاوان یعنی نصف دیت لازم ہو گی ولو شرط علی الحجام او نحوہ العمل علی وجہ لا یبری لایصح لانہ لبس فی دسوخہ الا اذا فعل غیر المعتاد فیضمن عادیۃ اور اگر حجام وغیرہ سے اس طرح کا عمل مشروط ہو جو تلف کی طرف نہ پہنچا دے تو یہ مشروط صحیح نہیں اس واسطے کہ یہ بات اس کے اختیار اور قابو میں نہیں مگر جب کہ فعل غیر معتاد کرے گا تو تاوان دے گا کذا فی العادیۃ و فیہا سئل صاحب المیط عن فساد قال لا غلام او عبد افصد فی فصدہ فسادا فانما بسببہ قال تجب دیتہ الحر و قیمتہ العبد علی ما قلہ الفساد لانہ خطا اور عادیۃ میں ہے کہ صاحب المیط سے اس فساد کا حکم پوچھا گیا



جس سے نابالغ آزاد یا غلام نے کہا کہ میری نصد کھول سواس نے نصد معتاد کھولی پھر اس کے سبب سے وہ مر گیا صاحب محیط نے جواب دیا کہ آزاد کا خون بہا اور غلام کی قیمت نصد کی حمایت والی برادری پر واجب ہوگی اس واسطے کہ قتل خطا کی راہ سے ہے یعنی اس واسطے کہ اس نے قتل کا قصد نہیں کیا بسبب عدم مجاوزت فعل معتاد کے و مثل من نصد نا تا و ترک حیات من السیلان قال یجب القصاص اور صاحب محیط سے اس نصد کے حکم کا سوال ہوا جس نے سوتے آدمی کی نصد کھولی اور اس کو بچھوڑا لا بند شش زخم یہاں تک کہ وہ مر گیا خون کے بہنے سے جواب دیا کہ نصد پر قصاص واجب ہے یعنی اس واسطے کہ پھاڑنے والی چیز سے اس کو قتل کیا و الثانی و تہو الاجیر الخاص دیکھی اجیر و جیلہ اور مزدور کی دوسری قسم اجیر خاص ہے اور اس کو اجیر دھند بھی کہتے ہیں یعنی ایک شخص کا اجیر و مومن لعل لواحدا موقت بالتخصیص اور اجیر خاص وہ ہے جو ایک مستاجر کامل موقت کرے تھخیص کے ساتھ ہم مقدسی نے کہا کہ اگر چند شریکوں نے اپنی مشترک مجموع بکریاں چرانے کے واسطے ایک شخص کو نصد دھند مقرر کیا اس شرط پر کہ ہمارے سوا اور کسی کی بکریاں نہ چراوے تو وہ بھی اجیر خاص ہے اور اسی طرح بنازیہ اور محیط میں ہے تو معلوم ہوا کہ مستاجر دھند عام ہے یعنی جو یا محلی اور مل موقت کی قید اس واسطے لگائی تا وہ اجیر نکل جائے جو ایک مستاجر کا کام کرے بلا توقيت چنانچہ خیاط جب کہ ایک شخص کا کپڑا یہ اور سینے کی مدت بکریاں ہو اور تھخیص کی قید سے وہ اجیر خارج ہو گیا ایک شخص کا کام کرے مدت مقرر کر کے اور مستاجر نے اس سے یہ شرط نہ کی ہو کہ میرے سوا کسی اور کا کام نہ کرنا کذا فی الطحاوی

**استحق الاجیر تسلیم نفسه فی المدۃ جوہرۃ وان لم یعمل کمین استوجبر شہر اللی مہ او شہر المرعی الغنم المسمی** اجیر کسی اور اجیر خاص اجرت کا مستحق ہوتا ہے اپنی ذات کی تسلیم سے یعنی مدت میں حاضر ہونے سے کذا فی الجوہرۃ اگر بعد ماضی ہونے کے کام نہ کرے مانند اس شخص کے جو ایک مہینہ نوکر ہو خدمت کے واسطے ایک مہینہ معین بکریاں چرانے کے واسطے معین در ماہ ہے پر ہم خدمت سے مراد مستاجر کی خدمت اور اس کی زوجہ اور اولاد کی خدمت ہے اور خدمت معتاد کا وظیفہ ہے تا وقتیکہ لوگ سوئیں مشاک کے بعد کذا فی الطحاوی بخلاف مالواخرہ لمدۃ بان استاجر لمرعی شہر حیث یكون مشترک الا اذا شرط ان لا یخدم غیرہ دلا میری لغیرہ

بکون خالصا و تحقیق فی الدرر بخلاف اس صورت کے کہ مستاجر مل کو اول ذکر کرے اور مدت کو پیچھے ذکر کرے اس طرح کہ اجیر کو اجارہ لے چرانے کے واسطے ایک مہینہ تو اب وہ اجیر مشترک ہو گا مگر جب کہ مستاجر یہ شرط کرے کہ اجیر کسی کی خدمت نہ کرے سوائے اس کے اور کسی کی بکریاں نہ چراوے سوائے اس کے تو اس تھخیص سے وجود تاخیر مدت اجیر خاص ٹھہرے گا اور تحقیق اس کی در میں ہے ہم در میں یوں مذکور ہے کہ خدمت اور چرانے کا اجیر اس وقت اجیر خاص ہوتا ہے جب کہ عدم خدمت نیز شرط و یا مدت مذکور ہو اور بعد اس کا یہ ہے کہ جب مدت پر اول کلام واقع ہو تو مانع اس کے مستاجر کے واسطے اس مدت میں مخصوص ہو گئے اور نیز کے واسطے مانع کا ہونا منع ہو گیا اور بعد اس کے ذکر خدمت یا چرانے کا احتمال رکھتا ہے کہ مقدم عمل کے واسطے ہو تو وہ اجیر مشترک ہو جائے اور یہ بھی احتمال ہے کہ جو عمل اجیر خاص پر واجب ہے اس کا بیان نوع مدت خاص میں منظور ہو اس واسطے کہ اجیر خاص کی مدت کا اجارہ بلا بیان نوع عمل صحیح نہیں تو پہلا حکم یعنی مدت کا احتمال سے متغیر نہیں ہو سکتا تو وہ اجیر خاص باقی رہے گا جب تک اس کے خلاف کی تھخیص تعیم عمل کی شرط سے نہ ہو تو اب تعیم سے اجیر مشترک ٹھہرے گا اور اگر مدت کو پیچھے ذکر کرے گا تو اب اجیر مشترک ہو گا بدلیل اور انتہی محقر و لیس للخاص ان لعل غیرہ دواعل نقص من اجرتہ بقدر ما مل فتادی النوازل اور اجیر خاص کو نیز کے واسطے عمل کرنا جائز نہیں اور اگر نیز کا کام کرے گا تو اس اجرت سے بقدر اور اس کے عمل کے کم کر ڈالا جائے کذا فی فتادی النوازل وان ہلک فی المدۃ نصف الغنم او اکثر من نصف فلم الا جمرۃ کاملۃ

وامر بری منها شیئا لامر ان المعقود علیہ تسلیم نفسه جوہرۃ دظاہر التعلیل بقاؤ الاجرۃ لو ہلک کما وہ صرح فی العمادیۃ اور مدت اجارہ میں آدمی یا زیادہ بھیڑ بکریاں ہلاک ہو گئیں تو اجیر کی پوری مزدوری ثابت ہے جب تک کہ بعض کو ان میں سے چراوے اس واسطے کہ مذکور ہو چکا کہ معقود علیہ تسلیم نفس اجیر خاص ہے نہ عمل کذا فی الجوہرۃ دظاہر تعلیل ہے کہ پوری اجرت باقی ہے اگر سب بکریاں ہلاک ہو جائیں اور اسی کی تصریح کی ہے عمادیہ میں ہم یعنی جب معقود علیہ تسلیم نفس ہوا نہ عمل تو بعض یا ل کا ہلاک ہونا برابر ہے اور یہی قول متنون اور ذلیعی کے موافق ہے تو یہ قول جوہرہ کی تفسیر ہلاک بعض پر مقدم ہے ولا یضمن بالہک فی یدہ او لعلہ

سلہ قولہ اجیر و حد قال فی الغنم اجیر الوحد علی الاضافۃ بخلاف الاجیر الشترک فیہ من الوحد بمعنی الوجید و معناه اجیر المستاجر الواحد و فی معناه الاجیر الخاص و لو حرک الفاء یصح لانه لقال جمل و حد فتنہ کی منقولہ

کثر فی الثوب من وقہ الافانہم الفساق فیمن کالموع او اجیر خاص تاوان اس کا دوسے جو اس کے ہاتھ میں یا اس کے گل سے تلف ہو گیا جیسے پھٹنا کپڑے کا اس کے کوٹنے سے مگر جب کہ وہ قصداً بگاڑے تو تاوان دے امانت دار کے مانند و صورت تعدد فساد ہم عدم تاوان اس وقت ہے جب کہ گل معتاد ہو اور اگر بکری کو ایسا مارے کہ اس کی کھوپری پھوٹ جائے یا پاؤں ٹوٹ جائے تو تاوان ادا ہے گا اس واسطے کہ ضرب چرانے کی عقد میں داخل نہیں اور چرانے کا لکھار نے اور ضرب خفیف سے بھی ہو سکتا ہے ثم فرع علی ہذا الاصل بقولہ فلا ضمان علی نظر فی صبی ضلع فی یدہ ما اوسرقت ما علیہ من الحلی لکونہا اجیر و حدیچہ معنف نے اس قاعدہ پر تفریع کی اپنے اس قول سے تو تاوان نہیں دایہ پر اس رٹ کے میں جو اس کے پاس ضائع ہو گیا یا جو زیور اس پر متحدہ چور ہو گیا اس واسطے کہ دایہ اجیر خاص ہے ہم اجیر خاص اس وقت ہے جب کہ مستاجر کے گھر رہتی ہو اور اگر اپنے گھر رٹ کے کو لے گئی ہو تو اجیر مشترک ہے یہی قول صحیح ہے کذا فی الاتقانی و کذا فی الضمان علی حارس السوق و حافظ الخان اور اسی طرح تاوان نہیں بازار کے چوکیدار اور مسافر خانہ کی محافظت کرنے والے پر ہم چوکیدار اور محافظ فقیہ ابو جعفر کے نزدیک اجیر خاص ہے اور صاحب محیط کے نزدیک اجیر مشترک ہے لیکن ذخیرہ میں ہے کہ اول قول پر فتویٰ ہے کذا فی الحموی من اجیر جندی و صحیح تروید الاجر بالتردید فی العمل کان خطیہ فارسیا فبدیم اور دمیاء بدیمین اور اجرت کی تردید صحیح ہے عمل میں تروید کرنے سے چنانچہ مستاجر کا خیاط سے یوں کہنا کہ اگر تو قبلاً مثلاً بطور فارسیوں کے یہے گا تو ایک دم اجرت ہے اور اگر تو رومیوں کے طرز پر یہے گا تو دو دم اجرت ہیں ہم تروید اس واسطے صحیح ہوئی کہ مستاجر نے عمل کی دو معین قسموں کو ذکر کیا اور ہر ایک کی اجرت علیحدہ بیان کر دی تو جہالت باقی نہ رہی و زمانہ فی الاول کذا بخلاف المعنف ملحقاً بمرشد و سیف و ازمان عمل کی تردید صحیح ہے اول میں اسی طرح ہے معنف کے خط سے متن کے ساتھ ملحق اور معنف نے اس قول کی منع الغفار میں شرح نہیں کی اور تروید زمانی کا مطلب آگے واضح ہو گا یعنی قولہ والحمل کی شرح میں ہم یعنی قولہ و زمانہ فی الاول منع الغفار میں داخل نہیں لیکن نسخہ متن میں داخل ہے بخط معنف قال شیخنا المثل و معناه يجوز فی الیوم الاول دون الاثنی کان غطہ الیوم فبدیم او غداً بنصف ہمارے استاد علی نے کہا کہ و زمانہ فی الاول کا مطلب یہ ہے کہ تروید جائز ہے پہلے دن میں نہ دوسرے دن میں چنانچہ مستاجر کا خیاط سے یوں کہنا کہ اگر تو نے آج کے دن قبای تو ایک دم مزدوری ہے یا کل کے دن سی تو نصف دم مزدوری ہے و معکان کان سکت بدیم بدیم ادبہ فبدیمین اور مکان عمل میں تردید صحیح ہے چنانچہ موجب کامتا جبر سے یوں کہنا کہ اگر اس گھر میں تو رہے گا تو ایک دم کرایہ ہے یا اس دوسرے گھر میں رہے گا تو دو دم کرایہ ہے والعامل کان سکت عطارا فبدیم او عدا و فبدیمین اور تردید صحیح ہے عمل کرنے والی میں چنانچہ موجب کایوں کہنا مستاجر سے کہ اگر تو اس گھر میں عطار کو رکھے گا تو ایک دم کرایہ ہے یا لوہار کو رکھے گا تو دو دم کرایہ ہے والمسافۃ کان ذہبت لکونہ فبدیم او للبصرۃ فبدیمین اور تردید صحیح ہے مسافت میں چنانچہ مستاجر کایوں کہنا اجیر سے کہ اگر تو کو ذہب گیا تو ایک دم اجرت ہے یا بصرۃ تک گیا تو دو دم اجرت ہے والحمل کان حملت شیخا فبدیم او برانہ فبدیمین اور بوجہ لادنے میں تردید صحیح ہے چنانچہ یوں کہنا مال سے کہ اگر تو بوجہ لادے گا تو ایک دم اجرت ہے یا گیموں لادے گا تو دو دم و کذا لو غیرہ بین ثلثہ اشیاء اور اسی طرح تردید صحیح ہے عمل اور زمان اور مکان عمل اور عامل اور مسافت اور عمل میں اگر اس کو اختیار دے تین چیزوں میں دلوین اور العجہ لم یجز کانی البیع اور اگر چار چیزیں اختیار دے تردید سے تو جائز نہیں جیسے بیع میں چار چیز کی تجزیہ صحیح نہیں و جب اجیر ماہر لانی تجزیہ الزمان فیجب بخلافہ فی الاول ماسی و فی الغد اجیر المثل لا یزاد علی ورم دلو خاطر بعد غدا لا یزاد علی نصف ورم و فیہ غلظہا اور تردیدات مذکورہ میں سے جو چیز پائی جائے گی اس کی اجرت واجب ہوگی سوائے تجزیہ زمانی کے سو پہلے دن کی دوخت میں اجیر ماسی واجب ہوگا اور دوسرے دن کی دوخت میں وہ اجرت مثل جو ورم سے زیادہ نہ ہو واجب ہوگی اور اگر قبلاً کورسوں سے گا تو اس کی اجرت مثل نصف ورم سے زیادہ نہ ہوگی اور تجزیہ زمانی میں صاحبین کا خلاف ہے ہم صاحبین کے نزدیک تجزیہ زمانی میں دونوں شرطیں صحیح ہیں تو مثال مذکور میں اول دن کی دوخت میں ایک دم اور دوسرے دن کی دوخت میں نصف ورم واجب ہوگا اور اگر کے نزدیک دونوں شرطیں صحیح نہیں اور



اقول ثلثہ کے دلائل زبانی میں مذکور ہیں بنی المستاجر تنورا او وکانا عبداۃ الدرر او کانوا فی الدار المستاجرة و احترق بعض مویات الحیران او الدار لا ضمان علیہ مطلقا سواء بنی باذن رب الدار ام لا اجارہ کے گھر میں مستاجر تے تنور یا دکان بنائی اور ہسالیوں کے بعض مکانات یا پور گھر جل گیا تو مستاجر پر ہر طرح تاوان نہیں خواہ اس نے صاحب خانہ کے اذن سے تنور وغیرہ بنایا ہو یا بلا اذن شارح نے کہا درر کی عبارت میں کانوں یا بھٹھی بجائے دکان مذکور ہے م کانوں احترق کے مناسب ہے بخلاف دکان لیکن اگر دکان سے لوہا یا شیشہ گر کی دکان ملو لیجیے تو مناسب ممکن ہے الا ان یجاز بالیمنع الناس فی وضعہ او یقاو نار لا یوقد مثلہا فی التنور والکالون مستاجر مذکور پر تاوان نہیں مگر یہ کہ جس طرح لوگ تنور بناتے ہیں اور کہتے ہیں ان سے مستاجر زیادتی کرے اس کی دفع میں اور اگر جلانے میں کہ وہی آگ نہ جلائی جاتی ہو تنور اور بھٹھی میں تو اب تاوان لازم ہوگا استاجر ہمارا فصل عن الطریق ان علم انہ لا یجوز بعد الطلب لا یضمن کذا راجع من قطیعة شاة فحاف علی البانی الہلاک ان یبعھا لہ انما ترک الحفظ بعذرہ لا یضمن کدفع الودیعة حال الخرق مثلا کدھا کر لیا سودہ راہ سے گم ہو گیا اگر مستاجر جانے یعنی بظن غالب کہ اس کو نہ پاوے گا تلاش کرنے کے بعد تو اس پر تاوان نہیں اسی طرح وہ چرانے والا جس کی ریوڑ سے مثلا ونبہ نکل بھاگا سو چیلے والا ڈرا کہ اگر اس کا پیچھا کرے گا تو پاتی جانور تلف ہو جاویں گے تو اس پر تاوان نہیں اس واسطے کہ اس نے تو محافظت مدرسے چھوڑی جیسے و دیعت کا دینا غیر شخص کو ڈوبنے کے وقت ہم یعنی ہر چند مودع پر محافظت و دیعت کی بذات خود لازم ہے لیکن بعذر غرق دوسرے کو دینا جائز ہے تو مدرسے ترک محافظت موجب ضمان نہیں و قالان کان الراعی مشترکا ضمن اور صاحبین نے کہا کہ اگر چرانے والا ہر مشترک ہو تو تاوان دے و لو خلط الغنم ان الکلمۃ التیمییز لا یضمن القول لہ فی تعین الدواب استھا لفلان اور اگر چرانے والے نے لوگوں کی بھیڑ بکریاں ملا ڈالیں اگر اس کو جدا کر دینا ان کا ممکن ہو تو اس پر تاوان نہیں اور جانوروں کے معین کر دینے میں اسی کا قول مقبول ہے کہ یہ جانور فلاں شخص کا ہے وان لم یکنہ ضمن قیمتہا یوم الخلط والقول لہ فی قدر الضیمنہ ملاوہ اور اگر اس کو جدا کر دینا ممکن نہ ہو تو تاوان دے اس قیمت کا جو ملنے کے دن میں اس جانور کی قیمت ہو اور مقدار قیمت میں چرانے والے کا قول مقبول ہوگا کذا فی العمویۃ ولیس للراعی ان یروی علی شئی منها بلا اذن ربھا فان فعل فعطبت ضمن دان نری بلا فعلہ فلا ضمان جو ہر چرانے والے کو جائز نہیں چڑھانا نہ کا باوہ پر ہون لان مالک کے پھر اگر ایسا کرے گا اور جانور تلف ہوگا تو اس پر تاوان لازم ہوگا اور اگر نہ خود چڑھنا اداہ پر بلا فعل راعی کے تو اس پر ضمان نہیں کذا فی الجوزۃ یعنی اس واسطے کہ اس کی مرعات راعی کو ممکن نہیں کذا فی الخطادی و لا یسا فر بعید استاجرہ للخدمۃ لشقۃ اور مستاجر سفر میں نہ لی جائے اس غلام کو جس کو اس نے خدمت کے واسطے جا کر رکھا سفر کی مشقت کے سبب سے یعنی سفر کی خدمت دیا وہ ترشاق ہے سفر کی خدمت سے الا بشرط لان الشرط ملک ملک ام ملک مگر سفر میں لے جانے کی شرط سے البتہ ساتھ لے جانا درست ہے اس واسطے کہ شرط تیری مضرت یا منفعت کے واسطے زیادہ تر ملکیت یا مالکیت کا سبب ہے یعنی شرط مشروع کے پورا کرنے میں آدمی کو چارہ نہیں نفع ہو اس میں یا نقصان و کذا لوعرف بالسفر لان المعروف بالشرط اور اسی طرح اگر مستاجر کا سفر میں جانا معلوم ہو تو غلام مذکور کا سفر میں لے جانا درست ہے اس واسطے کہ معروف مشروط کے مانند ہے ہم معلوم ہونے کی صورت یہ ہے کہ اجارہ کے وقت وہ شخص سفر کا سامان کرتا ہو کذا فی الزبانی بخلاف العبد الموصی بخدمۃ فان لہ ان یسا فر بہ مطلقا ان مؤنتہ علیہ بخلاف اس غلام کے جس کی خدمت کرنے کی کوئی نہ موصی لہ کے واسطے وصیت کی ہو تو اس کو غلام کا سفر میں لے جانا درست ہے ہر طرح خواہ سفر میں لے جانے کی شرط ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو اس واسطے کہ اس کا خرچ موصی لہ پر ہے یعنی بخلاف غلام اجیر کہ اس کا خرچ مولیٰ پر ہے نہ مستاجر پر و لو سا فر المستاجر بہ فملک ضمن قیمتہ لہ غاصب و لا اجیر علیہ وان سلم لان الاجر والضمن لا یجتمعان وعند الشافعی اجرا لثل اور اگر مستاجر غلام کو سفر میں لے گیا پھر غلام مر گیا تو اس کی قیمت کا تاوان اس پر لازم ہوگا اس واسطے کہ مستاجر بلا شرط لے جانے سے غاصب ہو گیا اور اس پر اجرت واجب نہ ہوگی باوجود تسلیم اس واسطے کہ اجرت اور تاوان مجتمع نہیں ہوتے اور امام شافعی کے

ملک قبل ملک ای اشد ملک او دخل فی اتباعہ و ہوا فعل تفضیل من البینی لفاعل والمفعول ای اشد ملکیتہ او ملکیتہ بالنظر لمن اشترط لمن اشترط علیہ لخطای ۱۲ منہ

نزدیک اس کے واسطے اجرت مثل ہے ولا یسترو مستاجر من عبدی مجبور اجرا دفعہ الیہ لاجل عملہ لعمول بعد الفراع میثمہ استھانہ اور مستاجر غلام یا صغیر ممنوعاً التعریف سے وہ اجرت پھر نہ لے جو اس نے اس کو دی اس کے عمل کی بہت سے اس واسطے کہ اجارہ ذرائع عمل کے بعد جمع ہو گیا بطور استحسان کے م وہ غلام اور صغیر مراد ہے جس نے بلا اذن مولیٰ اور ولی کے آپ نوکری کی اور اجرت سے اجرت مثل مراد ہے کذا فی المطاوی و لایہ فمن غاصب عبداً اکل الغائب من اجره الذی اجر الغصب نفسه بعد تقوّمه عندانی حقیقۃ او تاوان نہ دے گا اور غاصب غلام کا جس نے اس غلام مغضوب کی اجرت کھائی جس نے اپنی ذات کا اجارہ کیا اجرت ٹھہرا کر بسبب نہ متقوم ہونے اجرت کے امام اعظم کے نزدیک ہم تاوان لازم آتا ہے مال محرز متقوم کے اطلاق سے اور یہ مال محرز نہیں اس واسطے کہ غاصب نہ مولیٰ ہے غلام کا اور نہ اس کا نائب اور غلام اپنے اختیار میں نہیں بلکہ وہ غاصب کے تصرف میں ہے تو وہ مال معصوم نہ ٹھہرا اور صاحبین کے نزدیک تاوان ہے اس واسطے کہ غاصب نے پرایا مال بلا اذن بلا تاویل تلف کیا کذا فی الزبجی کا لا یضمن اتفاقاً لو اجره الغاصب لان الاجر لا لمالک جہا نچہ غاصب پر تاوان نہیں باتفاق حنفیہ دائرہ ثلاثہ اگر غلام کو غاصب اجارہ دے اس واسطے کہ اب اجرت غاصب کی ہوگی نہ غلام کے مالک کی ہم اجرتی غاصب لے گا اور غاصب پر مالک کے واسطے اجرت مثل لازم ہوگی کذا فی المطاوی و جاز للعبد قبضہا لو اجره لنفسه لا لو اجره المولیٰ الا بوجہ کالتہ لانه العاقد عنایتہ اور غلام کو اجرت کا قبض کرنا جائز ہے اگر اس نے آپ اجارہ کیا ہو نہیں جائز ہے غلام کا قبض کرنا اگر مالک نے اس کا اجارہ کیا ہو مگر مالک کی دکالت سے قبض جائز ہے اس واسطے کہ پہلی صورت میں مائد غلام ہے اور دوسری میں مائد مولیٰ ہے کذا فی العناۃ فلو وجبنا مولانا قائمتہ فی یدہ اخذنا بقاء ملک کسروق بعد القطع پھر اگر غلام کا مالک غلام کی اجرت کو غاصب کے پاس موجود پا دے تو اس کو لے بسبب باقی رہنے مالک کی ملک کے مال مسروق کے مانند قطع بیس کے بعد ہم ہر چند وہ مال متقوم نہیں لیکن مالک کی ملک اس میں ہنوز باقی ہے لہذا اس کو مالک لے گا کذا فی الزبجی استاجر عبداً شہرین شہراً بخمستہ صح علی الترتیب المذكور حتی لو مل فی الاول نقطۃ ثم اربعۃ وبعکسہ خمستہ دو مہینے کو اجارہ لیا غلام کا ایک مہینہ کی اجرت چار درم اور دوسرے مہینے کی اجرت پانچ درم تو صحیح ہے ترتیب مذکور پر تو اگر اول مہینے میں نقطہ مل کرے گا تو چار درم پا دے گا اور دوسرے مہینے میں پانچ درم اختلافاً الاجر والمستاجر فی ابا القعب اور منہ او جہری ما الرجی حکم الحال فیكون القول قول من شہد له الحال مع یحییہ موجد اور مستاجر نے اختلاف کیا غلام کے بھاگنے یا اس کی بیماری میں یا پین چکی کے پانی جاری ہونے میں تو مال حکم اور پین فیصلہ کرنے والا ہوگا یعنی قول اسی کا معتبر ہوگا جس کے قول کا شاہد ظاہر حال ہوگا اس کی قسم کے ساتھ کا حکم الحال لو باع شجر اذیہ ثم واختلفا فی بیعہ ای الثمر معا ای الشجر فالقول قول من فی یدہ الثمر جس طرح حال حکم ہوتا ہے اگر درخت بیچا جس میں پھل لگے ہیں اور بائع اور مشتری پھل کی بیع میں مختلف ہیں درخت کے ساتھ تو مقبول قول اس کا قول ہے جس کے ہاتھ اور قبض میں پھل ہو والا اصل ان القول لمن شہد له الظاہر اور اس کا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ اس شخص کا قول مقبول ہے جس کے واسطے ظاہر حال گواہی دے دنی الخلاصۃ القطع ما الرجی سقط من الاجر بحسابہ ولو ما عاوت اور خلاصہ میں ہے کہ پین چکی کا پانی بند ہو گیا تو اس کے حساب کے موافق اجرت ساتھ ہوگی اور اگر پانی پھر جاری ہوگا تو اجارہ پھر اوسے گا ولو اختلفا فی قدر الانقطاع فالقول للبتاجر ولو فی نفسه حکم الحال اور اگر دونوں نے اختلاف کیا پانی کی مقدار انقطاع میں تو مستاجر کا قول مقبول ہے اور اگر خود پانی میں اختلاف ہو تو ظاہر حال حکم کرے گا فی القول قول رب الثوب بیئہ فی التمیص والقباء والحمرۃ والصفرة کذا فی الاجر و عدمہ اور کپڑے کے مالک کا قول مقبول ہے قسم کے ساتھ تمیص اور قبای میں اور سرخی اور روزی میں اور اسی طرح اجرت اور عدم اجرت میں ہم یعنی مالک تو کہتا ہو کہ میں نے تمیص سلا یا تھا اور غیا ط کہتا ہو کہ قبای سلائی تھی تو مالک ہی کا قول قسم کے ساتھ سموع ہوگا یا مالک کہتا ہو کہ سرخ رنگ کو میں نے کہا تھا اور زنگریز کہتا ہو کہ درو کو کہا تھا تو مالک ہی کا قول مقبول ہوگا اور اسی طرح اجرت اور عدم اجرت میں مالک ہی کی بات سموع ہے وقال ابو یوسف ان کان الصانع معالماً لہ الاجر والافلام ابو یوسف نے کہا کہ اگر کارگر اور مالک ثوب سے اجرت کے ساتھ معاملہ ہو کہ تاہو تو اس کی مزدوری



ہوگی اور نہیں تو نہیں یعنی اگر مفت اس کو سی دیتا ہو تو اجرت نہیں وقیل ای وقال محمد ان كان الصانع معروفا به هذه الصنعة بالاجرة  
 امام حاله بها اي بهذه الصنعة كان القول قوله بشهادة الظاهر والا فلا ويرى في زبني اور بعضوں نے کہا یعنی محمد نے کہا کہ اگر کارگیر اس پیشہ کے  
 مشہور ہو اجرت لینے میں اور اس کا قیام معاش اسی پیشہ سے ہو تو کارگیر کا قول مقبول ہو گا ظاہر حال کی شہادت کے سبب سے اور اگر ایسا نہ ہو تو اس کا قول مقبول  
 لا بلکہ مالک کا قول سموع ہو گا اور اسی قول محمد پر فتویٰ ہے کذا فی الزبني و هذا بعد العمل ما قبله فتي القان اختياره اور یہ یعنی حکم مذکور اس وقت ہے جب کہ اختلاف  
 کے بعد یعنی سینے اور رنگنے کے بعد مثلاً اور اگر قبل عمل اختلاف ہو تو مالک اور پیشہ در دونوں قسمیں کہا میں کذا فی الاختيار فمردوع مسائل ملحقه شارح کے  
 الامير في كل الصانع يضاف استاذه فما تلفه لغيره لا استاذ اختياره سبب پیشوں میں مزدور کا کام اس کے استاد کارگیر کی طرف منسوب ہو گا سو جس چیز کو  
 تلف کرے گا تو اس کا تادان استاد و وکاندار دے گا کذا فی الاختيار یعنی مالک متعدي فيمنه ہو گا اور یہ یعنی استاد اس وقت تادان دے جب تک مزدور کی طرف  
 یا قوتی اور قصور نہ ہو اور در صورت قصور مزدور ہی تادان دے گا کذا فی العمدية استاد یعنی صاحب دکان خیاط یا زنگریز اجیر مشترک ہے لہذا اس  
 صانع ہے اور مزدور اجیر خاص ہے وکاندار کا لہذا اس پر تادان نہیں مگر در صورت قصور فی الاشياء او علی تازل الخان داخل الحمام و ساکن الدار المعدلا استقلال  
 سبب لم يصدق والاجر واجب قلت وکذا مال اليتيم علی المفتي به منتبه اور اشتباہ میں ہے کہ سر لٹے کے اترنے والے اور حمام کے داخل ہونے والے اور  
 لٹے کے گرایے کے واسطے بنا اس کے رہنے والے نے غصب کا دعویٰ کیا یعنی میں بلا اذن مالک بطور غصب کے رہا ہوں مجھ پر کرایہ واجب نہیں بواسطہ عدم  
 ہوا تو اس کے قول کی تصدیق نہ ہوگی اور کرایہ واجب ہے میں کہتا ہوں اسی طرح مال یتیم کا حکم ہے یعنی دعویٰ غصب سے اس کی بھی اجرت ساقط نہیں بقول  
 لا بلکہ اگر گاہ رہی و فیما الاجرة لارضی کاخراج علی العتمة فاذا استاجر بالزراعة فاصطلم الزرع آفة وجب ما قبل الاصطلام وسقط ما بعده قلت وهو المختار  
 والاولیہ اور اشتباہ میں ہے کہ زمین کی اجرت خراج کے مانند ہے بنا بر قول معتد کے پھر جب کہ زمین اجارہ کی زراعت کے واسطے پھر کاشت سمادی یا ارضی نے  
 تہیاد کر دیا تو قبل از استعمال کی اجرت واجب ہوگی اور بعد استعمال کی اجرت ساقط ہوگی میں کہتا ہوں اور اسی قول کو معتد کہا ہے والوالحیہ میں یہ قول  
 لمحیہ کے مخالف ہے اس واسطے کہ اس میں خراج اور اجرت میں فرق بیان کیا ہے یعنی آفت رسیدگی سے خراج واجب نہیں ہوتا ہے یہی قول معتد ہے انتہی اور  
 مالک بعد استعمال کی اجرت ساقط ہوتی ہے سو قول مفتی بہ کے مخالف ہے اس واسطے کہ محیط میں ہے کہ فتویٰ اس پر ہے کہ جب زراعت تلف ہو جانے کے  
 وقتی مدت باقی نہ رہے جس میں اماؤہ زراعت ممکن ہو تو مستاجر پر اجرت واجب نہ ہوگی اور اگر دوبارہ زراعت کرنا ممکن ہو مانند اول کے یا اس سے کتر تو اجرت  
 واجب ہوگی اور یہی حکم ہے منع غاصب کا کذا فی الطحاوی لکن جرم فی الخانیة بردایة عدم سقوط شیء حیث قال اصحاب الزرع آفة فملک او فرق ولم یثبت لزوم الاجر لانه  
 لدرع ولو عرفت قبل ان یزرع فلا اجر علیہ انتہی لیکن فتادی قاضی خلی میں عدم سقوط اجرت کی روایت پر اکتفا کیا ہے چنانچہ کہا کہ زراعت پر آفت پڑی سو وہ  
 نہ ہوگی یا ڈوب گئی اور نہ جی تو اجرت لازم ہے اس واسطے کہ مستاجر اس کو بچا اور اگر زمین ڈوب گئی بولنے سے پہلے تو مستاجر پر اجرت نہیں انتہی یہ قول  
 مفتی بہ کے مخالف ہے چنانچہ مذکور ہو چکا والشد اعلم ۛ

**باب فسخ الاجارة** یہ باب ہے فسخ اجارہ کے احکام میں تفصیح بالتقصاء اور فی نجیہ شرط و روتیہ کا بیع غلامی الشافعی اجارہ فسخ کیا  
 جاتا ہے حاکم کے حکم یا رخائے ماتدین سے بسبب خیاء شرط آفة مدیت کے بیع کے مانند برخلاف امام شافعی ہم یعنی چونکہ اجارہ  
 بلیغ ہے فخر و منافع سے لہذا اس میں بیع کے مانند خیاء شرط سے تین دن تک فسخ تقدیم اختیار ہے اور بے دیکھی چیز کا اجارہ اور بعد دیکھنے کے اس کے فسخ کر  
 لینے کا اختیار ہے لیکن امام شافعی کے نزدیک اجارہ میں خیاء شرط صحیح نہیں اور نہ بے دیکھی چیز کا اجارہ درست ہے وخیاء غیب حاصل قبل العقد و بعد  
 عقد بعض اوقات اور اجارہ فسخ کیا جاتا ہے اس غیب کے خیاء غیب سے جو حاصل ہوا ہو عقد اجارہ سے پہلے یا عقد کے بعد قبض کے پہلے یا قبض کے پہلے

لیفوت النفع بہ منہ عیب کخراب الدار والقطاع ما الری فی القطار ما الارض حصول اس عیب سے اجارہ فسخ ہو جاتا ہے جس کے سبب سے  
منفعت فوت ہو جائے چنانچہ گھر کا دیران ہو جانا اور پین چکی کا پانی منقطع ہونا اور زمین مزدور کا پانی منقطع ہونا شارع نے کہا لیفوت النفع کا جملہ عیب کہ  
صفت ہے وکذا لو كانت تسقى باء السماء فاقطع المطر فلا جبر غایتی ای طاقتم تنفس علی الامح کما مر اور اسی طرح اگر زمین سنبھی جاتی ہو آسمان کے پانی سے سو مینہ منقطع  
ہو گیا تو اجرت نہیں کذا فی الغایت یعنی قطع بارش سے اجرت ساقط ہو جاتی ہے اگرچہ بنا بر قول اصح اجارہ فسخ نہیں ہو جاتا چنانچہ مذکور ہو چکا ہے خلاصہ  
اس باب سے پہلے ہم خیال شرط اور خیال روت اور خیال عیب سے اجارہ فسخ نہیں ہو جاتا ہے لیکن حق فسخ ان سے ثابت ہوتا ہے اور یہی قول اصح ہے اور چنانچہ  
قدوری اور صاحب کشف کلام ہے ولما مضى من فسخ کما ہے نہ فسخ دنی الجورۃ لوجاہ من الاما وایزاع بعضہا فالمتاجر بالخیار ان شاء فسخ الامارۃ کما ان  
دفع بحساب ما روى منها اور جوہرہ میں ہے کہ اگر آٹا پانی آیا جس سے بعض زمین کی زراعت ہو سکتی ہے تو مستاجر کو اختیار ہے چاہے سب زمین کا اجارہ  
کر ڈالے یا چھوڑے وہ زمین جہاں پانی نہیں پہنچا اور جس قدر زمین میراب ہوئی ہو اس کے سبب کے موافق اجرت دے دینی اور لو الجبرہ لو استاجر بالخیار  
فانقطع ما الری علی وجه لا یرمی فذل الخیار وان انقطع قلیلاً قلیلاً ویرمی منہ استقی فالاجر واجب اور دلو الجبرہ میں ہے کہ زمین اجارہ لی بدون شرب یعنی اس  
کی آبپاشی کی نوبت اجارہ میں نہ داخل کی پھر کھیت کا پانی اس طرح پر منقطع ہو گیا کہ اس کی امید باقی نہ رہی تو مستاجر کو فسخ اجارہ میں اختیار ہے اور اگر تھوڑا  
تھوڑا پانی قطع ہو گیا اور اس قدر سے پہنچنے کی امید ہے تو اجرت واجب ہے دنی لسان الحکام استاجر عاتانی قریۃ فخرموا حد علوا سقط الاجر عند وان لغیر  
الناس لا یسقط الاجر و لسان الحکام میں ہے کہ حمام اجارہ لیا ایک گاؤں میں سو آدمی وہاں کے رہنے سے ڈرے اور کوچ کر گئے تو مستاجر پر ہے  
ساقط ہو گئی اور اگر گاؤں کے بعض آدمی کوچ کر گئے تو اجرت ساقط نہ ہوگی اور خیل عطف علی لیفوت بہ ای بالنفع بیث یتنفع بہ فی الجملة کما فی العبد و  
الدائمہ ای قرحتها وسقوط حائط دار اجارہ فسخ کیا جاتا ہے اس عیب سے جو منفعت میں خلل ڈالتا ہے اس طرح پر کہ اس عیب کے ساتھ کچھ منفعت حاصل  
ہو سکتی ہے چنانچہ غلام کا بیمار ہو جانا اور جانور کی پیٹھ لگ جانی یعنی اس میں زخم کا ہونا اور گھر کی ایک دیوار کا گرہنا دینی التبعین لو انقطع ما الری والیبت فمات  
بہ لغیر المحن فعلم من الاجر بحصۃ لبقا بعض المعقود علیہ فاذا استوفاه زحم حصۃ او زمین میں ہے اگر پین چکی کا پانی منقطع ہو گیا اور پین چکی کی کوٹھری ایسی ہے کہ آٹا  
کے سوا اور نفع اس سے حاصل ہو سکتا ہے تو مستاجر پر اجرت واجب ہے اس کے حصہ کے موافق بہب باقی رہنے بعض معقود علیہ کے ہر جب وہاں  
بود و باش دینا سے مستاجر نفع حاصل کرے گا تو اجرت بقدر اس کے حصہ کے اس پر لازم ہوگی فان لم یخلل العیب بہ او ازالہ الموجد او اتفق  
سقط الخیار ہ الزوال السبب پھر اگر عیب منفعت کا خلل انداز نہ ہو یا موجد اس عیب کو زائل کر دے یا مستاجر خلل والی چیز سے نفع حاصل کرے تو اس کا  
فسخ ساقط ہوگا بسبب زائل ہونے سبب فسخ کے ہم عیب غیر خلل چنانچہ نوکر کا کانا ہو جانا یا اس کے مال بھڑ جانے اور ازالہ عیب کی یہ صورت ہے کہ وہ  
کو موجد جلد تیار کر دے و عمارۃ الدار المستأجرة ولطینہا واصلاح المیزاب وما کان من البناء علی رب الدار وکذا کل ما یخل بالسکنی اور  
کے گھر کی مرمت اور اس کو مٹی لینا اور پر ناہ درست کرنا اور جو چیز من قبیل تعمیر کے ہو گھر کے مالک پر ہے اور اسی طرح جو چیز سکونت میں خلل انداز ہو وہ  
خانہ کے ذمہ پر ہے ہم تطین سے مراد وہ مٹی لینا ہے جس کا ترک خلل انداز ہو اور بعضی کتابوں میں چھت کی مٹی لینا مذکور ہے کذا فی الطحاوی فان ابی حد  
ان یفعل کالی للمستأجر ان یخرج منها الا ان یکون المستأجر استاجر ما وہی کذلک وقد رآنا لرضاہ بالعیب پھر اگر صاحب خانہ تعمیر وغیرہ سے  
کرے نہ بنا دے تو مستاجر کو اس گھر سے نکلنا درست ہے مگر یہ کہ مستاجر نے تادرت گھر دیکھ کر اجارہ لیا ہو تو آپ نکلنا جائز نہیں بسبب راضی ہو جانے  
کے عیب پر واصلاح ما البیر والبالوۃ والخارج علی صاحب الدار کن لاجر علیہ لانه لا یجیر علی اصلاح ملک فان فعل المستأجر فموتہ متبرع ولہ  
یخرج ان ابی رہا غایتی ای الا اذرا کا مراد کنوئیں کے پانی اور نجس پانی کے چہنچے اور بدو کی اصلاح اور درست گھر کی مالک کے ذمہ پر ہے لیکن اگر



زبردستی نہیں اس واسطے کہ مالک پر مملوک کو درست کرنے کو زبردستی نہیں کی جاتی پھر اگر مستاجر نے اشیاء مذکورہ کو بنا لیا تو وہ محسن بلا عوض ہے اور مستاجر اس گھر سے نکل جانا جائز ہے اگر اس کا مالک امور مذکورہ کی درستگی سے انکار کرے کذا فی الخانیۃ یعنی اگر اس صورت میں نکلنا درست نہیں جب کہ اس نے درست گھر دیکھ کر اجارہ لیا ہو چنانچہ منقریب مذکور ہو چکا وہی الجبرۃ وہ ان فیغرو بالفسخ بلا قضاء اند جو مرہ میں ہے کہ مستاجر مذکور کو جائز ہے کہ تنہا اجارہ کو فسخ کر دے بلا حکم حاکم ولو استاجر دارین فسقطت ادعیبت احدیما فله ترکہما لو فقد علیہما صفقتہ واحدة اور اگر دو گھر کو اجارہ لیا سو ایک گھر منہدم یا معیوب ہو گیا فلاں کو دونوں کا چھوڑ دینا جائز ہے اگر دونوں پر ساتھ ہی کیا گیا ہو یعنی اگر جدا جدا عقد ہو ہو تو ایک گھر کے سقوط سے دوسرا گھر نہیں چھوڑ سکتا قلت فی حاشیۃ الاشباہ معنی البناۃ ان العقد ظاہر لا یغزو دون مشتبه لا یغزو و ہوا لا صح میں کتا ہوں اور حاشیہ اشباہ میں بنایہ سے منقول ہے کہ اگر عذر ظاہر ہو تو مستاجر فسخ اجارہ تنہا بلا حکم حاکم کر سکتا ہے اور اگر عذر مشتبه ہو تو بلا حکم حاکم فسخ نہیں کر سکتا اور یہی قول اصح ہے ہم اگر عذر سے فسخ اجارہ کی حاجت ہو تو صاحب عذر فسخ میں متفرد ہے یا قضا یا رضائی حاجت ہے اس میں روایات مختلف ہیں اور قول صحیح یہ ہے کہ اگر عذر ظاہر ہو تو متفرد ہے اور اگر مشتبه ہو تو متفرد نہیں کذا فی فتاویٰ قاضی خاں و بعد ر عطف علی بخیار شرط لزوم ضرر لم یستحق بالعقد ان یبقی العقد کما فی سکون ضرر استوجہر قلعة و موت عرس و اختلافی استوجہر فباغ الطبع و لیمیتہا اور فسخ کیا جاتا ہے اجارہ لزوم ضرر غیر مستحق بالعقد کے عذر سے اگر عقد باقی رہی یعنی اگر عقد اجارہ کو قائم رکھے تو مستاجر کو وہ ضرر لازم ہو جس کا استحقاق عقد سے ثابت نہیں چنانچہ اس ڈاڑھ کے در و کا ساکن ہو جانا جس کے پکڑنے کے واسطے امیر معین کیا اور اس وجہ کامر جانا یا اس کا خلع کرنا جس کی شادی کے کھانا پکانے کے واسطے باورچی کو اجیر کیا ہو یعنی جب در و پکڑ گیا تو ڈاڑھ کھاڑنے میں ضرر مستاجر کا ضرر ہے اسی طرح زوجہ مردہ یا مختلفہ کے ولیمہ کرنے میں سراسر مال کا ضائع کرنا ہے تو اس عذر سے فسخ اجارہ درست ہے شارح نے کہا قولہ و بعد ر عطف علی بخیار شرط پر عطف ہے کنز میں مذکور ہے کہ عذر سے مراد عاجز ہونا ہے امد العاقدین کا اجارہ قائم رکھنے میں مگر یہ مکمل ضرر زائد جو عقد سے مستحق نہیں و بعد لزوم دین سوا کان ثابتاً لبعیان من الناس او بیان ای بنیتہ او قرار و الحال انہ لا مال لہ غیرہ ای نیز المتاجر لاند جس سے فیض را ادا کانت الاجرة والمجملۃ تستغرق قیمتہا اشباہ اور اجارہ فسخ کیا جاتا ہے لزوم دین کے عذر سے خواہ دین ثابت ہو لوگوں کی دانست سے یا گواہوں کے بیان سے یا موجد کے اقرار سے اور حالانکہ اس کا کچھ مال نہیں ہے اجارہ والی چیز کے سوا اس واسطے کہ اگر وہ چیز ادائے دین کے واسطے فسخی جائے اجارہ کے سبب سے جو محسوس ہو گا تو اس کو ضرر پہنچے گا مگر جب کہ پیشگی دی ہوئی اجرت اس چیز کی قیمت کے برابر ہو تو اب دین کے عذر سے اجارہ فسخ نہ ہو گا کذا فی الاشباہ ہم یعنی اگر قیمت گھر کی سودم ہو اور مستاجر نے اسی قدر اجرت موجد کی پیشگی دی ہو تو انقضا ئے مدت اجارہ تک صاحب دین انتظار کرے تو دین کے عذر سے اس وقت اجارہ فسخ ہو گا جب کہ قیمت زیادہ ہو اجرت سے و بعد ر افلاس مستاجر و کان لیتجر اور اجارہ فسخ کیا جاتا ہے اس کرایہ دار کے مفلس ہو جانے سے جس نے دکان اجارہ لی سوداگری کے واسطے یعنی اس واسطے کہ افلاس میں تجارت ممکن نہیں و بعد ر افلاس خیاطہ عمل بالمالہ لا بآبرۃ استاجر عبد النجیط فترک عملہ اور اجارہ فسخ کیا جاتا ہے اس خیاط کے افلاس سے جو اپنی سوئی اور مقراض سے کام نہیں کرتا بلکہ ہنر مال خرچ کر کے اس طرح کام کرتا ہے کہ غلام کو سینے کے واسطے مزدوری لگاتا ہے سو غلام نے اس خیاط کا کام چھوڑ دیا اس کے افلاس کے سبب سے اور اگر خیاط فقط اپنی سوئی اور مقراض سے کام کرتا ہو تو اس کا افلاس فسخ اجارہ میں عذر نہیں ہے و بعد ر بداء مکتری و ابۃ من سفر اور اجارہ فسخ کیا جاتا ہے اس عذر سے کہ جانور کے کرایہ لینے والے کا دل ہٹ گیا سفر کرنے سے ہم اگر جانور اجارہ لیا بغداد تک پھر اس کو سفر کرنا بہتر معلوم دھما یا حج کے واسطے اونٹ کرایہ کیا پھر اس سال حج کا ارادہ موقوف رکھا یا وہ شخص بیمار ہو گیا یا سفر سے باز ہو گیا تو یہ عذر ہے فسخ اجارہ کا کذا فی قاضی

دوئی نصف طریقہ نصف الاجارۃ استویا معصوبۃ و سہولۃ والا بقدرہ شرح وہبانیۃ و غایتہ اور اگر نصف راہ میں دل ہٹا سفر سے تو جانور کے مالک کو نہ کرایہ ملے گا اگر راہ کے دونوں نصف سختی اور آسانی میں برابر ہوں اور اگر برابر نہ ہوں تو بقدر اس کی زیادتی یا کمی کے ملے گا کذا فی شرح الوہبانیۃ والخلانیۃ بخلاف بدلہ المکاری فانہ لیس بعذر اذ یکون ارسال اجیرہ بخلاف دل ہٹ جانے مکاری کے کہ وہ فسخ اجارہ کا عذر نہیں ہے اس واسطے کہ مکاری یعنی جانور مالک کو اپنے مزدور کا بھیجنا جانور کے ساتھ ممکن ہے فی التلقی ولو مرض مدنی روایۃ الکرمی دون روایۃ الاصل قلت وبالادلی یفتی اور ملتقی میں ہے مکاری بیمار ہو تو وہ عذر ہے کرمی کی روایت میں نہ مبسوط کی روایت میں میں کہتا ہوں اور پہلی روایت یعنی کرمی کی روایت پر فتویٰ ہے ثم قال ولو استا دکانا لعل الخیاطۃ فترکہ لعل آخر عذر پھر صاحب ملتقی نے کہا اور اگر دکان کرایہ کی و دخت کے مل کے واسطے پھر اس نے دخت کو چھوڑا دوسرے مل سبب سے تو یہ فسخ اجارہ کا عذر ہے ہم یہ قول تفصیل فتاویٰ کبریٰ کے مخالف ہے فتاویٰ مالگیری میں کبریٰ سے منقول ہے کہ اگر مستاجر دوسرے مل کے دکان میں مستعد ہو تو اس کو نقض اجارہ درست نہیں اجارہ درست نہیں اور نہیں تو نقض جائز ہے انتہی اور اسی کو شارح بعد اس کے دلو الجیہ سے نقل کیا دکنہ الاستاجر بوقرار تم اراد السفر انتہی اور اسی طرح کا عذر ہے اگر زمین کو اجارہ لیا پھر سفر کا ارادہ کیا انتہی مانی التلقی فی القستانی سفر مستاجر و دار للسکنی و علی سفر موجد اور قستانی میں ہے سفر کرنا اس مستاجر کا جس نے گھر اجارہ لیا بنے کے واسطے عذر ہے نہ اس کے موجد کا سفر یعنی صاحب خانہ کا موجد اجارہ کا عذر نہیں دلو الخلفا لاقول للمستاجر فیلف باز عم علی السفر اور اگر موجد اور مستاجر نے سفر ادمم سفر میں اختلاف کیا تو مستاجر کا قول مقبول ہے یوں قسم کھائے کہ اس نے سفر کا ارادہ کیا ہے فی الوالو بیۃ تحولہ عن صنۃ الیزامند و ان لم یفلس میث لم یکون ان یتعاطا فیہ او دلو الجیہ میں ہے پھر مستاجر پیشہ سے دوسرے پیشہ کی طرف عذر ہے فسخ اجارہ دکان کا اگرچہ وہ مفلس نہ ہو گیا ہو جب کہ اس کو اس پیشہ کا کرنا دکان میں ممکن نہ ہو یعنی اگر ممکن ہو گا تو نہیں و فی الاشباہ لا یزیم المکاری الذی اب معہ الا ارسال غلام انما یجب الاجر بخلیتہا اور اشباہ میں ہے کہ مکاری کو جانور کے ساتھ جانا لازم نہیں اور غلام کا اور اجرت نہ تخلیہ جانور سے واجب ہوتی ہے و بخلاف ترک خیاطۃ مستاجر عید یخیط لعل متعلق تبرکی العرف لامکان الجمع بخلاف اس کے جس نے غلام کو مزدوری لگایا و دخت کے واسطے پھر و دخت ترک کی تاکہ غلام مرنی کرے تو یہ عذر نہیں فسخ کا اس واسطے کہ جمع بین العلمین ممکن ہے دونوں کام ہو سکتے ہیں اس طرح کہ دکان کی ایک طرف خیاطی کرے اور دوسری طرف مرنی ہم طحاوی نے کہا تو بخلاف ترک خیاطۃ الخ ترکیب کی ہے باوجود تالیف اضافات کے تو اگر یوں کہتا و بخلاف خیاطۃ مستاجر عید الخیاطۃ فترکہ لعل فی العرف تو واضح تر ہوتا و بخلاف بیع ماجرہ فانہ ایضا لیس بعذر فوق دین کامر و یوقف سبیل القضاۃ بدتہا و ہوا لعل لکن لفتنی بواہ نقدتہا منی شرح وہبانیۃ اور بخلاف بیع طائرے موجد کے اس پر کہ جس کو اس نے اجارہ دیا بھی مذر فسخ نہیں بدولہ لائق ہونے دین کے چنانچہ گندگیا اور بیع اس کی موقوف ہے گی بہت اجارہ کے متقاضی ہونے تک اور بیی قول مختار ہے لیکن اگر جواز بیع کا حکم دے گا تو نافذ ہو گا اور پھر اس کا بیان شرح وہبانیۃ میں ہے و فیہ معنی الخانیۃ لوباع الابرار المستاجر فاراد المستاجر ان یفسخ بیعہ لایملکہ ہوا لعل بلع الراہن للمرہن فسخہ اور شرح وہبانیۃ میں ہے خانیہ سے کہ اگر موجد نے اجارہ کی چیز بیچی اور مستاجر نے چاہا کہ اس کی بیع کو فسخ کرے تو وہ اس پر قادر نہیں اگر راہن مرہون کو بیچے تو مرہن کو اختیار ہے کہ اس کی بیع فسخ کرے م لیکن عادیہ میں فتاویٰ صغریٰ سے ہے کہ بیع مرہون کی راہن اور مرہن کے حق میں نافذ راہن اور مرہن اس کو فسخ نہیں کر سکتے اجارہ والی چیز کی بیع کے مانند کذا فی الطحاوی و فسخ بلا عاثر الی الفسخ بموت احد العاقدین عندنا لا یکنون عقدرہ بالنفسہ بدون فسخ کرنے کے اجارہ فسخ ہوتا ہے احد العاقدین کی موت سے ہمارے نزدیک نہ اس کو مرہون مطبق ہو جانے سے موت سے وہ فسخ ہو جاتا ہے جس کو اپنی خاص ذات کے واسطے مقدر کیا ہو الا غرضہ کہ وہ فی طریق مکتہ و لا حاکم فی الطرق لتبقی لی مکتہ فیرفع الامر الی القاضی لیفعل الاصل فیو

لہ جنون مطبق بضم میم دکر ہائے مودہ اس جنون کو کہتے ہیں جس میں کسی وقت ہوش نہ ہو ۱۲



ولو ائینا او بیعہا بالقیمۃ ویدفع لہ اجرة الا یاب ان برہن علی دفعہا و تقبل البینۃ ہنا بل انھم لاندیرید الاخذ من ثمن مانی بیہ اشباہ احد العاقدین کی موت سے اجارہ فسخ ہو تا لیکن ضرورت کے سبب سے فسخ نہیں ہوتا چنانچہ موجب کامر جانا کہ غلط کی راہ میں اور حالانکہ راہ میں کوئی حاکم نہیں تو اس ضرورت سے تا بطور مکر اجارہ باقی رکھا جائے گا پھر یہ مقدمہ وہاں کے قاضی کے سامنے پیش کیا جائے تاکہ قاضی جو بہتر ہو سوکے اس طرح پر کہ جانور اجارہ دے مستاجر کو اگر وہ امانت پر ہو جانور کو بقیمت بیچ ڈالے اور مستاجر کو پھر نے کی اجرت دے اگر مستاجر نے جانے کی اجرت دینے کو گواہوں سے ثابت کر دے اور اس مقام میں بدون مدعا علیہ کے گواہ مقبول ہوں گے اس واسطے کہ مدعی اس چیز کے ثمن سے لینا چاہتا ہے جو اس کے قبضہ میں ہے کذا فی الاشباہ و فی الخانیۃ استاجر دارا و عمارا اور فضا شہر ان سکن شہرین ہل یلزمہ اجرا شہر الثانی ان معدلا لا استغلال نعم واللا بہ لفتی اور خانہ میں ہے کہ گھر یا حمام یا زمین ایک مہینہ اجارہ لی پھر مستاجر نے اس میں دو مہینے سکونت کی اس پر دو مہینے کی اجرت لازم ہوگی یا نہیں اس کا جواب یہ ہے کہ اگر وہ چیز فقط کرایہ کے واسطے مہیا کی ہو تو ہاں دوسرے مہینے کی اجرت لازم ہوگی اور اگر کرایہ کے واسطے مہیا نہیں ہے تو اجرت لازم نہیں اسی قول کا فتویٰ ہے قلت لکذا الوقف و مال الیتیم و کذا لو تقاضا المالك و طایبہ بالا جہر بکناہ بعدہ میں کہتا ہوں اسی طرح مکان وقف اور مال یتیم میں دوسرے مہینے کی اجرت لازم ہوگی اور اسی طرح اگر موجد نے مستاجر سے شہر ثانی میں تقاضا کیا اور اجرت شہر ثانی کی مانگی پھر مستاجر ساکن رہا تو اس پر اجرت لازم ہوگی اس کی سکونت کرنے سے بعد اس تقاضے کے ولو سکن المستاجر بعد موت الموجد ہل یلزمہ اجر ذلک قبل نعم لمضیہ علی الاجارۃ و قبل ہو کالسئلۃ الاولی اور اگر مستاجر ساکن رہا بعد موت موجد کے کیا اس کو اس کی اجرت لازم ہوگی یا نہیں بعضوں نے کہا ہاں اجرت لازم ہوگی بسبب چلنے مستاجر کے اجارہ سابقہ پر اور بعضوں نے کہا یہ مسئلہ پہلے یعنی سکونت شہرین کے مانند ہے ہم یعنی اگر وہ مکان کرایہ کے واسطے بنا ہے یا موجد کے وارث نے شہر ثانی میں تقاضا اجرت کا کیا تو اجرت لازم ہے اور نہیں تو لازم نہیں و معنی ان لا یظہر الانفساخ ہنا ما لم یطالبہ الوارث بالتفریغ او بالتزام اجرا آخر ولو معدلا لا استغلال لاند فصل مجتہد فیہ ہل یلزم المسمی او اجرا لکل ظاہر القنیۃ الثانی و تمامہ فی شرح الوہبانیۃ اور لائق بقواعد فقہیہ ہے کہ یہاں اجارہ فسخ ہو جانا ظاہر ہے موجب کہ وارث موجد کا مکان خالی کر دینے کا مطالبہ نہ کرے یا التزام اور اجرت کا نہ ہو اگرچہ وہ مکان کرایہ لینے کے واسطے بنا ہو اس واسطے کہ یہ مسئلہ مجتہد فیہ ہے اور کیا اجرت معینہ لازم ہوگی یا اجرت مثل لازم ہوگی ظاہر اجرت مثل پر دلالت کرتا ہے اور اس کا پورا بیان شرح وہبانیہ میں ہے و فی النیتۃ مات احدہما والزرع یقل بقی العقد بالمسمی حتی یدرک و بعد المدة باجرا لکل اور منیہ میں ہے کہ احد العاقدین مرگیا اور کھیت ساگ ہے یعنی ہنوز کھیت خام ہے تو عقد اجارہ باقی رہے گا پختگی تک بعوض اجرت معینہ کے اور بعد التقضاے مدت کے اجرت مثل پر باقی رہے گا و فی طبع الفصولین لور فی الوارث و ہو کسیر ببقاء الاجارۃ و رضی بہ المستاجر ہاں انتہی ہی فیجمل الرضی بالبقاء انشاء عقدی لجوازہ بالتعاطی فتا ملہ اور جامع الفصولین میں ہے اور اگر موجد کا وارث بالغ بقاء اجارہ پر راضی ہو اور مستاجر بھی اس پر راضی ہو تو جائز ہے انتہی مانی الفصولین یعنی تو باقی رہنے کی رضامندی ایجاد عقد قرار دی جائے گی یعنی جواز اجارہ کے واسطے رضامندی انشاء عقد ہوگی بواسطہ تعاطی کے اس کو تامل کر و فی حاشیۃ الاشباہ المستاجر والمرتمن والمشتري الحق بالعیون من سائر الغرامہ لو العقد صحیحا ولو ساد فاسدۃ للغرامہ فلیمض او اشباہ کے حاشیہ میں ہے کہ مستاجر اور مرتمن اور مشتری زیادہ نفع دینے والے ہیں کے باقی دینے والوں سے اگر عقد اجارہ اور مرتمن اور مشتری صحیح ہو اور اگر عقد فاسد ہو تو مستاجر اور مرتمن اور مشتری برابر ہیں اور دینے والوں کے اس کو یاد رکھنا چاہیے م یعنی اگر موجد مرگیا اور اس پر دیون ہیں تو اداروں سے مستاجر زیادہ تر مقدار ہے اور اسی طرح مرتمن اور مشتری حق ہے اور اگر چیز خمر یا دیگر ہنوز قبض میں نہیں آئی کہ بائع مرگیا اور اس پر دیون ہیں تو مشتری حق ہے یعنی اور مستاجر اپنا حق لے گا پھر اگرچہ زیادہ باقی رہے گا تو ادارہ باب دیون پاویں گے فان عقد بالغیرہ لا یفسخ کو کیل ای بالاجارۃ پھر اگر عاقد نے اپنے غیر کے واسطے اجارہ منعقد کیا تو عاقد کی موت سے اجارہ فسخ

نہ ہو گا چنانچہ اجارہ دینے کا وکیل یعنی شلانی نے خالد سے کہا کہ میری یہ جوٹی کسی کو اجارہ دے اور اس نے محمود کو اجارہ دی تو خالد کے مرنے سے جوٹی کا اجارہ نسخ نہ ہو گا اس واسطے کہ اجارہ ماقہ کے واسطے نہ تھا واما الوکیل بالاستیجار اذ مات تبطل الاجارۃ لان التوکیل بالاستیجار توکیل بشرۃ المانع ففسار کا توکیل بشرۃ الامیان فیصیر مستاجر النفس ثم یصیر موجد للموکل فمومنی قولنا ان الوکیل بالاستیجار بمنزلۃ المالك کذا فقہ المصنف من الذمیرۃ قلت و مثله فی شرح الجمع البزازیۃ العمادیۃ اور اجارہ لینے کا وکیل اگر مر جائے گا تو اجارہ باطل ہو گا اس واسطے کہ اجارہ لینے کی توکیل خریداری منافع کی توکیل ہے تو یہ شرعاً اعیان کی توکیل کے مانند ہے تو وکیل مستاجر ٹھہرے گا اپنی ذات کے واسطے پھر موجد ٹھہر جائے گا اپنے موکل کے واسطے سو ہی مطلب ہے ہمارے اس قول کا کہ اجارہ لینے کا وکیل بمنزلہ مالک کے ہے ایسا نقل کیا ہے مصنف نے ذخیرہ سے میں کتابوں اور اسی کے مانند شرح مجمع اور بزازیہ اور عمادیہ میں ہے ثم قال المصنف قلت بذات مستقیم علی ما ذکرہ الکفری من ان الملك ثبت للتوکیل ثم ینقل الی الموکل واما علی ما قاله البوطا ہر من انه ثبت للموکل ابتداءً و بہ جزم فی الکفر و ہوا لا صح کانی البہر فلا یتقیم والہذا علم انتہی پھر مصنف نے اپنی شرح میں کہا میں کتابوں میں یہ یعنی مستاجر کے وکیل کی موت سے اجارہ باطل ہونا مستقیم ہوتا ہے کفری کے اس قول کے بموجب کہ ملک وکیل کے واسطے ثابت ہوتی ہے پھر موکل کی طرف منتقل ہوتی ہے اور وہ جو البوطا ہر نے یہ کہا ہے کہ ملک موکل کے واسطے ابتدا سے ثابت ہوتی ہے اور اسی قول پر یقین کیا ہے کفریہ اور یہی صحیح تر قول ہے چنانچہ بحر الرائق میں ہے تو بطلان اجارہ مستقیم نہیں والہذا علم انتہی قول المصنف قلت ولتغنیہ شیخنا بانہ غیر مستقیم علی ما ذکرہ الکفری ایضاً لا لثباتہ علی عدم متق قریب الوکیل لان ملک غیر مستقر والموجب للعق والفساد والک المستقر شارح نے کہا میں کتابوں اور مصنف کے قول پر ہمارے استاد نے اعتراض کیا ہے اس طرح کہ بطلان اجارہ بموجب اس قول کے بھی جس کو کفری نے ذکر کیا ہے غیر مستقیم ہے بسبب متفق ہونے فقہاء کے قرابت دار وکیل کی عدم آزادی پر اس واسطے کہ وکیل کی ملک مستقر اور قائم نہیں اور متفق اور فساد کا موجب ملک مستقر ہے نہ غیر مستقر فساد سے مراد فساد نکاح ہے جب وکیل اپنی زوجہ لوٹی کو اس کے مالک سے خرید کرے اپنے موکل کے واسطے کذا فی الحل ہی ثم قال والحاصل ان الامح ان الاجارۃ لا تنسخ بموت المستاجر والنقل بہ مستفیض انتہی والہذا علم پھر ہمارے استاد نے کہا اور حاصل کلام یہ ہے کہ صحیح تر قول یہ ہے کہ اجارہ نسخ نہیں ہو جاتا اجارہ لینے والے کی موت سے اور اس قول کی نقل فقہ میں مشہور اور معروف ہے انتہی قولہ والہذا علم ووصی باب دہد وقاض و متولی الوقف بقاء المستحق علیہ والمستحق حتی لو مات المعقودہ بطلت ورر اور چنانچہ دمی نیم اور باب اور واد اور قاضی اور وقف کے متولی کی موت سے اجارہ نسخ نہیں ہوتا بسبب باقی رہنے مستحق علیہ اور مستحق کے تو اگر وہ شخص مر گیا جس کے واسطے اجارہ منعقد ہوا تو اجارہ باطل ہو گا اس کی موت سے کذا فی الدرر مستحق علیہ سے مراد موجد ہے اور مستحق سے مراد وہ ہے جس کے نفع کے واسطے اشخاص مذکورین نے اجارہ لیا چنانچہ موکل اور یتیم اور صغیر اور موقوف علیہم کذا فی المطاوی مع التوضیح الا اذا کان متولی وقف خاص بہ و جمیع غلۃ لکافی وقف الاشباہ معنیاً للوہبانیۃ قال واطلاق المتن بخلافه قلت و باطلاق المتن افتی قاری الہدایۃ نکاح ہوا لہذا سبب المعتمد کا قالہ المصنف فی حاشیہ علی الاشباہ متولی وقف کی موت سے اجارہ نسخ نہیں ہوتا مگر جب کہ ایسا متولی ہو کہ وقف اسی کی ذات کے واسطے خاص ہو اور سب غلہ وقف کا اسی کی ذات کے واسطے ہو تو اس متولی کی موت سے اجارہ نسخ ہو گا کذا فی وقف الاشباہ من الوہبانیۃ صاحب اشباہ نے کہا اور متولی فقہ کا اطلاق اس استثناء کے مخالف ہے میں کتابوں اور اطلاق متنوں کا فتویٰ دیا ہے قاری بدایہ نے تو وہی اطلاق مذہب معتقد ٹھہر گیا ایسا کچھ مصنف نے کہا ہے اپنے حاشیہ میں جو اشباہ پر ہے و کذا قال فی الاشباہ بعد اربع اوراق لا تنسخ الاجارۃ بموت موجد الوقف الا فی مستثنی لما اذا اُجر بالواقف ثم ارتد ثم مات لبطلان الوقف بروۃ و فیما اذا اُجر ارصہ ثم وقف علی معین ثم مات تنسخ اور اسی واسطے اشباہ میں کہا ہے چار ورق کے بعد کہ اجارہ نسخ نہیں ہو جاتا موجد وقف کے مرجانے سے مگر دو مسئلوں میں ایک مسئلہ یہ کہ جب کہ زمین کو اجارہ دیا وقف کے کرنے والے نے پھر وہ مرتد ہو گیا پھر مر گیا بسبب باطل ہو جانے وقف کے وقف کے ارتداد سے اور دوسرا مسئلہ یہ ہے جب کہ مالک نے اپنی زمین اجارہ دی پھر وہ زمین وقف کر دی ایک شخص معین پر پھر وقف مر گیا تو اجارہ نسخ ہو گا یعنی اس واسطے کہ



ابتداءً عقد اپنی ذات کے واسطے تھی اور پہلی صورت میں وقف میراث ہو جائے گا وہی وقف فتاویٰ ابن نجیم مثل اذا اخرج الناظر ثم مات فاجاب لا تفسخ الاجارۃ فی الوقف بموت المورث والمستاجر کذا رایتہ فی مدۃ نسخ لکنہ مخالف لانی اجارۃ فتاویٰ قاری المدایۃ قتبہ اور فتاویٰ ابن نجیم کی کتاب الوقف میں مذکور ہے کہ ابن نجیم سے یہ سوال ہوا کہ جب ناظر وقف نے اجارہ دیا پھر وہ مر گیا تو جواب دیا کہ اجارہ وقف میں موجد اور مستاجر کی موت سے نسخ نہیں ہو جاتا اسی طرح میں نے دیکھا ہے فتاویٰ مذکورہ کے کئی نسخوں میں لیکن وہ مخالف ہے فتاویٰ قاری ہدایہ کی کتاب الاجارۃ کے تو اگاہ رہیوم مخالف فقط یہی ہے کہ اس میں لفظ مستاجر زیادہ ہے کذا فی الحلّی و فیہا ایضاً لا تفسخ بموت المتولی ولو الغلۃ لم یغزوہ قتبہ اور اسی فتاویٰ میں یہ بھی ہے کہ متولی کی موت سے اجارہ نسخ نہیں ہو جاتا اگرچہ وقف کا غلہ قطع متولی کے واسطے ہو مگر وارر ہنام شارح نے خبر داری سے اشارہ کیا رو مذکور کی طرف یعنی وہاں یہ کہ قول جو اشباہ میں مذکور ہے وہ اس قول سے بھی رو ہو گیا ولی الضیف الوقف لو اخرج الوقف بنفسہ ثم مات ففی الاستحسان لا تبطل لانه اخرجہ انتہی و مثله فی البرازیلۃ اور فیض میں ہے کہ وقف کرنے والا اگر وقف کو اجارہ دے بذات خود پھر مر جائے تو استحسان میں اجارہ باطل نہیں ہوتا اس واسطے کہ اس نے غیروں کے واسطے اجارہ دیا یعنی غلہ کے مقرر موقوف علیہم میں نہ واقف اور اسی طرح برازیہ میں ہے ولی السراجیۃ و حکم عزل القاضی والمتولی کالموت فلا تفسخ اور سراجیہ میں ہے اور قاضی اور متولی کی معزول کا حکم موت کے برابر ہے تو ان کے عزل سے اجارہ نسخ نہ ہو گا و نسخ ایضاً بموت احد مستاجرین او مخرجین فی حصۃ او حصۃ المیت لو عقد بالنفس فقط و بقیت فی حصۃ اخی اور دو مستاجروں یا دو مخرجوں میں سے ایک مستاجر یا ایک مخرج کے مرجانے سے بھی اجارہ نسخ ہو جاتا ہے فقط اس کے حصہ میں یعنی میت کے حصہ میں نسخ ہوتا ہے اگر میت نے بذات خود اجارہ منعقد کیا ہو اور باقی رہے گا اجارہ زندہ مستاجر یا مخرج کے حصہ میں فروع مسئلہ طحہ شارح کافی وقف الاشباہ تخلیۃ البعید باطلۃ فلوا استاجر قریۃ و ہوا بالمصر لم یصح تخلیۃ علی الاصح یعنی للمتولی ان یدہب للقریۃ مع المستاجر و غیرہ فیحلی بیۃ و بیۃما ویرسل وکیلہ اور سولہ اعیاء لمل الوقف فلیحفظہ قلت لکن نقل محشیہ ابن المصنف فی زواہر الجواہر عن بیوع فتاویٰ قاری المدایۃ انہ متی مغبی مدۃ یتکون من الذباب الیہا والدخول فیہا کان قابضاً والا فلا قتبہ انتہی اور اشباہ کی کتاب الوقف میں مذکور ہے کہ مکان بعید کا تخلیۃ یعنی اجارہ کی زمین کو مستاجر کے قبضہ و تصرف میں کر دینا باطل ہے تو اگر گاؤں اجارہ لیا اور حالانکہ مستاجر شہر میں ہے تو اس کا تخلیۃ صحیح نہیں بنا بر قول صحیح نزہ کے تو متولی وقف کو لائق ہے کہ گاؤں میں جائے مستاجر کے ساتھ یعنی اس کے وکیل کے ساتھ پھر تخلیۃ کر دے درمیان مستاجر اور درمیان گاؤں کے یعنی بلا مزاحمت امدنے اس کے تصرف میں کر دے یا متولی اپنے وکیل یا پیغام رساں کو اس کے ساتھ بھیجے مال وقف کے قائم رکھنے کے واسطے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے میں کتابوں لیکن اشباہ کے نمشی مصنف کے فرزند نے زواہر الجواہر میں فتاویٰ قاری ہدایہ کی کتاب البیوع سے نقل کیا ہے کہ جب اتنی مدت عقد اجارہ کے بعد گزر جائے کہ اس میں مستاجر گاؤں کی طرف جانے اور اس کے داخل ہونے میں قادر ہو تو وہ گاؤں کا قابض ٹھہرے گا اور اگر اتنی مدت متقاضی نہ ہو تو فقط مستاجر کے التزام سے قابض نہ ٹھہرے گا انتہی مافی زواہر الجواہر ذمیرۃ الناظر میں ہے کہ اگر گاؤں اجارہ لیا اور وہ شہر سے دور ہے اور مستاجر نے اس کے قبضہ کا اقرار کیا تو تخلیۃ باطل ہے اور اقرار اس کا باطل ہے تا وقتیکہ اتنی مدت نہ گزرے جس میں وہاں جائے اور قبضہ کرے یا اس قدمت گزر جانے کے بعد اقرار کرے یا موجد اور مستاجر اپنے وکیل یا رسول بھیجیں کذا فی الطحاوی۔

**مسائل فسخیہ** فی مال متفرق ہاں حرق حصا مدای بقایا اصول نصب موصود فی ارض مستاجرۃ او مستعارۃ جلائیں باقی جڑیں نصب مقطوع کی جو اجارہ یا عاریت کی زمین کے اندر واقع ہیں ہم نصب یعنی بانس اور زر کل بطریق مثال کے ہے اس کی خصوصیت نہیں بلکہ گھاس اور ہر قسم کے کھیت کی ٹھوٹھیوں کے جلانے کا یہی حکم ہے کذا فی شرح المحوی و مثله ارض بیت المال المعدۃ لحط القواضل والاحمال و مر علی الدواب و طرح الحصاصہ قلت حاصلہ ان لم یکن لہ حق لا تنفع فی بعض بعض ما احرقت فی مکانہ بنفس الوضیع لاناقلۃ الریح علی ما علیہ الفتویٰ قالہ شیخنا اور اجارہ اور عاریت کی زمین کے مانند بیت المال یعنی سرکاری زمین ہے

جو قافلوں اور بھاری اسباب کے اتارنے کے واسطے اور جانوروں کی چراگاہ اور کھلیانوں کے ڈالنے کے واسطے مقرر ہے میں کتا ہوں اور خلاصہ یہ ہے کہ اگر جملانے والے شخص کے واسطے حق انتفاع نہ ہو زمین میں تو اس پر تاوان لازم ہوگا اس چیز کا جس کو آگ نے جلا دیا اسی مکان میں مجبور رکھنے آگ کے نہ اس چیز کا تاوان جس کو ہونے جلایا آگ اڑا کر بنا بر قول مفتی بہ ایسا کچھ کہا ہے ہمارے استاد غیر الدین رلی نے فاحرق شئی من ارض غیرہ لم یضمن لانه تسبب لا مباشرة اجارہ یا عاریت کی زمین میں کھیت کی ٹھوٹھیاں جلا دیں تو غیر شخص کی زمین سے کوئی چیز جل گئی تو جملانے والے پر تاوان نہیں اس واسطے کہ احتراق مذکور تسبب ہے احراق کا نہ مباشرت یعنی اور تاوان کی شرط مباشرت ہے نہ تسبب ان لم یضرب الريح فلو كانت مضطرة ضمن لانه لعلم انہما لا تستقر فی ارضہ فیکون مباشرتاً عدم تاوان اس شرط پر ہے کہ ہوائیں زور سے نہ چلتی ہوں اور اگر ہوائیں چلیں تو جملانے والا تاوان دے گا اس واسطے کہ وہ جانتا ہے کہ ہوا کی تیزی سے آگ اس کی زمین میں ٹھہری نہ رہے گی تو وہی شخص احتراق کا مباشرت یعنی جملانے والا ٹھہرا۔ وکنذا کل موضع کان المواضع حتی الوضیع فیہ ای ذلک المواضع لا یضمن علی کل حال اذ ائلف بذلک الموضع شئی سوا تلف بہ و ہونی مکانہ اذ بعدہ مازال عمر اور اسی طرح جس موضع میں کہ رکھنے والے کو رکھنے کا حق ہو وہاں تاوان نہیں ہر حال میں جب کہ اس رکھی چیز سے کوئی اور چیز تلف ہو جائے خواہ چیز تلف ہو اس حال میں کہ شے موضع اپنے مکان میں ٹھہری ہو یا تلف ہو اپنے مکان سے ہٹ جانے کے بعد بخلاف ما اذ لم یکن للمواضع فیہ حق الوضیع حیث یضمن الواضع اذ ائلف بہ شئی و ہونی مکانہ و کنذا بعدہ مازال لا یضمن کو موضع جبرۃ فی الطريق ثم انما عرفی فندرجتا فاکسرتا لکن کل جبرۃ صاحبہ ان زال بمنزل کسرتج وسیل لا یضمن الواضع ہذا ہوا الاصل فی ہذہ المسائل کا حقیقہ فی الخانیۃ برخلاف حکم سابق یہ صورت ہے جب کہ ہونے والے کا اس مکان میں رکھنے کا حق نہ ہو اس واسطے کہ رکھنے والا تاوان دے گا جب کہ کوئی چیز اس رکھی چیز کے سبب سے تلف ہوگی اور حالانکہ شے موضع اپنے مکان میں ہے اور اسی طرح تاوان لازم ہوگا شے موضع کے خود ٹل جانے کے بعد بعد میں ٹالنے والے کے چنانچہ گھڑا رکھنا راہ میں پھر دوسرے شخص نے دوسرا گھڑا وہیں رکھا پھر دونوں گھڑے ڈھلے اور ٹکڑے کر ٹوٹ گئے تو ہر شخص دوسرے شخص کے گھڑے کا تاوان دے گا اگر شے موضع ٹل گئی کسی چیز کے ڈالنے سے چنانچہ ہوا سے یا سیلاب سے تو رکھنے والے پر تاوان نہیں ہے ان مسئلوں میں چنانچہ اس کی تحقیق خانیہ میں کی ہے ثم ندرج علیہ بقولہ فلو وضع جبرۃ فی الطريق فاحرق بذلک شئی ضمن لتعدیہ نیز بالوضع پھر مصنف نے اپنے قول پر تفریع کی اس قول سے تو اگر چنگاری رکھی راہ میں سو اس کے سبب سے کوئی چیز جل گئی تو تاوان دے گا سبب اپنی تعمیر کے آگ رکھنے سے ہم اس واسطے کہ راہ میں چلنے کا حق ہے نہ آگ رکھنے کا و کنذا یضمن فی کل موضع لیس فی حق المرور اور اسی طرح تاوان دے ہر ایک اہم موضع میں جہاں چلنے کا حق ثابت نہیں ہم حق مرور خانیہ میں مذکور نہیں اس میں حق وضع اور عدم حق وضع مذکور ہے اور مرور کے حق کو صاحب غلامہ نے ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ اس قول پر فتویٰ ہے کذا فی الطحاوی الا اذا دہبت مہای بالموضع الریح فلا ضمان لشيئہ فلو وضع جبرۃ فی الطريق فاحرق بذلک شئی ضمن لتعدیہ خانیہ مگر جب کہ رکھی ہوئی چیز کو راہ سے ہوا اڑا لے جائے تو اب تلف ہونے سے تاوان نہیں اس واسطے کہ ہونے رکھنے والے فضل ملایا یعنی اب احراق ہوا کی طرف منسوب ہوگا نہ رکھنے والے کی طرف اور اسی طرح اگر سیلاب نے پتھر ڈھلکایا اور کوئی چیز تلف ہو گئی تو رکھنے والے پر تاوان نہیں اس کا قول پر فتویٰ ہے کذا فی الخانیۃ و لو اخرج الحداد الحدید من الکیر فی مکانہ ثم ضربہ بمطرقة فخرج الشرار الی الطريق فاحرق شیئاً ضمن ولو لم یضربہ و اخرجہ الریح لا یضمن اور اگر لوہار نے لوہا نکالا بھیجی سے اپنی دکان میں پھر اس پر پتھر ڈھلکا سو راہ کی طرف چنگاری نکل گئی اور اس نے کوئی چیز جلا دی تو لوہار تاوان دے گا اور اگر اس پر پتھر نہیں مارا اور چنگاری نے نکالی تو اب چلنے سے تاوان لوہار پر نہیں کذا فی الذبیعی سقی ارضہ سقیلاً لا یضمن فتنعمت الی ارض جبارہ فاضدلاً یضمن لانه مباشرتاً تسبب ایک شخص نے اپنی زمین اس قدر بکثرت سنی کہ زمین اس کو نہ تمام سکی سو پانی ابل کر اس کے ہوا پر کی زمین کی طرف بہا اور اس کو غراب کر دیا تو سینچا



پرتادان لازم ہوگا اس واسطے کہ وہ مباشرت سے فساد کا سبب انگیز اقتدر خیاط ادھیباغ فی جانوتہ من یطرح علیہ العمل بالنصف سوار اتحاد المسلمام  
 مختلف کنیا طبع قصاص صبح استھان لاد شریکۃ الصنائع فندالوجاہتہ لیفعل وبذا یجوز اقتدر یعمل خیاط یا رنگرینے ایک شخص کو اپنی دکان پر بٹھایا جو دکاندار کو سینے یا  
 رنگنے کا کام لے کر دے نصف نصف اجرت پر خواہ دونوں کامل ایک ہی ہو یعنی دونوں خیاط ہوں یا دونوں رنگرینے یا عمل مختلف ہو جیسے خیاط و دھوبی کے  
 ساتھ تو یہ درست ہے باعتبار استحسان کے اس واسطے کہ یہ شرکت ہے مصالح کی نہ شرکت وجوہ جیسا کہ صاحب ہدایہ سمجھتا ہے تو یہ شخص بسبب اپنی وجاہت  
 اور روادری کے کام لیتا ہے اور یہ یعنی دکاندار اپنی کاریگری کے سبب سے کام کرتا ہے کاستیجار کل لیعمل علیہ محلا اور البین الی مکہ ولہ المحمل المتقا  
 ورویتہ احب وکذا اذام بہ الطریقۃ والحقاف جیسے صحیح ہے کرایہ لینا غیر معین اونٹ کا تا اس پر محمل لا داجائے اور دو سوار اس پر سوار ہوں کہ معظمہ تک  
 اور حالانکہ محل رواج کے موافق ہے اور دیکھ لینا محمل کا مستحب ہے یعنی قطع نزاع کے واسطے اور اسی طرح اجارہ جائز ہے جب کہ بچھونا اور اوڑھنا نہ دیکھا  
 ہو م شامل میں مذکور ہے کہ دو اونٹ کہ معظمہ تک کرایہ لینے کا ایک اونٹ پر محمل کیسے اور دو شخص اس پر سوار ہوں اپنا اوڑھنا بچھونائے کر سو مکاری لے سوار  
 ہونے والوں کو دیکھا اور ان کا اسباب مذکور نہیں دیکھا اور دوسرے اونٹ پر گٹھا من ستوا اور پانی اور سرکہ اور تیل وغیرہ لاوے اور اس کی مقدار بیان نہ  
 کی یا یہ شرط کی کہ کہ معظمہ سے پلٹنے کے وقت تحائف لاوے گا جس قدر لوگ لا دیتے ہیں تو یہ اجارہ فاسد ہے قیاس میں بسبب غیر معین ہونے بوجہ کے  
 اور باعتبار استحسان کے جائز ہے اس واسطے کہ اس کا رواج جاری ہے انتہی زبانی نے کہا وجہ استحسان یہ ہے کہ معقود علیہ رگب ہے سو معلوم ہے اور  
 عمل ثابت ہے اور اس کی جہالت معاویہ کی طرف پھرنے سے زائل ہو جاتی ہے اور اسی طرح اوڑھنے بچھونے کی جہالت و دوسرے جاتی ہے کذا فی الطحاوی  
 و فی الولوایجیہ و لو تسماری الی مکہ اجلاسماۃ بغیر اعیانہا جاز و یجوز المعقود علیہ کما فی ذمۃ التسماری والابل آتہ وجہا لہا لا یفسد قلت فما یفعلہ الحاج من الاجارۃ  
 لمحمل والیرکوب الی مکہ بلا تعین الابل صحیح والشداعلم اور والوالجیہ میں ہے اور اگر چار یا دس اونٹ بلا تعین کرایہ لینے کہ معظمہ تک تو جائز ہے اور معقود علیہ  
 بوجہ قرار دیا جاتا ہے مکاری کے ذمہ پر اور اونٹ بوجہ لا دینے کے آلات ہیں اور ان کی جہالت اجارہ مذکور کی مفید نہیں ہے میں کہتا ہوں کہ وہ بوجہ حاجی  
 لوگ اجارہ کرتے ہیں بوجہ لا دینے اور سواری کے واسطے کہ معظمہ تک بلا تعین اونٹوں کے تو صحیح ہے والشداعلم وجہ جواز یہ ہے کہ مطلق متعارف کی طرف  
 متعین ہے استاجرو محلا محمل مقدار من الزاد فاکل منہ رد موضعہ من ذاد و نحوہ ایک اونٹ کرایہ لینا تو شرک کی مقدار معین کے لا دینے کے واسطے سونو شہ  
 میں سے کچھ کھایا گیا تو اس کی موضع توشہ یا مانند اس کے اور مزید پھر اس پر لادی جائے قال لغاصب دارہ فرغنا والا فاجرتہما کل شہر بکذا فلم یفرغ  
 وجب علی الغاصب التسمی لان سکونہ رضی صاحب خانہ لے گھر کے غصب کرنے والے سے کہا کہ گھر خالی کر دے اور نہیں تو کرایہ اس کا ہر ماہ اتنا دینا ہوگا  
 غاصب نے گھر خالی نہ کیا تو غاصب پر کرایہ مذکورہ واجب ہوگا اس واسطے کہ اس کا سکوت رضامندی ہے اجارہ کی الا اذا انکر الغاصب ملکہ وان  
 اثبتہ بینه لاد والا نکرہ لم یکن راضیا بالا جازۃ مگر اس صورت میں کرایہ واجب نہ ہوگا جب کہ غاصب صاحب خانہ کی ملک کا انکار کرے اگرچہ صاحب خانہ  
 اپنی ملک کو ابوروں سے ثابت کرے اس واسطے کہ جب وہ ملک کا منکر ہو تو اجارہ پر راضی نہ ٹھہرا اور اگر عطف علی انکرہ ای بلکہ و لکن لم یرض بالاجارۃ لاد  
 صرح بعدم الرضی یا غاصب نے اس کی ملک کا اقرار کیا لیکن اجرت پر راضی نہ ہوا تو بھی اجرت واجب نہ ہوگی اس واسطے کہ اس نے عدم رضا کی تصریح کر دی  
 فی الاستنباء اسکوت بالا جازۃ رضی وقبول فلو قال لیساکن اسکن بکذا والا فانتقل او قال الراعی لا رضی بالتسمی بل بکذا فسکت لزیم ماسمی اور استنباء  
 میں ہے کہ جب رہنا اجارہ میں رضا و قبول ہے تو اگر مالک نے گھر یا دکان کے رہنے والے سے کہا کہ بعوض اس قدر کرایہ کے سکونت کر اور نہیں تو نکل  
 جایا چلنے والے نے کہا کہ میں اجرت سابقہ پر راضی نہیں بلکہ اس قدر اجرت لوں گا پھر اس نے سکونت کیا تو اس قدر اجرت لازم ہوگی جتنی اس نے  
 فبجواز ما یزید ما جود عدم تعین جازۃ بسبب تعدل ورتجوع بہ تعارض ۱۲

معین کی بقی رہیں ثم لا طابہ قال لم اسع کلاک ہل یصدق من بہم نعم والا لا نکلا بالظاہر باقی یہ بات کہ اگر ساکن مذکور نے سکونت کیا پھر جب مالک نے کرایہ مانگا تو بول لاکہ میں نے تیرا کلام نہ سنا تھا تو اس کی تصدیق ہوگی یا نہیں جواب یہ ہے کہ اگر وہ شخص بہر اسے تو ہاں تصدیق ہوگی اور اگر وہ شخص بہر نہ ہو تو تصدیق نہ ہوگی بنا برعل بظاہر جواز للمتاجر ان یوجروا موبہرۃ اما من موبہرۃ فلا یجوز وان یخلل ثالث بہ یعنی للزوم تملیک المالک مستاجر کو جائز ہے کہ اجارہ والی چیز بعد اس کے قبضہ کرنے کے اس کے مالک کے سوا اور شخص کو اجارہ دے بعضوں نے کہا کہ قبل از قبضہ بھی اجارہ دینا جائز ہے اور اس کے مالک اجارہ دینے والے کو اجارہ دینا جائز نہیں اگرچہ غیر شخص درمیان میں واقع ہو اس طرح کہ مستاجر اول مستاجر ثانی کو اجارہ دے اور مستاجر ثانی موبہر کو اجارہ دے اسی قول پر فتویٰ ہے بسبب لازم ہونے تملیک مالک کے م یعنی عین کا مالک منافع کا بھی مالک ہے اور مستاجر اس کے قائم مقام ہے کذا فی الخطا وی دہل تطل الادلی بالاجارۃ للمالک الصیح لا دیبایۃ قلت وصحہ قاضی خاں وغیرہ دلی المضمرات وعلیہ القوی اور کیا پہلا اجارہ مالک کو اجارہ دینے سے باطل ہو جاتا ہے یا نہیں جواب یہ ہے کہ صحیح قول یہ ہے کہ باطل نہیں ہوتا میں کہتا ہوں اور عدم بطلان کو صحیح کہا ہے قاضی خاں وغیرہ نے اور مضمرات میں ہے اور اسی قول پر فتویٰ ہے وقد مناعن البر معز یا للجوہرۃ الاصح نعم وافرہ المصنف ثم ونقل ہنا عن التملکۃ مال فیہ انہ ان قبضہ منہ بعد ما استاجر بطلت والا لا فلیکن التوفیق قتال اور ہم نے بحر الرائق سے نسبت مجمرہ پہلے نقل کیا کہ صحیح تر قول یہ ہے کہ ہاں اجارہ باطل ہو جاتا ہے مالک کو اجارہ دینے سے اور ثابت رکھا ہے اس قول کو مصنف نے وہاں اور اپنی شرح میں یہاں خلاصہ سے وہ نقل کیا ہے جو اس کا مفید ہے کہ اگر موبہر نے مستاجر سے اجارہ کی چیز قبض کی بعد اس کے اجارہ لینے کے تو پہلا اجارہ باطل ہو گا اور نہیں تو باطل نہ ہو گا تو اب تو دونوں قولوں میں اختلاف رفع ہو گیا اتفاق ہو گیا سو اس کو غور کرے م یعنی بطلان اجارہ ادلی کا قول عدم قبض موبہر پر محمول ہے اور بطلان کا قول قبض موبہر پر محمول ہے محیط میں ہے کہ موبہر نے مستاجر سے لے کر قبض نہیں کیا تو مستاجر اول پر اجرت لازم ہے دہل تسقط الاجارۃ ما دام فی بدو الامر خلاف مبسوط فی شرح الوہابیۃ اور کیا اجرت ساقط ہوگی جب تک اجارہ کی چیز موبہر کے قبض میں ہے اس میں اختلاف ہے جو شرح وہابیہ میں مشرح مذکور ہے وکلمہ باستیجار عتق الوکیل وقبض ولم یسلمہا ای لم یسلم الوکیل العین الموبہرۃ الیہ ای الی الموکل حتی مضت المدۃ قالوا جری علی الوکیل لانہ اصل فی الحقوق ورجع الوکیل بالاجر علی الامر لنیابتہ عنہ فی القبض فصار قابضاً حکما ایک شخص نے دوسرے کو بیڑ منقول کے اجارہ لینے کا وکیل کیا سو وکیل نے ویسا ہی کیا اور اس پر قبضہ کیا اور وکیل نے اجارہ کی چیز موکل کو تسلیم نہ کی یہاں تک کہ اجارہ کی مدت گزر گئی تو اجرت وکیل پر ہے اس واسطے کہ وہ اصل ہے عقد کے حقوق میں اور وکیل اجر بھرے موکل امر کرنے والے سے بسبب نائب ہونے وکیل کے موکل کی جانب سے قبضہ کرنے میں تو موکل حکم قابض ٹھہر گیا م وکیل موکل سے اجرت بھرے خواہ وکیل نے موکل کو اجارہ کی چیز سے نہ لیا ہو یا نہ لیا المدۃ وکذا الحکم ان شرط الوکیل لتجیل الامر وقبض الامر ومضت المدۃ ولم یطلب الامر لارمنہ فانہ یرجع الیہا لیسر ودرۃ الامر قابضاً بقبضہ مالم یظہر المنع اور اسی طرح حکم ہے اگر وکیل نے پیشگی اجرت کا دینا شرط کیا اور وکیل نے گھر قبض کیا اور مدت اجارہ گزر گئی اور امر کرنے والے نے اس سے گھر نہ مانگا تو وہ وکیل بھی اپنے پاس سے موبہر کو اجرت دے گا اور موکل سے اجرت مذکورہ بھرے گا بسبب ہوجانے موکل کے قابض وکیل کے قبضہ کرنے سے جب تک کہ وکیل کی جانب سے منع ظاہر نہ ہو یعنی تا وقتیکہ موکل کو تصرف سے باز نہ رکھے وان طلب الامر لارمنہ وانی الوکیل لتجیل الاجرۃ لایرجع لانہ لما جس الامر حق لم یبق یہہ یدنیانہ فلم یصر الموکل قابضاً حکما ولا یلزم الاجر اور اگر موکل نے وکیل سے گھر مانگا اور وکیل نے نہ دیا تجیل اجرت کے سبب سے تو اب اجرت فقط وکیل پر پڑے گی اور وکیل موکل سے رجوع نہ کر سکے گا اس واسطے کہ جب اس نے گھر کو بسبب حق کے روک رکھا تو وکیل کا قبض نیابت کا قبض باقی نہ رہا تو موکل حکما قابض نہ ٹھہرا تو موکل پر اجرت لازم ہوگی لیستحق القاضی الامر علی کتب الوثائق والیٰ منہ والسجلات قدر ما یجوز لغيرہ قاضی مستحق اجرت ہوتا ہے دستاویز اور محضروں اور سجلوں



کے لکھنے پر جس قدر عیز قاضی کو اجرت یعنی جائز ہے م قاضی پر حکم کرنا واجب ہے نہ لکھ دینا لکھنے سے مستحق اجرت کا ہوا لیکن یہ جائز نہیں کہ جس قدر قاضی چاہے اجرت لے بلکہ جتنی اجرت اس قدر لکھنے پر لیتے ہوں اسی قدر قاضی بھی اجرت لے اپنے علم منصب سے زیادہ طلبی نہ کرے مفتی فائدہ یستحق اجرا مثل علی کتابہ الفتوی لان الواجب علیہ الجواب باللسان دون الکتابۃ بالبنان ومع هذا الکف ادلی احتراز عن القیل والقال وصیانتہ لما لا الوجه عن التبدال بزائریہ وتماہنی قضاء الوہابیۃ چنانچہ فتوی دینے والا عالم کہ وہ بھی اجرت مثل کا مستحق ہوتا ہے فتوی لکھ دینے پر اس واسطے کہ مفتی پر زبان سے جواب دینا واجب ہے نہ انگلیوں سے لکھ دینا اور باوجود اس کے اجرت نہ لینا بہتر ہے تاکہ قیل اور قال سے بچے اور اگر وہ ابتذال سے محفوظ رہے کذا فی البرزانیہ اور پوریان اس کا وہابیہ کی کتاب القضا میں ہے فی العیر فیہ حکم وطلب اجرة لیکتب شہادۃ جازہ کذا المفتی لونی البلدۃ غیرہ قیل مطلقا لان کتابتہ لیست بواجبۃ علیہ اور میر فیہ میں ہے کہ قاضی نے حکم کیا اور اجرت طلب کی تاکہ اپنی گواہی لکھ دے تو جائز ہے اور یہی حکم ہے مفتی کا اگر اس شہر میں اس کے سوا اور کوئی بھی فتوی دینے والا ہو اور بعضوں نے کہا خواہ ہو یا نہ ہو مطلقا طلب اجرت تحریر شہادت پر جائز ہے اس واسطے کہ لکھنا واجب نہیں مفتی پر م خطا دی نے کہا شاید کہ گواہی سے مراد قاضی کا وہ خط ہے جو دستاویز پر لکھا جاتا ہے یعنی قاضی کے دستخط یا مہر والا یہاں تو گفتگو قاضی میں ہے نہ شاید میں اور فراموش نہ کیجیو جو مذکور ہو چکا کہ اجرت لینا بقدر کتابت غیر قاضی جائز ہے نہ زیادہ دینا استاجر لیکتب لہ تعین الاصل السحر جازان میں لہ قدر کاغذ والخط والکتوب اور میر فیہ میں ہے کہ ایک شخص نے اجارہ مقرر کیا تاکہ وہ اس کے واسطے دغ سحر کا تعدیل کھ دے تو جائز ہے اگر اس سے کاغذ اور خط اور مکتوب کی مقدار بیان کر دے م اس واسطے کہ کاغذ کی مقدار مذکور ہو گئی تو معلوم ہو گیا اس قدر سطور کی اس میں گنجائش ہے یا متبار عرض کے اور تفادات بعض کلمات کے زیادہ ہونے کا معاف ہے اور ظاہر خط سے مراد عدد سطور ہے اس واسطے کہ بیان مقدار کاغذ سے عدد سطور کا بیان لازم نہیں تو اس صورت میں لفظ مکتوب کی کچھ حاجت نہیں اور لفظ مکتوب مع الغفار میں میر فیہ کی نقل عبارت میں نہیں ہے اور خط سے کاتب کا خط مراد نہیں ہو سکتا اس واسطے کہ عادت یہ ہے کہ کاتب کا خط ادل دیکھ لیتے ہیں کذا فی الطوطا وی المستاجر لہ لیکون خصا لم علی الاجارۃ والرسن والشرا لان الدعوی لا یكون الا علی مالک العین مستاجر مدعا علیہ نہیں ہوتا اجارہ اور رسن اور خرید کے مدعی کا اس واسطے کہ دعوی نہیں ہوتا مگر مالک عین پر اور مستاجر تو مالک نہیں م مثلاً ایک گھر زید نے کرایہ لیا سو دوسرے شخص نے دعوی کیا کہ یہ گھر میرے اجارہ میں ہے یا میرے پاس گھوسے یا میں نے اس کو خرید کیا ہے تو اس کی جواب دہی مالک سے متعلق ہے نہ زید سے بخلاف مشتری والموہوب لہ لکھا العین برغلان مشتری اور موہوب لہ کے بسبب مالک ہونے دونوں کے یعنی مشتری اور موہوب زمین کے مالک ہیں تو وہ مدعا علیہ ہو سکتے ہیں اجارہ اور خرید کے دعوی کے دہل بشرط حضور الامیر مشتری قولان اور کیا حاضر ہو ناموہوب کا مشتری کے ساتھ دعوی اجارہ میں شرط ہے اس میں دوقول ہیں ایک قول میں شرط ہے اور دوسرے قول میں نہیں وفتح الاجارۃ وفتحها والمزارعۃ والمعاملۃ والمضاربتہ والوکالۃ والکفالتہ والایضاع والوصیتہ والقضاء والامارۃ والطلاق والعتاق والوقف حال کون کل واحد ما ذکر مضافا الی الزمان المستقبل کا جرتک او فاسخک راس الشہر بالاجماع اور صحیح ہے اجارہ اور اس کا نسخ کرنا اور مزارعت اور معاملۃ یعنی مساقاۃ اور مضاربت اور وکالت اور ضمانی اور کسی کو وصی کرنا اور کسی کے واسطے وصیت کرنا اور قضا اور سرداری اور طلاق اور عتاق اور وقف جب کہ ہر ایک امور مذکورہ سے زمان مستقبل کی طرف مضاف ہوں چنانچہ میں نے تجھ کو اجارہ دیا یا تجھ سے اجارہ کیا شروع ماہ میں تو مجھ سے بالاتفاق م ایضا کی مثال یہ ہے کہ میں نے فلا نے کو وصی کیا اپنی موت کے بعد اور وصیت کی مثال یہ ہے کہ میرے مال سے سو م حصہ فلا نے شخص کا ہے میری موت کے بعد تمہارا نے ہمارے وصی سے نقل کیا کہ عاریت اور اذن فی التجارۃ بھی وکچھ معنی کا ماثیہ ف قاضی راخذ اجرت بر تحریر دستاویز یا مقدمہ اجرت دیگران جائز است لیکن مگر فتی افضل است ۱۲

مضاف بزمان آئندہ صحیح میں کذا فی الطحاوی لا یصح مضافاً للاستقبال کل من کان تملیکاً للمال مثل البیع و اجازتہ و فسخہ و القسمۃ و الشریکۃ و الہبتہ و الشکاح و الرجوعۃ و الصلح عن مال و ابراء الدین و قدر فی متفرقات البیوع صحیح نہیں مضاف بزمان مستقبل جو شے کہ فی الحال تملیک ہو مانند بیع اور اس کی اجازت اور فسخ کے اور مانند قسمت اور شرکت اور ہبہ اور نکاح اور رجعت اور صلح عن المال اور ابراء الدین کے اور یہ مذکور ہو چکا کتاب البیوع کے متفرقات میں ہم اجازت بیع کی یہ مثال کہ فصولی نے غیر کا غلام بیچا سو مالک نے کہا کہ میں نے اس بیع کی اجازت دی اور صلح میں داخل میں کل صلح مگر مال کی قید سے دم عمد کی صلح نکل گئی اس واسطے کہ اس کی اصناف زمان مستقبل کی طرف صحیح زاد اجماع المثل فی نفسه من غیر ان یزید بعد فسخہ ففلم یتولی فسخها و مالہ یفسخ کان علی المستاجر المسمی بلفظی اجرت مثل زیادہ ہو گئی خود بخود بدون اس بات کے کہ کوئی اس کو برصا دے تو متولی کو اجارہ وقف کا فسخ کرنا جائز ہے اور جب تک متولی فسخ نہ کرے گا تو مستاجر پر اجرت معینہ لازم ہوگی اسی قول کا فتویٰ ہے فسخ العقد بعد تجیل البذل فللمعجل حبس المبدل حتی یتولی مال البذل صحیحاً کان العقد فاسداً لوالعین فی ید المستاجر فلیمفظ موبہر نے عقد اجارہ فسخ کیا اجرت پیشگی لینے کے بعد تو پیشگی دینے والے کو حبس مبدل یعنی اجارہ کی چیز روک رکھنا جائز ہے یہاں تک کہ عوض کا مال بھرے خواہ عقد صحیح ہو یا فاسد بشرطیکہ اجارہ کی چیز مستاجر کے ہاتھ میں ہو تو اس کو یاد رکھنا چاہیے استاجر مشغولاً و فارغاً صحیح فی الفارغ فقط لا المشغول کا مرکن حرر محشی الاشباہ ان الراجح صحۃ اجارۃ المشغول ولیو مر بالتفرغ والتسليم مالم یکن فیہ ضرر فله فسخها فتنہ اجارہ لیا مشغول اور خالی چیز کا تو اجارہ صحیح ہے فقط خالی چیز میں نہ مشغول میں چنانچہ مذکور ہو چکا لیکن اشباہ کے محشی نے تحریر کی ہے کہ قول راجح یہ ہے کہ اجارہ مشغول کا صحیح ہے اور موبہر کو امر ہو گا مشغول چیز کے خالی کر دینے کا اور تسلیم کا جب کہ خالی کرنے میں ضرر نہ ہو تو اس کو اس کا اجارہ فسخ کر دینا جائز ہے سو خبردار رہنا استاجر شاة لا رضاع ولده او جدید لم یحز لعدم العرف بکری اجارہ لی اپنے لڑکے کے دو دوہ پلانے کو یا اپنی بکری کے بچے کے دو دوہ پلانے کو تو اجارہ جائز نہیں بسبب عدم رواج کے المستاجر فاسد اذا اجمعه صحیح اجازت کو بعد قبضہ فی الاصح ینز و قلیل لا و تقدم הכל کل فی الاشباہ اجارہ فاسدہ کا مستاجر جب کہ اور شخص کو اجارہ صحیح دے تو اجارہ جائز ہے اگر اجارہ دیا بعد اس کے قبضہ کرنے کے قول اصح میں کذا فی المیزۃ اور قول ضعیف میں اجارہ مذکورہ صحیح نہیں اور سب مسائل مذکورہ پہلے مذکور ہو چکے اور یہ سب مسائل اشباہ میں مذکور ہیں فروع مسائل ملحقہ شارح کے اعلم ان المقاطعۃ اذا وقعت بشرط العبارة فی صحیح لان العبرة للمعانی و قد مرنا فی الجہاد و دیانت کیا کہ مقاطعہ جب کہ اجارہ کی شرطوں کے ساتھ واقع ہو تو اجارہ صحیح ہے اس واسطے کہ اعتبار معانی کا ہے نہ فقط لفظ کا اور اس کو ہم مقدم ذکر کر چکے ہیں کتاب الجہاد میں ہم مقاطعہ یہ کہ بادشاہ کسی شخص کو زمین دے بطور معافی کے اس طرح کہ بادشاہ کے میں نے تجھ کو یہ زمین معاف کر دی ہر سال اس قدر اجرت پر تو یہ اجارہ ہے نہ معافی کذا فی الطحاوی صحیح استیجار قلم بیان الاجر والمدة صحیح ہے اجارہ لینا قلم کا اجرت اور مدت کے بیان کے ساتھ استاجر شیاناً یتففع بہ خارج المصرفا تنفع بہ فی المصرفان کان ثوبا لزم الاجر وان کان دابة لا یکبیر اجارہ لی تاکہیں سے فائدہ حاصل کرے شہر سے باہر جا کر پھر اس نے شہر ہی میں فائدہ حاصل کیا تو اگر وہ چیز کپڑا ہو تو اجرت لازم ہوگی اور اگر جانور ہو تو اجرت لازم نہیں ساقدا ولم یرکبها لزم الاجر الا لعذر بہا مستاجر جانور کو ہانکے گیا اور اس پر سوار نہ ہوا تو اجرت لازم ہوگی لیکن اگر جانور میں کوئی عذر ہو مانع سواری کا مثلاً اس کی پیٹھ لگی ہو تو اجرت لازم نہیں م یعنی سواری کے واسطے اجارہ لیا اور سوار نہ ہوا تو اس کا قصور ہے اخطا الکاتب فی البعض ان الخطا فی کل ورقة غیر ان شاء اخذه و اعطی اجرت لوتکر علیہ اخذ منہ القيمة کاتب چوک کیا بعض سطور میں اگر خطا ہر ورق میں ہو تو لکھانے والا مستاجر چاہے اس کو لے اور اس کی اجرت مثل دے بشرطیکہ اجرت معینہ زیادہ نہ ہو یا اس کو اس پر چھوڑے اور کاتب سے قیمت کاغذ اور روشنائی کی لے کذا فی الاولوالحیو ان فی البعض اخطا بحسابہ من السمی اور اگر خطا بعض ورقوں میں ہو تو اس کو اجرت معینہ دے اس کے حساب کے موافق م یعنی جس قدر ورق صحیح لکھے ہوں ان کی اجرت تو ٹھہرانے کے موافق دے



اور جسے ورق غلط ہوں اس کے موافق اجرت مثل دے کذا فی الطحاوی والصیر فی یا جواز اخرجت الزیادۃ فی اکل استرد الاجرۃ فی البعض بحسابہ صراف نے پرکھائی  
کی اجرت لی جب کہ کھوٹا ہونا سب درایم یا دنیا میں ظاہر ہوگا تو اس سے اجرت پھیر لی جائے گی اور بعض کے کھوٹے ہونے میں اس کے حساب سے استرداد ہوگا  
وہی علی کذا فہ کذا فہ لہ اجر مثلاً ان شی لاجد اگر مجھ کو فلاں چیز بتا دے تو اس کے واسطے اجرت ہے سو اس کو بتائی تو بتانے والے کے واسطے اجرت مثل ثبات  
ہے اگر بتانے والا چند قدم چلا ہو بتانے کے واسطے وہی علی کذا فہ کذا فہ باطل ولا اجر لہ ولا اذین الموضع جو شخص مجھ کو فلاں چیز بتا دے تو اس کے واسطے  
اجرت سے تو یہ باطل ہے اور بتانے والے کے واسطے کچھ اجرت نہیں مگر جب کہ موضع دلالت معین کرے مگر شارح کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ اجارہ مذکور بقول  
ابن شریطہ صحیح ہے اور بلفظ من شرطہ صحیح نہیں حالانکہ ایسا نہیں ہے اس واسطے کہ طحاوی نے برازیہ سے یوں نقل کیا ہے کہ ایک شخص نے کوئی چیز کہہ کر اس  
نے کہا کہ جو مجھ کو دلالت کرے اس پر تو اس کے واسطے اتنی اجرت ہے تو اس کی دو صورتیں ہیں اگر اس نے یہ کلام بربیل عموم کے کہا اس طرح کہ من دلی  
یعنی جو شخص کہ مجھ کو بتا دے تو اجرت باطل ہے اس واسطے کہ بتانا اور اشارہ کرنا ایسا عمل نہیں ہے جس کے سبب سے حق اجرت ہو تو بتانے والے کو اجرت نہ  
ملے گی اور اگر بربیل خصوص کے کہا یعنی اس طرح ایک شخص معین سے کہا کہ اگر تو مجھ کو فلاں چیز بتا دے تو تیرے واسطے اتنی مزدوری ہے تو اگر وہ شخص بتانے  
کے واسطے چلا اور اس نے دلالت کی تو اس کو اجرت مثل ملے گی بتانے کے واسطے چلنے کے سبب سے اس واسطے کہ چلنا ایسا عمل ہے جس پر استحقاق اجرت  
ثابت ہوتا ہے عقد اجارہ سے لیکن چونکہ چلنے کی مقدار معین نہیں لہذا اجرت مثل واجب ہوگی نہ اجرت معینہ اور اگر بدون چلنے کے دلالت واقع ہوگی تو عموم اور  
خصوص برابر ہے انتہی تو معلوم ہوا کہ مدار صحت اجارۃ تعیین اور چلنے پر ہے نہ فقط ان اور من کی تعبیر بلکہ اور اشباہ کی بھی عبادت برازیہ کے مانند ہے کذا فی الطحاوی  
استاذہم حوض عشرۃ فی عشرۃ وین العن مخفر خمسۃ فی خمسۃ کان لہ ربح الاجر اکل من الاشباہ اجارہ لیا ذہ درودہ حوض کے کھودنے کا اور اس کا عین بیان کر دیا مثلاً  
مانتہ بھر کا اگر اسو مزدور نے بیخ و زرخ کھودا تو اس کے واسطے چوتھائی مزدوری ثابت ہوگی یہ سب مسائل اشباہ سے منقول ہیں مگر چوتھائی مزدوری اس واسطے  
ہوئی کہ وہ درودہ یعنی دس مانٹہ طول اور دس مانٹہ عرض کے سوا مانٹہ مکسر ہوتے ہیں تو بیخ و زرخ یعنی پانچ مانٹہ طول اور پانچ مانٹہ عرض کے پچیس مانٹہ مکسر ہوتے اور  
پچیس چوتھائی ہے سو کی تو چوتھائی عمل سے چوتھائی اجرت لازم ہونی معلوم ہوا کہ اجسام میں ضرب معتبر ہے نہ مثل طلاق میں کذا فی الطحاوی و فیہا  
جواز استیجار طریق لہ و ان یلین المدة قلت و فی حاشیہ تہا ہذا قولہا و ہوا مختار شرح مجمع اور اشباہ میں ہے کہ جائز ہے اجارہ لینا راہ کا چلنے کے واسطے اگر مدت مورد  
بیان کی جائے میں کہتا ہوں اور اشباہ میں ہے کہ یہ صاحبین کا قول ہے اور یہی مختار ہے کذا فی منہ المجمع مگر جواز اجارہ طریق اس صورت میں ہے کہ جب  
طریق ایک شخص کی ملک میں ہو کذا فی الطحاوی و فی اختیار من دلی علی کذا جاز لان الاجر تعیین بدلتہ اور اختیار میں ہے مستاجر نے کہا کہ جو شخص ہم کو فلاں چیز بتا دے  
اس کا اتنا اجر ہے تو جائز ہے اس واسطے کہ اجر متعین ہو جاتا ہے اس کے بتانے سے مگر اور اسی طرح یہ البکیر میں ہے اور غنیمت مذکور ہو چکا کہ مراد یہ  
ہے کہ اس کلام کا مخاطب معین ہے اور اس کی جانب سے قبول پایا گیا ہو چنانچہ متعین ہونا اجرا اس کی دلالت سے اس مراد پر دلالت کرتا ہے کیونکہ اجرت  
مسمیٰ مراد ہے کذا فی الطحاوی عن حاشیہ ابی السعود علی الاشباہ و فی الغایۃ داری تک اجارۃ ہبۃ صحت غیر لازمہ فلکل منہا ولو بعد القبض یلیقظ اور اتقانی کی  
غایۃ البیان میں ہے کہ میرا گھر تیرے واسطے اجارہ ہے ہبۃ تو اجارہ غیر لازمہ صحیح ہے تو موجد اور مستاجر ہر ایک کو اس کا فتح کرنا جائز ہے اگرچہ بیخ بعد قبض  
مستاجر واقع ہو تو اس کو یاد رکھنا چاہیے مگر اور اسی طرح اجارہ صحیح ہوگا اگر لفظ ہبۃ اجارہ پر مقدم کرے کذا فی غایۃ البیان ایضاً اور اجارہ صحیح ہوا باعتبار لفظ  
اجارہ کے اور عدم لزوم عقد لازم لفظ ہبۃ کے سبب سے اور لزوم اجرت اجارہ کی جہت سے کذا فی الطحاوی و فی لزوم الاجارۃ المضافۃ تصحیحان و اید  
سے یعنی متباد کے نزدیک معنی ضرب کے یہی کہ مغزوب کے اجزاء بقدر مغزوب فیہ ہجایں جیسے اگر کہے کہ تجھ کو طلاق وہ درودہ میں یعنی دو ضرب کھائے ہوئے دو میں تو دوی طلاق  
ہوگی یعنی دو طلاق کے دو درودہ کھائے ہوئے یعنی نہیں کہ دو کو دو بار لیا جیسا حساب میں ہوتا ہے مگر اجسام میں فقہاء بھی مثل مماہوں کے معنی لیتے ہیں جیسے کہ مثال حوض میں لیے ۱۲





# کتاب المکاتیب

یہ کتاب ہے غلام مکاتیب کے احکام میں مناسبتہ للاجارتہ ان فی کل منہما ملک الرقبۃ لشخص ومنفعة لغيره کتاب المکاتیب کی مناسبت کتاب الاجارۃ سے یہ ہے کہ دونوں میں رقبہ تو ایک شخص کا مملوک ہے اور منفعت اس کی غیر شخص مذکور کی مکاتیب کا رقبہ مولیٰ کا مملوک ہے اور منفعت مکاتیب کی اور عبادہ میں رقبہ مملوک ہے اور منفعت مستاجر کی الکتابۃ من الکتاب وہی جمع الحروف بمعنی لان فیہ ضم حرۃ الید والحرۃ حرۃ الرقبۃ کتاب لغت میں کتب لغت سے مشتق ہے اور کتب عبارت ہے حروف کے جمع کر کے نئے سے عقد کتب کو کتب اس واسطے نام رکھا کہ اس میں حریت یا حریت رقبہ کے ساتھ ملانا اور جمع کرنا ہے م بہتر یہ تھا کہ شارح یوں کہتا کہ کتب عبارت ہے جمع سے یعنی جمع حروف نہ کہتا اس واسطے کہ جمع حروف کتب تفسیر ہے نہ کتب کی مصنف نے منع الغفایں کہا کہ مکاتیب اسم مفعول ہے کتب مکاتیب سے اور مولیٰ مکاتیب ہے یکسر تا اور اصل اس کی کتب سے اور کتب عبارت ہے جمع سے اور اسی سے کتبہ یعنی طائفہ مجتہد لشکک اور اسی سے ہے کتاب اس واسطے کہ وہ جامع سے عبارت مفعول کی اور اسی سے ہے کتاب یعنی لکھنا اس واسطے کہ وہ جامع سے حروف کی اور اس عقد کا کتب اور مکاتیب اس واسطے نام رکھا کہ اس واسطے حریت کا حریت رقبہ کے ساتھ یا اس واسطے کہ اس میں دو قسمیں یا زیادہ مجتمع ہوتی ہیں یا اس واسطے کہ غلام اور مولیٰ دستاویز لکھتے ہیں اور یہی وجہ اخیر ظاہر ہے اس کتابی و شرعی تحریر المملوک ید اسی من جہۃ الید حالاً اور رقبۃ مالاً یعنی عند اداء البدل حتی لو اداه حالاً عتق حالاً اور شرعاً میں کتب عبارت سے مملوک کے فی الحال آزاد کرنے سے باعتبار تصرف کے اور اس کی گردن آزاد کرنے سے باعتبار انجام کار کے یعنی بدل کتب کے اور کرنے کے وقت تو اگر بعد عقد کتب کے فی الحال بدل کتب اور دے تو فوراً آزاد ہو جائے م یعنی جب مولیٰ نے اپنے غلام سے کہا کہ میں نے تجھ کو مکاتیب کیا سودم پر مثلاً یعنی اگر سودم کا لادے تو آزاد ہو جائے تو بجز اس کلام کے غلام آزاد ہو گیا تصرف کی راہ سے یعنی جس طرح آزاد لوگ خرید و فروخت اور نوکری چاکری میں بطور خود تصرف کرتے ہیں ویسا ہی غلام مکاتیب بھی تصرف کرے گا اس میں مولیٰ کے اذن کی حاجت نہیں اور جب سودم ادا کرے گا تو اس کی ذات آزاد ہو جائے گی تو مکاتیب عباد اور حردوں سے مشابہ ہے عبد سے اس واسطے مشابہ ہے کہ ہنوز اس کی گردن آزاد نہیں تا ادائے بدل کتب اور حرد سے اس واسطے مشابہ ہے کہ آزاد کی طرح تصرف کرتا ہے اور اپنی کئی کالک ہوتا ہے ورکنہا الا ایجاب والقبول بلفظ الکتابۃ او بالودی معناه اور کتب کا دکن ایجاب اور قبول ہے بلفظ کتب یا جو لفظ کہ موصول یعنی کتب ہوم مثلاً مولیٰ کہے غلام سے کہ میں نے تجھ کو مکاتیب کیا یا تیرے ساتھ عقد کتب منقذ کی اور غلام اس کو قبول کرے اور م معنی کتب کی یہ مثال ہے کہ مولیٰ کہے کہ میں نے تجھ پر ہزار دم مقرر کیے تو اس کو ادا کر یا یوں کہے مجھ کو ہزار دم ہر مہینے میں سودم کر کے ادا کر اور تو آزاد ہے ایجاب و قبول کی قید سے تعلیق عتق کتب سے خارج ہو گئی اور لفظ کتب کی قید سے اعتاق علی المال خارج ہو گیا

اور فرق معنوی یہ ہے کہ مکاتیب مجزئہ سے پھر قریبی ہو جائے نہ مقتنی المال و شرطہا کون البذل المذکور فیہا معلوما قدرہ و جنبہ و کون الرق فی المحل قائما اور کتابت کی شرط ہونا ہے اس بدل کا جو کتابت میں مذکور ہو معلوم القدر و الجنس اور ہونا قی کا محل میں یعنی ذات مملوک میں قائم ہو اور اگر بدل کی مقدار اور جنس معلوم نہ ہو تو کتابت فاسد ہے اس واسطے کہ جہالت باعث نزاع ہے برابر ہے کہ بدل مال ہو یا منفعت کذا فی الدرد لا کو نہ منجا او موصلا الصحتہا بالمال نہ ہونا بدل کا منجم یا موصول بسبب صحیح ہونے کتابت کے فی الحال کے ادا کرنے سے م یعنی بدل کا منجم یا موصول ہونا کتابت کی شرط نہیں منجم اور موصول میں فرق یہ ہے کہ موصول وہ کہ تمام مال کی ایک مدت مقرر ہو اور منجم وہ ہے کہ جس کی کئی مدتیں ہوں مثلاً تیزار درم کی دس مدتیں ہر تودرم کی مدت ایک مہینہ و حکما فی جانب العبد انتفاع الحرج فی الحال و ثبوت الحرۃ فی حق الید لا الرقبۃ الا بالاداء اور کتابت کا حکم یعنی اثر مترتب غلام کی جانب میں دور ہونا عدم تصرف کافی الحال اور ثابت ہونا آزادی کا تصرف کرنے کے حق میں نہ گردن کے حق میں مگر ادائے بدل کتابت سے و فی جانب المولی ثبوت ولایۃ مطالبۃ البذل فی الحال ان کانت حالۃ و الملک فی البذل اذا قبضہ و عودہ ملکہ اذا عجز اور اثر مترتب مولی کی جانب میں ثابت ہونا مطالبہ بدل کی ولایت کافی الحال اگر کتابت بلا مدت ہو اور مالک ہو یا بدل کتابت کا جب کہ اس پر مولی قبض کرے اور غلام کا پھر نامولی کے ملک کی طرف جب کہ وہ ادائے بدل کتابت سے عاجز ہو کتابت قنہ و لو القن صغیر العیقل ببال حال ایا نقد کلا و موصول کلا و منجم ای مقسط علی اشر معلومہ او قال جعلت علیک الف التودیہ نجوما و لہا کذا و آخر کا کذا فان ادیتہ فانت حر و ان عجزت فحقن و قبل العبد لک صح و صا د کا بتالا طلاق قولہ تعالیٰ فکا تبوہم مکاتیب کیا اپنے غلام کو اگر یہ غلام ایسا صغیر ہو کہ خرید و فروخت کو سمجھتا ہو مکاتیب کیا بعض مال کے خواہ مال حال ہو یعنی سب مال نقد ہو یا سب مال موصول ہو یا منجم ہو یعنی اس کی قسطیں مقرر ہو گئی ہوں معین مہینوں پر یا مولی نے یوں کہا کہ میں نے تجھ پر تیزار درم مقرر کیے جو کچھ تو ادا کرے قسط بقسط اول قسط فلانا مہینہ سے اور آخر قسط فلانا مہینہ تو اگر تو ادا کرے گا تو آزاد ہے اور اگر تو ادا کرنے سے عاجز ہوگا تو تو غلام ہے اور اس کو غلام نے قبول کیا تو صحیح ہے اور وہ غلام مکاتیب ہو جائے گا بسبب مطلق ہونے قول حق تعالیٰ کے اس قول کے کہ فکا تبوہم یعنی غلاموں کو مکاتیب کر دو م یعنی امر قرآنی غلام صغیر اور کبیر اور مال نقد اور موصول اور منجم سب کو شامل ہے و الامر للذنب علی ایصح اور امر کتابت کا استحباب کے واسطے ہے بنا بر قول صحیح کے نہ وجوب کے واسطے چنانچہ اوڈ خطاب کا مذہب ہے اور نہ اباحت کا چنانچہ بعض علماء حنفیہ سمجھتے ہیں و المراد بالخیر ان لا یضر یا مسلمین بعد العتق اور غیر سے مراد یہ ہے کہ مسلمانوں کو غلام ضرر نہ پہنچائے آزاد ہونے کے بعد م یعنی یہ جو قرآن شریف میں وارد ہے کہ اگر تم غلاموں میں خیر سمجھو تو ان کو مکاتیب کرو تو خیر سے مراد عدم مضرت مسلمین ہے فلو یضر فالاعتق ترکہ تو اگر آزاد ہونے کے بعد مسلمانوں کو ضرر پہنچا دے تو افضل یہ ہے کہ اس کو مکاتیب نہ کرے و لو فعل صح اور اگر باوجود اس کے مکاتیب کرے گا تو صحیح ہوگا و لو کتاب نصف عیدہ جاز و نصف الاخر ما ذون لہ فی التجارۃ و لو اراہ منع لیس لہ ذلک کیلا یطل علی العبد حق العتق و تمانی فی التارخانیۃ اور اگر اپنے نصف غلام کو مکاتیب کیا تو جائز ہے اور نصف باقی ما ذون لہ فی التجارۃ ہوگا اور اگر مولی اس کو منع کرنا چاہے تو اس کو جائز نہیں تاکہ غلام کا حق عتق باطل نہ ہو جائے اور پورا بیان اس کا تاتارخانیہ میں ہے و اذا صححت الکتابۃ خرج من یدہ دون ملکہ حتی یودی کل البذل لمحدث ابی داؤد و المکاتیب عیدہ باقی علیہ و ہم اور جب کہ کتابت صحیح ہو گئی تو مکاتیب نکل گیا مولی کے ہاتھ سے یعنی اس کے تصرف سے نہ اس کی ملک سے یہاں تک کہ تمام بدل کتابت ادا کرے بذیل ابی داؤد کہ مکاتیب غلام سے جب تک کہ اس ایک درم باقی رہے م اور یہی مذہب ہے زید بن ثابت کا اور اسی پر عمل ہے علماء اہل حدیث کا ثم فرغ علیہ لقبولہ و عزم المولی العقران و ط مکتبۃ الحرم علیہ پھر مصنف نے خروج تصرف مولی پر تفریع کی ہے اپنے اس قول سے اور تاوان دے مولی عشر قیمت کا اگر اپنی لفظ



مکاتب سے دلی کرے بسبب حرام ہونے دلی مکاتب کے مولیٰ پر ہم عقرا آزاد عورت میں مشرل ہے اور لٹدی میں اس کی قیمت کا دسواں حصہ اگر وہ باکرہ ہو اور اگر  
 شہید ہو تو بیسواں حصہ قیمت کا کذا فی الطحاوی عن ابی السعد او جتنی علیہا فانه یغرم اذ شہایا مولیٰ مکاتب پر جنایت کرے یعنی اس کو قتل کرے تو اس کی دیت  
 ماکاوان دے او جتنی علی ولد یا مکاتب کے ولد کو مولیٰ قتل کرے تو دیت دے او اتلف المولیٰ مالہا لانه لبعقر الکتابتہ صار کل منہما کالاجنبی نعم لاصد ولا قد  
 علی المولیٰ للشیبہ شمنی یا مولیٰ مکاتب کا مال تلف کرے تو تاوان دے اس واسطے کہ عقد کتابت کے سبب سے مولیٰ اور مملوک سب ایک اجنبی کے مانند ہو گیا ہاں  
 البتہ ہے کہ مولیٰ پر حد نہیں دلی سے اور قصاص نہیں قتل سے بسبب شہد ملک کے کذا فی الشمنی ولو اعتق عتق مجانا لا اسقاط حقہ اور اگر مولیٰ مکاتب  
 و آزاد کر دے تو وہ مفت آزاد ہوگا بسبب ساقط کرنے اپنے حق کے یعنی ملک رقبہ مولیٰ کا حق ہے سو اس کو اس کے اسقاط میں اختیار ہے بلا اخذ  
 لى و قد ساندان کاتبہ علی خمر او خمر یعدم مالیتہ فی حق المسلم فلوکان و میں جاز اور فاسد ہوگی کتابت اگر مولیٰ نے غلام کو مکاتب کیا شراب یا سو پر اس کے  
 مال نہ ہونے سے مسلمان کے حق میں تو اگر میاں اور غلام دونوں ذمی ہوں تو کتابت مذکور جائز ہے ہم کتابت جائزہ اور فاسدہ میں فرق یہ ہے کہ فاسدہ  
 یں مولیٰ کو اختیار ہے کہ اس کو پھر غلام بنا دے اور کتابت کو فسخ کر دے بدون رضامندی غلام کے اور کتابت جائزہ میں بلا رضامندی غلام کے  
 فسخ جائز نہیں اور غلام کو جائزہ اور فاسدہ دونوں میں بلا رضامندی مولیٰ کے فسخ جائز ہے کذا فی غایۃ البیان او علی قیمتہ ای قیمتہ نفس العبد لجمالہ  
 تقدیر یا کتابت فاسدہ ہے اس کی قیمت پر یعنی غلام کی ذات کی قیمت پر بسبب مجہول ہونے اس کی مقدار کے ہم یعنی قیمت کی مقدار مجہول چیز ہے اس  
 واسطے کہ تعین قیمت یعنی مالیت میں قیمت کرنے والے مختلف ہوتے ہیں او علی عین معینہ لغیرہ بعجزہ عن تسلیم ملک الغیر یا کتابت فاسدہ ہے غیر شخص کی  
 عین چیز پر بسبب عاجز ہونے غلام کے ملک غیر کی تسلیم سے ہم معین کی قید سے نقد و خارج ہو گئے تو اگر غیر کے تقدیر یا کتابت ہو تو جائز ہے اس  
 واسطے کہ عقد معاوضہ اور فسخ میں نقد متعین نہیں ہوتے کذا فی الطحاوی او علی ماتہ دینار لیرد سیدہ علیہ وصیفا غیر معین لجمالہ القدر یا کتابت  
 فاسدہ ہے سو دینار پر تاکہ اس کا مولیٰ اس کو ایک غلام نابالغ غیر معین پھر دے بسبب مجہول ہونے مقدار قیمت غلام کے یعنی اس واسطے کہ غلام مذکور  
 کا استناد نایر سے ممکن نہیں مگر باعتبار قیمت کے اور عدم تسمیہ قیمت کا منفسد عقد ہے اور اگر غلام معین ہو تو کتابت جائز ہے بالاتفاق کذا فی الطحاوی  
 ہاں عقد کتابتہ فاسد فی کل لما ذکرنا تو وہ یعنی عقد کتابت سبب صورتوں مذکور میں فاسد ہے ان وجوہ کے سبب سے جن کو ہم نے ذکر کیا  
 قال لوی الکاتب الخ عتق بالاداء و کذا الخ نیز لیتہما فی الجملہ و سنی فی قیمتہ بالعمہ بالمغت یعنی قبل ان یترا فعا لقا ضی ان کمال پھر اگر پہلی صورت میں مکاتب  
 شراب اور اسی طرح سورا د کرے تو آزاد ہو جائے گا بسبب مال ہونے شراب اور سور کے فی الجملہ یعنی اگر پہلے اہل اسلام کے نزدیک مال نہیں لیکن  
 کافروں کے نزدیک مال ہے اور کوشش کرے مکاتب مذکور اپنی قیمت میں جس قدر کہ اس کی قیمت ہو قبل اس بات کے کہ اس کا مرافعہ قاضی کے  
 پاس ہو اور کذا ذکرہ ابن کمال ہم یعنی قیمت ادا کرنے سے قبل ابطال قاضی آزاد ہوگا اس واسطے کہ قبل دفع عین قاضی کے ابطال سے عقد مذکور کالعدم ہے  
 کذا فی الطحاوی و اعلم انہ متی سبی مال او فسدت الکتابتہ بوجہ من الوجوہ لم ینقص من السبی بل ینزاد علیہ لانه معلوم کہ جب کہ مال مسمیٰ ہو اور کتابت فاسد ہو  
 جائے کسی وجہ سے جو مفسد سے تو مال مسمیٰ سے نقصان کیا جائیگا بلکہ اس پر زیادہ کیا جائیگا لہذا کاتبہ علی یتیمہ و نحوہ کالعدم لطل العقد لعدم مالیتہا اصلا عند احد فلا  
 یعتق بالاداء الا اذا علق بالشرط صریحا فیعتق للشرط لا للعقد اور اگر غلام کو مکاتب کیا مرد یا مردانہ اس کے چنانچہ خون پر تو کتابت باطل ہوگی اس واسطے  
 کہ مرد اور خون اصلا مال نہیں کسی کے نزدیک تو مکاتب آزاد نہ ہوگا مرد اور خون کے ادا کرنے سے مگر جب کہ مولیٰ صریح شرط کے ساتھ عتق کو معلق کرے  
 تو غلام آزاد ہوگا شرط کے سبب سے نہ عقد کے سبب سے ہم یعنی اگر مولیٰ نے یوں کہا غلام سے کہ اگر تو مرد یا خون مجھ کو دے تو تو مکاتب سے پھر  
 وہ مرد یا خون لایا تو آزاد ہوگا تعلیق کی جہت سے نہ عقد کتابت کے سبب سے و صح العقد علی حیوان بین جنسہ فقط اے لایوہ و صفقہ و یوونی

الوسط او قیمتہ و یجوز علی قبولہا اور عقد کتابت صحیح ہے اس جانور جس کی فقط جنس بیان ہوئی ہے نہ اس کی نوع اور صفت اور مکاتب اس جنس کا متوسط حیوان یا اس کی قیمت ادا کرے اور اگر مولیٰ انکار کرے تو قبول قیمت پر اس پر مذکور ہستی ہوگی صحیح ایضا من کا فکرات کا فکرا مثلاً علی خر الیتہ عنہم معلومہ ای مقدرة لیعلم البدل اور صحیح ہے کتابت مالک کافر سے بھی جس نے اپنا سا کافر غلام مکاتب کیا شراب معلوم الوزن او الظرف پر تاکہ بدل معلوم ہو جائے مجہول باقی نہ رہے شراب پر اس واسطے کتابت صحیح ہوئی کہ وہ کافروں کے نزدیک مال ہے وای من المولیٰ والعبد اسلم فلا قیمتہ الخ وعتق یقبضہا التعلیق عتقہ باء الخ مکن مع ذلک لیسعی فی قیمتہ کما مراد مالک اور غلام سے جو شخص اسلام قبول کرے گا تو شراب کی قیمت جہنی اس کو لازم ہوگی اور آزاد ہوگا شراب کے لینے سے بواسطہ معلق ہونے عتق غلام کے شراب کے ادا کرنے پر لیکن باوجود اس کے غلام کو شش کرے اپنا قیمت کے دینے میں چنانچہ عن قریب گزر گیا و صحیح ایضا علی خدمتہ شہر الہ ای للمولیٰ اور غیرہ اور کتابت صحیح ہے ایک معنی مولیٰ کی خدمت یا غیر مولیٰ کی خدمت پر بھی اور حضرت بنیاد بنا دارا ذابین قدر الممول والا جہا یرفع النزاع لحصول الرکن والشرط یا کتابت صحیح ہے کنوئیں کھودنے پر یا گھر کے بنانے پر جب کہ بنائی چیز اور اینٹوں کی مقدار کا اس طرح بیان ہو جائے کہ نزاع کو رفع کرنے سے سبب حاصل ہونے رکن اور شرط کتابت کے مہم رکن ایجاب اور قبول ہے اور شرط معلوم ہونا بدل کا لا نفسد الکتا بتر بشرط الشہا بالکناح ابتداء لانہا مبادلہ بغیر مال و ہوا تصرف کتابت فاسد نہیں ہوتی شرط سے بسبب مشابہ ہونے کتابت کے نکاح سے باعتبار ابتداء کے اس واسطے کہ کتابت مبادلہ سے غیر مال سے اور غیر مال تصرف غلام سے مہم اگر مولیٰ نے غلام کو مکاتب کیا مقدار مال پر یا بشرط کہ غلام شہر سے باہر نہ جائے تو شرط باطل ہے اور عقد صحیح ہے اس واسطے کہ کتابت باعتبار ابتداء عقد کے نکاح سے مشابہ ہے یعنی جس طرح نکاح میں مبادلہ مال کا ہوتا ہے غیر مال سے یعنی تمتع سے اسی طرح کتابت میں بھی مبادلہ غیر مال سے ہے یعنی آزادوں کا ساتھ صرف ہونا غلام کا تو جیسے نکاح فاسد نہیں ہوتا بشرط سے ویسی ہی کتابت بھی فاسد نہیں ہوتی الا ان یكون الشرط فی صلب العقد ففسد بشہا بالبیع انتہاء لانہ فی البدل ہذا ہوا لا صلح یہ کہ شرط صلب عقد یعنی عقد کتابت کے اندر واقع ہو تو کتابت فاسد ہوگی بسبب مشابہ ہونے کتابت کے بیع سے انتہا کی راہ سے اس واسطے کہ فساد بدل میں واقع ہوا ہے یہی قاعدہ کلیہ ہے مہم صلب عقد میں شرط ہونا چنانچہ خدمت مجہولہ غلام پر شرط ہو یا شراب یا سور پر کتابت ہو کتابت بیع سے اس واسطے مشابہ ہے کہ مبادلہ ہے مال کا مال سے انجام کا ایں تو جیسے بیع فاسد ہو جاتی ہے شرط سے ویسی ہی کتابت بھی جب کہ شرط صلب عقد میں ممکن ہو۔

باب ما یجوز للمکاتب ان یفعلہ اذ لا یجوز یہ باب ہے ان افعال میں جن کا کرنا مکاتب کو جائز ہے اور جو افعال کہ جائز نہیں للمکاتب البیع والشراء و یجوز لیسیرہ مکاتب کو خرید و فروخت جائز ہے اگرچہ خرید و فروخت بنقصان قلیل ہو مہم اس واسطے کہ سود اگر روں کا طریقہ یہ ہے کہ ایک صفحہ میں کا نقصان قبول کرتے ہیں تاکہ دوسرے میں فائدہ حاصل کریں کذا فی الدرر والسفر وان شرط المولیٰ عدمہ اور مکاتب کو سفر کرنا جائز ہے اگرچہ مولیٰ نے عدم سفر شرط کیا ہو یعنی اس واسطے کہ سفر میں سود اگر کو فائدہ حاصل ہوتا ہے تو بدل کتابت جلد حاصل ہوگا و تزویج امتہ و کتابتہ عیدہ اور مکاتب کو اپنی لونڈی کا نکاح کر دینا اجنبی سے اور اپنے غلام کو مکاتب کرنا جائز ہے مہم اس واسطے کہ نکاح سے مہر اور نفقہ ثابت ہوگا اور کتابت تو بیع کے مانند نافع ہے بلکہ اس سے زیادہ تر والولاء ان ادی الثانی بعد عتقہ اور ولایہ یعنی میراث مکاتب ثانی کی مکاتب اول کے واسطے سے اگر مکاتب ثانی بدل کتابت ادا کرے مکاتب اول کے آزاد ہو جانے کے بعد والا بان اداہ قبلہ ادا یا مہر فلسفیدہ اور مکاتب ثانی نے ادا نہ کیا مکاتب اول کی آزادی کے بعد اس طرح کہ قبل اس کی آزادی کے ادا کیا یا دونوں نے ساتھ ہی بدل کتابت



اد کیا تو اس کا مولیٰ یعنی پہلا مالک دونوں مکاتب کی میراث لے گا لا التزوج بغیر اذن مولانا مکاتب کو نکاح کرنا اپنے مولیٰ کی اجازت کے بدون جائز نہیں یعنی اس واسطے کہ یہ الکتاب میں داخل نہیں اور اس میں مولیٰ کا ضرر بھی ہے کہ ہر مکاتب کی گردن پر لازم ہوگا ولا الہیۃ ولو یعوض ولا التصدق الا بیسیرا اور نہ ہر مکاتب کو جائز ہے اگرچہ مبرا بالعوض ہو اور نہ خیرات کرنا جائز ہے مگر قبیل اور خیرات کم تر جائز ہے مگر ذخیرہ میں ہے مبرا خیرات بقدر ایک پیسے اور ایک روٹی کے جائز ہے اور طعام موجود سے ضیافت لیسو درست ہے ولا الکفیل مطلقا ولو باذن مولانا بنفس لانه تبرع اور نہ مکاتب کو ضمان ہونا جائز ہے مطلقا اگرچہ مولیٰ کے اذن سے حاضر ضمانی کرے اس واسطے کہ ضمانی تبرع ہے اور مکاتب تبرع کا اہل نہیں ہے ولا الاقراض و اعتاق عبده ولو بال اور نہ مکاتب کو قرض دینا اور اپنے غلام کو آزاد کرنا جائز ہے اگرچہ اعتاق بعوض مال کے ہو و بیع نقسہ منہ اور بیچنا جائز ہے غلام کی ذات کا غلام سے اس واسطے کہ یہ فی الحقیقۃ اعتاق علی المال ہے و تزویج عبده لنقصہ بالمہر والنفقۃ اور نہ مکاتب کو اپنے غلام کا نکاح کرنا جائز ہے بسبب ناقص ہونے غلام کے زوجہ کے مہر اور نفقہ لازم ہونے سے م مکاتب کو اپنے غلام کی تزویج نہ اپنی لونڈی سے درست ہے نہ غیر کی لونڈی سے نہ حرہ سے و اب و وصی وقاض و امینہ فی رقیق صغیر تحت جرم مکاتب فیما ذکر او باپ اور وصی اور قاضی اور اس کا امین اس صغیر کے غلام میں جو ان کی پرورش میں ہے مکاتب کے مانند ہیں تصرفات مذکورہ کے ثبوت اور نفی میں یعنی باپ یا قاضی کو صغیر کی لونڈی کا نکاح اور اس کے غلام کو مکاتب کرنا جائز ہے اور اعتاق عبدا اور عبد کو اس کے ماتھے بیچنا اور غلام کا نکاح کر دینا جائز نہیں بخلاف مضارب و اذن و شریک ولو مفاوضۃ علی الاشیہ لاختصاص تصرفہم بالتجارة برخلاف مضارب اور عبدا اذن اور شریک کے اگرچہ شرکت مفاوضۃ ہونے پر قول فقہیہ یعنی مضارب اور عبدا اذن اور شریک لونڈی کی تزویج کے مالک نہیں اس واسطے کہ ان کا تصرف تجارت میں مخصوص ہے اور باپ اور قاضی کا تصرف تجارت اور غیر تجارت دونوں کو شامل ہے ولو اشتري اباہ او ابنہ یکتب علیہ تبعاً والمراد قرابة الولاد لا غیر اور اگر مکاتب نے اپنا باپ یا بیٹا خرید کیا تو وہ بھی اس کی کتابت میں داخل ہوگا تبعیت کی راہ سے باپ اور بیٹے سے قرابت ولادت مراد ہے نہ اور قرابت سوائے اس کے م یعنی جو مکاتب آزاد ہوگا اور اُسے بدل کتابت سے تو اس کا باپ اور بیٹا بھی آزاد ہوگا اور اگر مکاتب اُسے بدل سے عاجز ہوگا تو باپ بھی غلام بنا رہے گا بحکم تبعیت ولو اشتري محرراً غیر الماد کا لایخ والعم لا یکتب علیہ خلافا لہما اور مکاتب نے اپنے محرم غیر ولاد کو خرید کیا چنانچہ بھائی اور چچا تو وہ مکاتب کی کتابت میں داخل نہ ہوگا برخلاف مذہب صاحبین کے کہ ان کے نزدیک داخل ہوگا ولو اشتري ام ولد مع ولده متہا وکذا لو اشترا ثم ثرا با جوہرۃ لم یحرر بیعہا لتبعیتہا لولدہا ولكن لا تدخل فی کتابتہ اور اگر مکاتب نے اپنی ام ولد خرید کی اپنے اس فرزند کے ساتھ جو اسی ام ولد سے پیدا ہوا تو ام ولد کی بیع جائز نہیں ہوگی اس واسطے کہ ام ولد اپنے ولد کے تابع ہے لیکن فرزند کی کتابت میں وہ داخل نہ ہوگی م ولد کے تابع ہے یعنی جس طرح ولد کی بیع جائز نہیں اسی طرح ام ولد کی ولد کی تبعیت سے درست نہیں اس واسطے کہ حدیث میں وارد ہے کہ ام ولد کو اس کے ولد نے آزاد کر دیا فلا یعتق بعتہ ولا یشح نکاحہ لانہ لم یملکها فجازلہ ان یطأ بالملک النکاح تو ام ولد آزاد نہ ہوگی اس کے آزاد ہونے سے اور نہ مکاتب کا نکاح فسخ ہوگا خرید کرنے سے اس واسطے کہ وہ اس کا مالک نہیں ہوگی تو مکاتب کو جائز ہے کہ ام ولد کی دہلی کرے ملک نکاح کے سبب سے نہ ملک مین کے سبب سے وکذا المکاتبۃ اذا اشترت بعلہا اور اسی طرح لونڈی مکاتب کا نکاح فسخ نہ ہوگا جب کہ وہ اپنے شوہر کو خرید کرے تو اس کے شوہر کو اس کی دہلی ملک نکاح جائز ہے غیر ان لہا بیعہ مطلقا لان الحرۃ لم یعتب من جہتہا مگر اتنا فرق ہے کہ مکاتب کو شوہر نہ کر سکتی بیع مطلقا جائز ہے اس واسطے کہ شوہر کا آزاد ہونا مکاتب کی جہت سے ثابت نہیں ہوا م یعنی برخلاف مکاتب کہ اگر وہ اپنے ولد کو خرید کرے گا ولد کے ساتھ تو آزاد کی یعنی حق آزاد کا ولد کی جہت سے ثابت ہوگا اور مطلقا سے ظاہر ہے مراد ہے کہ بیع شوہر کی جائز ہے اگرچہ مکاتب اپنے ولد کو شوہر کے ساتھ خرید کرے

لذا فی الطوطای ولو ملکها بدونه ای بدون الولد جائز لہ بعبا خلافا لہما اور مکاتب اپنے ام ولد کا مالک ہو بدون ولد کے تو اس کو ام ولد کا بیچنا جائز ہے  
بمضات مذہب صاحبین وان ولدہ من امته ولدہ فادعاه فیکاتب علیہ تبعاً اور اگر مکاتب کا ولد پیدا ہو اس کی لونڈی سے پھر اس نے اس کی لونڈی کا  
دعویٰ کیا تو فرزند بھی اس کی کتابت میں داخل ہوگا باپ کی تبعیت سے ہم بعضوں نے اعتراض کیا ہے کہ مکاتب کو اپنی لونڈی سے طے کرنا جائز نہیں  
اس کا جواب یہ ہے کہ نسب ملت پر موقوف نہیں چنانچہ اپنے فرزند کی لونڈی کی وطی میں یا مشترک لونڈی کی وطی میں در صورت ادعا نسب ثابت  
ہوتا ہے حالانکہ وطی حلال نہیں وکان کسبہ لہ لاد کسب کسبہ اور مکاتب کے فرزند کا کسب مکاتب کا مملوک ہوگا اس واسطے کہ مکاتب کے کسب کا  
کسب ہے یعنی فرزند کسب ہے باپ کا تو فرزند کی کما فی کسب الکسب ہوئی زوج المکاتب امته من عبده فکاتبہا فولدت دخل فی کتابہا وکسبہ  
وقیمۃ لوقل لہا لان تبعیتہا رجع مکاتب نے اپنی لونڈی کا نکاح کر دیا اپنے غلام سے پھر دونوں کو مکاتب کیا پھر مکاتب لڑکا جنی تولد کا مکاتبہ کی کتابت میں داخل  
ہوگا اور اس کی کما فی اور اس کی قیمت اگر اس کو کوئی قتل کر دے اسے مکاتبہ کی ملک ہے اس کے شوہر کی اس واسطے کہ ماں کی تبعیت غالب ہے باپ  
کی تبعیت سے م وجہ رجحان یہ کہ مولود میں وہ صفات شرعیہ حوا میں ثابت ہیں چنانچہ تدبیر اور استیلا اور حریت اور ملک مرآت کر جاتی ہیں کذا فی  
الطوطای مکاتب او ما ذون نکاح امته زعمت انہا حرۃ باذن مولاه متعلق بنک فولدت منہ ثم استحققت فالولد حق فلیس لہ اخذہ بالقیمۃ خلافا  
لحمدا لہ ولد المغرور غلام مکاتب یا ما ذون نے اپنے مولیٰ کے اذن سے نکاح کیا اس لونڈی سے جس نے آپ کو آزاد ظاہر کیا پھر اس کے لڑکا پیدا ہوا  
یا ما ذون سے پھر وہ لونڈی مستحق ملک غیر کی تولد کا غلام ہے لونڈی کے مالک کا تو مکاتب یا ما ذون کو لڑکا لینا قیمت دے کر جائز نہیں بخلاف مجھ  
اس واسطے کہ وہ مغرور یعنی دھوکا کھانے والے کا فرزند ہے م مجھ کا یہ مذہب کہ مکاتب یا ما ذون قیمت دے کر اپنے فرزند کو لے گا اس واسطے کہ  
اس کو دھوکا ہو کہ لونڈی کو آزاد سمجھا لیکن ان کے نزدیک قیمت دینا مکاتب یا ما ذون کے آزاد ہونے کے بعد لازم ہوگا نہ بالفعل کذا فی العناۃ وخصاۃ المغرور  
بالجہاجع الصحابۃ اور شیخین نے مغرور کو آزاد کے ساتھ مخصوص کیا ہے صحابہ کرام کے اجماع کی دلیل سے یعنی اگر آزاد کو دھوکا ہو جائے تو وہ اپنے  
فرزند کو قیمت دے کر لے گا نہ مکاتب یا ما ذون واستشکلہ الزلیعی اور زلیعی نے اس مسئلہ کو مشکل جانا ہے ہم وجہ اشکال یہ ہے کہ غلام بچپن میں  
لازم ہوتا ہے مولیٰ کے اذن کے سبب سے تو وہ دین مولیٰ پر لازم ہوتا ہے اور اس سے فی الحال مطالبہ ہوتا ہے اور یہاں نکاح باذن مولیٰ مفروض  
ہے تو چاہیے کہ مولیٰ بری الحال قیمت لازم آوے نہ مکاتب پر اس کے آزاد ہونے کے بعد چنانچہ محمد کا مذہب ہے اس کا جواب را دی نے یوں  
دیا ہے کہ مولیٰ نے تولد نکاح کا اور اس کے متعلقات یعنی مہر اور نفقہ کا اذن دیا ہے نہ فریب کھانے کا تو مولیٰ اس سے راضی نہ ہوگا تو قیمت دینا  
موقوف رہے گا مکاتب کے آزاد ہونے پر کذا فی الطوطای مختصراً ولوا شترخی المکاتب امته ثراء فاسداً فوطیہا ثم روبا للفساد و لشراباً  
او شراباً صحیحاً فاستحققت وجب علیہ العقر فی حالۃ الکتابۃ قبل عتقہ لدخولہ فی کتابۃ لان الاذن بالشراء اذن بالوطی اور اگر مکاتب نے لونڈی مولیٰ  
کی خرید فاسد کی پھر اس سے قربت کی پھر مالک کو پھر دی فساد بیع کے سبب سے یا اس کو خرید صحیح مولیٰ لیا پھر وطی کی سو وہ مستحق ملک غیر کی تولد کا  
پر عشر قیمت واجب ہوگا کتابت کی حالت میں اس کے آزاد ہونے سے پہلے سبب داخل ہونے خرید فروخت کے اس کے عقد کتابت میں اس  
واسطے کہ خرید کرنے کا اذن دہی کرنے کا اذن ہے ہم لزوم عقر کی بہتر تعلیل یہ ہے کہ کتابت موجب ہے خرید کی اور خرید موجب ہے سقوط حد  
کی اور سقوط حد موجب ہے عقر کی تو کتابت ہے موجب عقر کی اس واسطے کہ خرید کا اذن دہی کا اذن نہیں اور وطی تجارت میں داخل نہیں کذا فی  
الطوطای مختصراً ولو طیہا بنکاح بلا اذنتہ اخذہ بالعتق منذ عتق ای بعد عتق لعدم دخولہا کما مر اور مکاتب نے لونڈی مذکور سے قربت کی بواسطہ

سہ یہاں ترجمہ میں سے موافق نہیں کیونکہ متن میں ہے (فوجب علیہ العقر) فقہر ۱۲ محمد عظیم اللہ صغیراً عقر بالضم کما بین کہ لہبہ وطی واجب شہود ۱۲



نکاح کے جو اس نے بلا اذن مولیٰ کے کیا تھا تو مکاتب سے عقر لیا جائے گا شروع عتق سے یعنی مکاتب کے آزاد ہونے کے بعد بسبب نہ داخل ہونے نکاح کے کتابت میں چنانچہ اول باب میں مذکور ہو چکا کہ مکاتب کو نکاح کرنا بلا اذن مولیٰ جائز نہیں والمآذون کالمکاتب فیہما فی الفصیلین اور غلام مآذون مکاتب کے مانند ہے دونوں فصلوں میں یعنی نوڈی مذکورہ کے شراد فاسد و صحیح میں اور نکاح کی صورت میں واذا ولدت مکاتبہ من سیدہ فلہا الخیران ثلث مضت علی کتابتہا واما خدا لعقرمنہ او ان ثلثت عجزت نقیبا وی ام ولدہ وثبت فیہ بلا تصدیقہا لانہ مکہ رقبۃ اور جب کہ نوڈی مکاتبہ جنی اپنے مولیٰ سے تو اس کو اختیار ہے اگر چاہے چلی جائے اپنی کتابت پر یعنی اپنی کتابت کو قائم رکھے اور مولیٰ سے عقرے یا اگر چاہے اپنی ذات کو عاجز کرے یعنی ادائے بدل کتابت سے عاجزی کا اقرار کرے اور مولیٰ کی ام ولد ہو اور مولیٰ کا نسب مکاتبہ سے بدون اس کی تصدیق کے ثابت ہوگا اس واسطے کہ مکاتبہ مولیٰ کی ملک ہے باعتبار گردن کے اگرچہ باعتبار تصرف کے ملک نہیں ولوکاتب شخص ام ولدہ او مدبرہ صحیح و عتقت ام الولد مجانا بموتہ بلا استیلا اور اگر ایک شخص نے اپنی ام ولد یا اپنا غلام مدبر مکاتب کیا تو درست ہے اور ام ولد مفت آزاد ہوگی اس شخص کی موت سے بسبب استیلا کے بلا ادائے بدل کتابت و سعی المدبر فی ثلثی قیمتہ ان شاء و سعی فی کل البذل بموت سیدہ فقیر الم یرک غیرہ اور سعی کرے مدبر مذکور اپنی قیمت کے دوثلث میں یا چاہے سعی کرے تمام بدل کتابت میں اپنے مالک کی محتاج ہو کر مرنے سے اس طرح کہ اس نے کچھ متروکہ نہیں چھوڑا سوائے اس مدبر کے ولود مدبر مکاتبہ صحیح فان عجز بقی مدبر او لا سعی فی ثلثی قیمتہ ان شاء و سعی فی کل البذل بموتہ ای المولیٰ معسر الم یرک غیرہ اور اگر اپنے مکاتب کو مدبر کی تو صحیح ہے پھر اگر وہ ادائے بدل کتابت سے عاجز ہو گیا تو مدبر باقی رہے گا اور اگر عاجز نہ ہوا اور کتابت کو قائم رکھا تو سعی کرے اپنی قیمت کے دوثلث کے ادا کرنے میں اور اگر وہ چاہے یا سعی کرے بدل کتابت کے دوثلث میں اپنے مولیٰ کے اس طرح محتاج ہو کر مرنے سے کہ مولیٰ نے کچھ متروکہ نہ چھوڑا ہو سوائے اس مدبر کے وانکان مات موسرا بحیث ینج المدبر من الثلث عتق بالتذیر و سقط عنه بدل الکتابۃ کما لو اعتق المولیٰ مکاتبہ فانہ یعتق مجانا لقیام مکہ اور اگر مولیٰ اس طرح مال دار ہو کر مر گیا ہو کہ مدبر ثلث متروکہ سے نکل سکتا ہو تو وہ آزاد ہوگا مدبر کے سبب سے اور اس سے ساقط ہوگا بدل کتابت کا چنانچہ اگر مولیٰ اپنے مکاتب کو آزاد کرے تو وہ مفت آزاد ہوگا بسبب قیام ملک رقبۃ کا تبہ علی الف مویل ثم صالحہ علی نصفہ حالا صحیح استحسانا مولیٰ نے مکاتب کیا غلام کو نذر اہل بیت دے پر یہ مکاتب سے صلح کر لی اس کی نصف یعنی پانچ سو نقدیر تو صحیح ہے استحسان کی راہ سے طہن کے نزدیک مریض کاتب عبدہ علی الفین الی سنتہ فمات المریض والحال ان قیمتہ المکاتب الف درہم ولم تجز الوثۃ التاجیل ولم یرک غیرہ اذکی المکاتب ثلثی البذل وعند محمد ثلثی قیمتہ مالا والباقی الی اجلہ اور در قیقا لقیام البذل مقام الرقبۃ فینتخذ فی ثلثہ بیمار نے اپنے غلام کو مکاتب کیا دو ہزار ہر ایک سال کی مدت مقرر کر کے پھر بیمار مر گیا اور حالانکہ مکاتب کی قیمت ایک ہزار درہم ہیں اور مولیٰ کے وارثوں نے تاجیل کو جائز نہ رکھا اور مولیٰ نے سوائے اس مکاتب کے اور مال نہیں چھوڑا تو مکاتب بدل کتابت کے دوثلث نقد ادا کرے اور محمد کے نزدیک قیمت کے دوثلث نقد ادا کرے اور باقی ثلث بدل قیمت کلمت مذکورہ کے بعد ادا کرے یا ادا کرے تو پھر غلام بنایا جائے بدل کتابت کے دوثلث لو اگر سبب غلام ہو جائے کہ رقبۃ کے مقام پر تو مجاہدہ تاجیل کے ثلث میں نافذ ہوگی وان کا تبہ علی الف الی سنتہ والحال ان قیمتہ الفان ولم یجوز وادی ثلثی قیمتہ حالا و سقط الباقی اور در قیقا اتفاقا لوقوع المجاہدۃ فی القدر والآخر فتعذر بالثلث اور اگر غلام کو مکاتب کیا ہزار ہر سال بھر کی مدت مقرر کر کے اور حالانکہ اس کی قیمت دو ہزار ہیں اور حالانکہ وارثوں نے کتابت مذکورہ جائز نہ رکھی تو غلام مذکور قیمت یعنی دو ہزار کے دوثلث نقد ادا کرے اور ثلث باقی اس سے ساقط ہوگا یا اگر ادا کرے تو پھر غلام بنایا جائے باتفاق شیخین اور محمد کے سبب واقع ہونے مجاہدہ کے مقدار اذ تاجیل میں تو مجاہدہ مریض ثلث میں جاری ہوگی حر قال المولیٰ عبد عبدک فلانا العاقب علی الف درہم الی انی ان ادیت الیک الف فہو زکاتہ المولیٰ علی ہذا الشرط

قبل المولیٰ ثم ادی الخ الفاعل عتق العبد حکم الشرط وکذا لو لم یقل ان ادیت فادی لقیق احتمل انما لتقوید تصرف الفضولی فی کل مالیس لضروری لا یرجع الخ علی العبد لانه  
 تبرع شخص آزاد نے غلام کے مالک سے کہا کہ اپنے غلام نے غائب غلام کو مکاتب کر ہزار درم پر اس شرط سے کہ اگر میں تجھ کو ہزار درم اور اگر وہ غلام آزاد  
 ہے سو مولیٰ نے اس شرط پر اس کو مکاتب کیا اور مولیٰ نے قبول کیا پھر آزاد کو درم نے ہزار درم ادا کیے تو غلام آزاد ہو گا بموجب شرط مذکورہ کے اور اسی  
 طرح اگر اس شخص نے اپنے ادا کرنے کو ذکر کیا پھر اس نے ہزار درم ادا کیے تو غلام مذکور آزاد ہو گا استحسان کی راہ سے بسبب نافذ ہوجانے تصرف فضولی  
 کے سرائیک اس امر میں جو ضروری نہیں اور شخص آزاد غلام مذکور سے ہزار درم بھرنے لگا اس واسطے کہ وہ محسن سے نہ معاضض مہ قول قبل المولیٰ شارح نے ضمیر کا مرجع  
 مولیٰ کو قرار دیا اور ذیعی اور شرح ملا سکین میں قبل الرجل واقع ہے اویسی بلا تکلف مناسب ہے واذا بلغ العبد هذا الامر فقبل صار مکاتبا انما یحتاج  
 لقبول لا جمل لزوم البدل علیہ اور جب کہ غلام غائب کو اس امر کی خبر پہنچے یعنی قبل ادا کرنے سے مذکور کے سو غلام نے کتابت قبول کی تو وہ مکاتب ہو جائے گا  
 قبول غلام کی حاجت تو فقط اسی واسطے ہے کہ بدل کتابت اس پر لازم ہو جائے یعنی صورت کتابت غلام کے قبول پر موقوف نہیں بلکہ لزوم بدل قبول پر موقوف  
 ہے قال عبد حاضر لیسیدہ کا تبنی عن نفسی وعن فلان الغائب فکا تبہما فقبل العبد الحاضر صح العقد استحسانا فی الحاضر اصلہ والغائب تبعہ غلام حاضر  
 نے اپنے مالک سے کہا کہ میرے ساتھ عقد کتابت منعقد کر میری ذات کی طرف سے اور غلام نے غلام کی طرف سے سو مالک نے دونوں غلاموں کو مکاتب  
 کیا سو حاضر غلام نے قبول کیا تو عقد صحیح ہے باعتبار استحسان کے غلام حاضر میں اصلہ صحیح ہے اور غائب غلام میں تبعہ وایسا ادی بدل الکتبہ متعاقبا  
 جمیعہ بلا رجوع ویکبر المولیٰ علی القبول للبدل من اعدیا اور دونوں میں سے جو غلام کہ بدل کتابت ادا کرے گا تو دونوں غلام آزاد ہو جائیں گے بلا رجوع  
 یعنی ادا کرنے والا غلام دوسرے غلام سے بقدر اس کے حصے کے مطالبہ کر سکے گا اور مالک پر ہر دو کتابت قبول بدل کتابت پر ایک کی طرف سے یعنی  
 دونوں غلاموں کا بدل کتابت اگر ایک غلام ادا کرے گا تو مالک کو بجز قبول کرنا ہو گا۔ ولا یطالب بالعبد الغائب لبشی لعدم التزامہ اور غلام غائب سے  
 کسی چیز کا مطالبہ اور مواخذہ نہ ہو گا اس کے عدم التزام کے سبب سے یعنی اس نے عقد کتابت قبول نہیں کیا کہ اس سے کچھ مطالبہ ہو و قبول الکتبہ لغو  
 لا یعتبر کمرہ ایا ما اور غلام غائب کا کتابت قبول کرنا لغو ہے یعنی معتبر نہیں ہے اس کے رد کرنے کتابت کا اعتبار نہیں مہ قبول اور عدم قبول غائب اس  
 واسطے معتبر نہیں کہ عقد کتابت بدون اس کے قبول کرنے کے نافذ اور تمام ہو چکی تو بعد اس کے قبول اور عدم قبول کا کیا اعتبار ہے ولو حررہ سقط عن الحاضر  
 خصمہ اور اگر مالک نے حاضر غلام کو آزاد کر دیا بلا اخذ بدل کتابت تو حاضر سے اس کا حصہ بدل کا سا قسط ہو گا مہ اس واسطے کہ غائب عقد میں قصدا  
 داخل ہے اگر یہ مقصود بالخطاب نہیں تو بدل کتابت دونوں میں منقسم ہو گیا اگرچہ اس سے مطالبہ بدل کا نہیں ولو حرر الخاضعات ادی الغائب حصہ حالا  
 والا رد فناء اور اگر حاضر غلام آزاد کیا گیا یا وہ مر گیا تو غلام غائب اپنا حصہ بدل کتابت سے نقد ادا کرے اور نہیں تو پھر غلام بنایا جائے ولو بار الحاضر  
 اور ہبہ لغتقا جمیعہ اور اگر مالک نے غلام حاضر کو تمام بدل کتابت معاف کر دیا یا تمام بدل کتابت اس کو ہبہ کر دیا تو دونوں غلام آزاد ہو جائیں گے  
 مفت مہ اور اگر بعض بدل معاف کرے گا تو باقی کا مطالبہ ہو گا حاضر سے نہ غائب سے کذا فی الخطا وی وان کاتب الامۃ عن نفسہا وعن ابنین غیرین  
 لما قبلت صح استحسانا لما مر اور اگر مالک نے اپنی لونڈی سے عقد کتابت منعقد کیا اس کی ذات سے اور اس کے دو چھوٹے بیٹوں سے اور لونڈی نے قبول کر لیا  
 تو عقد صحیح ہے باعتبار استحسان کے بدل گزشتہ یعنی اصلہ لونڈی کی طرف سے اور تبعہ اس کے بیٹوں کی طرف سے عقد کتابت صحیح ہے وای ادی من  
 ذکر لم یرجع علی الآخر لانه تبرع ویکبر علی القبول الخ آخر امر اور اشخاص مذکور میں سے جو شخص کہ بدل کتابت ادا کرے گا وہ دوسرے سے رجوع نہ کرے گا اس  
 واسطے کہ وہ محسن ہے اور مولیٰ پر ہر شخص کے ادا بدل کے قبول پر جبر ہو گا تا آخر احکام مذکورہ سابقہ میں یہ ہے کہ اولاد کا قبول اور عدم قبول کتابت  
 میں معتبر نہیں اور اگر مالک ماں کو آزاد کرے تو اولاد پر بدل کتابت باقی رہے گا بقدر ان کے حصہ کے اس کو فی الحال ادا کریں اور مولیٰ مکاتب بدل کا ان کی ماں



سے کرے نہ ان سے اور اگر مولیٰ ان کو آزاد کرے تو ان کی ماں پر سے ان کا حصہ ساقط ہوگا اور اگر مالک اولاد کو دین معاف کرے یا ان کو بید کرے تو صحیح نہیں اور اگر ان کی ماں کو دین معاف کرے یا بید کرے تو ماں بھی آزاد ہوگی اور اس کے ساتھ اس کی اولاد بھی نہ تھی تو یہ مسئلہ نظریہ مسئلہ سابقہ کا جمع احکام میں کذا فی الخطاوی فرغ مسئلہ ملحقہ شارح کا کتاب نصف عیدہ قادی الکتابہ عتق نصف وسعی فی بقیۃ قیمتہ و قال العبد کلمہ مکاتبت علی ذالک المال وہ ناخذ قادی القدسی مالک نے اپنا نصف غلام مکاتبت کیا سو اس نے بدل کتابت ادا کیا تو نصف غلام ادا ہوگا اور گوشتش کرے گا اپنی باقی قیمت کے ادا کرنے میں اور صاحبین نے کہا کہ نصف غلام کی کتابت سے تمام غلام مکاتبت ہوگا اسی قدر مال پر اور اسی قول صاحبین کو ہم لیتے ہیں کذا فی قادی القدسی :

**باب کتاب العید المشترك** | یہ باب ہے عید مشترک کی کتابت کے احکام میں عید مشترکین اذن احدہما لصاحبه ان یکاتب خطہ باللف و لقبض

**بدل الکتابۃ فکاتب الشریک الماذون لہ لفظ فی خطہ فقط عند الامام لیتی الکتابۃ عندہ ولیس لشریک فسخ لاذنہ غلام ہے**

دو شریکوں کا ایک شریک نے اپنے ساتھی دوسرے شریک کو اس کا اذن دیا کہ وہ اپنے حصہ کے ہزار درم پر کتابت کرے اور بدل کتابت پر قبضہ کرے سو جس شریک کو اذن ملا اس نے غلام کو مکاتبت کیا تو فقط اسی کے حصہ میں کتابت نافذ ہوگی امام عظیم کے نزدیک بسبب قسمت پذیر ہونے کتابت کے ان کے نزدیک مانند اعتاق کے اور اس کے شریک کو فسخ کرنا کتابت کا جائز نہیں اس کے اذن کے سبب سے ہم اذن شریک کا فائدہ یہ ہے کہ اس کے واسطے حق فسخ باقی رہے اور در صورت عدم اذن اس کو فسخ میں اختیار ہے اور اذن بالقبض کا فائدہ یہ ہے کہ مال مقبوض سے اس کا حق منقطع ہو جائے تو مقبوض مخصوص بقابض ہوگا اس واسطے کہ قبض کا اذن گویا غلام کو اس کا اذن سے کہ مال کتابت کو حاصل کر کے شریک کو دے تو اس نے اپنے حصہ کا احسان کیا غلام مکاتبت پر اس کے قبل ادا ہوئے بدل وہ مکاتبت کو منع کر دے تو بھی صحیح ہوگا اس واسطے کہ احسان منظور تمام نہیں کذا فی الزیلعی ملخصاً واذا قبض بعضہ بعض الالف فمخرجہ لمقبوض کلمہ للقبض لاذنہ لہ بالقبض فیکون متبرعاً لوقبض الالف عتق خطا القابض اور جب کہ ہزار درم سے کچھ درم قبض کیے پھر مکاتبت ادا ہوئے بدل سے عاجز ہو گیا تو بالکل مال مقبوض قابض کا مملوک ہوگا نہ دوسرے شریک کا اس واسطے کہ قبض کا اس نے اذن دیا تو وہ محض غلام پر اپنے حصہ کی بابت اور اگر ہزار درم قبض کرے گا تو قابض کا حصہ آزاد ہو جائے گا ہم ہدیہ اور درر کا ظاہر کلام اس پر دلالت کرتا ہے کہ احسان مذکور قابض پر سے کذا فی الخطاوی امتہ بین شریکین کا بتا ہوا فوطیما احدہما فولدت قاذعہ الواطی ثم وطیما الشریک الاخر فولدت قاذعہ الواطی الثانی صحت دعوتہ لقیام ملکہ ظاہراً خلافاً لہما ایک لڑکی مشترک ہے دو شریکوں میں دونوں نے اس کو مکاتبت کیا سو اسی سے قربت کی ایک شریک نے سودہ جہنی تو قربت کرنے والے نے اس کے دل کی فرزند کی دعویٰ کیا پھر دوسرے شریک نے اس سے قربت کی سودہ دوسرا لڑکا جہنی سودہ دوسرے قربت کرنے والے نے دوسرے دل کی فرزند کی دعویٰ کیا تو اس کا دعویٰ صحیح ہے اس واسطے کہ ظاہراً اس کی ملک منہون قائم ہے برضاً مذہب صاحبین ہم کہتا ہے صاحبین کے نزدیک مکاتبت شریک اول کی ام ولد سے بنظر تکمیل استیلاؤ تو شریک ثانی کی وطی غیر کی ام ولد کے ساتھ واقع ہوئی تو شریک ثانی سے ولد کا نسب ثابت نہ ہوگا اور اس پر تمام مہر یعنی عقر لازم ہوگا لیکن شد ملک کے سبب سے اس پر حد لازم نہ ہوگی کذا فی الزیلعی فان عجزت بعد ذلک جعلت الکتابۃ کان لم تکن وجہ فی تحقیقہ ام ولد لاول لہ وال مانع من الانتقال پھر اگر مکاتبت عاجز ہوئی ادا ہوئے بدل کتابت سے بعد اس کے یعنی دونوں دلی اور دونوں دعویٰ کے بعد تو یوں ٹھہرایا جائے گا کہ گویا کتابت کبھی نہ تھی اور اب تو مکاتبت حقیقت میں شریک اول کی ام ولد ہوگی بسبب دور ہو جانے اس چیز کے جو مانع تھی انتقال ملک کی ہم یعنی زوال کتابت سے مکاتبت شریک اول کی بالکل ام ولد ہوگی اس واسطے کہ مقتضی تمیز قائم ہے اور تکمیل ملک سے کتابت مانع تھی اس واسطے کہ کتابت انتقال ملک قبول نہیں کرتی پھر جب کتابت زائل ہو گئی تو مقتضی تمیز نے اپنا عمل کیا کذا فی الزیلعی والدرر ملقطاً ووطیما سابق اور شریک اول کی وطی سابق ہے شریک ثانی کی وطی سے ہم یہ جواب ہے اس سوال مقدّر کا کہ دونوں شریکوں کی ملک مکاتبت میں تھا





کیا کہ مجرد عجز سے کتابت منسوخ نہیں ہوتی بدون نسخ کرنے کے ولو كانت الکتاب فاسدة فالملک له ان یشترک فیہ فی غیر رضاہ اور اگر کتابت فاسد ہو تو مولیٰ کو نسخ کتابت کا اختیار ہے بدون رضامندی مکاتب کے ہم بلکہ مولیٰ پر در صورت فساد کتابت نسخ واجب ہے گواہ مٹانے کے واسطے و ملک المکاتب فسخا مطلقا فی الجائزۃ والفسادۃ وان لم یرض المولیٰ اور مکاتب نسخ کتابت کا مالک ہے ہر طرح کتابت جائزہ میں اور فاسدہ میں بھی اگر یہ مولیٰ راضی نہ ہو و غارتہ بفسخہا اور اس کی غلامی پھر آوے گی دونوں کے نسخ کرنے سے یعنی جیسے قبل کتابت غلام تھا ویسا ہی پھر مملوک ہوگا تصرفاً و رقبۃ و مافی یدہ لمولاه اور جو مال کہ اس کے پاس ہوگا وہ مولیٰ کا مملوک ہے اگر یہ خیرات ہو اور مولیٰ غنی ہو قبول صحیح کذا فی الطحاوی و للکاتب اذ مات ولہ مال کفی بالبدل لم یشترک فیہ و تو مولیٰ کتابتہ من مالہ اور اگر مکاتب مرجعے اور اس کا اتنا مال ہو جو بدل کے واسطے کفایت کرے تو کتابت نسخ نہ ہوگی اور بدل کتابت اس کے مال سے ادا کیا جائے گا م بعد موت کے بقائے کتابت اور ادائے بدل کتابت سے فائدہ یہ ہے کہ ہنگام کتابت کے فرزند اس کے آزاد ہوں اور اگر مال ادائے کتابت سے بچے تو وہ اس کے وارث ہوں و حکم بعقبتہ فی آخر جز من اجزاء حیاتہ اور حکم ہوگا اس کی آزادی کا اس کے اجزائے حیات میں سے اخیر جز میں مہینہ مذکور ہے تمہوں کا اور بعضوں کے نزدیک بعد موت کے آزاد ہوگا کما یکمل بعقبتہ اولاد المولودین فی کتابتہ لا قبلہا چنانچہ حکم ہوگا اس کی اولاد کی آزادی کا وہ اولاد جو اس کی کتابت کے زمانے میں پیدا ہوئی نہ ان کا جو قبل کتابت کے پیدا ہوئے مہ اس کلام سے معلوم ہوا کہ جن اصول و فروع کو مکاتب نے حال کتابت میں خرید کیا وہ آزاد نہ ہوں گے حالانکہ ان کی آزادی کا بھی حکم ہوگا تو یوں کہنا حق تھا کما یکمل بعقبتہ من دخل فی کتابتہ یعنی چنانچہ ان شخصوں کی آزادی کا حکم ہوگا جو داخل ہو گئے اس کی کتابت میں کذا فی الجلی والباقی من مالہ میراث لو شترتہ اور جو مکاتب مذکور کے مال میں سے ادائے بدل کتابت سے باقی رہے گا وہ اس کے وارثوں کی میراث ہے م یعنی اگر قرب والے ہوں مکاتب کے تو وہ اس کے مال کے وارث ہوں گے اور ان میں سے کوئی نہ ہو تو مال باقی مولیٰ کو ملے گا بطریق ارث کے کذا فی المحموی و لو لم یشترک بالاد ترک ولد اولد فی کتابتہ فلا وفا بقیۃ کتابتہ و سعی الابن فی کتابتہ ابیہ علی نحو المقتطعہ اور اگر مکاتب مرگیا اور کچھ مال نہ چھوڑ گیا اور ایک اس نے وہ بیٹا چھوڑا جو زمان کتابت میں پیدا ہوا اور ادائے کتابت کے واسطے کچھ مال نہیں تو مکاتب کی کتابت باقی رہے گی اور بیٹا اپنے باپ کی کتابت میں کوشش کرے بموجب اس کے اقتضا معینہ کے فاذا ادی حکم بعقبتہ ابیہ قبل موتہ و بعقبتہ تبعاً پھر جب اس کا بیٹا بدل کتابت ادا کرے گا تو اس سے باپ کی آزادی قبل از موت پر حکم ہوگا اور بیٹے کی آزادی پر حکم ہوگا باپ کی تبعیت سے ولو ترک ولدا شترتہ فی کتابتہ ادی البدل حالا اور مالی حالہ رقیقا و سویا بینہا اور اگر مکاتب نے وہ بیٹا چھوڑا جس کو اس نے اپنی کتابت کی حالت میں مولیٰ لیا تھا تو وہ بیٹا بدل کتابت کو فی الحال ادا کرے یا اگر فی الحال نہ ادا کر سکے تو اپنی غلامی کی حالت کی طرف پھیرا جائے یعنی جس طرح کہ غلام تھا ویسا ہی غلام بن رہے گا نہ وہ آزاد ہوگا نہ اس کا باپ اور صاحبین نے دونوں بیٹوں کو برابر کہا ہے یعنی جو بیٹا کہ کتابت میں پیدا ہوا اور جو کہ خرید ہوا دونوں حکم میں برابر ہیں یعنی بموجب اقتساط کے بدل کتابت ادا کر کے آزاد ہوں گے و اما الابوان فیروان للرق کلمات و قالوا ان ادیا حالا اعتقاد الا لا اور مکاتب مذکور کے مال باپ کا تو یہ حال ہے کہ مجرد موت مکاتب کے مملوک کی طرف پھیرے جائیں گے اور صاحبین نے کہا کہ اگر دونوں فی الحال بدل کتابت کو ادا کریں گے تو آزاد ہوں گے اور نہیں تو آزاد نہ ہوں گے م شرح مجمع اور شریعہ الیہ میں مصرح ہے کہ صاحبین کے نزدیک اصول مکاتب کے فروع کے مانند ہیں ادائے بدل کتابت میں بموجب اقتساط معینہ کے تو نظر کرنا چاہیے کہ شارح نے یہ کلام کہاں سے لیا یعنی تفریق بین الاصول والفروع کذا فی الجلی اشتری المکاتب اخبہ فمات عن وفاء و شترتہ ابنہ لموتہ حرام عن ابی حرم مکاتب نے اپنا بیٹا خرید کیا پھر وہ مرگیا اتنا مال چھوڑ کر کہ ادائے بدل کے واسطے کافی ہے تو اس کا بیٹا اس کا وارث ہوگا اس واسطے کہ مکاتب آزاد ہو کر مرگیا اپنے آزاد بیٹے کو چھوڑ کر چنانچہ مذکور ہو چکا م یعنی بدل کتابت ادا ہوا تو آخر حیات میں مکاتب آزاد ٹھہرے گا اور اس کے ساتھ اسی وقت اس کا بیٹا آزاد ہوگا تو دونوں آزاد ہوئے تو معلوم ہو گیا کہ باپ آزاد مرنا آزاد بیٹا چھوڑ کر کذا فی الزلیعی و کذا یرید لوکان ہوا المکاتب و ابنہ البکر مکاتب کتابتہ واحدة تصیر و تبہا شخص واحد ضرورۃ اتحاد العقد و اسی طرح مکاتب کا بیٹا اس کا وارث ہوگا اگر مکاتب اور اس کا بالغ بیٹا مکاتب ہوں ایک کتابت سے سبب ہو جائے دونوں کے ایک شخص کے مانند اتحاد عقد کی ضرورت کی جہت سے م بالغ کی قید لگانا خلاف صریح

غیر کے مخالف ہے حیرت قان (او کو تب ہو دینہ صغیر او کبیر امیرہ) کذا فی الجلی طحاوی نے کہا یوں جواب ہو کہ کتاب ہے کہ کبیر کی قید اس واسطے لگائی کہ بباد کوئی تو م کرے کہ بالغ بسبب اپنے بلوغ کے مستقل ہو کتابت میں فان ترک الکاتب ولدا من حرمہ ای مقننہ و ترک دینا یکنی ببدلہا فجنی الولد فقضی بہ بما جنی علی عاقلہ امرہ ضرورۃ ان الاب لم یعتق بعد لم یکن ذلک القضا تعجیر الاب یہ لعدم المناقاة پھر اگر مکاتب نے ولد چھوڑا حرمہ سے یعنی مقننہ سے اور مکاتب نے لوگوں پر اتنا دین چھوڑا جو بدل کتابت کے واسطے کافی ہے پھر ولد سے مل خطا واقع ہوا سو قاضی نے بموجب جنایت اس کی ماں کی برادری پر دیت کا حکم کیا اس ضرورت سے کہ اس کا باپ بمنور آزاد نہیں ہوا عدم ادائے بدل کتابت سے تو یہ قاضی کا حکم کرنا اس کے باپ کو عاجز ٹھہرانا نہیں ہے لعلبت عدم مناقاة یعنی حکم مذکور کتابت کے منافی نہیں کہ حکم تعجیر ہو مکاتب کا م حرمہ کی تفسیر مقننہ اس واسطے کہ حرمہ اعلیٰ کے ولد پر کسی شخص کا دلالت نہیں اور جنایت سے جنایت خطا مراد ہے اس واسطے کہ جنایت عمد میں برادری پر دیت نہیں کذا فی الطحاوی ولا رجوع اور رجوع نہیں یعنی ماں کی برادری باپ کے مولیٰ سے دیت کو رجوع نہیں کر سکتی اس واسطے کہ جب انھوں نے دیت دی تھی تو ان کے واسطے حق ولایت تھا اور باپ کے مولیٰ کو تو حق ولا مکاتب کے آزاد ہونے کے بعد ثابت ہو گا قید بالبدن لان فی الیمن للیتا فی القضا بالالحاق بالام لامکان الوفا فی الحال مصنف نے دین کی قید اس واسطے لگائی کہ اگر مکاتب کا مترکہ عین ہو گا تو ماں کی طرف ولد کے الحاق کا حکم نہیں اصل ہوتا بسبب ملن ہونے اولے بدل کتابت کے فی الحال ولو قضی بہ بالولاء لقوم امرہ بعد موتہم مع قوم الاب فی ولانہ فہو القضا بہا ذکر تعجیر لان فی فصل مجتہد فیہ اور اگر قاضی نے اس کی ماں کی قوم کے واسطے ولد کا حکم کیا ان کی خصوصیت کرنے کے بعد باپ کی قوم کے ساتھ اس کی ولایت ہو حکم مذکور عاجز ٹھہرانا ہے کتاب کا اس واسطے کہ قضا امر مختلف فیہ میں واقع ہوئی م یعنی جب کہ بیٹا مر گیا مکاتب مذکور کی موت کے بعد چھوڑا ہو باپ کی قوم اور ماں کی قوم کے درمیان اس کی میراث میں سو قاضی نے ماں کی قوم کے واسطے ولایت یعنی میراث کا حکم دیا تو یہ تضاکت کا نسخ کرنا ہے اس واسطے کہ خصوصیت واقع ہوئی بقا اور عدم بقا کے کتابت میں اور میراث کسی قوم کے واسطے ثابت نہ ہو گی بدون اس کے یعنی اگر کتابت باقی ہو کر بدل کتابت ادا ہو گا اور باپ آزاد چھوڑا تو ولد کی میراث باپ کی قوم کے واسطے ثابت ہو گی اور اگر کتابت باقی نہ رہے گی تو میراث ماں کی قوم کے واسطے ہو گی اور صحابہ کرام کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے بعض صحابہ کا یہ مذہب ہے کہ جب مکاتب مرجعے بدل کتابت چھوڑ کر تو وہ غلام مر گیا نہ آزاد ہو کر اور بعض صحابہ کا یہ مذہب ہے کہ مکاتب مذکور آزاد مر گیا پھر جب قاضی نے میراث کا حکم ماں کی قوم کے واسطے کیا تو فصل مجتہد فیہ میں قضا واقع ہوئی اور مختلف فیہ میں قاضی کا حکم بالاتفاق نافذ ہو جاتا ہے تو یہ قضا تعجیر مکاتب ٹھہری کذا فی الطحاوی مختصر وطاب لیسیدہ وان لم یکن مصرفا للصدقۃ ما دی الیہ من الصدقات فجزئ لبدل الملک واصلہ حدیث بریۃ ہی ملک صدقۃ ولان بدیۃ اور جو صدقات کا مال مکاتب کو دیا گیا اور مکاتب عاجز ہو گیا اور اسے بدل کتابت سے تو وہ مال مکاتب کے مولیٰ کو صلا سے اگرچہ مولیٰ خیرات کا مصنف نہ ہو بسبب بدل جانے ملک کے اور اصل اس کی بریۃ کی یہ حدیث ہے کہ صدقۃ تیرے واسطے تو صدقہ ہے اور ہمارے واسطے ہیرہ ہے یعنی تبدیل ملک تب ال عین کے مانند ہے تو گویا وہ اور چیز ہو گئی اور اسی کی طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بریۃ کی حدیث میں اشارہ کیا کہ صدقہ بریۃ کے واسطے صدقہ ہے اور ہمارے واسطے ہیرہ ہے یا اس وقت فرمایا جب کہ بریۃ نے صدقہ کی چیز حضرت کو بریۃ دی تھی اور بریۃ اس وقت میں مکاتب تھیں کذا فی الزیلعی قاری ہدایہ نے نہ بلکہ وہ حرمہ تھیں کذا فی الطحاوی کما فی وارث شخص فقیرات عن صدقۃ اخذنا واثرہ الغنی چنانچہ اس شخص فقیر کے وارث میں جو مر گیا صدقہ چھوڑ کر تو اس صدقہ کو اس کا مال دار وارث لے گا یعنی ہر چند صدقہ مال دار پر حرام ہے لیکن جب کہ صدقہ کا مورث فقیر اول الملک ہو پھر اس کے بعد اس کا وارث غنی ملک ہو بطریق میراث کے تو وہ صدقہ غنی کے حق میں حلال ہو گیا تبدیل ملک کے سبب سے ولما فی ابن سبیل اخذنا ثم وصل الی مالہ وی فی یہ ای الزکوۃ اور چنانچہ اس مسالہ میں جس نے زکوۃ کا مال لیا پھر مسافر پہنچ گیا اپنے مال کے پاس اور حالانکہ مال زکوۃ اس کے قبضہ میں ہے تو وہ اس کو حلال ہے اس واسطے کہ جب سلا یعنی ثابت کیا جاوے وہ اور اس کا بیٹا چھوڑا ہو یا ایک عقیدہ ۱۲ تبدیل ملک علت علت مالست پس اگر غنی یا ماشی را مال زکوۃ از فقر بطریق ہیرہ یا میراث برسد طلال ست



اس نے یہاں تھوڑا محتاج تھا کفیر استغنیٰ ہی فی یدہ فانہا تطیب لہ اور اس محتاج کے مانند جو زکوٰۃ لے کر غنی ہو گیا اور حالانکہ زکوٰۃ اس کے پاس سے تو زکوٰۃ اس کو حلال ہے مگر اس واسطے کہ غنی پر ابتداءً اخذ زکوٰۃ حرام ہے کیونکہ اس میں ذلت ہے تو اس کو لینا جائز نہیں بلا ضرورت اور یہاں ضرورت پائی گئی پھر حرام اس نے محتاج کی حالت میں لیا تو بعد اس کے نہیں مگر استدامت تو حلال ہو گا کذا فی الزیلعی معلوم ہوا کہ پہلے دونوں مسئلوں میں تبدل ملک علت کی علت سے اور پچھلے دونوں مسئلوں میں تبدل حال علت سے بخلاف فقیر اباح لغنی اور ہاشمی عین زکوٰۃ اخذ لا یکل لان الملک لم تبدل برضات اس محتاج کے جس نے غنی یا ہاشمی کو عین مال زکوٰۃ جس کو فقیر نے لیا تھا مباح کر دیا تو غنی یا ہاشمی کو حلال نہیں اس واسطے کہ ملک تبدل نہیں ہو گئی مگر اس واسطے کہ اباحت سے مباح کرنے والے کی ملک زائل نہیں ہو جاتی تو مباح لہ اس کو تناول کرتا ہے بیچ کی ملک یرقان جنی عبد و کاتبہ سیدہ جاہلا بجنایۃ او جنی مکاتیب لم یقض بہ باجی جمعہ فان شہد لمولی دفع العبد او فدی لزوال المانع بالعجز پھر اگر غلام نے کسی کو قتل کیا اور اس کے مالک نے اس کو مکاتیب کیا نادانستہ اس کی جنایت سے مکاتیب نے کسی کو قتل کیا سو اس کی جنایت پر ہونے کو کچھ حکم نہ ہوا پھر وہ بدل کتابت سے عاجز ہو گیا تو اگر مولیٰ چاہے اولیاء مقتول کو غلام دے یا فدیہ دے بسبب زوال مانع کے عاجز ہو جانے سے یعنی مانع دفع کتابت تھی سو عاجز ہونے سے زائل ہو گئی تو اب مالک کو دفع اور فدیہ میں اختیار ہے وان قضی بہ علیہ حال نوۃ کاتبہ بجمعہ ذیق فیہ لا انتقال حق من رقبۃ الی قیمتہ بالقضاء اور اگر جنایت کا حکم ہو گیا اس پر حالت کتابت میں پھر وہ عاجز ہو گیا ادا لے بدل کتابت سے تو بیجا جائے گا اس میں اس واسطے کہ حق اس کی گردن سے اس کی قیمت کی طرف منتقل ہو گیا قضاء کے سبب سے بشرطیکہ قیمت اقل ہو دیت سے کذا فی المحل عن النماۃ قید بالعجز لان جنایات المکاتیب علیہ فی کسبہ و طیزمہ الا قتل من قیمتہ ومن المارث مصنف نے عجز مکاتیب کی قید لگائی کہ مکاتیب کی جنایات خود مکاتیب پر ہوتی ہیں اس کے کسب میں اور لازم ہوتا ہے اس پر جو حکم تہ سے قیمت میں سے اور دیت میں سے یعنی اگر قیمت کم تر ہے دیت سے تو قیمت کا دینا اس پر لازم ہو گا اور اگر دیت کم تر ہے قیمت سے تو دیت کا دینا لازم ہو گا وان تکررت قبل القضاء فعلیہ قیمتہ واحدة ولو بعدہ فقیم اور اگر قبل از قضاء قاضی مکاتیب سے چنانچہ جنایت کے واقع ہونے پر اس پر ایک ہی قیمت واجب ہو گی اور اگر بعد قضا چند بار جنایت واقع ہوئی تو چند قیمتیں اس پر لازم ہوں گی مگر یعنی اگر مکاتیب نے ایک شخص کو قتل کیا پھر دوسرے کو پتھر سے قتل از قضا لے قاضی تو ایک ہی قیمت اس پر واجب ہو گی اور اگر مکاتیب سے ایک بار جنایت خطا واقع ہوئی اور قاضی کا حکم ہو گیا موجب جنایت پر تو وہ سہمی کرے قیمت میں اگر وہ کم تر ہو دیت سے پھر بعد اس کے اگر جنایت ثانیہ واقع ہو گی تو اس پر قیمت ثانیہ لازم ہو گی اور علیٰ ہذا القیاس قیمت مرتعد ہوئی تعدد جنایت سے ولو اقر بجنایۃ خطا لزمہ فی کسبہ بعد الحکم بہا اور اگر مکاتیب نے اپنی جنایت خطا کا اقرار کیا تو اس پر قیمت لازم ہو گی اس کے کسب میں بعد اس کے کہ موجب جنایت پر قاضی کا حکم ہو گیا ہو ولو لم یحکم علیہ حتی یجوز بطلت اور اگر قاضی کا حکم اس پر نہ ہوا ہو یہاں تک کہ وہ عاجز ہو گیا بدل کتابت سے تو جنایت باطل ہے کذا فی الدرر عن القاعدة مگر یعنی در حق مولیٰ جنایت باطل ہے اور اس کا مواخذہ اور مطالبہ ہو گا آزاد ہونے کے بعد امام کے نزدیک خلاصہ لکھا جس میں کہ فی المحال مطالبہ ہو گا کذا فی الخطا وی وان مات السید لم تنفسخ الکتابۃ کالتدبیر و امومیۃ الولد و اجل الدین اذ مات الطالب او اگر مولیٰ مر گیا تو کتابت نسخ نہیں ہو جاتی جیسے تدبیر اور ام ولد ہونا باطل نہیں ہوتا اور چنانچہ دین کی مدت باطل نہیں ہوتی جب کہ طالب دین مر جاوے ولو دمی المال الی وراثۃ علی نحوہ کا جل الدین اور ادا کیا جاوے لکن کتابت کا مولیٰ کی موت کے بعد اس کے وارثوں کو اس کی قسطوں کے موافق دین کی مدت کے مانند یعنی اگر وارث کثیر ہو تو اس کو مال دیا جائے اور اگر صغیر ہو تو اس کے دمی کو دیا جائے کذا فی القہستانی بخلاف موت المطلوب لخراب ذمۃ برضات موت مطلوب کے بسبب مٹ جانے اس کے ذمہ کے مگر یعنی اگر دیون مر جائے تو مدت باطل ہو گی اس واسطے کہ اس کا ذمہ خراب ہو گیا اور دین ترکہ کی طرف منتقل ہوا اور ترکہ عیس ہے نزدین کذا فی الزیلعی ہذا اذا کاتبہ ہر صحیح ولو فی مرضہ لا ینصح تاجیل الامن الثلث یعنی ادا لے مال اقساط سابقہ کے بموجب اس وقت سے جب کہ مولیٰ نے اس کو نہ کھا کیا ہو اپنی صحت کی حالت میں اور اگر اس نے بیماری میں مکاتیب کیا ہو تو اس کا مدت ٹھہرانا باطل ہے مگر ثلث مبرکہ سے یعنی بدل کتابت کے وثلث فی المحل

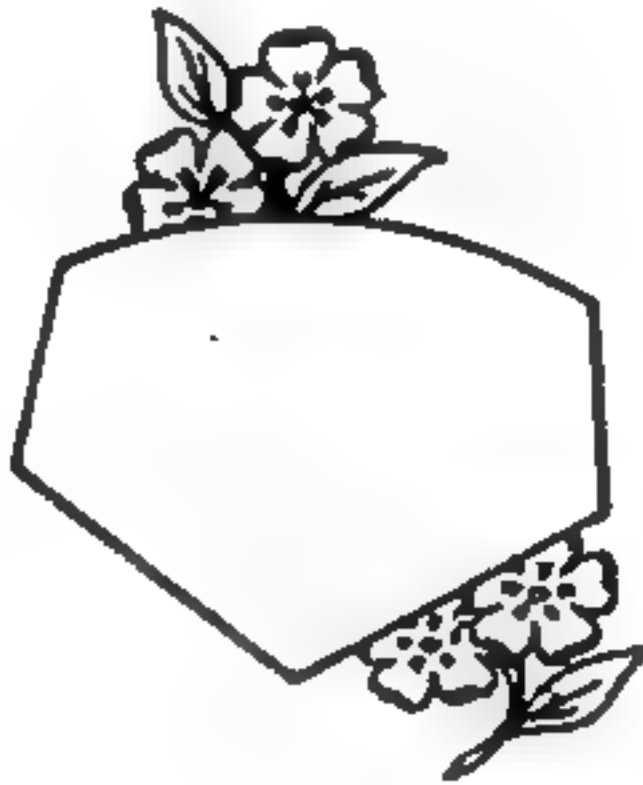
کرنے اور ایک ثلث اقطاع معینہ کے موافق کذا فی الشرع والیہ والی حرر وہاں کی مجلس واحدہ میں محض استحقاق اور اگر وارثوں نے یعنی تمام وارثوں نے مکاتب کو آزاد کر دیا ایک ہی مجلس میں تو وہ مفت آزاد ہو جائے گا استحقاق کی راہ سے آزاد کرنا ابراہیم کے گاہرین اقطاع کے م قیاس یہ ہے کہ مکاتب آزاد نہ ہو وارثوں کے آزاد کرنے سے اس واسطے کہ آزاد ہو کر اسے جو مالک ہو اور حالانکہ وارث مکاتب کے مالک نہیں اس واسطے کہ مکاتب مملوک نہیں ہوتا کسی سبب ملک سے تو میراث سے بھی مملوک نہیں ہوتا وجہ استحقاق یہ ہے کہ استحقاق ابراہیم کے واسطے کہ بت سے اس واسطے کہ بت کتبت وارثوں کا حق سے اور میراث اس میں جاری ہے تو اعتاق بدل کتبت کا معات کر دینا ہو گیا بطریق اقطاع کے یا حصول بدل کتبت کا اقرار ہو گیا الی کی طرف سے تو مکاتب بری الذمہ ہوا تو آزاد ہو گیا کذا فی الطحاوی فان حرره بعضہم فی مجلس والاخر فی آخر لم یفقد عتقہ علی الصبح لانہ لم یملک پھر اگر مکاتب کو بعض ورثہ نے ایک مجلس میں آزاد کیا اور دوسرے وارث نے دوسری مجلس میں آزاد کیا تو اس کا عتق نافذ ہو گا بزمہ صبح اس واسطے کہ وارث اس کا مالک نہیں بلکہ بعد موت المولیٰ عاودہ اور اگر مکاتب عاجز ہو گیا اس واسطے کہ بت سے بعد موت مولیٰ کے تو اس کی غلامی پھر اسے کی یعنی جیسا غلام مملوک قبل کتبت کے تھا ویسا ہی ہو جائے گا مکاتب تحۃ امۃ طلقاً تنقیتین فلکلا لا یحل لہ ان یطأ ما حتی یشک زوجا غیرہ مکاتب کے بچے کسی کی لونڈی ہے بطریق نکاح کے اس کو اس نے دوبار طلاق دی پھر مکاتب اس کا مالک ہوا تو اس کو اس کا وطن کرنا حلال نہیں یہاں تک کہ وہ لونڈی سوائے اس کے اور شوہر سے نکاح کرے وکذا الحکم التقریر فی محلہ اور یہی حکم ہے آزاد کا چنانچہ ثابت ہو چکا ہے اپنے مقام میں م یعنی اگر آزاد لونڈی منکوحہ کو دو طلاق دے پھر اس کو خرید کرے تو وہ حلال نہیں تاہم اس کے سوائے اور شوہر سے نکاح نہ کرے اور مکاتب کے مانند قن اور مدبرام طہ کا بیٹا اور غلام ساعی ہے اس واسطے کہ عدد طلاقات میں عورت کا اعتبار ہے نہ مرد کا یعنی اگر عورت لونڈی ہو تو دوبار کی طلاق سے حرمت غلیظہ ہوجاتی ہے خواہ اس کا شوہر غلام ہو خواہ آزاد اور اگر عورت آزاد ہو تو تین بار کی طلاق سے حرمت غلیظہ ہوتی ہے خواہ شوہر غلام ہو یا آزاد کتبتا بعد اکتبتہ واحدة ای بعقد واحد عجز المکاتب لا یعجزہ القاضی حتی یجمعا لانہما کو احد بخلات الوثۃ فان القاضی یعجزہ بطلب احدہما حتی یدخلوا لکون فی غلام کی ایک کتبت کی یعنی دونوں نے غلام کو مکاتب بعقد واحد کیا اور مکاتب عاجز ہوا تو قاضی اس کو عاجز نہ ٹھہراوے تاوقتیکہ دونوں مالک ملیں اس واسطے کہ دونوں ایک شخص کے مانند ہیں برخلات وارثوں کے اس واسطے کہ قاضی غلام کو عاجز ٹھہراوے گا ایک وارث کی طلب سے کذا فی المجتبیٰ وفیہ کتبت عبد یرمۃ فجز احدہما فردہ المولیٰ فی الرق ادا القاضی ولم یعلم کتبتہ الاخر لم یصح فان غاب ہذا المرد ووجاہ الاخر لم یجز فلیس لالاخر فردہ فی الرق اور مجتبیٰ میں ہے کہ ایک مالک نے اپنے دو غلاموں کو مکاتب کیا ایک بار یعنی بعقد واحد پھر ایک عاجز ہو گیا سو مولیٰ نے اس کو پھر غلام کر لیا یا قاضی نے اور حالانکہ قاضی کو دوسرے غلام کی کتبت معلوم نہیں تو یہ غلام کر لینا درست نہ ہو گا پھر اگر یہ غلام مودود یعنی جو مکاتب ہونے کے بعد پھر عبدیت کی طرف پھر گیا ہے غائب ہوا اور دوسرے غلام مکاتب آیا پھر وہ بھی عاجز ہو گیا اسے بدل کتبت سے تو دوسرے کو اس کا پھر دینا غلامی میں جائز نہیں م عالمگیر میں محیط سے یوں منقول ہے کہ جب دو برام مکاتب آیا اور مولیٰ نے اس سے ایک قسطیا دو قسطیں سحی کر والی پھر وہ عاجز ہوا سو مولیٰ یا قاضی نے چاہا کہ اس کو غلامی کی طرف پھیرے تو جائز نہیں کذا فی الطحاوی فسرغ مسائل لمحۃ شارح کا اختلاف المولیٰ والمکاتب فی قدر البدل قال قول ملکاتب عند المولیٰ اور مکاتب نے اختلاف کیا بدل کتبت کی مقدار میں تو قول مکاتب ہی کا مقبول ہے عم ضعیفوں کے نزدیک اس واسطے کہ وہ منکر بدلیت اور نافی ضمان ہے اپنی ذات پر سے والا مجلس المکاتب فی دین مولانا فی الکتابۃ وفیما سوی دین الکتابۃ قولان سراجیۃ اور مجہوس نہ ہو گا مکاتب اپنے مولیٰ کے دین میں جو دین کہ حال کتبت میں مکاتب پر لازم ہوا اور ماسوی دین کتبت میں دو قول ہیں جس اور عدم مجلس میں کذا فی السراجیۃ م سوائے دین کتبت جیسے دین استہلاک یا وہ دین جو اس نے اپنے مولیٰ سے لیا تھا قبل از کتبت جب کہ وہ ماذون فی التجارۃ تھا یا قرض لیا تھا یا اس پر فن معین تھا قلت و فی عتاق الوہبانیۃ ۵ و فی غیرہ من الحق مجلس سیدنا ۶ مکاتبہ والبعید فیما یخبر فی کتباتوں اور وہاں

سید مشعول مجلس والفاصل مکاتب والبعید فی السیرۃ والی فیہا کتبتہ کذا فی مخرج وہاں یہ ہے



کی کتاب العقاقیر میں یہ ہے اور غیر جس حق میں مکاتیب اپنے مالک کو جس کرے گا اور غلام قبول اور عدم قبول کتابت میں مختار ہے ہم اس بیت میں تین مسئلے ہیں پہلا مسئلہ یہ ہے کہ اگر مولیٰ مسلط ہو امکاتیب کے اس مال پر جو بدل کتابت کی غیر جنس یعنی مثلاً بدل کتابت در اہم ہیں اور مولیٰ نے مکاتیب کا گھوڑا یا تھان چھین لیا تو مکاتیب کو مولیٰ سے مطالبہ جائز ہے اور حاکم مولیٰ کو جس کرے گا دو ستر مسئلہ یہ ہے بطریق مفہوم کے کہ اگر جنس بدل کتابت سے مال ہو اور مولیٰ اس کو بے بدل کتابت میں بجا کرے تو مکاتیب مطالبہ نہیں کر سکتا تیسرا مسئلہ ہے کہ قبول کتابت اور نسخ کتابت میں غلام کو اختیار ہے اگرچہ مولیٰ راضی نہ ہو کذا فی شرح الوہابیہ ص ۵۰ ولا اولاد النخلین حرراۃ لمولیٰ ابیہم لیس لہم مخرج اولاد زوجین معتقین کی میراث ان کے باپ کے مولیٰ کی ہے ماں کے مولیٰ کو اس میں دخل نہیں ہم چند اولاد مذکور کی ماں اور باپ دونوں کو ولادت حاصل ہے لیکن باپ اصل ہے میراث میں نسب کے مانند لہذا باپ کے مولیٰ میراث اولاد کی پادیں گے نہ مولیٰ ماں کے ص ۵۰ قونی و مادنی تمامیت بہ من الولد لبع وانی تسعی و تحضر مکاتیب مرگیا اور اس نے بدل ادا نہیں کیا تو مکاتیب کی اس ام ولد کو جس کا بیٹا مر گیا بیچ ڈال بدل کتابت کے ادا کرنے کے واسطے اور ولد مذکور کی ماں تسعی کرے اور بدل کتابت کو حاضر کرے قسط بندی کے موافق ای دان لم یکن معہا ولد بیعت دان کان استسمیت علی نجوم صغیرا کان ولدا اذ کبیرا وعندہما تسعی مطلقا یعنی اگر ام ولد مکاتیب کے ساتھ ولد نہ ہو تو ام ولد بیچی جائے اور اگر ہو تو ام ولد سے تسعی کروائی جائے مکاتیب کی قسطوں پر ولد صغیر بویا کبیر اور صاحبین کے نزدیک ام ولد تسعی کرے مطلقا خواہ ولد زندہ ہو یا مردہ واللہ اعلم واستغفر اللہ الحلیم الکرم

ص ۵۰ قول قونی غیرہ وصغیرہ ولکاتب تمامیت ای قام ولد المکاتیب الذی قدمات ولدا قول من الولد باسکان اللام تعلق لمندوت مفتہ لمیت قولہ بع اے لاجل الکتابۃ قولہ لکی بالجرح عطف علی میت ای اذا کان معہا ولد لی ولد فی کتابۃ ادا شترہا معہا تسعی علی نجوم المکاتیب قولہ تحضر من اصغرای تحضر النجوم اتی کات علی المکاتیب والصغیر فی تسعی و تحفر لام الولد کذا فی شرح الوہابیہ بعد المر



# کتاب الولاء

یہ کتاب ہے ولایہ کے احکام میں ہم کتاب الولاء کو مصنف کتاب المکاتب کے بعد اس واسطے لایا کہ ولایہ وال ملک رقبہ کے آثار سے ہے کذا فی المنہج مولفہ النفق والمجہ  
مشتق من الولی و هو القرب والافت عرب میں بمعنی نصرت اور محبت کے مشتق ہے ولی بفتح واو و سکون لام سے اور ولی عبارت ہے قرب اور نزدیکی سے م  
اور قرب ولایہ مصطلح میں حاصل ہے اس واسطے کہ ولایہ کا حکم یعنی ارث قریب ہے اور حاصل ہوجاتی ہے بلا فصل جبکہ اس کی شرط پائی جائے و شرعاً عبارت  
عن التناصر لولاء العتاقہ او لولاء الموالاة زیلعی اور شرع میں ولایہ عبارت ہے باہم کی مدد گاری سے بسبب ولایہ عتاق یا بسبب ولایہ موالاة کے کذا فی الت  
ہم ناصر عتاق سے حاصل ہوتا ہے ولہذا معتق کی طرف سے اس کا مولی دیت دیتا ہے طاعلی قاری نے ولایہ شرعی عبارت اس قرابت سے رکھی ہے جو قر  
نسبی کے بعد ہے جس قرابت سے مولی غلام آزاد کا وارث ہوتا ہے اور اس کے نکاح کرنے اور اس پر نماز پڑھنے کی ولایت اس کو حاصل ہوتی ہے انتہی  
اور یہ تعریف بہتر ہے مصنف کی تعریف سے اس واسطے کہ ناصر ولایہ کے آثار سے ہے اور اسی کی طرف شارح کا آئینہ قول بل قرابہ حکمیہ راجع ہے کذا  
فی الطحاوی ومن آثارہ الارث والعقل دولایہ الانکاح وبہذا علم ان الولاء لیس نفس المیراث بل قرابہ حکمیہ تصلح سبباً للامتداد ولایہ کے آثار سے ہے ارث  
اور ویت اور نکاح کروینے کی ولایت مولی کے واسطے اور مصنف کے اس کلام سے معلوم ہو گیا کہ ولایہ نفس میراث نہیں ہے بلکہ ولایہ قرابت حکمی ہے جو میراث  
کے سبب ہونے کی صلاحیت رکھتی ہے مگر تعریف سے صدر الشریعہ کی طرف کہ انھوں نے ولایہ کی تفسیر میراث کی ہے قبستانی نے اس کا جواب دیا کہ تفسیر  
بالحکم ہے اور تفسیر بالحکم غریزہ الوجود نہیں و سببہ ان علی ملکہ لا الاعتاق لان بالاستیلا و ارث القرب حاصل بالاعتاق اور ولایہ کا سبب اناد ہوجانا ہے مولی  
کی ملک پر نہ فقط آزاد کرنا سبب ہے ولایہ اس لیے کہ استیلا یعنی جاریہ کے ام ولد کرنے سے اور قرابت وار کے وارث ہونے سے آزادی حاصل ہوجاتی  
ہے بدون آزاد کرنے کے مگر ام ولد آزاد ہوجاتی ہے مولی کی موت کے بعد بدون آزاد کرنے کے اور قرابت و ازبج و میراث کے آزاد ہوجانا ہے بلا اعتاق  
توضیح قول یہی ہے کہ سبب ولایہ اعتاق علی ملک المولی ہے نہ اعتاق فقط و اما حدیث الولاء لمن اعتق فبحری علی الغالب اور یہ حدیث کہ ولایہ کے واسطے سے جو اناد  
کرے سو جاری ہے غالب حال پر مگر یہ جواب ہے سوال مقدر کا یعنی اگر فقط اعتاق سبب ولایہ کا نہ ہوتا تو میراث وغیرہ حدیث مذکور میں آزاد کرنے والے  
کو مخصوص نہ ہوتا شارح نے جواب دیا کہ یہ خصوصیت نہ بابر اکثریت کے ہے منعت ای حاصل اعتاق و لو من و مہ او بفرع لہ لکتابہ و تدبیر و استیلا و  
او ملک قریب فولاء لیسیدہ جو شخص کہ آزاد ہوا یعنی اس کو آزادی حاصل ہوئی ملک کے آزاد کرنے سے اگر چہ اعتاق ملک کے وصی سے صادر ہوا ہو  
یا آزادی حاصل ہوئی مواعتاق کی فرع سے چنانچہ کتابت اور تدبیر اور استیلا و سے یا آزادی حاصل ہوئی ہو قرابت وار کے ملک ہونے سے تو اس آزاد ہوجانے  
والے کی ولایہ اس کے ملک کے واسطے ہے مگر اعتاق وصی کی صورت یہ ہے کہ وصی نے وصی کو اپنے غلام کے اعتاق کی وصیت کی سو وصی نے وصی کی موت کے  
بعد اس کو آزاد کر دیا تو اس کی ولایہ وصی کی ہے اس واسطے کہ وصی کا فعل موصی کی طرف متعلق ہے کذا فی الطحاوی یہاں اعتراض وارد ہے کہ تدبیر اور استیلا و سے



کس طرح مالک کو دلایا جائے ہوگی حالانکہ ام ولد اور مدبر تو مولیٰ کی موت کے بعد آزاد ہو جاتے ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ صورت اس کی یہ ہے کہ مولیٰ مرتد ہو گیا اور  
 مالک الحرب میں جا ملا تو اس کے مدبر اور ام ولد کا عتق کا حکم ہوگا پھر مولیٰ مسلمان ہو کر آیا سو اس کے ام ولد اور مدبر مگر گئی تو اب دونوں کی ولا مولیٰ کو حاصل ہوگی اور  
 بہتر جواب یہ ہے کہ یوں کہیے کہ مراد یہ ہے کہ عصبہ مولیٰ کے واسطے مدبر اور ام ولد کی ولایت ثابت ہونا تو اسی سبب سے ہے کہ ثبوت ولا مولیٰ کے واسطے ہر چہ  
 ہے اس واسطے کہ ولایت مستحق اول وی ہے کیونکہ سبب عتق اسی سے تو صادر ہوا ہے پھر ولا مولیٰ کی طرف سے اس کے عصبہ کو پہنچتی ہے کذا فی الدرر ولو الامرة  
 او ذميا او يتا حتى تغد وصياہ و تقضي ديونہ منہ ولا مالک کا حق ہے اگرچہ مالک عورت ہو یا ذمی یا میت تو مالک میت کی وصیتیں نافذ ہوں گی غلام آزاد کے مال سے  
 اور مالک کی دیون اس سے ادا کیے جاویں گے مگر حق ولا مولیٰ کا ہے اگرچہ عتق کفارہ قتل اور کفارہ اقطار اور کفارہ ظہار سے یا عتق نذر اور ایمان وغیرہ واجبات سے  
 ہو کہ انبی شرح الحموی ولو بشرط عدمه لکن لفقة للشرع فی بطل ولا حق مولیٰ کا ہے اگرچہ عدم ولا مولیٰ شرط ہو گیا ہو بسبب منی لفت ہونے اس شرط کے شرع شریف  
 سے تو شرط باطل ہوگی ومن اعتق امته والحال ان زوجها قن النیر فولدت لاقل من نصف حول منعت لا یتقل ولا لالحمل الموجود عند العتق عن موالی الام ایذا  
 جبہ نے اپنی لونڈی آزاد کی اور حالانکہ اس کا شوہر غیر کا غلام ہے پھر وہ جنی نصف سال سے کم مدت میں جب سے کہ وہ آزاد ہوئی تو جو حمل کہ موجود تھا آزاد کرنے  
 کے وقت اس کا ولا یتقل نہ ہوگا اس کی ماں کے مولیٰ نے کبھی یعنی اگرچہ اس کا باپ بعد اس کے آزاد بھی ہو مگر جب لونڈی آزادی کے بعد چھ مہینے سے کم مدت  
 میں جنی تو با یقین معلوم ہو گیا کہ وقت عتق کے حمل موجود تھا تو جب لونڈی آزادی ہوئی تو اس کا حمل بھی آزاد ہو گیا اس واسطے کہ حمل اس کا جز تھا اور اعتق واقع ہو  
 اس کے تمام اجزا پر تو یہ بھی قصداً آزاد ہو گیا تو اس کا ولا آزاد کرنے والے سے منتقل نہ ہوگا وکذا لو ولدت ولیدین احدہما لاقل من ستۃ اشهر والاخر لا کثر منه  
 وینہما لاقل من نصف حول ضرورة كونہما توابعین و اسی طرح موالی ام سے انتقال ولا نہ ہوگا اگر بعد عتق کے لونڈی دو لڑکے جنی ایک لڑکا تو کم تر چھ مہینے سے جنی اور  
 دوسرے لڑکا زیادہ چھ مہینے سے اور حالانکہ بائین ولادت ولیدین نصف سال سے کم تر ہے اس واسطے کہ دونوں لڑکے تو ام بالضرور میں مہمل لڑکا تو با یقین عتق  
 کے وقت موجود تھا پھر جب دونوں توام پھڑے بسبب عدم تحمل مدت حمل کے تو دونوں کا عتق ساتھ ہی ثابت ہوا تو دونوں کو اعتاق شامل ہو گیا بالضرور تو ولا  
 عتق سے منتقل نہ ہوگی فاذا ولدت بعد عتقہا لا کثر من نصف حول فولا لملولی الام ایضا لتغذ تبعیتہ لابل لرقہ پھر جب لونڈی اپنے آزاد ہونے کے بعد  
 نصف سال سے اکثر مدت میں جنی تو اس کی بھی میراث موالی ام کے واسطے ہے اس واسطے کہ تابع ہونا والد کا باپ سے متعذر ہے اس کے غلام ہونے کے سبب  
 سے فان عتق القن و ہوا لابل قبل موت الولد لابلہ جہر ولا املہ الی موالیدہ لزوال المانع پھر اگر مدہ غلام جواب ہے آزاد ہو گیا قبل از موت ولدہ بعد موت کے  
 اپنے ولد کی میراث اپنے مالکوں کی طرف کھینچ لادے گا بسبب دور ہوجانے مانع کے مگر یعنی جب چھ مہینے سے زیادہ مدت میں لڑکا پیدا ہو تو مالک کے لڑکوں  
 کا اعتاق ثابت نہ ہوا بسبب حادث ہونے ولد بعد اعتاق کے اور مسئلہ سابقہ میں جو ماں کی طرف لڑکا منسوب ہوا تھا تو باپ کی طرف بسبب اس کی غلامی کے  
 نسبت نہ ہو سکتی تھی پھر جب اس کا باپ آزاد ہو گیا تو اس کی طرف نسبت ممکن ہوئی زوال مانع کے سبب سے اس واسطے کہ نسبت باپ کی ماں کی نسبت  
 سے مقدم ہے کیونکہ ولا نسب کے مانند ہے اور نسب باپ کی طرف ہوتا ہے نہ ماں کی طرف اور اگر والد بعد موت ولد کے آزاد ہوگا تو میراث ولد کی والد  
 کے موالی کی طرف منتقل نہ ہوگی اس واسطے کہ والدہ کے موالی مستحق ولا ہو چکے تھے اس کے مرنے کے وقت تو اب انتقال ولا نہ ہوگا کذا فی النظم وی مختصر لزا  
 اذالم کن مقعدۃ یعنی تقيید ولادت کی نصف سال سے پہلے ابتداء اعتاق اس وقت ہے جب کہ لونڈی عدت میں نہ ہو فلو مقعدۃ تولدت لا کثر من نصف حول  
 من الحق ولد دون حلین من الفراق لا یتقل لموالی الاب سو اگر لونڈی عدت کے اندر ہو پھر جنی نصف سال سے اکثر مدت میں آزاد ہونے سے اور دو سال سے  
 کم مدت میں فراق زوج سے تو انتقال میراث کا باپ کے مالکوں کی طرف نہ ہوگا عجمی لہ مولی موالاة اولم یکن لذلک وقیداً عجمی لان ولاد الموالاة لا یکن فی العرب  
 لقوة انسائیم بخ مقعدۃ ولو لعربی فولدت منه فولاد ولد الموالاة اس عجمی نے جس کا ایک شخص مولیٰ ہے عقد موالاة کا یا اس کا دلیسا مولیٰ نہ ہو نکاح کیا اس نے مقعدۃ





نے اس قول کو ثابت رکھا ہے رو نہیں کیا واذما ملک الذمی عبد او لمسلما واعتقه فواءہ لہ لان الولاء کالنسب فیتوارثون بہ عند عدم الحاجب کالمسلمین فلو مسلما لا یرثہ ولا یعقل عنہ وبہذا تفسد القول بان الولاء ہوا میراث حق الاتصاح اور جب کہ کافر ذمی غلام کا مالک ہوا اگرچہ غلام مسلمان ہوا اور وہ اس کو آزاد کرے تو اس غلام آزاد کی ولایت ذمی کے واسطے ہے اس واسطے کہ ولایت عتاق نسبت کی مانند سبب ہے میراث کا تو اول ذمہ ولایت جہت سے باہم وارث ہوتے ہیں مسلمانوں کے مانند جب کہ کوئی میراث کا حاجب نہ ہو تو اگر ذمی کا غلام مسلمان ہوا اور وہ اس کو آزاد کرے تو ذمی اس کی میراث پناوے گا اور نہ اس کی طرف سے حصہ دے گا اور اس قول سے یعنی ذمی مولیٰ کو ولایت حاصل ہوتی ہے نہ میراث اس قول کا فساد نہایت مرتبہ کے و خروج سے واضح ہو گیا کہ ولایت تو وہی میراث سے م یعنی جب ذمی کو ولایت عتیق مسلم ثابت ہوئی اور میراث اس کی حاصل نہ ہوئی تو صاف معلوم ہو گیا کہ ولایت میراث متحدہ الحقیقہ نہیں اور سابق مذکور ہو چکا کہ میراث ولایت کا حکم اور اثب ہے اور تعریف بالحکم جائز ہے ذمی مولیٰ اپنے عتیق مسلم کا اس واسطے وارث نہ ہوگا کہ ارث کی شرط حاصل نہیں یعنی اتحاد ملت وارث و مورث تو اگر ذمی مسلمان ہو جائے اور عتیق مسلم اس کے بعد مرے تو اس کو میراث اس کی ملے گی کذا فی الطحاوی ولو اعتق حربی فی دار الحرب عبدہ حر یا لا یعتق بمجرد اعتاقہ الا ان یخیل سبیلہ فاذا خلاہ عتق حینئذ ولا ولایۃ حتی لو خرجنا الینا مسلمین لایرثہ خلافا للثانی اور اگر حربی نے دار الحرب میں حربی غلام آزاد کیا تو بجز اعتاق بلکہ تخلیک کے وہ آزاد نہ ہوگا مگر یہ کہ حربی غلام مذکور کو غلی بالطبع کر دے پھر جب اس کو مطلق العنان کر دے یعنی اپنے قبض و تصرف میں نہ رکھے تو وہ اس وقت میں آزاد ہو جائے گا اور اس کی ولایت اس کو ملے گی تو اگر حربی اور اس کا عتیق دونوں مسلمان ہو کر دارالاسلام میں آویں گے تو حربی اس کا وارث نہ ہوگا برخلاف مذہب

ابو یوسف کہ ان کے نزدیک میراث پناوے گا وکان لہ ان یوانی من شاء لانی لا ولایۃ لاحد علیہ اور حربی کے غلام آزاد کو جائز ہے کہ جس سے چاہے عقد موالات منع کرے اس واسطے کہ کسی کی ولایت اس پر نہیں ہے جو عقد موالات دوسرے سے نہ کر سکے ولو دخل مسلم فی دار الحرب فاشتري عبدا ثم فاعقہ بالقول عتق بالتخلیۃ اور اگر مسلمان دار الحرب میں گیا سو اس نے وہاں غلام خرید کیا پھر اس کو زبانی یا تخلیک آزاد کیا یعنی دار الحرب میں تو وہ آزاد ہو جائے گا مگر یہ روایت شریانی کی اس روایت سے مخالف ہے کہ جب مسلمان غلام حربی کو دار الحرب میں آزاد کرے تو اس کو اس کی ولایت حاصل نہ ہوگی امام کے نزدیک کذا فی الطحاوی اور اس منافات کا یوں جواب ہو سکتا ہے کہ مصنف نے عتق ذکر کیا ہے نہ ولایت شریانی میں نفی ولایت مذکور ہے نہ نفی عتق کی اور سابق مذکور ہو چکا ہے کہ ولایت میراث متحدہ الحقیقہ نہیں واللہ اعلم ولو کان العبد مسلما فاعقہ مسلم او حربی فی دارالاسلام فواءہ لہ ای المعتقہ اور اگر غلام مسلمان ہو سو اس کو مسلمان یا حربی دارالاسلام میں آزاد کرے تو اس کی ولایت اس کو ملے گی یعنی اس کے آزاد کرنے والے کو فروغ مسائل ملحقہ شارح کے ادویا ولایت و برہن کل انہ اعتقہ لیقینی بالولاء والیر لہما و شخصوں نے میت کی ولایت کا دعویٰ کیا اور یہ شخص اس کے گواہ لایا کہ اسی نے اس کو آزاد کیا ہے تو دونوں بیویوں کے واسطے ولایت میراث کا حکم ہوگا بسبب عدم تزجیح المولیٰ لیسحق الولاء اولاً حتی تنفذ منہ وصایاہ و لقی منہ دیون مولیٰ آزاد کرنے والا مستحق ولایت ہوتا ہے عصبات سے پہلے تو عتیق کی میراث سے مولیٰ کی مستثنیٰ نافذ ہوتی اور اس کے دیون اس سے ادا کیے جا دیں گے اگر عتیق کتابت یا تیسیر یا استیلاء سے ہو کذا فی الطحاوی الکفایۃ تعبر فی ولایت العتاقہ فاعتق الذکر فلو لمحق العتاق دون البایع بمسری زوجین ولایت عتاق میں مجبر ہے تو آزاد غلام سوداگر کا برابر ہے غطر فروش کی آزاد لونڈی سے نہ دیا غبت کرنے والے کا غلام آزاد ہو تو اگر سوداگر کی معتقہ دباغ کے عتیق سے نکاح کرے تو اس کے مولیٰ کو فسخ نکاح کا اختیار ہے تا وقتیکہ ولادت یا حمل نہ ہوا ہو کذا فی الطحاوی امام اذا کانت حرۃ الاصل بمعنی عدم الرقی فی اصلہا فلا ولایتی ولہا حاجب کہ عورت حرہ اصل ہو یا بنی معنی کہ جس کی اصل میں لونڈی اور غلام نہ ہوا ہو تو اس کے فرزند پر ولایت نہیں ہے اگرچہ اس کا باپ غلام ہو اس واسطے کہ حریت اور رقییت میں لڑکا ماں کا تابع ہوتا ہے نہ باپ کا کذا فی الطحاوی ہم حرہ صلی فقہاء کے نزدیک دو معنوں میں مستثنیٰ ہے ایک یہ کہ جس کی ذات پر رقی یعنی کسی کی ملک نہ جاری ہوئی ہو بلکہ وہ پیدا ہوا ہو معتقہ سے بعد گزرتے چھ مہینے کے نکاح اور عتق کے وقت سے یا اس شخص سے پیدا ہوا ہو جس کی اصل میں رقیق ہوا و در دسرا یہ کہ جس کی اصل میں اصلاً رقیق نہ ہو کذا فی الدرر والاب اذا کان کذاک فلو عربا ولا ولایت مطلقاً اور باپ

جب کہ اسی طرح کا حراصل ہو تو اگر وہ عربی ہے تو اس کے والد پر ولایت نہیں مطلقاً یعنی نہ باپ کی قوم کے واسطے والد سے نہ ماں کی قوم کے واسطے ولو عجیب الاولاد علیہ لقوم المآب ویرث معتق الام وعبستہ خلافاً للثانی اور اگر باپ عجمی ہے تو اس پر ولایت نہیں باپ کی قوم کو اور ولد کی میراث پاوے گا ماں کا آزاد کرنے والا اور اس کا عصبہ برخلاف مذہب ابو یوسف م ابو یوسف کے نزدیک بیٹا تابع ہے باپ کا ولایت چنانچہ شخص عربی میں تابع ہوتا ہے اس واسطے کہ نسب باپ کی طرف سے ہے اگرچہ نسب ضعیف ہو اور طریقین کی دلیل یہ ہے کہ ولایت ہوتی ہے نصرت کے سبب سے اور ولد کے واسطے نصرت نہیں عجمی باپ کی طرف سے اس واسطے کہ عرب سواجع میں تنازع قیام سے نہیں ہے دریں ہے الناحیہ اگر والدین حراصل ہوں معنی مذکور تو ولد پر ولایت نہیں اور اگر دونوں معتق ہوں یا ان کی اصل میں معتق ہو تو ولایت باپ کی قوم کے واسطے ہے اور اگر ماں معتق ہو اور باپ حراصل یعنی مذکور تو اگر باپ عربی ہو تو ولد پر قوم مادر کی ولایت نہیں اور اگر باپ غیر عربی ہو تو قوم مادر کے واسطے ولا ہے امام اور محمد کے نزدیک نہ ابو یوسف کے نزدیک کذا فی الطحاوی۔

**فصل فی ولایہ الموالاة** کی ہے کہ موالاة یہ ہے کہ مرد مسافر دوسرے شخص سے کہے کہ میری بلادری نہیں اور نہ کوئی مددگار سو مجھ کو تو اپنی طرف ملے اور اپنی قوم کی طرف تائیں تیری جماعت میں گنا جاؤں سو تو میری مدد کیجو اور میرے اوپر سے نواب اور مصائب دو کیجو اور اگر میں مجاؤں تو میرے مال کا وارث سے تو دونوں شخصوں میں عقد موالاة منعقد ہوگی یعنی بشرط قبول شخص ثانی مصنف نے ولاعتاقت کو ولایت موالاة پر اس واسطے مقدم کیا کہ وہ قوی ہے قابل انتقال نہیں جمیع احوال میں بخلاف ولایت موالاة کہ وہ نقل پذیر ہے قبل از ادائے دیت اور ولایت عتاق بالاتفاق سبب میراث سے بخلاف ولایت موالاة کہ امام مالک اور شافعی کے نزدیک اس کا کچھ اعتبار نہیں والدلائل فی المطولات کذا فی الطحاوی اسل محل مکلف علی ید آخر وطلاہ او والی غیرہ الشرط کونہ عیالاً مسلماً علی مارق سبحی علی ان یرثہ اذ مات ولعقل عنہ اذا جنى صح هذا العقد اسلام قبول کیا ایک مرد مکلف نے دوسرے شخص کے ہاتھ پر اور اس کا تابع ہو لیا اس کے سوا اور شخص کا تابع ہوا اس شرط پر کہ بتو اس کا وارث ہو جب کہ تابع مرے اور شخص متبوع اس کی طرف سے دیت دے جب کہ تابع سے قتل خطا صادر ہو تو یہ عقد موالاة صحیح سے خارج ہے کہ شرط موالاة کی عجمی ہونا ہے نہ مسلمان ہونا یا بیان گذشتہ اور آگے پھر مذکور ہو گا م اسلام کی قید باعتبار غالب حال کے ہے شرط نہیں عاقل بالغ ہونے کی قید اس واسطے گائی کہ عقد موالاة تصرف دائر ہے نفع اور ضرر میں اس واسطے کہ اس میں ایسا میراث اور التزام دیت ہے تو وہ عقل اور بالغ ہو کر کے صحیح نہ ہو گا مگر باذن اور عجمی کی قید اس واسطے گائی کہ تنازع عرب کا قبائل سے ہے تو عقد موالاة کی عرب کو کچھ حاجت نہیں کذا فی الدرر وعقلہ علیہ وارثہ اور دیت اسفل کی اعلیٰ پر ہے اور میراث اسفل کی اعلیٰ کے واسطے ہے وکذا لو شرط الارث من الجانبین اور اسی طرح عقد موالاة صحیح ہے اگر میراث دونوں جانبوں سے مشروط ہو یعنی اگر اسفل مرے تو اعلیٰ میراث اس کی ہے اور اگر اعلیٰ مرے تو اسفل اس کی میراث ہے م تو ارث من الجانبین اسی طرح اکثر کتب میں بلا خلاف مذکور ہے لیکن علامہ مقدسی نے ابن ضیاء سے نقل کیا ہے کہ یہ صاحبین کا قول ہے اور امام کے نزدیک ثانی مولیٰ ہو گا اول کا اور اول کی ولایت موالاة ہو جائے گی اس واسطے کہ تابع متبوع نہیں ہوتا اور نہ متبوع تابع واللہ اعلم کذا فی الطحاوی ولو والی صبی عاقل باذن امیہ او وصیہ صح لعدم المانع اور اگر عقد موالاة منعقد کرے صغیر عاقل اپنے باپ یا اس کے دمی کے اذن سے تو عقد صحیح ہے بسبب عدم مانع کے کما لو والی العبد باذن سیدہ آخر فانہ یصح وکیون وکیلا من سیدہ بعقد الموالاة جیسے کہ اگر غلام اپنے مالک کے اذن سے دوسرے شخص سے عقد موالاة منعقد کرے تو صحیح ہے اور غلام وکیل ٹھہرے گا اپنے مالک کی طرف سے عقد موالاة کا غلام وکیل ٹھہرے گا نہ اسیل اس واسطے کہ وہ میراث اور التزام مال کا اہل نہیں ہے بلکہ اہل کی جانب سے وکیل ہے و آخر ارثہ عن ارث ذمی الرحم لصنفہ اور مولائے موالاة کی ارث تانہالی رشتہ دار سے موخر ہے اس کے ضعف کے سبب سے م اس واسطے کہ موالاة عاقدین کا عقد ہے تو ان کے غیر مردہ ہوگی اور تانہالی رشتہ دار وارث شرعی سے تو عاقدین اس کے ابطال کے مالک نہیں ولہ النقل عنہ بحضرتہ الی غیرہ ان لم یعقل عنہ او عن ولده فان عقلاً عنہ او عن ولده لا ینقل لک یہ اور عاقد اسفل کو عقد موالاة کا نقل کرنا عاقد اعلیٰ سے اس کے سامنے اس کے غیر کی طرف جائز



سے اگر عاقل اعلیٰ نے اس کی طرف سے یا اس کے ولد کی طرف سے دیت نہ دی ہو اور اگر دیت دی ہو اس کی طرف سے یا اس کے ولد کی طرف سے تو ولایت مولاء منتقل نہ ہوگی اس واسطے کہ مولیٰ نے اس کو مولود مضبوط کر دیا دیت کے دینے سے ولایت الیٰ معنی احوال لزوم ولایت القاتلہ اور عقد مولاء منعقد نہ کرے غلام آزاد کسی شخص سے بسبب لازم ہونے والے عتاق کے امرأۃ والتم ثمن ولدت مجهول النسب تبعها المولود فیما عقدت ایک عورت نے مولاء منعقد کی پھر وہ ایک لڑکا جس کا باپ معلوم نہیں جی تو وہ لڑکا اپنی ماں کا تابع ہے عقد مذکور میں ولایت مولاء او النشأۃ والولد مع لایۃ نفع محض فی حق صغیر لم یدر اباً اور اسی طرح لڑکا ماں کا تابع ہوگا اگر اس کی ماں عقد مولاء کا اقرار کرے یا عقد منعقد کرے اور حالانکہ بٹیا اس کے ساتھ موجود ہو تو ماں کا تابع ہوگا عقد میں اس واسطے کہ وہ نفع محض ہے اس صغیر کے حق میں جس کا باپ معلوم نہیں و عقد مولاء شرط ان یکون حراً مجهول النسب بان لا ینسب الی غیرہ النسبۃ یغیر الیہ غیر مآلۃ عنایت اور عقد مولاء کی شرط یہ ہے کہ عاقل اسفل آزاد مجهول النسب ہو یعنی اپنے سوا اور شخص کی طرف منسوب نہ ہو اور غیر شخص کا منسوب نہ ہو اس کی طرف جہولیت نسب کا نفع نہیں کذا فی العنایہ م اور دوسرا قول مالگیری میں محیط ہے یہ منقول ہے کہ مجهول النسب ہونا شرط نہیں کذا فی الطحاوی والثانی ان لا یکون عربیا اور دوسری شرط مولاء کی یہ ہے کہ مولائے اسفل عزلی نہ ہو الثالث ان لا یکون لولد عتاقہ ولا مولاء مع احد وقد عقل عنہ اور میری شرط یہ ہے کہ اس کے واسطے ولایت عتاق نہ ہو اور نہ ولایت مولاء کسی شخص کے ساتھ اور حالانکہ وہ شخص اس کی طرف سے دیت دے چکا ہے والربع ان لا یکون عقل عنہ بیت المال اور چوتھی شرط یہ ہے کہ اس کی طرف سے بیت المال سے دیت نہ دی گئی ہو مگر اس کی دیت بیت المال سے دی گئی ہو تو اس کی میراث جماعت مسلمین کے واسطے ہے شرح طحاوی میں ہے کہ لقیط آزاد ہے اور جنات اس کی بیت المال پر ہے اور اس کی میراث بھی بیت المال کے لیے یعنی اہل اسلام کے واسطے ہے پھر جب وہ جوان ہو تو اس کو اختیار ہے جس سے چاہے مولاء کرے مگر جب کہ اس کی طرف سے دیت دی گئی ہو بیت المال سے تو اس کو کسی کے ساتھ مولاء کرنا درست نہیں کذا فی الطحاوی والخامس ان لیشترط العقل والارث اور پانچویں شرط یہ ہے کہ دیت اور میراث مشروط ہو واما الاسلام فلیس بشرط فتوز مولاء المسلم الذمی ومکسہ والذمی الذمی وان سلم الاسفل لان الموالاة کالوصیۃ کالبسط فی البدایع اور اسلام عقد مولاء میں شرط نہیں تو چاہے مولاء کرنا مسلمان کا ذمی سے اور ذمی کا مسلمان سے اور ذمی کو ذمی سے اگرچہ مولائے اسفل اسلام قبول کرے اس واسطے کہ مولاء وصیت کے مانند ہے چنانچہ اس کو مشرح بیان کیا ہے بدائع میں م یعنی جس طرح وصیت صحیح ہے مسلم اور ذمی سے مسلم اور ذمی کے واسطے ویسی ہی مولاء بھی صحیح ہے لیکن دونوں میں فرق یہ ہے کہ موسیٰ وصیت کا مستحق ہو چکا ہو موسیٰ کا موت کے بعد باوجود اختلاف دین کے اور مولات کا موتی وارث نہیں ہوتا اختلاف دین کے ساتھ کذا فی الجلی فی الوہابیت سے معنی عبد عن امیہ ولأولہ ہلہ والہوہ بالمشیزہ یوہر ہا و وہابیت میں ہے اور غلام آزاد کرنے والے کو اپنے باپ کی طرف سے میراث غلام آزاد کرنے والے کے واسطے ہے اور اس کا باپ شیت ربانی م جو ہے یعنی اعتق عبدہ عن امیہ المیت قالوا ولہ والاجر للاب النشاء اللہ تعالیٰ من غیر ان ینقص من اجر الابن یعنی ایک شخص نے اپنا غلام آزاد کیا اپنے میت باپ کی طرف سے تو میراث غلام کے آزاد کرنے والے کے واسطے اور ثواب باپ کے واسطے ہے اگر اللہ تعالیٰ چاہے بلا نقصان ثواب فرزند م ایسا کوئی نہ سمجھے کہ اعتاق کا ثواب کچھ باپ کو ملے گا اور کچھ فرزند کو بلکہ دونوں کو پورا ثواب اعتاق کا حاصل ہو گا ذلک فضل اللہ یؤتی من یشاء والحدود بفضل العظیم شارح وہابیہ علامہ عبد البر نے کہا مشیت ابی کی قید ناظم نے اس واسطے لگائی کہ یہ مسئلہ ثابت ہے خبر احاد سے اور اس سے یقین حاصل نہیں ہوتا ولکہ الصدقات والدعوات لابویہ کل حرم من یکن الاجر لہم من غیر ان ینقص من اجر الابن م مضمرات اور اسی طرح صدقات اور دعوات والدین کے واسطے اور ایمان دار کے واسطے کرنے سے والدین اور مومنین کو ثواب ہوتا ہے بدون اس بات کے کہ فرزند اور فاعل کا کچھ ثواب کم ہو جائے کذا فی المضمرات م علامہ عبد البر نے کہا کہ بناؤں مسئلہ اس پر ہے کہ زندوں کے اعمال کا ثواب مردوں کو پہنچتا ہے اور اس میں قاضی القضاۃ مروی وغیرہ نے رسائل تصنیف کیے ہیں اور کچھ تصنیف ہماری استاد قاضی القضاۃ سعد الدین دیری کی ہے جس کا نام کو اکب نیرات ہے خلاصہ تالیفات مذکورہ ہے کہ جہولیت مذہب صحیح ہے کہ اموات کو ثواب پہنچتا ہے یعنی صدقات اور دعوات کا کذا فی الطحاوی والتابع والتابع واستغفر اللہ العظیم المکریم۔

# کتاب الاکراہ

یہ کتاب ہے اکراہ یعنی جبر اور زبردستی کے احکام میں مولفہ محل الانسان علی شئ ذکرہ اکراہ لغت عرب میں عبارت ہے انسان کو برا ٹیختہ کرنے سے اس چیز میں کو وہ ناپسند رکھتا ہو یعنی آدمی سے وہ کام کرانا جو اس کو برا لگتا ہے خواہ کراہت طبعی ہو یا شرعی و شرعاً فعل یوجد من المکرہ فیحدث فی المحل معنی یصیر بہ مدفوعاً الی الفعل الذی طلب منه اور شرع میں اکراہ زبردستی کرنے والے کے ایسے فعل خواہ دھمکانے کو کہتے ہیں جو طرف ثانی کے دل میں وہ اثر پیدا کرے کہ جس فعل کو اول شخص اس سے چاہے اس کو بنا چاری کرنا پڑے م فعل اول شامل ہے فعل حقیقی اور حکمی کو اور عام سے قول کو بھی چنانچہ ربانی دھمکی فعل حکمی کی یہ صورت مذکور ہے قہستانی میں کہ ایک شخص کو دوسرے شخص کے قتل کا امر کیا اور اس کو کسی چیز سے تهدید نہ کی اگر مامور جانتا ہے دلالت حال سے کہ اگر اس کو قتل نہ کرے گا تو آمر اس کو مار ڈالے گا یا اس کا کوئی عضو کاٹے گا تو یہ بھی اکراہ ہے اور محل سے مراد مکرہ بالفقہ ہے یعنی جس پر اکراہ واقع ہوا اور معنی سے مراد خوف ہے کہ ذاتی الطوط وی در غریب سے کہ اکراہ شرعی غیر سے فعل کر دانا بواسطہ اس تهدید کے جو رضائے غیر کو نیست و نابود کر دے نہ اس کے اختیار کو لیکن تهدید گاہے اختیار کو فاسد کر دیتی ہے اور گاہے نہیں المحمل عدم رضا مقبر سے اکراہ کی سب صورتوں میں اور اصل اختیار ثابت ہے سب صورتوں میں لیکن بعض صورت میں اختیار فاسد ہو جاتا ہے اور بعض صورت میں فاسد نہیں ہوتا ہستی اور تحقیق اس کی شرح و قیام میں یوں مذکور ہے کہ رضا کے مقابل میں کراہت ہے اور اختیار کے مقابل میں جبر ہے جس اور ضرب کے اکراہ میں بلا شک کراہت موجود ہے تو رضا معدوم ہے لیکن اختیار ثابت ہے مع وصف السلامة اس واسطے کہ اختیار فاسد ہو جاتا ہے بمقابلہ تلف نفس یا تلف عضو کے تو جس امر میں جان یا عضو کی ہلاکی ہے تو امتناع اس سے جمیع حیوانات کی میدانی ہے کیا تو قتل دیکھتا کہ قوت ماسک انسان بلکہ جمیع حیوانات کو کس طرح روک رکھتی ہے اونچے مکان کے گرنے اور آگ میں گھسنے سے در صورت گمان تلف تو اس سے باز رہتا اگر چہ اختیاری ہے لیکن ظاہر کا اختیار ہے جو جبر سے قریب ہے اسی طرح تلف جان یا عضو کے وقت اختیار امتناع ہے لیکن اختیار فاسد ہے اس واسطے کہ انسان اس پر مخلوق ہے اس راہ سے کہ طبیعت اس پر مجبور ہے باوجود اس کے اہلیت خطاب شرع باقی ہے اکراہ ملکی اور غیر ملکی میں بواسطہ تحقق عقل اور بلوغ کے دہر نوغان تام دہر الملکی تلف النفس او عضو او ضرب سرج والافناقص و ہون غیر الملکی اور اکراہ دو قسم ہے کامل اور ناقص اکراہ کامل اور وہ اکراہ ملکی ہے یعنی جو مامور کو مضطر کر دے جان یا عضو کے تلف ہو جانے سے یا نہایت سخت مار سے اور اگر ایسا نہ ہو تو وہ ناقص ہے اور وہی اکراہ غیر ملکی ہے م ضرب لہو سے مراد وہ ضرب ہے جو موجب موت تلف نفس یا عضو کی چنانچہ بدائع میں ہے ولہذا اتقانی نے کہا کہ اکراہ ملکی چنانچہ ڈرانا قتل نفس اور قطع عضو اور ضرب شدہ متوالی سے جس سے تلف ہونے کا خوف ہو اور غیر ملکی چنانچہ ڈرانا مجبوس کرنے اور بڑیاں پاؤں میں ڈالنے اور ضرب لیسیر سے کذا فی الطوطوی و شرطہ اربعۃ **قہر المکرہ علی القیاح** مابدوبہ سلطانا اولھا او نکوہ و اکراہ کی شرطیں چار چیزیں ہیں ایک بشرط قادیونہ اکراہ کرنے والے کا اس چیز کے واقع کرنے پر جس سے اس نے تهدید اور تحریف کی ہے خواہ مکرہ پار شاہ ہو یا چور ڈاکو یا مٹھا اس کے اور شخص جابر م مانند اس کے زوج ہے اپنی زوجہ کے حق میں اور



صغیر غیر محکم مسلط سے اور مجنون مسلط سے اکراہ ممکن ہے تو اگر مجنون مذکور ایک شخص سے دوسرے کو قتل کروائے تلف نفس کی تحویل سے تو قاتل پر قصص نہیں اور نہ دیت تو قاتل مقتول کی میراث سے محروم نہ ہوگا اگر اس کا وارث ہو اور دیت مجنون کی قوم پر ہوگی کذا فی الطحاوی والثانی خوف المکرہ بالفتح ایقاعہ ای ایقاعہ بامدبر فی الحال بقلبتہ فذلک یصیر ملجاً اور دوسری شرط خوف ہے کرہ بالفتح کا یعنی جس پر اکراہ اور زبردستی ہوئی وہ اپنے ظن غالب سے ڈرتا ہو تب ہی دالی چیز واقع کر دینے سے فی الحال تاکہ اس گمان سے وہ مضطرب اور مضطرب ٹھہر جائے م اور اگر ظن غالب ہو اس کے نہ واقع کرنے کا یا اکراہ کرنے والا دالی سے مل گیا تو اکراہ ثابت نہ ہوگا والثالث کون الشی المکرہ بمتلفا نفساً او عضواً او موجباً غایباً عدم الرضی اور تیسری شرط یہ ہے کہ جس چیز کے سبب سے اکراہ ہو وہ چیز جان یا عضو کی تلف کرنے والی ہو یا موجب ہو ایسے غم اور اندوہ کی جو رضامندی کو نیست و نابود کر دے م شرح و قیادہ میں ہے کہ اکراہ دو قسم ہے ایک یہ کہ رضامندی کو تلف کر دے اور یہ اکراہ جس یا ضرب سے ہوتا ہے اور اکراہ ثانی مفسد اختیار ہے وہ قتل اور قطع عضو کے خوف سے ہوتا ہے تو فوت رضامندی فساد اختیار سے عام ہے تو بس یا ضرب میں رضامندی ہے لیکن اختیار صحیح باقی ہے اور قتل میں رضامندی نہیں لیکن اس کو اختیار غیر صحیح ہے بلکہ اختیار فاسد ہے انتہی اور موجب غم گاہے جس ہوتا ہے اور گاہے ضرب اور اکراہ میں مقدار جس سے غم سترخ حاصل ہو اور ضرب کی مقدار یہ ہے جس سے درد شدید پیدا ہو اور اس میں ایسی کوئی حد نہیں جس سے کمی اور زیادتی نہ ہو سکے اس واسطے کہ نصب مقدار پر اسے معتد ہے بلکہ یہ حاکم کی تجویز پر مفوض ہے کیونکہ مختلف باختلاف اشخاص ہے کذا فی الطحاوی عن الزیلعی وذا ادنی مراتبہ وبتختلف باختلاف الاشخاص فان الاثر ان یغیون بکلام خشن والارذال وبالایغیون الا بالضرب المبرح ابن کمال اور یہ یعنی موجب غم کم تر مرتبہ ہے اکراہ کا اور وہ مختلف باختلاف اشخاص ہے اس واسطے کہ اثرات تو غمگین ہو جانے میں سخت بات سے اور کینے اکثر آزر دہ نہیں ہوتے مگر ضرب شدید سے کذا ذکرہ ابن کمال والرباع کون المکرہ متمنعاً عما کرہ علیہ قبلہ اما لحقه کسب ماله او الحق شخص آخر کلمات مال غیر الحق الشرع کشرب الخمر والزنا اور ان کے کی جو بھی شرط متمنع ہونا کرہ بالفتح کا بل از اکراہ ان قتل سے جس کے واسطے اس پر زبردستی ہوئی یعنی اگر اس پر اکراہ نہ ہوتا تو وہ فعل پر گزرتا یا تو اپنے حق کے سبب سے نہ کرتا چنانچہ اپنا مال بچایا دوسرے شخص کے حق کے سبب سے چنانچہ غیر مال تلف کرنا یا حق شرع کی حجت سے نہ کرتا ہے چنانچہ شراب خوری اور زنا کاری م ایسے مال کے کسب میں اکراہ غیر ملجی ہے اور کلمات مال غیر اور شراب خوری میں اکراہ ملجی ہے فلوا کرہ قتل او ضرب شدید متلف لا بسوط او مبین الا علی الذاکر والعلین بزارۃ تو اگر ایک شخص پر اکراہ ہو بسبب قتل اور ضرب شدید متلف کے نہ ایک دو کوٹے کا ضرب کہ وہ تلف کرنے والی نہیں مگر آلات ناسل اور انکھ پر البتہ متلف ہے کذا فی البرازہ م زلی سے مذکور ہو چکا کہ ضرب شدید حاکم کی رائے پر مفوض ہے اس کی کچھ حدیں نہیں اور تصرفات مذکورہ تن کی اکراہ غیر ملجی سے ہوتی ہیں اور ضرب متلف تو اکراہ ملجی میں داخل ہے کذا فی الطحاوی یعنی شارح کو ضرب شدید میں متلف کی قید لگانے کی کچھ حاجت نہ تھی اور جس اوقید مدیدین بخلاف جس یوم اوقیدہ او ضرب غیر شدید الا الذی جاہ دور یا اکراہ ہوا جس دراز یا قید طویل سے برخلاف جس یک روزہ یا قید یک روزہ یا ضرب خفیف کے کہ وہ اکراہ نہیں ہے مگر عزت دار کے حق میں البتہ اکراہ ہے کذا فی الدرر م قید سے مراد بیڑیاں پاؤں میں ڈالنے سے نہ جس چنانچہ مشہور ہے عوام میں حتی باع او اشتری او اقرا او اجر فسخ ما عقد یعنی اگر ایک شخص پر قید تھیں یا ضرب شدید یا جس مدید یا قید طویل سے اکراہ ہو یا یہاں تک کہ اس نے اپنا مال بیچا یا خرید کیا یا کسی کے حق کا اقرار کیا یا بارہ کیا تو وہ شخص عقود مذکورہ کو فسخ کر دے بعد ذوال اکراہ م عقود مذکورہ سے مراد وہ عقود ہیں جو قابل فسخ ہیں چنانچہ بیع اور شرا اور اجارہ اور صلح اور ابراء دیون اور کفیل اور ہبہ کذا فی الدرر ولا یبطل حق الفسخ بموت اصحابه او حق فسخ کا باطل نہیں ہوتا جاہریاً مجبور کی موت سے م یعنی کرہ بالفتح کا وارث اپنے مورث کا قائم مقام ہوگا فسخ میں اور کرہ بالکسر کا وارث اپنے مورث کے قائم مقام ہوگا یعنی اس کے ترکہ سے رجوع ہوگا ولا بموت المشتري ولا بالزیادة المنفصلة اور نہ حق فسخ باطل ہوگا فسخ کی موت سے اور نہ زیادت منفصلہ سے م زیادت منفصلہ چنانچہ بچا اور پھل تو زیادت منفصلہ سے بطریق اولی فسخ باطل نہ ہوگا ولفظ بالتقدي اور زیادت منفصلہ کا





القولیة والفعلیة پہلی صورت یہ ہے کہ بیع مکروہ جائز ہو جاتی ہے اجازت قولی اور فعلی سے برصلاف اور بیع فاسد کے کہ وہ اجازت سے منقلب صحیح نہیں ہوتی والکافی  
انہ یقض تصرف المشتري منه وان تداولته الايدي او ردوہی صورت یہ ہے کہ مشتری کا تصرف اس سے توڑا جاتا ہے اگرچہ دست بدست چند بار اس کی بیع ہوگی  
بوجہ برصلاف اور بیع فاسد کے اس واسطے کہ اور بیع فاسد میں حق شرع کی جہت سے فساد ہے اور بیع مکروہ میں حق البعد کی جہت سے فساد ہے اور حق  
البعد حق اللہ پر مقدم ہے کیونکہ بعد حاجت مند ہے اور حق تعالیٰ غنی کذا فی الطحاوی والثالث تعین القیمۃ وقت الاعتاق دون وقت القبض اور تیسری صورت  
یہ ہے کہ بیع مکروہ میں وقت اعتاق کی قیمت معتبر ہے نہ قبض کے وقت بخلاف اور بیع فاسد کے کہ ان میں وقت قبض کے قیمت معتبر ہے نہ وقت اعتاق کے  
والرابع الثمن والمثل امانۃ فی ید المکرہ لاخذہ باون المشتري فلا تعد بخلافہا فی الفاسد بزاتیہ اور چوتھی صورت یہ ہے کہ ثمن اور مثل یعنی بیع امانت ہے مکروہ  
بائع کے ہاتھ میں بسبب لینے ثمن کے مشتری کے اذن سے یا بسبب لینے بیع کے بائع کے اذن سے تو بدوین تعدی کے تاوان نہیں برصلاف ان دونوں  
ثمن اور ثمن کے بیع فاسد میں کہ امانت نہیں ہوتے کذا فی البرزازیہ م ثمن اور بیع اس وقت امانت ہے جب کہ بائع پر ثمن لینے کا ارادہ ہو اور مشتری پر بیع لینے کا  
امر السلطان اکراہ وان لم یؤخذہ پادشاہ کا امر اکراہ ہے اگرچہ اس نے قتل یا جس کی دیسا اور تہدید نہ کی ہو م فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ پادشاہ نے ایک مرد سے  
کہا کہ یہ شراب پی پیا یہ مرد ارکھایا اس سویر کا گوشت کھا اور نہیں تو میں تجھ کو قتل کروں گا تو اس کو کھانا چاہئے بلکہ فرض ہے جب کہ اس کو گمان غالب ہو کہ اگر نہ کھاؤں  
تو مقتول ہوں گا پھر اگر اس نے نہ کھایا اور قتل ہوا تو گنہگار ہو گا ظاہر الروایۃ میں اور شیخ الاسلام نے ذکر کیا کہ وہ گنہگار ہو گا اور اپنے خون میں ماخوذ ہو گا لیکن اگر حالت  
ضرورت کی اجاحت سے جاہل ہو گا اور نہ کھانے سے مقتول ہو گا تو امید ہے کہ ماخوذ نہ ہو گا اور اگر مباح ہونے کا عالم ہو گا تو ماخوذ ہو گا اور اگر اس کو یہ ظن غالب ہو  
کہ پادشاہ اس کو نہ کھانے سے قتل نہ کرے گا خوش طبعی سے تہدید قتل کی کرتا ہے تو اس کو کھانا درست نہیں اور اگر پادشاہ ایک مرد پر اکراہ کرے کہ وہ اپنا ہاتھ کاٹ  
ڈالے تو اس کو ہاتھ کاٹنا جائز ہے اگر وہ چاہے اور اگر پادشاہ نے کہا کہ تو اپنی ذات کو قتل کر نہیں تو تجھ کو قتل کروں گا تو اس کو اپنا قتل کرنا جائز نہیں انتہی مختصراً  
اور ملتی اور اس کی شرح میں ہے اور اگر تہدید قتل ہو اس پر کہ پہاڑ پر سے گر پڑے یا آگ میں گھس جائے یا اور ہلک چیز پر تو اس کو اختیار ہے امام کے نزدیک  
چلے اقدام کرے چاہے صبر کرے اور صاحبین نے کہا کہ اس پر صبر لازم ہے کذا فی الطحاوی مخصراً و امر غرہ لا ان لم یعلم الما موبد لالہ الحال انہ لو لم یقتل  
امرہ یقتلہ او یقطع یدہ او یضربہ ضرباً یخاف علی نفسه او تلف عضوہ منیۃ الخی و بفتی اور پادشاہ کے سوا اور کسی کا امر اکراہ نہیں بشرطیکہ مامور دلالت حال سے نہ  
جانتا ہو کہ اگر اس کا کہنا نہ کرے گا تو وہ اس کو قتل کرے گا یا اس کا ہاتھ کاٹ ڈالے گا یا اس کو اس طرح اسے گاجس سے اس کی جان یا عضو کے تلف ہونے کا  
خوف ہو گا کذا فی منیۃ المفتی اور اسی قول کا فتویٰ ہے و فی البرزازیۃ الردج سلطان زبدۃ تحقیق منہ الاکراہ اور بزازیہ میں ہے کہ شوہر پادشاہ ہے اپنی زوجہ کا تو اس  
سے اکراہ ثابت ہے م تہدید زوج اس صورت میں اکراہ ہے جب کہ وہ قادر ہو اس کے کرنے پر اور یہ دور ولادتوں میں سے ایک روایت ہے امام سے کذا  
فی الطحاوی اکراہ المحرم علی قتل صید فابی حتی قتل کان ما جوراً عند اللہ تعالیٰ اشباہ احرام باندھنے والے پر اکراہ ہوا شکار کے مارنے کا سوا اس نے انکار کیا  
میں تاک کہ وہ مار لیا تو وہ ثواب پادے گا حق تعالیٰ کے نزدیک کذا فی الاشباہ م پھر اگر محرم شکار مارنے کا تو قیاس میں اس پر کچھ نہیں اور استحسان میں قاتل پر کفارہ  
سے اس کے آم پر اور اگر آم اور مامور دونوں محرم ہوں تو دونوں پر کفارہ ہے کذا فی الطحاوی ولو اکراہ البائع علی البیع لا المشتري و ملک البیع فی یدہ  
ضمن قیمتہ للبائع بقبضہ بعقد فاسد اور اگر بائع کے بیچنے پر اکراہ ہو نہ مشتری پر اور بیع تلف ہوگی مشتری کے ہاتھ میں تو مشتری اس کی قیمت کا بائع کو تاوان  
دے بسبب قبض کرنے مشتری کے بیع کو عقد فاسد سے م تاوان قیمت کا مشتری پر لازم ہے اگرچہ بائع ثمن اس کا لے چکا ہو اور فائدہ لزوم تاوان کا یہ ہے  
کہ اگر قیمت زیادہ ہو ثمن سے تو زائد کو بائع مشتری سے بھرے اور اگر مشتری پر بھی اکراہ ہو اور بیع اس کے پاس تلف ہو جائے بدوین تعدی کے تو تاوان اس نہیں  
کیونکہ وہ اس صورت میں اس کے پاس امانت ہے کذا فی الطحاوی عن المحوی عن الصغری والبائع المکرہ لان یضمن ای شاء من المکرہ باکسر و المشتري او مکروہ بفتح

یعنی مانع کو اختیار سے کہ جس سے چاہے تاوان لے کرہ بالکسر یعنی اکراہ کرنے والے سے اور مشتری سے فان ضمن المکرہ رجع علی مشتری بقیمتہ پھر اگر مالک تاوان لے کرہ کرنے سے تو وہ مشتری سے قیمت اس کی بھرے یعنی اس واسطے کہ وہ ادائے ضمان سے اس کا مالک ہو گیا وان ضمن مشتری نفذای جائز لایمکن شراب بعدہ ولا یفقد ما قبلہ لومض مشتری الثانی مثلاً ضروریہ مگر فیجوز بالبعدہ لا ماقبلہ اور اگر مالک کرہ نے مشتری سے مبیع کا تاوان لیا تو نافذ یعنی بدیل گذشتہ جائز ہو جائے گی بخیرید کہ بعد تاوان کے واقع ہوئی اور نافذ نہ ہوگی وہ خرید کہ تاوان سے پہلے واقع ہوئی اگر مثلاً مشتری ثانی تاوان دے کیونکہ مبیع قیمت کے تاوان دینے سے مشتری ثانی کی ملک ہو گئی تو اس کے بعد کی خریداری جائز ہوگی نہ قبل کی مگر مصنف نے ایک مسئلہ کو دوسرے مسئلہ کے ضمن میں بیان کر دیا پہلا مسئلہ یہ ہے کہ اگر مانع پر اکراہ ہوئے مشتری پر اور مبیع تلف ہو جائے تو مالک چاہے اکراہ کرنے والے سے تاوان قیمت کا لے چاہے مشتری سے دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ مبیع مذکور کو مشتری اول مشتری ثانی کے ہاتھ بیع کرے اور ثانی ثالث کے ہاتھ اور ثالث رابع کے ہاتھ مثلاً اور مالک مشتری ثانی یا ثالث سے تاوان قیمت کا لے تو تاوان کے بعد کی خریداری جائز ہوگی نہ پہلے کی اور اگر مشتری اول سے تاوان لے گا تو تمام خریداریاں جائز ہو جائیں گی طحاوی نے کہا کہ بہتر یہ تھا کہ مصنف اس مسئلہ کو علیحدہ ذکر کرتا اس واسطے کہ یہ مسئلہ تاوان اولیٰ میں مفروض ہے اور پہلا مشتری واحد میں مفروض ہے فی جمع مشتری الغاصم بالتمن علی بالذو تاوان دینے والا مشتری ثمن مبیع کا اپنے مانع سے بھرے بخلاف ما اذا اجاز المالک احد البیعات حیث یجوز الجمع ویأخذ الثمن من مشتری الاول لرد الی مانع بالاجازۃ برخلاف سابق یہ صورت ہے جب کہ مالک کسی بیع کو بیع مذکور میں سے جائز رکھے اگرچہ عقد اخیر میں اجازت واقع ہو کذا فی الطحاوی تو سب اگلی اور پہلی بیوع جائز ہو جائیں گی اور مالک مشتری اول سے ثمن لے گا وجہ جواز کل بیوع رد الی مانع ہے یعنی مانع صحت بیع نارضا مندی تھی مالک کی سو اس کی اجازت سے مانع دفع ہو گیا فان اکراہ علی اکل متیتہ اودم اود لحم خنزیر اود شرب خمر بالکراہ غیر علی بحبس اود ضرب اود قید لم یحل اذ لا ضرورۃ فی اکراہ غیر علی پھر اگر ایک شخص پر اکراہ واقع ہو امر داریا خون یا سور کے گوشت کھانے یا شراب کے پینے پر بواسطہ اکراہ علی کے چنانچہ بحبس یا ضرب یا قید کی تہدید سے تو کھانا حلال نہیں اس واسطے کہ کوئی ضرورت نہیں اکراہ غیر علی میں یعنی محرمات مذکورہ تو بضرورت مباح ہو جاتے ہیں چنانچہ شخص میں اور جب جان یا عضو کے تلف ہونے کا خوف نہ ہو تو ضرورت ثابت نہ ہوتی لہذا فی المنع نعم لا یجوز للشریب للشیبۃ ہاں یہ البتہ ہے کہ اکراہ مذکور سے اگر شراب کوئی پئے تو اس پر عذہ ماری جائے گی شہد اباحت کے سبب سے وان اکراہ علی بقتل اود قطع عضو اود ضرب مبرح ابن کمال حل الفعل بل فرض اور اکراہ علی واقع ہوا بسبب تہدید قتل یا قطع عضو یا ضرب شدید متلف کے کذا صرح ابن کمال تو فعل مذکور حلال ہے بلکہ فرض ہے یعنی اس واسطے کہ محرمات مذکورہ عند الضرورۃ مباح ہیں اور جان بچانے سے زیادہ کون ضرورت ہے م مسائل اکراہ تین قسم ہیں ایک قسم یہ ہے جس میں اقدام عزمیت ہے یعنی جس کے کرنے پر اکراہ واقع ہوا اس کا کذا افضل ہے اور اگر نہ کرے گا یہاں تک کہ قتل ہوگا تو گنہ گار ہوگا اور وہ شرب خمر اور زنا و مول مردار اور مانند اس کے ہے دوسری قسم میں عزمیت امتناع سے اور اقدام رخصت سے اور وہ معاذ اللہ اجراء کلمہ کفر اور دشنام نبی علیہ الصلوۃ والسلام سے اور جو کہ کفر ہے اور استحقاق دین کا سبب ہے تبسری قسم میں امتناع عزمیت سے اور اقدام میں رخصت نہیں کسی حال میں اور وہ قتل نفس معصوم محرم سے یا اس کا قطع عضو کذا فی الاتقان فان صبر فقتل ثم الا اذا ادا بہ من الیظہ الکفار فلا بأس بہ پھر اگر محرمات مذکورہ کے کھانے میں صبر کیا یہاں تک کہ وہ قتل ہو گیا تو گنہ گار ہوگا مگر جب کہ اس امتناع سے کھار کی غضبناک اور کھانے کا ارادہ کرے تو کچھ مضائقہ نہیں م وجہ عیمان یہ ہے کہ تداخل محرمات اس حالت میں مباح ہے اور جان یا عضو کھانے سے تلف کروانا حرام ہے کذا فی الزیلعی وکذا لولم یعلم الا باحتیال اکراہ لایتم تخفایہ فیعذر بالاجل کا پھل بالخطاب فی ادل الاسلام ادنی دار الحرب اور اسی طرح اگر صابر مقتول یا باحت محرمات مذکورہ کے اکراہ سے نہ جاتا ہو تو گنہ گار نہ ہوگا بسبب مخفی ہونے یا باحت کے تو معذہ ہوگا نادانستگی سے جیسے احکام شرعیہ کی نادانستگی ابتداء اسلام میں یا دار الحرب میں عندہ سے مباح محرمات عند الضرورۃ محل خفا ہے اور اس میں اختلاف بھی علماء اور صابر کے گان امتناع معصیت سے مترادف ہے تو معذہ وخطیر الذانی الزیلعی ابتداء اسلام میں مراد یہ ہے کہ کافر مسلمان ہو اور ہنوز احکام شرعی کے سیکھنے کی فرصت نہیں پائی یا دار الحرب میں مسلمان ہو تو جہل سے معذور ہے کہ کافی المخصۃ کا قد نال الخ





اور مال تلف ہو جاوے کذا فی الطحاوی لایرخص قتلہ اوبہ او قطع عضوہ والایستباح بحال اختیار اور نہ رخصت نہیں اکراہ سے مسلمان کے قتل کی یا اس کے گالی دینے یا اس کے ہاتھ کاٹنے کی اور اس فعل کی جو کسی حالت میں مباح نہیں کذا فی الاختیار م لیکن قبستانی میں مضمرات سے منقول ہے کہ مسلم کو دشنام دینا اکراہ مجلی سے رخصت ہے انتہی اور فعل غیر مباح کی مثال چنانچہ گلا داب کر مار ڈالنا اور جان کا جلانا اور پانی میں گر کے ڈبونا اور زنا کرنا کذا فی الطحاوی ولقد فی القتل العمد المکرہ بالکسر لو لمکلف علی مافی المبسوط خلافاً لمافی النہایۃ فقط لان القاتل کالاتہ اذ قتل عمد میں فقط مکرہ بالکسر یعنی اکراہ کرنے والے سے قصاص یا جادے گا اگر وہ قاتل اور بالغ ہو کذا فی المبسوط بر خلاف اس قول کے جو نہایت میں سے فقط مکرہ بالکسر اس واسطے قصاص سے کہ مکرہ بالفتح یعنی قاتل ہتھیار کے مانند منہ الغدایں سے کہ عنایت میں نہایت سے منقول ہے کہ قصاص امر یہ ہے خواہ وہ بالغ ہو یا غیر بالغ خواہ قاتل ہو یا معتوہ انہی امام اور محمد کی دلیل یہ ہے کہ قاتل مذکور کا قتل بمقتضائے اس کی طبیعت کے ہے اپنی جان بچانے کے واسطے تو وہ آلہ ٹھہر گیا اس فعل میں جس میں وہ آکر ہو سکتا ہے یعنی اٹلاف میں نہ گناہ میں اور یہ اس واسطے ہے کہ وہ ہتھیار وہ ہے جو بمقتضائے اپنی طبیعت کے قتل کرے چنانچہ تلوار کہ قطع کرنا اس کی طبیعت سے جب کہ وہ مستعمل ہو محل قطع میں اور چنانچہ آگ کہ اس کی طبیعت جلادینا ہے اور چنانچہ پانی کہ اس کی طبیعت ڈبو دینا ہے اور آگ کے استعمال کرنے سے استعمال کرنے والے پر قصاص واجب ہوتا ہے تو اسی طرح یہاں اکراہ مجلی میں امر پر قصاص واجب ہو گا نہ مامور پر کذا فی الطحاوی وادجہ الشافعی علیہا اور امام شافعی نے امر اور مامور دونوں پر قصاص واجب کیا ہے ولفہ ابو یوسف عنہما للشیبۃ اور ابو یوسف نے دونوں سے قصاص کی نفی کی ہے بسبب شبہہ کے یعنی بسبب شبہ عدم وجوب م اور زفر کے نزدیک مامور پر قصاص ہے اس واسطے کہ فعل اسی سے پایا گیا ہے حقیقۃً وحسباً حکماً یعنی در حق گناہ تو اسی پر قصاص واجب ہو گا ولو اکراہ علی الزنا لایرخص لہ لان فیہ قتل النفس بضایعہا اور اگر زنا پر اکراہ مجلی ہو تو مامور کے واسطے رخصت نہیں اس واسطے کہ اس میں جان کا قتل کرنا ہے اس کے ضائع ہو جانے سے م اس واسطے کہ ولد الزنا حکماً ہلک ہے اس واسطے کہ اس کا کوئی پالنے والا نہیں تو زنا کسی صورت سے مباح نہیں مانند قتل کے کذا فی الدرر لکنہ لایجحد استحساناً لیکن مامور پر حد نہیں از روئے استحسان کے بل بغیر المہر ولو طلعہ لہما لایسقطان جمیعاً شرح دبائیہ بلکہ زانی مامور ہر کا تاوان دے اگرچہ عورت راضی ہو اس واسطے کہ حد اور ہر دونوں کے دونوں ساقط نہیں ہو جاتے کذا فی شرح الوہابیہ م یعنی جب حد ساقط ہوئی تو ہر ساقط نہیں ہو سکتا کیونکہ وطی خالی نہیں ہوتی حد مامور سے و فی جانب المرأة یخص لہا الزنا بالاکراہ المجلی لان نسب الولد لا ینقطع فلیکن فی معنی القتل من جانبہا بخلاف الرجل اور عورت کی جانب میں رخصت ہے اس کو زنا کی اکراہ مجلی سے اس واسطے کہ نسب ولد کا اس کے زنا سے منقطع نہیں ہوتا تو زانیہ قتل کے نہ ہوا عورت کی جانب سے بر خلاف مرد کے کہ اس کی جانب سے زنا اور حکم قتل کے ہے کامر لا بغیر لکنہ لیسقط الحد فی زنا ما لا زناہ لانہ لا یمکن المجلی رخصۃ لہ لیکن غیر المجلی بہشتہ نہیں رخصت ہے عورت کو زنا کی اکراہ غیر مجلی سے یعنی ضرب اور جس سے لیکن عورت کے زنا میں حد ساقط ہے نہ مرد کے زنا میں اس واسطے کہ جب اکراہ مجلی رخصت نہ ہو مرد کے واسطے تو غیر مجلی اس کے واسطے بہشتہ ہو اسقوط حد کا برخلاف عورت کے فرغ مسئلہ ملحقہ شارح کا ظاہر تعلیم ان حکم اللواطۃ حکم المرأة لعدم الولد فترخص بالمجلی الا ان یفرقہ کو نہا شد حرمت من الزنا لانہا لم تج بطریق ما وکون قبحاً عقیباً ولذا لا یمکن فی الجنت علی الصیح قال المصنف فقہا کی ظاہر تعلیل رخصت عورت اور عدم رخصت مرد کی اس پر دلالت کرتی ہے کہ لواطت کا حکم عورت کے حکم کے مانند ہو بسبب نہ ہونے ولد کے لواطت میں تو لواطت مخرص ہو اکراہ مجلی سے مگر یہ کہ زنا اور لواطت میں فرق کیجیے اس طرح پر کہ لواطت کی حرمت سخت تر ہے زنا سے اس واسطے کہ لواطت کسی راہ سے مباح نہیں اور اس وجہ سے کہ قہاحت لواطت کی عقل سے اور اسی واسطے اغلام بہشت میں نہ ہو گا فرزند صحیح یہ کہ مہنف نے اپنی شرح میں م متفق کی کتاب الاکراہ میں ہے کہ اگر زنا اور لواطت پر اکراہ ہو تو اس کی رخصت نہیں اگرچہ وہ قتل ہو انتہی تو اس آیت میں اغلام اکراہ مجلی سے ممنوع ہو باوجودیکہ اہلک ولد کا مودی نہیں اور نہ مفسد فراش ہے اور ظاہر اطلاق تنہا فاعل اور مفعول دونوں کو شامل ہے کذا فی الطحاوی

۱۵۔ بلکہ دلیل موافق مضمون لاحق کچھ ہوتی چاہیے کہ نسب ولد الزنا کا مرد کی طرف نہیں رہتا اس لیے مرد کی جانب سے حکم قتل کے ہے ۱۲



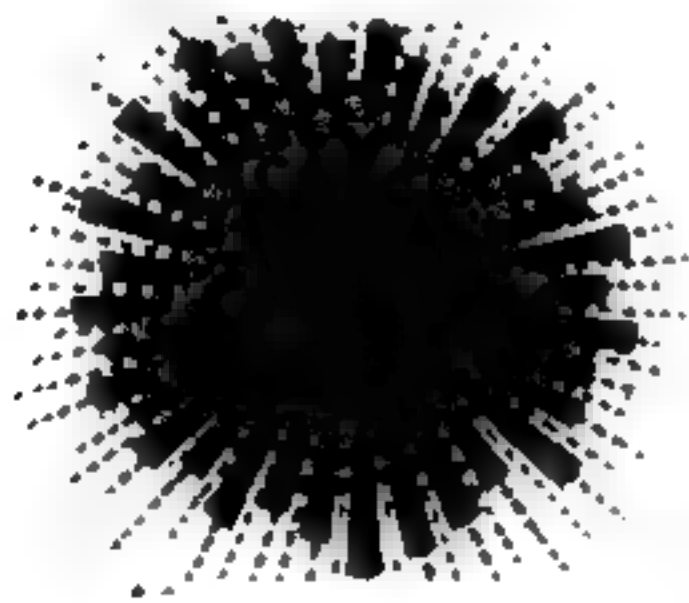


م نوازل اور جلالیہ سے شارح نے تفصیل نقل کی ہے کہ در صورت توریہ زوجہ قضاء چھوٹ جائے گی نہ ویانہ اور اگر توریہ کا قصد نہ کیا ہو جو اس کے دل میں مخطور ہونے کے تو وہ نودا طرح سے چھوٹے گی اگرہ القاضی بجلا یقر بسترہ اذہل بل بعدا ولیقر بقطع بد رجل بعد فاقربہ لکن فقطعت یدہ او قتل علی ما ذکر ان کان المقر موصوفاً بالصلاح اقتص من القاضی وان متہما بالسرقة معروفاً بها ولا تقتل لا یقتض من القاضی استحساناً للشیبۃ خانیۃ قاضی نے زبردستی کی ایک مرد پر تاکوہ چدی یا کسی مرد کے قتل عمد کا اقرار کرے یا عمدہ کسی شخص کے ساتھ کائے کا اقرار کرے سو اس نے اس کا اقرار کیا تو اس کا ساتھ کائے کا کیا یا وہ مقتول ہوا اپنے اقرار کے بموجب سو اگر اقرار کرنے والا موصوف بصلاح یعنی نیک بخت پر مبنی گار موقوف قاضی سے قصاص لیا جائے اگر مقر چرنے کے ساتھ متم مواد چدی اور خوی ریزی میں مشہور ہو تو قاضی سے قصاص لیا جائے گا استحسان کی دلیل سے بسبب شہد واقع ہونے کے کذا فی الخانیۃ ہم شہد یہ ہے کہ شاید اس نے کیا ہو جس کا اس نے اقرار کیا ہے قیل لہ اما ان تشرب ہذا الشراب و بیع کریمک فہو اکراہ ان کان شراباً لایکل کالمخز و الافلا قینۃ قال و کذا لہنا و سائر المحرمات ایک شخص سے کہا گیا کہ یا اس مشروب کو پی لے یا اپنا انگور کا باغ بیع کر تو وہ اکراہ سے اگر مشروب یعنی پینے کی چیز شریعت میں حلال نہ ہو چنانچہ شراب اور اگر مشروب حلال چیز ہو تو اکراہ نہیں کذا فی القنیۃ صاحب قینہ نے کہا اور اسی طرح کا حکم ہے زنا اور باقی محرمات کام در صورت اکراہ جو اس نے بیجا تو اس میں بعد رد ال اکراہ کے مختار ہے چاہے بیع کو فسخ کرے چاہے قائم رکھے صادرہ السلطان و لم یعین بیع مالہ فبارع صح لہم تبینہ ایک شخص سے بادشاہ نے زبردستی مال طلب کیا اور اس کے مال بیچنے کی تعمین نہیں کی سو اس نے کوئی چیز بیچ ڈالی پادشا کے واسطے تو بیع صحیح ہے یعنی لازم ہوگی بیع بلا خیار فسخ اس کے عدم تعمین کے سبب سے م یعنی پادشاہ نے مال طلب کیا اور یہ نہیں کہا کہ فلا فی چیز بیع کر دے تو وہ بیع میں طالع اور راضی ٹھہرا اس واسطے کہ ادائے مال بیع کے سوا قرض لینے سے بھی ہو سکتا ہے کذا فی العالیگیریۃ والخیلۃ ان یقول من ابن اعطى ولا مال لی فاذا قال الظالم بیع کذا فقد صار مکراً فیہ بزاتیۃ اور خیالہ خیالہ فسخ کا یہ ہے کہ ظالم سے کہے کہ میں کہاں سے دوں میرے پاس تو مال نہیں پھر جب حاکم ظالم یوں کہے کہ فلا فی چیز بیع کر دے تو اب وہ مکرم ٹھہر گیا اس کی بیع میں کذا فی البزازیۃ خوفاً الزوج بالضرب حتی و مہبتہ مہر عالم تصح البیتۃ ان قدر الزوج علی الضرب عورت کو اس کے شوہر نے مارنے پر دھمکایا یا تک کہ اس نے اپنا مہر معات کر دیا تو بخشنا صح نہیں اگر شوہر مارنے پر قادر ہو م ظاہر اطلاق مصنف ضرب متلف اور غیر متلف وہ دونوں کو شامل ہے لیکن قاضی کے قادی میں ضرب متلف کی قید ہے اور عدم صحت مہر مہاجین کا قول ہے وان بدوا بطلاق او تزوج علیہا و تسلیس باکراہ خانیۃ اور اگر شوہر نے عورت کو طلاق دینے کی تهدید کی یا دوسری احدث سے نکاح کرنے کی یا لونڈی کے سر پہ بنانے کی قویہ اکراہ نہیں کذا فی الخانیۃ م اس واسطے کہ طلاق اور دوسرا نکاح اور لونڈی کی حرم کو تباہ افعال شرع شریف میں درست ہیں اور لفظ شرعیہ اکراہ نہیں ہو سکتے وفی مجمع الفتاوی منع امراتہ المرلیۃ عن امیرالی ابویہا الا ان تبسہ مہر فومبت بعض المہر فالہبتہ باطلہ انہا کا مکرمہ قلت و یؤخذ منہ جواب حادثۃ الفتوی ویما زوج بنتہ البکرمین حل فلما ارادہ الزفات ملہا الاب الا ان یشہد علیہا انہا استوفت من میراث امہا فاقترت ثم اذن لہا بالزفات تلاویح اقرارہا ملکوتیانی معنی المکرہ و بافتی ابوالسعود مفتی الروم فی شرح منظومہ تحفۃ الاقران فی بحث البتۃ او مجمع الفتاوی میں ہے کہ شوہر نے اپنی زوجہ بیل کو منع کیا اس کے والدین کا طرہ جانے سے مگر یہ کہ وہ اس کو اپنا نہیں دے سو اس نے کچھ تبرعش دیا تو مہر باطل ہے اس واسطے کہ وہ اس عورت کے مانند ہے جس پر اکراہ ہوا میں کتابوں اور اس روایت سے ماخوذ ہوتا ہے استفتائے حادث کا جواب وہ استفتاء ہے کہ ایک شخص نے اپنی کواری بیٹی کا نکاح کیا ایک مرد سے پھر جب اس نے اپنے شوہر کے گھر جانے کا ارادہ کیا تو باپ نے اس کو منع کیا مگر اس طرح کہ وہ شاید وہ لو اپنے اس اقرار پر گواہ ہوئے کہ اس نے اپنی ماں کی میراث باپ سے پسلی بھرنے سے سو اس نے اس کا اقرار کیا تو یہ اقرار صحیح نہیں اس واسطے کہ وہ اس عورت کے مانند ہے جس پر اکراہ ہوا اور اسی کا قوی دیا ہے ابوسعود مفتی روم نے یہ کہا ہے مصنف نے اپنے رسالہ منظومہ کی شرح میں جس کا نام تحفۃ الاقران ہے مہر کی بحث میں م ظاہر معنی سے وہ مراد ہے



جس میں والدین کی طاعت جانے کی حاجت ہے اور ضعیف مرض میں منع الخروج شرعاً جائز ہے اور مہر کل مہر بنت لہ بعض مہر کے سے اذریع اور شرعاً اور جائز اقرار اور ہے  
 کے مانند ہے اور جو ولی کہ قادر ہو منع پر وہ باب کے مانند ہے اور اسکی طرح بکارت قید نہیں کذا فی الطحاوی المکرہ باخذ المال لا یضمن ما اخذہ اذا نوى الاخذ وقت  
 الاخذ انہ یردہ علی صاحبہ والا یضمن جس شخص پر اکراہ ہو اور دوسرے شخص کے مال چھین لینے کا تو اس پر تاوان نہیں جو اس نے لیا بشرطیکہ لینے والے نے لینے کے  
 یریت کی ہو کہ مال مذکور پھر دے گا اس کے مالک کو اور اگر یریت نہیں کی تو تاوان اس پر لازم ہوگا م یعنی پھر دینے کی نیت سے اس نے مال یا پھر وہ مال تلف  
 ہو گیا تو اس کا تاوان اکراہ کرنے والے پر ہے نہ لینے والے پر واذا اختلفا ای المالک والمکرہ فی النیت فالقول للمکرہ مع یحیئہ ولا یضمن محبتی اور حجب کہ مالک مال اور  
 مکرہ نے اختلاف کیا نیت میں یعنی مالک گتتا ہو کہ اس نے پھر دینے کی نیت سے نہیں لیا تھا اور لینے والا گتتا ہو کہ میں نے پھر دینے کی نیت سے لیا تھا تو مکرہ  
 لا قول قسم کے ساتھ معقول ہے اور اس پر تاوان لازم نہ ہوگا کذا فی المجتبى یعنی اس واسطے کہ ظاہر اکراہ ظالم قریب ہے مکرہ کے صدق کا وہیہ المکرہ علی الاخذ والدفع  
 اما یسہ مادام حاضر عند المکرہ والالم کل لزوال القدۃ والابجد بالبعد منہ وبہذا یجوز ان لا یضمن الاخذ عند غیبتہ الامیر اور رسولہ فی حفظ اور محبتی میں ہے  
 کہ جس شخص پر اکراہ ہو اگر کے مال لینے یا دینے کا تو اس کو لینا اور دینا اس وقت تک جائز ہے جب تک اس کے پاس اکراہ کرنے والا ظالم حاضر اور موجود  
 ہو اور اگر حاضر نہ ہو تو لینا اور دینا حلال نہیں بسبب زائل ہوجانے قدرت ظالم اور مجبوری مظلوم کے اس کے دور ہوجانے سے اور اس قید سے ظاہر ہو گیا  
 کہ حکام ظالمین کے نوکر چاکر مددگاروں کو کچھ عذر نہیں ناحق مال چھین لینے میں حاکم یا اس کے فرستادہ کے موجود نہ ہونے کے وقت تو اس کو یاد رکھنا چاہیے  
 م مہسوط میں ہے کہ تہدید قتل سے امیر کے سامنے غیر کمال چھین لینا جائز ہے تہدید حبس اور قید سے اور نہ امیر کی غیبت میں اگرچہ اس کو یہ خوف ہو کہ امیر  
 قتل کرے گا اگرچہ کو پاوے گا ہاں اگر امیر کا فرستادہ مکرہ کے ساتھ ہو اس طرح کہ اگر یہ شخص وہ کام نہ کرے تو اس کو پکڑ ملاوے اور قتل کرے تو انشاء اللہ  
 تعالیٰ جائز ہوگا کذا فی الطحاوی فروع مسائل لمحق شارح کے مکرہ علی کل طعام نفسه ان جائعاً لا رجوع وان شبعان رجع بقیۃ علی المکرہ بحصول منفعة الاکل لہ فی الاول  
 لا لثانی ایک شخص پر اپنے طعام کے کھانے کا اکراہ ہو تو اگر صاحب طعام بھوکا ہو تو رجوع نہیں اور اگر آسودہ ہو تو قیمت طعام کی بھرے اکراہ کرنے والے  
 سے بسبب حاصل ہونے کھانے کی منفعت کے مالک کو پہلی صورت یعنی گرسنگی کے حال میں نہ دوسری صورت میں یعنی سیری میں قال الی الحرب لینی اخذوہ ان قلت  
 لست بنی ترکناک والاقول لا یسہ قول ذلک وان قبل لغیرہ ان قلت ہذا لیس بنی ترکنا بنیک وان قلت بنی قتلناہ وسہ لا تنایع الذنب علی الانبیاء وکفار تربون  
 نے اس نبی سے کہا جس کو انھوں نے گرفتار کیا کہ اگر تو یوں کہے کہ میں بنی نہیں ہوں تو ہم تجھ کو چھوڑ دیں گے اور اگر نہ کہے گا تو ہم تجھ کو قتل کریں گے تو بنی کو یہ قول  
 کہنا درست نہیں اور غی کے سوا اور شخص سے کہا گیا کہ اگر تو اس شخص کو یوں کہے کہ یہ بنی نہیں ہے تو ہم تیرے بنی کو چھوڑیں اور اگر تو کہے گا کہ یہ بنی ہے تو ہم اس  
 کو قتل کریں گے تو اس کو یہ کہنا جائز ہے بسبب ممتنع ہونے کذب کے انبیاء علیہم السلام پر ہم اس مسئلہ سے اگر عظمت انبیاء کا بیان واقعی منظور ہے تو ظاہر  
 ہے اور اگر نبی پر حکم کرنا منظور ہے تو غیر ظاہر ہے اس واسطے کہ حکم شرعی نبی سے معلوم ہوتا ہے نہ غیر نبی سے کذا فی الطحاوی قال حربی لربل ان نیت  
 جاری تک لازمی بہا دفع تک الف اسیر لم یحل کافر تربی نے مسلمان مرد سے کہا کہ اگر اپنی لونڈی مجھ کو دے تاکہ میں اس سے بدکاری کروں تو میں تجھ کو ہزار قیدی مسلمان  
 دوں تو لونڈی دینا حلال نہیں ہم اس واسطے کہ یہ اکراہ نہیں اور قیدیوں کی تخلیص پر قادر مطلق قادر ہے چاہے ان کو خلاص کرے چاہے بلا پر صبر عطا فرمے  
 اقریق عبدہ مکرہ لم یقتض فی الاصل اقرار کیا اپنے غلام کی آزادی کا مجبور ہو کر تو وہ آزاد نہ ہوگا صحیح تر قول میں دہل الاکراہ باخذ المال معتبر شرعاً ظاہر القینۃ نعم اذال  
 چھین لینے کا اکراہ شرعاً معتبر ہے یا نہیں ظاہر قینہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ مال معتبر ہے م ینا بیع میں ہے کہ سلطان نے دھی یتیم پر قتل یا اتمان عضو  
 کی تہدید کی تاکہ یتیم کا مال سلطان کو دے سوا اس نے دیا تو دھی پر تاوان نہیں اور جس اور قید کی تہدید میں ضمان ہے اور اگر دھی کے مال چھین لینے کی تہدید کی تاکہ  
 مثلاً زید نے عمر سے کہا کہ خالد کا مال چھین لے ورنہ تجھ کو مار ڈالوں گا اور اس نے الے لیا تو اگر پھر دینے کی نیت سے یا تو عمر پر ضمان نہیں ورنہ ضمان ہوگا ۱۲

مال یتیم تسلیم کرے اگر وصی جانے کہ سلطان بعض مال لے گا اور بعض چھوڑے گا اور مال متروک اس کو کفایت کرے گا تو تسلیم جائز نہیں اور اگر دے گا تو نادان مثل اس پر لازم ہوگا اور اگر وصی ڈرے کہ تمام مال چھین لے گا تو وہ معذور ہے یتیم کے مال دینے میں اس پر نادان نہیں اور اگر سلطان نے یتیم کا مال وصی سے آپ چھین لیا تو ہر صورت میں وصی پر ضمان نہیں کذا فی الطحاوی و فی الوہبانیۃ قال ۛ دان قیل المدیون انی مرائع ۛ لتبرئ فالاکراہ معنی معصوبہ اور وہبانیہ میں کہا ہے اور اگر مدیون نے کہا دائن سے کہ میں تیرا بھید ظاہر کرنے والا ہوں حاکم سے ورنہ تو مجھ کو اپنے دین سے بری کر دے تو یہ قول معنی اکراہ متصور ہوگا مگر شرعی لال میں سے کہ مدیون نے دائن سے کہ اکتمہ کہ کا وثیقہ پھیر دے اور یہ اقرار کر کہ میرا تجھ پر کچھ اور عاری نہیں اور اگر تو قبول نہ کرے گا تو میں حاکم سے ظاہر کر دوں گا کہ تیرے پائے نہایتے شخص کا اس قدر سونا ہے یعنی اور حاکم اس بات کی تلاش میں ہو سوتا تھا نے وثیقہ مذکورہ پھیر دیا اور اپنے دین نہ ہونے کا اقرار کیا نجم الامم بخاری نے جواب دیا کہ یہ در معنی اکراہ ہے اور اس کو جائز ہے کہ اس پر اپنے دین کا دعویٰ کرے یہ جواب اس صورت میں ہے جب کہ حاکم چغل خوردگی چغلی سن کر مال چھین لیتا ہو کذا فی الطحاوی ۛ و صح فی الاستحسان اسلام کرہ ۛ دلائل ان یرتد بعد وجبۃ اور استحسان میں صحیح ہے اسلام لانا کرہ بالفتح کا اور اگر وہ بعد اسلام کے مرتد ہو جاوے تو قتل نہیں ہوگا اور اس پر حبر ہوگا قبول اسلام میں م یہ مسئلہ مشر و حایان ہو چکا بسوط میں ہے کہ ظالم نے کہا کہ یہ شراب پی یا یہ مروار کھا ورنہ میں تیرے باپ پیل بیٹے یا کسی اور قرابت دار محرم کو قتل کر دوں گا یا تیرے باپ کو حبس کر دوں گا ورنہ تو اپنا غلام ہزار درم کو بیع کر دے سو اس نے غلام کو پچا تو قیاس میں یہ بیع جائز ہے اور استحسان میں باطل ہے اور تصرف مذکور نافذ نہیں اس واسطے کہ یہ اکراہ ہے کذا فی الطحاوی مخقراد المداعلہ استغفر اللہ العظیم





# کتاب الحجر

یہ کتاب ہے حجر کے احکام میں م مصنف کتاب الحجر کو کتاب الاکراہ کے بعد اس واسطے لایا کہ دونوں میں سلب اختیار ہے مگر یہ کہ اکراہ قوی تر ہے حجر سے اس واسطے کہ اکراہ سلب اختیار اس شخص کا ہے جو صاحب اختیار صحیح کا اور صاحب ولایت کاملہ کا ہے بخلاف حجر لہذا اکراہ مقدم ہوا حجر پر اور محاسن حجر رعایت اور شفقت ہے مجبورین پر اور لای غیر مجبور پر شفقت اور رعایت منظور ہوتی ہے چنانچہ مدیون اور سفیدہ کے حجر میں بقول صاحبین اور بحر غلام بر مایات حق مولیٰ مولیٰ المنع مطلقا حجر لغت میں معنی منع ہے مطلقا یعنی باز رکھنا اور روکنا ہر طرح سے خواہ منع قول سے ہو یا فعل سے یا اور مطلب سے تا مگر کسی میں حجر حرکات ثلاثہ مادہ جملہ و سکون جہم مذکور ہے و شرعا منع میں نفاذ تصرف قولی لا فعلی لان الفعل بعد وقوعہ لایکن ردہ فلا یتصور الحجر عندہ اور اصطلاح شرع میں حجر منع کرنا اور رد کرنا سے تصرف قولی کے نافذ ہونے سے نہ تصرف فعلی سے اس لیے کہ فعل کا پھیرنا بعد اس کے واقع ہوجانے کے ممکن نہیں تو فعل سے رد کرنا متصور نہیں۔ ہم تصرف فعلی چنانچہ قتل اور اتلاف مال اور تصرف قولی چنانچہ بیع اور شرا و ہبہ نفاذ سے مراد لزوم ہے اس لیے کہ مجبور کا عقد موقوف ہے طحاوی نے کہا بہترین تھا کہ مصنف لزوم لکھتا تو من نفاذ کے اس واسطے کہ نفاذ عام ہے لازم سے اور تصرف قولی سے مراد وہ تصرف ہے جس میں ضرر ہو اور جس تصرف قولی میں سراسر نفع ہو چنانچہ قول ہبہ اور اسلام تو اس میں سفیر بالغ کے مانند ہے قلت یسئل علیہ اریق لمنع نفاذ فعلی الحال بل بعد العتق كما صرح به فی البدایہ اللہم الان یقال الاصل فیہ ذلک لکنہ آخر لفتقہ لقیام المانع فتأمل میں لکھا ہوں اور تصرف فعلی کے اثر پر غلام کے فعل سے اشکال واقع ہوتا ہے اس واسطے کہ اس کے فعل کا نفاذ موانع الحال ممنوع ہے یعنی اگر غلام مال قرض لے اور نفل کر ڈالے تو وہ فی الحال ماخوذ ہوگا بلکہ آزاد ہونے کے بعد ماخوذ ہوگا چنانچہ بدایہ میں صرح ہے بار خدایا اگر یوں جواب دیا جائے اس اشکال کا کہ اس میں اصل تو یہی ہے کہ غلام اپنے افعال میں فی الحال ماخوذ ہوتا لیکن مواخذہ میں تاخیر واقع ہوتی اس کے آزاد ہونے تک نسبت قائم ہونے مانع کے اس کو مال کرے ہم مانع حق مولیٰ ہے یعنی اگر غلام اپنے فعل پر فی الحال ماخوذ ہو تو اس میں بیجا جائے اور اس میں حق مولیٰ کا ابطال ہے طحاوی نے کہا اشکال اس وقت میں واضح ہوتا جب کہ غلام اپنے فعل میں گلبے ماخوذ نہ ہوتا تصرف قولی کے مانند قتال و سببہ صفیر و جنون یم القوی والضعیف كما فی المعتوہ و حکم کثیر كما یسئل فی الماذون اور حجر کا سبب ظنی اور وہ جنون ہے جو شامل ہو قوی دیوانگی اور ضعیف دیوانگی کو چنانچہ معتوہ میں اور حکم معتوہ کا طفل تمیز دار کے مانند ہے چنانچہ کتاب الماذون میں آوے گا ورق اور سبب حجر کا قی ہے یعنی ملکیت یعنی لونڈی غلام ہونا ہم چونکہ صفیر قص العقل اور مجنون عذیم العقل ہے کہ اپنے نفع و ضرر کو نہیں پہنچاتے لہذا شرع میں ان کے تصرفات تو یہ ممنوع غیر معتبر ہوئے اور مملوک ہر چند عاقل ہے لیکن چونکہ جو اس کے پاس ہے وہ مولیٰ کی ملک ہے تو بر رعایت حق مولیٰ اس کا تصرف جائز نہ ہوا فلا یصح طلاق صبی و مجنون مغلوب ای لا یفیک بحال و اما الذی یجن و یفیک فہو الذی یزید نہایت تو صحیح نہیں طلاق دنیا صفیر اور مجنون مغلوب کا یعنی وہ مجنون جو کسی وقت ہوش میں نہیں آتا اور جو کہ کبھی دیوانہ ہو جائے اور کبھی ہوشیار تو اس کا حکم طفل مزکر کے مانند ہے لہذا فی النہایہ م نہایہ اور غایہ البیان میں ہے کہ معتوہ یعنی جو گلبے دیوانہ ہے اور گلبے ہوشیار وہ میز کے مانند ہے اور زلیعی میں ہے کہ وہ عاقل کے مانند ہے شلی عشی زلیعی نے توفیق بن القولین میں کہا کہ اگر اس کی ہوشیاری کا وقت مقرر ہو اور وہ حال اقامہ میں کوئی عقد منعقد کرے تو اس میں نفاذ عقد کا حکم ہے

عاقبت کے مانند اور اگر اس کی ہوشیاری کا وقت مبین نہ ہو تو حکم اس میں توقع کا ہے صغیر کے مانند تو ذیلی کلام شق اول پر محمول ہے اور نہایہ اور غایۃ البیان کا شق ثانی پر کذا فی الطحاوی ولا اعتاقہما و اقرارہما نظر لہما اور نہ صغیر اور محبوس کا آزاد کرنا اور اقرار کرنا صحیح ہے برعایت ان کے حال کے یعنی ہدم صحت طلاق اور اعتاق اور اقرار کی نظر ترحم اور شفقت کے ہے ان کے حال پر و صبح طلاق عید و اقرارہ فی حق نفقہ فقط لاسیدہ اور صحیح ہے طلاق غلام کی اور اس کا اقرار فقط اس کی ذات کے حق میں نہ اس کے مالک کے حق میں فلوا قربا بال اخرالی عتقہ لولغیر مولاہ و لولدہ تو اگر غلام مال کا اقرار کرے تو اس کا مطالبہ بھیجے ڈالا جائے گا اس کے آزاد ہونے تک اگر غیر مولیٰ کے مال کا اقرار ہو اور اگر غلام اپنے مالک کے مال کا اقرار کرے تو لغو اور باطل ہے یعنی اس واسطے کہ مالک اپنے غلام پر مستوجب مال نہیں ہوتا کذا فی البدو و بعد و قد اقریم فی الحال بلفاظ علی اصل الحرۃ فی حقہما اور اگر غلام نے عدا و قصاص کا اقرار کیا تو عدا و قصاص اس پر فی الحال قائم کیا جائے گا بسبب باقی رہنے غلام کی عدا و قصاص کے حق میں اصل حریت پر و من عقد عقدید و من نفع و ضرر کیا سببی فی الماذون منہم من مولد و المحورین و ہو لیتقل یعرف الیسع سالب للملک و المشرع جالب اجاز و ولیہ اور عدا و ضرر کے حق میں ان مجبورین مذکورین میں سے وہ عقد منعقد کرے جو دائر ہے درمیان نفع اور ضرر کے چنانچہ یہ تصریح کتاب الماذون میں آوے گی اور حالانکہ ماعد اس کو تعقل کرنا ہو یعنی اتنا سمجھتا ہو کہ یہ ملک بائع کو سلب کر دیتی ہے اور نہ مالک مشتری کو کچھ تنگ لاتی ہے تو ماعد کا دلی چاہے عقد کو جائز رکھے اور چاہے رد کر دے م منہم کی صغیر اور غلام اور مسودہ کی طرف پھرتی ہے اس واسطے کہ مجبور منسوب میں تعقل مذکور نہیں دل سے مراد قاضی اور باب اور دوا اور دمی اور مولیٰ ہے اور اگر قاضی صغیر کو تصرف کا اذن دے اور اس کا باپ نہ ماننا ہو تو قاضی کا اذن صحیح ہے کذا فی الطحاوی وان لم یعقل فباطل نہایہ اور اگر شخص مجبور عقد کو سمجھتا نہ ہو تو عقد باطل ہے کذا فی النہایہ وان اطلقوا ای مولد و المحورین سوا عتقوا اولادہم شیئا متقوا من مال او نفس ضمنوا اذلا بحر فی اقل اور اگر یہ مجبورین مذکورین خواہ بوجہ بول یا نہ بول ہوں کذا فی البدو تلف کر ڈالیں شی منہم کو مال مودہ شئی یا جان تو ضمان ان پر لازم ہو گا اس واسطے کہ تصرف فعلی میں جبر نہیں کہ ان کا تلف کر ڈالنا معتبر نہیں بولن ضمان البدو بعد العتق علی ما مر لیکن غلام پر تاوان تلف کا بعد آزاد ہونے کے ہے چنانچہ کذا فی البدو الاشباہ بعض المحورین مواخذ بافعال فیضن ما اتلف من المملک لعل فاذا قتل فالد علی عاقلة الا فی مسائل لو اتلف ما اقترضہ و ما اودع عند بلا اذن ولیہ و ما یرکب و ما یسرع منه بلا اذن اور اشباہ میں ہے کہ صغیر مجبور یا غدا و مطالب ہے اپنے افعال سے تو اس چیز کا تاوان دے گا فی الحال جس کو اس نے تلف کر ڈالا اور جب کہ فعل کرے گا تو دیت اس کی برادری پر واجب ہوگی مگر چار مسئلوں میں صغیر پر تاوان نہیں اگر اس نے تلف کیا وہ مال جو اس نے قرض لیا اور تلف کی وہ چیز جو اس کے پاس ودیعت رکھی تھی بدو بلا اذن اس کے دل کے اور تلف کی وہ چیز جو صغیر کے واسطے عاریت لی گئی اور تلف کی وہ چیز جو بھی گئی اس سے بدو بلا اذن کے م عدم اذن دلی چاروں مسئلوں کی قید سے تو اتلاف بعد الاذن میں تاوان لازم ہو شرح نویر الاذنان میں ہے کہ اگر غیر کمال بلا سبقت ایداع یا اقراض تلف کرے گا تو تاوان لازم ہو گا کذا فی الطحاوی و یستثنی من ابدانہ ما اذا اودع صغیر مجبور متاوی و ی ملک غیر تامل ملک تضمین الدافع او لاخذ او ایداع صغیر متشی ہے وہ صورت جب کہ صغیر مجبور نے اپنی مانند دوسرے صغیر کے پاس کوئی چیز ودیعت رکھی حالانکہ وہ چیز غیر صغیر کی ملک ہے تو مالک کو جائز ہے چاہے ودیعت دینے والے صغیر سے تاوان لے چاہے ودیعت رکھنے والے سے م اس مسئلہ پر قید بھی ہے کہ صغیر نے بلا اذن مالک ودیعت رکھی ہو کذا فی الطحاوی ولا یجوز علی حرم کلفت بسفہ بوجہ یر الممال علی خلاف مقتضی الشرع او تعقل و بدو فی الخی یصر فی بناء المساجد و نحو ذلک فبحر علیہ حدیما و تمامہ فی قواعد شئی الاشباہ و مجر نہیں کیا جاتا امام کے نزدیک آزاد بالغ عاقل پر بسبب سفاهت کے اور سفاهت مراد یہاں اسراف مال اور اس کا ضائع کرنا ہے خلاف مقتضائے شرع یا عقل کے کذا فی البدو اور اگر امر خیر میں اسراف مال کرے چنانچہ بنائے مساجد اور کے مانند امور دین میں مال صرف کرے تو اس کا تصرف منع کیا جائے گا صاحبین کے نزدیک اور پورا بیان اس کا اشباہ کے فوائد میں ہے م سفہ بقتضی میں عبارت سے طاقت اور خفت عقل سے اور شرع میں سفہ اور سفاهت سے مراد صرف یہودہ سے مخالف شرع یا عقل کے تو اس کے سوا اور معاصی کا چنانچہ شراب خواری و زنا کاری سفاهت مصطلح میں داخل نہیں جوی نے کہا کہ سفہ کی عادت ہے اسراف کرنا نفقہ میں اور تصرف بلا غرض کرنا یا ایسی غرض میں صرف



جس کو غلامے دین دار غرض شمار نہیں کرتے چنانچہ مغنیین اور ملازمین کو مال دینا اور اٹھانے والے کو تروں کو گراں قیمت خریدنا اور خرید و فروخت میں بلا محدث نقصان اٹھانا اور مراد یہ ہے کہ اول رشید تھا پھر سفید ہو گیا اور اگر بالغ ہو اسفاست کی حالت میں تو اس کا مال اس کو نہ دیا جائے گا جب تک وہ ۲۵ برس کا نہ ہو کذا فی الطحاوی وفتی و دین و غفلت اور حرکات مجررات صرف نہ ہو گا گنہ گاری اور ادھار لینے اور غفلت کے سبب سے امام کے نزدیک مہم دین سے وہ دین مراد ہے جو اس کے اموال مملوک سے زیادہ ہو غفلت سے مراد یہ نہیں کہ مقصد ہو بلکہ سلیم القلب بھولا سیدھا آدمی ہو جو تصرفات نافعہ نہ کرنا جانتا ہو اور تجارت میں نقصان اٹھایا کرتا ہو کذا فی الطحاوی بل منع مفت ما جن یعلم الباطل کتعلیم الردۃ للبتین من زوجہا و تسقط عنہا الزکوۃ بلکہ منع کیا جائے فتویٰ دینے سے مفتی ماجن یعنی مفتی بیباک جو لوگوں کو باطل چلے سکھائے جیسا ارتداد سکھانا کہ عورت اپنے زوج کے نکاح سے چھوٹ جائے یا اس سے زکوۃ دینا ساقط ہو جائے مہم زلیلی نے کہا مفتی ماجن وہ ہے جو حیل باطلہ سکھا اور حرام کے حلال کہہ دینے اور حلال کے حرام بتا دینے میں بے پرواہ اور بیباک ہو جائے قاضی خان میں ہے کہ مفتی ماجن وہ ہے جو حیل باطلہ کی تعلیم کرے اور فتویٰ جہالت سے دے یعنی علم فقہ نہ جانتا ہو اور فتویٰ دینے پر جرأت کرتا ہو و طیب جاہل اور منع کیا جائے علاج کرنے سے طیب جاہل مہم طیب جاہل وہ ہے جو بیمار کو دوائے ہلک پلا دیتا ہو خواہ اس کو ہلک جانتا ہو یا نہ جانتا ہو اور جب کہ دو امر میں پر شدت کرے تو اس کا ضرر دور نہ کر سکتا ہو کذا فی الطحاوی فتاویٰ قاضی خان میں ہے کہ طیب جاہل وہ ہے جو لوگوں کو مفسر اور ہلک دوا پلا دے اور وہ اس کو شفا اور دوا جانتا ہو و مکار مفلس اور منع کیا جائے مکار مفلس یعنی جانور کا کرایہ کرنے والا مہم حموی نے اپنی شرح میں کہا کہ حجر کے اسباب میں ہیں یعنی طفلی اور مملوک اور جنون اور ان کے ساتھ تین اور ملحق ہیں یعنی مفتی حیلہ آموز اور طیب جاہل اور مکاری مفلس یہ روایت ہے امام اعظم سے اور میںوں سے تین اور ملحق ہیں محتکر یعنی جو قوط میں قد نیتھے اور غلہ فروش جب کہ بیع میں تعدی کریں بسبب زیادتی قیمت کے اور کافر ذمی کا غلام مسلمان ہو جائے اور وہ اس کو نیچے تو قاضی اس کو بیچ ڈالے چنانچہ ابن فرشتہ نے شرح مجمع میں بیان کیا ہے اور صاحبین کے نزدیک سفید اور منغلی اور بدیون بھی محمد المتصرف میں ابن ضیاء نے شرح مجمع میں کہا کہ یہ جو امام سے مردی سے کہ ان کے نزدیک حجر نہیں مگر تین پر مفتی ماجن اور طیب جاہل اور مکاری مفلس پر سو مراد اس سے حقیقت حجر کی نہیں ہے یعنی عدم نفوذ تصرف اس واسطے کہ اگر مفتی فتویٰ دے حجر کے بعد اور وہ فتویٰ ٹھیک دیکر تو جائز ہے اسی طرح اگر طیب دوائے حجر کے بعد تو بیع اس کی نافذ ہے تو معلوم ہوا کہ حجر حقیقی مراد نہیں بلکہ منع جس سے غلاہری مراد ہے اس طرح پر کہ وہ لوگ اپنے کام سے روکے جائیں اس واسطے کہ مفتی حیلہ آموز لوگوں کے دین میں فساد ڈالتا ہے اور طیب جاہل ان کے ابدان فاسد کرتا ہے اور مکاری مفلس ان کے اموال تباہ کرتا ہے اس واسطے کہ جب مکاری نے اذن کا کرایہ کیا اور حالانکہ اس کے پاس نہ اونٹ ہے نہ اور جانور جس پر بار برداری کرے اور نہ اس کے پاس مال ہے جس سے جانور بار بردار خرید کرے اور لوگ اس پر اعتماد کر کے اپنا مال کرایہ میں دیتے ہیں اور وہ مال کو اپنی حاجات میں صرف کر ڈالتا ہے پھر جب سفر کا وقت آتا ہے تو وہ چھپ رہتا ہے اور لوگوں کے مال تلف ہوتے ہیں اور فساد اس شخص کا خلق اللہ کو پہنچتا ہے مفتی ماجن اور طیب جاہل کے فساد کے مانند تو احوال ضریح خاص واسطے دفع کرنے ضرر عام کے جائز ہے اور یہ از قسم امر بالمعروف و نہی عن المنکر ہوا نہ از باب حجر تو ناقص لازم نہ ہو کذا فی الطحاوی و عندہما یحجر علی الحر بالسفہ و الغفلۃ نہ ای بقولہما یعنی حیوانہ لالہ اور صاحبین کے نزدیک حجر کیا جائے آزاد بالغ پر بسبب سفایست اور غفلت کے اور صاحبین کے ہی قول پر فتویٰ ہے اس کے مال کے بچانے کے واسطے و علی قولہما المفتی بہ فیکون فی احکامہ کصغیر او بموجب قول مفتی بہ صاحبین کے سفید و رغافہ ہے احکام میں صغیر بالغ کے مانند ہیں مہم یعنی اس سبب بالغ کے عقود محتمل الفسخ میں قاضی کو اختیار ہو گا چاہے جاری رکھے چاہے نسخ کر دے ثم بذلک اختلاف فی تصرفات محتمل الفسخ و یطلبہما النزل پھر دریافت کرنا چاہیے کہ یہ اختلاف صاحبین کا امام کے ساتھ ان تصرفات میں ہے جن میں نسخ کا احتمال ہو اور نزل اور بیودگی باطل کر کوئی ہو دے مہم یعنی امام کے نزدیک سفید کے تصرفات کو نہ روکنا اور صاحبین کے نزدیک روکن مخصوص تصرفات مذکورہ سے چنانچہ بیع اور شرا اور مہمہ و غیر ذلک اما لا یجوزہ ولا یطلبہما النزل فلا یحجر علیہ بالاجماع فلذا اتالی لانی نکاح و طلاق و عتاق و استیلاء و تدبیر و وجوب زکوۃ و فحۃ و حج و عبادات و زوال ولایۃ

ابیہ وجہہ وفی صحۃ اقرارہ بالعقوبات وفی الاتفاق وفی صحۃ وصایاہ بالضرب من الثلث فہو ای فی ذہ کمالیۃ اور ان تصرفات میں کہ جو بیع کے تحت نہیں اور ان کو ہر باطل نہیں کرتا سفیہ پر بالاتفاق حجر نہ ہوگا اسی واسطے مصنف نے کہا کہ سفیہ سفیر کے مانند ہے مگر نکاح اور طلاق اور فاق اور استیلا و تدبیر اور رکوۃ اور صدقہ فطر اور حج اور عبادات بذنیہ کے واجب ہونے اور اس کے باپ اور دادا کی ولایت نازل ہو جانے میں اور اقرار عقوبات یعنی صدقہ اور قصاص کے صحیح ہونے میں اور اتفاق یعنی نفقہ زوجہ اور ذوی الارحام کے صحت اقرار میں اور حسنات کے وصایا کے صحیح ہونے میں ثلاث مال ہے کہ سفیہ ان امور مذکورہ میں بالغ کے مانند غیر مجبور ہے یعنی جس طرح بالغ غیر مجبور کے تصرفات صحیح ہیں اسی طرح سفیہ کے بھی یہ تصرفات بالاتفاق صحیح ہوں گے ان میں صاحبین کے نزدیک بھی حجر نہیں وفی کفارة کعبہ اشباہ اور سفیہ کفارہ میں غلام کے مانند ہے کذا فی الاشباہ مخرنہ اکل میں ہے کہ قسم اور نذر اور قہار اور قتل کے کفارہ میں قاضی سفیہ کمال صرف نہ ہونے دے بلکہ دوزخ رکھے کذا فی الطحاوی والحاصل ان کل ما یتوکل فی النزل والجد فیہ من الحجور والافلاک باذن القاضی خاتما و خلاصہ کلام یہ ہے کہ جس تصرف میں ہنر اور جد ہر ہے وہ مجبور کا بھی نافذ ہے اور جبراً نہیں وہ تصرف مجبور کا نافذ نہیں مگر قاضی کے اذن سے کذا فی الخانیۃ فان بلغ البصی غیر رشید لم یسلم الیہ مالہ حتی یتبلغ خمساً و عشرين سنۃ پھر اگر غیر رشید بالغ ہو یعنی باوجود بلوغ ایسا ہوشیار نہ ہو کہ اپنا نفع اور ضرر پہچانے تو اس کا مال اس کو نہ دیا جائے یہاں تک کہ ۲۵ برس کو پہنچے م دریں سے کہ ۲۵ برس کی قید اس واسطے لگائی کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ قتل مرد کی انتہاء کو پہنچ جاتی ہے جب کہ ۲۵ برس کو پہنچ جاتا ہے خزانہ اکل میں ہے کہ جب تیم بالغ ہو تو وہی اس کا مال اس کو جلد نہ دے بلکہ توقف کرے اور اس کو کچھ مال سوداگری کے واسطے دے کہ آزاد کر دے پس اگر اس کو مصلح پایے تو اس کا مال اس کو دے اور اگر مفید بیاک دیکھے تو مال نہ دے پھر جب ۲۵ برس کو پہنچے تو مال اس کو دے خواہ وہ مصلح ہو یا نہ ہو کذا فی البدائع فصح تصرف قبل ای قبل المقدار المذكور فی الدۃ تو صحیح ہے تصرف بالغ غیر ہوشیار کا قبل اس کے یعنی اس مدت کی مقدار نہ کور سے پہلے م یعنی اگر ۲۵ برس سے پہلے بالغ غیر رشید بیع وغیرہ کا تصرف کرے گا اپنے مال میں تو صحیح ہوگا اس واسطے کہ بالغ عاقل پر حجر نہیں امام کے نزدیک اور ۲۵ برس تک غیر رشید کو نہ دینا حجر نہ تھا بلکہ تادیب کی واسطے تھا و بعدہ یسلم الیہ وجوباً حتی لو منہ منہ بعد طلبہ من قبل طلبہ لاضمان کا یغیدہ کلام مجتبیٰ وغیرہ قال شیخنا اور ۲۵ برس کے بعد دینا واجب ہوگا یہاں تک کہ اگر اس کا ولی اس کو مال نہ دے اس کے مانگنے کے بعد تو ولی پر تادان لازم ہوگا در صورت ہلاک ہو جانے مال کے اور مانگنے سے پہلے تادان نہیں چنانچہ مجتبیٰ وغیرہ کے کلام سے معلوم ہوتا ہے ایسا کہ ہے ہمارے استاد نے وان لم یکن رشید او قال لا یدفع حتی یونس رشیدہ ولا یجوز تصرف فیہ ۲۵ برس کے بعد مال دیا جائے گا اگرچہ رشید اور ہوشیار بھی نہ ہو اور صاحبین نے کہا کہ مال نہ دیا جائے گا یہاں تک کہ اس کی ہوشیاری معلوم نہ ہو اور اس کا تصرف بھی قبل از ہوشیاری جائز نہیں اگرچہ وہ ہوشیار ہی ہو جائے والرشید المذكور فی قولہ تعالیٰ فان استم منہ رشیداً ہو کو نہ مصلحاً فی مالہ فقط ولو ناسقاً قالہ ابن عباسؓ اور وہ رشید جو مذکور ہے حق تعالیٰ کے اس قول میں کہ اگر تم تمیموں کا رشید معلوم کر دو تو ان کے مال ان کو دو تو مراد اس سے یہ ہے کہ یہ فقط اپنے مال میں مصلح ہوں نہ مفید اگرچہ فاسق ہو ایسا کہ ہے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ہم اصلاح فی الحال سے مراد یہ ہے کہ مال کو حلال میں صرف کرے نہ حرام میں اور صرف فضول خرچ نہ ہو اور امام شافعی کے نزدیک رشید سے مراد اصلاح فی المال اور اصلاح فی الدین دونوں مراد ہیں کذا فی الطحاوی والقاضی یحییٰ الحارثیون لیبیع مالہ لدنیہ اور قاضی مجوس کرے آزاد مدیون کو تاکہ وہ اپنا مال بیچ ڈالے اپنے قرض ادا کرنے کے واسطے م ادا کرنا دین کا واجب ہے مدیون پر اور ماطلت یعنی مالنا آجکل کے وعدے پر ظلم ہے تو جاہک کو مدیون کا جس کرنا دفع ظلم کے واسطے لازم ہوا و قضی دراہم دینہ من دراہم یعنی بلا امرہ و کذا لو کان دنا یر اور حاکم اس کے دین کے روپے کو مدیون کے روپوں سے ادا کرے یعنی بلا امرہ مدیون کے اور اسی طرح اگر دین اشرافیاں ہوں تو مدیون کی اشرافیوں سے ادا کرے و باع دنا یر لدراہم دینہ و بالعکس استحقاقاً لا یتحقا فی الثمنیۃ اور قاضی مدیون کی اشرافیاں بیچ ڈالے ادا ہار کے روپوں کے واسطے اور روپیہ بیچ اشرافیوں کے ادا کرنے کے واسطے استحقاقاً لا یتحقا و اس واسطے کہ ثمن ہونے میں اشرافی اور روپیہ دونوں متحد ہیں لا یتبیح القاضی عرضہ ولا عتارہ للدين خلافاً لہما و بہ ای بقولہما یتبیحہما للدين لفتی اختیار و صحفی تصحیح القدوی

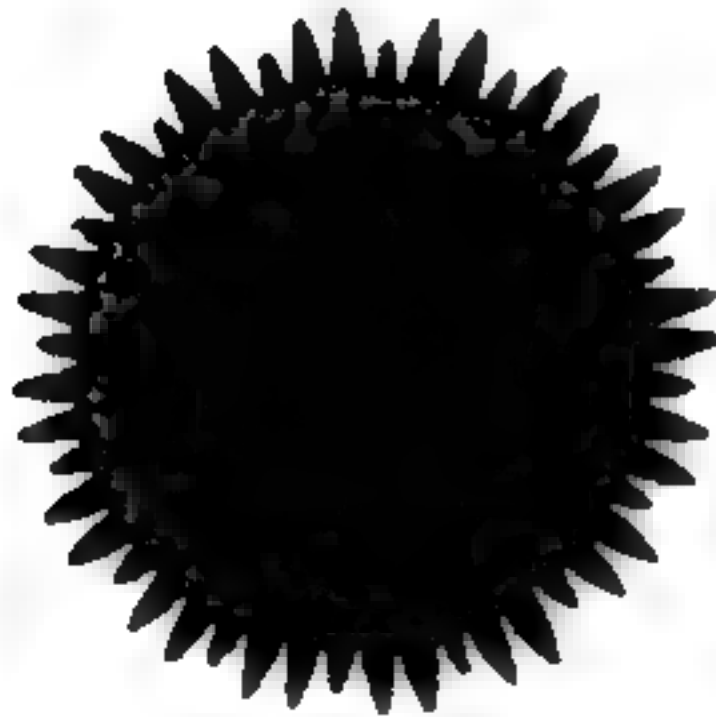


تہیجے قاضی مدیون کے اسباب کو اور نہ زمین اور باغ وغیرہ مال غیر منقول کو دین کے واسطے برخلاف مذہب صاحبین کے اور فتویٰ سے صاحبین کے اس قول پر کہ قاضی مدیون کے اسباب اور مال غیر منقول کو ادا نہ دین کے واسطے بیع ڈالے چنانچہ اختیار شرح مختار میں ہے اور صحیح کیا ہے اس قول کو تصحیح قدوری میں د بیع کل مالا یکتا جہ فی الحال اور بموجب قول مفتی بہ کے حاکم بیع ڈالے بروہ چیز جس کی مدیون کو فی الحال حاجت نہیں م ادا نہ دین کے واسطے اول نقد کی بیع ہو پھر اسباب کی پھر غیر منقول کی اور جس کی فی الحال حاجت نہیں وہ بیچی جائے تو م دار اور ادنیٰ قایلین موسم گرمی میں بیجا جائے اور شرط نجیاں موسم سرما میں اور بوسے کی انگیختی بیچی جائے مٹی کی انگیختی سے مدیون اپنا کام نہ کرے کذا فی الطحاوی ولوا قریبال یزید بعد الدیون مال میں کن ثابتاً بصیۃ او علم قاض فی الزام الغیر اذ کما استملک اذ لا جہ فی الفعل کما مر الی مدیون کسی شخص کے مال کا اقرار کرے تو اس کو ادا کرنا لازم ہوگا بعد ادا ہو جانے ان دیون کے جن کے واسطے وہ مجبوس ہوتا وقتیکہ مال مذکور گواہوں سے یا قاضی کے علم سے ثابت ہو ادا اگر ثابت ہو تو مقررا اور اصحاب دیون کا مزاحم ہوگا یعنی ان کے وہ بھی اپنا دین لے گا مانند اس مال کے جس کو مدیون نے تلف کر ڈالا اس واسطے کہ جہ نہیں ہے فعل میں چنانچہ مذکور ہو چکا م قول مستدیر سے کہ قاضی کو اپنی دانست پر مدیون گواہوں کے حکم دینا جائز نہیں کذا فی الطحاوی افس ومع عرض تراہ فقضہ بالاذن من ہائے ولم یؤذنہ فبالعہ اسوۃ الغیراء فی ثمنہ ایک شخص مفلس ہو گیا اور اس کے پاس وہ متاع ہے جو اس نے خرید کی اور قبضہ کیا ہو اس متاع پر اس کے بائع کے اذن سے اور سنوز اس کا ثمن ادا نہیں کیا تو اس کا بائع اور دین والوں کے برابر ہے متاع کے ثمن میں م یعنی بائع فسخ بیع کر کے متاع کو نہیں لے سکتا بلکہ وہ متاع بیع ہو کر بائع اور باقی ارباب دیون کو اس کا ثمن حصہ رسد دیا جائے گا اور باقی دین کے واسطے ماحصول قدرت مدیون کو بہت دی جائے گی اور یہ جو حدیث میں وارد ہے کہ جو اپنی متاع بعینہ مرد مفلس کے پاس پادے تو وہ اس متاع سے اپنے غیر سے اور امام احمد کی روایت میں ہے کہ جو اپنی متاع بعینہ مفلس کے پاس پادے تو زیادہ تر وہ اس کا حقدار ہے تو اس متاع سے مراد وہ متاع ہے جو بطریق غصب اور عاریت اور ودیعت اور اجارہ اور دین کے ہو کہ وہ بعینہ اس کا مال ہے اور بیع تو بائع کا مال نہیں رہی اور نہ اس کی وہ متاع ہوگی بلکہ یہ چیز تو مشتری کا مال ٹھہرے گی کیونکہ وہ بائع کی ملک سے نکل گئی اور بیع اور قبض سے اس کا ضمن لازم ہو گیا کذا فی الطحاوی تبصر فی فاق افس قبل قبضہ او بعدہ لکن بغیر اذن بالعدہ کان لہ استرداد وہبہ بالثمن وقال الشافعی بل بائع الفسخ پھر اگر مشتری مفلس ہو گیا قبل قبض بیع کے یا بعد قبض کے لیکن قبض بیع بغیر بائع کے اذن کے تھا تو بائع کو بیع کا پھر دین اور اس کا روک رکھنا ثمن کے واسطے جائز ہے اور امام شافعی نے کہا کہ بائع کو فسخ بیع کا اختیار ہے جہ القاضی علیہ ثم رفع الی قاض اخر فاطلقہ واجاز ما صنع المحرر کذا فی الخانیۃ و ہرما قطن الدر والیخ جاز اطلاقہ قاضی نے ایک شخص پر حجر کیا یعنی بیع اور شرار وغیرہ سے اس کو روک دیا پھر اس کا مرافعہ دوسرے قاضی کے پاس ہوا ماس نے اس کو کھول دیا مطلق القان کر دیا اور جائز کر دیا اس تصرف کو جو مجبور نے کیا کذا فی الخانیۃ تو قاضی ثانی کا اطلاق جائز ہے اور وہ یعنی اجازت تصرفات مجبور کی ماقط اور وہ رہ گئی ہے دراد منہ الغفار سے و ما صنع المحرر فی مالہ من بیع و شرار قبل اطلاق الثانی او بعدہ کان جائز لان جہر الاول مجتہد فہو یوقوف علی امضاء قاض اخر اور جو تصرف مجبور نے کیا اپنے مال میں بیع یا شرار سے قبل اطلاق ثانی کے اور بعد اس کے وہ جائز ہوگا اس واسطے کہ قاضی اول کا حجر کرنا محل اختلاف مجتہدین سے پس موقوف رہے گا دوسرے قاضی کے جاری رکھنے پر فروع مسائل طعۃ شارع کے یصح الحجر علی الثائب لکن لا یجوز مال یعلم خانیۃ صحیح ہے حجر کرنا شخص غائب پر لیکن وہ مجبور نہ ہوگا جب تک اس کو معلوم نہ ہوگا کہ قاضی نے میرا تصرف منع کر دیا ہے کذا فی الخانیۃ م اور اگر غائب مجبور تصرف کرے قبل العلم بعد الحجر تو اس کے تصرفات نافذ ہیں اور اگر قیم بالغ ہو مسافرت کی حالت میں تو قبل از حجر قاضی مجبور ہوگا ابو یوسف کے نزدیک ادا اس کے تصرفات نافذ ہوں گے اور محمد کے نزدیک مجبور ہوگا مدیون حجر کرنے کے کذا فی الخانیۃ ولای یفصح الحجر بالرشد اور رشد کے پیدا ہونے ہی حجر نہیں اٹھ جاتا بل باطلاق القاضی بلکہ جب قاضی اس کو اٹھنے کا حکم دیوے ولوا علی الرشاد وادی طعمہ بقاۃ علی السفہ و برہننا بیعی تقدیم بید بقاۃ السفہ اشباہ اور اگر دعویٰ کیا رشدا و ہوشیاری کا اور اس کے محاصرے میں اس کے باقی رہنے کا مسافرت پر اور دو گواہ لائے اپنے دعویٰ پر تو بقتل مسافرت کے گواہوں کو مقدم رکھنا لائق ہے کذا فی الاشباہ م طحاوی نے کہا صاحب اشباہ کی یہ بحث مخالف ہے منقول کے





کی تصدیق میں قید لگائی ہے عادیہ وغیرہ میں بار بار برس کے بعد ایک اور شرط مشروط ہے اس کے بلوغ کے اقرار صحیح ہونے کے واسطے وہ شرط یہ ہے کہ صغیر کا ایسا حال ہو کہ ویسے صغیر کو احتلام ہوتا ہو اور اگر ایسا نہ ہو تو اس کا قول مقبول نہ ہوگا کذا فی شرح الوہاب نیعم یعنی اگر صغیر بارہ برس کے بعد اور صغیر نو برس کے بعد بلوغ کا دعویٰ کریں اور نہایت ناتوان اور لاغر اور جسٹہ حال ہوں تو ان کی تصدیق نہ ہوگی کیونکہ ظاہر حال ان کا ان کے قول پر دلالت نہیں کرتا وہما یجئذ کبار لغ حکما فلا یقبل۔ خود بلوغ بعد اقرارہ مع احتمال حالہ فلا تنقض قسمہ ولا یبعد اور صغیر اور صغیرہ اس وقت میں یعنی اقرار بلوغ کے وقت میں بعد شرائط مذکورہ کے بالغ جوان کے مانند ہیں حکم میں پس انکار بلوغ کا مقبول نہ ہوگا اقرار کے بعد باوجود احتمال رکھنے اس کی حالت کے تو اس کی قسمت اور ذریعہ منقوض نہ ہوگی مگر قادی قاضی زمان میں ہے کہ ایک لڑکا خرید و فروخت کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میں بالغ ہوں پھر اگر بعد اس کے کہے کریں بالغ نہیں تو جب کہ اس نے بلوغ کا اظہار کیا تھا وہ محتمل بلوغ کا تھا یعنی بارہ برس یا زیادہ کا تھا تو اب اس کا انکار معتبر نہیں اور اگر بارہ برس سے کم کا ہے تو اقرار اس کا صحیح نہیں اور حموی میں ہے کہ دونوں کے احکام بالغوں کے مانند ہیں باقی تصرفات میں کذا فی الطحاوی وفي الشرع بلایۃ یقبل قول المرء یقین قد یلتزم مع تفسیر کل باذا یبلغ بلا یمین اور شرعاً بلایہ میں ہے کہ صغیر قریب بلوغ کا یہ قول مقبول ہے کہ البتہ ہم بالغ ہو چکے ہر شخص کے اس بیان کے ساتھ کہ کون علامت سے وہ بالغ ہو ابدون قسم ہم یعنی تصدیق قسم پر موقوف نہیں لیکن بیان کیفیت بلوغ البتہ اس پر لازم ہے وفي الخزانۃ اقر بالبلوغ فقبل اثنتی عشرة سنۃ لا تصح الا بالبنۃ وبعده تصح اتمی اور خزانہ میں ہے کہ صغیر نے بلوغ کا اقرار کیا تو بارہ برس سے سب سے صحیح نہیں مگر گواہوں سے اور بعد بارہ برس کے اقرار بدون شہادت صحیح ہے اتمی کا مہم معانہ انزال کی گواہی سے اقرار بلوغ کا صحیح ہوگا واللہ اعلم واستغفر اللہ الکریم







تصرف شخصی کا اذن استخدام یعنی خدمت لینا ہے نہ اذن تجارت م فتاویٰ مالگیری میں ہے کہ حد فاصل تجارت اور استخدام میں یہ ہے کہ اگر غلام کو عقود کا بار بار اذن دیا اور معلوم ہوا کہ مراد مولیٰ کی جلب منفعت ہے تو وہ اذن تجارت کا اذن ہے اور عقد واحد کا اذن دیا اور معلوم ہوا کہ منفعت مقصود نہیں تو وہ تجارت کا اذن نہیں بلکہ استخدام ہے عرت اور عادت میں یعنی اگر مولیٰ نے کہا کہ کپڑے کی خرید و فروخت کر تو وہ ماذون تجارت میں ہوا اور اگر کہا کہ فلا نے شخص کے پاس فلا نے کام میں مزدوری کر تو وہ ماذون فی التجارة نہیں اس واسطے کہ ایک ہی عقد کا امر کیا اور اگر کہا کہ لوگوں کے یہاں فلا نے کام میں مزدوری کر تو یہ اذن سے تجارت کا سبب عدم تعین مستاجر تو عقود مختلفہ کا اذن ہوا انتہی القائل نے کہا کہ اگر عمل خاص کا اذن بھی اذن عام ہو جاتا تو پڑتی نگی لوگوں پر پڑتی کہ ایک پیسے کے ساگ خرید کر آنے سے غلام ماذون فی التجارة ٹھہر جایا کرتا اور استخدام کا معنوں فوت ہوتا اسی ضرورت سے ہر اذن اذن عام نہیں ہوتا بلکہ وہ استخدام اور توکیل ہے کذا فی الطحاوی مختصر اویثیت الماذون دلالتہ فجعل رآہ سیدہ طبع ملک اجنبی فلو ملک مولانا لم یجز حتی یاذن بالسلط بزازیہ ودرمختار انتہی اور ثابت ہوتا ہے اذن دلالتہ حال سے تو جس غلام کو اس کے مولیٰ نے ملک اجنبی کو بیع کرتے دیکھا تو اگر مولیٰ اپنے غلام کو اپنی ملک نیچتے دیکھے گا تو فقط سکوت سے اذن جائز نہ ہوگا جب تک زبان سے اذن دے چنانچہ بزازیہ اور درمختار میں ہے خانیہ سے م اذن جائز نہ ہوگا یعنی اذن ثابت نہ ہوگا اس تصرف میں جس میں سکوت واقع ہوا کا ذکر غری زادہ اور ادریہ مراد نہیں کہ اس تصرف کے سوا اور تصرفات میں بھی اذن ثابت نہ ہوگا جیسا کہ شربنالیہ کا مصنف سمجھا ہے کذا فی الطحاوی عن ابی السعود لکن سوی بینہما الزیج وغیرہ وجرم بالتسویہ ابن کمال وصاحب الملتقی ودرمختار فی الشربنالیہ بان فی المتون والشروح ادلی مافی کتب الفتاویٰ غلیظ لیکن مال اجنبی اور مال مولیٰ کو برابر کہا ہے زیلعی وغیرہ نے اور ابن کمال اور صاحب ملتقی نے دونوں مالوں کی برابری کا یقین کیا ہے اور شربنالیہ میں دونوں کی برابری کی ترجیح دی ہے اس طرح پر کہ جو روایت کہ متون اور شروح میں ہے وہ مقدم ادا اولیٰ ہے اس روایت سے جو فتاویٰ کی کتابوں میں ہے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے م یہ استدراک بے موقع ہے اس واسطے کہ زیلعی کا کلام کہ غلام ماذون ہو جاتا ہے اس فعل کے بعد جس پر سکوت واقع ہوا ادریہ بزازیہ اور درمختار کے مغائر ہے اس واسطے کہ بزازیہ اور درمختار کا مضمون نفس فعل سکوت عنہ ہے ادریہ مقتضی ہے فعل اول کے فرق کا تو اگر اجنبی کا مال ہو تو سکوت سے غلام ماذون ہوگا فعل سکوت عنہ میں اور اس کے بعد میں اور اگر مولیٰ کا مال ہوگا تو غلام ماذون ہوگا مابعد میں نہ اس فعل سکوت عنہ میں کذا فی الطحاوی ویشتری ما اراد وسکت السید ماذون خبر لبتداء تو جس غلام کو اس کے مولیٰ نے ملک اجنبی کو بیع کرتے اور جو چاہا اس کو خرید کرتے دیکھا اور مالک نے سکوت کیا تو وہ غلام ماذون فی التجارة دلالتہ لافظاً سے شارح نے کہا ماذون خبر بے مبتدائی اور مبتدائی ہے فجعل رآہ الا اذا کان المولیٰ قاضیا لشاہ سکوت مولیٰ کا اذن ہے مگر جب کہ مولیٰ قاضی ہو تو سکوت اذن نہیں کذا فی الاشباہ و لکون لایکون ماذون فی بیع ذلک الشیء او شرأئہ فلا یفقد علی المولیٰ بیع ذلک المتاع لانه یزیم ان یصیر ماذوناً قبل ان یصیر مادوناً و باطل و لیکن غلام ماذون نہ ہوگا اس چیز سکوت عنہ کی بیع یا اس کی خرید میں تو مولیٰ پر اس متاع کی بیع نافذ ہوگی اس واسطے کہ لازم آتا ہے کہ غلام ماذون ہو جاوے ماذون ہو جانے سے پہلے اور حالانکہ یہ باطل ہے قلت لیکن قید القستانی معنی بالذخیرۃ بالبیع دون الشرا ومن مال مولانا ای یصح فیہ وعلیہ یفتقر الی الفرق واللہ الموفق میں کہتا ہوں لیکن عدم اذن یہ عدم نفی ذکر قبستانی نے ذخیرہ سے نقل کر کے مقید کیا ہے بیع کے ساتھ نہ اس خرید کے ساتھ جو مولیٰ کے مال سے مولیٰ تو اس میں بھی خرید صحیح ہوگی اور بر موجب قید ذخیرہ کے بیع اور شرا کے فرق بیان کرنے کی حاجت پڑے گی اور حق تعالیٰ توفیق دے فرق بیان کرنے کی م زیلعی میں ہے کہ اگر مولیٰ نے اپنے غلام کو خرید کرتے دیکھا مولیٰ کے درام یا دنانیر سے اور اس کو منع نہ کیا تو وہ ماذون ہو گیا انتہی تو غلام اسی عقد میں ماذون ہو گیا مولیٰ نے کہا وجہ فرق یہ ہے کہ خرید میں بیع داخل ہو جاتا ہے مولیٰ کی ملک میں تو کچھ ضرر نہیں بخلاف بیع کہ اس میں زائل ہو جاتی ہے مولیٰ کی ملک سے تو اس بیع میں سکوت اذن نہ ہوا لیکن اس میں نخل یہ ہے کہ بیع اور شرا دونوں میں اذغال اور اخراج ہے جلی نے کہا شاید وجہ فرق وہ ہے جو فقہانے باب الفضولی میں مذکور کیا ہے کہ شرا سریع بفاذ ہے بیع سے اور شری الدین

یعنی اگر غلام سے ہر قسم کی بیع اور شرا کر کے تو معلوم ہوگا کہ اذن ہے اور جو گاہ گاہ اس سے کوئی چیز منگوائے تو یہ استخدام اور خدمت لینا ہے اذن نہیں ۱۲

نے اس عقد کو موقوف رکھ دے مولیٰ کی اجازت پر یعنی اگر مولیٰ اجازت قوی دے تو نافذ ہے اور اگر باطل کر دے تو باطل ہے کذا فی الطحاوی و ثبت  
 صریحاً فلذا اذن مطلقاً بقید صیغ کل تجارة منہ اجماعاً اور اذن ثابت ہوتا ہے صریحاً تو اگر غلام کو اذن دیا مطلقاً بدون قید کے تو بیہ تجارت غلام کی بالاتفاق صحیح ہوگی  
 م اذن مطلق کی یہ مثال ہے کہ مولیٰ کہے کہ میں نے تجھ کو اذن دیا سو اگر یوں میں یا یوں کہے کہ اذن دیا سو اگر یوں میں اور چیز معین کے خرید کی قید نہ لگائی اور نہ کوئی قسم  
 سوداگری کی بیان کی کذا فی المنہ اما لو قید فعندنا لیم خلافاً لثانی اور اگر اذن میں قید عام لگا دے گا تو ہمارے نزدیک قید معتبر نہ ہوگی۔ اذن عام ثابت ہوگا برخلاف  
 مذہب شافعی کے فی بیع و لیثیری ولو یقین فاحش خلافاً لہما تو بعد اذن بیچے اور خرید کرے اگرچہ بیع اور شرائعین فاحش کے ساتھ ہو برخلاف مذہب صاحبین  
 کہ ان کے نزدیک بیع اور شرائعین فاحش بعد اذن کو جائز نہیں ہے دیوکل بہا ویرہن ویرہن ویعیر الثوب والکدابة لانہ من مادة التجار اور خرید و فروخت میں  
 غیر کو دکیل کرے اور اپنی چیز دوسرے کے پاس گھر رکھے اور غیر کی چیز اپنے پاس رکھے اور کپڑے اور جانور کو عاریت دے اس واسطے کہ یہ  
 سوداگروں کی عادت ہے ویصارح عن قصاص وجب علی عبده اور مال دے کر صلح کرے اس قصاص سے جو واجب ہو اذن کے غلام پر و  
 بیع من مولاه مثل القيمة واما باقل منہ فلا اور اذن بیع کرے اپنے مولیٰ سے قیمت کی برابر اور قیمت سے کم ترکی بیع تو جائز نہیں م اذ بیع اکثر قیمت  
 سے بہر لوق اولی جائز ہے و بیع مولاه منہ بمثل القيمة او اقل اور مولیٰ بعد اذن سے بیع کرے برابر قیمت یا کم تر سے و للمولیٰ حبس للبیع لقبض  
 ثمنہ من العبد اور مولیٰ کو جائز ہے روک رکھنا بیع کا اس کے ثمن کے لینے کے واسطے بعد اذن سے و یبطل الثمن خلافاً لثانی صحیح شارح جمع معریا  
 للخیط لوسلم الجميع قبل قبضہ لانه لا یجوز لہ علی عبده دین فخرج مجانا حتی لو کان الثمن عرضاً لم یبطل لیتقنہ بالعقد و بذاک لواء الماذون مدیوناً والام یحرم بیعہا بیع نہایہ  
 اور ثمن باطل ہوگا اگر مولیٰ بیع کو قبل قبضہ ثمن تسلیم کرے اس واسطے کہ اس صورت میں ثمن دین بھڑے گا اور مولیٰ کا دین اس کے غلام پر واجب نہیں ہوتا تو بیع  
 مولیٰ کے ہاتھ سے نفوت نکل گئی تو اگر ثمن متاع ہو نہ کیلی اور روزنی چیز تو ثمن باطل نہ ہوگا بسبب ثمنین ہو جانے متاع کے عقد کے سے اور یہ سبب مذکور یعنی  
 ماذون کی بیع مولیٰ سے اور مولیٰ کی ماذون سے اس شرط پر ہے جب کہ ماذون مدیون ہو اور اگر مدیون نہ ہو تو مولیٰ اور اس کے غلام میں بیع جائز نہیں کذا فی النہایہ  
 م جب غلام ماذون لوگوں کا مدیون ہوا تو اجنبی کے مانند ہوا تو مبايعت دونوں میں جائز ہوگئی اور در صورت عدم دین جو غلام کے پاس ہے وہ مولیٰ کا مال ہے  
 تو خرید و فروخت انہی ذات سے لازم آئی ولو باع المولیٰ منہ باكثر من حط الزائد اوفسخ العقد ای یومر السید بان یفعل واحداً منہما حتی الغرار اور اگر مولیٰ نے کوئی  
 چیز ماذون کے ہاتھ اکثر قیمت سے بیچی تو زائد کو کم کر ڈالے یا عقد بیع کو فسخ کرے یعنی مالک کو امر کیا جائے کہ دونوں کاموں میں سے ایک کام کرے دین والو  
 کے حق کے سبب سے فہماکان من التجارة مولیٰ زائد کو کم کرے یا بیع فسخ کرے اس چیز میں جو تجارت کی قسم سے ہو م طحاوی نے کہا کہ اس قید کا مفہوم میں  
 نے کتابوں میں نہیں دیکھا اور شاید کہ یہ احتراز ہے اس بیع سے جو طعام اور لباس کے واسطے ہو کہ اس میں فسخ بیع نہیں تو اس کی تیقن اور تلاش کرنا چاہیے و  
 لقبیل الشہادۃ علیہ ای علی العبد الماذون حتی ما اور بعد ماذون کے ضرر پر گواہی مقبول ہوگی ہر ایک حق کی م چنانچہ ماذون کی غصب اور استہلاک و ولایت کی گواہی  
 یا اس کے اقرار غصب وغیرہ کی گواہی اور اسی طرح بیع یا شرا یا اجارہ ماذون کی گواہی وان لم یحضر مولاه گواہی ماذون پر مقبول ہے اگرچہ اس کا مولیٰ اس وقت  
 حاضر نہ ہو ولو محجور الاقبیل یعنی لا لقبیل علی مولاه بل علیہ یواخذہ بہ بعد التیقن اور اگر غلام محجور التصرف ہو تو گواہی مقبول نہیں یعنی اس کے مولیٰ پر مقبول نہیں بلکہ غلام  
 محجور پر مقبول ہوگی سو اس کا مواخذہ ہوگا غلام سے اس کے آزاد ہونے کے بعد ولو حضر معاً فان المدعی باستہلاک مال او غصبہ ففی علی المولیٰ وان باستہلاک و ولایت  
 او لبضامۃ علی المحجور تسبیح علی العبد قبل علی المولیٰ اور اگر مولیٰ اور غلام محجور دونوں حاضر ہوں تو اگر استہلاک مال یا اس کے غصب کا دعویٰ ہو تو مولیٰ پر حکم ہوگا یعنی مولیٰ  
 سے خطاب ہوگا کہ اس کو بیچے اور تراوان دے اور اگر ولایت یا بغضاعت کے تلف کر ڈالنے کا محجور پر دعویٰ ہو تو غلام پر دعویٰ مسوع نہ ہوگا یعنی حق کے بعد اس  
 سے مواخذہ ہوگا اور قول ضعیف یہ ہے کہ مولیٰ پر مسوع ہوگا ولو شہدوا علی اقرار العبد بحق لم یقبض علی المولیٰ مطلقاً و تمامہ فی العادیۃ اور اگر گواہی دین غلام کے



اقرار کرنے پر ساتھ حق کے یعنی غلام نے کسی کے حق کا اقرار کیا ہے تو اس کے مولیٰ پر حکم نہ ہوگا مطلقاً خواہ مولیٰ حاضر ہو یا غائب اور پورا بیان اس کا عادیہ میں ہے ویاخذ  
 فی اجارۃ و مساقاۃ و مزارعۃ و لیثیری بذرایرہ و غلام ماذون غیر کی زمین پر بطریق اجارہ اور معاملہ اور مزارعت کے اور وہ بیع خرید کرے جس کو بوند  
 ویا جز و مزارع اور ماذون اپنے غلاموں کو اور دوکانوں اور گھروں کو اجارہ دے اور زمین بطریق مزارعت لے کذا فی الطحاوی ویشارک عناناً مفاوضۃ اور ماذون  
 شرکت عنان کرے نہ شرکت مفاوضۃ و لیثا جبر و یوجبر و لو لنفسہ اور ماذون اجارہ دے اگرچہ اپنی ذات کا اجارہ ہو مہر حید یا جبار نفس ماذون ایجاز مطلق سے معلوم  
 ہو چکا تھا لیکن تصریح اس واسطے کر دی کہ اس میں امام شافعی کا خلاف ہے یعنی ان کے نزدیک غلام ماذون کو اپنا اجارہ دینا جائز نہیں و لیقر بولی و غصب و دین اور  
 ماذون اقرار کرے و دیعت اور غصب اور دین کا یعنی یہ اقرار صحیح ہے و لو علیہ دین لغیر زوج و ولد والد و سید خان اقرارہ ہم بالیدین باطل خلافاً لہما اذ اگر ماذون  
 پر زوج اور بیٹے اور باپ اور مولیٰ کے سوا کسی اور شخص کا دین ہو تو اقرار صحیح اس کا ہے اس واسطے کہ ماذون کا اقرار کنیز زوج اور بیٹے اور باپ اور مولیٰ کے دین کا  
 باطل ہے امام کے نزدیک برخلاف مذہب صاحبین کے کذا فی الدرر لم یعنی اگر زوج اور بیٹا اور باپ ماذون کا آزاد ہو تو ان کے دین کا اقرار باطل ہے خواہ وہ  
 کسی کا دین ہو یا نہ ہو و لو بعین صح ان لم یکن مدیوناً و ہباتیہ اور اگر دین کے سوا کسی اور شخص مقبوض کا اقرار کرے کہ یہ چیز زوج یا بیٹی یا باپ یا مولیٰ کی ہے تو صحیح ہے اگر  
 ماذون مدیون نہ ہو کذا فی الہبانیۃ و یمدی طحا لیسیر الیعد سرنا و مفاوضۃ از لایہدی من غیر الماکول اصلاً ابن کمال و جزم بہ ابن الشخہ اور ماذون تھوڑا کم قیمت کھانا تحفہ  
 دے اس طرح پر کہ وہ اسراف اور فضول خرچی شمار نہ ہو اور اس قول سے مستفاد ہوتا ہے کہ کھانے کے سوا اور چیز اصلاً تحفہ نہ دے کذا ذکرہ ابن کمال اور یقین کیا اس  
 پر ابن شخہ نے م ابن شخہ نے تحفہ دینا نہ کو نہیں کیا بلکہ ضیافت اور تصدق ماکول قلیل کو اس نے بیان کیا ہے کذا فی الطحاوی و المحرر لایہدی شیئاً اور غلام محو کچھ تحفہ  
 نہ دے کسی کو نہ قلیل نہ کثیر نہ طعام نہ غیر طعام و عن الثانی اذا دفع للمحرر قوت یومہ فہذا بعض رفقاءہ لاکل معہ فلا باس بخلاف مالودفع الیہ قوت شہر اور ابو یوسف سے  
 رعایت ہے کہ جب غلام کو محو کو ایک دن کا کھانا دیا گیا سو اس نے اپنے کسی ساتھی کو اپنے ساتھ کھانے کے واسطے بلایا تو کچھ مضائقہ نہیں برخلاف اس صورت  
 کے کہ اگر اس کو مینے بھر کا کھانا دیا گیا تو کسی اور شخص کو اپنے ساتھ کھانا درست نہیں ولا باس للمرأة ان تصدق من بیت سیدہا اور وہا بالیسیر کر غنیف و نحوہ ملحقی اور عورت  
 پر کچھ مضائقہ نہیں اس کا کہ اپنے مولیٰ یا اپنے زوج کے گھر سے تھوڑی سی خیرات کرے چنانچہ ایک روٹی اور مانند اس کے کذا فی الملتقی م یعنی بدون اطلاع شوہر  
 تھوڑا صدقہ دینا جائز ہے اس واسطے کہ اس قدر دینے کو منع کرنا راجح نہیں و لو علم منہ عدم الرضی لم یجز اور اگر اس قدر تصدق دینے کی ناراضی مولیٰ یا شوہر  
 کی معلوم ہو تو اتنا بھی جائز نہیں و یضیف من یطعمہ اور ماذون ضیافت کرے اس شخص کی جو اس کو کھانا کھاتا ہے و یخذ الفیافۃ الیسیرۃ بقدر مالہ اور کم خرج تھوڑی ضیافت  
 کے بقدر اپنے مال کے کم محمد سے مردی ہے کہ اگر ماذون کے پاس سوداگری کا مال دس ہزار درہم ہو تو دس درہم ضیافت میں خرچ کرنا قلیل میں داخل ہے اور  
 اگر مال تجارت دس درہم نہ ہو تو ایک دانگ کی بھی ضیافت کثیر ہے کذا فی الطحاوی عن لمیط و یحیط من ثمن بعیبہ قدر ما یحیط بالتجار اور ماذون کم کر ڈالے ثمن سے  
 بیع کے عیب کے سبب سے جس قدر سوداگر کم کر ڈالتے ہوں یعنی زیادہ کم کرنا درست نہیں ہے و یجانی و یوجل مجتبیٰ اور ماذون جنس بیچے اس کے ثمن سے کم تراور  
 ثمن لینے کی مدت مقرر کرے کذا فی المجتبیٰ م تاویس میں ہے کہ جابجارت ہے عطائے بلا عوض اور بلا احسان سے اور محایاۃ عبارت ہے تصرف اور اختصام اور  
 میلان سے انتہی اور یہاں ان معانی سے کوئی مراد نہیں یہاں تو مراد جنس کا بیچنا ہے اس کے ثمن سے کم کر کے ساتھ تغلیل ثمن اور تاویل اس واسطے ماذون کو  
 جائز ہوئی کہ اہل تجارت کو کبھی اس کی حاجت پڑتی ہے کذا فی الطحاوی و لایتر وج الاباذن اور ماذون نکاح نہ کرے مگر مالک کے اذن سے اس واسطے کہ یہ  
 تجارت کے باب سے نہیں ہے اور اس میں منہر ہے مولیٰ کا خبر واجب ہو جانے سے و لایتسری وان اذن لہ المولیٰ اور سریرہ یعنی لونڈی کو حرم نہ بنادے اگرچہ  
 مولیٰ نے اس کو اذن دیا ہو م اس واسطے کہ حرم نہ مالک رقبہ پر مبنی ہے اور ماذون کسی چیز کا مالک نہیں و لایزوج رقیقہ و قال ابو یوسف یزوج الامۃ اور اپنے  
 مملوک کا لونڈی ہو یا غلام نکاح نہ کر دے اور ابو یوسف نے کہا لونڈی کا نکاح کر دے و لایکاتبہ الا ان یجیدہ المولیٰ و لادین علیہ و ولایۃ القرض للمولیٰ اور ماذون نکاح

نہ کرے اپنے مملوک کو مگر اس طرح کہ مولیٰ اس کی اجازت دے اور حالانکہ مازون پر دین دہم ہوا اور بدل کتابت کے قبضہ کرنے کی ولایت مولیٰ کے واسطے ثابت ہے ولا یعقوب بمال الا ان یجزیہ الی آخر یا مازون مملوک کو بعض مال کے آزاد نہ کرے مگر یہ کہ مولیٰ اس کو جائز رکھے تا آخر شرط مذکور یعنی مولیٰ اجازت دے اور مازون پر دین نہ ہوا اور ولایت قبضہ مولیٰ کے واسطے ہے نہ مازون کے واسطے ولا یغیرہ اور نہ بدو مال کے آزاد کرے ولا یقرض ولا یمسک ولو یعوض اور نہ مازون قرض دے اور نہ مہبہ کرے اگرچہ مہبہ بالعوض ہو ولا یمسک مطلقاً بنفس او مال اور ضامنی نہ کرے مطلقاً نہ حاضر ضامنی نہ مال ضامنی ولا یصالح عن قصاص وجب علیہ اور مازون صلح نہ کرے اس قصاص سے جو اس پر واجب ہو ولا یعفو عن القصاص اور نہ قصاص کو معاف کرے ولا یصلح عن قصاص موجب علی عبدہ خزائنہ المسفۃ اور مازون صلح کرے اس قصاص سے جو اس کے غلام پر واجب ہو کذا فی خزائنہ المسفۃ وکل دین وجب علیہ تجارۃ او باہمونی معنایا امثلہ الاول کسب وشرار واجارۃ واستیجار وامثلہ الثانی غرم وودیۃ وغصب وامانۃ مجرہا عجانۃ الدرد وغیرہا مجرہا بلا مہم قنبہ وعقر وجب بوطی مشرتہ بعد الاستحقاق کل ذلک متعلق برقبۃ کدین الاستملاک والمہر ونفقۃ الزوجۃ یباح فیہ اور جو دین کہ واجب ہو مازون پر اس کی تجارت کے سبب سے یا اس سبب سے ہو جو بمعنی تجارت کے ہے اول کی مثالیں چنانچہ بیع اور شرار اور اجارہ اور استیجار اور ثانی یعنی بمعنی تجارت کی مثالیں چنانچہ ودیۃ اور اس غصب اور امانت کا تاوان جن کا مازون انکار کر چکا اور وہ مہر جو واجب ہوا استحقاق کے بعد خریدی لونڈی کی دہلی سے ہر ایک دین مذکور متعلق ہے اذن کی گردن سے دین الاستملاک اور مہر اور نفقہ زوجہ کی مانند مازون بچا جاوے گا اس دین میں یعنی اس کو قاضی پر کرے گا شارح نے لکھا اور درر کی عبارت یوں ہے (ادغم وودیۃ وغصب وامانۃ وغیرہا مجرہا) بدون مہم کے سو آگاہ بہ نام مصنف کی عبارت میں صیرتہ کی ہے تو انکار فقط غصب اور امانت کی مخصوص ہوا اور درر کی عبارت میں وودیۃ اور غصب اور امانت وغیرہ کو شامل ہو گیا ولہم استعارہ ایضا یطبیق اور دین والوں کو مازون سے سنی اور کوشش کر دانا بھی جائز ہے کذا فی الزیلعی یعنی اس سے کسب کر دانا اور اس کے کسب اپنے دیون کو لینا درست ہے ومفادہ ان زوجۃ لو اختارت استعلاء لنفقۃ کل یوم ان یكون لما ذلک ایضا بحرم النفقۃ اور ثبوت استعلاء سے مستفاد ہوتا ہے کہ اگر مازون کی زوجہ اس سے محنت مزدوری کر دانا اختیار کرے ہر دین کی خوراک کے واسطے تو اس کو بھی یہ جائز ہے کذا فی البحر باب النفقۃ بحرف مولاہ اذناہ لاحتال ان یغذیہ بخلاف بیع الکسب فانہ لا یحتاج لحضور المولی لان العبد خصم فیہ دیون مذکورہ میں مازون بچا جاوے گا اس کے ملک کے سامنے یا اس کے نائب کے روبرو ملک کے نذیر دینے کے احتمال بحر خلاف کسب ذون کس میں حضور مولیٰ کی حاجت نہیں ہر واسطے کہ عبد مازون صاحب مال ہے اپنے کسی اور مال کی بیع میں اس کا مولیٰ حاضر ہے ولقیسم منہ باخصص اور مازون کا ثمن مقسوم ہو گا دین والوں میں حصہ رسد و تعلق بکسب حصل قبل الدین او بعدہ اور دین مذکور متعلق ہو گا مازون کی کمائی سے خواہ کمائی قبل دین کے حاصل ہوئی یا دین کے بعد و تعلق بہا و ہب لہ وان لم یحضر مولاہ اور دین مذکور متعلق اس چیز سے ہے جو مازون کو مہبہ کی گئی اگرچہ اس کا مولیٰ حاضر نہ ہو ہذا قید کسب والایہاب لکن بشرط حضور العبد لانه انھم فی کسبہ یعنی عدم حضور قید ہے کسب اور مہبہ قبول کرنے کی یعنی کسب اور مہوب کی بیع میں ادا سے دین کے واسطے مولیٰ کا حاضر ہونا شرط نہیں لیکن غلام کا حاضر ہونا شرط ہے اس واسطے کہ وہ صاحب معاملہ ہے اپنی کمائی میں ثم انما یبدأ بالکسب وعند عدم سیتونی من رقبۃ پھر دریافت کرنا چاہیے کہ ادا سے دین کے واسطے کسب ہی سے ابتدا ہوگی اور کمائی کے ہونے کے وقت اس کی گردن سے دین ادا کیا جاوے گا یعنی مازون کو بیع کر قلت والاکسب الحاصل قبل الاذن حق المولی فلا اخذہ مطلقاً قال شیخنا ومفادہ ان لو اکسب المحور شیئاً وادفعہ عند آخر ویک فی ید المودع للمولی تفضیلتہ لانه لو دفع الفاضل قائلہ میں کہتا ہوں اور وہ کسب جو حاصل ہوا ہے اذن سے پہلے سو وہ مولیٰ کا حق ہے تو مولیٰ کو اس کا لینا مطلقاً جائز ہے خواہ مازون پر دین ہو یا نہ ہو ہمارے استاد خیر الدین رحلی نے کہا کہ مولیٰ کے حق ہونے سے مستفاد ہوتا ہے کہ اگر غلام مجبور کوئی چیز کسب کرے اور دوسرے شخص کے پاس ودیۃ رکھے اور مودع کے ماتحت میں وہ چیز تلف ہو جائے تو مولیٰ کو اس سے تاوان لینا جائز ہے اس واسطے کہ غاصب مودع کے ملزوم ہے سو اس کو تاوان کرنا متعلق الدین بما اخذہ مولاہ منہ قبل الدین دین متعلق نہ ہو گا اس مال سے جو مازون کے مولیٰ نے اس سے لیا دین ہونے سے پہلے اس



واسطے کہ اس نے اپنا خالص حق لیٹو لب الماذون بما یحق من الدین زائد ان کسبہ وثمنہ بعد عتقہ ولای یباع ثانیاً اور ماذون سے اس دین کا جو زائد باقی رہ گیا ماذون کے کسب اور ثمن سے مطالبہ ہوگا اس کے آزاد ہونے کے بعد اور دوسری بار وہ نہ بچا جاوے گا دین باقی ادا کرنے کے واسطے یعنی اس واسطے کہ اگر اس کی بیع دوبارہ جائز ہو تو کوئی مشتری اس کو جان کر خرید نہ کرے گا تو بیع اس کی ممتنع ہوگی بالفکلیہ تو دین والوں کا ضرر ہوگا ولولہ اخذ غلۃ مثلمہ بوجود دنیہ و ما زاد للفرء یعنی لو کان المولیٰ یاخذ من العبد کل شئ عشرۃ درہم مثلاً قبل حقوق الدین کان لہ ان یاخذ ما بعد حرقہ استحساناً لانه لو منع منہا بکسر علیہ فینسد باب الکتساب اور ماذون کے مولیٰ کو مثل ماذون کے کما فی لینا باوجود اس کے مدیون ہونے کے جائز ہے اور جو اس سے زیادہ ہو تو وہ دین والوں کا حق ہے یعنی اگر مولیٰ غلام سے چربی دس درہم مثلاً لیتا ہو قبل لاحق ہونے دین کے تو اس کو دس درہم کا لینا دین لاحق ہونے کے بعد بھی بطریق استحسان کے جائز ہے اس واسطے کہ مولیٰ اگر اس قدر کے لینے سے روکا جائے تو وہ اپنے غلام ممنوع التصرّف کو دے تو کما فی کرنے کا ہوا دواہ ہی بند ہو جائے تو دین والوں کا نقصان ہوگا وینحی کجہ ان علم یونفسہ لیس الضرر عنہ و اکثر اہل سوقہ ان کان الاذن شائعاً اور عبد ماذون مجبور ہو جاوے گا مولیٰ کے حجر کرنے اور رک دینے سے بشرطیکہ خود ماذون کو اور اس کے اکثر اہل بازار کو حجر کرنے کا علم ہو اگر مولیٰ کا ماذون مشہور ہو بازار یوں میں ماذون کا علم اس واسطے شرط ہوتا کہ ضرر اس سے دفع ہو م یعنی اگر ماذون مجبور ہو سکے بدون اس کی اطلاع کے تو جو کچھ وہ تصرف کرے گا بعد حجر کے وہ دین اس کو دینا پڑے گا آزاد ہونے کے بعد اپنے خالص مال سے اما اذا لم یعلم بہ ای بالاذن الا العبد حصہ لکفی فی حجر علیہ بقطر ولا یشرط مع ذلک علم اکثر اہل سوقہ لا تنفذ الضرر اور جب کہ ماذون کو کوئی نہ جانتا ہو تمنا غلام کے سوا تو اس کے حجر کرنے میں نقطہ اسی کا علم لکفیت کرتا ہے اور اس کے ساتھ اکثر اہل بازار کا معلوم کرنا شرط نہیں بسبب نہ ہونے ضرر کے و فی البرازیۃ بارع عبدہ الماذون ان لم یکن علیہ دین صادر مجبوراً علیہ علم اہل سوقہ بیعہ ام لا لیس علیہ دین لا مال یقبضہ مشتری لفساد البیع اور برازیہ میں ہے کہ مولیٰ نے اپنے عبد ماذون کو بیچا اگر اس پر کسی کا دین نہ ہو تو وہ مجبور ہو گیا خواہ اہل بازار کو اس کے پک جانے کا علم ہو یا نہ ہو بسبب صحیح ہونے اس کی بیع کے اور اگر اس پر دین ہو تو مجبور ہو گا جب تک کہ اس کا مشتری اپنے قبضہ میں نہ لاوے بسبب قاسد ہونے بیع کے م م بیع قاسد میں قبض کے بعد مشتری مالک ہوتا ہے دل الاخر ما نسخہ ان دیونہم حالئہم الا اذا کان بالثمن وفاروا براد والعبد ادا دی المون و تمامہ فی الصراحۃ اور کیا دین والوں کو نسخ بیع ماذون کا اختیار ہے یا نہیں جواب اس کا یہ ہے کہ اگر ان کے دیون بلا مدت کے فی الحال ہوں تو وہاں نسخ ان کے اختیار میں ہے مگر جب کہ ماذون کے ثمن سے ادائے دیون ممکن ہو یا دین والوں نے اس کو معاف کر دیا ہو تو مولیٰ نے دین ادا کر دیا ہو تو بیع نسخ نہ ہوگی اور پورا بیان اس کا سراجہ میں ہے دہوت سیدہ و جنونہ مطبقاً و کذا یجنون الماذون و حقہ ایضاً دار الحرب مرتدا وان لم یعلم احد بہ لانه موت حکماً اور ماذون مجبور ہو جاتا ہے اپنے مالک کی موت سے اور اس کے جنون مطبق ہونے سے اور اس کے دار الحرب میں مل جانے سے مرتد ہو کر اور اسی طرح ماذون کے جنون سے اور اس کے لاحق ہونے سے دار الحرب میں مرتد ہو کر اگرچہ حق دار الحرب کو کوئی نہ جانتا ہو اس واسطے کہ وہ حکمی موت ہے م محمد بن حسن سے روایت ہے کہ جنون مطبق وہ ہے کہ سال بھر سے یا زیادہ اور جو اس سے کم ہو وہ مطبق نہیں لکذا فی الطحاوی وینحی حکماً باباقہ دان لم یعلم احد بجنونہ ولوعا و منہ اوافق من جنونہ لم یعد الاذن فی نسخ بیعی و قسائی اور ماذون مجبور ہو جاتا ہے حکماً اس کے بھاگ جانے سے اگرچہ کوئی نہ جانتا ہو مانند مجنون ہو جانے ماذون کے اور اگر وہ پھر اوے بھاگنے کے بعد پاموش میں ہو جائے اپنے جنون سے تو اذن سابق عود نہ کرے گا صحیح قول میں لکذا فی الزیلعی والقیستانی و باستیلا دنا بان ولدت منہ فادعہ کان حجر اذ لا مال لہ بصر بخلافہ اور جاریہ ماذون مجبور ہو جاتی ہے استیلا سے اس طرح پر کہ جنی مولیٰ سے پھر اس کے ولد کا مولیٰ نے دعویٰ کیا تو یا استیلا دجر ہوگا حکماً باعتبار ولایت حال کے جب تک کہ مولیٰ اس کے خلاف کی تصریح نہ کرے م استیلا د اس واسطے حجر حکمی ہوا کہ عادت میں جاری سے کرام ولد پردہ میں رہتی ہے اور مالک اس کے نکاح سے اور لوگوں کے ساتھ اختلاط کرنے سے خرید و فروخت میں راضی نہیں ہوتا تو یہ دلیل ہے حجر کی یاں اگر مولیٰ استیلا د کے بعد تصریح کر دے اذن براء

سلا قال الطحاوی الغدۃ کل ما یحصل من اجرة النظام اور ربع الارض او کراہ انداد و نحو ذلک ۱۲ من

کی توجہ ثابت نہ ہوگا اس واسطے کہ دلائل سے صراحت فوق سے کذا فی المطاوعی لاتیجہ بالتدبیر مذکور نہیں ہوتی تدبیر سے یعنی اس واسطے کہ مدبرہ کو پردہ میں رکھنے کی عادت نہیں تو دلیل جحر کی نہ پائی گئی و ضمن بہا قیمتہا فقط للفرار و علیہا دین محیط اور مولیٰ استیلاء و تدبیر سے ام ولد اور مدبرہ کی فقط قیمت کا تاوان دین دین والوں کو بشرطیکہ دونوں پر دین محیط ہووے مہم فقط کی قید اس واسطے لگائی کہ اگر قیمت سے زیادہ دین ہو تو اس کا مطالبہ آزاد ہونے کے بعد ہوگا اقرارہ مبتداء بعد جحرہ ان مامعہ امانۃ او غصب او دین علیہ لا تخرج خبر مجرہ ہونے کے بعد مازون کا یہ اقرار کرنا کہ جو اس کے پاس ہے وہ امانت ہے یا غصب ہے یا اس پر دین سے دوسرے شخص کا صحیح سے شارح نے کہا اقرارہ مبتداء سے اور صحیح اس کی خبر ہے فی قضیہ منہ وقال لا یصح تو دین وغیرہ ادا کرے اپنے مال مقبوض سے اور صاحبین نے کہا کہ اس کا اقرار مذکور صحیح نہیں و احاطہ دینہ ببالہ و رقبۃ لایک سیدہ مامعہ مازون کا دین محیط ہو گیا اس کے مال اور اس کی ذات کو تو اس کا مالک اس کے پاس کے مال کا مالک نہ ہوگا مہم اس واسطے کہ مولیٰ اپنے غلام تاجر کے مال کا اس وقت مالک ہوتا ہے اس کا خلیفہ ہو کر جب اس کی حاجت سے فارغ ہو وراثت کے مانند اور جس مال کو دین محیط ہے وہ اس کی حاجت میں مشغول ہے تو مولیٰ اس میں خلیفہ نہ ہوگا اور وہ مال اس کی ملک میں داخل نہ ہوگا فلیحقق عبد من کسبہ تجریرہ مولانا وقال لیکل یحقق و علیہ قیمتہ مومرا و مومرا فلیحق ان یغنیوا البعد المفقوت ثم یرجع علی المولیٰ ابن کمال تو آزاد نہ ہوگا وہ غلام جو مازون مدیون کی کمائی سے ہے اس کے مولیٰ کے آزاد کرنے سے اور صاحبین نے کہا کہ مولیٰ مازون کے مال کا مالک ہے تو اس کے آزاد کرنے سے اس کا غلام آزاد ہوگا اور مولیٰ پر اس کی قیمت دینی لازم ہوگی مگر مولیٰ مقدور والا ہو اور اگر تنگ دست ہو تو مازون کے دین والوں کو اختیار ہے کہ غلام آزاد سے تاوان لیں پھر غلام آزاد مولیٰ سے بھر لے کذا صرح ابن کمال و لو اشتری فارح محرم من المولیٰ لم یحقق ولو ملکہ لحقق اور اگر مازون مولیٰ کا قرابت دار محرم خرید کرے تو آزاد نہ ہوگا اور اگر مولیٰ مازون کی کمائی کا مالک ہوتا تو اس کا محرم آزاد ہوگا بجز خرید کے مہم یہ مسئلہ اور اس کے بعد کا مسئلہ اس پر متفرع ہے کہ مولیٰ کسب مازون مستغرق بالذین کا مالک نہیں و لو املت المولیٰ مافی یدہ من الرقیق ضمن ولو ملکہ لم یحقق خلافاً لہما بنا علی ثبوت الملک وعدمہ اور اگر مولیٰ تلف کر ڈالے اس کو جو مازون کے قبضہ میں غلام ہے تو مولیٰ پر تاوان لازم ہوگا اور اگر مولیٰ اس کی کمائی کا مالک ہوتا تو تاوان نہ دیتا برخلاف مذہب صاحبین کے بنا اس خلاف کی ثبوت ملک اور عدم ثبوت ملک پر ہے فان لم یحیط دینہ ببالہ و رقبۃ صحیح تحریرہ اجماعاً اور اگر مازون کا دین اس کے مال اور اس کی ذات کو محیط نہ ہو تو مولیٰ کا آزاد کرنا مازون کے غلام کا باتفاق امام اور صاحبین کے درست ہے و صحیح اعتقادہ حال کون المازون مدیون و لو یحیط اور صحیح ہے مولیٰ کو آزاد کر دینا مازون کا مازون کے مدیون ہونے کی حالت میں اگرچہ دین محیط ہو مہم اعتقاد مازون بالا جملہ صحیح ہے خلاف تو فقط مازون کے کسب میں استغراق دین کے وقت ہے و ضمن المولیٰ للفرار الاقل من دینہ و قیمتہ اور تاوان دے مولیٰ مازون کے دین والوں کو کم تر اس کے دین اور قیمت سے مہم یعنی اگر دین کم ہو قیمت سے تو دین کا تاوان دے اس واسطے کہ ان کا حق نہیں مگر دین میں اور اگر قیمت کم ہو دین سے تو قیمت کا تاوان دے اس واسطے کہ ان کا دین مطلق ہے اس کی ذات سے اور ذات کو اس کی تلف کر دیا یعنی آزاد کرنے سے کذا فی الدرر وان شادوا لیسوا البعد بکل دیونہم و باتباع احدہما لیسوا الا انہما لکیفیل مع مکفول عنہ اور اگر دین دالے چاہیں تو غلام آزاد کا بیچا کریں اپنے تمام دین کے واسطے اور مولیٰ اور غلام آزاد میں ایک کے بیچا کر کے سے دوسرا شخص بری الذمہ ہوگا تو مولیٰ اور اس کا غلام کیفیل یعنی ضامن کے مانند ہے مکفول عنہ کے ساتھ مہم یعنی جس طرح کیفیل کے مطالبہ کرنے سے مکفول عنہ بری الذمہ نہیں ہوتا اور مکفول عنہ کے مواخذہ سے کیفیل بری الذمہ نہیں ہو جاتا و طلب بالقی من دینہم اذا لم تلف بہ قیمتہ بعد عتقہ لتقرہ فی ذمتہ اور جو ان کا دین باقی رہ گیا اس کا مطالبہ ہوگا مازون کی آزادی کے بعد بسبب ثابت ہو جانے دین کے اس کے ذمہ یہ مطالبہ اس وقت ہوگا جب کہ اس کی قیمت ادا دے دین کے واسطے کفایت نہ کرے لی صحت تدبیر ولا تنجی و یخیر الفراد کعتقہ الا ان من اختار احد الشیخین لیس لا الرجوع شہد او صحیح ہے مازون کو مدبر کرنا اور تدبیر سے وہ مجرر النقص نہ ہوگا اور دین والوں کو کفایت ہوگا نصیب مولیٰ اور استعلاء مازون میں اس کے عتق کے مانند مگر عتق اور تدبیر میں اختلاف ہے کہ جو دین والا ایک چیز اختیار کرے گا اس کا پھر نادرست نہیں کذا فی شرح التکلمہ مہم یعنی اگر دین والے مولیٰ سے غلام کی قیمت کا تاوان لیں تو وہ غلام سے مطالبہ نہیں کر سکتے اس کے آزاد ہونے تک اور وہ مازون بنارے گا بجا



باقی اور اگر غلام سے سچی کرا دی تو اس کی محنت مزدوری سے اپنے دیون لیں اور وہ بطور سابق ماذون بنائے گا کذا فی الطحاوی و فی البدایہ ولو کان الماذون مدبرا  
 ادا و ولد لم یضمن معتبلا ان حق الغراء لم یعلق برقبته لانهما لا یباعان بالدين اور ہدایہ میں ہے اور اگر ماذون مدبر یا ام ولد ہو تو ان کی قیمت کا تاوان لازم نہ ہو گا اس واسطے کہ  
 دین والوں کا حق ان کی گردن سے متعلق نہیں ہوا کیونکہ ام ولد اور مدبر دین میں بیع نہیں ہوتے مگر یعنی اگر مدبر یا ام ولد کو مولیٰ ماذون کرے اور ان پر لوگوں کا دین ملام  
 جو بھران کو مولیٰ آزاد کر دے تو مولیٰ پر تاوان قیمت لازم نہ ہو گا ولو اعتقہ المولیٰ باذن الغراء فلم یضمن مولاه زلیعی اور اگر ماذون کو مولیٰ نے دین والوں کے اذن سے  
 آزاد کر دیا تو ان کو اس کے مالک سے تاوان لینا جائز ہے کذا فی الزلیعی م یہ مسئلہ اعتاق سے متعلق ہے نہ مسئلہ مدبر سے و الماذون ان باعہ سیدہ باقی بن المذون  
 وغیرہ مشتری قیدہ لان الغراء اذا قدر و اعلى العبد کان ثم فسخ البیع كما مر من الغراء بالباع قیمتہ لتعدیہ اور ماذون کو اگر اس کے مالک نے دیون سے کم تر کو بیچا اور مشتری  
 نے اس کو غائب کر ڈالا تو دین والے بچنے والے سے اس کی قیمت کا تاوان لینا بسبب تعدی مالک مصنف نے غائب کر ڈالنے کی قید اس واسطے لگائی کہ دین والے  
 جب غلام پر قادر ہوں تو ان کو فسخ بیع کا اختیار ہے چنانچہ گز گیا فان رد العبد علیہ بعینہ قبل القبض مطلقا و بخیار ردیۃ او شرط او بعده بقضاء ربح السیدہ بقیمتہ  
 علی الغراء و عا و حتم فی العبد لزوال المانع سو اگر غلام بھیر و یا جائزے عیب کے سبب سے قبل از قبض مشتری کے مطلقا خواہ قضا سے یا رضا سے یا پھر اجائز  
 خیار ردیۃ یا خیار الشرط سے یا قبض کے بعد حکم قاضی پھر اجادے تو مالک اس کی قیمت بھیر لے دین والوں سے اور دین والوں کا حق غلام مذکور میں پھر ثابت ہو گا  
 بسبب دور ہو جانے مانع کے م یعنی تاوان مولیٰ کا سبب زائل ہو گیا یعنی بیع اور تسلیم کذا فی المنع وان رد بعد القبض لا یقضی الا بقضاء فلا یسئل لهم علی العبد و لا للمولیٰ علی قیمتہ  
 فان رد بالتراضی اقالہ وی بیع فی حق غیرہا اور اگر غلام بھیر و یا قبض مشتری کے بعد با حکم قاضی تو دین والوں کے واسطے کوئی راہ نہیں غلام پر نہ رد بیع کی نہ استعفاء کی  
 اور نہ مولیٰ کے واسطے کوئی راہ ہے قیمت پر یعنی مولیٰ نے جو دین والوں کو قیمت دی تھی اس کا استرداد نہیں ہو سکتا اس واسطے کہ رد بیع تراخی سے و حقیقت اقالہ  
 ہے بیع کا اور اقالہ بیع سے غیر عاقلین کے حق میں یعنی غلام کے حق میں کذا فی الطحاوی وان فضل من دینہم شیء رجوعا بہ علی العبد بعد الحریۃ كما مر اور اگر بعد ضمان مولیٰ  
 دین والوں کے دین سے بچھڑ جاتی رہے تو وہ لوگ غلام سے اس کو پھر لیں اس کی آزادی کے بعد چنانچہ مذکور ہو چکا او ضمنوا مشتری عطف علی البائع ای الشارح و ضموا  
 مشتری و بیع مشتری بالثمن علی البائع یا دین والے تاوان لیں عہد مغیب کے مشتری سے یعنی اگر چاہیں تو مشتری سے تاوان لیں اور مشتری اس کا ثمن بائع سے پھر  
 لے شارح نے کہا قولہ و ضمنوا مشتری بائع پر عطف ہے م طحاوی نے کہا یوں کہنا شارح کو بہتر تھا کہ ضمن الغراء پر عطف ہے او اجاز و البیع واخذ و الثمن لا  
 قیمتہ العید یا دین والے بیع کو جائز رکھیں اور اس کا ثمن لیں نہ قیمت غلام کی م زلیعی میں ہے خلاصہ یہ ہے کہ دین والوں کو ثمن چیزوں میں اختیار ہے چاہیں بیع کو  
 جائز رکھیں اور چاہیں بائع سے تاوان لیں چاہیں مشتری سے اور جس سے تاوان لینا اختیار کریں گے تو دوسرا بری الذمہ ہو جائے گا وان باعہ السیدہ مملوۃ یعنی مقرا  
 بہ منکر الکاسی و تحقق المخاصمۃ و یسقط خیار مشتری لا الغراء اور اگر ماذون کو اس کے مالک نے بیچا اس کا دین جتا کہ یعنی مقردین ہو کر نہ منکر ہو کر چنانچہ ان کا  
 مسئلہ عنقریب آدے گا۔ اعلام دین کی قید اس واسطے لگائی تا مخاصمت مشتری کی ثابت ہو اور خیار مشتری کا ساقط ہو م قولہ مقرا بہ تفسیر ماقبل کی صلاحیت نہیں رکھتا تو  
 یوں شارح کو بہتر تھا و اقر مشتری بیکہ احتراز واقع ہوتا اس صورت سے جب کہ مشتری دین کا منکر ہو بائع کی غیبت میں تو اس حالت میں وہ مخاصم نہ بھڑے گا کذا  
 فی الطحاوی فللغراء و البیع یعنی اگر مالک نے دین جتا کہ بیع کی اور مشتری دین کا مقرب ہے تو دین والوں کو رد بیع میں اختیار ہے ان لم یصل ثمنہ الیہم لان قبضہم الثمن  
 دلیل الرضی بالبیع رد بیع میں اختیار ہے بشرطیکہ دین والوں کو اس کا ثمن نہ پہنچا ہو اس واسطے کہ ان کا ثمن قبض کرنا بیع کی رضامندی کی دلیل ہے الا اذا کان فیہ محاباة  
 قبض ثمن رضامندی کی دلیل ہے مگر جب کہ ثمن میں محاباة ہو یعنی ثمن قیمت سے کم تر ہو م یعنی اگر ثمن قیمت سے کم تر ہو گا تو دین والوں کو رد بیع جائز ہے اگرچہ ثمن  
 قبض کر چکے ہوں اس واسطے کہ وہ کہیں گے کہ ہم نے اس خیال سے قبض کیا تھا کہ وہ قیمت سے کم نہیں ہے اور اس کا محل وہ ہے جب کہ ثمن ان کے دین کو  
 کفایت نہ کرے اور اگر کفایت کرے گا تو بیع نافذ ہوگا اگرچہ اس میں محاباة ہو اس واسطے کہ اس میں مالک کا نقصان ہے نہ دین والوں کا کذا فی الطحاوی فان ان

رفع اذنیقین البیع ابن کمال اور اگر ثمن قیمت سے کم ہو تو یا ثمن ٹھہرایا جاوے یا بیع منقوض ہو کذا ذکرہ ابن کمال وقال المصنف ہذا اذا کان الدین حالاً وکان البیع بلا طلب الغیر والتمس لایق بدینہم والا فالبیع نافذ لزوالمال المانع اور مصنف نے شرح میں کہا کہ یہ یعنی دین والوں کو بیع کا اختیار اس وقت ہے جب کہ ان کا دین بلا مدت ہو اور بیع ان کی خواہش سے نہ ہو اور ثمن غلام کا ان کے ادائے دین کے واسطے کفایت نہ کرتا ہو اور نہیں تو بیع نافذ ہوگی زوال مانع کے سبب سے یعنی اگر دین محل ہو یا بیع ان کی خواہش سے ہو یا ثمن ادائے دین میں کافی ہو تو ان کو بیع کا اختیار نہ رہے گا اس واسطے کہ مانع نفاذ بیع ان کا حق تھا تو میںوں صورتوں میں نافذ ہو ان غاب البائع وقد قبضہ المشتري فالمشتري ليس خصم لهم لو منعوا ذیہ خلافاً للثانی ولو منعوا تخلف کما مر اور اگر بائع ماذون کا غائب ہو اور مشتری اس پر قبضہ کر چکا ہو تو مشتری دین والوں کا خصم نہیں اگر مشتری ماذون کے مدیون ہونے کا منکر ہو بخلاف مذہب ابو یوسف کے کہ وہ خصم ہے اور اگر مشتری دین کا مقرر ہو تو وہ خصم ہے چنانچہ گزر گیا ولو بقلبه بان غاب المشتري والبائع حاضر فالحکم کذلک ای لا خصوصاً اجماعاً حتی یحضر المشتري لکن لہم نصین البائع قیمۃ واجازۃ البیع واخذ الثمن اور اگر اس کا الثاب ہو یعنی مشتری غائب ہو اور بائع حاضر ہو تو بھی ایسا ہی حکم ہے یعنی خصوصیت نہیں بالاتفاق مشتری کے حاضر ہونے تک لیکن دین والوں کو اس کی قیمت کا تاوان لینا یا بیع کو جائز رکھنا اور اس کا ثمن لینا درست ہے عہد مقدم مصر اور قال انا عبد فلان ماذون فی التجارۃ فباع واشتری فهو ماذون وحینئذ لزمہ کل شیء من التجارۃ ایک غلام شہر میں آیا اور بولا کہ میں فلا نے کا غلام ماذون فی التجارۃ ہوں اور اس نے بیع اور مشتری کی تو وہ ماذون ہے اور اس وقت میں اس کو ہر چیز تجارت کی لازم ہوگی م یہ استحسان ہے اس واسطے کہ یہ خبر سے معاملات میں اور ایک شخص کی خبر معاملات میں مقبول ہے وکذا الحکم ولو واشتری العبد وباع ساکناً عن اذنه وحجرہ کان ماذوناً استحساناً للضرورة التعالیٰ و امر المسلم بحمل علی الصلاح فیعلیہ ضرورۃ شرح الجامع ومفادہ تقييد المسئلة بالمسلم ابن کمال اور اسی طرح کا حکم ہے اگر غلام نے خرید و فروخت کی اپنے ماذون بعد مجھ ہونے سے ساکت ہو کر تو وہ غلام ماذون ٹھہرے گا استحسان کا راہ سے بسبب ضرورت تعالیٰ کے اور مسلمان کا حال خیر اور صلاح پر محمول ہے تو اس کی خرید و فروخت ماذون ہونے پر محمول ہوگی کذا فی شرح الجامع اور تعلیل مذکور سے مستفاد ہوا قیہ نگا تا مسد کا مسلم کے ساتھ کذا

ذکرہ ابن کمال یعنی خرید و فروخت ... بلا بیان اذن اور حجر کے اس وقت ماذون ہونے پر محمول ہوگی جب کہ غلام مسلمان ہو اور اگر غلام کافر ہو تو ماذون ہونا اس کا ثابت نہ ہوگا لیکن لایباع لدینہ اذ لم یف کسبہ الا اذا اقر مولاه ہ ای بالاذن ای اثبتہ الغیرم بالینتہ ولکن غلام مذکور اپنے دین میں بیچا جاوے گا جب کہ اس کا کسب ادائے دین کے واسطے کافی نہ ہوگا مگر جب کہ اس کا مولیٰ اذن کا اقرار کرے یا دین والا اذن کو گواہوں سے ثابت کرے و تصرف البیعی والمعتوہ الذی یعقل البیع والشرا ان کان ناقعاً محضاً کالاسلام والالتباب صح بلا اذن جو صغیر اور معتوہ کہ بیع اور شرا کو سمجھتا ہو جتنا ہے اس کا تصرف اگر نافع محض ہے چنانچہ مسلمان ہونا اور یہ قبول کرنا تو صحیح ہے بلا اذن والی کے وان ضاراً کالطلاق والعتاق والصدقة والقرض لا واذن بہ ولیہما اور اگر تصرف مضرت رساں ہو چنانچہ طلاق اور عتاق اور صدقہ اور قرض دینا تو صحیح نہیں اگرچہ اس تصرف کا صغیر اور معتوہ نے اذن دیا ہو م ضرر سے دیوی ضرر مراد ہے اگرچہ اس میں آخرت کا نفع ہو چنانچہ صدقہ اور قرض دینا و ما ترد من العقود بین نفع و ضرر کا بیع والشرا توقف علی الاذن حتی لو بلغ فاجازۃ نفذ اور عقود میں سے جو عقد کہ نفع اور ضرر کے درمیان میں دام اور تحمل ہو چنانچہ بیع اور شرا تو وہ دلی کے اذن پر موقوف ہے تو اگر صغیر بالغ ہو جائے اور اس عقد کو جائز رکھے تو نافذ ہوگی م طحاوی نے کہا اگر شرا بجا حتی لو بلغ کے دلو بلغ کہتا تو بہتر ہوتا اس واسطے کہ تصرف کی کوئی وجہ نہیں فان اذن لہما الولی فجاء فی شرا و بیع کبیر ماذون فی کل احکامہ اور اگر صغیر اور معتوہ کے دلی نے اذن دیا تجارت کا تو وہ دونوں خرید و فروخت میں عہد ماذون کے مانند ہیں ماذون کے سارے احکام میں م م م جملہ احکام مذکورہ یہ ہے کہ اذن تجارت کا ایک قسم کے ساتھ مقید نہ رہے گا اور مخصوص زبان نہ ہوگا اور اگر صغیر اور معتوہ کو ان کا دلی خرید کرتے دیکھ کر سکوت کرے گا تو یہ سکوت بجلائے اذن ہوگا وغیرہ

ذلک من احکام الماذون والشرط للصحة الاذن ان یعقل البیع سالباً للملک عن البائع والشرا وجب البائع ان یقصد الریح ولیرت الغبن الیسیر من الفاحش وهو ظاهر اور اذن صحیح ہونے کی شرط یہ ہے کہ صغیر اور معتوہ اتنا بوجہتے ہوں کہ بیع ملک کی سلب کرنے والی ہے یا بیع سے اور خرید ملک کی کھینچ لانے والی ہے مشتری کے واسطے زبلی نے اس قدر زیادہ بیان کیا ہے اور یہ شرط ہے کہ صغیر یا معتوہ خرید و فروخت سے نفع حاصل کرنے کا ارادہ رکھتا ہو اور نقصان قلیل کو نقصان



کثیر سے متنازع کرتا ہو اور یہ قول ظاہر سے وولیہ ابوہ تم وصیہ بعد موتہ تم مہر کیانی القہستانی عن العمدیہ او صغیر یا معتوہ کا ولی اس کا باپ ہے پھر اس کا وصی اس کی موت کے بعد پھر باپ کے وصی کا وصی چنانچہ قہستانی میں سے عمدیہ سے تم بعد ہم جدہ الصصح وان علام وصیہ تم وصیہ قہستانی زاد القہستانی والزیلعی تم الوالی بالطریق الاولی پھر ان تینوں کے بعد جرح اس کا ولی ہے اگرچہ جد عالی جو یعنی پردادا سردادا پھر اس کا وصی پھر دادا کے وصی کا وصی کذا فی القہستانی قہستانی اور زیلعی نے اتنا زیادہ کہا ہے پھر والی یعنی حاکم ولی سے بطریق اولی م قہستانی اور زیلعی نے والی کو قاضی کے بعد ذکر کیا ہے اور مراد وہ والی ہے جس کی ولایت میں قضا سے جو حاکم کہ قاضی نہیں اس کا اذن جائز نہیں کذا فی الطحاوی ثم القاضی او وصیہ ایما تصرف یصح فلذا لم یقل ثم پھر قاضی یا اس کا وصی ولی ہے قاضی اور اس کا وصی جو کوئی ان میں سے تصرف کرے گا تو صحیح ہوگا سوا سی واسطے مصنف نے لفظ تم نہ کہا یعنی یوں نہ کہا کہ تم وصیہ کیونکہ تم ترتیب پر دلالت کرتا ہے اور قاضی اور اس کے وصی کے تصرف میں ترتیب نہیں دون الام او وصیہما ذانی المال بخلاف النکاح کا مرتبہ نہ ماں یا اس کا وصی یعنی ماں صغیر کی یا اس کا وصی صغیر کا ولی نہیں یہ تفصیل ولایت کی مال میں ہے بخلاف نکاح کی ولایت کے چنانچہ کتاب النکاح میں گزر گیا ہم اور ماں کے مانند چچا اور بھائی اور کو تو ال شہر اور عمر اور عالم صغیر کی ولی نہیں کذا فی الطحاوی را ئی القاضی البصی والمعتوہ او عبدہما او عبد نفسہ کما مر یلیع ولشیری فسکت لایکون سکوۃ اذنا فی التجارۃ قاضی نے صغیر یا معتوہ یا دونوں کے غلاموں یا اپنے غلام کو دیکھا بیع کرتے اور خرید کرتے پھر ساکت رہا تو قاضی کا سکوت تجارت کا اذن نہ ہوگا بعد قاضی کا مسئلہ سابق مذکور ہو چکا والقاضی لہ ان یا اذن للیتیم والمعتوہ اذ لم یکن لہ ولی ولجہما اذا کان لکل واحد منہما من البصی والمعتوہ ولی و امتنع الولی من الاذن عند طلب ذلک منہ ای من القاضی زیلعی اور قاضی کو جائز ہے کہ یتیم اور معتوہ کو تجارت کرنے کا اذن دے جب کہ یتیم یا معتوہ کا کوئی ولی نہ ہو اور یتیم اور معتوہ کے غلام کو اذن تجارت دینا قاضی کو جائز ہے جب کہ صغیر اور معتوہ ہر ایک کا ولی موجود ہو اور ولی اذن دینے سے انکار کرے جس صورت میں کہ اذن مطلوب ہو قاضی سے کذا فی الزیلعی م یہ ترکیب مصنف کی تحمل ہے بہترین تھا کہ اذا کان کے مقام پر اذا کان ہوتا قاضی عالمگیری میں ہے کہ اگر صغیر یا معتوہ کا باپ یا اس کا وصی یا دادا ہو پھر قاضی کے نزدیک صغیر یا معتوہ کو تجارت کا اذن دینا مصلحت معلوم ہو یا اس نے اذن دیا اور اس کے باپ نے نہ مانا تو قاضی کا اذن جائز ہے اگر قاضی کی ولایت متاخر ہے باپ کی ولایت سے چنانچہ محیط میں ہے اور اگر قاضی نے صغیر کے غلام کو اذن دیا تجارت کا اور صغیر کا باپ زندہ ہے اور اذن کو مکرمہ جانتا ہے تو جائز ہے چنانچہ مغنی میں ہے انتہی مختصر اور طلب اذن قید نہیں چنانچہ صاحب محیط کے قول سے معلوم ہوتا ہے اور وہ بیانہ کی ادل بہت سے نکلتا ہے کذا فی الطحاوی قلت وفی البرجندی عن الخزانہ لو ابی ابوہ او وصیہ اذن القاضی لہ زاد شارح الوہبانیۃ ولا یجوز بعد ذلک اصلاً لاد حکم الابحجر قاضی آخر قد برہن کتاہوں اور برجندی میں خزانہ سے منقول ہے اگر صغیر کا باپ یا اس کا وصی اذن سے انکار کرے تو قاضی کا اذن اس کے واسطے صحیح ہے شارح وہبانیہ نے اتنا زیادہ کہا اور اس کے بعد صغیر اصلاً مجوز نہ ہوگا اس واسطے کہ قاضی کا اذن حکم سے اور حکم دفع نہیں ہوتا مگر دوسرے قاضی کے ردک دینے سے سوا اس کو خود کفر و فروع مسائل ملحقہ شارح کے لواقرا لسان بامعہما من کسب اور شارح علی الظاہر کما ذون در اگر صغیر اور معتوہ اقرار کریں کسی آدمی کے واسطے اس مال کا جو دونوں کے پاس سے کمائی سے یا میراث سے تو اقرار ان کا صحیح ہے بوجہ ظاہر الروایۃ کے غلام یا ذون کے اقرار کے مانند کذا فی الدرہم یعنی اگر یوں اقرار کریں کہ جو مال ہم کو میراث میں ملا ہے وہ حد حقیقت نفلانے شخص کا ہے تو یہ اقرار صحیح ہے اور غیر ظاہر الروایۃ کا یہ قول ہے کہ کسب میں اقرار صحیح ہے میراث میں صحیح نہیں المآذون لایکون ما ذوناً قبل العلم بہ الا فی مسئلۃ اذا قال با یعوا عبدی فانی اذنت لہ بایعوا وہو لا یعلم بلک صار ما ذوناً بخلاف قولہ با یعوا ابنی الصغیر ما ذون ما ذون نہیں ہوتا اذن کے دریافت ہونے سے پہلے مگر اس مسئلہ میں جب کہ مولی نے کہا خرید و فروخت کر دیر سے غلام سے کہ میں نے اس کو اذن دیا سو لوگوں نے اس سے خرید و فروخت کی اور ملاکہ غلام اس نے کو نہیں جانتا تو وہ ما ذون ٹھہر جاوے گا بخلاف اس قول کے کہ باپ نے کہا لوگوں سے کہ میرے فرزند صغیر سے خرید و فروخت

کروم اذن غلام میں دور و انتہی میں ایک روایت میں قبل علم ماذون ہو جاتا ہے اور دوسری نہایت میں ماذون نہیں ہوتا اور اسی طرح صغیر میں دونوں روایتیں مذکور ہیں چنانچہ تنویر الماذنان سے معلوم ہوتا ہے کذا فی الطحاوی لا یصح الاذن للابن والمقصود المحمود ولا بیئہ اذن صحیح نہیں غلام گر بختہ کے واسطے اور نہ اس غلام کے واسطے جس کا غصب غصب کرنے سے منکر ہے اور مالک کے گواہ نہیں م اور اگر مالک کے پاس گواہ ہوں اور غصب کی گواہی دیں تو اذن صحیح ہوگا ولا یصیر محجوراً بہما علی الصصح اشباہ اور غلام ماذون محجور نہیں ہو جاتا بھاگ جانے اور مقصوب ہو جانے سے بقول صحیح کذا فی الاشباہ و فی الوہابیۃ ۵ ولو اذن القاضی لعلل و قدالی ۵ ابوہ یصح الاذن منہ نتیجہ ۵ اور وہابیہ میں ہے اور اگر قاضی اذن دے صغیر کو اور حالانکہ اس کا باپ انکار کرتا ہے تو اذن صحیح ہے قاضی کی جانب سے ہو صغیر تجارت کے ۵ و صحن یعقوب الصغیر و دیعہ ۵ و تحلیف یضی بہ حدیث منکرہ ۵ ابو یوسف نے تادان لازم کیا ہے صغیر پر استہلاک و دیعت میں اور صغیر کی قسم لینے پر فتویٰ دیا گیا ہے جب کہ وہ منکر ہے م یعنی اگر صغیر محجور نے و دیعت تلف کر ڈالی تو ابو یوسف کے نزدیک اس پر ضمان سے اور طرفین کے نزدیک ضمان نہیں اور اگر و دیعت خود تلف ہو گئی تو بالاتفاق تادان نہیں اور اگر ماذون ہو قبض و دیعت یا تجارت میں یا مکاتب ہو اور و دیعت تلف کر ڈالے تو اس پر اس تادان ہے اور اگر صغیر ماذون پر کسی چیز کا دعویٰ ہو اور وہ انکار کرتا ہو تو اس کی تحلیف میں اختلاف ہے کتاب الاقرار میں مذکور ہے کہ تحلیف پر فتویٰ ہے کذا فی شرح الوہابیۃ بعد البر ۵ ولورین المحجور ادبلا و شری ۵ جزوہ المولیٰ فایتیغیر ۵ لتوقف التصرف المحجور علی الاجازۃ اور اگر محجور نے رکن رکھا یا بیع اور شرکی اور مولیٰ نے اس کو جائز رکھا تو رکن وغیرہ تغیر نہیں بسبب موقوف ہونے تصرف محجور کے اجازت پر م خواہ محجور غلام ہو یا صغیر فاعل قلم یجزی اذن ذی التجارۃ فاجاز لا البعد جاز استحساناً ولو لم یاذن لہ فاعقہ فاجاز مالم یصح اجازۃ سواکر مولیٰ نے عقود مذکورہ کو جائز نہ رکھا بلکہ محجور کو تجارت کا اذن دیا سو جہ ماذون نے عقود مذکورہ کو جائز رکھا تو جائز ہے استحسان کی راہ سے اور اگر اس کو اذن تجارت کا نہ دیا ہو سو اس کو آزاد کر دیا سو اس نے عقود مذکورہ کو جائز رکھا تو اس کی اجازت صحیح نہیں قال کذا البصی المیز مصنف وہابیہ نے کہا اور یہی حکم ہے صغیر منیر کا جو بیع اور شرابو جتنا ہے قلت ولا یحییٰ ان بائوتیترخ ابتداء مند فلا یصح باذن ولی الصغیر کالقرض میں کہتا ہوں اور یہ بات مخفی نہیں کہ جو عقد کہ ابتدا میں احسان بلا بدل ہے وہ مضرب ہے تو امر ضروری صغیر کے اذن سے صحیح نہ ہوگا چنانچہ قرض م شرعیابی نے ذکر کیا کہ من جملہ تصرفات موقوفہ قرض ہے اور قرض مضرب ہے تو نافذ نہ ہوگا اگرچہ ولی اجازت دے جلی نے کہا یہ اعتراض اس پر ہے جو وہابیہ

۵ میں مذکور نہیں اور نہ اس سے مفہوم ہے واللہ تعالیٰ اعلم واستغفر اللہ العظیم ۵





# کتاب الغصب

کتاب ہے غصب کے احکام میں ہونے والا دیکھ کر حرامی وجہ التغلب غصب بفتح غین معجم و سکون ماد مہمل لغت میں عبارت ہے چیز کے لینے سے بطریق برہمتی کے خواہ وہ چیز مال ہو یا مال نہ ہو چنانچہ شخص آزاد کا پکڑ کر کھانا وغیرہ ازالہ ید محققہ و لو حکما کچھ وہ لا اخذہ قبل ان یقولہ اور اصطلاح شرع میں غصب عبارت ہے قبض حق کے زائل کر دینے سے اگرچہ ازالہ قبض حکمی ہو نہ حقیقی چنانچہ مودع کا انکار کرنا نقل مکان سے پہلے اس ودیعت کا جس کو اس نے مال سے لیا تمام قبضہ مودع بالفتح کا قبضہ ہے مودع بالکسر کا انکار کرنے سے پہلے چر جب اس نے ودیعت کا انکار کیا تو مالک کا قبضہ زائل ہو گیا حکما یا ثبات سے بطلان غصب عبارت ہے ازالہ مذکورہ سے قبضہ مبدل کے اثبات کے ساتھ یعنی حق دار کا قبضہ دور کر دینا اور ناحق قبضہ کر لینا یہ حقیقت ہے غصب کی مضمون کے نزدیک غصب عبارت ہے فقط ازالہ ید محققہ سے نہ اثبات ید مبدل سے ولہذا اگر ایک شخص کے ہاتھ میں مودی ہو اور دوسرا آدمی اس پر ہاتھ مارے چھوٹی دریا میں گر پڑے تو تادان لازم ہے حالانکہ اثبات قبض یہاں ثابت نہیں اور اکثر فقہاء کے کلام سے ظاہر ہے کہ ازالہ قبض کے ساتھ اثبات قبض کی ضرورت ہے اور تحقیق یہ ہے کہ غصب دو قسم ہے ایک غصب وہ جو تادان کا موجب ہے تو اس میں فقط ازالہ شرط ہے اور دوسری قسم وہ ہے جو بھیر دینے کا موجب ہے تو اس میں اثبات قبض بھی شرط ہے واسطہ الشافعی اثبات الید فقط والثرۃ فی الزداد مقررہ بستان منصوب لا تضمن عندنا خلافہ در راوہ امام شافعی نے غصب کی تعریف میں فقط اثبات قبض کا اعتبار کیا ہے اور ثمرہ اختلاف کا منصوب کی زائد چیزوں میں تو باغ منصوب کا پھل ہمارے نزدیک مضمون نہیں برخلاف امام شافعی کے کذا فی الدرر یعنی اگر پھل غصب تلف کر ڈالے تو اس پر تادان ہمارے نزدیک نہیں بسبب عدم ازالہ کے و لکن کے نزدیک تادان ہے اثبات ید کے سبب سے اور اگر مالک زداد کو طلب کرے تو بالا جماع تادان ہے کذا فی الطحاوی فی مال فلا تحقیق فی قیۃ و حراز الا اور اثبات ہو مال میں تو غصب ثابت نہیں ہوتا مودار اور شخص آزاد میں اس واسطے کہ وہ مال نہیں مقنوم ای مباح شرعاً قستانی فلا تحقیق فی مسلم ازالہ اور اثبات ہو مال مقنوم میں یعنی جو شریعت میں مباح ہو کذا فی القستانی تو غصب ثابت نہیں ہوتا مسلمان کی شراب میں اس واسطے کہ شراب مسلمان کے حق میں مباح الاستعمال نہیں محرم فلا تحقیق فی مال حربی ازالہ اور اثبات ہو مال محرم میں تو غصب ثابت نہیں ہوتا کافر حربی کے مال میں اس واسطے کہ اس کا مال محرم نہیں قابل للنقل فلا تحقیق بالتعار خلافاً لجمہ مال مذکور قابل ہونقل کرنے کے تو غصب ثابت نہیں ہوتا زمین و بیڑہ غیر منقول میں برخلاف محمد کے غیر وقف میں زمین کا قول صحیح ہے اور وقف میں محمد کا قول صحیح ہے کذا فی الطحاوی بخیر اذن ملکہ احرز بہ عن الودیۃ واعلم ان الموقوف مضمون بالاتفاق مع انہ یس بمملوک اصل صرح ہنی البدائع فلو قال بلا اذن من لا اذن کا فعل ابن کمال لکان ادلی ازالہ اور اثبات ہو مال مذکور میں اس کے مالک کے بلا اذن مصنف نے یہ قید لگا کر ودیعت سے احرز کیا یعنی ودیعت اور اسی طرح عاریت میں ہرچند ازالہ ید محققہ ہے مال مقنوم محرم قابل النقل سے لیکن چونکہ باذن مالک ہے لہذا غصب داخل نہیں اور یہ معلوم کر کے مال موقوف لازم الفہم ہے تلف کر ڈالنے سے باوجود دیکھ وہ اصل کسی کا مملوک نہیں تھریج کی ہے اس کی بدائع میں تو اگر مصنف یہی کہتا ہے ازالہ قبض ہو بدون اذن اس شخص کے جس کو اذن کا اختیار ہے چنانچہ مالک یا متولی وقف جیسا کہ ابن کمال نے کہا ہے تو البتہ خوب ہوتا یعنی اس واسطے کہ مالک مملوک میں زمین پر غصب مذکور ہے اور فقہ میں بھی جایز زمین منصوب کے مسائل وارد ہیں پس یا تو غصب انوی مراد ہے یا یہ کہ قول امام محمد درست ہے اور یہی صحیح معلوم ہوتا ہے

وقف کو بھی غضب شامل ہو جاتا ہے الخفیۃ احتراز بہ عن السرقة و فیہ لایس الکیال کلام ازالہ اور اثبات ہو نہ بطریق غیبیہ کے مصنف نے یہ قید لگائی تا سرقہ نکل جائے  
 غضب سے اور اس میں ابن کمال کا کچھ کلام ہے ہم حاصل کلام ابن کمال یہ ہے کہ سرقہ کا حد دو میں داخل ہونا اس کے داخل ہونے کا غضب میں منافی نہیں سر  
 سرقہ غضب میں داخل ہے باعتبار اپنی اصل کے اور حد دو میں باعتبار بعض خصوصیات کے داخل ہے چنانچہ بیع الفضولی غضب ہے اور حالانکہ کتاب البیوع  
 میں مذکور ہے بعض خصوصیات کی بیع کے سبب سے اور جس کو یہ نکتہ معلوم نہ ہو اس نے لعلی سبیل الخفیۃ کی قید لگائی تا سرقہ غضب سے نکل جائے فاستثنیٰ ہم العی  
 و جمیل الدانہ غضب لازماً بدلا مالک تو خدمت لینا غیر کے غلام سے اور غیر کے جانور پر بوجھ لاؤنا غضب ہے بسبب دور کر دینے قبض مالک کے یعنی اور اثبات قبض نام  
 کے ہم غلام مشترک سے خدمت لینا بدون اذن شریک کے اس کے غضب ہونے میں اختلاف ہے مگر قول راجح لزوم تاوان کا ہے اور مشترک جانور پر سوار ہونے  
 شریک کے تاوان کا موجب ہے بالاتفاق چنانچہ قستانی کے کلام سے نکلتا ہے کذا فی الطحاوی عن ابی المسعود لاجلہ سبب علی بساط عدم از التما فلا یغنی مال  
 سبک بقطع غضب نہیں بیٹھنا اس کا غیر کے فرش پر بسبب زائل کرنے قبض مالک کے تو جاس پرتاوان لازم نہ ہو گا جب تک کہ فرش تلف نہ ہو جائے اس  
 فعل کے سبب سے ہم اس واسطے کہ فرش بچھا نا مالک کا فعل ہے تو نقطہ جلوس سے اس کا ازالہ نہیں ہوتا بدون نقل اور تحویل کے و کذا لو دخل دار النہ  
 منما دمجہ نہو مناسن وان لم یحو لہ ولم یجد لم یغنی من الدار غایتہ اور اسی طرح کا حکم ہے اگر غاصب ایک آدمی کے گھر میں داخل ہوا  
 کچھ اسباب لیا اور منکر ہو گیا تو اس پر تاوان ہے اور اگر اس نے اسباب گھر سے باہر نہ نکالا اور اس کے لینے کا انکار نہ کیا تو تاوان نہیں جب تک وہ چیز ملک  
 نہ ہو جائے اس کے فعل کے سبب سے یا اس کو گھر سے نکال دے جائے کذا فی الخانیۃ یعنی در صورت عدم انکار تاوان نہیں مگر ہلاک یا اخراج سے و حکم الاثم  
 علم انہ مال الغیر اور حکم یعنی اثر مرتب غضب کا گناہ ہے اس شخص کے حق میں جو جانتا ہو کہ مغموب غیر کا مال ہے ہم غضب کا حرام ہونا قرآن اور حدیث سے ثابت  
 قال تعالیٰ ولا تأکلوا اموالکم بینکم بالباطل حق تعالیٰ نے فرمایا نہ کھاؤ اپنے مالوں کو آپس میں ناحق اور حجۃ الوداع کی حدیث میں ثابت ہے کہ تمہارے غم  
 اور تمہارے مال تم پر حرام ہیں جب تک کہ تم اپنے رب سے طوعی قیامت تک ایک شخص کا مال دوسرے پر حرام ہے اور متفق علیہ حدیث میں وارد ہے کہ  
 بالشت بھیر زمین غضب کرے گا اس کی گردن میں حق تعالیٰ سات طبق زمین کا طوق ڈالے گا غضب کے گناہ ہونے میں دلالت کی قید اس واسطے لگائی کہ  
 سے گناہ معاف ہے چنانچہ دوسرے شخص کا مال تلف کر ڈالنا اپنا مال جان کر لیکن تاوان علم اور عدم علم دونوں صورتوں میں واجب ہو گا کذا فی الطحاوی  
 العین قائمۃ والغرم لکنہ لفعلہ او بصرہ او آفتہ سادۃ قستانی اور حکم غضب کا پھیر دینا ہے غضب کی چیز کا اگر وہ قائم اور موجود ہو اور اس کا تاوان دینا  
 تلف ہو گئی ہو اس کے فعل سے یا غیر کے یا آفت سماوی سے کذا فی قستانی ہم غاصب نے غصب پھیر دیا اور مالک نے نہ لیا سودہ اپنے گھر لے آیا اور اس  
 پاس تلف ہو گیا تو اس پر تاوان نہیں اس واسطے کہ غضب اس صورت میں امانت ہو گیا کذا فی الطحاوی ولغیر من علم الاغیر ان فلاثم لاد غطاء و ہور  
 بالحدیث اور غضب کا حکم نادانستہ کے حق میں پھیرنے اور تاوان دینے کا ہے تو غاصب ناواقف پر گناہ نہیں اس واسطے کہ یہ خطا اور چوک ہے اور مالاک  
 پر مؤخذہ نہیں بموجب حدیث کے المغموب منہ مخیر بین تضمین الغاصب و غاصب الغاصب الا اذا کان فی الوقف المغموب بان غصب  
 وقیمتہ اکثر و کان الثانی املاً من الاول فان العثمان علی الثانی کذا فی وقف الخانیۃ مغموب منہ یعنی جس کا مال غضب ہو گیا وہ مختار ہے دو چیز  
 غضب کرنے والے سے تاوان لینے میں اور غضب کرنے والے کے غاصب سے تاوان لینے میں یعنی چاہے غاصب سے تاوان لے چاہے غاصب کے غاصب  
 مگر جبکہ غضب ثانی وقف مغموب میں واقع ہو اس طرح پر کہ غاصب ثانی نے غاصب اول سے غضب کیا ہو اور حالانکہ اس کی قیمت زیادہ تر ہو گئی ہو  
 ثانی ہو زیادہ تر مال دار غاصب اول سے تو البتہ غاصب ثانی پر تاوان واجب ہو گا کذا فی وقف الخانیۃ ہم اگر مالک غاصب اول سے تاوان لے تو وہ غاصب  
 ثانی سے بھرے اور غاصب ثانی سے تاوان لے تو وہ غاصب اول سے تاوان رجوع نہ کرے اور چونکہ عبارت خانیۃ کی موم ہے لہذا عبارت غانیہ کا ترجمہ نقل کر دیا



ہوا وہ پر ہے کہ ایک مرد نے وقف کی زمین غصب کی اور اس کی قیمت ہزار درہم تھی پھر دوسرے شخص نے غاصب سے وہ زمین غصب کر لی اور اب اس کی قیمت زیادہ ہو گئی دو ہزار درہم کے برابر تو وقف کا متولی غاصب ثانی سے تاوان لے اگر وہ مال دار ہے اس واسطے کہ غاصب ثانی تاوان لینا وقف کے واسطے زیادہ ترافع ہے اور اگر غاصب اول زیادہ تر مال دار ہو تو اول یا ثانی جس سے چاہے تاوان لے کذا فی الطحاوی و فی غصبہا غصب مجلہ فاسئلہ و بیس لبن امر من قیمت العجل نقصان الام اور خانہ کی کتاب الغصب میں ہے کہ غاصب نے پھر غصب کیا پھر اس کو ہلاک کیا اور اس کی ماں کا دودھ سوکھ گیا تو غاصب تاوان دے پھر طے کی قیمت کا اور اس کی ماں کے نقصان کا ہم اس واسطے کہ بچہ کا غصب مال کے نقصان کا موجب ہوا اگرچہ غاصب کا فعل اس کی ماں میں ظاہر نہیں تو یہ ضمان ہے تعدی کا نہ ضمان غصب دہی کرا بیتما من ہم حائل غیرہ ممن نقصانہ ولم یومر بعمارة الا فی حائل المسجد اور خانہ کی کتاب الکراست میں ہے کہ جس نے غیر شخص کی دیوار ڈھائی تو اس کے ناقص ہو جانے کا تاوان دے اور اس کو حکم نہ ہو گا دیوار کے بنانے کا مگر مسجد کی دیوار میں بنا دینے کا حکم ہو گا مگر قنہ میں ہے کہ غیر کی دیوار گرائی تو گھر کی قیمت کی جاوے دیواروں کے ساتھ پھر قیمت کی جاوے بدون دیواروں کے تو تاوان دے مابین قیمتین کے تفاوت کا و فی القنیۃ تصرف فی ملک غیرہ ثم ادعی انہ کان باذنہ قال قول للمالك الا اذا تصرف في مال امرأة فماتت و ادعی انہ کان باذنہا و انکر الوارث قال قول للزوج و رقیہ میں ہے کہ ایک شخص نے غیر کے ملک میں تصرف کیا پھر دعویٰ کیا کہ تصرف مالک کے اذن سے تھا تو مالک کا قول مقبول ہو گا مگر جب کہ اپنی عورت کے مال میں تصرف کیا ہو سو وہ مگرئی اور زوج نے دعویٰ کیا کہ تصرف اس کے اذن سے تھا اور وارث اس کا منکر ہے تو زوج کا قول مقبول ہو گا و یجب رد عین المخصوصہ بالم تیعیر لغير فاشا فاحتجی اور غصب پر واجب ہے پھر دینا مخصص کا بعینہ جب تک مخصص متغیر تغیر فاشا ہو گیا ہو کذا فی المجتبیٰ ہم جب کہ مخصص غاصب کے فعل سے اتنا متغیر ہو کہ اس کا نام اور اس کا عمدہ قائمہ زائل ہو جائے تو مخصص مزہ کی ملک اس سے زائل ہو جاتی ہے اور غاصب اس کا مالک ہو جاتا ہے اور تاوان اس پر لازم ہوتا ہے چاہے بلا ادائے عوض غاصب کو اس سے نفع لینا حلال نہیں اور اگر مخصص ناقص ہو گیا تو غاصب پر ضمان نقصان اور پھر دینا لازم ہو گا اور اگر مخصص قائمہ ہو گیا غاصب کے پاس تو مالک پھر لینا زیادت کے ساتھ جائز ہے کذا فی الطحاوی مخصص کا نام زائل ہونا چنانچہ تھان پھاڑ کر تبا یا قیص سینا یا گیوں میں کر دہی پکانا فی مکان غصبہ تفاوت الیوم باختلاف الاماکن پھر دینا عین مخصص کا واجب ہے اس کے غصب کرنے کے مکان میں بسبب تفاوت ہونے قیمتوں کے مکانات کے اختلاف ویرا برد و لو بغیر علم المالك فی البرزانیۃ غصب و راہم انسان من کبیر ثم رد ما فیہ بلا علم برئ و کذا الوسلۃ الیہ بحجۃ اخری کہتہ او ابداع او شرا و کذا الواعظہ فاکملہ خلافا لثانی زلیعی اور غاصب بری الذمہ ہو جاتا ہے عین مخصص کے پھر دینے سے اگرچہ پھر دینا کذا انتہی سے ہو بزانہ یہیں ہے کہ غاصب نے کسی آدمی کے درہم اس کی تحیل سے غصب کیے پھر ان کو اس میں رکھ دیا بلا علم مالک کے تو غاصب بری الذمہ ہو گیا اور اسی طرح اگر مخصص نے سپرد کر دیا مالک کو دوسری جہت سے چنانچہ بطریق سبب یا ودیعت رکھنے یا بیچنے کے اور اسی طرح اگر مخصص مطعوم ہو اور غاصب مالک کو کھلا دے اور مالک اس کو کھادے تو بری الذمہ ہو گا برخلاف امام شافعی کے مطعوم میں کذا فی الزلیعی و یجب رد مثله ان ہلک و موشلی با واجب ہے پھر دینا مثل مخصص کا اگر وہ ہلاک ہو جائے اور حالانکہ موشلی ہو گیا ہے یا دوزنی چیز ہے وان القطع المثل بان لا یوجد فی السوق الذی یماع فیہ وان کان لیس فی البیوت ابن کال فقیمۃ یوم الخسوف امی وقت القضاء و عند ابی یوسف یوم الغصب و عند محمد یوم الانقطاع و رجھا قستانی اور اگر موشلی کا مثل منقطع ہو جائے اس طرح پر کہ وہ پایانہ جادے اس بازار میں جس میں وہ بیچا جاتا ہے اگرچہ لوگوں کے گھر میں موجود ہو کذا ذکرہ ابن کال تو اس کی قیمت خصوصت کے دن کی یعنی جس وقت حاکم کا حکم ہو اس وقت کی دنیا واجب ہے اور ابو یوسف کے نزدیک غصب کے دن کی قیمت واجب ہے اور محمد کے نزدیک یوم الخسوف کا قیمت واجب ہے اور قول ثانی اور ثالث کی ترجیح دی گئی کذا فی القستانی ہم عزائم میں امام کے قول کو اصرح کہا ہے اور تحفہ میں اس کو صحیح کہا ہے اور نہایتیں ابو یوسف کے قول کو مینا رکھا ہے اور ذخیرۃ الفتاویٰ میں محمد کے قول کو مفتی بہ کہا ہے کذا فی الطحاوی و یجب القیمۃ فی ایامی یوم غصبہ اجماعا و قیمت ثانی





تو ہوں قاعدے کو یاد رکھنا چاہیے فان ادعی ہلاکہ مرتبط بوجوب رد العین لانه الموجب الاصلی ودر المثل والقیۃ مخلص علی الریح مجلس حتی لعلم الحاکم انہ لوقبی  
ظہری لا ظہر ثم قضی الحاکم علیہ البذل من مثل و قیمت پھر اگر غاصب منسوب کے تلف ہو جانے کا دعویٰ کرے تو وہ مجبوس کیا جائے یہاں تک کہ حاکم یہ معلوم  
کر جائے کہ اگر منسوب باقی رہا ہوتا تو البیتہ ظاہر ہوتا یعنی غاصب اس کو ظاہر کرتا پھر حاکم اس پر عرض دینے کا حکم کرے مثل اور قیمت سے یعنی اگر منسوب مثل ہو  
تو مثل و دادے اور اگر قیمتی ہو تو قیمت و دادے شارج نے کہا ادعی ہلاکت و جوب رد عین سے مراد ہے اس واسطے کہ رد عین موجب اصلی ہے اور رد مثل  
اور قیمت مخلص ہے قول ریح یرمخص ہے یعنی جب کہ رد عین متعذر ہو اس وقت رد مثل یا قیمت کی طرف احتیاج ہوگی ولو ادعی الغاصب ہلاک  
عندہ ما جہ بعد المرء و عکس مالک ای ادعی ہلاک عند الغاصب و اقاما البرہان فبرہان الغاصب اندوہ دہک عند المالك ادلی خلافا للثانی ملتی اور  
اگر غاصب نے دعویٰ کیا منسوب کے تلف ہو جانے کا اس کے مالک کے پاس پھر دینے کے بعد اور مالک نے بالعکس دعویٰ کیا یعنی اس کے تلف ہو جانے کا  
غاصب کے پاس دعویٰ کیا اور دونوں نے گواہ قائم کیے تو غاصب کی یہ گواہی کہ اس نے منسوب کو پھیر دیا اور وہ مالک کے پاس ہو گیا مقدم ہے مالک کی گواہی  
پر بطلان البیوسف کے کہ ان کے نزدیک مالک کے گواہ مقدم ہیں کذا فی الملتقی و لو اختلفا فی القیۃ و برہنا فالبیتہ للمالك و سببی اور اگر غاصب اور مالک نے منسوب  
کی قیمت میں اختلاف کیا اور دونوں گواہ لائے اپنے دعویٰ پر تو مالک کے گواہ مقدم ہیں اور اس کا بیان آگے آدے گا و لونی نفس المنسوب فالقول للغاصب  
اور اگر دونوں نے ذات منسوب میں اختلاف کیا یعنی غاصب کہتا ہو کہ منسوب یہی چیز ہے اور مالک کہتا ہو کہ یہ نہیں ہے تو غاصب ہی کا قول مقبول ہوگا یعنی اس  
واسطے کہ وہ تابع ہے والغصب انما یحقق فیما یتقل فلو اخذ عتقار و ہلک فی یدہ بآئۃ سادۃ کغلبہ سئل لم یضمن خلافا ل محمد و بقولہ قالت الشیخہ وہ یفتی  
فی الوقف ذکرہ یعنی اور غصب ثابت ہوتا ہے مال منقول میں سو اگر ایک شخص نے مال غیر منقول چنانچہ زمین اور گھر اور درخت کسی کا لیا اور اس کے ہاتھ میں  
آسانی آفت سے تلف ہو گیا چنانچہ سیلاب غلبہ سے زمین ڈوب گئی یا گھر گر پڑا تو غاصب پر ضمان نہیں شیخین کے نزدیک بطلان محمد کے کہ ان کے نزدیک غیر  
منقول کے غصب پر بھی تاوان ہے اور یہی قول ہے ائمہ ثلاثہ کا اور محمد کے قول پر فتویٰ ہے وقف میں علامہ عینی نے اس کو ذکر کیا ہے و ذکر ظہیر الدین فی  
فتاویٰ الفتویٰ فی غصب العقار و ملکہ و الموقوفۃ بالضممان وان الفتویٰ فی غصب منافع الوقف بالضممان اور ظہیر الدین نے اپنے فتاویٰ میں مذکور کیا ہے کہ  
موقوف غیر منقول اور موقوف گھروں کے غصب میں لزوم تاوان کا فتویٰ ہے اور منافع وقف کے غصب میں لزوم ضمان کا فتویٰ ہے موطاوی نے  
کہا کہ لفظ موقوفہ عقار اور دونوں کی طرف راجع ہے و فی فوائد صاحب المیض الشری دارا و سکنا ثم اظہر انما وقف او کانت للصغیر و لہ المثل صیانتہ  
الوقف والصغیر اور صاحب محیط کے فوائد میں ہے کہ ایک شخص نے گھر مول لیا اور اس میں رہا پھر ظاہر ہوا کہ وہ گھر وقف تھا یا کہ وہ صغیر کا مملوک تھا تو مستشرقین  
پر اہرث مثل لازم ہوگی مال وقف اور مال صغیر کی حفاظت کے واسطے و فی اجارۃ الفیض انما یتحقق الغصب عندہما فی العقار فی حکم الضمان اما فیما وراؤک  
اللہ لا یحقن الدماء و کذا فی الاستحقاق الاجرۃ انتی فلیفظ و فیض کی کتاب الاجارہ میں ہے کہ غصب شیخین کے نزدیک ثابت نہیں ہوتا غیر منقول میں فقط تاوان  
دینے کے حکم میں اور لزوم تاوان کے ماسوا میں تو غصب شیخین کے نزدیک بھی متحقق ہے کیا تو نہیں جانتا ہے کہ غصب متحقق ہے پھر دینے میں یعنی منسوب  
پر منقول کا پھر دینا شیخین کے نزدیک بھی واجب ہے سو اسی طرح استحقاق اجرت میں بھی غصب ثابت ہے یعنی اگر غاصب عقار میں سکونت کرے تو کرایہ  
اس پر لازم ہوگا اگر وقف اور مال صغیر ہر انتی مانی الفیض تو اس کو یاد رکھنا چاہیے قیل قالہ الاستروشی و عماد الدین فی فصولیہما و الاصح انہ ای العقار لضمن  
بالبیع والتسليم قول ضعیف یہ ہے کہ عقار یعنی غیر منقول مضمون ہے بیع اور تسلیم سے قائل اس قول ضعیف کا استروشی اور عماد الدین ہے دونوں نے یہ  
قول اپنی فصول میں کہا ہے و کذا بالاجود فی العقار و ولیعۃ اور اسی طرح ضمان لازم ہے غیر منقول و ولیعۃ کے انکار کرنے سے یعنی اگر غیر منقول و ولیعۃ  
ہو ایک شخص کے پاس پھر وہ ولیعۃ کا انکار کرے تو اس پر بالاتفاق تاوان لازم ہوگا کذا فی المنع و بالرجوع عن الشہادۃ بعد القضاء اور اسی طرح تاوان

لادم ہے گواہی کے پھر جانے سے قاضی کے حکم کو دینے کے بعد صورت اس کی یہ ہے کہ دو شاہدوں نے ایک شخص پر گواہی دی کہ جو گھر اس کے پاس ہے وہ  
نلانے شخص کا ہے سو قاضی نے وہ گھر دوسرے کو دلا دیا پھر شاہدوں نے کہا کہ ہماری گواہی غلط تھی تو گھر کا تادان شاہدوں پر لازم ہو گا ذیل میں نے کہا کہ یہ ضمان تھا  
ہے نہ ضمان غصب ولی الاشباہ العقار لا یضمن الا فی مسائل وعدہ بذہ الثلثۃ اور اشباہ میں ہے کہ غیر منقول میں تادان نہیں مگر چند مسائل میں تادان ہے اور انہیں  
تینوں مسئلوں کو شمار کیا ہے یعنی بیع مع التسليم اور انکار ودیعت اور رجوع عن الشراۃ واذ انقص العقار لبسکناہ وذرارۃ فضمن النقصان بالاجماع اور  
جب کہ غاصب ناقص کر دے غیر منقول کو اپنی سکونت اور کاشتکاری سے تو نقصان کا تادان دے بالاتفاق ہم نقصان کی تفسیر میں اختلاف ہے قول صواب  
اور مفتی یہ ہے کہ اس میں خریداری کا اعتبار ہے یعنی تامل کرنا چاہیے کہ گھر یا زمین کی کیا قیمت ہے قبل استعمال کے اور کیا قیمت ہے بعد استعمال کے تو جس قدر دو  
قیمتوں میں تفاوت ہو وہی نقصان ہے فسطی مازاد البذر و محرمی المجتبی پھر منصوب منہ غاصب کو اس قدر دے جس قدر بیع نے اس کی مالیت زیادہ کر دی اور  
تصحیح کی ہے اس قول کی مجتبئی میں ہم یہ مسئلہ ظاہر مرتبط معلوم ہوتا ہے ماقبل سے حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ یہ جدا گانہ مسئلہ ہے زیادت تخم کی یہ صورت ہے کہ کھیت کی قیمت  
کی جاوے تخم ریزی کے ساتھ اور تخم سے مطلق تخم مرلو نہیں بلکہ وہ تخم جس کے درخت کو مالک اکھاڑ سکتا ہے پھر اسی کھیت کی قیمت بدون تخم کی جاوے تو جس قدر  
دونوں میں تفاوت ہو اس قدر مالک غصب کو دے اور اپنی زمین اس سے نکال لے کذا فی الطحاوی و من الثانی مثل بندہ اور ابو یوسف سے روایت ہے کہ  
غاصب کے تخم کی قیمت مثل دے یعنی جس قدر مالیت تخم کی ہو وہ دے بلا اعتبار حق قلع ولی العیرۃ ہو الخیار اور میر فیہ میں ہے کہ ابو یوسف کا قول مختار ہے ولو  
بہت ر قلع و تمامہ فی المجتبئی اور اگر غاصب کا تخم جاتو مالک کو اس کا اکھاڑ ڈالنا جائز ہے اور پورا اس کا بیان مجتبئی میں ہے ہم مجتبئی میں ہے کہ غاصب نے غیری زمین  
میں زراعت کی اور کھیت جاتو مالک کو اختیار ہے کہ غاصب کو اس کے اکھاڑ ڈالنے کا امر کرے اگر وہ نہ اکھاڑے تو وہ آپ اکھاڑ ڈالے اور مجھے سے پہلے مالک  
مختار ہے چاہے سب سے دے یہاں تک کہ کھیت جے پھر اکھاڑنے کا امر کرے اور چاہے بقدر زیادت تخم غاصب کو دے کذا فی الطحاوی کا یضمن اتفاقاً فی النقلی  
ماقص بفعلہ کافی قلع الاشجار جیسے کہ منصوب منقول میں بالاتفاق اس قدر تادان لازم ہے جتنا ناقص ہو گیا ہو غاصب کے فعل سے چنانچہ بالاتفاق قلع اشجار  
میں ضمان لازم ہے ہم منقول منصوب کے نقصان میں مطلقاً ضمان لازم ہے خواہ غاصب کے فعل سے نقصان ہوا ہو یا بغیر اس کے فعل کے چنانچہ شرح مسکین  
میں مصرح ہے تو شارح کی تفسیر غیر مناسب ہے کذا فی الطحاوی ولو قطعہا رجل اخر ویدم البناء ضمن ہوا غاصب اور اگر اشجار کو دوسرے شخص نے  
قطع کیا یا عمارت کو ڈھایا تو قاطع یا لادم تادان دے نہ غاصب کا ولو غصب عبداً واجر فنقص فی مدۃ الاجارۃ بالاستعمال دہذا سا قاض من نسخ الشرح  
لہ قولہ تحت قولہ چنانچہ ضمان نقصان لازم ہے اگر غاصب نے غلام غصب کیا اور اس کو اجارہ میں دیا پھر غلام میں کچھ نقصان عارض ہو گیا اجارہ کی مدت میں  
استعمال کے سبب سے شارح نے کہا اور یہ قول مصنف کی شرح کے نسخوں میں سے سا قلع بسبب داخل ہونے اس مضمون کے مصنف کے قول آئندہ  
میں ہم طحاوی نے کہا یہ مضمون قول آئندہ میں داخل نہیں اس واسطے کہ تصدیق غلہ ضمان نقصان کے معائنہ ہے وان استغلہ ففقدہ الاستغلال او ابر المستغلا  
ونقص ضمن النقصان تصدیق بالقی من الغلۃ والاجرۃ خلافاً لابی یوسف کذا فی الملتقی اور اگر منصوب کرایہ میں دیا سو اس کو نقصان عارض ہو کر ایہ دینے  
سے یا عمارت کی چیز اجارہ دی اور اس کو نقصان عارض ہوا اجارہ سے تو ضمان نقصان کا دے اور جو باقی رہے ضمان کے بعد کرایہ اور اجرت سے اس کو غیران  
کے بخلاف ابو یوسف کے یعنی ان کے نزدیک تصدیق واجب نہیں کذا فی الملتقی لکن نقل المصنف عن البرزازیۃ ان الغنی یتصدق بكل الغلۃ فی الصبح لیکن مصنف نے  
اپنی شرح میں برزازیہ سے یہ نقل کیا کہ غاصب تو اگر سب غلہ غیرات کرے صحیح قول میں ہم خلاصہ برزازیہ کے کلام کا یہ ہے کہ بعد ہلاک عین منصوب اگر غاصب غنی  
ہے تو دائرے ضمان غلہ سے جائز نہیں بلکہ سب غلہ تصدیق کرے اور اگر غاصب فقیر ہے تو دائرے ضمان غلہ سے درست ہے اور باقی کو غیرات کرے کذا فی الطحاوی  
کا ولو تصرف فی المنصوب والودیعۃ بان باء ورجح فیہ اذا کان ذلک متعیناً بالاشارۃ چنانچہ اگر منصوب اور ودیعت میں تصرف کرے اس طرح کہ



اس کو بیچ ڈالے اور اس میں نفع حاصل ہو تو منفعت کو خیرات کرے جب کہ مال منسوب اور ولایت اشارہ کرنے سے متعین ہوں متعین ہونے کی یہ صورت ہے کہ منسوب عروض یعنی از قسم اسباب کے ہو زورم اور دینار او بالشرایع بدرہم الودیعۃ او الغصب و نقد یا متعین ہو خرید سے بواسطہ درہم و نقد یا غصب کے اور انہیں درہم کے ادا کرنے سے ہم طحاوی نے کہا مختصراً اور واضح تر یوں کہنا تھا اذا كان متعیناً او غیر متعین و نقد یعنی بیع اور شرائع منسوب کی منفعت کا تصدیق واجب ہے خواہ وہ متعین یا اشارہ ہو خواہ غیر متعین ہو مگر ادا کے ضمن منسوب کے درہم سے کرے یعنی تصدیق بیع حاصل فیہما اذا كان متعیناً بالاشارة یعنی تصدیق کرے اس منفعت کو جو حاصل ہوئی ہے غصب اور ولایت کے تصرف میں جب کہ دونوں اس قسم سے ہوں کہ اشارہ کرنے سے متعین ہو جائیں ہوں وان كان اما لا تعین فعلی اربعۃ اوجہ فان اشار الیہا و نقد یا فلذلك تصدیق اور اگر منسوب اور ولایت اس قسم سے ہوں کہ متعین نہ ہوتے ہوں چنانچہ درہم تو چار صورتوں پر ہیں سواگر درہم کی طرف اشارہ کیا اور انہیں کوٹن میں ادا کیا تو اسی متعین کے مانند منفعت کو تصدیق کرے وان اشار الیہا و نقد غیر یا او اشار الی غیر یا و نقد یا و اطلاق و لم یشر و نقد یا لا تصدیق فی الصور الثلاث عند اکثر فی قبیل و بہ لفتی و المختار انہ لا یکل مطلقاً کذا فی الملتقی و لو بعد الضمان ہوا تصدیق کافی فتاویٰ النوازل اور اگر درہم غصب کی طرف اشارہ کیا اور ان کے سوا اور درہم ادا کیے یا اشارہ کیا ان کے غیر کی طرف اور غصب کے درہم دیے یا مطلق درہم مذکور کیے اور اشارہ کسی طرف نہ کیا اور غصب کے درہم دیے تو ان تینوں صورتوں میں منفعت تصدیق نہ کرے کفری کے نزدیک بعضوں نے کہا اسی قول پر فتویٰ دیا ہے اور مختار قول یہ ہے کہ نفع مطلقاً حلال نہیں کذا فی الملتقی اگرچہ ضمان دینے کے بعد ہو یہی قول صحیح ہے چنانچہ فتاویٰ نوازل میں مذکور ہے و اشار بعضہم الفتویٰ علی قول اکثر فی فی زماننا اکثرۃ الحرام و ہذا کلام علی قولہما و عند ابی یوسف لا یتصدق بشئ منہ کا لثقلت الجنس ذکرہ الذی علی فلیحفظ اور بعض فقہوں نے کفری کے قول کا فتویٰ مختار جانا ہے ہمارے اس زمانے میں بسبب کثرت حرام کے اور یہ تمام مذکور طریقین کے قول پر مبنی ہے اور ابویوسف کے نزدیک منفعت غصب سے کچھ بھی تصدیق نہ کرے چنانچہ اگر جنس مختلف ہو تو بالاتفاق تصدیق لازم نہیں زلیعی نے اس کو ذکر کیا ہے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے یعنی اگر ضمان اور بدل مضمون مختلف الجنس ہوں اس طرح کہ تاوان میں درہم دیے ہوں اور غاصب کے ہاتھ بدل مضمون طعام یا عروض ہو تو بالاتفاق تصدیق اس پر واجب نہیں اس واسطے کہ منفعت تو ظاہر ہوتی ہے اتحاد جنس کے نزدیک کذا فی الطحاوی عن الزلیعی مختصراً ان غصب و غیر المنسوب فزال اسمہ و اعظم منافعہ ای اکثر مقاصدہ پھر غاصب نے غصب کیا اور منسوب کو غیر کر دیا سو اس کا نام اور اعظم منافع یعنی اس کے اکثر مقاصد زائل ہو گئے م زوال اسم کی اس واسطے قید لگائی کہ اگر کبریٰ غصب کرے ورنہ کڑی تو مالک ضمان نقصان میں مختار ہے اس واسطے کہ فقط ذبح سے نام زائل نہیں ہوا کیونکہ اس کو حلال بکری ہوتے ہیں احتراز ان درہم سبکھا بلا ضرب فان زوال اسمہ لکن یقی اعظم منافعہ ولذا لا یقطع حق المالك عنہ کافی الحیط وغیرہ فلم یکن زوال الاسم مغنیاً عن اعظم منافعہ کا لفظ ماضی وغیرہ شامع نے کہا اعظم منافع کی قید ان درہم سے احتراز ہے جن کو غاصب نے پگھلایا بلا ضرب سک تو اگرچہ درہم کا نام زائل ہو گیا لیکن اس کا اعظم منافع باقی ہے یعنی ٹمن ہونا اور آرائش اور اسی واسطے مالک کا حق درہم مشبوک سے منقطع نہیں ہوتا چنانچہ حیط وغیرہ میں ہے تو زوال اسم اعظم منافع کی قید سے معنی نہ ہو گیا کہ صاحب درہم ماضی وغیرہ نے گمان کیا ہے ہم اعظم منافع کی مثال مثلاً گیسوں کو غصب کرنا اور میں ڈالنا اس واسطے کہ مسلم گیسوں سے جو مقاصد متعلق تھے چنانچہ جن کا ہونا اور یہ پکنا دہ پینے سے فوت ہو گئے کذا فی المنع او اختلط المنسوب بملک الغاصب بحیث یمتنع امتیازہ کا اختلاط بہ برہ او یکن کبرج بشعیر فتمنہ و ملکہ بلا حیل انتفاع قبل او اوضمانہ ای رضی مالک بادی او ابراہیم و یفہم قاضی یاربہ مل گیا منسوب غاصب کی ملک سے اس طرح کہ اس کا جدا کرنا متعین ہو چنانچہ مالک کے گیسوں کا مل جانا غاصب کے گیسوں سے یا جدا کرنا حرج اور مشقت سے ممکن ہو جیسے گیسوں کا اختلاط جو ہے تو ان تینوں صورتوں میں غاصب تاوان اس کا دے اور اس کا مالک جو جادے کا بلا حیل انتفاع قبل ادا کرنے اس کے تاوان کے ادا کرے ضمان سے رضائے مالک مراد ہے خواہ رضا ادا کرے ضمان سے ہو یا مالک کے معاف کر دینے سے ہو یا قاضی کے تاوان لینے سے ہو مگر اگر مالک غائب ہو یا حاضر ہو مگر تاوان لینے سے راضی نہ ہو تو غاصب کو اس کا کھانا یا غیر کو کھانا





خلافا لہذا اگر غاصب نے چاندی اور سونے کے درم یا دینار بنائے یا برتن بنایا تو غاصب اس کا مالک نہ ہوگا اور وہ اس کے مالک کی ملکیت ہے بخلاف صاحبین کے ہم امام کے نزدیک مالک اس واسطے مفت مالک ہوگا کہ صنعت سے نقطہ جو حوت اور عمدگی حاصل ہے اور جو دولت مال ربوی میں منقسم نہیں فان فسخ شاة عیزہ و نحوہ یا یوکل طرحا مالک علیہ واخذہ فی غنیمۃ نقصانہا پھر اگر غاصب نے غیر کا ونبہ ذبح کر ڈالا اور ونبہ کے مانند ہے ہر جانور ماکول اللحم تو مالک کو اختیار ہے چاہے مالک مذکور کو غاصب پر ڈالے اور اس کی قیمت اس سے لے یا چاہے مذکور لے اور غاصب سے اس کے نقصان کا تاوان لے ہم ماکول اللحم کی قید اس واسطے لگائی کہ اگر غیر ماکول کو ذبح کرے گا تو تمام قیمت کا تاوان غاصب پر لازم ہوگا اور ضمان نقصان جائز نہیں امام کے نزدیک کذا فی الطحاوی و کذا فی الحکم لو قطع یدہ او قطع طرف دابة غیر ماکولہ کذا فی الملتقی قیل و لفظ غیر سرید بہنا قلت قولہ غیر سرید غیر سرید ثبوت الخیار فی غیر الماکولہ ایضا اگر لکن ایضا اختار رہا اخذہ لا یضمنہ شیئا و علیہ الفتویٰ کا نقلہ المصنف عن العمادۃ لیمحفظ بخلاف طرف العبدان فیہ اللہش اور اسی طرح کا حکم ہے یعنی مالک مختار ہے غاصب جانور ماکول اللحم کا لٹہ کا یا یا جانور غیر ماکول اللحم کا یا پاؤں کا مالک کذا فی الملتقی بعضوں نے ملتی کی عبارت پر اعتراض کیا کہ یہاں لفظ غیر یعنی غیر ماکول اللحم میں غیر سرید ہے یعنی شیک نہیں اس واسطے کہ تضمین اور اخذ عین ماکول اور رقیق میں ہے نہ غیر ماکول میں ہے شارح نے کہا میں کہتا ہوں کہ معترض کا قول غیر سرید پھیک نہیں ہے بسبب ثابت ہونے اختیار مالک کے غیر ماکول اللحم میں بھی لیکن فرق اتنا ہے کہ جب غیر ماکول کو مالک اس کا لینا اختیار کرے تو اس سے کچھ ضمان نہ لے گا اور اسی قول پر فتویٰ ہے جیسا کہ مصنف نے اپنی شرح میں عمادۃ سے نقل کیا ہے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے بخلاف قطع دست غلام کا اس میں تو خونہا ہے ہم میںوں میں ہے امام اعظم نے کہا کہ جب ایک مرد غیر کا گدھا یا بچہ لاک کر ڈالے اس کا لٹہ کاٹ کر یا ذبح کر کے اگر مالک چاہے غاصب سے ضمان لے اور مذکور یا مقطوع غاصب کو سپرد کر دے اور چاہے اس کو اپنے پاس رکھے اور غاصب سے تاوان نہ لے اور اسی قول پر فتویٰ ہے انتہی تو جو ملتی میں تضمین نقصان غیر ماکول مذکور ہے وہ غیر ملتی ہے الحاصل نیا مالک ماکول اور غیر ماکول میں مختلف ہے سو ماکول میں مالک جانور کے لینے میں مع ضمان نقصان اور اس کے دینے میں مع اخذ قیمت مختار ہے اور غیر ماکول میں اس کے دینے اور اس کی قیمت لینے میں مختار ہے لیکن غاصب پر کچھ ضمان نہیں علی ما علیہ الفتویٰ تو معلوم ہوا کہ کلام مصنف کا صاحب ملتی کے کلام کے مانند ہے اساک اور رجوع بالنقصان میں مالا نکر بلا شک یہ حکم مخصوص بالماکول ہے تو ذکر کرنا لفظ غیر کا یہاں غیر صواب ہے کذا فی الطحاوی او خرق ثوبانہ فاما ما فوٹ بعض العین و بعض نفعہ لاکلہ فلو کہ من کلہا یا غاصب نے کپڑا پھاڑا بخرق فاش خرق فاش و صے جو فوٹ کر دے کچھ کپڑے اور کچھ اس کی منفعت کو نہ کل کو تو اگر کل کو فوٹ کرے تو تمام کپڑے کی قیمت کا تاوان دے حاصل مسئلہ یہ ہے کہ فرق فاش میں مالک مختار ہے چاہے کپڑا غاصب پر چھوڑے اور اس کی قیمت اس سے لے یا چاہے کپڑا اپنا لے اور بقدر نقصان اس سے تاوان لے و فی خرق لیسیر فقہہ و لم یفوت شیئا من النفع من النقصان مع اخذ عینہ لیس غیرہ لقیام العین من کل وجہ المجد و فیہ صنفہ او یکون ربویا کا بسطہ اللہ علی او صں پھاڑے میں ہلا نقصان ہے اور فرق مذکور نے کچھ منفعت کو فوٹ نہیں کر دیا تو مالک نقصان کا تاوان لے بعینہ کپڑا لینے کے ساتھ اس کے سوا مالک کسی بات کا مختار نہیں بسبب قائم ہونے ذات کے ہر وجہ سے تا وقتیکہ غاصب نے اس میں کچھ صنعت تازہ نہ کی ہو یا کہ وہ مال ہو جس میں بیاج جاری ہو سکتا ہو چنانچہ ربوی نے اس کو مشروع بیان کیا ہے ہم اگر غاصب نے صنعت جدید کی مثلاً کپڑا پھاڑ کر قمیص سیا تو ہمارے نزدیک حق مالک اس سے منقطع ہو گیا ربوی نے کہا خرق فاش کا حکم یعنی تخیر مالک سب چیز میں جاری ہے سوائے اموال ربویہ کے اس واسطے کہ یہاں تعیب فاش ہو یا لیسیر مالک کی تخیر ثابت کرتی ہے اساک عین میں بلا ضمان غاصب اور تسلیم عین میں تضمین مثل یا قیمت کے ساتھ اس واسطے کہ تضمین نقصان متعذر ہے کیونکہ اس سے بیاج ثابت ہوتا ہے ومنہ یعلم جواب حادثہ دی نصبت حیاضہ فظہ موبہ بالذہب فزال موبہا بخیر مالکین تضمینہا موبہ او اخذہ بلا شی لا ینتالبع مستلک اور اس سے یعنی او یکون ربویا کے قول سے معلوم ہوتا ہے جواب ایک حادثہ کا وہ حادثہ یہ ہے کہ غصب ہوئی چاندی کی چوڑی جس پر سونے کا طبع ہے سو اس کا طبع غاصب کے پاس زائل ہو گیا تو مالک

اس کا مختار ہے چوڑی طبع دار کے ضمان لینے میں یا چوڑی لینے میں بلا اخذ ضمان اس واسطے کہ طبع کاری تابع مستلک ہے ہم اور اس واسطے کہ بیاج لازم تھا ہے کذا فی الطحاوی دلوکان مکان الغصب شراء بوزنها ففتره فلار ولتعبها ولا رجوع بالنقصان للزوم الربا فانما غنمته فقل من صرح به قاله شيخنا اور اگر بجائے غصب چوڑی کی خریداری ہوئی اس کے برابر وزن چاندی سے پھر طبع اس کا زائل ہو گیا تو رجوع جائز نہیں بسبب عیب طارک وینے کے یعنی مشتری کے پاس عیب حادث ہو گیا اور وہ مانع رد ہے اور عیب قدیم کے نقصان کا رجوع جائز نہیں بسبب لازم ہونے بیاج کے تو غنیمت جان اس جواب کو اس واسطے کہ کمتر نقصانے اس کی تصریح کی ہے یہ کہا ہے ہمارے استاد یعنی خیر الدین رثی نے ومن بنی ادعس فی ارض غیرہ بغیر اذن امر بالقلع والرد ولو قیمة الساجہ اکثرکار اور جس نے عمارت بنائی یا درخت لگایا غیر زمین میں اس کے بلا اذن توس کو عمارت ڈھانی اور درخت اکھاڑنے کا اور زمین پھیر دینے کا امر کیا جائے اگر قیمت زمین کی زیادہ تر ہو عمارت اور درخت سے چنانچہ منقرب مذکور ہو چکا ولما لک ان فیمن له قیمة بناء او ثمر بمر بقلعة ای مستحق القلع فیقوم بدوھا ومع احدھا مستحق القلع فیضمن الفضل ان نقصت الارض به ای بالقلع اور اگر زمین قلع کرنے سے ناقص ہو جاتی ہو تو مالک کو جائز ہے ضمان دینا غاصب کو اس درخت یا عمارت کا جس کے قلع اور قلع کرنے کا یعنی مستحق القلع کا وہ مامور ہے تو زمین کی قیمت طہرائی جاوے بدوکن عمارت اور درخت کے پھر قیمت مقرر کی جاوے۔ ساتھ اس عمارت اور درخت کے جو مستحق القلع ہے سو جس قدر زیادت ہو دونوں قیمتوں میں اتنا غاصب کو ضمان دے ولوزرھا یعبر العرف فان اقتسمت الغلة النفاقا او از باعا امته والافالخارج للزارع وعلیه اجر المثل دامانی الوقف فتجب المحقة والاجرة بكل حال فصولین اور اگر غاصب نے زمین میں زراعت کی تو عرف اور رواج کا اعتبار ہو گا سوا مالک اور مزارع نصف نصف یا چہام بانٹ لیتے ہوں تو اسی رواج کا اعتبار ہو گا اور اگر بٹائی کا رواج نہ ہو تو غلہ مزارع کا ہے اور اس پر زمین کی اجرت مثل واجب ہوگی اور زمین وقف کی زراعت غصبی میں تو حصہ بٹائی کا یا اجرت زمین کی ہر حال میں واجب ہوگی کذا فی الفصولین ہم ہر حال سے مراد یہ ہے کہ ناظر زراعت باقی رکھتے پر راضی ہو یا اس کے اکھاڑنے کا طالب ہو اور ملک میں تو بلا رضائے القائے زراعت حصہ یا اجرت واجب نہ ہوگی کذا فی الجلبی غصب ثوبا فصبغه بامرة لالوان بل لحققة الزیادة والنقصان او سولیا قلنا بضمن فالمالک یخیر ان شاء ضمنه قیمة ثوبه ابیش ومثل السولق یخیر فی المبسوط بالقیمة تغیرہ بالقلی فلم یبق مثلیا دسماہ ہنا مثلاً لقیام القیمة بمقام کذا فی التیاء وقد منا قولین عن المجتبیٰ کٹر غصب کیا پھر اس کو رنگارنگوں کا بیان اعتبار نہیں بلکہ زیادت اور نقصان کی حقیقت کا اعتبار ہے یا مستوجب کیا پھر اس کو کسی سانا تو مالک مختار ہے اگر چاہے غاصب سے سفید کپڑے کی قیمت کا تادان لے اور ستوں کی مثل کا شارح نے مبسوط میں قیمت ستوں کی بھی مذکور ہے اس واسطے کہ ستوبریاں کرنے سے مثلی باقی نہ رہے اور یہاں مصنف نے اس کو مثل کہا ہے بسبب قائم ہونے اس کی قیمت کے مقام اس کے کذا فی الاختیار اور مقدم بیان کر کے ہیں مجتبیٰ سے نقل کر کے کہ ستوں کے مثل اور قیمتی ہونے میں دو قول ہیں وان شذوا هذا المصوب او المثلوت وقرم بازوا البصغ وقرم السنن لانه مثلی وقت انفصال بلکہ والبصغ لم یبق مثلیا قبل انفصال بلکہ لا تتراجع بالامتیاجتی اور اگر مالک چاہے رنگین کپڑا یا گھی کا سنا ستوں اور جس قدر رنگ سے کپڑے کی قیمت زیادہ ہو گئی اس کا اور گھی کا تادان دے اس واسطے کہ گھی مالک کی ملک کے ساتھ متصل ہونے کے وقت مثلی تھا اور رنگ مثلی باقی در باقیل از انفصال بلکہ مالک بسبب مل جانے رنگ کے پانی کے ساتھ کذا فی المجتبیٰ و غاصب الغاصب المغموب علی الغاصب الاول میرا من ضمانہ غاصب کے غاصب نے مغموب پھر دیا پہلے غاصب کو تو مغموب کے تادان سے غاصب ثانی بری الذمہ ہو گا کا لو ملک المغموب فی ید غاصب ثانی فادی القیمة الی الغاصب ثانی میرا ایضا لقیام القیمة مقام العین چنانچہ اگر مغموب ہلاک ہو گیا غاصب الغاصب کے ہاتھ میں سو اس نے اس کی قیمت ادا کر دی غاصب اول کو تو بھی وہ بری الذمہ ہو گا بسبب قائم ہونے قیمت کے مقام میں مغموب کے اذاکان قبضہ القیمة معروفا بقضاء او ببنیة او تصدیق مالک لا باقرار الغاصب الا فی حق نفسه وغاصبہ عمادیہ اداے قیمت سے غاصب ثانی اس وقت بری الذمہ ہو گا جب کہ غاصب اول کا قیمت قبض کرنا



معلوم ہو قاضی کے حکم سے یا گوہوں سے یا مالک کی تصدیق سے نہ غاصب اول کے اقرار سے مگر اپنے حق میں اور اپنے غاصب کے حق میں غاصب اول کا اقرار معتبر ہو گا کذا فی العمدۃ یعنی جب کہ غاصب اول قبض قیمت کا اقرار کرے گا تو اب غاصب ثانی سے مطالبہ نہیں کر سکتا لیکن مالک مطالبہ کر سکتا ہے اور جب کہ مالک غاصب ثانی سے در صورت اقرار مذکور قیمت لے گا تو غاصب ثانی غاصب اول سے قیمت پھیرے گا بسبب اس کے اقرار کے غصب شنیئاً ثم غصباً آخر منہ فاراد مالک ان یاخذ بعض الضمان من الاول وبعضہ من الثانی فذلک سرہیۃ والمالک بالخیار فی تضمین ایہا شاء واذا اختار تضمین احدہما لم یلک ترکہ فقضین الآخر قلیل بیک عمادیۃ غصب کی ایک چیز پھر دوسرے شخص نے اس سے غصب کی سو مالک نے چاہا کہ بعض ضمان غاصب اول سے لے اور بعض غاصب ثانی سے تو اس کو یہ فعل درست ہے کذا فی السراجیۃ اور مالک مختار ہے ایک غاصب سے پورا تاوان لینے میں جس سے چاہے اور جب کہ ایک سے ضمان لینا اختیار کرے تو پھر اس کے پھوٹنے کا اور دوسرے غاصب سے ضمان لینے کا مالک نہ رہے گا اور بعضوں نے کہا مالک سے گا کذا فی العمدۃ الاجازۃ لا تلحق الاتلاف فلواتلف مال غیرہ تعد یا فقال المالک اجرت اور ضمیمت لم میرا من الضمان اشباہ مغیرا للبرازیۃ لکن نقل المصنف من العمدۃ ان الاجازۃ تلحق الافعال ہواصح قال وعلیہ تلحق الاتلاف لانه من جملۃ الافعال فلیحفظ الاجازۃ للاحق نہیں ہوتی تلف کر دینے کو تو اگر غیر کا مال تلف کیا ظلم کی راہ سے پھر مالک نے کہا کہ میں نے اس کو جائز رکھا یا میں راضی ہو گیا تو تلف کرنے والا ضمان سے بری نہ ہو گا کذا فی الاشباہ منقولاً من البرازیۃ لیکن مصنف نے شرح میں عادیۃ سے نقل کیا ہے کہ اجازت افعال کو لاحق ہوتی ہے مصنف نے کہا پھر تو اس کے بموجب تلف کر دینے کو بھی اجازت لاحق ہوگی اس واسطے کہ اتلاف منجملہ افعال کے ہے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے م شیخ صالح ابن مصنف نے کہا کہ اگر افعال سے غیر اتلاف مراد لیجیے تو سب مشائخ کے اقوال پر عمل ہو سکتا ہے عمومی نے کہا بعض افعال اعدام ہوتے ہیں اور بعض ایجاد تو مشائخ کا قول اس فعل پر محمول ہے جو اعدام نہ ہو کذا فی المططاوی کسر الغاصب الخشب کسر افاشہ لم یلک و لو کسرہ الموموب لم یقطع حق الرجوع اشباہ غاصب نے لکڑی بکسر فاش توڑی تو اس کا مالک نہ ہو گا اگرچہ اس کی قیمت زیادہ ہو جائے توڑنے سے کذا فی القنیۃ اور اگر لکڑی کو موموب نہ توڑے تو دایب کے پھیر لینے کا حق منقطع نہ ہو گا کذا فی الاشباہ و فیہا اجرت الغاصب و داجرت الی مالک تطیب لہ لان اخذ الاجرة اجازۃ اور اشباہ میں ہے کہ غاصب نے غصب کی چیز اجارہ دی اور اس کی اجرت مالک کو پھر دی تو اس کو یہ حال ہے اس واسطے کہ اجرت لینا اجازت ہے اجارہ کی فروع مسائل ملحقہ شارح کے استعارہ مشاراً فالقطع فی النشر فوصلہ بلاذن مالک القطع حقہ و علی المستعیر قیۃ منکر شرح و ہبایۃ آرا ماریت لیا سودہ ٹوٹ گیا پیر نے میں سواس نے جوڑا بدون اذن مالک کے تو مالک کا حق اس سے منقطع ہو گیا اور مستعیر پر ٹوٹے اسے کی قیمت واجب ہے کذا فی شرح الوہابیۃ رکب دارینہ لا لطفاء حریق و قح فی البلیۃ فاندہم لشیء برکوبہ لم یضمن لان ضرر الحرق عام لکان لکل و دفعہ جوہرۃ ایک شخص خیر کے گھر پر چڑھا اس آگ بجھانے کو جو شہر میں واقع ہوئی سو کچھ عمارت منہم ہو گئی اس کے چڑھنے سے تو اس پر کچھ ضمان نہیں اس واسطے کہ آتش زنی کا ضرر شامل ہے سب کو تو ہر شخص کو اس کے دفع کرنے اور بجھانے کا حق ہے کذا فی الجوہرۃ و لا یجوز دخول بیت النساں الا باذنہ الا انی الغزو جائز نہیں آدمی کے گھر میں گھسنا مگر اس کی اجازت سے مگر جہاد میں جائز ہے یعنی جہاد میں غازیوں کو کھار کے گھروں میں بلا اذن داخل ہونا جائز ہے والمذاہم و فیما اذا سقطت بونی بیت نیزہ دخان لواعظہ اخذہ اور غیر کے گھر میں بلا اذن مالک داخل ہونا اس صورت میں جائز ہے جب کہ ایک شخص کا پٹر ایگر کے گھر میں گر پڑا اور وہ ڈرا کہ اگر میں اس کو غیر کر دوں گا تو وہ اس کو خود بار کھے گا مگر قبر ادفن فیہ آخریتا فمعلی ثلثہ او جہان الارض للخاص فہ بشرہ لہ تسوینہ وان مباہرۃ فہ قیمتہ جفرہ وان و قفانکذلک ولا یکرہ لوالارض تسوینہ لان الحافر لا یدری بای ارض یموت ایک شخص نے اپنے واسطے قبر کھود رکھی سو اس میں دوسرے شخص نے مردہ گاڑا تو وہ تین صورتوں پر ہے اگر وہ زمین قبر کھودنے والے کی ملک ہو تو اس کو مردہ اکھاڑنا اور زمین کو برابر کر دینا جائز ہے اور اگر زمین مبارک ہو تو اس کو قبر کھودنے کی قیمت یعنی اجرت ملے گی اور اگر وقف کی ہو تو اسی طرح اس کی اجرت ثابت

ہے اور یہ مکروہ نہیں اگرچہ زمین وقف کشادہ ہو اس واسطے کہ قبر کھودنے والا نہیں جانتا کہ کس زمین میں مرے کام دلوالہ میں ہے کہ ایک مرد نے مقبرہ وقف میں قبر کھودی پھر دوسرے نے اس میں دفن کرنے کا ارادہ کیا اگر مکان میں وسعت ہو تو اول شخص مزامت نہ کرے اور اگر وسعت نہ ہو تو مزامت کرے اور پہلی صورت میں دفن کرے گا تو مکروہ نہیں ایسا کہا ہے فقیہ ابواللیث نے اس واسطے کہ جس نے اپنے واسطے قبر کھودی ہے وہ جانتا نہیں کہ کس زمین میں مرے گا کذا فی الطحاوی لا یجوز التصرف فی مال غیرہ بلا اذن ولاد لایۃ الا فی مسائل مذکورۃ فی الاشباہ جائز نہیں تصرف کرنا نیز کے مال پر بدون اس کے اذن کے اور بدون اپنی ولایت کے مگر چند مسائل میں تصرف مال غیر جائز ہے جو اشباہ میں مذکور ہیں مگر مسائل مذکورہ پہلا مسئلہ یہ ہے کہ فرزند کو والد مرہون کے واسطے مایحتاج خرید کرنا بغیر اس کے اذن کے جائز ہے اور اسی طرح والد کو فرزند کے واسطے اس کے مال سے خرید و درست ہے لیکن اور چیز سولے طعام اور دو ذکے خرید کرنا بدون اذن کے جائز نہیں اس واسطے کہ مایحتاج میں اذن باعتبار عادت کے ثابت ہے و دسرا مسئلہ یہ کہ مودع کو صاحب دو لیت کے والدین پس دون اس کے اذن کے صرف کرنا اس مکان میں درست ہے جہاں رائے قاضی کا حاصل کرنا ممکن نہیں اور اس پر ضمان لازم نہ ہو گا باعتبار استحسان کے تیسرا مسئلہ یہ کہ ایک فریق سفر میں گیا تو باقی رفیقوں نے اس کا اسباب بچا اور اس کی تجیر و تکفین اس کے ثمن سے کی اور باقی ثمن اس کے وارثوں کو دیا تو ان پر ضمان نہیں غصب حارۃ فیتعاجل شہا فاکل الذب ضمنہ کانی معا یۃ الوہبانیۃ ۵ غاصب شئی کیف یضمن غیرہ ۴ بولیس کہ فعل بایتنیۃ گدھی ایک شخص نے غصب کی سوا اس کا بچہ اس کے پیچھے لگا چلا گیا سوا اس کو بھیڑ یا کھا گیا تو غاصب پر اس کا تادان لازم ہو گا چنانچہ یہی مسئلہ وہبانیہ کی چہستان میں یوں مذکور ہے اور ایک چیز کا غاصب کیونکر ضمان دیتا ہے غیر منصوص کا اور حالانکہ اس کا ایسا فعل نہیں جس سے وہ متغیر ہو جائے مگر بکیری میں ہے کہ غیر کی گدھی بلا اجازت ہانک لے گیا اور بھیڑ یا اس کا بچہ کھا گیا یا بچہ ضائع ہو گیا اور اس نے مالک کو گدھی پھیر دی تو اگر غاصب بچہ کو گدھی کے ساتھ ہانک لے گیا ہو تو اس پر تادان لازم ہو گا اور اگر بچہ پیچھے لگا چلا گیا بدون اس کے ہانکنے کے تو اس پر بچہ کا تادان نہیں شارع وہبانیہ نے بھی یہی تفصیل نقل کی ہے اور بیت کو اس صورت پر محمول کیا ہے کہ گدھی کے ساتھ بچہ کو بھی وہ ہانک لے گیا اس واسطے وہ اب متعدی ٹھہرے ۴ غاصب نہر لہ منہ شرب ۴ بول ٹم نہر طام لامطر ۴ اور نہر کے غاصب کو اس میں سے پینا درست ہے یا نہیں اور کیا وہاں نہر طام غیر مطہر ہے یا نہیں م سوال اول کا جواب یہ ہے کہ اگر غاصب نے تحویل مکان کی ہو یعنی نہر نے اس کے مکان کو بٹایا ہو تو اس میں سے پانی پینا اور دھونکنا مکروہ ہے اس واسطے کہ تحویل سے غصب کا اثر ظاہر ہو گیا اور بلا تحویل شرب اور وضو جائز ہے اس واسطے کہ نہر میں سے ہر شخص کو پینا اور نوشی درست ہے اور دوسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ ہاں وہاں نہر طام غیر مطہر ہے کذا فی الطحاوی عن شرح الوہبانیہ **فصل یہ فصل ہے کتاب الغصب کی غیب بمعنیۃ ما غصبہ وضمن قیمۃ مالکہ ملک من مالک مستند الی وقت الغصب** قسم لہ الاکساب لا الا ولاد ملحق غاصب نے جو غصب کیا اس کو غائب کر ڈالا اور اس کی قیمت کا مالک کو تادان دیا تو ہمارے نزدیک وہ اس کا مالک ٹھہرے گا غصب کرنے کے وقت سے تو غاصب کو مفسوب کی کائیاں حلال ہوں گی نہ اولاد مفسوب کذا فی اللقی والقول لہ ہینۃ لوانتلفا فی قیمتہ ان لم یبرہن المالک علی الزیادۃ اور غاصب کا قول قسم کے ساتھ مقبول ہو گا اگر غاصب اور مالک نے مفسوب کی قیمت میں اختلاف کیا ہو بشرطیکہ مالک نے زیادتی قیمت گواہی سے ثابت نہ کی ہو فان برہن او برہن فللمالک ولا تقبل بنیۃ الغاصب لقیامہا علی نفی الزیادۃ ہوا صحیح زہبی پھر اگر مالک گواہ لایا یا دونوں گواہ لائے اپنے دعویٰ پر تو گواہ مالک کے مقبول ہوں گے اور غاصب کے گواہ مقبول نہ ہوں گے اس واسطے کہ وہ شہادت نفی زیادتی پر قائم ہے اور نفی کی گواہی مقبول نہیں یہی قول صحیح ہے کذا فی الزہبی ونقل الحسن عن الجرد والجوامہ لو قال الغاصب او المودع المتعدی لا اعرف قیمتہ کن علت انہا قل ما یقولہ فالتقول للغاصب بحدیۃ و یجبر علی البیان اور مصنف نے شرح میں بحر الرئیق اور جوامہ سے نقل کیا کہ اگر غاصب اور مودع متعدی کے میں مفسوب اور دو لیت



کی قیمت نہیں جانتا لیکن یہ جانتا ہوں کہ قیمت اس کی اس سے کم تر ہے جو مالک کتا ہے تو غاصب اور اسی طرح مودع کا قول قسم کے ساتھ مقبول ہوگا اور بیان قیمت پر جبر کیا جاوے گا مگر اراقی کی تالیف تو کتاب الاجارۃ تک منتہی ہوگئی ہے تو مصنف نے غصب کا مسئلہ اس سے کیونکر نقل کیا شاید کہ یہ مسئلہ غاصب بوجہ اختلاف میں مذکور کیا ہو واللہ اعلم کذا فی الطحاوی فان لم یبین مطلقاً علی الزیادۃ فان تکمل لزمتہ پھر اگر غاصب قیمت مجملہ بیان نہ کرے تو اس سے نفی زیادت پر قسم لی جاوے سو اگر وہ قسم سے انکار کرے تو زیادت کی قسم کی اس کو لازم ہوگی ولو حلف المالك البقاء علی الزیادۃ اخذ ما اور اگر غاصب کی قسم کے بعد مالک نے بھی زیادت پر قسم کھائی تو وہ اس کو لے گا غاصب سے ثم ان ظہر الغصب فللغاصب اخذہ و دفع قیمتیہ اور وہ داخل قیمتہ وہی من خواص کتابنا فلیحفظ بعد اس کے اگر غصب ظاہر ہو تو غاصب کو جائز ہے غصب کا لینا اور اس کی قیمت دینا یا غصب کا مالک کو پھیر دینا اور اس سے قیمت پھیر لینا اور یہ تفصیل مسائل مذکورہ ہماری کتاب کی مخصوصات سے ہے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے فان ظہر للغصب وہی ای قیمتہ اکثر مما ضمن او شملہ او دودنہ علی الاصح عنایتہ فالادلی ترک قولہ وہی اکثر وہ ممن بقولہ اخذہ المالك و ردعوضہ او مضی القیمان پھر اگر غصب ظاہر ہو اور حالانکہ اس کی قیمت زیادہ تر ہے اس سے جو غاصب نے ضمان یا برابر ہے اس کے یا کمتر ہے اس سے بقول الاصح کذا فی العنایتہ اور حالانکہ غاصب ضمان دے چکا ہے اپنے قول کے موافق تو مالک مختار ہے چاہے غصب اور عوض اس کے جو ضمان لیا ہے پھر دے چاہے ضمان ہی کو جاری رکھے شارح نے کہا جب عنایتہ کی روایت سے ثابت ہوا کہ بقول الاصح قیمت کا برابر ہونا اور کمتر ہونا اور اکثر ہونا یکساں ہے حکم میں تو مصنف کو بہتر یہ تھا کہ اکثریت کی قید کو ترک کرتا و لاخیار للغاصب لو قیمتہ اقل للزومہ باقرارہ ذکرہ الوانی نعم متی ملک الغنم للاخیار عیب و قتیہ مجتبیٰ اور غاصب کا صورت مذکورہ میں کچھ اختیار نہیں اگرچہ قیمت غصب کی کمتر ہو ضمان سے بسبب لازم ہونے قیمت کے خود غاصب کے اقرار سے کذا ذکرہ الوانی متی الذرر ہاں جب مالک ضمان کا مالک ہوگا تو اس کو خیار العیب اور خیار الرؤیۃ ثابت ہے کذا فی المجتبیٰ م اس واسطے کہ ضمان غصب ضمان معاوضہ ہے تو خیار العیب اور خیار الرؤیۃ اس کو لازم ہوتا چاہیے ولو ضمن بقول المالك او برأۃ او نکول الغاصب فمولد و لاخیار للمالك و رضاه حیث ادعی بالثقلہ فقط اور اگر غاصب نے ضمان دیا مالک کے قول یا اس کے گواہ لائے یا غاصب کے انکار قسم کے سبب سے تو غصب ظاہر ہونے کے بعد غاصب کا ملوک ہوگا اور مالک کا اس میں اختیار باقی نہ رہے گا اس کی رہنمائی کے سبب سے کیونکہ مالک نے فقط اسی مقدار کا دعویٰ کیا و ان باع الغاصب الغصب فضمنه المالك لثبوت بیعہ اگر غاصب نے غصب کو بیع ڈالا پھر مالک نے اس کا تادان لیا تو غاصب کی بیع نافذ ہو جاوے گی و ان مراءى الغاصب لان تحریر المشتري من الغاصب نافذ فی الاصح عنایتہ ثم ضمنه لان الملك الناقص يكفي نفاذ البيع لا العتق اور غاصب نے غصب کو آزاد کر دیا پھر ملک نے اس سے اس کا تادان لیا تو متفق نافذ نہ ہوگا اس واسطے کہ ملک ناقص نفاذ بیع کے واسطے کافی ہے اور نفاذ عتق کے واسطے کافی نہیں شارح نے غاصب کا آزاد کرنا مراد لیا نہ غاصب کے مشتری کا اس واسطے کہ مشتری مذکور کا آزاد کرنا قول الاصح میں نافذ ہے کذا فی العنایتہ و ردعوضہ و لا غصب مطلقاً کس من او منفصلہ کہ ردعوضہ لا یضمن الا بالتعدي او المبيع بعد طلب المالك لانها امانة اور غصب کی زوائد مطلقاً خواہ زوائد متصلہ ہوں چنانچہ فرمایا اور جو صورتی غصب کی یا زوائد منفصلہ ہوں چنانچہ ردعوضہ اور بچل امانت ہیں غاصب کے پاس ان کا تادان نہیں مگر غاصب کی تعدی سے یا بعد طلب کرنے مالک کے اس کے نہ دینے سے البتہ ضمان لازم ہوگا اس واسطے کہ زوائد مذکورہ امانت ہیں م یہاں دعویٰ اور دلیل ایک ہی ہوگی تو اگر شارع یوں کتا کہ زوائد میں اس واسطے تادان نہیں کہ ان میں غصب تحقق نہیں تو واضح تر ہو تا کذا فی الطحاوی ولو طلب المتصله لا یضمن اور اگر مالک زوائد متصلہ کو طلب کرے تو تادان نہیں و ما نقصته الجاریۃ بالاولاد و مضمون و یکبر لولدہ بالقیمۃ او بغیرہ ان دونی بہ و الا فیسقط بحسابہ اور جاریہ غصب نے جو اپنی قیمت ولادت کے سبب سے ناقص کر دی تو اس کا تادان غاصب پر لازم کیا جاوے گا اور زوائد کا جبر نقصان اس کے ولد کی قیمت یا اس کے حصہ سے کیا جاوے گا اور اگر اس کے ساتھ برابر ہو اور اگر قیمت ولد نقصان جاریہ کی برابر نہ ہو تو اس کے حساب کے موافق ضمان سے ساقط کیا جائے

م یعنی اگر جاریہ منصوبہ کی قیمت سودم تھی اور ولادت سے ساٹھ دم قیمت رہ گئی تو اگر اس کے ولد کی قیمت ۴۰ دم ہے تو جبر نقصان ہو گیا لہٰذا دی اور اس کا ولد مالک کو پھر دیا جائے ناصب پر کچھ تاوان لازم نہ ہو گا اور اگر ولد کی قیمت ۲۵ دم ہے تو ہم سے اس قدر ساٹھ کم کے ۱۵ دم کا ضمان ناصب پر لازم ہو گا قیمت سے جبر نقصان اس وقت ہو گا جب کہ ولد زندہ پیدا ہو والا غرض سے جبر نقصان ہو گا غرض مراد یہ ہے کہ ایک مرد نے جاریہ کے پیٹ پر ایسی ضرب ماری کہ لڑکا مردہ پیٹ سے گر پڑا تو اس پر غرض یعنی دیت واجب ہوگی اسی سے جبر نقصان کیا جائے گا ولادت و بالولد و فاء کفی ہو اب صحیح اختیار اور اگر جاریہ منصوبہ ناصب کے پاس گر گئی اور اس کے ولد کی قیمت اس کی قیمت کے ساتھ برابر ہے تو یہی کفایت ہے ہی قول اصح ہے کذا فی الاختیار یعنی ناصب پر کچھ ضمان نہیں زنی بامتنہ منصوبہ ای غصباً فرداً حالاً فمات بالولادة ضمن قیمتہا یوم علق زنا کیا اس جلد یہ سے جس کو ناصب نے خود غصب کیا پھر جاریہ حاملہ مالک کو پھر دی سو وہ ولادت سے مر گئی تو ناصب پر اس کی اس قیمت کا ضمان لازم ہو گا جو اس کی قیمت حاملہ ہونے کے دن تھی م چونکہ رد فاسد تھا لہٰذا اس پر ضمان لازم نہ ہو یعنی جب اس نے غصب کی تھی تو اس میں تلف ہو جانے کا کوئی سبب نہ تھا اور جب اس نے پھر دی تو سبب تلف اس میں موجود تھا یعنی عمل تو پھر صحیح نہ تھا بخلاف الحرة لانہا لا تضمن بالغصب یعنی ضمان لغصب بعد فساد الرد بخلاف حرہ منصوبہ کے پھر دینے کے یعنی اگر حرہ منصوبہ سے زنا کر کے حاملہ اس کو پھر دیا اور وہ ولادت سے مر گئی تو ناصب پر ضمان نہیں اس واسطے کہ حرہ کا ضمان غصب سے نہیں ہوتا ہے تاکہ ضمان غصب بعد فساد رد باقی رہے ولورہا محوۃ فمات لا تضمن اور اگر جاریہ منصوبہ پھر دی اور حاملہ اس کو تپ تپتی سو وہ مر گئی تو ناصب پر ضمان نہیں اس واسطے کہ تپ میں ناصب کا کچھ دخل نہیں وکذا لوزن عندہ فرداً فجلدت فمات بہ طبعی اور اسی طرح ناصب پر ضمان موت نہیں اگر جاریہ منصوبہ نے ناصب کے پاس کسی اور شخص سے زنا کیا پھر ناصب مالک پھر دی پھر اس پر بیب زنا کے کوڑے مارے گئے سو وہ اس کے سبب سے مر گئی کذا فی الملتقی ہم زلیعی نے کہا لیکن ناصب پر نقصان زنا کا ضمان البتہ لازم ہو گا ولوزنی بہا واستولد باثبت النسب والولد قتی ودر اور اگر ناصب نے جاریہ منصوبہ سے زنا کیا اور اس کو ام ولد بنایا تو نسب ثابت ہو گا اور لڑکا مالک کا ہو گا کذا فی الدر و بخلاف منافع الغصب استوفوا بالاولیٰ فاننا لا تضمن عندنا اور بخلاف منافع غصب کے خواہ ناصب نے منافع کو حاصل کر لیا ہو یا ان کو معطل چھوڑا ہو ان کا کچھ تاوان ہمارے نزدیک نہیں ہے ویو جرتی بعض المتون ومنافع الغصب نیز منصوبہ الخ لکن لا یلازم ما یاتی من عطف غیر المسلم الخ مع انه اخضر فتدبر اور متن کے بعض نسخے میں یوں عبارت ہے ومنافع الغصب غیر منصوبہ الخ لیکن اس عبارت کی وہ عبارت جو آگے آدے کی یعنی عطف کرنا غیر مسلم کا مناسب نہیں باوجودیکہ عبارت سابقہ زیادہ تر مختصر ہے سو اس کو نوکر الائی ثلث فیجب احوال مثل علی اختیار المتأخرین ان کیوں ان کیوں المنصوب وقفا للسکنی والا استقلال منافع غصب کا ضمان نہیں مگر تین صورتوں میں تو اجرت مثل واجب ہے بموجب اختیار کرنے فقہائے متأخرین کے پہلی صورت یہ ہے کہ منصوب وقف ہو خواہ سکونت محتاجین کے واسطے وقف ہو خواہ کرایہ لینے کے واسطے وقف ہو اور مال یتیم الائی مسئلہ سکنت امر مع زوجہانی دارہ بلا اجریس لہذا ذلک والا جریس لہذا ذلک الاشباہ مغزیاً لوصایا القییم یا مال یتیم کے منافع منصوب میں اجرت مثل واجب ہے مگر اس مسئلہ میں کہ یتیم کی ماں اپنے دوسرے شوہر کے ساتھ یتیم کے گھر میں بدون کرایہ رہی تو زوجین کو یہ جائز نہیں اور ان پر کرایہ بھی نہیں ہے چنانچہ اشباہ میں تین کی کتاب الوصایا سے منقول ہے قلت ویشتی ایضاً سکنی شریک الیتیم فقد نقل المصنف وغیرہ عن القنیۃ انہ لاشی علیہ وکذا الا جہنی بلا عقد قبیل دار الیتیم کا لوقف انتہی میں کہتا ہوں اور وجوب اجرت مال یتیم سے سکونت شریک یتیم کا مسئلہ بھی مستثنیٰ ہے اس واسطے کہ مصنف وغیرہ نے قنیہ سے نقل کیا ہے کہ شریک یتیم پر کچھ واجب نہیں اور اسی طرح اس اجنبی شرف واجب نہیں جو یتیم کے گھر میں بلا عقد اجارہ را اور بعضوں نے کہا کہ یتیم کا گھر وقف کی مانند ہے وجوب اجرت میں مطلقاً انتہی قول المصنف ہم مفتی ابوالسعود نے کہا یہی قول معتد ہے کہ مال یتیم وقف کے مانند ہے تو درحقیقت کچھ استثنیٰ نہیں قلت ویکن مل کلا الفر علی قول المتقدمین بعدم اجرتہ واما علی قول المتقدمین انہا لوقف فحب الاجرة علی الشریک والزواج لکون سکنی المرأة واجبة علیہ وهو ناصب الدار الیتیم فتکرمہ الاجرة ودر مفتی ابن نجیم میں کہتا ہوں اور استثنیٰ کے دونوں مسئلوں کا حل کرنا متقدمین کے قول عدم اجرت پر ممکن ہے اور متأخرین کے قول معتد پر یہ ہے کہ یتیم کا



وقف کے مانند ہے فوجت گھر کی یتیم کے شریک اور اس کی ماں کے خود پر واجب ہوگی اس واسطے کہ سکنی زوجہ کا زوج پر واجب ہے اور زوج مذکور گھر یتیم کا  
 صاحب ہے تو اس پر کرایہ لازم ہوگا اور اسی قول کا فتویٰ دیا ہے ابن نجیم صاحب اشباہ نے ہم اور اگر یتیم کی ماں اس کے گھر میں رہے در صورتیکہ اس کا کوئی شوہر  
 نہ ہو تو اس پر اجرت نہیں کذا فی الطحاوی عن المحیط ومانی العیرنیۃ من التفتیل لوالیتیم یقتضی المنع فلا جبر ولا انقیاد لغيرہا غیر ظاہر اور میر فیہ میں جو یہ تفصیل مذکور ہے کہ  
 اگر یتیم منع پر قادر ہے اور اس نے منع نہ کیا تو اجرت نہیں اور اگر منع پر قادر نہیں تو زوجین پر اجرت واجب ہے نیز ظاہر ہے ہم قول مذکورہ کی ظاہر ظاہر ہونے  
 کی یہ وجہ ہے کہ صغیر غیر مکلف کا منع اور غیر منع لائق اعتبار کے نہیں ہے وعلیہ فہو علیہ لا علیہا کا افادہ فی تہذیب البصائر اور بموجب اس کے یعنی بموجب قول مفتی کے  
 تو اجرت زوج پر واجب ہے یتیم کی ماں پر چنانچہ یہ افادہ تہذیب البصائر میں مذکور ہے یعنی اس واسطے کہ سکنی زوجہ کا زوج پر واجب ہے تو وہ غاصب ٹھہرا تم نقل  
 عن الخانیۃ ان مسئلۃ الدار کسئلۃ الارض وان الحاضر اذا سکن فیہا اذا کان لا یغیرہا فلفظ ان لیکن قدرہ ترکیہ قالوا دلیلیہ الفتویٰ پھر صاحب تہذیب البصائر نے خانہ  
 سے نقل کیا کہ گھر کا مسئلہ زمین کے مسئلے کے بموجب ہے اور شریک حاضر جب کہ گھر میں سکونت کرے جس صورت میں کہ سکونت گھر کو ضرر نہ کرے تو شریک غائب  
 کو جائز ہے کہ اس میں بقدر اپنے شریک کے سکونت کرے ملائے کہا اور اسی پر فتویٰ ہے ہم عادیہ میں مذکور ہے کہ فتویٰ اس پر ہے کہ اگر زراعت زمین کو نقصان  
 دکرے نفع کرے تو شریک کو تمام زمین میں زراعت کرنا جائز ہے پھر جب شریک غائب اُسے تو وہ بھی تمام زمین زراعت کرے اتنی مدت تک اس واسطے کہ  
 وہ عادیہ مالک کی ایسی صورت میں باعتبار دلالت حال کے ثابت ہے اور اگر زراعت زمین کو ضرر نہ کرے تو جائز نہیں کذا فی الطحاوی او معدای ای اعدہما  
 الاستغلال ان بناہ لذلک او اشتراہ لذلک قبل او جبرہ ثلث سنین علی الاولیاء یا اس مقصود کے منافع کے اجرت مثل واجب ہے جو یہاں ہوا استغلال کے واسطے  
 یعنی اس کے مالک نے اس کو تیار کیا ہو کرایہ لینے کے واسطے اس طرح پر کہ اس کو بنایا ہو اسی واسطے یا خرید کیا ہو اسی واسطے بعضوں نے کہا یا اس کو اجارہ دیا  
 پھر میں برس علی لاتصال دلی الاشباہ لا تہیر الدار معہ لہ با جارتہا بل بناہا او شراہا ولا باعداد البائع بالنسبۃ للمشتري اور اشباہ میں ہے کہ گھر استغلال کے  
 واسطے یہاں نہیں ٹھہر جاتا اس کے اجارہ دینے سے بلکہ اس کے بنانے یا خرید کرنے سے کرایہ لینے کے واسطے اور نہ بالغ کے یہاں کہنے سے نسبت بمشتري استغلال  
 کے واسطے ہو سکتا ہے ولی شرط علم المستعمل بخبرہ معدا حتی یجب الاجر اور استعمال کرنے والے کا یہ جاننا شرط ہے کہ وہ گھر کرایہ کے واسطے یہاں ہے تب اجرت مثل واجب  
 ہوگی وان لا یكون المستعمل مشہودا بالغصب اور بموجب اجرت کی یہ شرط ہے کہ استعمال کرنے والا غصب کرنے میں مشہور نہ ہو ہم اور اگر مشہور ہوگا غصب میں  
 تو اس پر کرایہ نہیں اگرچہ گھر کرایہ کے واسطے یہاں ہو اور دونوں مسئلوں کی وجہ یہ ہے کہ اس نے سکونت نہیں کی کرایہ لازم کہہ کے کذا فی الطحاوی قلت ولو اختلفا  
 فی العلم و عدمہ فالقول لہیمینہ لانہ منکر والاخر مدع میں کہتا ہوں اور اگر صاحب خانہ اور سہنے دلاہم اور عدم علم میں مختلف ہوں یعنی صاحب خانہ کہتا ہو کہ  
 توجہا تھا کہ یہ گھر کرایہ کے واسطے بنا ہے اور رہنے والا کہتا ہو کہ مجھ کو اس کا علم نہ تھا تو رہنے والے کا قول اس کی قسم کے ساتھ مقبول ہوگا اس واسطے کہ وہ منکر  
 ہے اور دوسرا مدعی ہے اور قول منکر کا مقبول ہوتا ہے نہ مدعی کا قال شیخنا ویموت رب الدار وبعیہ لا یبطل الا بعد وہما سے استناد نے کہا کہ صاحب خانہ کی موت  
 سے اور اس کے بیچ ڈالنے سے اعداد یعنی کرایہ کے واسطے یہاں ہونا باطل ہو جاتا ہے ولو بنی لنفسہ ثم اراد ان یعدہ فان قال بلسانہ وخبیر الناس جاز ذکرہا لمصنف  
 اور اگر ایک شخص نے گھر اپنے واسطے بنایا پھر چاہا کہ اس کو کرایہ کے واسطے یہاں کر دے تو اگر وہ اپنی زبان سے یہ کہے اور لوگوں کو اس کی خبر کر دے تو جائز ہوگا  
 مصنف نے اس کو اپنی شرح میں ذکر کیا ہے الا انی المعد لا استغلال فلا ضمان فیہ اذا سکن بنا وویل ملک کبیت سکنۃ احد الشراک فی الملک ولو یتیم کامر عن القنیۃ  
 فقہہ مگر اس گھر میں ضمان نہیں جو کرایہ کے واسطے تیار ہوا جب کہ اس میں کسی شخص نے سکونت کی اپنی ملکیت کی تاویل اور توجیہ سے چنانچہ وہ گھر جس میں شرکا  
 ملک سے کوئی شریک رہا اگرچہ وہ گھر مشترک یتیم کا ہو چنانچہ منقریب مذکور ہو چکا ہے قیہ سے تو خبر دار رہنا م شارح نے خبردار کر دیا اس بات پر کہ روایت فقہ  
 حنفیہ کے قول پر مبنی ہے اور حالانکہ فتویٰ متاخرین کے قول پر ہے بموجب اجرت میں امانی الوقف اذا سکنہ احدہما بالغلبۃ ملاذن لازم الاجر لیکن وقف کے

مکان میں جب کہ ایک شریک اس میں سکونت کرے غالب ہو کر بدون اذن کے تہاجرت لازم ہوگی اور غصب کبیت الرحمن اذ اسکنہ المؤمن ثم بان للغير معدا لاجارة  
 فاشی علیہ با سکونت کی عقد کی تاویل سے چنانچہ رہن کے گھر میں مرتن رہا پھر ظاہر ہوا کہ وہ گھر غیر شخص ملک ہے درانی ایک وہ اجارہ کے واسطے مہیا ہے تو مرتن مذکور پر  
 کچھ ضمان نہیں بقی لواء الغاصب احد ما فعلی المستاجر المسمی لاجرا مثل ولا یلزم الغاصب الاجر بل یرد ما قبضہ للمالك استیفاء وقینہ باقی رہی یہ بات کہ غاصب نے بیعت  
 ثلثہ مذکورہ سے یعنی وقف اور مال یتیم اور معدلا استقلال سے ایک گھر اجارہ دیا تو مستاجر پر اجرت معین واجب ہوگی نہ اجرت مثل اور اجرت مثل غاصب کو لازم  
 نہ ہوگی بلکہ جو غاصب نے اجرت لی ہو وہ مالک کو پھیر دے کذا فی الاستیفاء والقینہ فی الشریعۃ والیہ ویظہر ما لو مطلق المنفعة بل یضمن الاجرة کما لو سکن اور ثمر بنی لیس  
 ہے اور اس میں نظر اور تلاش کرنی چاہیے کہ صاحب تاویل ملک یا عقد اگر منفعت کو معطل چھوڑے کیا اجرت کا فائدہ ہوگا چنانچہ سکونت کے حال میں وہ ملک  
 غیر المسلم و غیر برہ بان اسلم رہا فی دیدہ اذا اتلفها مسلم اذ ذی فلا ضمان اور بر خلاف مسلمان کے شراب اور سور کے اس طرح پر کہ کافر مسلمان ہو اور شراب اور  
 سور اس کی ملک میں باقی رہے جب کہ دونوں مسلمان یا ذمی تلف کر ڈالے تو ضمان نہیں یعنی اس واسطے کہ مسلمان کے حق میں شراب اور سور مال متقدم نہیں  
 وضمن المتلف المسلم قیما لان الخمر فی حقنا قیسی حکما لو کان الذمی اور مسلمان شراب اور سور کا تلف کرنے والا دونوں کی قیمت کا تاوان دے اگر شراب اور سور کا ذمی  
 ذمی کی ملک ہو قیمت کا تاوان ہو اس واسطے کہ شراب ہم مسلمانوں کے حق میں قیمت والی چیز ہے باعتبار حکم شرع کے م ضمان اس واسطے لازم ہو کہ ذمیوں کے  
 حق میں شراب اور سور مال متقدم ہے اور اگرچہ شراب مثلی چیز ہے نہ قیمت والی لیکن چونکہ مسلم اس کی ملک اور ملک سے منوع ہے لہذا اس کی قیمت مسلم پر  
 واجب ہوئی والمتلف غیر الامام او مامورہ بری ذلک عقوبۃ فلا یضمن ولا الزق خلافا لحدیثی ضمان اس وقت واجب ہوگا جب کہ تلف کرنے والا بادشاہ یا اس  
 کا مامور نہ ہو جو خلاف کو تعزیر جانتا ہے تو اب ضمان نہ ہوگا اور نہ شراب کی مشک تلف کرنے کا بر خلاف حدیث کے کذا فی المجتبی م یعنی اگر بادشاہ یا اس کا مامور شراب  
 اور سور کے اظہار بیع پر ان کو تلف کر ڈالے باعتبار تعزیر کے تو اس پر ضمان نہیں منع الفقہاء میں ہے کہ ذمی نے دارالاسلام میں غرور غریبی بیع علانیہ  
 کی تو اس کو منع کیا جائے گا پھر اگر کوئی شخص شراب بہادے یا تعزیر کو قتل کرے تو اس پر ضمان ہے لیکن اگر اہل ایمان یہ کرے تعزیر جان کر تو اس پر تاوان نہیں  
 نہ مشک کا نہ شراب کا نہ سور کا ولا ضمان فی میتہ دم اصلا اور مردار اور خون کے تلف کرنے میں اصلا تاوان نہیں خواہ مسلم کے ہوں یا ذمی کے اس واسطے  
 کہ کسی اہل دین کے نزدیک یہ چیزیں مال نہیں بخلاف مالوا شتراما ای الخمر منه ای الذمی وشرہا فلا ضمان ولا ثمن لانه فعلہ تبسیطا لعلہ بخلاف غصبہا مجتبى  
 اس مسئلہ کے اگر شراب ذمی سے خمیک اور پی تو نہ اس پر ضمان ہے وضمن اس واسطے کہ مشنری نے یہ فعل اس کے بالغ کے مسلط کرنے سے کیا بخلاف شراب  
 غصب کرنے کے کہ اس میں تسلیط مالک نہیں لہذا اس پر ضمان ہے کذا فی المجتبى وفيہ تلف ذمی خمر ذمی ثم اسما او احدہما لاشی علیہ الا فی روایۃ علیہ قیمت الخمر اور مجتبى  
 ہے کہ ذمی نے دوسرے ذمی کی شراب تلف کی پھر دونوں مسلمان ہو گئے یا ایک تو تلف کرنے والے پر کچھ تاوان نہیں مگر ایک روایت میں اس پر تاوان مذکور ہے  
 غصب خمر مسلم فخللہا بالمالا قیمۃ لہ کخطۃ او علی سیر لا قیمۃ لہ اذ شمس او غصب جلد قیمۃ فدلجہ بہ بالایمۃ کہ شراب وشمس اخذہما المالک فجانا شراب مسلمان  
 کی غصب کی پھر اس کو سرکہ بنایا اس چیز سے جس کی کچھ قیمت نہیں چنانچہ تھوڑے گیسوں یا تھوڑا نمک ڈال کر جس کی کچھ قیمت نہیں یا سرکہ بنایا دھوپ میں رکھ  
 یا مردار کی کھال غصب کی پھر اس کی دباغت کی اس چیز سے جس کی کچھ قیمت نہیں چنانچہ مٹی اور دھوپ سے تو مالک سرکہ اور جلد مدبوغ کو مفت سے گا و لک  
 لو اتلفها ضمن لا لو تلفہا لیکن اگر سرکہ اور جلد مدبوغ کو غاصب تلف کرے گا تو ضمان دے گا اور اگر وہ خود بخود تلف ہو تو اس پر ضمان نہیں و فی شرح الوہب  
 یضمن قیمۃ مدبوغنا و احمدہ فی التلقی اور شرع و ہانہ میں ہے کہ جلد مدبوغ کا غاصب ضمان دے اور اسی قول پر طقی میں اعتبار کیا ہے م یہ ضمان صورت اتلاف  
 ہے کذا فی الطہادی ولو خللہا بذی قیمۃ کالمخ و الخلل ملکہ ولا شی علیہ لاکہ خلافا لہا اور اگر غاصب نے شراب کو سرکہ بنایا قیمت والی چیز سے چنانچہ  
 نمک اور سرکہ ڈال کر تو غاصب اس کا مالک ہو جاوے گا اور مالک کے واسطے غاصب پر کوئی چیز واجب نہیں بر خلاف صاحبین ولو بلغ بہ بذی قیمۃ کقرظ و



المجلد اخذہ المالك وروما زاد الدلیع اور اگر قیمت دلی چیز سے جلد کی دباغت کی چنانچہ بھول کی چھال اور مازو سے نماک اس کو لے اور جس قدر قیمت جلد کی دباغت سے زیادہ ہو گئی وہ غاصب کو پھیر دے وال غاصب جسے حق یا مذحقہ اور غاصب کو جلد مدبوع کاروک دکھنا اپنے حق کے لینے تک درست ہے ولو تلف لا یضمن کالتلف اور اگر غاصب جلد مدبوع مذکور کو تلف کرے تو ضمان نہ دے گا چنانچہ اس صورت میں ضمان نہیں اگر وہ خود بخود تلف ہو جاوے و لا ضمان بالامان المیتة ولو لولدی اور ضمان نہیں مردار کے تلف کر ڈالنے سے اگرچہ مردار ذمی کا ہو و لا باطلاق متروک التمیة مردار لو لم یبعیہ ملتقى لان دلایۃ المحاجة ثابتہ اور نہ اس ذبیحہ کے اطلاق سے ضمان ہے جس پر نام خدا مواترک کیا اگرچہ متروک التمیة اس شخص کا ہو جو اس کو مباح کتا ہے یعنی شافعی مذہب کا ہو کذا فی الملتقى اس واسطے کہ حجت انگیزی کا اختیار خفی مذہب کو ثابت ہے ہم حجت عقیدہ یہ ہے کہ اس کی حرمت نفس قرآنی سے ثابت ہے قال اللہ تعالیٰ ولا تأکلوا مما لم یذکر اسم اللہ علیہ یعنی نہ کھاؤ اس کو جس پر اللہ تعالیٰ کا نام نہ لیا گیا وضمن بکسر معزوف بکسر المیم آتہ اللہ و لو لکافر ابن کمال قیمتیۃ نشأ منحو صالحا لغير اللہ وادربا بے کے توڑنے سے اگرچہ باجا کافر کا ہو کذا ذکرہ ابن کمال تاوان دے اس کی قیمت کا یعنی کھدی ہوئی لکڑی جو گانے بجانے کے لائق نہیں اس کی قیمت کا ضمان دے شارح نے کہا معز بکسر مہارت ہے آتہ لہو سے یعنی گانے بجانے کا باجام معازت چنانچہ بربط اور مزار اور دف اور طبل اور طنبور کذا فی المنخ قاضی خان نے کہا صالح لغير اللہ کا مطلب یہ کہ دف توڑنے میں اس دف کی قیمت کا تاوان دے جس دف میں روٹی رکھتے ہیں اور بربط کے توڑنے میں اس چولی پیالہ کا ضمان دے جس میں شریذ و غیرہ طعام رکھا ہوتا ہے وضمن القیۃ لا التل پارقۃ سکر و منصف یحیٰ بیانہ فی الاثرۃ اور ضمان قیمت دے نہ ضمان مثل سکر اور منصف کے بہا دینے سے کتاب الاشرہ میں سکر اور منصف کا بیان آدے گام سکر نام ہے کھجور کے کپے پانی کا جب کہ وہ گاڑھا ہو جاوے اور منصف وہ ہے جو آدھا جمل جاوے آگ پر جوش کرنے سے کذا فی الذیۃ و صحیح بیہما کلمہ و قال لا یضمن ولا یصح بیعہا و علیہ الفتوی ملتقى و در روز طبعی و غیرہ اذکرہ المصنف اور صحیح ہے بیع آلات لہو کی بالکل اور ضمان نے کہا کہ باجوں کے توڑنے والے پر تاوان نہیں اور تمام آلات لہو اور ساز غنا کی بیع صحیح نہیں اور اسی قول پر فتویٰ ہے کذا فی الملتقى والدرد و الزیلعی وغیرہ اما طبل الطراۃ زاد فی فطر الحلاۃ و الصیادین والد ف الذی یباح ضربہ فی العرس فضمنون اتفاقا اور غازیوں کا طبل خلاصہ کی کتاب الخطر میں یہ زیادہ کیا ہے اور اگرچہ طبل اور وہ دف جس کا بجانا شادی میں مباح ہے تو اس کے توڑنے میں بالاتفاق تاوان ہے کالامۃ المغنیۃ و نحوہ لا کلبش نطوح و عامۃ طیارۃ و دیک مقتل و ہدی میث تجب قیمتہا لغير صالح لہذا الامور جیسے ضمان غصب اور بیع صحیح ہے گانے دلی لولدی اور اس کے مانند کی چنانچہ مکر مارنے والا میٹھا اور اڑنے والا بوتر اور مرغ لٹنے والا اور جو بھلا گلام کیونکہ ان کی قیمت واجب ہے اس طرح پر کہ امور مذکورہ کی صلاحت نہ رکھتے ہوں ہم یعنی ہمارے یہ غیر منغیہ اور غلام غیر منغی کی قیمت غاصب پر لازم ہوگی ولو غصب ام ولد فملکت لا یضمن بخلاف موت المدبر لبقدم المدبر دون ام الولد و قال لا یضمنہا لتقویہا اور اگر ام ولد کو غصب نے غصب کیا پھر وہ ہلاک ہو گئی تو غاصب پر تاوان نہیں برخلاف غلام مدبر کے موت کے بسبب مال متقوم ہونے مدبر کے ذام و لد کے امام کے نزدیک اور صاحبین نے کہا ام ولد کا بھی ضمان غاصب دے اس کے مل متقوم ہونے کے سبب سے مدبر کی قیمت و دثلث ہے قن کی قیمت سے اور ام ولد کی قیمت صاحبین کے نزدیک موی صہ ہے حل قیہ عبد یزید و در باط و ابنتہ اذ فتح باب اصطبلہا و قفص طائرہ فذہبت ہذہ الذکورات اوسعی الی سلطان بمن یوزیر الیہ ان لا یدفع بلارفع الی سلطان اوسعی بمن یرا بشر الفسق ولا یمتنع بنیتہ او قال لسلطان قد یغرم و قد لا یغرم فقال انہ وجد کفر افرغرمہ السلطان شیلہ لا یضمن فی ہذہ الذکورات ایک شخص نے دوسرے کے غلام کی بیڑی یا اس کے جانور کے باندھنے کی سی کھول دی یا اس کے اصطبل کا دروازہ کھول دیا یا اس کے چریا کے خیرے کی کھڑکی کھول دی سو یہ سب میزیں جاتی رہیں یا کسی شخص نے بادشاہ سے ایسے آدمی کی چغلی کھائی جو اس کو ستاتا ہے اور حال یہ ہے کہ بدون حکم سے نالاش کرنے کے وہ سنگم آتا نہیں یا ایسے کی چغلی کھائی جو فسق کا مرتکب ہے اور اس کے منع کرنے سے باز نہیں آتا یا کسی ایسے بادشاہ سے کہ کبھی ڈانڈ ڈالتا ہے اور کبھی نہیں ڈالتا یہ کہہ دیا کہ فلان شخص نے گڑا ہوا مال پایا ہے پھر بادشاہ نے اس موی یا فاسق پر یا خزانہ پانے والے پر کچھ نہ

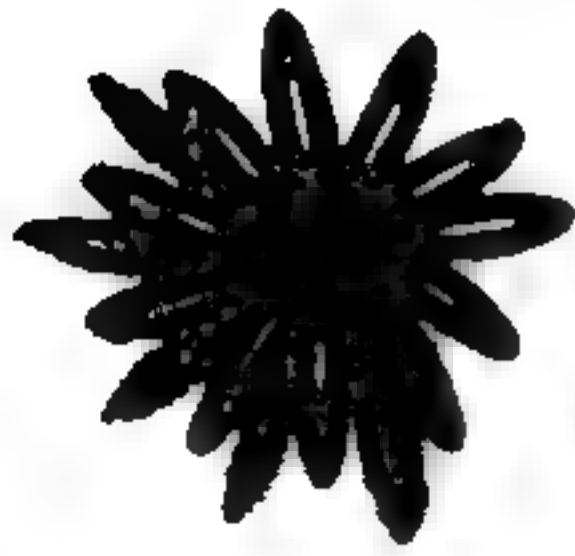
ملکہ سکر متعین غیر غیرہ کافی قول تعالیٰ فخذون منہ سکر و زقا و ۱۲ طہ قول مفتی بر صاحبین آلت کہ ہر گنہہ ساز غنا و دان نیست و بیع آنہا صحیح ہے ۱۳

ڈال دیا تو ان مجرموں سے ان سب صورتوں مذکورہ بالا میں تاوان نہ لیا جاوے گا یعنی نہ غلام اور نہ گھوڑے وغیرہ کا اور نہ بادشاہ کے ڈانٹ ڈالنے کا ولور غلام سلطان  
 البتہ بمثل ہذہ السعایہ ضمن اور اگر بادشاہ ڈانڈ لیتا ہو قطعاً اور یقیناً اس طرح کی چغلی سے تو چغلی نہ منہاں دے وکلا یقیناً لوسعی بغیر حق عند محمد و جبرالہ  
 ای لساہی و بہ لفتی و عز و لو لساہی عبد اللہ بعد التلق اور اسی طرح ضمان لازم آتا ہے چغلی پر محمد کے نزدیک اگر اس نے ناحق چغلی کھائی و جوہ ضمان چغلی  
 کا جہر اور توبیخ کے واسطے ہے تا کہ دوبارہ ترک نہ ہو اور اسی قول پر فتویٰ ہے اور اس کو تعزیری جلائے اور اگر چغلی غلام ہو تو اس سے تاوان کا مطالبہ کیا  
 جائے آزاد ہونے کے بعد ولومات الساہی للمسعی بہ ان یاخذ قدر الخسران من ترکہ ہوا یصح جواہر الفتاویٰ اور اگر چغلی مر گیا تو اس کو جس کی اس نے  
 چغلی کھائی جائز ہے کہ بقدر اپنے نقصان کے اس کے مزدک سے لے ہی قول صحیح ہے کہ زانی جواہر الفتاویٰ ونقل المصنف ان لومات الشکو علیہ بسقوطہ من سطح خوفہ غرم  
 الشاک و یتال لومات بالهرب لندورہ و قدر فی باب السرقة اور مصنف نے اپنی شرح میں نقل کیا یعنی عمادیہ سے اور اس کا حکم کیا گیا حاکم کے پاس اگر وہ مر گیا  
 پر سے مگر کے اس کے خوف کے سبب سے تو شکوکہ کرنے والا اس کی دیت کا تاوان دے نہ تاوان دے اس صورت میں کہ اگر ضرب سے وہ مر گیا بسبب دیت  
 موت کے ضرب سے اور البتہ یہ مسئلہ مذکور ہو چکا باب السرقة میں امر شخص عبد غیرہ بالا باق او قال لا قتل نفسک ففعل ذلک وجب علیہ قیمتہ  
 اور ایک شخص نے غیر کے غلام کو بھاگ جانے کا امر کیا یا غلام سے اس نے کہا کہ تو اپنی ذات کو قتل کر سو وہ بھاگ گیا یا اس نے اپنی جان ہلاک کی تو اس شخص پر قیمت  
 غلام کی واجب ہوگئی و لو قال لا تلف مال مولاک فافعل لا یضمن الامر والفرق ان امره بالا باق والقتل مالا غاصبا لانه استعمل فی ذلک الفعل بامرہ بالاتلاف لا یصیر  
 غاصبا لمال بل للعبد و ہوا قائم لم یثلف و انما التلف بفعل العبد اور اگر ایک شخص نے غیر کے غلام سے کہا کہ اپنے مولیٰ کا مال تلف کر سو اس نے تلف کیا تو امر کرنے  
 والا شخص تاوان نہ دے اور فرق اس مسئلہ اور مسئلہ سابقہ میں یہ ہے کہ بھاگنے اور قتل کرنے کے امر سے وہ شخص غاصب ٹھہر گیا اس واسطے کہ اس نے غلام کو استعمال  
 کیا اس فعل میں اور اتلاف مال کے امر سے وہ شخص مال کا غاصب نہ ٹھہرے بلکہ غلام کا غاصب ٹھہرے حالانکہ غلام موجود ہے تلف نہیں ہو گیا اور تلف ہونا مال کا غلام کے  
 ضل سے ہو و اعلم ان الامر لا یضمن علیہ بالامر الا فی ستمۃ اذا کان الامر سلطانا او اباً او سیداً او الامور صبیاً او عبداً امرہ بالاتلاف مال غیر سیدہ اذا امرہ بکفر باب فی حالط  
 العیر غرم الحافر و رجح علی الامر استنباہ اور معلوم کر کہ امر کرنے والے پر تاوان نہیں بسبب امر کرنے کے مگر چھو امر کرنے والوں پر ضمان ہے جب کہ امر بادشاہ ہو یا باپ  
 یا مولیٰ یا امور صغیر ہو یا وہ غلام جس کو امر نے مولیٰ کے سودا اور کسی مال کے تلف کرنے کا امر کیا ہو اور جب کہ اس کو غیر کی دیوار میں دروازہ کھودنے کا امر کیا ہو تو  
 کھودنے والا تاوان دے اور کھودنے والا امر کرنے والے سے بھرنے کذا فی الاستنباہ سلطان امرہ اس واسطے ضمان ہوا کہ اس کا امر کرنا ہے کیونکہ امور ہائے شاہ  
 کہ اگر میں اطاعت نہ کروں گا تو وہ عقاب کرے گا بخلاف غیر سلطان تو ضمان سلطان پر ہوگا نہ امور پر اور پدر امر کی یہ صورت ہے کہ باپ نے اپنے فرزند بالغ کو امر کیا کہ  
 اس کی زمین میں آگ جلا دے سو اس نے آگ جلائی اور وہ آگ زمین ہمسایہ میں جا پڑی اور کوئی چیز تلف ہوگئی تو ضمان باپ پر ہوگا اس واسطے کہ امر صحیح ہے اور ظاہر  
 اس صورت کا دلالت کرتا ہے کہ ہر امر باپ کا فرزند بالغ کے واسطے ایسا نہیں تو اگر باپ امر کرے اس کو اتلاف مال یا قتل نفس کا تو ضمان فرزند پر ہوگا بسبب فاسد  
 ہونے امر کے اور امر مولیٰ کی صورت یہ ہے کہ مولیٰ نے غلام یا امور کو تلف مال یا نفس کا امر کیا تو ضمان اس کا مولیٰ امر پر ہوگا اور صغیر امور کی یہ صورت ہے کہ کسی مجبور سے  
 کہا کہ اس درخت پر چڑھ اور میرے واسطے پھل توڑ پھردہ چڑھا اور اگر پڑا تو اس کی دیت شخص امر کی بلوری پر ہوگی اور عبد امور کا مقترب مذکور ہو چکا جامع الفقہین  
 میں ہے اگر ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میرے واسطے دروازہ کھود یعنی غیر کی دیوار میں تو ضمان اس کا امر ہے نہ حاضر پر اور اگر یوں نہ کہے کہ میرے واسطے کھود  
 امر پر ہوگا بلکہ حاضر پر ہوگا کذا فی الطحطاوی المستعمل عبد الغیر لنفسہ بن امرہ فی حاجۃ وان لم یعلم انہ عبد او قال ذلک العبد الذی استعمل فی خیر من قیمتہ ان  
 ان ہلک العبد عمادیہ کام لیا نیز کے غلام سے اپنی ذات کا اس طرح کہ اس کو اپنی حاجت میں بھیجا اگرچہ وہ نہ جانتا ہو کہ وہ غلام ہے یا اس غلام نے کہا جس کو  
 اس نے اپنے کام میں لکھایا کہ میں آزاد ہوں تو اس کی قیمت کا تاوان دے اگر غلام ہلاک ہو جائے کذا عمادیہ یعنی اس واسطے کہ استعمال سے وہ غاصب ٹھہرے



و فیما جاء رجل الى اخو وقال اني عرفنا ستملني في عمل فاستعمله فلما تم ظمرا نه جدهم علم اولم يعلم اذا استعمله في عمل نفسه او عماده فيه من بے کہ ایک مرد دوسرے پاس آیا اور بولا کہ میں آؤ ہوں سو مجھ سے کوئی کام لے سو اس نے اس سے کام لیا تو وہ ہلاک ہو گیا پھر ظاہر ہوا کہ وہ غلام تھا تو اس کا تادان دے خواہ وہ جانتا ہو یا نہ جانتا ہو یہ اس وقت ہے جب کہ اس نے اس سے اپنا ذاتی کام لیا ہو و لو استعمله لغيره ای فی عمل غیرہ لا ضمان علیہ لانه لا یعتبر به غاصبا کقولہ بعد ارق ہذہ الشجرۃ وانظر الممشی ان کل انت فسقط لم یضمن الامر ولو قال لتاکل انت وانا ضمن قیمۃ لانه استعمله کلہ فی نفعہ اور اگر غلام کو استعمال کیا اپنے سوا اور شخص کے کام میں تو امر پر ضمان نہیں اس واسطے کہ اس سے وہ غاصب نہیں ہو جاتا چنانچہ اس کے یوں کہنے میں غلام سے کہ اس درخت پر چڑھ اور زرد آلود کو بھاڑ تاکہ تو کھائے سو غلام گر کے مر گیا تو امر پر ضمان نہ ہو گا اور اگر یوں کہتا کہ تو کھائے اور میں تو اس کی قیمت کا ضمان دے گا اس واسطے کہ اس نے تمام غلام کو اپنے نفع میں استعمال کیا موطائی نے کہا تعیل اخیر میں گفتگو ہے یعنی تمام غلام امر کے نفع میں مستعمل نہیں غلام جاء الى فضا وقال انصدي ففصدہ ففصدہ معتاداً وغیرہ بالادلی فمات من ذلک فمن قیمۃ العبد عاقلۃ الفضا وایک غلام فضا کہ اس آیا سو بولا کہ میری فصد کھول سو اس نے ایسی فصد کھولی جیسی عادت میں کھولا کرتے ہیں سو وہ مر گیا اس فصد کے زخم سے تو فضا کی بلوری اس غلام کی قیمت کا تادان دے شارح نے کہا اور فصد غیر معتاد میں تو بطریق اولی ضمان لازم ہو گا م اس واسطے ضمان واجب ہوا کہ غلام کا اذن معتبر نہیں اگرچہ وہ ماذون ہو بلکہ مولیٰ کا اذن لائق اعتبار کے ہے کذلک الحکم فی الصبی تجب دینہ علی عاقلۃ الفضا و عمادیہ اور ایسا ہی حکم ہے صغیر نابالغ کی فصد کھولنے اور اس کے مرجانے میں تو اس کی دیت فضا کی برادری پر ہے کافی العمادیہ فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا غصب عباد و مع مال المولیٰ صار غاصبا للمال ایضا بل قالوا لایضمن ثیابہ تبعاً لضمان عینہ بخلاف الحر عمادیہ غصب کیا غلام اور اس کے ساتھ مولیٰ کا مال ہے تو وہ مال کا بھی غاصب ہو گیا بلکہ فقہانے کہا کہ غلام کے کپڑوں کا غاصب تادان دے باعتبار تبعیت ضمان ذات غلام کے بخلاف آزاد کے کذا فی العمادیہ یعنی آزاد کی ذات کا ضمان نہیں اور نہ اس کے کپڑوں کا وافی الوہابیۃ شمعہ و لیس الحرفات لایضمن نقصانہ و لیس القرآن اور شاخ مذکورہ اور وہابیہ میں ہے اور اگر غلام منصوب پیشوں کو بھول گیا تو ان کے نقصان کا غاصب تادان دے اور اگر قرآن بھول جائے یا غلام جو ان پر ہو گیا تو اسی طرح ضمان مذکور ہے ہم مسائل مذکورہ میں علت شامل فوات وصف مرغوب فیہ ہے جس سے مالیت زیادہ ہوتی ہو و لو علم الدلال قیمۃ سلقہ و فقدم للسلطان انقص بخیرہ اور اگر دلال قیمت قماش کی جانتا ہو پھر حاکم کے واسطے کمتر قیمت اس کی بیان کرے تو اس پر تادان لازم آئے گا و متلف احدی فردین تسلیم و البقیۃ والجموع منہ یحضرہ اور جوڑے میں سے ایک فرد کے تلف کرنے والے کو باقی فرد بھی دی جائے اور کل کی ضمان کو وہ حاضر کرے م جوڑے سے مراد وہ چیزیں ہیں جن کے مالک کو انتفاع مقصود حاصل نہ ہو دے بدون دونوں کے چنانچہ دو کواڑ اور دو موزے اور دو جوڑے تو اگر غاصب ایک فرد اس میں سے غصب کرے تو دوسری فرد بھی اس کو مالک تسلیم کرے اور جوڑے کا تادان اس سے لے قلت و من ابی یوسف لایضمن الا الخلف التی انقضی الیہ الزانیۃ ہو المختار و اقروہ الشربلالی میں کہتا ہوں اور ابو یوسف سے روایت یہ ہے کہ غاصب سے تادان نہ لیا جائے مگر ایک ہی موزے کا جس کو اس نے تلف کر دیا اور بزانیہ میں ہے کہ یہی قول مختار ہے اور شربلالی نے اس کو ثابت رکھا ہے و ذکر الیقیدان السلطان لیس یقید و انہ یبغی القول لضمین القاضی ایضا فیما فی استبدال الوقف و مال الیتیم فلیحفظ و لیس العلم اور شربلالی نے شرح وہابیہ میں وہ قول ذکر کیا جو اس کا مفید ہے کہ وہابیہ کی بیت میں قبض قیمت دلال میں سلطان قید نہیں ہے اور یہ کہ تضمین قاضی کا بھی قول لائق ہے خصوصاً استبدال وقف اور مال یتیم میں تو اس کو یاد رکھنا چاہیے و لیس العلم یعنی اموال یتیمی اور ویران اوقاف کی قیمت امیروں اور نوابوں اور حاکموں کے واسطے قیمت کرنے والی مقرر کرتے ہیں اور اس میں نہیں غرض ہوتا ہے اور قاضی ان کا حال جانتا ہے خصوصاً استبدالات میں تو اس وقت میں لائق یہ ہے کہ قاضی کی بھی ضمان کے قابل ہو جیسے کذا فی المطاوی من الشربلالی مختصراً خاتمہ ایک شخص پر دین تھا سو وہ بھول گیا پھر مر گیا تو اس کا مواخذہ ہو گا قیامت کے دن یا نہ ہو گا جواب اس کا یہ ہے کہ اگر تجارت کا دین ہے تو امید یہ ہے کہ مواخذہ نہ ہو گا اور اگر غصب کی جہت سے دین ہے تو مواخذہ ہو گا ایک شخص کا باپ مر گیا اور پردین تھا

اور وہ بھول گیا اور اس کا بیٹا جانتا ہے کہ وہ ادا کرے اور اگر بیٹا بھی دین بھول کر گیا تو مانو نہ ہو گا ایک شخص نے باپ کی چیز چوری کی پھر اس کا باپ مر گیا تو فرزند سے اُطرت میں مواخذہ نہ ہو گا اس واسطے کہ دین اور ضمان مسروق منتقل ہوا فرزند کی طرف باپ کی موت کے بعد لیکن چوری کا گناہ البتہ باقی رہا اگر مسلم نے کافر ذمی کی چوری کی یا غصب کیا تو اس کا عذاب قیامت میں ہو گا اور مجبوراً ذمی کا قیامت میں سخت تر ہو گا اس واسطے کہ کافر ذمی سب سے گاہمیشہ اور غیر کفر کے عذاب سے اس پر تخفیف ہو کر سبب اس کی حق تلفیوں کے تو اس سے امید مغفول نہیں اور مسلمان سے البتہ امید ہے اور ہالہ کی خصومت آدمی پر نہایت سخت تر ہے آدمی کی خصومت سے آدمی پر غاصب اگر غار مغصوب بیٹا رہو تو اس کی عیادت نہ کرنی چاہیے ابو یوسف نے کہا ایک شخص نے زمین غصب کی اور اس میں مسجد بنائی اور دکانیں اور حمام تو اس مسجد میں نماز کا تو چندان مفالغہ نہیں لیکن حمام میں نہ جانا چاہیے اور عدلوں کا گریہ نہ لینا چاہیے مگر خرید کرنے کے واسطے دکانوں میں جانا جائز ہے ہشام نے کہا میں مکروہ جانتا ہوں نماز اس مسجد میں یہاں تک کہ اس کے مالک راضی ہو جائیں اور ان دکانوں کو خرید کر نا بھی میرے نزدیک مکروہ ہے اور جو سوداگران دکانوں میں رہتے ہیں مغصوب جان کر ان کی گواہی مقبول نہیں کنانی المصطفا دی والدہ اعلم واستغفر اللہ العظیم





# کتاب الشفعة

یہ کتاب ہے شفعہ کے مسائل میں مناسبتہ ملک مال غیر بغیر رضاہ شفعہ کی مناسبت عصب سے مالک ہوتا ہے غیر کے مال کا بدون اس کی رضا مندی کے یعنی غیر کے مال کا مالک ہونا بدون اس کی رضا مندی کے عصب اور شفعہ میں مشترک امر ہے لہذا عصب کے بعد شفعہ کو مذکور کیا ہی لفتہ انضم شفعہ لغت میں معنی ضم ہے یعنی ملانا ہم زیلعی نے کہا شفعہ یا خود ہے شفعہ معنی ضم سے جو مذہب ہے ترک اور اسی سے شفاعت رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام ہے گنہگاروں کے واسطے اس لیے کہ حضرت کی شفاعت سے مذہبین فائزین کے ساتھ ملیں گے اور یہاں شفیع یا خود کو اپنے ملک کے ساتھ ملاتا ہے لہذا اس کا نام شفعہ ٹھہرا دینا تمہیک البقعة بھرا علی المشتري بما قام علیہ بمثلہ لومتلیا والا بنقیمتہ اور شرع میں شفعہ عبارت ہے تمہیک بقعة سے مشتری پر زبردستی کے بعض اس مال کے جو مشتری پر خرید کرنے میں پڑا اور تمہیک ہو بعض مثل ثمن مشتری کے اگر ثمن شلی ہو اور نہیں تو برابر اس کی قیمت کے م مشتری کی قید سے ملک بلا عوض سے احتراز ہو گیا چنانچہ سبہ بلا عوض اور میراث اور صدقہ سے اور اس ملک سے جو بعض غیر عین کے ہو چنانچہ ہر اور اجارہ اور خلع اور صلح دم مد سے اس واسطے کہ امور مذکورہ میں شفعہ نہیں اور اگر سبہ بعض ہو تو اس میں شفعہ ہے کیونکہ وہ باعتبار انتہا کے مع ہے دسبہا اتصال ملک الشفیع بالمشتري بشرکۃ او جوار اور شفعہ کا سبب متصل ہوتا ہے ملک شفیع کا خریدی چیز سے خواہ اتصال شرکت کے ساتھ ہو خواہ ہمسائیگی کی جہت سے م خواہ شرکت بقعة میں ہو خواہ حقوق میں چنانچہ آگے معلوم ہو گا لازم شفعہ کی حکمت یہ ہے کہ تاکہ دمی اجنبی شخص کی ہمسائیگی سے تکلیف نہ پادے و شرطہا ان کیون المل محل عقار اور شفعہ کی شرط یہ ہے کہ محل عقار ہوم و الملتقی میں ہے کہ عقار سے مراد یہاں غیر منقول ہے تو عقار میں کرم اور چکی اور کنواں اور بالا خانہ داخل ہے اگرچہ اس کی راہ اسفل میں نہ ہو اور عمارت اور اسجاء عقار سے نکل گئی اس واسطے کہ ان میں شفعہ نہیں مگر عقار کے ساتھ اگرچہ عمارت اور شجر کی بیع میں حق القرار بین العقار عن اکل کذا فی الخطا دی سفلا کان او عوا شرط شفعہ عقار ہے اگرچہ عقار سفل ہو یا علو یعنی نیچے کا مکان ہو یا اوپر کا مکان م شفعہ بالا خانہ کی مثال یہ ہے کہ دو شخص شریک میں سفل اور علو میں سوا یک شریک نے بالا خانہ کا اپنا حصہ بیع کیا تو دوسرا شریک اس کا شفیع ہو گا تبعیت عقار سے کذا فی الخطا دی وان لم یکن طریقہ فی السفل لانه التمسق بالعقار بالہ من حق القرار در شفعہ ثابت ہے اگرچہ بالا خانہ کی راہ نیچے والے مکان میں نہ ہو اس واسطے کہ بالا خانہ ملحق بعقار ہے اس واسطے کہ اس کے لیے حق ثبات اور قرار ثابت ہے کذا فی الدررہم اگر منزل بالا اور منزل زیرین کی ایک ہی راہ ہے تو استحقاق شفعہ بسبب طریق کے ہے اس وجہ سے کہ وہ شخص شریک فی الحقوق ہے اور اگر اس کی دوسری راہ ہے تو استحقاق شفعہ بسبب ہمسائیگی کے ہے اور اگر منزل زیرین کی بیع ہوئی اور منزل بالا منہدم ہو تو بقیاس قول ابو یوسف شفعہ نہیں اور بقیاس قول محمد شفعہ ہے اور اگر منزل زیرین ایک شخص کی ہے اور منزل بالا دوسرے شخص کی اور دونوں کے پاس گھر بکتاب ہے تو اس میں دونوں کا شفعہ ہے کذا فی الخطا دی واما جزم باین الکمال فی اول باب ما ہی فیہ من ان البناء اذا بیع مع حق القرار ملحق بالعقار فردہ شیخنا الرملی وافتی بعد ما تبعنا للبرازیہ ویزر فی حفظ اور وہ جوابن کال نے اس باب کے اول میں جس کے اندر شفعہ ہے اس کا یقین کر لیا ہے کہ جب بیجی جائے عمارت حق قرار کے ساتھ تو عمارت ملحق بعقار ہے تو اس میں شفعہ ثابت ہے سو اس کلام کو ہمارے استاد خیر الدین رملی نے رد کیا ہے اور فتویٰ دیا ہے عدم شفعہ کا برازیہ ویزر کا تابع ہو کر تو اس کو یاد رکھنا چاہیے م عمارت مع حق القرار کی مثال یہ ہے

۱۲ یعنی اس شرط کہ اسی زمین باقیہ پر بنے دیے جائیں گے ۱۲

کہ زمین وقف میں عمارت بنائی گئی اور بقا عمارت واقف یا متولی سے شرط کر لیا تو اگر عمارت مذکورہ کی بیع ہو تو ابن کمال اور مفتی ابوالسعود کے نزدیک اس میں شفعہ ثابت ہے لیکن درالمفتی اور بزاز نے اور مراجعہ اور قنیہ میں عدم شفعہ مصرح ہے مراجعہ میں یوں ہے کہ ایک مرد کا گھر ہے وقف کی زمین میں تو اس کے واسطے شفعہ نہیں اور اگر وہ شخص اپنی عمارت بیچے تو اس کے واسطے بھی شفعہ نہیں کذا فی الطحاوی مختصراً ذکر نہا انما الشفع من اهل المتعاقدين عند وجود سببها شرطاً اور شفعہ کارکن لینا ہے شفعہ کا بائع یا مشتری سے وجود سبب اور شرط شفعہ کے ہم یعنی جب کہ اتصال ملک شفعہ ہو اور عقد معاوضہ اور بیع بقار ہو و حکماً جواز الطلب عند تحقق السبب ولو بعد بین اور حکم شفعہ جائز ہوتا ہے طلب کا سبب کے ثبوت کے نزدیک اگرچہ جواز طلب چند سال کے بعد ہوم سالہ سال کے بعد طلب شفعہ اس وقت جائز ہوگی جب کہ شفعہ فائز ہو اور اس کو بیع کا مال معلوم نہ ہو و صحتہا ان الاخذ بها بمنزلة شراء بنتاء فیثبت بها ما یثبت بالشرء کالرد و تخیار و بیع اور شفعہ کی صفت یہ ہے کہ بواسطہ شفعہ کے لینا ابتداء خرید کے مانند ہے تو شفعہ سے وہ ثابت ہوتا ہے جو خریداری سے ثابت ہوتا ہے جیسے پیر دینا بسبب خیار ردیت اور خیار عیب کے تجب کہ لا علیہ شفعہ واجب ہے یعنی ثابت ہے شفعہ کے منفعت کے واسطے نہ اس پر مضرت ہونے کو م شائع نے اس قول سے اشارہ کر دیا کہ یہاں وجوب بمعنی ثبوت کے ہے نہ وجوب مطلق فقہاء جس کے ترک سے گناہ لازم آوے تو اگر شفعہ طلب نہ کرے تو اس پر کچھ گناہ نہیں بعد البیع ولو فاسداً انقطع ذی حق المال کا یا قی شفعہ واجب ہے بعد بیع کے اگرچہ ایسی بیع فاسد ہو جس میں مالک کا حق منقطع ہو گیا پناچہ آگے کو اسے گام بیع فاسد میں حق مالک منقطع ہوتا ہے مشتری کے وقف کرنے اور رہن رکھنے اور وصیت کرنے سے اور خیار مشتری یا شفعہ واجب ہوتا ہے بعد بیع کے مشتری کے خیار سے یعنی اگر بائع کا خیار ہو بائع اور مشتری دونوں کا تو شفعہ نہیں و لستقر بالاشهاد فی مجلس ای طلب الموائمة اور شفعہ مستقر اور ثابت ہو جاتا ہے گواہ کرنے سے اس کی مجلس میں یعنی طلب موائمة کی مجلس میں لا تبطل بعد تو شفعہ باطل نہ ہوگا بعد گواہ کسینے کے یعنی بعد اشتہاد کے اگر تاخیر کرے گا قاضی کے پاس رجوع کرنے سے تو شفعہ باطل نہ ہوگا بموجب ظاہر مذہب مفتی بہ کے و یملک بالاختیار بالتراضی اولیٰ بقضاء القاضی عطف علی الاخذ لثبوت ملک الشفع بموجب حکم قبل الاخذ کاحررہ طائفر و اور عقار بیع ملوک ہو جاتا ہے لینے سے باہم کی رضائے سے یا ملوک ہوتا ہے قاضی کے حکم سے شائع نے کہا قضاء قاضی انہ پر عطف ہے بسبب ثابت ہونے ملک شفعہ کے بموجب قاضی سے لینے سے پہلے پناچہ در میں ماضی و نے اس کو تحریر کیا ہے م شائع نے بیان عطف سے شبہ دفع کیا یعنی اگر قضاء قاضی کا عطف تراضی پر کوئی کچھ کا تو مطلب یہ ہوگا کہ ملک شفعہ لینے سے ہوتی ہے خواہ لینا تراضی سے ہو خواہ قاضی کے حکم سے حالانکہ یہ مطلب خلاف تحقیق ماضی ہے بقدر رؤس الشفعاء لا الملک خلافاً للشافعی شفعہ واجب ہونا ہے بقدر رؤس شفعاء کے بقدر ملک شفیعوں کے برخلاف مذہب شافعی کے ہم عدد رؤس شفعاء اور مقدار ملک کی صورت ہے کہ ایک گھر تین شخصوں میں مشترک ہے ایک کا حصہ اس میں نصف ہے اور دوسرے کا ثلث اور تیسرے کا سدس سو صاحب نصف نے اپنا حصہ بیچا اور باقی دو شریکوں نے شفعہ طلب کیا تو امام شافعی کے نزدیک حصہ بیع میں اثلث کا حکم ہوگا بقدر ان کی ملک کے اور اگر صاحب سدس اپنا حصہ بیچ کرے گا تو دونوں میں ان کا حصہ کا حکم ہوگا اور اگر صاحب ثلث نے بیع کی تو اربع کا حکم ہوگا اور ہم تنفیوں کے نزدیک دونوں شریکوں میں برابر نصف نصف کا حکم ہوگا سب صورتوں میں کذا فی الدرر یعنی جتنے شفعہ ہوں گے برابر حصہ پاویں گے اگرچہ کسی کی زیادہ ملک ہو اور کسی کی کم للخیط متعلق تجب فی نفس البیع شفعہ واجب ہوتا ہے واسطے غلطی کے یعنی جو شریک ہے ذات بیع میں شائع نے کہا لفظ غلطی کا تجب سے متعلق ہے م یہاں سے معنی ہے ترتیب شفعاء کا بیان شروع کیا م اور لم یکن اولیٰ حق البیع و ہوالذی قاسم و لبقیت لہ شریک فی حق العقار کالتشریب و الطریق خاصین بعد اس کے اگر شریک نفس بیع کا نہ ہو یا ہو مگر مشتری کے واسطے بیع کو سلم رکھے یعنی حق شفعہ کو طلب نہ کرے تو اس کا شفعہ واجب ہے جو حق بیع میں شریک ہے اور حق بیع میں شریک ہے اور حق بیع کا شریک وہ ہے

یعنی دونوں اثلث دارے کو اور ایک سدس دارے کو ۱/۳ میں نصف دارے کو اور دو ثلث دارے کو ۲/۳ میں نصف دارے کو اور ایک سدس دارے کو ۱/۳



جس نے مشترک چیز باطلی اور اس کی شرکت حق مختار میں باقی رہی جیسے مخصوص پانی لینے کی باری کی شرکت اور طریق خاص کی شرکت ثم نسر ذلک بقولہ کشر ب  
نہ صغیر لا کبری فیہ السفین و طریق لا یفقد پھر مصنف نے خاص باری اور خاص طریق کی تفسیر کی اپنے اس قول سے یعنی چنانچہ پانی کی باری اس نہ صغیر کی جس میں  
کشتیاں نہیں چلتیں اور جیسے کوچہ غیر نافذہ فلو ما بین لا شفعة بہا تو اگر پانی کی باری عام ہو یعنی نہر کبیر ہو جس میں کشتیاں چلتی ہیں اور طریق عام ہو یعنی کوچہ نافذہ  
ہو تو ان دونوں شرکتوں سے شفعہ ثابت نہ ہوگا بیان شرب نہر مشترک میں قوم تسقی اراضیم منہ بیت ارض منہا فکل اهل الشرب الشفعة ولو انہما نادا المسئلة بحا  
فالشفعة للمی الملاقہ فقط بیان نہر خاص کا یہ ہے کہ نہر صغیر کے پانی لینے کی باری مشترک ہے چند لوگوں میں کہ ان کی اراضی اس سے سچی جاتی ہیں ان اراضی میں  
سے ایک کھیت بکا تو سب پانی لینے والوں کے واسطے شفعہ ثابت ہے یعنی سب لوگوں کا حق ہے اس کی خرید میں اور اگر نہر عام ہے جس میں کشتیاں چلتی ہیں  
اور باقی مسئلہ حال سابق ہے تو سب پانی لینے والوں کا وہاں کی زمین کی بیع میں شفعہ نہیں بلکہ فقط ہمسایہ ملاحق کا شفعہ ہے ہم شارح نے طریق خاص کا بیان  
دیا اس کے ظاہر ہونے کے سبب سے ثم لچار ملاحق ولو ذمیا او ماذونا او مکاتبا پھر حق بیع کے غلیط کے بعد شفعہ ہمسایہ ملاحق کے واسطے واجب ہے  
اگرچہ ہمسایہ ملاحق ذمی یا عبد ماذون یا مکاتب ہو یا بہ فی سکتہ انہری و ظہر وارہ نظر فلو باہر فی ملک السکۃ فلو غلیط کامر جار ملاحق وہ ہے جس کا دروازہ  
دوسرے کوچے میں ہے اور اس کے گھر کی پشت خانہ میعہ کی پشت سے ملی ہے تو اگر اس کا دروازہ اسی کوچے میں ہو اور وہ کوچہ غیر نافذہ ہے تو وہ غلیط  
حق بیع میں نہ جار ملاحق چنانچہ مذکور ہو چکا اگرچہ اس کا دروازہ سامنے ہو خانہ میعہ کے ہم ترتیب شفعہ کی صورت یہ ہے کہ ایک منزل یعنی کوٹھری یا دالان  
مشترک ہے دو شخصوں میں اور وہ منزل واقع ہے ایک قوم کے گھر میں کوچہ غیر نافذہ کے اندر جب کہ احد الشریکین اپنا حصہ منزل سے بیع کرے گا تو منزل  
کا شریک حق ہے شفعہ کے ساتھ پھر اگر وہ تسلیم کرے تو گھر کے شریک حق میں کوچہ کے شریکوں سے اس واسطے کہ وہ اقرب ہیں صحن دار کی شرکت کے سبب  
سے پھر اگر وہ بھی تسلیم کریں تو اہل کوچہ حق میں راہ کی شرکت کے سبب سے پھر اگر وہ بھی تسلیم کریں تو بار ملاحق حق ہے کذا فی الدرر مطاوی میں ہے کہ ترتیب  
مذکورہ وہ اس حدیث میں مذکور ہے الشریک حق من الخلیط والخلیط حق من الشفیع یعنی شریک زیادہ تر حق دار ہے غلیط سے اور غلیط حق ہے شفیع سے  
شریک سے مراد شریک فی نفس المبیع ہے اور غلیط سے غلیط فی حق المبیع مراد ہے اور شفیع سے بار ملاحق مراد ہے مجبوی لے ترتیب اس کی یوں مذکور کی  
ہے کہ اول شریک فی البیت ہے پھر شریک فی الدار پھر شریک فی الاساس پھر شریک فی الشرب پھر شریک فی الطريق پھر ہمسایہ ملاحق وہ ہے کہ اس کی دیوار  
مذکورہ دوسرے کی دیوار ہے اور دونوں دیواروں میں راہ نہیں چلتے بسبب تنگی ممر کے یا دونوں باہم ملحق ہوں تو اگر دونوں میں طریق نافذہ ہو تو اس ہمسایہ  
کا شفعہ نہیں انتہی و واضح جذوع علی حائط و شریک فی نہر شیعہ علیہ جار اور رکھنے والا دہنیوں کا دوسرے کی دیوار پر اور اس کٹڑی کا شریک جو دیوار  
ہے وہ ہمسایہ ہے نہ شریک فی حق المبیع کذا فی الہدایۃ والکافی و لونی نفس الجدار شریک ملحق قلت لکن قال العننف ولو کان بعض الجوان شریکاً فی الجدار  
لا یقتد علی بصرہ من الجوان لان الشریک فی البناء الجود بدون الارض لا یتحق بہا الشفعة اور اگر دیوار کی ذات میں شرکت ہو تو وہ شریک ہے نہ ہمسایہ میں کہتا  
ہوں لیکن مصنف نے اپنی شرح میں کہا کہ اگر ہمسایوں میں سے ایک ہمسایہ دیوار میں شریک ہو تو اور ہمسایوں پر مقدم نہ ہوگا اس واسطے کہ فقط ملات  
کی شرکت سے بدن شرکت زمین کے استحقاق شفعہ کا نہیں ہو تا م یعنی ملحق کی عبارت اس پر محمول ہے جب کہ زمین بھی مشترک ہو صورت اس کی یہ ہے  
کہ وہ شریکوں نے مشترک زمین میں دیوار بنائی پھر زمین کی دونوں نے قسمت کر لی صوائے محل بنا کے تو اگر اس دیوار کی بیع ہوگی تو اس کے شفعہ کا شریک  
حق ہے کذا فی الطحاوی مختصراً و فی شرح الجمع و کہ الجمار القابل فی السکتۃ العیز النافذۃ الشفعۃ بخلاف النافذۃ اور شرح مجمع میں ہے اور اسی طرح شفعہ ہے اس  
سامنے کے ہمسایہ کا جس کا گھر کوچہ غیر نافذہ میں واقع ہے بخلاف کوچہ نافذہ کے کہ اس کا شفعہ نہیں استقطا بعصم حلقہ من الشفعة بعد القضاء فلو قبلہ فلمن لقی  
اخذ کل لودال المرء من لیس لقی اخذ لہ فی التارک لانہ بالقضاء قطع حق کل واحد منہم فی نصیب الآخر یعنی کسی شفیع نے اپنا حق شفعہ کا سا نظر کر دیا

دیالہ حکم قاضی کے تو باقی شفیعوں کو شفیع تارک کا حصہ لینا جائز نہیں اس واسطے کہ حکم قاضی سے ان میں سے ہر واحد کا حق جدا ہو گیا دوسرے کے حصہ سے کذا فی الزمعی تو اگر شفیع اپنا حق ساقط کر دے قبل قضاء قاضی تو باقی شفیعوں کو تمام بیع کا لینا جائز ہے بسبب دور ہوجانے مزاحمت کے ولو کان بعضهم غائباً بقضی بالشفعة بین الحاضریں فی الجمیع الاحتمال عدم طلبہ فلا یؤثر بالشک اور اگر بعض شفیع غائب ہو تو شفعہ کا حکم ہو گا حاضریں کے اندر تمام بیع میں شفیع غائب کے نہ طلب کرنے کے احتمال سے تو تاخیر نہ کی جاوے گی بسبب شک کے و کذا لو کان الشریک غائباً فطلب الحاضر لقضی بالشفعة کلہا اور اسی طرح اگر ایک شریک غائب ہو تو شریک حاضر نے شفعہ طلب کیا تو اسی کے واسطے تمام شفعہ کا حکم ہو گا تم اذا حضر وطلب قضی بہ بہا فلو مثل الاول قضی لہ بنصفہ ولو ذوقہ لیکرہ ولو ذوقہ منہ خلاصۃ یہ جب کہ شریک غائب یا شفیع غائب حاضر ہو اور شفعہ طلب کرے تو اس کے واسطے شفعہ لینے کا حکم ہو گا سو اگر شفیع ثانی برابر ہو شفیع اول کے یعنی دونوں شریک ہوں تو اس کے واسطے نصف کا حکم ہو گا اور اگر ثانی فوق ہو اول سے یعنی ثانی شریک ہو اول بدل ہمسایہ تو تمام شفعہ کا ثانی کے واسطے حکم ہو گا اور اگر ثانی کم تر ہو اول سے تو شفعہ ثانی کو قاضی باز رکھے کذا فی الخلاصۃ اسقط الشفعۃ قبل الشراء لم یصح لفقہ شرطہ وہاں بیع شفیع نے شفعہ ساقط کر دیا خریدار مشتری سے پہلے تو صحیح نہیں بسبب نہ پائے جانے اس کی شرط کے اور وہ شرط بیع ہے امداد الشفعۃ اخذ البعض وترک الباقی لم یملک ذلک جبراً علی مشتری لضرر تفریق الصفقتہ شفیع نے بعض شفعہ لینے کا اور بعض کے چھوڑنے کا قصد کیا تو وہ اس کا مالک نہیں مشتری پر جبر کر کے تفریق صفقتہ کے ضرر کے سبب سے ولو جعل لبعض الشفعاء نصیبہ لبعض لم یصح وسقط حقہ بہ لاعراضہ وتقسیم بین البقیۃ اور اگر ایک شفیع نے اپنا حصہ دوسرے شفیع کے واسطے مقرر کر دیا تو صحیح نہیں اور اس کا حق اس فعل سے ساقط ہو گا اس کی روگردانی سے اور بیع بٹے جائے گا باقی شفیعوں میں بل لو طلب احد الشریکین النصف بنا علی انہ لیتفقہ فقط شفعۃ او شرط محتما ان یطلب الكل کا بسطہ الزمعی فلیحفظ بلکہ اگر دو شریکوں میں سے ایک شریک نصف شفعہ طلب کرے اس وجہ سے کہ وہ فقط نصف کا استحقاق رکھتا ہے تو اس کا شفعہ باطل ہو گیا اس واسطے کہ محنت شفعہ کی شرط یہ ہے کہ تمام شفعہ کو طلب کرے چنانچہ اس کو زمینی نے مشروع بیان کیا ہے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے صحیح بیع دور مکتہ فجب الشفعۃ فیہا وعید الفتویٰ اشباہ اور صحیح ہے بیع مکہ معظمہ کے گھروں کی توان میں شفعہ واجب ہے اور اسی قول پر فتویٰ کذا فی الاشباہ ہم ملقات میں مذکور ہے کہ مکہ معظمہ کے گھروں میں شفعہ نہیں وہ بقیہ فتویٰ مختلف ہے چنانچہ ابوالسعود نے مذکور کیا ہے شرح وہبانیہ میں نجیس اور مزید سے مذکور ہے کہ وہاں کے وجوب شفعہ میں دور وائیں ہیں اور جامع مغیر میں ہے کہ زمین مکہ کی بیع جائز نہیں اور عمارت کی بیع جائز ہے تو شفعہ واجب نہیں اور سنن کی روایت امام سے یہ ہے کہ شفعہ واجب ہے اور یہی قول ہے صاحبین کا اور اسی پر فتویٰ ہے کذا فی الطحاوی مختار قلت ومفادہ صحیحہ اجارہ تھا بالاولیٰ وقد قد مناه فلیحفظ لکنہ مکہ و تحقیق فی الخطر میں کتاہوں اور مکہ معظمہ کے گھروں کی بیع کی محنت کا مفاد یہ ہے کہ ان کا اجارہ بطریق اولیٰ صحیح ہے اور مقرب اس کو مقدم ذکر کر چکے ہیں تو یاد رکھنا چاہیے لیکن ان کا اجارہ مکہ ہے اور اگے ہم اس کی تحقیق بیان کریں گے کتاب الخطر والا باحۃ میں م شام نے کتاب الخطر میں اجارہ وہبانیہ اور تاتار خانیہ سے نقل کیا کہ امام ابو حنیفہ نے کہا کہ میں مکہ کو جانتا ہوں بیوت مکہ کا اجارہ ایام حج میں اور ایام فتویٰ دیتے تھے اہل مکہ کے واسطے کہ گھروں کو حاجیوں کے واسطے خالی کر دیں بدیل قول حق تعالیٰ سواہ العاکف فیہ والباو یعنی مکہ معظمہ میں مقیم اور مسافر برابر ہے اور امام نے اجارہ جائز کیا ہے ایام حج کے سوائے میں تو اسی سے کراہت اور محنت اجارہ کا اختلاف رفع ہو گیا کذا فی الطحاوی یعنی ایام حج اجارہ مکہ ہے نیز حج میں اجارہ صحیح ہے وہبانیہ صحیح الطلب من وکیل الشراء ان یسلم الی موکلہ وان سلم لا وطلت وہبانیہ اور اشباہ میں ہے اور صحیح ہے طلب کرنا شفعہ کا مشتری کے وکیل سے اگر بیع اس نے اپنے موکل کو تسلیم نہ کر دی ہو اور اگر تسلیم کر دی ہو تو طلب شفعہ وکیل سے صحیح نہیں تو دعویٰ شفعہ اس سے باطل ہے یہی قول مختار ہے م مصنف اور شارح کا کلام اس کا موہم ہے کہ وکیل مشتری جب کہ شفیع ہو تو اس کو اپنا شفعہ طلب کرنا صحیح ہے قبل تسلیم موکل کے اور بعد تسلیم باطل ہے حالانکہ درر اور



خر میں یوں ہے کہ وکیل مشتری ختم ہے شفع کا جب تک موکل کو تسلیم نہ کرے اور تسلیم کے بعد تو موکل ختم ہے اتنی تو اس میں بطلان شفعہ مذکور نہیں اور اسی طرح  
 زلیعی میں مذکور نہیں کذا فی الخطا دی لہذا مترجم نے ترجمہ میں کتب مذکورہ کی رعایت کی ولاشفعة فی الوقف ولا لاول ولا لآخر ولا بجوارہ شرح مجمع وغایہ خلافا  
 للامامة والبرازیہ ولعل لاساقطہ قالہ المصنف اور شفعہ نہیں وقف میں اور نہ وقف کے واسطے شفعہ ہے کذا فی المنازل اور نہ وقف کے جوار میں شفعہ ہے  
 کذا فی شرح الجمع والخیاتہ برخلاف خلاصہ اور برزازیہ کے اور شاید کہ لاساقطہ ہے خلاصہ اور برزازیہ میں ایسا کہا ہے مصنف نے شرح میں ہم وقف میں اس واسطے شفعہ  
 نہیں کہ اس کی بیع جائز نہیں اور اگر کوئی گھر یا مکان وقف کے قریب بیع ہو تو اس کو وقف کرنے والا بطریق شفعہ نہیں لے سکتا اور نہ متولی اور نہ موقوف علیہ  
 وقولہ ولا بجوارہ کا ایک ہی مطلب ہے تو شارح کو اقتضایا بجوارہ پر بہتر تھا چنانچہ مصنف نے اپنی شرح میں ایسا ہی کیا ہے مصنف نے خلاصہ اور برزازیہ کی روایت  
 یوں نقل کی وکذا ثبت الشفعة بجوار الوقف تو شاید اصل عبارت یوں ہوگی ولا ثبت الشفعة بجوار الوقف کذا فی الخطا دی بتصرف قلت وکل شیئا علی الادل علی  
 الاخذہ والثانی علی اخذہ بنفسہ اذ بیع فی الشفعة منی علی صحیح الیوم اتنی میں کتابوں اور ہمارے استاد خیر الدین علی نے قول اول یعنی عدم شفعہ بجوار  
 وقف کو محمول کیا ہے شفعہ لینے پر سبب وقف کے یعنی اگر جوار وقف میں کوئی گھر بنا ہو تو وقف اور متولی کو اس کا حق شفعہ کے سبب سے جائز نہیں اور قول  
 ثانی یعنی ثبوت شفعہ کو جو خلاصہ اور برزازیہ میں مذکور ہے محمول کیا ہے وقف کے خریدنے پر سبب ذات وقف کے جب کہ اس وقف کی بیع ہو سو فیض میں ہے  
 کہ حق شفعہ منی ہے محض بیع پر انتہی کلام ہم یعنی اگر شرعاً کسی وقف کی بیع جائز ہو اور وہ بیع ہو تو اس کے جوار کے وقف کے متولی کو اس کا خرید کرنا بحق  
 شفعہ درست ہے کذا فی الخطا دی فمما وہ ان مالیک من الوقف بحال لاشفعہ فیہ دمالیک بحال فیہ الشفعة تو رٹی کے کلام کا مفاد یہ ہے کہ جو وقف کہ ملک  
 ہو سکتا ہو کسی حال میں تو اس میں شفعہ اور جو وقف کہ ملک ہو سکتا ہو کسی حالت میں تو اس میں شفعہ ہے مملوک ہونے وقف کی یہ صورت ہے کہ  
 ایک شخص نے وقف کیا دو فرزندوں پر بالمنافعہ اور ہر شخص کو اپنے حصہ کے استبدال میں مختار کیا سو ایک نے اپنا حصہ بمقتضائے شرط کے بیع کیا پھر دوسرے  
 نے اسی طرح اپنا حصہ بیچا تو مشتری اول کو بحق شفعہ حصہ ثانی کا لینا جائز ہے کذا فی الخطا دی داما اذ بیع بجوارہ وکان بعض البیع ملکاً وبعضہ وقفاً وبع ملک  
 فلا شفعہ للوقف واللہ اعلم اور جب کہ جوار وقف میں کوئی غیر بیع ہو یا بعض بیع مملوک ہو اور بعض وقف اور مملوک بیع ہو تو وقف کے واسطے شفعہ نہیں لہذا علم  
 یہ باب ہے شفعہ طلب کرنے کے مسائل میں ہم چونکہ ثبوت شفعہ طلب پر موقوف ہے لہذا اس کا بیان اور اس کی کیفیت اور  
**باب طلب الشفعة** تقسیم کا بیان شروع کیا وطلبہا الشفع فی مجلس علم من مشیر اور سولہ اور عدل اور عدو یا بیع اور شفعہ طلب کرے شفعہ بیع  
 دیانت ہونے کی مجلس میں خواہ علم بیع مشتری سے ہو یا اس کے فرستادہ سے یا کسی اور ایک متقی شخص کے کہنے سے یا عدد کثیر کی خبر دینے سے دان اتدا مجلس  
 کا لجزہ ہوا لامع درد وعلیہ التون خلافاً لانی جوامہ الفتاویٰ اند علی الفور وعلیہ الفتویٰ مجلس علم بیع میں طلب لازم ہے اگرچہ مجلس دراز ہو عورت مجیزہ کی مانند ہی قول  
 اصح ہے کذا فی الدرر اور اسی قول پر متون فقہ شامل ہیں برخلاف روایت جوامہ الفتاویٰ کہ طلب علی الفور لازم اور علی الفور پر فتویٰ ہے مخطا دی نے کہا  
 جب کہ روایت علی الفور پر فتویٰ ہو تو مخالفت کی کیا وجہ ہے اور اسی روایت پر متفرع ہے نوازل کا مسئلہ کہ جب شفعہ سلام کرے مشتری پر تو شفعہ باطل ہو گیا  
 یعنی اس واسطے کہ طلب پر اس نے سلام کو مقدم کیا کیونکہ طلب بعد علم بیع فوراً واجب تھی اور زلیعی میں ہے اور اگر شفعہ کو خبر بواسطہ خط کے ہوئی اور شفعہ اول  
 یا وسط خط میں لکھا تھا سو اس نے تمام خط پڑھا تو شفعہ باطل ہو گیا یعنی بسبب تاخیر طلب کے بشرطیکہ علم مشتری اور ثمن ہو گیا ہو اس واسطے کہ سکوت اس وقت  
 رضا ہوتا ہے جب کہ مشتری اور ثمن معلوم ہوا اتنی مانی الخطا دی بلقظ لغیم طلبہا کطلبت الشفعة ونحوہ کا نا طلبہا او اطلبہا ایہ لفظات شفعہ طلب کرے  
 جس سے طلب شفعہ بھی جائے چنانچہ یوں کہنا کہ میں نے شفعہ طلب کیا اور ماندا اس کے چنانچہ یوں کہنا کہ میں شفعہ کا طالب ہوں یا میں اس کو طلب کرتا ہوں  
 وہ بھی طلب الموائتہ اسی المبادرۃ اور علم بیع کے بعد طلب کرنے کو طلب موائتہ یعنی طلب مبادرت کہتے ہیں ہم موائتہ مفاعلت ہے وثوب بمعنی برکت

سے اور وہ استغفار سے سرعت سے اس واسطے کہ جو اچھل کو دیکھتا ہے وہ زمین کو جلدی اور شتابی سے قطع کرتا ہے والا شہادۃ علیہ لیس بلا اوم بل لیا اللہ اللہ  
اور طلب مواثبت میں گواہ کرنا لازم نہیں بلکہ اس میں اشد خوف انکار کے دفع کرنے کے واسطے ہے ہم گواہ کرنا اس وقت میں لازم نہیں جب کہ مجلس علم میں گواہ  
نہ ہوں والا گواہ کرنا متعین اور لازم ہے کہ انی المنع خلاصہ یہ ہے کہ اگر اس وقت گواہ ہوں تو ان کو اپنے طلب کرنے کا گواہ کرے اور اگر کوئی دہاں نہ ہو تو اپنی زبان سے  
طلب شفوع کرے فائدہ طلب کا یہ ہے کہ اس کا حق عند اللہ ساقط نہ ہو جاوے اور اگر مشتری طلب مواثبت کا منکر ہو تو شفیع کو قسم کھانا ممکن ہے اگر حاکم قسم کھلاوے دم  
یشہد علی البائع لو العقار فی یدہ او علی المشتري وان لم یکن ذایدا لہ مالک او عند العقار یمشی شفیع گواہ کرے البائع پر اگر عقار بیع اس کے قبضہ میں ہو یا مشتری  
پر گواہ کرے اگرچہ وہ قابض ہو اس واسطے کہ وہ مالک ہے اس کا گواہ کرے عقار کے نزدیک فیقول المشتري فلان ہذا الدار انا شفیع ہا وقد کنت طلبت  
الشفعة واطلبہا الان فاشہد واعلیہ وہو طلب اشد ویمشی طلب تقریر تو شفیع یوں کہے کہ فلان نے یہ گھر خرید کیا اور میں اس کا شفیع ہوں اور تقریر میں  
مجلس علم میں شفوع طلب کر چکا ہوں اور اب میں اس کو طلب کرتا ہوں سو تم گواہ رہو اس پر اور یہ طلب اشد ہے اور اس کو طلب تقریر بھی کہتے ہیں م اور اس کو  
طلب استحقاق بھی بولتے ہیں اور بعضے طلب اول کو طلب استحقاق کہتے ہیں و ہذا الطالب لا بد منہ حتی لو کن ولوب کتاب اور رسول ولم الشہد لطلبت  
شفعة اور طلب ثانی ضرور ہے تو اگر شفیع قادر ہو اس پر اگرچہ بواسطہ خط لکھنے یا رسول بھیجنے کے ہو اور باوجود اس کے گواہ نہ کرے تو اس کا شفوع باطل ہو گا و ان  
لم یشک منہ لا یبطل اور اگر اشد پر قادر نہ ہو تو شفوع باطل نہ ہو گا م منع العقار میں ذخیرہ سے ہے کہ اگر شفیع راہ میں ہو اور بعد علم بیع طلب مواثبت کرے  
اور طلب اشد سے عاجز ہو گھر کے نزدیک یا صاحب ید کے نزدیک تو اس پر دلیل مقرر کرے اگر پادے پھل گر نہ پادے تو قاضی بھیجے یا خط اگر یہ بھی نہ ہو سکے  
تو اس کا شفوع قائم ہے پھر جب اودے طلب کرے اور اگر باوجود قدرت کچھ نہ کرے گا تو شفوع باطل ہو گا و لو اشد فی طلب المواثبت عند حد ہوا کفاه و قاک  
مقام اطلبین اور اگر شفیع نے طلب اول یعنی طلب مواثبت میں کسی کے پاس ان تینوں میں سے یعنی گھر یا بائع یا مشتری کے پاس گواہ کر لیا تو اس کو طلب ثانی  
سے یہ کفایت کرتا ہے اور وہ طلب قائم مقام دوم طلب کے ہوگی تم بعد ہدین اطلبین لطلب عند قاض فیقول المشتري فلان دار کذا وانا شفیع ہا  
بدار کذا لی لو قال ببب کذا کانی الملتقی لثمن الشریک فی نفس البیع پھر ان دونوں طلب کے بعد قاضی کے پاس طلب کرے تو شفیع یوں کہے کہ فلان نے شخص نے  
ایسی جو علی خرید کی ہے اور میں اس کا شفیع ہوں بسبب فلانے گھر کے جو میل ملوک ہے شارع نے کہا اگر مصنف یوں کہتا کہ میں شفیع ہوں فلانے سبج سے  
بسبب شرکت یا حمار کے جس طرح ملتقی میں ہے تو شریک نفس بیع کو بھی شامل ہوتا م مصنف کی تعبیر میں حق بیع کا شفوع شامل ہے نہ شرکت نفس بیع کا اور ملتقی  
کی تعبیر میں دونوں شامل ہیں فمرہ سلیم الدار الی ہذا الوتضیاء المشتري وطلب الخصومة لا یوقوف علیہ سوجاب قاضی صاحب حکم کہے اس کو کہ گھر مجھ کو دے شارع  
نے کہا یہ اس صدمت میں ہے جب کہ گھر کو مشتری قبض کرے اور حالانکہ طلب خصومت فقط مشتری پر موقوف نہیں و ہوسمی طلب تملیک وخصومتہ اور اس  
طلب ثالث کو طلب تملیک اور طلب خصومت کہتے ہیں و بتاخرہ مطلقا بعد دغیرہ شہاد اکثر لا تبطل الشفعة حتی یسقطا بساۃ برفیتی و ہوا بر الذنب قبل لفتی  
بقول محمد ان امرہ شہرا بلا عذر بطلت کذا فی الملتقی یعنی دفعا للضرر قلنا دفعہ برفوعہ للقاضی لیامرہ بالاخذ والترك اور طلب ثالث کی تاخیر کرنے سے ہر طرح غلہ تاخیر و در  
سے ہو یا بلا عذر ایک مہینے کی تاخیر ہو یا زیادہ شفوع باطل نہیں ہوتا جب تک شفیع اس کو اپنی زبان سے ساقط کر دے اسی قول کا فتویٰ ہے اور یہی ظاہر مذہب  
ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ فتویٰ محمد کے قول پر ہے یعنی اگر طلب ثالث کو ایک مہینہ تاخیر کرے گا بدون عذر کے تو شفوع باطل ہو جائے گا کذا فی الملتقی یعنی محمد  
کے قول پر فتویٰ دفع ضرر مشتری کے واسطے ہے ہم جواب میں کہتے ہیں اس دلیل کے کہ دفع ضرر مشتری کی نالش سے ممکن ہے تاکہ قاضی شفیع کو حکم کرے لینے کا یا چھوڑ  
کام سابق مذکور ہو چکا ہے کہ جب ظاہر مذہب پر فتویٰ ہو اور نیز ظاہر یہی فتویٰ ہو تو ظاہر راۃ مقدم ہے کذا فی الطحاوی واذ الطالب الشفیع سأل القاضی  
الخصم ان مالکیتہ الشفیع لا یشفع بہ اور جب کہ شفیع طلب خصومت کرے تو قاضی خصم یعنی مشتری یا بائع سے سوال کرے شفیع کے مالک ہونے سے اس پر حاکم جس کی



ملکیت کے سبب سے وہ شفعہ کا دعویٰ کرتا ہے م زلیعی نے کہا ملکیت شفیع کا سوال کرنا بعد طلب شفیع کے غیر مناسب ہے بلکہ قاضی مدعی سے اول سوال کرے قبل طلب  
کے کہ گھر کوں شہر اور کس محلہ میں ہے اور اس کی حدیں کیا ہیں اس واسطے کہ اس نے حق کا دعویٰ کیا تو وہ معلوم چاہیے اس واسطے کہ دعویٰ مجہول صحیح نہیں پھر جب وہ بیان  
کے تو سوال کرے کہ مشتری گھر کا قافلہ ہے یا نہیں اس واسطے کہ باقبض مشتری پر دعویٰ صحیح نہیں جب تک بائع حاضر نہ ہو پھر جب اس کو بیان کرے تو شفعہ کے سبب  
اور اس کے حدود سے سوال کرے اس واسطے کہ لوگ اس میں مختلف ہوتے ہیں شاید کہ وہ بسبب غیر صلح کے سبب سے دعویٰ کرتا ہو یا وہ اور شخص کے سبب سے  
محبوب ہو پھر جب سبب صلح کا بیان کرے اور محبوب نہ ہو تو اس سے سوال کرے کہ کچھ کو علم مع کب سے ہوا اور تو نے کیا کیا تھا جب سنا تھا اس لیے کہ شفعہ باطل ہو  
جاتا ہے طول زمان اور اعراض یعنی طلب اول اور طلب ثانی کے ترک کرنے سے تو اس کا بھی ظاہر ہونا ضرور ہے پھر جب اس کو بیان کرے تو طلب تقریر سے سوال  
کرے کہ کیونکر کی اور کس کے پاس اشہاد واقع ہوا اور جس کے پاس اشہاد واقع ہوا وہ اقرب تھا اپنے غیر سے یا نہیں پھر جب کہ شفیع یہ سب کچھ بیان کر دے  
اور کسی شرط کو اس نے فوت نہ ہونے دیا ہو تو دعویٰ اس کا پورا اور مکمل ہوگا تو اب مدعی علیہ کی طرف قاضی متوجہ ہو اور اس گھر کا سوال کرے جس کے سبب سے  
وہ شفعہ چاہتا ہے کذا فی الطحاوی فان اقرب ہا ہی بملکیۃ ما یشفع بہ او مکمل عن الحلف علی العلم او برہن الشفیع انہا ملکہ سالہ عن الشراہل اشتریت ام لا  
سو اگر مشتری اس کا اقرار کرے یعنی اس گھر کی ملکیت کا جس کے سبب سے وہ شفعہ چاہتا ہے یا انکار کرے قسم کھانے سے اپنی حالت پر یا شفیع گواہ گزارے کہ  
وہ گھر اس کا مملوک ہے تو قاضی خریدار سے سوال کرے کہ آیا تو نے اس کو خرید کیا ہے یا نہیں م مصنف کو مناسب تھا کہ نکول کو گواہوں کے بعد مذکور کرتا اس  
واسطے کہ نکول اقامت برہان سے عاجز ہونے کے بعد ہوتا ہے فان اقربہ او مکمل عن الیمین علی الحاصل فی شفعۃ الخلیط او علی السبب فی شفعۃ الجوار بخلاف  
الشافعی کا مروی کتاب الدعویٰ او برہن ایہ قضی لہ بہا پھر اگر مشتری خرید کا اقرار کرے یا انکار کرے قسم کھانے سے حاصل پر شفعہ خلیط میں یا قسم کھانے سے  
سبب پر شفعہ جوار میں بسبب خلاف ہونے شافعی کے چنانچہ کتاب الدعویٰ میں مذکور ہو چکا یا شفیع گواہ لا دے اس کی خرید پر تو قاضی شفیع کے واسطے ثبوت شفعہ  
کا حکم کر دے م امام شافعی شفعہ خلیط کے قائل ہیں نہ شفعہ جوار کے تو اگر شفعہ خلیط کا دعویٰ ہو تو مشتری حاصل پر قسم کھائے اس طرح کہ واللہ یہ شفیع میرے اوپر  
مستحق شفعہ نہیں ہے اور شفعہ جوار میں سبب شفعہ پر قسم کھائے کہ واللہ میں نے یہ گھر خرید نہیں کیا بذا اذالم یکر مشتری طلب الشفیع فان انکر فالقول للیمین  
ابن کمال یعنی شفیع کے واسطے شفعہ کا حکم کرنا خرید کے اقرار کے بعد اس وقت ہے جب کہ مشتری نے شفیع کے شفعہ طلب کرنے کا انکار نہ کیا ہو سو اگر وہ منکر ہو اس  
کی طلب شفعہ کا تو مشتری کا قول قسم کے ساتھ مقبول ہوگا کذا ذکرہ ابن کمال وان لم یحضر الثمن وقت الدعوی قاضی بعد اقرار خرید شفعہ کا حکم کر دے اگر چہ  
شفیع نے دعویٰ کے وقت ثمن حاضر نہ کر دیا ہو یعنی اس واسطے کہ احضار ثمن قبل تصادب نہیں واذا قضی لزمنہ احضارہ وللمشتری مجلس الایقظض ثمنہ اور  
جب کہ قاضی ثبوت شفعہ کا حکم کرے تو شفیع کو حاضر کرنا ثمن کا لازم ہوگا اور مشتری کو گھر کا رد رکھنا ثمن لینے کے واسطے درست ہے فلو قیل للشفیع ای بعد القضاء  
واما بل قبل منہ محمد لحدہم ان کہ کذا ذکرہ الزلیعی او الثمن فان لم تبطل شفعۃ پھر اگر شفیع سے کہا گیا کہ ثمن ادا کر سو اس نے تاخیر کی ادا ثمن میں تو اس  
کا شفعہ باطل نہ ہوگا لہذا حکم قاضی کے ادا قبل از حکم تو شفعہ باطل ہوگا تاخیر سے محمد نے نزدیک اس کے موکر نہ ہونے کے سبب سے کذا ذکرہ الزلیعی انھم للشفیع  
المشتری مطلقا والباع قبل التسليم الا دل بملکہ والثانی میدہ ابن کمال اور شفیع کا ختم مشتری ہے ہر طرح خواہ قافلہ ہو یا نہ ہو اور بائع ختم ہے قبل التسليم کے  
اول یعنی مشتری ختم ہے بسبب اس کے ایک ہونے کے اور ثانی یعنی بائع ختم ہے اپنے قبض سے کذا ذکرہ ابن کمال ولکن لا تمنع البینۃ علیہ غنی بحضر مشتری  
لانہ المالك ولیکن گواہ نہ سنے جاویں گے بائع پر جب تک مشتری حاضر نہ ہو اس واسطے کہ مالک تو مشتری ہے و یصح یحضرہ ولو سلم للمشتری لا یلزم حضور البائع  
لذوال ملک والیدعہ ابن کمال او بیع فسخ کی جائے بائع کے سامنے اور اگر بائع نے بیع مشتری کو تسلیم کر دی ہو تو بائع کا حاضر ہونا فسخ کے وقت لازم نہیں  
بسبب زائل ہوجانے اس کی ملک اور قبض کے کذا ذکرہ ابن کمال ولقیضی القاضی بالشفعة والعقدۃ لزمان الثمن عند الاستحقاق علی البائع قبل

تسليم المبيع الى المشتري والتمه المشتري لولجده الامر واما مني شفعه كما حكم كرسه اور حالانکہ ثمن کے تاوان کا عہدہ استحقاق کے نزدیک بائع پر ہے قبل تسليم كرسه بيع کے مشتری کی طرف اور عہدہ ضمان کا مشتری پر ہے اگر بعد تسليم کے استحقاق ثابت ہوا بدلیل گذشتہ یعنی اس واسطے کہ تسليم کے بعد بائع سے اس کی ملک اور قبض دونوں زائل ہو گئے تو وہ اجنبی ہو گیا للشفيع خيار المروية والعيب وان شرط المشتري المبررة منه دون خيار الشرط والاجل اختيار شفيع کے واسطے خيار رويت اور خيار عيب ثابت ہے اگرچہ مشتری نے برأت عيب کی شرط کر لی ہو نہ خيار شرط اور مدت کذا فی الاختيار یعنی خيار شرط شفيع کے واسطے ثابت نہیں اگرچہ مشتری کے واسطے خيار شرط ہوا ہو اور ثمن کی مدت بھی نہیں اگرچہ مشتری کا ثمن موعول ہو مگر في الاشباه والشفعة یعنی کل الاحكام التي هي ان الغرض للرجوع الى الشاه میں ہے کہ شفعہ بيع ہے سب احكام میں فريب کے تاوان کے سوا ہر کے سبب سے م مودت اس کی یہ ہے کہ شفعہ نے زمین لی بسبب شفعہ کے پھر اس میں عمارت بنائی یا درخت لگا پھر وہ زمین غیر کی ملک ہو مالک ستمق نے ازالہ عمارت اور درخت کا چاہا سو اس نے ویسا ہی کیا تو شفعہ ثمن پھر مشتری سے اس واسطے کہ اب ظاہر ہوا کہ اگر مشتری کو ایسا دھوکا ہو گا تو بائع سے وہ نقصان پھر لے گا اس واسطے کہ بائع نے اس کو دھوکا دیا اور شفعہ کو مشتری کی جانب سے تو دھوکا نہیں ہوا اس واسطے کہ شفعہ نے تو مشتری سے زبردستی شفعہ لیا کذا فی الخطا دی وان اختلف الشفع والمشتري في الثمن والدرا مقبوضه والتمن منقود وصدق المشتري بمینه لانه منكر ولا يتحالفان اور اگر شفعہ اور مشتری ثمن میں اختلاف کریں اور حالانکہ گھر مشتری کا مقبوض ہے اور ثمن بائع کو نقد مل گیا ہے تو مشتری کے قول مع قسم کی تصدیق ہوگی اس واسطے کہ وہ منکر ہے وجوب تسليم بيع کا ثمن اول سے اور دونوں قسم دکھادیں گے م اس واسطے کہ تحالف دہاں ہوتا ہے جب کہ انکار دونوں جانب سے ہو اور دعوی بھی طرفین سے ہو اور یہاں مشتری شفعہ پر کچھ دعوی نہیں کرتا کذا فی الزمعي مختصراً وان لم يمتد في الشفعه الحق لان مینه ملزمه اور اگر شفعہ اور مشتری دونوں گواہ لادیں اپنے قول پر تو شفعہ کے گواہ مقدم ہیں اس واسطے کہ شفعہ کے گواہ ملزم ہیں مشتری کے م اور مشتری کے گواہ شفعہ کے ملزم نہیں اس واسطے کہ مشتری کی جانب سے تحفیز ہے شفعہ کے اخذ اور ترک میں ادعی مشتری ثنا و ادعی باله اقل منه بلا قبضه فالقول له ای لبائع دعوی کی مشتری نے ثمن کا اور اس کے بائع نے اس سے کتر کا دعوی کیا بدون اس کے قبض کرنے کے تو بائع کا قول مقبول ہو گا یعنی شفعہ بائع کے ثمن بتا پرے گا ومع قبضه للمشتري او قبض ثمن کے ساتھ مشتری کا قول مقبول ہو گا تو بموجب اس کے شفعہ لے گا ولو عكس فقبضه القول للمشتري وقبله يتحالفان اور اگر دونوں نے بالعکس کہا یعنی مشتری نے اقل ثمن کا دعوی کیا اور بائع نے اکثر کا تو قبض ثمن کے بعد مشتری کا قول مقبول ہے اور قبل قبض کے دونوں پر قسم کھانا لازم ہو گا وای نکل او تبر قول صاحبہ اور اگر کسی نے قسم سے انکار کیا تو دوسرے کا قول مقبول ہو گا وان حلفا فخر البيع ویاخذ الشفعه با قاتل البائع متقی اور اگر دونوں نے قسم کھائی تو بیع فسخ کی جائے اور شفعہ بائع کے قول کے موافق لے گا کذا فی حوط البعض لغيره في حق الشفعه یاخذ بالمبائی ولذا مینه البعض لا اذا كانت بعد القبض اشباه اور کم کر طوان بائع کا بعض ثمن کو ظاہر ہوتا ہے حق شفعہ میں پس شفعہ گھرے گا باقی ثمن سے اور اسی طرح یہ بعض ثمن حق شفعہ میں ظاہر ہوتا ہے مگر جب کہ یہ بعد قبض ہو تو وہ بہر مشتری کے حق میں ظاہر ہو گا کذا فی الاشباه یعنی اس واسطے کہ وہ بہر جدا گانہ ہے از قبیل حط ثمن نہ ٹھہرے گا و حط الكل والزيادة لانها خذہ بكل المسمی اور بائع کا گرا دینا تمام ثمن کو اور زیادہ کر دینا ثمن مسمی پر حق شفعہ میں ظاہر نہیں ہوتا تو شفعہ اس کو لے گا تمام ثمن مسمی سے ولو حط النصف ثم النصف یاخذ بالنصف الاخير اور اگر بائع نے نصف ثمن کم کر دیا بعد اس کے نصف باقی کو کم کر دیا تو شفعہ نصف اخیر سے اس کو لے گا وطم انه منقاره بالف فسلم ثم حط البائع مائه فله الشفعه كالوباہ بالف فسلم ثم زاد البائع له جارية او متاعاً فقيه اور اگر شفعہ کو معلوم ہوا کہ مشتری نے اس کو ہزار سے خرید کیا شفعہ سے دست بردار ہوا پھر بائع نے اس میں سے سو کم کر دیے تو ب شفعہ کے واسطے شفعہ ثابت ہے یعنی نو سو دے کر وہ لے گا پچاس نہ اگر اس کو بیس ہزار کے بچا تو شفعہ سے انکار کیا بعد اس کے بائع نے مشتری کو ایک لونڈی یا کوئی اسباب زیادہ کر دیا تو شفعہ شفعہ کا ثابت ہے کذا فی القیہ یعنی لونڈی اور اسباب کی لے دونوں کا قسم کھانا ۱۳۱ طے اختیار دینا ۱۳۲





میں باس کے لینے میں اور اس قدر کے دینے میں جس قدر گھر کی قیمت رنگ آمیزی سے زیادہ ہو گئی بسبب متعذر ہونے نقص رنگت کے اور ملائکہ اکھڑے رنگ کی کچھ قیمت نہیں بخلاف نقص عمارت کہ اس کی قیمت کچھ باقی رہتی ہے کذا فی حاوی الزاہدی لومنی المشتري او غرس او كلف الشفعة المشتري قلعهما شفع من او تمیت عمارت اور درخت کی دے کرے اگر مشتری نے عمارت بنائی ہو یا درخت لگائے ہوں یا کہ شفع مشتری کو عمارت کھودنے اور درخت اکھاڑنے کی تکلیف دے

الا اذا كان في القلع نقصان الارض فان الشفعة له ان ياخذها مع قيمة البناء والغرس مقلوبة غير ثابتة تستاني مگر جب کہ اکھاڑنے میں زمین کا نقصان ہو تو شفع کو جائز ہے اس کا لینا کھودی عمارت اور اکھڑے درخت کی قیمت کے ساتھ کذا فی القستانی وعن الثاني ان شاء اخذ بالثمن بقيمة البناء والغرس او ترك وبه قال الثاني

واما قلنا بنی فیما غیرہ فیہ حق اقوی دلذا تقدم عليه فينقذه او بالیوسف سے روایت ہے اگر چاہے شفع لیوے ثمن اور عمارت اور درخت کی قیمت سے باچا ہے اس کو چھوڑ دے یعنی تلخ عمارت کی تکلیف نہیں دے سکتا یہی کہا ہے امام شافعی اور مالک نے ہم اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ مشتری نے اس میں عمارت بنائی جس میں بیز مشتری کا قوی تر حق ہے لہذا وہ مقدم ہو گیا اس کے لینے میں مشتری پر تو اس کو نقص عمارت اور درخت میں بھی اختیار ہو گا کما ینقص الشفع جمیع تصرفاتہ اسی مشتری حتی الوقف والمسجد والمقبرة والہبۃ زیلعی و زاہدی میں طرح منقوض کر دیتا ہے شفع مشتری کے سب تصرفات کو یہاں تک کہ وقف اور مسجد اور قبرستان اور سہ کو بھی کذا فی الزیلعی و الزاہدی م یعنی اگر مشتری نے خرید کے بعد اس کو وقف کر دیا یا مسجد بنائی یا قبرستان کیا یا کسی سہ کر دیا تو شفع ان سب تصرفات کو دفع کر سکتا ہے طحاوی نے قستانی سے نقل کیا کہ نظم میں ہے کہ نقص مسجد اور من مرقی جائز نہیں اور شفع شفع کا باطل ہے واللہ اعلم دامنا الذی لا یقلع استیسا لان لا نہایت معدومہ وسیعی بالاہر اور زراعت تو اکھاڑی جا دے گی اس واسطے کہ اس کی نہایت معلوم ہے اور اس کا باقی رہنا بعض اجرت کے ہو گا یعنی اگر مشتری نے خرید کے بعد زراعت کی زمین میں تو وہ قائم رہے گی جنگلی تک اور مشتری پر اس کی اجرت لازم ہوگی ویران شفع بالثمن فقط ان اخذ بالشفعة ثم بنی او غرس ثم استحققت لایرجع لقيمة البناء والغرس علی اعداء لیس منغور بخلاف المشتري او شفع فقط ثمن کو بے اگر اس نے شفع کے سبب سے لیا پھر اس میں عمارت بنائی یا درخت لگایا پھر وہ زمین بایع کی ملک ہو گئی اور عمارت اور درخت کی قیمت شفع کسی شخص سے نہ لے گا اس واسطے کہ اس کو کسی نے فریب نہیں دیا بخلاف مشتری و یا اخذ بكل الثمن ان تدرت الدار او حنف الشجر بلا فعل احد والا اصل ان اشترى یقابل لاصل لا الوصف او شفع کل ثمن سے لے اگر گھر خود بخود دیران ہو گیا یا درخت خشک ہو گیا اور قائمہ کلیہ یہ ہے کہ ثمن مقابل ہوتا ہے اصل بیع کے نہ اس کے وصف کے م عمارت اور درخت وصف خانہ اور باغ نہیں بلکہ تابع میں تو یوں کہنا بہتر تھا کہ ثمن اصل کے مقابل ہوتا ہے نہ تابع کے کذا فی الطحاوی و ہذا اذا لم یبق ثمن نقص او خشب او ریحی و صورت دیرانی خانہ اور خشکی باغ کے کل ثمن سے لینا اس وقت ہے جب کہ بناء منقوض یا درختوں کی لکڑی سے کچھ باقی رہا ہو لولقی و اخذہ المشتري لانفعاله من الارض میث لم یکن تبعاً للارض تسقط حصته من الثمن ینقسم الثمن علی قيمة الدار لیم علی قيمة النقص یوم الاخذ زیلعی سو اگر عمارت کا مصالحہ اور لکڑی باقی رہا ہو مشتری نے اس کو لیا بسبب اس کے جدا ہونے کے زمین سے کیونکہ وہ زمین کا باقی رہا تو بقدر اس کے حصہ کے ثمن سے ساقط ہو گا تو ثمن باقی رہا ہے گھر کی قیمت پر جو بیع العقد قحی اور منقوض کی قیمت پر جو شفع کے لینے کے دن ہے کن فی الزیلعی قلت فلیم یاخذہ المشتري کان ملک بعد النفع لم یسقط شی من الثمن لعدم جبره اذ هو من التوابع والیقابہا شی من الثمن وبالاخذ بالشفعة الی الشفع نقد ملک داخل تبعاً قبل القبض ولا یسقط بمثلہ شی من الثمن قالہ شینی میں کہتا ہوں سو اگر مشتری مصالحہ اور لکڑی کچھ نہ لے اس طرح پر کہ وہ تلف ہو جائے جدا ہونے کے بعد زمین سے تو ثمن میں سے کچھ ساقط نہ ہو گا مشتری کے عدم جس کے سبب سے اس واسطے کہ مصالحہ اور لکڑی تو اس سے ہے اور توابع کے مقابلے میں کچھ ثمن نہیں پڑتا اور شفع کے لینے سے بسبب شفع کے نقد گھوم کر شفع کی طرف ہو گیا تو جو چیز تبعاً داخل بیع تھی وہ قبل ان



ہاگ ہوگی تو ایسی صورت میں کچھ ثمن ساقط ہوتا ہے کہ اسے استاذ خیر الدین ریل نے بخلاف ماؤ املف بعض الارض بغرق حیث یسقط من الثمن بھتہ لان الفات بعض الاصل زمینی بخلاف اس صورت کے جب کہ کچھ زمین تلف ہوگئی بسبب ڈوب جانے کے کہ وہاں بقدر اس کے حصہ کے ثمن ساقط ہوگا اس واسطے کہ فوت ہونے والا بعض ہے اصل بیع کا کذا فی الزمعی دیاخذ بھتہ العرصة من الثمن ان لنقص المشتري البتة لانه قصد الانلاف وانی الاول الآفة ساقطہ و یقیم الثمن علی قیمت الارض ولینا یوم العقد بخلاف انہدامہ کامر متقومہ بالجس اور شفیع نے حصہ زمین کے ثمن کے عوض اگر مشتری نے عمارت گھر کی ڈھائی اس واسطے کہ اس نے تلف کر ڈالنے کا ارادہ کیا اور اول میں یعنی جب کہ خود بخود عمارت ویران ہوگئی آفت آسمانی تھی اور ثمن مقسوم ہوگا زمین اور عمارت کی قیمت پر جو یوم العقد تھی بخلاف اس کے منہدم ہو جانے کے کہ وہاں یوم الاخذ کی قیمت معتبر ہوگی چنانچہ مذکور ہو چکا حصہ منقوض اس واسطے ساقط ہوگا کہ مقوض مال مقوم ہے جس مشتری کی سبب سے ونقص الاجنبی كنقصه ای مشتری اور اجنبی شخص کا عمارت توڑنا مشتری کے توڑنے کے مانند ہے حکم میں یعنی بقدر اس کے حصہ کے ثمن ساقط ہوگا والنقص بالکسر المنقوض لای مشتری و لیس للشفیع اخذه لئوال التبعیۃ بالفصلہ اور نقض بکسر اول بمعنی ملکہ مشتری کا ہے اور شفیع کو اس کا لینا نہیں چاہیے کیونکہ زمین سے جدا ہونے سے اس کا تابع نہ رہا و یاخذ بھتہ الاستحسانا لاتصالہ ان ابتاع ارضاً وکلاً وفراداً ثم ادر ادر بعد الشرائی یہ اور شفیع نے اس کے پھلوں کو ساتھ استحسان کی وجہ سے اگر مشتری نے زمین اور کھجور کے درخت اور پھل خرید کیے یا کہ پھل لے خریدہ کے بعد مشتری کے قبض میں بسبب متصل ہونے پھلوں کے درخت سے وان جذبه مشتری فلیس للشفیع اخذه لای مشتری نے پھل توڑے تو شفیع کو پھل لینے کا اختیار نہیں رہا کیونکہ شفیع نے پھل توڑا اور تابع ہونا انفصال سے زائل ہو گیا اور ملک باقہ سعادۃ وقد اشتراک بثمرہ سقطت بھتہ من الثمن فی الاول ای ثمرہ بثمرہ و بکسر الثمن فی الثانی لحدوثہ بعد القبض یا باع نصف ہو گیا آفت آسمانی سے اور حالانکہ اس کو مشتری نے اس کے پھلوں کے ساتھ خرید کیا تھا ساقط ہوگا اس کا حصہ ثمن سے اول میں یعنی جس بلع کو پھل کے ساتھ خرید کیا اور کل ثمن سے شفیع نے کا ثانی میں یعنی جہاں پھل پیدا ہوا مشتری کے قبض میں بسبب حادث ہونے پھل کے بعد قبض کے یعنی تو مقابل اس کے کچھ ثمن واقع نہ ہوگا قضی بالشفعة للشفیع لیس لہ ثم کما شرع و ہذا نیزہ لتحول الصفقة الیہ بخلاف ما قبل القضاء قاضی نے شفیع کے واسطے شفعہ کا حکم کیا تو اس کو اس کا چھوڑنا جائز نہیں کذا فی شرح الربیعہ بسبب پھر جانے عقد کے شفیع کی طرف قضا کے سبب سے بخلاف ما قبل قضا کے الطلب فی بیع فاسد وقت القطاع حق البائع اتفاقاً طلب شفعہ کہ نایع فاسد میں انقطاع حق البائع کے وقت ہے بالاتفاق و فی بیعہ بوعوض مشروط ولا شیوع فیما وقت التقابل اور اس پہ میں جو بوعوض مشروط ہے اور حالانکہ بدین میں شیوع نہیں تقابل البدلین کے وقت طلب شفعہ ہے یہ ایک روایت ہے اور دوسری روایت یہ ہے کہ وقت عقد کے طلب شفعہ ہے کذا فی المالکیرۃ و فی بیع فضولی اور بخیار بائع وقت البیع عند الثانی و وقت الجارۃ عند الثالث اور فضولی کی بیع میں اور بخیار بائع کی بیع میں شفعہ طلب ہے وقت بیع کے ابو یوسف کے نزدیک اور اجازت بیع کے وقت ہے محمد کے نزدیک و بخیار مشتری وقت البیع اتفاقاً مجتبیٰ اور بخیار مشتری بیع میں بیع کے وقت طلب شفعہ ہے بالاتفاق کذا فی المجتبیٰ من لم یل الشفعۃ بالجوار کاش فی مثلہا عند حاکم میرا لبقول لہ بل تعقد و جو بہا ان قال نعم اعتقد ذک حکم لہ ہا ولا یقلہ لای حکم نیزہ و بزانیہ جو شخص شفعہ جوار کا معتقد نہ ہو چنانچہ شافعی مذہب مثلاً اور وہ شفعہ طلب کرے اس حاکم کے پاس جو شفعہ جوار کا معتقد ہے تو حاکم اس سے کہے کہ تو شفعہ جوار کا معتقد ہے اگر مدعی کہے ہاں میں اس کا اعتقاد رکھتا ہوں تو اس کے واسطے شفعہ کا حکم دے اور اگر مدعی وہ نہ کہے تو حاکم حکم نہ دے ثبوت شفعہ کا کذا فی النیۃ والبرازیم یہ ایک قول ہے لقوال ثلثہ سے اور یہ حلوانی کا قول احسن اقوال ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ حاکم حکم نہ کر دے کیونکہ مدعی اس کا معتقد نہیں اور تیسرا قول یہ ہے کہ حاکم حکم دے اس واسطے کہ حاکم تو اس کے وجوب کا اعتقاد رکھتا ہے اور یہی مشہور ہے کذا فی المنع فروع مسائل ملحقہ شارح کے فروع بیع ایجاب الطلب لکون القاضی لایرادہ و معتقد شفیع نے ایجاب طلب شفعہ میں تاخیر کی اس واسطے کہ قاضی وقت وجوب شفعہ کا معتقد

نہیں تو شیخ معذور ہے یعنی اس مذمے سے تاخیر طلب مطلق شفعہ نہ ہوگی و کذا لو طلب من القاضي اصفیاء فاشفعہ بخلاف سبت الیہود و کایاتی اور اسی طرح شیخ تاخیر طلب میں معذور ہے اگر اس نے قاضی سے مشتری کا ہاتھ کرنا طلب کیا سو قاضی نے نہ مانا یا مشتری نہ حاضر ہوا کذا ذکرہ ابو السعد و برخلاف یہودی کے سبت کے چنانچہ آگے آگے کا یعنی اگر یہودی یوم السبت کی تعطیل کے سبب سے یا نصرانی یوم الاحد کی تعطیل سے طلب شفعہ میں تاخیر کرے گا تو معذور نہ ہوگا کذا فی شرح الحموی مشتری ارضا بما تہ فرقع ترابا و باہرہ بآتہ ثم اخذ الشفع بالشفعة اخذہ المجسین لان ثمنہا یقسم علی قیمة الارض یوم الشراء قبل رفع التراب و علی قیمة التراب الذی باہرہ و ہما سواء ایک شخص نے زمین خریدی سودم کو پھر اس کی مٹی اٹھائی اور سودم کو بیچ پھر اس زمین کو شیخ نے یا بسبب شفعہ کے تو شیخ کو ۵۰ درم سے لے اس واسطے کہ زمین کا ثمن یعنی سودم پاشا جائے زمین کی اس قیمت پر جو خرید کے دن تھی مٹی لینے سے پہلے اور اس مٹی کی قیمت پر جس کو اس نے بیچ لیا اور دونوں قیمتیں برابر ہیں مطلقا دی نے کہا یہ تعدیل ظاہر نہیں مگر جب کہ دونوں کی قیمتیں عند العقد برابر ہوں و لو کہ ہاں کانت فالجواب لا یتفاوت و یقال للمشتري ارفع ما یست فیہا فهو ملک حادی الزاہدی اور اگر مشتری نے زمین مذکور مٹی سے بھری جیسی کہ پہلے تھی تو جواب متفاوت نہ ہوگا یعنی شیخ اس کو پچاس ہی درم سے لے گا اور مشتری سے کہا جاوے گا کہ نکال دے جو اس میں تونے مٹی بھری ہے کہ وہ تو تیری ملک ہے کذا فی حادی الزاہدی فیہ مشتری دار الی الحصاد فلیس للشفیع ان یجعل الثمن و یاخذہ بالشفعة لانه ملک ما بیع فاسد انتی قلت و سببی انه لا شفعۃ فیما بیع فاسدا و لو بعد القبض لاحتمال الفسخ لم اذا سقط الفسخ بنا و نحوہ وجبت اور حادی زاہدی میں ہے کہ گھر خرید کیا کھیت کھلے کی مدت تک تو شیخ کو جائز نہیں کہ ثمن مجمل دے اور گھر کو بوجہ شفعہ لے اس واسطے کہ مشتری گھر کا مالک ہو ہے بیع فاسد کے سبب سے انتی مانی الحادی میں کتابوں اور آگے آگے کا کہ اس میں شفعہ نہیں جس میں بیع فاسد ہوئی اگرچہ قبض کے بعد ہو احتمال فسخ کے سبب سے ہاں جب کہ فسخ ساقط ہو جائے مشتری کی عمارت بنانے سے اور مانند اس کے کوئی اور تعرف سے تو شفعہ واجب ہوگا و فی المبسوط البتہ بشرط العوض انما ثبت الملک للموہوب لا اذا قبض الكل فلو ذهب دارا علی عرض الف و درہم قبض احد العوضین و دون الآخر ثم سلم الشفع الشفعۃ فمضى حتی اذا قبض العوض الآخر کان لان یاخذہ لدار بالشفعة اور مبسوط میں ہے کہ میرے بشرط عوض میں تو موہوب لہ کی ملک ثابت ہوتی ہے جس وقت کل مقبض ہو یعنی دونوں عوضوں پر دہب اور موہوب لہ کا قبضہ ہو جائے تو اگر گھر میرا کیا زار درم کی عوض پر پھر ایک عوض پر قبضہ ہوا نہ دوسرے عوض پر پھر شیخ سے دست ہزار ہوا تو وہ باطل ہے یہاں تک کہ جب دوسرے عوض مقبوض ہو تو شیخ کو اختیار ہے کہ گھر لے شفعہ کے سبب سے و الا فاعلم

**باب ما ثبت فیہ اولاً تثبت** یہ باب ہے اس کا جس میں شفعہ ثابت ہوتا ہے یا ثابت نہیں ہوتا تصدقاً مگر اس مقام میں جو ملوک ہوئی بعض خرج الہیۃ ہوا مال خرج الہیۃ ثابت نہیں ہوتا تصدقاً مگر اس مقام میں جو ملوک ہوئی

اس عوض کے بدلے جو مال ہے عوض کی قید سے میرے بلا عوض خارج ہو گیا اور مال کی قید سے منہ کل گیا م قصد کی قید اس واسطے لگائی کہ شفعہ غیر قصد غیر عقار میں بھی ثابت ہوتا ہے چنانچہ ثمر اور ثمر میں شفعہ ثابت ہوتا ہے گھر کے ساتھ اور اسی طرح اشتباہ میں ہے غانہ آسیا کے ساتھ اور اسی طرح نہیں کے ساتھ و ان لم یکن لقیسم فلا لاشافی کرگی ہی بیت الری مع الری نہایت و حمام و بئر و نہرو بیت صغیر لایکن قسماً اگرچہ عقار اور مانند عقار قیمت نہ ہو برخلاف شافعی چنانچہ آسیا اور حمام اور کنواں اور نہر اور ایسا چھوٹا گھر جس کی قسمت ممکن نہ ہو یعنی قسمت کرنے سے لائق ارتفاع کے نہ ہے نہایت میں کہ آسیا سے مراد آسیا غانہ ہے آسیا کے ساتھ یعنی اشیاء مذکورہ میں شفعہ ثابت ہے ہمارے نزدیک دفع ضرر جواری کی وجہ سے اور ایہم شافعی کے نزدیک نہیں دفع ضرر قسمت کی علت سے لانی عرض بالسکون مالیں بعقار کیونکہ مابعدہ من عطف الخاص علی العام شفعہ ثابت نہیں عرض میں عرض بفتح اولی ثانی وہ چیز ہے جو عقار نہ ہو تو جو معطونات عرض کے بعد میں وہ من قبیل عطف خاص کے ہیں عام پر م صحاح میں ہے عرض بالسکون عبارت ہے متاع اور میریز ہے وہ عرض ہے دینار اور درہم کے سوا ہفتین حطام و تبا و ملک خلا فالملک اور شفعہ ثابت نہیں ناؤں میں برخلاف مذہب مالک



وہنا وکل اذا بیعنا فہذا ولو مع حق القرار خلافاً لافہم ابن الکمال لہذا النقول کما افادہ شیخنا الرملی اور شفۃ نہیں عمارت اور نخلستان میں جب کہ ان کی بیع بالقصد ہو بلا بیعت ارض کے اگرچہ بیع حق قرار کے ساتھ ہو برخلاف اس کے جو کہ ابن کمال سمجھا ہے بسبب اس کے مخالف ہونے کے منقول سے چنانچہ ہمارے استاد غیر الدین رملی نے اس کو بیان کیا ہے ولانی ارث وصدقۃ وینۃ لا یعوض مشروط اور شفۃ ثابت نہیں صورت میں اور صدقہ اور سہبہ بلا عوض مشروط میں ہم اگر ایک شخص گھر کا مالک میراث کے سبب سے ہے تو اس میں شفۃ نہیں کذا فی الدرر وادۃ قیمت اور جعلت ابراۃ او بدل خلع او تنق واصلح عن دم عمد او عروان قبول بعضہا ای الدار مال لان معنی البیع تابع فیہ اور اس گھر میں شفۃ نہیں جس کی قیمت ہو گئی شریکوں میں یا وہ گھر اجرت یا بدل خلع یا بدل تنق یا بدل صلح کا دم سے ٹھہرایا گیا یا گھر مہر قرار دیا گیا اگرچہ بعض گھر کے مقابلہ میں مال واقع ہو یا اس واسطے شفۃ نہیں کہ بیع کے معنی اس میں تابع ہیں ہم بعض گھر کے مقابلہ میں مال واقع ہونے کی صورت یہ ہے کہ زوج نے زوجہ سے نکاح کیا ایک گھر کے مہر پر یا اس شرط کہ زوجہ زوج کو ہزار درم پھر دے طوطا دی نے کہا کہ بہتر یہ تھا کہ مصنف بجائے مہر بالچکر مہر بالنصب لاتا تاکہ اجرتہ پر عطف ہوتا اس واسطے کہ جب کہ گھر بدل ہو گا مہر کا اس طرح پر کہ زوج مہر کے بدلے زوجہ کو گھر دے تو اس میں شفۃ ثابت ہو گا چنانچہ زمینی میں مذکور ہے اس واسطے کہ وہ مبادلہ ہے مال کا مال سے اس واسطے کہ گھر بدل ہے اس کا جو زوج کے ذمہ پر مال ہے یعنی مہر داویا لانی ہتھ مال اور صاحبین نے شفۃ واجب کہا ہے مہر مال میں یعنی جس قدر گھر مال کے مقابلہ میں پڑا اتنے میں صاحبین کے نزدیک شفۃ واجب ہے اور آری بیعت بخیار البائع ولم یسقط بخیارہ فان سقط وجبت ان طلبت عند سقوط الخیار فی الصبح وقیل عند البیع صحیح یا اس گھر میں شفۃ نہیں جو بیع ہو یا بائع کے اختیار پر اور نہ اس کا اختیار ساقط نہیں ہو پھر اگر ساقط ہو گیا تو شفۃ واجب ہو گیا اگر شفیع نے سقوط اختیار کے وقت طلب کی قول صحیح میں اور بعضوں نے کہا کہ بیع کے وقت طلب کی اور اس قول کی بھی تصحیح ہوئی ہے اور بیعت الدار بیعاً فاسداً ولم یسقط فسخہ فان سقط حق فسخہ کان فی المشتريہا تثبت الشفۃ لکن یا اس گھر میں شفۃ نہیں جس کی بیع فاسد ہوئی اور نہ اس کا فسخ ساقط نہیں ہو پھر اگر اس کا حق فسخ ساقط ہو گیا چنانچہ مشتری نے اس میں کچھ عمارت بنائی تو شفۃ ثابت ہو گا چنانچہ مذکور ہو چکا اسی طرح یہ سے اور مہر میں دینے سے حق فسخ ساقط ہو جاتا ہے تو شفیع قیمت دے کر شفۃ لے گا کذا فی الزیلعی اور روخیار ردیۃ او شرط او عیب بقضاء متعلق بالآخر فقط خلافاً لافہم المصنف تبعاً للدرر بارذیع ہو اختیار ردیۃ یا اختیار شرط کے سبب سے یارذیع ہو اختیار العیب سے حکم قاضی شارح نے کہا بقضاء فقط اخیر یعنی عیب سے متعلق ہے برخلاف اس کے جو مصنف نے شرح میں لکھا کہ ان کی اس سے اور درکار تابع ہو کر مصنف نے شرح میں کہا کہ بقضاء متعلق ہے رد سے تو مسائل ثلاثہ سے حکم قاضی متعلق ہو گیا حالانکہ ایسا نہیں چنانچہ کلام زمینی صریحاً اس کے مخالف ہے کذا فی الطحاوی بعد اسلمت ای اذا بیع وسلمت الشفۃ ثم رد البیع بخیار ردیۃ او شرط کیف باکان او عیب بقضاء فلا شفۃ لانه فسخ لا بیع رد بیع ہو انیسلم شفۃ کے بعد یعنی جب بیع ہوئی اور شفۃ سے شفیع نے نکار کیا پھر بیع پھر دیا گیا بسبب بخیار ردیۃ کے یا بسبب بخیار شرط کے یا رد بیع ہو بسبب عیب کے قاضی کے حکم سے تو شفۃ نہیں اس واسطے کہ فسخ ہے بیع نہیں ہے ہم یہ علت ہے مسائل ثلاثہ کی یعنی شفۃ واجب ہوتا ہے بیع کے بعد فسخ بیع کے بعد بخلاف الرد عیب بعد قبض بلا قضاء او باقالاتہ فان لا شفۃ لان الرد عیب بلا قضاء والاقالہ بمنزلۃ بیع مبتداء برخلاف رد بیع عیب سے قبض کے بعد بدون حکم قاضی کے یا اقالہ سے اس واسطے کہ شفیع کے واسطے اس میں شفۃ ثابت ہے اس واسطے کہ عیب سے پھر دینا بدون حکم قاضی کے بمنزلۃ بیع کے ہے نہ رد سے اور اسی طرح اقالہ بیع ہوا گناہ ہے ہم اس واسطے کہ عیب سے بلا قضا پھر لینا چونکہ واجب نہیں اور باوجود اس کے بائع نے اپنی خوشی سے پھر لیا تو لیا ہو گیا اس نے خرید کیا اور اسی طرح اقالہ بیع سے ثالث کے حق میں اور شفیع تیسرا ہے بائع اور مشتری کا کذا فی الدرر وادۃ تثبت الشفۃ للبعد الاول المستوفی بالمدین احاطۃ الدین برقبۃ وکسب لیس بشرط ابن کمال فی بیع سیدہ اور شفۃ ثابت ہے غلام ماذون کے واسطے جو دین میں ڈوبا ہے اپنے مولیٰ کی بیع میں ابن کمال نے محیط ہونا دین کا غلام کی گردن اور کائی کو ثبوت شفۃ کی شرط نہیں کیا ہم یعنی اگر مولیٰ نے گھر بیچا تو اس کا شفۃ اس کے غلام تاجر دین

کے واسطے ثابت ہے اس واسطے کہ در صورت اذن تجارت جو غلام کے پاس ہے وہ مولیٰ کا ملک نہیں ہے اور یہی علت ہے مولیٰ کے شفوعینے کی غلام کا بیع میں وقت ثبت لیسیدہ فی بیعہ بنا علی ان الاخذ بالشفوعہ بمنزلۃ الشراء و لیسیدہ ہما من الاخذ بخیر اور شفوعہ ثابت ہے غلام یا ذون کے مالک کے واسطے غلام کے بیچے گھر میں اس وجہ سے کہ شفوعہ سے لینا بمنزلۃ خرید کے ہے اور ان میں سے ایک کا خرید کرنا دوسرے سے جائز ہے وقت ثبت لمن شری اصلۃ او کالۃ او اشتری لہ بالوکالۃ اور شفوعہ ثابت ہے اس شخص کے واسطے جس نے اصلۃ یا وکالۃ خرید کیا یا اس کے واسطے دوسرے نے بطریق وکالت خرید کیا یعنی ایک شفوعہ نے دوسرے کو خرید کرنے کا وکیل کیا سو وکیل کے واسطے گھر خرید کیا اور حالانکہ موکل شفیع ہے تو اس کے واسطے شفوعہ ثابت ہے صورت اس کی یہ کہ ایک گھر تین شخصوں میں مشترک ہے اور اس گھر کا ایک شخص جارحاً متق ہے پھر جب وہ گھر بیع ہوا اور ایک شریک نے اس کو خرید کیا تو مشتری کے واسطے ثابت ہے خواہ اس نے اصلۃ خرید کی ہو یا وکالۃ اور اسی طرح موکل کے واسطے شفوعہ ثابت ہے جب کہ وکیل نے اسی کے واسطے خرید کیا ہو اور دوسرے شریک کے واسطے بھی شفوعہ ثابت ہے کذا فی الدرر یہ توضیح ہے شارع کے قول آئندہ کی وفائدہ ان لوکان مشتری او الموکل بالشراء شریکا وللدائر شریک آخر فلہ الشفوعہ ولو ہو شریکا وللدائر جارحاً فلہ الشفوعہ للجارح مع وجودہ اور فائدہ ثبوت شفوعہ کا مسئلہ مذکورہ میں یہ ہے کہ اگر مشتری یا خرید کا موکل شریک ہو اور گھر کا شریک بھی تو دونوں کے واسطے شفوعہ ثابت ہے اور اگر وہ شریک ہو اور گھر کا کوئی جارحاً متق ہو تو ہمسایہ کے واسطے شفوعہ نہیں باوجود شریک کے یعنی اس کہ شریک مقدم ہے ہمسایہ پر کذا فی الدرر لا شفوعہ لمن باع اصلۃ او وکالۃ او بیع لہی وکل بالبیع او ضمن الدرع والاصل ان الشفوعہ تطل باظهار الرغبۃ عنہا لا شفوعہ نہیں اس کا جس نے بیع کی اصلۃ یا وکالۃ یا بیع ہوگی اس کی طرف سے یعنی دوسرے کو اس نے بیع کرنے کا وکیل کیا یا ضمان دیکر کیا یعنی اگر بیع غیر کی ملک کا ضمان اس پر ہے اور قاعدہ کلیہ ثبوت اور عدم ثبوت شفوعہ کا یہ ہے کہ شفوعہ باطل ہو جاتا ہے شفوعہ سے بے رشتہ ظاہر کرنے میں اور باطل نہیں ہوتا خواہش سے اس میں مچو نہ بیع اور ضمان استحقاق بیع کی عدم خواہش پر دلالت کرتا ہے لہذا شفوعہ باطل ہوگی

## باب ما یبطلہا

یہ باب ہے اس کا جو شفوعہ باطل کر دیتا ہے سبطلہا ترک طلب الموائبہ ترک بان لا یطلب فی مجلس غیرہ بالبیع ابن کمال و لہ تزجیمہ شفوعہ کو باطل کرتا ہے طلب الموائبہ کا ترک کرنا اور ترک طلب الموائبہ کی صورت یہ ہے کہ شفیع شفوعہ طلب نہ کرے اس مجلس جس میں اس کو بیع کی غیبتی کذا ذکرہ ابن کمال اور تزجیمہ غیر مجلس کی مقدم مذکور ہو چکی یعنی طلب الموائبہ آخر مجلس تک متدہ ہے اور یہی قول راجع ہے طلب علی الہما و ترک طلب الاشہاد عند مقارادوی مدلا الاشہاد عند طلب الموائبہ لایز لازم مع القدرۃ کا مریا بطل شفوعہ ہے باوجود قدرت کے طلب اشہاد کا کرنا عقار یا ذی البید کے نزدیک نہ کہ گواہ کرنا طلب الموائبہ کے نزدیک اس واسطے کہ وہ یز لازم ہے چنانچہ مذکور ہو چکا کہ طلب اشہاد کی یہ صورت مذکور ہو چکی کہ یوں کہ کفالت نے شخص نے یہ گھر خرید کیا اور میں اس کا شفیع ہوں اور میں قبل اس کے طلب الموائبہ کر چکا ہوں اور اب بھی طلب کرتا ہوں سو تم شاید ہو اس پر قدرت کی صورت یہ ہے کہ کسی نے شفیع کا منہ بند نہ کر لیا ہو اور وہ نماز کے اندر نہ ہو و بطلہا تسلیمہا بعد البیع علم بالسقوط او لا فقط لا قبلہ کامر اور فقط بعد البیع کے تسلیم شفوعہ باطل ہے اس کی خواہ علم سقط شفوعہ کا بسبب تسلیم کے اس کو ہوا یا نہ ہو اور قبل بیع کے تسلیم شفوعہ باطل نہیں چنانچہ مذکور ہو چکا کہ تسلیم شفوعہ عبارت ہے اس حق شفوعہ سے اور اسقاط حق نہیں ہو سکتا مگر بعد وجوب کے اور وجوب شفوعہ نہیں ہوتا مگر بیع کے بعد لہذا تسلیم شفوعہ قبل بیع کے صحیح نہیں اور بعد بیع کے صحیح ہے تسلیمہا من اب و دھمی خلا نا لہم دنیا بیع بقیمۃ یا اقل منقی تسلیم شفوعہ باطل شفوعہ ہے اگر یہ تسلیم معیر کے باپ یا دھمی کی طرف سے ہو برخلاف محمد کے اس میں جس کی بیع کی قیمت کے موافق یا اقل قیمت سے ہوئی ہو کذا فی المتقی م یعنی معیر کا باپ اگر معیر کا شفوعہ ساقط کرے تو یہ تسلیم صحیح ہے امام کے نزدیک یعنی بعد بیع کے معیر اس کی نہیں کر سکتا خواہ بیع بقیمت اکثر یا مساوی یا اقل ہوئی ہو اور محمد کا مذہب یہ ہے کہ در صورت مساوات یا قلت قیمت تسلیم باپ اور دھمی کی باطل شفوعہ نہیں ہوگی

سہ درک بقیۃ دسکر لکھنؤ لکھنؤ بعد استحقاق بیع کے کذا فی المتقی ۱۱



یطلبہا اذا سلم الشفعة او اقر علی الموکل تسلیم الشفعة صح لو كان التسليم او الاقرار عند القاضي والالم يصح لكنه يخرج من انصوت طلب شفعة کا وکیل جب کہ شفعة تسلیم  
 کیے یا اپنے موکل پر تسلیم شفعة کا اقرار کرے تو تسلیم صح ہے اگر یہ تسلیم اور اقرار قاضی کے پاس ہو اور قاضی کے حضور نہ ہو تو صحیح نہیں لیکن وکیل خصوصیت سے خارج ہو  
 جاتا ہے و سکوت من یملک التسليم تسلیم اور ساکت رہنا اس کا جو تسلیم کا اختیار رکھتا ہے تسلیم ہے م مثلاً یا پ یا دمی کو تسلیم کا اختیار ہے اور انھوں نے مع کے وقت  
 سکوت کیا طلب شفعة سے صغیر کے واسطے تو یہ سکوت بجائے تسلیم ہے ویطلبہا صلح منها علی عوض ای بیع الشفوع لایاتی اور شفعة باطل کرتا ہے صلح کرنا شفیع کا شفعة  
 ہے عوض پر یعنی عوض پر بیع شفوع پر بدلیل آئندہ م قول آئندہ یہ ہے دو سطر کے بعد دلوصلح علی اخذ نصف الدار وعلیه ردۃ لانه رشوة اور شفیع پر عوض کا پھیر دینا واجب ہے  
 اس واسطے کہ وہ رشوت ہے م چونکہ شفعة عبارت ہے حق ملک سے بلانکہ لہذا اس کا عوض لینا صحیح نہیں ویطلبہا بیع شفعة بمال ولا یزیم المال اور شفعة کو باطل کرتا  
 ہے بیچنا اپنے شفعة کا مال سے اور اس بیع سے مال لازم نہ ہوگا یعنی اس واسطے کہ وہ رشوت ہے وکذا الکفالة بخلاف الفدو اور اسی طرح کفالت باطل ہو جاتی ہے بیع سے  
 بخلاف قمار کے م کفالت سے یہاں مراد حاضر فنامنی ہے یعنی اگر صاحب حق نے حاضر فنامن سے کہا کہ میں تیرے ہاتھ حاضر فنامنی ہتی ہوں اتنے مال پر تو فنامنی ساقط  
 ہو جادگی اور مال واجب نہ ہوگا بخلاف قمار کے کہ اس کا عوض لینا درست ہے اور اسی طرح ملک نکاح اور اسقاط رقب کا اعتبار درست ہے اس واسطے کہ ان  
 میں ملک ثابت ہے دلوصلح علی اخذ نصف الدار بعض الثمن صح اور اگر شفیع نے صلح کی نصف گھر کے لینے پر بعض بعض ثمن کے تو صحیح ہے دلوصلح علی اخذ بیت  
 من الثمن لاجل البتة الثمن عند الاخذ ولا تسقط شفعة اور اگر شفیع نے صلح کی گھر میں سے ایک مکان کے لینے پر بقدر اس کے حصہ کے ثمن سے تو صحیح نہیں بسبب  
 یہ کہ ہونے ثمن کے لینے کے وقت اور اس صلح غیر صحیح سے شفیع کا ساقط نہ ہوگا م نصف گھر کی صلح میں ثمن مجہول نہیں اس واسطے کہ نصف گھر کا ثمن نصف ثمن  
 سے ملے اور تمام گھر میں سے ایک کوٹھری یا ایک والان کا ثمن معلوم نہیں کہ کتنا ہے لہذا مسئلہ سابقہ میں صلح صحیح اور شفعة باطل اور اس مسئلہ میں صلح غیر صحیح اور  
 شفعة ثابت ہے ویطلبہا موت الشفیع قبل الاخذ بعد الطلب او قبله ولا تورث خلافاً للشافعی ولومات بعد الفضا لا باطل اور شفعة کو باطل کرتا ہے شفیع کا  
 بالشفعة لینے سے پہلے طلب کے بعد یا قبل طلب کے اور شفعة موروث نہیں ہوتا برخلاف مٹانے کے اور اگر شفیع مرے گا قاضی کے حکم کرنے کے بعد تو شفعة باطل  
 ہوگا م دوجہ بطلان یہ ہے کہ شفعة تو عبارت ہے مجرد حق ملک سے اور وہ باقی نہیں رہتا صاحب حق کے مرجع کے بعد تو اس میں کیونکر میلٹ جاری ہو کذا فی الدرر  
 ویطلبہا موت المشتري لبقاء الشفوع باطل نہیں کرتی مشتری کی موت بسبب باقی رہنے مستحق کے یعنی شفیع کے ویطلبہا بیع ما یشفع بہ قبل  
 فضا بالشفعة مطلقاً علم بیع عام لا اور جس زمین اور گھر کے سبب سے شفعة لیا جاتا ہے اس کا بیع ڈالنا قبل اس کے کہ قاضی ثبوت شفعة کا حکم کرے ہر  
 دوجہ باطل ہے شفعة کا خواہ شفیع کو اس گھر کی بیع کا جس کا وہ شفیع ہے علم ہو یا نہ ہو وکذا الوجه لایشفع بہ مسجد او مقبرة او وقف مسجد اور اسی طرح شفعة باطل ہوتا ہے  
 اس مقام کو جس کے سبب سے شفعة ثابت ہوتا ہے مسجد بنائی یا قبرستان یا وقف محل قرار دیا کذا فی الدرر یعنی اس واسطے کہ شفعة ثابت ہوتا ہے ملک سے اور مسجد  
 قبرہ سے ملک زائل ہو جاتی ہے لہذا شفعة ثابت ہوتا بشرطیکہ قاضی نے ثبوت شفعة کا حکم نہ دیا ہو والا شفعة ثابت ہوگا کذا فی الطحاوی ولو باع بشرط الخيار لنفسه  
 باطل بقاء السبب اور جس کے سبب سے شفعة حاصل ہوتا ہے اس کو بھی بشرط اختیار اپنی ذات کے تو شفعة باطل نہیں ہوتا بسبب باقی رہنے سبب کے یعنی سبب  
 استحقاق شفعة کا ملک ہے اس مقام کی جو دار مشفوعہ سے متصل ہے سو ہنوز ملک بسبب بیع بشرط اختیار کے بائع سے زائل نہیں ہوتا ویطلبہا شراء الشفیع من  
 المشتري اور شفعة کو باطل کرتا ہے خرید کرنا شفیع کا مشتری سے یعنی جب شفیع نے دار مشفوعہ کو مشتری سے خرید کیا تو یہ خرید کرنا اعراف ہو اطلب سے اور اعراف  
 باطل شفعة ہے فلمن دونه او مثله اخذ من الشفعة بالعقد الا دل الدانی تو جو شخص کتر ہے شفیع مذکور سے استحقاق شفعة میں یا اس کی برابر ہے تو اس کو دار مشفوعہ  
 لینا شفیع سے بوجہ شفعة درست ہے خواہ بعقد اولے یا بعقد ثانی م اس واسطے کہ جب شفیع کا استحقاق خرید کرنے سے باطل ہو گیا تو شفیع ما دون کا حق بسبب  
 دال مانع کے ثابت ہو جادے گا بخلاف ما یشرایا ابتدا حیث لا شفعة لمن دونه برخلاف اس کے کہ اگر شفیع نے گھر کو خرید کیا شروع سے یعنی بائع سے اس واسطے

کہ وہاں شیفع مادون کا شفعہ ثابت نہ ہو گا م سابق مذکور ہو چکا کہ اگر شریک خرید کرے تو ہمارا ماضق کے واسطے شفعہ نہیں ہے وکذا یبطلها ان استاجر لاد  
ساومہا میحا وادھارۃ طعنی اور اسی طرح شفعہ کو باطل کرتا ہے اگر شیفع نے مشتری سے گھر کرایہ لیا یا اس کی خرید یا اجارہ کی بات ہیت کی کذا فی الملتقی یعنی بعد علم  
بیع کرایہ لینا یا مول چکانا دلیل ہے تسلیم کی لہذا شفعہ باطل ہو گا او طلب مدان یو لہ یقعد الشراؤ یا شیفع مشتری سے یہ طلب کرے کہ اس کو نقد خرید کا متولی کرے  
م اس واسطے کہ مشتری سے تولیت عقد کو بطریق وکالت کے طلب کرنا تسلیم کی دلیل ہے اور تسلیم بیع مطلق شفعہ ہے لیکن طحاوی نے کہا کہ بیع التولید مراد ہے  
اور یہ مراد نہیں کہ اس کو متولی عقد کرے بطریق وکالت کے اس واسطے کہ اس سے شفعہ باطل نہیں ہوتا بسبب اس کے ہونے کے قبل عقد کے والی علم اور ضمن  
الد رک مستدرک ہام انفا فبطل فی اکل لدلیل الاعراض زیلعی یا شیفع ثمن کی ضمانت کرے استحقاق کے وقت شارع نے کہا ضمانت درک کا مسئلہ زیادہ حاجت  
ہے بسبب اس کے کہ عنقریب مذکور ہو چکا یعنی باب سابق میں تو سب تینوں صورتوں میں شفعہ باطل ہوتا ہے اعراض کی دلیل سے کذا فی الزیلعی قبل للشفیع انہا  
بیعت بالف فسلم ثم علم انہا بیعت باقل او بر او شیعر او عدوی متقارب قیمۃ الف و اکثر فله الشفعۃ ولو بان انہا بیعت بدنا نیر او بعروض قیمۃ الف  
فلا شفعۃ والفرق بینہما ان ہذا قیمی و ذاک مثلی فہما یسئل علیہ وان کثر شیفع سے کہا گیا کہ گھر بیچا گیا بعوض ہزار درم کے سوا اس نے بیع مسلم رکھی پھر اس کو معلوم ہوا  
ہزار درم سے کم ثمن کو بیع ہوئی یا بعوض گہیوں یا جو عدوی متقارب سے بیع ہوئی تو شیفع کا شفعہ ثابت ہے اور اگر یہ ظاہر ہو کہ گھر بیکان دیناروں یا اسباب کی  
عوض جن کی قیمت ہزار درم ہے تو شفعہ ثابت نہیں اور فرق دونوں میں یعنی متاع میں اور گہیوں جو میں یہ ہے کہ یعنی اسباب متاع قیمت والی چیز ہے اور وہ یعنی  
گہیوں اور جو اور عدوی متقارب مثلی ہے تو گاہے مثلی چیز شیفع پر آسان ہو سکتی ہے اگرچہ زیادہ ہوم مسئلہ اولیٰ میں شفعہ اس واسطے ثابت ہو کہ تسلیم تھی کثرت ثمن  
سے یا تعدد جنس سے پھر جب اس کے خلاف ظاہر ہو تو اس کو شفعہ لینا جائز ہوا اس واسطے کہ رغبت مختلف ہوتی ہے اختلاف ثمن سے تو تسلیم بعض وجہ سے کل ہوم  
کی تسلیم کی مستلزم نہیں اور مسئلہ ثانیہ میں اختلاف دینار اور درم سے اس واسطے شفعہ ثابت نہ ہوا کہ دونوں جنس واحد میں ثمنیت میں اور مسئلہ متاع میں قیمت  
واجب ہے اور وہ درم یا دینار میں تو آسانی اس میں ظاہر نہیں کذا فی الطحاوی ولو علم ان المشتري رید فسلم ثم بان انہ بکر فله الشفعۃ اور اگر شیفع نے جاناک  
مشتری زید ہے سوا اس نے بیع تسلیم کی پھر ظاہر ہو کہ مشتری تو بکر ہے تو شیفع کے واسطے شفعہ ثابت ہے م اس واسطے کہ آدمی اخلاق میں متفاوت ہیں منور  
کی ہمسائی قبول ہوتی ہے اور بعض کی نہیں تو ایک کے حق میں تسلیم کرنا اس کے غیر کے حق میں تسلیم کرنے کا مستلزم نہیں ولو علم ان المشتري ہومع بیوکان ل  
اخذ نصیب بخیرہ لعدم التسليم فی حقه اور اگر شیفع نے جاناک مشتری زید ہے دوسرے آدمی کے ساتھ تو اس کو دوسرے آدمی کا حصہ بطریق شفعہ کے لینا جائز ہو گا  
اس واسطے کہ دوسرے کے حق میں تسلیم حاصل نہیں م علی نے کہا اگر مصنف بجائے لو علم کے نوکر کہتا تو مناسب تر ہوتا ولو بلوغہ شراؤ النصف فسلم ثم بلوغہ شراؤ النصف  
فلا الشفعۃ فی الكل ولی عکسہ بان انہ بکر شراؤ النصف لا الشفعۃ علی الظاہر لان التسليم فی کل الباعض بخلاف عکسہ اور اگر شیفع کو نصف کا  
کے خرید کی خبر پہنچی سوا اس نے بیع تسلیم کی پھر اس کو خبر پہنچی تمام گھر کے خرید کی تو اس کے واسطے شفعہ ثابت ہے سب گھر میں اور اس کے بالعکس میں اس طرح کہ شیفع کو  
خبر ہوئی تمام گھر کے خرید کی سوا اس نے تسلیم کی پھر ظاہر ہوا نصف کا خرید کرنا تو اس کے واسطے شفعہ نہیں ظاہر الروایۃ میں اس واسطے کہ کل میں تسلیم کرنا جامع  
میں تسلیم کرنا ہے برخلاف اس کے عکس کے یعنی تسلیم بعض تسلیم کل نہیں ثم شرع فی الحیل فقال وان باع رجل عقارا لا اور ما مثلاً فی جانب حد الشفع فلا شفعۃ  
لعدم الاتصال پھر مصنف نے حیلوں کا یعنی تدبیر سقوط شفعہ کا بیان شروع کیا سو یوں کہا اور اگر ایک مرد نے زمین یا گھر بیچا اگر مثلاً ایک گز نہیں بیچا پھر شیفع کی  
میں تو شیفع کو شفعہ دے گا بسبب عدم اتصال کے م شفعہ کا سبب اتصال تک شیفع تھا سوا اس نے گز بھر یا اتم بھر یا بالشت بھر یا انگل بھر زمین شیفع کی جانب  
کی بیع ذکی تو اب شیفع اس میں شفعہ کا دعویٰ نہیں کر سکتا بشرطیکہ طول مستثنیٰ شیفع کے تمام گھر کو ماضق ہوا اور یہ حیلہ ہے شفعہ جوار کے اسقاط کا والقول بان  
ذما ما سو ہوا ویر قول کہ ذرا نا کا نصب سو ہے سو ہے یہ بعض ہے صاحب درر کی طرف اس واسطے کہ صاحب درر نے یوں کہا ہے کہ وقایہ میں جو یہ عبارت



والایما بیع الاثر انما یجب ہے سو کاتب کی سو سے ہے شارع نے کہا کہ اس کو سو کنا سو ہے اس واسطے کہ کلام تام موجب میں مشتری کا نصب واجب ہے وکن لا شفعة  
 لوجوب هذا القدر للمشتري وقبضه اور اسی طرح شفعہ نہیں اگر اس قدر یعنی بقدر ایک گز طول میں بائع نے مشتری کو مبیعہ بلا عوض کر دیا اور اس نے اس پر قبضہ بھی کر لیا  
 عدم ثبوت شفعہ کی وجہ یہ ہے کہ جو متصل شفعہ تھا وہ موجب ہو گیا اور موجب میں شفعہ نہیں طحاوی نے کہا خواہ مبیع قبل بیع کے ہو خواہ بعد بیع کے وان ابتاع سہامہ  
 شمن ثم ابتاع لبقیتها فالشفعة للجاری فی سہم الاول فقط والباقی مشتری لہ شریک اور اگر مشتری نے اس کا ایک حصہ مثلاً دسواں حصہ کچھ شمن سے خرید کیا پھر باقی گھر  
 خرید کیا تو ہمایہ کے واسطے شفعہ ثابت ہوگا فقط پہلے حصہ میں اور باقی گھر مشتری کا ہوگا اس واسطے کہ مشتری شریک ہو گیا بائع کا سہم اول کی خرید سے اور شریک  
 مقدم ہے ہر پر سہم اول میں اس واسطے شفعہ ثابت ہے کہ پہلے بیع اسی کی ہوئی اور شرکت مشتری کی بائع سے عقد ثانی کے وقت ہوگی شفعہ لینے سے پہلے اور  
 مراد یہ ہے کہ شفعہ کو خبر بیع کی نہ ہوئی مگر دونوں عقد کے بعد وجبت کلا ان لیشتری الذراع والسہم بکل الثمن الا درہم باقی بالباقی اور تمام شفعہ کے استقاط کا یہ حیلہ  
 ہے کہ مشتری خرید کرے ایک گز کو مسئلہ اولیٰ میں یا سہم کو خرید کرے یا سہم مسئلہ میں تمام شمن سے سوائے ایک درہم کے اور باقی گھر کو باقی ایک درہم سے خرید کرے  
 مثلاً ہزار درہم پر خرید کرنا منظور ہے تو اس گھر کا ہزارواں حصہ ۹۹۹ درہم سے خرید لے اور باقی گھر ایک درہم سے خرید کرے تو شفعہ کا شفعہ ہزارویں حصہ میں ثابت ہوگا  
 ۹۹۹ درہم کی شمن سے اور باقی گھر میں شفعہ نہیں اس واسطے کہ مشتری شریک ہو گیا اور وہ اتنی ہے جتنی سے کذا فی الدرر لیس لہ تخلیفہ باللہ ماروث بہ ابطال شفعتی  
 اور ہاڑ نہیں شفعہ کو قسم دینا مشتری کو اس طرح کہ والدہ تو نے اس فعل سے میرے شفعہ کے باطل کر دینے کا ارادہ نہیں کیا والدہ تخلیفہ باللہ ان البیع الاول کان  
 قیوم مؤید زادہ معز باللہ وجز اور شفعہ کو قسم دینے کا اختیار ہے کہ والدہ کہ بیع اول تلجیرہ تھی کہ مذکورہ مؤید زادہ عن الوجیزم تلجیرہ اس بیع کو کہتے ہیں کہ بائع اور مشتری  
 بیع ظاہر کریں شمن کے خوف سے اور حالانکہ وہ حقیقت میں بیع نہیں بلکہ وہ بزل سے اس کی تخلیف کا اس واسطے اختیار ہوا کہ اگر وہ تلجیرہ کا اقرار کرے گا تو بائع  
 کی ملک ثابت رہے گی اور شفعہ جوار قائم رہے گا کذا فی الطحاوی وان ابتاع شمن کثیر ثم دفع ثوباً عنہ فالشفعة بالثمن لا بالشوب فلایرغب فیہ اور اگر بیع خرید  
 کیا شمن کثیر سے پھر شمن کی عوض کپڑا دیا تو شفعہ ثابت ہوگا شمن سے نہ کپڑے سے تو اس میں خواہش نہ ہوگی مثلاً ایک گھر کی قیمت سو درہم ہے اس کو ہزار درہم  
 شمن سے خرید کیا پھر شمن کے عوض بائع کی رضامندی کے ساتھ ایک تھان دیا تو اگر شفعہ دعویٰ کرے گا تو اس کو شفعہ ہزار درہم کی عوض ملے گا نہ تھان کی عوض اس  
 واسطے کہ ہزار درہم کی عوض تھان دینا دوسرا عقد ہے اور گھر کی عوض تو وہی ہزار درہم کا شمن ہے دہدہ حیلہ نعم اشریک والجار لکنہا تفر للبايع اذ یزید کل الثمن اذا  
 المنزل اور یہ حیلہ شریک اور جوار دونوں کو عام ہے لیکن بائع کو مضرب ہے اس واسطے کہ بائع کو تمام شمن دینا لازم ہوگا جب کہ منزل بیع غیر کی ملک ثابت ہوگی فالاولیٰ  
 بیع درہم الثمن بدینا لیسطل الصرف اذا اتفق تو بیع درہم شمن کا ایک دینار سے بہتر ہے تاکہ یہ عقد صرف باطل ہو جائے جب کہ استحقاق ملک غیر کا ثابت ہو شمن کے درہم  
 مثلاً سو تھے مشتری کے ذمہ پر پھر بائع نے سو درہم کو ایک دینار سے مثلاً بیچا پھر جب کہ استحقاق ملک غیر کا ثابت ہوگا تو یہ عقد صرف فاسد ہوگی اس واسطے کہ بائع  
 ہو گیا کہ مشتری کے ذمہ پر کچھ نہ تھا تو جو مشتری نے دیا وہی بائع کو پھر پھر پڑے گا یعنی دینار کذا فی الطحاوی وحیلہ آخری احسن واسئل وہی المتعارفۃ فی الامم رزقا  
 بقولہ وکن الواشتری بدراہم معلومۃ بوزن او اشارة مع قبضۃ فلوس اشیر الیہا وحیل قدر ما وضع الفلوس بعد القبض فی المجلس ان جہالت شمن منع  
 الشفعة در رقلت دحوہ فی المضرات ادایک دو سرا حیلہ بہتر اور سہل تر سب حیل مذکورہ سے اور وہی مشہور ہے شہروں میں اس کو مصنف نے اپنے اس قول سے ذکر کیا ہے  
 اور اسی طرح شفعہ ساقط ہو جاتا ہے اگر مشتری نے درہم معلومہ سے خواہ تعین درہم کا وزن سے ہو خواہ اشارہ سے خرید کیا اور ان کے ساتھ مٹھی بھر فلوس بھی دیے جن کی  
 طرف اشارہ کر دیا گیا اور ان کی مقدار مجہول رہی اور فلوس بائع نے تلف کر دیے بعد قبض کے مجلس کے اندر اس واسطے کہ جہالت شمن شفعہ کی مانع ہے کذا فی الدرر  
 میں کتابوں اور اسی کے مانند مضمرات میں ہے ہم جب فلوس مشار الیہ پر بائع کا قبضہ ہوا تو شمن عقد کے وقت معلوم اور متعین ٹھہرنا بیع صحیح ہوگی اور فلوس تلف ہو جا  
 کے بعد جہالت مقدار سے شفعہ کے وقت شمن مجہول ہو گیا معلوم نہیں کہ فلوس مذکورہ کتنے تھے اور جہالت شمن شفعہ کے وقت ثبوت شفعہ کی مانع ہے طحاوی نے کہا

فی المجلس کی قید نہ منع الغفار میں مذکور ہے نہ در میں اور اس کا تعلق نہ ضائع ہونے فلوس سے ظاہر ہوتا ہے قبض سے اس واسطے کہ ملازم وقف مقادیر ہے اور یہ برابر ہے خواہ مجلس میں ہو خواہ بعد مجلس کے ویغی بن الشفیع لو قال انا اعلم قيمة الغلوس وہی کذا ان یاخذ بالدرہم قیمتہا کاوا مشتری دار البضی او بقا للشفیع اخذ البقیمۃ کامر قال المصنف ثم نقل عن مقطعات الظہیرۃ بالوافقة قلت ووافقة فی تہذیب البہار وادقہ شیخنا لکن تعقبہ ابنہ فی زہد البہار ہما بانہ مخالف للاول دانی المتون والشروح مقدم علی الفتاوی کامر مرار انتہی اور لائق بقولہ دفعہ یہ ہے کہ اگر شفیع کہے کہ میں فلوس کی قیمت جانتا ہوں اور وہ فلوس اتنے تھے تو شفیع دے درہم سے اور فلوس کی قیمت سے چنانچہ اگر مشتری گھر خرید کرے متاع یا مقدار سے تو شفیع کو گھر کا لینا متاع یا مقدار کی قیمت سے جائز ہے چنانچہ مذکور ہو چکا یہ کہا ہے مصنف نے شرح میں پھر مصنف نے مقطعات ظہیر سے وہ روایت نقل کی جو قول مذکور کے موافق ہے میں کہتا ہوں اور اسی کے موافق کہا ہے تہذیب البہار حاشیہ شاہ میں اور ہمارے استاد نے قول کو ثابت رکھا لیکن اس قول پر مصنف کے فرزند شیخ صالح نے اعتراض کیا ہے زہد البہار حاشیہ شاہ میں اس طرح کہ یہ قول مخالف ہے قول اول کے جو متن میں مذکور ہے اور جو متون اور شروح میں ہے وہ فتاویٰ پر مقدم ہے چنانچہ یہ قاسمہ چند بار مذکور ہو چکا انتہی مانی زہد البہار ہما متون اور شروح میں جو مذکور ہے وہ اس کا مفید ہے کہ شفیع کا قول قیمت فلوس اور تعین مقدار میں مقبول نہ ہو گا اس واسطے کہ اگر مقبول ہو تو اس جیلہ مذکورہ کا کچھ فائدہ نہ رہے مگر جب کہ شفیع ساکت رہے کذا فی الخطاوی و قد نزل لا شفعة فیما یبع فاسدا ولو بد القبی لاحتمال الفسخ ثم اذا سقط الفسخ بالبناؤ وکجہ وجبت واللہ اعلم اور ہم مقدم کہتے ہیں کہ شفیع نہیں اس میں جس کی بیع فاسد ہوئی اگر چہ قبض کے بعد ہو بسبب احتمال فسخ ہو جانے بیع فاسد کے ہاں جب کہ فسخ ساقط ہو جائے مشتری کی عمارت بنانے وغیرہ سے تو شفیع واجب ہو گا واللہ اعلم تکررہ الحیلۃ لا سقوط الشفعة بعد موتہا وفاقا لقولہ للشفیع اشتہرہ منی ذکرہ البرازی کردہ ہے حیلہ کرنا سقوط شفیع کے واسطے بعد موت ہو جانے شفیع کے بالاتفاق چنانچہ مشغی کالیوں کنا شفیع سے کہ تو اس منزل کو مجھ سے خرید کر لے ذکر کیا ہے اس کو برازی نے م شفیع ثابت ہوتا ہے بعد بیع کے پھر جب مشتری نے شفیع سے کہا کہ مجھ سے خرید کر لے تو اگر وہ خرید کر ارادہ کرے گا تو شفیع باطل ہو گا تو اس سقوط شفیع کا حیلہ ہے ثبوت کے بعد سو یہ یوسف اور محمد دونوں کے نزدیک مکروہ ہے واما الحیلۃ لدفع ثبوتہا ابتداء فعند ابی یوسف لا تکررہ وعند محمد تکررہ ویفتی بقول ابی یوسف فی الشفعة قیدہ فی السراہنۃ ہما اذا کان الجا غیر محتاج الیہ واستحسنہ محشی الاشباہ اور ابتداء سے دفع ثبوت شفیع کا حیلہ کرنا یعنی تدبیر کرنا جس سے شفیع ثابت نہ ہو سکے سو ابو یوسف نے مکروہ نہیں یعنی اس واسطے کہ وہ منع ہے حق واجب ہونے سے نہ اسقاط حق ثابت کا اور محمد کے نزدیک یہ بھی مکروہ ہے اور ابی یوسف کے قول کا فتویٰ ہے شفیع میں سراجہ میں جواز حیلہ کی یہ قید لگا ہے جب کہ ہمسائے کو اس گھر کی حاجت نہ ہو اور محشی اشباہ نے اس کو خوب کہا ہے محشی اشباہ شرف الدین غزی نے تہذیب البہار میں کہا ہے کہ اس قول پر اعتماد کرنا چاہیے اس کے حسن اور خوبی کے سبب سے شرح وقایہ میں ہے کہ شفیع تو دفع ضرر جوار کے واسطے مشروع ہوا ہے تو اگر مشتری ایسا شخص ہو کہ پڑیبوں کو اس سے ضرر ہو تو اسقاط شفیع کا حیلہ کرنا حلال نہیں اور اگر مشتری نیک مرد ہو اور شفیع متعین ہو جس کی ہمسائی پسند نہ ہو تو اسقاط شفیع کا حیلہ کرنا حلال ہے والضحہ ہوا کرابتہ فی الزکوۃ والحد و آئۃ السجدہ جبرہ اور اس کے مخالف یعنی کرابت ہے حیلہ زکوۃ اور حد اور آیت سجدہ میں کذا فی الجوبہ رقم منع زکوۃ کا یہ حیلہ ہے کہ جس مال میں زکوۃ واجب ہو وہ سال بھر کے گزرنے سے پہلے اپنے فرزند صغیر کو میر کرے یا سال سے پہلے اس قدر خیرات کر دے جس سے نصاب پوری باقی نہ رہے شرح وقایہ میں کہا کہ یہ حیلہ نہایت قبیح ہے بخلی اختیار کرنا ہے اور فقیروں کا رزق قطع کرنا ہے اور وہ عدم اتفاق میں داخل ہونا ہے اور حج کا حیلہ یہ ہے کہ آفاق داخل موافقت کسی محل میں داخل ہو پھر کہ معظم میں ہلا احرام داخل ہوا اند یہ حیلہ اسقاط احرام کا ہے نہ اسقاط حج کا اور آیت سجدہ کا یہ حیلہ کہ آیت سجدہ نہ پڑھے اور سابق اور لاحق کی آیتیں پڑھے لہٰذا جمیع میقات وہ مقام جہاں سے بدون احرام کافاتی کو کہہ کی طرف جانا احرام ہے ۱۲ اصل ترجمہ میں بھی عبارت ہے مگر کتاب الحج میں اس کی صورت یوں مذکور ہے کہ اگر کوئی شخص ایسے مقام کی لیت سے جادے جو میقات کے اندر اور احرام سے خارج ہو اور اس کا ارادہ کہ میں جائے کا نہ ہو مثلاً جبرہ میں جانا چاہے تو اس کو میقات پر احرام کی کچھ نعمت نہیں جہ میں ہلا احرام جادے اور جب جبرہ میں پہنچ جادے گا تو احرام کے باشندوں کا حکم میرا کرے گا یعنی اب کہ معظم میں بدون احرام جاسکتا ہے ۱۳ اسے بکر اسقاط حج کا حیلہ دی ہے جو زکوۃ میں گناہی نہ لگا



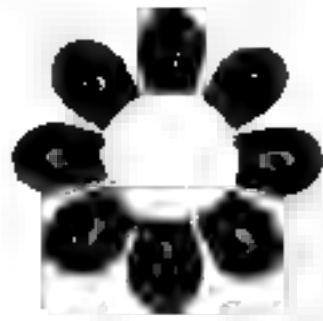
دوب سجدہ کے خوف سے ولایت موجودہ فی کلام لا سقاط الحیلۃ بزاتیۃ قال وطلبنا ما کثیرا فلم نجد ما اور کوئی میلہ موجود نہیں فقہائے کلام میں جیلہ ساقط کرنے کے واسطے کذا فی البرازیۃ کہا بزازی نے اور ہم نے اس کو بہت تلاش کیا سو اس کو نہ پایا اذا اشتری جماعۃ عقارا والبائع واحد یتعد والاخذ بالشفعة یتعد للشفیع ان یاخذ نصیب بعضهم ویکب الباقی ولعلکما وہو ما اذا تعدد البائع واکتد المشتري لا یتعد والاخذ بہا بل یاخذ کل او ترک بان فیہ تفریق الصفقة علی المشتري بخلاف الاول لقیام الشفیع مقام احدہم فلم تفرق الصفقة بلامفرق بین کونہ قبل القبض او بعدہ سہمی کل بعض ثمن او سہمی کل جملۃ لان العبرة لا تہتم بالصفقة لا اتحاد الثمن جب کہ ایک جماعت نے زمین مول لی اور بائع ایک ہے تو شفعلینا متعدد ہوگا مشتری کے شمار کے موافق تو شفیع کو یہ جائز ہوگا کہ ایک مشتری کا حصہ لے اور باقی کو چھوڑ دے اور بالعکس اس کے یعنی جب کہ بائع کئی شخص ہوں اور مشتری ایک ہو تو شفعلینا متعدد نہ ہوگا بلکہ شفیع یا سب بیع کو لے یا سب کو چھوڑ دے اس واسطے کہ اس میں مشتری پر تفریق عقد ہے بخلاف اول مسئلہ کے اس واسطے کہ وہاں شفیع قائم مقام ہے ایک مشتری کے تو عقد تفرق نہ ہوا اس میں کچھ فرق نہیں کہ شفعلینا قبض کرنے سے پہلے ہو یا بعد اس کے ہر مشتری کے ثمن کا علیحدہ علیحدہ نام لیا گیا ہو یا تمام ثمن مجمل ذکر ہو یا اس واسطے کہ یہاں اتحاد عقد کا اعتبار ہے نہ اتحاد ثمن کا واسطہ انہ لو طلب الحصة ثمن علی شفعة اور معلوم کر اس کو کہ اگر شفیع در صورت تعدد مشتری ایک حصہ کو طلب کرے تو باقی حصوں میں وہ اپنے شفیع پر قاسم ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ باقی کا شفیع باطل ہو گیا کذا فی در المنقذ ولو اشتری دارین او قریبتین او مہربین صفقتہما اخذہما شفیعہما معا او ترکہما للاحد ہما ولو اخذہما بالشرق والاخری بالغرب شرع یجمع ویاتی اور اگر مشتری نے دو گھر یا دو گاؤں خرید کیے دو شہروں میں ایک عقد یعنی ایک ایجاب اور قبول سے تو ان دونوں گھروں کا شفیع ان کو ساتھ ہی لے یا دونوں چھوڑ دے اور یہ نہیں کہ ایک گھر کو لے اگرچہ ایک گھر مشرق میں ہو اور دوسرا مغرب میں کذا فی شرح الجمع اور اس کا ذکر آگے آئے گا اور اگر شفیع ایک ہی گھر کا ہو نہ دوسرے کا اور بیع دونوں گھروں کی ایک ایجاب اور قبول سے ہوئی ہو تو شفیع کو شفعلینا نہیں پہنچتا مگر اسی گھر کا جو اس پاس ہے اور ایسا کہ اسے محمد نے ان دونوں گھروں میں جو متصل ہوں اور شفیع ایک گھر کا ہمسایہ ہو اور حسن نے امام سے روایت کی کہ شفیع کو دونوں کا لینا درست ہے شفیع سے کس نے کہا حسن کی روایت اس پر دلالت کرتی ہے کہ امام نے روایت سابقہ سے رجوع کیا ہے کذا فی العالمگیریۃ والمعتبر فی ہذا ای العدد والایا والسائد متعلق حقوق العقد بہ دون المالك فلو کل احد جماعۃ للشفیع اخذ نصیب بعضهم اور اس تعدد اور اتحاد عقد میں مائد معتبر ہے نہ مالک اس واسطے کہ حقوق عقد کے مائد کی طرف متعلق ہوتے ہیں نہ مالک کی طرف تو اگر ایک مالک نے ایک جماعت کو وکیل کیا یعنی خرید کا تو شفیع کو ایک وکیل کا حصہ لینا جائز ہے م یہ اس صحت میں ہے کہ ہر وکیل کو ایک ایک حصہ کی خرید میں وکیل کیا ہو اور اگر سب کو تمام کی خرید کا وکیل کیا تو شفیع نہیں مگر تمام میں کذا فی الطحاشری نصف دار بیز مقسوم نقاسم المشتري البائع اخذ الشفیع نصیب المشتري الذی حصل لہ بالقسمۃ وان وقع فی غیر جانبہ علی الاصح اوصا گھر بیز مقسوم خرید کیا مشتری نے بائع سے ہاٹ لیا تو شفیع مشتری سے وہ حصہ لے جو اس کو حاصل ہوا قسمت سے اگرچہ وہ حصہ شفیع کی جانب میں نہ پڑا ہو بموجب اصح قول کے م غیر اصح قد مدی کا قول ہے کہ شفیع وہی حصہ لے گا جو اس کی جانب میں واقع ہے نہ غیر جانب کا و لیس لہ ای للشفیع نقضہما مطلقا سو اقسم حکم رضی علی الاصح لہما من تمام القبض اور شفیع کو نقض قسمت مطلقا جائز نہیں خواہ قسمت قاضی کے حکم سے ہوئی ہو یا بائع کی ضمانتی سے اس واسطے کہ قسمت قبض کی تائی ہے یعنی دون قسمت کے مشترک چیز کا پورا قبض نہیں اور حالانکہ تمام قبض عقد کا حکم ہے حتیٰ لو قاسم شریک کان للشفیع القبض کا ذکرہ بقولہ بخلاف ما اذا باع احد الشریکین نصیب من دار مشترکۃ وقاسم المشتري الشریک الذی لم یبع حیث یکون للشفیع نقضہ کقض بیعہ ویتعد اگر مشتری نے قسمت کر لی بان کے شریک سے تو شفیع کو نقض قسمت جائز ہے چنانچہ مصنف نے اس کو ذکر کیا اپنے اس قول سے برخلاف اس کے جب کہ دو شریکوں میں کہ ایک شریک نے اپنا حصہ بیع کیا مشترک گھر سے تو مشتری نے دوسرے اس شریک سے جس نے بیع نہیں کی قسمت کر لی کہ وہاں شفیع کو نقض قسمت جائز ہے جس طرح اس کی بیع اور بیع کا نقض ہائسب م یہ نظر ہے م نقض قسمت کی تعلیل پر یعنی اگر قسمت تمام قبض سے نہ ہو چنانچہ مثال مذکور میں ہے تو نقض قسمت درست ہے اس واسطے کہ عقد

اس شخص سے واقع ہوا جس سے قسمت کسلی تو یہاں قسمت تام قبض سے نہ ہوئی جو عقد کا حکم ہے لہذا شفیع اس کو توڑ سکتا ہے کالوا مشتری انسان دارا وہما شفیعان ثم جاء شفیع ثالث بعد ما اقتسم القضاہ او غیرہ فلما ای شفیع ان یشفی القسمة ضرورۃ عبودۃ النصف لثنا شرح وہبانیۃ چنانچہ اگر وہ شخصوں نے گھر مول لیا اور وہ دونوں شفیع ہیں اس گھر کے پھر میرا شفیع آیا دونوں کی قسمت کس لینے کے بعد خواہ قسمت قاضی کے حکم سے ہوئی ہو یا سولے اس کے مثلاً رضامندی سے تو شفیع کو قسمت کا توڑ دینا جائز ہے نصف کی تہائی ہو جانے کی ضرورت سے کذا فی شرح وہبانیۃ ہم یہ تعبیر ہے نصف قسمت کی صورت اس کی یہ ہے کہ ایک گھر کے تین پڑوسی ملاحق ہیں مثلاً ان میں سے دو نے دگر خرید کر کے بانٹ لیا نصف نصف پھر میرے پڑوسی نے شفعہ طلب کیا قسمت مذکورہ مقوض ہوگی اس ضرورت سے کہ ہر شخص تہائی تہائی کا مستحق ہے اور دونوں مشتریوں میں سے ہر ایک کے پاس نصف نصف ہے اور تہائی نہیں رہ سکتا اختلاف الجار والمشری فی ملکیتہ الدار التي لیکن فیہا الشفیع الذی ہوا الجار فالقول للمشری لانه ینکر استحقاق الشفعة اختلاف کیا پڑوسی اور مشتری نے اس گھر کی ملکیت میں جس میں وہ شفیع رہتا ہے جو پڑوسی ہے تو مشتری کا قول مقبول ہوگا اس واسطے کہ وہ استحقاق شفعہ کا منکر ہے وللجار تحلیفۃ ای تحلیف مشتری علی العلم عند ابی یوسف وہ یفتی اور پڑوسی کو مشتری کا قسم دینا اس کی دانست پر جائز ہے ابو یوسف کے نزدیک اور اسی کا فتویٰ ہے م یعنی مشتری یوں قسم کھائے کہ واللہ یہ گھر میرے علم میں شفیع کا ملک نہیں علم پر اس واسطے قسم ہوئی کہ غیر کے فعل پر تحلیف ہے اور غیر کے فعل پر یقین قطعی نہیں ہوتا کالوا انکر مشتری طلب الموأثمۃ فانہ یدعی علی العلم جیسے کہ مشتری اگر طلب مواثبہ کا منکر ہو تو اس سے علم پر قسم لی جائے گی یعنی اس واسطے کہ یہ بھی تحلیف ہے غیر کے فعل پر وان انکر مشتری طلب الاثمۃ وعند لقائہ حلف مشتری علی البتات لانه محیطہ بما دون الاول حاوی الزاہدی اور اگر مشتری نے اپنی ملاقات کے وقت طلب اثمۃ سے انکار کیا تو مشتری قسم کھائے قطع اور یقین پر اس واسطے کہ مشتری کا علم طلب اثمۃ کو محیط ہے نہ طلب مواثبہ کو کذا فی حاوی الزاہدی م اگرچہ طلب اثمۃ بھی غیر کا یعنی شفیع کا فعل ہے لیکن چونکہ حالف کے سامنے کا فعل ہے لہذا قطعی قسم لازم ہوئی یہ اس وقت ہے جب کہ شفیع طلب اثمۃ کا مدعی ہو اور گواہوں سے اس کو ثابت نہ کر سکے ولو برہنا فینبذ الشفیع الحق وقال ابو یوسف فینبذ مشتری اور اگر شفیع اور مشتری دونوں گواہ لادیں تو شفیع کے گواہ الحق اور فقط ہیں اور ابو یوسف نے کہا کہ مشتری کے گواہ مقدم ہیں فروع مسائل طحہ شارح کے باع مانی اجارۃ الغیر وہو شفیعہا فان اجاز البیع اتحد بالشفعة والابطال الاجارۃ وان رد المالك نے وہ چیز بیع کی جو غیر کے اجارہ میں ہے اور حالانکہ مستاجر اس کا شفیع ہے سو اگر مستاجر نے بیع اس کی جائز رکھی تو اس کو بے جا بیع شفعہ کے یعنی اور اجارہ باطل ہو جاوے گا اور اگر بیع جائز نہ رکھی تو اجارہ باطل ہوگا اگرچہ شفعہ رد کر دے م یعنی عدم اجازت بیع کے ساتھ شفعہ بھی طلب کیا تو اجارہ باطل ہوگا اس واسطے کہ طلب شفعہ صحیح نہیں مگر بعد بطلان اجارہ کذا فی وہبانیۃ ثری لطفہ والاب شفیع کہ الشفعة والوصی کالاب قلت لیکن فی شرح الجمع ما کالہ فتنہ باپ نے اپنے طفل غیر کے واسطے خرید کی اور حالانکہ باپ شفیع ہے تو اس کا شفعہ ثابت ہے اور وصی باپ کے مانند ہے میں کہتا ہوں لیکن شرح جمع میں اس کے مخالف ہے سو خبر دار رہنا م شرح جمع میں یوں ہے کہ باپ کی قید اس واسطے لگائی کہ وہی شفعہ نہیں لے سکتا اتفاقاً اس واسطے کہ شفعہ لینا بمنزلہ خرید کے ہے اور وہی کو نفیم کا مال خرید کر ناجائز نہیں اپنی ذات کے واسطے لو کانت دار الشفیع ملائقۃ لبعض البیع کان لا الشفعة فیما لا یصح فقط ولویہ تفریق الصفقة اگر شفیع کا گھر متصل ہو بعض بیع سے تو اس کا شفعہ فقط اسی قدر میں ثابت ہوگا جو کہ متصل ہے اگرچہ اس میں تفریق صفقہ ہوتی ہو م صورت اس کی یہ ہے کہ دو گھر کی بیع ہوئی اور شفیع کا گھر ایک ہی گھر کے پاس ہے جار ملاحق وہ ہے کہ ہر ایک کی دیوار علیحدہ ہو اور دونوں دیواروں میں راہ نہ ہو مکان کی تنگی کے سبب سے یا کہ دونوں کے اتصال کے سبب سے کذا فی الطحاوی عن الاموی الابراہیم العام من الشفیع یطلبها قضاء مطلقاً لاویانہ ان لم یعلم ہا شفیع کی جانب سے ابراہیم عام کرنا شفعہ کو باطل کر دیتا ہے قضاء ہر طرح سے اور ویانہ بطل نہیں اگر شفیع شفعہ کو نہ جانتا ہو م صورت اس کی یہ ہے کہ ایک گھر بکا تو بائع یا مشتری نے کہا شفیع سے کہ تو ہم کو بری الذمہ کر دے ہر خصوصیت سے جو تیری خصوصیت کہ ہماری جانب ہو سو اس نے ابراہیم عام کر دیا اور حالانکہ شفیع جانتا



نہیں ہے کہ ان کی جانب اس کا شفعہ واجب ہو ہے تو اس ابراہیم سے قاضی کے نزدیک اس کا شفعہ باطل ہوگا لیکن فیما بینہ و بین اللہ شفعہ ہوتی رہے گا اس واسطے کہ اگر وہ جاننا تو شفعہ نہ چھوڑنا زوار الجواہر میں ہے کہ یہ محمد کے قول پر ہے اور ابو یوسف کے قول پر بروت من الجہول سے براءت ثابت ہو جاتی ہے قضاء بھی اور دینا بھی و علیہ الفتویٰ چنانچہ شروع مظلومہ اور خلاصہ اور خزائنہ الفتاویٰ میں ہے کہ ذانی الطحاوی عن الجلی اذ اصبح المشتري البنا و فجاء الشفع خیران شاہ اوسطا ما زاد الصبح اذ ترک جب کہ مشتری نے عمارت میں رنگ آمیزی کی پھر شفعہ آیا تو وہ مختار ہے چاہے اس کو اتنا دے جس قدر اس کی قیمت رنگ آمیزی سے زیادہ ہو گئی اور چاہے شفعہ ترک کرے اگر الجار طلبہ لکون القاضی لایرا بالموعد و شفعہ جار نے طلب شفعہ میں تاخیر کی اس واسطے کہ قاضی شفعہ جوار کا اعتقاد نہیں رکھتا تو وہ معذور ہے یہودی سمع بالبع یوم السبت فلم یطلب لم یکن عذرا یہودی نے سینچر کے دن بیع سنی اور شفعہ طلب نہ کیا تو یہ عذر نہ ہوگا یہ تینوں مسئلے مکرر ہو گئے کہ سابق مذکور ہو چکے ہیں قلت یوخذ منہ ان الیہودی اذا طلب خمد من القاضی احضارہ یوم سبتہ فانہ یکلف الحضور ولا یكون سبتہ عذرا وہی واقعة الفتویٰ قال المصنف قلت وہی فی واقعات الحسامی میں کہتا ہوں یوم السبت کے عذر نہ ہونے سے یہ مسئلہ نکلتا ہے کہ جب یہودی اپنے معا علیہ کا احضار چاہے قاضی سے اس کے یوم السبت میں تو قاضی اس کو حاضر کر دے اور اس کا یوم السبت عذر نہ ہوگا اور یہ مسئلہ فتویٰ طلب ہو چکا ہے کہ ہاں مصنف نے میں کہتا ہوں اور یہی مسئلہ واقعات حسامی میں مذکور ہے اوعی الشفع علی المشتري انہ احتال لا بطلانہا یكلف ذی الوہبانیۃ خلافہ قلت و سنذکرہ لان ابن المصنف فی حاشیۃ الاشباہ ابیدہ ہا ما مزید علیہ فلیحفظ شفعہ نے مشتری پر یہ دعویٰ کیا کہ مشتری نے شفعہ باطل کرنے کا حیلہ کیا ہے تو مشتری سے قسم لی جائے اس پر اور وہبانیہ میں اس کے مخالف عدم تکلیف مذکور ہے میں کہتا ہوں اور عنقریب ہم وہبانیہ کا قول مذکور کرتے ہیں اس واسطے کہ مصنف کے فرزند نے اشباہ کے اپنے حاشیہ میں کلام وہبانیہ کی اس طرح تائید کی ہے کہ اس پر تائید زیادہ نہیں ہو سکتی تو اس کو یاد رکھنا چاہیے م خلاصہ تائید مذکور یہ ہے کہ قاضی خاں اور دوالجی کے کلام بدل سے مصرع ہے کہ مشتری پر قسم لازم نہیں تعلیق ابطالہا بالشرط جائز ابطال شفعہ کا تعلیق کرنا شرط سے جائز ہے م صورت اس کی یہ ہے کہ شفعہ نے مشتری سے کہا کہ میں نے شفعہ قریب واسطے مسلم رکھا اگر تو نے اپنی ذات کے واسطے خرید کی ہو سو اگر مشتری نے کسی اور شخص کے واسطے خرید کی تو اس کا شفعہ ثابت ہے کہ ذانی الطحاوی عن دینۃ المفتی والمجتبیٰ لدعویٰ فی رقبۃ الدار و شفعۃ فیہا یقول بذہ الدار واری وانا ادعیہا فان وصلت الی الدار علی شفعۃ فیہا ایک شخص کا دعویٰ ملک ہے گھر کے رقبہ میں اور شفعہ کا بھی اس میں دعویٰ ہے تو یوں دعویٰ کرے کہ یہ گھر میرا ہے اور میں اس کا دعویٰ کرتا ہوں سو اگر یہ گھر مجھ کو اپنی تو بہتر ہے اور اگر نہ پہنچا تو میں اس میں اپنے شفعہ کے دعویٰ پر ہوں م یہ مسئلہ ظہیر یہ میں یوں مذکور ہے کہ اگر ایک گھر دوسرے کے پاس بکا اور صاحب خانہ اس کا شفعہ ہے اور اس کا علم یہ ہے کہ خانہ بیع میرا ملک ہے سو وہ ڈرتا ہے کہ اگر میں اس کی ملک کا دعویٰ کروں تو شفعہ باطل ہوتا ہے اور اگر شفعہ کا دعویٰ کروں تو ملک رقبہ کا دعویٰ باطل ہوتا ہے تو وہ شخص یوں دعویٰ کرے کہ یہ میرا گھر ہے اور میں اس کے رقبہ کا دعویٰ کرتا ہوں سو اگر وہ مجھ کو اپنی تو بہتر ہے اور نہیں تو میں اپنے شفعہ کے دعویٰ پر ہوں اس واسطے کہ یہ سب ایک کلام ہے تو طلب شفعہ سے سکوت ثابت نہ ہوگا کہ ذانی الطحاوی عن المحوی استولی الشفع علیہا بلا قضاء ان اعتماد علی قول عالم لایكون ظالما والا کان ظالما شفعہ نے غلبہ کر کے عمل کر لیا گھر پر بدون حکم قاضی کے تو اگر شفعہ نے کسی عالم کے قول پر اعتماد کیا ہے تو وہ ظالم نہ ہوگا اور نہیں تو وہ ظالم ٹھہرے گا م شیخ مصالح ابن مصنف نے کہا کہ مجھ کو اس مسئلہ میں اعتراض ہے اس واسطے کہ درود وغیرہ کتب فقہ میں یہ مصرع ہے کہ شفعہ کی ملک ثابت نہیں مگر تراخی یا قضاء قاضی سے پھر جب کہ بدون اس کے بجز و قول عالم کے اس نے استیلا کیا تو یہ استیلا ہوا غیر کی ملک پر تو یہ صریح ظلم ہے اور اگر بجز استقرار شفعہ کو اعتبار کیجیے تو وہ فقط گواہ کرنے سے موجود ہو جاتا ہے تو عالم کے قول کی بھی کچھ حاجت نہیں اور نہ تراخی اور قضاء قاضی کی جلی نے کہا جب ظلم ٹھہرے گا تو اس پر تعزیر ہوگی اشیاء علی عدد الرؤس النقل والشفعة واجرة القسام والطریق اذا اختلفوا فیہ النکل فی الاشباہ چند میز میں عدداً اشخاص پر ہیں ایک تو دیت دوسرے شفعہ میسر سے قسمت کرنے والے کی اجرت چوتھے راہ جب کہ اس میں لوگ اختلاف کریں یہ سب مسائل مذکورہ

اشباہ میں ہیں م دیت کی صورت یہ ہے کہ اگر مقتول پایا گیا مکان ملوک میں تو اس کی ویت اس مکان کے سب مالکوں پر لازم ہوگی برابر خواہ کسی کی ملک  
 لم ہو باز یادہ او شفعہ کی برابری خود مذکور ہو چکی اور اجرت قسام کی یہ صورت ہے کہ ایک شخص نے زمین کی قسمت کر دی شریکوں میں تو اس کی اجرت امام کے  
 نزدیک سب پر برابر ہے اگرچہ ایک کا حصہ قلیل ہو اور دوسرے کا کثیر اور صاحبین کے نزدیک اجرت بقدر ملک ہے اور راہ سے کوچہ غیر ناقدہ مراد ہے اس واسطے  
 کہ شفعہ عام کسی کا ملوک نہیں اور طریق کے مانند گھر کا مہن ہے جب کہ اس باب بوقت اس میں اختلاف کریں اس واسطے کہ وہ لوگ چلنے اور دھنکرنے اور کڑی  
 چیرنے اور اسباب رکھنے میں سب برابر ہیں یعنی اگرچہ ایک شخص کا والاں طویل ہو اور دوسرے کی کوٹھری کوتاہ کذا فی حاشیۃ الاشباہ و الاشیاء لابن السعد ولا شفعۃ لمرئ بنایہ شفعہ  
 کا حق ثابت نہیں مرنہ کے واسطے کذا فی الغنیۃ صبیح لاوی لا تبطل شفعۃ وان نصب القاضی قیما بطلبها باز جو برہ ایک رطل کا شفعہ ہے جس کا کوئی والی نہیں تو  
 اس کا شفعہ باطل نہ ہوگا اور اگر قاضی اس کی طرف سے کوئی کار پر واز قائم کرے اور وہ شفعہ کے واسطے طلب کرے تو جائز ہے کذا فی مجموعہ شری کر  
 ولہ شفعۃ نائب فائز الاشبار فاکہ المشتري ثم اتی الشفع و اخذہ ان الاشبار وقت القبض ثمرة سقط بقدره والا لانه لا حصہ لمن الثمن یعنی مؤید زادہ معزیا  
 لواقعات الحسامی انکور کا باغ خرید کیا اور اس کا شفعہ نائب ہے سو درخت پھیل لائے اور مشتری نے ان کو کھایا پھر شفعہ آیا اور اس نے وہ باغ پوری شفعہ  
 لیا اگر درخت قبض مشتری کے وقت پھلے ہو تو بقدر قیمت پھلوں کے ثمن سے ساقط ہوگا اور اگر پھلے نہ ہوں گے قبض کے وقت تو ثمن سے کچھ ساقط نہ ہوگا اس  
 واسطے کہ پھل کا کچھ حصہ نہ تھا ثمن میں اس وقت کذا ذکرہ مؤید زادہ من واقعات الحسامی و فی الوسیانیت سے یاخذ فیما یشتري لصغیرہ اب دومی للبلوی  
 یونہیہ اور وہ بیانہ میں ہے اور باپ شفعہ نے اس میں جو اس نے اپنے صغیر فرزند کے واسطے خرید کیا اور وہی خاصیت میں تاخیر کرے قیم کے بطن شک  
 م اگرچہ خصوصیت میں تاخیر چاہیے لیکن وہی کو لادم ہے کہ طلب شفعہ کرے اور خرید کے دن گواہ کر کے چنانچہ خزانہ اکل میں ہے یعنی اس واسطے کہ تاویر طلب  
 سے شفعہ باطل نہ ہو جائے و لیس لہ تفریق دارین بیعۃ و لو یزجار فالتفریق اجبہ اور شفعہ کو جائز نہیں تفریق کرنا ان دو گھروں کا جو ساتھ ہی ہیں پڑے  
 اور وہ دونوں کا شفعہ ہے اور اگر شفعہ ہمسایہ نہیں دوسرے گھر کا تو تفریق لائق تر ہے تفریق اس واسطے کہ وہ تفریق صفقہ کے موجب ہے اور ایک گھر کا شفعہ  
 ہے اور دوسرے کا نہیں تو تفریق جائز ہے چنانچہ سابق میں مذکور ہو چکا ہے و ما ضر اسقاط التخیل مسقطا و کلیفہ فی التکرار شک انکرہ اور ضرر نہیں کرتا  
 اسقاط شفعہ کا جیلہ سے درنا مالیکہ وہ قاصد ہے اسقاط کا یعنی کچھ مضائقہ نہیں قعدا شفعہ ساقط کرنے میں جیلہ سے اور تکلیف اعد العاقدین کی حالت لکھا  
 میں بلا شک منکر اور محبوب ہے شرعا یعنی اگر بائع یا مشتری انکار کریں کہ ہم نے اسقاط شفعہ کا ارادہ نہیں کیا تو شفعہ کو ان سے قسم لینا جائز نہیں کذا فی فتاوی  
 قاضی خان والہ اعلم واستغفر اللہ العظیم





# کتاب القسمة

یہ کتاب ہے قسمت کے بیان میں یعنی ساجے کی چیز بانٹنا مناسبتہ ان احد الشریکین اذا ادا لافراق باء فجب الشفعة او قسم قسمت کی مناسبت شفعہ سے یہ ہے کہ احد الشریکین جب افراق کا ارادہ کرے تو اپنا حصہ بیع کرے گا تو شفعہ واجب ہو گا یا قسمت کرے گا بدون بیع کے ہی نفع اسم لاقتسام کا لفظ و لا تبتدئ قسمت لغت میں اسم ہے اقتسام یعنی بانٹ لینے کا جیسے فذوق اسم ہے اقتداء کا و شرعا جمع نصیب شائع لہ فی مکان معین اور شرع میں قسمت عبادت ہے ایک شخص کے حصہ شائع کے جمع کر دینے سے ایک معین مکان میں ہم مثلاً ایک گھر کے تین شریک ہیں تو ہر شخص کا حصہ ہر جگہ اس گھر میں شائع ہے یا تعین ہر جگہ اس کے تین حصے ہو گئے تو ہر شخص کا حصہ خاص خاص مکان میں مجتمع ہو گیا اسی تعین حق شائع کا نام قسمت ہے و سببها طلب الشراک او بعضہم الا متفاد علی وجہ الخصوص فلو لم یوجد طلبہم لاصح القسمة او قسمت کا سبب طلب کرنا ہے سبب شریکوں کا یا بعض کا اپنی ملک سے منفعت حاصل کرنے کے واسطے بروہ خصوص تو اگر شریکوں کی طلب نہ پائی جائے تو قسمت کرنا صحیح نہیں ہم مشترک چیز میں ہر شریک نفع لیتا ہے اپنے غیر کے حصہ سے تو طلب قسمت حاکم سے یہ سوال کرنا ہے کہ اس کو اپنے حصہ کے امتناع سے خاص کر دے اور غیر کو اس کے امتناع سے روک دے تو حاکم پر اس کی اجابت واجب ہے کذا فی الزلیس و کہنا ہو الفعل الذی یحصل بہ الافراز والتعین بین الانصبا و کیل و فروع اور قسمت کا رکن وہ فعل ہے جس سے جدائی اور تمیز حاصل ہو جائے حصوں کے درمیان چنانچہ یہاں نہ کرنا اور گز سے ناپنا ہم یعنی چنانچہ کیل چیز کو پیمانہ کرنا اور رزنی چیز کو تولنا اور عددی چیز کو شمار کرنا اور رزنی چیز کو گز سے ناپنا یہ رکن ہے قسمت کا کہ بدون اس کے قسمت کا وجود نہیں و شرطها عدم فوت المنفعة بالقسمة و لذلک لا یقسم حائط و حمام اور شرط قسمت کی یہ ہے کہ مشترک چیز کی منفعت فوت نہ ہو جاوے بانٹنے سے اور اسی واسطے قسمت نہیں کی جاتی دیوار اور حمام اور مانند اس کے ہم عدم فوت منفعت یہ شرط ہے زبردستی قسمت کی اس واسطے کہ قسمت سے غرض مقصود و توفیر منفعت ہے ہر جگہ منفعت ہی نہ رہی تو حاکم قسمت پر جبر نہیں کر سکتا ایک شریک کے طلب سے ہاں اگر سب شریک طلب کریں تو قسمت صحیح ہے چنانچہ آگے مذکور ہو گا و حکمها تعین نصیب کل من الشراک علی حدہ اور حکم یعنی قسمت کا اثر مرتب معین کر دینا ہے ہر شریک کے حصہ کا علیہ علیہ و تشتمل مطلقا علی معنی الافراز و مواخذہ عین حق و علی معنی المبالوۃ و ہی اخذ عوض حقہ اور مطلقا یعنی مثل اور قیمتی دونوں میں قسمت شامل ہے معنی افراز اور معنی مبالوہ پر افراز سے مراد لینا ہے اپنے حق کا بعینہ اور مبالوہ سے مراد بدلہ لینا ہے اپنے حق کا ہم بیان اشتغال یہ ہے کہ جو حصہ ہر شریک لیتا ہے اس کے اجزاء میں ہر جزو شامل ہے نصفین کو ایک نصف تو اسی شریک کا ہے تو اس کا لینا افراز ہوا یعنی اپنا حق بعینہ پایا اور دوسرا نصف اس کے شریک کا تھا اس کو لیا اس کے عوض جو اس کے حصہ میں سے شریک ثانی کے قبضہ میں ہے تو اس کا لینا بھی مبالوہ ظہر اذانی الشمنی والافراز ہوا غالب فی التملی و مانی حکمہ کا لحدوی المتقارب فان معنی الافراز غالب ذیہ ایضا ابن کمال عن کافی اور افراز یعنی اپنا حق بعینہ لینا غالب ہے مثلی چیز اور جو مثل کے حکم میں ہے چنانچہ عددی متقارب جیسے یضہ اور جو اس واسطے کہ افراز کے معنی اس میں بھی مثل کے ماتہ غالب ہیں ایسا نقل کیا ہے ابن کمال نے کافی سے ہم مثلی میں معنی افراز اس واسطے غالب ہیں کہ اس کی الباعض اور افراز میں تغاوت نہیں اس واسطے کہ مثلاً گیموں اور جو میں سے جو ایک شریک لیتا ہے وہ اس کی مثل ہے

ظاہر اور باطن میں جو دوسرا شریک لیتا ہے تو اس کو بعینہ اس کا قرار دینا ممکن ہے والمباذلة فالبتہ فی غیرہ اسی غیر المثل وہو القسمة اور مباذلة غالب ہے مثل کے سوا یعنی قسمة میں ہم قیمت وال چیز چنانچہ حیوانات اور اسباب اور زمین میں اس واسطے مباذلة غالب ہوا کہ ان میں بہت تفاوت ہوتا ہے چنانچہ ایک گھوڑا سودرم کا اور دوسرا ہزار دم کا تو اس کو عین حق قرار دینا ممکن نہیں ہے کیوں کہ دونوں حصوں میں بالیقین معاذلة اور مساوات ثابت نہیں اذالقرہذا اصل فیماخذ الشریک حصۃ لغیبتہ صاحبہ فی الاول اسی المثل لعدم التفاوت لا الثانی اسی القسمة لتفاوتہ جب کہ یہ قاعدہ ثابت ہو چکا کہ مثل میں افراد غالب ہے اور قسمة میں مباذلة تو شریک اپنا حصہ لے اپنے سامنے شریک کے غائب ہونے سے اول میں یعنی مثل میں عدم تفاوت افراد کے سبب سے نہ حصہ لے اس کی غیبت سے ثانی میں یعنی قسمة میں اس کے تفاوت افراد کے سبب سے فی الثانیہ مکمل اور موزون میں حاضر و غائب اور بالغ اور صغیر فافاد الی افراد البالغ نصیبہ نقدت القسمة ان سلم خطا لآخرین والاولا خانیۃ یعنی فتاویٰ قاضی خان میں کیلی یاد دہانی پر مشترک ہے درمیان حاضر اور غالب کے پار و میان بالغ اور صغیر کے سو شریک حاضر یا شریک بالغ نے اپنے حصہ لیا تو قسمت نافذ ہوگی اگر دونوں شریکوں کا حصہ تسلیم کر دیا اگر تسلیم نہیں کیا تو نافذ نہ ہوگی اور اگر باقی تلف ہو گیا غائب یا صغیر کے وصول سے پہلے تو دونوں کا نقصان ہوگا یعنی غائب اور حاضر کا یا بالغ اور صغیر کا نہ فقط غائب اور صغیر کا کبصرۃ بین و ہقان و ذرا امر الدہقان بقسمتہما ان ذہب بما افرزہ الدہقان اولاً فہلاک الباقی علیہما وان بطلت نفسہ اولاً فہلاک علی الدہقان ما تحتہ کذا قالہ بعض الشارح انتہی ملحد چنانچہ اناج کا دوسرا مشترک ہے درمیان زمیندار اور مزارع کے زمیندار نے مزارع کو اس کے بانٹنے کا امر کیا تو اگر مزارع وہ اناج جس کو زمیندار کے واسطے جدا کیا تھا زمیندار کی طرف لے گیا پہلے تو باقی اناج کا تلف ہو جائے دونوں پر پڑے گا اور اگر مزارع پہلے اپنا حصہ لے گیا تو باقی کی ہلاکی فقط زمیندار پر پڑے گی یہ کہہ سکتے ہیں شارح نے انتہی کلام قاضی خان منصوصاً مالگیری میں یہ مسئلہ ذخیرہ سے یوں منقول ہے کہ قاعدہ کلیہ قسمت مکمل اور موزون میں یہ ہے کہ جب ایک شریک کا حصہ ہلاک ہو گیا قبل قبض تو قسمت منقوض ہوگی اور ویسا حال ہو جائیگا جیسا کہ قسمت سے پہلے تھا اور اگر اس کا حصہ تلف ہو گیا جس نے خود مکمل اور موزون کیا نہ دوسرے کا حصہ تو قسمت برقرار ہے اسی قاعدہ سے ہم نے یہ کہا کہ اگر زمیندار مزارع سے کہے کہ غلہ بانٹ اور میرا حصہ اپنے حصہ سے جدا کر سوا اس نے ایسا ہی کیا تو اگر زمیندار کا حصہ قبل از قبض ہلاک ہو گیا تو قسمت منقوض ہے اور زمیندار مزارع کے حصہ سے نصف لے گا اس واسطے کہ زمیندار وار کا حصہ قبل از قبض تلف ہو گیا اور اگر مزارع کا حصہ تلف ہو گیا تو قسمت برقرار ہے انتہی اور جو شارح نے قاضی خان سے نقل کیا وہ اس کے مخالف ہے اور ظاہر انکسایت مالگیری کے ذخیرہ سے معتد علیہ ہے ولہذا قاضی خان نے اس فعل کو بعض شارح کی طرف نسبت کیا ہے تو یہ وجود اختلاف پر دلیل ظاہر ہے کذا فی الطحاوی وان اجر علیہما اسی علی قسمۃ غیر المثل فی متحد الجنس منہ فقط سوی رقیق غیر ملختم عند طلب الخصم فجر لما فیہما من معنی الافراد ایک شریک دوسرے شریک کی غیبت میں اپنا حصہ نہیں لیتا قسمة میں اگرچہ غیر مثل کی قسمت پر جبر کیا جاتا ہے فقط متحد الجنس میں ماسوائے اس سلام کے جو غنیمت کا نہیں جب کہ خصم قسمت طلب کرے تو قسمة میں جبر اس واسطے ہے کہ اس میں معنی افراد ہے ہم یہ جواب ہے اس سوال مقدمہ کا کہ مباذلة غالب ہے غیر مثل میں باوجودیکہ متحد الجنس غیر مثل میں قسمت پر جبر کیا جاتا ہے حالانکہ مباذلة میں جبر جاری نہیں خلاصہ جواب یہ ہے کہ جبر علی القسمة باعتبار معنی افراد کے ہے کہ اس میں تکمیل مقصود ہے اور متحد الجنس میں مقاصد متقارب ہیں تو جبر اس پر جائز ہوگا کہ ضرورت ہو اس واسطے کہ طالب قسمت چاہتا ہے کہ میرا انتفاع میرے حصہ سے مخصوص ہو جاوے اور اس کی ملک میں غیر کا تصرف نہ رہے اور دوسرا جواب شارح اور دیتا ہے علی ان المباذلة قد بحر فیہما الجبر عند تعلق حق الخیر فی الشفعة و بیح ملک المدیون لو فاؤدینہ اس کے علاوہ یہ ہے کہ مباذلة میں گاہے جبر جاری ہوتا ہے حق غیر کے متعلق ہونے کے نزدیک چنانچہ شفعہ میں اور مدیون کی ملک نہ ہونے میں اس کے دین کے واسطے وینصب قاسم برزق من بیت المال لقسیم بلاؤدہ اجر منہم و ہواحب و ما فی بعض النسخ واجب فلتاؤد مقرر کیا جاوے ایک قاسم جس کو روزی دی جائے بیت المال سے تو وہ قسمت کر دیا کرے



بدون لینا جرت کے شرکیوں اور وہ یعنی تقسیم بلا اجرت مستحب ہے اور یہ جو بعض نسخہ مد المختار میں ہے کہ تقسیم بلا اجرت واجب ہے سو غلط ہے وان نصب ہاجر المثل صح لانہا لیس بقضاء حقیقۃ فجازلہ اخذ الاجرة علیہا وان لم یجز علی القضاء ذکرہ اخی زائدہ او اگر قسمت کرنے والا اجرت مثل پر مقرر کی جائے تو صحیح ہے اس لیے کہ قسمت کرنا حقیقت میں قضا نہیں تو قاسم کو اجرت لینا قسمت کرنے پر جائز ہے اگرچہ قضا پر اجرت لینا درست نہیں کذا ذکرہ اخی زائدہ ہم اور اگر قاضی خود قسمت کرے تو اجرت لینے میں اختلاف ہے اصح یہ ہے کہ جائز نہیں کذا فی الخرو و علی وعدہ الرؤس مطلقا لا انصبا و خلنا لہما اور وہ یعنی اجرت مثل شرکیوں کی شمار پر ہے مطلقا یعنی خواہ سب شریک طالب قسمت ہوں یا بعض نہ حصوں پر بخلاف صاحبین کے ہم صاحبین کے نزدیک اجرت مثل حصوں کے موافق ہے تو زیادہ حصہ والا زیادہ اجرت دے اور کم حصہ والا کم دے قید نابا القاسم لان اجرة الکیال والواحدان بقدر الانصبا و اجماعا و کذا سائر المؤمن کا جرة الراعی والحمل والحفظ وغیرہ شرح مجمع زائد فی الملتقی ان لم یکن للقسمة والکیال کما فعلی الخلاف لکن ذکرہ فی الہدایۃ بلفظ قلیل و تمامہ فیما علقہ علیہ اختلاف اجرت میں ہم نے قاسم کی قید لگائی اس واسطے کہ کیل کرنے والے اور وزن کرنے والے کی اجرت بقدر حصوں کے ہے یا اتفاق امام اور صاحبین کے اور اسی طرح باقی مصادر شرکت میں اجرت بقدر حصوں کے ہے جیسے چرانے والے کی اجرت اور بار برداری کی اجرت اور حفاظت کی اجرت وغیرہ ذکرہ کذا فی شرح الجمع ملتقی میں اتنی قید زیادہ لگائی ہے کہ اجرت بقدر حصہ اس وقت ہے جب کہ وہ چیز قسمت کے واسطے نہ ہو اس طرح کہ دو شرکیوں نے کیل یا موزوں خرید کیا اور ایک آدمی سے اس کے کیل یا وزن کا امر کیا تا اس کی مقدار معلوم ہو تو اس کی اجرت بقدر سهام ہوگی کذا فی درر المفتی اور اگر وہ چیز قسمت کے واسطے نہ ہو تو اس میں وہی خلاف ہے امام اور صاحبین کا لیکن ہدایہ میں اس قید کو بلفظ قلیل جو ضعف پر دلالت کرتا ہے ذکر کیا ہے اور پورا اس کا بیان ملتقی کی ہماری شرح میں ہے والقاسم بحجب کو نہ عدلا امین عالما بہما اور واجب ہے ہونا قاسم کا متقی اور امانت دار اور قسمت کا واقع کار ہم تو فاسق اور خائن اور اس جاہل کا قسمت کرنا جائز نہیں جو قسمت کرنا نہیں جانتا ہے اگرچہ وہ مولوی ہو ولا یتعین واحد لہما لکلا یمکن بالزیادۃ اور ایک شخص قسمت کرنے کے واسطے متعین نہ کیا جاوے تاکہ وہ زیادت اجرت مثل پر محکم نہ کرے ولا یشترک القسام خوف تو اطمینان اور قسمت کرنے والے لوگ باہم شرکت نہ کر لیں ان کے اتفاق کے خوف سے ہم یعنی اگر ان میں اشتراک ہوگا تو اس کا خوف ہے کہ اتفاق کر کے ہوتا گراں کر دیں تو اس میں لوگوں کا ہر دو کا طمطیہا دی نے کہا قسام جمع ہے قاسم کی وصحت برضی الشراک والا اذا کان فیہم صغیر او مجنون لا نائب عنہ او غائب لا وکیل عنہم لزمہما حیث لا باجادة القاضی او الغائب او العصبی اذا بلغ اولیہ ذلک الورثۃ ولو شرکا بطلت ملیۃ المفتی وغیرہ اور قسمت صحیح ہے سب شرکیوں کی رضامندی سے مگر جب کہ ان میں کوئی شریک صغیر یا مجنون ہو جس کی طرف سے کوئی نائب نہیں ہے یا کوئی شریک غائب ہے جس کی طرف سے کوئی وکیل نہیں قسمت مذکورہ صحیح نہ ہوگی اس کے نہ لازم ہونے کے سبب سے اس وقت میں مگر قاضی یا غائب یا صغیر کی اجازت ہے جب کہ معالغ ہو جائے یا اس کے ولی کی اجازت سے قسمت صحیح ہوگی یعنی قسمت کی صحت کا موقوف ہونا اشخاص مذکورین کی اجازت پر اس وقت ہے جب کہ شرکا وراثت ہوں اور اگر شریک ہوں یعنی کسی چیز کے خرید کرنے سے ان میں شرکت حاصل ہوئی ہو تو قسمت باطل ہے کذا فی ملیۃ المفتی وغیرہ ہم طمطیہا دی میں عالمگیری سے یوں منقول ہے اور اگر شریک مشتری ہوں تو قسمت نہ ہوگی ایک شریک کے غائب ہونے سے تا حضور غائب اگرچہ شرکا و عاقرین گواہ لاء میں خریداری پر قسم نقل یدعون ارثہ بلینیم او ملکہ مطلقا وخرہ صدرا الشرعۃ فلا فرق فی النقل بین شراد وراثت و ملک مطلق اور قسمت کیا جائے وہ مال منقول جس کی میراث کا فیما بینہم شرکا دعویٰ کرتے ہیں یا اس کی ملک طلق کا دعویٰ کرتے ہیں یا اس کی خریداری کا دعویٰ کرتے ہیں کذا فی شرح الوقایۃ لصدرا الشرعۃ ترکہ فرق نہیں نقلی یعنی مال منقول میں درمیان خریدار اور میراث اور ملک مطلق کے ہم منقول کی قسمت بلا مزید تحقیق اس واسطے جائز ہوئی کہ منقول معرض تلف میں ہے تو قسمت میں اس کا حفظ ہے اور حق دار کا حق پہنچتا ہے اور قبضہ دلیل ہے ملک کی اور اقرار دلیل ہے

صدق کی اور کوئی ان کے ساتھ منازع نہیں تکتے ومن النقل البتار والاشجار حیث لم یبدل المنفعة بالقسمة وان تبدلت فلا جبر قالہ شیخنا میں کہتا ہوں اور منجملہ مال منقول عمارت اور اشجار ہیں جہاں منفعہ بتدل نہ ہو قسمت کرنے سے اور اگر منفعہ بدل جاتی ہو قسمت سے تو وہاں قسمت پر جبر نہیں یہ کہا ہے ہمارے استاد نے وعتارید عون شہادہ اولئکہ مطلقاً اور قسمت کیا جائے وہ مال منقول جس کی خرید کا یا اس کی ملک مطلق کا شرکاء دو ہو کرتے ہیں فان اوکوا انہ میراث عن زید لا یقسم حتی یرینوا علی موتہ وعدہ وورثتہ پھر اگر شرکاء دعویٰ کریں کہ غیر منقول میراث ہے زید سے تو اس کی قسمت نہ کی جائے یہاں تک کہ گواہ لاویں زید کی موت پر اور اس کے وارثوں کے شمار پر و قال یقسم باعترافہم کما فی الصور ان خراور صاحبین نے کہا کہ غیر منقول کی بھی تقسیم کی جائے گی محض ان کے اقرار سے چنانچہ اور صورتوں میں قسمت ہوتی ہے یعنی خرید اور ملک مطلق کی موت میں ولان برہنا ان العقار معہما حتی یرینا انہ لہما اتفاقاً فی الاصح لانہ یحتمل انہ معہما باجازۃ اوعادۃ فتكون قسمة حفظا والعقار محفوظا بنفسہ و قسمت نہ ہوگی اگر دو شخصوں نے دعویٰ کیا کہ غیر منقول ان کے ساتھ ہے یعنی ان کے قبضہ میں ہے یہاں تک کہ گواہ لاویں اس پر کہ غیر منقول انہیں دونوں کا ملوک ہے باتفاق امام اور صاحبین کے قول اصح میں اس لیے کہ احتمال رکھتا ہے کہ غیر منقول ان کے قبضہ میں بطریق اجارہ یا عاریت کے ہو تو اس صورت میں قسمت حفا کی ٹھہرے گی اور حالاں کہ غیر منقول بذات خود محفوظ ہے ولو برہنا علی الموت وعدہ والورثۃ و ہوا ہی العقار قلت قال شیخنا وکذا المنقول بالاولیٰ وفہم صغیر او غائب قسم بینہم ونصب قاضی لہما نظر الغائب والصغیر اور اگر گواہ لائے مورث کی موت پر اور وارثوں کی شمار پر اور وہ یعنی عتار غیر منقول ان کے قبضہ میں ہے اور وارثوں میں صغیر حاضر ہے یا ایک وارث کبیر غائب ہے تو ورثہ حاضرین میں قسمت کی جائے اور صغیر کے واسطے ایک شخص ان کے حصہ کا قبضہ کرنے والا مقرر کیا جائے تاکہ ان کی حق تلفی نہ ہو ولا بد من النبیۃ علی اصل المیراث عندہ ایضا خلافا لہما کما مر اور ضرور ہے شہادت سے اصل میراث پر بھی امام کے نزدیک برخلاف صاحبین چنانچہ مذکور ہو چکا ہم اصل میراث کی گواہی یہ کہ یہ گھر ان کی میراث ہے ان کے باپ کی جانب سے مثلاً کذا فی الطحاوی فان برہن وارث واحد لا یقسم اذ لا بد من حضورا شہین ولو احدهما صغیر او موصی لہ اور ایک وارث اگر موت اور عدہ نہ ہو گواہ لائے تو قسمت نہ ہوگی اس واسطے کہ دو وارثوں کا حاضر ہونا ضروری ہے اگرچہ ان میں سے ایک صغیر ہو یا موصی لہ او کالوا ہی الشراکاء مشترکین اسی شرکاء بغير الارث وغائب احدہم لان فی الشرکاء لا یصلح الی اخر معہما من الغائب بخلاف الارث یا شرکاء خریدار ہوں یعنی شرکاء ہوں بدون میراث کے اور ایک شرکاء ان میں سے غائب ہو تو قسمت نہ ہوگی اس واسطے کہ خریداری کی شرکت میں شرکاء حاضر شرکاء غائب کی طرف سے خصم ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتا برخلاف میراث کے کہ اس میں ایک وارث اور وارثوں کی طرف سے خصم ہو سکتا ہے او کان فی صوۃ ارث العقار او بعینہ مع الورث الطفل او الغائب او کان شیئ منہ لا یقسم للزوم الفقہاء علی الطفل او الغائب بلا خصم حاضر عنہما یا کہ عقار یا بعض عقار کی میراث کی صورتوں میں وارث صغیر یا غائب وارث کے قبضہ میں ہو یا عقار سے کچھ ہو تو اس کی قسمت نہ ہوگی بسبب لازم ہونے قضا کے صغیر یا غائب پر بدون حاضر ہونے خصم کے دونوں کی طرف سے ہم صغیر کی مانند اس کی ماں ہے اور غائب کے مانند اس کا مودع ہے علی نے کہا شارح کا قول او بعینہ مکر ہو گیا متن کے اس قول کے ساتھ وشیئ منہ و قسم المال المشترك بطلب احدہم ان اتفیع کل بخصۃ بعد القسمة اذ مال مشترک قسمت کیا جائے ایک شرکاء کی طلب سے اگر ہر شرکاء اپنے حصہ سے نفع حاصل کر سکے قسمت کے بعد و بطلب ذی اکثر ان لم ینتفع الا بآخر لقل حصۃ اور زیادہ حصہ والے کی طلب سے قسمت کی جائے اگر دوسرے شرکاء کو نفع حاصل نہ ہو قلت حصہ کے سبب سے ہم یعنی اگر ایک شرکاء کو نفع حاصل ہوتا ہو کثرت حصوں کے سبب سے اور دوسرے کو ضرر ہوتا ہو قلت حصہ کے سبب سے تو اگر صاحب کثرت قسمت طلب کرے تو قسمت نہ ہوگی اور اگر صاحب قلت طلب کرے تو قسمت نہ ہوگی یہ خلاصہ نے ذکر کیا ہے کافی میں کہ آیا یہ قول اصح ہے اور غیرہ میں ہے کہ اسی قول پر فتویٰ ہے



کذا فی الدرر فی النانیہ یقسم بطلب کل وعلیہ الفتویٰ لکن المتون علی الاول فلیہا للمحول اور غانیہ میں ہے کہ مال مشترک قسمت کیا جائے صاحب قلیل اور  
 جمیع ہر ایک کی طلب سے اور اسی پر فتویٰ ہے لیکن متون قیہ قول اول پر شامل ہیں یعنی عدم قسمت پر صاحب قلیل کی طلب سے تو متون ہی کی روایت نہ  
 افتاد کے ہیں وان تضرر الكل لم یقسم الا برضاہم لئلا یعودل موضوعہ بالنقض اور اگر قسمت سے سب شرکیوں کو ضرر ہوتا ہے تو قسمت نہ ہوگی مگر سب شرکیوں  
 کی رضامندی سے تاکہ قسمت عود نہ کرے اپنے موضوع پر منقوض ہو کہ ہم یعنی موضوع قسمت یہ تھا کہ ہر شریک نفع پاوے اپنی خاص ملک سے سو یہ ان مفتو و  
 ہے کذا فی البی ماں اگر سب راضی ہوں تو قسمت درست ہے کہ حق ان کا ہے اور وہ اپنی حاجت سے زیادہ ترواقف ہیں لیکن قاضی اس کا مبرا شرع نہ ہوا اگرچہ  
 وہ طلب کریں اور نہ اس کو منع کرے کذا فی الزلیسی فی المبتنی عالوت لہما لیمان فیہ طلب احدہما القسمۃ ان ممکن لکل ان یعمل فیہ بعد القسمۃ ما کان یعمل فیہ قبلہا  
 قسم والا لا مبتنی میں ہے کہ ایک دکان ہے شرکیوں کی جس میں وہ اپنا کام کرتے ہیں سوا ایک شریک نے قسمت طلب کی اور دوسرا شریک نہیں مانتا ہے تو  
 اگر ایسا ممکن ہو کہ ہر ایک اس میں کام کرے قسمت کے بعد جیسا کام کہ قسمت سے پہلے کرتا تھا تو قسمت کی جائے اور اگر ایسا نہ ہو تو قسمت نہ کی جائے قسم  
 عروض التحجر جنسہا لا الجنسان بعضہا فی بعض لوقوعہا معا وضمۃ لا یتزافیتہا التراضی وول جبر القاضی اور قسمت کی جائے ان عروض اور اسباب کی جن کی  
 جنس متحد ہے نہ قسمت کی جادیں دو جنسیں اس طرح کہ بعض جنس بعض شریک کو دی جائے بسبب واقع ہونے قسمت کے معاوضہ ہو کہ نہ میز ہو کہ تواضع  
 جنس پر تراضی شرکاء پر اعتماد کیا جائے نہ قاضی کے جبر کرنے پر ہم یعنی اگر متاع اور اسباب ایک جنس ہے چنانچہ مکمل یا موزون یا عددی متقارب یا چاندی  
 سونا تو اس میں ایک شریک کی طلب سے قاضی جبر کرے گا قسمت پر اس طرح کہ کچھ اس شریک کو دے گا اور کچھ دوسرے کو اس واسطے کہ مقصود دونوں  
 میں برابر ہے تو قسمت میسر واقع ہوئی لہذا قاضی کو اس میں جبر کا اختیار ہو گا اور میں ہے کہ جنسین کی قیمت میں اذخاں بعض کا بعض میں اس طرح صحیح نہیں  
 کہ ایک شریک کو اونٹ دیجئے اور دوسرے کو دو بکریاں مثلاً اس جنس کو دوسری جنس سے مقابلہ کر کے اس واسطے کہ دونوں جنسوں میں اختلاط اور اتھا  
 نہیں تو یہاں قسمت میسر واقع نہ ہوئی بلکہ معاوضہ ہو گئی تو یہاں تراضی پر اعتماد ہو گا نہ قاضی کے جبر پر اس واسطے کہ قاضی کو جبر کا وہاں اختیار ہے جہاں  
 قسمت یعنی میسر ہو نہ یعنی معاوضہ انتہی ولا الرقیق وحمہ لغش التفاوت فی الادوی اور نہ قسمت کیا جائے فقط مملوک یعنی لونڈی غلام اس واسطے کہ آدمی میں  
 تفاوت بہت ہوتا ہے ہم آدمی میں تفاوت ہونا معانی باطنہ کے سبب سے چنانچہ ذہن اور ہوشیاری بخلاف باقی حیوانات کہ ان میں تفاوت قلیل  
 ہے اتھا جنس کی صورت میں فقط کی قید اس واسطے لگائی کہ اگر لونڈی غلام کے ساتھ کوئی اور چیز قابل قسمت نہ ہوگی تو اس وقت مملوک کی بھی اس کے  
 ساتھ مل کر قسمت ہو جائیگی باتفاق امام اور صاحبین کے وقالا یقسم لوزکور فقط وانا نا فقط کا یقسم الابل والغنم وریق الغنم اور صاحبین نے کہا کہ اگر  
 مملوک فقط غلام ہو یا فقط لونڈیاں ہوں تو قسمت ہوگی جیسے اونٹ اور بھیر بکری اور غنیمت کے لونڈی غلام کی قسمت ہوتی ہے ولا الجواہر لغش تفاوتہا  
 اور نہ قسمت کیے جادیں جو اسرات ان کی کثرت تفاوت کے سبب سے ہم اگرچہ جواہر ایک ہی جنس ہوں تو بھی قسمت نہ ہوگی اس واسطے کہ ان کی قیمت  
 میں بڑا تفاوت ہوتا ہے تو تبدیل نہیں ہو سکتی ولا الحماہم والبر والرحی والکتب وکل مافی قسمۃ ضرر اور نہ کیا جائے قسمت حمام اور کنواں اور چکی اور کتا ہیں اور  
 جس چیز کی قسمت میں ضرر ہو ہم شارح نے عدم قسمت کی چند مثالیں دے کر بطور عطف عام کے علت عدم قسمت پر اشارہ کر دیا کہ جس چیز کی قسمت میں  
 ضرر ہوتا ہے وہ قسمت پذیر نہیں اس واسطے کہ قسمت تو تکمیل منفعت کے واسطے ہے میر جب ہر شخص کا حصہ انتفاع مقصود کے لائق نہ رہا تو معنی قسمت مستحق  
 نہ ہوئے الا برضاہم لما مر مگر شرکیوں کی رضامندی سے قسمت جائز ہے بدلیل گذشتہ ہم یعنی اگر اسٹیاد مذکورہ کی قسمت میں باوجود ضرر کے شرکاء  
 راضی ہوں قسمت جائز ہوگی کہ حق تو انہیں کا ہے ولوا داد احدہما البیع والی الاخر لم یجیر علی بیع نصیبہ عند مالک اور اگر ایک شریک نے بیع کا  
 ارادہ کیا اور دوسرا شریک نہیں مانتا ہے تو اس کے حصہ کی بیع پر جبر نہ کیا جائے گا بخلاف مذہب امام مالک رحمہ و فی الجواہر لا یقسم لکتب

بین الورثة ولكن يتفخ كل بالهما ياة ولا تقسم بالادراق ولو برضاهم اور جواہر الفتاوی میں ہے کہ کتابیں قسمت نہ ہوں گی ولڑوں میں لیکن ہر وارث ان سے نفع حاصل کرے باری باری اور قسمت کتابوں کی درقوں کے شمار سے نہ ہوگی اگرچہ ہر ذہن اس پر راضی ہوں وکذا لو کان کتابا ذا اجماعات کثیرة اور اسی طرح جلد جلد کی قسمت نہ ہوگی اگر ایک کتاب کی بہت جلدات ہوں ہم یعنی اگر بڑی کتاب جو کئی جلدات میں تمام ہو چنانچہ فتاوی مالگیری مثلاً جس کی پانچ چھ جلد ہوتی ہیں تو ایسی کتاب کی جلدات کی قسمت نہ ہوگی کہ کوئی شریک کتاب الطہارۃ کے مثلاً اور کوئی کتاب الحج اور کوئی کتاب البیوع ولو ترلینا ان تقوم الکتب ویأخذ کل بعضنا بالیقمة لو کان بالتراضی جازوالالا اور اگر دو شریک باہم راضی ہو جائیں اس پر کہ کتاب کی قیمت معین کی جائے اور ہر شریک بعض کتب کے قیمت سے تو اگر یہ تراضی طرفین سے ہو تو جائز ہے اور اگر تراضی نہ ہو تو جائز نہیں ولی التراضی وادار وحوالت میں اتنی نہیں لایکین قسمتها تشا جواہر فقہا احمدا لا یرى ولا انتفع وقال الاخر اید ذلک امر التراضی بالملکات ثم یقال لمن لا یرید الانتفاع ان شئت فانتفع وان شئت فطلق الباب اور تاتار خانہ میں ہے ایک ایسا گھر یا دوکان مشترک ہے دو شریکوں میں جس کی قسمت ممکن نہیں ہے دونوں نے اس میں جھگڑا کیا سو ایک شریک کہتا ہے کہ میں اس کو کرایہ نہ دوں گا اور نہ اس سے نفع لوں گا سکتے وغیرہ سے اور دوسرا شریک کہتا ہے کہ میں اس کا ارادہ رکھتا ہوں یعنی کرایہ دینے کا یا اپنے کا تو قاضی حکم کرے مہیاہ کا یعنی باری باری فائدہ لینے کا پھر اس شریک سے کہا جائے جو انتفاع کا ارادہ نہیں رکھتا ہے تو اگر چاہے تو اس گھر سے فائدہ لے اور اگر چاہے تو دروازہ بند کر دے یعنی اپنی باری میں اس کو انتفاع اور عدم انتفاع کا اختیار ہے اور دوسرے کی باری میں دوسرے کو انتفاع کا اختیار ہوگا چاہے کرایہ دے چاہے آپ رہے دور مشترکہ اور وصیعہ اور وار و حوالوت قسم کل واحد منفردہ مطلقا ولو تلازقہ او سنے محلین او مخرجین مسکین چھ گھر مشترک ہیں یا ایک گھر اور زمین مشترک ہے یا ایک گھر اور دوکان مشترک ہے تو ہر ایک کی قسمت علیحدہ علیحدہ جدا جدا ہوگی ہر حال میں اگرچہ گھر وغیرہ باہم متصل ہوں یا ایک شہر کے دو محلوں میں ہوں یا دو شہروں میں ہوں کذا فی شرح مسکین ہم یعنی مشترک گھروں میں اس طرح قسمت نہ ہوگی کہ ایک گھر ایک شریک لے اور دوسرا گھر دوسرا شریک اس لیے کہ گھروں کا مقصود نہایت مختلف ہوتا ہے باعتبار محلوں اور پڑوسیوں اور مسجد اور پانی کے نزدیک ہونے کے تو ان کی قسمت میں برابری ممکن نہیں تو ایک شریک کا حصہ ایک گھر میں جمع کر دینا ممکن نہیں بدون آپس کی رضامندی کے اور گھر اور زمین اور گھر اور دوکان کی قسمت اختلاف جنس سے جائز نہیں کذا فی الزیلعی اور بیوت قسمت پذیر ہیں مطلقا اور منازل اگر مجتمع ہوں ایک گھر میں تو قسمت پذیر ہیں اور اگر جدا جدا ہوں تو قسمت پذیر نہیں اس واسطے کہ منزلت سے زیادہ اور دار سے کم ہوتی ہے تو منازل متصلہ بیوت سے ملحق ہوتی اور بتبانیہ دار سے کذا فی الدرر اذ اکانت کلہا فی مصر واحد اولاد دور مشترک وغیرہ کی قسمت مجتمہ نہ ہوگی جب کہ وہ سب ایک شہر میں ہوں یا نہ ہوں ہم مصنف کے اس قول سے اطلاق معلوم ہو گیا تو شارح کا قول سابق جو شرح مسکین سے نقل کیا مکر ہو گیا وقالہ ان الكل فی مصر واحد فالرأی فیہ للقاضی وان فی مصرین فقولہما کقولہ اور صاحبین نے کہا کہ سب اشیاء مذکورہ اگر ایک ہی شہر میں واقع ہوں تو اس میں قاضی کی تجویز کو دخل ہے اور اگر اشیاء مذکورہ دو شہروں میں ہوں تو صاحبین کا قول امام کے قول کے مانند ہے یعنی قسمت مجتمہ جائز نہیں دو شہروں میں اور ایک شہر میں جائز ہے اگر قاضی اس کو بہتر سمجھے والا جائز نہیں ویصور القاسم ما یقسمہ علی قرطاس یرفعہ للقاضی ویعده علی سہام القسمة اور قاسم نقشہ بنا دے کاغذ پر اس کا جس کی قسمت کرنا چاہتا ہے تاکہ وہ نقشہ قاضی کے سامنے کرے اور مقسوم کی قسمت کے حصوں پر تعدیل اور تسویہ کرے ہم تسویہ سہام قسمت کی یہ صورت ہے کہ کم تر سہام کو تامل کرے تو مقسوم کو اسی پر جاری کرے تو اگر قتل سہام غیبت ہو تو اس کو اثبات کرے اور اگر سیدیں ہو تو اس سہام کذا فی الطہاری عن الشیخین ہذا رحمہ اور گز سے اس کو پیمائش کرے اس واسطے کہ مساحت کی مقدار گز سے معلوم ہوتی ہے ولقوم البناء اور عمارت کی قیمت مقرر کرے ہم تقویم عمارت اس واسطے ہے کہ عمارت کی قیمت علیحدہ ہوتی ہے تو جب زمین کی قیمت پیمائش سے ہو چکی اور عمارت ایک شریک کے حصے



واقع ہو تو صاحب عمارت دوسرے شریک کو اس قیمت کے ذاتی النہایہ و لیغز کل نصیب بطریقہ و شریبہ اور قاسم جدا کر دے ہر حصہ کو اس کے راہ  
 اور پانی کی آمد کے ساتھ ہم ہر حصہ کی راہ وغیرہ جدا کر دینے سے یہ فائدہ ہے تاکہ ایک شخص کا حصہ دوسرے شریک کے حصہ سے متعلق نہ رہے تو تمیز اور  
 افراز کے معنی علی وجہ الکمال حاصل ہوں و یقلب الانصباء بالاول والثانی والثالث دہلم جہا اور قاسم حصوں کو ملقب کرے اول اور ثانی اور  
 ثالث کے ساتھ علی ہذا القیاس رابع اور خامس بقدر حاجت کے ہم ترتیب حصص میں طرف سے چاہے شروع کرے تاکہ ہر شریک کے التزام پر قادر ہو  
 قرعہ نکلنے کے وقت کذا فی الزلیح و یکتب اسامیہم و یقرع لتطیب المنفوس اور شریکوں کے نام لکھے اور قرعہ ڈالے تسکین قلوب کے واسطے ہم ہر شریک  
 کا نام علیہ علیہ پرچہ کاغذ پر لکھے اور کاغذ کو مٹی یا موم کے اندر رکھ کر گولی بنا دے جو ہرہ میں ہے کہ قرعہ واجب نہیں غرض اس سے تسکین قلوب ہے  
 تاکہ کسی کو جانب داری معلوم نہ ہو تو اگر قاضی بدون قرعہ ڈالنے کے ہر شریک کا حصہ معین کر دے تو جائز ہے فمن خرج اسمه اولاً فله السهم الاول ومن  
 خرج ثانیاً فله السهم الثانی الی ان ینتی الی الاخیر جس کا نام قرعہ میں پہلے نکلے تو اس کے لیے پہلا حصہ ہے اور جس کا نام کہ دوسری بار نکلے اس  
 کا دوسرا حصہ ہے یہاں تک کہ آخر تک پہنچ جاوے ہم شروع و قایہ میں ہے کہ قاسم خانہ مقسومہ میں جدول کے قلم سے کل ذراع فی ذراع کو بشکل خشت  
 خام کے خانہ بندی کرے اور محن اور مکانات کو گزوں سے پیمائش کرے اور جدھر سے چاہے تمت شروع کرے تو اگر غربی جانب کو اول قرار دے  
 قیاس کے متقل کو ثانی مثلاً دے اور اس کے متقل کو ثالث و علی ہذا القیاس تو جس کا نام قرعہ میں اول نکلے تو اس کا حصہ جانب غربی سے دے عمارت  
 اذن میں سے تا ایک اس کا حصہ پورا ہو جائے پھر جس کا نام دوسری بار نکلے اس کا حصہ اول کے ساتھ متقل دے خواہ حصص متساوی ہوں خواہ متفاوت  
 اگر ملخصاً در میں ہے کہ اگر عمارت مشترک میں تین شریک ہوں ایک شریک کا سب سے اور دوسرے کا ثالث اور تیسرے کا نصف ہو مثلاً تو زمین یا گھر کے چھ  
 سہم ٹھہراوے اور اول کو ملقب بہ سہم اول کرے اور اس کے پاس ولے کو ملقب بہ سہم ثانی و علی ہذا القیاس ساو سب تک کرے اور شریکوں کے نام  
 لکھے اور قرعہ ڈالے جس کا نام پہلے نکلے تو اس کو سہم اول دے اور اگر صاحب سب ہو تو وہ اپنا حق لے اور اگر صاحب ثالث ہو تو اول سہم لے اور  
 اس کے پاس والا دوسرا سہم لے اور اگر صاحب نصف ہو تو اول سہم اور اس کے پاس کے دوسم اور لے واعلم ان الدرہم لما تدخل فی القسمۃ لتقدر  
الابرضانہم فلو کان ارض و بناء او منقول قسم بالقیمۃ عند الثانی وعند الثالث یرد من العرصۃ بمقابلۃ البناء فان بقی فضل ولا یمکن التسویۃ روا الفضل وراہم للفقوۃ  
ما مستحق فی الاختیار اور یہ جان رکھ کہ نقد درم زمین اور گھر کی قسمت میں داخل نہیں ہوتے ہیں مگر شریکوں کی رضامندی سے تو اگر زمین اور عمارت یا مال  
منقول ہو تو اس کی قسمت قیمت کر کے ہوگی ابو یوسف کے نزدیک اور محمد کے نزدیک زمین پھیر دی جائے عمارت کے مقابلہ میں پھر اگر کچھ عمارت زیادہ  
ہائی رہے زمین دے کر اور برابری دونوں حصوں میں ممکن نہ ہو تو بعد زیادت درم پھیر دیے جائیں ضرورت کے سبب سے اور اختیار میں اس قول  
کالہند کیا ہے ہم صورت اس کی یہ ہے کہ ایک گھر ہے جماعت کا سوا انہوں نے قسمت کا ارادہ کیا اور ایک جانب میں زیادہ عمارت ہے سوا ایک شریک  
سے چاہا کہ عمارت کے عوض درجہ دے اور دوسرے نے چاہا کہ اس کے عوض زمین لے تو عوض زمین ہی دی جائے گی اور صاحب عمارت سے درم  
نہ دلانے جاویں گے مگر جب کہ زمین کا عوض متعذر ہو تو اب قاضی کو یہ درست ہے یعنی درجہ دلانا اس واسطے کہ قسمت حقوق ملک سے ہے اور  
شرکت ان لوگوں کی گھر میں ہے نہ درم میں تو اس کی قسمت جائز نہ ہوگی جو مشترک نہیں کذا فی الدرر قسم ولا حدسم میل ماد او طریق فی ملک الاخر  
واللہ اعلم بشرط فی القسمۃ صرف عنہ ان الکن والا فسوت القسمۃ اجماعاً واستولفت مشترک گھر کی قسمت ہوگی اور ایک شریک کا نابدان  
اور اقصافیت کی دوسرے شریک کی ملک میں ہے اور حالانکہ اشتراک میل اور طریق قسمت میں مشروط نہیں ہوا تو نابدان اور راہ اس کی طرف سے  
دوسری طرف پھری جائے اگر ممکن ہو اور اگر نہ ہو تو قسمت فسخ کی جائے باتفاق امام اور صاحبین اور پھر سر نو سے قسمت کی جائے اس طرح کہ ہر

شریک کا نابہان اور راہ جدا ہو ہم اور اگر اشتراک راہ اور نابہان کا قسمت میں مشروط ہو گیا تو قسمت برقرار ہے گی کذا فی البوہرۃ ولو اختلفوا فقل بعضهم البقیۃ مشترکاً کان ان المکن افراز کل فعل کا بسط الذلیعی اور اگر شرکیوں نے اختلاف کیا سو بعضوں نے کہا کہ ہم نے اس کو یعنی راہ کو مشترک باقی رکھا جیسا کہ قبل قسمت کے تھا تو اگر ممکن ہو جدا کرنا ہر شخص کے واسطے تو حاکم ویسا ہی کرے چنانچہ ذلیعی نے اس کو مشرح بیان کیا ہے ہم ذلیعی میں یوں ہے کہ اگر قسمت کے اندر داخل طریق میں اختلاف ہو اس طرح کہ بعضوں نے کہا کہ راہ کی قسمت نہ ہوگی بلکہ وہ مشترک باقی رہے گی جیسے کہ قبل قسمت تھی تو اس میں حکم تامل کرے سو اگر ہر ایک شریک اپنے حصہ میں راہ نکال سکتا ہو تو حاکم جامعیت کی راہ کے سوا اور راہ قسمت کر دے تکمیل منفعت کے واسطے تاکہ ہر طرح سے جدا ہو جائے اور اگر ایسا نہ ہو سکے تو راہ کو قسمت سے اٹھا رکھے یعنی راہ کو مشترک باقی رکھے کذا فی الطحاوی منقراً اختلفوا فی مقدار عرض الطريق جعل عرضاً قدر عرض باب الدار واما فی الارض فبقدر ممر الشور ذلیعی شرکیوں نے اختلاف کیا عرض طریق کی مقدار میں تو راہ کا عرض گھر کے دروازے کے عرض کے برابر کیا جائے اور زمین میں تو عرض راہ کا بقدر چلنے میل کے کیا جائے گا و در صورت اختلاف کذا فی الذلیعی ہم یعنی جب گھر کی قسمت ہو گئی شرکیوں میں اور ہر حصہ کی راہ کے عرض میں اختلاف ہو تو ہر حصہ کی راہ مشترک گھر کے دروازہ کے عرض کے برابر کی جائے گی اس واسطے کہ گھر کا دروازہ متفق علیہ ہے تو مختلف فیہ متفق علیہ کی طرف پھیرا جائے گا اور اس مسئلہ کی دوسری صورت وہ ہے جو مصنف نے اپنی شرح فتاویٰ قاضیخان سے نقل کی ہے وہ یہ ہے کہ ایک گھر دو شرکیوں میں مشترک ہے اور اس گھر میں تیسرے شخص کے مکان کی راہ ہے سو شرکیوں نے گھر کی قسمت چاہی اور صاحب طریق نے چاہا کہ ان کو قسمت سے منع کرے تو اس کو منع کا اختیار نہیں لیکن اس شخص کے واسطے اتنی چوڑی راہ چھوڑی جاوے گی جتنا اس گھر کا بڑا دروازہ چوڑا اور لمبا ہے گھر کے دروازہ سے شخص ثالث کے مکان تک اور باقی گھر کی قسمت ہوگی اور سیل بمنزلہ طریق کے ہے کذا فی الطحاوی بطولہ ای ارتفاع حتی یخرج کل واحد منهم جناحاً فی نصیبہ ان فوق الباب لا یما دونہ لان قدر طول الباب من الیواء مشترک والبناء علی الیواء المشترك لا یجوز الا برضی الشریکین علیہ طریق کے اختلاف میں عرض اس کا بقدر عرض دروازہ ٹھہرایا جائے اس کے طول کے ساتھ یعنی دروازہ کی ارتفاع اور بلندی کے ساتھ یعنی بقدر باب اعظم گھر کی راہ مشترک کے چوڑائی اور بلندی کرنا چاہیے تو ہر شخص شرکیوں میں سے گھر کا نکالے اپنے حصہ میں اگر وہ دروازے سے اونچا ہو تو دروازے سے کم تر میں اس واسطے کہ ہوا بقدر طول اور بلندی دروازے کی مشترک ہے اور ہوا سے مشترک پر بنا نا جائز نہیں مگر شرکیوں کی رضامندی سے کذا فی البیہاقی ہم یعنی گھر کی راہ مشترک میں جس کا ارتفاع اور عرض گھر کے باب اعظم کے دروازے کی برابر قرار دیا گیا اگر کسی شریک کا مکان اس راہ کے کنارے پر پڑے اور وہ گھر کا یا گھر کی یاد دشن دان اپنے مکان میں راہ کی جانب بنانا چاہے تو اگر باب اعظم کی بلندی سے اوپر بناوے تو درست ہے اور اس سے نیچے میں تو درست نہیں ولو شرطوا ان یکون الطريق فی قسمت الدار علی التفاوت جاز وان وصیلۃ کان سہا ہم فی الدار متساویۃ وذلک لان القسمة علی التفاوت بالتراضی فی غیر الاموال الربویۃ جائزۃ فجاز قسمۃ التین بالکرام لانہ لیس یوزن لا العنب بالشویبۃ علی الصحیح بل بالقبان والیزان لانہ وزنی اور اگر شرکیوں نے شرط کی کہ گھر کی قسمت میں راہ متفاوت ہو تو جائز ہے اگرچہ ان کے حصے گھر میں برابر ہوں اور یہ اس واسطے ہے تفاوت پر قسمت کرنا آپس کی رضامندی سے جائز ہے سوائے ان مالوں کے جن میں سود اور بیاج ہوتا ہے تو جائز ہے محبس کا بائنا و سب سے یعنی جالی جو محبس وغیرہ کے واسطے وسیوں سے بنائی جاتی ہے اس واسطے کہ محبس وزنی چیز نہیں ہے جس میں بیاج کا احتساب ہو اور جائز نہیں انکور کا بائنا گھر کی ٹوکری سے بر قول صحیح بلکہ قبان یا ترازو سے اس واسطے کہ وہ وزنی ہے ہم فتاویٰ قاضیخان کی عبارت یہ ہے وقسمۃ التین بالجمال ذکر فی النوازل انه یجوز لقلة التفاوت لانہ لیس یوزن انتہی تو مبتالبت اس عبارت کے اکرار کا ترجمہ درج ہے

۱۷ یعنی محبس کا بائنا وسیوں سے نازل میں مذکور ہے کہ قلت تفاوت کی حیثیت سے درست ہے کیونکہ وہ وزنی نہیں ہے۔



یہ اس واسطے کہ اگر جمع ہے کہ بالفتح کی اور وہ معنی رسی کے ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ اگر جمع ہو کر بالضم کی اور وہ عبارت سے یہاں نہ  
 آتی ہے قاموس میں بیان کا ترجمہ قسط اس کیا ہے اور وہ عبارت ہے ترازو کے بزرگ سے تو تردید کا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ انگوڑ کی قیمت  
 رسی یا چھوٹی ترازو سے جائز ہے واللہ اعلم سفل لہ اسی فوقہ علوم مشترکان و سفل نجر و مشترک والعلو لا خرو و علوم مجر و مشترک والسفل لا خرو قوم کل  
 واحد من ذلک علیہ قسمة قسم بالقیمۃ عند محمد وہ لفتی نیچے اوپر کا مکان دونوں مشترک اور فقط نیچے کا مکان مشترک اور اوپر کا مکان دوسرے شخص  
 کا اور فقط اوپر کا مکان مشترک اور اس کے نیچے کا مکان اور شخص کا ہے تو ان مکانات مشترک کی قیمت ٹھہرائی جاوے علیہ علیہ اور شرکیوں  
 میں قسمت کی جائے قیمت سے محمد کے نزدیک اور اسی قول پر فتویٰ ہے ہم امام اعظم کے نزدیک قیمت سے نہ ہوگی بلکہ نیچے کے مکان کا ایک  
 ترازو کا بلکہ دو گز کے ہوگا اوپر کے مکان سے اور ابو یوسف کے نزدیک ایک ہی گز کے ہے اور محمد کے قول پر اس واسطے فتویٰ ہوگا کہ نیچے کا مکان  
 اس کی صلاحیت رکھتا ہے جو اوپر کے مکان میں صلاحیت نہیں چنانچہ اس میں کنواں کھودنا اور تہ خانہ بنانا اور اسطبل کرنا وغیر ذلک تو وہ دونوں  
 مکان بمنزلہ دو جنسوں کے ہو گئے تو تعدیل اور برابری شرکیوں کے حصوں کی ممکن نہیں ہو سکتی مگر قیمت سے اکثر بعض الشرکار بعد القسمة استیفاء  
 علیہ و شہد القاسمان بالاستیفاء لفقہ تقبل وان قسا باجر ثلثا لاصح ابن ملک بعض شرکار نے بعد قسمت کے پورا پانے سے اپنے حصہ کے انکار  
 کیا اور وہ قسمت کرنے والوں نے پورا پانے سے اس کے حق کی گواہی دی تو گواہی ان کی مقبول ہوگی اگرچہ انھوں نے اجرت لے کر قسمت کی ہو کذا ذکرہ  
 ابن ملک ولو شہد قاسم واحد لاناہ فردا اگر ایک قاسم گواہی دے تو مقبول نہ ہوگی اس واسطے کہ وہ ایسا ہے اور ایک شخص کی گواہی معتبر  
 نہیں ولو ادعی احدہم ان من نصیبہ شیئا و قس فی ید صاحبہ غلطاً و قد کان اقرب بالاستیفاء اولم یقر بہ ذکرہ البرجنیدی لم یصدق الا بمرمان  
 و اقرار الخصم او نکولہ فلو قال الابحۃ نعمت ولا تناقض لاناہ اعتمد علی فعل الامین ثم ظہر غلطہ اور اگر ایک شریک نے دعویٰ کیا کہ میرے حصہ میں سے  
 ہزار روئے غلط کاری کے میرے ساتھی شریک کے قبضہ میں پڑ گیا ہے اور حالانکہ اس نے پورا حصہ پانے کا اقرار کیا ہو یا نہ کیا ہو کذا ذکرہ  
 البرجنیدی قاس کی تصدیق نہ ہوگی مگر گواہی سے یا خصم کے اقرار سے یا اس کے قسم نہ کھانے سے تو اگر مصنف بجائے الا بمرمان کے الابحۃ  
 سے تو گواہی اور اقرار اور انکول سب کو شامل ہو جاتا اور اقرار استیفاء اور ادعا غلط سے متناقض دعویٰ مدعی کا ثابت نہ ہوگا اس واسطے  
 کہ اس نے امین یعنی قاسم کے فعل پر اعتماد کر کے استیفاء کا اقرار کیا پھر تامل کے بعد اس کی خطا ظاہر ہوئی تو وہ ماخوذ نہ ہوگا اپنے اقرار پر بعد  
 الا بمرمان جو جانے حق کے کذا فی الدرر وان قال قبضتہ فاخذ شرکی لبعینہ وانکر شرکی ذلک حلف لاناہ منکر اور اگر ایک شریک نے کہا کہ میں  
 نے اپنے حصہ پر قبضہ کیا پھر شریک نے اس میں سے کچھ لے لیا اور شریک اس کا منکر ہے تو اس سے قسم لی جائے اس واسطے کہ وہ منکر ہے وان  
 قال قبل اقرارہ بالاستیفاء احصائی من ذلک کذا الی کذا اولم یسلہ ال ذلک بہ شرکیہ تحالفاً و لکنس القسمة کا اختلاف فی قدر المبیع اور  
 اگر ایک شریک نے قبل اقرار استیفاء حق کے کہا کہ مجھ کو پہنچا ہے اس میرے حصے سے یہاں سے یہاں تک اور شریک نے تمام حصہ مجھ کو  
 تسلیم نہیں کیا اور شریک اس کا اس کی تکذیب کرتا ہے تو دونوں قسم کھا دیں اور قسمت نسخ کر ڈال جائے جیسے مقدار مبیع کے اختلاف میں طرفین  
 قسم لازم آتی ہے کامر فی احکام التحالف فی الدعوی ولو اقسما دارا و اصاب کلا طائفۃ فادعی احدہما بیتا فی ید الآخر من نصیبہ و انکرا لآخر  
 علیہ البیتۃ لاناہ مدعی اور اگر دو شرکیوں نے گھرانے لیا اور ہر شریک کو کچھ مکان پہنچا سو ایک شریک نے ایک کو ٹھہری کا دعویٰ کیا کہ دوسرے شریک  
 کے تصرف میں آگئی میرے حصے سے اور دوسرا شریک اس کا منکر ہے تو اس پر گواہی لانا واجب ہے کیونکہ وہ مدعی ہے وان اقاما ہا بالبحرۃ لبینۃ

حاشیہ و بقیہ





خانیہ میں ہے ادعیٰ احد المتقاسمین للترک وینافی التركة صح وحوادث لا یتناقض لتعلق الدین بالمعنی والقسمۃ بالصورة متروکہ بانٹ لینے والوں میں سے ایک شخص نے دین کا دعویٰ کیا متروکہ میں تو اس کا دعویٰ صحیح ہے اس واسطے کہ قسمت کر لینے اور دعویٰ دین میں تناقض نہیں بسبب متعلق ہونے دین کے معنی متروکہ سے اور متعلق ہونے قسمت کی صورت متروکہ سے ہم دین معنی سے متعلق ہے معنی متروکہ کی مالیت سے اس کا تعلق ہے تو اگر متروکہ کے وارث ہوں تو ان کو دین کا ادا کرنا اپنے پاس سے اور متروکہ کو اپنے واسطے مخصوص کر لینا درست ہے کذا فی الطحاوی ولو ادعی عینا ہی سبب کان کا تسمیع للتناقض اذ لا قدام علی القسمۃ اعتراف بالشركة اور اگر دین کے سوا کسی عین کا دعویٰ کیا کسی سبب سے خواہ عاریت یا مضب سے تو دعویٰ مسموع نہ ہوگا بسبب تناقض کے اس واسطے کہ قسمت پر پیش قدمی کرنا اقرار ہے شرکت کا و فی النایہ اقسامہ اور اوارضام ادعیٰ احدہم فی قسم الآخر بناء او تخلازم انه بناء او غرسہ لم تقبل بینتہ اور خانیہ میں ہے کہ شریکوں نے ایک گھریا زمین بانٹ لی پھر ایک نے دوسرے کے حصہ میں عمارت یا درخت کا مطالبہ کیا یعنی یہ کہا کہ مدعی نے اس کو بنایا ہے اور درخت کو لگایا ہے تو اس کے گواہ مقبول نہ ہوں۔ یعنی بسبب تناقض کے وقعت شجرة فی نصیب احدہما اعضا نہ امتد لیتہ فی نصیب الآخر لیس لہ ان یجبرہ علی قطعہا بہ لفتی لانه استحق الشجرة باعضائها اختیار درخت ایک شریک کے حصہ میں پڑا اس کی شاخیں لٹک رہی ہیں دوسرے شریک کے حصہ میں تو اس کو نہیں پہنچتا ہے کہ اس پر زبردستی کسے شاخوں کے کاٹنے پر اسی قول پر فتویٰ ہے اس واسطے کہ وہ درخت کا مستحق ہو گیا ہے اس کی شاخوں کے ساتھ کذا فی الاختیار یعنی بحالت مذکورہ وہ مستحق ہوا ہے تو جبر کی کوئی وجہ ہے بنی احدہما ای احد الشریکین بغیر اذن الآخر فی عقار مشترک بینہما فطلب شریک رفع بناء قسم العقار فان وقع البناء فی نصیب البانی فبناء دعت والاہم البناء وحکم القس كذا بزاز یہ ایک شریک نے دوسرے شریک کے بدون اذن کے عمارت بنائی اس زمین میں جو دونوں میں مشترک ہے سوا اس کے دوسرے شریک نے عمارت کا رفع کرنا چاہا تو زمین کی قسمت کی جملے سوا اگر عمارت مذکورہ بنانے والے کے حصہ میں پڑے تو خوب ہے اور نہیں تو عمارت ڈھائی جائے اور اسی طرح کا حکم درخت کا ہے کذا فی البزاز یہ ہم ملے اگر وہ شریک کو راضی کر لے تو ہم نہ ہوگا کذا فی العالمیہ فی القیل النقص فلو اقساموا واخذوا حصتهم ثم تراصوا علی الاشتراک منہم صح وعاتدات الشركة فی عقار وغیرہ لان قسمۃ التراضی مبادلة وبيع فسخنا ومبادلتها بالتراضی بزاز یہ قسمت قابل نقص ہے یعنی ٹوٹ سکتی ہے تو اگر شریکوں نے مشترک کو بانٹ لیا اور اپنے حصے لے چکے پھر وہ راضی ہو گئے آپس کے ساتھ سے تو یہ قسمت کا ٹوڑ دینا صحیح ہے اور شرکت پھر آدے کی زمین یا اس کے غیر میں اس واسطے کہ آپس کی رضامندی کی قسمت مبادلہ ہے اور اس کا نسخ کرنا اور بدل ڈالنا باہم کی رضامندی سے صحیح ہے کذا فی البزاز یہ المقبوض بالقسمۃ الفاسدة كقسمۃ علی شرط ہبۃ او صدقة اور بیع من المقتوم او غیرہ یشیت الملک فیہ ویفید جواز التصرف فیہ لقالہ ولہیمنہ بالقیمۃ جو چیز قسمت فاسدہ سے مقبوض ہوئی چنانچہ قسمت ہونا ہبہ کی شرط پر یا صدقہ کرنے کی شرط پر یا مقبوم کے بیچ ڈالنے کی شرط پر یا سوائے اس کے تو قبض کرنا اس کی ملکیت کو اس میں ثابت کر دیتا ہے اور قالہ کے واسطے اس میں جواز تصرف کا مفید ہے اور اس کا ضمان لازم ہوتا ہے قیمت سے کا المقبوض بالشراء الفاسد فانہ لیفید الملک كما مر فی بابہ جس طرح شرعاً فاسد کا مقبوض ملک کا مفید ہے چنانچہ بیع الفاسد کے باب میں گذر گیا وقیل لا یشیتہ جرم بالقیل فی الاستبہاء بالاول فی البزاز یہ اور قول ضعیف یہ ہے کہ مقبوض بقسمۃ فاسدہ ملک قابض کو ثابت نہیں کرتا ہے اور قول ضعیف یقین کیا ہے استبہاء میں اور قول اول پر یقین کیا ہے بخاریہ میں ولو تھا یا فی سکنی طرہا قد یکن ہابفاذہ بعضا و ہذا شہرا و ذلک شراد وارین یسکن کل دارا او فی خدمۃ عبد یخدم ہذا یوما و ذلک یوم او عبدین یخدم ہذا ہذا و الآخر الآخر او فی عکۃ دارا و دارین کذلک صح التماثل فی الوجہ السمتۃ استحسانا اتفاقا اور اگر دو شریک نوبت اور باری

مقرر کریں ایک گھر مشترک کے رہنے میں اس طرح کہ یہ شریک رہے گھر کے بعضے مکان میں اور وہ شریک بعضے میں یا یہ شریک مہینہ بھر رہے اور وہ شریک مہینہ بھر یا دو گھروں میں باری مقرر کریں کہ ہر شریک ایک ایک گھر میں رہے یا باری معین کریں غلام مشترک کی خدمت میں کہ ایک روز اس کی خدمت کرے اور ایک روز دوسرے کی یا دو غلاموں مشترک کی خدمت میں کہ یہ غلام اس کی خدمت کرے اور دوسرا غلام دوسرے شریک کی یا باری مقرر کریں ایک گھر یا دو گھر کی حاصلات اور کرایہ میں اسی طرح تو یہ باری مقرر کرنا وجہ مستے میں بطریق استحسان بالانفاق صحیح ہے ہم ہایا اور تہا یو مفاعلة اور تعامل ہے ہیئت سے اور ہیئت عبارت ہے اس شخص کی حالت ظاہر سے جو کسی چیز پر مستعد اور تیار ہے اور تحقیق اس کی عنایہ میں یوں ہے کہ ہر شریک ایک ہیئت پر راضی ہے اور شریک ثانی مشترک سے نفع لیتا ہے جس طرح سے شریک اول نے اس سے نفع لیا اور فقہ کی اصطلاح میں ہایا عبارت ہے منافع کی قسمت سے اور قیاساً جائز نہیں کیونکہ مبادیہ منفعوت کا اس کے ہم جنس سے لیکن استحساناً جائز ہے بدلیل آئے کریمہ لہا شرب و لکم شرب یوم معلوم والا صحیح ان القاضی یہاں بینما جبر البطلب احدہما اور قول صحیح تر یہ ہے کہ قاضی باری مقرر کر دے دو شریکوں میں زبردستی ایک شریک کے طلب کرنے سے یعنی اگرچہ دوسرا شریک قبول نہ کرتا ہو ولا تبطل بھوت احدہما ولا ہو تہا اور باری باطل نہیں ہوتی ایک شریک کی موت سے اور نہ دونوں شریکوں کی موت سے ولو طلب احدہما القسمة فیما یقسم بطلت اور اگر ایک شریک قسمت طلب کرے اس مشترک میں جو قابل قسمت ہے تو باری باطل ہو جاوے گی ہم ذخیرہ میں ہے کہ ہر شریک کو نقص ہایا عذر سے و بلا عذر جائز ہے اور یہ اس وقت ہے جب کہ باری باہم کی تراضی سے ہو اور اگر محکم حاکم ہو تو جب تک کہ دونوں نقص پر راضی نہ ہوں گے تو نقص جائز نہ ہوگا اور اگر تراضی سے باری مقرر کر پھر توڑی تو اب اس کا اعادہ نہ ہوگا بلکہ قاضی کے حکم سے قسمت کی جاوے گی اور باری میں عمارت بنانا یا توڑنا عمارت کا یا دروازہ پھوڑنا جائز نہیں کذا فی المالگیریہ ولو التفقا علی ان نفقة کل عبد علی من یندہ جاز استحساناً بخلاف السنوۃ اور اگر دو شریک متفق ہوئے اس پر کہ خوراک ہر غلام کی اس شریک پر ہے جس کی وہ خدمت کرے تو جائز ہے استحساناً بخلاف لباس کے کہ اس میں تفصیل ہے ہم جب کہ لباس کی مقدار معین دونوں نے مذکور نہ کی ہو تو نہ قیاساً جائز ہے نہ استحساناً اور اگر مقدار معین مذکور ہوئی ہو تو قیاساً جائز نہیں اور استحساناً جائز ہے کذا فی المالگیریہ و ما زاد فی ثوبہ احدہما فی الدار الواحدة مشترک لانی الدلین اور جو حاصلات اور کرایہ زیادہ ہو گیا ایک شریک کی نوبت کے اندر ایک گھر میں تو وہ مشترک ہے دونوں میں نہ دو گھر کی حاصلات میں ہم اگر ایک گھر کے کرایہ لینے پر باری مقرر ہوئی سو ایک شریک کی نوبت میں کرایہ گراں ہو گیا دوسرے کی نوبت سے تو زیادت میں دونوں شریک ہوں گے اور اگر دو گھروں میں ایک گھر کا کرایہ گراں ہو گیا تو زائد میں شرکت نہ ہوگی کذا فی المالگیریہ فمتقرراً تجوز فی عبد و دار علی اسکنی والخدمۃ و کذا فی کل المختلف المنفعة ملحق و تمامہ فیما علقہ علیہ اور باری مقرر کرنا غلام کی خدمت اور گھر کی سکونت میں جائز ہے یعنی ایک شریک غلام سے خدمت لے اور دوسرا شریک گھر میں رہے تو یہ درست ہے اور اسی طرح ہر ایک دو چیز مختلف المنفعة میں نوبت مقرر کر لینا جائز ہے کذا فی الملحق اور پورا اس کا بیان ہماری شرح ملحق میں ہے ہم شارح کی شرح ملحق میں ہے کہ جب باری متقد المنفعة میں جائز ہوئی تو مختلف المنفعة میں بطریق اولی جائز ہوگی چنانچہ سکونت دار اور زراعت ارض اور جیسے حمام اور گھر و لو تہا یانی غلہ عبد و فی غلہ عبد یانی غلہ لعل او بعلین او فی رکوب لعل او بعلین او فی شجرة او فی لبن شاة لا یصح فی المسائل الثمان اور اگر دو شریکوں نے باری مقرر کر لی ایک غلام کی اجرت میں یا نوبت معین کی ایک خچر کے کرایہ یا ایک خچر کی سواری میں یا دو خچر کی سواری میں یا ایک درخت کے پھل میں یا بکری کے مودھ میں تو ان اشخاص

۱۲ ملحق اس کی ایک باری اور تم کو باری الیحدن کہ مقرر یہ ذکر حضرت صالح علیہ السلام کے ناکہ کا ہے کہ ایک دن وہاں بیٹی مٹی اند لیک دن دوسرے مٹائی ۱۲



مسئلوں میں باری معین کرنا درست نہیں ہم اجرت غلام کی باری میں بالاتفاق جائز نہیں اس واسطے کہ باری نہیں ہو سکتی مگر دوزمانے میں تو احکام  
 ہے حاصلات کی کمی بیشی کا برخلاف خدمت کہ اس میں مسامحہ مروج ہے اور دو غلاموں کی اجرت کی باری امام کے نزدیک جائز نہیں اس واسطے  
 کہ باری تو ضرورت کے سبب سے جائز ہوئی ہے اور اجرت میں کچھ ضرورت نہیں اس لیے کہ اجرت میں قسمت ممکن ہے اور صاحبین کے نزدیک امکان  
 تعادل سے جائز ہے اور کرایہ خچر کی باری بالاتفاق جائز نہیں اور دو خچروں میں اختلاف ہے و علیٰ ہذا القیاس سواری ایک خچر کی بالاتفاق جائز نہیں  
 اور دو خچروں میں اختلاف ہے اور بھیل اور دو دھک کی باری بالاتفاق جائز نہیں اس واسطے کہ بھیل اور دو دھک کی قسمت آسان ہے تو باری کی  
 کیا حاجت ہوئی کذا فی الطحاوی وحلیۃ النصار و نحوہا ان لیشری حظ شریک ثم یبیع کلہا بعد مضمیٰ نوبۃ او ینتفع باللبن بمقدار معلوم استقرضا فی صلیبہ او قرض  
 المصارع جائز اور بہ بھیل اور اس کے ماتہ اور چیز کی باری کا یہ حلیہ ہے کہ ایک شریک دوسرے شریک کا حصہ مول لے پھر شریک مشتری سب بھیلوں کو  
 بیچ ڈالے اپنی باری کے گذر جانے کے بعد دوسرے شریک کے ہاتھ یا مقدار معین دو دھک سے انتفاع لے اپنے شریک کے حصہ کو قرض لے کر اس  
 واسطے کہ مصالح کا قرض جائز ہے فروع مسائل لمحہ شارح کے الغرامات ان کانت لحفظ الاملاک فالقسمۃ علی قدر الملک وان لحفظ النفس فعل  
 عدل الرؤس ولا یجوز صبیان ونساء فلو غرم السلطان قریۃ تقسم علی بذل اعزات یعنی ڈانڈ یعنی جو مال کہ زبردست کو دینا پڑے جان اور مال کے  
 بھانے کے واسطے تو اگر املاک کی حفاظت کے واسطے ہو تو اس کی قسمت لوگوں پر بقدر ملک کے ہے اور اگر جانوں کی حفاظت کے واسطے  
 ہو تو لوگوں کے شمار پر ہے اور اطفال اور عورات شمار میں داخل نہ ہوں گے تو اگر بادشاہ ایک گاؤں سے ڈانڈ لے تو اس کی قسمت اہل قریہ  
 پر اس طرح ہوگی ولو خیف الغرق فالتقوا علی القادار مستعینا لزم بعد الرؤس لانہا لحفظ النفس اور اگر کشتی یا جہاز کے ڈوبنے کا ڈر ہو اسو  
 لوگوں نے اس کو ہلکا کرنے کے واسطے اسباب گرا دینے پر اتفاق کیا تو ڈانڈ آدمیوں کے شمار پر ہے اس واسطے کہ یہ جانوں کی حفاظت  
 کے واسطے ہے ہم اور اگر بدون اتفاق کے ایک شخص نے دوسرے کا مال گرا دیا تو اس پر قیمت کا تاوان لازم ہوگا اور اس غائب پر کچھ مال  
 لازم نہ ہوگا جس کا مال کشتی میں ہے اور اس نے گرانے کی اجازت نہیں دی اور اگر پانی کی قلت سے آدمی کے ڈوبنے کا خوف نہ ہو بلکہ  
 اسباب کے تلف ہو جانے کا خوف ہو تو ڈانڈ بقدر اموال ہوگا نہ بقدر رؤس اور اگر مال اور جان دونوں کے تلف ہو جانے کا خوف ہو تو دونوں  
 طرح پر مال لازم ہوگا کذا فی الطحاوی منہما المشترك اذا ائتمد فابی احدہما العمارۃ ان احصل القسمۃ لاجیر و قسم والا بنی ثم اجرہ لیرجع بما انفق لو  
 ہامر القاضی والا بقیمۃ البناء وقت البناء اور مکان مشترک جب کہ منہدم ہو گیا سو ایک شریک اس کی عمارت بنانے سے انکار کرتا ہے اگر  
 وہ مکان قابل قسمت کے ہے تو جبر نہیں اور بانٹ ڈالاجائے اور اگر ماتہ عام کے لائق قسمت کے نہیں ہے تو ایک شریک اس کی تعمیر کرے پھر  
 اس کو کرایہ پر چلا دے تاکہ جو اس نے خرچ کیا ہے کرایہ سے بھر لے اور اگر تعمیر حکم قاضی ہوئی ہو اور اگر حکم قاضی تعمیر نہ کی ہو تو کرایہ سے عمارت  
 کی قیمت بھر لے وہ قیمت جو بنانے کے وقت ہو وہ تصرف فی ملک وان تصرف جائز فی ظاہر الروایۃ کل فی الاستبہاء اور انسان کو تصرف کرنا اپنی  
 ملک میں جائز ہے اگرچہ اس تصرف میں اس کے پڑوسی کو ضرر ہو ظاہر الروایۃ میں یہ سب مسائل مذکور ہیں استبہاء میں ہم صاحب استبہاء  
 نے قول منصل کو چھوڑ دیا یعنی اگر ضرر صریح ہو تو تصرف ممنوع ہے اور نہیں تو جائز ہے اور اسی پر فتویٰ منقول ہے شرح وہبانیہ میں اور اس  
 قول کو صحیح کہا ہے نسفی میں اور عمادیہ میں ہے کہ اسی قول کو ہمارے اکثر مشائخ نے لیا ہے اور اسی پر فتویٰ ہے کذا فی الطحاوی عن  
 الزاہری فی المہبتی وہبیتی و فی السراجیۃ الفتویٰ علی المتع قال المصنف فقد اختلف الافتاء و ینبغی ان لیجول علی ظہر الروایۃ اور مجتبیٰ میں ہے کہ جواز  
 تصرف پر فتویٰ ہے اگرچہ ہمسایہ مضر ہو اور سراجیہ میں ہے کہ فتویٰ منع تصرف پر یعنی ورمودت مضر مصنف نے اپنی شرح میں کہا تو جواز

اور عدم جواز کے فتویٰ میں اختلاف پڑا اور ایسی صورت میں لائق یہ ہے کہ ظاہر الروایۃ پر اعتماد کیا جائے یعنی جواز تصرف پر گویا یہ ضرر پائے قلت و مرئی مستقرات القضاہ میں کتا ہوں اور یہ مسئلہ مذکور ہو چکا متفرقات قضایں فی الوہبانیۃ و شریحہ ماہ و لوزع الانسان ارضا بارہ : بہ فلیس بہار منہ لم یغزو بہ اور وہبانیہ اور اس کی شرح میں ہے اور اگر آدمی کچھ بودے اپنے گھر میں تو اس کے پڑوسی کو اس کے منع کرنے کا اختیار نہیں اگرچہ اس کو ضرر ہوئے ہم یہ وہی مسئلہ ہے جو اشتباہ سے مذکور ہوا کہ تصرف اپنی ملک میں جائز ہے اگرچہ پڑوسی کو ضرر ہوے و حیث لاہ اہل فحل واحد بہ و لا محل فیہ قبل لیس یغیر بہ اور ایک دیوار سے جس کے اہل یعنی شریک ہیں سو ایک شریک نے اس پر دھنیا رکھیں اور حالانکہ قبل اس کے اس پر دھنیوں کا بوجھ نہیں تو اس کو دوسرا شریک بغیر نہ کرے گا ہم یعنی ایک مشترک دیوار جس پر دھنیاں نہیں ہیں سو اگر ایک شریک اس پر دھنیاں رکھے تو دوسرا شریک اس کو رفع نہیں کر سکتا اور اگر دوسرا شریک دھنیوں پر اور دھنیاں رکھے یا اس پر پردہ بناوے یا دروازہ وغیرہ لگاوے تو بد و ناجازت شریک کے جائز نہیں کذا فی الطحاوی عن شرح الوہبانیۃ سے مال شریک ان علی حیلہ : و قبل التعلیل جائز فیہم : اور شریک کو جائز نہیں کہ اپنی مشترک دیوار کو اونچا کرے اور دھنیوں نے کہا کہ اونچا کرنا جائز ہے تو تعمیر کر لے ہم عبدالبر شارح وہبانیہ نے کہا لائق یوں ہے کہ تفصیل اطلاق معتمد ہو یعنی اگر اونچا کرنا مخالف رسم کے ہو تو جائز نہیں اور اگر موافق رسم اور رواج کے ہو تو جائز ہے سے و ممنوع قسم عند منع مشارک : من الرم قاضی موجب فیہم : اور جس مشترک کی قسمت ممنوع ہے چنانچہ حمام تو شریک کی منع ترمیم سے قاضی اس کو کرایہ دے پھر کرایہ سے اس کی تعمیر کرے ہم مثلاً ایک مشترک حمام منہم ہوا جاتا ہے اور ایک شریک اس کی مرمت پر مستعد ہے اور دوسرا شریک نہیں مانتا ہے تو قاضی حمام کو کرایہ پر چلاوے اور جو کرایہ حاصل ہو اس سے اس کی مرمت کرے لیکن یہ قول غیر متنازع ہے اور قول مختار اگلی بیت میں مذکور ہے سے و یفتق فی المختار راضی باذنہ : و منہج نقض من ابی قبل یخسر : اور قول مختار میں جو شریک راضی ہے مرمت کا وہ اس کی مرمت میں اپنے پاس سے خرچ کرے قاضی کے اذن سے اور روکا جائے اس کے فائدہ لینے سے وہ شریک جو مرمت سے انکار کرتا ہے قبل تاوان دینے کے یعنی جس شریک نے مرمت کی ہے جب تک وہ اپنا صرف کرایہ سے نہ لے گا تب تک دوسرا شریک اس کا کرایہ نہیں لے سکتا ہے سے و عند منقحا بالاذن منہ لہاکم : و عند قیامہ ان لا وہذا المور بہ اور لے مرمت کے صرف کو اگر حاکم کے اذن سے مرمت کی ہو اور قیمت لے اگر باذن حاکم مرمت نہ کی ہو اور یہی قول منقحہ اور محقق ہے ہم طحاوی نے کہا پہلے تین بیتیں وہبانیہ کی ہیں اور چوتھی اور پانچویں علامہ عبدالبر شارح وہبانیہ کی اصلاح سے ہیں اور چھٹی بیت شارح کی زیادت سے ہے مسئلہ ملحقہ مترجم ایک شخص مرگیا اس نے تین بیٹے چھوڑے اور پندرہ ٹھلیاں چھوڑیں پانچ ٹھلیاں سرکہ سے مملو ہیں اور پانچ میں نصف نصف سرکہ ہے اور پانچ خالی ہیں اور سب برابر ہیں تو بیٹوں نے چاہا کہ بد و ن اعطائے کے برابر بانٹ لیں تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ ایک فرزند کو دو بھری ٹھلیاں اور ایک آدمی بھری اور دو خالی دی جاویں اور دوسرے فرزند کو بھی اسی طرح دی جاوے تو اب باقی رہیں پانچ ایک بھری اور ایک خالی اور تین آدمی بھری تو یہ پانچوں تیسرے فرزند کو دی جائیں تو سب کا حصہ برابر ہوگا کذا فی فتاویٰ قاضیخان والہ اعلم واستغفر اللہ العظیم :





# کتاب المزارعة

یہ کتاب ہے مزارعت کی یعنی بٹائی پر کھیت دینا اور مزارعت کو محابرت اور مفاقت بھی کہتے ہیں اور اہل عراق فراج بولتے ہیں  
مناسبتنا ظاہرۃ مناسبت کتاب المزارعت کی کتاب المقسمۃ سے ظاہر ہے یعنی جو کھیت میں اناج وغیرہ پیدا ہوتا ہے اس میں قسمت جاری  
ہوتی ہے ورمیان مزارع اور صاحب زمین کے ہی لقمہ مفاعلة من الرزق مزارعت لغت میں مفاعلت ہے زرع سے وخرع عقد علی  
الزرع بعض الخارج اور شرع میں مزارعت عبارت ہے اس عقد سے جو زراعت پر منعقد ہو بمقرر بعض خارج یعنی تہائی یا چوتھائی اناج  
پیدا ہونے زراعت پر ایجاب اور قبول کرنا یہ حقیقت ہے مزارعت کی ولرکانہا اربعة ارض وبذر وعمل وبقر اور مزارعت کے ارکان چار ہیں  
زمین اور زرع اور محنت اور سیل ولا تقص عند الامام لانہا کفیر البطلان اور مزارعت درست نہیں امام اعظم کے نزدیک اس واسطے کہ وہ  
قفیر البطلان کے ماتھے ہے ہم امام کی حدیث وہ دلیل ہے جو رافع بن خدیج سے مروی ہے کہ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نبی فرمائی محابرت  
سے اور وہ مزارعت ہے زمین کی تہائی یا چوتھائی وعندہما تقص وبہ لفتی للماجہ و قیاسا علی المضاربة اور صاحبین کے نزدیک مزارعت  
درست ہے اور اسی قول پر فتویٰ ہے بسبب حاجت کے اور مضاربت پر قیاس کرنے سے ہم درمیں ہے کہ صاحبین کے قول پر فتویٰ  
ہے اس واسطے کہ رسول علیہ السلام نے غیر کی نمکستان و ہاں کے لوگوں کو دیے بطریق معاملہ کے اور اس کی زمین دی بطور مزارعت کے اور  
اسی پر صحابہ اور تابعین کا عمل تھا اور اب تک مسلمین میں جاری ہے اور ایسی صورت میں خبر واحد اور قیاس متروک ہو جاتا ہے بشرط تمانیۃ صلیۃ  
الارض للزرع صاحبین کے نزدیک مزارعت صحیح ہے آٹھ شرطوں سے پہلی شرط لائق ہونا زمین کا کاشت کاری کے واسطے ہم تو اگر زمین  
شور اور ریگستان ہو تو مزارعت صحیح نہیں والہیۃ العاقدین اور دوسری شرط اہلیت ہے عاقدین کی یعنی عاقل ہوں تو مجنون اور صغیر غیر  
عاقل کا عقد صحیح نہیں لیکن بلوغ اور حریت شرط نہیں اور اسلام بھی شرط نہیں کذا فی الطحاوی و ذکر المدة اسی مدت متعارفہ مقتصد ہمالا یتکین  
فیہا منہا وہا لا یعیش الیہا احد ہما غالباً اور تیسری شرط مدت کا ذکر کہنا یعنی وہ مدت جو مزارعین میں معروف اور مروج ہے یعنی ایک سال یا دو سال  
تو عقد فاسد ہوگا اس کم مدت سے جس میں زراعت نہیں ہو سکتی اس مدت طویل سے کہ وہاں تک احد العاقدین غالباً نہیں جیتا و قیل فی بلاؤنا  
تقص بلا بیان مدة و لقیح علی اول زرع واحد علیہ الفتویٰ مجتبیٰ و بزازیہ و اقترہ المصنف اور بعضوں نے کہا کہ ہمارے ملک میں مزارعت بدون بیان  
کرنے مدت کے بھی صحیح ہے اور عقد واقع ہوگا پہلے ایک زراعت پر اور اسی قول پر فتویٰ ہے کذا فی المجتبیٰ و البزازیہ اور مصنف نے اپنی شرح میں  
اس قول کو ثابت رکھا ہے و ذکر رب البذر اور جو بھی شرط صاحب تم کا ذکر کہنا ہم اس واسطے کہ اگر بیج مالک کی طرف سے ہے تو مزارعت  
استیجار جا بل ہوگی اور اگر بیج عامل کی طرف سے ہے تو مزارعت استیجار ارضی ٹھہرے گی تو بدون ذکر صاحب تم معقود علیہ مجبول ہوگا اور دونوں  
کے احکام بھی مختلف ہیں اس واسطے کہ جس کا بیج نہیں تو اس کے حق میں عقد لازم ہے فی الحال اور صاحب تم کو بدون تم ریزی کے عقد لازم نہیں  
و قیل یحکم العرف اور بعضوں نے کہا بیج میں عرف ماکم ہے یہ قول ہے ابو بکر یعنی کا یعنی اگر عقد وہاں ہو جہاں بیج مزارع کا ہوتا ہے تو وہی

معتبر ہے اگر وہاں ہو جہاں مالک زمین کا بیج بوتا ہو تو وہی قابل اعتبار کے ہے بشرطیکہ عرف و امی ہو اور اگر عرف مشترک ہو تو عقد صحیح نہیں و ذکر حصہ اور پانچویں شرط ذکر کرنا ہے بیج کے جنس کا یعنی گیہوں یا جو یا باجرہ یا جو ارم بیان جنس تخم اس واسطے شرط ہوا کہ عامل کی اجرت اسی سے ہوگی اور جنس اجرت کا بیان کرنا ضرور ہے کذا فی الزلیعی لا قدرہ لعلمہ باعلام الارض و شرطہ فی الاختیار اور مقدار تخم ذکر کرنا شرط نہیں بسبب اس کے معلوم ہونے کے زمین کے بتا دینے سے یعنی زمین سے خود معلوم ہو جاتا ہے کہ اتنی زمین میں اتنا بیج پڑے گا اور اختیار شرح مختار میں مقدار تخم کو بھی شرط کہا ہے و ذکر قسط العامل الآخر اور چھٹی شرط ذکر کرنا ہے دوسرے شخص کا حصہ ہم مراد اس شخص کا حصہ ہے جس کی طرف سے بیج نہیں ہے اس واسطے کہ حصہ عمل یا زمین کی اجرت ہے تو اس کا معین ہو نا ضرور ہوا کذا فی الزلیعی ولو بینا حظ رب البذر و سکتا عن خط العامل جاز استحسانا اور اگر عاقدین نے صاحب تخم کا حصہ بیان کیا اور عامل کے حصہ سے سکوت کیا تو استحسانا جائز ہے ہم اور اگر عاقدین نے اس کا حصہ بیان کر دیا جس کا بیج نہیں ہے تو مزارعت جائز ہے قیاساً و استحساناً کذا فی الخلاصۃ و بشرط التخلیۃ بین الارض و لومع البذر و العامل اور مزارعت صحیح ہے تخلیہ کی شرط سے یعنی تخلیہ کر دینا درمیان زمین اور عامل کے اگرچہ زمین کا تخلیہ بیج کے ساتھ ہو ہم تو اگر صاحب زمین کا عمل بھی شرط ہو یا دونوں کا عمل مشروط ہو تو عقد صحیح نہیں تخلیہ نہ ہونے کے سبب سے اور تخلیہ یہ ہے کہ زمین کا مالک کہے کہ میں نے زمین سچہ کو تسلیم کر کذا فی الطحاوی و بشرط الشریکۃ فی الخارج اور مزارعت صحیح ہے شرکت فی الخارج کی شرط سے یعنی جو غلہ پیدا ہو اس میں دونوں کی شراکت ضرور ہے تو اگر یہ شرط ہو کہ غلہ ایک ہی شخص کا ہو تو عقد صحیح نہیں ثم فرع علی الاخر بقولہ فبطل ان شرط لاحدہما قیض ان مسامۃ پھر مصنف نے شرط اخیر یعنی شرکت فی الخارج پر تفریع کی اس قول سے تو مزارعت باطل ہوگی اگر احد العاقدین کے واسطے چند قیض معین شرط ہوں یعنی کچھ غلہ ایک شخص لے اور باقی دونوں میں نصف نصف ہو او یا یخرج من موضع معین یا ایک کے واسطے وہ غلہ شرط ہو جو موضع معین میں پیدا ہو اور باقی نصف نصف اور فرع رب البذر بذرہ یا یہ شرط ہو کہ صاحب تخم اپنا بیج اٹھالے یعنی جس قدر اس نے بیج ڈالا اس کو پہلے نکال لے پھر باقی نصف نصف اور فرع الخراج الموظف و تنصیف الباقی بعد رفعه یا خراج موظف کا نکال لینا اور اس کے نکال لینے کے بعد باقی کو نصف نصف کر لینا شرط ہو ہم تنصیف الباقی چاروں مسئلوں سے متعلق ہے اور بہتر یہ تھا کہ شارح لفظ بعد دفعہ کو حذف کرتا تاکہ تنصیف سب مسائل کو شامل رہتی اور ان صورتوں میں مزارعت اس واسطے باطل ہوئی کہ غلہ میں گاہے قطع شرکت ہو سکتی ہے اس واسطے کہ شاید اتنا ہی غلہ پیدا ہو جتنا مشروط ہو یعنی بقدر تخم یا بقدر خراج موظف کذا فی الطحاوی بخلاف شرط رفع خراج المقاسمۃ کثرت اور بیج او شرط رفع العشر لارمن اولادہ ہا لاندہ مشاع فلا یؤدی الی قطع الشریکۃ بخلاف اس شرط کے کہ خراج مقاسمۃ نکال لیا جائے چنانچہ تہائی یا چوتھائی یا یہ شرط ہو کہ عشر یعنی دسواں حصہ زمین کا نکال لیا جائے یا دسواں حصہ احد العاقدین لے تو مزارعت باطل نہیں اس واسطے کہ بٹائی کا خراج اور عشر مشاع ہے یعنی غیر معین ہے تو یہ قطع شرکت کی طرف نہیں پہنچاتا ہے او شرط التین لاحدہما والحب للآخر ای تبطل لقطع الشریکۃ فیما ہو المقصود یا مجوسا شرط ہو ایک کے واسطے اور واندہ دوسرے کے واسطے یعنی اس شرط سے مزارعت باطل ہوگی بسبب قطع ہو جانے شرکت کے اس میں جو مقصود مزارعت سے یعنی اناج او شرط تنصیف الحب و التین لغير رب البذر لاندہ خلاف مقتنی العقد یا واندہ اور مجوسے کی تنصیف ہو صاحب تخم کے سوا اور شخص کے واسطے تو مزارعت باطل ہے اس واسطے کہ یہ شرط مقتضائے عقد کے مخالف ہے او شرط تنصیف التین والحب لاحدہما لقطع الشریکۃ فی المقصود یا مجوسا نصف شرط ہو او دونوں میں اور واندہ شرط ہو ایک شخص کے واسطے تو مزارعت باطل ہے بسبب قطع ہو جانے شرکت کے مقصود



میں وان شرط تنقیف الحب والتبن لصاحب البذر كما هو مقتضى الحق واللم يتعرض التبن صحت اور اگر یہ شرط ہو کہ دانہ تو دونوں میں نصفاً نصف ہو اور مہوسا فقط صاحب تخم کا ہو چنانچہ یہی مقتضائے عقد ہے یا مہوسہ کا کچھ تعرض نہ ہو تو مزارعت صحیح ہے ہم عدم تعرض مہوسہ کا اس واسطے مطلق عقد نہ ہوا کہ مقصود تو دانہ ہے اور مہوسا اس کے تابع ہے اور تابع سے سکوت کرنا فساد عقد کا موجب نہیں ہوتا

کذا في الدرر وحینئذ التبن لب البذر وقيل بينهما تبعاً للحب كذا قال المصنف تبعاً للمصدر وغيره لكن اعتماد صاحب الملتقى الثاني حيث قدمه فقال والتبن بينهما وقيل لب البذر اور اس وقت میں یعنی جب مہوسہ کا تعرض نہ ہو تو مہوسا بیج والے کا ہو گا اور قول ضعیف یہ ہے کہ مہوسا دونوں میں نصفاً نصف ہو گا دانہ کے تابع ہو کر ایسا کہا ہے مصنف نے صدر الشریعہ وغیرہ کا تابع ہو کر لیکن صاحب ملتقی نے قول ثانی پر اعتماد کیا ہے کیونکہ اسی کو مقدم ذکر کیا ہے سو یوں اس نے کہا ہے اور مہوسا دونوں میں نصفاً نصف ہو گا اور بعضوں نے کہا کہ صاحب تخم کا ہو گا قلت ودف

شرح الوہابیۃ عن القنیۃ المزارع بالربح لا يستحق من التبن شيئاً وبالثلث يستحق النصف میں کتابوں اور شرح وہابیہ میں قنیہ سے منقول ہے کہ چومتائی کا مزارع مستحق مہوسہ کا نہیں ہوتا اور تہائی کا مزارع اُدھے مہوسے کا مستحق ہوتا ہے ہم مقتضائے فقہ یہ ہے کہ مہوسا دونوں میں مشترک ہو بقدر ان کے حصہ کے مگر یہ کہ عرف یا شرط اس کے مخالف ہو چنانچہ عنایہ میں مذکور ہے جہاں عاقدین کی شرط مفوض نہ ہو وہاں عرف کا اعتبار ہے تو قنیہ کی عبارت اسی پر محمول ہے یعنی مزارع بالربح مستحق نہیں ہوتا بسبب شرط یا عرف کے اور مزارع بالثلث مستحق نصف کا ہوتا ہے شرط اور عرف کے سبب سے اور اس تقریر سے اشکال زائل ہو گیا اور اس پر دلیل بدائع کا قول ہے کہ ہمارے زمانہ میں نجم الائمہ بخاری کا جواب مختار ہے کہ مزارع بالربح کے واسطے کہ مہوسا نہیں عرف اور رواج کے سبب سے کذا فی الحلبي والطحاوی مختصراً وكذا صحت لو كان الارض والبذر لزید والبقر والعمل للآخر والارض له والباقى للآخر فلهذا الثلثة جائزة اور اسی طرح مزارعت صحیح ہے اگر زمین اور بیج زید کا ہو اور بیل اور عمل دوسرے کا یا زمین زید کی اور باقی تین چیزیں یعنی بیل اور بیج اور عمل دوسرے کا ہو یا عمل زید کا ہو اور باقی تین چیزیں یعنی زمین اور بیج اور بیل دوسرے کا ہو تو یہ تین صورتیں جائز ہیں وابطلت فی اربعة اوجه لو كان الارض والبقر لزید والبقر والبذر له والآخران للآخر والبقر والبذر له والباقى للآخر فلهذا الثلثة جائزة اور اسی طرح باطل ہے چار صورتوں میں اگر زمین اور بیل زید کے ہوں یا بیل اور بیج اس کا اور باقی دو چیزیں دوسرے کی ہوں یا بیل یا بیج زید کا ہو اور باقی دوسرے کا ہو تو یہ صورتیں باعتبار تقسیم عقل کے سات وجہ پر ہیں اس واسطے کہ ارکان اربعہ یعنی زمین اور بیج اور بیل اور عمل میں سے احد العاقدین کی طرف سے ایک ہو اور باقی تین دوسرے کی طرف سے تو یہ چار صورتیں ہیں اور جب کہ ایک طرف سے دو ہوں اور دوسرے کی طرف سے بھی دو ہوں تو یہ تین صورتیں ہیں ومتى دخل ثالث فاكثر بحصة فسدت اور جب کہ داخل ہو تیسرا شخص زیادہ حصہ مقرر کر کے تو مزارعت فاسد ہو گی ہم اور اگر چار شخص شریک ہوں مزارعت میں اس طرح کہ ایک کی زمین ہو اور دوسرے کا بیج اور تیسرے کا عمل اور چوتھے کا بیل تو یہ جائز نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے کذا فی الطحاوی عن الوہابیۃ وشرحها واذا صحت فالخارج على الشرط اور جب کہ مزارعت صحیح ہو گئی تو جو غلہ پیدا ہو وہ شرط کے موافق قسمت ہو ولا شئ للعامل ان لم يخرج شئ فی الصمیۃ اور عامل کے واسطے کچھ نہیں اگر کچھ غلہ پیدا نہ ہو مزارعت صحیحہ میں ہم اس واسطے کہ استحقاق عامل کا شرکت فی الخارج سے ہے اور خارج کچھ نہیں برخلاف مزارعت فاسدہ چنانچہ اس کا بیان آگے آئے گا وبعبر من ابى على المصنى الارب البذر فلا یجبر قبل القاء وبعد یجبر در اور زبردستی کی جائے مزارعت قائم رکھنے کی اس شخص پر جو انکار

کرتے ہیں مگر صاحب تخم کو اس پر جبر ہو گا بیج ڈالنے سے پہلے اور بیج ڈالنے کے بعد جبر ہو گا کذا فی الدرر ومتی فسدت المزارعة فالخارج لب البذر لانه منار  
 ملک اور جب کہ مزارعت فاسد ہو تو جو غلہ وغیرہ پیدا ہو وہ بیج والے کا ہے اس واسطے کہ اس کی ملک کی افزائش اور بڑھوتی ہے یعنی جو  
 پیدا ہوا بیج سے پیدا ہوا ہو کیونکہ بالآخر اجر مثل عملہ او ارضہ ولا یزاد غل الشریط بالناما بلین عند محمد اور دوسرے شخص کو اس کے عمل یا  
 اس کی زمین کی اجرت مثل ہوگی یعنی اگر صاحب تخم صاحب زمین ہے تو عامل کو اس کے عمل کی مزدوری دی جاوے گی اور اگر صاحب تخم  
 عامل ہے تو صاحب زمین کو زمین کا اجر دیا جاوے گا اور اجرت زیادہ نہ کی جاوے گی شرط پر پہنچے جہاں تک پہنچے محمد کے نزدیک وان لم  
 یخرج شیئی فی الفاسدة فان کان البذر من قبل العامل فعليه اجر مثل الارض والبقر وان کان من قبل رب الارض فعليه اجر  
 مثل العامل حامی اور اگر مزارعت فاسدہ میں کچھ پیدا نہ ہو تو اگر بیج عامل کی طرف سے ہووے تو وہی زمین اور پیل کی اجرت اس پر واجب  
 ہوگی اور اگر بیج مالک زمین کی طرف سے ہو تو اس پر وہی عامل کی اجرت لازم ہوگی کذا فی الحاوی ولو امتنع رب الارض من المصنی فیہا  
 وقد کر رب العامل فی الارض فلا شیء لہ کراہ حکما ای فی الغنۃ اذا لاقیت للمنافع ولیست رضی ویانہ فیضی بان یوفیہ اجر مثله لغیرہ اور اگر زمین کا  
 مالک مزارعت کے جاری رکھنے سے باز رہے اور حالانکہ عامل نے زمین میں جو تائی کی ہے تو قاضی کے حکم میں اس کے واسطے کچھ نہیں اجرت  
 اس کے جوتنے کی اس واسطے کہ منافع کی قیمت نہیں ہوتی اور دیانت میں یعنی فیہا بنیہ و بین اللہ اس کو راضی کرنا چاہیے تو یہ فتویٰ دیا جائے  
 کہ زمین کا مالک عامل کی اجرت مثل ادا کرے بسبب فریب کھانے کے یعنی عقد مزارعت سے اس نے فریب کھایا کہ اور کام سے باز رہا اور جوتنے  
 میں مشغول رہا و لنفس المزارعة بدین محوج الی بیعہا اذا لم ینبت الزرع لکن یجب ان لیسترضی المزارع دیانۃ اذا عمل کما مر اور عقد  
 مزارعت منسوخ کر ڈالا جائے بسبب اس دین کے جو مضطر کر دے زمین کی بیع کرنے کی طرف جب کہ کھیت نہ اگا ہو لیکن دیانۃ واجب یہ ہے  
 کہ مزارع کو راضی کیا جائے جب کہ وہ کچھ مننت کر چکا ہو چنانچہ مذکور ہو چکا یعنی جو تھائی کی اجرت اس کو دینا چاہیے ہم دین محوج الی البیع وہ ہے  
 کہ کوئی جائیداد نہ ہو اس کے ادا کرنے کی مشن ارض کے سوا اما اذا ینبت ولم لیست قصد لم تتبع الارض لتعلق حق المزارع حتی لو اجاز جازا اور اگر  
 کھیت اگا ہو اور ہنوز پختہ نہیں ہوا کہ کاٹا جائے تو زمین کی بیع نہ ہوگی بسبب متعلق ہونے حق مزارع کے تو اگر مزارع بیع کو جائز کر دے  
 تو بیع جائز نہ ہوگی فان مضت المدة قبل ادراک الزرع فعلى العامل اجر مثل نصیبة من الارض الی اور اگر کہ ای الزرع کما فی الاجازۃ  
 مہر اگر مزارعت کی مدت گزر جائے کھیت کی پختگی سے پہلے تو عامل یعنی مزارع پر کھیت کے پختہ ہونے تک اجرت واجب ہے بقدر اس کے  
 حصہ کے زمین سے چنانچہ اجارہ میں اجرت واجب ہوتی ہے ہم یعنی اگر مزارع کا حصہ غلہ میں تھائی ہو تو زمین کی اجرت کی تھائی اس پر واجب ہے  
 اور نفقہ دونوں پر ہوگا اس صورت میں کذا فی الدرر نکات مالومات احدہما قبل ادراک الزرع حیث یكون الكل علی العامل او وارثه لبقا للعقد  
 استمسانا کما سیجی برطلان اس صورت کے کہ اگر عامل یا صاحب زمین مر گیا کھیت پکنے سے پہلے کیونکہ وہاں کل یعنی عمل اور کھیت کا خرچ اور  
 نگہبانی کی اجرت کذا فی الزلیس عامل پر یا اس کے وارث پر ہوگی بسبب باقی رہنے عقد کے استمسانا چنانچہ آگے آوے گا ہم طحاوی نے  
 کما یہ دوسرے محل کی گفتگو ہے اس کا ذکر آگے آوے دفع رجل ارضه الی آخر علی ان یزرعها بنفسه ولبقره والبذر بینہما نصفان  
 والخارج بینہما کذلک فعلى علی ہذا فالمرارعة فاسدة ویكون الخارج بینہما النصفین ولیس للعامل علی رب الارض اجر لشربہ  
 فیہ والعامل یوجب علیہ اجر نصف الارض لهما جہا لفساد العقد ایک مروی ہے اپنی زمین دوسرے کو دی اس شرط پر کہ وہ شخص بذریعہ



اور اپنے بیل سے زراعت کرے اور بیج دونوں میں نصف نصف ہو اور جو غلہ پیدا ہو وہ بھی دونوں میں اسی طرح نصف نصف ہے سو مزارع اور اس کے بیل نے اسی شرط پر زراعت کی تو مزارعت فاسد ہے اور غلہ دونوں میں نصف نصف ہو گا اور مزارع کا صاحب زمین پر کچھ اجر لازم نہیں بسبب اس کے شریک ہو جانے کے غلہ میں اور عامل پر نصف زمین کی اجرت واجب ہے صاحب زمین کے واسطے بسبب فاسد ہونے عقد کے وکذا لو کان البذر ثلثین من احدہما وثلثہ من الآخر والربع بینہما نصفین او علی قدر بذرہما فاسد ایضا

لا بشرط الا عارۃ فی المزارعة عادیۃ اور اسی طرح اگر دو تہائی بیج ایک شخص کی طرف سے ہو اور ایک تہائی دوسرے کی طرف سے ہو اور عامل غلہ دونوں میں آدھوں آدھ یا غلہ بقدر ان کے بیج کے تو وہ بھی فاسد ہے بسبب شرط کرنے مالک زمین کے عاریت دینے کو مزارعت میں کذا فی العادیۃ یعنی اس واسطے کہ مالک زمین نے عامل پر بیل کا عاریت دینا شرط کیا کذا فی الطحاوی واعلم ان نفقۃ الزرع مطلقاً بعد مضي مدة المزارعة علیہا بقدر الحصص اور معلوم کر کہ کھیت کا خرچ مطلقاً بعد گزر جانے مدت مزارعت کے دونوں پر ہے بقدر ان کے حصول کے ہم مطلقاً یعنی خواہ صرف کی حاجت ہو کھیت کے پختہ ہونے سے پہلے یا بعد اس کے کذا فی الحلبي واما قبل مضیہا فکل عمل قبل انتهاء الزرع کنفقۃ بذرو مؤنۃ حفظ وکرمی نہر علی العامل ولو بلا شرط فاذا اتتا ہی بقی مالا مشترکاً بینہما فجب علیہما مؤنۃ کحصاد وودیاس کذا حرره المصنف وعلیہ اصل صدر الشریعۃ فلیحفظ اور مزارعت کی مدت گزر جانے سے پہلے تو جو عمل کھیت پختہ ہونے کے قبل ہے جیسے بیج کا صرف اور نگہبانی اور نہر صاف کرنے کی محنت ہے وہ عامل پر ہے اگرچہ اس کی شرط نہ ہوئی ہو پھر جب کھیت پختہ ہو کر کمال کو پہنچا تو اب مال مشترک ہو کر باقی رہے گا تو عامل اور مالک زمین دونوں پر خرچ اس کا واجب ہو گا چنانچہ کھیت کے کٹنے اور دائیں چلانے کی اجرت اسی طرح تحریر کی ہے مصنف نے اپنی شرح میں اور اسی پر یعنی ماقبل معنی مدت پر صدر الشریعۃ کے قاعدہ کو محمول کیا ہے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے ہم صدر الشریعۃ نے یوں کہا ہے کہ جو عمل قبل پختگی کے وہ عامل پر ہے مصنف نے یہ محمول قبل انقضاء مدت مزارعت پر تا بقیہ عقد اور استحقاق عمل عامل پر متصور کیا کیونکہ مدت کے بعد نہ عقد ہے نہ استحقاق فان شرطاً علی العامل فسدت کما لو شرطاً علی رب الارض مہر اگر ماعدین نے بعد پختگی عمل شرط کیا عامل یعنی مزارع پر تو عقد فاسد ہے جیسے کہ فاسد ہے اگر صاحب زمین پر عمل کو شرط کیا یعنی اس واسطے کہ اس شرط کو عقد مقتضی نہیں کذا فی الطحاوی بخلاف مالومات رب الارض والزرع یقبل فان العمل فیہ جمیعاً علی العامل او وارثہ لبقاؤہ مدت العقد والعقد لوجب علی العامل عملاً یمتاز علیہ الی انتهاء الزرع کما مر بخلاف سابق یہ صحت ہے کہ اگر صاحب زمین مر گیا اور کھیت ہو نہ لگھا اس اور ساگ ہے یعنی دانہ نہیں نکلا تو اس میں تمام عمل عامل پر ہے یا اس کے وارث پر بسبب باقی رہنے مدت عقد کے اور عقد واجب کرتا ہے عامل پر وہ عمل جس کی طرف حاجت ہے تا انتهاء زرع چنانچہ مذکور ہو چکا ہم حلبي نے کہا قولہ بخلاف مرتبط ہے قولہ ونفقۃ الزرع علیہا بالحصص سے ولومات قبل البذر بطلت ولا شیئ لکراہہ کما مر وکذا الوضوئ بدین محور مجتبیٰ اور اگر زمین کا مالک مر گیا بیج ڈالنے سے پہلے تو عقد باطل ہو گیا اور مزارع کی جو تہائی کی کچھ اجرت نہیں چنانچہ مذکور ہو چکا اور اسی طرح جو تہائی کی کچھ اجرت نہ ہوگی اگر مزارعت فسخ کی گئی بسبب اس دین کے جو مضطر کر دے بیج زمین کی طرف کذا فی المبتدی وصح اشتراط العمل کحصاد وودیاس ونصف علی العامل عند الثانی للمتعاہل وهو الی صح وعلیہ الفتاوی ملتقی اور صحیح ہے شرط کر لینا عمل کا چنانچہ کھیت کاٹنا اور پانڈنا اور غلہ کو مہو سے سے صاف کرنا ابو یوسف کے نزدیک بسبب رواج اور عرف کے اور یہی قول اصح ہے اور اسی پر فتویٰ ہے کذا فی الملتقی ہم عمل مذکور بلا شرط ماعدین پر ہے اور شرط سے مزارع پر لازم ہے بحکم عرف کذا فی الطحاوی عن الثانیۃ

الغلة فی المزارعة مطلقا ولو فاسدة امانة فی ید المزارع ثم فرع علیہ بقوله مزارعت میں مطلقا اگرچہ مزارعت فاسدہ ہو غلہ امانت سہی مزارع کے لحاظ میں پھر مصنف نے اس قول پر تفریح کی بقول آئندہ فلا ضمان علیہ لو بطلت الغلة فی یدہ بلا ضمانت فلا تصح بہا الکفالة تو مزارع پر تاوان نہیں اگر غلہ تلف ہو گیا اس کے پاس بدون اس کے کرتب کے تو غلہ کی ضامنی صحیح نہیں نعم لو کفل بجھتہ ان استہلکھا صحت المزارعة والكفالة ان لم تکن علی وجه الشرط والافسدت المزارعة خانیۃ ہاں اگر ایک شخص ضامن ہوا صاحب زمین کے حصہ کا اگر مزارع اس کو تلف کر ڈالے تو مزارع اور ضمانت دونوں صحیح ہیں بشرطیکہ کفالت بطریق شرط کے نہ ہو اور اگر بطریق شرط کے ضمانت ہوگی تو مزارعت فاسد ہو جاوے گی کذا فی الخانیۃ ہم کفالت مذکورہ اس واسطے صحیح ہوئی کہ وجوب ضمان کے سبب کی طرف مضاف ہوئی یعنی استہلاک کی طرف و مشکہ فی الحکم المعاملۃ ای القاء فان حصۃ الدھقان فی ید العامل امانة اور مزارعت کے ماتر حکم میں معاملت یعنی مساقاۃ ہے اس واسطے کہ زمیندار کا حصہ عامل کے لحاظ میں امانت ہے واذا قصر المزارع فی سقی الارض حتی یلک الزرع بهذا السبب لم یضمن المزارع الفاسدة ویضمن فی الصحیۃ وجوب العمل علیہ فیہا کما مردہ فی یدہ امانة فیضمن بالتقصیر اور جب کہ مزارع نے قصور کیا زمین کے سینچنے میں یہاں تک کہ کھیت خشک ہو گیا اس سبب سے تو مزارع تاوان نہ دے مزارعت فاسدہ میں اور مزارعت صحیحہ میں تاوان دے سبب واجب ہونے عمل کے مزارع پر صحیحہ میں نہ فاسدہ میں چنانچہ مذکور ہو چکا اور غلہ اس کے پاس امانت ہے تو ضمان دے گا بسبب نقصان کے فی السراجیۃ اکار ترک السقی عمد حتی یس من وقت ماترک السقی قیمتہ نابتا فی الارض وان لم یکن للزرع قیمة قومت الارض مزروعۃ وغیر مزروعۃ فیضمن ففضل ما بینہما سراجیہ میں ہے ایک مزارع نے سینچنا عمدہ چھوڑ دیا یہاں تک کہ کھیت خشک ہو گیا تو سنبھائی چھوڑنے کے وقت جو زمین میں جسے کھیت کی قیمت ہو اس کا تاوان دے اور اگر کھیت کی کچھ قیمت نہ ہو تو زمین مزروعہ اور غیر مزروعہ کی قیمت مقرر کی جائے تو جس قدر دونوں میں زیادتی ہو اتنا ضمان دے ہم یعنی مثلاً اگر زمین مزروعہ کی قیمت چار سو ہو اور غیر مزروعہ کی تیس تو دس کا ضمان دے فروغ مسائل ملحقہ شارح کے اخوالا کار السقی ان تاخیر امتعاد الا یضمن والا یضمن مزارع نے سنبھائی میں تاخیر کی تو اگر ویسی تاخیر کی عادت ہو مزارعین میں اور کھیت خشک ہو جائے تو تاوان نہ دے اور اگر تاخیر غیر معتاد ہو تو تاوان دے شرط علیہ الحصاد فتغافل حتی یلک منن الا ان یؤخر تاخیر امتعاد مزارع پر کھیت کا ٹنا مشروط ہو اس واسطے کہ یہاں تک غفلت کی کہ وہ تلف ہو گیا تو تاوان دے مگر یہ کہ اتنی تاخیر کہ جس کی عادت ہے تو تاوان نہیں ترک حفظ الزرع حتی اکلہ الدواب منن وان لم یرد الجراد حتی اکل کلہ ان اکن طرودہ منن والا لا بزادیۃ مزارع نے نگہبانی کھیت کی یہاں تک چھوڑی کہ اس کو چوپائے جانے لگا گئے تو تاوان دے اور اگر اس نے ٹڈی نہ ہانگی یہاں تک کہ سارا کھیت کھا گئی تو اگر اس کا ہانگنا ممکن تھا تو تاوان دے اور اگر ممکن نہ تھا تو تاوان نہیں کذا فی البزازیۃ زرع ارض رجل بلا امرہ طالبہ بحصۃ الارض فان کان العرف جری فی تلک القریۃ بالنصف او بالثلث ونحوہ وجب ذلک ایک مرد نے دوسرے مرد کی زمین میں زراعت کی بدون اس کے امر کے تو صاحب زمین اس سے حصہ زمین کا مطالبہ کرے تو اگر اس کا گاؤں میں عرف جاری ہو نصف یا ثلث اور ماترک اس کے تو وہی واجب ہو گا حث بین رجلین الی احدہما ان یسقیہ اجر فلو فسدت قبل رفعہ للواکم لاضمان علیہ وان رفع الی القاضی وامرہ بذلک ثم امتنع منن جواہر الفتاویٰ ایک کھیت ہے دو شخصوں کی شراکت میں ایک شخص نے اس کے سینچنے سے انکار کیا تو اس پر زبردستی کی جائے سینچنے میں اور اگر کھیت بگڑ گیا ماکم سے نالش کرنے سے پہلے تو اس پر تاوان نہیں اور اگر اس نے قاضی سے نالش کی اور اس نے اس کو سینچنے کا حکم کیا پھر بھی اس نے نہ مانا تو اس پر تاوان لازم ہو گا کذا فی جواہر الفتاویٰ ہم ظاہر اس مسئلہ کی صورت یہ ہے کہ کھیت مشترک ہے نہ بطریق مزارعت کے اس واسطے کہ مزارعت کا حکم مصنف اور شارح ذکر کر چکا



مرطاً البذر علی المزارع ثم زر عمار رب الارض ان مل وجہ الاعانة فزارعة والا فتقن لما یج شرط ہوا مزارع پر پھر کھیت بویا صاحب زمین نے تو یہ بوجہ اعانتہ ہے تو مزارعت ہے اور نہیں تو مالک کا ہونا مزارعت کا توڑ دینا ہے وفتح الارض المستاجرة من الاجیر مزارعة جازان البذر من مستاجر ومعاط لم یجز مستاجر نے اجارہ کی زمین مالک زمین کو دمی بطریق مزارعت کے تو جائز ہے اگر بیج مستاجر کا ہو اور اگر بطریق مساقاة کے تو جائز نہیں استاجر ارضاً ثم استاجر صاحبها ليعمل فیها جاز النکل من منع المصنف مستاجر نے زمین اجارہ لی پھر مستاجر سے مالک نے زمین اجارہ لی تھاس میں عمل کرے تو جائز ہے یہ سب مسائل مصنف کی شرح منع الخفاری سے منقول ہیں ہم عمل سے ہر قسم کا عمل مراد ہے سوائے مساقاة کے اس واسطے کہ مذکور ہو چکا کہ مالک کو بطریق مساقات کے زمین دینا جائز نہیں وفتی آخر باب جنایۃ البہیمۃ معزیۃ لامة لبستان فی صیح امر البستان وغفل حتی دخل الماء وتلفت الکروم والھیطان قال لعین الکروم لا الھیطان ولوفیہ حصر من الحصر لا العنب النہۃ مار حفظہ علیہا قلت ولعین العنب فی عرفنا انتہی میں کتاہوں اور منع الخفاری میں جنایۃ البہیمۃ کے آخر باب میں خلاصہ سے منقول ہے کہ لبستان مساقی لے ضائع کرو یا کام باغ کا اور غافل ہو گیا یہاں تک کہ پانی باغ میں داخل ہوا اور انگور کے درخت اور دیوار میں تلف ہو گئیں ب خلاصہ لے کہا کہ تاوان دے درختوں کا نہ دیواروں کا اور اگر درختوں میں خام انگور ہو تو اس کا بھی تاوان دے نہ پختہ انگور کا اس سے اپنے کمال کو پہنچ گیا تو اس کی نگہبانی مساقی اور مالک دونوں پر واجب ہوگی میں کتاہوں اور ہمارے عرف میں انگور کا بھی تاوان انتہی مافی السخ التفق بلا اذن الاخر ولا امر قاض فهو متبرع کمرۃ وار مشترکہ خرچ کیا بلا اذن دوسرے کے اور بدون امر قاضی کے تو وہ خرچ ہے یعنی اس نے احسان کیا دوسرے سے خرچ کا مطالبہ نہیں کر سکتا جسے مشترک گھر کا مرمت کرنا بلا اذن شریک موجب رجوع نہیں عدت اس کی یہ ہے کہ مزارع غائب ہے الفقہائے مدت سے پہلے شخص حاضر خرچ کرے قاضی کا حکم لے کر اور صرف کیا غائب پھیر لے خواہ کھیت باقی رہے یا تلف ہو جائے اور اسی طرح اگر مزارع محتاج ہو جس کا کچھ مال نہیں تو یہی جواب ہے اور اگر بدون حکم غائب صرف کرے گا تو متبرع ہو گا اور اگر مدت اجارہ منقض ہو گئی اور مالک زمین غائب ہو گیا اور کھیت ہنوز گھاس اور ساگ ہے قاضی مزارع کو صرف کرنے کا حکم نہ دے مگر جب گواہی سے ثابت ہو کہ کھیت اس میں اور غائب میں مشترک ہے اور اگر بدون قاضی خرچ کرے گا تو مستطوع مٹھرے گا کذا فی الطحاوی مختصرات العاقل فقال وارثہ انا عمل الی ان یستعبد فذلک وان ابی رب الارض فی مزارع مرگیا سو اس کے وارث نے کہا کہ میں عمل کروں کھیت کاٹنے تک تو وہ اس کو درست ہے اگرچہ صاحب زمین نہ مانے کذا فی متقی و فی الوہبانیۃ سے دیاخذ ارضاً للیتیم وصیہ مزارعة ان کان ما ہو یبذر ۛ اور یتیم کا دمی یتیم کی زمین لے بطریق مزارعت اگر یتیم نہ ہو بیع لے والا ہم اگر بیع دیکھی ہو تو مزارعت جائز ہے اور اگر یتیم کا بیع ہو تو جائز نہیں اور اسی پر فتویٰ ہے کذا فی الطحاوی سے ولو قال بذل الارض فی مزارع ۛ لا نقول بعد المصد والنقص منکر ۛ اور اگر مزارع کے کہ زمین کا بیع میرا ہے تو اسی کا قبول مقبول ہو گا کھیت کاٹنے کے بعد اور لاکھ طرف ثانی اس کا منکر ہے واللہ تعالیٰ اعلم واستغفر اللہ الکریم ۛ



# کتاب المساقاة

یہ کتاب ہے مساقاة کے احکام میں لا تنفی مناسبتھا پوشیدہ نہیں مناسبت مساقاة کی حرارت سے ہم اس واسطے کہ دونوں عقد شرعی ہیں تفصیل منقوت کے واسطے فرق اتنا ہے کہ مزارعت میں کھیت کی خبر گیری ہے سینچنے وغیرہ سے اور مساقاة میں باغ اور درختوں کی اصلاح ہے سنبائی وغیرہ سے ہی المعاملة بلغة اہل المدینة مساقاة اہل مدینہ کی زبان میں معاہدت ہے یعنی اہل مدینہ مساقاة کو معاملہ کہتے ہیں مثنیٰ نعتہ و شرعا معاقدۃ دفع الشجر والکرم وبل للراد بالشجر ما لیم غیر المشرک الجوز والصفصاف لم ارہ الی من لعلکم تجر معلوم من ثمرہ تو مساقاة باعتبار لغت اور شرع کے جلدت ہے معاقدہ دفع شجر سے یعنی درخت اور انگور کی ہل دینا اس شخص کو جو درخت کی اصلاح کرے کہ اس کے معین پھلوں پر اور کبا شجرہ سے وہ درخت بھی مراد ہے جو درخت غیر مثمر کو بھی شامل ہو چنانچہ جوز اور صفصاف کا درخت میں نے اس کو نہیں دیکھا کتب فقہ میں ہم یعنی مساقاة کے معنی لغوی اور شرعی میں کچھ فرق نہیں اور یہی قول نہایت میں ہے اور ظاہر کلام زبلی اور عینی ہاؤ مسکین اور درخت پر دلالت کرتا ہے زبلی نے اور اسی طرح صاحب درر نے کہا مساقاة معاہدت ہے مثنیٰ سے علی نے کہا تعریف مساقاة میں مضمصر ہے تو اشبا غیر مثمرہ کو کیونکہ شامل ہوگی مگر یوں جواب دیا جائے کہ ذکر اس کا بنا بر مادت مال کے ہے وہی کا المزارعة حکما و خلافاً اور مساقاة مزارعت کے مانند ہے ازراہ حکم اور اختلاف کے یعنی امام کے نزدیک مساقاة صحیح نہیں برخلاف صاحبین کے اور حکم مساقاة یہ ہے کہ وہ صحیح ہے اور اسی پر فتویٰ ہے وکذا مشروطاً تمکن ہنا لیخرج بیان البذر ونحوہ اور اسی طرح مساقاة مزارعت کے مانند ہے ان شروط میں جو یہاں ممکن ہیں امکان کی قید اس لیے لگائی تا یخرج وغیرہ کا جیسا کہ اس کی جنس اور مقدار کا بیان کنا شکل جائے ہم شروط ممکنہ مساقاة چنانچہ اہلیت متعاقدين کی اور بیان کرنا حصہ عامل کا اور تمکین کر دینا عامل اور اشبار میں اور شرکت بھل میں جو پیدا ہوا لانی ار لجة اشياء فلا بشرط ہنا اذا امتنع احد ہما بکیر علیہ اذا حضر بخلاف المزارعة کامر مگر چار چیزوں میں سو وہ یہاں شرط نہیں ہوتی ایک یہ کہ جب کہ احد العاقدین انکار کرے تو اس پر مساقاة میں جبر کیا جاوے گا اس واسطے کہ کوئی ضرر نہیں برخلاف مزارعت چنانچہ مذکور ہو چکا یعنی اگر صاحب تخم مزارعت میں انکار کرے تو اس پر جبر نہیں واذا التقت المدة ترک بلا اجر و عمل بلا اجر و فی المزارعة باجر اور جب کہ مساقاة کی مدت منقض ہو جائے تو چھوڑ دیا جائے بدون اجر کے اور اس میں عمل کیا جائے بدون اجر کے اور مزارعت میں اجرت کے ساتھ ہم یعنی مدت مساقاة اگر منقض ہو جائے اور پھل خام ہوں تو عامل کو جائز ہے کہ خبر گیری کیا کرے پھل پختہ ہونے تک جس طرح مزارع کو جائز ہے لیکن مزارعت میں مزارع پر اجرت زبلی کی بقدر اس کے حصہ کے واجب ہوگی اور مساقات میں بقدر اس کے حصہ کے اجرت واجب نہیں اس واسطے کہ اشبار کا اجارہ درست نہیں برخلاف مزارعت کے کہ دلوں زمین کا اجارہ ہوگا اور وہ درست ہے کذا فی الطحاوی عن الزبلی واذا استحق التخیل یرجع العامل باجر مثل و فی المزارعة لبقیمۃ الزرع اور جب کہ نخلستان میں استحقاق غیر ثابت ہو تو عامل اپنی اجرت مثل مہر لے اور مزارعت میں کھیت کی قیمت

۱۵ صفصاف بالفتح وخت بید کہتے ہیں اور جز کی جگہ حر لینی مراد ہوتا تو اجابوتا ۱۲ ج



ہم عامل اس وقت اجرت ملے گا جب کہ کھجور مشرہ ہو اور اگر پھل نہ ہوں تو کچھ اجرت نہیں کذا فی الطحاوی عن تاتارخانیہ والراجح بیان المدة  
لیس بشرط ہنا استسنا للمعلم بوقتہ مادة اور جو مٹی چیز جو مزارعت بشرط ہے اور مساقاة میں نہیں بیان کرنا ہے مدت کا بیان مدت  
یہاں استسنا بشرط نہیں بسبب معلوم ہونے اس کے وقت کے بطریق عادت کے ہم یعنی پختگی پھل کا وقت مقرر ہے اس میں کم تفاوت پڑتا ہے  
وحینہ یقع علی اول ثم یرج فی اول السنۃ اور اس وقت یعنی در صورت عدم ذکر مدت مساقاة واقع ہوگی پہلے پھل پر اور جو پیدا ہوا اول  
سال میں ہم یعنی مساقاة منعقد ہوگی اول ثم یرج اس سال میں خارج ہوا اس واسطے کہ وہ متیقن ہے اور مابعد اس کا مشکوک ہے و فی الرطبۃ  
علی اوراک بذریۃ اذ الرطبۃ فیہ وحدہ اور در صورت عدم بیان مدت رطبہ میں مساقاة منعقد ہوگی اس کے بیج کے پکنے پر اس واسطے کہ اس  
کی فقط بیج ہی میں رغبت ہوتی ہے ہم رطبہ لفتح اول ولایت میں عمدہ چارہ ہے ایک بار کا بویا سالہا سال رہتا ہے اس کے بیج کی زیادہ  
قدر ہوتی ہے طحاوی نے کہا رطبہ جب تک تر رہتا ہے اس کو قصب کہتے ہیں اور اہل مصر ہر سیم کہتے ہیں اور خشک کو در لیس بولتے ہیں اور بعضوں  
نے کہا رطبہ سے بقول مراد ہیں چنانچہ شارح نے قول ثانی پر اکتفا کیا ہے اگلی عبارت میں انتہی اور فارسی میں رطبہ کو سببست کہتے ہیں  
فان لم یرج فی تلک السنۃ ثمرۃ فسدت اور اگر اس سال میں پھل نہ پیدا ہو تو مساقات فاسد ہوگی در صورت عدم بیان مدت ولو ذکر مده  
لا یرج الثمرۃ فیہا فسدت اور اگر ایسی کثرت ذکر کرے جس میں پھل ہو پیدا تو مساقاة فاسد ہے ولو تبلغ الثمرۃ فیہا اولاً تبلغ صح  
لعدم التیقن بغوات المقصود اور اگر اتنی مدت مذکور ہو کہ گاہے اس میں پھل پختہ ہو اور گاہے نہ پختہ ہو تو عقد صحیح ہے بسبب عدم تیقن قوت  
مقصود کے ہم بلکہ اس مدت میں مقصود کا احتمال ہے اور بسبب حدوث آفت کے احتمال موجود ہے ہر مساقاة اور مزارعت میں فلو خسرج  
فی الوقت المسمی فعلى الشرط لصحة العقد والافسدت فللعامل اجر المثل لیدم عملہ الی اوراک الثمرۃ تو اگر پھل پیدا ہوا وقت مسمی میں تو  
مساقاة اپنے مشروط پر ثابت ہے بسبب صحیح ہو جانے عقد کے اور اگر پیدا ہو تو مساقاة فاسد ہے سو عامل کے واسطے اجرت مثل ہے تاکہ اس  
کا مل ہمیشہ بارے پھل پکنے تک ولو دفع غراسانی ارض لم تبلغ الثمرۃ علی ان یصلحاً فما یرج کان بینہما تلفسذ ہذہ المساقاة ان  
لم یدکر اعواما معلومۃ وان ذکر ذلک صح اور اگر ایسے پودے درخت کے جو زمین میں قائم ہیں اور ہنوز ان کے پھلنے کی نوبت نہیں پہنچی مالک  
سے باغبان کو دیے اس شرط پر کہ ان کی خبر گیری اور درستی کرے اور جو پھل پیدا ہوا وہ دونوں میں نصف نصف ہو تو یہ مساقاة فاسد ہے اگر وہ  
چند سال معین کو ذکر نہ کرے اور اگر ذکر کرے اس کو تو عقد صحیح ہے ہم بیان مدت اس صورت میں اس لیے ضرور ہوا کہ نئے درختوں کا پھل  
لانہایت متفاوت ہوتا ہے باعتبار قوت اور ضعف اراضی کے تو اس کا اول ثم یرج محمول کرنا ممکن نہیں کذا فی الزلیعی و کذا لو دفع اصول رطبۃ  
فی ارض مساقاة ولم یسم المدة اور اسی طرح مساقاة فاسد ہے اگر رطبہ کی جڑیں جو زمین کے اندر ہیں بطور مساقات کے دیں ہم یعنی بقا موصول  
تک مساقاة فاسد ہے اس واسطے کہ اس کی انقطاع کی حد مقرر نہیں کیونکہ رطبہ کی جڑیں بڑھا کرتی ہیں جب تک زمین میں قائم ہیں تو مدت مجہول  
مطہری کذا فی الزلیعی بخلاف الرطبۃ فانہ یجوز ان لم یسم المدة ویقع علی اول جزء لکیون بر خلاف رطبہ کے کہ اس کی مساقاة جائز ہے اگرچہ مدت  
مذکور نہ ہو اور عقد واقع ہوگا اول تراش پر جو عقد کے بعد ہو ہم اس واسطے کہ اس کی نہایت کی حد ہے چنانچہ چھ مہینے کذا فی الدرر ولو دفع رطبۃ  
انتہی جذاً و اعلى ان یقوم علیہا حتی یرج بذریۃ و یكون بینہما نصفین جاز بل بیان المدة والرطبۃ لصاحبہا اور اگر مالک وہ رطبہ  
سے جس کے قلع کا وقت منتہی ہو گیا اس شرط پر کہ عامل اس کی خبر گیری کیا کرے یہاں تک کہ اس کا بیج پیدا ہو اور بیج دونوں میں نصف نصف  
ہو تو مساقاة جائز ہے بدون بیان کرنے مدت کے اور رطبہ اس کے مالک کی ہے ہم اس واسطے کہ بیج کا وقت مزارعین کے نزدیک معلوم ہے

لے بیج سین مہل و کسر بار فارسی سکون سین مہل ساگ نرم اور پختا ہے جس کے کھانے سے مواش فربہ ہو جاتے ہیں ۱۲

اور بیج نکلا عامل کی محنت سے تو مناصفہ شرط کرنا صحیح ہو گیا اور رطبہ فقط مالک کا ہوا اس واسطے کہ عامل کی محنت کا اس میں کچھ اثر نہیں کذا  
 فی الدرر ولو شرط الشریکۃ فیہا اسی فی الرطبۃ فقدت لشرطہا الشریکۃ فیہا لانیو عملہ اور اگر دونوں نے رطب میں بھی شرکت شرط کی تو مساقاة  
 فاسد ہے اس واسطے کہ انہوں نے اس میں شرکت شرط کی جو نہیں بڑھا عامل کی محنت سے یعنی رطبہ تو موجود تھا اس کی محنت سے پہلے و تصحیح  
 فی الکرم والشجر والرطب المرو منها جمیع البقول واصول الباذرغان والتحل وخصا الشافعی بالکرم والتحل اور مساقاة صحیح ہے انگور کی  
 بیل اور درخت اور رطبات سے مراد جمیع بقول ہیں اور مساقاة صحیح ہے بیگن کی جڑوں میں اور کھجور میں اور امایم شافعی نے مساقاة کو مخصوص کیا  
 ہے انگور اور کھجور میں لوفیہ ای الشجر المذكور ثمرة غیر مدرکۃ یعنی تزیید بالتحمل وان مدرکۃ قد انتہت لا تصح کالمزارعة لعدم الحاجة مساوات  
 صحیح ہے اگر درخت مذکور میں کچا پھل ہو یعنی جو عامل کی محنت سے بڑھے اور اگر پختہ پھل ہو جو اپنی نہایت کو پہنچ گیا تو مساقات صحیح نہیں شرکت  
 کے مانند عدم حاجت کے سبب سے دفع ارضا بیضا عدا معلومۃ لیغرس وتكون الارض والشجر بینہما لا تصح لاشترک الشریک فیہا ہو  
 موجود قبل الشریکۃ فکان کفیض الطمان ففسد زمین سفید یعنی خالی صاف زمین دی مدت میں پر تاکہ عامل اس میں درخت لگا دے اور زمین اور درخت  
 دونوں میں نصفانصاف ہو تو مساقاة صحیح نہیں بسبب شرط ہونے شرکت کے اس چیز میں جو موجود ہے شرکت سے پہلے یعنی زمین تو یہ قفیر الطمان  
 کے مانند ہوا تو فاسد ہو گا والشم والخرس لب الارض بتمالارضہ ولما خرق قیمۃ غرسہ يوم الغرس واجر مثل عملہ اور مسئلہ مذکورہ میں پھل اور  
 درخت صاحب زمین کا ہے اس کی زمین کا تابع ہو کر اور دوسرے شخص یعنی عامل کے واسطے اس کے درخت کی قیمت ہے جو قیمت کہ درخت  
 لگانے کے دن تھی اور اس کے عمل کی اجرت مثل ہے وحیلة البوزان بیع نصف الخراس نصف الارض ویستاجر رب الارض العامل ثلث سنین  
 مثل بشی قلیل لیعمل فی نصیبہ صدر الشریعۃ اور شرکت مذکورہ کی جواز کا یہ حلیہ ہے کہ عامل آدھے درختوں کو بعض اوصی زمین کے بیع کرے اور زمین  
 کا مالک عامل کو مثلاً تین سال کے واسطے نوکر رکھ لے مقوڑی سی اجرت پر تاکہ مالک کے حصہ میں وہ محنت کر کے درخت تیار کر دے کذا فی شرح  
 الوقایہ لصدر الشریعۃ ثم قواس تدبیر سے صاحب زمین نصف زمین اور نصف درختوں کا مالک ہو گا اور اسی طرح عامل نصف زمین اور نصف درختوں کا  
 مالک مقرر ہے گا اور تین سال سے مراد وہ مدت ہے جس میں درخت پھلنے کے لائق ہو جائیں وہ بہت البرک بنوعہ رجل والمقتہا فی کرم آخر  
 فنبت منها شجرة فنی لصاحب الکرم اذ لا قیمۃ للنزاة ایک مروی گٹھل کو ہوا اڑا لے گئی اور دوسرے شخص کے باغ میں اس کو ڈالا سو اس سے  
 درخت جھا تو زمین کے مالک کا ہو گا اس واسطے کہ گٹھل کی کچھ قیمت نہیں وکذا الوقعت نخوة فی ارض غیرہ فنبتت لان النخوة لا تنبت الا  
 بعد ذاب لہما اور اسی طرح اگر شفتا لود دوسرے کی زمین میں گرا پھر وہاں جھا تو زمین کے مالک کا ہو گا اس واسطے کہ شفتا لو نہیں جھتا مگر اس کے  
 گوشت کے جانے کے بعد یعنی جھنے کے وقت فقط گٹھل باقی رہی اور گٹھل کی کچھ قیمت نہیں و تبطل اسی المساقاة کالمزارعة بموت احدہما مضمی  
 مدتها والشم فی ہذا قید لصورۃ الموت ومضى المدة اور مساقات مزارعت کے مانند باطل ہو جاتی ہے احد الما قدین کی موت سے اور مساقاة  
 کی مدت منقض ہو جانے سے اور حالانکہ پھل کچا ہے شارح نے کہا یہ یعنی خالی خرموت اور انقضاء مدت دونوں کی قید ہے قال مات  
 العامل لقوم ورثتہ علیہ ان شاء حتی یدرک الثمر وال ان کرہ الدافع ای رب الارض وان ارادوا القلع لم یجروا علی العمل سو اگر عامل مر گیا  
 تو اس کے وارث اس پر قائم ہیں اگر چاہیں یہاں تک کہ پھل پختہ ہو اگر چہ دینے والا یعنی زمین کا مالک اس کو پسند نہ کرے اور اگر وارث پھل  
 توڑنا چاہیں تو عمل کرنے پر ان پر جبر نہ ہو گا مگر اور مالک زمین کو اس صورت میں تین امر میں اختیار ہے چاہے وارثوں کے سامنے وہ بھی

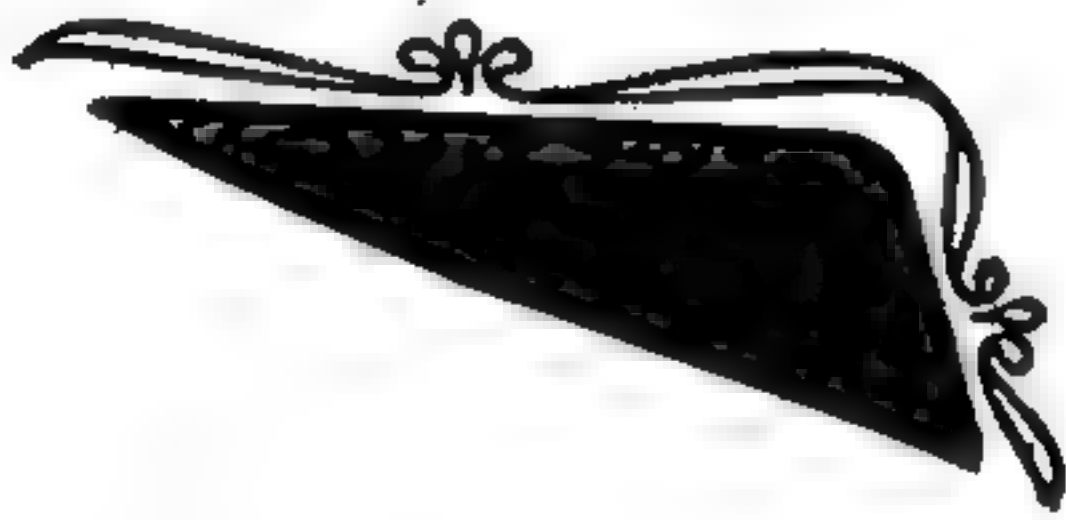
(پہلے سنو کا حاشیہ)

بقیہ حاشیہ



کی پھل توڑے اور قسمت کرے اور چاہے عامل کے حصہ کی قیمت دے اور سب پھلوں کا مالک ہو اور چاہے خرچ کر کے پھلوں کی خبر گیری کر اوسے ان کی پختگی تک اور جو صرف ہو وہ عامل کے حصہ سے جو پھلوں میں ہے مگر اسے کذا فی الطحاوی وان مات الدافع ليقوم العامل كما كان وان کره ورثته الدافع دفعا للفرار اگر دینے والا یعنی مالک زمین مر جائے تو قائم رہے عامل عمل پر جس طرح پہلے تھا اگرچہ مالک کے وارث راضی نہ ہوں یہ حکم دفع ضرر کے سبب سے ہے ہم اور اگر عامل کچے پھل توڑ لینے پر راضی ہو تو اس کو اختیار ہے اس واسطے کہ عقد کا باقی رکھنا اس کے ضرر دفع کرنے کے واسطے تھا اور اگر وہ راضی ہوا اپنے ضرر پر تو عقد باطل ہوگا اور مالک زمین کے وارثوں کو زیارات ثلاثہ مقدمہ ہیں کذا فی الطحاوی وان مات فانما الخيار فی ذلک لورثته العامل كما مر اور اگر عامل اور مالک زمین دونوں مر گئے تو اس میں عامل کے وارثوں کا اختیار ہے چنانچہ مذکور ہو چکا وان لم يميت احدهما بل النقصت مدتها ای المساقاة فالخيار للعامل ان يشار عمل على ما كان اور اگر احد العاقدین سے کوئی نہ مر گیا بلکہ مساقاة کی مدت منقضی ہو گئی تو عامل کو اختیار ہے اگر وہ چاہے تو عمل کیا کرے جس طرح مدت کے اندر کرتا تھا تا پختگی پھر اور چاہے نہ عمل کرے و تفسخ بالعذر كالمرارعة كما فی الاجارة اور مساقاة فسخ کی جاتی ہے عذر سے مزارعت کے مانند چنانچہ اجارات میں فسخ ہوتا ہے عذر سے ومنه كون العامل عاجزا عن العمل وكونه سارقا يخاف على ثمره وسعفه منه دفعا للفرار اور منجملہ عذرات عامل کا عاجز ہونا عمل سے اور اس کا چور ہونا کہ اس کی طرف سے خوف ہو اس کے پھل اور شاخوں پر فسخ جائز ہو دفع ضرر کے واسطے فروغ مسائل لمحقہ شارح کے ماقبل الا وراک کسقی و تليق و حفظ فعل العامل وما بعده كذا و حفظ فعلها ولو شرط على العامل فسدت اتفاقا لستقي والا صل ان ما كان من عمل قبل الادراك كسقی فعل العامل وبعده كسقاء عليها كما بعد القسمة فليحفظ جو عمل کہ پختگی پھر سے پہلے ہے چنانچہ سینپنا اور تليق حرام اور نگہبانی سو وہ عمل پر ہے اور جو عمل کہ پختگی کے بعد ہے جیسے پھل توڑنا اور نگہبانی سو عامل اور مالک دونوں پر لازم ہے اور اگر عمل بعد از پختگی بھی عمل پر شرط کیا جائے تو مساقاة فاسد ہوگی بالاتفاق کذا فی الملتقى اور قاعده کلیہ یہ ہے کہ جو عمل کہ قبل از پختگی ہو جیسے سینپنا تو وہ عامل پر ہے اور جو بعد پختگی ہو چنانچہ قطع کرنا وہ دونوں پر ہے چنانچہ قسمت کے بعد دونوں پر ہے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے دفع کردہ معاملاتہ بالنصف ثم زاد احدهما على النصف ان زاد رب الكرم لم يجره لانه بجهة مشاع ليقسم وان زاد العامل جاز لانه استقاط مالک نے انکور کی بیل نصف النصف پر بطور مساقات کے دی پھر ایک شریک نے نصف پر کچھ زیادہ مقرر کر دیا تو اگر مالک انکور نے زیادہ کر دیا تو جائز نہیں اس واسطے کہ یہ مہم ہے اس مشاع کا جو قسمت پذیر ہے اور اگر عامل نے زیادہ کر دیا تو جائز ہے اس واسطے کہ یہ اسقاط ہے یعنی اپنا حق کم کر دیا دفع الشجر لشريك مساقاة لم يجره لانه بجهة مشاع ليقسم ورجع دے اپنے شریک کو بطور مساقاة کے تو جائز نہیں اور اس کے واسطے اجرت بھی نہیں اس واسطے کہ وہ شریک ہے تو عمل اس کی ذات کے واسطے واقع ہو گا ہم یعنی عمل امالتا ابني ذات کے واسطے ہو گا اور بقایہ غیر کے واسطے و فی الوهبانية سے و مال المساقاة ان لیساقی غیرہ : وان اذن المولى له لیسین یکرہ : اور وہبانیہ میں ہے اور مساقی یعنی عامل کو جائز نہیں یہ کہ اپنے غیر کو بطور مساقات کے دے اور اگر مالک اذن دے اس کو تو مایوب نہیں ہم یعنی اگر مالک یوں کہے کہ عمل کر اپنی عقل اور تجویز پر تو دوسرے عامل کو مساقاة کرنا درست ہے جیسے شرح وہبانیہ اور عالمگیریہ سے مستفاد ہوتا ہے تو اگر ناظم بجائے اذن اطلق بولتا تو بہتر ہوتا کذا فی الطحاوی و فی معایاتہ : و ای شباه دون ذبح یحلیہ : و ای المساقاة والمزارع یحفر : اور وہبانیہ کی پیلیوں میں سے یہ پہلی ہے اور کس بکری کو ذبح کرنے کے شارح حلال کہتا ہے اور کونسی مساقی اور مزارع کو کافر کہتے ہیں ہم پہلے سوال کا جواب یہ ہے کہ وہ بکری مردہ

ہے جو جنگل میں وحشی ہو گئی کسی طرح اس کے مالک کو نہیں ملتی ہے کہ اس کو ذبح کرے تو وہ زخمی کر دینے سے حلال ہو جاتی ہے خواہ زخم ہاتھ پائی میں لگے خواہ پیٹ یا پیٹھ میں اور دوسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ ہر مساقی اور مزارع کا فریب اس واسطے کہ کفر لغت میں معنی چھپانے کے ہے اور ہر باغبان اور کاشت کار تخم بوتا ہے تو اس کو خاک میں چھپاتا ہے تو یہاں کافر لغوی مراد ہے نہ کافر اصطلاحی خاتمہ منع النفاق میں ہے کہ محمد بن فضل کے فتاویٰ میں کہا کہ قولہ تعالیٰ (یا ایہا الذین آمنوا کلو مما فی الارض حلالاً طیباً) میں حلال تو معلوم ہے اور طیب وہ ہے کہ زمین کے بطریق مزارعت یا قفا کے یا اپنی زمین میں زراعت کرے اس طرح کہ نماز پنجگانہ جماعت سے اوقات مستحبہ میں ادا کرے تو حلال طیب حاصل ہو لیکن اگر ایک نماز میں بھی بسبب اشتغال زراعت کے تاخیر کرے گا وقت مستحب سے تو اس کی زراعت طیب نہ رہے گی اور اسی طرح اگر بیج بوسے گا یا درخت لگا دے گا بدین طہارت کے یا مزدور کی مزدوری نہ دے گا یا مزدوری دینے میں اتنی دیر کرے گا کہ سپینہ مزدور کا خشک ہو گیا یا اداسٹہ شبن میں مدت معین کے ہو جانے کے بعد تاخیر کرے گا یا شبن متفرق دے گا بدین رضا مندی بالئے کے تو اس کی کھیتی طیب نہ رہے گی اور مستحب یہ ہے کہ بیج زمین میں ڈالے طہارت کر کے پھر کھیت کے کنارہ پر دو رکعتیں نماز پڑھے اور یہ دعا کرے (اللهم انی عبد ضعیف سلبت بذالیک فسلمہ لی وبارک لی فیہ) پھر مرد پڑھے حق سبحانہ تعالیٰ اس کھیت کو آفات سے بچا دے گا اور اس میں برکت کرے گا اور جب کھیت پختہ ہو تو مستحب ہو کہ یہ ہے کہ کیل یا وزن کرنے والا طہارت کر کے قبلہ رخ بیٹھے اور نہیں تو برکت نہ ہوگی پھر جب کیل یا وزن کر چکے تو دو رکعت نماز پڑھے اور یہ دعا کرے (یا ربی القیت بذراقلیل و اعطیتنی شیئاً کثیراً فاجعلہا قوت طاعة ولا تجعلہا قوت معصية واجعلنی من الشاکرین) اور اسی طرح درخت لگانے میں کرنا چاہیے کذا فی الطحاوی تبصرہ واللہ اعلم واستغفر اللہ العظیم الکریم ❦



۱۵۔ اسی میں بندہ ضعیف ہوں اس کو میں نے تیرے حوالہ کیا تو اس کو میرے حوالے کرنا اور مجھ کو اس میں برکت دینا ۱۲ ❦

۱۶۔ الہی میں نے حق تعالیٰ کا ڈالا اور تو نے مجھ کو بہت کچھ دیا پس اس کو غذائے طاعت کر اور غذائے معصیت کر ۱۰ اور مجھ کو

شکر گزاروں میں سے کر ۱۲ ❦



# کتاب الذبائح

یہ کتاب ہے حیوانات مذبحہ کے احکام میں ذبائح جمع سے ذبیحہ کی مناسبتہا لمزارعہ کو تھا اطلاق فی الحال للانتفاع بالنبات ولحم فی الحال مناسبت کتاب الذبائح کی کتاب المزارع سے ہونا دونوں کا اطلاق فی الحال اور نفع حاصل کرنا نباتات اور گوشت سے انجام کار میں ہم مناسب یہ تھا کہ شارع ذبائح اور مساقاة میں مناسبت مذکور کرتا اس واسطے کہ ذبائح مساقاة کے بعد مذکور ہے نہ مزارعت کے بعد تو وجہ مناسبت میں یوں کہنا حق ہے ہر ایک میں خورش انسان مذکور ہے مساقاة میں مہل اور ذبائح میں گوشت کذا فی الحموی البیہ اسم ما یذبح کا لذبیح بالکسر واما بالفتح قطع الا وادج ذبیحہ اس حیوان کا نام ہے جو ذبح کیا جائے جیسے ذبح بالکسر حیوان مذبح کا نام ہے اور ذبح بالفتح تو عبارت ہے قطع عروق سے حرم حیوان من شاة الذبح خرج السمک والجراد فیلان بلا ذکاة ودخل المتردۃ والنطیۃ وكل ما لم یتذک ذکاة شرعیاً اختیار یا کان او اضطرار یا جو ہاندار کہ شرعاً لائق اور قابل ذبح ہے وہ حرام ہے جب تک ذبح نہ کیا جائے بطریق ذبح شرعی کے خواہ ذبح اختیاری ہو خواہ اضطراری شارع نے کیا یاقوت ذبح کی قید سے مہل اور ٹڈی نکل گئی تو وہ دونوں حلال ہیں بدون ذبح کے اور حرمت میں داخل ہوا وہ جانور جو اپنے پر سے گر کے مر گیا اور جو جانور سینگ وغیرہ کا زخم کھا کر مر گیا اور جو حیوان کہ ذبح نہ کیا گیا ہم ملی نے کہا کہ شارع نے جو ماتن کی عبارت میں تصرف کیا سو تصرف فاسد ہے کہ متن قید نہ رہا تعریف میں انتہی لہذا مترجم نے عبارت متن کا ترجمہ مقدم جانا و ذکاة الضرورة جرح و طعن و انہار دم فی امی موضع وقع من البدن اور ضرورت کا ذبح زخمی کرنا اور کچنا اور خون کا بہانا ہے بدن میں سے جہاں کہیں زخم واقع ہو ہم کو چنا اور خون بہانا بدون زخم کے نہیں ہوتا تو طعن اور انہار دم کی کچھ حاجت نہ تھی و ذکاة الاختیار ذبح بین الحلق واللبۃ بالفتح المنحر من الصدر اور ذبح اختیاری ذبح کرنا ہے درمیان حلق اور لبۃ کے لبہ لفتح لام و تشدید باء منحر کرنے کا مقام ہے سینہ سے ہم دامن ترزیعی کا قول ہے کہ ذبح اختیاری زخم لگانا ہے درمیان لبہ اور لیمن کے اتقانی نے کہا کہ لبہ سر سینہ ہے اور لیمن ذقن ہے اور مصباح میں ہے لبہ شتر موضع ہے اس کے نحر کرنے کا فارابی نے کہا کہ لبہ عبارت ہے منحر سے اور منحر موضع ہے نحر کا حلق سے اور موضع قلاہہ کا ہے صدر سے کذا فی الطحاوی وعروۃ الملقوم کلا وسطہ و اعلاہ ادا سفلہ و جو مجری النفس علی الصیغ اور ذبح کے عروق میں سے ایک حلقوم ہے بالکل خواہ ذبح حلقوم کے درمیان ہو یا اس کے اوپر یا اس کے نیچے اور حلقوم دم کے آنے جانے کی راہ ہے بر قول صیح جس کو اہل ہند زخراکتے ہیں ہم بدایہ میں کہا کہ حلقوم مجری ہے طعام اور شراب کا سوکاتب وغیرہ کا سہو ہے بلکہ حلقوم سانس آنے جانے کی راہ ہے کذا فی شرح الوتایہ طحاوی نے کہا صاحب مواہب نے کہا کہ ذبح متعین ہے درمیان حلق اور لبہ کے چنے گرہ کے کمال باشانے کہا کہ ذبح جائز نہیں فوق العقدۃ یعنی گرہ کے اوپر اور بعضوں نے جواز کا فتویٰ دیا ہے اور زلیعی نے کہا ہمارے علماء نے اگرچہ عروق اربعہ کا قطع شرط کیا ہے سو حلقوم اور مری میں سے ایک کا قطع سب کے نزدیک مزدکی ہے اور جب کہ عقدہ حلقوم میں سے جانب سر کچھ باقی نہ رہے گا تو ایک کا بھی قطع مامول نہ ہو گا تو وہ ماکول نہ ہو گا بالا جماع اور اسی طرح شتمنی اور ملا علی اور شربلالی نے کہا ہے اور فتاویٰ عالمگیری اور تجنیس اور مزید میں واقعات سے زلیعی کے موافق منقول ہے تو ظاہر ادلیعی اور اس کے سامعین کا قول حق ہے بالجملہ امتیازا

یہ ہے کہ متفق علیہ پر عمل کرنا چاہیے انتہی مختصراً والمری جو مجری الطعام والشراب اور منجملہ عروق اربعہ مری ہم وزن امیر ہے یعنی کھانے اور پینے کی راہ ہم اطباء نے تصریح کی ہے کہ اقتضائے فہم میں دو منقذ ہیں ایک دم آنے جانے کا منقذ ہے پیچھے سے کی طرف اس کو قصبہ یہ کہتے ہیں اور دوسرا طعام اور شراب کا منقذ ہے معدہ کی طرف اس کو مری بولتے ہیں اور حلقوم اور قصبہ یہ سامنے ہے اور مری اس کے پیچھے ہے پشت کی طرف والود جان مجری الدم اور منجملہ عروق اربعہ ووجان ہیں جن میں خون پھر تاسے جن کو شاہ رگ بولتے ہیں ہم دونوں رگیں حلقوم اور مری کے چپ درسام واقع ہیں یہ چاروں عروق ذبح کے واسطے اس لیے متعین ہوئیں کہ دونوں شاہ رگ کا قطع خون نکل جانے کے واسطے ہے اور حلقوم اور مری کا قطع تعبیل کے واسطے ہے یعنی تاکہ جان جلد نکل جاوے کذا فی الطحاوی وحل الذی یورح لقطع امی ثلاث منها اذ لا کثر حکم النکل اور حیوان مذکور حلال ہو جاتا ہے عروق اربعہ میں سے تین رگوں کے کٹ جانے سے کوئی کیوں نہ ہو اس واسطے کہ اکثر کے واسطے کل کا حکم ہے یعنی اکثر کل کے برابر ہے ہم تین رگوں کا قطع ضرور ہے خواہ حلقوم اور مری اور ایک شہ رگ خواہ حلقوم اور دو شہ رگ خواہ مری اور دو شہ رگ وہی یقینی قطع اکثر کل منها خلاف ثلثہ اور کیا کفایت کرتا ہے کل عروق اربعہ میں سے ہر رگ کے اکثر کا قطع ہونا اس میں خلاف ہے ہم شبلی نے حاشیہ میں کہا کہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک عروق اربعہ میں سے کوئی تین رگیں جب کہ قطع ہو جاویں تو ذبیحہ حلال ہے اور ابو یوسف سے تین روایتیں ہیں ایک تو یہی روایت ہے کہ مذکور ہو چکی دو مری روایت یہ ہے کہ حلقوم اور دو رگوں کا قطع کرنا شرط ہے تیسری روایت یہ ہے کہ قطع حلقوم اور مری اور ایک شہ رگ کا شرط ہے اور محمد کے نزدیک عروق اربعہ میں سے ہر رگ کا اکثر کٹ جانا ضروری ہے یعنی اگر ہر رگ دو حصہ قطع ہو جائے اور ایک حصہ قطع سے باقی رہے تو ذبیحہ حلال ہے کذا فی الطحاوی وحل الذی یورح بکل ما افری الا وواج اراد بالادواج کل اربعة تغلیبا وانزل الدم ای اسالہ ولو بنا را و بطیہ ای قشر قصبہ اور مواج ہی جرابیع کا سکین یذبح بہا اور ذبح کرنا حلال ہے ہر ایک تیز چیز سے جو ادواج کو کاٹ دے اور خون کو بہا دے اگرچہ قطع اور خون نری آگ سے ہو یا بانس یا نر کل کے پوست سے یا ہارحہ وار پتھر سے شارح نے کہا مصنف نے ادواج سے چاروں رگوں کا ارادہ کیا باعتبار تغلیب کے اور مردہ وہ سفید پتھر چھری کے مانند ہے جس سے ذبح کرتے ہیں ہم شبلی نے حاشیہ میں کہا ایک غریب مسئلہ ہے کہ اتفاقاً نے ہدایہ کی کتاب البنایات میں ذکر کیا ہے کہ آگ سے ذکاۃ یعنی ذبح ہو سکتا ہے اگر آگ رکھی جائے موضع ذبح پر اور حلقوم اور دونوں شہ رگ کو قطع کر دے تو اس کا کھانا حلال ہے اس کو قدوری نے اپنی شرح میں مذکور کیا ہے انتہی اور اس کے خط سے حاشیہ پر یوں مذکور ہے کہ یہ روایت اصول شمس الائمہ اور اصول فخر الاسلام کے مخالف ہے کہ ذکاۃ آگ سے نہیں واقع ہوتی کذا فی الطحاوی الا سنا وظرفا قائلین مگر جے مانع اور جے ناخن سے ذبح کرنا حلال نہیں ولو کاننا منزعین حل عندنا مع الکراہتہ لما فیہ من الضرر بالحوان کذبہ بشفرۃ کلیۃ اور اگر دانت اور ناخن منزع ہوں یعنی علیحدہ اور جدا ہوں منہ اور انگلی سے تو ہم حنیفوں کے نزدیک ان سے ذبح کرنا حلال ہے کراہت کے ساتھ اس واسطے کہ اس میں ضرر یعنی حیوان کو تکلیف ہے جیسے جانور کو ذبح کرنا کذبہ چھری سے مکروہ ہے ہم امام شافعی کے نزدیک دانت اور ناخن سے ذبح کرنا مکروہ ہے کیونکہ حدیث میں منع وارد ہے کہ وہ حبشیوں کی چھریاں ہیں یعنی حبشی لوگ جانور کو دانتوں اور ناخن سے ذبح کرتے تھے اور حنیفوں کے نزدیک یہ حدیث نیز منزع ہر محمول ہے کہ حبشیوں سے یہی صادر ہوتا ہے طحاوی نے کہا کہ ظاہر کراہت سے کراہت تحریمی مراد ہے چنانچہ تعلیل کراہت سے بننے نسوز میں اس کے بعد یہ بھی مذکور ہے ومع البزازی قطع حلقوم و مری و اکثر و دج یعنی بزازی نے تصریح کی ہے کل حلقوم اور مری کی اور ایک شہ رگ میں سے اکثر کے کٹنے کی اور بعض نسوز میں یہ عبارت بھی ہے وسیعی انہ کیف من الحیوۃ قدر ما یبقی فی



اس پر دلائل کرتی ہے وندب احد او شفرتہ قبل الاضجاع وکرہ بعدہ کالجربہ لہا ال المذبح اور مستحب ہے تیز کر لینا چھری کاذبو کے ٹانے سے پہلے اور تیز کرنا ٹانے کے بعد مکروہ ہے جس طرح اس کا پاؤں پڑے کھینچنا مذبح کی طرف مکروہ ہے ہم حدیث میں وارد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے احسان کرنا ہر چیز پر فرض کیا ہے توجیب قتل کرنا تو اچھی طرح کرنا اور جب ذبح کرنا تو اچھی طرح کرنا اور چاہیے کہ تیز کر لے اپنی جہوں کو اور آرام دے اپنے ذبیحہ کو ووقہما من قفلا ما ان بقیت حیۃ حتی تقطع العروق والام تمل لموتہا بلا ذکاة اور مکروہ ہے جانور کا ذبح کرنا اس کی گردن کے پیچھے سے اگر وہ زندہ رہے رگوں کے کٹ جانے تک اور اگر اس قدر زندہ نہ رہے تو اس کا کھانا حلال نہیں بدون مذبح کے مرنے سے ہم وجہ کراہت مخالف سنت کی ہے اور اس واسطے کہ اس میں بلا حاجت زیادہ تکلیف رسائی ہے والنخع بفتح فسکون بلوغ السکین النخاع و ہوعن ابی بنی جوف عظم الرقبۃ اور مکروہ ہے ذبح شدید یہاں تک کہ حرام مغز تک چھری پہنچ جائے شارح نے کہا نخع بفتح نون و سکون کا معجم پہنچنا چھری کا نخاع تک ہے اور نخاع سفید رنگ ہے گردن کی ہڈی کے اندر ہم نخاع بالکسر اور فتحہ اور حنہ بھی لغت میں درست ہے حرام مغز کو کہتے ہیں جو گردن اور پیٹھ کی گریوں میں دہنا لے کے ماتہ واقع ہے طحاوی نے کہا بعضوں نے کہا نخع یہ ہے کہ گردن کو کھینچنے کا ذبح کا مکان ظاہر ہو اور بعضوں نے کہا کہ نخع گردن کا توڑنا ہے ٹھنڈے ہونے سے پہلے اور یہ سب افعال مکروہ ہیں کہ بلا فائدہ تعذیب ہے جیسا کہ زیلعی میں ہے وکرہ کل تعذیب بلا فائدہ مثل قطع الراس والسیخ قبل ان تبری دای تسکن من الاضطراب و ہو تفسیر باللازم کمالا یغنی اور بدون فائدہ کے بر تعذیب اور تکلیف رسائی مکروہ ہے چنانچہ سر کا کاٹنا اور کھال کا ادھیڑنا ٹھنڈے ہو جانے سے پہلے یعنی سکون من الاضطراب کے پیش تر اور وہ تفسیر باللازم ہے چنانچہ غنی نہیں یعنی برودت کو سکون عن الاضطراب لازم ہے بدون عکس اس واسطے کہ گاہے سکون عن الاضطراب ہوتا ہے اور برودت اس سے متاخر ہوتی ہے اور منجملہ تعذیب ہے فائدہ سے یہ ہے کہ ایک جانور کو دوسرے جانور کے سامنے ذبح کرنا کہ ان الطحاوی وکرہ ترک التوجہ الی القبلة لمخالفتہ السنۃ اور مکروہ ہے ذبح کے وقت قبلہ رخ نہ ہونا بسبب مخالفت سنت کے وشرط کون الذابح مسلما حلالا خارج الحرم ان کان صیدا فہو الحرم لا تملک الذکاة فی الحرم مطلقا اور شرط ہے ذبح کرنے والے کا مسلمان ہونا اور محروم نہ ہونا اور حرم مکہ منظر سے باہر ہونا غیر محرم اور خارج حرم ہونا اس وقت شرط ہے جب کہ ذبیحہ وحشی شکار ہو تو وحشی شکار کو حرم شریف میں ذبح کرنا حلال نہیں مطلقا خواہ ذابح محرم ہو یا حلال ہم پس اگر محرم ہو اور شکار کو حلال کرنے سے تودہ حلال ہے اوکت بیا ذمیہ او حربیہ الا اذا سمع منہ عند الذبح ذکر المسیح یا شرط ہے ذابح کا اہل کتاب ہونا خواہ ذمی ہو یا عربی مگر جب کہ اس سے ذبح کے وقت مسیح علیہ السلام کا ذکر سنا جائے تو ہر حلال نہیں ہم یہود اور نصاریٰ کا ذبیحہ اس واسطے حلال ہے کہ وہ توحید کے مدعی ہیں اور اصل اس میں یہ آیت قرآنی ہے و طعام الذین اؤتوا الكتاب حل لکم یعنی اہل کتاب کا طعام ہمارے واسطے حلال ہے اور طعام سے مراد وہ طعام ہے جس کو وہ ذبح کریں اور جس طعام کو ذبح لاحق نہیں ہوتا اس میں اہل کتاب اور مجوسی برابر ہے چنانچہ محمل کذا فی الدرر فتاویٰ عالمگیری میں ہے کتابی کا ذبیحہ اس وقت کھایا جائے جس وقت ذبح کے وقت مسلم دماغ موجود نہ ہو اور کتابی سے کچھ سنا نہ ہو یا ذبح کے وقت اس سے نقطہ اللہ تعالیٰ کا نام سنا ہو اور جب کہ کچھ نہ سنا ہو تو اس پر محمول ہے کہ اس نے خدا کا نام لیا ہو گا باعتبار حسن ظن کے مسلم کے مانند اور جب کہ اس سے اللہ تعالیٰ کا نام سنا اور اس نے اللہ تعالیٰ سے مسیح علیہ السلام کا ارادہ کیا طعام نے کہا ہے کہ ذبیحہ ماکول ہے مگر جب کہ وہ تصریح کرے اس طرح بسم اللہ اذمی ہوتا لث ثلثہ یعنی وہ اللہ جو تیسرا ہے تین کا توب ذبیحہ حلال نہیں انتہی فتعل ذبیحہ اولاد الذابح بمنونا او امرأۃ او صبیا یعقل التسمیۃ والذبح ویقدر تو حلال ہے ذبیحہ مسلمان اور کتابی کا اگر جیہ ذبح کرنے والا دیوانہ یا عورت یا ایسا لڑکا ہو جو اللہ تعالیٰ کے نام کو اور ذبح کرنے کو بوجھتا سمجھتا ہو اور ذبح کر سکتا ہو

م یعنی صغیر اتنا جاتا ہو کہ ذبیحہ اس وقت حلال ہوتا ہے جب کہ اس پر خدا کا نام لیا جائے اور دیوانہ اور صغیر جب کہ نام خدا کو سمجھتے ہوں اور ذبیحہ کرنا چاہتے ہوں اور اس پر قادر ہوں تو وہ عاقل بالغ کے مانند ہیں کذا فی الدر من الخفایہ میں ہے کہ اگر مجنون اور صغیر ایسے ہوں کہ تعقل اور ضبط تسمیہ نہ کریں تو ان کا ذبیحہ حلال نہیں طحاوی نے کہا عورت کا ذبیحہ ہر طرح حلال ہے خواہ اس وقت وہ مائع ہو یا نفاس وال یا جنب او اقلف او اخرس ذبیحہ مسلم اور کتاب کا حلال ہے اگرچہ اس کا ختنہ نہ ہو ابو کہ وہ گونگا ہو گونگا بکال سے نام خدا لینے سے عاجز ہے تو وہ معذور ہے اور اس کا دین قائم مقام نام لینے کے ہے تو وہ ناسی کے مانند ہے یعنی جو ذبیحہ کہ ذبیحہ کے وقت نام خدا لینے سے محول جائے بلکہ گونگا ناسی سے زیادہ تر معذور ہے کذا فی المنع لا تحلل ذبیحہ غیر کتابی من وثنی و مجوسی و مرتد و خبی حلال نہیں ذبیحہ غیر کتابی کا منجملہ بت پرست اور مجوسی آشت پرست اور مرتد اور جہنی کے عیسیٰ دیو پری ہم جن کا ذبیحہ اس واسطے حلال نہ ہوا کہ نبی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن ذبیحہ الجن یعنی حضرت نے منع فرمایا ذبیحہ جن سے چنانچہ اشتباہ میں ہے ملقط سے اور ظاہر اہل اس کا وہ ہے جب کہ جن آدمی کی صورت پکڑ کے ذبیحہ نہ کرے اور اگر آدمی کی صورت پر جو کچھ ذبیحہ کرے تو بنظر ظاہر صورت کے اس کا ذبیحہ حلال ہو اس کی تحریر اور تحقیق کرنا چاہیے کذا فی الطحاوی و جہری لو ابوہ سنیا و لو ابوہ جہریا علت اشتباہ لانه صار کمرئ قنیۃ اور حلال نہیں ذبیحہ جہری مذہب کا اگر اس کا باپ بھی جہری ہو تو ذبیحہ حلال ہے کذا فی الاشتباہ اس واسطے کہ سنی کے فرزند نے جب جہری مذہب اختیار کیا اہل سنت اور جماعت کو چھوڑ کر تو وہ مرتد کے مانند ہو گیا کذا فی القنیۃ ہم مصنف نے منع الغفار میں کہا اور فوائد زینیہ میں ہے کہ جائز نہیں ذبیحہ جہری کا اگر اس کا باپ سنی ہو اور اگر جہری ہو تو علت ہے میں کتابوں اور ظاہر اصحاب فوائد زینیہ نے جو مصنف ہے اشتباہ کا یہ قول قنیۃ سے لیا ہے اور قنیۃ کی عبارت کا ترجمہ یہ ہے کہ ابوعلی سے منقول ہے کہ ذبیحہ مجیرہ کا اگر اس کے آباؤ اور اجداد مجیرہ ہوں تو وہ ذمیوں کے مانند ہیں اور اگان کے باپ اہل عدل سے ہوں تو حلال نہیں اس واسطے کہ وہ بمنزلہ مرتدین کے ہیں انتہی مافی القنیۃ میں کتابوں اور صاحب قنیۃ کی مراد ابوعلی سے ابوعلی مبتدائی ہے جو فرقہ معتزلہ کا رئیس ہے اور مجیرہ سے اہل سنت و جماعت مراد ہیں اس واسطے کہ معتزلہ اہل سنت کو مجیرہ کہتے ہیں چنانچہ بیہقی جیشی معتزلی کے کلام سے یہ ظاہر ہے اور اہل عدل سے مراد معتزلہ ہیں ان کے گمان میں چنانچہ علم کلام میں مذکور ہے تو صاحب فوائد نے مجیرہ کو مجیرہ سے بدل ڈالا انتہی مافی المنع اور زواہر الجواہر حاشیہ اشتباہ میں ہے اور ظاہر اصحاب یعنی صاحب اشتباہ نے جہریہ اور مجیرہ کے فرق کی طرف التفات نہیں کیا اور جہریہ اہل ہول سے اور اہل بدعت ہیں اور عقیدہ ان کا یہ ہے کہ بدون استطاعت اور قدرت افعال کی اصلاح نہیں اور تمام خلق اپنے افعال میں مجبور ہیں انتہی اور اہل بدعت کی تکفیر میں علماء سلف اور خلف میں اس کا اختلاف ہے اور اس میں شک نہیں کہ جس کا مذہب اور مؤوی بدعت الی الکفر ہو اور وہ تاویل نہ کرتا ہو تو وہ بالاتفاق کافر ہے اور جس کا مذہب بطریق تاویل کے ہو اور اجتہاد اور خطا باعث بدعت کی ہو تو اس کے تکفیر میں اختلاف ہے بعض علماء تمام بدعت اہل کو کافر کہتے ہیں اور یہ قول ہے اکثر سلف کا فقہاء اور متکلمین سے اور بعض نے ان کو جماعت مسلمین سے نہیں نکالا ہے اور وہ اکثر فقہاء اور متکلمین ہیں سوا انہوں نے کہا ہے کہ وہ عاصی گمراہ ہیں ان پر احکام اسلام کے جاری ہیں اور مسلمین سے میراث پاویں گے ابن ہمام نے شرح ہدایہ میں کہا ہاں اکثر اہل مذہب ان کو کافر کہتے ہیں لیکن یہ کلام فقہاء مجتہدین کا نہیں اور غیر فقہاء کا کلام مستہزئیں اور مجتہدین سے عدم تکفیر منقول ہے انتہی مافی تبیین المارم لاس منقول سے ظاہر ہو کہ جہریہ مومن ناجی ہیں اور ایمان کے احکام سے علت ذبیحہ ہے خواہ اس کا باپ سنی ہو یا جہری شارح کو مناسب نہ تھا یہ مسئلہ ذکر کرنا اور بدون روکے کے اس کو چھوڑ دینا باوجودیکہ یہ مبنی ہے عقیدہ فاسدہ پر کذا فی الطحاوی مختار بمختلف یہودی اور مجوسی تنصیر لانه یقر علی ما انتقل الیہ عندنا فیعتبر ملک عند الذبیح حتی لو تبس یہودی لایکل ذکاتہ برخلاف اس یہودی اور مجوسی کے جو نصرانی ہو گیا کہ اس کا ذبیحہ حلال ہے اس واسطے کہ وہ ثابت لکھا



جاوے گا ہمارے نزدیک اسی ملت نصرانیت پر جس کی طرف اس نے انتقال کیا یعنی اس واسطے کہ تمام کفر ایک ہی ملت ہے تو وہی ملت منبر ہوگ ذبح کے وقت تو اگر یہودی مجوسی ہو جائے تو اس کا ذبح حلال نہ ہوگا و المتولد بین مشرک و کتابی لکتابی لانا احتف اور جوڑ کا پیدا ہوا درمیان مشرک اور کتابی تو کے مانتہ ہے یعنی اس کا ذبیحہ حلال ہے اس واسطے کہ کتابی سبکتر ہے یعنی مشرک سے اس کی بدی کمتر ہے و تارک تسمیۃ عمد اخلافا للشافعی اور حلال نہیں ذبیحہ اس کا جو نام خدا قصداً ترک کرے ذبح کے وقت برخلاف امام شافعی کے ہم بقولہ تعالیٰ (ولا تأکلو مما لم یذکر اسم اللہ علیہ) یعنی حق تعالیٰ نے فرمایا کہ نہ کھاؤ اس کو جس پر اللہ کا نام مذکور نہ ہو اور امام شافعی سے پہلے اس کی حرمت پر اجماع منعقد ہو گیا تو اگر قاضی ذبیحہ متروک التسمیۃ عمد کے حوازیج پر حکم دے تو حکم اس کا نافذ نہ ہوگا اس واسطے کہ مخالفت اجماع کے ہے فان ترکہا ناسیاً حاصل خلاف مالک مگر اگر نام خدا محول کر ترک کیا تو ذبیحہ حلال ہے برخلاف امام مالک کے یعنی ان کے نزدیک عمد اور نسیاً ترک تسمیۃ سے حلت نہیں ہوتی ہم ہماری دلیل یہ ہے کہ شارح نے ناسی کو ذاکر کے مانتہ قرار دیا ہے عذر سے تو دین کو قائم مقام ذکر کے کر دیا چنانچہ اہل ناسیاً کو قائم مقام اسماء کے کر دیا موم میں اسی سبب سے **وَالذَّكْرُ مَعَ اسْمِ تَعَالٰی غَیْرَہٗ فَاِنْ وَصَلَ بِاَعْطَفَ** کہ کقولہ **بِسْمِ اللّٰہِ لِقَبْلِ مَنْ فُلَانٍ** اور منی ومنہ بسم اللہ محمد رسول اللہ بالرفع لعدم العطف فیکون مبتدأ لکن یکوہ للوصل صوره ولو بالجر والنصب حرم در اور اگر اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ اس کے غیر کو ذکر کرے تو اگر غیر خدا کو ملاوے بدون عطف کے تو مکروہ ہے چنانچہ یوں کہنا **بِسْمِ اللّٰہِ لِقَبْلِ مَنْ فُلَانٍ** اور منی یعنی قبول کر فلان نے شخص کی طرف سے یا میری طرف سے اور وصل بلا عطف سے ہے یوں کہنا **بِسْمِ اللّٰہِ محمد رسول اللہ** بالرفع وال محمد عطف نہ ہونے کے سبب سے تو ذابح شروع کرنے والا کلام کا ہوا کذا فی الطحاوی یا محمد کاللفظ مبتدأ ہوا یعنی تو بعد کلام مٹھرا لیکن مکروہ ہے وصل ظاہری کے سبب سے اور اگر دال کو زیر یا زبرد سے تو ذبیحہ حرام ہوگا کذا فی الدرر من غایۃ البیان ہم حموی میں نازل سے منقول ہے کہ دال کے زیر دینے سے ذبیحہ حرام ہوگا اور فتاویٰ عالمگیری میں نہایت سے منقول ہے کہ رفع نصب جرتینوں صورتوں میں ذبیحہ حلال ہے اس واسطے کہ رسول علیہ السلام مذکور ہے بدون عطف کے کذا فی الطحاوی قبل ہذا اذا رفعت النحر بعنوں نے کہا یہ یعنی رفع دال سے مکروہ ہونا اور جبر اور نصب سے حرام ہونا اس وقت ہے جب کہ ذابح علم نحر کو جانتا ہو **وَالْاَوجِہُ ان لا یعتبر الاعراب بل یحرم مطلقاً بالعطف لعدم العرف** زلیسی کا افادہ بقولہ اور قول وجہ تریہ ہے کہ اعراب کا اعتبار نہ کیا جاوے بلکہ ذبیحہ حرام ہوگا مطلقاً خواہ نوجا جانتا ہو یا نہ جانتا ہو سبب عطف کرنے کے عدم عرف کی جہت سے کذا فی الزلیسی چنانچہ مصنف نے اس کو قول آئندہ میں بیان کیا ہے ہم شبلی نے حاشیہ زلیسی میں کہا کہ میری دیکھی زلیسی کے سبب نسخوں میں یہی عبارت ہے اور وہ غیر ظاہر ہے اس واسطے کہ یہاں عدم عطف میں کلام ہے تو یوں کہنا ظاہر ہے بل لا یحرم مطلقاً دون العطف یعنی بلکہ حرام نہیں مطلقاً بدون عطف کے اور مؤید اس کلام کا وہ ہے جو ہم نے فتاویٰ عالمگیری سے من النہایۃ نقل کیا ہے کذا فی الطحاوی **وَالْعَطْفُ حُرْمَتُ نَحْوِ بِسْمِ اللّٰہِ وَاسْمِ فُلَانٍ اَوْ فُلَانٍ** اور اگر ذابح نے خدا کے نام کے ساتھ غیر خدا کو ذکر کیا بطریق عطف کے تو ذبیحہ حرام ہوگا چنانچہ یوں کہنا **بِسْمِ اللّٰہِ وَاسْمِ فُلَانٍ** یا یوں کہنا **بِسْمِ اللّٰہِ وَفُلَانٍ** یعنی خواہ لفظ اسم کو اسم پر عطف کرے خواہ غیر خدا کو لفظ خدا پر عطف کرے دونوں صورتوں میں حرمت ثابت ہے لاناہل بہ لغیر اللہ قال علیہ الصلوۃ والسلام موطنان لا اذکر فیہا عند العطاس وعند الذبح غیر خدا کے ذکر کرنے سے بطریق عطف کے اس واسطے کہ ذبیحہ حرام ہوا کہ اس پر غیر خدا کا نام پکارا گیا یعنی اور حالانکہ قرآن مجید میں اس ذبیحہ کھانے کا حکم نہیں رسول علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا دو مکان میں جن میں مجھ کو ذکر نہ کرنا چاہیے ایک تو چینکے کے وقت اور دوسرے ذبح کرنے کے وقت **فَاِنْ فَضَلَ صَوْرَةً وَمَعْنٰی کَالِدِ عَاءٍ قَبْلِ الْاَضْبَاعِ وَالِدِ عَاءٍ قَبْلِ التَّسْمِیۃِ اَوْ لَعْدِ الذَّبْحِ لَا بَاسَ بِہِ** لعدم القرآن اصلاً پھر اگر ذابح نے ذکر غیر خدا کو نام خدا سے علیحدہ

اور جدا ذکر کیا باعتبار صورت اور معنی کے چنانچہ دعا کرنا ذبیحہ کے گرانے اور لٹانے سے پہلے اور دعا کرنا بسم اللہ کہنے سے پہلے یا دعا کرنا ذبح کرنے کے بعد تو اس کا کچھ مضائقہ نہیں اس واسطے کہ اس میں غیر خدا کا اصلا اتصال نہیں نہ ظاہر میں نہ حقیقت میں ہم بلکہ دعا کرنا قبل ذبح کے ممنون ہے اس واسطے کہ ابو داؤد اور ترمذی میں جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نحر کے دن دو غصی مینڈھے ذبح کیے سوال کو جب قبلہ رخ گرایا تو یہ دعا کی (اے وحی للہی فطر السموات والارض علی ملتہ ابراہیم حنیفا وما انا من المشرکین ان صلوٰتی ونسکی ومیما سی وما فی اللہ رب العالمین لا شریک لہ وبذلک امرت وانا من المسلمین اللهم منک ولك والیک اللهم عن محمد وامتہ بسم اللہ واللہ اکبر) پھر حضرت نے ذبح کیا اور دوسری روایت جابر سے ترمذی میں یوں ہے کہ حضرت نے اپنے دست مبارک سے مینڈھا ذکر کیا اور فرمایا (بسم اللہ واللہ اکبر اللهم ہذا عنی وعن لم یضیع من امتی) والشرط فی التسمیۃ هو الذکر النی لص عن شوب الدعاء وفیہ فلا یحیل بقولہ اللهم اغفر لی لانه دعاء وسوال بخلاف الحمد للہ اوسبحان اللہ مرید اہل التسمیۃ فانہ یحیل اور تسمیۃ یعنی نام خدا لینے میں شرط یہ ہے کہ ذکر خالص ہو دعا وغیرہ کے اختلاط سے تو ذبیحہ حلال نہیں فقط یوں کہنے سے اللهم اغفر لی یعنی الہی مجھ کو بخش اس واسطے کہ یہ تو دعا اور سوال ہے تو خالص ذکر نہ ہو اگر خلاف الحمد للہ اور سبحان اللہ کہنے کے جب کہ ذابرج اس قول سے تسمیہ کا ارادہ کرے تو ذبیحہ حلال ہوگا ولو عطس عند الذبح فقال الحمد للہ لا یحیل فی الاصح لعدم قصد التسمیۃ اور اگر ذابرج کو چھینک آئی ذبح کے وقت سو اس نے الحمد للہ کہا تو ذبیحہ حلال نہ ہوگا قول صحیح ترین بسبب عدم قصد تسمیہ کے ہم اس واسطے کہ عاقل الحمد للہ سے شکر نعمت کا ارادہ کرتا ہے نہ تسمیہ کا بخلاف الخطیۃ حیث یجزئ قلت یعنی حملہ علی ما اذا نوی والا لا یوفق بینہ وین مامرنی للجمۃ فتأمل برضای خطبہ کے کہ وہاں اگر خطیب چھینکے اور الحمد للہ کے تو یہ کہنا ثبوت خطبہ کے واسطے کفایت کرتا ہے میں کہتا ہوں اور اس کا حاصل کرنا اس صورت پر لائق ہے جب کہ خطیب الحمد للہ سے خطبہ کا ارادہ کرے اور اگر ارادہ نہ کرے گا تو خطبہ ادا نہ ہوگا یہ اس واسطے قید لگائی تاکہ موافقت ہو جائے اس میں جو مذکور ہو چکا جمعہ میں سو تامل کر ہم معنی نے جمعہ میں کہا کہ اگر خطیب نے چھینک کے واسطے الحمد للہ کہا تو قائم مقام خطبہ کے نہ ہوگا انتہی وہاں بھی نے کہا کہ اگر تسمیہ کے مقام پر الحمد للہ یا سبحان اللہ کہا اور تسمیہ کا ارادہ کیا تو کفایت کرتا ہے اور اگر تحمید کا قصد کیا اور تسمیہ کا ارادہ نہ کیا تو ذبیحہ حلال نہ ہوگا اور اسی طرح اگر اللہ اکبر کہا اور تسمیہ کا قصد نہ کیا اس واسطے کہ یہ الفاظ باب تسمیہ میں صریح نہیں ہیں صریح تو فقط بسم اللہ ہے تو یہ الفاظ کنایہ یہ ٹھہرے اور کنایہ قائم مقام صریح کے نہیں ہوتا مگر نیت سے چنانچہ باب الطلاق میں صریح ہے کذا فی الطلاق والمستحب ان یقول بسم اللہ اللہ اکبر بلا واو کرہ یہاں نہ یقطع فور التسمیۃ کما عذہ النبی للحمد انی وقال قبلہ والمتداول المنقول عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم بالواو اور ذبح کے وقت یوں کہنا مستحب ہے کہ بسم اللہ اللہ اکبر بدون واو کے اور واو کے ساتھ یوں کہنا کہ بسم اللہ واللہ اکبر نہ مکروہ ہے اس لیے کہ فوریت تسمیہ کا قاطع ہے چنانچہ نسبت کیا ہے زلیحی نے اس قول کو شمس اللمعان کی طرف اور زلیحی نے اس سے پہلے کہا کہ مشہور اور معمول اور منقول نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے واو کے ساتھ ہے ہم اگر واو سے قطع فوریت ہوتی ہو تو لازم آتا ہے کہ ذبیحہ مردار ہو جائے اور وہ وجوب حذف واو کا مقتضی ہے نہ استنباب کا مگر یہ کہ فور مقارب پر حمل کیجیے علاوہ یہ ہے کہ زیادت واو قاطع فوریت نہیں فتاویٰ عالمگیری میں بدائع سے ۱۷ میں نے اپنا منہ پھیرا اس شخص کی طرف جس نے بنایا اسمانوں اور زمینوں کو ملت ابراہیم پر ایک طرف ہو کر اور میں نہیں ہوں مشرکوں سے میری غار اور حج کے افعال اور دنیا اور مرنا اللہ تعالیٰ رب العالمین کے لیے ہے کہ اس کا کوئی شریک نہیں اور اسی کا عہد کو حکم ہوا اور میں مسلمانوں سے ہوں اتنی یہ تجھ سے ہے اہ تیری لیے اور تیری طرف اتنی یہ مجھ کی اور اس کی امت کی طرف سے ہے بسم اللہ واللہ اکبر ۱۷ اتنی یہ میری جانب ہے اور اس شخص کی طرف سے جس نے میری امت میں سے قسربانی نہ کی جزو ۱۲



منقول ہے کہ تسمیہ کا وقت ذبائح اختیاری میں ذبح کا وقت ہے تقدیم تسمیہ ذبح پر جائز نہیں مگر زبان قلیل جس سے پہنچنا ممکن نہیں اور جس طرح حدیث میں وارد منقول ہے اسی طرح فعل نقصی اور ابن عباس سے بھی وارد منقول ہے بقالی نے کہا کہ مستحب یہ ہے کہ کہے بسم اللہ واللہ اکبر واللہ کے ساتھ کذا فی الطحاوی ولو سمي ولم تحضره النية صح بخلاف ما لو قصد بها التبرک فی ابتداء الفعل ادنی بہا امر آخر فانه لا یصح .

محل اور اگر ذابح بسم اللہ زبان سے بولا اور تسمیہ کی نیت حاضرنہ ہوئی تو تسمیہ صحیح ہے برخلاف اس کے اگر اس نے تسمیہ سے برکت لینے کا قصد کیا شروع فعل میں یا تسمیہ سے اور کسی امر کا ارادہ کیا سوائے ذبح کے تو تسمیہ صحیح نہیں تو ذبیحہ حلال نہ ہو گا ہم در صورت عدم نیت اس واسطے صحت ہوئی کہ ذابح کو جس کا امر ہوا تھا اس کو صریحاً یا لایعنی لفظ صریح نیت کا محتاج نہیں در صورت قصد تبرک یا نیت امر آخر اس واسطے صحت نہیں کہ اس نے غیر مامور کی نیت کی چنانچہ غانیہ میں ہے تنبیہ اگر ذابح بسم اللہ بولا اور اس نے ہائے ہوز کو ظاہر نہ کیا اگر ذکر اللہ کا ارادہ کیا تو حلال ہے اور اگر ذکر اللہ کا قصد نہ کیا اور اس کو ترک کیا قصداً تو حلال نہیں کذا فی الطحاوی کہا لو قال اللہ اکبر وارادہ متابعۃ المؤذن فانه لا یصحیر شارباً فی الصلوۃ بزازیہ چنانچہ اگر کسی نے اللہ اکبر کہا اور اس سے مؤذن کی متابعت کا ارادہ کیا نہ قبول فی الصلوۃ کا تو وہ اس تکبیر سے شروع کرنے والا نماز کا نہ ہو گا کذا فی البرزازیہ ونیہا وتشتط التسمیۃ من الذابح حالۃ الذبح والرمی بصید والارسال احوال وضع الحمد ید لہما الوحش اذا لم یقعد عن طلبہ کما سیمجی اور بزازیہ میں ہے اور شرط ہے بسم اللہ کہنا ذابح سے ذبح کی حالت میں شکار کے واسطے تیر مارنے کی حالت میں یا باز یا شکاری کئے چھوڑنے کی حالت میں یا بولار کھنے کی حالت میں گو خر کے شکار کے واسطے بشرطیکہ شکار کرنے والا مدیہ رہا ہو اس کی تلاش سے چنانچہ آگے آدے گا والمعتبر الذبح عقب التسمیۃ قبل تبدل المجلس حتی لو اضع شاتین احداہما فوق الاخری لہما ذبیحۃ واحدة بسمیۃ واحدة علی التماثل لان الفعل یقعد فتعد التسمیۃ ذکرہ الذلیعی فی الصید اور معتبر ہے ذبح کرنا تسمیہ کے بعد قبل از تبدل مجلس تو اگر لٹا یا دو بکریوں کو ایک بکری کو دوسری بکری پر پھر دونوں کو ذبح کیا ایک ہی بار کے ذبح کرنے سے ایک ہی بار بسم اللہ کے لئے تو دونوں حلال ہیں برخلاف اس کے اگر دونوں کو علی التماثل ذبح کیا یعنی پہلے ایک ذبح کی پھر دوسری اور تسمیہ ایک ہی بار کہا تو دوسری بکری حلال نہ ہوگی اس واسطے کہ فعل یعنی ذبح متعدد ہوا تو تسمیہ کا بھی تعدد لازم ہوا ذکر کیا ہے اس کو ذلیعی نے کتاب الصید میں ولو سمي الذابح ثم اشتغل باکل او شرب ثم ذبح ان طال وقطع الغور حرم والا لا وعد الطول ما یستکثرہ الناظر اذا واحد الشفرة منقطع الغور بزازیہ اور اگر ذبح کرنے والا بسم اللہ بولا پھر کھانے یا پینے میں مشغول ہو گیا پھر اس نے ذبح کیا اگر زمانہ دراز ہو گیا اور فوریت قطع ہو گئی تو ذبیحہ حرام ہو گیا اور نہیں تو حرام نہیں ہوا اور طول کی حدود ہیں جس کو دیکھنے والا زیادہ اور کثیر جانے اور جب کہ ذابح نے تسمیہ کیا اور چھری تیز کی پھر ذبح کیا تو فوریت منقطع ہو گئی کذا فی البرزازیہ ہم طحاوی نے کہا ان مسائل میں اور مسائل سابقہ میں تحریر کا فرق چاہیے وحسب بالحاء والنحر الابل فی اسفل العنق وکرہ ذبحها والحکم فی عنقہم ولحقہ عکسہ فندب ذبحها ذکرہ نحر ما ترک السنۃ ومنع مالک اور مستحب ہے اونٹ کا نحر کرنا یعنی نیزہ مارنا نیچے گردن کے اوپر کردہ ہے اس کا ذبح کرنا اور بھیڑ بکری دنبہ اور گائے بیل میں بالعکس اس کے حکم ہے یعنی ان کا ذبح کرنا مستحب ہے اور ان کا نحر کرنا مکرمہ ہے ترک سنت سے اور امام مالک نے اس کو منع کیا ہے ہم ذلیعی نے کہا نحر عبارت ہے قطع عروق سے اسفل عنق میں صدر کے نزدیک اور ذبح عبارت ہے قطع عروق سے اعلائے عنق میں تحت اللیمین اتقی استجاب سے مراد یہاں سنت ہے اس واسطے کہ صاحب بدایہ نے کہا کہ استجاب نحر ہے بسبب موافقت سنت متواترہ کے تو کچھ مخالفت نہ رہی کفر کی عبارت سے کہ اس نے اس کو سنت کہا ہے فتاویٰ عالمگیری میں خزائن المغنیین سے منقول ہے کہ اگر ذبح کیا جس میں نحر مستحب ہے یا نحر کیا جس میں ذبح مستحب ہے تو جائز ہے لیکن ترک سنت ہے

اور آبیاری کی شرح کنز میں ہے کہ شتر مرغ اور بظ اونٹ کے مانند ہے غریب میں اور قاعدہ یہ ہے کہ جس کی گردن طویل ہے اس کو خر کرنا چاہیے اور قستانی میں نقت سے منقول ہے کہ آداب ذبح سے یہ ہے کہ جانور کو آسانی سے بائیں کروٹ لٹا دے اور قبلہ رخ ہو اور فقط تین پاؤں باندھے اور دلہنے ہاتھ سے ذبح کرے اور چھری اول تیز کر لے اور چھری چلانے میں معلقوم پر اور ذبح میں نہایت جلدی کرے کذا فی الطحاوی ولا بد من ذبح صید مستانس لان ذکاة الاضطرار انما یصار الیہا عند العجز عن ذکاة الاختیار اور ضروری ہے ذبح کرنا اس وحشی جانور کا جو مانوس ہو گیا اس واسطے کہ ذکاة اضطراری کی طرف تو اس صورت میں حاجت ہوتی ہے جب ذکاة اختیاری سے عاجزی ثابت ہو و کفی جرح نعم کبقر و غنم تو حش فیخرج کصید او تعذر و حکم کان ردی فی بڑاوند اوصال حتی لو قتلہ المصول علیہ مرید اذکاة محل اور کفایت کرتا ہے زخمی کرنا چوپائے جانور کا جو وحشی ہو گیا چنانچہ گائے بیل اور میٹیر بکری زخمی کی جائے شکاری جانور کے مانند یا چوپائے غیر وحشی کا ذبح کرنا متعذر ہو گیا چنانچہ وہ گر گیا کنوئیں میں یا سرکش ہو گیا یا آدمی پر حملہ کرنے لگا تو اگر اس نے اس کو قتل کیا جس پر اس نے حملہ کیا ذکاة کی نیت سے تو وہ حلال ہے و فی النہایۃ بقرة تعسرت ولادتها فادخل رہا یدہ وذبح الولد حل وان جرحہ فی غیر محل الذبح ان لم یقدر علی ذبحہ حل وان قدر لا اور نہایہ میں ہے کہ مادہ جانور کا جبنا مشکل ہو گیا سو اس کے مالک نے اپنا ہاتھ داخل کر کے بچہ ذبح کر ڈالا تو بچہ حلال ہو گیا اور اگر اس کو زخمی کیا محل ذبح کے سوا اور محل میں تو اگر قادر نہ ہو سکا اس کے ذبح کرنے پر تو حلال ہے اور اگر قادر تھا تو ذبح پر تو حلال نہیں قلت ونقل المصنف ان من التخذنا لاداک صیدہ حیاً او اشرف لورہ علی الہلاک و ضلوق الوقت علی الذبح اولم یجد آت الذبح فخرجہ حل فی روایۃ میں کہتا ہوں اور مصنف نے نقل کیا کہ تعذر ذبح کی صورتوں میں سے ایک صورت وہ ہے کہ اگر اپنے شکار کو زندہ پایا یا اس کا بیل قریب الہلاک ہو گیا اور ذبح کی فرصت تنگ ہو گئی یا اس نے ذبح کرنے کا ہتھیار نہ پایا سو اس کو زخمی کر دیا تو ایک روایت میں وہ حلال ہو گیا ہم بہتر یہ تھا کہ شارح بجائے فی روایۃ قول کہنا اس واسطے کہ یہ قول ہے بعض مشائخ کا اور بعضوں نے کہا کہ اس کا کانا حلال نہیں بدون قطع عروق کے کذا فی الطحاوی فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ ایک مرغی درخت پر اٹک گئی اور اس کا مالک اس تک نہیں پہنچ سکتا تو اگر اس کی فوت اور موت کا خوف نہ ہو اور اس کو تیر سے مارے تو اس کا کانا جائز نہیں اور اگر فوت ہو جائے گا اور ہو تو اس کا کانا جائز ہے اور کبوتر جب کہ مالک کے پاس سے اڑ گیا پھر اس کے مالک یا کسی اور شخص ایکو تیر مارا تو فقہائے کہا کہ اگر وہ اپنے مکان پر نہ آسکتا ہو تو اس کا کانا حلال ہے خواہ تیر ذبح کے مقام پر لگے خواہ اور کہیں اس واسطے کہ ذکاة اختیاری سے عاجزی ثابت ہوئی اور اگر کبوتر اپنے مکان پر آسکتا ہو تو اگر تیر ذبح کے مقام پر لگے تو حلال ہے اور اگر اور مقام پر لگا تو اس میں اختلاف ہے اور قول صحیح یہ ہے کہ حلال نہیں و فی منظومۃ النسفی ۵ ان الجنین مفروض بکفۃ ۶ لم یتذک بذکاة امہ ۷ فحذف المصنف ان اور منظومہ نسفی میں ہے کہ پیٹ کا بچہ مستقل ہے اپنے حکم میں حلال نہیں ہو جاتا اپنی ماں کے حلال ہو جانے سے تو مصنف نے ان شرطیہ کا لفظ حذف کیا ہم مبنی اگر پیٹ کا بچہ ذبح کیا گیا تو حلال ہے ورنہ حلال نہیں اور وہ اپنی ماں کا تابع نہیں کہ اس کے حلال ہونے سے وہ بھی حلال ہو جائے وقال ان ثم خلقہ اکل لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم ذکاة الجنین ذکاة امہ و حملہا امام علی التثبیہ ای ذکاة امہ بدلیل اندروی بالنصب اور صاحبین نے کہا کہ اگر جنین یعنی پیٹ کے بچہ کی خلقت پوری ہو چکی ہے تو کھا یا جلے بدلیل قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ جنین کی ذکاة اس کی ماں کی ذکاة ہے اور امام اعظم نے اس حدیث کو تشبیہ پر محمول کیا ہے یعنی جنین کی ذکاة اس کی ماں کی ذکاة کے مانند ہے اس دلیل سے کہ اس کی روایت نصب سے بھی آئی ہے ہم اکل نے شرح ہدایہ میں کہا کہ ذکاة امہ برفع و نصب دونوں طرح مروی ہے تو اگر منصوب ہو تو کچھ اشکال نہیں اس کی تشبیہ ہونے میں اور اگر مرفوع ہو تو بھی اشکال نہیں اس واسطے کہ وہ قوی تر ہے تشبیہ میں اول سے کقول الشارح ۸ عینا لا وجیدک جیدہ کذا فی



الطحاوی وکیس فی ذبح الام اضاعة الولد لعدم التیقن بموتہ اور ماں کے ذبح کرنے میں بچہ کا ضائع کرنا نہیں ہے کیونکہ اس کی موت کا تیقن نہیں ہے یعنی جنین تام الخلقہ ماں کے ذبح کرنے سے زندہ بھی رہتا ہے تو اس کی موت یقینی نہ ہوئی ہم یہ بقیہ ہے دلیل امام کا اور جواب ہے اس سوال مقدر کا کہ اگر بچہ کھانا اس کی ماں کے ذبح کرنے سے حلال نہ ہو تو اس کی ماں کا ذبح کرنا جائز نہ ہوا اس واسطے کہ اس میں ماں کا ضائع کرنا ہے اور حالانکہ ماں ضائع کرنا حدیث میں ممنوع ہے چنانچہ زیلعی میں ہے کذا فی البیہ لا یحیل ذونا ب لیصید مئابہ مخرج نحو البعیر او مخلب یصید بملعبہ ای ظفره مخرج نحو الحماة من سبيع بیان لذی ناب و سبيع کل مختلف منتہب جارح قائل عادة او طیر بیان لذی ناب او مخلب اور حلال نہیں نیش والا درندہ جو شکار کرتا ہو اپنے نیش سے یا وہ طائر پنچہ گیر چنگل والا جو شکار کرتا ہو اپنے چنگل یعنی ناخن سے تو شکار نیش کی قید سے اونٹ سا جانور نکل گیا حرمت سے اس واسطے کہ اگرچہ وہ نیش دہر ہے لیکن نیش سے شکار نہیں کرتا اور شکار چنگل کی قید سے کبوتر سا طائر حرمت سے نکل گیا اس واسطے کہ ہر چند وہ چنگل دار ہے لیکن چنگل سے شکار نہیں کرتا ہے شارح نے کہا سبيع یعنی درندہ ہر جانور اوچک لے جانے والا غارت گر بھاڑنے والا قاتل بنا بر عادت کے ہم حرمت کی دلیل وہ حدیث ہے جو صحیح مسلم وغیرہ میں مروی ہے کہ تہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن اکل کل ذی ناب من السباع وکل ذی ناب من الطیر یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہر نیش دار پرندہ اور ہر چنگل دار طائر کے کھانے سے اور بالا جماع سبيع ذی ناب سے وہ مراد ہے جو اپنے نیش سے چیر بھاڑ کر شکار کرتا ہو اور ذی ناب سے بھی وہ مراد ہے جو اپنے چنگل سے شکار کرتا ہو اور وہ حرمت یہ ہے کہ طبیعت ان حیوانات کی مذموم واقع ہوئی ہے شرعاً تو خوف یہ تھا کہ ان کے گوشت کھانے سے انھیں کی خورٹے بد انسان میں بھی پیدا ہوگی تو بنی آدم کی شکویم کے واسطے حیوانات مذکورہ حرام ہو گئے کذا فی الطحاوی ولا الحشرات ہی منار دواب الارض و احدھا حشرة اور حلال الحشرات یعنی چھوٹے جانور زمین پر چلنے والے اور ریگنے والے جو زمین میں رہتے ہیں حشرات جمع ہے حشرة بالتحکک کذا فی القاموس ہم ہوام اور حشرات الارض چنا پنچہ چوہا اور گھوس اور نیولا اور سیسی جو زمین میں رہتے ہیں حرام ہیں اس واسطے کہ مستنبط ہیں قال اللہ تعالیٰ و یحرم علیہم النباشت اور اس واسطے کہ غالباً وہ نباشت خور ہیں کذا فی الطحاوی عن الاتفاقی و النحر ال اہلیۃ بخلاف الوحشیۃ فانھا ولبننا حلال اور حلال نہیں پالو گدے برخلاف وحشی گدھوں یعنی گورخم کے کہ وہ اور ان کا دودھ حلال ہے ہم پالو گدھا حرام ہے اگرچہ وہ وحشی ہو جائے اور گورخم حلال ہے اگرچہ وہ اہلی اور مالوس ہو جائے اور اس پر پالان باندھا جائے کذا فی العالمگیریۃ و البغلی الذی امہ حمارۃ فلوامہ بقرة اکل اتفاقاً ولو فرسا فکامہ اور وہ خیر حلال نہیں جس کی ماں گدھی ہو تو اگر خیر کی ماں گائے ہو اور باپ اس کا گدھا تو وہ حلال اور مالوس ہے بالاتفاق اور اگر خیر کی ماں گھوڑی ہو تو وہ اپنی ماں کے مانند ہے یعنی امام کے نزدیک مکروہ ہے اور صاحبین کے نزدیک حلال ہے ہم قاعدہ کلیہ اس میں یہ ہے کہ جو بچہ مختلف الجنس سے پیدا ہو تو اس کی ماں کا اعتبار ہے اگر ماں حلال ہے تو وہ بھی حلال ہے اگرچہ اس کا باپ حرام ہو اور اگر ماں حرام ہے تو بچہ بھی حرام ہے اگرچہ باپ اس کا حلال ہو وائیل وعندہما و الشافعی ثمل قیل ان ابا حنیفہ رجح عن حرمة قبل موتہ ثلثۃ ایام و علیہ الفتویٰ عمادیۃ اور حلال نہیں گھوڑا اور گھوڑی امام کے نزدیک اور صاحبین اور شافعی کے نزدیک حلال ہے اور بعضوں نے کہا کہ امام ابو حنیفہ نے تین دن اپنی موت تک پہلے اس کی حرمت سے رجوع کی اور اس کے حلال ہونے کے قائل ہوئے اور اسی پر فتویٰ ہے کذا فی العمادیۃ ہم ہدایہ میں گھوڑے کی کراہت تحریری کو اصح کہا ہے اور در میں بقول فخر الاسلام اور ابو المعین کے کراہت تنزیہی کو اصح کہا ہے تو در صورت کراہت تنزیہی امام اور صاحبین میں کچھ خلاف باقی نہ رہے گا اس واسطے کہ صاحبین اگرچہ حلت کے قائل ہیں لیکن کراہت تنزیہی کے ساتھ کذا فی الطحاوی ولا باس بلینما علی الا وجہ اور گھوڑی کے دودھ

۱۲ اور حرام کرتا ہے ان پر خبیث چیزیں ۱۲

میں کچھ مضائقہ نہیں بقول وجہ ترمیم اس واسطے کہ اس کے دودھ پینے میں سامان جہاد کی کچھ کمی متصور نہیں بخلاف گوشت حلال کھانے کے  
 کذا فی المنع والصبیح والتعلب لان لہما ناہا وعذ الثلثہ بحیل اور حلال نہیں بچو اور لوٹری اس واسطے کہ دونوں پیش داری میں اور امام شافعی اور مالک  
 اور احمد کے نزدیک وہ حلال ہیں والصلحۃ ہریتا بحریۃ اور حلال نہیں کچھوا خشکی کا بویا دریائی والغراب البقع الذی یا کل البقیع لانه لم یقع  
 بالنبات قال المصنف ثم قال والنبیث ما یتعبد الطباع السلیمة اور حلال نہیں البقیع کو اجرو مردار کھاتا ہے اس واسطے کہ وہ حیوانات خبیثہ کے ساتھ  
 ملحق ہے یہ کہا ہے مصنف نے اپنی شرح میں پھر مصنف نے کہا کہ خبیث وہ چیز ہے جس سے طابع سلیمہ گھنائیں اور اس کو مکروہ اور خبیث جانیں  
 ہم غراب البقع وہ ہے جس میں سیاہی اور سفیدی ہو کذا فی الطحاوی عن الملک عن الکشف والغرائب لوزن غراب النسر جمعہ غدقان قاموس اور حلال نہیں  
 غداف یعنی جنگلی سیاہ بڑا کما شارح نے کہا غداف بروزن غراب نسر یعنی گدھ ہے اور جمع اس کی غدقان ہے کذا فی القاموس ہم صد الشریعہ نے  
 شرح وقایہ میں اور صاحب درر نے غداف کا ترجمہ کلاغ سیاہ بزرگ کیا ہے اور شارح نے قاموس سے نسر ترجمہ کیا ہے حالانکہ قاموس میں  
 غداف کا ترجمہ غراب گرما اور نسر کثیر الریش واقع ہے اغلب کہ یہ کاتب کے اغلاط سے ہو قاموس کی عبارت یہ ہے الغداف کغراب غراب القیظ  
 والنسر کثیر الریش جمعہ غدقان والفیل والغنم وماروی من الکمل محمول علی الابتداء اور حلال نہیں ہاتھی اور سوسمار یعنی گدھ اور جو سوسمار کھانے کی روایت  
 ہے وہ ابتدائے اسلام پر محمول ہے یعنی ابتدائے اسلام میں حلال تھا اب حلال نہیں لیکن امام شافعی کے نزدیک حلال ہے والیربوع وایمن  
 سوس والرحم والبقاٹ و ہوطا ورونی الہمة یشبہ الرحم وکما من سباع البہائم اور حلال نہیں موش دشتی اور نیولا اور گرس کذا فی المنتب اور  
 بقاٹ اور وہ کم ہمت پرندہ ہے مشابہ زخم کے اور یہ تمام سباع بہائم سے ہیں ہم ربوع جانور ہے جو ہے کے مانند لیکن اس کی دم اور کان چمکے  
 سے زیادہ تر دراز ہیں اور دونوں پاؤں دونوں ہاتھوں سے دراز تر ہیں کذا فی الطحاوی عن ابی السعود تو ظاہر برابر ربوع کا ترجمہ اردو میں گھوس  
 ہوا اور مخزن الادویہ میں ربوع کا ترجمہ فارسی میں خرگوش اور ہندی میں گھوس کیا ہے والہ اعلم وقیل الغنم لانه ذوات اب اور بعضوں نے کہا  
 کہ حلال نہیں چمکا ڈر اس واسطے کہ وہ پیش دار ہے ہم اتفاق نے کہا کہ دلیل میں اختلاف ہے اس واسطے کہ ہمیشہ حرام نہیں بلکہ وہ پیش دار جانور  
 حرام ہے جو اپنے پیش سے شکار کرتا ہو اتنی اور فتاویٰ عالمگیری میں چمکا ڈر کی حلت اور حرمت کے دو قول مذکور ہیں کذا فی الطحاوی ولا یحکل  
 حیوان مائی اور حلال نہیں دریائی اور پانی کا جانور ہم حیوان مائی سے مراد وہ ہے جس کا مادی اور معاش پانی میں ہو کذا فی المنع الا السمک  
 الذی مات بانفہ یموت لانی ما یخس ولو طاف بہ مجردہ وہا ینہ سب ذریائی جانور حرام ہیں مگر وہ مچھل حرام نہیں جو کسی آفت کے سبب سے مرگئی ہو  
 اگر مچھل ناپاک پانی میں پیدا ہوئی ہو اور گوشت مچھل پانی پر اچھل آئی ہو کذا فی الوہبانیہ ہم قاعدہ کلیہ مچھل میں حنفیہ کے نزدیک یہ ہے کہ جو  
 مچھل کسی سبب سے مرگئی تو وہ حلال ہے چنانچہ وہ مچھل کہ گرفتار ہونے سے مرگئی اور جو مچھل بغیر سبب مرگئی تو وہ حلال نہیں چنانچہ پانی پر کی اڑی  
 ہوئی مچھل کذا فی الدرر الطافی علی وجہ الماء الذی مات تحت الغنہ و ہوا بطہ من فوقی مچھل حلال ہے مگر وہ مچھل حلال نہیں جو پانی پر اچھل آئی  
 ہے یا جو خود بخود اپنی موت سے مرگئی بلا آفت اور مچھل طائی وہ ہے جس کا پیٹ پانی پر آسمان کی طرف ہے فلو ظہر من فوق فلیس بطاف فیہ  
 کما یوکل مانی بطن الطائی تو اگر مچھل کی پیٹھ اوپر کی طرف ہو تو وہ طائی نہیں اس کا کھانا حلال ہے جیسے اس مچھل کا کھانا حلال ہے جو آرائی مچھل کے  
 پیٹ میں ہے ہم جو مچھل کہ دوسری مچھل کے پیٹ میں ہو تو اس کی موت آفت اور سبب سے ثابت ہوئی یعنی تنگی مکان کے سبب سے کذا فی شرح  
 الوہبانیہ اور منخ الغفار میں ہے کہ اگر ایک مچھل دوسری مچھل کو نگل گئی تو دونوں کا کھانا حلال ہے یعنی اس واسطے کہ دونوں کی موت آفت سے ہوئی،

۱۳ غداف بروزن غراب گرمی کا کرا اور گدھ بہت پردن والا اس کی جین غرقان ہے ۱۳



وامات بحر الماء اور ہمدہ اور بطنہ فیہ او القادسی فیہ بآثر وہبانیۃ اور مجہول مرگئی پانی کی گرمی یا سردی کے سبب سے یا پانی میں بانٹنے کے سبب سے  
 بحال وغیرہ سے یا کسی چیز کے ڈالنے سے یعنی کوئی دوا پانی میں ڈالی اور پھل اس کو کھا کر مرگئی تو اس کی موت آذت کے سبب سے ہوئی یعنی تو حلال ہوئی  
 کذا فی الوہبانیۃ ہم اگر مجہول کو پرندہ دریائی نے قتل کیا یا مجہول مرگئی پانی کے گٹھے میں یا ایک شخص نے مجہول گھیری غلطیہ میں کہ اس سے نکل نہیں سکتی  
 اور وہ شخص اس کو پکڑ سکتا ہے سو اس میں وہ مرگئی یا بحال میں مجہول مرگئی اور وہ اس حال میں تھی کہ بحال سے نکل نہ سکتی تھی یا مجہول کو پانی میں بستہ کیا  
 سو وہ برف میں باقی رہ گئی اور مرگئی تو وہ حلال ہے اور اگر پانی کی گرمی یا سردی سے مرگئی تو وہ ماکول ہے ایک روایت میں یہیونکہ اس کی موت کا سبب  
 پایا گیا اور دوسری روایت یہ ہے کہ وہ حلال نہیں اس واسطے کہ پانی مجہول کو مارتا نہیں ہے گرم ہو یا سرد چنانچہ کافی میں ہے کذا فی الدرر الجریث  
 مسک اسود والدرما ہی مسک فی صوۃ الجبۃ واخرہما بالذکر للنفاد وخلاف محمد اور حلال نہیں دریائی جانور گر جریت اور مارما ہی حلال ہے جریت سیاہ مجہول  
 ہے اور مارما ہی سانپ کی صورت پر مجہول ہے مصنف نے دونوں کو جدا اس واسطے ذکر کیا کہ ان کے مجہول ہونے میں پوشیدگی تھی اور محمد کے خلاف کی بہت  
 سے علیحدہ بیان کیا ہم عینی نے کہا جریت بکسر جیم وتشدید رائے مکسورہ ایک ہی قسم ہے مجہول کی مدد یعنی گول ہوتی ہے جیسے ڈھال انتہی اور یہ جو محمد سے مغرب  
 میں منقول ہے کہ سب کھلیاں حلال ہیں سو اسے جریت اور مارما ہی کے سوہنیف قول ہے غایۃ البیان میں ہے کہ بعض روافضی اور اہل کتاب جریت کے  
 کھانے کو مکروہ جانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ایک دیوث تھا وہ لوگوں کو اپنی جو رو کے پاس بلاتا تھا سو سوخ ہو کر جریت ہو گیا سو باطل قول ہے کہ جو  
 سوخ ہوا وہ تین دن کے بعد مر گیا اس کی نسل باقی نہیں رہی کذا فی الطحاوی والدرما ہی کہ اہل ہند بام کہتے ہیں اور جریت کو بعض اہل ہند  
 کھانے کے پوتے ہیں وحل الجراوان ما تحت النعۃ بخلاف مسک اور حلال ہے ٹڈی اگرچہ وہ خود بخود بلا سبب ظاہر مرگئی ہو بخلاف مجہول کے کہ  
 وہ بلا سبب خود بخود مرنے سے حلال نہیں و انواع المسک بلا ذکاۃ لحدیث امت لنا میتان المسک والجراد و دمان الکبد والطحال بکسر الطاء اور  
 سب اقسام مجہول کے حلال ہیں بدون ذبح کرنے کے اس حدیث کی دلیل سے کہ حلال ہونے ہمارے واسطے دوسرے مجہول اور ٹڈی اور حلال ہوتے  
 و خون کلیجہ اور تل شارح نے کہا طحال مکسور الاول ہے وحل غراب الذرع الذی یا کل الحب اور کھیت کا کوا حلال ہے جو دانہ کھاتا ہے  
 ہم یعنی نہاست خور نہیں ہے مگر میں نہیں آتا ہے صیغۃ البشہ ہوتا ہے مثل فاختہ کے والذاعلم والارنب والعقنق ہو غراب یجمع بین اکل جیف  
 وبوالاصح حلال ہے خرگوش اور عقنق محقق وہ کوا ہے کہ مراد اور دانہ دونوں کھاتا ہے اور اس کا حلال ہونا اصح قول ہے ہم عقنق برد  
 فقترہ زندہ و اطلق سیاہ اور سفید ہوتا ہے اور اس کی آواز میں عین اور قاف معلوم ہوتا ہے کذا فی القاموس بعضے لوگ اس کو ہو کھا کہتے ہیں  
 طحاوی نے حاشیہ مکی سے نقل کیا کہ عقنق برد زن جعفر پرندہ ہے کبوتر کے مانند لمبی دم والا اس میں سپیدی اور سیاہی ہے اور وہ اقسام غراب  
 سے ہے بدشگون اس سے لیتے ہیں انتہی اور ابو یوسف سے روایت ہے کہ میں نے امام ابو حنیفہ سے عقنق کو پوچھا تو فرمایا لا باس بلفتی اس کے کھانے  
 میں کچھ مضائقہ نہیں تو میں نے کہا وہ نہاست کھاتا ہے تو امام نے فرمایا کہ نہاست کو ملتا ہے دوسری چیز سے پھر کھاتا تو امام کے نزدیک قاعدہ  
 یہ مگر کہ جو نہاست کو دوسری چیز سے ملا کر کھا دے چنانچہ مرغی تو اس کا مضائقہ نہیں ابو یوسف نے کہا کہ عقنق مکروہ ہے جیسے مرغی مملات  
 مکروہ ہے کذا فی فتاویٰ قاضی خان معہما ای مع الذکاۃ کھیت کا کوا اور خرگوش اور عقنق حلال ہیں ذبح کرنے کے ساتھ ہم اب مناسب معلوم  
 ہوتا ہے کہ ان حیوانات کو ذکر کیجئے جن کی حلت اور حرمت کتب معتدہ میں مذکور ہے فتاویٰ قاضی خان میں مذکور ہے کہ انعام ماکولہ بالکل چنانچہ  
 اونٹ اور اونٹنی اور گائے بیل اور بھیر اور بکری اور دنبہ حلال ہیں اور اسی طرح ماسوائے انعام جو درندہ نہیں ہیں چنانچہ ہرن اور خرگوش اور  
 گور خراہ غیل گاؤ اور وہ طیور جو چنگل سے شکار نہیں کرتے چنانچہ مرغی مرغی اور کبوتر اور بٹ اور غراب الذرع جو فقط دانہ کھاتا ہے اور اہل

اور قمری اور سودانی اور زرد زور اور مصافر یعنی جمیع اقسام کنبشک کی اور ناخنہ اور ٹڈی وہ حلال ہیں اور حرام ہے ہرنیش دار و زندہ چنانچہ شیر اور  
 بھیڑیا اور تیندرا اور چیتا اور لومڑی اور زکوا اور کتا اور بل بھیڑیہ اور پالو اور سنباب اور سمور اور بکچہ اور بندر اور موش و شعی اور گدہ اور غیر لا اور گیدڑ  
 اور لمانی اور سور اور سانپ اور مینڈک اور جس جانور میں کہ خون نہیں چنانچہ زنبور یعنی مہر اور مہر اور مکس اور سپور اور جوں اور چرن اور ہرنچہ گیر پزندہ  
 جو شکار کرتا ہے چنانچہ سقر یعنی برہ اور باز اور گدہ اور عقاب اور بانشہ اور شاہین اور بٹا اور چیل اور جو مردار خوردہ ہو چنانچہ غراب البقع  
 یعنی ابلق کو ایہ سب حرام ہیں انتہی مانی الکافیۃ قائمہ جو بالور خشکی میں بہتے ہیں تین قسم ہیں ایک وہ جن میں اصلا خون نہیں در سری قسم رہ جن  
 میں خون ہے مگر خون رداں نہیں اور تیسری قسم وہ جن میں خون سائل اور رداں ہے سو بن میں خون نہیں چنانچہ ٹڈی اور بٹرا اور مکھی اور کٹکڑی اور  
 گبریل اور بچھو اور مانتا اس کے توان کا کھانا سائل نہیں سوائے ٹڈی کے اور اسی طرح جن میں خون سائل نہیں چنانچہ سانپ اور چھپکلی جس کو ٹھیک ہی  
 کہتے ہیں اور سام ابرص اور جمیع حیوانات حشرات اور مہام الارض چنانچہ چوہا اور مہی اور گدہ اور یلور یعنی موش و شعی یا گھوس اور نیولا اور مانند ان  
 کے اور ان کی درست میں اختلاف نہیں مگر گدہ امام شافعی کے نزدیک حلال ہے اور جن میں خون سائل ہے وہ در قسم ہیں مانوس اور وحشی سو باہن  
 بہائم سے چنانچہ اونٹ اور گائے بیل اور غنم بالاجماع حلال ہیں اور وحشی چنانچہ ہرن اور بیل گاڑ اور گورخ اور جنگل ادنیٰ سو باجماع سلین حلال ہیں  
 اور درندے مانوس چنانچہ کتا اور چیتا اور پارلی اور بیل حلال نہیں اور اسی طرح وحشی درندے جن ذریعہ عقور طریقے ہیں چنانچہ شیر اور بھیڑیا اور زکوا  
 تیندرا اور چیتا اور لومڑی اور بٹک بل اور سنباب اور سمور اور قمری در بکچہ اور بندر اور مانند ان کے سباع طیر چنانچہ بانر و بانشہ اور جہ اور شاہین اور چیل  
 اور بٹا اور گدہ اور عقاب جو ان کے مانند ہو یہ سب حرام ہیں کذا فی الطحاوی من اللامیری الشافعی صاحب حیوة الحيوان وذبح مالا یوکل لظہر  
 لحمه وشمہ وجلدہ تقدم فی الطہارۃ ترجیح خلافہ اور جو جانور ماکول اللحم نہیں اس کا ذبح کر ڈانا اس کے گوشت اور چربی اور چھڑے کو پاک کر دیتا ہے  
 شارح نے کہا کتاب الطہارۃ میں اس کے خلاف کی ترجیح مقدم مذکور ہو چکی ہم طہارۃ میں اس کی ترجیح مذکور ہو چکی کہ ذبح سے گوشت پاک نہیں  
 ہوتا چھڑا پاک ہو جاتا ہے طہارۃ سے مطلب یہ ہے کہ اگر مائعات یعنی رقیق چیزوں میں چھڑا یا چربی غیر ماکول اللحم مذکور کی پڑ جائے تو وہ چیز رقیق نہیں  
 نہیں ہو جاتی اس واسطے کہ ذبح ازالہ رطوبت نجسہ میں دباغت کے مانند ہے اور اس کے حامل کی نماز باطل نہیں ہوتی اور کھانے کے سوا اس  
 کی چربی سے فائدہ لینا درست ہے یا نہیں بعضوں نے کہا کہ جائز نہیں اور بعضوں نے کہا جائز ہے واللہ اعلم کذا فی الطحاوی الا الاوہی والخیر  
 کما مر سوائے آدمی اور سور کے چنانچہ کتاب الطہارۃ میں مذکور ہو چکا ذبح شاة مریضۃ فحرکت او خرج الدم حلت والا لان لم تد حیوة  
 عند الذبح بیمار بکسی ذبح کی پھر اس نے جنبش کی یا خون نکلا تو وہ حلال ہے اور اگر حرکت نہ کی یا اس کا خون نکلا تو وہ حلال نہیں اگر اس کی زندگی  
 ذبح کے وقت معلوم نہ ہوئی ہو ہم حرکت اور خروج خون نہیں ہونا مگر زندہ سے کیونکہ مردہ جنبش نہیں کرتا اور اس سے خون نہیں بہتا شرح طحاوی  
 میں ہے کہ خون کا نکلنا زندگی پر دلالت نہیں کرتا مگر اس صورت میں جب کہ زندہ کے مانند خون نکلے وان علم حیوة حلت مطلقا وان لم  
 تتحرک ولم یخرج الدم وبذا یاتی فی مختلفہ ومرتدۃ ونظیرۃ والذی یقر الذنب بطہانہ کذا ہذا الاشیاء تمل وان کان حیوۃ خفیۃ علیہ  
 الفتوی لقولہ تعالیٰ (الا ما ذکیتم) من فیہ فصل وسیفی فی العید اور اگر مذکور کی حیات معلوم ہو گئی تو وہ ہر طرح حلال ہے اگر چہ اس نے جنبش اور  
 حرکت نہ کی ہو اور خون جھٹی نکلا ہو اور اس کا بیان آگے گا اس جانور میں جس کا گلہ دیا گیا اور جو بچے گر پڑا اور جس کو دوسرے جانور نے سینک سے  
 ۱۵ سوال اور زرد زور دو پرندوں کے نام ہیں مثل مولے کے ۱۲ ایک پرندہ ہے مردار خور ۱۲ ۱۵ فارس میں کریمہ کہتے ہیں چھپکلی کی قسم ہے ۱۲  
 ۱۵ عرب وہ اور اس کو قائم کہتے ہیں اور جنگل بل کو کہتے ہیں ۱۲



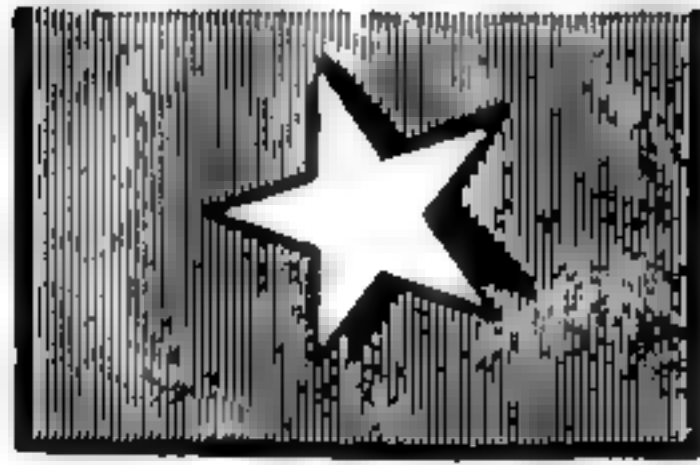
مارا اور جس کا پیٹ بیڑیہ نے پھاڑا تو ان چیزوں کو ذبح کر دینا حلال کر دیتا ہے اگرچہ حیوانات مذکورہ کی زندگی پر شدید غیر جانبدار ہو رہا ہو۔  
فتویٰ ہے جس قدر حق تعالیٰ کے الاما ذکیتم یعنی رہ جانور حلال ہے جس کو تم نے ذبح اور حق تعالیٰ نے اس میں کچھ تفصیل نہیں فرمائی حرکت یا خروج خون  
کی اور اس کا ذکر آگے آئے گا کتاب الصید میں قبح شاة لم تد رجوتما وقت الذبح ولم تحرك ولم يخرج الدم ان فتحت فاما لا توکل وان  
ضمت اكلت وان فتحت عینہا لا توکل وان ضمتہا اكلت وان مدت رحلہا لا توکل وان قبضتہا اكلت وان نام شعرہا لا توکل وان  
قام اكلت لان الحيوان يسترخى بالموت فتفتح فم وعین و مد رحل ونوم شعر علامۃ الموت لانها استرخا و مقابلہا حرکات تنقص بالحي فدل علی حیوۃ و ہذا کلام تعلم  
الحیۃ وان علمت حیوۃ وان قلت وقت الذبح اكلت مطلقا بل حال زیلعی بکری ذبح کی اور اس کا زندہ ہونا ذبح کے وقت معلوم نہ ہوا اور اس  
نے جنبش نہ کی اور خون بھی نہ نکلا تو اگر اس نے منہ کھول دیا تو اس کا کھا نا حلال نہیں اور اگر اس نے منہ بند کر لیا تو کھا نا حلال ہے اور اگر اس نے آنکھ کھول  
دی تو اس کا کھا نا حلال نہیں اور اگر آنکھ اس نے بند کر لی تو کھا نا حلال ہے اور اگر اس نے پاؤں پھیلادیا تو کھا نا درست نہیں اور اگر کھینچ لیا تو درست ہے  
اور اگر اس کے بال سو گئے یعنی گر پڑے تو اس کا کھا نا حلال نہیں اور اگر بال کھڑے ہو گئے تو درست ہے اس واسطے کہ جانور موت سے ڈھبلا ہوا جاتا ہے تو منہ اور  
آنکھ کا کھولنا اور پاؤں کا پھیلنا اور بال کا گر پڑنا علامت ہے موت کی اس واسطے کہ یہ افعال استرخا ہیں یعنی ڈھیلے ہو جانے سے ہوتے ہیں اور ان افعال کے  
مقابل یعنی منہ اور آنکھ کا بند کر لینا اور پاؤں کا کھینچنا اور بال کھڑا ہونا یہ حرکات حب زندہ کے ساتھ مخصوص ہیں تو اس کی زندگی پر دلالت ہوگی اور یہ سب علامات  
مذکورہ اس وقت متبر ہیں جب کہ زندگی معلوم نہ ہو اور اگر اس کی زندگی معلوم ہو ذبح کے وقت اگرچہ حیات قلیل ہو تو اس کا کھا نا مطلقا حلال ہے ہر حال میں  
خود علامات مذکورہ پائی جاویں یا نہ پائی جاویں کذا فی الزیلعی سمکتہ فی سمکتہ فان كانت المظروفۃ صمیۃ حلتا یعنی المظروفۃ والظرف موت المبلوۃ لیسبب  
ایک پھل نکل دوسری پھل کے پیٹ میں تو اگر مظروفہ یعنی وہ پھل جو پیٹ کے اندر ہے تندرست ہے تو دونوں حلال ہیں یعنی مظروفہ اور ظرف کیونکہ نکل ہونے  
پھل کی موت سبب حادث سے ہے یعنی تنگی مکان کے سبب سے اور نکلنے والے کی موت اس پر جانے سے والی تنگی صمیۃ حل الظرف لا المظروف  
کیا تو صحت من و رب لا استمالتا عذرة جوہرة وقد غیر المصنف عبارتہ منہ الی ما سمعہ اور اگر پیٹ کی پھل تندرست نہ ہو مگر گل گئی ہو تو ظرف حلال ہے  
نہ مظروف یعنی نکلنے والی حلال ہے نہ نکل گئی چنانچہ اگر مظروفہ اس کی مقعد سے نکل تو حلال نہیں اس واسطے کہ مستیل اور متغیر ہو کہ گوہ ہو گئی کذا فی الجوہرۃ  
اور البتہ مصنف نے اپنے متن کی عبارت بدل ڈال جو تو نے سنی ہم استبہا کی عبارت یوں تھی سمکتہ فی سمکتہ فان كانت صمیۃ حلالا لا یعنی پھل کے اندر  
کی پھل ہے تو اگر مظروفہ صبیح اور سالم ہے تو دونوں حلال ہیں اور نہیں تو حلال نہیں یہ عبارت اس کے موہم ہے کہ در صورت عدم تندرستی مظروفہ دونوں حلال نہیں  
اور حالانکہ یہ مطلب نہیں بلکہ ظرف حلال ہے نہ مظروف تو مصنف کی اخیر عبارت سے یہ غلط دفع ہو گیا ولو وجد فیہا ذرة ملکہا حلالا ولو خاتما او دینارا مفروبا لا ہو لقطہ  
اور اگر پھل کے اندر موتی پایا تو پانے والے کو اس کی ملک حلال ہے اور اگر اس کے اندر انگوٹھی یا سکہ دارا شرفی پائی تو پانے والا اس کا مالک نہیں اور وہ  
لقطہ ہے ہم اس مسئلہ میں تفصیل ہے جو ولو الجیمہ میں یوں مذکور ہے کہ موتی پھل کے پیٹ میں پایا تو اگر موتی صدف کے اندر ہے تو وہ پانے والے  
کا ہے اور اگر پھل بیچی اور مشتری نے موتی پایا تو وہ مشتری کا ہے اور اگر موتی صدف میں نہیں ہے تو وہ پانے والا کا ہے اور اگر پھل بیچی اور مشتری  
موتی پایا تو وہ مشتری کا ہے اور اگر موتی صدف میں نہیں ہے تو وہ پانے والا کا ہے۔۔۔ مملوک ہے اور وہ لقطہ ہوگا اس  
واسطے کہ ظاہر مہیاد کے ہاتھ سے اس کو پہنچا کذا فی الطحاوی ذبح لقطہ دم الامیر ونحوہ کو احد من العظام کی ہم لانا اہل بہ لغیر اللہ ولو وصیۃ ذکر  
اسم اللہ تعالیٰ ذبح کیا ماکم کے آنے کے واسطے یا ماکم کے ماتہ کسی اور شخص طیل القدر کے آنے کے سبب سے ذبح کیا تو ذبیحہ حرام ہے اگرچہ ذابغ  
نے اللہ تعالیٰ کا نام لیا ہو ذبح کے وقت اس واسطے کہ اس پر غیر خدا کا نام پکارا گیا ہم دستور عوام میں یوں ہے کہ جب نیا حاکم قلعہ میں داخل ہوتا ہے  
تو اس کی تعظیم کے واسطے یا دیو مہوت کے مہوگ دینے کے واسطے تاکہ تکلیف نہ دے جانور ذبح کرتے ہیں اور حاکم کو اس کا گوشت نہیں کھاتے ہیں

کہ تو فرار دی جائے طحطاوی نے کہا ذبیحہ مذکور مردار ہے اگرچہ اللہ تعالیٰ کا خالص نام اس پر لیا جائے اور بہتر یہ ہے کہ تعظیم غیر خدا حرمیت کی علت  
 ٹھہرائی جاوے انتہی تو اس روایت سے معلوم ہوا کہ یہ جو ہندوستان میں جاہلوں میں رواج ہے کہ منہ مان کر سید احمد شہید کی گائے اور شیخ سعد  
 کا بکرا ذبح کرتے ہیں وہ گائے اور بکرا مردار ہے اس واسطے کہ ذبیحہ تعظیم غیر خدا اور تقرب مخلوق کا ارادہ کرتے ہیں اور یہ جو بعض لوگ کہتے ہیں کہ  
 ذبح کے وقت نام خدا کے ذکر کرنے سے ذبیحہ حلال اور پاک ہو جاتا ہے گو نیت حرام کی خراب ہو ان کی غلط فہمی ہے اس واسطے کہ مذکور ہو چکا کہ مردار  
 تعظیم غیر خدا ذبیحہ مردار ہو جاتا ہے اگرچہ اللہ تعالیٰ کا خالص نام لیا جائے صحیح مسلم: ما من تعظیم لغير الله من الله من  
ذبح لغير الله یعنی خدا کے لئے اس پر جو خدا غیر کے واسطے ذبح کرے ولو ذبح للضعیف لا یجزم لانه سنة الخلیل واکرام الضعیف اکرام اللہ تعالیٰ اور اگر  
 مہمان کے واسطے ذبح کرے تو ذبیحہ حرام نہیں ہوتا اس واسطے کہ ذبح کرنا دعوت مہمان کے واسطے سنت ہے خلیل اللہ ابراہیم علیہ السلام کی اور کریم ہما  
 کی اللہ تعالیٰ کی کریم ہے ہم منع العفاریں ہے کہ جو یہ گان کرتا ہے کہ مہمان کے واسطے ذبح کرنا حلال نہیں اس واسطے کہ یہ ذبح کریم ابن آدم کے  
 واسطے ہے تو گویا ریح صوت ہوا غیر خدا کے واسطے تو اس شخص نے قرآن اور حدیث اور عقل کے مخالف کہا اس واسطے کہ اس میں شک نہیں کہ تعاب  
 منفعت کے واسطے ذبح کرتا ہے اور اگر وہ ذبح کرے تو اس جاہل پلارم ہے کہ تعاب کے ذبیحہ کرنا کھادے اور نہ اس کو کھانے جو ولیمہ  
 اور عرس یعنی شادی اور عقیقہ میں ذبح ہو والفارق انہ ان قد مہالیہ کل منہا کان الذبح لشد المنفعة للضعیف اولولیمۃ اوللرب وان لم یقد مہالیہ کل منہا بل  
 یدفعما لغيرہ کان لتعظیم غیر اللہ فحرم اور وجہ فرق درمیان حرمت ذبیحہ قدم امیر کے اور علت ذبیحہ وغیرہ کی یہ ہے کہ اگر ذبیحہ اس واسطے پیش کیا تاکہ اس  
 میں سے آپ یا مہمان کھائے تو ذبح اللہ تعالیٰ کے واسطے ہوا اور گوشت کی منفعت مہمان کے واسطے یا ولیمہ کے واسطے یا تعاب کے نامہ مال  
 کرنے کے واسطے ہوئی اور اگر کھانے کے واسطے ذبیحہ پیش نہ کیا بلکہ غیر کو یا تو یہ غیر خدا کی تعظیم ہوئی تو ذبیحہ حرام ہو گا ہم موی شارح استہابہ نے  
 کہا کہ اس مسئلہ میں حاصل کلام یہ ہے کہ ذبیحہ متصل بنام خدا اگر آنے والے کے آنے سے پہلے مہمانت کے واسطے یا اس کے آنے کے بعد مہمان  
 دیر میں اس کی مہمانت کے واسطے ہو تو اس کے جائز ہونے میں کچھ شبہ نہیں اور اگر آنے کے وقت ہو تو اگر مہمانت کا قصد ہے تو اسی طرح درست ہے بلکہ  
 اور اگر مجرد تعظیم ہو تو حرام اور مذکور مردار ہے پھر شارح کا فرق مذکور بیان کیا انتہی پھر معلوم کرنا چاہیے کہ یہ فرق ظاہر نہیں اس لیے کہ گاہے تعظیم  
 غیر خدا مقصود ہوتی ہے اور قاصد خود اس کو کھاتا ہے اور اس کے خیال میں تو بہتر یہ ہے کہ مناط حکم کا تعظیم کے قصد پر ہو کذا فی الطحطاوی یعنی اگر غیر خدا  
 کی تعظیم ذبیحہ سے مقصود ہے تو حرام ہے والا حلال ہے وہل یکفر قولان بزانیہ وشرع وہبانیہ اور کیا ذابح لغير الله کافر ہے اس میں دو قول ہیں یعنی بعض  
 کے نزدیک کافر ہے بعضوں کے نزدیک کافر نہیں کہنا کہ گدانی البزازیہ وشرع العربانیہ قلت و فی صید المنیۃ انہ یکفر ولا یکفر لان لا نسبی الظن بالمسلم انہ یتقرب ال  
 الادی بہذا النحر ونحو فی شرع العربانیہ عن الذخیرۃ ولظہر نقال سے وفاضل جمہور ہم قال کافر بہ وفضل واسمعیلی لیس یکفر: میں کہتا ہوں اور منیہ  
 کی کتاب الصید میں یہ ہے کہ غیر خدا کے واسطے ذبح کرنا مکروہ ہے اور ذابح کافر نہیں ہے اس واسطے کہ ہم مسلمان کے ساتھ یہ گمان بد نہیں کرتے  
 ہیں کہ وہ اس ذبح سے تعظیم اور تقرب آدمی کا چاہتا ہے اور مانند اس قول کے شرح وہبانیہ میں ہے اور شارح وہبانیہ نے اس معنی کو نظم کر کے  
 یوں کہا ہے اور اس ذبح کا کرنے والا اکثر علماء کے نزدیک کافر ہے اور امام فضل اور اسمعیلی اس کو کافر نہیں کہتے ہیں ہم ہر چند تکفیر اختلافی میں عدم تکفیر  
 راجح ہے لیکن امر مختلف فیہ کو اللہ البکائر جانتا اور اس سے پہنا اور پھانا چاہیے واللہ ہو الموفق والمعین العتھوی یعنی البزازیہ المتفصل من الحمی حقیقہ وکما  
 لانه مطلق فینصرف للکامل کما حققہ فی تنویر البصائر قلت لکن ظاہر المتن التعمیم بدلیل الاستثنا فتأملہ بکفۃ کالاذن المقطوعۃ والسن الساقطۃ ال  
 فی حق صاحبہ فظاہر وان کثر استہابہ من الطہارۃ وہو التماک فی تنویر البصائر عضو یعنی ہر چیز کہ جدا ہو گیا جو ان حی یعنی زندہ سے وہ مردار کے مانند ہے



چنانچہ کٹکان اور گراوانت مگردانت والے کے حق میں دانت طاہر ہے اگرچہ دانتوں میں کثرت ہو چنانچہ اشباہ میں ہے کتاب الطہارۃ سے اور طہارۃ کا قول ہی مختار ہے چنانچہ تنویر البصائر میں ہے شارح نے کہا حیوان حی یعنی زندہ سے وہ مراد ہے جو حقیقتاً اور حکماً زندہ ہو اس واسطے کہ حی کا لفظ مطلق ہے تو حی کا فرد کامل مراد ہوگا چنانچہ اس کی تحقیق تنویر البصائر حاشیہ اشباہ اور نظائر میں مذکور ہے میں کہتا ہوں لیکن ظاہر متن تقسیم پر دلالت کرتا ہے استثنائے دلیل سے سو اس کو تامل کر ہم اگر زندہ حقیقتاً یعنی صورتاً اور حکماً مراد لیجئے تو جو کہ منفصل ہوا مذبح سے قبل اس کی موت کے تو وہ منفصل ہے زندہ صورتاً سے نہ زندہ حکماً سے تو اس وقت میں استثناء آئندہ کی کچھ حاجت نہیں چنانچہ شیخ صالح دمشقی اشباہ نے کہا ہے تقسیم سے مراد یہ ہے کہ خواہ زندہ حقیقتاً اور حکماً ہو خواہ فقط حقیقتاً یعنی صورتاً زندہ ہو تو در صورت تقسیم کے استثناء کی البتہ حاجت ہوگی تو یہاں گفتگو اس میں ہے کہ حی سے یہاں فرد کامل مراد ہے یا عام مراد ہے اگرچہ حکم مختلف نہیں ہے دونوں صورتوں میں اور عضو منفصل سے مراد وہ عضو ہے جو ہڈی اور گوشت سے جدا ہو جائے اگرچہ کھال سے متصل رہا ہو اور جو عضو کہ گوشت سے متصل ہے وہ ماکول ہے اور کلام ہے بھیل اور ہڈی کے غیر میں اس واسطے کہ بھیل اور ہڈی مردہ بھی حلال ہے کذا فی الطہارۃ والامس مذبح قبل موت فیمل اکل لومس المیوان الماکول لان ما بقی من الحيوة غیر معتبر اصل بزازیہ قلت لکن یکرہ لکامر مگر جو عضو کہ حیوان مذبح سے جدا ہو اس کی موت سے پہلے تو اس کا کھانا حلال ہے اگر وہ حیوان ماکول اللحم ہو اس واسطے کہ جس قدر زندگی حیوان مذبح میں باقی ہے وہ اصل معتبر نہیں کذا فی البزازیہ میں کہتا ہوں لیکن عضو کا جدا کرنا حیوان مذبح کے ٹھنڈے ہونے سے پہلے مکروہ ہے چنانچہ اسی کتاب میں مذکور ہو چکا وحررنا فی الطہارۃ قول الوہبانیۃ اور ہم نے قول آئندہ وہبانیہ کی تحریر کی ہے کتاب الطہارۃ میں قبل تقسیم کے ہم کتاب الطہارۃ میں شارح نے بیان کیا ہے کہ غلبہ مشابہت کا کچھ اعتبار نہیں اس واسطے کہ فقہائے تصریح کی ہے کہ وہ بھیڑ یا حلال ہے جو بکری سے پیدا ہوا اپنی ماں کے اعتبار سے ۵۰ و قد صلا لحم البغال واما من الخیل قطعاً والکرمۃ اور البتہ صاحبین نے حلال کہا ہے قطعاً چروں کا گوشت حالانکہ ماں ان کی گھوڑی ہے اور کراہت بھی مذکور ہے یعنی جس چکر کی ماں گھوڑی ہے وہ صاحبین کے نزدیک حلال ہے مگر کراہت بھی مذکور ہے ۵۰ وان ینزکلب فوق غزضہا ولہ نتائج لہ راس کلب فیمنظر ۵۰ اور اگر جست کی کتے نے بکری پر یعنی جفتی کی تو اس کے بچہ پیدا ہوا جس کا سر کتے کے مانند ہے تو اس کو دیکھنا چاہیے ۵۰ فان اکلت لحم کلب جمیعاً ۵۰ وان اکلت میتاً فذا راس یبتر ۵۰ سو اگر اس نے گوشت کھایا تو وہ بالکل کتاب ہے اور اگر اس نے گھاس کھائی تو اس کا سر کاٹا جائے یعنی اس کا کھانا نہ چاہیے ۵۰ ویوکل ہاتھیا وان اکلت لذائذ وذا فاضرہا والصیاح یخبر ۵۰ اور سوائے سر کے باقی گوشت کھایا جائے اور اگر گوشت اور گھاس دونوں کھائے تو اس کو مارنا اور اس کا چلنا خبردار کرے گا ہم یعنی اگر مارنے سے کتے کی مانند مھونکے تو نہ کھانا چاہیے اور اگر بکری کی مانند چلائے تو حلال کرنے کے بعد سر مہینکا جائے اور باقی کھایا جائے کذا فی الطہارۃ ۵۰ وان اکلت فاذبح فان کرشہا بدا ۵۰ فعنزوالا فوکلب فیطمر ۵۰ اور اگر مشکل اور مشتبہ ہو یعنی کتے اور بکری دونوں کی طرح آواز کرے تو اس کو ذبح کر تو اگر اس کی اوچھڑی ظاہر ہو تو وہ بکری ہے لیکن سر اس کا دور کیا جائے اور اگر اوچھڑی نہ نکلے تو وہ کتاب ہے دفن کیا جائے یعنی اس کا کھانا نہ چاہیے دفنی معایاتہا اور وہبانیہ کی چستان میں یہ ہے ۵۰ وای شباہ دون

ذبح کیلئے ذاب من ذی صغی ولادم نہر: اور کون بکری ہے جس کو بدن ذبح کے شارح حلال رکھتا ہے اور کون ہے وہ شخص جو اپنے گھر میں رہا یہاں تک کہ رقت صغی داخل ہوا اور اس نے خون نہیں جاری کیا ہم مصرعہ اول کا جواب کتاب المساقاة کے آخر میں مذکور ہو چکا اور مصرعہ ثانی کا جواب خود ترجمہ میں مذکور ہو گیا محل سوال فقط لفظ ہے صغی کا تو ظاہر اس کا مطلب یہ مفہوم ہوتا ہے کہ کون شخص ہے جس نے قربانی کی اور حالانکہ خون نہیں بہا یا قربانی کرنے اور عدم خونریزی میں منافات ظاہر ہے تو ناظم کا مطلب وہ ہے جو ترجمہ میں مذکور ہوا نہ قربانی کرنا خاتمہ آٹھ پیزیں ہیں مردار سے جن سے انتفاع درست ہے سینگ اور کھڑ اور عصب اور صوف اور روہر یعنی روئیں اور بال اور پٹ اور پڈشی خواہ حیوان ماکول اللہم ہو یا غیر ماکول ہے کذافی الطحاوی عن زواہر الجواہر واللہ اعلم استغفر اللہ العظیم ۛ





# کتاب الاضحیہ

یہ کتاب ہے اضمیہ یعنی قربانی کے مسائل میں من ذکر الی خاص بعد انعام کتاب الذبائح کے بعد کتاب الاضمیہ کا لانا خاص کا ذکر کرنا ہے عام کے بعد یعنی ذبیحہ عام ہے اور قربانی خاص ہے ہی لنتہ اسم لما یدبح ایام الاضمی من تسمیۃ الشئ باسم وقتہ اضمیہ لغت میں اس حیوان کا نام ہے جو ایام اضمی میں ذبح کیا جائے من قبیل نام رکھنے شے کے اس کے وقت کے نام کے ساتھ ہم جو حیوان مذکور ہوا ایام غریب میں اس کو اضمیہ اس واسطے کہتے ہیں کہ وقت اضمی یعنی دن چڑھے اس کو ذبح کرتے ہیں کذا فی الدرر تو اس کا نام ماخوذ ہوا اس کے وقت کے نام سے کذا فی المحلی طحاوی نے کہا ذبیحی میں ہے تقربات مالیہ دو قسم ہیں ایک قسم تملیک ہے چنانچہ صدقہ اور دوسری قسم اطلاق ہے چنانچہ اعتاق اور اضمیہ میں دونوں معنی مجتمع ہوئے کہ خوریزی سے وہ اطلاق ہے پھر گوشت میں تصرف کرنے سے تملیک اور اباحت ہے انتہی واقعات میں ہے کہ قربانی کا خرید کرنا دس درم سے بہتر ہے ہزار درم کی خیریت سے اس واسطے کہ جو قربت خوریزی سے حاصل ہوتی ہے وہ صدقات سے نہیں ہوتی و شرعاً ذبح حیوان مخصوص بنیۃ القرۃ فی وقت مخصوص اور اصطلاح شرع میں اضمیہ عبارت ہے حیوان مخصوص کے ذبح کرنے سے عبارت کی نیت سے مخصوص وقت میں ہم حیوان مخصوص یعنی گائے بیل بھیڑ بکری اونٹ اور وقت مخصوص یعنی ایام غر و شرائطہ الاسلام والاقامت والیسار الذی یتعلق بہ وجوب صدقۃ الفطر کما مر اور شرائط قربانی کی الام اور مقیم ہونا اور اس قدر تو نگرانی اور مال داری جس قدر سے وجوب صدقۃ فطر متعلق ہے چنانچہ آخر کتاب الزکاة میں مذکور ہو چکا ہم اسلام اور اقامت ایام غر کی اخذ وقت کی معتبر ہے تو اگر ادا دل غریب کا فرمتا اور آخر میں سلمان ہوا یا اول میں مسافر فرمتا اور آخر میں مقیم ہو گیا تو اس پر قربانی واجب ہوگی فتاوی عالمگیری میں ہے ظاہر الروایۃ میں تو نگر اور مال دار وہ ہے جس کے پاس ۲۰ درم یعنی ۵۰ روپے یا سات تولہ سونا ہو مسکن اور متاع مسکن اور سوری اور خادم کے سوا اور کوئی چیز ہو اس قدر مالیت کی چنانچہ رہنے کے سوا اور گھریا باغ یا چار پائے جانور یا غلام یا گھوڑے یا تجارت کا اسباب وغیرہ ہو ۵۰ روپے کا تو اس پر قربانی واجب ہوگی اور اگر قرآن شریف ہو اس قدر مالیت کا تو اگر وہ شخص قرآن پڑھتا ہو یعنی پڑھ سکتا ہو تو اس پر قربانی نہیں خواہ بالفعل اس میں پڑھتا ہو یا نہ پڑھتا ہو اور اگر قادر ہو قرأت پر تو قربانی واجب ہے اور کتابوں سے آدمی فنی نہیں مٹتا مگر اس وقت جب ..... ایک کتاب کے دو نسخے ہوں اور احادیث اور تفسیر کی کتابوں سے غنی نہیں ہوتا اگرچہ دو نسخے ہوں اور کتب طب اور نجوم اور ادب سے غنی ہوتا ہے جب ان کی قیمت بقدر نصاب کے ہو کذا فی الطحاوی بقصر لا الزکوۃ فتجب علی الناس غایۃ اور مرد ہو تا قربانی کی شرط نہیں تو قربانی واجب ہے عورت پر کذا فی الخانیۃ و سیما الوقت و ہوا یام النہر و قبل الراس و قدمہ فی التارخانیۃ اور قربانی کا سبب وقت ہے اور وقت سے غر کے دن مراد ہیں اور بعضوں نے کہا ہے کہ قربانی کا سبب آغاز ایام غر ہے نہ تمام وقت اور تارخانیہ میں اسی قول کو ترجیح دی ہے و کہنا ذبح مایکوز و یجمن النہم لا غیر فیکہ ذبح دجاجة و دیک لانه تشبہ بالہوس بزمانیۃ اور قربانی کا رکن ذبح کرنا ہے اس کا جس کا ذبح کرنا جائز ہے منہملہ چوپایوں کے نہ سولے اس کے تو مکروہ ہے ذبح کرنا مرغی اور مرغ کا قربانی کی نیت سے اس واسطے کہ وہ تشبہ ہے موسیوں کے ساتھ کذا فی البزویۃ و حکمہا

الخروج عن عمدة الواجب في الدنيا والوصول الى الثواب بفضل الله تعالى في العقبى مع صحة النية اولا ثواب بدو نسا  
اور قربانی کا حکم یعنی اثر مرتب قربانی کا دنیا میں نکل جانا واجب کے عمدہ سے اور ثواب کا ملنا ہے اللہ کے فضل سے آخرت میں نیت صحیح ہونے  
کے ساتھ اس واسطے کہ ثواب نہیں ہوتا بدو ن صحیح ہونے نیت کے فحوتب التفضیلة ای اراقة الدم من النعم مملانا اعتقاداً ان واجب ہے قربانی  
کرنا یعنی چوپایوں کا خون بہانا یہ وجوب باعتبار عمل کے ہے نہ باعتبار اعتقاد کے ہم وجوب خون ریزی پر دلیل یہ ہے کہ اگر زندہ اضحیہ کو تصدق کر دے  
تو واجب ادا نہ ہوگا اور ظاہر السدایۃ یہی ہے کہ قربانی واجب ہے اور ابو یوسف سے روایت یہ ہے کہ سنت ہے اور طرفین سے روایت یہ ہے  
کہ فرض ہے اور صحیح یہ ہے کہ وہ واجب ہے چنانچہ معمرات میں ہے لیکن قربانی کا وجوب کفارہ یحییٰ اور صدقہ نظر سے کم تر ہے سنت ہونے کی  
دلیل یہ ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم ذبح کرنا چاہو اور جو تم میں سے قربانی کا ارادہ کرے وہ اپنے بال اور ناخن  
رہک رکھے یعنی نہ کاٹے اور تعلیق بالارادہ منافی وجوب ہے اور واجب ہونے کی یہ حدیث دلیل ہے کہ (من وجد سعة ولم یضرب فکفراً یقرین مصلانا)  
کہ جو کشائش پا سے اور قربانی نہ کرے وہ ہماری عید گاہ کے پاس نہ جامے اور اس طرح کی وعید نہیں ہوتی مگر ترک واجب میں اور حدیث اول  
میں ارادہ سے مراد سہو کی ضد ہے نہ تخییر تو ارادہ ذکر کرنا نفی وجوب پر دلالت نہیں کرتا چنانچہ اس حدیث میں کہ من اراد ان یحییٰ فلیست یجوز  
حج کا ارادہ کرے وہ شتابانی کرے مگر جب قربانی واجب عمل ہوئی نہ واجب اعتقادی تو اس کا منکر کافر نہ ہوگا کہ انی الطوطی ملخصاً بقدرۃ ممکنۃ  
قربانی کرنا واجب ہے قدرت ممکنہ سے ہم یعنی تدر کر دینے والی قدرت سے ممکنہ اسم فاعل ہے ممکن سے نہ امکان سے ہی مایجب بھروا التکمن من  
الفضل فلا یشرط بقدر البقاء الوجوب لانها شرط محض قدرت ممکنہ وہ ہے جو واجب ہو بجز قادر ہونے کے فعل سے تو بقاء قدرت مشروط نہیں  
بقائے وجوب کے واسطے اس لیے کہ قدرت ممکنہ شرط محض ہے یعنی اس میں معنی علت نہیں اور شرط کا مطلق وجود بلا اشتراط دوام کفایت کرتا  
ہے مشروط کے پاسے جانے کے واسطے لا سیرۃ ہی مایجب بعد التکمن بعفة الیسر فیر من العسر الیسر فیشرط بقدر البقاء لانها شرط فی معنی العلة کما فی الفقرة  
وجوب قربانی کا قدرت میسرہ سے نہیں اور قدرت میسرہ ہے جو واجب ہو بعد قدر ہونے کے فعل سے آسانی کی صفت کے ساتھ تو قدرت  
میسرہ نے وجوب کو بدل ڈالا تنگی سے آسانی کی طرف تو قدرت مذکورہ کا باقی رہنا مشروط ہے اس واسطے کہ وہ شرط بمعنی علت کے ہے  
چنانچہ مذکور ہو گیا فطرہ کے بیان میں ہم جب فطر بمعنی علت ہوئی تو علت کا دوام مشروط ہے دوام معلول کے واسطے بدلیل وجوب تصدقہ بعیننا  
او بقیمتها لو مضت ایام قربانی کا واجب ہونا قدرت ممکنہ سے نہ قدرت میسرہ سے ثابت ہے وجوب تصدق کی دلیل سے یعنی قربانی کا بعینہ  
تصدق کرنا یا اس کی قیمت کا تصدق کرنا واجب ہے اگر قربانی کے ایام گزر جاویں ہم تو قربانی اور فطرہ اور حج بعد واجب ہونے کے مال  
تلف ہو جانے سے ساقط نہ ہوگا کیونکہ ان کا وجوب قدرت ممکنہ سے ہے نہ میسرہ سے برخلاف زکوٰۃ اور عشر اور فراج کے اس واسطے  
کہ قدرت میسرہ کا بقا مشروط ہے نہ قدرت ممکنہ کا علیٰ حر مسلم مقیم بمصر او قرۃ او بادیه یعنی فلا تجب علی حاج مسافرنا ما اہل مکۃ فکلزہم ان  
حجوا وقیل لا تکرم المحرم سراج قربانی کرنا واجب ہے آزاد مسلمان پر جو مقیم ہے شہر یا گاؤں یا جنگل میں کذا فی العینی تو قربانی واجب نہیں  
حاجی مسافر پر اور مکہ والوں پر تو قربانی لازم ہے اگرچہ وہ حج کرے ہوں اور بعضوں نے کہا کہ محرم پر قربانی لازم نہیں اگرچہ وہ اہل  
مکہ سے ہو کذا فی السراج طحاوی نے کہا سراج کے مانند شرع طحاوی میں ہے مگر سیریا الفطرۃ عن نفسه لا عن طفلہ علی الظاہر فانا  
الفطرۃ اس مقدولے پر جس کو فطرہ کا سامعہ در ہے قربانی واجب ہے اپنی ذات سے نہ اپنے طفل سے بنا بر ظاہر الرایۃ کے برخلاف

۱۵ یعنی واجب کا ذمہ پر سے ساقط ہونا ۱۶



فردہ کہ اپنی ذات اور اپنے طفل کی طرف سے واجب ہے ہم اور ظاہر الروایت پر فتویٰ ہے اور من کی روایت امام سے یہ ہے کہ واجب ہے قربانی اپنے اس ولد صغیر اور اپنے اس پوتے کی طرف سے جس کا باپ نہیں اور مالک کی طرف سے مستحب ہے کذا فی الطحاوی شتاۃ بالرفع بدل من ضمیر تجب او فاعل او سلیع بدلتہ ہی الابل والبقر سمیت بہ لضمنا متنا اور جو جائز قربانی کیا جائے وہ دنیہ بھیڑ بکری ہے یا ساتواں حصہ بدنہ کا اور بدنہ عبارت ہے شتر اور گاؤں سے شتر اور گاؤں کو بدنہ نام رکھا ان کی ضمانت یعنی تندرستی اور بڑا آپے کے سبب سے شارح نے کما شتاۃ بالرفع بدل سے تجب کی ضمیر سے یا اس کا فاعل ہے ہم فاعل تجب کا تو تفسیر مصرع ہے تو شتاۃ نہ اس سے بدل پڑ سکتا ہے نہ اس کا فاعل ہو سکتا ہے بلکہ وہ خبر ہے مبتداء مخدوف کی تقدیر اس کی یوں ہے والمفنی بہ شتاۃ کذا فی الطحاوی لہذا مترجم نے شارح کے موافق ترجمہ نہ کیا لہذا صا بیڑ بکری ایک شخص کی طرف سے قربانی ہوتی ہے اور شتر اور گاؤں سات شخصوں کی طرف سے اور قیاس یہ تھا کہ اونٹ اور گائے ایک کی طرف سے قربانی ہوتی اس واسطے کہ محل ریزی قربت واحد ہے اور وہ متجزی نہیں مگر یہ قیاس متروک ہوا جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث سے کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گاؤں قربانی کی سات کی طرف سے اور چھ بکریوں میں نص موجود نہ تھی تو وہ اصل قیاس پر باقی رہی کذا فی الدرر ولولا عدم اقل من سلیع لم یجز عن اعداد اگر ایک شخص کا حصہ شتر اور گاؤں سے ساتویں حصہ کم تر ہو تو کسی کی طرف سے قربانی جائز نہ ہوگی ہم یعنی شتر اور گاؤں کی قربانی سات شخصوں کی طرف سے جائز ہے بشرطیکہ کسی کا حصہ ساتویں حصہ سے کم نہ ہو صورت اس کی یہ ہے کہ ایک مرد بیٹا اور زوجہ اور گائے یا بیل میراث چھوڑ کر مر گئی پھر بیٹے اور زوجہ نے گائے قربانی کی تو بیٹے کے حصہ میں قربانی جائز نہ ہوگی بسبب فوت ہو جانے وصف قربت کے بعض میں اور بسبب عدم متجزی اس فعل کے قربت ہونے میں کذا فی الدرر یعنی زوجہ کا حصہ آٹھواں تھا اس گائے میں تو ساتویں سے کمتر ہوا لہذا کسی کی طرف سے قربانی نہ ہوئی اس واسطے کہ جب بعض قربت نہ ٹھہرا تو کل بھی قربت نہ ہوا اور متجزی عداوت سببۃ بالاولیٰ اور شتر اور گاؤں کی قربانی کم تر سات سے بطریق اولیٰ جائز ہے یعنی چھ یا پانچ شخصوں کی طرف سے بطریق اولیٰ درست ہے بشرطیکہ ہر ایک کا حصہ ساتواں ہو یا زیادہ کذا فی آملیٰ فہرغصب علی الظرفیۃ یوم النحر الی آخر ایامہ وہی ثلثہ افضلہا اولہا واجب ہے قربانی کرنا یوم النحر کی فجر سے ایام النحر کے پچھلے دن تک اور ایام نحر تین دن ہیں یعنی دسویں اور گیارہویں اور بارہویں تاریخ ذی الحجہ کی اور افضل دن قربانی کا پہلا دن ہے شارح نے کہا فجر کالفظ منصوب ہے بنا بر ظرفیت کے معنی ظرفیت وجوب ہم اور ایام مذکورہ کی راقوں میں قربانی جائز ہے لیکن مکروہ ہے بسبب خوف غلط کے تاہی میں کذا فی الحموی وفتحی عن ولده الصغیر من مالہ صحیح فی البدایۃ وقیل لا صحیح فی الکافی قال ولیس للاب ان یفعل من مال طفله ورجوہ ابن اثیر قلت وهو المعتمد لما فی متن مواہب الرحمن من انه اصح ما یفتی بہ وعلمہ فی البرہان بانہ ان کان المعقود اطلاقا فالاب لا یمکن فی مال ولده کالتق اذ التصدیق باللم فمال الصبی لا یمکن صدقۃ التطوع وعواہ للمبسوط علی حفظ اور باپ قربانی کرے اپنے فرزند صغیر کی طرف سے صغیر کے مال سے صحیح کہا ہے اس قول کو ہدایہ میں اور بعضوں نے کہا کہ قربانی نہ کرے صغیر کے مال سے اس قول کو صحیح کہا ہے کافی میں صاحب کافی نے کہا کہ باپ کو یہ کرنا اپنے طفل کے مال سے درست نہیں اور ترجیح دی ہے اس قول کو ابن شمر نے میں کتابوں اور یہی قول معتد ہے اس واسطے کہ مواہب الرحمن کے متن میں یہ مذکور ہے کہ فتویٰ مینے میں یہی قول صحیح تر ہے اور برہان میں اس کی وجہ یوں بیان کی ہے کہ اگر قربانی سے اطلاق معقود ہے تو باپ اس کا مالک نہیں اپنے فرزند کے مال میں چنانچہ اس کے غلام کے آزاد کرنے کا مالک نہیں اور اگر گوشت کا تصدیق معقود ہے تو صغیر کا مال صدقہ نفل کا احتمال نہیں رکھتا ہے اور اس قول کو مبسوط کی طرف نسبت کیا ہے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے تم فرع علی قول الاول بقولہ واکل منہ الطفل واذخرہ قدر حاجتہ وما یبقی یبدل بما یتفیع الصغیر لعیینہ کثوب وخف لا بما یتملک کخبز وخوہ

ابن کمال و کذا الجہ والوصی پھر مصنف نے قول اول پر تفریع کی اپنے اس قول سے اور طفل کھائے اپنے قربانی سے اور گوشت اٹھا رکھا جائے تو اس کی حاجت کے اور جو گوشت باقی رہے وہ بدل ڈالا جائے اس چیز سے جس کے بعینہ ذات سے صغیر فائدہ حاصل کرے چنانچہ کپڑا اور موزہ نہ اس چیز سے بدلنا چاہیے جس کے استہلاک سے فائدہ حاصل ہو چنانچہ روٹی اور ساتا اس کے کذا صرح بہ ابن کمال اور اسی طرح یعنی باپ کے ماتہ اور وصی ہے و صحیح اشتراک مستثنیٰ فی بدلتہ شریعت لاضحیۃ اسی ان نوی وقت الشرائع اشتراک صحیح استمسانا والا استمسانا اور ایک شخص کے ساتھ صحیح ہے شریک ہو جانا چھ شخصوں کا اس شتر اور گاد میں جو خرید کیا گیا قربانی کے واسطے یعنی اگر خرید کے وقت خرید کرنے والے نے شریک کر لینے کی نیت کی تو صحیح ہے از روئے استمسان کے اور اگر شریک کی نیت کی خرید کے وقت تو صحیح نہیں از روئے استمسان کے ہم صورت مسئلہ یہ ہے کہ قربانی خرید کی اپنی ذات کے واسطے پھر اس میں شریک کر لیا مالگیر یہ میں ہے اگر قربانی نے ارادہ سے خرید کی پھر اس میں چھ شخصوں کو شریک کر لیا تو مکروہ ہے اور قربانی ساتوں کی طرف سے کفایت کرے گی اور اگر خرید کے وقت شریک کر لینے کا ارادہ کرے تو مکروہ نہیں اور اگر خرید اس کا ارادہ کرے تو بہتر ہے اور زیلعی میں ہے کہ گائے خرید کی اس ارادہ سے کہ قربانی کرے اپنی ذات سے پھر چھ آدمی اس کے ساتھ شریک ہو گئے تو کفایت کرتا ہے از روئے استمسان کے اور قیاس یہ ہے کہ جائز نہ ہو اس لیے کہ مہیا کر چکا اس کو قربت کے واسطے تو یہ اس کی متولاً مستحب ہے وجہ استمسان یہ ہے کہ گائے آدمی موٹی گائے باتا ہے اور شریکوں کو نہیں پاتا ہے خرید کے وقت سو اس کو خرید کر لیتا پھر شریکوں کو طلب کرتا ہے اور اگر یہ جائز نہ ہو تو لوگ حرج میں پڑیں اور حرج شرعاً مدفوع ہے انتہی اور سیاق کلام شارح اس کا مفید ہے کہ گائے خرید کی شرکت کی نیت سے اور حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ صورت مسئلہ یہ ہے بلا نیت شرکت خرید کی پھر اس نے شریک کو پایا اس وقت کہ اگر شرکت کی نیت سے خرید کرے گا تو مخالف قیاس نہ ہو گا کما ذکرہ الال کذا فی الطحاوی طحطاوی و ذامی الا اشتراک قبل الشراء احب اور یعنی اشتراک خرید کرنے سے پہلے مستحب اور بہتر ہے و لقیسم اللحم و زنا لا جزا فی اور مشترک قربانی کا گوشت قسمت کیا جائے تو نہ اشکل کہ ہم فتاویٰ خلاصہ اور فیض میں ہے کہ تعلیق قسمت کی شریکوں کے ارادہ پر ہے کذا فی الطحاوی الا اذا ضم معہ من الاکارع او الجا صرنا للجنس بخلاف جنسہ مگر جب کہ گوشت کے ساتھ پائے یا کھال ملائی جائے تو وزن کا برابر ہونا ضروری نہیں جنس کو خلاف جنس کی طرف پھیرنے کے سبب سے ہم یعنی ہر جانب میں کچھ گوشت ہو اور کچھ پائے یا ہر جانب میں کچھ گوشت ہو اور کچھ کھال یا ایک جانب میں گوشت ہو اور پائے ہوں اور دوسری جانب میں گوشت اور کھال ہو تو اب جائز ہے صرف کرنا جنس کا خلاف جنس کی طرف کذا فی الدرر واول وقتہا فی الصلوۃ ان ذبح فی مصر ای بعد اسبق صلوۃ عید ولو قبل الخطیۃ مکن بعد ما احب اور قربانی کا اول وقت بعد نماز کے ہے اگر نماز میں ذبح کیا ہو یعنی اس نماز عید کے بعد اول وقت ہے جو سب سے پہلے نماز ہو گئی ہو اگرچہ خطبہ عید سے پہلے قربانی کی ہو لیکن خطبہ کے بعد قربانی مستحب ہے ہم اور قبل از خطبہ قربانی کرنے سے بدکار مٹھرے گا کذا فی الحلبي و بعد معنی وقتہا لولم یصلوا العذر وکم فی انعد و بعد قبل الصلوۃ لان الصلوۃ فی الخد تقع فقاء لا ادا زلیعی وغیرہ اور قربانی کا اول وقت نماز عید کے وقت گذر جانے کے بعد اگر لوگوں نے عذر کے سبب سے نماز نہ پڑھی ہو اور گیارہویں اور بارہویں ذی الحجہ کو قبل از نماز عید قربانی جائز ہے اس واسطے کہ گیارہویں کی نماز قضاء واقع ہوگی نہ ادا کذا فی الزلیعی ہم عذر سے مراد غیر مقلتہ ہے چنانچہ آگے مذکور ہو گا و بعد طلوع فجر یوم النحر ان فی غیرہ اور قربانی کا اول وقت یوم النحر کی فجر کے طلوع ہونے کے بعد ہے اگر قربانی ذبح کی شہر کے سوا گاؤں یا جنگل میں وغیرہ قبیل غروب الثالث وجرہ الشافعی فی الرابع اور آخر وقت قربانی کا یوم ثالث یعنی بارہویں تاریخ کے غروب ہونے سے پہلے اور امام شافعی



ترسوری تاریخ میں بھی قربانی جائز رکھی ہے ہم ایام نحر کے تین ہیں اور ایام تشریق کے بھی تین ہیں اور دونوں ایام گزر جاتے ہیں چاروں میں اول روز نحر ہے تشریق نہیں اور کچھ دن تشریق ہے نحر نہیں اور تشریق میں ایام نحر و صویں گیارہویں اور بارہویں اور ایام تشریق گیارہویں بارہویں تیرہویں والمعتبر مکان الاضحية لا مکان من علیہ اور معتبر قربانی کا مکان ہے نہ اس شخص کا مکان جس پر قربانی واجب ہے ہم تو اگر قربانی دینا میں ہو اور قربانی کرنے والا شہر میں ہو تو بجز طلوع فجر قربانی جائز ہے اور اگر قربانی شہر میں ہو اور قربانی کرنے والا دیہات میں ہو تو قربانی جائز نہیں مگر بعد نماز عید کے بر خلاف صدقہ منظر کہ اس میں مکان قائل معتبر ہے نمیدہ مصری ارادوا لتجیل ان یخرجوا لارج المصر فیضی بہا اذا طلح العجرب متبی تو اس شہر کا حیدہ جو شتانی قربانی کیا چاہتا ہے نماز عید سے پہلے یہ ہے کہ قربانی نکال دے شہر سے باہر یعنی اس مکان میں جہاں مسافر کو قصر صلوٰۃ جائز ہے پھر وہاں فجر کے طلوع ہوتے قربانی کرے کذا فی المتبی والمعتبر آخر وقتہا للفقیر وصدہ والولادة والموت فلو کان غنیاً فی اول الایام فقیراً فی آخرها لا یجب علیہ وان ولد فی الیوم الاخر یجب علیہ وان مات فیہ لا یجب علیہ اور معتبر قربانی کا بچہ وقت ہے فقیر اور غنی اور ولادت اور موت کے واسطے تو وہ اگر غنی ہو اول ایام نحر میں اور فقیر ہو ان کے پچھلے دن میں تو اس پر قربانی واجب نہیں اور اگر طفل پیدا ہو پچھلے دن میں تو اس پر قربانی واجب ہے اور اگر غنی ہو گیارہویں دن میں تو اس پر قربانی واجب نہیں ہم صغیر کے مال میں قربانی واجب ہے بوجوب ایک قول کے چنانچہ مذکور ہو چکا تبیین ان الامام صل بغیر طہارۃ تعاد الصلوۃ دون الاضحية لان من سئل عن قال لا یعید الصلوۃ الا الامام وصدہ فکان للاجتماع فیہ مسافراً زلیعی بعد نماز اور قربانی کے ظاہر ہوا کہ امام نے نماز عید کی پڑھائی بدون طہارت کے تو فقط نماز پھیری جائے نہ قربانی اس واسطے کہ علماء میں سے بعضا عالم وہ ہے جو کہتا ہے کہ نماز کا اعادہ نہ کرے مگر امام تہنا تو اس میں اجتہاد مجتہدین کی گنجائش ٹھہری کذا فی الزلیعی یعنی جب مقتدیوں پر اعادہ واجب نہ ہوا تو قربانی کا اعادہ کیونکر ہوا تو سقوط جماعت جواز قربانی کا عذر ٹھہراتا کہ قربانیاں فساد سے محفوظ رہیں وفی المتبی انما تعاد قبل التفرق لا بعدہ اور مجتبیٰ میں ہے کہ نماز اعادہ نہ کی جائے گی مگر متفرق ہونے سے پہلے نہ بعد متفرق ہو جانے مقتدیوں کے ہم یہ تقیید ہے اطلاق متن کی اس واسطے کہ اعادہ بعد التفرق میں مشقت ہے وفی البرازیۃ بلدۃ فیہا فتنۃ فلم یصلوا ونحو بعد طلوع الفجر جاز فی المختار اور برازیہ میں ہے کہ ایک شہر ہے جس میں فتنہ ہے یعنی دہاں کا کوئی حاکم نہیں ہے تو شہر والوں نے نماز پڑھ لی حاکم کے نہ ہونے کے سبب سے اور قربانی کے بعد طلوع ہونے فجر کے تو جائز ہے قول مختار میں ہم اس واسطے کہ شہر بمنزلہ دیہات کے ہو گیا اس حکم میں زلیعی حلبی نے کہا اور یہ معارض ہوا اس قول کے جو پہلے منقول ہو چکا زلیعی سے طحاوی نے کہا تو عذر مقدم غیر فتنہ پر محمول ہے چنانچہ مذکور ہو چکا اور یہ فتنہ پر محمول ہے تو معارض نہ ہا لکن فی البینا بیع لو تعد ترک نفس اول وقتہا لا یجوز الدبج حتی تنزل الشمس انتہی لیکن ینایع میں ہے اور اگر حاکم نے عمدۃ نماز عید ترک کی پھر کسی شخص نے قربانی کی اول وقت یعنی بعد طلوع فجر سنت قربانی کی ادا کی تو ذبح کرنا قربانی کا جائز نہیں جب تک زوال شمس نہ ہوا انتہی مافی البینا بیع ہم قربانی قبل زوال اس واسطے جائز نہیں کہ شاید قبل زوال تک حاکم نماز عید کا ارادہ کرے طحاوی نے کہا اس استدراک کی کوئی وجہ نہیں اس واسطے کہ قبل اس کے نماز ترک ہوئی حتیٰ عذر کے سبب سے اور یہ بلا عذر ترک ہوئی وقیل لا یجوز قبل الزوال فی الیوم الاول وتجاوز فی بقیۃ الایام قلت وقد منانہ من آثار الزلیعی وغیرہ بہ جزم فی المواہب فتنیہ اور بعضوں نے کہا کہ قربانی جائز نہیں قبل زوال کے اول دن میں اور جائز ہے باقی دنوں میں میں کہتا ہوں اور ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ یہ قول زلیعی وغیرہ کا مختار ہے اور اسی پر یقین کیا ہے مواہب الرحمن میں تو خبر دار رہنا کما لو شہدوا انہ یوم العید عند الامام فصلوا ثم نضحوا ثم بان انہ یوم عرفۃ اجز اتهم الصلوۃ والنضیۃ لا یشاء لیکن التمز عن مثل ہذا

طہ تشریق کے معنی گوشت کے قیدہ کرنے کے ہیں چونکہ ان دنوں میں قربانی کا گوشت ہوتا ہے اس لیے ایام تشریق نام ہوا ۱۲

الخطا في حكم بالحوار صيانة لجميع المسلمين چنانچہ اگر کو ایسی دسی گوہوں نے امام کے نزدیک کہ وہ عید کا دن ہے سو لوگوں نے نماز عید کی پڑھی اور قربانی کی پھر ظاہر ہوا کہ وہ عید کا دن تھا تو ان کو نماز اور قربانی کفایت کرتی ہے اس واسطے کہ ایسی ططا کا بہنا ممکن نہیں تو جو ادا صلہ اور قربانی کا حکم کیا جاوے گا جمیع مسلمین کے سپاؤ کے واسطے معنی تاکان کی نماز اور قربانی فساد سے محفوظ ہے و کمرہ تنزیہ الذبح لیلالات الخلط اور مکہ تنزیہی ہے ذبح کرنا قربانی کا رات کو غلط اور خطا ہو جانے کے احتمال سے ولو ترک التفضیہ و مصنت ایامہا تصدق بہا حیتہ ناظر فاعل تصدق لمعینہ ولو فقیرا اور اگر تندر کرنے والے نے قربانی کرنا چھوڑا اور قربانی کے دن گزر گئے تو معین جانور کا تندر کرنے والا اس کو زندہ خیرات کر دے اگرچہ تندر کرنے والا فقیر ہو شارح نے کہا ناظر فاعل ہے تصدق کا مین جس کے ملک میں بکری یا بھیڑ ہو اور وہ یوں تندر کرے کہ خدا کے واسطے مہر واجب ہے یہ کہ میں اس کو قربانی کر دوں گا کذا فی الدرر ولو ذبحہا تصدق بلجہا اور اگر تندر والی قربانی کو ذبح کیا تو اس کا گوشت خیرات کر دے ولو نقصہا تصدق بقیمۃ النقصان ایضا اور اگر اس کو ناقص کر دیا بسبب عیب دار کر دینے کے تو اس کے نقصان کی قیمت بھی خیرات کر دے ولایا کل النادر منها فان اکل تصدق بقیمۃ ما اکل اور تندر کرنے والا تندر کی قربانی سے نہ کھائے اور اگر کھائے تو جس قدر گوشت کھایا اس کی قیمت خیرات کرے و فقیر عطف علیہ شرأ لہما لوجوبہا علیہ بذلک حتی یمنع علیہ بیعہا اور محتاج نے جانور خرید کیا قربانی کرنے کے واسطے اور قربانی کے دن گزر گئے تو اس کو زندہ تصدق کر دے بسبب واجب ہو جانے قربانی کے محتاج پر بسبب خرید کرنے کے تو اس پر ممنوع ہو گا اس کا بیچنا شارح نے کہا فقیر کا لفظ عطف ہے ناظر پر ہم یعنی ہر چند محتاج ہر قربانی واجب نہیں لیکن جب کہ قربانی کی نیت سے عید کرے گا تو اس پر واجب ہو جائے گی ہمارے نزدیک کذا فی الدرر فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ اگر قربانی خرید کی پھر اس کی بیع کی تو اس کی تین صورتیں ہیں ایک یہ کہ قربانی کی نیت خرید کی دوسری صورت یہ کہ بدون نیت کے خرید کی تیسری یہ کہ بلا نیت خرید کی پھر اس کا قربانی کنازبان سے واجب کر لیا اس طرح کہ خدا کے واسطے مہر لازم ہے اس کا قربانی کرنا اسی سال میں تو پہلی صورت میں قربانی نہ ہو جاوے گی جب تک زبان سے اس کو واجب نہ کرے گا ظاہر الروایۃ میں اور صاحبین کے نزدیک قربانی ٹھکر جاوے گی اور دوسری صورت کا حکم ظاہر الروایۃ میں مذکور نہیں اور سن کی روایت امام سے یہ ہے کہ وہ قربانی نہ ہو گی تو اگر اس کو بیع کر ڈالے تو جائز ہے اور یہی قول ماخوذ ہے اور تیسری صورت میں بالاتفاق قربانی ہو جاوے گی کذا فی الخطا و تصدق بقیمتہا غنی شرأا و لا تعلقنا بذمہ شرأا اولاً فالمراد بالقیمۃ قیمتۃ شاة بحرہ فیہا اور بعد گزر جانے ایام نحر کے اس کی قیمت کو مالدار تصدق کرے خواہ اس نے قربانی خرید کی ہو یا نہ خرید کی ہو بسبب متعلق ہونے قربانی کے غنی کے ذمہ پر خرید کرے یا نہ کرے تو قیمت سے مراد اس بھیڑ بکری کی قیمت جو قربانی کرنے میں کافی ہے ہم در صورت عدم خرید فقط قیمت کا خیرات کرنا تو ظاہر ہے اور جب کہ خرید کی تو وہ مختار ہے چاہے اس کی قیمت تصدق کرے چاہے اس کو زندہ خیرات کر دے تاکہ اس کے عمدہ سے خارج ہو جیسے جمعہ کی قضاوت ہو جانے کے بعد ظہر ہے اور صوم کی قضا عاجز ہونے کے بعد ذیہ ہے و صح الجذع ذو سنتہ اشہر من الضان انکان حیث رخط بالثنا یا لا یکن التیمیہ من بعد اور قربانی کے واسطے صحیح ہے بعد ظہر چھ مہینے کا پٹھا دنبہ کا بشرطیکہ ایسا قد آور ہو کہ اگر سال بھر کی بھیڑ بکریوں میں ملایا جاوے تو اس کی تیز دور سے ممکن نہ ہو ہم ضان سے مراد وہ جس کے الیہ ہو یعنی چھٹی کذا فی صدر الشریعۃ والدرر المنع موطاوی نے کہا دلیل جواز یہ حدیث ہے جس کو احمد اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے کہ یجوز الجذع من الضان اضنیہ یعنی جائز ہے چھ مہینے کا پٹھا دنبہ سے قربانی کے واسطے اتقانی نے کہا اور اگر صغیر البشہ ہو تو جائز نہیں جب تک ایک سال پورا نہ ہو اور دوسرا سال شروع نہ ہو ابو و صح الشنی فصاعداً من الشاة اور ثنی اور اس سے زیادہ صحیح ہے تینوں قسموں سے یعنی منم اور بقر اور اہل سے والثنی ہوا بن خمس من الابل و حولین من البقر و الہاموس و حول من الشاة و الفراء و ثنی ادنٹ سے پا



مال کا ہوتا ہے اور گائے بیل اور بھینس سے دو سال کا ہوتا ہے اور بھیڑ بکری سے سال بھر کا ہوتا ہے ہم تقدیر اسنان مذکورہ مانع نقصان  
 مانع زیادت تو اگر ان سے کم عمر کا ذبح ہوگا تو جائز نہ ہوگا اور اگر ان سے زیادہ عمر کا ذبح ہوگا تو جائز ہے بلکہ افضل ہے کذا فی العالمگیریۃ  
 الولد بین الابل والوحش تبع الام قال المصنف اور جو جانور پیدا ہوا بیل اور وحشی سے وہ اپنی مال کا تابع ہے ایسا کہا ہے مصنف نے ہم یعنی اگر  
 مال کی قربانی جائز ہے تو اس کی بھی جائز ہے اور اگر اس کی مال کی قربانی جائز نہیں تو اس کی بھی جائز نہیں قروح مسائل ملحقہ شارح کے  
 ثناء افضل من سبع البقرة اذا استویا فی القيمة واللحم بھیڑ بکری بہتر ہے گائے بیل کے ساتویں حصہ سے اگر قیمت اور گوشت میں دونوں برابر ہوں  
 كبش افضل من النعجة اذا استویا قیمتہا اور مینڈھا بہتر ہے بھیڑ سے جب کہ دونوں کی قیمت برابر ہو ہم اور اگر بھیڑ کی قیمت زیادہ ہو یا اس کا  
 قیمت زیادہ ہو تو وہ مینڈھے سے افضل ہے کذا فی الذخیرۃ والانشی من المعز افضل من التیس اذا استویا قیمتہ اور مادہ بکری بہتر ہے بکری سے جب  
 دونوں قیمت میں برابر ہوں والانشی من الابل والبقر افضل حاوی اور اونٹنی اور گائے افضل ہے اونٹ اور بیل سے کذا فی الحاوی و فی  
 ہایئۃ ان الانشی افضل من الذکر اذا استویا قیمتہ واللحم اور وہیانیہ میں ہے کہ مادہ بہتر ہے نر سے جب کہ دونوں کی قیمت برابر ہو واللحم  
 ہم طحاوی نے کہا کابل اور بقر میں مادہ افضل ہے نر سے اس واسطے کہ ان دونوں قسموں میں مادہ کا گوشت عمدہ ہوتا ہے نر کے گوشت  
 ولدت الاضحية ولذا قبل الذبح یدبح الولد معها وعند بعضهم یتصدق بہ بلا ذبح قربانی کچھ حسنی ذبح ہونے سے پہلے تو کچھ بھی ذبح کیا جائے اس کے  
 اور بعضوں کے نزدیک کچھ خیرات کیا جائے بدون ذبح کرنے کے منلت اور منقہ فاشتری آخری ثم وجہہ خال افضل ذبحا وان ذبح الاولی  
 کذا فی الثانیۃ لوقیمتہا کالاولی ادا اکثر وان اقل ضمن الزائد یتصدق بہ بلا فرق بین غنی وفقیر وقال بعضهم ان وجبت عن یسار لکذا الجواب وان عن  
 الذبحا ینابیح قربانی گم ہو گئی یا چوری گئی سود و سری قربانی خرید کی پھر پہلی ملی تو دونوں کا ذبح کرنا افضل ہے اور اگر پہلی قربانی کو ذبح  
 کرے گا تو بھی درست ہے اور اسی طرح اگر دوسرے کو ذبح کرے گا تو بھی درست ہے بشرطیکہ دوسری کی قیمت پہلی کی برابر ہو یا زیادہ ہو اور اگر  
 سری کی قیمت پہلی کی قیمت سے کم تر ہو تو زائد کا ضمان دے اور اس کو خیرات کر دے اس میں کچھ فرق نہیں مالدار اور محتاج کا اور بعضوں نے  
 کہ اگر قربانی مالدار کے سبب سے واجب ہوئی ہے تو اسی طرح کا جواب ہے جو مذکور ہو چکا اور اگر محتاجی میں خرید کرنے کی سبب سے واجب  
 ہو تو دونوں قربانیوں کو ذبح کرے کذا فی الینابیح یعنی دونوں قربانیوں کا ذبح کرنا واجب ہے کذا فی الطحاوی عن الثانیۃ والضحیٰ بالجواب والضحیٰ  
 الذلای الممنوعۃ اذا لم یمنعها من السوم والرخی اور قربانی کرے مٹھے کو یعنی جس کے سر پر سینگ نہ ہوں اور ضعیف یعنی بدھیا کو اور قربانی  
 سے اس دیوانے کو جس کو دیوانگی چر بنے چکنے سے نہ روکے دان منعہ لا یجوز التضییۃ بہا اور اگر چرسے چکنے سے دیوانگی باز رکھے تو ایسے دیوانے  
 کو ذبح کرنا جائز نہیں والجر یاہ السمنیۃ فلو مزولہ لم یجز لان الحرب فی اللحم نقص اور قربانی کرے مٹھے خدشی جانور کو تو اگر خدشی جانور بلا  
 وہمت نہیں اس واسطے کہ گوشت میں خارش ہونا نقصان ہے ہم یعنی کمال کی خارش سے گوشت میں نقصان نہیں لہذا اس کی قربانی درست  
 ہے اور جب خارش سے جانور دبلا ہو گیا تو معلوم ہوا کہ خارش گوشت تک پہنچ گئی اس واسطے درست نہیں لا بالعمید والعوراء والعجفاء  
 الذلای لایح فی عظامہا جائز نہیں قربانی اندھے اور کانے اور ایسی نہایت دبیلے جانور کی جس کی پٹیوں میں گودا نہیں والعرجاء المتی  
 الی المنسک اسی المذبح اور اس لنگڑے کی قربانی جائز نہیں جو ذبح کرنے کے مقام تک نہ چل سکے ہم بزاز یہ میں ہے کہ اگر ایسا  
 جانور جو جو تین پاؤں سے چلے اور چھ پاؤں زمین پر نہ رکھے تو اس کی قربانی جائز نہیں اور اگر چھ پاؤں کو تھوڑا چمکتا ہو اور ہلکا  
 تاہم تو اس کی قربانی درست ہے رملینۃ البین مرضنا اور اس بیمار کی قربانی جس کی بیماری صاف ظاہر ہے ومقطوع اکثر الماؤن او

الذنب او العین اسی التی ذنب اکثر نور عینا فاطمہ القطع علی الذنب مجازاً و انما یعرف بقرب العلف اور اس جانور کی قربانی جائز نہیں جس کا نرکان یا دم یا آنکھ قطع ہو گئی ہو یعنی جس جانور کی آنکھ کا اکثر نور جاتا رہا ہو تو مصنف نے ذنب پر قطع کا اعلان کیا باعتبار مجاز کے اور اکثر روشنی کا جانا چارہ نزدیک رکھنے سے معلوم ہوتا ہے ہم صورت اس کی یہ ہے کہ جب جانور بھوکا ہو تو کم روشن آنکھ کو بند کرے اور اس کے سامنے چارہ رکھے پھر نظر کرے کہ کتنی دور سے اس نے چارے کو دیکھا اور اس کی طرف رغبت کی پھر تدریجاً روشنی آنکھ کو بند کرے اور چارہ سامنے رکھے پھر نظر کرے کہ کتنی دور سے اس نے چارہ دیکھا پھر دونوں مکانوں کے تفاوت کو اندازہ کرے اگر تھائی کا تفاوت ہو تو تھائی روشنی کئی اسی طرح اقل یا اکثر معلوم کرے طحاوی نے کہا اکثر کار عایت کہ نافقہ ابو اللیث کا قول ہے اور مجتبیٰ میں اسی قول پر فتویٰ مذکور ہے اور شریطی میں تاحی خان سے منقول ہے کہ صحیح قول یہ ہے کہ تھائی اور اس سے کم غلیل میں داخل ہے اور جو اس سے زیادہ ہو وہ کثیر ہے اور اس پر فتویٰ تو معلوم ہوا کہ یہاں فتویٰ مختلف ہے اور اکثر الالبیہ لان لا اکثر حکم الکمل بقامہ ذلک بانکیفی بقامہ اکثر و علیہ الفتویٰ مجتبیٰ اور جس دہ کی اکثر چلتی کٹی ہے تو اس کی قربانی جائز نہیں ہے اس لیے کہ اکثر کے واسطے کل کا حکم ہے رہنے اور جانے میں تو اکثر کان اور دم اہم تھا اور حکمتی کا باقی رہنا کفایت کرتا ہے قربانی کے واسطے اور اسی قول پر فتویٰ ہے کذا فی المجتبیٰ ولا بالتماء التی لا اسنان لہا و کیفی بقامہ اکثر و قبل ما تعلق بہ اور قربانی جائز نہیں پوپلے جانور کی جس کے دانت نہیں اور اکثر دانتوں کا باقی رہنا کفایت کرتا ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ اس قدر دانتوں کا باقی رہنا کافی ہے جس قدر سے چارہ کھا سکے یعنی اگرچہ نصف سے کم ہوں والسکار التی لا اذن لہا خلقة فلو لہا اذن منفرقة اجزات زلیعی اور مجاز نہیں قربانی پوپلے کی جس کے پیدائشی کان نہیں اور اگر جانور کے چھوٹے کان ہوں تو اس کی قربانی کافی ہے کذا فی الزلیعی ہم اگر پیدائشی ایک کان ہو تو قربانی اس کی درست نہیں کذا فی العالگیریۃ والجزاء مقطوعہ رؤس منہما و یا بسہا و اس جانور کی قربانی ہوتی نہیں جس کے تھنوں کی نوکیں کٹی ہوں یا وہ خشک ہوں ولا الحیداء مقطوعۃ الالف اور قربانی درست نہیں نیکے جانور کی جس کی ناک کٹی ہو ولا المصترۃ اطباؤ لا وہی التی عولجت حتی انقطع لبنہا اور نہ وہ جانور جس کے تھنوں کی نوکیں مقطوع ہوں یعنی جس جانور کا علاج کرنے سے دودھ منقطع ہو گیا ولا التی لا البیہ لہا خلقة مجتبیٰ اور درست نہیں قربانی اس دہ کی جس کے پیدائشی چکتی نہ ہو کذا فی المجتبیٰ ولا بالتماء لان الحملا لا یفجع شرع و بیانہ و تمامہ فیہ اور مجاز نہیں قربانی غشی کی اس واسطے کہ اس کا گوشت پختہ نہیں ہوتا کذا فی شرح الوہابیۃ اور اس کا پورا بیان اسی کتاب میں ہے ولا الجمالات التی تاكل العذرة ولا تاكل غیرہا اور مجاز نہیں قربانی سبب است خور جانور کی جو گوہ کھاتا ہے اور اس کے سوا کچھ نہیں کھاتا ہم اس قید سے معلوم ہوا کہ اگر سبب است بھی کھاتا ہو اور چلہ بھی کھاتا ہو تو اس کی قربانی درست ہے کذا فی الطحاوی تمہ قربانی جائز ہے اس جانور کی جس کو کھانسی آتی ہے اور اس کی جوڑے صاف سے جن نہیں سکتی اور اس کی جوڑا غلیب ہے اور اس کے دودھ نہیں اترتا بلا مرض اور جس کی چھوٹی چکتی ہے دم کے برابر اور جس کی زبان کٹی ہے بشرطیکہ چارہ کھا سکتا ہو کذا فی الطحاوی ولو اشتراک سلیمۃ ثم تعیبت لعیب مانع کما مفعلیہ اقامۃ غیرہا مقامہا ان کان غنیادان کان فقیر اجزاء ذلک اور اگر قربانی تدریجاً خرید کی پھر اس میں وہ عیب لگ گیا جو مانع ہے جواز قربانی کا چنانچہ عیوب مانعہ مذکور ہو چکے تو اس پر واجب ہے کہ اور قربانی اس کے تاہم مقام کرے اگر خرید کرنے والے مالدار ہو اور اگر محتاج ہو تو وہی عیب دار قربانی اس کے واسطے کفایت کرتی ہے و کذا لو کانت معیبتہ وقت الشراء لدم لوجوبہا علیہ بخلان الغنی اور اسی طرح معیوب قربانی محتاج کے واسطے کافی ہے اگر قربانی میں عیب موجود ہو خریداری کے وقت اس واسطے کہ محتاج پر قربانی واجب نہیں بر خلاف مالدار کے کہ اس پر واجب ہے تو اس کے حق میں کافی نہ ہوگی ولا یضر تعیبتہا من اضطرارہا عند الذبح اور ضرر نہیں کرتا عیب دار



جاننا قربانی کا اس کے ترپنے کے سبب سے ذبح کے وقت وکذا الو ماتت فعلی الغنی غیر لال الفقیہ اور اگر قربانی مرگئی تو مالدار پر دوسری قربانی کے سوا واجب ہے نہ محتاج پر ولو ضلت او سرتقت فشری آخری فظرت فعلی الغنی احد ہما وعلی الفقیہ کلا ہما ستمنی اور اگر قربانی گم ہو گئی یا چوری گئی اس نے دو سالہ جانور خرید کیا تو غنی ہر ایک جانور کا قربانی کرنا واجب ہے اور محتاج پر دونوں کا قربانی کرنا ضرور ہے کذا فی الستمنی ہم یہ مسئلہ ہوگی وان مات احد السبعة المشترکین فی البذیة وقال الورثة اذ جوا عنه وسلم صحیح عن الکل استمسنا لفقد القرية من الکل ولو ذبحوا بلا اذن البذیة لم یجز ہم لان بعضہا لم یقع قربۃ اور اگر گائے یا اونٹ کے سات شریکوں میں سے ایک شریک مر گیا اور میت کے وارثوں نے کہا کہ ذبح کرو تو اس کی طرف سے اور اپنی طرف سے تم سب کی طرف کی قربانی صحیح ہوگی استمسنا کی راہ سے اس واسطے کہ عبادت کا قصد سب کی طرف سے مل ہو اور اگر شریکوں نے میت کے وارثوں کے بلا اذن اس کو ذبح کیا تو شریکوں کی طرف سے بھی قربانی ادا نہ ہوگی اس واسطے کہ ساتواں حصہ واقع نہ ہو یعنی جب بعض عبادت نہ ہو مٹھا تو کل بھی عبادت نہ ہو عدم تجزی کے سبب سے کذا فی الکافی وان کان شریک السنۃ نصرانیا اور میرا لم یجز عن واحد منهم لان الاراقۃ لا تجزی ہدایۃ لما مر اور اگر چہ شریکوں کے سامنے ساتواں شریک نصرانی ہو یا فقط گوشت لینے کا ارادہ رکھتا تو ان میں سے کسی طرف سے قربانی ادا نہ ہوگی اس واسطے کہ خون ریزی تجزی نہیں ہوتی کذا فی الہدایۃ بدیل گذشتہ ہم اور یہی حکم ہے باقی قربات شرکت پذیر میں جب متقرب کے سامنے وہ شخص شریک ہو جو قربت کا قصد نہیں رکھتا ہے تو عبادت ادا نہ ہوگی اور در صورت قربت عبادت ادا ہوگی اگرچہ قربت بہت مختلف ہو اس طرح پر کہ بعض شریک قربانی کا ارادہ کرے اور بعض جزاء صید اور بعض بدی احصار اور بعض کفارہ احرام اور بعض ہدی نظوط اور بعض دم متعہ یا قران کا ارادہ کرے اور اسی طرح اگر بعض اپنے فرزند کے عقیقہ کا قصد کرے ایسا بیان کیا ہے امام محمد نے فوائد ضمایا میں اور اس سے پہلے محمد نے ذکر کیا ہے کہ قربانی کے واجب ہونے کے عقیقہ وغیرہ ہر ذبح کو منسوخ کر دیا اور محمد کی نص سابق اس کے مفید ہے کہ نسخہ فقط وجوب کی راہ ہے والی عقیقہ بھی قربت ہے اور یہ مخالف ہے اس بحث کے جو شر بنالی نے ذکر کیا ہے کہ عقیقہ مکروہ ہے کذا فی الطحاوی

ما یہ ہے کہ عقیقہ کا قربت اور عبادت ہونا خود امام محمد کے کلام سے ثابت ہے اور یہ جو امام محمد نے کہا ہے کہ عقیقہ وغیرہ کو قربانی نے منسوخ کر دیا تو مطلب یہ ہے کہ عقیقہ واجب نہیں رہا ہے تو اس سے نفی استہباب یا ابا حبت کی لازم نہیں اور اس کو مکروہ کہنا تو قول بدیل ہے اس مسئلہ کے عقیقہ احادیث معتبرہ سے ثابت ہے اور اہل اسلام میں جلدی ہے فروغ مسائل ملحقہ شارح ولوان ثلثۃ نفرا شترمی کل واحد منهم شاة

میرۃ احمد ہم بعشرۃ والاخر بعشرین والاخر ثلثین وقيمة کل واحد مثل شئنا فاختلطت حتی لا یعرف کل واحد شاة بعینہا واصطلموا علی ان یا فکل واحد ما یضی بہا جزا تم ولیدق صاحب الثلثین بعشرین وصاحب العشرین بعشرۃ ولا یتصدق صاحب العشرۃ بشئ وان اذن کل واحد منهم ان یجھما عنہ اجزائہ ولا یشی علیہ کما لو ضعی اھنیۃ غیرہ بغیر امرہ ینابیح اور اگر تین شخصوں نے ایک ایک بکری قربانی کے واسطے خرید کی ایک شخص خود ۲۰ درم کو خریدی اور دوسرے نے بیس درم کو خریدی اور تیسرے نے تیس درم کو خریدی اور ہر بکری کی قیمت اس کے شن کی برابر ہے پھر تینوں بکریاں اس طرح مختلط ہو گئیں کہ تینوں شخصوں سے کوئی شخص بھی اپنی خاص بکری کو نہیں پہچانتا ہے اور تینوں نے اس پر اتفاق کر لیا ہے کہ ہر ایک شخص ایک ایک بکری لے کر قربانی کرے تو اس طرح قربانی کرنا کفایت کرے گا اور تیس درم والا ۲۰ درم خیرات کرے اور ۲۰ درم والا ۱۰ درم تصدق کرے اور ۱۰ درم والا کچھ خیرات نہ کرے اور ہر شخص اگر دوسرے کو اذن دے کہ تو میری طرف سے قربانی کر دے تو اس کے واسطے قربانی کافی ہوگی اور اس پر کچھ خیرات کرنا واجب نہ ہوگا چنانچہ اگر کوئی شخص غیر کی قربانی کو قربانی کرے بدون اس کے حکم کے تو اس پر

یعنی حرم کے شکار کا بدلہ اور بدی احمد سنن ج سے روایت ہے اور ایک نسخے میں فروغ کی جگہ قلت ہے ۱۲۔

تصدق لازم نہیں کذا فی الینابیح ہم ۲۰ درم والے پر ۲۰ درم کی خیرات اس احتمال سے لازم آئی کہ شاید اس نے وہ بکری قربانی کی ہو جو ۱۰ درم سے خرید ہوئی اور اسی احتمال سے ۲۰ درم والے پر دس درم کی خیرات لازم آئی اور ۱۰ درم والے پر قلت کا احتمال نہیں لہذا اس پر کچھ تصدق بھی نہیں و یا کل من لحم الاضحية و یوکل غنیا و یدخر و ندب ان لا ینقص التصدق عن الثلث و ندب ترک لذی حیال تو مستطیع اور قربانی کرنے والا کھا دے اپنی قربانی سے اور مقدور اے کو کھا دے اور ذخیرہ کر رکھے اور مستحب یہ ہے کہ تصدق تہائی گوشت سے کم نہ کیا جائے اور ترک تصدق مستحب ہے عیال دار کے واسطے ان پر کشائش کر کے لیے ہم مستحب یہ ہے کہ اپنی قربانی سے کھا دے اور غیر کو کھا دے اور افضل یہ ہے کہ تہائی گوشت خیرات کرے اور تہائی میں اقارب اور دوستوں کی مہمانی کرے اور تہائی اپنے واسطے اٹھارہ گھوٹ دینا غنی اور فقیر اور مسلم اور فکی کو درست ہے اور اگر سب گوشت خیرات کرنے تو جائز ہے اور اگر سب گوشت اپنے واسطے ذخیرہ کر رکھے اگرچہ تین دن سے زیادہ رکھے تو بھی درست ہے اور قربانی کرنے والے کو کھانا اس قربانی میں ہے جو منذور نہ ہو اور اگر قربانی نذر مان کر اپنے اوپر واجب کر ل ہو تو قربانی کرنے والے کو اس کا کھانا اور مالداروں کو کھانا حلال نہیں خواہ تذر کرنے والا غنی ہو یا فقیر اس واسطے کہ تذر میں تو تصدق کرنا لازم ہے اور متصدق کو اپنے صدقے سے کھانا یا غنی کو کھانا ہرگز جائز نہیں کذا فی البدائع والعالمگیریہ وان یدفع بیدہ ان علم ذلک والا علیہ شہدہ بنفسہ و یا مریضہ باندہ یک کیل یجلبہا میتہ اور مستحب یہ ہے کہ قربانی کو اپنے ہاتھ سے ذبح کرے اگر ذبح کرنا جائز تھا ہو اور اگر ذبح کرنا نہ جانتا ہو تو ذبح کے وقت خود موجود ہو اور غیر شخص کو اس کا ذبح کرنے کا امر کرے تانا واقع قربانی کو مردار نہ کر ڈالے ہم رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ کھڑی ہو اور اپنی قربانی پر حاضر ہو اس واسطے کہ تیری مغفرت ہوگی قربانی کے اول قطرہ کے نکلنے اور یوں کہ ان مملوقی و نسکی و میامی و مانی لشر رب العالمین لا شریک لہ جان رکھے کہ اس کا گوشت اور خون تیری ترازو میں رکھا جائے گا سترگنا ہو کر کذا فی الطحاوی و کرہ ذبح الکتابی واما البوسی فیرم لانه لیس من اہلہ درر اور اہل کتاب کا ذبح کرنا قربانی کو مکروہ ہے اور مجوسی کا ذبح کرنا حرام ہے اس لیے کہ مجوسی ذبح کرنے کی ریت نہیں رکھتا ہے کذا فی الدرر و تصدق بجلد یا او تمیل منہ مخر بال و حجاب و فریہ و سفرۃ بدو اور قربانی کی کھال خیرات کرے یا اس سے مانند چھلنی اور بھولی اور مشک اور ستارہ خوان اور ڈول بنا دے او مید کہ بمانیتفیع بہ باقیہا کما مر یا کھال کو بدلے اس چیز سے جس سے فائدہ حاصل ہو سکے اس کو باقی رکھے کے چنانچہ مذکور ہو چکا یعنی مشک اور ڈول وغیرہ سے بدل لے لا بستمک کل دحم و نحوہ کہ راہم نہ بدلے کھال کو مستملک چیز سے یعنی جس سے فائدہ حاصل نہ ہو سکے بدون استملاک کے چنانچہ سرکہ اور گوشت اور مانند اس کے چنانچہ روپے یا پیسے یا کوڑی فان بیع اللحم او الجلد بہ ائی بستمک او بدراہم تصدق بشتمہ و مفادہ صحتہ البیہ مع الکراہۃ و من الثانی باطل لانه کا لوقف مجتبی مہر اگر قربانی کا گوشت یا چمڑہ بیچا گیا بستمک چیز سے یا روپیوں سے تو اس کے منہ تو تصدق کر دے اور تصدق منہ سے صحت بیع کراہت کے ساتھ حاصل ہوا اور ابو یوسف سے روایت یہ ہے کہ بیع مذکور باطل ہے اس واسطے کہ وہ وقف ہے مانند ہے کذا فی المجتبی ولا یعطی اجر الجزا منہا ان کیس و استقیدت من قولہ علیہ الصلوۃ والسلام من باع جلد اضحیۃ فلا اضحیۃ لہ ہدایہ اور نہ دے نقاب کی مزدوری قربانی کے گوشت وغیرہ سے اس واسطے کہ مزدوری دینا قربانی سے اس کی بیع کے مانند ہے اور یہ مسئلہ مستفاد ہوا ہے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث سے کہ جس نے اپنی قربانی کا چمڑا بیچا تو اس کی قربانی نہ ہوئی کذا فی الہدایہ و کرہ جز صوفہا قبل الذبح لیتنتفع بہ فان جزہ تصدق بہ ولایرکبہا ولا یعمل علیہا شیئا ولا یوجہہ فان فعل تصدق بالاجرة حاوی الفتاوی لانه التزم اقامۃ القرۃ بجمع اجزائہا اور قربانی کے روپیوں اور بال نہ کرتے نہ ذبح کرنے سے پہلے تاکہ اس سے فائدہ حاصل کر لے

۱۱ البتہ میری نماز اور افعال مجھ اور زندگی اور موت اللہ کے واسطے ہے جو پروردگار ہے جہاں اس کا کوئی شریک نہیں ۱۲



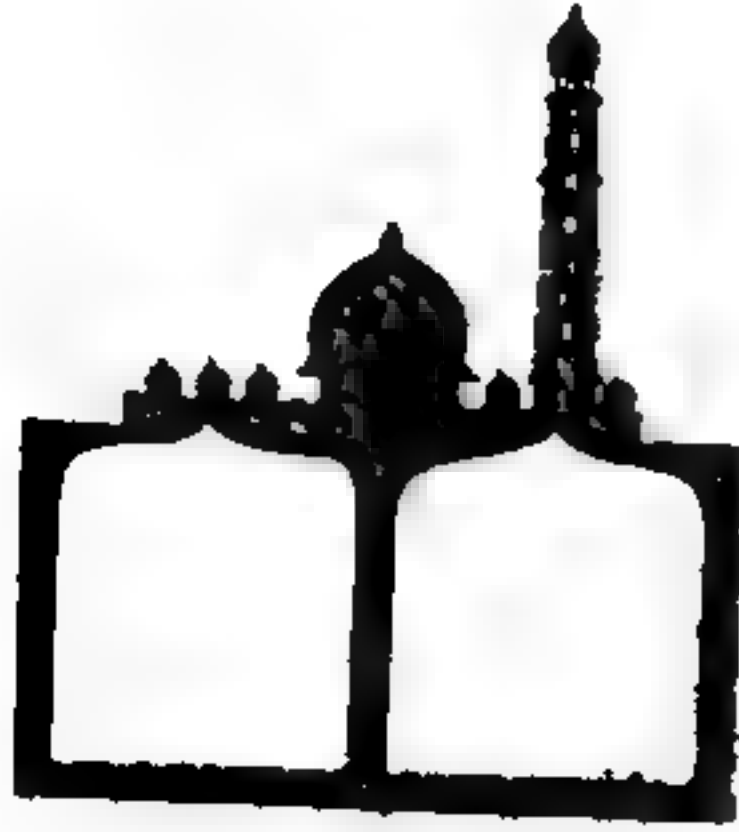
پھر اگر کترے تو اس کو خیرات کر دے اور قربانی پر سوار نہ ہو اور نہ اس چیز پر کوئی لاوے اور نہ اس کو کرایہ دے سوا اگر ایسا کرے تو اجرت کو خیرات کر دے کذا فی حاوی الفتاویٰ امور مذکورہ اس واسطے جائز نہیں کہ عبادت کا قاتم کرنا اس کے تمام جزا سے لازم کیا گیا ہے بخلاف ما بعد حصول المقصود مجتبیٰ بخلاف بعد ذبح کرنے کے کہ صوف کا کترنا درست ہے بسبب حاصل ہو جانے مقصود کے کذا فی المجتبیٰ یعنی قربانی سے مقصود قربت مطلقہ سے حاصل ہو چکی اب انتفاع کے واسطے صوف کترنا اور دودھ کا دہنا درست ہے ویکرہ الانتفاع بلبہنا قبلہ کما فی الصوف ومنہم من اجازہما للغنی لوجوبہما فی الذمۃ فلا متعین زلیحی اور مکروہ ہے نفع حاصل کرنا قربانی کے دودھ سے ذبح کرنے سے پہلے چنانچہ صوف میں انتفاع قبل ذبح مکروہ ہے اور فقیہوں میں سے بعض فقہاء وہ ہے جس نے صوف کترنا اور دودھ دہنا قبل ذبح کے جائز رکھا ہے ال دار کے واسطے بسبب واجب ہونے قربانی کے مالدار کے ذمہ پر تو اس پر مخصوص قربانی متعین نہیں ہے کذا فی الزلیحی ولو غلطا اثنان ذبح کل شاة صاحبہ یعنی عن نفسه علی ما ولی علیہ قوله غلطا اولم یغلطا فیکون کل واحد مکید عن الآخر دلالتہ ہدایۃ قالہ ابن الکمال و ظاہر کلام صدر الشریعہ وغیرہ و توعہ بن صاحبہ صحیح استمسکنا بلا غرم اور اگر دو شخص غلط کار ہوئے اور ہر شخص نے اپنے ساتھی کی بکری ذبح کی تو یہ قربانی صحیح ہے باعتبار استمسک کے دون لازم ہونے تاوان کے شارح نے کہا مراد مصنف یہ ہے کہ ہر شخص نے دوسرے کی بکری ازراہ خطا اپنی ذات کی طرف سے قربانی کی بدلہ لی صاحب ایضاح کہ دونوں نے خطا کی ہو یا نہ کی ہو تو ہر شخص دوسرے شخص کا ذکیل مٹھ جادے گا دلالت حال کے سبب سے یعنی دونوں کو قربانی منظور تھا سو اس طرح سے بھی حاصل ہوا کذا فی الہدایۃ یہ کہا ہے ابن کمال شارح ایضاح نے اور صدر الشریعہ وغیرہ کا ظاہر کلام اس پر دلالت کرتا ہے کہ ہر بکری کا ذبح واقع ہوا اس کے مالک کی طرف سے ہم طحاوی نے کہا کہ صدر الشریعہ کا ذکر کرنا بلا وجہ ہے اس واسطے کہ ہوائے زفر کے تمام اہل مذہب کا اسی پر اجماع ہے کہ ذبح مالک کی طرف سے ہے بقریہ اذن حالی و حیالان ولو اکل ولم یجیر فاقم عرفا ہدایۃ و دونوں شخص باہم حلت کی درخواست کریں یعنی معاف کروائیں اگر قربانی کا گوشت کھا یا ہو اور نہ پچا یا ہو پھر بعد اس کے پچا یا ہو کذا فی الہدایۃ ان تشاھا من کل لصاحبہ قیمۃ لحم و تصدق بہا اور اگر دونوں نے باہم بخل کیا اور معاف نہ کر دیا تو ہر شخص دوسرے شخص کے گوشت کی قیمت کا ادا کرے اور ہر شخص قیمت کو خیرات کر دے قلت وفی ادائل القاعدة الاولى من الاستبہاء لو شراہا بنیتہ الاضیحة فذبحہا غیرہ بلا اذن فان غلطا مذبحوہ ولم یقمنہ اجزاء وان صمنہ لا تجزئہ ہذا اذا ذبحہما عن نفسه اما اذا ذبحہما عن مالکھا فلا ضمان علیہ اثنتی فراجعہ میں کہتا ہوں اور استبہاء کے پہلے قاعدے ادائل میں یہ مسئلہ ہے کہ اگر ایک شخص نے جانور خرید کیا قربانی کرنے کی نیت سے پھر دوسرے شخص نے اس کو ذبح کر ڈالا تو دونوں اس کے اذن کے سوا مالک نے اس مذبح کو لیا اور اس سے تاوان نہ لیا تو اس کے حق میں قربانی کفایت کر گئی اور اگر اس کا تاوان لیا تو ذبح کرنے والے سے تو قربانی ادا نہ ہوگی یہ اس صورت میں ہے جب کہ غیر شخص نے جانور کو اپنی طرف سے ذبح کیا ہو اور اگر مالک کی طرف سے ذبح کیا ہو گا تو اس پر تاوان نہیں ہے انتہی قول الاستبہاء سوا استبہاء کی طرف سے مراجعت کر لیں لو صحنی لبشاة الغصب ان صمنہ قیمتا حین میس قربانی صحیح ہے اگر ایک شخص نے بکری غصب کر کے قربانی کی بشرطیکہ غاصب نے منصوب منہ کو زندہ بکری کی قیمت کا تاوان دیا ہو ہم زندہ بکری کا ضمان اس واسطے لازم آیا کہ غاصب اس کا مالک ٹھہر گیا غصب کے وقت سے بطریق استناد کے اگرچہ قربانی صحیح ہے لیکن غاصب گنہگار ہوا غصب سے تو اس پر قیہ اور استغفار لازم ہے اس مسئلہ سے معلوم ہوا کہ تاوان کے بعد ذبح حلال ہے اور حرام پر بسم اللہ کہنے سے کفر لازم نہیں آتا ہے بلکہ کفر لازم نہیں آتا ہے جب تک کہ غصب کرنے کو حلال نہ جانے کا کذا فی الطحاوی کہا اذبا عما جیسے بیح میح ہے اگر غصب کی بکری کو غاصب کر لیا اور مالک اس کی قیمت کا تاوان نہ دیا مکنہ الا تمفھا من لصاحبہ قیمتا ہدایۃ علیہا بالضم ان من وقت الغصب اور اسی طرح اگر غصب کی بکری کو غاصب تلف کر دے تو تاوان دے اس کی

قیمت کا اس کے مالک کو کذا فی الہدایۃ شافعیہ کی قربانی صحیح ہو گئی بسبب ظاہر ہو جانے بکری کے ملک کے تاوان دینے سے غصب کے وقت سے لا الودیعۃ ان ضمنہا لان سبب ضمانہ ہنا بالذبح والکسۃ ثبت بعد تمام السبب ہوا الذبح فیقبح فی غیر ملک قربانی صحیح نہیں امانت کی بکری کی اگرچہ اس کے مالک کو تاوان بھی دے اس واسطے کہ تاوان کا سبب یہاں ذبح ہے اور ملک ثابت ہوتی ہے سبب کے تمام ہو نیکی بعد از وہ سبب ذبح ہے تو ذبح واقع ہوا اسکے غیر ملک میں قلت و نظیر ان العاریۃ کا لودیعۃ والمرجوتۃ کا المغصوبۃ لکن ہما معنوتہ بالمدین و کذا المشرکۃ فلیراجع میں کتابوں اور مسئلہ امانت سے ظاہر ہوتا ہے کہ عاریت امانت کے مانند ہے یعنی عاریت کی بکری کے ذبح کرنے سے قربانی صحیح نہیں ہے اور مرہون بکری مغصوب بکری کے برابر ہے اس واسطے کہ وہ مضمون بالمدین ہے اور اسی طرح مشترک بکری مغصوب بکری کے مانند ہے تو ان مسائل کو کتب فقہ میں تلاش کرنا چاہیے تاکہ تصریح حکم معلوم ہو جائے ہم بدائع میں عاریت کو ودیعت کے مانند ہے بیان کیا ہے عدم صحت قربانی میں اور غانیہ اور خلاصہ میں مسئلہ ہن بخلاف شارح مذکور ہے یعنی مرہون جانور کی قربانی صحیح نہیں باوجود تاوان دینے کے تو اس تصریح کے مقابل میں شارح کی تجویز لائق اعتبار کے نہ رہی غزانہ میں مذکور ہے کہ دو بکریاں مشترک میں دو شخصوں نے سود و نوں نے ان کو قربانی کیا تو کافی ہے انتہی اور اگر ایک شریک نے مشترک کی قربانی کی تو اس میں تجویز علماء مختلف ہے کذا فی الطحاوی مختصر فروع مسائل طحہ شارح کے لون انیمتہ علیہ الصلوۃ والسلام سود اور رسول خدا علیہ الصلوۃ والسلام کی قربانی کی رنگت سیاہ تھی ہم طحاوی نے کہا شاید کسی سال آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سیاہ رنگ کی قربانی کی ہو حدیث میں تو تصریح ہے کہ حضرت نے قربانی کیے دو خصی میڈھے شاندار سفید رنگ جن میں کچھ سیاہاں بھی موجود تھے نذر مثل ضمیات لزمہ ثنائان لمبئی الاثر بہا خانہ والاصح وجوب الكل للاباۃ بالشد من جنسہ ایجاب شرعاً وکذا ایک شخص نے دس قربانی کی نذر مانی تو اس پر دو قربانی لازم آویں گی اس واسطے کہ دو قربانی کی حدیث آئی ہے یعنی آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دو میڈھے عموں کو قربانی کیا ہے چنانچہ ابھی اس کا مذکور ہو چکا کذا فی الغانیہ اور صحیح ترقول و تبرک کل ہے یعنی دس قربانی کا واجب ہونا صحیح ہے سبب واجب کہ لینے نادر کے اس چیز کو جس کی ہم جنس ایجاب ربانی موجود ہے کذا فی شرح الوہبانیۃ قلت مفاد لزوم النذر بما من جنسہ واجب استقادی او اصطلاحی قالہ الصنف فلیحفظ میں کتابوں اور شرح و ہبانیہ کے مسئلہ مذکور ہے ثابت ہوتا ہے لازم ہو جانا اس نذر کا جس کے ہم جنس شرع میں واجب ہو خواہ واجب استقادی ہو خواہ واجب اصطلاحی ایسا کہ ابے مصنف نے اپنی شرح میں تو اس کلیہ کو یاد رکھنا چاہیے جنم بین حلیں منیا بہا جان خلاف الحقیۃ قسمۃ القسم لا یرقی بھیر بکریاں دو شخصوں میں شریک میں سود و نوں نے ان کو قربانی کیا تو جائز ہے بطلان آزاد کرنے کے شرک ملک کے سبب صحیح ہونے قسمت جنم کے نہ رقیق کے جنسین نا انیمتہ کل ہما قبل الزائد لحم ایک شخص نے دو جانور قربانی کیے تو دونوں قربانی ٹھہریں گے اور بعضوں نے کہا کہ زیادہ گوشت والا جانور قربانی ٹھہرے گا والا فضل الاکثر قیمۃ فان استویا فالاکثر لهما فان استویا فاطیبہا ولو ضعی بالکل فالکل فرض کارکان الصلوۃ فان الغرض منها ما یطلق الاکثر فاذ طویل لیس بالکل فرضا بھتی اور افضل قربانی زیادہ تر قیمت والی ہے اور اگر قیمت میں دونوں برابر ہوں تو زیادہ تر گوشت والی افضل ہے اھل اگر گوشت میں برابر ہوں تو عمدہ گوشت کی قربانی افضل ہے اور اگر سبک قربانی کی تو سب فرض واقع ہوں گے جیسے نماز کے ارکان کہ ان میں سے فرض تو اسی قدر ہے جس پر رکن کا نام بولا جائے پھر جب نمازی نے اس کو طویل کر دیا مثلاً تین آیت سے زیادہ قراءت کی یا پانچ پتہ یا رکوع اور سجود میں تسبیح کسی تو سب فرض ہی واقع ہو گا کذا فی البھتی ہم فرض سے مراد فرضی ہے کذا فی الطحاوی شری انیمتہ و امر جلا بذبحہا فقال ترکۃ التبیۃ و لایا کل لولیم الخرقۃ و لا تصدق قیمتا علی الفقراء غانیہ قربانی کا جانور خرید کیا پھر ایک مرد کو اس کے ذبح کرنے کا امر کیا سو ذاب نے کہا کہ میں نے بسم اللہ کتنا قعدا ترک کیا تو مامور پر اس کی قیمت دینا لازم ہو گا تاکہ امر کرنے والا اس سے اور قربانی خرید کرے اور اس کو قربانی کہے اور خیریت کر دے اور آپ نہ کھائے یہ اس وقت ہے اگر خر کے ایام باقی ہوں اور اگر باقی نہ رہے ہوں تو اس کی قیمت فقیروں پر تصدق کرے کذا فی الغانیۃ و فیہا اراد التبیۃ فوضیح یدہ مع القصاب فی الذبح و اعانہ علی الذبح سعی کل وجوباً لئلا ترکہا احدھا او ظن ان التبیۃ احدھا کفنی حرمت وہی قلیل لغزافین قال اسی شافعی لا تحمل بالتبیۃ مرقہ بل لا بد ان یسعی علیہا موئین اور غانیہ میں ہے کہ ایک شخص نے قربانی کرنے کا ارادہ کیا سو اپنا ماتہ قصاب کے ہاتھ کے ساتھ رکھا ذبح کرنے میں اور اس کی مدد کی ذبح کر پھر تو بر شخص بسم اللہ کہے بنا بر وجوب کے پھر اگر بسم اللہ کو ایک شخص بھی ترک کرے گا یا گمان کرے گا کہ ایک شخص کا بسم



مناکفات کرتا ہے تو ذبیحہ حرام ہو جائے گا اور یہ مسئلہ حیستان ہونے کی لیاقت رکھتا ہے تو یوں سوال کیا جائے کہ کون بھڑ بکری ہے جو ایک بار بسم اللہ  
لے کر ذبح کر لے تو یہ ضروری ہے کہ اس پر دوبار بسم اللہ کرنا چاہیے و قد لفظہ شیخنا الخیر المل فقال ۵ اسی ذبح لا بد لکمل فیہ ۶ ان شتی بذکر ذمی التشریہ  
واجب عنہ بالتقریض فانما لایزاه نثر اولاً ترغیہ اور البتہ اس کو نظم کیلئے ہمارے استاد خیر الدین نے اور وہ نظم یہ ہے کون ذبح ہے جس کی حلت میں یہ ضروری ہے کہ  
دوبار ذکر کیا جائے صاحب تفسیر کی یعنی اللہ تعالیٰ کا نام لیا جائے سو اس کا جواب دے نظم سے اس واسطے کہ ہم نثر کو نہیں دیکھتے اور پسند نہیں کرتے نقلت  
الجواب ۵ خذہ بالظاہر کا متبقیہ ۶ من فقیہ مرویہ عن فقیہ ۷ خیر الدین رل نے کہا تو میں نے جواب سوال مذکور میں یوں کہا کہ لے جواب نظم میں جیسا کہ تو  
ہتا ہے اس فقیہ سے جس کی روایت ثابت ہے فقیہ سے ۵ ہی شاة فی ذبحا الشترک اشان ۶ فکرا لالذکر شرط کما نرہ ۷ ذاک ذبح قصاب وضع ید  
مع الصاحب الذی یکتب ۸ بھڑ بکری ہے جس کے ذبح کرنے میں دو شخص شریک ہوئے تو وہ بار نام خدا ذکر کرنا شرط ہے جیسا کہ ہم روایت کرتے ہیں  
۹ ذبح کرنا اس قصاب کا ہے جس نے ہاتھ رکھا تو اس صاحب کے ساتھ جو اس کی امید رکھتا ہے یا خوف کرتا ہے کہ شاید ایک شخص کی قوت سے ذبح  
وسکے سے فعل کل واحد منہما ان ۱۰ یدکر اللہ جل من تشبیہ ۱۱ تران ووشفوں میں سے ہر شخص پر واجب ہے یہ کہ ذکر کرے اللہ کو در آنحالیکہ وہ پاک  
تشبیہ اور تمثیل سے ولی الوہابیہ وشرعہا قال ۵ ولو ذبحا شاة معاً ثم واحد ۶ اخل بسم اللہ فالشاة تہجر اور وہبانیہ اور اس کی شرح میں کہا اور اگر  
فصلوں نے بکری کو سا ہی ذبح کیا پھر ایک شخص بسم اللہ نہ بولا تو بکری مزدک ہو گئی یعنی حرام واجب الزک ہے ۵ وان لیستری منہا ثلثہ  
اشکل فالتوکیل بالذبح یحرم ۱۲ اور اگر تین شخص تین بکریاں خرید کریں اور اشکال واقع ہو یعنی تینوں شخص اپنی اپنی بکریوں کی شناخت میں حیران  
۱۳ تو ذبح کا وکیل کر دینا کاشف حیرت ہے ہم شرح وہبانیہ میں صورت مذکورہ میں یوں چاہیے کہ تینوں شخص ہر ایک کو ذبح کرنے میں وکیل  
۱۴ یں سو اگر اپنی بکری ذبح کی تو جائز ہے اور غیر کی بکری ذبح کی اس کے اذن سے تو بھی جائز ہے ۵ وکیل شراد الشاة للعمران شری ۶ یصح خلاف  
۱۵ و التقدیر بخیر ۱۶ خرید شاة کا وکیل اگر عزیزی بکری خرید کرے تو صحیح ہے برخلاف سکس کے یعنی اگر بکری کی خرید کا وکیل شاة خرید کرے  
۱۷ نہیں اور مانگنے کی اجرت میں وکیل نقصان اٹھا دے گا ہم وہبیت یہ ہے کہ شاة اسم جنس ہے فان اور عزیزی بھڑ اور بکری دونوں  
۱۸ مائل ہے برخلاف سکس یعنی اگر بکری کی خرید کا وکیل کیا سو اس نے شاة من افعان یعنی بھڑ خرید کی تو موکل کو اس کا لینا لازم نہیں چنانچہ  
۱۹ یہ میں ہے فتاویٰ عالمگیریہ میں ہے کہ اگر قربانی خرید کرنے کا وکیل کیا سو وکیل نے خرید کی اور اس کے مانگنے کے واسطے ایک  
۲۰ م پر کوئی آدمی مقرر کیا تو موکل پر یہ اجرت لازم نہیں یعنی وکیل کو دینا پڑے گا ۵ ولو قال سودا فغیر صح لا ۶ اذا کان فی قرناء عینا یغیر  
۲۱ اگر موکل نے کہا کہ سیاہ رنگ گائے یا بکری خرید کرنا سو وکیل نے غیر اس کے سرخ یا سفید خرید کی تو صحیح ہے اور اگر وکیل نے شاعر سیاہ  
۲۲ قربانی کی خرید میں تغیر کی تو صحیح نہیں ہم اس واسطے کہ شاخ دار سیاہ چشم کی خرید میں لوگ رغبت کرتے ہیں تو مخالف وکیل مقرر ہوگی برخلاف  
۲۳ ول صورت کے ۵ ثبوتین من یذرا العشر الزموا ۶ و تصیح ایجاب الجیم ۷ علماء نے دو قربانیوں کو لازم کیا ہے اس شخص  
۸ حق میں جس نے دس قربانی کی نذر مانی اور سب دس قربانی کی ایجاب کی تصیح منفع اور محقق قول ہے یعنی صحیح قول یہ ہے کہ تمام نذر  
۹ جب اور لازم ہوگی چنانچہ یہ مسئلہ سابق مذکور ہو چکا ۵ ومن یت بالامر الزم نقد تا ۶ والافکل منہا ہذا للتغیر ۷ اور اگر قربانی  
۱۰ میت کی طرف سے اس کے امر سے تو لازم جان اس کا غیر ات کہ تا ۱۱ اگر قربانی میت کی بدون امر ہوئی ہے میت کی طرف سے تو  
۱۲ اس کے گوشت کو اور یہ قول مختار اور پسندیدہ ہے ۵ ومن مال طفل فاصح سقوطہا ۶ ومن ابہ فی حقہ وموالطہ ۷ اور صغیر کے مال سے تو  
۱۳ مال قربانی کا قول صحیح ہے اور صغیر کے باپ کے مال سے باپ کے حق میں قربانی ہونا صحیح ہے اور یہی قول ظاہر الروایۃ میں ہے چنانچہ یہ مسئلہ اول کتاب الامنیۃ

میں مذکور ہو چکا ہے وہاں شاقہ راجع بعد و بجا ہے فیجزمی من ضعی علیہا ولیویر : اور بکری کا بہہ کرنے والا اس کے ذبح ہو جانے کے بعد رجوع کر سکتا ہے تو کفایت ہوگی اس کی طرف سے جس نے اس پر قربانی کی اور اس کو ثواب ملے گا ہم یعنی زید پر قربانی واجب تھی سو خالد نے اس کو ایک بکری بہہ کی سو اس نے قربانی کی پھر خالد نے ذبح کے بعد بہہ میں رجوع کی یعنی مذبح بکری پھیر لی تو رجوع درست ہے امام کے نزدیک خل فانی یوسف کزانی الطحاوی اور زید کی طرف سے قربانی ادا ہوگی اور اس کو قربانی کا ثواب ملے گا واللہ اعلم واستغفر اللہ الکریم :





# کتاب المحظور والایباحہ

یہ کتاب ہے حظ اور اباحت کی یعنی اس میں فعل ممنوع اور مباح کا ذکر ہے مباح کا ذکر اس واسطے ہے کہ کوئی اس کو مکروہ گمان نہ کرے اس میں فرض بھی مذکور ہوتا ہے تاکہ معلوم ہو کہ اس کا ترک کرنا حرام اور ممنوع ہے فقہ کی بعضی کتابوں میں کتاب المحظور والایباحہ کو کتاب الکرامتہ کہا ہے اس واسطے کہ اس میں افعال مکروہ اور غیر مکروہ مذکور ہوتے ہیں اگرچہ ذکر مکروہ اہم ہے اور بعضی کتاب میں کتاب الزہد والورع مذکور ہے اس واسطے کہ اس میں اکثر مسائل مباح مذکور ہیں اور ان سے احتراز کرنا زہد اور ورع ہے اور بعضی کتاب میں اس کو کتاب الاستحسان بیان کیا ہے اس واسطے کہ اس میں افعال مذکور ہیں جن کو شرع نے نیک یا بد کہا ہے مناسبت ظاہرۃ کتاب المحظور والایباحہ کی مناسبت کتاب الاضحیہ سے ظاہر ہے اس واسطے کہ اضحیہ میں اکثر محظورات اور مباحات داخل ہیں بلکہ یہ کتاب ہر کتاب کے ساتھ مناسبت رکھتی ہے کذا فی الخطاوی والخطرفلغۃ لمنع وایضاً فی الفتح حامد وٹا وجمع لغت میں عبارت ہے منع اور حبس سے وشرعاً ما منع من استعمال شرعاً اور اصطلاح شرع میں حظورہ ہے جس کا استعمال شرعاً ہے م یہ تعریف ہے محظور کی نہ محظور کی والخطور ضد المباح اور محظور ضد مباح کی م یہ تعریف باللائم ہے اس واسطے کہ فرض اور حرام اور مکروہ کی ضد مباح ہیں تو محظور کی تعریف خاص یہ ہے کہ جس کا ممنوع ہونا بدلیل قطعی ثابت ہو قرآن سے یا حدیث سے یا اجماع سے یا اس دلیل سے جس کا مرجع دلائل ثمرہ مذکورہ ہوں کذا فی الخطاوی والمباح ما اجیز للمکلفین فعلہ وترکہ بلا استحقاق ثواب وعقاب نعم بحاسب علیہ حساب السیر الاختیار اور مباح وکرہ ہے جس کے کرنے اور نہ کرنے کی مکلف لوگوں کو اجانت ہو بلا استحقاق ثواب اور بلا ترتب عقاب ہاں البتہ یہ ہے کہ مباح پر کچھ ہلکا سا حساب دیا کذا فی الاختیار عدم ثواب اور عذاب در صورت عدم نیت کے ہے اور اگر مباح میں عبادت کی نیت کرے تو ثواب ہوگا اور اگر گناہ کی نیت کرے تو عذاب ہوگا قال صلی اللہ علیہ وسلم انا الاحمال بالینات کل مکروہ اہی کراہیہ تحریم حرام اہی کراہیہ فی الحرم فی العقوبۃ بالنار عند محمد واما المکرہ کراہیہ زہد فی کل اقرب اتفاقاً جو مکروہ تحریمی ہے وہ حرام کے مانند ہے ووزخ کے عذاب میں محمد کے نزدیک اور مکروہ تنزیہی تو حلال کی طرف نزدیک ہے باتفاق امام ادریشین کے مہم حرام وہ ہے جو بدلیل قطعی یقینی ممنوع ہو اور اس کا ترک فرض ہے چنانچہ شراب کا پینا اور مکروہ تحریمی وہ ہے جو بدلیل قطعی ممنوع ہو اور اس کا ترک کرنا واجب ہے جیسے سوسمار کا کھانا اور شطرنج کا کھینا تو امام محمد جب اپنی کتابوں میں کراہت بولتے ہیں تو اس سے حرام مراد رکھتے ہیں اور مکروہ تحریمی کو حرام نہیں کہتے ہیں اس واسطے کہ اس کی دلیل قطعی نہیں جو حرمت پر دلالت کرے تو جس کی حرمت دلیل غیر قطعی یا خبر اماد یا قول صحابی سے ثابت ہے اس کو مکروہ کہتے ہیں اور یہ جو کہا کہ مکروہ تنزیہی حلال سے نزدیک تر ہے یعنی اس کے کرنے والے پر عذاب نہیں لیکن اس کا ترک کچھ تھوڑا ثواب پادے گا کذا فی الخطاوی وعندہما وسمو الصحیح المختار ومشد البدعۃ والشیئۃ الی الحرم اقرب اور امام ادریشین کے نزدیک مکروہ تحریمی حرام کی طرف نزدیک تر ہے اور یہی مذہب صحیح اور مختار ہے اور بدعت اور شہ مکروہ تحریمی کے مانند ہے امام شافعی کے نزدیک مکروہ تحریمی میں حلت اور حرمت کے دلائل متعارض ہیں لیکن جانب حرمت کی غالب ہے فالمکرہ تحریمی بالنسبۃ الی

الحرام کسب الراجب الی الفرض فیثبت بما یثبت بہ الواجب یعنی لفظی البتوت دیا تم بار تکابہ کیا یا تم ترک الواجب و مثلاً السنۃ المؤکدہ تو مکروہ تحریمی کی نسبت حرام کی طرف ایسی ہے جیسے واجب کی نسبت فرض کی طرف تو مکروہ تحریمی ثابت ہوتا ہے اس دلیل سے جس سے واجب ثابت ہوتا ہے یعنی جس دلیل کا ثبوت ظنی ہے اور دلالت قطعی ہے اس سے مکروہ تحریمی اور واجب ثابت ہوتا ہے اور مکروہ تحریمی کے کرنے سے آدمی گنہگار ہوتا ہے جیسے واجب کے ترک کرنے سے گنہگار ہوتا ہے اور واجب کے مانند سنت مؤکدہ ہے ہم دلائل شرعی چار قسم ہیں اول وہ دلیل جس کا ثبوت اور دلالت مطلب دونوں قطعی اور یقینی ہیں چنانچہ آیات قرآنیہ اور احادیث متواترہ صریحہ میں کسی طرح تاویل کا احتمال نہیں یہ سفید یقین ہے اور ایسی دلیل سے فرض مقتادی اور حرام ثابت ہوتا ہے ثانی وہ دلیل ہے جس کا ثبوت قطعی ہے اور دلالت ظنی چنانچہ وہ آیات اور احادیث جن میں تاویل کا احتمال ہے اور یہ سفید ظن ہے اور اس سے فرض عملی ثابت ہوتا ہے ثالث وہ دلیل ہے جس کا ثبوت ظنی ہے اور دلالت مقصود قطعی چنانچہ اخبار اٹھا و صریحہ ایسی دلیل سے واجب اور مکروہ تحریمی ثابت ہوتا ہے رابع وہ دلیل ہے جس کا ثبوت اور دلالت دونوں ظنی ہیں جیسے اخبار اٹھا و محتمل المعانی ایسی دلیل سفید سنت اور استحباب ہے اور گاہے فرض بولتے ہیں اور قطعی اور عملی مراد لیتے ہیں اور کبھی واجب کہتے ہیں اور اس سے فرض عملی کا ارادہ کرتے ہیں کذا فی الخطاوی و فی الزیلعی فی بحث حرمت الخمر القریب من الحرام بالعلق بہ محذور و دل استحقاق العقوبۃ بالنار بل العتاب کثرک السنۃ المؤکدہ فانہ لا یتعلق بہ عقوبۃ النار و لکن متعلق بہ الحرمان عن شفاعۃ ابنی المختار صلی اللہ علیہ وسلم لحديث من ترک سنۃ لم یل شفاعتی فترک السنۃ المؤکدہ قریب من الحرام و یس بحرام انتہی اور زیلعی میں گھوڑوں کی حرمت کی بحث میں یہ مطلب ہے کہ مکروہ قریب بحرام وہ ہے جس سے محذور متعلق ہو نہ عذاب و دوزخ کا استحقاق بلکہ عتاب کا استحقاق ہے جیسے سنت مؤکدہ کے ترک سے عذاب و دوزخ متعلق نہیں و لیکن اس کے ترک سے نبی مختار صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت محرومی متعلق ہے اس حدیث کی دلیل سے کہ جو شخص میری سنت کو ترک کرے گا وہ میری شفاعت کو نہ پاوے گا تو ترک سنت مؤکدہ قریب ہے حرام سے اور وہ خود حرام نہیں ہے انتہی مانی الزیلعی ہم حرمان شفاعت سے یہاں شفاعت مخصوصہ مراد ہے چنانچہ ترقی درجات کی شفاعت اور یہ مراد نہیں کہ مطلق شفاعت سے محرومی ہوگی اس واسطے کہ مرتکب کبیرہ بھی شفاعت سے محروم نہ رہے گا بدلیل حدیث کے کہ شفاعتی لابل الکبار من امتی تو مرتکب مکروہ یا تارک سنت مؤکدہ کیونکر محروم ہوگا حاصل کلام مقدسی کا یہ ہے کہ محمد نے مکروہ تحریمی پر حرام کا اطلاق کیا ہے اور اس کو حلال نہیں کہا ہے کیونکہ اس کی حلت پر دلیل قاطع نہیں اور شیخین نے اس کو حلال میں داخل کیا ہے اس واسطے کہ اصل اشیاء کی حلت ہے اور اس کی حرمت پر قطعی دلیل ثابت نہیں انتہی خلاصہ مقایہ ہے کہ مکروہ محمد کے نزدیک حرام کی ایک قسم ہے کیونکہ ان کے نزدیک قطعی بھی حرام ہے اور ظنی بھی اور دونوں کا مرتکب معاقب بالنار ہے اگرچہ عذاب متفاوت ہو اور شیخین کے نزدیک مکروہ تحریمی حلال غیر قطعی میں داخل ہے اور حلت سے اباحت لازم اور مرتکب مکروہ تحریمی کا گنہگار اور معاقب ہے نہ معاقب بالنار تو معلوم ہوا کہ خلاف مابین محمد و شیخین کے لفظی نہیں ہے کذا فی الخطاوی مختصر الاکل للغذاء و الشرب للعطش و من حرام اومیتہ او مال غیرہ وان ضمنہ فرض شباب علیکم السلام کھانا غذا کے واسطے اور پینا دفع عطش کے واسطے فرض ہے اس پر ثواب ملے گا بحکم حدیث کے اگرچہ اکل اور شرب حرام سے ہو یا مردار سے یا غیر کے مال سے اگرچہ مال غیر کا تاوان اس پر لازم ہو ہم حدیث مذکورہ یہ ہے قال صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ تعالیٰ یوجز فی کل شیء حتی اللقمۃ یرفعھا العبد الی فیہ کذا فی شرب بلا لیتہ یعنی حق تعالیٰ ہر چیز میں ثواب دیتا ہے یہاں تک کہ اس لقمہ میں ثواب دیتا ہے جس کو بندہ اپنے منہ تک اٹھاتا ہے اور مردار اور غیر کا مال کھانا حالت اضطرار میں ہے اور منقحی میں ہے کہ جو شخص مردار نہ کھائے مخصوصہ میں یا روزہ رکھتا جائے اور نہ کھائے یہاں

یعنی میری شفاعت میری امت میں کے کبیرہ گناہوں کے لئے ہے ۱۲



تک کہ مر جائے تو وہ گنہگار ہے اور اضطرار کی تعریف میں اختلاف ہے بعضوں نے کہا کہ فرض نہ ادا کر سکے اور بعضوں نے کہا تین دن کے بعد اور صحیح یہ ہے کہ غیر موقت ہے اس واسطے کہ طالع آدمیوں کی مختلف ہوتی ہیں کذا فی الطحاوی ولكن مقدار ما يدفع الانسان الملاك عن نفسه کھانا فرض ہے لیکن اتنا جتنے سے آدمی اپنی ذات سے ہلاکت کو دفع کرے وہ مباح و ہر مقدار ناممکن بہ من الصلوۃ قائما ومن صومہ مفادہ جواز تقبیل الاکل بحیث یضعف عن الفرض لکنہ لم یجز کذا فی الملتقی وغیرہ اور ایک کھانا وہ ہے جس پر ثواب ہوتا ہے اور وہ اس قدر کھانا ہے جس سے آدمی کھڑے ہو کر نماز پڑھ سکے اور روزہ رکھ سکے شارح نے کہا اس کلام سے اس قدر تقبیل طعم کا جواز مستفاد ہوتا ہے جس سے آدمی ادا سے فرض سے ضعیف ہو جائے لیکن اسی تقبیل مضاعف درست نہیں ہے چنانچہ ملتقی وغیرہ میں مصرح ہے قلت و فی المبتغی بالغین الفرض بقدر ما یندفع به الملاك فیکن معه الصلوۃ قائما انتہی فقہ میں کتابوں اور ملتقی بغین معجم میں یوں مذکور ہے کہ اس قدر کھانا فرض ہے جس قدر سے ہلاکی دور ہو اور اس کے ساتھ کھڑے ہو کر نماز ممکن ہو انہی کلام المبتغی تو خبردار ہو یا ہم اس قدر کھانا اس واسطے فرض ہوا کہ فرض عبادت ادا نہیں ہو سکتی بدول اس کے و مباح الی التبشیر لتریق قوتہ اور کھانا مباح ہے سیری اور اسودگی تک تاکہ آدمی کی قوت زیادہ ہو و حرام عبر فی الخانیہ بیکرہ و ہوا فوقہ ای التبشیر و ہوا کل طعام غلب علی ظمہ انہ یفسد معدتہ و کذا فی الشرب قسما فی اور وہ کھانا حرام ہے جو سیری اور اسودگی سے زیادہ ہو یعنی اتنا کھانا کہ کھانے والے کو گمان غالب ہو کہ اس کے پیٹ میں فساد کرے گا یعنی بدبھمی ہوگی یا مہینہ ہوگا اور خانیہ میں اس کو کمرہ کہا ہے یعنی مکروہ تحریمی جو قریب بحرام ہے قسما فی میں کہا کہ اسی طرح اتنا پینا بھی حرام ہے جو مفسد معدہ ہو م زیادہ کھانا اس واسطے حرام ہوا کہ مال کا ضائع کرنا ہے اور اپنی ذات کو بیمار ڈالنا حدیث میں آیا ہے کہ آدمی کے حق میں کسی برتن کا بھرنا ایسا بدتر نہیں جیسا کہ پیٹ کا بھرنا بدتر ہے سو اگر ضرورت ہو تو پیٹ کے تین حصے کرے ایک تھائی کھانے کی اور ایک تھائی پانی کی اور ایک تھائی دم لینے کے واسطے اور بہت عذاب ان پر ہے جو بہت پیٹ کو بھرتے ہیں ابو داؤد نے روایت کی جو عمد اور شکر کرے کھانے اور پینے کے بعد اس کی مغفرت ہوگی کذا فی الطحاوی عن الدر المنثور

الا ان یقصد قوتہ صوم الغدا و لیس فی ضعیفہ او نحو ذلک اسودگی سے زیادہ کھانا حرام ہے مگر اس نیت سے حرام نہیں ہے کہ کل کے روزے رکھنے کی قوت حاصل ہو یا کہ اس کا سہانہ نہ شراب دے یا مانند اس کے کسی اور عذر سے کھانا درست ہے حرام نہیں ہے م عذر مذکور چنانچہ زیادہ کھانا قے کرنے کے واسطے حرام نہیں انس بن مالک صحابی طرح طرح کے کھانے کھاتے تھے اور قے کر ڈالتے تھے سو ان کو یہ فائدہ کرتا تھا کذا فی البرازیۃ والخانیۃ ولا تجوز الربا منہ تبقیل الاکل حتی یضعف عن اداء العبادۃ اور جائز نہیں مقوڑے کھانے کی اس قدر نیت کہ ادا سے عبادت سے ضعیف ہو جائے ولا باس بانواع الفواکہ و ترک الفضل اور طرح طرح کے میوؤں کے کھانے میں کچھ مضائقہ نہیں اور اس کا ترک افضل اور بہتر ہے واتخاذ الاطعمۃ صرف اور طرح طرح کے کھانے پکوانا صرف ہے یعنی فضول خرچی ہے مگر حاجت کے وقت کثرت اطعمہ صرف نہیں ہے چنانچہ اگر ایک کھانے کو نہیں کھا سکتا تو کثیر اطعمہ درست ہے تاہم قسم سے مقوڑا مقوڑا اتنا کھائے جس سے ادا سے عبادت پر قادر ہو یا مہمانوں کی دعوت منظور ہو تو کثیر اطعمہ میں کچھ مضائقہ نہیں کذا فی الخلاصۃ و کذا وضع الخیر فوق الحاجۃ اور اسی طرح روٹیاں رکھنا حاجت سے زیادہ بیوردہ صرف ہے مگر بہ نیت دعوت درست ہے کذا فی العالمگیریۃ و سنۃ الاکل البسملة اولہ والحمد للآخرہ غسل الیدین قبلہ و بعدہ و ید بالثاب قبلہ و بالتشریح بعدہ ملتقی اور کھانے کے وقت سنت ہے کھانے کے پہلے بسم اللہ کہنا اور بعد اس کے الحمد للہ کہنا اور قبل از طعام اور بعد از طعام دونوں ہاتھ دھونا اور کھانے سے پہلے جو انوں کے ہاتھ دھلانے سے ابتدا کی جائے اور کھانے کے بعد ہاتھوں کے

ہاتھ دھلانے سے ابتدائی کذا فی المستقیم اور اگر اول میں بسم اللہ کہنا بھولے تو یوں کہ بسم اللہ علی اولہ و آخرہ اور جب بسم اللہ کے تو بلند آواز سے تاکر اس کے ساتھی بھی بسم اللہ کہیں اگر کھانا حلال ہو تو بسم اللہ کے اور الحمد للہ تو ہر حال میں آخر کو کہے اور الحمد للہ بلند آواز سے نہ کہے مگر جب کہ سب لوگ کھانے سے فراغت کریں اور اس کی سنت میں ایک ہاتھ دھونا یا دونوں ہاتھوں کی انگلیاں دھونا کفایت نہیں کرتا بلکہ دونوں ہاتھ بند دست تک دھونا چاہیے قبل از طعام ہاتھ دھو کر رومال سے پوچھنا چاہیے اور بعد از طعام پوچھنا چاہیے تاکہ اثر طعام کا زائل ہو جائے۔ سبوس سے ہاتھ دھونا اگر آٹا اس میں باقی نہ رہا ہو تو قادی تاضی خال میں لایا بس بہ مذکور ہے اور نوا اور ہشام میں آٹے اور ستوسے ہاتھ دھونا امام اور صاحبین سے منقول ہے اور تعلیم فہم جمع مواضع میں مستحب ہے اور لائق یوں ہے کہ برتن لے کر اپنے ہاتھ پر پانی ڈالے اور غیر سے اس میں استعانت نہ کرے مانند وضو کے اور سنت یہ ہے کہ نمک سے شروع کرے اور نمک پر ختم کرے اور نہایت گرم کھانا نہ کھائے اور نہ اس کو سونگھے اور نہ اس کو اور پانی کو پھونکنے والے اگر پھونکنے میں مانند آف کے آواز نہ نکلے تو پھونکنا درست ہے اور ہاتھ پوچھنے سے پہلے انگلیوں کا چاٹنا اور رکابی کا چاٹنا اور جو نوالہ دسترخوان پر گر پڑا ہو اس کو کھانا یہ سب امور مذکورہ سنت ہیں راہ میں کھانا مکروہ ہے اور سر پر پہن کھانے میں کچھ مضائقہ نہیں اور کھانا پینا تکیہ لگا کر ہو یا بایاں ہاتھ زمین پر رکھ کر یا کسی چیز پر ٹیک دے کر مکروہ ہے الكل من العالم کیرتہ تھمتہ اپنے اور اپنے عیال پر خرچ کرے اس طرح کہ نہ اسراف ہو نہ بخل نہ ان کے جمیع مرغوبات کی تلاش کرتا رہے نہ جمیع مشہیات کو روکتا رہے بلکہ میانہ روی اختیار کرے سنت یہ ہے کہ رکابی کے درمیان سے نہ کھائے اس واسطے کہ برکت درمیان میں نازل ہوتی ہے بلکہ ایک طرف سے کھائے اس واسطے کہ طعام یکساں ہے ہاں اگر طبق میں رنگ برنگ میوے ہوں تو جھڑکے چاہے کھائے اسی طرح اگر طبق میں الوان اٹھم ہوں تو ہر طرف سے کھانا درست ہے حدیث میں وارد ہے کہ جو رکابی کو چائے کھانے کے بعد تو رکابی کہتی ہے کہ اللہ تجھ کو دوزخ سے آزاد کرے جیسے تو نے مجھ کو شیطان سے آزاد کیا اور امام احمد کی روایت یوں ہے کہ رکابی اس کے واسطے مغفرت طلب کرتی ہے حدیث میں وارد ہے کہ تکریم کر دے روٹی کی کہ وہ برکات سموات اور ارض سے ہے اور جس قوم نے روٹی کا استخفاف اور حقارت کی تو حق تعالیٰ ان کو گرسلی اور محتاجی کے ساتھ مبتلا کرتا ہے اور اس کے اکرام سے یہ ہے کہ جب روٹی سامنے آئے تو سالن کا انتظار نہ کرے یعنی روکھے کھانے لگے امام محمد نے کہا کہ لوگوں پر محتاج کا کھانا دینا اس وقت میں جبکہ وہ خروج اور طلب سے عاجز ہو فرض ہے تو جو اس کا حال جانتا ہو اس کو اتنا کھانا دینا فرض ہے جس قدر سے وہ خروج اور ادائے عبادت پر قادر ہو اور اگر محتاج خروج پر قادر نہ تھا سو وہ مرگیا اور کسی نے اس کو کھانا نہ دیا تو جو لوگ اس کا حال جانتے ہوں گے سب گناہ میں شریک ہوں گے اور جو محتاج کسب پر قادر ہو تو اس پر کسب واجب ہے اور سوال کرنا اس کو حلال نہیں کذا فی الطحاوی وکرہ لحم الا تان ای الحمارۃ الابلیۃ خلافاً لک ولینہما اور مکروہ ہے گدھی کا گوشت اور اس کا دودھ یعنی پالو گدھے کا گوشت مکروہ تحریمی ہے برخلاف مالک کے م کہ است بیماری وغیرہ سب کے حق میں ہے اور حمار وحشی یعنی گورخر کا گوشت اور دودھ حلال ہے کذا فی الطحاوی ولین الجملۃ المتی تا کل العذرة ولین الرکۃ ای الفرس وبل الابل واجازہ ابو یوسف للتداوی اور مکروہ ہے جلالہ کا دودھ جلالہ وہ گائے یا بکری یا اونٹنی ہے جو گوہ کھاتی ہو اور مکروہ ہے گھوڑی کا دودھ اور اونٹ کا پیشاب اور ابو یوسف نے اونٹ کا پیشاب علاج کے واسطے جائز کہا ہے م ہادیہ میں ہے کہ امام اعظم کے نزدیک گھوڑی کا دودھ حلال ہے چنانچہ کتاب الاشرار میں آدے گا وکرہ لحمها ای لحم الجملۃ والرکۃ اور جلالہ اور گھوڑی کا گوشت مکروہ ہے وحبس الجملۃ حتی یذہب

۱۳ یعنی شروع ہنگام خدا سے اول میں اور آخر میں ۱۴ یعنی کچھ مضائقہ نہیں ۱۵ یعنی نہ کپاک کرنا ۱۶



نقن لحمًا وقد رتبته إياهم لدرجاته وأربعه لشاة وعشرة لآل ولقتر على الأنظر اور گوہ کھانے والا جانور بند رکھا جائے یہاں تک کہ اس کے گوشت کی گندگی اور بدبو دفع ہو جائے اور جس کی مدت ٹھہرائی گئی ہے بموجب ظاہر الروایۃ کے مرغی کے واسطے تین دن اور بھیڑ بکری کے واسطے چار دن اور اونٹ اور گٹھے کے واسطے دس دن ولو اكلت النجاسة وغيره بحيث لم ينتن لحمًا حدث كما حل اكل جدي غذي بلبين خنزير لان لحمه لا يتغير وما غذي به يصير مستملا لا يمتلي لاثرا اور اگر جانور نجاست اور غیر نجاست دونوں کھاتا ہو اس طرح کہ اس کا گوشت گندہ نہ ہو تو حلال ہے جیسے وہ حیوان حلال ہے جو پالا گیا سور کے دودھ سے اس واسطے کہ اس کا گوشت متغیر نہیں ہوتا اور جو دودھ اس کا غذا ہوا وہ نیست اور نابود ہو جاتا ہے اس کا کچھ اثر باقی نہیں رہتا ہے م اور اسی طرح جو کھیت نجاست سے سینچے جاویں تو اس کا کھانا مکروہ نہیں ولو سقی باليوكل لحمه خمرًا فذبح من ساعته حل اكله وكبره زيمى وصيد شرج وبهانية اور اگر ماکول لحم جانور کو شراب پلائی گئی پھر وہ اسی وقت ذبح کیا گیا تو اس کا کھانا حلال ہے اور مکروہ ہے کذا فى الزيمى وكتاب الصيد من شرح الوهبانية وكبره الاكل والشرب والادمان والتطيب من انما ذهب وفضة للرجل والمرأة لا طلاق الحديث اور مکروہ ہے کھانا اور پینا اور تیل لگانا اور خوشبو ملنا سونے اور چاندی کے برتن سے مرد اور عورت دونوں کے حق میں اطلاق حدیث کی دلیل سے م حدیث مذکور بخاری اور مسلم میں حذیفہ سے منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہ پہنوجھریہ اور دیبا اور نہ پیو سونے چاندی کے برتنوں میں اور نہ کھاؤ ان کی رکابیوں میں اس واسطے کہ یہ برتن کافروں کے واسطے ہیں دنیا میں اور ہمارے واسطے ہیں آخرت میں اتنے پھر جب کھانا پینا ان میں منع ہوا تو اسی طرح ان برتنوں سے تیل لگانا اور خوشبو لگانا بھی منع ہوا کذا فى المنع وكذا يكره الاكل بملعقة الفضة والذهب والاكتمال بملهما وما شبه ذلك من الاستعمال لمكحلة ومراة وقلم ودواة ونحوها اور اسی طرح مکروہ تحریمی ہے کھانا چاندی اور سونے کے چمپے سے اور سرمہ لگانا ان کی سلاخیوں سے اور جو استعمال اس کے مشابہ ہے چنانچہ چاندی سونے کا سرمہ دان اور قلم اور دوات اور مانند اس کے مکروہ ہے م ظروف مذکورہ کے مانند ہے چاندی سونے کی مینی اور سلیسی اور آفتابہ اور انگیٹھی اور جس چیز کا فائدہ بدن کو حاصل ہو وہ مرد اور عورت کو درست نہیں کذا فى الخطاوى یعنی اذا استعملت ابتداء فيما صنعت له بحسب متعارف الناس والافلاک کرہتہ حتی لو نقل الطعام من انما الذهب الى موضع آخر اوصب الماء والدھن فى كفة لا على رأسه ابتداء ثم استعماله لا باس به مجتبی وغیرہ وسوا حرره فى الدرر فليحفظ یعنی ظروف اور آلات مذکورہ کی کرہت اس وقت ہے جب کہ ان کو ابتداء استعمال کیجئے ان کاموں میں جن کے واسطے وہ بنائے گئے ہیں لوگوں کے رواج کے موافق اور اگر ابتداء استعمال نہ ہو تو کرہت نہیں تو اگر کھانا نقل کیا جائے سونے کے برتن سے دوسری جگہ یا پانی یا تیل کف دست میں ڈالے نہ اپنے سر پر ابتداء پھر اس کو استعمال کرے تو اس کا کچھ مضائقہ نہیں کذا فى المجتبی وغیرہ اور اسی مطلب کو تحریر کیا ہے در میں تو اس قید کو یاد رکھنا چاہیے م در میں یوں مذکور ہے کہ ظروف صغیرہ جو تیل وغیرہ کے واسطے مصنوع ہیں ان کا استعمال اس وقت حرام ہے جب کہ ان میں ظروف سے تیل سر پر ڈالا جائے اس واسطے کہ وہ ظروف اسی واسطے مصنوع ہوئے ہیں کہ اسی طرح مستعمل ہوں اور اگر ان میں ہاتھ ڈالے اور تیل ہاتھ میں لے کر سر پر ڈالے تو کرہت نہیں اس واسطے کہ ان سے ابتداء استعمال نہ ہوا انتہی لیکن محشی در میں یعنی علامہ دانی اور فوج نے اس تخصیص کو روکیا ہے اس طرح کہ استعمال چاندی سونے کا ممنوع ہے اس واسطے کہ اصل اسباب میں یہ حدیث ہے کہ ہذا ان حرمان علی ذکور امتی حل لانا ثم اور جب کہ معلوم ہوا کہ مراد یہ ہے کہ عورتوں کو فقط زیور حلال ہے تو درائے زیور کے حرمت باقی رہی خواہ استعمال بالذات ہو خواہ بواسطہ کیونکہ احادیث نہی کی مطلق ہیں کذا فى الخطاوى م ہر چند

۱۔ یعنی یہ دونوں حرام ہیں میری امت کے مردوں پر حلال ہیں ان کی عورتوں پر ۱۲

در کے موافق فتاویٰ عالمگیری میں محیط سے بھی منقول ہے لیکن احتیاط یہ ہے کہ کسی طرح استعمال نہ کرے واللہ اعلم واستثنیٰ القستانی وغیرہ استعمال البیضۃ والجوشن والسعدان منہائی الحرب للضرورة اور قستانی وغیرہ میں چاندی سونے کے خود اور زرہ اور دستانوں کو جنگ میں ضرورت کے سبب سے مستثنیٰ کیا ہے کراہت سے و بذالینما یرجع للبدن والیغیرہ تجلایا وانی مستحکم من ذہب وفضۃ وسمیرہ کذلک و فرش علیہ من دیباچ و نحوہ فلا باس بہ بل فعلمہ السلف خلاصۃ حجتہ اباح البویضۃ تو سدا لیدیباچ والنوم علیہ کما یاتی اور یہ یعنی ظروف فضیہ اور ذہبیہ کی تحریم اس صورت میں ہے جب کہ استعمال نفع بدن کے واسطے راجع ہو اور اس کے سوا تجمل کرنا سونے اور چاندی کے برتنوں سے اور اسی طرح سونے چاندی کی چارپائی سے اور اس پر دیبا اور مانند اس کے فرش کرنا تو اس کا کچھ مضائقہ نہیں بلکہ اس کو سلف نے کیا ہے کذا فی الخلاصۃ یہاں تک کہ امام البویضۃ نے دیبا کا تکیہ لگانا اور اس پر سونا مباح کیا ہے چنانچہ آگے آوے گا ویکوہ الاکل فی نحاس او صفر والافضل الخنز قال صلی اللہ علیہ وسلم من اتخذ لوانی بیۃ خزنا زارۃ الملکۃ اختیار اور مکروہ ہے کھانا تانبے اور پتیل کے برتن میں اور افضل اور بہتر مٹی کا برتن ہے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اپنے گھر میں مٹی کے برتن رکھے اس کی زیارت فرشتے کرتے ہیں کذا فی الاختیار م ظاہر کراہت اس وقت ہے جب تانبے اور پتیل کا برتن بے قلعی ہو اور ظروف چینی میں تو نفاست اور تجمل اور ادائے سنت و دنوں موجود ہیں اس واسطے کہ وہ مٹی کے برتن ہیں لائیکہ ماذکر من امانہ و صام وزجاج و بلور و عقیق خلاف الشافعی اور مکروہ نہیں کھانا رنگ اور شیشے اور بلور اور عقیق کے برتن سے برخلاف امام شافعی کہ ان کے نزدیک کراہت ہے وحل الشرب من امانہ مفضض ای مزوق بالفضۃ اور حلال ہے پیانا ظرف مفضض سے یعنی جو برتن کہ مزین اور منقش اور مرصع ہو چاندی سے فارسی میں اس کو کیم کو ب کہتے ہیں ہندی میں بدر اور جڑاؤم منخ الغفار میں مفضض کی تفسیر مزدوق ہے اور شیشی میں مرصع ہے اور قستانی میں مزین بفضۃ ہے اور البویضۃ کے نزدیک مفضض بھی جائز نہیں زیلعی نے کہا یہ اختلاف اس صورت میں ہے جب کہ چاندی برتن سے جدا ہو سکے اور تو یہ یعنی اگر چاندی کا ایسا پتلا پانی برتن پر ملا ہو جو جدا نہ ہو سکے تو وہ بالاجماع درست ہے اس واسطے کہ وہ مستحکم ہے اس کے باقی رہنے کا کچھ اعتبار نہیں چنانچہ شارح اس کو بیان کرے گا کذا فی المطاوی والکوب علی سرج مفضض والجلوس علی کرسی مفضض فکس بشرط ان یتحقق ای یجتنب موضع الفضۃ بغم قیل ودید جلوس سرج و نحوہ اور حلال ہے سوانہ ہونا مفضض نہیں پرا اور حلال ہے بیٹھنا کرسی مفضض پر و لیکن اس شرط سے حلال ہے مفضض برتن میں پیانا کہ چاندی کی جگہ سے منہ علیحدہ رکھے اور قول ضعیف یہ ہے کہ ہاتھ بھی جدا رکھے چاندی کی جگہ سے اور زین کے جلوس اور اس کے مانند میں بھی بدن جدا رکھے م اجتنب فم کا اعتبار ہے نہ اجتنب بید اور باقی اعضا کا چنانچہ اختیار اور ہدایہ اور جوہرہ میں مذکور ہے یہ حکم ہے ظرف مفضض کا اور جو ظرف خالص چاندی کا ہے اس کا استعمال تو کسی طرح جائز نہیں کذا فی المطاوی وکذا الامام المصنوب بذہب اوفضۃ والکرسی المصنوب بہا و حلیۃ مرآۃ و مصحف بہا اور اسی طرح حلال ہے ظرف مضرب یعنی برتن میں چاندی سونے کے پتر جڑے ہیں اس کے استحکام کے واسطے اور اسی طرح پر چاندی سونے کے پتر جڑی کرسی اور زلیفہ آئینہ اور مصحف کا چاندی اور سونے سے م فتاویٰ عالمگیری میں ہے کچھ مضائقہ نہیں کھانے پینے کا ظرف مذہب اور مفضض میں جب کہ سونے چاندی پر نہ رکھے اور اسی طرح ظرف مضرب اور کرسی اور کرسی اور کرسی جب کہ چاندی سونے پر نہ بیٹھے اور اسی طرح حلقہ آئینہ کا چاندی سونے سے اور اسی طرح حجر اور گام اور زین اور دھچ اور رکاب مفضض یا مضرب درست ہے بشرطیکہ اس پر قعود نہ واقع ہو اور البویضۃ کے نزدیک یہ سب مکروہ ہے لیکن مضمرات میں ہے کہ امام اعظم کا قول صحیح ہے انتہی کما لو جعلہ لمتغنیض فی فصل سیف وکین اونی قبضتہا اولجام اور کاب ولم یضع یدہ موضع الذہب والفضۃ چنانچہ

۱۱ سونا جڑا ہوا ۱۲ چاندی جڑا ہوا ۱۳ سونے یا چاندی کے پتر لگا ہوا ۱۴

۱۵ سونا جڑا ہوا ۱۶ چاندی جڑا ہوا ۱۷



چاندی سونے کا کام کرنا درست ہے اگر تلواریں اور چھری کی کوٹھی میں یا ان دونوں کے قبضے میں یا لگام یا رکاب میں کرے اور اپنا ہاتھ نہ رکھے سونے چاندی کی جگہ میں م کافی میں ہے جب کہ چھری کو کوٹھی میں اور تلواریں کے قبضہ میں چاندی ہو تو امام اعظم نے کہا کہ اگر چاندی کی جگہ پکڑے گا تو مکروہ ہے اور نہیں تو مکروہ نہیں ہے کذا فی الطحاوی وکذا کتاب التوب بذهب اوفضہ و فی المجتبى لابیاس بالسیکن المفضض والمجاہد والرباب وعن الشافعی یکرہ کل وادی طرح درست ہے پکڑے پر چاندی سونے سے لکھنا اور مجتبى میں ہے کہ چھری مفضض اور دوات اور رکاب کا کچھ مضائقہ نہیں اور ابو یوسف کے نزدیک یہ سب مکروہ ہیں امام اعظم کی دلیل یہ حدیث ہے جو بخاری میں انس سے منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پیالہ ٹوٹ گیا تو موقع شق چاندی کی زنجیر سے جکڑا گیا اور احمد کی روایت میں ہے کہ انس بن مالک کے پاس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قدح یعنی پیالہ تھا اس میں چاندی کا پتھر چڑھا تھا والخلاف فی المفضض اما مطلق فلا بأس به بالاجماع بلا فرق بین لجام و رکاب وغیرہ لان الطلاء مستلک لا یخلص فلا عبرة بملونه یعنی وغیرہ اور خلاف ابو یوسف اور امام کا مفضض میں ہے یعنی جس چیز میں چاندی سونا علیحدہ ہو سکتا ہو اور مطلق یعنی جس پر سونے چاندی کا پانی پھرا ہو سو وہ تو بالاجماع درست ہے بدول فرق کے درمیان لگام اور رکاب وغیرہ اس واسطے کہ طلا یعنی چاندی سونے کا پانی مستلک ہے جدا نہیں ہو سکتا تو اس کی بقطر رگت کا کچھ اعتبار نہیں کذا فی المعنی وغیرہ ویقبل قول کافر ولو جویا قال اشتریت اللحم من کتابی فخل او قال استمرت من مجوسی فحرم ولا یردہ بخیر الواحد اور مقبول ہے کافر کا یہ قول اگرچہ کافر مجوسی ہو کہ میں نے یہ گوشت مول لیا ہے یہودی یا نصرانی سے تو اس گوشت کا کھانا احلال ہو گا یا کافر نے کہا کہ میں نے مجوسی سے گوشت خریدا کیا تو گوشت حرام ہو گا اور اس کے قول کو خبر واحد کے سبب سے مردود نہ کرے و صد ان خبر الکافر مقبول بالاجماع فی المعاملات لانی الدیانات وعلیہ کل قول الکفر فی المحل والحرمۃ یعنی المحایین فی ضمن المعاملات لا مطلق المحل والحرمۃ کما توہم الزلیعی اور اس کا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ کافر کی خبر مقبول ہے بالاجماع معاملات میں م دیانات میں اور اسی قاعدہ پر کنز کا یہ قول محمول ہے اور کافر کا قول مقبول ہے حلت اور حرمت میں یعنی وہ حلت اور حرمت کہ ضمن معاملات کے حاصل ہے نہ ہر طرح کی حلت اور حرمت جیسا کہ زلیعی شارح کنز نے تمہید کیا ہے امام ایک شخص کا قول مقبول ہے معاملات میں خواہ وہ شخص متقی ہو خواہ فاسق آزاد ہو یا غلام مرد ہو یا عورت مسلمان ہو یا کافر بسبب ضرورت اور دفع حرج کے اور متحدہ معاملات وکالت اور مضاربت اور رسالت فی المدایہ اور اذن تجارت ہے لیکن بایں ہمہ صدق خبر کا گمان غالب ہو یا ضرر ہے تو اگر اس کے صادق ہونے کا گمان غالب ہو تو اس پر عمل کرے اور اگر گمان غالب نہ ہو اس کے صدق کا یا شک ہو تو اس پر عمل نہ کرے کذا فی الطحاوی عن الکافی والسرراج معاملات وہ امور ہیں جو دنیا بین الناس جاری رہتے ہیں چنانچہ بیع اور شرا اور وکالت وغیر ذلک اور دیانات وہ امور ہیں جو دنیا بین خدا اور بندے کے ہوتے ہیں چنانچہ عبادات اور حلت اور حرمت ویقبل قول المملوک ولو اتقی والصبی فی المدایہ سوادا خبر باہد الاموال غیرہ ولفظہ اور مملوک کا قول اگرچہ وہ عورت ہو اور صغیر کا قول مقبول ہے تحفہ پوچھنے میں خواہ غلام نے یہ خبر دی ہو کہ میرے مالک نے یہ تحفہ دیا ہے اور شخص کو یا یوں کہا ہو کہ اور شخص نے یہ تحفہ دیا ہے مالک کو والا ذلک سوا مکان بالتجارة او بدخول الدار مثلا اور مقبول ہے غلام اور صغیر کا قول اذن میں خواہ تجارت کا اذن ہو یا مثلا دخول دار کا اذن م سراج میں ہے کہ اگر ایک شخص کے غلام یا طفل صغیر نے دوسرے شخص کے گھر میں داخل ہونے کا اذن دیا تو قیاس یہ ہے کہ گمان غالب پر عمل کرے لیکن عادت جاری یوں ہے کہ اس سے لوگ باز نہیں رہتے لہذا یہ جائز ہے کذا فی الطحاوی وقیدہ فی السراج بما اذا غلب علی رأیه صدق فلو شری صغیر نحو صابون واثان لابیاس ببیعہ ولو نحو زبیب وطلوی لابیغی بیع لان الظاہر کذبہ وتماہ فیہ اور اذن تجارت میں سراج میں اس کی قید لگائی ہے جب کہ اس کی رائے میں ان کا صدق غالب ہو تب قول مقبول ہے تو اگر صغیر صابون اور اثنان ایسی چیز کی خرید کا ارادہ کرے تو اس کے ہاتھ بیچنا کچھ مضائقہ نہیں اور اگر منفقے اور حلوا ایسی چیز کے مول لینے کا قصد کرے تو اس کے ہاتھ بیچنا لائق نہیں اس واسطے کہ صغیر کا کذب ظاہر حال ہے اور اس کا پورا بیان سراج میں ہے م مٹھائی وغیرہ کی

طرف اطفال مشتاق رہتے ہیں تو ظاہر حال اس پر دلالت کرتا ہے کہ وہ اپنے مال باپ کے پیسے مٹھائی کھانے کے واسطے چور لایا ہوگا تو اس کا یہ قول کہ میرے مال باپ نے منگوا یا ہے مقبول نہ کرنا چاہیے لیکن اغنیاء کے اطفال پر یہ اشتباہ نہیں ہو سکتا ہے وبقیل قول الفاسق و الکافر والعبد فی المعاملات کثرة وقوعها اور فاسق اور کافر غلام کا قول مقبول ہے معاملات میں وقوع معاملات کی کثرت کے سبب سے اصل یہ ہے کہ معاملات میں ہر میز کا قول مقبول ہے تو اگر معاملات میں عدالت بشرط ہو تو حرج عظیم واقع ہو اس واسطے کہ عدالت کی شرائط مستجمع کیا ہے کہ اس کو آدمی پادے کہ اس سے معاملہ کرے یا اس کو نوکر رکھے اور لوگوں کے پاس معاملات کے واسطے بھیجا کرے اور سامع کو کوئی دلیل نہیں سوا خبر کے تو اگر میز کی خبر مقبول نہ ہو تو معاملات کا دروازہ بند ہو جاتا ہے اور اس واسطے کہ معاملات کثیر الوقوع ہیں تو اس میں عدالت کا شرط ہونا باعث حرج ہے لہذا اس میں فقط تمیز کفایت کرتی ہے کذا فی الزیلعی لکھا اذا اخبر انه وکیل فلان فی بیع کذا فیخبر الشراة ان غلب علی الراۃ صدقہ کما مروی بھی انوار المحظر چنانچہ اگر فاسق یا کافر یا غلام نے خبر دی کہ وہ وکیل ہے فلاں شخص کا فلاں چیز کے بیچنے میں تو اس سے اس کا خرید کرنا جائز ہے اگر خرید کرنے والے گمان میں اس کی راستی غالب ہو چنانچہ مذکور ہو چکا اور کتاب المحظر کے اخیر میں بھی اس کا ذکر اس کا وشرط العدالت فی الدیانات ہی التی بین العبد والرب اور مشروط ہے عدالت اور پرہیزگاری دیانات میں دیانات دہمور ہیں جو بندے اور مالک علی الاطلاق کے درمیان واقع ہیں مگر چونکہ دیانات معاملات کے مانند کثیر الوقوع نہیں تو اس میں عدالت کی شرط کرنی حرج نہیں اور قول فاسق اور کافر اور غیر کے قبول کرنے کی اس میں کچھ ضرورت اور حاجت نہیں کا لخبیر عن نجاست الماء یتیم ولا یوضا ان خبر بہا مسلم عدل منجز علی تقدیر حرمت ولو عبدا او امۃ جیسے نجاست پانی کی خبر سے تیمم کرے اور اس پانی سے وضو نہ کرے اگر نجاست کی خبر دی ہو مسلمان پرہیزگار نے پرہیزگار وہ ہے جو باز رہتا ہو اس چیز سے جس کی حرمت کا اعتقاد رکھتا ہو اگرچہ وہ غلام ہو یا لونڈی مگر عدالت مسقط احتمال کذب ہے تو اس احتیاط کی حاجت نہیں کہ پانی گرا کر تیمم کرے و تخییر فی خبر الفاسق بنجاست الماء وخبر المستور ثم یعمل بغالب ظنہ اور اکل دوڑاوسے فاسق اور مستور الحال کی خبر میں پھر عمل کرے اپنے ظن غالب پر یعنی اگر فاسق اور مستور یعنی جس کا فسق اور عدالت معلوم نہیں وہ کہیں کہ یہ پانی ناپاک ہے تو وہاں اکل کر کے ظن غالب پر عمل کرے نہ ان کے قول پر ولو اراق الماء یتیم فیا اذا غلب علی رأیہ صدقہ ولو ضا و تیمم فیا اذا غلب علی رأیہ کذبہ کان احوط اور اگر پانی کو گرا دے پھر تیمم کرے اس صورت میں جب کہ اس کو ظن غالب ہو کہ فاسق سچا ہے نجاست کی خبر میں اور وضو اور تیمم کرے اس صورت میں جب کہ اس کو گمان غالب ہو اس کے کذب کا تو یہ احوط ہوگا یعنی اس میں زیادہ تر احتیاط ہے وہی الجوزہ قویہ بعد الوضو احوط اور جوہر میں ہے اور اس کا تیمم کرنا وضو کے بعد احوط ہے مگر اس میں اشارہ ہے کہ تقدیم تیمم کی وضو پر احتیاط ہے اور تاخیر تیمم کی وضو سے احوط ہے کذا فی الطحاوی واما الکافر اذا غلب صدقہ علی کذبہ فاراقۃ احب فتسانی و خلاصۃ وخانیۃ اور کافر کا تو یہ حکم ہے کہ جب اس کے کذب پر صدق کا گمان غالب ہو تو پانی کا بہا دینا مستحب ہے کذا فی الفتاویٰ والخلاصۃ والمانیۃ مگر اگر کافر نے خبر دی کہ یہ پانی نجس ہے اور اس کے صدق کا گمان غالب ہو تو اگر اس پانی سے وضو کرے اور نماز پڑھے تو نماز جائز ہے اس واسطے کہ کافر مستم ہے اس کی خبر مزم نہیں لیکن پانی گرا کر تیمم سے نماز پر مہنا مستحب ہے قلت لیکن تو تیمم قبل اراقۃ لم یجز تیمم بخلاف خبر الفاسق لصلایۃ لمزانی الجملة بخلاف الکافر میں کتاہوں در صورتیکہ کافر کی اخبار نجاست کے صدق پر گمان غالب ہو لیکن اگر تیمم کرے پانی گرا دینے سے پہلے تو اس کا تیمم جائز نہ ہوگا بخلاف خبر فاسق کے کہ وہاں تیمم مذکورہ جائز ہوگا اس واسطے کہ فاسق کی خبر فی الجملة الزام کی صلاحیت رکھتی ہے اور کافر کی خبر مزم ہونے کے لائق نہیں مگر فاسق کی خبر کی فی الجملة مزم ہونے کی یہ دلیل ہے کہ اگر فاسق کی گواہی قبول کر کے حکم دے تو اس کا حکم نافذ ہوگا اگرچہ اس کی گواہی قبول کرنا حرام ہے اور اگر کافر کی گواہی پر





مسلمین پر کہ وہ اس بزرگ کی پیروی کریں گے والضحیٰ عن الامام کان قبل ان یصیر مقتدی بہ اور جو قول امام سے منقول ہے کہ میں ایک بار لہو کی دھو  
میں مبتلا ہوا تھا سو میں نے صبر کیا تو یہ ان کے مقتدا ہونے سے پہلے ہوا تھا کذا فی الایضاح وان علم اولاً باللعب لا یحضر اصلاً سوار کان  
ممن یقتدی بہ اور لان حق الدعوة نما یلزمہ بعد الحضور لا قبلہ ابن کمال اور اگر لہو لعب کو پہلے معلوم کر جائے تو اصلاً وہاں نہ جائے خواہ مقتدا ہو  
یا غیر مقتدا اس واسطے کہ حق دعوت کا لازم ہوتا ہے حاضر ہونے کے بعد نہ قبل اس کے کذا ذکرہ ابن کمال مم نہ جانے کی بہتر وجہ یہ ہے کہ  
اجابت دعوت اس وقت ہے جب کہ دہاں امر غیر مشروع نہ ہو کذا فی الزیلعی و فی السراج و دایت المسئلة ان الملاہی کلما حرام اور سراج  
میں ہے اور مسئلہ دعوت نے دلالت کی کہ سب کھیل اور نایچ رنگ حرام ہیں مم ملاہی سے تین مستثنیٰ ہیں بموجب حدیث کے مرد کی ملاعبت اپنی عورت  
کے ساتھ اور تادیب اپنے گھوڑے کی اور تیر اندازی ویدخل عظیم بلا اذنہم لانکار المنکر اور ارباب ملاہی کے گھر میں گھس جائے بدول ان کے اذن  
خلاف شرع کے مٹانے کے واسطے یعنی ہر چند کسی کے گھر میں بلا اذن جانا درست نہیں لیکن جب ان لوگوں نے خلاف شرع کے ارتکاب  
سے اپنی حرمت ساقط کر دی تو ان کی ہتک حرمت جائز ہوگی کذا فی المنع قال ابن مسعود صوت اللہ والغارینبت النفاق فی القلب کما سبت  
الماء النبات عبد اللہ بن مسعود نے کہا کہ لہو اور راگ کی آواز دل میں نفاق کو اگاتی ہے جیسے پانی گھاس کو اگاتا ہے مم نفاق سے نفاق علی مراد ہے  
نفاق اعتقادی جو کفر سے قلت و فی البرزخۃ استماع صوت الملاہی کعزب قصب ونحوہ حرام لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم استماع الملاہی معصیۃ و  
المجوس علیہا فسق والتلذذ بہا کفر اسے بالنعۃ فصرف الجوارح اسے غیر ماخلق لا بد کفر بالنعۃ لا شکر فالواجب کل الواجب ان یجتنب کیلا یسمع لمارجی  
انہ علیہ الصلوۃ والسلام اذہل اصبعہ فی اذنه عند سماعہ اشعار العرب لوفینا ذکر الفسق مکرہ انتہی میں کتابوں اور برزخ یہ ہیں ہے کہ باجوں کی آواز  
جیسے بانسری بجانے کی آواز اور مانند اس کے حرام ہے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول سے کہ استماع ملاہی گناہ ہے اور اس پر بیٹھنا  
فسق ہے یعنی طاعت ربانی سے باہر نکل جانا ہے اور اس سے لذت لینا کفر ہے یعنی کفر ان نعمت ہے تو اعضا کو صرف کرنا اس چیز کی طرف  
جس کے واسطے وہ بنائے نہیں گئے نعمت کا کفر ان ہے نہ شکر اس نعمت کا تو واجب کمال واجب یہ ہے کہ کنارہ گیر ہو جائے تاکہ آواز کو نہ سنے  
اس واسطے کہ آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام سے مروی ہے کہ آپ نے انگشت مبارک کو اپنے کان مقدس میں داخل کر لیا تھا اس کی سماعت کے  
وقت اور عرب کے اشعار اگر ان میں فسق کا ذکر ہو تو وہ مکروہ ہیں انتہی مافی البرزخۃ او تغلیظ الذنب کما فی الاختیار او لا استحلال کما فی النہایۃ یا  
تقدوسماع کو کفر فرمایا اس گناہ کی بڑائی جتانے کو کما فی الاختیار شرح المختار یا کفر فرمایا اس کو حلال سمجھنے کے سبب سے کما فی النہایۃ فائدہ وہ من  
ذلک ضرب التوبۃ للتعاخر فلو للتنبیہ فلا بأس بہ کما اذا ضرب فی ثمنہ اوقات لتدکر ثلث نفحات الصور مناسبتہ منہا فبعد العصر للشارۃ الی نفخۃ الفجر  
وبعد العشاء الی نفخۃ الموت وبعد نصف البیل الی نفخۃ البعث وقامہ فیہا علقمہ علی الملتقی اور منجد ملاہی نوبت کا بجانا ہے تفاخر اور نام آوری  
کے واسطے تو اگر نوبت نوازی تنبیہ کے واسطے ہو تو اس کا مضائقہ نہیں چنانچہ جب کہ تین وقت نوبت بکے صورت کی تین بار پھوکے جانے کی یاد دہن  
کے واسطے اس لئے کہ نوبت کی آواز اور صورت کی آواز میں فی الجملہ مناسبت ہے عصر کے بعد کی نوبت اشارہ ہے نفخہ دہشت اور بعد عشا کے اشارہ  
ہے نفخہ موت کا اور آدھی رات کے بعد اشارہ ہے نفخہ بعثت کا یعنی قبروں سے اٹھنے کا اور پورا اس کا بیان اس شرح میں ہے جو ہم نے طبعی  
الاجبر پر معلق کی ہے مم شرح طبعی میں شاردج نے کہا حسن سے مروی ہے کہ شادی نکاح میں دف بجانا جائز ہے شہرت نکاح کے واسطے  
اور ہرجیہ میں ہے دف اس وقت درست ہے جب کہ اس میں جلاجل یعنی جھاجھیں نہ ہوں اور اس کا بجانا برہیت تطرب نہ ہو تہم پہلا  
گائے والا ابیس ہے کذا فی القستانی اور نقص اور تواجد کو سامری کے لوگوں نے اول ایجاد کیا جب کہ سامری نے گور سالہ بنایا تو گور سالہ پریت



اس کے سامنے ناپے اور وجد کرنے لگے تو یہ کفار گوسالہ پرستوں کا دین ہے اور طریقہ محمدیہ میں ہے کہ حرمت رقص پر نص قرآنی موجود ہے  
 قُلْ تَعَالَىٰ وَلَا تَقْشَرُ فِي الْأَرْضِ مَرَّحًا لِّعَيْنِ مَتَّحِلٍ زَمِينٍ اَتْرَاتِے اور تختہ کی راہ سے اور رقص میں نہایت تجتر اور سجادت اور تراؤ ہوتا ہے  
 اور ذخیرہ میں ہے کہ رقص گناہ کبیرہ ہے اور اس پر اجماع ہے اور بعض فقہیوں نے کہا کہ غلبہ وجد میں رقص منع نہیں جیسے صوفیہ کے ہوتا ہے  
 مجلس ذکر اور سماع میں تا تا رخانیہ میں وہ مضمون ہے جو سوا رقص پر دلالت کرتا ہے اس مغلوب الحال کے واسطے جس کی حرکات مرتعش کے  
 مانند ہیں اور یہ اس صورت میں ہے جب کہ وجد صادق ہو اور قیام میں وہ شخص مغلوب ہو اور ایک چیز کا بے حلال ہوتی ہے اور کبھی حرام  
 ہو جاتی ہے اختلاف مقاصد کے سبب سے کما ذکرہ ابوالسعود اور شرح ملتقی میں ہے کہ جو ہمارے زمانہ کے متصوفہ سماع کے وقت آواز بلند  
 کر کے لغزے مارتے ہیں حرام ہے و اہل بیٹھنا جائز نہیں اور صوفیہ سابقین ایسا نہیں کرتے تھے اور آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کا شعر سننا  
 اباحت غنا پر دلالت نہیں کرتا ہے وہ اشعار حکمت اور وعظ پر مشتمل تھے اور حدیث تو احمد نبوی صحیح میں سرے سقطی نے فرمایا وجد کرنے  
 والے کی شرط یہ ہے کہ اس حد کو اس کا وجد پہنچ جائے کہ اگر اس کے چہرہ پر تلوار پڑے تو اس کو کچھ خبر نہ ہو درہم کی انتہی مانی شرح ملتقی  
 کذا فی الخطا دی اور حرمت آلات سرود کی اور اختلاف غنائے مجرد کا کتاب الشہادت میں مفصل مذکور ہو چکا فلینظر

### فصل فی اللبس

یہ فصل ہے لباس کے مسائل میں م فرض لباس وہ ہے جو عورت کو چھپا دے اور گرمی اور سردی کو دفع کرے بہتر  
 یہ ہے کہ پوشاک روئی یا کتان یا صوف کی ہو سنت کے موافق یعنی اس کا دامن نصف ساق تک ہو اور آستین  
 انگلیوں تک اور آستین کا عرض بقدر ایک بالشت کے چنانچہ متفہم میں مصرح ہے متوسط لباس چاہیے نہ نفیس نہ خیس اس واسطے کہ خیر الامور  
 اوسطا اور اس واسطے کہ نہی وارد ہے لباس شہرتی سے یعنی جو نہایت نفیس ہو اور نہایت خیس اور مستحب وہ لباس ہے جو آراش اور نعمت الہی  
 کے اظہار کے واسطے ہو اور مباح لباس جمیل ہے زینت کے واسطے عید اور جمعہ اور مجامع خلق میں نہ جمیع اوقات میں اور مکروہ لباس وہ ہے جو تجتر  
 اور تکبر کے واسطے ہو اور سپید لباس مستحب لباس ہے کذا فی الخطا دی ملخصاً بحیرم لبس الحریر ولؤلؤ کجائل بینہ دہن بدن علی المذہب الصحیح وعن  
 الامام المناکیرم اذا مس الجلد قال فی القیئہ وہی ریحہ عظیمہ فی موضع علم بالبلوی اور حرام ہے پینا حریر یعنی ریشمی کپڑے کا اگرچہ کوئی اور کپڑا حائل ہو  
 درمیان ریشمی کے اور بدن کے موجب مذہب صحیح کے اور امام اعظم سے روایت ضعیف یہ ہے کہ ریشمی تو اس وقت حرام ہے جب کہ وہ کھال سے  
 لگا ہو قہنیہ میں کہا اور یہ رخصت عظیمہ ہے دال جہاں ریشمی کا عموم بلوی ہوم جب معلوم ہو کہ مذہب صحیح میں ریشمی کی حرمت علی الاطلاق ہے خواہ بدن  
 سے متصل ہو یا غیر متصل تو درایت ضعیف قابل اعتبار کے نہیں طحاوی نے شمس الاممہ حوانی سے نقل کیا کہ صحیح یہ ہے کہ کل حرام ہے اور قول ضعیف  
 مذکور کو بعض مشائخ کی طرف نسبت کیا ہے نہ امام کی طرف حریر وہ کپڑا ہے جس کا تانا بانا دونوں ریشم ہو چنانچہ کلبدن اور دریائی اور تافہ اور اعلس  
 اور کخاب البوداؤد اور نسائی میں علی مرتضیٰ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے واسنے ہاتھ میں ریشمی کپڑا لیا اور بائیں ہاتھ میں  
 سونا اور فرمایا کہ یہ دونوں حرام ہیں میری امت کے مردوں پر اور ترندی اور نسائی کی دوسری روایت ہے کہ لباس حریر اور سونے کا میری امت  
 کے مردوں پر حرام ہے اور ان کی عورتوں پر حلال ہے اور مجہین اور نسائی میں عمر فاروق سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا  
 کہ دنیا میں حریر ہی پینا ہے جس کا آخرت میں کچھ حصہ نہیں ہے کذا فی التیسیر او فی الحرب فانہ بحیرم ایضا عنہ و قال اکیل فی الحرب اگرچہ ریشمی جنگ  
 میں پہنے سودہ بھی حرام ہے امام کے نزدیک اور صاحبین نے کہا کہ لڑائی میں ریشمی لباس حلال ہے م صاحبین کے نزدیک جنگ میں گاڑھا کپڑا ریشمی

درست ہے جو سلاح کی مضرت سے بچاؤ سے نہ باریک ریشمی کذا فی العالمگیریہ علی الرجل المرأة الا قدر رابع اصابع کا علام الثوب مضمومہ  
 قبل مشورۃ و قبل بین بین ریشمی حرام ہے مرد پر نہ عورت پر مگر مرد پر بقدر چار انگل کے حرام نہیں جیسے ریشمی بوٹیاں کپڑے کی حرام نہیں چار انگلیاں  
 ملی ہوئیں مراد میں اور بعضوں نے کہا کہ کھلی ہوئیں اور بعضوں نے کہا نہ ملیں نہ کھلیں مراد میں مگر المائہ بخاری نے کہا کہ رخصت حریر میں معتبر چار  
 انگلیاں ہیں نہ نہایت ملیں اور نہ نہایت کھلیں کذا فی العالمگیریہ عن القنیۃ و ظاہر المذہب عدم جمع المتفرق و لونی عمامۃ کا بسط فی القنیۃ اور ریشمی  
 بوٹیوں میں ظاہر مذہب عدم جمع متفرق ہے اگرچہ متفرقات بوٹیاں عمامہ میں ہوں چنانچہ قنیۃ میں مشرح بیان ہے م اس کی توضیح قنیۃ میں یوں مذکور ہے  
 کہ عمامہ کی متفرقات بوٹیاں کے جمع کرنے میں اختلاف ہے نجم المائہ بخاری نے کہا کہ نہ جمع کرنا متفرقات کا یہی ظاہر مذہب ہے مگر جب کہ ایک خط  
 ریشم کا ہو اور ایک خط کسی اور چیز کا اس طرح پر کہ سب ریشم ہی نظر آتا ہو تو جائز نہیں ہے اور اگر ریشم اور غیر ریشم جدا جدا ظاہر ہو جیسے عمامہ کا طرہ  
 تو ظاہر مذہب عدم جمع ہے کذا فی العالمگیریہ معنی اگر کپڑے یا پگڑی پر ریشم کی بوٹیاں متفرق کثرت سے ہوں اگر ان سب کو جمع کیجے تو چار انگلی سے زیادہ ہو جائی  
 تو ظاہر مذہب میں یہ جمع کرنا معتبر نہیں وہ کپڑا حلال ہے و فیما عمامۃ طراز بقدر رابع اصابع من ابریم من اصابع عمر رضی اللہ عنہ و ذلک قیس شبرا  
 یرخص فیہ اور قنیۃ میں ہے کہ ایک عمامہ ہے جس کا نقش و نگار ریشم کا ہے چار انگل حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی انگلیوں سے اور فاروق کی چار  
 انگلیاں ہمارے بالشت کے ساتھ قیاس کی گئی ہیں تو اس قدر نقش و نگار میں رخصت ہے م عالمگیری میں قنیۃ سے طرہ عمامہ یعنی کنارہ اور انجل  
 پگڑی کا مذکور ہے نہ طراز ظہیر الدین مقرر تاشی نے کہا کہ معتبر چار انگلیاں ہیں اپنی ہیئت اور شکل پر سلف کی انگلیاں معتبر نہیں ہیں کذا فی العالمگیریہ  
 عن القنیۃ طحاوی نے کہا اصابع مشورہ غیر معتبر ہیں تو بہتر یہ تھا کہ شارح اس عبارت کو ذکر نہ کرتا و کذا المنسوج بذہب تحلیل اذا کان  
 بذال المقدار رابع اصابع والا لایکل للرجل زیلعی اور اسی طرح جو سونے سے بنا ہو محل سے جب کہ اس مقدار پر ہو یعنی چار انگل اور اگر چار  
 انگل سے زیادہ ہو تو مرد کو حلال نہیں ہے کذا فی الزیلعی و فی المجتبی العلم فی العمامۃ فی موضعین ادا کثر جمع و قبل لا اور مجتبی میں ہے کہ نقش و نگار  
 اور بوٹی عمامہ میں دو جگہ ہے یا زیادہ تر تو جمع کرنا چاہیے یعنی چار انگل سے زیادہ ہو تو درست نہیں اور بعضوں نے کہا کہ متفرق کا جمع کرنا ضروری  
 نہیں مگر عنقریب مذکور ہو چکا کہ ظاہر مذہب عدم جمع متفرق ہے تو اس عبارت کا ذکر ضرور نہ تھا و فیہ عن ابی حنیفۃ رحمۃ اللہ تعالیٰ عمامۃ علیہا  
 علم من تعصب فضۃ قدر ثلث اصابع لا باس و من ذہب بکرہ و قبل لا بکرہ اور مجتبے میں امام ابو حنیفہ سے مروی ہے کہ عمامہ پر نقش و نگار سے  
 چاندی سے بقدر تین انگل کے تو کچھ مضائقہ نہیں اور سونے کا نقش و نگار مکروہ ہے اور دوسرا قول ضعیف یہ ہے کہ مکروہ نہیں و فیہ بکرہ  
 المجتبیٰ مکفوفہ بالحریر قلت بہذا ثبت کراہیۃ اعتادہ اہل زماننا من النقص البصریۃ اور مجتبے میں ہے کہ مکروہ ہے جبہ مکفوفہ بحریر یعنی جس پر اہل  
 کے اطراف میں ریشمی کپڑا سیاہ ہو میں کتابوں اس روایت سے ثابت ہو گئی کراہت اس کی جو ہمارے اہل زمانہ کی عادت ہے بصری پیراہنوں کے  
 پہننے کی ہم طحاوی نے کہا یہ روایت مخالف ہے جمہور فقہاء کے اس واسطے کہ عالمگیری میں وغیرہ سے منقول ہے کہ مکفوفہ بحریر عمامہ علماء فقہاء کے  
 نزدیک درست ہے انتہی اور ہدایہ میں ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جبہ مکفوفہ بحریر پہنتے تھے عینی محشی ہدایہ نے کہا کہ یہ حدیث صحیحین میں  
 اس طرح ہے کہ اسماء بنت ابی بکر صدیق نے جبہ نکالا اور کہا کہ یہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا جبہ ہے سو اس میں دیا کا گریبان سیا تھا اور اس کے دونوں  
 چاک دیبا سے یے تھے سو کہا کہ یہ عائشہ صدیقہ کے پاس تھا جب وہ مریکیں تو میں نے اس کو لیا سو آنحضرت اس کو پہنتے تھے سو ہم اس کو  
 دھو لیتے ہیں بیماروں کے واسطے سو اس کی برکت سے شفا حاصل ہوتی ہے اور ابو داؤد کی روایت میں یوں ہے کہ اس جبہ کی جیب اور دونوں استین  
 اور دونوں چاک دیبا سے یے تھے اور بخاری کی ادب مفرد میں یوں روایت ہے کہ اس جبہ کا گریبان دیا تھا بالشت بھر اور دونوں چاک دیبا  
 سے یے تھے حضرت اس کو مہمانوں کے آنے کے وقت اور عجبہ کے دن پہنتے تھے انتہی فی العینی مختصراً و فیہ المرخص العلم فی عرض الثوب قلت



وہ ان اقلیل فی طولہ مکروہ انتہی قال المصنف دیر حزم ولا خسر و مصدر الشرع لکن اطلاق المدایہ وغیرہا بخلافہ اور مجتہبے میں ہے کہ کپڑے کے  
 میں علم مخصص ہے میں کتابوں اور اس سے مستفاد ہوا کہ علم اقلیل کپڑے کے طول میں مکروہ ہے انتہی مانی المجتہب مصنف نے اپنی شرح  
 اور اسی قول یعنی طول کے عدم جواز پر یقین کیا ہے بلا خسر و صاحب در غرر نے اور مصدر الشرع نے لیکن ہدیہ وغیرہا کا اطلاق یعنی عدم قید  
 و عرض مجتہبے کے مخالف ہے فی السراج عن السیر الکبیر العلم حلال مطلقاً صغیرا کان او کبیرا قال المصنف رحمہ اللہ تعالیٰ وہو مخالف لما من التقید  
 اصابع و فیہ رخصۃ عظیمۃ لمن ابتلی بہ فی زمانہ انتہی قلت قال شیخنا و اظن ان الراہیہ و ما یعتقد علی الرمح فانہ حلال لو کبیراً لانه یبیس بلبس و بہ  
 التوفیق اور سراج میں ہے سیر کبیر سے کہ علم ہر طرح کا حلال ہے خواہ صغیر ہو یا کبیر مصنف نے کہا اور یہ قول مخالف ہے اس قول کے جس  
 مانگل کی قید مذکور ہو چکی اور علم کے صغیر اور کبیر کی حلت میں رخصت عظیم ہے اس شخص کے لئے جو علم کبیر کے استعمال کے ساتھ مبتلا ہے ہمارے  
 انتہی مانی شرح المصنف میں کتابوں ہمارے استاد نے کہا اور میرا گمان غالب یہ ہے کہ جھنڈا اور نشان اور جو ریشمی کپڑا نیز سے پر  
 باتا ہے سو وہ حلال ہے اگرچہ زیادہ ہر اس واسطے کہ وہ لباس آدمی کا نہیں اور اس تقریر سے دونوں قولوں کا اختلاف رفع ہو گیا یعنی اربع  
 قید لباس میں سے اور سیر کبیر کا اطلاق غیر بلبوس پر محمول ہے م روایت کی بشرطہ عن ابی یوسف عن ابی حنیفہ کہ مضائقہ نہیں علم کا حریر سے  
 میں جب کہ علم چار انگل ہو یا اس سے کم اور اس میں کچھ خلاف مذکور نہیں کیا اور خمس الائمہ شخصی نے سیر میں کہا کہ علم کا کچھ مضائقہ نہیں اس  
 و قایل ہے اور اس کی مقدار بیان نہیں کی چنانچہ فتاویٰ قاضی خاں میں ہے تو تابع کا لفظ دلالت کرتا ہے کہ علم ثوب مراد ہے نہ علم  
 اس واسطے کہ اگر اکل جھنڈا حریر کا ہو تو جائز ہے جیسے دروازہ کا پردہ حریر درست ہے تو غایہ ایہ اختلاف علم ثوب میں ہے نہ علم رایت میں  
 کذا فی الخطاوی یعنی تو شارح کے اسناد کے قول سے توفیق بن القوین حامل زہوی و لا لباس بکلمۃ الدیبا ج ہو یا مسدہ و لمۃ لبریم  
 رہا نیلہ رحال مردوں کے واسطے کچھ مضائقہ نہیں دیا کے چھپر کھٹ اور سہری میں دیا دہ کپڑا ہے جس کا تانا اور بانا دونوں ریشم کا ہو  
 شرح الوہبانۃ الکلمۃ بالکسر بشخانہ و الناموسیۃ لانه یبیس بلبس کلمۃ کبیر کاف و تشدید لام بشخانہ اور ناموسیہ ہے اس واسطے کہ وہ جائز ہے کہ وہ  
 نہیں بدن سے علمدہ رہتا ہے م قاموس میں ہے کہ کلمہ باریک پردہ اور باریک گھٹا ٹوپ ہے پھیرڈوں سے بچنے کے واسطے یعنی چھپر کھٹ اور  
 اور بشخانہ معرب پیشہ خانہ و لکمر شارح الوہبانۃ فقال وہ فی کلمۃ الدیبا ج فالنوم جائزہ و فی القنیۃ و المستقی ذامسطرہ اور شارح  
 نے اس کو نظم کیا ہے سویوں کہا ہے اور ریشمی چھپر کھٹ میں سورہنا جائزہ ہے اور قنیۃ اور ملتقی میں یہ جواز مرقوم ہے و لکمرہ التکلمۃ منہ اسے  
 یبا ج و ہوا صیح و قیل لا باس بہا اور مکروہ ہے ریشمی ازار بند سی قول صحیح ہے اور اس کے جواز کا قول ضعیف ہے م ریشمی ازار بند اگرچہ  
 درست نہیں اس واسطے کہ وہ مستقل اور جداگانہ چیز ہے برخلاف سنجاف وغیرہ کے کہ وہ تابع ہے نہ مستقل کذا فی الخطاوی و کذا تکررہ  
 نسوۃ وان کانت تحت العمامۃ اور اسی طرح مکروہ تحریمی سے ریشمی ٹوپی اگرچہ وہ علمدہ کے نیچے چھپی ہو م مرد کو ریشمی یا چاندی سونے  
 یا جس ٹوپی پر ریشم بہت سیا ہو یا کوئی چیز چاندی سونے کی چار انگل سے زیادہ ٹوپی پر سی ہوئی ہو مکروہ تحریمی ہے کذا فی العالمگیریۃ تو  
 ہوا کہ گونا پچھا اور بنت طلائی یا نقرئی اگر چار انگل یا کم ہو ٹوپی پر تو درست ہے و الکیس الذی یعلق قنیۃ اور اسی طرح ریشم کی وہ  
 مکروہ ہے جو بدن پر لگائی جاوے کذا فی القنیۃ اس واسطے کہ تعلیق مشابہ بلبوس ہے و اختلاف فی عصابۃ الجراحتہ بہ اسے بالحریر  
 المجتہبے اور اختلاف زخم کی ریشمی پٹی میں کذا فی المجتہب م طحطاوی نے کہا کہ صحیح قول یہی ہے کہ ریشمی پٹی مکروہ ہے ازار بند کے مانند و فی ان  
 یزین بیتہ بالدیبا ج و یجمل باوانی ذہب و فضۃ بلا تفاخر اور مجتہبے میں ہے کہ مسلمان کو اپنا گھر راستہ کرنا ریشمی کپڑے سے اور تجمل کرنا سونے  
 یا چاندی کے برتنوں سے درست ہے بشرط عدم تفاخر و تکبر یعنی مکان میں اٹلس وغیرہ کا چھت پر وہ لگانا درست ہے بشرط عدم تجر و فی القنیۃ

بحین للفقہاء لف عمامۃ طویلۃ ولبس ثیاب واسعۃ اور قنیه میں ہے کہ قنیتوں کے واسطے عمامہ طویلہ باندھنا اور کشادہ لباس پہننا اچھا ہے ولبس لا لباس لبثہ نماز اسود علی عینہ من البشیم لعذر قلت ومنہ الرد اور قنیه میں ہے کہ کچھ مضائقہ نہیں ریشمی سیاہ کپڑا باندھنا اپنی دونوں آنکھوں پر عذر کے سبب سے میں کہتا ہوں اور منجملہ عذر مذکور جو پیش کرنا ہے آنکھ کا وہی تشریح الوہبانیۃ عن منتقی لا لباس بعروۃ التھمیس وزرہ من الحریر لا تتبع اور شرح وہبانیۃ میں ہے منتقی سے کچھ مضائقہ نہیں پیراہن میں ریشمی تکرہ اور گھنڈی لگانا اس واسطے کہ وہ تابع ہے پیراہن کا یعنی خود لباس مستقل نہیں وہی التتار خانہ عن السیر الکبیر لا لباس باز لائن الدیاج والذہب اور تانا خانہ میں میر کبیر سے منقول ہے کہ کچھ مضائقہ نہیں ریشمی اور سونے کی گھنڈیوں میں وہیبا عن مختصر الطحاوی لا یکرہ علم الثوب من القفصۃ ویکرہ من الذہب قالوا ہذا مشکل فقد خص الشرع فی الکفاف والکفاف قد یکن من الذہب انتہی اور تانا خانہ میں مختصر طحاوی سے منقول ہے کہ مکروہ نہیں نقش نگار کپڑے کا چاندی سے اور مکروہ ہے سونے سے علمائے کما اور یہ یعنی عدم جواز علم زرہ مشکل ہے اس واسطے کہ شرع نے کفاف یعنی حاشیہ کی رخصت دی ہے اور کفاف کبھی سونے کا ہوتا ہے انتہی مافی التتار خانہ قنیه میں ہے علم یعنی نقش نگار سونے سے ذہب منسوج کے مانند چار انگل مرد کے واسطے جائز ہے اور اسی طرح ٹوپی میں ظاہر مذہب میں جائز ہے چار انگل اور امام محمد کے نزدیک جائز نہیں جیسے حریر کی جائز نہیں انتہی طحاوی نے کہا کفاف سے ظاہر اس عبارت میں معنی خیاطت مراد ہے اور حالانکہ قاموس میں کفاف بالفتح معنی مثل اور رزق بقدر کفایت مذکور ہے اور معنی خیاطت کف سے نہ کفاف اور شارح علیہ الصلوۃ والسلام سے جبہ بکفوف بحریر کا پہننا ثابت ہے اس میں چاندی سونا مذکور نہیں تو اس کی تحریر کرنا چاہیے تاہل سے مجب کو غلبہ تشویشات سے فرصت نہیں انتہی مختصر امام و باللہ التوفیق قاموس میں مذکور ہے کہ کف قمیص وہ ہے جو دامن کے گرد ہو اور جو لبنا ہو چنانچہ حاشیہ ثوب کا اور کفاف بالکسر کنارہ ہے اس کا اور جو اس کے گرد ہو انتہی توصیف معلوم ہو گیا کہ کفاف سے حاشیہ زرین اور دامن کا کنارہ مراد ہے اور قنیه سے ظاہر ہوا کہ چار انگل کا حاشیہ زرین ظاہر مذہب میں جائز ہے تو رخصت شرع بھی ثابت ہو گئی واللہ اعلم وحیل تو سددہ وافر اشہ والہم علیہ وقالوا لاشافی و مالک حرام وہو یصح کما فی المواہب قلت فلیحفظ ہذا لکنہ خلاف المشہور اور ریشمی کپڑے کا تکرہ بنانا اور اس کا فرش کچھانا اور اس پر سو رہنا حلال ہے اور صاحبین اور امام شافعی اور مالک نے کہا حرام ہے اور یہی قول حرمت کا صحیح ہے کما فی المواہب میں کہتا ہوں تو اس تصحیح کو یاد رکھنا چاہیے لیکن یہ تصحیح مذہب مشہور کے مخالف ہے ہم شریکالیہ میں ہے کہ یہ تصحیح متون معتبرہ مشہورہ اور شروع کے مخالف ہے اور بعضوں نے کہا ہے کہ ابو یوسف امام کے ساتھ ہیں علت کے قول میں کذا فی الطحاوی واما جملہ دثارا اولہا اذ ارکانہ مکروہ بالا جماع سراج اور کپڑے کے اوپر ریشمی پہننا یا ریشمی پاجامہ پہننا سو وہ تو بالاتفاق سب کے نزدیک مکروہ ہے کذا فی السراج ہم شعار وہ کپڑا ہے جو بدن سے لگا ہو اور دثار وہ ہے جو بدن سے متصل نہ ہو واما المجلس علی القفصۃ فحرام بالا جماع شرح مجمع اور چاندی کی چیز پر تو بیٹھنا بالا جماع حرام ہے کذا فی شرح الجمع وحیل لبس ماسدہ ابرسم و لجمۃ غیرہ کلتان وکلن وخرلان الثوب انما یصیر ثوبا بالجمع والجمع بالجمع فکانت ہی المعبرۃ دون السدح اور حلال ہے مشہور جس کا تانا ریشم ہے اور اس کا بانا ریشم کے سوا اور چیز کا ہے چنانچہ کتان یا اسی کی چھال کا یا روئی کا یا خزینے دریا کی جانور کے روئیں کا اس واسطے کہ کپڑا تو کپڑا نہیں ہوتا مگر بناوٹ سی اور بناوٹ ہوتی ہے بانے سے تو کپڑے کی حقیقت میں بانا ہی معتبر مگر انہ تانا قلت وہی الشر بلا لیس عن المواہب مکروہ ماسدہ ظاہر کا لغابی وقل لا یکرہ ونحو فی الاختیار قلت ولا یخفی ان المخرج اعتبار اللہ لہما علیم من العزمۃ بل فی الجبۃ ان اکثر المتشاخ افتوا بخلافہ میں کہتا ہوں اور شریکالیہ میں مواہب سے ہے کہ مکروہ ہے وہ کپڑا جس کا تانا ظاہر اور نمودار ہو چنانچہ عنانی کپڑے میں بانے سے زیادہ تانا ریشم کا ظاہر رہتا ہے اور بعضوں نے کہا کہ وہ مکروہ نہیں اور اسی کے مانند اختیار میں ہے میں کہتا ہوں بانے کے اعتبار کرنے کا قول



رجح ہے چنانچہ عزیمت سے معلوم ہوتا ہے بلکہ مجتہدین صاف مذکور ہے کہ اکثر مشائخ نے برخلاف اس کے فتویٰ دیا ہے یعنی برخلاف کراہت کے  
 کراہت پر فتوے دیا ہے مطلقاً اور اس کی شرح میں ہے جس کا تانا ریشم ہے اور باناروئی وغیرہ کا ہے تو وہ حلال ہے خواہ بانا کم ہو یا زیادہ  
 پر ریشم کے اور بعضوں نے کہا جب بانا غالب ہو تب حلال ہے اور صحیح پہلا قول ہے چنانچہ محیط اور قستانی میں ہے کذا فی الطحاوی و فی شرح  
 ح الخرز صوف غنم اجماعی قلت و ہذا کان فی زمانہ داما الان فمن الحریر و حیضہ فحرم بر جندی و تار خانہ فلیحفظ اور شرح مجمع میں ہے کہ خنز بفتح خاء  
 و زاء منقطعہ مشدودہ دریائی بھیڑ کا صوف ہے انتہی میں کہتا ہوں اور یہ یعنی اطلاق خنز کا صوف پر فقہاء سابقین کے زمانے میں تھا اور اب تو  
 عرب سے ہوتا ہے اور اس وقت میں تو خنز حرام ہے کذا فی البر جندی و التار خانہ تو اس اصطلاح متقدمین اور متاخرین کو یاد رکھنا چاہیے تو حرام کو  
 تلال قول سابقین کوئی حلال نہ سمجھے و حل عکسہ فی الحرب فقط لوصفقا یحصل بہ التقاء العدو و خور قیقا حرم بالاجماع لعدم الفائدة سراج او  
 سابق حلال ہے فقط لڑائی میں یعنی جس کا تانا روئی وغیرہ کا ہو اور بانا ریشم کا ہو وہ جنگ میں درست ہے بشرطیکہ وہ گاڑھا ہو جس کے سبب  
 صدات دشمن سے بچاؤ حاصل ہو تو اگر باریک ہوگا تو وہ لڑائی میں باتفاق حرام ہے بے فائدہ ہونے کے سبب سے کذا فی السراج م لفظ  
 ع کا خلل عنقریب محرم ہوگا و اما خالصہ فیکرہ فیہا عنہ خلافا لما ملتی اور خالص حریر یعنی جس کا تانا اور بانا دونوں ریشم ہو تو وہ امام کے نزدیک  
 حرام ہے اور صاحبین کے نزدیک حلال ہے کذا فی الملتقی م جوہرہ میں ہے کہ اگر حریر باریک ہو تو اس کا پہننا جنگ میں باتفاق امام اور  
 حلال نہیں اس واسطے کہ حفاظت عدو کا فائدہ اس میں حاصل نہیں انتہی لیکن ظاہر ہدایہ اس کے مخالف ہے اس واسطے کہ اس میں جو  
 حریر اور دیا جنگ میں صاحبین کے نزدیک جائز ہے اس واسطے کہ اس میں ضرورت ہے اور حریر خالص اذیت سلاح کا دافع ہے اور دشمن  
 نگہ میں رعب ڈالتا ہے اپنی چمک دمک سے انتہی موجب حریر خالص مطلقاً صاحبین کے نزدیک جائز ہو جنگ میں تو جس کا فقط بانا ریشم ہے کیونکہ  
 نہ ہوگا تو اجماع سابق کی حکایت صحیح نہیں کذا فی الطحاوی قلت و لم ار ما لو خلطت اقمۃ بابر ریشم وغیرہ والظاہر اعتبار الغالب میں کہتا ہوں  
 میں نے اس کپڑے کا حکم نہیں دیکھا جس کا بانا ریشم اور غیر ریشم سے مخلوط ہو اور ظاہر غالب کا اعتبار ہے یعنی اگر ریشم غالب ہے تو حرام ہے اور اگر  
 ریشم غالب ہے تو حلال و فی المحادی الزامی بکیرہ ما کان ظاہرہ قز او خط منہ خرو خط منہ قزو ظاہر المذہب عدم جمع المتفرق الا اذا کان خط منہ قزو  
 منہ غیرہ بحیث یری کلا قزاً فاما اذا کان کل واحد مستقیناً کا لطرانی العمامۃ ظاہر المذہب انہ لا یجمع انتہی و اقراء شیخنا قلت و قد علمت ان العبرة  
 لا للظاہر علی الظاہر فانہم اودھاوی زادی میں ہے کہ مکروہ ہے جس کے ظاہر میں تو ریشم نمودار ہو اور حالانکہ اس کی ایک دھاری اون کی  
 و ایک دھاری ریشم کی اور ظاہر مذہب عدم جمع متفرق ہے مگر اس صورت میں خطوط متفرقہ جمع کئے جاویں گے جب کہ اس میں ایک دھاری  
 کی ہو اور ایک غیر ریشم کی ہو اس طرح پر کہ سب ریشم ہی دکھائی دیتا ہو سو اگر ایک دھاری جدا جدا نمودار ہو جیسے عمامہ کا نقش و نگار تو ظاہر مذہب  
 ہے کہ متفرقات کو جمع نہ کریں گے انتہی مافی المحادی اور ہمارے استاد نے اس قول کو مان لیا ہے میں کہتا ہوں اور مقرر تو عنقریب معلوم کر  
 ہے کہ حلت اور حرمت میں بانے کا اعتبار ہے نہ ظاہر کی نموداری کا بنا بر قول ظاہر المذہب کے تو اس کو سمجھ لے یعنی اگر اس کپڑے کا  
 ریشم کا نہیں تو وہ مکروہ نہیں گو ریشم ہی نمودار ہو و کیرہ لیس المعصفر و المزعفر الاحمر و الاصفر للرجال و مردوں کو مکروہ ہے کسم کا رنگ کپڑا  
 مذعفران کا رنگ کپڑا سرخ اور زرد م یعنی دونوں قسم کا زعفرانی رنگ سرخ اور زرد مکروہ ہے اور زعفران کے سوا اور چیز کا زرد رنگ مکروہ  
 کذا فی الطحاوی تو معلوم ہوا کہ ہلدی اور ناپیل اور بار سنگار وغیرہ کا زرد رنگ مکروہ نہیں مرد کو ہاں مگر ورس کا رنگ بھی مکروہ ہے چنانچہ  
 فی قاضی خال میں ہے ورس ایک گھاس ہے اس کا رنگ زرد ہوتا ہے مفادہ انہ لا یکرہ للنساء مرد کی قید اس کی مفید ہے کہ کسم اور زعفران

کارنگ عورتوں کے واسطے مکروہ نہیں ہے ولا لباس بسائر الالوان اور کچھ مضائقہ نہیں کسم اور زعفران کے باقی رنگوں میں مرد کے واسطے ونے  
المحبت والعتقانی وشرح النقایۃ لابی المکارم لابس اللبس الامراستی ومفادہ ان الکراہۃ تنزیہیۃ اور محبت اور عتقانی اور ابوالمکارم کی  
شرح نقایہ میں ہے کہ کچھ مضائقہ نہیں سرخ کپڑے کے پہننے میں انتہی اور یہ کلام کراہت تنزیہی کا مفید ہے م اس واسطے کہ لباس کا کلمہ اکثر ترک  
اولیٰ میں مستعمل ہوتا ہے کذا فی المنح یہ گفتگو ہے اس سرخی میں جو کسم اور زعفران کے سوا اور چیز سے ہو چنانچہ لاکھ اور مٹی اور رسال اور کرمداد کی سرخی  
لکن صرح فی التحفۃ بالحرمتہ فافادنا تحریریتہ وہی عمل عند الاطلاق قال المصنف قلت وللمشر بن لابی مہیار رسالۃ فیہا ثانیۃ اقوال منہا نہ مستحب لیکن تحفہ  
میں ثوب امر کی حرمت کی تصریح کی ہے تو حرمت کی لفظ نے کراہت تحریمی کا فائدہ دیا اور کراہت تحریمی ہی عمل اطلاق کے وقت یعنی جب مطلق  
کراہت بولتے ہیں بلا قید تنزیہ اور تحریم کے تو کراہت تحریمی ہی مراد ہوتی ہے ایسا کہ اسے مصنف نے اپنی شرح میں شارح نے کہا میں کہتا ہوں  
اور شربلانی کا سرخی کے احکام میں ایک رسالہ ہے اس میں آٹھ قول مذکور ہیں از انجد ایک قول یہ ہے کہ ثوب امر مستحب ہے م الام اعظم سے روایت  
ہے کچھ مضائقہ نہیں سرخ اور سیاہ رنگ میں کذا فی العالمگیریۃ عن الملقط ولا یحلی الرجل بذرب وفضۃ مطلقا اور مرد زبرد پہنے سونے  
چاندی کا مطلقا کسی حال میں نہ جنگ میں نہ اس کے سوا میں الا بنی تم ومنطقۃ حلیۃ سیفہا ای الفضة اذالم یرد بہ التزین مرد کو سونے چاندی کا زیور  
حلال نہیں مگر انگوٹھی اور کمر بند اور تلوار کا زیور چاندی سے حلال ہے بشرطیکہ اس سے آرائش کا قصد نہ کرے یعنی وہ آرائش جو منجر بہ تجرؤ و تکبر ہو م  
قنیہ میں ہے کچھ مضائقہ نہیں اس کمر بند کا جس کے دونوں کناروں پر چاندی کے دو حلقے ہوں انتہی طمیر یہ میں ہے کہ اگر تمام منطقہ چاندی کا ہو یا اکثر  
تو مکروہ ہے انتہی اور تلوار کا زیور اس شرط سے حلال ہے کہ چاندی کی جگہ پر لاتھ نہ لگا دے اور حال سیف منجد علیہ سیف سے ہر چند کمر بند اور حلیہ سیف  
سونے کا درست نہیں لیکن چاندی پر سونے کا طمع درست ہے اس واسطے کہ طلا مستحب ہے کذا فی الطحطاوی و فی الجہتی لاسئل استعمال منطقہ وسیلہ  
من دیباج و قیل یحلی اذالم یلغ عرضا ربع اصابع و فیہ بعد سبع ورق ولا یکرہ فی المنطقۃ حلقۃ حدید و نحاس و عظم و یحیی حکم لبس اللؤلؤ اور محبت میں ہے  
کہ استعمال ایسی مٹی کا حلال نہیں جس کا بیج دیا ہو اور بعضوں نے کہا حلال ہے بشرطیکہ عرض اس کا سم انگل کا نہ ہو اور اس میں سات ورق کے بعدوں ہے  
کہ مٹی میں حلقہ لوہے اور تانبے اور ہڈی کا مکروہ نہیں اور موتیوں کے پہننے کا حکم آگے آدے گا ولا یحتم الا بالفضۃ لحصول الاستحباب اور انگوٹھی  
نہ پہنے مگر چاندی کی بسبب حاصل ہو جانے بے پردائی کے چاندی سے یعنی چاندی سے حاجت رفع ہو گئی تو اب سونے اور لوہے وغیرہا کی کچھ حاجت  
باقی نہ رہی فیہم بغیر ہا کجہ صبح السخنی جواد الیشب والحق و علم ملاخضر و ذہب و حدید و صفرد و نحاس و دیباج و غیرہا تو چاندی کے سوا  
انگوٹھی پہنا حرام ہے جیسے پتھر اور سونے اور لوہے اور پتیل اور رانگ اور سیسے وغیرہا بدلیل گذشتہ یعنی چاندی نے کسی کی حاجت باقی نہ رکھی اور  
سرخشی نے جوادیشب اور عقیق کی تصحیح کی ہے اور ملاخضر نے درر غرر میں سب پتھروں کی انگوٹھی کو جائز کہا ہے م یہ گفتگو حلقۃ انگشتری میں ہے  
اور نگین تو بالاتفاق درست ہے چنانچہ اس کا ذکر عنقریب آتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پتیل کی انگوٹھی کو فرمایا کہ اس سے بتوں کی بوائی ہے  
اور لوہے کی انگوٹھی کو فرمایا کہ دوزخیوں کا زیور ہے اور سونے کی انگوٹھی کو فرمایا کہ یہ زیور ہے بہشتیوں کا کذا فی العینی شرح الہدایۃ ابن داؤد والترمذی  
والنسائی بعض اشخاص یشب میں کشف اور شہد درست کہتے ہیں فاذا ثبت کراہۃ لبس اللؤلؤ ثبت کراہۃ بیجا و صوغا لما فیہ من الاعانۃ علی مالکونہ  
وکل مادی الی مالکونہ لایجوز و تمامہ فی شرح الوسیانۃ پھر جب سونے وغیرہ کی انگوٹھی پہننے کی کراہت ثابت ہو گئی تو اس کو بیچنے اور بنانے کی بھی  
کراہت ثابت ہو گئی اس لئے کہ اس میں اعانت ناجائز ہے اور جو فعل کہ ناجائز کی طرف مودی ہو وہ بھی ناجائز ہے اور اس کا تمام بیان شرح  
وہبانیہ میں ہے والحیرۃ بالحلقۃ من الفضة لا بالفضۃ یجوز من مجر و عقیق و یاقوت وغیرہا اور چاندی کی انگشتری میں حلقہ کا اعتبار ہے نہ نگین کا



سواگر چاندی کا حلقہ ہو تو نگینہ ہر چیز پتھر اور عقیق اور یاقوت وغیرہ کا جائز ہے مگر یہ جو مذکور ہوا کہ پتھر کی انگوٹھی جائز نہیں تو مراد یہ ہے کہ پتھر کا حلقہ نگینہ کی طرح  
 کا درست نہیں پتھر کا نگینہ درست ہے وحل مسال الذہب فی حجر الفضة اور حلال ہے سونے کی کیل پتھر کے نگین میں م کیل مٹھوئی جاتی ہے استحکام  
 کے واسطے تاکہ نگینہ مٹھوے سے جدا ہو و جب جواز یہ ہے کہ سونا یا مال چاندی کا تابع ہے تحریر کے نقش و نگار کے مانند و بجعلہ بطن کفہ فی یدہ ایسے  
 وقیل لہی الا ان من شعار الروافض فیجب التحرز عنہ وقتانی وغیرہ قلت ولعلہ کان وہان فقبصر اور انگوٹھی کو کف دست کے اندر رکھے جائیں ہاتھ  
 میں اور بعضوں نے کہا دینے ہاتھ میں مگر یہ طریقہ ہے رافضیوں کا تو اس سے پرہیز کرنا واجب ہے کذا فی الفتاویٰ وغیرہ میں کتابوں اور شاید کہ یہ بھی  
 رافضیوں کا طریقہ ہوگا سو منقصل اور منقصر ہو گیا سو دیکھ لے م عورتیں انگوٹھی ظاہر کف دست کی طرف رکھیں برخلاف مردوں کے اس واسطے کہ  
 عورت زینت کے واسطے پہنتی ہے اور مرد حاجت کے واسطے کذا فی محیط السرخسی و نقیض اسمہ او اسم اللہ تعالیٰ لا تمثال طیر و انسان ولا  
 محمد رسول اللہ ولا نیر ید علی مثقال اور نگین پر اپنا نام یا اللہ تعالیٰ کا نام نقش کرے چڑیا یا آدمی کی صورت نقش نہ کرے اور نہ محمد رسول اللہ کا کدہ  
 لے اور نہ وزن انگوٹھی کا مثقال سے زیادہ کرے مگر اللہ تعالیٰ کا نام ہو تو انگوٹھی رستین یا داہنے ہاتھ میں کرے اگر بائیں ہاتھ میں ہو  
 محمد رسول اللہ کا کدہ اس واسطے درست نہ ہوا کہ خاتم الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نقش خاتم تھا اس طرح کہ ایک سطر میں محمد منقوش تھا اور دوسری  
 سطر میں رسول اور تیسری میں اللہ اور صدیق اکبر کے نگین پر لغم القادر اللہ تھا اور علی فاروق کا نقش نگین کفنی بالموت واعظاً اور ذی النورین کا نقش  
 محمد بن اویس بن مرثی کا نقش الکرکند اور امام ابو حنیفہ کا نقش قل الخیر والا فاسکت اور امام ابو یوسف کا نقش من عمل برایہ فقد ندیم اور محمد بن  
 من کا نقش من صبر فبرق کذا فی الطحاوی عن الدر المنثور عن البستان مثقال کا وزن ساڑھے چار ماشے ہے و ترک التعمیم لغير السلطان والقاضی  
 ذی حاجۃ الیہ مکتولی الفضل اور سلطان اور قاضی اور محتاج الیہ چنانچہ متولی کے غیر کو انگوٹھی کا ترک کرنا افضل ہے مگر بادشاہ اور قاضی اور متولی  
 وقف محتاج الیہ خلائق ہیں تو ان کو مہر رکھنا ضروری ہے ان کے سوا اور شخصوں کو حاجت نہیں تو بہتر یہ ہے کہ ترک ختم کریں یہ قول ہے قرشی  
 کا اور فقہیہ البالیث نے کہا بعضوں نے غیر سلطان کے واسطے انگوٹھی رکھنا مکروہ کہا ہے لیکن جمہور علما نے اس کی اجازت دی ہے چنانچہ جو اہر اخلاطی  
 میں ہے کذا فی العالمگیریہ ولا یشد سنہ المتحرک بذہب بل بفضتہ و جوز ہما محمد اور اپنے ہاتھ دانت کو سونے کے تار سے نہ باندھے بلکہ چاندی  
 سے باندھے اور محمد نے چاندی سونے دونوں سے جائز کہا ہے و نتیجۃ الفامنہ لان الفضة تنقیہ اور سونے سے ناک بنا دے یعنی دھوڑت  
 طلح اس واسطے کہ چاندی گندہ کر دیتی ہے اس کو ذکر الیاس البیضا و حرم یافان ما حرم لبسہ و شربہ حرم الباسہ و شربہ اور طفل صغیر کو  
 سونا اور ریشمی کپڑا پہنانا مکروہ ہے اس لئے کہ جس کا پہنانا اور پہنا بھی حرام ہے مگر حدیث میں سونا اور ریشمی کپڑا مرد پر  
 حرام ہے خواہ مرد بالغ ہو یا نابالغ لایکرہ خرقۃ لوضوء بالفتح لقیۃ بدہ او محاطۃ او مرق لولحاجۃ و لولتکر تکرہ مکروہ نہیں رومال رکھنا وضو کا  
 پانی پونچھنے کے واسطے یا رینٹ یا پسینہ پونچھنے کے واسطے شہر طیکہ رنج حاجت کے واسطے ہو اور اگر رومال تکبر اور تجتر کے واسطے ہو تو مکروہ ہے  
 شارح نے کہا وضو بفتح واد عبارت ہے اس تری سے جو وضو کرنے کے بعد اس اعضا پر باقی ہو و لا التیمینہ ہی خیط یربط باصبع او خاتم  
 ہذا کرانۃ والحاصل ان کل ما فعل تجبر اکروہ و ما فعل لحاجۃ لا عنایۃ اور تمیز مکروہ نہیں تہیہ وہ تا کا ہے جو انگلی یا انگوٹھے پر باندھا جائے بات یاد  
 رکھنے کے واسطے اور خلاصہ یہ ہے کہ جو چیز تکبر کے واسطے کرے وہ مکروہ اور جو ضرورت اور حاجت کے واسطے کرے وہ مکروہ نہیں کذا فی العناۃ

ف نقوش نگین اکبر ۱۱ اچھا قاضی اللہ تعالیٰ ہے ۱۲ کافی ہے موت نصیحت کو ۱۳ صبر کردہ مذمت اسمائے ۱۴ ملک اللہ کا ہے ۱۵  
 بہتر کہ مرد چپ ۱۶ جس نے اپنی رائے پر عمل کیا وہ مشرکہ ہوا ۱۷ جس نے صبر کیا وہ جیت گیا ۱۸

فروع مسدودہ شارح فی المجتبى المکره ناکان لغير العربيه مجتبى میں ہے کہ مکروہ تعویذ وہ ہے جو عربی کے سوا اور زبان میں ہو تعلیق تعویذ میں مضائقہ نہیں لیکن بیت الخلا جالے میں اور قربت کے وقت میں اتار ڈالے کذا فی العالمگیریہ

## فصل فی النظر والمس

اس فصل میں دیکھنے اور چھونے کے احکام مذکور ہیں بنظر الرجل من الرجل ومن غلام بلغ حد الشوۃ مجتبى ولور امر و صبح الوجه و قد مر فی الصلوۃ اور دیکھے ایک مرد دوسرے مرد کے بدن کو اور اس گبرو کے بدن کو جو حد شہوت

کو پہنچ گیا ہو یعنی مراہق قرب البلوغ کو کذا فی المجتبى اگرچہ وہ بے ریشہ خوبصورت ہو اور اس کا ذکر کتاب الصلوۃ میں گذر گیا ہم امر و صبح کا دیکھیں اس وقت حلال ہے جب کہ شہوت کی راہ سے اس کو نہ دیکھے والا وہ بمنزلہ عورت کے ہے از ستر مقدم اس کو دیکھنا اور خلوت کرنا حلال نہیں کذا فی العالمگیریہ والا ولی تنکیر الرجل لکلا یتوہم ان الاول عین الثانی و کذا الکلام فیما بعد فتستانی قلت و قرینۃ المقام تکفی فتدبر اور میریہ تھا کہ مصنف لفظ رجل کو نکرہ لاتا نہ معرف بالف و لام تاکہ کسی کا وہم نہ آتا کہ رجل اول رجل ثانی کا عین ہے اس واسطے کہ قاعدہ یہ ہے کہ جب باللام کبر کر آتا ہے تو ثانی عین ہوتا ہے اول کا اور اسی طرح کا کلام ہے اس کے مابعد میں یعنی تنظر المرأة من المرأة کذا فی الفتستانی میں کہتا ہوں اور قرینہ

مقام معانرت کے واسطے کفایت کرتا ہے ثم نقل عن الزایدی انه لو نظر لعمرة غیره باذنہ لم یأثم قلت وفيه نظر ظاهر لفظ الزایدی نظر لعمرة غیره

وہی غیر باذنیہ لم یأثم انتی فلیحفظ پھر فتستانی نے زایدی سے یہ نقل کیا کہ ایک مرد دوسرے مرد کی شرمگاہ کو دیکھے اس کے اذن سے تو گنہ گار نہ ہوگا مگر

کہتا ہوں اس میں تو صریحاً اعتراض ہے بلکہ زایدی کی عبادت یوں ہے کہ ایک مرد نے غیر شخص کی شرمگاہ کی طرف نظر کی اور حالانکہ اس کی شرمگاہ

غیر ظاہر ہے یعنی کپڑے سے ڈھکی ہے تو دیکھنے والا گنہ گار نہ ہوگا انتی کلام الزایدی تو فتستانی کی غلط فہمی کو یاد رکھنا چاہیے ہم زیدی میں ہے عورت

کے بدن میں تامل کرنے کا مضائقہ نہیں اگر اس پر کپڑے ہوں بشرطیکہ کپڑے سے اس کا حجم معلوم نہ ہوتا ہو اور اگر حجم معلوم ہوتا ہو تو نظر نہ کرے بدلیل

حدیث رسول خدا علیہ الصلوۃ والسلام کے کہ جو عورت عورت کو تامل کرے اور اس کے کپڑے دیکھے یہاں تک کہ اس کی ہڈیوں کا حجم ظاہر ہو جائے

وہ شخص بہشت کی خوشبو نہ سونگے گا کذا فی الطحاوی سموی مابین سر منہ الی ماتحت رکتہ فاکر کعبۃ لا استقر ایک مرد دوسرے مرد کے بدن کو

دیکھے سوائے اس بدن کے جو مابین اس کی ناف کے ہے اس کے گھٹنوں کے نیچے تک یعنی زیر ناف سے زیر زانو تک نظر کرنا حلال نہیں تو عبادت

میں سے معلوم ہوا کہ نہ انو عورت اور واجب الستر ہے اور ناف عورت نہیں م عورت غلیظہ مہال اور میرز سے اس کے بعد زان اس کے بعد زان

تو اگر غیر شخص کا زانو کھلا دیکھے تو اس پر زمری سے انکار کرے نزاع نہ کرے اور اگر ان کھلی دیکھے تو اس پر درشتی سے انکار کرے اور اگر عورت غلیظہ

کھلی دیکھے تو ڈھکنے کا امر کرے اور ادب دے یعنی اگر نہ مانے تو مارے کذا فی العالمگیریہ ومن عرسہ و امتہ الجلال لہ و طہا فخرج المجوسۃ و الاما

والمشترکہ و منکوحۃ غیر المحرمۃ برضاخ او مصاہرۃ حکمها کالاجنبیۃ مجتبى ویشکل بالمفضاة فانہ لایحل لہ و طہا و بنظر الیہا فتستانی قلت و قد یجاب

بأنہ علی الی فرجہا بشہوۃ و غیرہ والا ولی ترکہ لانه یورث النسلان اور مرد اپنی زوجہ کی اور اپنی اس لونڈی کی جس کی قربت اس کو حلال ہے فرج

کی طرف نظر کرے شہوت سے اور بدوں شہوت کے اور شرمگاہ کا نہ دیکھنا بہتر ہے کہ نسیان پیدا کرتا ہے حلال لونڈی کی تید سے مجوسی لونڈی

اور مکاتہ لونڈی اور شراکت کی لونڈی اور غیر کی منکوحہ لونڈی اور جو لونڈی کہ خیر خوارگی یا مصاہرت کے سبب سے حرام ہے نکل گئی اس واسطے

کہ ان لونڈیوں کا حکم بیگانی لونڈی کی برابر ہے کذا فی المجتبى اور اس قاعدہ پر کہ جس کی وطی درست ہے اس کی شرمگاہ دیکھنا درست ہے

وارد ہوتا ہے اس عورت کا جس کا پیش اور پس ایک ہو گیا ہے پردہ پھٹ کر کہ اس کی وطی تو حلال نہیں اور نظر کرنا حلال ہے کذا فی الفتستانی



کتاب ہوں اور گاہے یوں جو بیا جاتا ہے اس اعتراض کا کہ قاعدہ مذکورہ اکثر یہی ہے نہ کلی م لوندی کی حرمت بالمصاہرۃ کی صورت یہ ہے کہ مذکورہ وہ ماں ہو یا بیٹی ذہبی میں ہے کہ بہتر یہ ہے کہ زوجین میں سے ایک دوسرے کی شرمگاہ کو نہ دیکھے اس لئے کہ حدیث میں آیا ہے کہ جب کوئی اپنی زوجہ کے پاس جاوے تو تستر کرے جتنا ہو سکے اور دونوں برہنہ نہ ہو جاویں گدھوں کے مانند کذا فی الطحاوی ومن محرمہ ہی من لا یحل لہ نکاحا ابدالہا بنسب او سبب ولو بنی الی الراس والوجہ والصدر والساق والعضدان امن شہوتہ وشہوتہا ایضا ذکرہ فی المداۃ فمن قصر علی الاول فقصر ابن کمال اور دیکھے مرد اپنی محرم عورت کا سر اور منہ اور سینہ اور پیٹ لی او بازو اگر اپنی شہوت سے بے خوف ہو اور اس کی شہوت سے بھی سیا ذکر کیا ہے ہذا میں سوچیں شخص نے مرد کی شہوت پر اقتضایا کیا سو اس نے قصور کیا بیان میں کذا ذکرہ ابن کمال محرم وہ عورت ہے جس کے ساتھ نکاح کرنا مرد کو بھی حلال نہیں بسبب نسب کے یا سبب کے اگرچہ حرمت سببی حرام کاری سے ہوم محرمات نسبی چنانچہ ماں بہن خالہ عمہ دادی مانی اور محرمات سببی چنانچہ دایہ اور اس کے اصول اور فردع اور خوشدامن والا لا اور اگر طوفین سے خوف ہو شہوت کا تو اعضا مذکور کی طرف نظر کرنا حلال نہیں لا الی الظہر والبطن خلافا لثانی والفقہ نہ دیکھے مرد اپنی محرم عورت کی پیٹھ اور پیٹ اور ران کی طرف پیٹھ اور پیٹ میں اہم شافعی کا خلاف ہے واصلہ قولہ تعالیٰ ولا یبیدین ذینہن الا لبعوثن الایۃ وتلك المذكورات مواضع الزنیۃ بخلاف الظہر ونحوہ اور نظر محرم میں اصل اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے کہ عورتیں اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں مگر اپنی ازواج کو یا اپنے آباء اور اجداد کو یا اپنے فرزندوں کو یا اپنی ازواج کے فرزندوں کو یا اپنے بھائیوں کو یا بھتیجیوں کو یا بھانجیوں کو یا اپنی عورتوں کو یا مملوک کو اور یہ اعضا مذکورہ مواضع میں زینت کے برخلاف پیٹھ اور پیٹ کے کہ وہ زینت کے مکان نہیں مآیہ شریف میں نفس زینت اور زیور مراد نہیں اس واسطے کہ زیور کو مطلقاً نظر کرنا مباح ہے لیکن مواضع زینت کے مراد ہیں تو سرتاج کا مکان ہے اور چہرہ سرکہ کا مکان ہے اور گردن اور سینہ ہا رارہ جگہ وغیرہ کا موضع ہے اور کان بالیوں کی جگہ ہے اور بازو موضع ہے بازو بند کا اور کلائی کنگن اور چوڑیوں کی جگہ ہے اور کف دست موضع انگشتری اور حنا بندی ہے اور پیٹلی موضع ظہال ہے اور قدم محل حنا بندی ہے کذا فی الزلیعی اور بال موضع ہے موافق کذا فی العینی وحکم امتہ غیرہ ولودیرۃ اوام ولد کذا لک فی نظر البیہا کومہ اور غیر شخص کی لوندی کا حکم اگرچہ وہ مدبرہ یا ام ولد ہو اسی طرح ہے تو مرد اس کو دیکھے اپنی محرم عورت کے مانند م لوندیاں گھر باہر کے کام کے واسطے ہوتی ہیں تو اگر ان کے اعضا مذکورہ کا کھنا جائز نہ ہوتا غیروں سے تو نہایت تنگی ہوتی تو ضرورت اباحت نظر اور لمس کی موجب ہوتی و ما حل نظره مما من ذکر ادانتی حل لمسہ اذا من الشہوتۃ علی لفسہ وعلیہا لاند صلے اللہ علیہ وسلم کان یقبل راس فاطمۃ وقال علیہ الصلوۃ والسلام من قبل رجل امہ فکانما قبل عتیۃ الجنۃ وان لم یامن ذلک اوشک فلا یحل لہ النظر ولمس کشف الحقائق لابن سلطان و مجتہ اور جس کا دیکھنا حلال ہے منجملہ مرد یا عورت کے جو بیان ہو چکا تو اس کا چھونا بھی حلال ہے بشرطیکہ مرد کو اپنی ذات پر اور عورت کو اپنی ذات پر شہوت کا خوف نہ ہو اس واسطے چھونا درست ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فاطمہ زہرا علیہا السلام کا سر چومتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو مرد اپنی ماں کا قدم چومے تو اس نے گویا آستانہ بہشت کو چوما اور اگر شہوت کا خوف ہو یقیناً یا تردد کرے شہوت اور عدم شہوت میں تو اس کو حلال نہیں نظر کرنا اور چھونا کذا فی کشف الحقائق لابن سلطان والمجتبی الامن اجنبیۃ فلا یحل مس وجہا وکفہا وان امن الشہوتۃ لاند اغلط ولذا ثبت بہ حرمتہ المصاہرۃ جس کا دیکھنا حلال اس کا چھونا حلال ہے اجنبی عورت کے سوا کہ اس کا چہرہ اور کف دست دیکھنا حلال مگر ان کا چھونا حلال نہیں اگرچہ مرد کو شہوت کا خوف نہ ہو اس واسطے کہ چھونا سخت تر ہے نظر سے اور اسی واسطے چھونے سے حرمت

صلے ایک نسخہ میں مس ہے بجائے لمس کے ۱۲

مصاہرت کی ثابت ہو جاتی ہے و بذانی الشاہدہ والاعجاز الی لا تشتی فلا بأس بمصافحتہا وسیدہ اذا من اور یہ یعنی چہرہ اور کف دست کا نہ چھونا اجنبی جوان عورت کے حق میں ہے اور ایسی مذہب بڑھی جو شہوت اور رغبت کے لائق نہیں رہی تو اس کے مصافحہ کرنے اور اس کے چھونے کا مصافحہ نہیں جب کہ شہوت سے نڈر ہو مستی جازا لمس جاز سفرہ بہا ونخلوا اذا امن علیہ وعلیہا والا لا اور جب کہ بڑھی کا ہاتھ چھونا درست ہو تو مرد کو اس کے ساتھ سفر کرنا بھی درست ہوگا اور خالی مکان میں اس کے پاس ہونا بھی جائز ہے بشرطیکہ دونوں طرف سے شہوت کا خوف نہ ہو اور اگر شہوت کا احتمال ہو تو خلوت اس کے ساتھ بھی درست نہیں کذا فی العالمگیریۃ عن المیطاوی عن الاشباہ والنحوۃ بالاجنبیۃ حرام الا باللازمۃ مدینۃ ہربت ودخلت خربۃ او کانت عجوزا شوہاد او کجائل اور اشباہ میں ہے کہ خلوت یعنی خالی مکان میں مرد کا ہونا اجنبی غیر محرم عورت کے ساتھ حرام ہے مگر اس عورت مدینہ کی ملازمت کے واسطے خلوت درست ہے جو صاحب دین سے بھاگی اور دیرانے گھر میں گھس گئی یا خلوت درست ہے اس بڑھی عورت سے جو نہایت بد صورت ہو یا خلوت درست ہے کسی چیز کے حائل ہونے کے سبب سے یعنی کوئی چیز مرد عورت اجنبی کے درمیان آڑا کر ہو اور وہ دونوں ایک مکان میں ہوں کذا فی المیطاوی عن الاشباہ والنحوۃ بالمحرم مباحۃ الا لاخت رضاعا والصبرۃ الشاہدہ اور خلوت محرم عورت کے ساتھ مباح ہے مگر رضاعی بن اور خوش دامن جوان کے ساتھ خلوت مباح نہیں فی الشربلالیۃ مغزیۃ الجوبہۃ والایکم الاجنبیۃ الا عجوزا عطست نولست فی شمتہا ویر والاسلام علیہا والا اور شربلالیۃ میں جوہرہ سے منقول ہے اور مرد نہ بولے اجنبی عورت سے مگر جب کہ بڑھی عورت چھینکے یا سلام کرے تو مرد اس کو یرحک اللہ کے اور سلام کا جواب دے اور اگر جوان ہو تو جواب نہ دے یعنی بلند آواز سے م خانہ میں ہے کہ جب غیر محرم عورت مرد کو سلام کرے اگر بڑھی ہے تو مرد آواز سے جواب دے کہ وہ سنے اور اگر جوان عورت ہو تو سلام کا جواب اپنے دل میں کہے اور مرد اگر اجنبی عورت کو سلام کرے تو اس میں بالعکس حکم ہے خانہ میں ہے کہ اگر مرد چھینکے اور عورت یرحک اللہ کے تو اگر بڑھی ہے تو جواب دے اور اگر جوان ہے تو اپنے دل میں جواب دے غرائب میں ہے کہ اگر جوان خولصورت عورت چھینکے تو غیر محرم مرد پکار کے یرحک اللہ کے کذا فی المیطاوی وہ بان ان لفظہ لانی نقل لغستانی ویکلمہا بالاحتیاج الیہ زائدۃ فقیہ اور جوہرہ کی روایت مذکورہ سے ظاہر ہو گیا کہ لفظ لغستانی کی اس نقل میں زیادہ ہے یعنی ویکلمہا بالاحتیاج الیہ تو آگاہ رہنا م یعنی اگر لفظ زائد نہ ہو تو کلام غیر ضروری کا جو لفظ ثابت ہو اور حالانکہ جوہرہ سے مذکور ہو چکا کہ اجنبی عورت سے کلام نہ کرے ولہمس ذلک اسے مائل نظرہ اذا راہ الشر او ان خاف شہوۃ للضرورة قیل لانی زمانا وہ جزم فی الاختیار اور اس کا چھونا یعنی جس کا دیکھنا حلال ہے اس کا چھونا مرد کو درست ہے جب کہ لونڈی کی خرید کا ارادہ کرے اگرچہ چھونے میں شہوت کا خوف ہو چھونا درست ہو ضرورت کے سبب سے اور قول ضعیف یہ ہے کہ ہمارے زمانہ میں چھونا درست نہیں اور عدم جواز پر یقین کیا ہے اختیار میں م یعنی اگر لونڈی کی خرید کا ارادہ کرے تو چہرہ اور ہاتھ پاؤں ٹوٹا درست ہے تا سلم ہو کہ نرم بدن ہے یا سخت و امۃ بلغت حد الشہوۃ لا تعرض علی البیع فی ازار واحد یترابین السرة والکبتۃ لان ظہرہا ولطینا عورة اور جو لونڈی حد شہوت کو پہنچ گئی ہو اس کو بیع کے واسطے پیش کرنا نہ چاہیے ایک تہ بند میں جو ناف سے زانو تک چھپا دے اس واسطے کہ اس کی پیٹ اور پیٹ کا چھپانا فرض ہے و یطمر من الاجنبیۃ ولو کافرة محبتہ الی وجہہا وکفہا فقط للضرورة قیل والقدم والذراع اذا جرت نفسها للخنز تار خانۃ اور اجنبی غیر محرم عورت کے بدن سے اگرچہ وہ کافر ہو کذا فی المیطاوی دیکھے مرد فقط اس کے چہرہ اور دونوں کف دست کو ضرورت کے سبب سے بعضوں نے کہا اور قدم اور ہاتھ کو بھی دیکھنا جائز ہے جب کہ وہ نوکری روٹی پکانے کی کرے کذا فی التاتار خانۃ م قدم اجنبیہ کی عورت

ملہ کلام کرے اس کے ساتھ جس کی حاجت مدہو ۱۲



ہونے میں امام اور مشائخ سے اختلاف ہے ہادیہ اور قاضی خاں کی شرح جامع صغیر میں اس کی تصریح ہے کہ قدم عورت نہیں اور محیط میں اسی کو اختیار کیا ہے اور قطع اور قاضی خاں نے اپنے فتاویٰ میں اس کے عورت ہونے کی تصریح کی ہے اور بیجا بی اور ریحانی نے اسی کو ہند کیا ہے اور صاحب اختیار نے اس کی تصحیح کی ہے کہ نماز میں تو قدم عورت نہیں اور نماز کے باہر عورت ہے اور شرح منیہ میں مطلقاً عورت ہونے کی ترجیح دی ہے احادیث سے کذا فی الطحاوی وعبد لا کالاجنبی معہا فینظر لوجہہا وکعبہا فقط نعم یدخل علیہا بلا اذنہا اجماعاً ولا یسافر سہا اجماعاً علامۃ وعند الشافعی و مالک منظر کحرمہ اور عورت کا غلام اس کے ساتھ اجنبی مرد کی برابر ہے تو فقط اس کا چہرہ اور کف دست پر نظر کرے ہاں اس کے پاس جایا کرے بدوں اس کے اذن کے بالاتفاق اور تنہا اس کے ساتھ سفر نہ کرے بالاتفاق کذا فی الخلاصۃ اور امام شافعی اور امام مالک کے نزدیک غلام اپنی بی بی کو دیکھے اس کے محرم کے مانند فان خاف السہوۃ او شک امتنع نظره الی وجہہا نقل النضر مقید بعدم السہوۃ والا فحرام و ہذا فی زمانہ واما فی زمانہ فتیغ من الشاہدۃ فتسانی وغیرہ پھر اگر شہوت کا خوف ہو یا شک ہو شہوت اور عدم شہوت میں تو مرد کا نظر کرنا عورت کے چہرہ ممنوع ہے تو نظر کا حلال ہونا شہوت نہ ہونے کے ساتھ مقید ہے اور نہیں تو حرام ہے اور یہ یعنی حلت نظر در صورت عدم شہوت اگھے لوگوں کے زمانہ میں تھا اور ہمارے زمانہ میں تو جوان عورت کا چہرہ دیکھنا ہر طرح ممنوع ہے یعنی فبا دنانہ کے سبب سے کذا فی الفتاویٰ وغیرہ الا النظر والمس لحاجۃ کقاض و شاہد حکم و شہید علیہا الف و نشر مرتب لا لتسل الشہادۃ فی الاصح مگر اجنبی عورت کا دیکھنا اور چھونا حاجت اور ضروریات کے سبب سے حلال ہے چنانچہ اس قاضی کا عورت کو دیکھنا جو فیصلہ کتاب ہے اور اس شاہد کا دیکھنا جو مدعا علیہا عورت پر گواہی دیتا ہے جائز نہیں شاہد کا دیکھنا نقل شہادت کے واسطے صحیح تر قول میں شارح نے کہ حکم اور شہید میں لف نشر مرتب ہے ہم یعنی اگر عورت اپنے دعوے کرنے کے واسطے کسی کو شاہد کرتی ہو تو اس کو نظر کرنا درست نہیں اور اگر کسی مدعی نے عورت پر دعوے کیا ہو تو اس صورت میں شاہد کو نظر کرنا شناخت کے واسطے حلال ہے زیلعی نے کہا کہ قاضی اور شاہد پر واجب ہے کہ صرف حکم اور ادائے شہادت کی نیت سے دیکھیں نہ قضاء شہوت کے واسطے تا بقدر امکان امر قبیح سے بچیں و کذا امر ید لکاحا و لو عن شہوۃ غبیۃ السنۃ لا قضاء شہوۃ اور اسی طرح نکاح کے ارادہ کرنے والے کو عورت کا چہرہ دیکھنا درست ہے گو شہوت ہو اتباع سنت کی نیت سے دیکھے نہ قضاء شہوت کے قصد کے ہم تردی اور نسائی میں ہے کہ جب مغیرہ بن شعبہ نے ایک عورت سے نکاح کا قصد کیا تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کو دیکھتا کہ تم دونوں میں موافقت اور الفت رہے زیلعی نے کہا لیکن عورت مذکورہ کا چہرہ اور کف دست چھونا درست نہیں کذا فی الطحاوی و شرائعہا و مداواتہا اور اسی طرح عورت کے خرید کرنے والے کو اور اس کے علاج کرنے والے کو نظر کرنا درست ہے منظر الطیب الی موضع مرضہا بقدر الضرورة اذ الضرورات تستقدر بقدر علاج کرنے والا طیب عورت کی بیماری کی جگہ کو بقدر ضرورت کے نظر کرے اس واسطے کہ امور ضروریہ بقدر ضرورت ہی کے متعین ہوتے ہیں ہم شمس الاممہ حلوانی نے کتاب الصوم کی شرح میں کہا کہ حقہ فقط ضرورت میں جائز ہے اور اگر ضرورت نہ ہو لیکن اس میں ظاہر منفعت ہو اس طرح کہ حقہ کے سبب سے قوت باہ حاصل ہوتی ہو تو ہمارے مذہب میں حقہ حلال نہیں اور اگر خشکی بدن کی اور نحافت ایسی غالب ہو جس سے تلف ہو جانے کا خوف ہو تو حلال ہے اور نہیں تو حلال نہیں کذا فی الطحاوی و کذا فی نظر قابیہ و حقان اور اسی طرح دائی جنائی کا نظر کرنا اور حقہ کرنے والے کا بقدر ضرورت حلال ہے ہم سراجیہ میں ہے کہ حتی الامکان نظر کو بند رکھے یعنی اگر ہاتھ سے کام نکلے تو نظر نہ کرے اور اگر بدوں نظر کے مطلب نہ ہو سکے تو فقط ایک دو بار موضع مرض پر کفایت کرے اجازت عام نہ سمجھے وینیقی ان یعلم امراۃ تذاویا لان نظر الجنس الی الجنس اخف اور لائق یوں ہے کہ طیب عورت کا علاج کرنا کسی عورت کو سکھا دے کہ وہ عورتوں کا علاج کیا کرے اس واسطے کہ ہم جنس کی نظر سبک تر ہے غیر جنس سے ہم عورت کو علاج کرنا سکھانا مستحب نہیں بلکہ واجب ہے چنانچہ فتاویٰ قاضی خاں

کے اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک عورت کے قرحہ ہے وہاں جہاں مرد کو دیکھنا حلال نہیں تو اس کا علاج عورت کو سکھانے اور اگر عورت نے یا عورت بے سلیقہ ہو تعلیم سے علاج نہ کر سکے اور خوف ہو شدت درد اور ہلاکی کا تو سارا بدن چھپا کر فقط قرحہ کی جگہ مرد دیکھے پھر اس کی دوا کرے اور اپنی آنکھ بچائے رہے سو اس جگہ کے اور اس میں محرم اور غیر محرم عورت کا کچھ فرق نہیں ہے اس واسطے کہ اعضاء واجب البستر کا دیکھنا حلال نہیں بحریت کے سبب سے بھی و تَنْتَظِرُ الْمَرْأَةَ الْمُسْلِمَةَ مِنَ الْمَرْأَةِ كَالرَّجُلِ مِنَ الرَّجُلِ عورت مسلمان دیکھے عورت کو جس قدر مرد نظر کرتا ہے دوسرے مرد کو مسمیٰ زیر ناف سے زیر زانو تک عورت کا دیکھنا عورت کو حلال نہیں اس کے سوا اور بدن کا نظر کرنا درست ہے اس واسطے کہ ضرورت دہی انکشاف ہے آپس میں بجانست کی جہت سے اور اندام شہوت کے سبب سے غالباً سراجیہ میں ہے کہ عورت کو عورت کا ہیٹ دیکھنا شہوت سے درست نہیں و قبل کا رجل المحرم والا اول اصح سراج اور بعضوں نے کہا ایک عورت دوسری عورت کو دیکھے جس قدر مرد دیکھتا ہے اپنے محرم کو یعنی ہیٹ اور ہیٹ کو نہ دیکھے اور سلا قول صحیح رہے کذا فی السراج و کذا تَنْتَظِرُ الْمَرْأَةَ مِنَ الرَّجُلِ كَنْتَظِرُ الرَّجُلَ مِنَ الرَّجُلِ ان امنت شہوت تھا اور اسی طرح عورت مرد کو دیکھے جتنا مرد دیکھتا ہے مرد کو بشرطیکہ اس کو شہوت ہونے کا خوف نہ ہو فلو لم تامن او خافت او شکت حرم استحسانا کا رجل ہو اصح فی الغصیلین تارخانہ معز یا مغمضات اور اگر عورت کو شہوت سے امن ہو یا خوف شہوت ہو یا شک ہو شہوت اور عدم شہوت میں تو عورت کو مرد کی طرف نظر کرنا حرام ہے بلیل آتش کے جیسے مرد کو عورت کی طرف نظر کرنا و عورت خوف شہوت یا شک کے حرام ہے اور یہی قول صحیح ہے دونوں صورتوں میں یعنی عورت کی نظر میں مرد کی طرف یا مرد کی نظر میں عورت کی طرف کذا فی تارخانہ بنو ابی المغمضات والذمیۃ کا رجل الاجنبی فی الاصح فلا تنظر الی بدن المسلمۃ مجتبیٰ اور ذمیۃ یعنی کافرہ مطیع الاسلام اجنبی مرد کی مانند ہے صحیح تر قول میں تو ذمیۃ عورت مسلمان عورت کی طرف نظر نہ کرے سوائے چہرہ اور کف دست کے کذا فی المجتبیٰ م اور لائق نہیں کہ صالحہ عورت کو فاجرہ بدکار عورت دیکھے اس واسطے کہ وہ اس کی صورت کو مردوں سے بیان کرے گی تو اپنی چادر اور اوڑھنی اس کے سامنے نہ اتارے اور حلال نہیں عورت مومنہ کو کہ اپنی شرگاہ مشرکہ یا کتابیہ کے سامنے کھولے کذا فی السراج و کل عضو لا یجوز ان تنظر الیه قبل الانفصال لایجوز لبعده و لو بعد الموت عورت عورت و شعر آسبا و غلم ذریعۃ حرۃ قبیۃ و ساقا و قلاۃ ظفر و جہاد و نید یا مجتبیٰ اور جس عضو کا دیکھنا جائز نہیں قبل از انفصال بدن کے تو اس کا کشر عانۃ و شعر آسبا و غلم ذریعۃ حرۃ قبیۃ و ساقا و قلاۃ ظفر و جہاد و نید یا مجتبیٰ اور جس عضو کا دیکھنا جائز نہیں قبل از انفصال بدن کے تو اس کا نظر کرنا بعد انفصال کے بھی جائز نہیں اگرچہ انفصال موت کے بعد ہو چنانچہ موسے زمار عورت یا مرد کے اور عورت کے سر کے بال اور آزاد مرد و عورت کی کلائی اور نیڈلی کی ہڈی اور عورت کے پانوں کا ناخن تراشا ہوا نہ اس کے ہاتھ کا کذا فی المجتبیٰ و فی النظر الی ملأۃ الاجنبیۃ بشہوتہ حرام اور مجتبیٰ میں ہے کہ عورت اجنبی کی چادر کی طرف نظر کرنا شہوت سے حرام ہے و فی الاختیار و صل الشعر بشعر الا دی حرام سوا کال شعر یا او شعر غیر بالقولہ صلی اللہ علیہ وسلم لعن اللہ الواصلۃ والمستوصلۃ والواشتمۃ والمستوشمۃ والواشتمۃ والنامصۃ والنامصۃ الی تنف الشعر من الوجه والمستصلۃ الی تنف الشعر من الوجه و بالذکر اور اختیار شرع مختار میں ہے اور جوڑنا بال کا آدمی کے بال سے حرام ہے خواہ اسی عورت کا بال ہو یا غیر عورت کا بلیل حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ خذ العنت کرے اس عورت پر جو بال جوڑ دے دوسری عورت کے اور جو جوڑ دے اور جو عورت دوسری عورت کا بدن گودے اور جو گودے اور جو عورت دوسری عورت کے دانت کھس کر باریک بنا دے اور جو دانت باریک کر دے اور جو عورت دوسری عورت کے منہ کے بال موچنے سے چنے اور جو چہادے و الحشی و المحش فی النظر الی الاجنبیۃ کا فحل اور حشی اور محبوب اور محنت عورت اجنبی کی طرف نظر کرنے میں مرد مجامع کے برابر ہیں م حشی وہ جس کے نوٹھ لگے ہو محبوب وہ جس کا اگر تاسل اور فوطے کاٹے گئے اور محنت وہ ہے جو مرد کو اپنے اوپر تار کرے بن تینوں شخصوں سے عورت کو پردہ کرنا چاہیے اس واسطے کہ حشی کو شہوت ہوتی ہے اور جماع کر سکتا ہے بلکہ بعضوں نے کہا کہ وہ قوی الجماع ہوتا ہے اس واسطے کہ اس کا نازہ مست نہیں ہوتا اور اسی طرح مقلوع الذکر و الحشین کو بھی شہوت ہوتی ہے اور سحاق کرتا ہے



اور اس کو انزال بھی ہوتا ہے اور لوطی تو مرد صریح سے اور مخنث زمانے اور زنجے کو بھی کہتے ہیں جس کے عضا اور زبان میں عورتوں کے مانند نرمی ہو اور عورتوں کی اس کو مطلق خواہش نہ ہو تو بعض فقہانے کہا کہ ایسے نامرد کا احتلاط عورتوں ساتھ رخصت ہے لیکن صحیح قول یہ ہے کہ اس کا بھی احتلاط جائز نہیں کذا فی الخطاوی ملخصاً وقیل لا باس بمحبوب جف مادہ لکن فی البکری ان من حوزہ من قلة التجربة والديانة اور بعضوں نے کہا کہ اس مقطوع الذکر وخصتین کے نظر کرنے کا مضائقہ نہیں جس کی ہنسی خشک ہو گئی لیکن فتاویٰ کبریٰ میں ہے کہ جس نے اس کو تجویز کیا ہے تو قلت امتحان اور قلت دیانت سے ہے ہم صحیح یہ ہے کہ حلال نہیں بدلیل عموم نص کذا فی الزیلعی نص یہ ہے قل للمؤمنین یغضوا من البصاریم و یحفظوا فروجهم یعنی حق تعالیٰ نے فرمایا کہ اے رسول کہو کہ ایماندار مردوں سے کہ اپنی نظروں کو روکیں اور اپنی شرمگاہوں کو نگاہ رکھیں خلاصہ یہ ہے کہ خفی اور محبوب اور مخنث مؤمنین میں داخل ہیں تو ان کا نظر کرنا اپنی عورتوں کی طرف حلال نہیں و جازر عزله عن امته بغیر اذنها وعن عرسہ بہ اسے باذن حرة او مولیٰ امته وقیل یجوز بدونه لفساد الزمان ذکرہ ابن سلطان اور عزل لینے انزال کے وقت عورت سے جدا ہو کر منزل ہونا اپنی لونڈی سے جدا ہونا بدول اس کے اذن کے جائز ہے اور اپنی منکوحہ سے باذن درست ہے یعنی اگر منکوحہ آزاد ہے تو اس کے اذن سے اور غیر کی لونڈی سے تو اس کے مالک کے اذن سے درست ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ عزل بدول اذن کے بھی جائز ہے فساد زمانہ کے سبب سے کذا ذکرہ ابن سلطان

**باب الاستبراء وغیرہ** یہ باب ہے استبراء وغیرہ کے احکام میں ہم استبراء لغت میں عبارت ہے طلب برأت سے مطلقاً اور شرح میں رحم جاریہ کی طلب برأت محل سے عبارت ہے یعنی ملک جاریہ کے بعد قبض تک انتظار کرنا کہ حاملہ ہے یا نہیں اگر حاملہ نہیں ہے تو اسی وقت تصرف کرنا اور نہیں تو وضع محل کے بعد من ملک استمتاع امته بنوع من انواع الملك کشر وارث و بی و دفع جنایۃ وضع بیع بعد القبض و نحوہا جو شخص ملک ہو لونڈی کے استمتاع کا لینے اس سے انتفاع کا بوجہ من وجہ ملک جیسے ملک حامل خرید سے یا میراث میں پانے سے یا جہاد میں پکڑ لانے سے یا دفع جنایت سے یا نسخ ہو جانے بیع کے بعد قبض سے اور مانند ان کے چنانچہ مہر یا رجوع عن مہر یا خلع یا صلح یا کتابت یا عتق غلام اس طرح کہ لونڈی عوض ملے خلع یا عتق کے یا صدقہ یا وصیت یا بعموض اجارہ کذا فی الخطاوی وقیدت بالاستمتاع لیخرج شراد الزوجه کما یجیٰ اور ملک جاریہ میں استمتاع کی قید لگائی گئی تاکہ خرید زوجه کا مسئلہ نکل جائے چنانچہ آگے آوے گا ولو بکرا او مشتراة من عبدہ او امراة ولو عبده کما تہ وما ذونہ۔ المستغفر بالدين والالا استبراء واجب ہے اگرچہ جاریہ باکرہ ہو یا غلام یا عورت سے خریدی ہو اگرچہ وہ مشتری کا غلام ہو جیسے اپنے مکاتب اور ماذون سے خریدی ہو بشرطیکہ غلام ماذون مستغرق بدین ہو اور نہیں تو استبراء کی کچھ حاجت نہیں مگر باکرہ میں سبب معتبر مٹھرا یعنی سدوث ملک و تصرف و حکمت یعنی تقریف برأت رحم اور چونکہ مکاسب مکاتب اور ماذون مستغرق بالدين کے مولیٰ کی ملک نہیں امام کے نزدیک لہذا صحیح ہوگی تو استبراء بھی واجب ہوگا بخلاف مکاسب غیر مستغرق او من محرمات غیر محرمات علیہ یا جاریہ خریدی ہو جاریہ کے محرم غیر نسبی سے غیر نسبی کی قید اس واسطے لگائی تاکہ جاریہ آزاد نہ ہو جائے محرم پر محرم غیر نسبی چنانچہ خرید کرنا جاریہ کا اس کی رضامندی بن سے یا ابن واطی سے کذا فی الخطاوی والسنن الچلی علی شرح الوقایہ او من مال صبی ولو طفله یا جاریہ خریدی ہو صغیر کے مال سے اگرچہ صغیر مشتری کا لڑکا ہو محرم علیہ وطمہا وکذا او واطی فی الاصح لاحتمال وقوعہ فی غیر ملک بطور جلی جو مالک ہوا جاریہ مذکور کا تو اس پر جماع ان کا اور اسی طرح دوائی اور موجبات جماع کے حرام ہیں صحیح تر قول میں بسبب احتمال واقع ہونے جماع کے اس کی غیر ملک میں اس کے حاملہ ہونے کے ظہور کے سبب سے م دوائی جماع ملے یعنی اگر کسی نے دوسرے کا قصور ایسا کیا جس کے عوض میں لونڈی دینی پڑے اور ایک نسو میں دفع جنایہ کے بدلے دفع جنایہ ہے اور مترجم اول نے دفع جنایت لکھا تھا ۱۲

چنانچہ مساس اور بوسہ یعنی اگر جاریہ حاملہ ہوئی اور اس کا کل ظاہر ہو گیا اور بائع نے اس کے ولد کا دعویٰ کیا تو جاریہ اس کی ام ولد ہو گئی اور بیع اس کی باطل ہو گئی تو بوسہ وغیرہ غیر ملک میں واقع ہوا حتیٰ لیستبرئھا بحیضہ مینن تحیض و شترنی ذوات اشتروی صغیرۃ و آئستہ و منقطعة حیض جو لونڈی کا مالک ہو تو اس پر اس کا جماع اور وداعی جماع حرام ہے یہاں تک کہ اس کے رحم کی صفائی معلوم ہو جائے ایک بار حیض ہونے سے حیض ہونے والی عورت میں اور مہینہ گزرنے سے مہینوں والی عورت میں اور وہ صغیرہ ہے اور کبیرہ جس کا حیض بند ہو گیا پیری سے اور جس کا حیض منقطع ہے یعنی اس کو کبھی حیض نہیں آتا کذا فی الطحاوی یعنی اگر جوان لونڈی ہو تو ایک بار حیض آنے سے برائت رحم کی معلوم ہو گی اور اگر نابالغہ یا بڑھی ہے یا وہ جوان جس کو کبھی حیض نہیں آتا تو ایک مہینہ گزر جانے سے م وجوب استبراء میں وہ حدیث اصل ہے جو ابو داؤد میں ابو سعید خدری سے مروی ہے کہ جنگ او حاس کی گرفتار ہوئی لونڈیوں کے حق میں فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ حاملہ کا جماع نہ کیا جائے وضع حمل تک اور نہ غیر حاملہ کا یہاں تک کہ ایک بار حیض اس کو آجائے کذا فی العینی ولو حاضت فی بطل الاستبراء بالایام اور اگر صغیرہ یا کبیرہ یا منقطعة کو مہینہ کے اندر حیض آگیا تو ایام کا استبراء باطل ہو گیا یعنی استبراء میں اصل حیض ہے اور مہینہ اس کا بدل تو اصل کے ہوتے بدل کی کچھ حاجت نہ رہی دروازہ نفع حیض بان صارت ممتدة الطهر وہی ممن تحیض استبراء شترنی و خمسۃ ایام عند محمد وہ یعنی اگر جاریہ کا حیض مرتفع ہو گیا اس طرح پر کہ اس کا طہر دراز ہو گیا اور حالانکہ وہ حیض جاری ہونے والی عورتوں میں سے ہے تو اس کا استبراء دو مہینے اور پانچ دن کا ہے محمد کے نزدیک اور اسی قول پر فتویٰ ہے والمستحاضۃ یہ عمارت اول اشتر عشرۃ ایام برجذی وغیرہ فلیحفظ اور مستحاضہ کا استبراء یہ ہے کہ اول مہینہ سے دس دن تک اس کی قربت کو بھڑ دے کذا فی الیرجذی وغیرہ تو اس کو یاد رکھنا چاہیے و یوضع الحمل فی الحال اور استبراء کرے حاملہ میں بچہ پیدا ہونے سے ولا یعتد بحیضہ ملکما فیہا ولا الی بعد ملک قبل قبضہا ولا ولادۃ حصلت کذلک اے بعد ملک قبل قبضہا اور استبراء میں شمار نہ کرے اس حیض کو جس میں مشتری اس کا مالک ہو اور نہ اس حیض کو جو حامل ہو ملک کے بعد اس پر قبضہ ہونے سے پہلے اور نہ شمار کرے اس ولادت کو جو اسی طرح حامل ہوئی یعنی بعد ملک قبل قبضہ کے کما لا یعتد بالحمل من ذلک اے من حیضہ و نحوہ بعد البیع قبل اجازۃ بیع فضولی وان کانت فی ید المشتري جیسے شمار نہیں کیا جاتا وہ حیض وغیرہ جو حاصل ہوا بعد بیع قبل اجازت فضولی کے اگر جاریہ مشتری کے قبضہ میں ہو یعنی اس واسطے کہ بیع فضولی میں ملک پوری نہیں ہوتی بدوں اجازت کے ولا یعتد ایضا بالحاصل بعد القبض فی الشراء الفاسد قبل ان یشترئھا شرا صحیحا لا انتفاء ملک اور شمار میں نہیں آتا وہ حیض وغیرہ بھی جو حاصل ہوا قبضہ کے بعد شمار فاسد میں قبل اس بات کے کہ اس کو بشراء صحیح خرید کرے بسبب نہ ہونے ملک کے یعنی ملک کامل بیع فاسد میں نہیں جو حیض استبراء میں شمار کیا جائے و یجب لشراء نصیب شریک من امۃ مشترکۃ مینما التام ملک الا ان اور واجب ہے استبراء بسبب خرید کرنے جسے اپنے شریک کے اس لونڈی سے جو مشترک ہے دونوں میں بسبب پوری ہو جانے اس کی ملکیت کے اب یعنی ایک لونڈی دو شخصوں میں مشترک ہے سو ایک نے دوسرے کا حصہ مول لیا تو اس پر استبراء واجب ہے اس واسطے کہ شریک مشتری اب اس کا پورا مالک ہوا اور تجزی بحیضہ حاضتا وہی مجوسیۃ او مکاتبۃ بان مشتری امۃ مجوسیۃ و مسلمۃ و کاتبہا بعد الشراء قبل الاستبراء فانتائم اسلمت المجوسیۃ او عجزت المکاتبۃ لوجود بعد ملک اور استبراء کے واسطے کفایت کرتا ہے وہ حیض جو لونڈی کو ہوا اور حالانکہ وہ مجوسیہ یا مکاتبۃ ہے صورت اس کی یہ ہے کہ ایک شخص نے مجوسی یا مسلمان لونڈی خریدی اور مسلمہ کو مکاتب کیا بعد خرید قبل استبراء کے پھر ان کو حیض آیا پھر مجوسی لونڈی مسلمان ہو گئی یا مکاتب لونڈی اداسے بدل کتابت سے عاجز ہوئی بسبب پلٹے جانے حیض کے مالک ہونے کے بعد یعنی حیض مذکور اس واسطے استبراء میں کفایت کر گیا کہ وہ حامل ہوا مالک ہونے کے بعد ولا یجب عند عود الابقۃ اے فی دار الاسلام غایتہ اور استبراء واجب نہیں جاریہ گریختہ کے پھر آنے کے وقت دار الاسلام میں کذا فی النایۃ ثم اتقانی نے کہا اس



مسئلہ میں تفصیل ہے شرح طحاوی میں ہے کہ اگر جاریہ بھاگ گئی دار الحرب میں پھر پٹ آئے اپنے مالک کے پاس کسی وجہ سے تو اس پر استبراء نہیں امام کے نزدیک اس واسطے کہ کفار اس کے مالک نہیں ہو گئے اور صاحبین رح کے نزدیک اس پر استبراء ہے کیونکہ کفار اس کے مالک ہو گئے اور اگر کفار نے جاریہ کو دار الاسلام میں گرفتار کیا اور حالانکہ وہ گرجتہ تھی اور اس کو بکڑ کے دار الحرب میں لے گئے تو امام اور صاحبین سب کے نزدیک مالک ہو گئے سو اگر اب وہ اپنے مالک کے پاس پٹ آوے گی تو سب کے نزدیک اس پر استبراء واجب ہوگا انتہی تو بموجب اس تفصیل کے گرجتہ سے وہ جاریہ مراد ہے جو دار الحرب میں بھاگ گئی اور کفار اس کو نہیں لے گئے پھر وہ اپنے مالک کے پاس آئے انتہی اس تقریر سے معلوم ہو گیا کہ ماتن اور شارح کے کلام میں کتنا خلل ہے کذا فی الخطاوی و رد المحتار اے اذالم یجبالغاصب خانیۃ اور جاریہ معصوبہ کے پھر دینے سے استبراء واجب نہیں بشرطیکہ اس کو غاصب نے نہ بیع ڈالا ہو کذا فی الخانیۃ امام اور اگر غاصب نے بیع مع التیمم کی پھر مالک نے حکم حاکم یا مشتری کی رضا سے نوڈی پھیر لی تو اگر مشتری غصب کرنا نہ جانتا ہو گا تو مالک پر استبراء واجب نہیں اور اگر جانتا ہو گا تو در صورت عدم جماع کے استبراء نہیں اور بعد جماع مشتری استبراء واجب ہے کذا فی الخطاوی والمستاجرۃ وفلک المہر ہونہ لعدم اتحاث الملک اور زومتا جہ اور فلک مہر ہونہ سے استبراء واجب نہیں ملکیت کے حادث نہ ہونے کے سبب سے یعنی اجارہ اور رہن جاریہ سے مالک کی ملک زائل نہ ہو گئی تھی جو استبراء واجب ہوتا ولوا قال لبيع قبل قبض لا استبراء علی البائع کما لو باع عابداً وقبضت ثم ابتاعه بخیاره لعدم خرد جہا عن ملکہ اور اگر بیع کو توڑ دیا مشتری کے قبضہ ہونے سے پہلے تو بائع پر استبراء واجب نہیں جیسے اگر جاریہ کو بیچا بشرط خیار یعنی جا کر اور مشتری نے اس پر قبضہ کیا پھر بائع نے اپنی شرط کے سبب سے بیع کو باطل کر دیا تو استبراء واجب نہیں اس واسطے کہ جاریہ بائع کی ملک سے خارج نہیں ہوئی دونوں صورتوں میں وکذا لو باع مدبرۃ اوام ولدہ وقبضت ان لم یطأ بالامستری اور اسی طرح اگر بائع نے اپنی مدبرہ یا ام ولد بھی اور اس پر قبضہ ہوا پھر رو بیع ہوا تو استبراء واجب نہیں اگر مشتری نے اس کی قربت نہ کی ہوم اس میں اعتراض یہ ہے کہ مدبرہ اور ام ولد کی بیع باطل ہے تو جاریہ قبض سے ملوک نہ ہوگی تو مشتری کی قربت زنا محض اس میں استبراء کیونکہ اگر واجب ہو گا تو اس کی تحریر کرنا چاہیے کذا فی الخطاوی وکذا لو طلق الزوج قبل الدخول ان کان زوجاً بعد الاستبراء وان قبله فالحکمہ وجوبہ وظنی اور اسی طرح اگر جاریہ منکوحہ کو زوج نے طلاق دی قبل دخول کے تو مالک پر استبراء نہیں بشرطیکہ جاریہ کا نکاح کر دیا ہو بعد استبراء کے اور اگر قبل استبراء کے نکاح کر دیا ہو تو وجوب استبراء مختار اور پسندیدہ ہے کذا فی الزیلعی قلت و فی الجلالیۃ شری معتدۃ الغیر وقبضہا ثم مضت عدتہا لم یستبرأ لعدم حل ولایا للبائع وقت وجوب السبب میں کتا ہوں اور جلالیہ میں ہے غیر کی عدت والی جاریہ خرید کی اور اس پر قبضہ کیا پھر اس کی عدت منقضی ہو گئی تو اس کا استبراء نہ کرے اس واسطے کہ اس کی طہی حلال نہیں بائع کو وجوب سبب کے وقت یعنی ملک اور قبض مشتری کے وقت م م صوب یہ ہے کہ یوں کہا جائے کہ وجوب سبب کے وقت مشتری کو اس کی طہی حلال نہیں اتقانی نے شرح طحاوی سے نقل کیا کہ جاریہ خرید کی اور وہ عدت میں تھی خواہ عدت دفات ہو یا طلاق اور اس کی عدت سے ایک روز یا کم باقی رہا ہو اور بعد قبض مشتری کے عدت منقضی ہو گئی تو اس پر استبراء واجب نہیں پھر اگر عدت قبل از قبض منقضی ہو گئی تو مشتری کو حلال نہیں بدول استبراء کے کذا فی الخطاوی ولایا بن حیکمۃ اسقاط الاستبراء اذ اعلم ان البائع لم یقر بہا فی طہر ذلک والا لا یغلب بہ لیسے اور کچھ مضائقہ نہیں اسقاط استبراء کے حید میں جب کہ یہ معلوم ہو جائے کہ بائع نے جاریہ کی قربت نہیں کی اس طہر میں اور اگر یہ معلوم نہ ہو تو استبراء کے ساقط کرنے کا حید نہ کرے اسی قول پر فتویٰ ہے م ابو یوسف کے نزدیک حیلہ اسقاط کا مطلقاً جائز ہے اور محمد کے نزدیک مطلقاً مکروہ ہے لیکن مفتی بے تفصیل ہے یعنی اگر بائع کی عدم قربت معلوم ہو تو ابو یوسف کے قول پر فتویٰ ہے اور در صورت قربت محمد کے قول پر فتویٰ ہے بدلیل اس حدیث کے کہ جو دومر خدا اور آخرت کا ایمان رکھتے ہیں ان کو حلال نہیں کہ ایک عورت پر

شہ ایک نسخہ میں لم یجاک فجہ لم یجہا یعنی بشرطیکہ غاصب نے اس سے جماع کیا ہو یعنی معنی غصب موجب استبراء نہیں ۱۱

اجتماع کریں ایک طرف تو جب بائع نے اس طرف قربت نہ کی تو یہ بھی مستحق نہ ہوئی اور قربت اور عدم قربت دونوں معلوم نہ ہوں تو عدم جواز ظاہر ہے تو ہم شغل رحمہ سے کذا فی الخطاوی وہی اذالم تکن تحت حرۃ اور بیع اما ان ینکحہا ویقبضہا ثم یشتریک فی النکاح لانہ بالنکاح لایجب ثم اذا اشتری زوجۃ لایجب ایضا اور وہ یعنی اسقاط استبراء کا حید جس وقت کہ اس کے نیچے آزاد عورت یا چار منکوہ لونڈیاں نہ ہوں یہ ہے کہ جاریہ سے نکاح کر لے اور اس پر قبضہ کرے پھر اس کو خرید کر لے تو وہ جاریہ اسی وقت اس کو حلال ہوگی اس واسطے کہ نکاح سے استبراء واجب نہیں ہوتا پھر جب کہ اس نے اپنی زوجہ کو خرید کیا تو بھی استبراء واجب نہ ہوگا مگر قبل خرید کے قبضہ اس واسطے شرط ہوگا کہ قبضہ بعد خرید سے استبراء ساقط نہ ہوگا اس واسطے کہ خرید سے نکاح منع ہوگا کہ اگر استبراء واجب ہوگا لیکن ہدایہ اور ذخیرہ اور محیط میں اطلاق مختار ہے بالجملہ یہاں تین قول ہیں ایک قول یہ ہے کہ تقدم قبضہ اور دخول دونوں شرط ہیں چنانچہ طہیریہ میں ہے اور دوسرا قول حلوانی کا یہ ہے کہ قبضہ شرط ہے نہ دخول اور تیسرا قول خسی کا ہے کہ نکاح فعل کافنی ہے نہ قبضہ شرط ہے نہ دخول اور یہ قول وسیع تر ہے اور قول ثانی عدل ہے کذا فی الخطاوی لخصاً ونقل فی الدرر عن ظہیر الدین اشتراط وطیۃ قبل الشراء وذكر وجهہ اور درمیں ظہیر الدین سے نقل کیا شرط ہونا وطی کا خرید کرنے سے پہلے اور اس کی وجہ بھی ذکر کی ہے مگر وجہ مذکور یہ ہے کہ بعد وطی کے خرید کرنے سے اس کا مالک ہوگا اور حلالانہ جاریہ اس کی عدت میں ہوگی اور اگر وطی نہیں کی تو بجز خرید کے نکاح باطل ہوگا جسے پھر جب ملک کے وقت نکاح ذرا تو استبراء واجب ہوگا اس کے سبب مستحق ہونے سے یعنی استحلت عدت وطی بدلک یمن کذا فی الدرر والانت تحت حرۃ فالجملۃ ان ینکحہا البائع اسے یز وجہا من یتقہ کما یبھی قبل الشراء وان ینکحہا المشتري قبل قبضہ لہا فلو بعدہ لم یسقط من موقوف بلیس تحت حرۃ اور اگر اس کی بیوی حرمہ ہے یا منکوہ چار لونڈیاں ہیں کذا فی الخطاوی توحید اسقاط کا یہ ہے کہ بائع جاریہ کا نکاح کر دے مشتری کی خرید سے پہلے اس شخص سے جس پر اس کو اعتماد ہو طلاق دینے کا چنانچہ اس کا ذکر قریب آدے لگا یا بعد خرید قبل قبضہ کے جاریہ کا نکاح مشتری کر دے اس معتمد شخص سے جس کے نیچے آزاد عورت نہیں شارح نے کہا قبل قبضہ کے نکاح شرط ہے تو اگر بعد قبضہ کرنے کے نکاح کر دے گا تو استبراء ساقط نہ ہوگا اور یز وجہا بشرط ان یکون امرأ بائداً او بیہ یطلقا متی شارح ان لا یطلقا یا جاریہ کا نکاح کر دے کسی شخص سے بائیں شرط کہ جاریہ اپنے طلاق کی مختار ہے یا بائع یا مشتری کو طلاق کا اختیار ہے جب چاہے اس کو طلاق دے یہ اس وقت ہے جب کہ بائع یا مشتری اس سے ڈرے کہ جاریہ کا زوج اس کو طلاق نہ دے گا ثم یشتریک الائمۃ ویقبضہ او یقبض فی طلاق الزوج قبل الدخول بعد قبضہ مشتری فیسقط الاستبراء پھر نکاح کے بعد مشتری جاریہ کو خرید کرے اور اس پر قبضہ کرے در صورت تزویج بائع کے یا مشتری جاریہ پر قبضہ کرے در صورت تزویج مشتری کے پھر زوج اس کو طلاق دے قبل دخول بعد قبضہ مشتری کے تو استبراء ساقط ہوگا مگر الحاصل اگر اس کے تحت میں حرمہ ہو تو حید اسقاط یہ ہے کہ بائع جاریہ کا نکاح کر دے قبل خرید کرنے مشتری کے اس مرد سے جس پر طلاق دینے کا اعتماد ہو پھر مشتری اس کو خرید کرے پھر زوج اس کو طلاق دے تو استبراء واجب نہ ہوگا اس واسطے کہ اس نے غیر کی منکوہ خرید کی اور اس کی وطی مشتری کو حلال نہیں تو اس پر استبراء نہیں پھر جب اس کے شوہر نے قبل دخول کے طلاق دی تو جاریہ مشتری پر حلال ہوگئی اور اس وقت میں حدوث ملک پایا نہیں گیا جو وجوب استبراء کا سبب ہے تو استبراء واجب نہ ہوا اور اگر مشتری نے بعد خرید قبل قبضہ کے جاریہ کا نکاح کر دیا مرد معتمد سے پھر نکاح کے بعد اس پر قبضہ کیا پھر زوج نے قبل دخول اس کو طلاق دی تو استبراء واجب ہوگا بعد قبضہ کے اور اس وقت میں وطی مشتری کو قیام نکاح سے حلال نہ تھی اور جب وطی حلال ہوئی طلاق زوج کے بعد تو اس وقت استبراء کا سبب یعنی حدوث ملک پایا نہیں گیا کذا فی شرح الوقایہ ونقل المسئلۃ المتی اخذ ابو یوسف رحمہ علیہا مائۃ الف درہم ان زبیدۃ حلفت الرشیدان لایشتریک علیہا جاریۃ ولا یتوبہا فقال یشتریک نصفاً و یوبہا نصفاً مطلقاً اور بعضوں نے کہا کہ جس مسئلہ پر قاضی ابو یوسف نے لاکھ درہم لے دیے

۱۱ پیدا ہونا جماع کی عدت کا ملک یمن کے باعث سے



کہ زبیدہ خاتون نے ہارون الرشید کو قسم دلائی کہ کسی جاریہ کو اس پر خرید نہ کرے اور نہ ہیہ قبول کرے تو ابو یوسف نے کہا کہ نصف جاریہ خرید کرے اور نصف اس کو ہیہ کی جائے کذا فی المنتقط یعنی تو اس طریق سے یہ بات صادق آئی کہ تمام اور کمال نہ خرید کی نہ ہیہ ہوئی تو قسم بھی قائم رہی اور جاریہ کا تصرف بھی حلال ہو گیا اور یکا تبہا مشتری بعد الشراء والقبض کما یغیدہ اطلاق علیہ فی طلب الفرق بین الکتابۃ والنکاح بعد القبض وقد نقلہ المصنف عن شیخہ بنی کما سندکرہ ولکن فی الشرع بلائیۃ عن المواہب المنصرح بتقیید الکتابۃ بکونہا قبل القبض فلیحرج قلت ثم وقفت علی البرہان شرح مواہب الرحمن فلم ارا نقیید الذکور فقدرہ یا مشتری جاریہ کو مکاتب کرے بعد خرید اور بعد قبضہ کرنے کے چنانچہ اشتراط قبضہ کو فقہاء کا اطلاق مفید ہے اور بموجب اس کے تو طلب فرق کرنا چاہیے درمیان کتابت اور نکاح بعد القبض کے یعنی اگر مشتری جاریہ کا نکاح کر دے بعد خرید اور قبضہ کے تو استبراء ساقط ہو اور اگر قبضہ اس کا نکاح کر دے تو استبراء ساقط نہ ہو تو کیا فرق ہے کتابت اور نکاح میں اور البتہ مصنف نے اپنی شرح میں فرق مذکور کو نقل کیا ہے اپنے استاد سے بحث کی راہ سے نہ روایت کی راہ سے چنانچہ اس فرق کو مذکور کریں گے یعنی مکمل قول میں یعنی شریعہ بلائیۃ میں مواہب الرحمن سے تصریح ہے تفتیہ کتابت کے قبل قبضہ کے ہونے سے یعنی مشتری کو قبضہ کرنے سے پہلے کتابت کرنا چاہیے تو اس مقام کو تحریر کرنا چاہیے میں کتابتوں میں واقع ہوا برہان شرح مواہب الرحمن پر مبنی نے قید مذکور کو نہیں دیکھا سو متامل کرے ہم بعضوں نے یوں جواب دیا ہے شارح کو کہ شریعہ بلائی نے فقط مواہب سے نقل نہیں کی تو عبارت اس کی مجموعہ ہے چند کتب سے تو اگر صاحب مواہب نے قید مذکور کی تصریح نہیں کی تو ممکن ہے کہ اس کی غیر تصریح کی ہو کذا فی الخطاوی ثم یفسخ برضا بالیجوز لہ الوطی بلا استبراء لزوال ملک بالکتابۃ ثم تجدد بالتجزئ لکن لم یحدث ملک حقیقۃ فلم یجوز سبب الاستبراء و ہذا اصل الجمل تا تاہ خانہ پھر کتابت کے بعد مشتری عقد کتابت کو فسخ کر دے جاریہ مکاتبہ کی رضا مندی سے تاکہ مشتری کو وطی اس کے بدوں استبراء کے جائز ہو جائے بسبب زائل ہو جانے ملک مشتری کی کتابت سے پھر ملک جدید حاصل ہونے سے بسبب عاجز کرنے کے اور اسے بدل کتابت سے لیکن درحقیقت ملک کا حدوث نہیں ہوا تو استبراء کا سبب پایا نہ گیا اور یہ سبب جملوں سے آسان تر ہے کذا فی التا تاہ خانہ ہم یہ وجہ فرق ہے درمیان کتابت اور نکاح کے جس کے ذکر کا شارح نے وعدہ کیا تھا مصنف نے اپنی شرح میں کہا کہ شاید وجہ فرق یہ ہے کہ کتابت سے جاریہ مولیٰ کے قبضہ سے نکل گئی کیونکہ وہ حرہ ہو گئی تصرف کی راہ سے اور اپنے مکاسب کی مالک ٹھہری تو گویا مولیٰ کی ملک زائل ہو گئی کتابت سے پھر اس کی ملک جدید حاصل ہوئی تجزیہ بدل کتابت سے لیکن درحقیقت ملک رقبہ حادث نہیں ہوئی تو جو سبب کہ موجب استبراء تھا یعنی حدوث ملک وہ پایا نہیں گیا چنانچہ نہایت میں ہے کہ جب جاریہ ملک مولیٰ سے نکلے لیکن اس کے تصرف سے نکلے پھر اس کے تصرف میں آوے تو استبراء واجب نہ ہوگا اور اس کے خارج ہونے کی تصرف مولیٰ سے یہ دلیل ہے کہ اگر مولیٰ مکاتبہ کی وطی کرے تو اس پر مقرر لازم ہوگا کذا فی الخطاوی مضافاً صورت اس جدید کی یہ ہے کہ جاریہ کو بعد خرید اور قبضہ کے مکاتب کر دے مثالیوں کے کہ میں نے تجھ کو ہر دو دم پر مکاتب کیا کہ سودم کی قسط ہر مہینہ ادا کر پھر جب وہ عاجز ہوا دے بدل کتابت سے تو اس کی رضا مندی سے کتابت کو فسخ کر دے تو اب جاریہ فی الفور مولیٰ پر حلال ہو جاوے گی استبراء واجب نہ ہوگا بدلیل گذشتہ تو یہ جدید سبب جملوں سے سہل تر ہے خصوصاً کہ کتابت مال کثیر پر ہو اور جلد جلد اس کی قسط مقرر کرے تو وہ ادائے بدل کتابت سے عاجز ہو کر فسخ کتابت پر خواہ مخواہ راضی ہو جاوے گی لامتناہی لا یجوز نکاحاً احتیالاً لا قبلہا فلو قبل او طى احدہما یحل لہ وطیہا وتقییدہا دون الاخری الشہود فی التعقل لا تعبر بل فی المس والنظر ابن کمال حرمتا علیہ ایک شخص کی ایسی دونوں بیاہیں جو ساتھ ہی نکاح میں جمع نہیں ہو سکتیں خواہ وہ دونوں بنیں ہوں یا نہ ہوں یعنی خالہ بھانجی ہوں یا عمہ بھتیجی ہوں سو مالک نے دونوں کا بوسہ لیا شہوت سے تو دونوں اس پر حرام ہو گئیں سو اگر ایک لونڈی کا بوسہ لیا یا اس سے قربت کی تو اسی لونڈی کا بوسہ لینا اور قربت کرنا مالک کو حلال ہوگا نہ دوسری لونڈی کا ابن کمال نے کہا کہ بوسہ میں شہوت مجبر نہیں بلکہ مساس اور نظر میں شہوت شرط ہے

یعنی بوسہ سے حرمت ہر طرح ثابت ہوتی ہے شہوت ہو یا نہ ہو اور مساس اور نظر سے حرمت بشرط شہوت کے ثابت ہوتی ہے جمع بین الاختین نکاح میں تو بالاجماع جائز نہیں لیکن جمع بین الاختین ببلک میں تمہور صحابہ کرام کے نزدیک جائز نہیں بلکہ یہی نے کہا اور اسی طرح جمع بین الاختین دواعی وطی میں حلال نہیں اس واسطے کہ دواعی وطی بمنزلہ وطی کے ہیں وکذا لک بحیرم علیہ الدواعی کا لفظ والتقبیل حتی بحیرم فرج احدہما علیہ ولو غیر فعدہ کا استدلال الکفار علیہا ابن کمال اور اسی طرح مولیٰ پر حرام ہیں دواعی وطی کی چنانچہ نظر کرنا اور بوسہ لینا جب تک کہ ایک نوذی کی شرمگاہ اس پر حرام ہو جائے اگرچہ بخت بدول فعل مولیٰ کے ہو چنانچہ کفار کا غالب ہو جانا جاریہ پر کذا ذکرہ ابن کمال م شاری نے ابن کمال کے قول سے اشارہ کیا کہ بحیرم حرمت سے ہے نہ تحریم سے بلکہ ولو بعضا بای سبب کان او نکاح صحیح لافاسد الا بالدخول او غتق ولو بعضا او کتابۃ لانا تحریم فرجا بخلاف تدبیر و درہن و اجارۃ حرمت ایک جاریہ کی ثابت ہوتی ہے ملک غیر سے اگرچہ بعض جاریہ کی ملک ہو کسی سبب سے یعنی بیع یا ہبہ سے یا نکاح صحیح سے نہ نکاح فاسد سے اس واسطے کہ نکاح فاسد سے جاریہ مولیٰ پر حرام نہیں ہوتی بدول دخول کے یا حرمت ثابت ہو ایک جاریہ کے آزاد کر دینے سے اگرچہ بعض یعنی نصف یا ثلث جاریہ آزاد کیا ہو یا کتابت سے اس واسطے کہ کتابت اس کی شرمگاہ کو حرام کر دیتی ہے بخلاف تدبیر اور درہن اور اجارہ کے ان سے حرمت ثابت نہیں ہوتی قلت و المستحب ان لا یسہا حتی یغنی حیضۃ علی المحرمۃ کا بطلانی شریح المتفق میں کتابوں اور مستحب یہ ہے کہ حلال جاریہ کو ماتمہ نہ لگا دے جب تک جاریہ محرمہ پر ایک یا بعض نہ گذر جائے چنانچہ ہم نے اس کو شرح متفق میں شرح بیان کیا ہے وکرہ تحریم یا قستانی بتقبیل الرجل ثم الرجل اویدہ او شینا مکرہ کذا بتقبیل المرأة عند لقاء او دواع قبیحہ و ذل الومن شہوة و اما علی وجہ البر فبانہ عند النکاح خانیہ و فی الاختیار عن بعضہم لا یاس بہ اذا قصد البر و امن الشہوة کبتقبیل وجہ فقیہ و نحوہ اور قستانی میں ہے کہ مکروہ تحریمی ہے بوسہ لینا مرد کو مرد کے منہ کا یا اس کے ماتمہ کا یا اس کے عضو کا اور اسی طرح مکروہ ہے بوسہ لینا عورت کا عورت کو ملاقات کے وقت یا رخصت کے وقت کذا فی القیئہ اور یہ یعنی کراہت بوسہ اس وقت ہے جب کہ شہوت کی راہ سبک و لیکن برہمہ نیکو کاری اور مزید احسان کے تو بوسہ لینا جائز ہے سب علماء کے نزدیک کذا فی المانیۃ اور اختیار میں ہے بعض فقہار سے منقول کہ بوسہ کا کچھ مضائقہ نہیں جب کہ نیکو کاری کا قصد کرے اور شہوت سے بے خوف ہو جیسے چو منافع فیہ اور مانند اس کے اور بزرگ کے چہرے کا منافع فیہ جو جعفر نے کہا کچھ مضائقہ نہیں چومنے ایک مرد میں دوسرے مرد کے چہرہ کو جب کہ وہ فقیہ یا عالم یا تارک دنیا ہو اور اگر ترکیم دین کی نیت سے کذا فی العالمیہ کیرۃ و کذا معانقۃ فی ازار واحد اور اسی طرح مکروہ ہے مرد کا مرد سے معانقہ یعنی گلے سے گلا لگا کر ملنا ایک تہم میں یعنی کڑتہ اور اگر مکروہ بدل پر وہ فقط لنگی پا جامہ سے زیر ناف سے زیر زانو تک چھپا ہو ایسی حالت میں معانقہ مکروہ ہے کہ موجب شہوت ہے اور مرد و عورت کے ہر شخص پر تہم ہے اور یہ مرد و عورت کے دونوں شخص ایک تہم میں ہوں اس واسطے کہ یہ تو صاف حرام ہے اور کراہت پر وہ حدیث دلیل ہے کہ انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ ہم میں سے ایک شخص دوسرے کے واسطے انکسار کرے یعنی جھکے فرمایا کہ نہیں ہم نے عرض کیا کہ ایک دوسرے کا معانقہ کرے فرمایا کہ نہیں ہم نے عرض کیا کہ دوسرے کا مصافحہ کرے فرمایا ہاں اس حدیث سے سلام کے وقت جھکنے کی کراہت معلوم ہوئی کذا فی الطحاوی یہ حدیث طحاوی کی معانی الآثار میں اسناد کے ساتھ مذکور ہے کذا فی المعنی شرح الہدایۃ دریافت کرنا چاہیے کہ نہی معانقہ اس صورت پر محمول ہے جب کہ فقط تہم بدل پر ہو اس واسطے کہ جواز معانقہ احادیث کثیرہ سے ثابت ہے کما یجی وقال ابو یوسف رحمہ اللہ بالباس بالتقبیل و المعانقۃ فی ازار واحد ابو یوسف نے کہا کچھ مضائقہ نہیں چومنے اور معانقہ کرنے میں ایک تہم میں ولو کان علیہ قمیص او جنبۃ جائز با کراہت بالاجماع و صحیح فی الہدایۃ و علیہ المتون اور اگر مرد کے بدل پر کڑتہ یا جبہ ہو تو معانقہ کرنا بدول کراہت کے بالجماع یحییٰ اور ابو یوسف کے جائز ہے اور اسی قول کو صحیح کہا ہے ہادیہ میں اور اسی قول پر متون فقہ شامل ہیں حدیث میں ثابت ہے کہ جب جعفر طیار فتح خیبر میں حبشہ سے آئے تو رسول خدا



صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا معاف کیا اور ان کے دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ لیا اور زید بن حارثہ سے معاف کیا اور اصحاب کبار رضی اللہ عنہم معاف کرتے تھے اور کافی میں ہے کہ اعراب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اطراف مبارک کو چومتے تھے ابن عباسؓ سے معاف کا سوال ہوا تو کہا سب سے پہلے ابراہیم خلیل الرحمن نے معاف شروع کیا وہ مکہ معظمہ میں تھے جب ذوالقرنین وہاں وارد ہوئے پھر جب الطح میں پہنچے تو معلوم ہوا کہ اس شہر میں ابراہیم علیہ السلام ہیں تو ذوالقرنین نے کہا مجھ کو سوار ہونا لائق نہیں اس شہر میں جس میں خدا کا دوست موجود ہو پھر ذوالقرنین سواری سے اترے اور چلے ابراہیم علیہ السلام کی طرف تو ابراہیم علیہ السلام نے ان کو سلام کیا اور ان سے معاف کیا کذا فی الزیلعی معاف جعفر طیار کی حدیث مستدرک حاکم میں عبد اللہ بن عمر سے سند صحیح مذکور ہے اور طحاوی اور بیہقی اور دارقطنی اور طبرانی نے بھی اس کو روایت کیا ہے اور زید بن حارثہ سے معاف کرنا عائشہ صدیقہؓ سے ترمذی میں ثابت ہے کذا فی المعنی شرح الدایہ فی الحقائق لوالقیلہ علی وہب للبرہ دون التثوۃ جاز بالا جماع اور حقائق میں ہے کہ اگرچہ منا برد و جبہ کی کاری اور تکریم ہے نہ بطریق شہوت کے تو بالاتفاق جائز ہے کالمصافحہ اسے کما یجوز المصافحہ لانا سنۃ قدیمہ متواترۃ لقولہ علیہ الصلوۃ والسلام من صافح اخاہ سلم وخرک یدہ تناشرت ذنوبہ یعنی معاف جائز ہے جیسے مصافحہ جائز ہے اس واسطے کہ مصافحہ قدیم متواتر سنت ہے بدلیل قول نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام جو شخص اپنے بھائی مسلمان کا مصافحہ کرے اور اپنا ہاتھ دوسرے تو اس کے گناہ بھڑجاویں گے یہ حدیث معجم طبرانی میں حذیفہ بن یان سے یوں مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب ایک مومن دوسرے مومن سے ملتا ہے اور اس کا ہاتھ پکڑتا ہے اور مصافحہ کرتا ہے تو دونوں کے گناہ بھڑھاتے ہیں جیسے درخت کی پتیاں بھڑھاتی ہیں اور ابو داؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ میں حدیث مرفوع ہے کہ جو دو مسلمان ملتے ہیں اور مصافحہ کرتے ہیں تو ان کے جدا ہونے سے پہلے دونوں کے گناہ بخشے جاتے ہیں اور ترمذی میں عبد اللہ بن مسعود سے حدیث مرفوع ہے کہ ہاتھ کا پکڑنا ناجائز ہے عقیقہ کی یعنی سلام پورا نہیں ہوتا بدوں مصافحہ کے واطلاق المصنف تبعا للدرر والکنز والوقایہ والنقایہ والجمع والمقتفی وغیرہ یفید جوازہ مطلقا ولو بعد العصر وقولہ ان بدعتہ اسے مباحۃ حسنۃ کما افادہ النووی فی اذکارہ وغیرہ فی غیرہ وعلیہ بحیل ما لفقہ عنہ شارح الجمع من انما بعد الفجر والعصر یسبب توفیقاً قتالہ اور مصنف کا اطلاق یعنی بلا قید مصافحہ کا جواز رکھنا درر اور کنز اور وقایہ اور نقایہ اور مجمع اور ملتقی میں وغیرہ امتوں فقہ کا تابع ہو کر مفید ہے جواز مصافحہ کا ہر وقت اگرچہ مصافحہ بعد عصر کے ہو اور علما کا یہ کہنا کہ مصافحہ عصر کے بعد بدعت ہے یعنی مباح اور بدعت حسنہ ہے چنانچہ نووی شافعی نے ہی کو اپنی کتاب اذکار میں بیان کیا ہے اور نووی کے سوا اور علما نے بھی اور کتابوں میں مذکور کیا ہے اور اسی پر محمول ہے جو شارح جمع نے نووی سے یہ نقل کیا ہے کہ مصافحہ فجر اور عصر کے بعد کچھ چیز نہیں یہ عمل کرنا توفیق کے واسطے ہے سو تامل کر اس کو نہیں لیں بشے کو اباحت اور بدعت حسنہ پر اس واسطے کہ اذکار نووی کے مخالف ترمذی ہے اذکار نووی میں یوں ہے کہ مصافحہ مستحب ہے ہر ملاقات کے وقت اور یہ جو فجر اور عصر کی لوگوں کی عادت ہے تو اس کی شرع میں اس وجہ خاص سے کچھ فصل نہیں لیکن اس کا بھی کچھ مضائقہ نہیں اس واسطے کہ اصل مصافحہ سنت ہے تو بعض وقت میں مصافحہ کرنا اور اکثر اوقات میں نہ کرنا بعض وقت کے کرنے کو مصافحہ مشروعہ سے خارج نہیں کر دیا کذا فی الطحاوی خلاصہ یہ ہے کہ اصل مصافحہ سنت ہے اور خصوصیت وقت کی بدعت ہے و فی القیئۃ السنۃ فی المصافحہ بکتاب ید یہ وقامہ فیما علقۃ علی ملتقی اور قیئہ میں ہے کہ سنت مصافحہ میں ہے کہ دونوں ہاتھ سے مصافحہ کرے اور پورا اس کا بیان ہماری شرح ملتقی میں ہے م سنت یہ ہے کہ مصافحہ کرنے میں کپڑا وغیرہ حائل نہ ہو اور ملاقات کے وقت سلام کے بعد مصافحہ ہو اور مصافحہ کرنے پر ہماک یعنی انگوٹھے کو پکڑے حدیث میں آیا ہے کہ جب تم مصافحہ کرو تو ہماک پکڑو اس واسطے کہ اس میں ایک رک ہے جس سے محبت پیدا ہوتی ہے یہ مذکور شریف الدلی کے رسالہ مصافحہ میں ہے شرح ملتقی میں شارح نے رسالہ مذکورہ سے جو ذکر ہو چکا بیان کیا اور کہا کہ مصافحہ الصاق صغیر کف بکف اور اقبال وجہ ملہ شیخ عبدالحی محبت دہری نے ترمذی شکوہ میں بیان کیا ہے کہ مصافحہ اس طرح کرے کہ ہاتھ طرف سے دہنے اچھ کا انگوٹھا پکڑے اس طرح کہ ہتھیلیاں ملیں اور ہاتھ کو سینے کا منہ کرے اسے عاتقی کے رخ کا رخ

بوجہ سے مبادرت ہے تو انکلیوں کا پکڑنا سنت نہیں بر خلاف روایں کے کذا فی الطحاوی ولا یجوز للرجل مضاجعة الرجل وان کان کل واحد منهما فی جانب  
 من الشرائع قال علیہ الصلوۃ والسلام لا یفحص الرجل فی الرجل فی قوب واحد ولا تفضی المرأة الی المرأة فی الثوب الواحد اور جائز نہیں مرد کو دوسرے مرد  
 کے پاس بیٹنا اگرچہ ہر ایک کچھونے کے کنارے پر بویا علیہ الصلوۃ والسلام نے کہ نہ ٹھہرے اور نہ بیٹھے ایک مرد دوسرے مرد سے ایک کپڑے میں اور  
 نہ بیٹھے ایک عورت دوسری عورت کو ایک کپڑے میں م یعنی ایک کپڑے میں دوسرے کا بیٹنا بلا حائل کپڑے تار کر جائز نہیں کذا فی الطحاوی واذا بلغ  
 الجسی او الجسیۃ عشرین یمسک التذوق بینہما و بین اخیرہ و آخرہ و امہ و بیہ فی المضمح لقولہ علیہ الصلوۃ والسلام و فرقوا بینہم فی المضاجع و ہم ابنا عشر و فی  
 التذوق از بلغوا ستا لذلانی الجسی و در جب کہ لڑکا یا لڑکی دس برس کو پہنچے تو دونوں کی خواب گاہ اور بستر کا جدا کرنا اور اس کے بھائی اور بہن اور اس  
 کی ماں اور باپ کی جدائی کرنا بستر میں واجب ہے بدلیل قول علیہ الصلوۃ والسلام کے کہ جدائی کر دو ان کے بستروں میں جب کہ وہ دس برس کے ہوں اور  
 نتف میں ہے کہ جب بچہ دس برس کو پہنچے یعنی جدا کرنا چاہیے کذا فی المجتبیٰ م شاید کہ مراد اس سے ہم بستی مع التجرد ہے ایک لحاف میں والا جماعت کا پاس بیٹنا  
 کہ ہر انسان کا اور ہر جنا جدا ہو ممنوع نہیں کذا فی الطحاوی و فیہ الغلام اذا بلغ حد الشوۃ کا نخل اور مجتبیٰ میں ہے کہ گھر جب حد شہوت کو پہنچا تو بالغ  
 مرد کے مانند ہے نظر وغیرہ کے احکام میں والکافرة کالمسلمۃ اور کافر عورت مسلمان عورت کے مانند ہے جیسے مسلمہ کا بدن سوائے چہرہ اور کف دست دیکھنا  
 درست نہیں ویسے ہی کافرہ کا درست نہیں عن ابی حنیفۃ لصاحب اللحم ان یطرا الی الحورۃ و حجة الختان امام اعظم رحمہ سے روایت ہے کہ حامی کو شرمگاہ  
 دیکھنا درست ہے اور حجت اس کی ختان بیٹنا جیسے ختنہ کرنے والے کو دیکھنا درست ہے ویسا ہی حامی کو م فقیہ ابواللیث نے کہا کہ یہ ضرورت  
 کی حالت میں ہے نہ غیر ضرورت میں کذا فی عالمگیریۃ و فی فی ختان البکیر لئلا یکن ان یختن نفسه فخل و الا لم یفعل الا ان لا یکنہ النکاح او شر الی جاریہ  
 اور بعضوں نے بالغ کے ختنہ میں کہا کہ جب اس کو بذات خود ختنہ کر لینا ممکن ہو تو کرے اور اگر آپ نہ ختنہ کر سکے تو نہ کرے مگر در صورت امکان  
 نکاح یا خرید جاریہ کے ختنہ کرنا چاہیے یعنی ختنہ کرنے والی عورت سے نکاح کر لے یا اگر وہ لونڈی ہو تو اس کو خرید کر کے اس سے اپنا ختنہ  
 کروائے اور اگر بڑھا مسلمان ہو اور اذیت ختنہ کا متحمل نہ ہو اگر اہل بصارت کہیں کہ اس کو طاقت نہیں تو ترک کرے اس واسطے کہ واجب کا ترک عذر  
 سے جائز ہے تو ترک سنت عذر سے بطریق اولیٰ جائز ہے کذا فی الخلاصۃ طحاوی نے کہا حذف کرنا لفظ لا کالایکنہ سے صواب ہے اس واسطے کہ  
 فتاویٰ عالمگیری میں یوں ہے و الا لم یفعل الا ان یکنہ ان تیزوج او شتر سے ختنہ نہ تھنہ و الظاہر فی البکیر ان یختن و یکنی قطع الاکثر اور ظاہر  
 مذہب البکیر اس کے حق میں یہ ہے کہ مقرر وہ ختنہ کرے اور قطع اکثر قطع کفایت کرتا ہے حصول سنت میں و لا باس لتقبیل ید الرجل العالم و  
 المتورع علی سبیل التبرک و در ادراکچہ مضائقہ نہیں مرد عالم اور متقی کے ہاتھ چومنے میں بطریق تبرک کے کذا فی الدرر بلکہ قبلہ تجتہ کا سنت ہونا یا  
 مستحب ہونا احادیث سے ثابت ہوتا ہے شربذالی نے رسالہ مصافحہ میں بعد گفتگوئے تقبیل کے کہا کہ اس سے پانچ قول حامل ہوئے قبلہ تجتہ میں  
 اول کراہت تقبیل مطلقاً اور یہ امام کا قول ہے ثانی قول صاحبین رحمہم لا باس یطلقاً اور قول ثالث تقبیل یعنی اگر بوجہ تبرک کے واسطے ہے  
 جیسے عالم اور متورع اور سلطان عادل کا ہاتھ چومنا تو اس میں بعض متاخرین نے رخصت دہی ہے اور احادیث سے اس کی سنیت یا استحباب  
 معلوم ہوتا ہے بقول علامہ عینی اور قول رابع تقبیل غیر تبرک ہے عرض دنیا کے واسطے سو وہ مکروہ ہے اور قول خامس یہ ہے کہ اگر فاعل کو تعظیم  
 مسلم اور اس کا اکرام منظور ہو تو کچھ مضائقہ نہیں کذا فی الطحاوی عینی نے شرح ہدایہ میں کہا عالم اور متقی کے مانند والدین اور استاد کا ہاتھ چومنا  
 درست ہے اور جو شخص تعظیم اور تکریم کا مستحق ہے اس کی تقبیل یہ جائز ہے و نقل المصنف عن الجامع انہ لا باس بتقبیل ید الحاکم المستدین

۱۳ در نہ ذکر ہے مگر در صورتیکہ نکاح کر سکتا ہو ختنہ و عورت کو جو اس کی ختنہ کرے ۱۳



اور مصنف نے شرح میں جامع سے نقل کیا کہ کچھ مضائقہ نہیں عالم دیندار کے ہاتھ چومنے کا طحاوی نے کہا اس کی کچھ حاجت نہ تھی کہ یہ تو قول آئمہ ہیں  
و داخل ہے اس واسطے کہ سلطان صاحب سلطنت اور حکومت کو کہتے ہیں والسلطان العادل و قیل سنۃ مجتبیٰ اور سلطان عادل کے ہاتھ چومنے  
میں مضائقہ نہیں اور بعضوں نے اس کو سنت کہا ہے کذا فی المجتبى تم تقییل میں احادیث کثیرہ مروی ہیں از ابن عبد اللہ بن عمر سے ابو داؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ  
میں روایت ہے کہ ہم لڑائی سے پلٹ کر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور ہم نے آپ کا دست مبارک چوما اور ابو داؤد اور ترمذی اور نسائی  
میں عائشہ صدیقہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چال ڈھال میں کسی کو میں نے خاطر بنت رسول سے زیادہ تر شاہ نہیں دیکھا جب  
خاطر آتی تھیں تو حضرت ان کے واسطے اٹھ کھڑے ہوتے تھے اور ان کو چومتے تھے اور اپنے مقام پر بٹھلاتے تھے اور ترمذی اور نسائی نے روایت  
کی کہ یہودی قوم نے حضرت کے ہاتھ اور پانوں چومے اور ترمذی اور ابن ماجہ نے روایت کی کہ جب عثمان بن مغلوں مر گئے تو حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام  
ن پر جھکے اور ان کا بوسہ لیا اور اتنا روئے کہ آنسو چہرہ مبارک پر بہے ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے تو ان احادیث سے اباحت تقییل بدو  
میں ثابت ہوئی اور سر اور کوکھ کی اور احادیث سے ثابت ہے اور تقییل بین العینین و علی الشفتین عبد اللہ بن جعفر کی حدیث سے جس کو بھیقتی نے  
روایت کیا ہے ثابت ہے لیکن یہ جواز بشرط تعلیم اور تکریم سے ہے اور اگر بطریق شہوت کے ہو تو جائز نہیں مگر زوجین کے حق میں کذا فی المعنی شرح الہدایہ  
منقراً و تقییل راسہ اسے عالم اجود و کما فی البزازیہ اور چونکہ اس کے سر یعنی عالم کے سر کا جید تر ہے کذا فی البزازیہ طحاوی نے کہا شاید کہ  
جو د معنی اکثر ثواب کے ہے ولا رخصتہ فیہ اسے فی تقییل الید لغیرہما اسے غیر عالم و عادل ہوا المختار مجتبیٰ و فی المیط ان تعلیم اسلامہ و اکرامہ جاز  
ان لیل الدینا کرہ اور رخصت نہیں ہے سوائے عالم اور عادل کے ہاتھ چومنے میں یہی قول مختار ہے کذا فی المجتبى اور محیط میں ہے کہ اگر غیر عالم اور  
عادل کا ہاتھ چومنا فقط اس کے اسلام کی تعلیم اور اکرام کے واسطے ہو تو جائز ہے اور اگر دنیا حاصل کرنے کے واسطے یہ خوشادب ہے تو مکروہ ہے  
مطلب من عالم او زایدان یدفع الیہ قدمہ و میکنہ من قدمہ لیسئلہ اجابہ و قیل لا یرض فیہ کما یکرہ تقییل المرأة ثم اخری اوخذ عند اللقا و  
لواضع کما فی القنیۃ مقدماً للقیل ایک شخص نے عالم یا نابہ سے اس کی درخواست کی کہ اپنا قدم اس کی طرف بڑھا دے اور اپنا قدم اس کو چومنے دے  
تو اس کو عالم یا زایدان لے لینے چومنے دے اور بعضوں نے کہا کہ نہ مانے چومنے کی رخصت نہ دے جیسے عورت کو دوسری عورت کا منہ اور گال  
چومنا مکروہ ہے مٹنے اور رخصت ہونے کے وقت چنانچہ قنیۃ میں ہے بتقدیم قول بعض یعنی صاحب قنیۃ نے عدم اجابت کو مقدم ذکر کیا اجابت پر  
قال و ما یفعلہ الجہال من تقییل یدہ لنفسہ او القی غیرہ فمکروہ فلا رخصتہ فیہ صاحب قنیۃ نے کہا اور یہ جو بعض جہال کی عادت ہے اپنے ہاتھ منہ  
چومنے کی جب غیر شخص سے ملاقات کرے تو وہ مکروہ ہے سو اس میں رخصت نہیں یعنی مکروہ تحریمی ہے و اما تقییل ید صاحبہ عند اللقا فمکروہ اجماعاً اور  
اپنے ساتھی کی تقییل ید ملاقات کے وقت تو بالاجماع مکروہ ہے طحاوی نے کہا یہ قول تراویح سابقہ سے جدا نہیں ہے تو حکایت اجماع کی اس میں  
کیا وجہ ہے و کذا ما یفعلہ من تقییل الارض بین یدہ العلاء و اعظم الحرام و القائل والراہی بہ اثمان لانه لیشب عبادۃ الوثن اور یہ لوگ جو زمین  
کو چومتے ہیں عالموں اور سلاطین اور امیروں کے سامنے سوجھتا ہے اور کرلے والا اور جو اس فعل سے راضی ہو عالم ہو یا سلطان دونوں گنہگار ہیں  
اس واسطے کہ اس طرح زمین کا چومنا بت پرستی کے مشابہ ہے یعنی اس واسطے کہ اس میں سجدہ غیر خدا کی صورت معلوم ہوتی ہے کذا فی الطحاوی و ل  
یفران علی وجہ العبادۃ و تعلیم کفر وان علی وجہ التیمۃ لا اصراراً ثامراً کما للکبیرۃ اور کیا زمین کا چومنے والا کافر ہو جاتا ہے جواب اس کا یہ ہے کہ اگر  
مرد و عبادت اور تعلیم کے کرتا ہے تو کافر ہو گیا اور اگر بدعتیہ اور اسلام کے کرتا ہے تو کافر نہ ہو گا گنہگار متکبر کبیرہ ہو جاوے گا و فی الملتقط  
الترامع غیر الحرام اور ملتقط میں ہے کہ غیر خدا یعنی مخلوق کے واسطے تواضع کرنا یعنی گڑ گڑانا اور بہت جھکنا حرام ہے طحاوی نے کہا مراد یہ ہے

کہ غرض دنیاوی کے حاصل کرنے کے واسطے اور شہوت پرستی کے لئے تواضع کرنا حرام ہے اور اگر فقیر اور کسپر اس کے واسطے تواضع اور انکسار کرے تو وہ تواضع درحقیقت خدا کی طرف کی راجع ہے یعنی اس سے غرض دین ہے نہ غرض دنیاوی الوہابیہ مجوز بل یسبب القیام تعلیمی للقادم کا مجوز القیام و للفقاری بین ید سے العالم و کجی نظم اور وہابیہ میں ہے کہ جائز بلکہ مستحب ہے کھڑا ہو جانا آنے والے مسافر کے پیچھے جائز ہے کھڑا ہو جانا قرآن پڑھنے والے کو عالم کے سامنے اور آخر کتاب المخطوطات میں مسئلہ نظم میں اس کے کام شریف بنی نے کہا فقہوں کا کلام قیام میں مختلف ہے بعضوں نے قیام کو منع کیا بدلیل حدیث ابو داؤد کے کہ ابو امامہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نکلے عصا کو ٹیکے تو ہم اصحاب کھڑے ہو گئے تو فرمایا کہ نہ کھڑے ہو جیسے عجمی لوگ ایک دوسرے کے واسطے کھڑے ہو جاتے ہیں اور بعضوں نے قیام کو مباح کہا ہے باستدلال قیام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فاطمہؓ کے واسطے چنانچہ ابو داؤد اور ترمذی اور نسائی میں مروی ہے اور بعضوں نے اس میں تفصیل کی ہے چنانچہ قاضی خاں نے کہا ہے چند لوگ قرآن پڑھتے ہیں یا ایک شخص قرآن پڑھتا ہے پھر اس کے پاس کوئی اثراف میں سے آیا تو فقہانے کہا کہ اگر مرد آنے والا عالم ہو یا قاری کا باپ یا استاد ہو تو اس کے واسطے اٹھنا جائز ہے اور اس کے سوا قیام جائز نہیں انتہی اور مجمع فتاویٰ انطاکی میں ہے قیام قاری کا جائز ہے جب کوئی اس سے زیادہ تر عالم یا اس کا استاد جس نے اس کو قرآن یا علم سکھایا اسے یا اس کے والدین ادب اور ان کے سوا اور کسی کے واسطے قیام جائز نہیں اگرچہ آنے والا جلیل القدر اور شریف ہو اور شریف بنی نے ابن وہبان سے نقل کیا کہ ہمارے زمانے میں قیام مستحب ہے اس واسطے کہ ترک قیام کینہ اور بغض اور عداوت کا موجب ہوتا ہے خصوصاً جس ملک میں قیام کی عادت ہو اور وہ جو قیام پر وعید واقع ہے وہ ان کے حق میں محمول ہے جو کھڑے رہنے کو اپنے سامنے پسند رکھتے ہیں چنانچہ ترک اور اہل عجم کی عادت ہے اور اصحاب کبار کا نہ اٹھنا بنی صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے کرامت قیام پر دلالت نہیں کرتا اس واسطے کہ تعظیم کے واسطے کھڑا ہو جانا عرب کی عادت نہ تھی اور جب سعدؓ آئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قوموا لیسلمکم یعنی اپنے سردار کے واسطے اٹھو کذا فی المطاویٰ فائدہ قیل لتقبیل علی غمۃ اور جب قبیلۃ المودۃ للولد علی الخندق قبیلۃ الرحمة لوالد علی علی الرأس وقبیلۃ الشفقتۃ لاختی علی الجبۃ وقبیلۃ الشہوتۃ لامرأۃ وامرأۃ علی الغم وقبیلۃ التیجۃ للمؤمنین علی البید وزاد بعض قبیلۃ الدیانۃ للحجر الاسود جو برہ قتل تقدم فی الحج لتقبیل عتبۃ الکعبۃ فائدہ اقام تقبیل میں بعضوں نے کہا کہ چومنا پانچ قسم پر ہے اول چومنا مودت اور پیار کا فرزند کے لئے گال پر اور چومنا رحمت کا اپنے والدین کے واسطے سر پر اور چومنا شفقت کا اپنے بھائی کے واسطے پیشانی پر اور چومنا شہوت کا اپنی عورت کو یا اپنی حلال لونڈی کو منہ پر اور چومنا تیجۃ اور سلام کا مومنین کے واسطے ہاتھ پر اور بعضوں نے بوسہ عبادت اور دیانت کو زیادہ کیا ہے مجبر اسود کے واسطے کذا فی الجوزہ میں کہتا ہوں اور کتاب الحج میں آستانہ کعبہ کا چومنا مقدم مذکور ہو چکا یعنی یہ بھی بوسہ دیانت ہے و فی القنیۃ فی باب ما یقبل بالمقابیر تقبیل المصحف قبل بدعت مکن روى عن عمر بنی اللہ عنہ انہ کان یاخذ المصحف کل غداۃ ویقبلہ ویقول محمد بنی و منشور بنی عزوجل و کان عثمان رضی اللہ عنہ یقبل المصحف و لم یسجد علی وجہہ اور قنیۃ میں ہے منقلبات مقابر کے باب میں کہ مصحف شریف کا چومنا بعضوں نے کہا بدعت ہے لیکن عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مصحف کو ہر صبح لیتے تھے اور چومتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہ میرے رب کا عہد ہے اور وصیت ہے اور کتاب اور فرمان ہے میرے رب عزوجل کا اور عثمان رضی اللہ عنہ مصحف کو چومتے تھے اور اپنے چہرے پر اس کو ملتے تھے و اما تقبیل الخبز فخر الشافعیۃ انہ بدعت مباحۃ و قیل حسنۃ و قالوا لیکروہ و لا یوسہ ذکرہ ابن قاسم فی حاشیۃ علی شرح المنہاج لابن حجر فی بحث الولیۃ و قواعدنا لایا باہ اور روٹی کے چومنے کو تو شافعیوں نے کہا کہ بدعت مباح ہے اور بعضوں نے بدعت حسنہ کہا ہے اور شافعیوں نے کہا کہ روٹی کا پالٹوں سے روندنا مکروہ ہے نہ اس کا چومنا یہ بیان کیا ہے ابن قاسم نے اپنے حاشیہ میں جو ابن حجر کی شرح منہاج میں ہے ولیمہ کی بحث میں اور ہمارے قواعد بھی اس کو رد نہیں کرتے یعنی روٹی کا چومنا قواعد حنفیہ سے بھی مباح معلوم ہوتا ہے اس واسطے کہ تکریم اس کی حدیث میں مروی اور تقبیل منجذ تکریم ہے



واللہ اعلم وجار لا تقطعوا الخبز بالسیکن واکرمہ فان اللہ اکرمہ ودر حدیث میں آیا ہے کہ روٹی کو چھری سے نہ کاٹو اور اس کی تعظیم و تکریم کرو کہ حق تعالیٰ نے اس کو بزرگی دی ہے یعنی انسان اشرف المخلوقات کا قوت اس کو مقرر کیا ہے

## فصل فی البیع

یہ فصل ہے بیع وغیرہ کے بعض احکام میں مہمسلمان کو تجارت اور سوداگری اور بیار کرنا نہ چاہیے جب تک کہ خرید اور فروخت کے مسئلہ دریافت نہ کر لے کہ کس چیز کی خرید و فروخت شرع میں جائز ہے اور کس کی نہیں زبان سابق میں سوال ہوا کہ قوم ترک بازاروں میں خرید و فروخت کرتے ہیں اور ان کا اکثر مال حرام ہے اور ان میں بیاج اور عقود فاسدہ رائج ہیں تو جواب ہوا کہ اس کی تین صورتیں ہیں اول یہ کہ اگر ظن غالب معلوم ہو کہ یہ چیز انہوں نے غیر سے ظلم لی ہے اور وہ چیز بعینہ بلا تغیر موجود ہے اور بازار میں بھی ہے تو اس کا خرید کرنا نہ چاہیے اگرچہ دست بدست کئی بار وہ بک گئی ہو ثانی یہ کہ وہ چیز تو بعینہ موجود ہے لیکن اور چیز سے اس طرح مخلوط ہو گئی ہو کہ جدا نہیں ہو سکتی تو امام اعظم کے قاعدہ پر خلط سے اس کی ملک میں داخل ہو گئی مگر اس سے خرید کرنا نہ چاہیے جب تک کہ وہ مالک کو رضی نہ کر لے بدلا دے کر تو اگر بلا ادائے ضمان خرید کرے گا تو مشتری مالک ہوگا مع الکراہۃ ثالث یہ کہ جب معلوم ہو کہ غصب اور بیاج وغیرہ کی چیز اس کے پاس باقی نہیں اس نے بیع گالی غیر کے ہاتھ تو واقف کو ان سے خرید کرنا درست ہے اور یہ فتویٰ ہے اور بہتر یہ ہے کہ ان سے خرید نہ کرے بالجملہ طلب حلال ان بلاد میں دشوار ہے جو ہر الفتاویٰ میں ہے کہ ہمارے بعض مشائخ نے کہا کہ اس زمانہ میں حرام محض کا ترک اپنے اور پر لازم جان اس واسطے کہ ایسی چیز نہ پاوے گا جس میں شبہ نہ ہو قیہ میں ہے اگر ظن غالب ہو کہ اہل بازار کی اکثر بیوع فساد سے خالی نہیں تو اگر حرام غالب ہو تو خرید کرنے سے کنارہ کرے لیکن باوجود اس کے اگر خرید کرے گا تو اس کے حق میں حلال ہوگی بشرطیکہ اخیر مشتری کی بیع صحیح ہوگی کذا فی العالمیہ کمرہ بیع العذرة راجع الادی خالصۃ یعنی آدمی کے خالص گوہ کی بیع مکروہ ہے م برجنڈی نے خزانہ سے نقل کی کہ آدمی کے گوہ کی بیع باطل ہے لیکن اگر اس پر مٹی غالب ہو تو جائز ہے لایکہ بل یصح بیع السرقین اسے الزل خلافا للشافعی مکروہ نہیں بلکہ صحیح ہے گوہ اور لید اور سگنی کی بیع برخلاف شافعی کے شارح نے کہا سرقین عبارت ہے زبل بالکسر سے یعنی فضلة حیوانات م سرقین معرب ہے سرگین کا وہ عبارت ہے بشرط اور تعمیر اور خشی سے کذا فی التمری و صحیح بیع مخلوطہ بتراب اور ماد غلب علیہا فی الصحیح اور آدمی کے گوہ کی بیع صحیح ہے جب کہ وہ مخلوط ہو گیا اس قدر مٹی اور راکھ سے جو گوہ پر غالب ہے قول صحیح میں مہمتانی نے کہا کہ خلط کی صورت یہ ہے کہ مٹی اور راکھ اٹھا کر گوہ پر ڈالی ہو نہ بالعکس اس واسطے کہ نجس کا اٹھانا ممنوع ہے محیط اور اختیار میں صحت بیع مخلوط بلا قید قراب مذکور ہے تو یا مطلق کو مقید پر عمل کیجئے یا رخصت اور استحباب پر کذا فی الطحاوی کا صحیح الانتفاع بمخلوطها اسے العذرة بل باخالصة علی ما صح الزلیعی وغیرہ خلافاً لتصحیح الدایۃ فقد اختلف الصحیح بیع کے مانند آدمی کے مخلوط گوہ سے نفع لینا یعنی باع اور کھیت میں بانس ڈالنا صحیح ہے بلکہ خالص گوہ سے انتفاع درست ہے زلیعی وغیرہ کی تصحیح کے بموجب برخلاف صحیح ہدایہ تو تصحیح میں اختلاف واقع ہوا فی الملتقی ان الانتفاع کا بیع اسے فی الحکم فاقم اور ملتقی میں ہے کہ انتفاع عذہ بیع کے مانند ہے یعنی حکم میں برابر ہے تو اس کو سمجھ لے لینے جیسے بیع میں خلط شرط ہے ویسے ہی انتفاع میں وجاز اخذ دین علی کا فر من ثمن خمر لعمۃ بیعہ اور مسلمان کو جائز ہے اپنا دین لینا جو کافر پر ہے شراب کے ثمن سے سبب صحیح ہونے بیع شراب کے یعنی شراب کافر کے حق میں مال متقوم ہے تو ثمن کا مالک بائع ہوگا تو اس سے دین لینا درست ہوگا برخلاف مسلم کے کہ شراب اس کے حق میں مال متقوم نہیں تو ثمن کا مالک مشتری محض ہے گا نہ بائع بخلاف دین علی المسلم لبطانہ الا اذا وکل ذمیا بیعہ فنجوز عذہ خلافاً لہما علی ہذا لومات مسلم و ترک ثمن عمر باعہ مسلم لا یکل لورثۃ کما بسطہ الزلیعی برخلاف اس دین کے جو مسلمان پر ہے تو ثمن شراب کا لینا درست نہیں بسبب باطل ہونے بیع مذکور کے مگر جب کہ مسلمان ذمی کو اپنا وکیل کرے شراب کے بیچنے میں تو امام کے نزدیک یہ بیع جائز ہے برخلاف صاحبین کے اور بنا براس کے لینے بطان بیع کے اگر مسلمان مر گیا اور اس نے ثمن اس شراب کا متروکہ چھوڑا جس کی بیع کسی مسلمان نے کی تھی تو اس کے وارثوں

کو حلال نہیں چنانچہ اس کو زیلعی نے مشرح بیان کی ہے مہم زیلعی نے کہا فقہانے کہا اگر مرد مر گیا اور اس کی کمائی شراب بیچنے یا ظلم یا رشوت کی تھی تو اس کے وارث اس کو نہ لیں اور اس مال کے مالکوں کو پھر دیں اگر ان کو جانتے ہوں اور اگر نہ جانتے ہوں تو مال کو خیرات کر دیں یعنی مالکوں کے ثواب کی نیت سے اس واسطے کہ حرام کمائی کا طریقہ تصدق ہے جب مالک پر روزہ ہو سکے کذا فی الطحاوی و فی الاشبہاء الحرمۃ منتقل مع العلم الا للوارث الا اذا علم ربہا وراشاہ میں ہے کہ حرمت منتقل ہوتی ہے مگر وارث کے حق میں منتقل نہیں ہوتی مگر جب کہ وارث مال حرام کے مالک کو جانتا ہو تو وارث کے حق میں بھی حرمت انتقال کرتی ہے قلت و مر فی البیوع الفاسد لکن فی المجتبی مات و کسب حرام فلیراث حلال ثم مر ذوال لا تاخذ ہذہ الروایۃ و ہر حرام مطلقا علی الورثۃ قنیزہ میں کتا ہوں اور اشباہ کا قول بیع فاسد میں مذکور ہو چکا لیکن مجتبیٰ میں ہے کہ ایک شخص مر گیا اور اس کا کسب حرام ہے تو میراث حلال ہے پھر صاحب مجتبے نے ذکر لکھی اور کہا کہ ہم اس شرط کو نہیں لیتے ہیں اور وہ مال حرام ہے مطلقا وارثوں پر خواہ وارث صاحب مال کو جانتے ہوں یا نہ جانتے ہوں تو خبر دار رہو کہ اشباہ کا قول ضعیف ہے لائق حجت کے نہیں ہے مہم ملتقی میں امام محمد سے روایت ہے کہ نو عمر عورت یا ممل یا مزارعہ بچانے والے نے مال کمایا اگر نو عمر اور بچانے کی شرط پر مال حاصل ہوا تو مالکوں کو وہ مال پھیر دے اگر جانتا ہو اس واسطے کہ یہ مال بمقابلہ گناہ کے ہے تو اس کا لینا گناہ ہے اس کو پھر دینا چاہیے اور اگر صاحب مال معلوم نہ ہو تو خیرات کر دے مالکوں کی طرف سے تاکہ اگر عین مال ان کو نہیں ملا تو ثواب ان کو ملے اور اگر بلا شرط نو عمر گری اور مرد و کے مال ملا تو یہ حلال ہے کذا فی الطحاوی ہندوستان میں رائج ہے کہ اکثر قوال اور گائے والوں سے اجرت نہیں ٹھہراتے اور شرط نہیں کرتے بعد فراغت شادی کے رواج اور معمول کے موافق دیتے ہیں تو اگر یہ ظاہر میں یہ شرط نہیں لیکن درحقیقت یہ بھی شرط ہے اس واسطے کہ فقر کا قاعدہ کہ المعروف کا مشروط یعنی معمولی اور مرد و مشروط کے برابر ہے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے و جہاز تجلیۃ المصحف لما فیہ من تعظیم کما فی نقش المسجد اور ہاؤز ہے المصحف مجید کی چاندی سونے سے اس واسطے کہ اس میں اس کی تعظیم ہے جیسے مسجد کی نقش کاری اور آرائش میں تعظیم اور جلالت قدر ہے مہم خانہ میں ہے کہ آرائش مصحف کی سونے اور چاندی سے درست ہے اور ابو یوسف کے نزدیک مکروہ انتہی اور مسجد میں اختلاف ہے سراجیہ میں ہے مسجد میں نقش کاری چوڑے اور ساگون اور سونے کے پانی سے لابس بہ اور فقیروں کو دینا افضل ہے نقش کاری سے مضمرات میں ہے کہ اسی قول پر فتویٰ ہے کہ بعض مشائخ نے کہا کہ محراب اور دیوار قبلہ پر نقش کاری قلیل ہو یا کثیر مکروہ ہے اس واسطے کہ نمازی کا دل مشغول ہو جاتا ہے تماشا میں ناز سے غافل ہو جاتا ہے اور چھت کی نقش کاری قلیل ہو تو جائز ہے اور کثیر مکروہ جو مٹی نجس پانی سے تر ہوئی اس کا لگانا مسجد میں مکروہ ہے برخلاف لید اور گوبر کے جب مٹی میں ملائی گئی تو اس کا مسجد میں لگانا درست ہے استحکام کی ضرورت کے سبب سے مسجد میں کھانا اور سونا مکروہ ہے مگر متکلف کو درست ہے اور جب کھانا اور سونے کا مسجد میں قصد کرے تو اعتکاف کی نیت کرے پھر مسجد میں جائے اور ذکر خدا کرے جس قدر مدت کی اعتکاف کی نیت ہو یعنی گھڑی یا دو گھڑی کی یا نماز پڑھے پھر اس کے بعد کھانا یا لینا جو چاہے کرے چنانچہ سراجیہ میں ہے مسجد میں درخت لگانا سایہ کی نیت سے درست ہے بشرطیکہ مسجد میں تنگی نہ ہوتی ہو اور صف میں خلل نہ پڑتا ہو تعظیم مسجد پندرہ طرح پر ہے اول یہ کہ دخول مسجد کے وقت سلام کرے اگر لوگ بیٹھے ہوں اور ذکر وغیرہ میں مشغول نہ ہوں اور اگر نماز پڑھتے ہوں تو یوں کہے السلام علیکم من ربنا و علی عباد اللہ الصالحین ۲ نماز پڑھے دو رکعت تحیۃ المسجد بیٹھنے سے پہلے ۳ خرید و فروخت نہ کرے ۴ تلوار نہ نکالے ۵ گم ہوئی چیز و ان تلاش نہ کرے ۶ سوائے ذکر خدا کے دواں آواز بلند نہ کرے ۷ دنیا کی باتیں نہ کرے ۸ اندر جانے کے واسطے لوگوں کی گردنوں پر نہ مچانے ۹ مکان کے واسطے زرع نہ کرے کہ میں یہاں بیٹھوں گا تو دواں بیٹھ ۱۰ کسی پر تنگی نہ کرے صف میں ۱۱ نماز کے آگے نہ چلے ۱۲ مسجد میں نہ حقو کے ۱۳ دواں انگلیاں نہ چٹکاوے ۱۴ انجاسات اور لڑکوں اور دیوانوں اور قنات مسجد کو پاک رکھے ۱۵ اللہ

ف احکام مسجد ۱۵ یعنی ہم پر سلام ہو ۴ سے پروردگار کی طرف سے اور اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں پر ۱۲



کی یاد اس میں بہت کرے کذا فی العالمیۃ حدیث صحیح میں درود ہے کہ جب سجد میں جائے تو اول واجباً پانچوں رکعتوں اور درود پڑھے اور یہ دعا کرے  
 اللہم افتح علی ابواب رحمتک اور جب باہر نکلے تو اول بائیں پاؤں بڑھا دے اور درود پڑھے اور یوں دعا کرے اللہم افتح علی ابواب فضلك و تشریف  
 اور قرآن مجید کی دس دس آیتوں پر علامت بنانا جائز ہے و لفظہ اسے اظہار اعراب و بحیر اللفظ جدا خصوصاً للجمع فیہ حسن اور قرآن مجید کا انقطاع یعنی اس کے  
 اعراب کو ظاہر کرنا لکھ کر جائز ہے اور اعراب کی تحریر سے یقیناً آسانی حاصل ہوتی ہے خصوصاً عجیول کو یعنی عرب کے سوا اور ملک والوں کو تو اعراب دینا  
 مستحب مہم بران میں ہے کہ اصل روایت یہ ہے کہ تشریف اور لفظ مصحف میں مکروہ ہے اس واسطے کہ اس میں ترک تجرید ہے اور عبد اللہ بن مسعود  
 نے کہا کہ قرآن کو مجبور رکھو اور اس میں اس چیز کو نہ ملاؤ جو اس میں داخل نہیں اور تجرید دو معنی کی محفل ہے ایک تجرید فی التلاوة یعنی قرآن کے ساتھ غیر  
 قرآن کو نہ پڑھنا دوسری تجرید فی الخط یعنی قرآن کے لکھنے میں نقطہ اور تشریف نہ کرنا کذا فی الخطا دی لیکن متاخرین کے نزدیک تسہیل کے واسطے درست ہے  
 و علی ہذا لا بأس بکتاہ اسامی السور و عدد الآی و علامات الوقف و نحو ہا منی بدعت حسنہ و در قنیۃ ادب بنابر اس کے نظر بہ تسہیل کچھ مضائقہ نہیں سورتوں کے نام  
 اور آیتوں کی شمار اور وقف کی نشانیوں کے اور ان کے مانند چنانچہ لفظ سجده علامت آیات سجود کے لکھنے میں تو وہ بدعت حسنہ ہے کذا فی الدرر و القنیۃ  
 و فیہ لا بأس بکواغذ اخبار و نحو ہا فی مصحف و تفسیر و فقہ و مکروہ فی کتب نجوم و ادب اور قنیۃ میں ہے کہ مضائقہ نہیں اخبار و غیرہ کا غذا کا مصحف اور تفسیر اور  
 فقہ کی دفتیوں میں لگانا اور نجوم اور ادب یعنی صرف و نحو بلاغت و غیرہ کا دفتیوں میں لگانا مکروہ ہے م فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ البوجاہ سے سوال ہوا کہ کوغذ  
 اخبار اور مستلقات کا جن کو ورق غلاف میں استعمال کرتے ہیں یعنی مصاف دفتیوں میں لگاتے ہیں تو جواب دیا کہ مصحف اور کتب تفسیر اور فقہ میں درست ہے  
 نہ کتب ادب اور نجوم میں انتہی لیکن یہ بیان نہیں کہ اخبار سے احادیث مراد ہیں یا تواریخ کذا فی الخطا دی و دیگر تصغیر مصحف و کتابہ بقلم فقیہ یعنی تزییناد  
 للبحر و لاف شے فی کاغذ فقہ و نحوہ و فی کتب الطب نجوم و مصحف کی چھوٹی تختی کرنا اور باریک قلم سے لکھنا مکروہ کبر است تزیینی ہے اور فقہ و غیرہ دینی کتاب کے  
 کاغذ میں کسی چیز کو لپیٹنا جائز نہیں اور طب کی کتابوں میں لپیٹنا جائز ہے م کتاب قرآن کا جو قصہ کرے اس کو لائق ہے کہ واضح تر اور خوشخط کتابت کرے عمد  
 سفید ورق پر جلی ظم اور روشن سیاہی سے لکھے اور بین السطور کشادہ رکھے اور مصحف کی ضخامت اور حجم زیادہ کرے کذا فی القنیۃ و جاز و دخول الذی مجدداً  
 مطلقاً و کریم مالک مطلقاً و کریم محمد و الشافعی و احمد و فی المسجد الحرام اور جائز ہے داخل ہونا ذی کاہر مسجد میں اگرچہ مسجد الحرام ہو اور مالک نے اس کو مکروہ کہا ہے  
 ہر مسجد میں اور محمد اور شافعی اور احمد نے مسجد الحرام کے جانے کو مکروہ کہا ہے ذی کے حق میں م امام کی دلیل وہ حدیث ہے جو سنن ابو داؤد میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ  
 علیہ وسلم نے کافروں کو مسجد میں اتارا اور مسند احمد اور طبرانی میں بھی اس مضمون کی حدیث وارد ہے کذا فی القنیۃ شافعی کی دلیل یہ آیت ہے ائما لشركون بحس  
 فلا یقرؤا المسجد الحرام بعد عامہم ہذا یعنی مشرک ہا پاک ہیں تو مسجد الحرام کے قریب نہ جاویں اس سال کے بعد اور دوسری دلیل یہ ہے کہ وہ غسل جنابت اس طرح نہیں  
 کرتے کہ جنابت دفع ہو اور نجاست کی دلیل سے مالک نے کہا کہ کسی مسجد میں ان کا جانا روا نہیں شارح نے اس کا جواب اگلے قول میں دیا قلنا انہی تلوینی لا تکلیفی  
 ہم جواب کہتے ہیں کہ قرآن کی نہی تلوینی ہے نہ ہی تکلیفی م تلوینی نسبت ہے تلوینی کی طرف اور تلوینی م ترید یوں کے نزدیک وہ صفت قدیم ہے جس کے طرف افعال  
 کی صفات راجع ہوتی ہیں تو آیت شریفہ کے معنی یہ کہ حق تعالیٰ مشرکین میں مسجد الحرام کی نزدیکی کو پیدا نہ کرے گا م تلوینی کی مثال امتنا طوما و کرا اور امر تکلیفی  
 کی مثال اتموا الصلوۃ اور تلوینی اور تکلیفی کا فرق یہ ہے کہ مثال مستحلف نہیں ہوتا م تلوینی سے عقلاً اور تکلیفی سے متخلف ہوتا ہے کذا فی الجلی و قد جوزد  
 عبور عابرا بسبیل جنبا اور البتہ شافعیوں نے جائز رکھا ہے جنابت میں مسجد کے اندر چلنا راہ چلنے کے مانند م یعنی یہ جو شافعیوں نے جنابت کفار کو عدم  
 سہ انہی کھول دے مجھ پر دروازے اپنی رحمت کے ۱۲ سہ انہی کھول دے مجھ پر دروازے اپنے فضل کے ۱۳ سہ یعنی فرما بزرگاری ہی  
 وقت ہر جاتی ہے اس میں درنگ نہیں ہوتی ۱۲

دخول مسجد پر دلیل ٹھہرایا ہے سو دلیل ناقص ہے اس واسطے کہ ان کے نزدیک مسجد میں بلا توقف گزیرنا درست ہے معنی لایقزولوا لا یخروا ولا یعتزوا وعرۃ بعد حج  
عالم ہذا عام لتسع حین امر الصدیق ع و نادى علی علی عبیرہ بسورة بلغة وقال الا لا یح بعد عامنا ہذا مشرک ولا یطوف عریان رواہ الشیخان وغیرہما فی حفظ  
پھر جب بنی ٹکونی ٹھہری تو آیت شریعہ کا مطلب یہ ہوا کہ مشرکین حج اور عمرہ برہنہ نہ کریں گے اس سال یعنی ہجری نویں سال کے بعد جب کہ حضرت صدیق  
اکبر امیر حج ہوئے تھے اور حضرت علیؑ نے اپنے اونٹ پر سے سوراہا ہات باواز بلند سادی اور کہا خبردار رہو کہ ہمارے اس سال کے بعد کوئی مشرک حج  
نہ کرے اور کوئی برہنہ طواف نہ کرے اس کو شیخین یعنی بخاری اور مسلم وغیرہ نے روایت کیا ہے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے م القانی نے کہا کہ آیت ہمارے  
اصحاب کے نزدیک اس پر محمول ہے کہ مشرک منع کئے جاویں مسجد حرام کی تولیت اور کار پر دازی سے یا برہنہ طواف پر محمول ہے چنانچہ جاہلیت میں کرتے تھے  
تو حق تعالیٰ نے تنزیہ مسجد اطرام کا امر فرمایا نہ یہ کہ نفس دخول ممنوع ہے بدیل حدیث صحیح بخاری کے کہ مذکور ہو چکی تو یہ حکم یا فقط مومنین کو ہے کہ ان کو روکیں  
یا مومنین اور کفار دونوں کو موجب اس قول کے کہ کفار فروع شریعت سے مخاطب ہیں اور یہ بنی ٹکونی نہیں ہے اس واسطے کہ بنی ٹکونی کا مدلول یہی ہے  
عقلاً مختلف نہیں ہوتا ہے اور یہاں ایسا نہیں ہے انتہی طحاوی نے کہا یعنی یہ کیونکر معلوم ہو کہ بعد اس بنی کے کسی مشرک نے برہنہ طواف نہیں کیا تو بہتر  
یہ تھا کہ شارح وہ استدلال کرتا جو اور اہل مذہب نے کیا ہے انتہی مختصراً تبصر و لا تنس ما مر فی فضل الجہزیۃ اور مذکور ہو وہ مضمون جو جزیرہ کی فضل میں گذر  
کیا مفضل جزیرہ میں یہ ہے کہ محمد نے سیر کبیر میں دخول کا فر کو مسجد اطرام میں منع کیا ہے اور جامع مغرب میں عدم منع مذکور کیا ہے اور سیر کبیر کھلی تصنیف ہے محمد کی  
توطا ہر اس میں وہ مسئلہ وارد کیا ہے جو آخر کار خوب ثابت ہو گیا ہے و حاز عیادۃ بالاجماع اور جائز ہے بید پر سی ذمی کی بالاتفاق م بخاری وغیرہ میں  
مروی ہے کہ یہودی لڑکا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کرتا تھا جب بیمار ہوا تو حضرت اس کی عیادت کو تشریف لے گئے پھر فرمایا یا مسلمان ہو جا سو وہ  
مسلمان ہو گیا تو حضرت نے فرمایا یا شکر ہے خدا کو جس نے اس کو دوزخ سے آزاد کیا کذا فی المعنی اور اس واسطے کہ عیادت ایک قسم کا احسان ہے اور قرآن  
مجید میں حربی کفار کے احسان سے منع فرمایا برخلاف غیر حربی کے لیکن جامع صغیر میں یہودی اور نصرانی کی عیادت کا جواز مذکور ہے و فی عیادۃ الجوی تو  
اور مجوسی کی عیادت میں رد قول ہیں جواز اور عدم جواز و حاز عیادۃ فاسق علی الاصح لانه مسلم والعیادۃ من حقوق المسلمین اور جائز ہے بید پر سی ناقص  
کی بر قول اصح اس واسطے کہ ناسق مسلمان ہے گنہگار اور بیمار پر سی تو مسلمانوں کے حقوق میں سے ہے و حاز خصاۃ البہائم حتی المرقۃ اور جائز ہے خصی کرنا  
چار پائے جانوروں کا یہاں تک کہ بلی کا بھی مخصی وہ جس کا خصیہ نکالا جائے ہندی میں اس کو بدھیہ کہتے ہیں و اما خصاۃ الادی فحرام اور آدمی کا خصی کرنا تو  
حرام ہے م خیرول سے خدمت لینا اور ان کو عورتوں میں جانے دینا مکروہ ہے امام اعظم نے کہا کہ اگر لوگ ان سے خدمت نہ لیتے تو خصی کرنے والے  
ان کو کیوں خصی کرتے بعضوں نے کہا کہ خوب سے مخصوص بچہ امور ہیں اول یہ کہ مسلم کے صلب سے پیدا نہیں ہوتے اور نہ ان سے مسلمان پیدا ہوتا ہے اور لوگوں  
کی تادیب میں زبردست اور خود بے ادب اور عورتوں کی مجلس میں آزد کر دیتے ہیں کہ کاش ہم بھی عورت ہوتے اور مال جمع کرنے میں نہایت حریص ہوتے  
ہیں اور شدت سے بخل ہوتے ہیں باوجودیکہ اولاد نہیں رکھتے کذا فی المعنی قبل والفرس بعضوں نے کہا اور گھوڑے کا آختہ کرنا حرام ہے شیخ الاسلام  
نے کہا حرام ہے اور شمس اللامۃ حلوانی نے کہا کہ ہمارے اصحاب کے نزدیک آختہ کرنے میں کچھ مضائقہ نہیں و قید وہ بالمنفعۃ والاحترام اور خصی کرنے  
میں فتنانے منفعت کی قید لگائی اور اگر منفعت نہ ہو تو حرام ہے معنی اگر گھوڑے کے سوا اور جانوروں کے خصی کرنے میں فائدہ حاصل ہوتا ہو تو درست  
ہے اور اگر منفعت یا دفع مضرت نہ ہو تو حرام ہے چنانچہ عالمگیری میں ہے و غیرہ و انزاعا لعمیر علی الخیل کعکسہ قستانی اور گردھا چڑھانا گھوڑے  
پر اور گھوڑا چڑھانا گدھی پر جائز ہے یعنی بچہ لینے کے واسطے کذا فی القستانی والحقنۃ للشدادی و لولہ لعل بظاہر لا یجس اور حقنہ اور عمل پاک  
بیماری کے علاج کے واسطے پاک چیز سے نہ ناپاک سے درست ہے اگرچہ حقنہ مرد کے واسطے ہوم دفع مرض کے واسطے حقنہ درست ہے نہ حقنہ



بدن کے واسطے سنن ابو داؤد میں اوردود اسے روایت سے فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ حق تعالیٰ نے بیماری اور دوا اتاری ہیں اور بیماری کی دوا مقرر کی ہے تو تم دوا کیا کرو اور حرام چیز سے دوا نہ کیجو کذا فی الیخ وکذا کل تداو۔ لایکوز الا بطاہر لا یخس اور اسی طرح ہر علاج کرنا جائز نہیں مگر پاک چیز سے نہ نجس سے وجزو فی النہایہ مجرم اذا خبرہ طبیب مسلم ان فیہ شفا ولم یجد مباحاً یقوم مقامہ اور نہایت میں حرام چیز سے علاج کرنے کو جائز کہا ہے بشرطیکہ مسلمان طبیب نے اس کو خبر دی ہو کہ اسی حرام چیز سے شفا ہے اور کوئی مباح چیز اس کے قائم مقام نہیں پائی ہم ذخیرہ میں ہے ایک بیمار سے طبیب نے شراب پینے کو کہا علمایہ کی ایک جماعت نے کہا نظر کرنا چاہیے اگر یقیناً جانتا ہو کہ چنگا ہو جائے گا تو حلال ہے اور فقیر عبد الملک نے اپنے استاد سے نقل کیا کہ حلال نہیں مگر تاشی میں ہے خون اور پیشاب پینا اور مردار کھانا بیمار کو علاج کے واسطے جائز ہے جبکہ طبیب مسلم نے اس سے کہا ہو کہ تیری اس میں شفا ہے اور کوئی مباح چیز اس کے قائم مقام نہیں اور اگر طبیب نے کہا کہ اس میں جلد شفا ہوگی تو اس میں اختلاف ہے کذا فی العالگیریۃ قلت و فی البرزنیۃ ومعنی قولہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ لم یجعل شفاً کم فیما حرم علیکم نفی الحرمة عند العلم بالشفا و دل علیہ جواز اساعۃ اللقمۃ بالحمود جواز شرب لا زالۃ العطش انتہی وقد قدمناہ میں کہتا ہوں اور برزازیہ میں ہے کہ اس حدیث کا یعنی مقرر اللہ تعالیٰ نے مٹا دی شفا مقرر نہیں کی اس چیز میں جس کو تم پر حرام کی مطلب نفی حرمت ہے شفا معلوم ہونے کے وقت یعنی جب یقیناً بلا تردد معلوم ہو جائے کہ اسی حرام چیز میں شفا ہے تو اب اس کی حرمت باقی نہ رہی دلالت کرتا ہے اس مطلب پر لقمہ تارنے کا جواز شراب سے اور شراب پینے کا جواز دفع تشنگی کے واسطے انتہی اور اس کو مقدم ذکر کر چکے ہیں یعنی اگر لقمہ حلق میں اٹک گیا کسی طرح نہیں اترتا اور پانی نہیں ملتا تو اس وقت شراب پینا بقدر لقمہ تارنے کے درست ہے اور اسی طرح عطش شدید میں شراب پی لینا بقدر دفع عطش ملک کے درست ہے اور حالانکہ شراب نجس اور حرام ہے تو معلوم ہو گیا کہ اس وقت اس کی حرمت باقی نہ رہی والا جواز کی کون صورت ہے تہتمہ و ما کہنا درست ہے اگر یہ اعتقاد ہو کہ ثانی اللہ تعالیٰ ہے اور دوا کو اس نے سبب ٹھہرایا ہے اور اگر یہ اعتقاد ہو کہ دوا ثانی ہے تو درست نہیں معلوم کرنا چاہیے کہ ازالہ مضر کے اسباب تین قسم ہیں ایک تو سبب قطعی اور یقینی ہے چنانچہ پانی ضرر عطش کا منزل ہے اور ردی ضرر گر سنگی کی منزل ہے دوسرا سبب ظنی جیسے فصد اور پچھنے لگانا اور مسل پینا اسی طرح سائر ابواب طب یعنی برودت کا معالجہ حرارت سے اور حرارت کا برودت سے اور یہی اسباب طب میں ظاہر ہیں تیسرا سبب مہوم جیسے واعنا اور افسون تو قطعی سبب کا ترک کرنا توکل نہیں بلکہ اگر موت کا خوف ہو تو اس کا ترک کرنا حرام ہے اور سبب مہوم کا ترک کرنا توکل کی شرط ہے اس واسطے کہ حدیث میں متوکلین کا وصف یوں ہی فرمایا ہے کہ وہ داغے نہیں اور افسون نہیں کرتے اور وہ متوسط یعنی سبب ظنی جیسے علاج کرنا اسباب طب سے تو اس کا کرنا توکل کے مخالف نہیں بخلاف سبب مہوم اور اس کا نہ کرنا بھی ممنوع اور محظور نہیں برخلاف ترک سبب قطعی بلکہ گاہے ترک علاج افضل ہوتا ہے اس کے نفل سے بعض احوال میں بعض اشخاص کے واسطے چنانچہ عمادیہ میں ہے ظہیر یہ سے ایک شخص کا پیٹ جاری ہو گیا یا آنکھیں جوش میں آئیں سو اس نے دوا کی یہاں تک کہ ناتواں ہو کر مر گیا تو اس پر گناہ نہیں اور اگر بھوکا رہا اور اس نے نہ کھایا باوجود قدرت کے یہاں تک کہ مر گیا تو وہ گناہار ہوگا اور دونوں صورتوں میں فقیہ یہ ہے کہ کھانا بقدر قوت کے آسودہ کر دیتا ہے یقیناً تو اس کا ترک کرنا اپنی جان کو ہلاک کر دیتا ہے اور معالجہ اور دوا کرنا ایسا نہیں یعنی حصول شفا کا سبب قطعی نہیں ہے حجامت یعنی خون کا نکالنا پچھنوں سے ہر شخص کو مستحب ہے اور حجامت بعد نصف ماہ بروز شنبہ بہتر لو یافت ہے و در ہذہ صوبہ تاریخ سے پہلے مکروہ ہے ذخیرہ میں ہے کہ آدمی اور سور کے سوا اور حیوانات کی ہڈیوں سے علاج کرنا درست ہے لیکن اگر مرد اور عورت کو اس کی خشک ہڈی سے علاج درست ہے نہ تر سے قتیہ میں ہے کہ عورت کے دودھ کا ناس لینا مرد کو اور علاج کے واسطے پینا درست ہے لیکن جو ہر غلطی میں ہے کہ اجزاء آدمی سے نفع حاصل کرنا جائز نہیں خلاصہ میں ہے کہ تریاق کا کھانا مکروہ

ہے جب کہ اس میں سانپ کا گوشت پڑا ہو لیکن بیع اس کی درست ہے اور اگر یقیناً معلوم ہو کہ اس میں سانپ نہیں پڑا ہے تو اس کا پینا درست ہے  
محیط میں ہے کہ رکوں کا دغنا مرض سے اور ایضاً حیوانات کا دغنا نشانی کے واسطے درست ہے خزانۃ الفقہاء میں ہے کہ قرآن کے انہوں  
کرنے میں اختلاف ہے یعنی مرہض پر قرآن پڑھنا یا کاغذ میں لکھنا اور مرہض پر لٹکانا یا برتن میں لکھ کے دھونا اور سجاد کو پلانا عطل اور مجاہد کے  
نزدیک مباح ہے اور نخعی کے نزدیک مکروہ ہے خزانۃ مفتیین میں ہے کہ نوز و زک کے ایام میں کاغذ پر دعا وغیرہ لکھنا اور دروازوں پر چپکانا حرام  
ہے اس واسطے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کے نام پاک کی امانت ہے اور نجومیوں سے مشابہت ہے الکل من العالمگیریۃ وجاز رزق القاضی من  
بیت المال لو بیت المال حلالاً جمع بحق والام کل اور جائز ہے قاضی کا رزق بیت المال یعنی خزانہ سلطانی سے بشرطیکہ بیت المال حلال و اجبی جمع  
ہو ہو نہ غیر و اجبی ظلم سے جمع ہو ہو تو قاضی کو اس میں سے لینا حلال نہیں یعنی اس واسطے کہ وہ غیر کا مال ہے اس کے مالک کو پھر دینا چاہیے کذا فی الزک  
و غیر بالرزق لیفید تقدیرہ بقدر ما یکفیہ و ابلہ فی کل زبان و لو غنیانی الاصح اور مصنف نے وظیفۃ قاضی کو تعمیر رزق کیا تاکہ معلوم ہو کہ مقدار اس کی بقدر  
کفایت قاضی کے اور اس کے عیال کے چاہیے ہر زمانہ کے موافق اگر قاضی مالدار ہو تو بھی روزی اس کی بیت المال سے متعلق ہے قول اصح میں  
م اس واسطے کہ اس نے اپنی ذات کو روک رکھا مصلحت مسلمین کے واسطے اور جس منجملہ اسباب نفقہ ہے و ہذا لو بلا شرط و لو بہ کالاجرة فحرام لان لقضاء  
طاعة فلم یجز کسائر الطاعات قلت و ہل یجری فیہ کلام المتاخرین لیسر اور یہ یعنی بیت المال سے قاضی کی روزی کی حلت اس وقت ہے جب کہ روزی  
بدول شرط کے مقرر ہو اور اگر شرط سے ہوا حرت کے مانند تو اب قاضی کو بیت المال سے لینا حرام ہے اس واسطے کہ نفیل کرنا مقدمات کا طاعت اور  
عبادت ہے تو اس کا اجارہ جائز نہ ہوگا جیسے اور باقی طاعات کا جائز نہیں ہیں کتاہوں اور کیا قضائیں متاخرین کا کلام جاری ہوگا یا نہیں اس کی  
تحریر کرنا چاہیے متاخرین کا کلام یہ ہے کہ طاعت پر استیجار پر درست ہے طحاوی نے کہا تحریر اس کی یہ ہے کہ جس کے نزدیک قرأت قرآن اور  
فقہ مخصوص بجواز اجارہ ہے توقفا وغیرہ حاجات میں اجارہ جائز نہ ہوگا اور جو عموم طاعات کے اجارہ کو جائز رکھتا ہے تو اس کے نزدیک درست  
ہوگا و جاز سفر امۃ وام الولد والمکاتبتہ والمبغضۃ بلا محرم بذاتی زمانہ امانی زمانہ فلا غلبۃ اہل الفساد و ہفتی ابن کمال اور لونڈی اور ام ولد اور  
مکاتبتہ اور جو لونڈی کہ نصف یا ثلث آزاد ہے تو اس کا سفر کرنا بدول محرم کے درست ہے یہ حکم تھا زمانہ قدیم کا ہمارے زمانہ میں تو سفر غیر محرم کے ساتھ  
لونڈیوں کا جائز نہیں اہل فساد کے غلبہ کے سبب سے اور اسی قول پر فتویٰ ہے کذا ذکرہ ابن کمال و جاز شرا مالاً بد للصغیر منہ و بیعہ اسے بیع  
مالاً بد للصغیر منہ لا یم و غم و ام و ملقط ہونی تجریم اسے فی کفعم والالا اور صغیر کے واسطے خرید کرنا اس چیز کا جو اس کے واسطے ضروری ہے چنانچہ نفقہ  
اور کسوت اور دایہ نوکر رکھنا اور بیچنا اس کا جو صغیر کے واسطے ضروری ہے جائز ہے اس کے بجائی اور چچا اور مال کو اور اس کو جس نے لاوارث  
لڑکا پڑا یا یا بشرطیکہ صغیر اشخاص مذکورین کی حفظ اور پرورش میں ہو اور اگر ان کی پرورش میں نہ ہو تو خرید و فروخت صغیر کے مال کی درست نہیں و جاز  
اجارۃ لا مہ فقط لونی مجرماً و کذا الملقط علی الاصح کذا اعزہ المصنف بشرح الجمع و لم ارہ فیہ و یاتی تنامینا فیہ قتیۃ اور فقط اس کی مال کو صغیر کا اجارہ  
دینا جائز ہے اگر اس کی پرورش میں ہو اور اسی طرح لاوارث لڑکا پالنے والے کو صغیر کا اجارہ درست ہے بنا بر قول اصح کے چنانچہ مصنف نے اپنی  
شرح میں اس قول کو شرح جمع کی طرف نسبت کیا ہے اور میں نے اس میں نہیں دیکھا اور آگے متن میں وہ معنوں آوے گا جو اس کے مخالف ہے تو آگاہ  
ہویم طحاوی نے کہا کہ مؤید قول مصنف زیلعی میں ہے قدوری کی روایت سے یعنی صغیر کا اجارہ ملقط کو جائز ہے اس واسطے کہ اس میں ضرورت ہے  
اور صغیر کے واسطے محض نفع ہے و کذا العمر عند الثانی خلاف الثانی اور اسی طرح صغیر کے چچا کو اس کا اجارہ دینا درست ہے ابو یوسف کے نزدیک  
نہ محمد کے نزدیک یہ شارح کی غلط فہمی ہے اس واسطے کہ اس نے نقل کلام کافی کا شربلالیہ سے قصد کیا ہے حالانکہ شربلالیہ میں یوں ہے کہ اگر صغیر



چچا کی پرورش میں ہو اور اس کی ماں اس کو اجارہ دے تو ابو یوسف کے نزدیک صحیح ہے اور محمد کے نزدیک جائز نہیں کذا فی الطحاوی ولو آجر لصیغر  
نفسہ لم یجز الا اذا فرغ العمل لمتحضہ نفعاً یوجب المسئۃ اور اگر معیض نے اپنی ذات کو خود اجارہ دیا تو جائز نہیں مگر جب کہ اجارہ کے کام سے فراغت حاصل  
ہو گئی ہو تو جائز ہے کیونکہ اب اجارہ نفع محض ہو گیا تو آجر سے واجب ہو گا یعنی علت عدم جواز احتمال ضرر تھا سو بعد از فراغ عمل ضرر کا احتمال نہ رہا اثر  
حاصل ہونے سے سراسر نفع ہو گیا و صحیح اجارۃ اب وجد و قاضی ولو بدول اجر مثل فی البیوع کما یعلم من الدرر فیتبصر اور صحیح ہے اجارہ دینا صغیر کا  
باپ اور دادا اور قاضی کو اگرچہ اجارہ بدول اجر مثل کے ہو صحیح قول میں چنانچہ درر سے یہ معلوم ہوتا ہے تو اس کو دیکھ لے و جائز بیع عصیر غنیمت  
یعلم انہ یتخذہ خمر لان المعصیۃ لا تقوم بعینہ بل بعد تغیرہ و قیل لیکرہ لا عانتہ علی المعصیۃ اور بخیر اثر شہرہ انگور کا بیچنا اس شخص سے جس کو بائع جانتا  
ہے کہ اس کی شراب بنا دے گا درست ہے اس واسطے کہ گناہ قائم نہیں ہوتا شہرہ کی ذات سے بلکہ گناہ ثابت ہوتا ہے شہرہ کے متغیر ہونے کے بعد  
یعنی شہرہ میں نشہ نہیں جو اس کی بیع ناجائز ہو بلکہ جب اس کی حقیقت بدل کر شراب بنے گی تب گناہ ثابت ہو گا اور قول ضعیف یہ ہے کہ شہرہ انگور کی بیع  
شراب بنانے والے کے اٹھ کر وہ ہے گناہ کی اعانت کی سبب سے م شہرہ انگور کی بیع درست ہے جیسے جاریہ مغنیہ اور ٹکر مارنے والے میٹھے اور  
اڑسنے والے کبوتر اور لڑنے والے مرغ کی بیع درست ہے اس واسطے کہ ان اشیاء کی ذات خلاف شرع نہیں بلکہ ان کا استعمال خلاف شرع ہے یعنی  
گونا اور ٹکر لگوانا اور کبوتر اڑانا اور مرغ لڑانا خلاف شرع ہے برہان میں ہے کہ شہرہ انگور کی بیع شافعی اور مالک کے نزدیک جائز نہیں بلکہ قولہ تعالیٰ  
ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان یعنی حق تعالیٰ نے فرمایا کہ باہم مددکاری نہ کرو گناہ اور سرکشی پر اور ہماری دلیل یہ آیت ہے و احل اللہ البیوع یعنی حق تعالیٰ

نے بیع کو حلال کیا کہ انی طحاوی ونقل المصنف عن السراج والمشکلات ان قولہ من ای من کا فر ما یمن المسلم فیکرہ و مثله فی الجمرۃ والبقا فی وغیرہما زاد القہستانی معرباً للحمیۃ انہ  
یکرہ بالاتفاق اور مصنف نے اپنی شہرہ میں سراج اور مشکلات سے نقل کیا کہ شہرہ انگور کی بیع کا فر شراب ساز سے مکروہ نہیں اور سلمان شراب ساز سے تو اس کی بیع مکروہ ہے اور اسی کی مانند جوڑ  
اور باقانی وغیرہ میں ہے اور قہستانی نے غایہ سے اتنا زیادہ نقل کیا ہے کہ اس کی بیع بالاتفاق مکروہ ہے بخلاف بیع اہل الذمہ لان المعصیۃ تقوم بعینہ بظن  
بیع اہل الذمہ کے اس شخص سے جو اذکار کرے کہ اس سے اجارہ دینا اہل الذمہ سے مکروہ ہے اور اگرچہ بیع اہل الذمہ سے مکروہ ہے بلکہ اگرچہ بیع اہل الذمہ سے مکروہ ہے بلکہ اگرچہ بیع اہل الذمہ سے مکروہ ہے

واعلم ان المصنف علی خلاف مانی الزیلعی والعمینی وان اقرہ المصنف فی باب البغاة قلت قد من انتم معرباً للہن ان ما قامت المعصیۃ بعینہ بیکرہ بیعہ تحریر کیا  
الاقتصر بیاً فی حفظ توفیقاً پھر دریافت کرنا چاہیے کہ مسئلہ اہل الذمہ کی کراہت غایہ وغیرہ کی کتاب البیوع میں مذکور ہے اور مصنف نے اسی پر اعتماد کیا ہے یہاں  
بر خلاف قول زیلعی اور عمینی کے اگرچہ مصنف نے عدم کراہت کو ثابت رکھا ہے اپنی شرح میں میں باب البغاة کے اندر میں کہتا ہوں اور ہم وہاں باب  
البغاة میں ذکر کر چکے ہیں نہ الفائق سے کہ میں چیزیں بعینہ گناہ ثابت ہوتا ہے تو اس کی بیع مکروہ تحریمی ہے اور اگر بعد تغیر کے گناہ ثابت ہوتا ہے  
تو اس کی بیع مکروہ تنزیہی ہے تو اس کو باید رکھنا چاہیے تناقض دفع ہونے کے واسطے م یعنی تو اس تقریر سے غایہ اور زیلعی کا تناقض دفع  
ہو گیا یعنی نفی کراہت زیلعی تحریمی پر محمول ہے اور کراہت غایہ تنزیہی پر محمول ہے واللہ اعلم و جائز تعمیر کنیت اور تعمیر کنیت جائز ہے م کنیت عبادت  
خانہ یودیان فارسی میں اس کو کنشت کہتے ہیں تعمیر سے مراد ہے نہ اعادہ لعدم الدم من الخغار میں ہے کہ اگر مسلمان کنیت کی مرمت میں مزدوری کر  
تو لباس برہن واسطے کہ عین عمل میں معصیت نہیں اور اگرنا تو اس بجانے کی نوکری کرے تو لائق نہیں کذا فی الطحاوی وحمل حمزومی بنفسہ و ابہ باجر  
اور کافر ذمی کی شراب لا دنا اپنی پیٹھ پر یا اپنے جانور پر مزدوری لے کر جائز ہے امام کے نزدیک م اور صاحبین کے نزدیک یہ مکروہ ہے اس واسطے کہ  
شراب میں دس شخصوں پر لعنت ہے منجد ان کے حامل بھی ہے امام کی دلیل یہ ہے کہ عین فعل معصیت نہیں اس واسطے کہ حمل گاہے شراب کے  
گلاب دینے یا سر کر بنانے کے واسطے بھی ہوتا ہے اور ملعون وہ حامل ہے جو معصیت کا قصد کرے فخر الاسلام نے کہا کہ قول امام قیاس ہے اور قول  
صاحبین امتحان کذا فی الحموی لا عصر لایقام المعصیۃ لیسۃ اور شراب پیکانے کی مزدوری جائز نہیں اس واسطے کہ معصیت بعینہ قائم ہے و جائز  
اجارۃ بیت لبسوا والکوفۃ اسے قرأ لا یغیر علی اللامح و اما الامصار والقری غیر الکوفۃ فلا یکنون انظر شعرا لاسلام فیہا دخص سواد الکوفۃ

لان غالب اہل الذمۃ لیتخذ بیعت نار او کنیستہ او بیعتہ او بیاع فیہ الخ وقال لا ینبغی ذلک لانه اعانتہ علی المعصیۃ وبہ قالت الثلثۃ زیلعی او قریات کوفہ میں گھر کر لے دینا آتش خانہ یا کنشت یا کلیسا بنانے کے واسطے یا اس میں شراب بیچنے کے واسطے جائز ہے نہ اس واسطے قریات مذکورہ کے بنا بر قول اصح کے اور شہروں اور غیر کوفہ کی دیہات میں تو امور مذکورہ کی قدرت نہ دینی جائے کافروں کو علامات اسلام کی ظاہر ہو جانے کے سبب سے اور قریات کوفہ میں یہ بات اس واسطے مخصوص ہوئی کہ اکثر وہاں کے رہنے والے ذمی تھے اور صحابین نے کہا کہ کرایہ دینا امورہ مذکورہ کے واسطے لائق نہیں اس واسطے کہ یہ گناہ کی اعانت ہے اور سی قول ہے امام شافعی اور مالک اور احمد کا کذا فی الزیلعی م امام کی دلیل یہ ہے کہ اجارہ واقع ہے منفعت مکان پر ولہذا اجرت بمجر و تسلیم کے واجب ہوتی ہے اور اس میں معصیت نہیں معصیت تو مستاجر کے فعل سے ہوتی ہے اور اس میں مختار ہے پھر جب فعل مختار درمیان میں واقع ہوا تو معصیت کی نسبت صاحب مکان سے قطع ہو گئی واللہ اعلم وجاز بیع بنا دیوت مکہ وارضہا بلا کراہت وبہ قال الشافعی و یفتی عینی وقد مر فی الشفعۃ اور مکہ معظمہ کے گھروں کی عمارت اور زمین کی بیع بلا کراہت جائز ہے اور سی قول ہے شافعی کا اور اسی کا فتویٰ دیا ہے عینی نے اور یہ مسئلہ گذر گیا ہے کتاب الشفعۃ میں م وہاں کی بیع تو بالاجماع جائز ہے اور زمین کی بیع صحابین کے نزدیک اور امام کی ایک روایت میں درست ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اور دوسری روایت امام سے یہ ہے کہ ارضی مکہ کی بیع جائز نہیں و فی البرہان فی باب العشر ولا یمکرہ بیع ارضہا کبنا سماعہ بعل اور برہان کے باب العشر میں ہے کہ زمین مکہ کی بیع وہاں کی عمارت کی مکہ نہیں اور اسی کے مانند پٹنل ہے و فی مختارات النوازل لہا حب الہدایۃ لا باس بیع بنائہا و اجارۃ تہا لکن فی الزیلعی وغیرہ بیکرو اجارۃ تہا اور صاحب ہدایہ کے مختارات النوازل میں ہے کہ مکہ معظمہ کی عمارت بیچنے میں اور اس کے کرایہ میں کچھ مضائقہ نہیں لیکن زیلعی وغیرہ نے کہا کہ اس کا کرایہ مکہ ہے و فی آخر الفصل الخامس من التتار حانیۃ و اجارۃ الوہبانۃ قال قال ابو حنیفہ رحمہ اللہ اگرہ اجارۃ بیوت مکہ فی ایام الموسم وکان یفتی لہم ان یشترکوا علیہم فی دورہم لقولہ تعالیٰ سواہ العاکف فیہ والباد وخص فیہا فی غیر ایام الموسم انتہی فلیحفظ قلت وبہذا یظہر الفرق والتوفیق ویکذا کان بنیادی عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ایام الموسم وبقول یا اہل مکہ لا تتخذوا بیوتکم ابوابا لینیزل الہادی حیث شاء ثم یلو الایۃ فلیحفظ اور تاتار حانیۃ کی فصل خامس کے آخر اور وہبانیۃ کتاب الاجارہ میں دونوں کتاب والوں نے کہا کہ امام غلام نے کہا کہ مکہ مکرمہ جانتا ہوں میں مکہ معظمہ کے گھروں کا کرایہ موسم حج کے دنوں میں اور امام اہل مکہ کو فتوے دیتے تھے کہ حاجیوں کو تاریں اپنے گھروں میں بدوں کرایہ کے بدلیل اس آیت کے کہ مکہ میں رہنے والا اور مسافر برابر ہے اور موسم حج کے سوا اور دنوں میں وہاں کے کرایہ کی رخصت دیتے تھے انتہی مافی التتار حانیۃ والوہبانۃ تو اس کو یاد رکھنا چاہیے میں کہتا ہوں اور اس تقریر سے فرق ایام حج اور غیر حج کا اور دفع تناقض کراہت اجارہ اور عدم کراہت کا ظاہر ہو گیا اور اسی طرح فتویٰ امام کے موافق امیر المومنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ایام موسم حج میں بلند آواز سے فرماتے تھے کہ اے اہل مکہ اپنے گھروں کے دروازے نہ بناؤ یعنی بند نہ کرو تاکہ مسافر وہاں اترے جہاں اس کا بجا چاہے پھر آیت مذکورہ پڑھتے تھے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے و جاز قید العبد تحرزا عن الترد والاباق دہر سنتہ المسلمین فی الفساق اور جائز ہے قید کرنا غلام کا بیڑی ڈال کر قرد اور بھاگ جانے کے سبب سے اور وہ مسلمانوں کا طریق ہے بدکاروں کے حق میں یعنی اس قصہ سے قید کرنا درست ہے اور اگر اس کا خوف نہ ہو تو جائز اور محترم کر تکلیف دینا ناحق مکہ ہے اور سی حکم ہے لہذا فی الطہاری وقبول ہدیۃ تاجرا و اجارۃ و عتقہ واستعارۃ وابتہ استئمانا اور غلام کا تحفہ قبول کرنا جائز ہے جب کہ وہ باذن مولے سوداگری کرتا ہو اور اس کی دولت قبول کرنا اور اس کا جانور عاریت لینا درست ہے از روئے امتحان کے م قیاس یہ ہے کہ اس کا ہدیہ وغیرہ قبول نہ ہو کیونکہ وہ تبرع کے لائق نہیں ہے لیکن بطریق امتحان کے درست ہے تاکہ اہل معاملہ اس کی طرف رجوع کریں اور سوداگری اس کی رواج پکڑے اور حدیث صحیح میں ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سلمان فارسی کا تحفہ قبول کیا ان کے آزاد ہونے سے پہلے اور بریرہ کا تحفہ قبول کیا اور فرمایا کہ اس کے حق میں صدقہ ہے اور ہمارے واسطے تحفہ کذا فی الزیلعی وکرہ کسوتہ اسے قبول ہدیۃ بعد ثواب



وایدادہ النقرین لعدم الضرورة اور مکروہ ہے اس کی کسوت یعنی غلام کے کپڑے کا تحفہ قبول کرنا اور روپیے اشرفی کا ہدیہ دینا اس کا مکروہ ہے  
عدم ضرورت کے سبب سے یعنی یہ امور منجملہ سوداگری کے نہیں واستحذام الحنفی ظاہرہ الاطلاق وقیل بل دخولہ الحکم بوسنۃ خمسۃ عشر اور حنفی  
یعنی خوب سے خدمت لینا مکروہ ہے ظاہر اس کلام کا اطلاق پر دلالت کرتا ہے خواہ باہر خواہ گھر میں اور قول ضعیف یہ ہے کہ خوب سے باہر خدمت لینا  
مکروہ نہیں بلکہ اس کا جانا گھر کے اندر عورت میں مکروہ ہے اگر اس کی عمر پندرہ سال یا زیادہ کی ہو وکرہ اقراض اسے اعطاء بقال کجنازہ وغیرہ  
راہم اور بالحق بلکہ لوبقی بیدہ بشرط لینا خذ متفرقا منہ بذلک ماشاء ولو لم یشرط حال العقد لکن یعلم انہ یدفع لذک بشرط لایۃ لانه قرض جہر  
نفعاً و ہو بقاء مالہ اور مکروہ ہے اقراض یعنی روپیے یا گھوڑوں بقال کا چنانچہ نانوائی وغیرہ کو دینا تلف ہو جانے کے خوف سے اگر اس کے پاس سے  
یہ شرط کر لینا کہ بقال سے بعض اس کے لیا کرے گا متفرق جو چاہے گا اور اگر بہ شرط حال عقد یعنی دینے کے وقت نہ کی لیکن بقال جانتا ہے  
کہ وہ اسی واسطے دیتا ہے تو بھی مکروہ ہے کذا فی الشرع لایۃ دلیل کراہت کی یہ ہے کہ اس طرح دینا وہ قرض ہے جس سے مالک نے نفع حاصل  
کیا یعنی مالک کا مال باقی رہنا کم اکثر ایسا ہوتا ہے کہ آدمی بقال وغیرہ کے پاس روپیہ رکھ دیتا ہے اس خیال سے کہ میرے پاس باقی نہ رہے گا خریدا  
ہو جائے گا تو بقدر ضرورت اندک اندک اس سے لیا کرتا ہے تو یہ مکروہ ہے اس واسطے کہ اس قرض سے نفع حاصل ہوا باقی رہنے مال کا خواہ دینے  
کے وقت متفرق لینے کی شرط کرے یا نہ کرے اس واسطے کہ معروف کامل شرط ہے سعید بن منصور کی سنن اور بیہقی میں حدیث مرفوعہ ہے کہ جب  
قرض دے تو متفرق کا ہدیہ قبول نہ کرے اور اس کی سواری پر سوار نہ ہو مگر اس وقت جب کہ ہدیہ دینا اور سوار ہونا دونوں میں قرض سے پہلے بھی جاری ہو  
و بیہقی کی دوسری روایت یہ ہے کہ قرض جہر منفعۃ فہو جہر وجہہ الیہ یعنی جو قرض نفع کھینچنے تو وہ بھی ایک وجہ ہے رہا کی وجہ سے کذا فی العینی شرح  
لمذاہیہ فلوا و دعوہ لایکول لانه لوبلک لا یمن تو اگر روپیہ وغیرہ بقال کے پاس امانت اور ودیعت رکھ دے اور اس سے متفرق لیا کرے تو مکروہ نہیں اس  
لئے کہ اگر روپیہ وغیرہ تلف ہو جائے بقال کے پاس تو اس پر تاوان نہیں مگر جب ودیعت میں ضمان نہ ہو تو قرض ثابت نہ ہو المذاہر منفعۃ مکروہ نہ ٹھہرا  
و کذا الو شرط ذلک قبل الاقرض ثم اقرضہ لیکرہ اتفاقاً قستانی و شرعاً لایۃ اور اسی طرح اگر یہ متفرق لینا قرض دینے سے پہلے شرط کر لیا پھر قرض دیا تو بالاتفاق  
مکروہ نہیں کذا فی القستانی و الشرع لایۃ تجنیس اور خرید میں اس کی تین صورتیں مذکور ہیں ایک یہ کہ لینا بطریق تبرع یا خرید کے قرض میں شرط کرے دوسرے  
یہ کہ شرط نہ کرے لیکن معلوم ہو کہ اسی کے واسطے دیتا ہے یہ دونوں صورتیں مکروہ ہیں تیسری وجہ یہ ہے کہ قرض دینے سے پہلے شرط کرے بعد اس کے  
قرض دے تو یہ جائز ہے کیونکہ اس میں نفس عقد میں منفعۃ شرط نہیں کذا فی الطحاوی عن الشرع لایۃ و کرہ تحریک اللعوب بالزور اور نہ کھیلنا کرکڑ  
تحریک ہے مگر یہ کھیل آرڈشیر بن بابک نے نکالا ہے لہذا اس کو نہ دشیر کہتے ہیں کذا فی القاموس قستانی نے کہا کہ یہ کھیل شاہ پور بن اردشیر کی موضوعات  
سے ہے اور وہ دوسرا بادشاہ ہے ملوک ساسانیہ سے اور یہ حرام ہے اور مسقط عدالت ہے بالاجماع انتہی اور حرمت نہ دشیر کی حدیث مرفوعہ  
میں ثابت ہے چنانچہ جامع صغیر میں ہے اور عینی نے اس میں صحیح مسلم سے روایت کی ہے و کذا الشطرنج بکسر اولہ و ہل ولا یفتح الا نادراً اور اسی طرح  
شطرنج مکروہ ہے شطرنج بکسر ثانی معجزہ ہے اور سین مملہ بھی جائز ہے اور اس کو فتح نہیں دیا جاتا مگر بقتل مگر چند شطرنج کی حرمت چند احادیث  
ضعیفہ میں مذکور ہے لیکن عمدہ دلیل اس کی تحریم پر یہ ہے کہ وہ لوب ہے اور ان ملاعب شلثہ سے جن کا استثناء حدیث معتمد میں ثابت ہے خارج ہے  
کذا فی العینی شرح وقایہ میں ہے کہ شطرنج کھیلنے میں عزت غانہ کا مظہر ہے اور عمر ضائع کرنا ہے اور نظر باطل کا ایسا استیلا ہے کہ کھیلنے والے کو  
بھوک پیاس کی خبر نہیں رہتی اور چیز کا کیا ذکر ہے و اباحہ الشافعی و ابو یوسف رضی فی روایۃ و نظمہا شارح الوہبانیۃ فقہی سے و اباس بالشطرنج  
و جاروۃ عن الخبر قاضی الشہق والغرب تو شرعاً اور شطرنج کو مباح کہا ہے شافعی اور ابو یوسف نے ایک روایت میں اور اس کو نظم کیا ہے

شارح و بہانہ نے سو یوں کہا کہ کچھ مضائقہ نہیں شطرنج میں اور ایک روایت ہے منقول علامہ شرقیٰ طرب کے قاضی سے یعنی ابو یوسف سے و ہذا اذا لم یقام ولم یدام ولم یخل بواجب والا فحرام بالاجماع اور یہ باجہ شافعی اور ابو یوسف کے نزدیک اس وقت ہے جب کہ قمار بازی نہ کرے اور ہمیشہ نہ کھیلے اور ادا لے واجب میں مثلاً جمعہ اور جماعت پنجگانہ میں خلل نہ ڈالے اور نہیں تو سب کے نزدیک حرام ہے و کہہ کل لہو لہو صلی اللہ علیہ وسلم کل لہو لہو مسلم حرام الا ثلثہ ملاعبۃ الہ و تادیب لفرسہ و مناصبۃ بقومہ اور ہر کھیل مکروہ ہے بدلیل قول رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کہ مسلمان کا ہر کھیل حرام ہے مگر تین کھیل حرام نہیں اپنی زوجہ سے ملاعبت کرنا اور اپنے گھوڑے کو تعلیم اور تادیب کرنا اور اپنی کمان سے تیر اندازی کرنا سبقت کے واسطے مہو اور لعب اور عیث بمعنی واحد میں کذا فی شرح التاویلات اور حرمت ملاہی قرآن مجید میں بھی مصرح ہے انجستہم انما خلقنا کم عبداً یعنی کیا یہ تم نے گمان کیا ہے کہ ہم نے تم کو عبث پیدا کیا ہے لسانی کی حدیث مرفوعہ میں تعلیم سیاحت یعنی پانی میں طیرنا بھی حرمت ملاہی سے مستثنیٰ ہے و کہہ جعل العقل طوقاً لراۃ فی عنق العبد یعلم باقاہ و فی زمانہ لا یأس بہ بغلبۃ الا باق خصوصاً فی السودان و ہوا المتارکما فی شرح الجمع للعلینی سلمہ اور کھیل والا طوق غلام کے گلے میں ڈالنا جس سے اس کا بھاگنا ثابت ہو مکروہ ہے اور ہمارے زمانہ میں طوق ڈالنا مکروہ نہیں سبب کثرت بھاگنے کے خصوصاً جستی غلاموں میں اور یہی قول مختار ہے چنانچہ عینی کی شرح مجمع میں ہے ہم روایت وہ علامت ہے جو غلام کے گلے میں ڈالے تاکہ معلوم ہو کہ یہ گرجتہ ہے اور وہ طوق ہے جس میں مسماۃ عظیم ہے جو تحریک سر سے مانع ہے کذا فی الطحاوی و کہہ قولہ فی دعائہ بمعتقد العز من عرشک و لو بتقدیم العین اور اپنی دعائیں یوں کہنا مکروہ ہے کہ بمعتقد العز من عرشک اگرچہ عین کی تقدیم ہو قاف پر ہم یہاں دو صورتیں ہیں معتد یعنی تقدیم قاف کی عین پر اور معتد یعنی تقدیم عین کی قاف پر سود و نون طرح مکروہ ہے اس واسطے کہ معتد مشتق ہے تو سے تو ممکن عرش پر ثابت ہوا اور حالانکہ یہ قول مجسمہ کا باطل ہے اور معتد بتقدیم عین بھی جائز نہیں اس لئے کہ عرش کو موضع عقد عزت کہنا موسوم حدیث ہے اس واسطے کہ عرش قدیم نہیں محدث ہے تو عزت متعلق بعرش بھی حادث ٹھہرے گی حالانکہ عزت رب العالمین قدیم ہے کذا فی العینی ملخصاً وعن ابی یوسف ر لا یأس بہ و بہ اخذ ابواللیث ر للآثر اور ابو یوسف سے روایت ہے کہ دعائیں بمعتقد العز من عرشک کہنا مکروہ نہیں اور اسی قول کو فقہ ابواللیث نے پسند کیا ہے بدلیل اثر کے ہم اثر مذکور ذہبی کی کتاب الدعوات میں عبد اللہ بن مسعود سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بارہ رکعت نماز ادا کر رات یا دن میں اور در رکعت میں تشہد پڑھ اور آخر نماز میں شائے خدا سے عزوجل کر اور درود پڑھ اور سجدہ میں سات بار سورہ فاتحہ پڑھ اور آیت الکرسی سات بار پڑھ اور لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ الملک ولہ الحمد و ہو علی کل شیء قدیر دس بار کہ پھر یہ دعا کر اللہم انی اسألك بمعاقب العز من عرشک و منہشی الرحمۃ من کتابک واسمک الاعظم و کلامک الثامۃ پھر اپنی حاجت مانگ پھر اپنا سراٹھا پھر دہنہ بائیں سلام کر اور اعقول کو یہ دعا نہ سکھا اس واسطے کہ وہ دعا کریں گے تو قبول ہوگی انتہی ابن جوزی نے کہا کہ یہ حدیث موضوع ہے اور ابن معین اور حبان نے اس کی تکذیب کی کذا فی العینی شرح المداۃ لطحاوی نے شرح حموی سے نقل کیا کہ اگر لفظ عرش کی صفت قرار دیجے نہ صاحب عرش کی تو یہ دعا جائز ہوگی اس واسطے کہ توصیف عرش کی بلفظ کرم اور مجید کے ثابت ہے اور فقہ ابواللیث نے جو سلمہ ایک نسخہ میں اس کے بعد عبارت ہے بخلاف القید فانہ حلال کہ مراد بخلاف القید تنہا ہے باقی مثنیٰ یعنی بخلاف بڑی ڈالنے کے کہ وہ حلال ہے جیسے اوپر گذرا چکے ہے سند مکروہ ہوتا تھا اور مترجم اول نے اس کو ترک کر دیا تھا لہذا ترک کیا گیا ۱۲ سلمہ نہیں ہے کوئی مجبور بخیر خدا کے وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اسی کو سلطنت ہے اور اسی کو تعریف ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے ۱۳ سلمہ ابھی میں تجھ سے سوال کرتا ہوں بظہیل تیرے عرش کے جلوں کے جن میں تیری عزت و اہمیت ہے اور بظہیل منہا نے رحمت کے تیری کتاب سے اور تیرے ہم اعظم اور کلمات تار کے ظہیل سے ۱۴



اس کو اختیار کی ہے تو اس کی بھی وجہ وجہ ہے واللہ اعلم بالصواب والاحوط الامتناع لكونه خبر واحد في مخالفة القطعي اذا امتشابه انما يثبت القطعي بما يرد زياده تراحيطا اس دعا کی امتناع میں ہے اس واسطے کہ خبر واحد ہے اس امر میں جو دلیل قطعی کے مخالف ہے اس واسطے کہ امتشابه تو قطعی سے ثابت ہوتا ہے کذا فی الہدایۃ ہم یعنی تنزیہ رب العالمین شواہد حدوث اور عجمانیت سے بدلیل قطعی ثابت ہے اور یہ خبر موم حدوث سے تو اس کی ترک میں احتیاط ہے بلکہ جب اس کا موضوع ہونا ثابت ہوا تو ترک واجب ہے و فی التا تاریخانۃ معزیا للمنتقی عن ابی یوسف

عن ابی حنیفۃ لا یغنی لاحد ان یدعو اللہ الالب والدعاء الماذون فیہ المأمور بہ بالاستفیض من قولہ تعالیٰ وللہ الاسماء الحسنی فادعوه بها قال وکذا لا یصل حد علی احد الا علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور تا تاریخانۃ میں منسوب بمعتقی ابو یوسف سے عن ابی حنیفۃ منقول ہے کہ کسی کو دعا مانگنا لائق نہیں مگر بذریعہ ذات اور صفات اور اسماء الہی کے اور دعا ماذون فیہ اور مأمور بہ وہ ہے جو حق تعالیٰ کے اس قول سے مستفاد ہے کہ حق تعالیٰ کے اسماء حسنہ میں سوائے اسماء سے دعا کیا کرو گے اور اسی طرح صلوٰۃ اور درود کوئی کسی کو نہ کہے مگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یعنی بالاستقلال لفظ صلوٰۃ درست نہیں لیکن بالیقین درست ہے مگر غیریہ صلی اللہ علیہ وسلم پر تنہا صلوٰۃ کہنا اس طرح کہ اللہ صلی علی فلان مکروہ ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ملا کر یوں کہنا اللہ صلی علی محمد و علی آلہ واصحابہ تو جائز ہے انتہی لیکن ملائکہ علیہم السلام پر بالاستقلال صلوٰۃ درست ہے اور سلام بجائے صلوٰۃ کافی ہے کذا فی الطحاوی وکرہ قولہ بحق رسولک وانبیائک واولیائک وحق البیت لانہ لاحق للمخلوق علی الخالق تعالیٰ اور مکروہ ہے یوں کہنا دعائیں بحق رسولک وحق انبیائک یا بحق بیت اللہ اس واسطے کہ خلق کا کچھ حق ثابت نہیں خالق تبارک و تعالیٰ پر ہم انبیا اور اولیا علیہم السلام کا حق خالق تعالیٰ پر وجوباً ثابت نہیں لیکن تفضلاً و کرماً ثابت ہے یہاں تک کہ ازراہ کرم حق سائلین بھی ثابت ہے چنانچہ حصن حصین میں حدیث ثابت ہے اللہم انی اسالک بحق السائلین علیک اور بحق سے اگر حرمت اور عظمت اور وجاہت مراد لیجیے تو بطریق وسیدہ درست ہے قال تعالیٰ واستغوا الیہ الوسیۃ کذا فی الطحاوی تبصر و لو قال لاخر بحق اللہ او باللہ ان تفضل کذا لایزید ذلک وان کان الاولی فغدر و در اور اگر ایک نے دوسرے سے کہا کہ بحق خدا یا بخدا ایسا کرو تو اس پر یہ کرنا لازم نہیں اگرچہ ویسا کر دینا بہتر ہے کذا فی الدرر یعنی واجب نہیں مستحب ہے و فی المختارات قال ابن المبارک سال لوجہ اللہ وحق اللہ یعنی ان لا یعطی شیئاً لانه عظم ما حق اللہ اور مختارات میں ہے کہ عبد اللہ بن مبارک نے کہا کہ ایک شخص نے دوسرے سے صدقہ بذات خدا یا بحق خدا سوال کیا مجھ کو یہ پسند آتا ہے کہ اس کو کچھ نہ دے اس واسطے کہ اس نے تعظیم کی اس چیز کی جس کو خدا نے حقیر اور ذلیل کیا یعنی دنیا مانگی پروردگار جل شانہ کا نام لے کر طحاوی نے کہا یہ اس صورت پر محمول ہے جب کہ سوال سائل کا بے ضرورت معلوم ہو و فیما قرأ القرآن ولا یعمل بموجبہ ثواب علی قرآنہ ممن یصلو ویصلی اور مختارات میں ہے کہ قرآن مجید پڑھا اور اس کے بموجب عمل کیا تو پڑھنے کا ثواب پاوے گا ماننے اس شخص کے کہ نماز پڑھتا ہے اور گناہ کرتا ہے یعنی اگرچہ ترک عمل سے گنہگار ہوگا تو ثواب ہو ایک جہت سے اور گناہ ہو اور دوسری جہت سے فربح مسئلہ طحاوی شارح کا بل یکر و رفع الصوت بالذکر والدعاء قبل نغم و تمام قبل جنایات البزازیہ کیا مکروہ ہے اولاً بظہر کرنا ذکر اور دعائیں بعضوں نے کہا اں مکروہ ہے اور اس کا پورا بیان بزازیہ کی کتاب الجنایات کے پہلے مذکور ہے ہم جہر ذکر اور دعا میں اختلاف ہے اور ظاہر اس کا حکم باختلاف احوال ذکر مختلف ہے استحضار قلب اور عدم استحضار اور ریا اور عدم ریا کے سبب سے کذا فی الطحاوی وکرہ احتکار قوت البشیر کثیرین و غیب و لوز و البہائم کتبین وقت فی بلد یضربا ہلہ اور احتکار یعنی بند کر رکھنا آدمی کا قوت چنانچہ انجیر اور انگور

۱۱۔ اٹھ صلوٰۃ نازل کر خداں شخص پر ۱۲۔ اسی رحمت بھیج محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور ان کی آل اور اصحاب پر ۱۳۔ حق اپنے رسول کے اور حق اپنے انبیاء کے اور حق اپنے اولیاء کے تو دعا قبول کر ۱۴۔ اسی میں تجھ سے سوال کرتا ہوں تجھ پر سوال کرنے والوں کے حق کی وجہ سے ۱۵۔

اور بادام اور جانوروں کا قوت چنانچہ بھوسہ اور چارہ خشک یا تر مکروہ ہے اس شہر میں جہاں کے لوگوں کو بند رکھنا ضرر پہنچاتا ہو، احتکار یعنی حبس طعام اور علف گرانی یا محظ کی نیت سے مکروہ تحریمی ہے امام کے نزدیک اور اسی پر فتویٰ ہے اور ابو یوسف کے نزدیک جس کا حبس خلق کو مضرب ہو وہ احتکار ہے اگرچہ سونا یا چاندی یا کپڑا ہو احتکار ثابت ہوتا ہے ہم دن یا مہینہ بھر کے حبس سے اصل یہ ہے کہ طعام کی تجارت بقصد احتکار و انتظار گرانی کے بہتر نہیں لیکن اگر گرانی کی نیت نہ ہو تو بہتر ہے کذا فی الخطاوی لحدیث الجالب مرزوق والمحتکر ملعون احتکار مکروہ ہے بدلیل اس حدیث کے کہ جالب مرزوق ہے اور محتکر ملعون ہے م یہ حدیث بروایت عمر بن الخطاب سنن ابن ماجہ اور اسحق بن راہویہ اور دارمی اور عبد اللہ بن حمید اور ابو علی کی مسانید میں اور بیہقی کی شعب الایمان میں ثابت ہے جالب وہ جو غلہ باہر سے خرید کر شہر میں بیچنے کو لاوے تو وہ مرزوق یعنی اس کی روزی میں برکت ہے اس لئے کہ لوگوں کو فائدہ ہوتا ہے دعاء مسلمان کے لائق ہے اور قوت کا بند کر رکھنے والا بدخواہ خلأقی ہے لہذا اس پر لعنت ہے اصطلاح شرع میں احتکار یہ ہے کہ آدمی اور جانور کا قوت بند کر رکھے اس کو نہ بیچے گرانی کے انتظار سے مہینہ بھر یا زیادہ بشرطیکہ غلہ اسی شہر میں خرید کیا ہو اور لوگوں کو ضرر نہ ہو، حبس سے یعنی اگر اور مقام سے لا کر غلہ بند کر رکھا ہو شہر میں یا خلق کو حاجت نہ ہو تو وہ احتکار مکروہ نہیں کذا فی العینی فان لم یضر لم یکرہ سو اگر احتکار ضرر نہ کرتا ہو تو وہ مکروہ نہیں م ضرر کی صورت یہ ہے کہ شہر چھوٹا ہو اور اگر ضرر نہ ہو اس طرح پر کہ شہر بڑا ہو یعنی جہاں ہر طرف سے غلہ آتا ہو تو وہاں احتکار مکروہ نہیں اس لئے کہ اس نے اپنا مال رکھ چھوڑا بلا مضرت غیر کذا فی الزیلعی ومثلہ تعلق الجلب اور ماہذا احتکار کے تعلق جلب ہے م تعلق جلب یعنی شہر سے نکل کر کھپ اور بھرتی لانے والوں سے غلہ مول لینا اگر مضرب شہر والوں کو تو درست نہیں اور نہیں تو درست ہے بشرطیکہ غلہ کے زرخ کو غلہ لانے والوں سے نہ چھپا دے والا تعلق جلب مطلقاً مکروہ ہے خواہ اہل شہر کو ضرر ہو یا نہ ہو کذا فی الہدایۃ وشرعاً وجب ان یا مرہ القاضی بیع ما فضل عن قوتہ وقوت اہلہ فان لم یبع بل خالف امر القاضی عززہ بما یراہ رادعاً وباع القاضی علیہ طعامہ وفاقاً علی صحیح اور یہ واجب ہے کہ جس قدر غلہ محتکر کا زیادہ ہو اس کی اور اس کے گھر والوں کی قوت سے اُس کے بیچ ڈالنے کا قاضی حکم دے پھر اگر وہ نہ بیچے بلکہ حکم قاضی کی مخالفت کرے تو قاضی اس کو تعزیر دے جیسا مناسب دیکھے اس کی زجر اور توبیخ کے واسطے اور قاضی اس کا غلہ زبردستی بیچ ڈالے باتفاق امام اور صاحبین رحمہم کے بقول اصح م ہر چند امام کے نزدیک حجر جائز نہیں لیکن در صورت ضرر عام کے درست ہے کذا فی الخطاوی وفی السراج لو خاف الامام علی اہل بلد الہلاک اخذ الطعام من المحتکرین و فرق علیہم فاذا وجدوا سعة ردوا مثله وذا لیس یجوز بل للضرورة من انظر لمال غیرہ وخاف الہلاک تباؤہ بلارمناء ونقدہ الزیلعی عن الاختیار واقروہ اور سراج وراج میں ہے کہ اگر بادشاہ اہل شہر کے ہلاک ہو جانے سے ڈرے تو غلہ بند کرنے والوں سے اناج لے اور اہل شہر کو بانٹ دے پھر جب اہل شہر کو کٹاؤش ہو تو اس کے برابر اناج مالکوں کو پھیر دیں اور یہ لینا بادشاہ کا زبردستی حجر نہیں بلکہ ضرورت کے سبب سے ہے اور جو شخص کہ غیر کے مال کی طرف مضطر ہو اور اپنے ہلاک ہو جانے سے ڈرے وہ اس کو لے بلا رمناء مذی مالک کے اور زیلعی نے یہ مسئلہ اختیار سے نقل کیا اور اس کو ثابت رکھا ولا یكون محتکراً بحبس غلۃ ارضہ بلا خلاف ومجلبوبہ من بلد آخر خلافاً للثانی اور محتکر نہیں ہوتا آدمی اپنی زمین کا غلہ بند کر رکھنے سے بالاتفاق اور اس کے غلہ کے حبس سے جس کو لا دلا یا ہے دوسرے شہر سے برخلاف ابو یوسف کے م اپنی زمین کے حبس غلہ سے اس واسطے احتکار نہیں کہ اس کا خالص حق ہے حق عوام اُس سے متعلق نہیں تو مبطل حق خلق نہ ہوا اور مجلوب کے حبس سے اس واسطے احتکار نہیں کہ اہل شہر کا حق اُس سے متعلق نہیں فقیہ ابواللیث نے شرح جامع صغیر میں ذکر کیا کہ اس کی تین صورتیں ہیں ایک صورت درست ہے اور دوسری مکروہ اور تیسری میں اختلاف ہے مکروہ صورت یہ ہے کہ شہر میں غلہ مول لے اور نہ بیچے اور لوگوں کو اس کے نہ بیچنے سے ضرر نہ ہو اور جو



صورت درست ہے وہ یہ ہے کہ اس کی زمین کا غلہ ہو یا دوسرے شے سے اس کو لے آیا ہو یا شہر ہی میں غلہ خرید کیا ہو لیکن لوگوں کو مضرت نہ ہو اور مختلف اصوات یہ ہے کہ شہر کے متصل قریات سے غلہ خرید کرے اور شہر میں بند کر رکھے تو امام کے نزدیک درست ہے اور محمد کے نزدیک مکروہ اور یہی قول ماخوذ ہے انتہی تو یہ جو صاحب ہدایہ نے محبوب کو مکروہ کہا ہے ابو یوسف کے نزدیک موسلم نہیں اس واسطے کہ فقہ ابو اللیث نے اس کو قسم متفق علیہ میں داخل کیا ہے قدوری نے کتاب التقریب میں روایت کی کہ ابو یوسف نے کہا کہ اگر نصف میل سے غلہ لاوے تو وہ احتکار نہیں اور اسی طرح مختصر کرخی میں ہے تو محبوب بلد آخر ابو یوسف کے نزدیک کیونکر احتکار ہو گا کذا فی العینی شرح الدایم مختصر وعند محمد ان کان یحبب من عادیہ کرہ دہر المختار اور محمد کے نزدیک اگر غلہ لانے کی اس شہر سے عادت ہو تو وہاں سے غلہ لا کر بند کر رکھنا احتکار مکروہ ہے اس واسطے کہ تمام شہر کا حق اس سے متعلق ہے اور یہی قول مختار ہے ولا یسعر الحاکم لقوله علیہ الصلوۃ والسلام لا تسعروا فان اللہ ہو المسعر القابض الباسط الرزاق اور حاکم نزع مقرر نہ کرے بدلیل قول نبی صلی اللہ علیہ وسلم کہ نزع مقرر نہ کرو اس واسطے کہ بالتحقیق اللہ تعالیٰ ہی نزع مقرر دینے والا قابض اور باسط رزاق ہے یعنی تنگی اور کشائش اناج کی اسی کی طرف سے ہے ابو داؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ میں انس بن مالک سے روایت ہے کہ لوگوں نے کہا یا رسول اللہ نزع گراں ہو گیا سو ہمارے واسطے نزع مقرر کر دیجیے تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان اللہ ہو المسعر القابض الباسط الرزاق میں چاہتا ہوں کہ خدا سے ملوں اور تم میں سے کوئی شخص مجھ سے مطالبہ نہ کرے ظلم کرنے کا نہ خون کا نہ مال کا ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے اور دارمی اور برزادر ابو یعلیٰ موسلی نے اپنی سندوں میں اس کو روایت کیا ہے کذا فی العینی الا اذا تعدی الارباب عن القیمۃ تعدیاً فاحشاً فلیسعر بمشورۃ اہل الراۃ مگر جب کہ غلہ فروش قیمت میں تعدی فاحش کریں تو حاکم اہل راستے کے مشورہ سے نزع مقرر کر دے م تعدی فاحش کی صورت عینی اور زبانی وغیر جانے یہ بیان کی ہے کہ دونی قیمت پر بیع کرتے ہوں وقال مالک علی الابی التیسیر عام العلاء اور امام مالک نے کہا کہ حاکم پر گزانی کے سال میں نزع کرنا واجب ہے م تو امام اعظم اور مالک کے مذہب لزوم اور عدم لزوم کا فرق ہے یعنی ہمارے مذہب میں نزع حاکم پر واجب نہیں در صورت تعدی جائز ہے اور مالک کے نزدیک واجب ہے و فی الاختیار تم اذا سمع وخاف البائع ضرب الامام ففقد لایکل للمشتري وحیثہ ان یقول کہ یعنی ہاتھ اور اختیار میں ہے پھر جب کہ حاکم نزع مقرر کر دے اور بائع ڈرے حاکم کی ضرب سے اگر اس کے نزع سے کمی کرے تو مشتری کو وہ غلہ حلال نہیں یعنی مالک کی نارضا مندی کے سبب سے توحید جواز کا یہ ہے کہ مشتری بائع سے کہے کہ میرے ہاتھ تو بیع جس قدر تو چاہے کذا فی العینی عن الجیظ ولو اصابک من سحر الجوز واللحم ووزن ما تصارح المشتري بالنقصان فی الجوز لا اللحم لشہرۃ صغرہ علاۃ بخلاف اللحم او ساگر ایک شہر کے لوگ روٹی اور گوشت کا نزع مقرر کر لیں اور بائع کسی شخص کو کم تول دے تو مشتری نقصان بھرے روٹی میں نہ گوشت میں اس واسطے کہ عادت یہ ہے کہ روٹی کا نزع مشہور ہو بخلاف گوشت کے کہ اس میں شہرت نہیں ہوتی مگر لعلت ہم یہ تفصیل مشتری مسافر پر محمول ہے اور اگر مشتری اس شہر کا رہنے والا ہو تو وہ روٹی اور گوشت دونوں کا نقصان بھرے اس واسطے کہ معروف کا مشروط ہے کذا فی الزبانی وغیرہ قلت وانا دان التیسیر فی القوتین لا غیر و بصرح العتانی وغیرہ لکنہ اذا تعدی ارباب غیر القوتین وظلموا علی العامة فیسعر علیہم الی کم ہمارے اقال ابو یوسف یعنی ان کی جواز ذکرہ القستانی فان ابو یوسف معتبر حقیقۃ النظر کہما تقررتہ بر میں کتابوں اور مصنف نے اشارہ کر دیا کہ حاکم کا نزع مقرر کر دینا انسان اور حیوان کی قوت میں ہے نہ قوت کے سوا اور چیزوں میں اور اس کو صریح بیان کر دیا ہے عتانی وغیرہ نے لیکن اگر غیر قوت کے بائع زبانی کریں گزانی میں اور لوگوں پر ظلم کریں سو حاکم ان پر زبردستی نزع مقرر کر دے ابو یوسف کے قول پر تو لائق یوں ہے کہ یہ جائز ہو ایسا ذکر کیا ہے قستانی نے اس واسطے کہ ابو یوسف کے نزدیک حقیقت منکر کا اعتبار ہے قوت میں ضرر ہو یا غیر قوت میں چنانچہ یہ ثابت ہے تو اس کو غور کرے مکرہ امساک الحامات و لونی بر جہان ان کان لیفر بالناس بنظر اوجب اور مکروہ ہے کیونکہ تروں کا رکھنا اگرچہ کیونکر اپنے درجوں میں رہتے ہیں

بشرطیکہ لوگوں کو ضرر نہ ہو نظر سے یا جلب سے ہم نظر کا ضرر یہ کہ لوگوں کے مکانات اور عورت پر کبوتر بازی کی نظر پڑتی ہو اور جلب یہ کہ اس کے کبوتر کے ساتھ غیر شخص کا کبوتر اڑتا ہو اور یہ شخص اس کو پکڑ لیتا ہو والا احتیاط ان سے تصدیق بہائم بیشتر یا او تو مہب کہ مجھے اور جو غیر کا کبوتر پکڑے اور اس کے مالک کو نہ جانتا ہو تو احتیاط یہ ہے کہ کبوتر خیرات کر دے محتاج کو پھراس کو محتاج سے خرید کر لے یا اس کو مہبہ کر دیا جائے تصدیق کے بعد کذا فی الجملۃ ہم تصدیق کی وجہ یہ ہے کہ جب مالک چیز کا معلوم نہ ہو تو اس کا رکھنا حلال نہیں اس کو تصدیق کرنا چاہیے مالک کے ثواب رسائی کی نیت سے فان کان لبطر ما فوق السطح مطلقا علی عورت المسلمین ویکسر زجاجا والناس برمیۃ تلک الحمامات عزرو ومنع اشد المنع فان لم یمنع بند لک ذبحا اسے الحمامات المختب پھر اگر کبوتر بازان کو اڑتا ہو حیثیت کے اور چھانکتا عورت مسلمین کو اور توڑتا لوگوں کے شیشے کبوتروں کے مارنے اور لٹکنے سے تو تعزیر دیا جاوے اور نہایت سختی سے منع کیا جاوے پھر اگر باوجود اس کے باز نہ رہے تو کبوتروں کو مختب ذبح کر ڈالے وصرح فی نوہا نیو بوجوب التعزیر وذبح الحمامات ولم یقیدہ بامر ولعلہ امتد علی عادتہم اور وہ یہاں یہ میں وجوب تعزیر اور ذبح کر ڈالنے کبوتروں کی تعزیر کی ہے اور قید نہیں لگائی اطلاع عورت اور برتن توڑنے کی اور شاید کہ اس نے ان کی عادت پر اعتماد کیا یعنی صاحب وہاں کے زمانے میں تاکنے چھانکتے اور پتھریاں پھینکنے کی عادت ہوگی لہذا اس نے اس قید لگانے کی حاجت نہ دیکھی واما لاستیناس مباح کثیرا و عسافر لیتقوا ان قال من اخذ ما منی له ولا تخزج عن ملک باعنا قد قبل بیکرہ لانه یضیع المال جامع الفتاویٰ اور کبوتر کا پالنا دفع وحشت اور بے لگانے کے واسطے ہے تو مباح ہے جیسے کنجشک خرید کرنا چھوڑ دینے کے واسطے مباح ہے بشرطیکہ چھوڑنے کے وقت یوں کہہ کہ ان کو پکڑ لے تو وہ آپ کے ہیں اور چھوڑ دینے سے اس کی ملک سے باہر نہیں ہو جاتے یعنی تا وقتیکہ دوسرا شخص ان کو پکڑ نہ لے اور بھٹوں نے کہا کہ کنجشک خرید کر کوکے چھوڑنا مکروہ ہے اس واسطے کہ مال کا ضائع کرنا ہے کذا فی جامع الفتاویٰ و فی المختارات سیب داتہ قال ہی لمن اخذ ما منی یاخذ ما منی اخذ ما منی مرفی الحج اور مختارات میں ہے کہ اپنا جانور ایک شخص نے چھوڑ دیا مطلق العنان کر دیا اور کہا یہ اس کا ملک ہے جو اس کو پکڑ لے تو اس کے پکڑنے والے سے چھوڑ دینے والا نہ لے اور کتاب الحج میں یہ مسئلہ گذر گیا وجاز رکوب الثور وحمید والکرب علی الحمیر بلا جہد و ضرب اذ ظلم الدابة اشد من ظلم الذی انکما اشد من ظلم المسلم اور سوار ہونا بیل پر اور اس کا لادنا اور گدھوں سے کھیت جو تباہیوں مشقت شدید اور مارنے کے جائز ہے اس واسطے کہ ظلم جانور کا سخت تر ہے کافر ذمی کے ظلم سے اور ذمی کا ظلم سخت تر ہے مسلمان کے ظلم سے م یعنی مافوق طاقت مشقت لینا جانور سے اور اس کو مبت مانا ظلم شدید ہے وجہ شدت یہ ہے کہ جانور کا کوئی ناصر اور حامی نہیں سوائے خدا کے تعالیٰ کے روایت میں وارد ہے کہ سخت تر غضب اللہ تعالیٰ کا اس شخص پر ہے جس نے ظلم کیا اس پر جس کا کوئی مددگار نہیں سوائے اللہ تعالیٰ کے اور ظلم ذمی مسلم سے اس واسطے سخت تر ہے کہ وہ شدت ظلم کرے گا اپنے ظلم پر تاکر اس کے ساتھ عذاب میں شریک رہے کذا فی الفتاویٰ ولا یاس بالمسابقة فی الرمی والقوس والبغل والمارک کذا فی ملتقی والجمع واقرو المصنف خلافا لما ذکر فی مسائل شتی فتنہ والابل وعلی الاقدام لانه من اسباب الجہاد وکان مندوبا اور کچھ مضائقہ نہیں باہم سبقت لے جانے کا تیر اندازی اور گھوڑا اور اونٹ دوڑانے میں اور قدموں کے دوڑنے میں اس واسطے کہ امور مذکورہ جملہ کے اسباب میں تو مسابقت مستحب ہوئی ملتقی اور مجمع میں کہا کہ ٹمپر اور گدھے کی مسابقت بھی درست ہے اور مصنف نے اپنی شرح میں یہاں تو اس کو ثابت رکھا اور مسائل شتی میں اس کے مخالف ذکر کیا ہے تو خبردار رہنا ہم مسائل شتی میں علت مسابقت گھوڑے اور اونٹ اور اقدام اور تیر اندازی میں مخصوص کی ہے وعند الثلثۃ لا یجوز فی الاقدام اسے بالجعل اور ائمہ ثلاثہ یعنی مالک اور شافعی اور احمد کے نزدیک اقدام میں مسابقت جائز نہیں یعنی مال شرط کر کے درست نہیں واما بدو نہ فیباح فی کل الملاعب کمایاتی اور بلا شرط مال کے تو مسابقت مباح ہے سب ملاعب اور ملاہی



چنانچہ آگے آوے گا م ظاہر ہے کلام ائمہ ثلثہ کے کلام سے مرتبط ہے اور معنوں آئندہ اس کا مفید ہے کہ یہ کلام ہے اہل مذہب کا کذا فی الطحاوی  
حل الجمل و طاب لانه یصیر مستحقاً ذکرہ البرجندی وغیرہ و علائہ البرازی بانہ لا یتحقق بالشروط شئ لعدم العقد و القبض انتہی و مفادہ لزوم العقد و  
 یقول الشافعیہ فقبض مسابقت کا مال مشروط حلال اور طیب ہے اور یہ نہیں کہ وہ مستحق ہو جاتا ہے کہ حاکم زبردستی دلاوے ایسا ذکر کیا ہے  
 برجندی وغیرہ نے اور برازی نے اس کی علت بیان کی ہے کہ شرط سے کوئی چیز مستحق نہیں ہوتی بسبب نہ ہونے عقد اور قبض کے انتہی کلام  
 البرازی اور یہ کلام لزوم مال مشروط کا مفید ہے عقد ہونے کے سبب سے چنانچہ شافعی مذہب کہتے ہیں تو اس کو دیکھ سمجھ لے یعنی عقد یا قبض  
 سے استحقاق مال ثابت ہوگا تو حاکم زبردستی دلاوے گا ان شرط المال فی المسابقت من جانب واحد مسابقت کا مال مشروط حلال ہے  
 اگر مسابقت میں ایک جانب سے مال کی شرط کی ہو مثلاً حامد نے محمود سے کہا کہ اگر میرا تیرا سبقت کرے تیرے تیرے یا میرا گھوڑا یا اونٹ آگے  
 بڑھ جائے تیرے گھوڑے اور اونٹ سے تو میں دس یا سو روپے تجھ سے لوں گا اور اگر تیری طرف سبقت ہوگی تو میں کچھ نہ دوں گا و حرم لو مشروط  
 فیہا من الجانبین لانه یصیر قراراً و مسابقت کا مال مشروط حرام ہے اگر مسابقت میں دونوں جانبوں سے مال مشروط ہو اس واسطے کہ یہ  
 قرار اور جواب ہو گیا اس لئے کہ قرار وہ ہے جس میں جانبین برابر ہوں احتمال غرابت میں کذا فی الزیلعی الا اذا خلا ثالثاً محلاً بینہما بفرس کف  
 لفرسین متوہم ان یسبقهما والام بجزئاً اذا سبقتا اخذ منها وان سبقا لم یعطما و فیما بینہما ایسا سبق اخذ من صاحب جانبین کا مال مشروط حرام  
 ہے مگر اس صورت میں حرام نہیں جب کہ دونوں نے تیسرے شخص محل کو اپنے درمیان داخل کر لیا بشرطیکہ اس کا گھوڑا دونوں شخصوں کے گھوڑے  
 سے اس طرح برابر ہو کہ اس کا آگے بڑھ جانا دونوں گھوڑوں سے ممکن ہو اور اگر اس کا گھوڑا ایسا نہ ہو تو ایک کو دوسرے کا مال حلال نہیں پھر اگر  
 تیسرا محل آگے بڑھ گیا تو دونوں شخصوں سے مال مشروط لے اور اگر دونوں شخص تیسرے سے بڑھ گئے تو تیسرا ان کو کچھ نہ دے گا اور دونوں  
 شخص آپس میں جو بڑھ جاوے گا وہ اپنے ساتھی دوسرے سے لے گا مگر محمد نے کتاب میں کہا کہ ثالث کو اس وقت جواز کا حید ہوگا جب کہ اس کا  
 سابق اور مسبوق ہونا متوہم ہو اور اگر اس کی سبقت دونوں سے متیقن ہو یا اس کا مسبوق ہونا یقینی ہو تو جواز نہیں عالمگیری میں ہے کہ جب جانبین  
 نے محل کو فیما بین اپنے داخل کیا پھر ایک نے دوسرے سے کہا کہ اگر تو سبقت کرے مجھ پر تو تیرے واسطے اتنا مال ہے اور اگر میں سبقت  
 کروں تو میں اتنا لوں اور اگر تیسرا سبقت کرے تو کچھ نہ پاوے اور خلاصہ میں ہے کہ جانبین نے تیسرے کو داخل کیا اور تیسرے سے کہا کہ اگر تو  
 ہم دونوں پر سبقت کرے تو دونوں کا مال مشروط تیرا ہے اور اگر ہم تجھ پر سبقت کریں تو ہم کچھ نہ دیں تو ازراہ استحسان یہ جائز ہے انتہی اس سے  
 معلوم ہوا کہ اذخالت ثالث کی صورت میں زیلعی نے کہا وجہ جواز یہ ہے کہ ثالث پر کچھ غرابت نہیں قطعاً و یقیناً ہر تقدیر پر اس میں تو فقط یہی احتمال  
 ہے کہ پاوے یا نہ پاوے تو اس سبب سے قرار ہونا ثابت نہ ہوا تو گویا ایک ہی جانب سے شرط ہوئی اس واسطے کہ قرار وہ ہے جس میں جانبین احتمال  
 غرابت میں مساوی ہوں کذا فی الطحاوی و کذا فی المحکم فی المتفقہ فاذا شرط لمن مع المصواب صح وان شرطہ لکل علی صاحبہ لا درر و مجتہد اور اسی طرح  
 کا حکم ہے فرقہ فقہ کی مسابقت میں موجب کہ مال شرط ہو اس کے واسطے جس کے ساتھ مصواب اور حق ہے تو صحیح ہے اور اگر دونوں نے مال شرط کیا  
 ہر شخص کے واسطے دوسرے ساتھی پر تو صحیح نہیں کذا فی الدرر والمجتہد م جب صاحب حق کے واسطے مال مشروط ہو تو یہ قرار کی صورت ہے اس واسطے  
 کہ احتمال زیادت و نقصان ہر شخص میں موجود ہے بلکہ حلت مال کی صورت ہے کہ مال مثلاً زید کو دیا جائے اگر حق کوئی اس کی جانب ظاہر ہو اور اگر دوسرے  
 کی طرف حق کوئی ثابت ہو تو وہ کچھ نہ پاوے یا تیسرے فقیہ کو داخل کریں اگر مسئلہ میں صورت کا محل ہو اور مال تیسرے کے واسطے مقرر کریں اگر اس  
 کی حق کوئی ظاہر ہو اور اگر دونوں میں سے ایک شخص کی حق کوئی ثابت ہو تو تیسرے پر کچھ نہیں کذا فی الطحاوی والمصارعة لیست بدعة الا للشمی فکثرہ برجندی

اور کشتی کرنا بدعت نہیں مگر بقصد بازی اور لمو لعب کے تو مکروہ ہے کذا فی البرجندی م جو اہم فتاویٰ میں ہے کہ کشتی بدعت نہیں مگر بقصد بازی مکروہ ہے منع کرنا چاہیے اور اگر بقصد تحصیل قوت کے ہو تا کہ کفار سے جہاد کرنے پر قدرت حاصل ہو تو جائز ہے اور ثواب پاوے گا واما السباق بلا جمل فخل فی کل شئ کمایاتی اور باہم سبقت کرنا بدول اشتراط مال کے تو ہر چیز میں حلال ہے چنانچہ مسائل شتہ میں آوے گا وعند الشافعیۃ المسابقة بالاقدام والبطر والبقر والسباحة والصولجان والبنوق والسفن ورمی الحجر والشالہ بالید والشاک والوقوف علی رجل ومعرفۃ ما بیدہ من زوج او فرد واللعب بالی تم وکذا یحیل کل لعب خطر لحاق ذق تغلب سلامة کرمی الرام وصيد لیمۃ وکل التفرج علیہم حیث مذہب حدیث حدیث بنی اسرائیل یفید کل سماع الاعاجیب والغرائب من کل مالا یلتیقن کذبہ بقصد الفرحة لا لاجتہ بل وما یتیقن کذبہ لیکن بقصد ضرب الامثال والمواظط ولتعلیم خواشجاۃ علی السنۃ اکادمیین او میوانات ذکرہ ابن حجر اور شافعی مذہبوں کے نزدیک مسابقت حلال ہے قدموں سے اور پرندہ اور بیل اور پانی میں تیرنے اور چوگان اور غلیہ اندازی اور سفن اور پتھر پھینکنے اور زمین سے ہاتھ اٹھا دینے اور انگلیاں پھینکی کر کے پتھر کرنے اور ایک پاؤں پر کھڑے ہونے اور بوجھنے میں کہ دوسرے شخص کے ہاتھ میں کیا ہے جنت یا طاق اور انگوٹھی سے بازی کونے میں اور اسی طرح حلال ہے ہر بازی خطرناک باہر تجربہ کار کو جس کا سلامت رہنا خطرہ سے اکثر ہے امر ہے چنانچہ تیر اندازی تیر انداز کو اور سانپ کا پکڑنا اور ان پر اس وقت میں تماشا دیکھنا بھی حلال ہے اور یہ حدیث کہ نقل کی بنی اسرائیل سے اس کے معنی ہے کہ عجائب وغرائب کی سماعت کرنا تمام ان حکایات سے جس کا کذب بالیقین ثابت نہیں درست ہے انبساط خاطر کے واسطے بلکہ جس کا کذب یقینی ہے اس کی بھی سماعت حلال ہے لیکن حرب اشل اور نصائح کی نیت سے اور طعنت وغیرہ کی تعلیم کے واسطے آدمیوں یا جانوروں کی زبان سے چنانچہ کتاب کلیدہ ومنہ اور طوطی نامہ ہے ایسا ذکر کیا ہے ابن حجر شافعی نے م طحاوی نے کہا میں نہیں جانتا فروغ شافعیہ کے ذکر کرنے کی وجہ ہاں اس کا ذکر اس وجہ میں البتہ ڈالتا ہے کہ قواعد حنفیہ بھی اسی کو مقتضی ہیں حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ قواعد مذہب اس کے مقتضی ہیں کہ اکثر امور مذکورہ چنانچہ چوگان وغیرہ حرام لمو ہیں واللہ اعلم فقیہ ابو الیث نے کہا کہ قصہ خوانی تین طرح پر ہے ایک یہ کہ اس میں مذکرہ علم کا ہو تو وہ بہتر ہے سورت بنے سے دوسرے یہ کہ حکایات کا ذکر اور ہنر کا ہو تو وہ مکروہ ہے تیسرے یہ کہ دفع دھشت کے واسطے بات چیت ہو اور دروغ گوئی اور قول باطل سے اجتناب ہو تو اس کا مضائقہ نہیں لیکن ترک اس کا افضل ہے اور جب ایسا کریں تو لائق ہے کہ آخر کو ذکر اللہ اور تسبیح اور استغفار کی طرف رجوع کریں تاکہ خیر پر خاتمہ ہو اور شہر کے امور تازہ وغیر ذلک کو پوچھنا قول مختاریہ ہے کہ اس کے پوچھنے میں اور خبر دینے میں مضائقہ نہیں چنانچہ غلامہ میں ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ سماع اکاذیب حلال نہیں اور آگے مذکور ہوگا کہ جن قصوں کی کچھ اصل نہیں وہ مکروہ ہیں کذا فی الطحاوی ولستحب قلم الظاہیرہ الامجاہدنی دار الحرب فیستحب تو فیہ شاربہ واطفارہ لیوم الجمعة وکونہ بعد الصلوة افضل الا فاخرہ الیہ تاخیرا فحشا میکروہ لان من کان ظفرہ طویلا کان من رزقہ ضیقا اور جمعہ کے دن ناخن تراشنا مستحب ہے مگر غازی کو دار الحرب میں سواس کو مویں اور ناخن بڑھانا مستحب ہے اور ناخن تراشنا بعد نماز عشاء افضل ہے مگر جب کہ جمعہ کے دن تاخیر کی ہو بہت سی تاخیر کر کے تو اس طرح پر جمعہ پر معین رکھا مکروہ ہے اس واسطے کہ جس کا ناخن دراز ہوگا اس کا رزق تنگ ہوگا کم لائق یوں ہے کہ ناخن تراشنے اور بال منڈے ہوئے زمین کے اندر دفن کر دے اور اگر ان کو پھینک دے تو مضائقہ نہیں اور اگر پاخانہ یا غسل خانہ میں پھینک دے تو مکروہ ہے اس واسطے کہ اس سے بیماری پیدا ہوتی ہے کذا فی الحانیۃ عنابیہ میں ہے کہ چار چیزیں دفن کرنا چاہیے ناخن اور بال اور خون اور لہہ حیض کا و فی الحدیث من قلم الظاہیرہ لیوم الجمعة اعافہ اللہ من البلیا یا الی الجمعة الاخری و زیادۃ ثلثۃ ایام در حدیث میں ہے کہ جو شخص اپنے ناخن کاٹے جمعہ کے دن تو حق تعالیٰ

سلف مترم اول نے اس کا ترجمہ نہیں کیا فابہر اس سے کشتیوں کی مسافت ہے ۱۲ ف مدو جمعہ ناخن تراشین مستحب است ف استماع حکایات کا ذہب مکروہ ہے



اس کو بلایا سے محفوظ رکھے دوسرے جمعہ تک اور تین دن اور زیادہ کذا فی الدرر وعنه صلی اللہ علیہ وسلم من قلم اظفارہ مخالف عالم ترمذی عینہ ابدی  
یعنی بقول علی رضی اللہ عنہ سے قلموا اظفارکم بسنتہ وادب ۛ یعنی خواہیں بسیار با ادب ۛ و بیانہ و تمامہ فی مفتاح السعاده اور رسول خدا صلی اللہ  
علیہ وسلم سے منقول ہے کہ جو اپنے ناخن مخالف تراشے اس کی آنکھ کبھی نہ جوش کرے یعنی علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے اس قول کے مانند کہ اپنے  
ناخن کا نو سنت اور ادب سے داہنا ہاتھ خواہیں اور بائیں ادب ہے اور اس کا بیان اور پورا ذکر مفتاح السعاده میں ہے م اس بیت  
میں ہر حرف سے انگلی کے نام کی طرف اشارہ ہے تو خا و معجب سے مراد ہے خنصر اور واؤ سے وسطی اور الف سے ابہام اور ب سے بنصر اور سین  
سے سبابہ اور بائیں ہاتھ میں علی ہذا القیاس اور آگے معلوم ہوگا کہ یہ نسبت علی مرتضیٰ کی طرف باطل اور موضوع ہے و فی الشرح الغزنوی

وردی انہ صلی اللہ علیہ وسلم بدأ بمسحۃ الیمینہ الی الخنصر بخنصر الیسر الی الالبام و ختم بالابام الیمینہ و ذکر لہ الغزالی فی الاحیاء و جہا و جہا اور  
شرح غزنویہ میں اور مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ناخن تراشا و اپنے ہاتھ کے کلمہ شہادت کی انگلی سے شروع کیا چھنگلی  
تک پھر بائیں ہاتھ سے شروع کیا و اپنے ہاتھ کے انگوٹھے تک اور ختم کیا و اپنے ہاتھ کے انگوٹھے پر اور اہم غزالی نے احیاء العلوم میں اس کی وجہ  
معقول بیان کی ہے م وجہ مذکور یہ ہے کہ داہنا ہاتھ بائیں سے بلا شک افضل ہے اور داہنے ہاتھ میں کلمہ شہادت کی انگلی بلا رب افضل ہے  
تو اسی سے ابتدا کرنا بہتر ٹھہرا پھر اس کی جانب میں وسطی ہے اور اس کے یمن بنصر اور اس کے یمن خنصر ہے پھر داہنے ہاتھ اور بائیں ہاتھ کی  
انگلیوں کو ملائے تو بائیں ہاتھ کی خنصر جانب یمن ہے علی ہذا القیاس تا ابہام یمنی اور یمن افضل ہے شمال سے لہذا احتتام ہوا ابہام یمنی پر واللہ  
اعلم و لم یثبت فی اصابع الرجل نقل والاوی تعلیماتہا اور پاؤں کی انگلیوں میں روایت ثابت نہیں اور بہتر ہے پاؤں کے ناخن تراشنا  
اس کے حلال کرنے کی مانند یعنی ابتدا کرنا خنصر یمنی سے اور اختتام خنصر یسری پر قلت و فی المواہب اللدیۃ قال الحافظ ابن حجر انہ یستحب کیف ما احتاج  
الیہ و لم یثبت فی کیفیتہ شئ ولا فی تعیین یوم لہ عن ابی صلی اللہ علیہ وسلم میں کتا ہوں اور مواہب لدنیہ میں ہے کہ حافظ حدیث ابن حجر  
نے کہ ناخن تراشنا مستحب ہے جس طرح کہ اس کی حاجت ہو اور اس کی کیفیت میں کچھ روایت ثابت نہیں اور اس کے واسطے روز مقرر کرنے میں  
نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی روایت صحیح ثابت نہیں م تعلیم اظفار وغیرہ میں جو احادیث مذکور ہوئیں محدثین اور فقہاء محققین کے نزدیک لائق اعتماد  
کے نہیں و بالعیز من الشہد فی ذلک للامام علی ثم لابن حجر قال شیخنا انہ باطل اور کیفیت تعلیم اظفار میں جو نظم مذکور کہ امیر المؤمنین علی مرتضیٰ کی طرف پھر  
ابن حجر کی طرف منسوب ہے ہمارے استاد خیر الدین ربی نے کہا کہ وہ باطل اور موضوع ہے و یستحب حلق عانۃ و تنظیف بدنہ بالاعتسال  
فی کل اسبوع مرۃ والا فضل یوم الجمعۃ و جاز فی کل خمسۃ عشر و کرہ ترکہ و راد الاربعین مجتہد اور موسیٰ زمار کا مونڈنا اور اپنا بدن پاک صاف کرنا غسل  
کرنے سے مستحب ہے ہر ہفتہ میں ایک بار اور مہر کا دن اس کے واسطے افضل ہے اور جائز ہے ہر پندرہ دن میں اور ترک کرنا حلق اور اعتسال  
کا ہم دن سے زیادہ مکروہ ہے کذا فی المجتہد م یعنی مکروہ تحریمی چنانچہ مجتہد کی اس عبارت سے نکلتا ہے کہ بعد از یمن اس میں کچھ عذر نہیں اور وہ  
وعید کا مستحق ہے عزائب میں ہے کہ حلق عانۃ زیر ناف سے شروع کرے اور نورہ لگا کر موسیٰ زمار دفع کرنا بھی جائز ہے اور بغل کے بال  
دود کرنا کھاڑنے اور مونڈنے سے درست ہے لیکن کھاڑنا افضل ہے قنیہ میں ہے کہ سینہ اور پشت کے بال مونڈنے میں ترک ادب ہے کذا  
فی الطحاوی و فیہ حلق الشارب بدعۃ و فیہ سنۃ ولا باس بقیۃ الشب و اخذ اطراف الیمینۃ و السنۃ فیہا القہضۃ اور مجتہد میں ہے کہ مونچھ  
کا مونڈنا بدعت ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ سنت ہے اور ضائقہ نہیں ہے سپید بال کے کھاڑ ڈالنے اور اطراف ریش کے کتر ڈالنے

ۛ خنصر چھنگلی اور بنصر اس کے پاس کی اور وسطی بیچ کی اور سبابہ انگشت شہادت اور ابہام انگوٹھا ۛ

میں اور ڈاڑھی میں قبضہ بھر رکھنا سنت ہے م محیط سرخسی میں ہے کہ سنت یہ ہے کہ مرد اپنی ڈاڑھی قبضہ میں پکڑے جس قدر قبضہ سے باہر ہو اس کو قطع کرے ایسا ذکر کیا ہے محمد نے کتاب الآثار میں امام اعظم سے محمد نے کہا اسی قول کو ہم لیتے ہیں انتہی مجتہد میں ہے کہ اتنا مچھوں کا کرتا کہ لب بالا کے کنارے کے ساتھ برابر ہو جاویں یہ سنت ہے بالاتفاق انتہی غرائب میں ہے کہ متف فینکین یعنی زیر لب کے دونوں طرف کے بال اکھاڑنا بدعت ہے قینہ میں ہے کہ ناک کے بال اکھاڑنا مورث آکلہ ہے کذا فی الطحاوی وفيه قطع شعر رأسہ اثمت ولعنہ زائد فی البرزخیۃ وان باذن الزوج لانه لا طاعة لمخلوق فی معصیۃ الخالق ولذا یکرہ علی الرجل قطع لحيته والمعنی المؤثرۃ التشبہ بالرجال انتہی اور مجتہد میں ہے کہ عورت نے اپنے سر کے بال کاٹ ڈالے تو وہ گنہگار ہے اور اس پر لعنت ہے بزازیہ میں اتنا زیادہ کہا کہ اگرچہ عورت نے اپنے شوہر کے اذن سے بال کاٹے ہوں اس واسطے کہ مخلوق کی طاعت خالق کے گناہ میں جائز نہیں اور اسی واسطے حرام ہے مرد پر دوسرے مرد کی ڈاڑھی کا قطع کرنا اور معنی مؤثر یعنی علت ففقی قطع موئے زن کی حرمت میں مشابہت پیدا کرنا ہے مردوں سے اور حرمت کی تشبیہ برجال جائز نہیں انتہی مافی البرزخیۃ قلت واما خلق رأسہ ففی الوہبانیۃ قال وقد قیل ۵ خلق الرأس فی کل جمعة ۶ ۷ یجب وبعض بالجواز یعبّر ۸ میں کہتا ہوں اور سر مونڈنے کو تو وہبانیہ میں کہا ہے کہ بعضوں نے کہا کہ سر مونڈنا ہر جمعہ میں مستحب ہے اور بعض اس کو جائز کہتے ہیں نہ مستحب نہ حل تعلیم علم الصلوٰۃ و نحوہ لیسعہم الناس و آخر فی العمل یہ فالاول افضل لانه متعدد ایک مرد ہے کہ غازیہ یا اس کے مانند علم دین سیکھتا ہے تکلیفوں کو تقسیم کرے اور دوسرا شخص علم سیکھتا ہے تا اس پر عمل کریں تو پہلا شخص افضل ہے اس واسطے کہ اس کے علم کا فائدہ غیروں کو بھی پہونچتا ہے اور دوسرے کا فائدہ اسی کی ذات کو مخصوص ہے اول غریق کو نکالتا ہے اور ثانی اپنی خیر مناتا ہے وروی مذاکرۃ العلم ساعة خیر من ايام لیلة اور روایت میں آیا ہے کہ باہم علم کا ذکر کرنا ایک ساعت بہتر ہے ایک رات کی عبادت سے یعنی بشرط حسن نیت م عالمگیری میں ہے کہ علم اور فقہ کی طلب فرض ہے اور جب کہ نیت صحیح ہو تو سب نیک اعمال سے افضل ہے اسی طرح زیادت علم کا اشتغال بشرط صحت نیت افضل ہے اس واسطے کہ اس کا فائدہ عام تر ہے لیکن اس شرط سے کہ ادائے فرائض میں نقصان واقع نہ ہو اور صحت نیت یہ کہ رضائے حق تعالیٰ اور افرات کا قصد کرے نہ طلب دنیا اور جاہ اور حشمت کا اور اگر خروج من الجمل اور نفع خلق اور احیاء علم کا ارادہ کرے تو بعضوں کے نزدیک یہ بھی صحت نیت میں داخل ہے کذا فی ذخیرۃ الکروری اور اگر تصحیح نیت پر قادر نہ ہو تو بھی علم سیکھنا ترک علم سے بہتر ہے علم چند قسم ہے لیکن فقہ افضل ہے تو تعلیم فقہ پر اہتمام زیادہ کرنا چاہیے جب فقہ سیکھ چکے تو سزاوار یہ ہے کہ علم زہد اور کلام حکماء دین اور شامک صالحین میں نظر کرے طلب علم بقدر ضرورت دین و دنیا فرض ہے سوائے اس کے فرض نہیں پھر اگر اس سے زیادہ علم حاصل کیا تو افضل ہے اور اگر ترک کیا تو گناہ نہیں علم تین قسم ہے ایک تو علم نافع جس کا حاصل کرنا واجب ہے وہ معرفت معبود کا علم ہے بعد اس کے علم حلال اور حرام اور امر و نہی کا علم اور جس کے واسطے انبیاء علیہم السلام مبعوث ہوئے تبہر علم وہ ہے جس سے پرہیز کرنا واجب ہے یعنی علم سحر اور علم فلسفہ اور طلسمات اور علم نجوم مگر بقدر معرفت اوقات غازیہ گمانہ اور طلوع فجر اور سمت قبلہ اور ہدایت طریق کی درست ہے اور ایک علم اور ہے جس کا نفع آخرت میں نہیں وہ علم بدل اور منافات کا ہے تو اس کے اشتغال میں علم کا ضائع کرنا ہے غرض اس سے الزام ختم ہے نہ اعمار حق کذا فی الطحاوی مختصراً ولہ الخروج للطلب العلم الشرعی بلا اذن والدیہ لولم یلتحقیا ونام فی الدرر اور نوجوان کو علم شرعی کی طلب کے واسطے سفر کرنا اپنے والدین کے بلا اذن درست ہے اگر وہ ڈاڑھی والا ہو اور پورا بیان در میں ہے م اور اگر مرد ہو تو والدین کو سفر سے منع کرنا درست ہے اور مرد علم شرعی ہے نہ علم کلام اور مانند اس کے جو زبان فلاسفہ

ف اتمام علم



اور ان کے باطل سے محو ہے ہذا تمام مافی الدرر و اذا کان الرجل یصوم ویصلیٰ ویغیر الناس بیدہ ولسانہ فذکرہ بما فیہ لیس بغیبتہ حتی لو اخبہ السلطان بذلک لیزجرہ لا اثم علیہ اور جب کہ ایک شخص نماز پڑھتا اور روزہ رکھتا ہو اور لوگوں کو تکلیف دیتا ہو اپنے ہاتھ اور زبان سے تو اس کی برائی کا ذکر کرنا غیبت نہیں بیان تک کہ اگر حاکم کو اس کی خبر دے تاکہ وہ اس کو ڈانٹے تو مجرب کچھ گناہ نہیں مگر اس بدگوئی اس وجہ سے غیبت میں نہیں کہ وہ گناہ کو علانیہ کرتا ہے اور جس گناہ کو چھپاتا ہو تو اس کا ذکر کرنا غیبت میں داخل ہے و قالوا ان علم ان ابہ یقدر علی منعہ علمہ ولو بکتاہ والا لکیلا تقع العداۃ وتمامہ فی الدرر اور فقہان نے کہا کہ اگر جانے کہ اس کا باپ اس کے منع کرنے پر قادر ہے تو اس کو آگاہ کر دے اگرچہ اعلام لکھ بھیجنے سے ہو اور اگر وہ منع پر قادر نہ ہو تو آگاہ نہ کرے تاکہ باپ اور بیٹے میں عداوت نہ پڑ جائے اور پھر اس کا بیان درزیں ہے و کذا الاثم علیہ لو ذکر مساوی اخیہ علی وجہ الاستہتمام لایکون غیبتہ انما الغیبتہ ان ینذکر علی وجہ الغضب میرید السب اور اسی طرح اس پر گناہ نہیں اگر اپنے بھائی مسلمان کی برائیاں ذکر کرے بطریق اہتمام اور افسوس کرنے کے اور اسی طرح کا بیان عیوب غیبت نہیں غیبت تو یہی ہے کہ عیب ذکر کرے بر وجہ غضب کے دشنام اور تحقیر اور جب جوئی کا قصد کر کے دو اعتاب اہل قرۃ فلیس لغیبتہ لانه لایرید بہ کلم بل بعنہم و ہو مجہول خانیۃ فی باح غیبتہ مجہول و متظاہر بفتح و لمصاہرۃ و لسوا حقاً و تحذیراً منہ و لشکوی ظلامتہ للی کم مخرج و مہینۃ اور اگر ایک گاؤں والوں کی غیبت کرے تو وہ غیبت محرمہ نہیں ہے اس واسطے کہ اس بدگوئی سے وہ سب رہنے والوں کا ارادہ نہیں کرتا ہے بلکہ بعض لوگوں کا قصد رکھتا ہے اور وہ بعض مجہول ہیں معین نہیں کذا فی الخانیۃ تو غیبت مباح ہے پانچ شخصوں کی ایک تو شخص غیر معین کی دوسری جو علانیہ گناہ کرتا ہے تیسری مصاہرت یعنی ناتارشتہ کرنے کی وجہ سے چوتھی بدعتقاد کی سبب سے تاکہ وہ عقیدہ فاسدہ سے باز رہے پانچویں حاکم کے سامنے اپنی مظلومی کی شکایت سے کذا فی الشرح الوہابیہ م مصاہرت کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص نے کہیں نکاح کا ارادہ کیا اور دوسرے سے مشورہ لیا تو اس کے عیب کا بیان کر دینا درست ہے اور اسی طرح اگر معاملہ یا اس کے ساتھ سفر کا ارادہ کیا یا کوئی چیز خرید کرنے کا قصد کیا اور وہ اس کا عیب نہیں جانتا ہے تو صاحب مشورہ کو عیب بیان کرنا درست ہے اور اسی طرح روات اور شیوخ میں مجروحین کی جرح جائز ہے تاسلین شرعے محفوظ نہیں اور جیسے حاکم سے بیان کرنا ظلم ظالم کا درست ہے ویسے معنی سے اس طرح فتویٰ پوچھنا درست ہے کہ مجھ پر فلا نے شخص نے یہ ظلم کیا یا میرا زوج ایسا کرتا ہے اس کا شرع میں کیا حکم ہے اور تعین کے واسطے القاب مشورہ کا ذکر کرنا چنانچہ فلانا چیرا یا لنگڑا درست ہے یہ غیبت میں داخل نہیں کذا فی الخطاوی مختصراً و کما تکنون الغیبتہ باللسان صریحاً تکنون ایضاً بالفعل و بالتعریض و بالکتابۃ و بالحرکت و بالمرز و بغير لعین و الاشارة بالید و کل ما یفہم من المقصود منہ و ثل فی الغیبتہ و مہرام اور جیسے صریحاً زبان سے غیبت ہوتی ہے ویسے ہی فعل سے اور تعریض یعنی قول غیر صریح سے اور لکھنے اور حرکت سے اور اعضا کے اشارہ کرنے سے بھی غیبت ہوتی ہے اور جس چیز سے مقصود مفہوم ہو سو وہ غیبت میں داخل اور وہ حرام ہے م غیبت فعلی جیسے کسی کے قد اور انحال کی نقل کرنا اور تعریض جیسے یوں کہنا کہ میں طفیلی نہیں ہوں ومن ذلک ما قالت عائشہ رضی اللہ عنہا دخلت علینا امراة فلما دلت اوقات بیدی اے قصیرۃ فقال صلے اللہ علی اللہ علیہ وسلم اغتبتیہا اور بمثلہ غیبت فعلی کے وہ روایت ہے کہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ ایک عورت ہمارے پاس آئی پھر جب وہ پیٹ چلی تو میں نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا یعنی وہ ٹھگنی ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو نے اس کی غیبت کی ومن ذلک المحاکاة کان میثی متعارفاً او کما میثی فہو غیبتہ بل اقع لانه عظم فی المتصور و استقیم اور اسی غیبت فعلی سے حکایت اور نقل کرتا ہے چنانچہ لنگڑا کر چلنا یا جس طرح کہ وہ چلتا ہو تو نقل کرنا بھی غیبت ہے بلکہ غیبت فعلی بدرجہ

ف پانچ شخصوں کی غیبت نہ سے

۱۲ یہ بقیہ ہے اس کا جو درمیں ہے ۱۲

غیبت قوی سے اس واسطے کہ وہ بقصور اور تقصیر میں زیادہ تر اور غلبہ تر ہے قوی سے ومن الغیبت ان یقول بعض من مر بنا الیوم او بعض من راناہ اذا کان الخ  
 یغتم شخصاً معیناً لان المنذر یقینہ دون ما یلتئم داما اذا لم یغتم عینہ جاز وقامہ فی شرح الوہبانیۃ اور من غیبت یہ ہے کہ کہے کہ جو شخص آج کے دن  
 ہمارے پاس ہو کر نکلا یا جس کو ہم نے دیکھا وہ ایسا ہے یہ قول اس وقت غیبت سے جب کہ مخاطب معین شخص کو سمجھے اس واسطے کہ منذر اور  
 ممنوع یغتم شخص سے نہ وہ قول یا فعل جس سے یغتم ہو اور جب کہ مخاطب اس کی ذات کو نہ سمجھے تو جائز ہے اور پورا بیان اس کا شرح وہبانیہ  
 میں ہے م اور بعض نسخہ میں بجائے شرح وہبانیہ کی شرح شریف ہے وفيما الغیبت ان تصف احاک حال کو نہ غائباً بوصف پھر یہ اذا سمعہ عن ابی ہریرۃ  
 رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتروا ما الغیبتہ قالوا اللہ ورسولہ اہم قال ذکرک احاک بما یکرہ قیل افریت انکان فی اخی ما اتول قال  
 انکان فیہ ما تقول اغتبتہ وان لم یکن فیہ فقد بہتہ اور شرح مذکور میں ہے کہ غیبت یہ ہے کہ اپنے بھائی کے غائب ہونے کے وقت اس کا ایسا حال  
 یا قال تو بیان کرے جو اس کو برا لگے جب کہ وہ اس کو سنے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اصحاب سے  
 کہ تم جانتے ہو کہ غیبت کیا ہے اصحاب نے کہا اللہ اور اس کا رسول زیادہ تر دانہ ہے فرمایا کہ اپنے بھائی مسلمان کا وہ حال بیان کرنا جو اس کو مکروہ  
 معلوم ہو تاکہ کسی نے کہا کہ یا حضرت بتائیے تو کہ اگر میرے بھائی میں وہ عیب واقعی ہو جو میں کہتا ہوں تو بھی غیبت ثابت ہوگی فرمایا کہ اس میں وہ  
 ہے جس کو تو کہتا ہے تو تو نے اس کی غیبت کی اور اگر وہ عیب اس میں نہیں ہے تو البتہ تو نے اس پر بہتان باندھا یعنی عیب واقعی کا ذکر کرنا  
 یہی تو غیبت ہے اور غیر واقعی عیب کا بیان کرنا غیبت نہیں بلکہ بہتان اور افتراء ہے غیبت سے قبیح تر مخطاوی نے کہا مسلمان کی قید احترازی نہیں  
 تو ذمی کی بھی غیبت حرام ہے اور جو حکم مردوں میں ثابت ہے وہ عورتوں میں بھی ثابت ہے الا بدلیل محض اور جس طرح غیبت حرام ہے ویسا ہی  
 اس کا استماع بھی حرام ہے حق تعالیٰ اس بلائے عام سے ہم کو نجات بخشنے آمین حدیث مذکور ابو داؤد اور ترمذی میں ہے ترمذی نے کہا کہ حدیث  
 صحیح ہے واذ لم تبلغہ یغیہ الذم والاشراط بیان کل ما اختارہ اور جس شخص کی غیبت کی اور اس کو اس کی خبر نہیں پہنچی تو غیبت کرنے سے مذمت  
 اور شرمندہ ہونا کفایت کرتا ہے اور اگر اس کو غیبت کی خبر پہنچ گئی ہے تو جس چیز کی غیبت کی ہے اس کا بیان کرنا معتاب کے سامنے اور معاف  
 کروانا شرط ہے رفع گناہ میں م یعنی در صورت عدم علم معتاب تو یہ کفایت کرتی ہے اور در صورت علم اس کے سامنے یوں بیان کرنا چاہیے کہ  
 میں نے تیری یوں غیبت کی ہے سو تو اس کو معاف کر دے تب غیبت کا گناہ معاف ہوگا مخطاوی نے کہا نا ہر ابرار بت عامہ کفایت نہ کرے گی  
 واللہ اعلم وصلۃ الرحم واجبہ ولو کانت لبسلام وتحتیہ و ہدیہ ومعادۃ ومجالسہ ومکالمۃ وتلف و احسان اور صلہ رحم یعنی عطا اور حسن سلوک  
 قرابت والوں سے واجب ہے اگرچہ صلہ رحم سلام کرنے اور دعا دینے اور تحفہ رسانی اور مددگاری اور ہم نشینی اور باہم بات چیت کرنے اور مہربانی  
 کرنے اور احسان سے ہو ویز و رحم غنائزید جابل یز و راقرباہ کل جموعہ او شہر ولا یرد عاجتہم لاند من القطیعت فی الحدیث ان اللہ یصل من وصل رحمہ و  
 یقطع من قطعہ ما فی الحدیث صلۃ الرحم تزیید فی العمر وقامہ فی الدرر اور ملاقات کیا کرے اپنے قرابت والوں سے ایک روز درمیان دے کر حاجت  
 زیادہ ہو بلکہ اپنے اقربا سے ملاقات کرے ہر جمعہ یعنی ہر سات دن میں یا ہر مہینے میں اور ان کی حاجت کو نہ روکے اس واسطے کہ حاجت روائی نہ کرنا  
 قطع رحم میں داخل ہے حدیث میں ہے کہ مقرر حق تعالیٰ احسان کرتا ہے اس سے جو اپنی برادری سے احسان کرتا ہے اور قطع کرتا ہے اس  
 سے جو اپنی برادری سے قطع کرتا ہے اور دوسری حدیث میں ہے کہ قرابت والوں کے ساتھ احسان کرنا عمر کو زیادہ کرتا ہے اور اس کا پورا بیان  
 درر میں ہے م درر میں ہے کہ ہر قبیلہ اور عشیرہ ملک اور مددگاری میں غیروں پر بمنزلہ ذات واحد کے ہے اظہار حق میں انتہی اور مددگاری قرابت

سے یعنی اس طرح کہنا کہ جو میں نے تیری غیبت کی ہر اس کو معاف کر دو وہ معاف کر دے تو کافی نہیں جب تک کہ غیبت کی تعیین نہ کرے ۱۲



والے کی اس شرط پر ہے جب کہ وہ مخالف شرع کے نہ ہو اور نہیں تو اس کا ساتھ چھوڑنا بلحاظ حق شرع کے درست ہے تبیین المحرم میں ہے اختلاف ہے اس قربت میں جس کی معاونت واجب ہے بعضوں نے کہا کہ قریب محرم مراد ہے اور بعضوں نے کہا ہر قربت مراد ہے محرم ہو یا نہ ہو تو اگر قربت والوں کے پاس ہے تو ان کو بدیدہ دینا اور ان کی ملاقات کرنا واجب ہے اور اگر احسان کی قدرت نہیں تو ملاقات کرنا اور ان کے کام میں اعانت کرنا لازم ہے اگر ان کو اعانت کی حاجت ہو اور اگر اہل قربت سے ایک شخص دشمنی کرتا ہو تو اس کی دشمنی سے قطع احسان نہ کرے بلکہ زیادہ احسان کرے اور اہل قربت سے دور ہو تو خط لکھا کرے اور ان کی ملاقات کے واسطے چلنا افضل ہے اگر ہو سکے اور بڑا بھائی باپ کے مانند ہے اور اسی طرح دادا پردادا اور بڑی بہن اور خالہ ماں کے مانند ہے ماں کے بعد اور چچا باپ کے مانند ہے حسن سلوک میں بنا بریک قول کے اور صلہ رحمی میں دس فضیلتیں ہیں ۱۔ خوشنودی حق تعالیٰ کی ۲۔ ادخال سرور ۳۔ فرشتوں کا خوش کرنا ۴۔ نیک نامی ۵۔ شیطان کو غلبہ کرنا ۶۔ عمر کا زیادہ ہو جانا ۷۔ رزق میں برکت ہونا ۸۔ سرور اموات ۹۔ محبت زیادہ ہونا ۱۰۔ اقواب زیادہ ہونا موت کے بعد اس واسطے کہ جب اس کا احسان یاد کریں گے دعا خیر کریں گے زیادت عمر کی تادیل میں اختلاف ہے بعضوں کے نزدیک زیادت حقیقی مراد ہے اور بعضوں نے کہا کہ بعد موت کے اس کا ثواب لکھا جاتا ہے تو گویا وہ زندہ ہے اور بعضوں نے کہا کہ لوح محفوظ میں طول عمر صلہ رحمی پر متعلق ہے کذا فی الطحاوی بخاری اور مسلم میں عائشہ صدیقہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ رحم یعنی قربت عرش سے متعلق ہے کہتی ہے جو مجھ سے جوڑے اللہ اس سے جوڑے گا اور جو مجھ سے توڑے اللہ اس سے توڑے گا اور بخاری میں ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس کو اپنے رزق کی کشادگی اور اپنی موت کی تاخیر خوش معلوم ہو وہ اپنی برادری سے احسان کرے اور ترمذی میں روایت ہے کہ اپنے انساب کو سیکھو تا اپنی صلہ رحمی کرو اس واسطے کہ صلہ رحمی سے قربت والوں میں محبت ہوتی ہے اور مال میں برکت اور موت میں تاخیر ہوتی ہے اور نسائی میں سلمان بن عامر سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ محتاج کی خیرات میں فقط ایک ثواب ہے خیرات کا اور قربت والے کے دینے میں دو ثواب ہیں ایک خیرات کا اور دوسرا صلہ رحمی کا کذا فی تیسیر الوصول ویسلم المسلم علی اہل الذمۃ لولہ حاجت الیہ والا کرہ وہا صحیح کہا کہ المسلم مصافحۃ الذمی کذا فی نسخ الشرح واكثر المتون بلفظ ویسلم فادلتما ہذا وکن بعض نسخ المتن ولا یسلم وہو الاصل الاسلام فافہم اور سلام کہے مسلمان ذمیوں کو اگر مسلمان کو ذمی کی طرف حاجت ہو اور اگر حاجت نہ ہو تو سلام کرنا مکروہ ہے یہی قول صحیح ہے جیسے مسلمان کو ذمی کا مصافحہ کرنا مکروہ ہے اسی طرح شرح مصنف اور متن کے اکثر نسخوں میں بلفظ ویسلم کے وارد ہے تو میں نے اس کی یوں تادیل اور توجیہ کی یعنی سلام مسلم ذمی کو بشرط حاجت جائز ہے اور بلا حاجت مکروہ ہے لیکن متن کے بعض نسخوں میں ولا یسلم ثابت ہے اور وہ یعنی نفی کا نسخہ اثبات کے نسخہ سے بہتر اور سالم تر ہے تادیل سے تو اس کو سمجھ لے م فتاویٰ عالمگیری میں ہے مجاہد نے کہا کہ جب یہودی یا نصرانی کو خط لکھے کسی حاجت میں تو یوں سلام لکھے السلام علی من اتبع الهدی کہ بہت مصافحہ ذمی غیر مہایہ پر معمول ہے اور اگر مہایہ ہو تو قنیہ میں ہے کہ مہایہ نصرانی کا مصافحہ درست ہے جب کہ سفر سے آوے اور ترک مصافحہ سے اس کو رنج ہوتا ہو محیط میں عبد الرحمن کا تب سے منقول ہے کہ اگر مسلمان ایک دو بار مجوسی وغیرہ اہل شرک کے ساتھ کھانا کھانے میں مبتلا ہو تو مضائقہ نہیں اور اس پر پیشگی کرنا مکروہ ہے زلیعی میں ہے کہ ذمی کو جواب سلام کا دینا درست اور دلیل سے زیادہ نہ کہے اور اس سے ابتداء سے سلام نہ کرے اس واسطے کہ اس میں اس کی تعظیم اور تکریم ہے اور اگر اس کی طرف حاجت ہو تو ابتداء سے سلام میں مضائقہ نہیں اور اس کے واسطے دعائے مغفرت ذکر ہے لیکن دعائے ہدایت

ف فضاہل صلہ رحم

۱۲ سلام اس پر جو ہدایت کی پیروی کرے

درست ہے اور طول عمر کی دعا میں اختلاف ہے کذا فی الخطاوی وفی شرح البخاری للعلینی فی حدیث ای الاسلام خیر قال تطعم الطعام و تقر  
 اسلام علی من عرف من لم تعرف قال و هذا التعمیم مخصوص بالمسلمین فلا یسلم ابتداء علی کافر لقوله علیہ الصلوۃ والسلام لا یتعد الیہود والنصار  
 بالاسلام فاذا یقیم احدہم فی طریق فاضطر وہ الی الضیقۃ رواہ البخاری اور علینی کی شرح صحیح بخاری میں اس حدیث میں کہ کون اسلام یعنی کون صفت  
 اسلام کی بہتر ہے فرمایا کہ تو کھانا کھلا دے اور اسلام کرے اس کو جس کو تو بھی پانتا ہے اور جس کو نہیں پہچانتا عینی نے کہا اور تعمیم اسلام مخصوص مسلمین  
 ہے تو کافر کو ابتداء اسلام نہ کرے بدلیل اس حدیث کے جس کو بخاری نے روایت کیا کہ یہودیوں اور نصاریوں کو ابتداء اسلام نہ کیا کرو پھر جب تم ان میں  
 سے کسی کو راہ میں ملو تو ان کو تنگ راہ کی طرف مضطر کروم تنگ راہ میں ان کو کر دینا اس صورت میں ہے جب کہ اس کا اسکان ہو اور ضرر کا خوف  
 نہ ہو یعنی اسلام کی شوکت کے سبب سے و کذا یخص منہ الفاسق بدلیل آخر اور اسی طرح عموم اسلام سے فاسق مخصوص ہے دوسری دلیل کے سبب  
 سے م فاسق سے فاسق معین مراد ہے نہ مستور فتاوی عالمگیری میں ہے کہ کافر اور مبتدع سے ترش روئی کے ساتھ ملاقات کرے اور مجتہد  
 میں ہے کہ محمد نے کہا کہ فاسق متعین کو سلام کرنا مکروہ ہے اور اگر اس کا فسق اعلان کے ساتھ نہ ہو تو مکروہ نہیں اور یہ اس صورت میں ہے جب کہ  
 خوف نہ ہو اور ضرورت داعی نہ ہو کذا فی الخطاوی و اما من شک فیہ فالاصل فیہ البقاء علی العموم حتی یثبت الخصوص اور جس شخص کے اسلام اور  
 کفر میں شک ہو تو اس میں باقی رکھنا حدیث کا عموم پر اصل ہے یہاں تک کہ خصوص ثابت ہو م اور اگر فاسق اور صالح ہونے میں شک واقع ہو  
 تو اس کا اعتبار نہیں بلکہ مسلمین کے ساتھ حسن ظن لازم ہے و لیکن ان یقال ان الحدیث المذكور کان فی ابتداء الاسلام لمصلوۃ التالیف ثم ورد  
 النبی انتہی فلیحفظ اور ممکن ہے کہ یوں کہا جائے کہ حدیث مذکور یعنی عموم اسلام کی حدیث ابتداء اسلام میں تھی تالیف قلوب کی مصلحت سے پھر  
 کافر اور فاسق کے سلام کی نہی وارد ہو گئی انتہی کلام یعنی تو اس کو یاد رکھنا چاہیے و لو سلم یہودی اور نصرانی اور مجوسی علی مسلم فلا بأس بالرد و لیکن  
 لایزید علی قوله و علیک کما فی النہیۃ اور اگر یہودی یا نصرانی یا مجوسی مسلمان کو سلام کرے تو اس کے جواب دینے کا مضائقہ نہیں و لیکن و  
 علیک سے زیادہ نہ کہ چنانچہ فتاوی قاضی خاں میں ہے م یعنی جواب میں فقط و علیک کہے و علیک السلام نہ کہے اس واسطے کہ کافر بھی مسلمان  
 کو اسلام علیک کہتا ہے یعنی تجھ پر موت ہے اور گناہ ہے کتا ہے اسلام علیک بکسر سین یعنی تجھ پر پتھر ہے تو جب رعینک کہا تو اس کا قول  
 اسی پر ڈالا کلا سے بد پریش خاند و لو سلم علی الذی تبجیلا یکفر لان تبجیل الکافر کفر اور اگر ذمی کو سلام کرے تکریم اور تعظیم کی نیت سے تو  
 کافر ہو جائے گا اس واسطے کہ تکریم کافر کی کفر ہے و لو قال لمجوسی یا استاد تبجیل کافر کما فی الاشباہ اور مجوسی لو کہے یا استاد تعظیم کی راہ سے تو  
 کافر ہو جائے چنانچہ اشباہ میں ہے و فیما لو قال لذی اطال الد بقاؤک ان نومی بقلیہ یسلم او یؤدی الجزیۃ ذیلًا فلا بأس به اور اشباہ میں  
 ہے اگر مسلمان نے ذمی سے کہا حق تعالی تیری بقا اور زندگی کو دراز کرے تو اگر اپنے دل میں یہ نیت کرے کہ شاید دراز فائدہ کی سے  
 سمجھے اور مسلمان ہو جائے یا جزیہ دیا کرے ذلیل ہو کر تو اس کا کچھ مضائقہ نہیں م جو ہندوستانی نصاری کے نوکر و انفس میں ان کو ہم اقبال  
 لکھتے ہیں سو حرام ہے اس لئے کہ کفار کی خیر خواہی ہے لیکن اگر دوام اقبال بشرط ایمان دل میں مراد رکھیں تو شاید مضائقہ نہ ہو مرنیت  
 کون کرتا ہے و لایحییہ و سلام السائل لایہ لیس للبعیۃ و لایسلم وقت الخلیفۃ خانیۃ اور بھی کھانا لگنے واسطے کے سلام کا جواب دینا واجب  
 نہیں ہے کذا فی النہیۃ قاضی پر محکمہ میں اور جو شخص مسجد میں بیٹھا ہے انتظار گزار کے واسطے یا تسبیح اذات قرآن میں مشغول ہے  
 اور مذکرہ علم کے وقت اور اذان اور اقامت کے حال میں جواب سلام کا دینا واجب نہیں عتابیہ میں ہے کہ قول صحیح یہ ہے کہ ان  
 مواضع میں جواب نہ دے انتہی تبلیغہ سوار پیدل کو اور کھڑا بیٹھے کو اور قلیل کثیر کو اور صغیر کبیر کو سلام کرے اور جو پیچھے تا بودہ لگے



کو سلام کرے اس لئے کہ سلام موضوع ہے اس لئے کہ دو ملنے والوں کا خوف زائل ہو جائے یا ایک کا خوف دور ہو یا تواضع کے واسطے جو مومن کو مناسب ہے یا تعظیم کے واسطے تو سلام سے مقصود دو لغز ہیں یا محبت حاصل کرنا یا استدفاع بکرم وہ تو سوا کا پیدل کو اور قائم کا قاعد کو ازالہ خوف کے واسطے ہے اور قبیل کا سلام کثیر کو تواضع کے واسطے ہے اور صغیر کا سلام کبیر کو توقیر کے واسطے ہے ہر چند یہ قول ہے نودی شافعی کا لیکن ہمارے قواعد کے موافق ہے محیط میں ہے کہ ثواب کس کا زیادہ ہے بعضوں نے کہا جواب دینے والے کا اور بعضوں نے کہا سلام کرنے والے کا کذا فی الخطاوی مختصر دنیا و اذا اتی دار انسان یجب ان یتساذن قبل السلام ثم اذا دخل یسلم اولاً ثم یتکلم ولو فی فضاء یسلم اولاً ثم اور خانہ میں ہے کہ جب کوئی شخص کسی آدمی کے گھر جائے تو سلام سے پہلے یہ واجب ہے کہ گھر میں داخل ہونے کی اجازت طلب کرے پھر جب اجازت پاوے اور داخل ہو تو اول سلام کرے پھر بات کرے اور اگر وہ شخص گھر میں نہ ہو میدان میں ہو تو اول سلام کرے یعنی اس صورت میں دخول کی اجازت مانگنے کی حاجت نہیں و لو قال السلام علیک یا زید لم یسقط برء غیرہ اور اگر ایک شخص نے کہا کہ السلام علیک یا زید تو غیر شخص کے جواب دینے سے ساقط نہ ہوگا و لو قال یا فلان او اشار لم یسقط اور لوں کہا کہ السلام علیک یا فلان یا معین شخص کو سلام کیا بدون نام لئے تو غیر کے جواب دینے سے جواب ساقط ہو جاتا ہے م اور اگر ایک جماعت کو سلام کیا اور دوسری جماعت نے جواب دیا تو جواب ساقط نہ ہوگا کذا فی تبیین المحرم و شرط فی الرد و جواب العباس فلو اعم برئہ تحرک شیفۃ انتی اور جواب سلام میں اور چھینک کے جواب میں اس کا سنا شرط ہے اور اگر سلام کرنے والا یا چھینکنے والا برا ہو تو اس کو اپنے لبوں کی حرکت دکھاوے یعنی تاکہ وہ جانے کہ جواب دیا انتی مافی الخانیۃ قلت و فی المتبعی و یسقط عن الباقین برء صبی یعقل لانه من اهل اقامۃ الفرض فی الجملة بدلیل حل ذبیحہ و قیل لانی کہتا ہوں اور متبعی میں ہے کہ ساقط ہوتا ہے جواب سلام کا دینا باقی لوگوں سے صغیر عاقل کے جواب دینے سے اس واسطے کہ صغیر عاقل اقامت فرض میں فی الجملہ اہمیت رکھتا ہے اس دلیل سے کہ اس کا ذبیحہ حلال ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ صغیر عاقل کے جواب سے باقی جماعت سے جواب ساقط نہیں ہوتا و فی الجملۃ و یسقط برء العجز و فی رد الشائبۃ و الصبی و المجنون و لان و ظاہر التاجیۃ ترجیح عدم سقوط اور مجتہد میں ہے کہ جواب جماعت سے ساقط ہو جاتا ہے بدھمی عورت کے جواب دینے سے اور جوان عورت اور صغیر اور مجنون کے جواب میں و قول میں سقوط اور عدم سقوط میں اور تاجیہ کا ظاہر عدم سقوط کی ترجیح پر دلالت کرتا ہے و یسلم علی الواحد یلفظ الجمع و کذا الرد اور سلام کرے مسلمان کو بصیغہ جمع اور اسی طرح جواب سلام میں صیغہ جمع بولنا چاہیے معنی ایک شخص کو بھی السلام علیک نہ کہے بلکہ السلام و علیکم اور جواب میں علیکم سلام کہے اس واسطے کہ تعظیم مسلمان کی عمدہ بات ہے علاوہ اس کے ہر مسلمان کے ساتھ فرشتے بھی ہوتے ہیں تو جمع کے لفظ سے وہ بھی داخل ہو جاویں گے طحاوی نے تار خانہ سے نقل کیا کہ مبرر یہ ہے کہ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ کہے اور جواب دینے والا بھی اسی طرح کہے و اگر عطف زیادہ کر کے یعنی و علیکم السلام و رحمۃ اللہ و برکاتہ اور حذف و او بھی درست ہے اور اگر یوں سلام کرے سلام علیکم یا السلام علیکم تو مجیب دونوں صورتوں میں سلام علیکم و السلام علیکم کہے لیکن الف کے ساتھ کما افضل ہے انتی و لایزید علی و برکاتہ اور زیادہ نہ کرے و برکاتہ پریم ابن عباسؓ نے کہا کہ ہر شے کا منتی ہے اور سلام کا منتی برکات ہے کذا فی المحيط و رد السلام و تسمیت العباس علی الفور اور سلام کا جواب چھینکنے والے کا جواب فی الفور واجب ہے م ظاہر تارخانہ بلا عذر کردہ تحریر ہے اور گناہ جواب دینے سے مرتفع نہ ہوگا بلکہ توبہ سے کذا فی الخطاوی و یجب رد جواب کتاب التیمۃ کو و السلام اور خط کے اندر لکھے سلام کا جواب دینا واجب ہے جیسے سلام قولی کا جواب واجب ہے اس واسطے کہ

ف خط کے سلام کو پٹھ کر جواب دینا واجب ہے

سہ اور ایک نسخہ میں و لایزید الزاد ہے جیسے جواب دینے والا و برکاتہ سے نایہ دیکھ ۱۲

غائب کی طرف سے خط منبرہ خطاب کے ہے حاضر کی طرف سے کذا فی المجتبیٰ اور لوگ اس سے غافل ہیں خط پڑھ کر جواب سلام کا نہیں دیتے  
تتارخانیہ میں ہے کہ اگر مجلس میں دوسری بار سلام کرے تو جواب دینا واجب نہیں ولو قال لاخر اقرأ فلانا السلام یجب علیہ ذلک اور اگر ایک شخص نے  
دوسرے سے کہا کہ فلا نے شخص کو میرا سلام کہہ دینا تو اس پر بلاغ سلام واجب ہے یعنی اگر اس کا سلام نہ پہنچا دے گا تو گنہگار ہوگا امام  
محمد نے کتاب السیر میں وہ حدیث نقل کی جو اس پر دلالت کرتی ہے کہ جو کسی انسان کو غائب کی طرف سے سلام پہنچا دے تو اس پر لازم ہے کہ  
پہنچانے والے کو اول سلام کا جواب دے پھر غائب کو کذا فی العالمگیریۃ یعنی یوں کہے وعلیکم وعلیہم السلام ویکرمہ السلام علی الفاسق لو معذنا والا  
لاکما لیکرہ علی عاجز عن الرد حقیقۃً کامل او شرعاً مکمل او قاری و لو سلم لا یشق الجواب انتہی اور مکر وہ ہے سلام کرنا فاسق پر اگر علانیہ گناہ کرتا ہو  
اور اگر گناہ کو چھپاتا ہو تو مکر وہ نہیں جیسے مکر وہ ہے سلام کرنا اس پر جو حقیقۃً جواب نہیں دے سکتا چنانچہ کھانے والا یعنی جس کے منہ میں لقمہ ہے  
اور وہ چار ہا ہے یا عاجز ہو جواب سے شرعاً چنانچہ غائز کا پڑھنے والا اور قرآن خواں اور اگر ان تینوں کو سلام کوئی کرے تو جواب سلام کا مستحق  
نہ ہوگا انتہی مافی الممتنعی و قد منانی باب ما یفسد الصلوۃ کراہتہ فی بیف و عشرین موضعاً و انہ لا یجب رد سلام علیکم بحزم المیم اور مفصلات صلوۃ کے  
باب میں ہم مقدم ذکر کر چکے ہیں کراہت سلام کرنے کے میں اور چند مقام ہیں اور یہ کہ واجب نہیں جواب دینا سلام علیکم کا بحزم المیم یعنی اگر سلام  
کے میم کو حزم کے ساتھ کہے تو زین اور منہ مذف کرے تو جواب واجب نہیں اس واسطے کہ مخالف سنت کے ہے اور عربی بولی کے موافق نہیں  
کذا فی الخطاوی لیکن ظاہر اعمام جو اعراب سے واقف نہیں وہ اس سے مستثنیٰ ہیں ولو دخل ولم یراہداً یقول السلام علینا و علی عباد اللہ الصالحین  
اور اگر مکان میں داخل ہو اور کسی کو نہ دیکھے تو یوں کہے السلام علینا و علی عباد اللہ الصالحین یعنی ہم پر سلام ہے اور اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں  
پر ہم عباد صالحین سے وہ ملائکہ مراد ہیں جو سلام کرنے والے کے ساتھ ہیں اور حاضرین بن تتارخانیہ میں ہے کہ سلام کرنا ہر بار کے داخل  
ہونے میں چاہیے فروع مسکۃ طحۃ شارح کا لیکرہ اعطاء سائل المسجد الا اذالم یشغل رقاب الناس فی المختار کما فی الاختیار و متن المواہب  
الرحمن لان علیا تصدق بخاتمۃ فی الصلوۃ ثم مدہ اللہ لبقولہ ویؤتون الزکوۃ و ہم راہون مسجد میں سوال کرنے والے کو دینا مکر وہ ہے مگر جب  
کہ سائل لوگوں کے گردنوں پر قدم اٹھا کر نہ پہچانتا ہو تو اس کو دینا بقول مختار مکر وہ نہیں کذا فی الاختیار و متن مواہب الرحمن اسی واسطے  
کہ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنی انگوٹھی نماز میں خیرات دی سو حق تعالیٰ نے قرآن مجید میں یوں ان کی مدح کی کہ زکوۃ دیتے ہیں اور حالانکہ  
رکوع میں ہوتے ہیں م یعنی وہ نماز مسجد میں تھی تو دلیل پوری ہوگئی یا جب کہ نماز میں جو افضل اعمال ہے تصدق درست ہوا تو مسجد میں بطریق  
اولیٰ درست ہوگا تو معلوم ہوا کہ کراہت اعطاء سائل مسجد بعدت تحفظی رقاب ہے کذا فی الخطاوی احب الاسماء الی اللہ تعالیٰ عبد اللہ و  
عبد الرحمن و دست ترین اسماء حق تعالیٰ کے نزدیک عبد اللہ اور عبد الرحمن ہے م مسلم اور ابوداؤد و اور ترمذی اور ابن ماجہ میں عبد اللہ بن مر  
سے حدیث مرفوع منقول ہے کہ احب الاسماء الی اللہ عبد اللہ و عبد الرحمن منادی نے کہا اور عبد اللہ افضل ہے مطلقاً حتیٰ کہ عبد الرحمن سے  
بھی اور ان دونوں ناموں کے بعد محمد افضل ہے پھر احمد پھر ابراہیم انتہی قول المناوی طبرانی میں عبد اللہ بن مسعود سے روایت ہے احب  
الاسماء الی اللہ ما تعبد بہ یعنی سب ناموں میں پسندیدہ تر خدا کے نزدیک وہ نام ہے جس سے عہدیت ثابت ہو چنانچہ عبد اللہ اور عبد القادر  
کذا فی الخطاوی و جاز التسمیۃ یعلیٰ و رشید و غیر ہما من الاسماء المشتركة و یارد فی حقا غیر یارد فی حق اللہ تعالیٰ لکن التسمیۃ بغیر ذلک فی  
زمانا اولے لان العوام یصغرونہا عند الذاد کذا فی السراجیۃ اور جائز ہے آدمی کا نام علی اور رشید رکھنا اور ان کے سواے ان اسماء  
سے جو مشترک ہیں خالق اور مخلوق میں ان کا تسمیہ بھی درست ہے اور ہمارے حق میں اسماء مذکورہ سے اس کے غیر معانی مراد ہوتے ہیں جو



حق تعالیٰ کے حق میں مراد ہوتے ہیں لیکن ان کے سوا اور نام رکھنا ہمارے زمانہ میں بہتر ہے اس لئے کہ عوام لوگ پکارنے کے وقت اسماء  
مکرمہ کو حقیر کر کے پکارتے ہیں کذا فی السراجیہ مثلاً علی حق تعالیٰ کے حق میں بیعتنے عالی رتبہ ہے ہر شے سے اور آدمی کے حق میں عالی رتبہ  
ہے اپنے ہمسر وں سے اور رشید حق تعالیٰ کے حق میں بمعنی مؤمن الی الہدایۃ والی کل خیر اور آدمی کے حق میں تقرب الی اللہ حاصل کرنے  
والا اور سحر راشد اور مرشد ہو غیر کا تعلیم اور تعلیم سے ومن کان اسمہ محمد الا باس یا بن یمنی ابا القاسم لان قولہ صلی اللہ علیہ وسلم سوا باہمی  
ولا تکنوا بکینتی قد نسخ لان علیا رضی اللہ عنہ کنی ابنہ محمد بن الحنفیۃ ابا القاسم اور جس کا نام محمد ہو اس کی کینت ابا القاسم سے رکھنے میں کچھ مضائقہ  
نہیں اس واسطے کہ یہ حدیث کہ میرا نام تور کھو اور میری کینت نہ رکھو البتہ منسوخ ہے اس واسطے کہ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنے فرزند محمد بن حنفیہ  
کی کینت ابا القاسم رکھی م سبب کراہت کا یہ تھا کہ ابا القاسم کہہ کر یہ پکارتے تھے پھر جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف التفات فرماتے  
تو وہ کہتے کہ ہم نے اور شخص کو پکارا نہ تم کو ویکرہ ان یدعو الرجل اباہ وان تدعو المرأة زوجہا باسمہ انشی بلفظہ اور یہ مکروہ ہے کہ مرد اپنے  
باپ کا نام لے کر اور عورت اپنے شوہر کا نام لے کر پکارے انتہی مافی السراجیہ بظلم چونکہ والد کا حق ولد پر اور زوج کا حق زوجہ پر نہایت زیادہ ہے  
تو تعظیم اور تکریم کے ساتھ خطاب کرنا چاہیے نام لینے میں ظاہر ہے ادبی ہے حدیث میں وارد ہے کہ اگر سجدہ کا کسی کے واسطے امر ہوتا تو سجدہ کو زوج  
کے سجدہ کرنے کا حکم ہوتا وہیما لیکرہ الکلام فی المسجد وخلف الجنازۃ وفی الخلاء وفی حالۃ الجماع وزاد ابواللیث رحمہ فی البستان وعند قراۃ القرآن  
وزاد فی المستقی تبعاً للفتاویٰ وعند التذکرۃ فظنک بہ عند العند الذی لیسونہ وجہ اور سراجیہ میں ہے کہ مکروہ ہے کلام کرنا مسجد میں اور جنازہ کے ویچے اور  
بیت الخلاء میں اور جماع کی حالت میں اور فقہ ابواللیث نے بستان میں اتنا زیادہ بیان کیا ہے اور مکروہ ہے کلام کرنا قرآن پڑھنے کے وقت اور طہنقی  
میں بات بات مختار اتنا اور زیادہ کہا ہے اور عند اور تذکرہ کے وقت کلام مکروہ ہے سو تیرا کیا گمان ہے قرآن پڑھنے کے وقت اس راگ کا جس کو  
یعنی صوفی وجہ کہتے ہیں معنی جب کلام صباح وعظ کے وقت مکروہ ہوا تو غنا محرم وعظ کے وقت ظلم عظیم ہے طحاوی نے کہا شارح کو یوں کہنا تھا  
فما ظنک بالغناء عند التذکرۃ تا آخر غنائہ میں ہے کہ فجر کے بعد نماز تک کلام نہ کرے مگر امر خیر میں اور بعضوں نے کہا اور نماز کے بعد سے کلام نہ کرے تا طلوع  
آفتاب للعربیۃ فضل علی سائر اللسن وهو لسان اہل الجنۃ من تعلموا او علم غیرہ فهو ما جورونی الحدیث حب العرب لثلاث لانی عربی والقرآن  
عربی ولسان اہل الجنۃ فی الجنۃ عربی زبان فضل ہے باقی زبانوں سے اور ہشتیوں کی زبان عربی ہے جو اس کو سیکھے اور غیر کو سکھاوے وہ ثواب  
پادے گا اور حدیث میں وارد ہے کہ عرب کو دوست رکھتین وجہ سے اس واسطے کہ میں عربی ہوں اور قرآن شریف عربی ہے اور اہل جنت کی زبان جنت  
میں عربی ہے م جامع معین میں اجواء البیعتہ مع امر حائز ہے حاکم نے اس حدیث کی تخریج کے بعد کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے اور یہ بھی روایت ہے کہ حفظہ  
لی فی العرب ثلاث چنانچہ سیوطی نے ذکر کیا ہے اور حب عرب میں احادیث کثیرہ وارد ہیں چنانچہ عراقی نے علحدہ کتاب اس میں تالیف کی ہے ازاجلہ  
افراد و قطنی میں ابن عمر سے روایت مرفوع ہے کہ حب العرب ایمان و بغض نفق یعنی محبت عرب کی ایمان ہے اور عداوت ان کی نفق ہے  
اور ابوالشیم نے ابو ہریرہ سے حدیث مرفوع روایت کی کہ دوست رکھو عرب کو اور ان کے بانی رہنے کو اس واسطے کہ عرب کی بقا نور ہے اسلام  
میں اور ان کا فنا ہو جانا ظلمت ہے اسلام سے کذا فی الطحاوی و فیما لطیبین القبور لا یمیرہ فی المختار وقیل یمیرہ وقال البرزوی لو اشیج الی  
الکتابۃ کیلانیہ سبب الاثر ولا یمیتن لا باس بذكرہ المصنف فی آخر باب الوصیۃ للاقارب وقد مناه فی الجنائز اور سراجیہ میں ہے کہ قبروں پر مٹی لگانا  
اور کھل کر ناول مختار میں مکروہ نہیں اور بعضوں نے کہا مکروہ ہے اور برزوی نے کہا اور اگر کتابت کی حاجت ہوتا اثر نہ جاتا رہے اور گنام  
ملہ یعنی تیرا کیا گمان ہے غنا پر حفظ کے وقت ۱۰ ملہ میرا نام تعظیم کرو عرب میں تین باتوں کے سبب سے ۱۰ ملہ پہنچانے والا ہدایت پر اور بہتری پر ۱۲

نہ ہو تو مضائقہ نہیں اس کا ایسا ذکر کیا ہے مصنف نے وصیت اقارب کے آخر باب میں اور ہم اس کو باب الجنائز میں پہلے ذکر کر چکے ہیں  
فائدہ زیارت قبور مرد اور عورت کو درست ہے اور کیفیت زیارت یہ ہے کہ جس طرح میت کی حیات میں قرب یا بعد سے زیارت کرتا تھا  
اسی طرح بعد موت کے زیارت کرے اور جب زیارت کا قصد کرے تو مستحب یہ ہے کہ اپنے گھر میں دو رکعت نماز پڑھے ہر رکعت میں فاتحہ اور  
آیت الکرسی ایک بار اور سورہ اخلاص تین بار پڑھے اور اس کا ثواب میت کے واسطے مقرر کرے حتیٰ تعالیٰ قبر کو نورانی کر دے گا اور مصلیٰ کو بہت  
ثواب ہوگا پھر قبرستان کی طرف چلے اور راہ میں بیہودہ اشتغال نہ کرے جب قبرستان میں پہنچے میت کے سامنے قبلہ کو پشت دے کر کھڑا  
ہو اور یوں کہ سلام علیکم یا اہل القبور بعفروا اللہنا و لکم انتم سلفنا و نحن بالاثار و ما کرشید ہو تو یوں کہ سلام علیکم یا صبرتم فتم عقبی الدار  
اور جب میت کے واسطے دعا کا ارادہ کرے تو قبلہ رخ ہو کر دعا کرے پھر سورہ فاتحہ اور آیت الکرسی اور اذان و اذلت و اللکم التکاثر پڑھے  
قرآن پڑھنا قبرستان میں بلند آواز سے مکروہ ہے اور آہستہ پڑھنا مکروہ نہیں اور زیارت کے افضل ایام دو شنبہ اور پنج شنبہ اور جمعہ اور  
ہفتہ میں لیکن جمعہ میں نماز کے بعد اور ہفتہ میں طلوع آفتاب اور پنج شنبہ میں اول روز یا آخر روز اور اسی طرح متبرک راتوں میں چنانچہ  
شب رات اور اسی طرح اذنیہ متبرک میں چنانچہ مشرۃ و زبحہ اور عیدین اور عاشوراء ابو بکر بن ابی سعید سے منقول ہے کہ زیارت کے وقت سورہ اخلاص  
سات بار پڑھنا مستحب ہے مجھ کو روایت پہنچی ہے کہ جو سات بار پڑھے اگر میت غیر مغفور ہے تو اس کی مغفرت ہوتی ہے اور اگر مغفور ہے تو  
پڑھنے والے کی مغفرت ہوتی ہے اور میت کو ثواب ملتا ہے اور جو قبر پر بسم اللہ و علی بدۃ رسول اللہ پڑھے تو عذاب اور تنگی اور تاریکی قبر سے  
سے ہم برس تک دور ہو جاتی ہے قبر پر چھ رکھنا بعضوں کے نزدیک درست ہے اور بعضوں کے نزدیک بدعت ہے اور قبر کا ملنا اور بوسہ  
لینا جائز نہیں کہ نصاریٰ کی عادت ہے لیکن قبر والدین کے چومنے مضائقہ نہیں پھولوں کا ڈیانا قبروں پر درست ہے اور اگر پھولوں کی قیمت  
غیرات کر دے تو بہتر ہے اور اخراج شمع قبروں کی طرف بدعت ہے اکل فی العالمیہ پختی الموت لعنہ عیش الا خوف  
الوقوع فی معصیۃ اسے فیکرہ الخوف الدنیا لا الدین لمحیث فنبین الارض خیر لکم من ظہر یا خلاصہ آرزو کرنا موت کی غضب یا معاش کی تنگی  
سے مکروہ ہے اور گناہ میں پڑ جانے کے خوف سے تمنا موت کی مکروہ نہیں یعنی خوف دنیا سے آرزو مکروہ ہے نہ دین کے خوف سے  
بدلیل اس حدیث کے کہ زمین کا پیٹ تمہارے واسطے بہتر ہے اس کی پیٹھ سے کذا فی الخلاصۃ یعنی ایام فتنہ میں مزاجینے سے بہتر ہے لا باس  
بلبس الصبی باللؤلؤ و کذا البائع کذا فی شرح الوہبانیۃ معنی بالمینیۃ وقاس علیہ الطرطوسی بقتیۃ الاحجار کیا قوت و زمر و نازعہ ابن وہبان  
بأنہ یحتاج الی نقل صریح و جزم فی الجوبہ بکثرۃ اللؤلؤ قلت و عمل المصنف ما فی المینیۃ علی قولہ و ما فی الجوبہ علی قولہ و قال و قد حرموا قولہا  
لفی الکافی قولہا اقرب الی عرف دیارنا فیمنی بہ ثم قال المصنف و علیہ فاستمد فی المذہب حرمت لبس اللؤلؤ و نحوہ علی الرجال لانه من  
علی النساء مضائقہ نہیں موتی کے پہننے میں صغیر کو اور اسی طرح بالغ کو ایسا مذکور ہے شرح وہبانیہ میں منیۃ المفتی لی طرف منسوب کر کے  
اور موتی پر طرطوسی باقی پتھروں کو مثل یا قوت اور زمر کو قیاس کیا ہے اور ابن وہبان نے طرطوسی سے یہ نزاع کیا ہے اس کی حلت میں  
نقل صریح چاہیے یعنی غیر مجتہد کا قیاس حجت نہیں اور جو ہرہ میں موتی کے حرام ہونے پر یقین کیا ہے اس کتابوں اور مصنف نے اپنی شرح میں  
موتی کی اباحت کو جو منیۃ المفتی میں مذکور ہے امام کے قول پر محمول کیا ہے اور جو جو ہرہ میں حرمت مذکور ہے صاحبین کے قول پر محمول کیا ہے  
سلام تم پر اسے قبر والہ بخشے اللہ ہم کو ادم کو تم ہم سے پہلے پہنچے اور ہم تم سے بعد ہیں ۱۳ ف زیارت و قد ۱۴ سلام تو پر اس درجہ سے کہ تم نے  
ممبر کیا سو کیا اچھا ہے پچھلا کمر ۱۵ اللہ کے نام سے اور رسول اللہ صلی علیہ وسلم کے طریق پر ۱۶



مصنف نے کہا اور البتہ علماء نے صاحبین کے قول پر ترجیح دی ہے سو کافی میں یوں مذکور ہے کہ صاحبین کا قول قریب تر ہے ہمارے دیانے کے روح سے تو اسی کا فتویٰ دینا چاہیے پھر مصنف نے کہا اور بموجب اس کے تو مذہب میں موتی اور اس کے مانند اور پتھروں کے پینے کی حرمت محمد ہے مردوں پر اس واسطے کہ وہ عورتوں کا زور ہے ویکرہ للولع الباس الخلیال والیسوار للصبی اور ولی کو پینا ناگو جری اور کنگن کا صیغہ کو مکروہ ہے یعنی اس واسطے کہ عورت کا زور ہے کذا فی الخطاوی اور اسی طرح ہاتھ پاؤں میں کڑے اور جوشن اور ٹھونگروں کو پینا نادرست نہیں ولا باس یشقب اذن البنت والطفل استحسانا ملتقط بیٹی اور طفل کے کان چھیدنے میں مضائقہ نہیں باعتبار استحسان کے کذا فی الملتقط م ظاہر طفل سے مذکور مراد ہے عطف کے قرینہ سے لیکن فتاویٰ عالمگیری میں کبریٰ سے منقول ہے لا باس ان یشقب اذن الطفل من البنت اس واسطے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایسا کرتے تھے بلا انکار انتہی تو اس میں کن چھیدن انڈیٹ کے واسطے مخصوص ہے کذا فی الخطاوی اول یحوز الخرم فی الالف لم ارہ اور کیا جائز ہے نختی پینا ناک چھید کر میں نے اس کا حکم کسی کتاب میں نہیں دیکھا م خطاوی نے کہا میں کتابوں اگر نختی کو زینت کے واسطے عورتیں پہنتی ہوں چنانچہ بعضے بلاد میں رائج ہے تو ان ملکوں میں ناک چھیدنا نختی کے واسطے ایسا ہے جیسے کان کا چھیدنا درست ہے بالیوں کے واسطے ویکرہ للذکر والانشی الکتابۃ بالقلم المتخذ من الذهب والفضۃ اومن دواۃ کذلک سراجیہ اور مرد اور عورت کو مکروہ ہے لکھنا سونے چاندی کے قلم بنائے ہوئے سے یا سونے پاندی کی دوات سے کذا فی السراجیہ ثم قال لا باس بتجویہ السلاح بذهب وفضۃ ولا باس بسرج ولجام وخنجر من الذهب عند ابی حنیفہ خلافا لابی یوسف پھر سراجیہ میں یوں کہا کچھ مضائقہ نہیں سونے چاندی کے طمع کا ہتھیار پر اور مضائقہ نہیں زین اور لگام اور رکاب کا سونے سے امام اعظم کے نزدیک برخلاف ابو یوسف کے م ان مسائل کی تفصیل اس کتاب کے اول میں مذکور ہو چکی جا رہی ہے لہذا یہ قال بکر وکشی زید ببعیما حل عمر وشر او ہا و طہیما بقبول قول بکر ان اکبر رایہ صدقہ کما مروان اکبر رایہ کذب لا یقبل قوله ولا یشتري منه ولولم یخبرہ ان ذلک الشئ لغيرہ فلا باس بشرایہ منه زید کی لونڈی ہے سو بکر نے کہا کہ مجھ کو زید نے اس کے بچنے کا دلیل کیا تو عمر و کو اس کی خرید اور قربت کرنا درست ہے بسبب قبول کر لینے بکر کے قول کے بشرطیکہ عمر و کو اس کی راستی کا ظن غالب ہو چنانچہ اول کتاب میں مذکور ہو چکا اور اگر اس کے کذب کا گمان غالب ہو تو اس کے قول کو قبول نہ کرے اور نہ اس سے خرید کرے اور اگر ایک شخص مشتری کو اس کی خبر نہ کرے کہ یہ چیز غیر شخص کی ہے تو اس کے خرید کرنے میں تاہن سے کچھ مضائقہ نہیں یعنی اس واسطے کہ قبضہ دلیل ہے ملک کی کما حل وطی من زفت الیہ وقال النساء ہی امراتک جیسے حلال ہے قربت اس عورت کی جو زوج کے پاس پہنچائی گئی نکاح کے بعد اور عورتوں نے کہا کہ یہ تیری زوجہ ہے یعنی اس واسطے کہ خبر دلیل شرعی ہے در صورت عدم معارض و حل نکاح من قالت طلقت زوجی والنقصت عدتی او کنت امۃ لفلان اعقبتی ان وقع فی قلبہ صدقہا وتامہ فی النانیۃ قلت وحاصلہ ان متی خبرت بامر محتمل فان ثقتہ او وقع فی قلبہ صدقہا لا باس بتزوجہا وان بامر مستنکح لا یستفسر با اور حلال ہے نکاح کر لینا اس عورت کے ساتھ جس نے کہا کہ میرے زوج نے مجھ کو طلاق دی اور میری عدت گزر گئی یا میں فلا نے شخص کی لونڈی تھی سو اس نے مجھ کو آزاد کر دیا بشرطیکہ مرد کے دل میں اس کی راستی واقع ہو جائے اور اس کا پورا بیان خانیہ میں ہے میں کتابوں خلاصہ اس مقام کا یہ ہے کہ جب عورت خبر دے امر محتمل کی تو اگر عورت ثقتہ اور معتد ہو یا مرد کے دل میں اس کی راستی جم جائے تو اس کے ساتھ نکاح کر لینا درست ہے اور اگر عورت امر مستنکح

۱۷ نہیں مضائقہ صیغہ لیکوں کے کان چھیدنے کا ۱۲ مترجم اول نے تقریر بالتحریک کا ترجمہ رکاب کیا ہے مگر کتب لغت میں

دچی یا لینڈی کو کہتے ہیں جس کی فارسی پاروہ ہے ۱۳

اور غیر معلوم کی خبر سے تو اس کے نکاح پر حرجت نہ کرے جب تک کہ اس کا حال دریافت نہ کرے لوگوں سے ماموستنکر چنانچہ عورت نے ایک مرد سے نکاح کیا پھر دوسرے مرد سے بولی کہ میرا نکاح فاسد تھا یا میرا زوج مسلمان نہ تھا تو دوسرے مرد کو اس کا قول مان لینا درست نہیں اور نہ اس کے ساتھ نکاح کرنا درست ہے اس واسطے کہ اس نے ماموستنکر کی خبر دی کذا فی العالمگیریۃ اور چنانچہ مطلقہ ثلثہ نے زوج اول سے کہا کہ میں تجھ کو حلال ہو گئی تو اس کے ساتھ نکاح حلال نہیں ہوں استفسار کے اس واسطے کہ بعض علماء کے نزدیک مجبر نکاح کے بلا طہی زوج ثانی کے حلت ہو جاتی ہے تو شاید اس عورت نے اسی قول ضعیف پر اعتقاد کیا ہو تو استفسار ضرور ہو کذا فی الطحاوی فروع مسائل طحہ شارح کے کتب ما قول الشافعی یکتب جواب ابی حنیفہ مستفتی نے لکھا کہ اس مسئلہ میں مثلاً شافعی کا کیا قول ہے تو امام ابو حنیفہ کا جواب لکھے یہ مبنی ہے علماء کے اس قول پر کہ اپنے مذہب کو صواب محض اعتقاد کرنا واجب ہے اور غیر کے مذہب کو بالکس اس کے اور اس کی بنا اس پر ہے کہ تقلید مفضل کی باوجود فضل کے جائز نہیں اور حق یہ ہے کہ تقلید مفضل کی بھی جائز ہے اور اعتقاد مذکور تو محمد کے حق میں ہے نہ تابع مقلد کے حق میں اس واسطے کہ مقلد تو نجات پاتا ہے ائمہ اربعہ کے ایک کی تقلید کرنے سے فروع میں اور اس پر ترجیح واجب نہیں کذا فی الطحاوی واذا کتب المفتی بدین یکتب ولا یصدق قضاء لیقضی القاضی بحکمتہ اور جب مفتی لکھے کہ یہ امر دیانہ درست ہے یعنی فیما بینہ وبين اللہ اپنی نیت پر عمل کرنا چاہیے تو یہ بھی مفتی کو لکھنا چاہیے اور اس کی تصدیق قضاء نہ کرنا چاہیے تاکہ قاضی حکم کرے اس کے حاشیہ ہونے سے مثلاً شاید کہ یہ سبیل اولویت کے ہے والاقتضاء قاضی اس قول کتابت پر موقوف نہیں مگر جب کہ قاضی احکام شرعی سے جاہل ہو اور فقہاء مفتی پر اعتقاد کرتا ہو کذا فی الطحاوی الترجیع بالقرآن والاذان بالصوت الطیب طیب ان لم یزد فی الحروف قرآن پڑھنے اور اذان کہنے میں ترجیح یعنی تردید صوت حلق میں خوش آوازی سے جائز ہے اگر ترجیح میں حروف زیادہ نہ ہو جائیں مسموع الغفار میں اس قول کو اصح نقل کیا ہے اور عالمگیری میں ہے کہ اکثر مشائخ نے کہا کہ ترجیح مکروہ ہے حلال نہیں اس لئے کہ فاسقوں کی حالت فسق سے مشابہ ہے یعنی متغیوں کی گشکری سے مشابہ ہے اور یہ گمان کوئی نہ کرے کہ ترجیح مذکور سے لپٹی مراد ہے اس واسطے کہ لمن بلا خلاف حرام ہے وان زاد کرہ لم یستعمل اور اگر ترجیح سے حرف زیادہ ہو جائے مثلاً فتح سے الف اور کسرہ سے یا اور منہ سے واو پیدا ہو تو قاری اور مؤذن کو اور اس کی سماعت کرنے والے کو ترجیح مکروہ ہے وقول احسن ان لیسکوۃ فحسن وان لتک القراءة یخشی علیہ الکفر اور مستمع کا یوں کہنا قاری مرجع مذکور سے کہ کیا خوب کیا تو نے تو اگر اس کے چپ رہنے کے واسطے یہ قول کہا تو بہتر ہے اور اگر اس قرأت مجرہ کے واسطے کہا تو اس پر کفر کا خوف ہے م وجہ خوف کفر یہ ہے کہ اس نے حرام متفق علیہ کو بہتر کہا کذا فی الطحاوی المناظرۃ فی العلم لمنصرۃ الحق عبادۃ ولاحد ثلثہ حرام لعمر مسلم واعلماء علم وفیل دنیا اومال او قبول مناظرہ اور مباحثہ علم میں کرنا نفرت اور تائید حق کے واسطے عبادت ہے اور تین امور میں سے کسی امر کے واسطے مناظرہ حرام ہے مسلمان کے مغلوب کرنے کے واسطے اور اپنے علم اور قابلیت کے اظہار کرنے کے واسطے اور حصول دنیا یا مال یا قبول خلافت کے واسطے حرام ہے التذکیر علی المنابر للوعظ والاتقاۃ سنتہ الانبیاء والمرسلین ولریاستہ و مال و قبول عامۃ من ضلالۃ الیہود والنصارى وعظ اور درس کہنا منبروں پر غیروں کے اور اپنی پند پندیری کے واسطے انبیاء اور مرسلین علیہم الصلوۃ والسلام کی سنت ہے اور تحصیل ریاست اور مال اور قبول عوام کے واسطے وعظ کہنا یہود و نصاری کی گمراہی سے ہے م اسی کی طرف اشارہ ہے قرآن مجید میں فخلف من بعدہم خلف ورنوا کتاب یاخذون عرض ہذا لادنی الایۃ قلۃ القرآن بقراءة معروۃ و شاذۃ و فتنۃ واحدة مکروہ کما فی الحادی القدسی قرآن پڑھنا مشہور اور غیر مشہور

سہ پھر اس کے پیچھے آئے ناخلف وارث کتاب کے یعنی اسباب الہدیٰ زندگی کا یعنی ثروت نہ کر مسند غلو کہنے لگے ۴



قرات سے یکبارگی مکروہ ہے چنانچہ جاری قدسی میں ہے م قرات عشرہ سے زیادہ قرات شاذہ غیر مشورہ ہے اور جب مشورہ اور غیر مشورہ کا ساتھ پڑھنا مکروہ ہوا تو فقط شاذ قرات پڑھنا بطریق اولیٰ مکروہ ہوگا کذا فی الطحاوی المستحب للرجل خضاب شعرہ ولجیۃ ولونی غیر حرب فی الاصح والاصح ان علیہ الصلوۃ والسلام لم یفعلہ وکیرہ بالسواد وقیل لا یجمع الفتاویٰ والکل من منخ المصنف مستحب ہے مرد کو خضاب کرنا اپنے بالوں اور ڈاڑھی میں اگرچہ خضاب کوسے سوائے جہاد کے قول اصح میں اور صحیح تر قول یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خضاب نہیں کیا اور سیاہی کا خضاب کرنا مکروہ ہے اور بعضوں نے کہا مکروہ نہیں کذا فی مجمع الفتاویٰ اور سب مسائل مصنف کی شرح منخ الغفار سے منقول ہیں ہم ہاتھ پاؤں میں ہندی کا خضاب مکروہ ہے عورتوں کی مشابہت کے سبب سے بالوں کا خضاب درست ہے اگرچہ لہنا اور جواری کے پسند آنے کے واسطے کرے ابو یوسف رحمہ سے روایت ہے کہ جیسے مجھ کو اچھا معلوم ہوتا ہے کہ میری عورت میرے واسطے اپنا سنگار اور آرائش کرے ویسے ہی عورت کو میری آرائش پسند آتی ہے اکثر مشائخ کا قول یہی ہے کہ سیاہی کا خضاب مکروہ ہے کذا فی الطحاوی حنا اور کتم کا خضاب بالاتفاق درست ہے اور احادیث میں وارد ہے لیکن کتم میں اختلاف ہے کہ دسمم ہے یا کوئی اور گھاس ہے جو حنا کے ساتھ بوئی جاتی ہے مترجم نے اساتذہ دہلی سے سنا کہ سیاہی کے خضاب سے دسمم کا خضاب مستثنیٰ ہے اس واسطے کہ صحیح بخاری میں وارد ہے کہ جب امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک شہید ہو کر شام کو گیا تھا تو ریش مبارک میں دسمم کا خضاب تھا تو معلوم ہوا کہ اور ادویہ کی سیاہی مکروہ ہے نہ دسمم کی الکعب التی لا ینتفع بہا لیمی عنہا اسم اللہ و ملائکہ و رسلہ و یحرق الباقی و لا یاس ہاں تلقی فی ما رہا بہ کیا ہی اوتدفن و ہوا حسن کما فی الانبیاء و وہ کتاب میں جس سے فائدہ حاصل نہیں ہوتا بوسیدگی کے سبب سے ان سے حق تعالیٰ اور اس کے فرشتوں اور اس کے رسولوں کا نام مٹایا جائے اور باقی جلادی جائیں اور بستے پانی میں اسی طرح بلاخو اسما و مقدسہ ان کا ڈالنا درست ہے یا زمین میں دفن کر دی جائیں اور دفن کرنا جلانے اور بہانے سے افضل ہے جیسے انبیاء علیہم السلام کو دفن کرتے ہیں بعد موت کے القصاص المکررہ ان یجزم بالیس لہ اصل معروف و العظیم کا لا ینعظ بہ و یزید و ینقص یعنی فی اصلہ اما للتریزین بالعبارات اللطیفۃ المرفقۃ و الشرح لغوائہ فذلک حسن و عظیم مکروہ قصہ بیان کرنا یہ ہے کہ لوگوں سے وہ قصہ بیان کرے جس کی کچھ اصل مشورہ اور معلوم نہیں اہل روایت کے نزدیک یا ان کو اس چیز کی نصیحت کرے جس پر خود عمل نہیں کرتا یا اصل قصہ اور مطلب میں کچھ زیادہ کر دے یا کم کر ڈالے لیکن کلام کا راستہ کرنا عبارتوں لطیفہ مل نرم کرنے والوں سے اور شرح کر دینا قرآن اور حدیث کے فوائد کا سودہ بہتر ہے م اکثر جمال و عظیم یا دنیا پرست اور مرثیہ کہنے والوں کی عادت ہے کہ حکایات کا ذہب اور روایات موضوعہ جس کی اہل حدیث کے نزدیک کچھ اصل نہیں مزید رقت اور گرمی محفل کے واسطے بیان کرتے ہیں یا کمی ہشتی کر دیتے ہیں معلوم ہوا کہ درست نہیں مکروہ ہے جاہل کے دھنڈ گونی میں یا حریص عالم کے بیان میں اکثر ایسے فساد دینی واقع ہوتے ہیں والا فضل مشارکت اہل محملۃ فی اعطاء الناصیۃ لکن فی زماننا اکثر الظلم فمن تمكن من دفعه عن نفسه فمن وان اعطی فلیعط من عجز اور مشارکت اپنے اہل محلہ کی اس مال کے دینے میں جس کو حاکم مقرر کر لیتا ہے بہتر ہے لیکن ہمارے زمانے میں اکثر نواب ظلم ہیں سو جو شخص کہ اس کے دفع کرنے پر اپنی ذات سے قادر ہو تو بہتر ہے اور اگر دے تو عاجز ہونے کے سبب دینا چاہیے یعنی اگر اہل محلہ پر سے نہ مال سکے عاجز ہو تب دے م دفع کرنا اپنی ذات سے اس وقت درست ہے جب کہ اس کا حصہ غیر ہند ڈالا جائے فتاویٰ عالمگیری میں قنیہ سے منقول ہے کہ ایک شخص پر ناحق تصور باندھا گیا تو اس کو مالان اپنی ذات پر سے دست ہے بشرطیکہ باقی لوگوں پر اس کا حصہ نہ ڈالا جائے اور فضل یہ ہے کہ اپنی ذات سے دفع نہ کرے یعنی دینے میں اہل محلہ کے شریک رہے کذا فی الطحاوی لیس لذلک الحق ان یاخذ غیر جنس حقہ وجزہ الشافعی و ہوا الاصح صاحب حق کو جائز نہیں کہ لے اپنے حق کے غیر جنس کو اور غیر جنس کے لینے کو

ف دسمم کا خضاب مکروہ نہیں

شافعی نے جائز کہا اور شافعی کا قول وسیع تر ہے استیفاء حق میں م لینے اگر مثلاً ایک شخص کے دوسرے پر گیسوں قرض ہیں اور اس سے وصول نہیں اور وہ اس کے جو یا چاول پاوے تو اس کو لینا درست نہیں اس واسطے کہ اس کے ہم جنس نہیں غیر جنس میں مجتہد میں ہے کہ درامہ اور دینار ایک جنس ہیں تو اگر درم کے بدلے دینار لے تو درست ہے علم طلب من العبدان اثنان الحقیقۃ فحسبنا فشری بعضنا واخذ بعضنا لذلک لاند قلیل لمن الالباء علم نے لڑکوں سے قریش مکتب کی چٹائیوں کے واسطے پیسے طلب کئے سو جمع کئے تکمیل کر کے پھر کچھ پیسوں سے چٹائیاں خریدیں اور کچھ پیسے آپ لئے تو اس کو درست ہے اس واسطے کہ اس طرح کا دینا لڑکوں کے باپوں کی طرف سے قلیل ہے علم کو م خطاوی نے کہا کہ اس میں تامل ہے اس لئے کہ علم غیر لڑکوں کیل کے ہے خرید میں لینے کیل کو بعض مشن کا لینا درست نہیں کہ خیانت ہے لابس بوطی المنکوۃ بمعانیۃ الامۃ دون عکسہ کچھ مضائقہ نہیں منکوۃ کی قربت کرنے میں لونڈی کے سامنے نہ بالعکس اس کے یعنی لونڈی کی قربت منکوۃ کے سامنے درست نہیں م مجتہد میں مسئلہ بعض مشائخ سے منقول ہے اور قبل اس کے محمد کا قول یوں ذکر کیا ہے کہ دو لونڈیوں یا دو عورتوں کا جمع کرنا ایک قریش پر اور ایک کی قربت دوسرے کے سامنے مکروہ ہے کذا فی الخطاوی فی ہرگز بہت کا قول معتد ہے اس واسطے کہ اگرچہ مرد کا ستر دیکھنا منکوۃ یا لونڈی کو درست ہے لیکن لونڈی کو منکوۃ کا ستر دیکھنا کیونکر درست ہوگا وجدہ لا قیمۃ لہ لابس بالانتفاع بہ ایک شخص نے غیر کی وہ چیز پانی جس کی کچھ قیمت نہیں اور اس سے فائدہ لینا درست ہے لینے بلا اجازت مالک کے ولولہ قیمۃ وہ یعنی تصدیق بہ اور اگر اس چیز کی کچھ قیمت ہے اور پانے والا غنی ہے اور مالک معلوم نہیں تو اس کو خیرات کر دے لابس بالجماع فی بیت منیر مصحف بلہوی کچھ مضائقہ نہیں جماع کرنے میں اس کو ٹھہری یاد الا ان کے اندر جس میں مصحف رکھا ہے یہ جائز ہو اسبب تکلیف اور مشقت کے م مجتہد میں اسی طرح مطلق مذکور ہے اور قنویہ میں یہ قید مذکور ہے کہ مصحف مستور ہو اور اگر اولویت پر نظر کیے تو منافات زائل ہو جائے لاکر مسئلہ علی السراج حدیث بذالولتہی ولو لجاہیہ غزو او حج او مقصد دینی او دنیوی لا بد لہما منہ فلا باس بہ سواری نہ کرے مسلمان عورت زین پر بسبب نہی حدیث کے یہ عدم جواز اس وقت ہے جب ہو لعب قماش منظور ہو سواری نہ کرنے سے اور اگر جہاد یا حج کی حاجت کے سبب سے عورت زین پر سواری ہو یا کسی مقصد دینی یا دنیوی کے لئے جو اس کے واسطے ضروری ہے سواری ہو تو مضائقہ نہیں م حدیث مذکور خطاوی میں یوں مذکور ہے کہ لعن اللہ الفروج علی السروج تعنی بالقرآن ولم یخرج بالی نہ عن قدر مہمصح فی العربیۃ مستحسن قرآن پڑھا خوش آوازی سے اور بسبب الحان نہ خارج ہو گیا اس مقدار سے جو زبان عرب میں صحیح ہے تو وہ خوب ہے م قرآن میں خوش آوازی وہاں تک درست ہے جس میں قواعد موسیقی کی رعایت نہ ہو یعنی راگ اور لاگنی کو دخل نہ دے لینے حسن صوت طبعی مستحسن ہے نہ صنائی جس میں حروف اور حرکات اور سکنات میں تغیر ہوتا ہے ذکر اللہ من طلوع الفجر الی طلوع الشمس اولے من قرأ القرآن ذکر اللہ کرنا طلوع فجر سے تا طلوع آفتاب بہتر ہے قرآن کے پڑھنے سے و تستحب القلۃ عند الطلوع او الغروب اور مستحب ہے قرأت قرآن کی طلوع یا غروب کے وقت م فتاوی عالمگیری میں غرائب سے منقول ہے کہ طلوع آفتاب اور ان اوقات میں جن میں نماز درست نہیں درود پڑھنا اور دعا کرنا اور تسبیح پڑھنا بہتر ہے قرآن کے پڑھنے سے اور سلف ان اوقات میں تسبیح کیا کرتے تھے اور قرآن نہیں پڑھتے تھے اتنی تو شاید یوں کہنا حق تھا کہ طلوع یا غروب کے وقت قرأت مستحب نہیں یا ذکر مستحب ہے ان اوقات میں کذا فی الخطاوی لابس للام عقیب الصلوۃ بقراءة آیت الکرسی و خاتم سورۃ البقرۃ والاختلاف فضل مضائقہ نہیں امام کو نماز کے بعد آیت الکرسی یا آمین الرسول کے پڑھنے میں بلند آواز سے اور چپکے پڑھنا ان کا فضل قرأت الفاتحۃ بعد الصلوۃ جہراً للہات بدعتہ قال استاذنا لکننا مستحسنۃ للعادة والاثار سورۃ فاتحہ کا پڑھنا نماز کے بعد پکار کے رفع حاجات کے واسطے بدعت ہے ہمارے استاذ یعنی بدیع نے کہا لیکن وہ بدعت حسنہ ہے بسبب عادت مسلمین کے اور بسبب وارد ہونے اخبار اور آثار کے

۱۔ لعنت کرے اللہ عورت کو زینوں پر ۱۲



م فتاویٰ عالمگیری میں اس مسئلہ میں تفصیل واقع ہے یعنی اگر اس غار کے بعد سنت ہو چنانچہ ظہر یا مغرب یا عشا تو سورۃ فاتحہ پڑھنا مکروہ ہے اور نہیں تو مکروہ نہیں انتہی یعنی اس واسطے کہ فرض اور سنت میں سوائے اللہ انت السلام یا اور از کار ما توره کے فضل کرنا نہ چاہیے الرشوة لامذک بالقبض رشوت مملوک نہیں ہو جاتی قبضہ کرنے سے مرثیہ کے لئے راشی کو اس کا پھر لینا درست ہے مگر عالم کو تحفہ دیا اس واسطے کہ وہ سفارش کرے یا ظلم کو دفع کر دے تو یہ رشوت ہے ایک شخص نے دوسرے کی حاکم سے سعی کی اور اس کا کام نکال دیا تو بعد کا بر آری کے ہدیہ قبول کرنا درست ہے اور کار بر آری سے پہلے اس کے طلب کرنے سے ہدیہ حرام ہے اور بدوں طلب کے مختلف فیہ ہے اور ہمارے مشائخ کے نزدیک درست ہے اور شاگردوں کے تحفہ قبول کرنے میں اختلاف ہے مشائخ کا کذا فی الطحاوی عن المجتبی لاباس بالرشوة اذا خاف علی دنیہ کو مضاائقہ نہیں رشوت دینے میں جب کہ آدمی اپنے دین پر خوف کرے یا اپنا حق حاصل کرنے کو رشوت دے تو یہ دینے والے کے حق میں رشوت نہیں مجبوظ برانی میں جو ایک مرد ایک گاؤں میں رہتا ہے اور اس میں ظالم ہے اور یرد اس ظالم کو میوہ جات یا مطعومات تحفہ دیتا ہے دفع ظلم کے واسطے تو درست ہے والہی صلی اللہ علیہ وسلم کان یعطی الشجرہ لمن یخاف لسانہ وکفی لبسم المولفۃ من الصدقات دلیلا علی امثالہ اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم شاعروں کو اور جس کی زبان درازی اور بد گوئی سے خوف کرتے تھے اُس کو مال عطا فرماتے تھے اور مؤلفہ القلوب کا حصہ مقرر ہونا اموال زکوٰۃ سے ایسے مسائل کی دلیل ہونے کے واسطے کفایت کرتا ہے مگر مؤلفہ القلوب رد ساء کفار تھے جن کو زکوٰۃ کا حصہ تالیف قلوب کے واسطے دیا جاتا تھا ابتداء اسلام میں جمع اہل اہل الامام حسن اہل محلہ نے کچھ قوت زاد باہم امام کے واسطے جمع کر دیا تو یہ بہتر ہے امام سے ظاہر امام مسجد مراد ہے بدلیل محلہ ومن اسحت مایوخذ علی کل مباح کلمح وکلام وواد و معادن اور حرام مال سے وہ مال مراد ہے جو مباح چیز پر یا جاوے چنانچہ نمک اور گھاس اور پانی اور کھانین ہم اشیاء مذکورہ اہلی مباح ہیں سب آدمی اس میں شریک ہیں لیکن جب آدمی نمک کو مثلاً اس کے کھان سے اٹھا لاوے تو وہ اس کا مالک ہو جاتا ہے تو اب اس کو بیچنا درست ہے و ما یاخذ غار لغزو و شاعر لشعر و مسخرة و حکواتے قال لقائے ومن الناس من لیشتر لہو الحدیث اور منہذا اموال محرمہ کے وہ مال ہے جس کو غازی بواسطہ غزا اور شاعر بذریعہ شعر گوئی اور مسخر اور حکواتی لیتا ہے فرمایا حق تعالیٰ نے اور بعضا آدمی وہ ہے جو لہو الحدیث یعنی کھیل کی بات خرید کرتا ہے ہم مراد وہ غازی ہیں جو اہل شہر سے زبردستی مال لیں لہو الحدیث سے وہ مراد ہے جو امور ضروریہ سے غفلت میں ڈالے چنانچہ احادیث بے اصل اور قصص غیر معتبرہ اور مضاحک اور فضول کلام یہ آیت نفرین حادث بن کلدہ کے حق میں اتری وہ سوداگری کو ملک عجم میں جاتا وہاں سے اخبار عجم خرید کر لاتا اور قریش سے بیان کرتا اور کتا کہ محمد تم سے عاد اور مثنو کا قصہ بیان کرتے ہیں اور میں تم سے رستم و اسفندیار و طیر ہما کا قصہ ذکر کرتا ہوں تو کافراں کی حکایات سنتے اور قرآن کی سماعت ترک کرتے تب یہ آیت اتری و اصحاب معارف و قرار و کامن و مقام و واقفہ و فروغ کثیرہ اور حرام ہے وہ مال جس کو باجوں کے بجانے والے لیتے ہیں اور قرار اور غیبی خبر تانے والا اور قرار باز اور عورت نبل سے بدن کی گودنے والی لیتی ہے اور مال حرام کی فروغ اور شاخیں بہت ہیں ہم از انجند اجرت و اثرہ یعنی اس عورت کی اجرت جو دوسری عورت کے دانت گھس کر باریک کر دے اور جو متوسط عقد نکاح کا ہو کر کچھ مال لے اور جو دو شخصوں میں صلح کروا کے مال لے اور شراب اور مسکرات کا من اور جو مال کہ جانوروں کی جفتی پر لیا جاوے اور جانور مردار اور درندوں کی کھال کی قیمت قبل از دباغت اور خرچی اور شرط کر کے حجام یعنی بچنے لگانے والے کی اجرت یہ سب مال حرام ہیں کذا فی الطحاوی قیل لہ یا خبیث و نحوہ جازلہ الردی کل شئیمۃ لا توجب الحمد و ترک فضل کسی نے کسی کو کہا یا خبیث اور مانند اس کے کوئی کلمہ سخت تو مخاطب کو پھر کے کہنا اس لئے اس کو ترجمہ اولیٰ نے قواعد جواد کے ترجمہ کما تھا دوسرے نسخہ میں فرادہ دانے پہلے تھا تو وہاں مناسب معلوم ہوا اس کے معنی میں بندر نیچانے والا ۱۲

گالی میں جائز ہے جو گالی کہ حد کی موجب نہیں ہے اور ترک اس کا افضل یعنی صبر افضل ہے جواب دینے سے کہہ قول اللہ تعالیٰ اذ اسئل اصالحا متی  
انظر ذلک نہ نفاق او محقق نفل کے روزہ دار سے کسی نے سوال کیا کہ کیا تو روزہ دار ہے تو اس کا یوں کہنا کہ دیکھا جاوے مکر وہ ہے اس  
واسطے کہ یہ نفاق ہے یا محقق اور حیا لست م یعنی یہ منافقین کا طریقہ ہے تا معلوم ہو کہ یہ اپنے عمل کو چھپاتا ہے بلکہ یوں جواب دینا بہتر ہے کہ  
ہاں میں روزہ دار ہوں اس واسطے کہ صوم میں ریا کو دخل نہیں لکھا وی من لہ اطفال و مال کلیل لایومی بقتل جس شخص کے چھوٹے لڑکے ہوں  
اور حقوڑا مال ہو وہ نفل وصیت نہ کرے م لیکن اگر مریض پر صلوات اور کفارات ہوں تو حاضرین کو چاہیے کہ مریض سے بطریق احسن وصیت  
کراویں مگر یہ کہ مریض عالم متقی ہو اور یہ جو حدیث ہے کہ اپنے بیماروں سے وصیت کا امر کرو تو مطلب اس کا یہ ہے کہ بیمار اپنی اولاد اور عیال  
اور دوستوں کو جمع کرے اور حمد التی بحالادے اور لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی گواہی دے اور اس کی گواہی دے کہ بہشت اور دوزخ اور  
قیامت کا آنا حق ہے پھر اولاد سے کہے کہ تم کس کی عبادت کرو گے میرے بعد پھر ان کو ایمان کی وصیت کرے اور ان سے کہے کہ نہ مریو  
مگر مسلمان جیسے حضرت ابراہیم اور یعقوب علیہما السلام نے اپنے بیٹوں کو وصیت کی تھی پھر اس کے بعد جو چاہے وصیت کرے کذا فی مجتہ  
یعنی حقوق اللہ اور حقوق العباد جو اس پر ہوں ان کی وصیت کرنا چاہیے وصیت ایمانی کے بعد اس واسطے کہ احادیث صحیحہ میں وارد ہے  
کہ مسلمان کو چاہیے کہ تین دن سے زیادہ وصیت میں تاخیر نہ کرے من صلے او لصدق یراک بہ ان اس لالیعاف بتک الصلوۃ ولا یتاب بہا  
قیل ہذا فی الفرائض وعلمہ الزاہدی للنوافل لقولہم الریاء لایدخل الفرائض جو شخص ناز پر ہوتا ہو یا زکوۃ اور خیرات دیتا ہو لوگوں کے دکھانے  
کے واسطے تو اس ناز ریا کی کے سبب سے اس پر عذاب نہ ہوگا اور نہ اس کو اس کا ثواب ملے گا بعضوں نے کہا کہ یہ عدم عقاب اور ثواب  
فرائض میں ہے نہ نوافل میں اور زاہدی نے اس کو نوافل کے واسطے بھی عام کہا ہے فقہائے اس قول کی دلیل ہے کہ ریا فرائض میں داخل  
نہیں ہوتا م شارح کو یوں کہنا بہتر تھا وخصہ الزاہدی بالنوافل اس واسطے کہ زاہدی کی عبارت مجتہ میں ہے ولکن نص فی الوقعات ان  
الریاء لایدخل فی الفرائض فتعین النوافل انتہی تو اس صورت میں تعین ظاہر ہے اور تعین میں ظاہر نہیں کذا فی الطحاوی غزل الرجل علی  
ہیئۃ غزل المرأة یکرمہ سموت کا تمام مرد کا عورت کی ہیئت اور وضع پر مکر وہ ہے یعنی اس واسطے کہ مرد کو عورت کی مشابہت کرنا اور  
عورت کو مرد کی مشابہت کرنا جائز نہیں اور حدیث میں اس پر لعنت وارد ہے یکرمہ للمرأة صور الرجل وصورا لہ عورت کو مرد کا جھوٹا اور مرد کو  
عورت کا جھوٹا مکر وہ ہے م مراد جھوٹا پانی ہے عورت غیر حلال کا اور یہ کراہت در صورت تکذ کے ہے والا ظاہر مکر وہ نہیں اس کا تحریر  
کرنا چاہیے کذا فی الطحاوی ولہ ضرب زہد مجتہ علی ترک الصلوۃ علی الاظہر اور شوہر کو جائز ہے مارنا اپنی زوجہ کا ناز کے چھوڑنے پر بنا بر ظاہر  
مذہب کے م اور اسی طرح اپنی ولد اور یتیم کا مارنا ترک صلوۃ پر جائز ہے کذا فی المجتہ للکجب علی الزوج تطلیق الفاجرة زوج پر واجب  
نہیں طلاق دینا حرام کار زوجہ کا طحاوی نے کہا خور زنا وغیرہ کو شامل ہے لایجوز الوضوء عن الحيض المحدث للشرب فی الصحیح جائز نہیں وضو کرنا  
ان حوضوں سے جو پینے کے واسطے بنائے گئے ہیں قول صحیح میں م لیکن وضو کے حوضوں سے پینا درست ہے وینع من الوضوء منہ وفیہ اور  
پانی پینے کے حوض سے پانی لے کر وضو کرنا اور خود حوض میں وضو کرنا منع کیا جائے وحملہ لایہ ان ماذونا بہ جاز والا لا اور اس حوض سے پانی  
لانا اپنے اہل و عیال کے پینے کے واسطے اگر مالک کی اجازت ہو لے جانے کی تو درست ہے اور نہیں تو جائز نہیں الکذب مباح لا حیاحقہ  
ودفع الظلم عن نفسه والمراد التعریض لان عین الکذب حرام قال وہو الحق قال تعالیٰ قتل الخراصون انکل من المجتہی جھوٹ بولنا اپنے حق  
ف وصیت کا طریق ملے یعنی مخصوص کیا ہے اس کو زاہدی نے نوافل سے ۴ ملے لیکن واقعات میں تصریح ہے کہ فرائض میں نہیں داخل ہوتا تو نفی ہی متعین ہو گئیں ۵



کے ظاہر کرنے کے واسطے اور اپنے اور پر سے ظلم کے دفع کرنے کے واسطے مباح ہے اور کذب سے مراد تعریف ہے یعنی مخالف تصریح اس واسطے کہ عین کذب حرام ہے صاحب مجتہد نے کہا اور یہی قول حق ہے کہ کذب سے تعریف مراد ہے نہ عین کذب حق تعالیٰ نے فرمایا کہ جھوٹ بولنے والے لعنت کئے گئے یہ مسائل یعنی مسئلہ عوکتب غیر مستفہ سے یہاں تک مجتہد سے منقول ہیں و فی الوہبانیۃ قال سہ للصلح جاز الکذب او دفع ظالم ۱۱ اہل لترضی والقتال لیطفر ۱۲ اور وہبانیہ میں کہا جھوٹ بولنا درست ہے صلح بین المؤمنین کے واسطے یا دفع ظالم کے واسطے اور زوج سے جھوٹ بولنا درست ہے تا وہ راضی رہے وحشت میں نہ اوسے اور لڑائی میں کذب درست ہے تا فتنہ حاصل ہو

۱۳ شارح وہبانیہ نے کہا کذب سے معارف مراد ہے نہ کذب خالص ویکرہ فی الحما تمہید خدام ۱۴ ومن شام تزیرا فقا لویوزر ۱۵ اور حرام میں خدشہ کا دینا اور چھٹی کرنا مکروہ ہے اور جو چاہے نوراگنا تو علماء نے کہا ہے کہ اپنے ہاتھ سے نوزہ لگا دے مگر پڑے چھٹی کرنا بلا ضرورت مکروہ ہے اور بضرورت درست ہے اور بلا حیولت ثوب ران پر چھٹی کرنا حرام ہے چنانچہ جاہلوں کی عادت ہے سو حرام ہے کذا فی شرح الوہبانیۃ

و فی حق محتاد المرور بجامع ۱۶ ومن علم الاطفال فیہ ویوزر ۱۷ اور عادت گرفتہ میں در جامع مسجد فاسق ہے اور اسی طرح جو معلم کہ اس میں لڑکے پڑھائے اور وہ گنہگار ہے م شارح وہبانیہ نے کہا تعلیم فی المسجد کو کسی نے فسق نہیں کہا اُس کو گناہ کہا ہے تو ناظم کے کلام کی یوں توجیہ ہو سکتی ہے کہ جب اس نے گناہ پر اصرار کیا تو فاسق ہو گیا ومن قام اجلا لشمس فجائزہ ۱۸ فی غیر اہل العلم بعض یقررہ ۱۹ اور جو کھڑا ہو گیا کسی شخص کی تعلیم اور تکریم کے واسطے تو جائز ہے اور بعض علی غیر اہل علم میں اس کو ثابت رکھتے ہیں مگر شخص سے مراد مسلمان ہے نہ کافر اس واسطے کہ اسباب میں مذکور ہو چکا کہ کافر کی تعلیم جائز نہیں اور بعضوں کے نزدیک قیام اہل علم کے واسطے مخصوص ہے چنانچہ قنہ میں ہے وجوز نقل المیت البعض مطلقا ۲۰ وعن بعضہ ما فوق میلین یخطر ۲۱ اور بعضوں نے میت کا نقل کرنا جائز کہا ہے مطلقا خواہ دو میل ہو یا زیادہ اور بعض فقہاء سے منقول ہے کہ دو میل سے زیادہ جائز نہیں مگر طوسی نے ذکر کیا کہ میت کو اٹھائے جانا دو میل سے زیادہ قبل از دفن مکروہ ہے

بلا خلاف اور بعد دفن کے نقل کرنا حلال ہے بالاتفاق اور ناظم وہبانیہ نے ذکر کیا کہ بوز نقل میت میں دو میل سے زیادہ اختلاف ہے بعضوں کے نزدیک مطلقا جائز ہے قبل دفن اور بعد دفن کے مسافت کم ہو یا زیادہ میت نے اس کی وصیت کی ہو یا نہ کی ہو عبد البر شارح وہبانیہ نے کہا کہ یہ جو ناظم نے خلاف نقل کیا ہم اس پر مطلع نہیں علماء کے کلام سے اور ظاہر طوسی کا کلام حق ہے ولزوجة التیمین لا فوق شعبا ۲۲ ومن ذکر کا التعمید للعب یخطر ۲۳ اور زوج کا اپنا بدن مٹا کر یا معوی طعم لکھا کہ درست ہے بشرطیکہ آسودگی سے زیادہ نہ کھائے اور زوج کا تعویذ لکھنا زوج کی محبت کے واسطے ممنوع ہے مگر تسمین زوج بشرط رضائے زوج جائز ہے خانہ میں ہے کہ ایک عورت آیات تعویذ لکھوتی ہے تا اس کا زوج اُس کو چاہے اور اُس کی طرف سے نفرت چھوڑے جامع معجز میں ذکر کیا ہے کہ یہ حرام ہے حلال نہیں انتہی ابن وہبان نے توجیہ اُس کی یوں بیان کی ہے کہ ایک طرح کا یہ بھی مکروہ ہے اور سحر حرام ہے ویکرہ ان تسقے لاسقاط حملہا ۲۴ وجاز لعذر حیث لا یتصور ۲۵ اور عورت کا دوا پینا اپنے گل کے اسقاط کے واسطے مکروہ ہے اور اسقاط کرنا عذر کے سبب سے درست ہے جب کہ حمل کی صورت نہ بن گئی ہو مگر حمل کا کرنا بلا عذر مباح نہیں اور عذر سے درست ہے بشرطیکہ صورت نہ بن گئی ہو عذر اسقاط یہ ہے کہ مثلا عادت لڑکے کو دودھ پلاتی ہے اور حمل رہنے سے دودھ جاتا رہا اور اس کے زوج کو دوا یہ رکھنے کی قدرت نہیں ہے اور بلا کی طفل کا خوف ہے تو اس صورت میں حمل کا کرنا دینا علاج وغیرہ سے درست ہے جب تک حمل ٹھہرا ہو اعضا نہ بن گئے ہوں وان اسقطت یتا ففی السقط عقرہ ۲۶

والدہ من عاقل الام تحضرہ ۲۷ اور اگر عورت نے علاج وغیرہ سے مردہ لڑکا کر دیا تو جنین میت کے باپ کے واسطے مال کی برادری سے غرہ حاضر

سہ اور ایک نسخہ میں تسعین ممد ہے بجائے ناف اور یہ معنی کی مد سے مناسب تر ہے اور نیز بلا حاف آجاتا ہے ۱۲

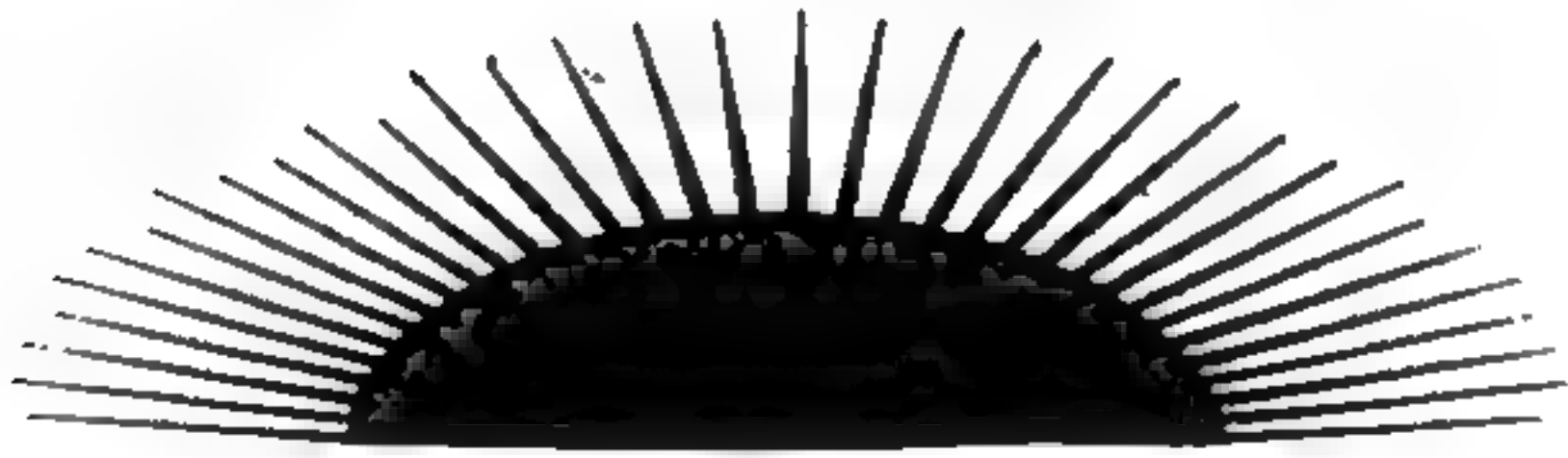
کیا جاوے مگر بغیر غنیمت معجزہ عبادت پانچ سو درم سے ہے جو بیک سال کے اندر لیا جائے اور اگر عورت کی برادری نہ ہو تو عورت کے مال سے یا قدر لیا جائے اور اگر عورت نے زندہ کرادیا پھر وہ مر گیا تو عورت کی برادری سے خوبیا ہے تین سال کے اندر اگر برادری نہیں تو عورت کے مال سے اس قدر لیا جائے کذا فی المطاوی و فی یوم عاشوراء مکبرہ کلیم ۛ و لا باس بالاعتقاد خلط و یوجز ۛ اور یوم عاشوراء یعنی محرم کی دسویں تاریخ سرد لگانا مکروہ ہے اور کچھ مضائقہ نہیں خلط الطمرہ کی عادت میں اور ثواب ہے و بعضہ المختار فی المحل جائز ۛ بفضل رسول اللہ فہو المقرر ۛ اور بعضوں کے نزدیک یوم عاشوراء کو سرد لگانا جائز اور مختار ہے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل کے سبب سے تو وہی مقرر ہے مگر کراہت سرد یہ ہے کہ علامت ہے دشمنان اہل بیت نبوت کی اس واسطے کہ یزید اور ابن زیاد نے امام حسین رضی اللہ عنہ کے خون سے سرد لگایا تھا اور دوسری روایت یہ ہے کہ اللہ کا سرد لگایا تھا قتل امام کی فرحت سے قنیہ میں ہے کہ خلط الطمرہ میں یوم عاشوراء کوئی اشرقی وارد نہیں لیکن اس میں مضائقہ نہیں بدلیل حدیث من رشح علی عیالہ و سح اللہ علیہ سائر سنۃ تو لوگوں نے اسی سے وسعت طعام کی عادت کی ہے کذا فی المطاوی عن شرح الوہابیۃ و سفر السعادت فیروز آبادی میں ہے کہ استجاب صیام عاشوراء ثابت ہے اور سائر احادیث فضل عاشوراء اور فضل صلوٰۃ و انفاق و خضاب و ادیان و کمال و طبع خوب و غیر ذلک مجموع موضوع و مفتری ہے ائمہ حدیث نے کہا کہ اس میں سرد لگانا بدعت ہے کہ قاتلین حسینؑ کی ایجاد ہے شیخ عبدالحق و آدمی نے سفر السعادت کی شرح صراط المستقیم میں کہا کہ احادیث فضل عاشوراء اور وقوع و قاتل غنیمہ چنانچہ قبول توبہ آدم کو رفع ادریس آسمان پر اور نجات ابراہیم کی آتش فرود سے اور اترنا نوح کا کشتی سے اور اترنا تورات کا موسیٰ پر اور مذیہ الخلیل کا اور لکانا یوسف کا قید خانہ سے اسی طرح اور وقائع انبیاء عظیم السلام کے محدثین کے نزدیک موضوع اور باطل ہیں کثیر طعام میں عیال پر احادیث ضعیفہ وارد ہیں کہ تعدد طرق سے جبر نقصان ہو سکتا ہے حافظ زین الدین عراقی نے اپنی مالی میں طریق بیہقی سے حدیث مرفوع روایت کی کہ من رشح علی عیالہ و اہل یوم عاشوراء و سح اللہ علیہ سائر سنۃ اور کہا ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے لیکن بعضوں کے نزدیک حسن ہے اور دوسرے طریق سے بعضوں کے نزدیک صحیح ہے الحاصل صریح محرقہ میں ہے کہ اہل سنت کا طریقہ یہ ہے کہ اس روز میں بدعات و افشاء سے چنانچہ نوحر گری وغیرہ سے اجتناب کریں اسی طرح بدعات نواصب اور دشمنان اہل بیت سے پرہیز کریں چنانچہ اس دن میں عید کرنا اور افشاء فرحت اور آرائش کرنا سرد لگانا خضاب کرنا ثیاب جدیدہ پہننا اور توسیع نفقات کرنا وغیر ذلک کہ نہ حدیث صحیح سے ثابت ہے نہ صحابہ کرام سے اور نہ چاروں ائمہوں سے اور نہ کسی کتاب معتبر میں وارد ہے انتہی مانی صراط المستقیم مختصر و ضرب عبید الغیر جائز بامرہ ۛ و ما جائز فی الاحرار والاب یا مرہ ۛ اور غیر کے غلاموں کو مارنا مالک کے حکم سے جائز ہے اور جائز نہیں احرار کا مارنا اگر چہ پاپ امر کرے اپنے فضل کے مارنے کا مگر لیکن معلم کا مارنا تمبیک پر جائز ہے مصلحت کے سبب سے شرب نکالی نے کہا صغیر کو ہاتھ سے مارے نہ بکری سے اور من ضرب سے زیادہ نہ مارے اور قاضی کے امر سے مارنا اس صورت میں ہے جب کہ قاضی عادل ہو اور حجت ملزمہ کا مشاہدہ ہو گیا اور اس زمانہ میں فقط قاضی کے حکم پر اعتقاد نہ کرنا چاہیے کذا فی المطاوی والوثب من ذکر القرآن استماعہ ۛ و قالوا ثواب لطف لطف یحمرہ ۛ اور قرآن کے پڑھنے سے قرآن کی سماعت میں زیادہ ثواب ہے اور علمائے کما ہے کہ لطف کا ثواب لطف ہی کے واسطے مخصوص ہے م استماع قرآن کا ثواب پڑھنے اس واسطے زیادہ ہوا کہ استماع واجب ہے اور پڑھنا مستحب ہے اور عبادات لطف کا لطف ہی کو ثواب ہے اور اس کے باب کو تعلیم کا ثواب ہے و در سک باقی الذکر اولی من الصلوٰۃ ۛ و نفل و درس العلم اولی و النظر ۛ اور سیکھنا باقی قرآن کا لطف اور مقدم ہے لطف نماز سے اور سیکھنا علم کا یعنی علم مفترض کا مقدم تر ہے باقی قرآن کے سیکھنے کا اس واسطے کہ تعلیم جمیع قرآن فرض کفایہ ہے اور تعلیم مسائل فقہ بقدر ضرورت فرض عین ہے اور

ۛ جو شخص عاشوراء کے دن اپنے کنبے اور گھر والوں پر دست کرے یعنی بہت سا پاوے اللہ تعالیٰ اس پر تمام سال وسعت کرے گا ۛ



مشتغال بعض عین اولے ہے فرض کفایہ کے اشتغال سے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تعلم باقی قرآن کا افضل ہے اس فقہ کے تعلم سے جو قدر حاجت سے زیادہ ہے وہ قدر ہو واللہ اعلم ونحوہ ۱۱ لا اعلام ختم المدرس عین یقریر بہ اور البتہ فقیہوں نے مکروہ کہا ہے واللہ اعلم کہنے کو اور مانند اس کے چنانچہ در رد المحتار کو اختتام درس کے اعلام کے واسطے وقت مقرر کرنے کو م وجہ کراہت یہ ہے کہ اس نے اس لفظ کو بے محل صرف کیا یعنی وسیلہ اعلام اور اطلاع کا قیرو یا اسی طرح اگر ایک شخص محفل میں آیا اور اس نے کہا یا اللہ مثلاً تاکہ اہل مجلس اس کے آنے سے خبردار ہوں اور اس کے لائق بیٹھنے کو جبکہ دیں اور تعلیم کریں یا چوکیداریوں کے لالہ الا اللہ اور مانند اس کے تا لوگ اس کے جاگنے اور چوکیداری سے آگاہ ہوں تو یہ سب مکروہ ہے اس واسطے کہ ذکر مقصود نہیں ہاں اگر دو قصد مجتمع ہوں یعنی اعلام بھی اور ذکر بھی تو قصد غالب کا اعتبار ہوگا کذا فی الموطا دی قائدہ طحاوی نے لکھا کہ طرطوسی اور بطلیوسی مجتمع ہوئے اور حلال روزی میں گفتگو کرنے لگے کہ اب اس میں سے کچھ باقی ہے تو بطلیوسی نے کہا کہ اصول حلال کے دس حق تعالیٰ انہیں سے وسعت کرتا ہے اپنے بندوں میں اول تجارت بشرط صدق و راست گوئی ۲ اجارہ بشرط خیر خواہی مالک ۳ ہدیہ اور تحفہ ۴ اور متقی کا ہم۔ میراث اصل طیب سے یعنی جس مورث نے حلال مال جمع کیا نہ حرام ۵ جو غلہ کہ زمین غیر ملوکہ میں پیدا ہوا یعنی غلہ خود رو ہا خمس غنیمت واجب کہ عدل اور انصاف سے اس کی قسمت ہوئی ہو ۶ شکار خشکی کا ۸ شکار دریا کا ۹ سوال کرنا سخت ضرورت کے وقت ۱۰ اجیاء موت تو طوسی نے کہا کہ ہر مسلمان پر واجب ہے تقیید ان اصول کی تا وہ حلال پاک حاصل ہو جو اہم المسلمات ہے اور سب امور سے مقدم ہے۔

واللہ اعلم واستغفر اللہ الکریم



# کتاب احیاء الموات

یہ کتاب ہے احیاء موات کے مسائل میں ہم موات بفتح و هم میم بروزن حیات و فرات وہ زمین ہے جس کا کوئی مالک نہیں اور احیاء یعنی زندہ کرنے سے مراد یہ کہ زمین غیر مزروع زراعت کے لائق ہو جاوے یعنی ویران زمین آباد ہو جائے اس واسطے کہ ہر چیز کی حیات اس چیز کے لائق اور مناسب ہوتی ہے لعل مناسبہ ان فیہ مایکرہ و ملائیرہ شاید کہ مناسبہ اس کتاب کی کتاب الکاہلہ سے یہ ہے کہ اس کتاب میں وہ حکم ہے کہ مکروہ ہے اور وہ حکم بھی ہے جو مکروہ نہیں الحیاء نوعان حاسہ و نامیۃ والمراد بہنا انامیۃ حیات دو قسم ہے حاسہ یعنی جس سے حس اور حرکت حاصل ہو اور نامیۃ یعنی جس سے نشو و نما حاصل ہو اور یہاں مراد حیات نامیہ ہے نہ حاسہ و سمی مواتا بطلان الانتفاع بہ اور زمین غیر مملوکہ غیر نامیہ کو موات کہا بسبب باطل ہونے اس کی انتفاع کے تو وہ مردہ ٹھہری نہ زندہ ہم عدم انتفاع کی وجہ یہ ہے کہ پانی میں زمین ڈوب گئی یا سینچنے کا پانی دیا نہیں یا جنگل ہو گیا وغیرہ ملک من موانع الانتفاع و احیاء وہ بناء و غرس او کرب اوسقی اور احیاء موات یعنی زمین مردہ کا زندہ کرنا عمارت بنانے سے ہوتا ہے یا درخت لگانے سے یا جوتے یا سینچنے سے اذالہ اسی سلم او ذمی ارضنا غیر متفق بہا ولیست مملوکہ لمسلم ولا ذمی فلو مملوکہ لم یکن مواتا فلو لم یعرف مالکها ففی لقطۃ یتصرف فیہا الامام ولو ظہر مالکها ترد الیہ و یضمن نقصانہا ان نقصت بالزرع و ہی بعیدۃ من القریۃ اذ اصاح من باقصی العامر و ہی جموری الصوت بزازیۃ لایصح بہا صوتہ ملکھا عند ابی یوسف و ہو المختار کما فی المختار وغیرہ جب کہ مسلمان یا ذمی آباد کرے اس زمین ویران کو جس سے کچھ فائدہ حاصل نہیں ہوتا اور وہ کسی مسلمان یا ذمی کی مملوک نہیں اور وہ واقعہ ہے گاؤں سے ہر طرح کہ اگر چیتے وہ شخص جو منتہائے آبادی پر ہے بشرطیکہ وہ شخص بلند آواز ہو کہ انی البرازیۃ تو اس زمین تک اس کی آواز نہ سنائی دے تو وہ آباد کرنے والا مسلمان یا ذمی اس زمین کا مالک ہو جاتا ہے ابو یوسف کے نزدیک اور یہی قول مختار ہے چنانچہ مختار وغیرہ میں مصرح ہے سواگر زمین ویران کسی مسلمان یا ذمی کی مملوک ہو تو وہ موات نہیں ہے پھر اگر اس کا مالک معلوم نہ ہو تو وہ لقطہ یعنی لا وارث مال ہے اس میں بادشاہ اسلام تصرف کرے اور اگر بعد اس کے اس کا مالک ظاہر ہو تو وہ زمین اسی کو پھیر دی جائے اور اس کے نقصان کا تاوان دے اگر زراعت کرنے سے زمین میں کچھ نقصان ہو گیا ہو زمین مذکور کا آباد کرنے والا مالک ہو گا اگر مسلمان ہے تو اس پر عشر واجب ہو گا اور اگر ذمی ہے تو خرارج واجب ہو گا اور اگر خرارج کے پانی سے اس کو سینچے گا تو اس کو اختیار ہو گا کذا فی الاختیار و اعتبار محمد عدم ارتفاق اہل القریۃ و بہ قالت الثلثۃ قلت و بذل ظاہر الروایۃ و بہ یفتی کما فی زکوۃ الکبریٰ ذکرہ القستانی و کذا فی البرجندی عن منصور عن قاضی خان ان الفتویٰ علی قول محمد فایجب من الشر بنلالی کیف لم یذکر ذلک فلیحفظ اور محمد نے اہل قریہ کی عدم احتیاج کو اس زمین کی طرف معتبر کیا ہے یعنی موات وہ زمین غیر مملوک ہے جس سے اہل قریہ منتفع نہ ہوتے ہوں خواہ قریہ ہو خواہ بعید اور یہی قول ہے ائمہ ثلاثہ کا میں کہتا ہوں اور یہی ظاہر الروایۃ ہے اور اسی کا فتویٰ ہے چنانچہ فتاویٰ کبریٰ کی کتاب الزکوۃ میں ہے ایسا ذکر کیا ہے قستانی نے اور اسی طرح برجندی میں ہے عن منصور عن قاضی خان کہ محمد کے قول پر فتویٰ ہے تو شر بنلالی سے تعجب ہے کہ اس نے اس کو کیوں بیان نہ کیا تو اس کو یاد رکھنا چاہیے ہم فتاویٰ قاضی خان میں ہے کہ صحیح تر قول موات میں وہ ہے کہ اگر منتہائے آبادی میں آدمی کھڑا ہو کہ بلند آواز سے چلاوے تو جہاں آواز نہ پہنچے وہ موات ہے اور جہاں تک آواز پہنچے وہ آبادی کے لواحق سے ہے کہ وہاں تک موانعی چرلے وغیرہ کی اہل قریہ کو حاجت ہوتی ہے انتہی تو شاید قاضی خان نے کسی اور کتاب میں محمد کے قول پر فتویٰ بیان کیا ہو گا واللہ اعلم ان اذن لہ الامام فی ذلک و قال امیکما بلا اذنہ احیاء موات سے مسلم مالک اس کا ہو جاتا ہے اگر امام نے اس کو آباد کرنے میں حکم دیا ہو اور زمین





یعنی وہ کنوئیں کسی کے مملوک نہیں بواسطہ استنباط اور سبی کے ہم عدم ملک کا مضمون مکرر ہو گیا اس کی کچھ حاجت نہ تھی کذا فی الطحاوی فلو اقطع ہذا المعادن  
الظاہرۃ لم یکن لا قضا علیہا حکم بل المقطوع وغیرہ سواء تو اگر سلطان ان ظاہر کھانوں کو عطا کرے کسی شخص کو تو اس کے عطا کا حکم جاری نہ ہوگا بلکہ جس کو عطا  
ہوئی اور غیر شخص برابر میں انتفاع میں فلو منعہم المقطوع کان بمنہ متعديا وکان لما اخذہ مالکالا نہ متعديا بالمنع لا بالاختصاص عن المنع و صرف عن ملوئہ  
العمل لئلا یشتبہ اقطاع بالصحة او بصیر معنی حکم الا ملک المستقرۃ ذکرہ العلامة قاسم فی رسالۃ احکام ابارۃ اقطاع الجندی پھر اگر لوگوں کو نمک او  
پانی وغیرہ کے لینے سے منع کیا اس نے جس کو سلطان نے عطا کیا تو وہ منع کرنے کے سبب متعدي عالم مقررے گا اور جو چیز کھان سے لگا اس کا مالک ہوگا  
اس واسطے کہ وہ متعدي ہے منع کرنے سے نہ بسبب لینے کے اور باز رکھا جائے روکنے سے اور پھر ایسا ہے دوام عمل سے یعنی ہمیشہ کھان سے وہی شخص لیا کہے  
تاعطا سلطانی کی صحت کا اشتباہ واقع نہ ہو یا وہ چیز اس کے ساتھ در حکم اطلاق مستقرہ کے نہ ہو جائے ایسا ذکر کیا ہے علامہ قاسم نے اپنے رسالہ میں بجا  
اقطاع لشکری کے احکام میں لکھا ہے ہم اطلاق مستقرہ وہ جو اس کی ملک میں سابق سے داخل ہوں کذا فی الطحاوی وحریم بئر الناضح وہی التي نیرح الماء  
منہا بالبعیر کبیر العطن وہی التي نیرح الماء بالید والعطن مناخ الابل حول البئر لبعون ذراعا من کل جانب وقالان الناضح فستون اور اگر دیر  
ناضح کا بیڑ عطن کی مانند ہم گز ہے ہر جانب سے اور صاحبین نے کہا کہ بئر ناضح کا اگر حریم ہے تو ۶۰ گز ہے بئر ناضح وہ کنواں ہے جس سے پانی بھرا جاتا اور  
نکالا جاتا ہے اونٹوں سے یعنی کھیت سینچنے کے واسطے کذا فی العینی شرح الہدایۃ اور بیڑ عطن وہ کنواں ہے جس سے پانی بھرا جاتا ہے ہاتھ سے یعنی اونٹوں کے  
پلانے کے لیے اور عطن عبارت ہے اونٹوں کی نشست گاہ سے کنوئیں کے گرد و فی الشرب لایۃ من شرح الجمع لعمق البئر فوق الارضین یزاد علیہا انتی لکن لیس  
الفتنی محمد ثم قال طیفی بقول الامام وعزاه للتمتہ ثم قال وقیل التقدر فی بیروین بما ذکر فی اراضیہم لصلابہا و فی اراضیہا خاوة فیزاد اطلاقا یتقل الماء الی  
الثانی وعزاه للہدایۃ وعزاه البرہندی لکافی فلیحفظ اور شرب لایۃ میں شرح مجمع سے یوں ہے کہ اگر کنوئیں کا عمق ۶۰ گز سے زیادہ ہو تو حریم ۶۰ گز سے زیادہ  
کیا جاوے گا اتنی لیکن فتنی نے اس قول کو محمد کی طرف نسبت کیا ہے پھر کہا اور فتویٰ امام کے قول پر ہے کہ حریم ۶۰ گز سے زیادہ نہیں اور اس کو فتنی  
نے تتمہ کی طرف نسبت کیا ہے پھر یوں کہا ہے کہ بعضوں نے کہا کہ کنوئیں اور چشمہ کی حریم کی مقدار مذکور فقہار سابقین کی اراضی میں مٹی بسبب سخت ہونے ان کی اراضی  
کے اور ہماری اراضی میں نرمی ہے تو ۶۰ گز سے زیادہ کرنا چاہیے تاکنوئیں کا پانی دوسرے کنوئیں میں منتقل نہ ہو جائے اور اس کو ہدایہ کی طرف منسوب کیا ہے  
اور برہندی نے اس قول کو کافی کی طرف نسبت کیا ہے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے ہمارا خانہ میں اور کبریٰ میں ہے کہ صاحبین کے قول پر فتویٰ ہے تو معلوم ہوا  
کہ امام اور صاحبین دونوں کا قول منقہ ہوئی ہے کہ حاجت کا اعتبار ہوا نہ تقدیر کا تو مسئلہ میں خلافت معنوی باقی نہ رہا کذا فی الطحاوی اذا احفر  
فی موات باذن الامام کنوئیں کا حریم ۶۰ گز اس وقت ہے جب کہ کنواں زمین موات میں سلطان کے حکم سے کھودا ہو فلو فی غیر موات او فیہ بلا اذن الامام  
لم یکن الحکم کذلک کذا ذکرہ المصنف تو اگر کنواں موات میں نہ ہو یعنی غیر شخص کی زمین میں ہو یا موات میں ہو بدول اذن سلطان کے تو اس کا حکم ایسا نہ ہوگا یعنی  
۶۰ گز اس کا حریم نہ ہوگا ایسا ذکر کیا ہے مصنف نے اپنی شرح میں وعبارۃ الفتنی و فیہ مزیالی انہ لو حفر فی ملک الغیر لایستحق الحریم فلو حفر فی ملکہ من الحریم  
ما شاء والی ان الماء لو غلب علی ارض ترکھا المملک او ماتوا وانقرضوا لم یجز احیاء فلو ترکھا الماء بیث لایعود الیہا ولم یکن حریبا لعمام جاز احیاء وغیرہ الی  
المضمرات اور عبارت فتنی کی یوں ہے اور اس میں یعنی اس کے مانی کے قول میں اشارہ ہے اس طرف کہ اگر کنواں کھودے غیر کے ملک میں یعنی اس کے اذن  
سے تو وہ مستحق حریم کا نہیں ہے الا باختر احریم کذا فی الطحاوی تو اگر اپنے ملک میں کنواں کھودا تو اس کو حریم رکھنے کا اختیار ہے جتنا چاہے اور اس کی  
طرف اشارہ ہے کہ اگر پانی غالب ہو گیا زمین پر اور مالکوں نے اس کو چھوڑ دیا یا دہر گئے یا منقرض ہو گئے تو اس زمین کا آباد کرنا جائز نہیں سوا اگر پانی وہ  
زمین اس طرح چھوڑ دے کہ پھر اس کا عود اس کی طرف نہ ہوگا اور وہ زمین آبادانی کی حریم نہیں ہے اس کا آباد کرنا درست ہے اور اس قول کو فتنی  
نے مضمرات کی طرف نسبت کیا ہے وحریم المعین خمسۃ ذراع من کل جانب کما فی الحدیث اور چشمہ آب کا حریم ۵۰ گز ہے ہر جانب چنانچہ حدیث



ہے ابو یوسف نے کتاب الخراج میں زہری سے روایت کی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حریم عین ۵۰۰ گز ہے اور غیر عین کا حریم ۴۰۰ گز ہے اور زہری نے فرمایا کہ حریم ۴۰۰ گز ہے کذا فی العینی شرح المداویۃ والذراع ہو المنکسرۃ وہو مست قبضات وكان ذراع الملك ای ملک الاکاسرة سبع قبضات فکسر منه قبضۃ اور گزہ کسور گزہ مراد ہے چھٹھٹی کا اور سلطان اکاسرہ کا سات مٹھی گز تھا سو اس میں سے ایک قبضہ بھر کم کر ڈالا گیا و یمنع غیرہ من المحفر وغیرہ فیہ لاند ملکہ فلو تحفر اول رومہ او قسطنطنیہ و تمامہ فی الدرد اور صاحب حریم کا غیر منع کیا جائے کنواں وغیرہ کھودنے سے حریم میں اس واسطے کہ حریم تر چشمہ اور کنوئیں واسے ملک ہے تو اگر غیر شخص حریم کے اندر کنواں کھود گیا تو پہلے شخص کو اسکا پانچ دینار یا بقدر تقاضا دینا درست ہے اور اس کا پورا بیان در میں ہے ولو خفر الثانی فمقتی حریم البیر الاولی باذن الامام فذہب ماء البیر الاولی وتحول الی الثانیۃ فلا شیء علیہ لاند غیر متعدد الماء تحت الارض لا یمیک فلا فحی صمتہ مکن بنی حانوتا بحجب حانوت غیرہ فکسبت الحانوت الاولی بسببہ لاشی علیہ در روز طبعی اور اگر دوسرے شخص نے کنواں کھودا منتہائے حریم میں مکنی ۴۰۰ گز کے بعد پہلے کنوئیں سے سلطان کے اذن سے سو پہلے کنوئیں کا پانی جاتا رہا اور دوسرے کنوئیں کی طرف منتقل ہو گیا تو حافر ثانی پر کچھ وان اور مواخذہ نہیں اس واسطے کہ وہ متغیری نہیں ہے اور پانی جو زمین کے نیچے ہے وہ مملوک نہیں تو اس کے ساتھ کچھ مختصت نہیں اس شخص کے مانند اس نے دوکان بنائی غیر کی دوکان کے برابر پہلو میں سو پہلی دوکان دوسری دوکان کے سبب سے کاسد ہو گئی جاری نہ رہی تو اس پر کچھ مواخذہ نہیں کذا فی الدرر طبعی وفیہ لوہم ہمدان وغیرہ فکسبتہ لاند بقاء الجدار ہو الصیح اور طبعی میں ہے کہ اگر ایک شخص نے غیر کی دیوار گرا دی تو دیوار کے مالک کو اس کی قیمت کا مواخذہ پہنچتا ہے نہ دیوار بنانے کا یہی قول صحیح ہے ولما فر الثانی المحرم من الجوانب الثلاثۃ دون الجانب الاولی بسبق ملک الاول فیہ اور منتہائے حریم کے دوسرے کھودنے والے کا تین طرف سے حریم ہے نہ پہلے کنوئیں کی جانب سے اس واسطے کہ حافر اول کی ملک اس میں بسبق طبعی وللقناة ہی مجری الماء تحت الارض حریم بقدر ما یصلحہ لالقاء الطین ونحوہ عن محمد کالبیر ولو ظہر الماء فکالعیین وفی الاختیار فوضہ لرأی الامام ای لو باذن والا فلا شیء ذکرہ البرجدی اور کاریز یعنی پانی بہنے کا مکان زمین کے نیچے اس کا حریم بقدر اس کے اصلاح کے ہے اندر کی مٹی ڈالنے کے واسطے مانند اس کے اور سے روایت ہے کہ کاریز کا حریم کنوئیں کے مانند پائیس گز ہے طحاوی نے غایتہ البیان سے نقل کیا کہ یہی قول ہے شیخین کا بھی اگر کاریز کا پانی اوپر کی زمین پھٹے نظر ظاہر ہو گیا تو اس کا حکم چشمہ کے مانند ہے یعنی پانچ سو گز اس کا حریم ہوگا اور اختیار میں کاریز کا حریم سلطان کی رائے پر موقوف کیا ہے یعنی اگر سلطان کے حکم سے کاریز کھودی گئی ہو اور نہیں تو اس کا کچھ حریم نہیں ایسا ذکر کیا ہے برجدی نے و حریم شجر غیرس فی الارض الموات خمسۃ اذرع من کل جانب فلیس لغیرہ ان غیرس فیہ اور جو درخت زمین موات میں لگایا گیا اس کا حریم پانچ گز ہے ہر طرف سے تو اور شخص کو جائز نہیں کہ اس میں درخت لگا دے و طلق ما یشع عود و حبلۃ والفرات الیہ بالموات اذالم مکن ذلک حریم عامرا و جہاں دجلہ اور فرات کا پانی پھرتا ممتنع ہو گیا وہ زمین موات سے طلق ہے بشرطیکہ وہ آبادانی کی حریم نہ ہو و جہاں دجلہ اور فرات بطریق تمثیل کے ہے یعنی اگر زمین پر دریا کا پانی غالب ہو گیا اور پھر اس طرح سمٹ گیا کہ پھر آنے کی توقع نہ رہی تو وہ زمین موات میں داخل ہے اس کا احیا یعنی آباد کرنا جائز ہے علی الخلاف فان کان حربیا او جاز عودہ لم یجز احیاءہ لاند لیس بموات پھر اگر زمین دریا برد حریم ہو آبادانی کی یا پانی کا پھر ناجائز اور متوقع ہو تو اس کا آباد کرنا جائز نہیں کیونکہ وہ زمین موات نہیں ہے والنہر فی ملک الغیر لا حریم لہ الا بمرأی اور جو نہر غیر کی ملک میں ہے اس کا حریم نہیں امام کے نزدیک مگر گواہ کرنے سے البتہ حریم ثابت ہوگا وقال الامناء النہر مشیہ والقاء طینہ اور صاحبین نے کہا کہ صاحب نہر کے واسطے مینڈ کی ملکیت ہے اس کے آنے جانے کے واسطے اور نہر کی مٹی ڈالنے کے واسطے یعنی اگر نہر مٹی سے پھجائے تو اس کے اندر سے مٹی نکال کر مینڈ پر ڈالی جائے و قدرہ محمد بقدر عرض النہر من کل جانب و ہوا فنی ملتقی و قدرہ ابو یوسف بنصف بطن النہر و علیہ الفتوی قسستانی معربا لکرماتی اور محمد نے مینڈ کی تقدیر بقدر عرض نہر کے بیان کی ہے ہر طرف سے اور یہ قول سہل اور موافق تر ہے کذا فی الملتقی اور ابو یوسف نے اس کی تقدیر بیان کی ہے بقدر نصف بطن نہر کے اور اسی قول پر فتویٰ ہے کذا فی القسستانی عن لکرماتی وفیہ معربا للاختیار والموضع علی ہذا الاختلاف اور قسستانی میں ہے اختیار سے منقول اور جو من کا حریم بھی اسی اختلاف پر ہے یعنی امام

کے نزدیک حرم نہیں مگر باقامت شہود اور صاحبین کے نزدیک حرم ہے محمد کے نزدیک بقدر عرض حوض اور ابو یوسف کے نزدیک بقدر نصف بطن حوض و فیہ مضر یا للکافی ولو کان النهر صغیرا یتحتاج الی کریم فی کل عین فله حرم بالاتفاق اور قستانی میں کافی سے منقول ہے اور اگر ایسی نہر صغیر ہو جس کی مٹی صاف کرنے کی ہر وقت حاجت ہو تو اس کا حرم بالاتفاق امام اور صاحبین کے ثابت ہے و فیہ مضر یا للکافی ان الخلاف فی نہر مملوک لمساۃ فارغۃ یز قبا ارض بغیر صاحب نہر قائمۃ لغیرہا صاحب لارض عنہ اور قستانی میں کرمی سے منقول ہے کہ البتہ امام اور صاحبین کا اس نہر مملوک میں جسکی مینڈ خالی ہو تو مینڈہ ایک سے متصل اور برابر ہو کر شخص کی زیر ہو گا ہر کے سوا اس صورت میں صاحبین کے نزدیک مینڈ صاحب نہر کی ملک اور امام کے نزدیک مزارع کی ہے اگر مینڈہ مزارع نہ ہو بلکہ مینڈہ مزارع کے درختوں میں مشغول ہو تو بالاتفاق درختوں کا مالک مینڈ کا بھی مالک ہے کذا فی الطحاوی من الدرر علیہ فی قاضی نماں سے منقول ہے کہ اگر مینڈہ زمین کی برابر نہ ہو بلکہ اونچی ہو تو وہ صاحب نہر کی مملوک ہے اس واسطے کہ ظاہر ارتفاع اس کا نہر کی مٹی سے محفوظ ہو بالستتہ الصصح ان لا یجوز بالاتفاق بقدر ما یتحتاج الیہ لالقاء الطین ونحوہ انتہی قلت و ممن نقل الاتفاق الشرب لانی عن الاختیار و شرح الجمع اور قستانی میں تتمہ سے منقول ہے کہ قول صحیح یہ ہے کہ صاحب نہر کے واسطے حرم بالاتفاق ثابت ہے اس قدر جس قدر مٹی وغیرہ ڈالنے کی حاجت ہو انتہی مافی العتستانی میں کتا ہوں جن لوگوں نے اتفاق نقل کیا ہے ان میں سے خربلائی ہے ناقل عن الاختیار و شرح الجمع فصل فی الشرب یہ فصل ہے شرب کے مسائل میں ہو لغت نصیب الماء و شرعاً نوبۃ الانتفاع بالماء سقیا للزراعت والدواب شرب بالکسر لغت میں عبارت ہے پانی کے حصہ سے اور شرع میں عبارت ہے پانی سے فائدہ حاصل کرنے کی باری سے زراعت سینچنے کے واسطے اور جانوروں کے پلانے کے لیے والشفۃ شرب بنی آدم والبهائم بالشفاء اور بنی آدم کا پینا ہے اور لیسوں سے جانوروں کا پینا ہے ہم یہاں شرب بضم شین مصدر ہے بمعنی نوشیدن اور شرب سے مراد بنی آدم کا استعمال ہے دفع تشنگی کے واسطے یا کھانا پچھانے یا وضو یا غسل یا کپڑا دھونے کے لئے اور مانند اس کے اور بہائم کے حق میں شرب سے مراد دفع تشنگی .... اور جو اس کے مناسب ہے کذا فی الطحاوی ولکل حقہ فی کل ماء لم یحضر زمانہ او جب اوہر جاندار کے واسطے اپنے پینے کا حق ثابت ہے ہر پانی میں جو برتن یا ٹکے کے اندر بھر رکھا نہیں گیا ہم پانی میں حق عام اس وقت تک ہے جب تک وہ اپنے مقام میں ہے یعنی دریا میں یا کنوئیں میں اور جب کسی نے پانی گھرے یا ٹکے یا حوض میں بھر رکھا اور پانی کا جاری ہونا منقطع ہو گیا تو وہ شخص پانی کا مالک ہو گیا اور مصنف نے احراز کمانہ اخذ اس میں اشارہ ہے کہ اگر کنوئیں سے ڈول بھرا اور کنوئیں کے مہرے سے ہتھوڑا نہ لیا نہیں ہوا تو یخچان کے نزدیک بھرنے والا اس کا مالک ہو گا اس واسطے کہ احراز عبارت ہے ایک شے کے کر دینے سے موضع مضبوط میں کذا فی الطحاوی ولکل سقی ارضہ من بحر او نہر عظیم کہ جملۃ والفرات ونحوہ لان الملك بالاحراز ولا احراز لان قهر الماء يمنع قهر غیرہ اور ہر آدمی کو اپنی زمین کے سینچنے کا حق ثابت ہے سمندر یا نہر عظیم سے چنانچہ و جملہ بغداد اور فرات کو نہ اور مانند ان کے چنانچہ نیل مصر کا اور گنگ اور چین ہند کے اس واسطے کہ آدمی کی ملک پانی میں احراز سے ثابت ہوتی ہے اور دریا اور نہر میں احراز نہیں اس واسطے کہ پانی کا غلبہ خیر پانی کے غلبہ کو مانع ہوتا ہے ولکل شق نہر سقی ارضہ منها او لنصب الریحی ان لم یضر بالعامة لان الانتفاع بالمباح انما یجوز اذا لم یضر باحد کا انتفاع بالشمس والقمر والهواء اور ہر شخص کو سمندر اور نہر عظیم سے نہر کھودنے کا اپنی زمین میں سینچنے کے واسطے یا پہنچانے کا کرنے کے واسطے جائز ہے بشرطیکہ نہر کھودنے سے عوام خلق کو ضرر نہ پہنچتا ہو اس واسطے کہ مباح چیز سے فائدہ حاصل کرنا اس صورت میں مخصوص ہے جب کسی کو ضرر نہ ہوتا ہو جیسے آفتاب اور مہتاب اور ہوا سے فائدہ لینا ہر شخص کو مباح ہے بشرط عدم ضرر خلق ہم نہر سے ضرر خلق کی یہ صورت ہے کہ پانی ریل کے ایک طرف نہ توڑ کر اور دیہات اور اراضی غرق ہو جائیں تو اس صورت میں نہر کھودنا درست نہ ہو گا اس واسطے کہ دفع ضرر لوگوں سے واجب کذا فی الطحاوی عن خزائنہ الفقہین لاسقی دوابہ ان خیف تخریب النہر لکثر تہا ولا سقی ارضہ و شجرہ و زرعہ ونصب دلاب ونحوہ من ہر غیرہ و قناتہ و بئرہ الا باذن لان الحق لا یتوقف علی اذنہ جائز نہیں اپنے جانوروں کو پانی پلانا اگر نہر کے دیران ہونے کا خوف ہوئے جانوروں کی کثرت کے سبب اور نہ زمینی اور درخت اور زراعت کا سینچنا اور نہ دلاب یعنی چرخ اور دھڑ کا قائم کرنا غیر کی نہر اور کاریز اور کنوئیں سے جائز ہے مگر مالک کے اذن سے اس واسطے کہ حق اسی کا ہے



ترافع اسکے اذن پر موقوف ہوگا زمین مزرعہ کا سینچنا غیر کی ہر اور کنوئیں سے بلا اذن جائز نہیں خواہ اضطرار ہو یا نہ ہو لیکن اگر بلا اذن سینچا تو اس پر تاوان نہیں اور اگر چند بار بلا اذن سینچا تو محاکم اس کو تعزیر دے حرب یا حبس سے اگر مصلحت جلنے کا ذانی الخطاوی عن التمانیہ ولہ سقی شجر او خضر زرع فی دارہ حملہ ایہ بجرارہ و ازانہ فی الاصح وقیل لا الا باذن اور اپنے گھر کے اندر کا درخت سینچنا یا زراعت خانگی کا سرسبز کرنا غیر کی ہر یا کنوئیں کا پانی اٹھا لاکر گھڑوں اور بہنوں سے بلا اذن درست ہے اصح قول میں اور بعضوں نے کہا کہ درست نہیں بلکہ مالک کے اذن سے ہم خانیہ اور وحیز میں قول ثانی کو اصح کہا ہے تو دونوں قول معصم ٹھہرے کذا فی الخطاوی والمحرز فی کوز و حسب مہملہ مضمومۃ الخانیۃ لا ینتفع بہ الا باذن صاحبہ ملک باحرارہ اور جو پانی کسی نے بھر رکھا کوز سے اور مٹھور میں لقاس سے فائدہ لینا نہ چاہیے مگر اس کے مالک کے اذن سے بسبب اس کے مالک ہو جانے کے بھر رکھنے سے ولو کانت البراء والموض او النہر فی ملک رجل فله ان یمنع مرید الشفۃ من الدخول فی ملکہ اذا کان یجد ماء بقربہ اور اگر کنواں یا حوض یا نہر ایک مرد کی ملک میں ہو اور کوئی شخص اس میں سے پانی پینے کا ارادہ کرے تو مالک کو جائز ہے کہ اس کو اپنے مملوک مکان میں داخل نہ ہونے دے بشرطیکہ طالب آب قریب اس کے پانی پاسکتا ہو بشرطیکہ متصل پانی کسی کا مملوک نہ ہو پیاسے کا منع کرنا اس واسطے جائز ہو کہ اس کو کچھ ضرر نہیں دوسری جگہ سے پانی پیوے گا کذا فی الخطاوی فان لم یجد یقال لا یمنع صاحب البراء من ان یتخرج الماء الیہ او یتزرک لیاخذ الماء بشرط ان لا یسرق حقیقۃ اسی جانب النہر ونحوہ لان لا حینئذ حق الشفۃ لحدیث احمد المسلمون شرکاء فی ثلث فی الماء والکلاء والناسو اگر پانی کا طالب اس کے متصل پانی نہ پاوے تو کنوئیں کے مالک اور مانند اس کے نہر وغیرہ کے مالک سے کہا جائے گا کہ یا تو اس کو پانی نکال دے یا اس کو چھوڑ مت روک تا وہ خود پانی لے بشرطیکہ پانی لینے والا نہر اور مانند اس کے حوض کا کنارہ اور لنگر نہ توڑ دے اس واسطے کہ اس وقت میں یعنی جب پانی کا طالب متصل اس کے میلح پانی نہ پاوے تو اس کو پانی پینے کا حق ثابت ہے مسند احمد کی اس حدیث کی دلیل سے کہ سب مسلمان تین چیزیں شریک ہیں پانی اور گھاس اور آگ میں م مراد حدیث شرکت اباحت ہے نہ شرکت ملک سو جو شخص مباح پانی یا گھاس یا آگ پر پہلے دخل کرے اور اس پر اپنا قبضہ کر لے بطریق احراز کے تو وہ اسی ہے اور وہ اس کا مالک ہے دوسرا اس کا مالک نہیں اس کو اس کی تملیک بجمع وجوہ تملیک کے درست ہے گھاس سے مراد وہ گھاس ہے جو خود رو ہووے تو صاحب زمین اس کا مالک نہیں تو جو اس کو پھیل یا کاٹ لے وہ اس کا مالک ہوگا برخلاف درخت کے کہ اگر وہ خود رو ہو کسی آدمی کی زمین میں تو صاحب زمین اس کا مالک ہے اس کو کوئی نہیں لے سکتا بلا اذن صاحب زمین کے اور آگ سے وہ آگ مراد ہے جو جنگل میں کسی آدمی نے جلائی ہو تو اس میں سب شریک ہیں تو اگر دوسرا آدمی آوے اور اس کے گرد بیٹھ کر تاپا چاہے یا اس کی روشنی میں کچھ سیا چاہے یا چراغ روشن کیا چاہے تو آگ جلانے والا اس کو روک نہیں سکتا اور اگر اپنے موضع مملوک میں آگ جلاوے تو اس کو اپنی ملک سے ارتفاع سے روکنا درست ہے جلانے کی لکڑیاں لینا غیر کی ملک سے جائز نہیں بدوں اس کے اذن کے اور غیر مملوک سے لینا درست ہے اور حطب کی نسبت کسی گاؤں یا جماعت کی طرف مضر نہیں جب تک یہ معلوم نہ ہو کہ یہ ان کی مملوک ہے اور لکڑیاں جمع کرنے والا فقط جمع کرنے سے مالک ہو جاتا ہے اگرچہ اس نے کسی سے نہ باندھی ہوں کذا فی الخطاوی وحکم الکلاء حکم الماء فیقال للمالک اما ان تقطع وتدفع الیہ ولا تترک لیاخذ قدر ما یرید زیلعی اور گھاس کا حکم پانی حکم کے مانند ہے تو مالک زمین سے کہا جلاوے اگر وہ اپنی زمین میں آنے دے کہ یا تو گھاس کاٹ کر طالب کو دے اور نہیں تو اس کا روکنا چھوڑ تو وہ لے جتنا اس کا جی چاہے کذا فی الزیلعی م گھاس کاٹ کر دینا اس وقت ہے جب کہ قریب اس کے دوسری زمین میں مباح گھاس موجود نہ ہو کذا فی العالمگیریہ ولو منع الماء وہو یخاف علی نفسه ودابۃ العطش کان لہ ان یقاتلہ بالسلاح لا غیر مرنی اللہ عنہ اور اگر ایک شخص دوسرے کو مباح پانی سے روکے اور وہ ڈرتا ہو اپنی جان اور اپنے جانور کے ہلاک ہو جانے سے پیاس سے تو اس کو

لہ اصل میں مہموز والا ہے حمزہ کو با سے بدل لیا ہے معنی اس کے خم کے ہیں ۱۲ ۱۳ حقیقۃ النہر یفتح العجۃ وتشدید فاکن ردہ اُن ۱۲

اس سے لڑنا درست ہے ہتھیار سے بدلہ لیں اس اثر کے چھ فراروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے وان کان محرزاً فی الارض قاتلاً لغير السلاح کلم  
عند المحضه در اذا کان فضل عن حاجته لملكه بالاحراز فصار نظیر الطعام قيل فی البر ونحو الاول ان یقاتل لغير سلاح لانه ارتکب معصیۃ فکان کالتغزیر  
اور اگر پانی بھر رکھا ہو زمینوں میں اور خوف ہلاکی کا ہو میاس سے اور مالک پانی نہ دیتا ہو تو پیا سا اس سے بدوں ہتھیار کے رٹے یعنی لاشی وغیرہ سے  
رٹے نہ ملو اسے جیسے کوئی طعام سے روکے شدت گرسنگی کے وقت کذا فی اللہ لڑنا اس شرط سے ہے جب کہ پانی اس کی حاجت سے زیادہ ہو بسبب ملک  
ہو جانے اس شخص کے بھر رکھنے سے تو پانی طعام کے مانند ہو گیا اور بعضوں نے کہا کنوئیں وغیرہ کے پانی روکنے میں بہتر یہ ہے کہ بدوں ہتھیار کے اس  
سے رٹے اس واسطے کہ مانع مرتکب ہوا گناہ کا قولا بھی سے لڑنا بمنزلہ تغزیر کے ہوا کافی یعنی مرتکب معصیت مستحق تغزیر ہوتا ہے تا دیب اور زجر کے واسطے  
و کبری نہر ای حقہ غیر مملوک من بیت المال فان لم یکن ثمره ای فی بیت المال شیء یجبر الناس علی کریمه ان امتنعوا عنه دفعا للضرر اور نہر غیر مملوک کا کھودنا  
بیت المال سلطان سے ہے سوا گروہاں یعنی بیت المال میں کچھ مال نہ ہو تو لوگوں سے زبردستی کرنا چاہیے اس کے کھودانے پر اگر وہ انکار کرتے ہوں اس سے  
یہ زبردستی ہے دفع ضرر کے واسطے م یہ کہتر ہے کہ عوام مال صرت کریں مصالح پر اپنے اختیار سے لہذا سلطان کو ان پر جبر کرنا درست ہے جیسے لشکر  
سامان کے واسطے جبر درست ہے کذا فی الجموع و کبری النهر المملوک علی اہلہ و یجبر من ابی منهم علی ذلک اور مملوک نہر کا کھودنا اور صاف کرنا مٹی سے  
اس کے مالکوں پر ہے اور جو ان میں سے انکار کرے اس پر زبردستی کی جائے وقیل فی الخاص لا یجبر اور بعضوں نے کہا کہ نہر خاص میں جبر نہ کیا جاوے  
م نہر خاص وہ ہے جس میں شفعہ واجب ہو اور نہر عام وہ ہے جس میں شفعہ واجب نہ ہو اور اس کی تحدید اختلاف ہے بہتر قول اس میں یہ ہے کہ اگر نہر  
کے شریک سو سے کمتر ہیں تو شرکت خاص ہے اس میں استحقاق شفعہ ثابت ہے اور اگر شریک سو ہیں یا زیادہ تو شرکت عام ہے اس میں ہر شریک کو واسطے  
شفعہ واجب نہیں بلکہ شفعہ ہمسایہ کے واسطے خاص ہے کذا فی العینی و ہل یرجعون ان یملأ القاضی نعم اور کیا خرچ کرنے والے سے بھر لیں گے یا نہیں تو اگر  
یہ خرچ کرنا قاضی کے حکم سے ہے تو رجوع درست ہے اور نہیں تو درست نہیں و مؤنۃ کری النهر المملوک علیہم من اعلامہ اور نہر مشترک کے کھودنے  
کا خرچہ شریکوں پر ہے نہر کے اوپر کی جانب سے م بیان اس کا یوں ہے کہ اگر نہر کے دس شریک ہوں تو کھودنے کا خرچہ ہر شخص پر دسواں حصہ ہے  
و ہاں تک کہ ایک کی زمین سے نہر تجاوز کرے تو اس وقت میں خرچ نہر کا باقی لوگوں پر ہے گا ہر شخص پر نوں حصہ فان جاوز ارض رجل منهم یرئی  
من مؤنۃ الکری و قال علیہم کریم اولہ الی آخرہ بالخصص کما یستودن فی استحقاق الشفعۃ پھر اگر نہر بڑھ جائے ایک شریک کی زمین سے تو وہ بڑھ گیا  
کھودنے کے خرچ سے اور صاحبین نے کہا کہ سب خرچوں پر کھودنے کا خرچہ ہے اول نہر سے آخر تک بقدر حصوں کے جیسے وہ سب برابر ہیں شرب میں بہتر  
یوں تھا کہ شایع یوں کہتا فی استحقاق الشفعۃ یعنی جیسے وہ برابر ہیں شفعہ کے استحقاق میں چنانچہ زیلعی میں ہے اس واسطے کہ حق شرب شریکوں کو مخصوص  
نہیں کذا فی الطحاوی ولا کری علی اہل الشفعۃ اور کھودنا واجب نہیں پانی پینے والوں پر یعنی اس واسطے کہ وہ نہر کے مالک نہیں ان کا حق فقط شرب  
میں ہے جب کہ پانی موجود ہو و تصح دعوی الشرب لغير ارض استحسانا اور پانی کی باری کا دعوی بدوں زمین کے درست ہے از روئے استحسان کے م و استحسان  
یہ ہے کہ باری مرغوب فیہ اور ارتفاع کے لائق ہے اور یہ ممکن ہے کہ آدمی بدوں زمین کے میراث یا وصیت سے مالک ہو باری کا اس لیے کہ گاہے زمین یک  
جاتی ہے بدوں پانی کی باری کے فقط باری کا باقی رہنا متصور ہے بدوں ارض کے و اذا کان لرجل ارض ولاخر فیہا نہر و ارد رب الارض ان لا یجری  
النہر فی ارضہ لکن لہ ذلک و نیز کہ علی حالہ اور جب کہ ایک مرد کی زمین ہو اور دوسرے شخص کی اس زمین میں نہر ہو اور زمین کا مالک چاہے کہ اس کی زمین  
میں نہر جاری نہ رہے تو اس کو اس کے روکنے کا اختیار نہیں اور چھوڑے نہر کو اس کے قدیمی حال پر و ان لم یکن فی یدہ ولم یکن جاری فیہا ای فی الارض

لہ اور ایک نسیم شفعہ ہے بجائے الشفعۃ کے ۱۲



فعلیہ البیان ان ہذا النہر لہ فائدہ قد کان لہ مجراہ فی ہذا النہر مسوق لسطی اراضیہ اور اگر نہر اس کے شرعی نہ ہو یعنی اس کے درخت نہ ہوں نہر کے کنارے پر کذا فی العینی اور اس زمین میں جاری نہ ہو یعنی اس کا جاری ہونا زمان ماضی میں معلوم نہ ہو تو مدعی پر بیان ثابت کرنا گواہوں سے لازم ہے کہ یہ نہر اس کی مملوک ہے یا اس کا پانی اس نہر میں جاری تھا اس کی روانگی تھی مدعی کی زمین سینچنے کے واسطے م قولہ وانہ قد کان کا واد یعنی اوہ ہے اس واسطے کہ دعوی ملک نہر میں ہے یا حق ابراہیم چنانچہ ذیل میں مصرع ہے کذا فی الطیطاوی و علی ہذا المصب فی نہر اعلیٰ سطح ادا المیزاب او الممشی کل ذلک فی دار غیرہ فحکم الاختلاف فیہ نظیرہ فی الشرب زمینی اور اسی قیاس پر پانی گرنے کا مکان ہے نہر میں یا چھت پر و علی ہذا القیاس پر نہر یا راہ یہ سب مذکور دوسرے شخص کے گھر میں واقع ہیں تو اس میں اختلاف متخاصمین کا حکم پانی کی باری کے حکم کے مانند ہے م مصب یعنی آب ریز سے مراد پانی کے وہ فضلات ہیں جو وضو یا غسل یا مینہ کا پانی نہر میں یا چھت پر گرتا ہو یعنی اگر قدیم سے دوسرے کی نہر میں فضلات مذکورہ گرا کرتے ہیں یا کسی کے گھر میں دوسرے کا پرنال یا راہ واقع ہو تو وہ اس کو منع نہیں کر سکتا اور اگر دعویٰ کے وقت اشیاء مذکورہ موجود نہ ہوں تو اس پر گواہوں سے اپنا دعویٰ ثابت کرنا لازم ہوگا نہر بین قوم اختصموا فی الشرب فہو بینہم علی قدر ارضیہم لان المقصود نہر مشترک ہے ایک قوم میں انہوں نے جھگڑا کیا زیادتی اور کمی باری میں تو باری ان کے درمیان میں بقدر ان کی اراضی کے ہوگی اس واسطے کہ باری سے تو زمین کا سینچنا مقصود ہے یعنی پانی کی حاجت مختلف ہوتی ہے باعتبار اراضی کے تو ہر شخص کا حق بقدر اس کی زمین اور حاجت کے ہوگا بخلاف اختلاف ارضیہم فی الطرق فانہم لیتوون فی ملک رقبۃ بلا اعتبار سوا الدار و ضیقہا لان المقصود الاستطراق برضا راہ کے اختلاف کے کہ رقبہ طرق کی ملکیت میں سب شریک برابر ہیں بلا اعتبار کشادگی اور تنگی گھر کے اس واسطے کہ مقصود راہ آمد و رفت ہے اور وہ مختلف نہیں گھر کی کشادگی اور تنگی سے و لیس لاحد من الشراکاء فی النہر ان لیشق منہ نہر او یصیب علیہ رجی الارحی و منع فی ملک ولا یضر نہر ولا بما و قایۃ اور نہر کے شرکوں میں کسی کو درست نہیں یہ کہ اس سے دوسری نہر جاری کرے یا اس پر پنچکی قائم کرے مگر وہ پنچکی قائم کرنا درست ہے جو خاص اس کی زمین میں واقع ہو اور نہر اور پانی کو ضرر نہ کرے کذا فی الوقایہ پنچکی قائم کرنا اس واسطے درست نہ ہو کہ نہر کا کنارہ ٹوٹتا ہے اور کنارہ ٹوٹنے سے پانی بیکار رہ جاتا ہے کسی کام میں نہیں آتا نہر علم ضرر سے مراد یہ ہے کہ اس کا کنارہ نہ ٹوٹے اور پانی کے عدم ضرر سے مراد یہ ہے کہ اس کے جاری ہونے میں خلل واقع نہ ہو اور والیۃ کنا عورۃ او حیرۃ او نظرۃ یا قائم کیے مشترک نہر پر ڈھیلکی چنانچہ دلاب یا قائم کرے چوبی پل یا پستی اور تنگی پل تو شریک کو جائز نہیں اور یوسع ثم النہر او لقیسم بالایام والاحال انہ قد کانت لہتمۃ بالکوی بکسر الکاف جمع کوة وفتحہا النقب لان القیم تیرک علی قدرہ لظہور الحق فیہ یا ایک شریک نہر کا دہانہ کشادہ کرے یا پانی کی قسمت دونوں کے شمار سے کرے حالانکہ قدری قسمت تھی بطور نقب کے تو یہ سب امور درست نہیں اس واسطے کہ قدیم چیز اپنی قدامت پر چھوڑی جاتی ہے بسبب ظاہر ہونے حقیقت کے قدامت میں کوی بکسر کاف جمع ہے کوة یعنی نقب م اصل اس کی نقب بیت ہے لیکن یہاں مستعار ہے کشت زار کے مفارح آب کے واسطے کذا فی المغرب اولیوق نصیبہ الی ارضی لہ اخری لیس لہ منہ ای من النہر شرب یا شریک بجائے اپنا حصہ پانی کا اپنی دوسری زمین کی طرف حالانکہ اس نہر مشترک سے اس کے واسطے باری مقرر نہیں ہے بلارضائہم تعلق بالجمیع امور مذکورہ جائز نہیں بدوں رضامندی باقی شرکوں کے شارح نے کلام و ضابطہ اشیاء مذکورہ متعلق ہے یعنی نہر مشترک سے دوسری نہر نکالنا اور پنچکی اور ڈھیلکی وغیرہ اس پر قائم کرنا اور دہانہ وسیع کرنا اور پانی کی قسمت جدید مقرر کرنا اور دوسری زمین میں پانی بدوں رضامندی شرکوں کے لے جانا درست نہیں و لم نقضہ بعد الاجازۃ ولور شتم من بدہم اور شرکاء کو اجازت کے بعد اسکا توڑ دینا یعنی اجازت دیکر پھر روک دینا درست ہے اور شرکوں کے بعد ان کے وارثوں کو بھی یہی اختیار حاصل ہے و لیس لابل الاعلیٰ سدا النہر بلارضائہم ان لم تشرب ارضہ بدونہ تعلق اور نہر کے اوپر جانب والے کو جائز نہیں نہر کا باندھنا بدوں رضامندی شرکوں کے اگرچہ اس کی زمین سیراب ہوتی ہو بدوں بند باندھنے کے م اور اگر شریک راضی ہو جاوے اعلیٰ کے باندھنے پر بقدر اس کے حصہ کے یا ہر شریک اپنی باری میں نہر باندھنے پر راضی ہو جائے لے اعلیٰ کے زمین میں عبارت اس طرح ہے قد کان لہ قدیم جاری سبی اراضیہ یعنی قدیم سے مدعی کا ایک یا بہتر نہیں پانی سینچنے کے لیے تھا جس کو سینچنے کے واسطے وہاں کرنا تھا سبب یعنی جس پانی کو کھیت میں لانا ہو

تو جائز ہے لیکن اگر تختوں وغیرہ کے روکنے سے پانی رک جائے تو مٹی اور پتھر سے باندھنا درست نہیں بدوں رضامندی شریکوں کے اور اگر سب شریکوں کی  
 اراضی کو پانی نہ پہنچتا ہو بدوں نہر باندھنے کے تو اسفل سے باندھنا چاہیے درجہ بدرجہ حصہ حصہ تا اعلیٰ بدیل قول ابن سعود رضی اللہ عنہما کہ اسفل نہر کے  
 لوگ امیر ہیں اعلیٰ نہر کے لوگوں پر تاکہ وہ سیراب ہو جاویں کذا فی العینی والطحطاوی کطریق مشترک اراد احدہم ان یفتح فیہ بابا الی دارا خری ساکنہا  
 غیر ساکن ہذہ الدار التی مفتحت فی ہذا الب طریق بخلاف ما اذا کان ساکن الدارین واحدا حیث لا یمنع لان الممارۃ لا تزاد چنانچہ ایک راہ مشترک ہے  
 چند شخصوں میں سو ایک شریک نے یہ چاہا کہ اس میں اس دوسرے گھر کا دروازہ پھوڑے جس کا پہننے والا غیر ہے اس گھر کے رہنے والے کا جس کا دروازہ اس  
 راہ میں ہے برخلاف اس صورت کے کہ دونوں گھروں کا پہننے والا ایک ہی شخص ہو وہاں دروازہ لگانا اس راہ میں ممنوع نہیں اس واسطے کہ اس صورت میں آمد  
 رفت کرنے والے زیادہ نہیں ہو جائیں اور پہلی صورت میں زیادہ ہو جاتے ہیں اس لیے پہلی نا جائز ہوئی اور پھیل جائز دیورت الشرب ویوصی بالانقاع  
 اما لایصلہ بیعہ فباطل اور میراث باری ہوتی ہے پانی کی باری میں اور وصیت کی جاتی ہے اس سے نفع لینے کی لیکن اس کے بیع کی وصیت باطل ہے  
 ولایباع الشرب ولایوہب ولایوجز ولا یتصدق بہ لانہ لیس بمال متقوم فی ظاہر الروایۃ وعلیہ الفتویٰ کا سبھی اور پانی کی باری بھی نہیں جاتی اور اس کا  
 ہبہ نہیں ہوتا اور نہ وہ اجارہ دی جاتی ہے اور نہ خیرات دی جاتی ہے اس واسطے کہ باری مال متقوم نہیں ہے ظاہر الروایۃ میں اور اسی پر فتویٰ ہے چنانچہ لوگ  
 آوے گا ولایوصی بذلک ای بیعہ واتویہ اور وصیت نہیں کی جاتی اس کی بیع اور ہبہ اور اجارہ کا ولایصلح اللہ بدل خلع و صلح عن دم عمد و مہر نکاح  
 وان ہذہ العقود لانہا لا تبطل بالشروط الفاسدہ لان الشرب لایملک بسبب ما تعلق لومات وعلیہ دین لم یبع الشرب بل ارض اور باری کا پانی لیاقت نہیں  
 رکھتا بدل خلع اور بدل صلح ہونے کے عدا خون سے اور لیاقت نہیں رکھتا نکاح کے مہر ہونے کی اگرچہ یہ عقود مذکورہ صحیح ہو جاویں گے باری کے  
 عوض ڈالنے سے اس واسطے کہ عقود مذکورہ شرط فاسد سے باطل نہیں ہو جاتی پانی بدل صلح اور مہر اس واسطے نہیں کہ پانی کی باری قائل نمیکے کہ نہیں کسی سبب  
 نمیکے سے یہاں تک کہ اگر ایک شخص مر گیا اور اس پر دین ہے تو اس کے دین میں باری بدوں زمین کے بیچی نہ جاوے گی قلولم یکن لارض قبل بیع الماء فی کل نوبۃ  
 فی حوض فیباع الماء الی ان یتقضے دینہ وقیل یظفر الامام الی ارض لا شرب لہا فیضہ لیس فیہا بیعہ بارض اور ہا فیضہ لیس لارض لا شرب ولقیمتہا معہ فیصرف  
 تفاوت ما بینہما لدین الیست وتمامہ فی التزیلی تو اگر میت مدیون کی زمین نہ ہو فقط باری ہو تو بعضوں نے کہا کہ ہر باری کا پانی جمع کیا جاوے ایک حوض  
 میں پھر وہ پانی ہر باری میں بکا کرے یہاں تک کہ دین آخر چھاؤں بعضوں نے کہا کہ حاکم اس زمین کو دیکھے اور تلاش کرے جس کی باری نہیں ہے تو میت کی  
 باری کو اس زمین کے ساتھ ملائے پھر زمین کو باری کے ساتھ بیع کرے مالک زمین کی رضامندی سے پھر دیکھے کہ زمین کی قیمت بدوں باری کے کتنی ہے  
 اور باری کے ساتھ اس کی قیمت کتنی ہے تو بائین کے تفاوت کو میت کے دین میں صرف کرے اور پورا بیان اس کا زیلعی میں ہے یعنی اگر مثلاً زمین کی قیمت  
 بدوں باری کے سو درم ہو اور باری کے ساتھ ۱۲۵ درم تو ۲۵ درم میت کے دین میں صرف ہوں ولایضمن من ملا ارضہ ما وفرت ارض جارہ او غرق لہ  
 تسبب غیر متعد و ہذا اذا سقیا سقیا مقادیر متجددۃ ولا یضمن وعلیہ الفتویٰ اور تاوان نہ دیگا وہ شخص جس نے اپنی زمین میں پانی بھرا سو اس کے پڑوسی کی زمین  
 اس کا پانی سوک لیا یا اس کی زمین غرق ہو گئی اس لیے کہ وہ تسبب غیر متعدی ہے اور تسبب میں تاوان اس وقت ہوتا ہے جب کہ تعدی ثابت ہو اور یہ یعنی ہم تاوان  
 اس وقت ہے جب کہ اس نے عادت کے موافق سینچی ہو اور باعتبار عادت کے اس کی زمین اس قدر پانی کی مقفل ہو اور اگر عادت سے زیادہ اس نے پانی بھرا  
 ہووے اور پڑوسی کی زمین ناقص ہو گئی تو اس پر تاوان لازم ہوگا اور اسی قول پر فتویٰ ہے وفی الذخیرۃ ہذا اذا سقی فی نوبۃ مقدار حصۃ اما اذا سقی فی غیر نوبۃ او زاد علی  
 یضمن علی ما قال اسماعیل الزاہد قمتانی اور ذخیرہ میں ہے اور یہ یعنی عدم تاوان اس وقت ہے جبکہ اس نے اپنی باری میں اپنے حصہ کے موافق زمین سینچی ہو اور اگر

لہ ایک نسخہ میں الماء کی جگہ الشرب ہے اور مال واحد ہے ۱۲



باری کے سواے میں پہنچی ہو یا اپنے حصہ سے پانی زیادہ لیا جو تو اس پر تاوان لازم ہوگا بموجب قول اسمعیل ناہک کے کذا فی القمستان فی ولا یضمن من سقی ارضہ  
 او فرعہ من شرب غیرہ بغیر اذن فی روایت الاصل و علیہ الفتوی شرح وہبانیۃ و ابن الکمال عن الخلاصۃ لما مر انہ غیر متقوم او تاوان نہ دے وہ شخص جس نے اپنی  
 زمین یا زراعت پہنچی غیر شخص کی باری سے بدوں اس کے اذن کے اہل کی روایت بلکہ اسی پر فتویٰ ہے چنانچہ شرح وہبانیۃ اور ابن کمال میں ہے خلاصہ سے اس مسئلے تاوان  
 نہیں کہ مذکور ہو چکا کہ باری کا پانی مال مقنوم نہیں ہے ولو تصدق بئر لم یفسد لبقاء الماء الحرام فیہ بخلاف العطف لم یغصب فان الدلیۃ اذا سمعت بہ الغدم  
 و صار شیئاً آخر قمستانی اور اگر اس کے پیدا ہوئے غلہ یا پھل کو خیرات کر دے تو خوب ہے بسبب باقی رہنے حرام پانی کے اس میں برخلاف مقصوب  
 چلے کے اس لیے کہ جب جانور موٹا ہو گیا چار اکھانے سے تو چار معدوم ہو گیا اور دوسری چیز بن گیا یعنی خون اور گوشت ہو گیا کذا فی القمستان فان تکلمہ  
 ذلک منہ لاضمان و ادبہ الامام بالضرر انہ لای الامام ذلک غانیۃ و تمامہ فی شرح الوہبانیۃ پھر اگر یہ یعنی غیر کا پانی لینا چند بار واقع ہو جس شخص سے  
 تو تاوان نہیں اور تضریر دے اس کو حاکم مارنے اور قید کرنے سے اگر حاکم اس کو مصلحت جانے کذا فی الحانیۃ اور ابن کمال بیان شرح وہبانیۃ میں ہے وقال و یجوز لبعض  
 بلخ بیع الشرب لتعال بل بلخ و القیاس ترک بالتعال و لو قص بانہ تعال اہل بلدۃ واحدة اور مصنف وہبانیۃ نے کہا اور بعض مشائخ بلخ نے پانی کی باری  
 بیچنے کو تجویز کیا ہے بسبب رواج اہل بلخ کے اور قیاس متروک ہو جاتا ہے رواج کے سبب سے اور یہ تجویز توڑی گئی اس طرح کہ یہ ایک شہر والوں کا رواج  
 ہے یعنی اور ایک شہر والوں کے رواج سے قیاس متروک انہیں ہوتا وافی الناصحی بضمادہ ذکرہ فی جوابہ الفتاوی قال و یستقد الحکم لاجتہاد بیعہ فلیحفظ اور ناھی  
 نے فتویٰ دیا ہے اس کے تاوان کا یعنی جو غیر کا پانی بلا اذن لے لینا مذکور ہے جوابہ الفتاویٰ میں اور یہ کہ ہے کہ باری کی بیع کا حکم نافذ ہو جاتا ہے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے  
 م اس فتویٰ میں ناھی منفرد ہے تو عدم ضمان کا معارض نہ ہوگا اور عدم ضمان صحیح تر ہے چنانچہ ظہیر یہ میں ہے اور صحت بیع کا حکم نافذ نہ ہوگا اس واسطے کہ ثابت ہو چکا ہے  
 کہ قاضی اپنے مذہب کے غیر معتمد قول حکم نہ کرے کذا فی الطحطاوی قلت و فی الہدایۃ و مشروحہا من البیع الفاسد انہ یضمن بالاتفاق فلو سقی ارض نقسہ بما غیرہ ضمتہ  
 و برہزم فی النقایۃ ہنا فافہم میں کہتا ہوں اور برابر اور اس کی نہ روح میں بیع فاسد سے یہ مذکور ہے کہ ضمان لازم آتا ہے تلف کرنے سے تو اگر اپنی زمین پہنچی غیر کے  
 پانی سے تو مالک کو تاوان دے اور اسی قول پر یقین کیا ہے نقایہ میں یہاں سو اس کو سمجھ لے م شارح نے اشارہ کیا کہ صاحب نقایہ نے اس مقام کے سو (اور مقام  
 میں جمہور کے موافق یقین کیا ہے قلت و قدم ما علیہ الفتویٰ فقہ میں کہتا ہوں اور البتہ مذکور ہو چکا وہ قول جس پر فتویٰ ہے تو خبردار یہ ہنا م مراد جمہور کا فتویٰ ہے  
 عدم ضمان کا جو شرح وہبانیۃ سے مذکور ہو چکا ناھی کا فتویٰ کذا فی الطحطاوی و فی الوہبانیۃ و ساقی بشرط الغیر بیس لہنا من بدو ضمتہ لبعض و ما ظہر انہ اور وہبانیۃ  
 میں ہے اور پہنچنے والا غیر کی باری سے ضمان نہیں اور بعضوں نے اس پر تاوان لازم کیا ہے اور جو قول عدم ضمان کا گذر گیا ظاہر تر ہے و ما جوز اذا التراب لہ فی  
 علی و جواب نہ ردون اذن یقر بہ اور فقہائے اس مئی کا لینا جو نہر کے جواب پر ہے تجویز نہیں کیا ہے بدوں اذن مالک کے جو ثابت کرے لینے کو + ولو حفروا نہر او القوا راہ  
 فلو فی حریم بیس بالنقل یومر بہ اور اگر لوگوں نے نہر کھودی اور اس کی مٹی باہر ڈالی تو اگر نہر کے حریم کے اندر ڈالی تو مٹی کے دلوں سے اٹھانے کا  
 حکم نہ ہوگا م صورت اس کی یہ ہے کہ ایک قوم کی نہر ہے دوسرے شخص کی زمین میں اور ان لوگوں نے نہر کی مٹی اس کی زمین میں ڈالی تو اگر مٹی حریم کے اندر ہے تو صاحب  
 زمین مٹی اٹھانے کا ان سے مواخذہ نہیں کر سکتا اور اگر مٹی حریم کے باہر ڈالی ہے تو مالک کو اختیار ہے کہ ان سے نقل تراب کا مواخذہ کرے یہ دونوں مسئلے وہبانیۃ  
 کی دو بیوتوں میں مذکور تھے شارح نے اصلاح کی وہ مطلب ایک بیت میں بیان کر دیا کہ ان فی الطحطاوی و اشہد تعالیٰ اعلم و استغفر اللہ العظیم المکریم :



# کتاب الاشریہ

یہ کتاب ہے اشریہ یعنی شرابوں کے احکام میں م شرع مجرمہ کے حرام ہونے کی نحویاں ظاہر ہیں اس لیے کہ مزیل عقل ہیں اور عقل الاشیاء ہے جس سے آدمی ممتاز ہے حیوانات سے اور اسی سے خطاب شرع متعلق ہے لیکن غمراہی امتوں پر مباح حتیٰ ان کی طول اعمار اور جسامت ابدان کے سبب تو بہت اپنی قوت کے آفت شراب کے تحمل تھے اور ان پرستی غالب ہوتی تھی تو اس کی اباحت میں ان کے واسطے صلاح تھی کثرت منافع کے سبب اور یہ امت تو کم عمر ضعیف البدن ہے تو ان پرستی غالب ہو جاتی ہے شراب قلیل سے بھی اس لیے کہ ان کے حتیٰ میں یہی صلاح تھی کہ خمر یا نکل قلیل یا کثیران پر حرام ہو اور ابتدائے اسلام میں اس واسطے مباح ہوئی تھی تا فساد خمر کو معائنہ کر لیں پھر جب حرام ہوئی تو معلوم ہو گیا کہ یہی دین حتیٰ ہے یہ چیز حرام ہونے کے لائق تھی کذا فی العینی طحاوی نے کہا کہ سستی اور نشہ سب دنیوں میں حرام تھا اور خمر کا تصور بھی دنیا امت محمدی پر حرام ہوا ان کی تنظیم اور حکیم کے واسطے تا امر قبیح میں واقع نہ ہوں کیونکہ یہ امت مشہور بالخیر ہے ہی جمع شراب والشراب لہذا کل مانع لیشرب واسطلاحا مایسکر اشریہ جمع ہے شراب کی اور شراب لغت عرب میں عبارت ہے ہر چیز رفیق سائل سے جوہی جائے چنانچہ پانی اور شربت اور عرق خواہ حلال ہو یا حرام نشہ کرے یا نہ کرے اور اصطلاح شرع میں شراب وہ ہے جو نشہ کرے مست اور بیہوش کرے م عرف ہندوستان میں شراب اس کو کہتے ہیں جو دیگ میں ڈال کر بطور عرق کے کشید ہو اور نشہ کرے خواہ انگور کا عرق ہو خواہ اور پھل کا خواہ گڑ کا والحمرم منها لہذا لہذا شرابوں میں سے چار قسم کی شرابیں حرام ہیں یعنی خمر اور طلاء اور سکرا اور نقع زید چنانچہ تفصیل اس کی آگے معلوم ہوگی م اصول اشریہ چار چیزیں ہیں ایک تو شار یعنی پھل مثل انگور اور کھجور اور مور یعنی انگور خشک جس کو اہل ہند منقی کہتے ہیں دوسرے حبوب جیسے گیہوں اور جو اور جو اور تیسرے شیریں چیزیں چنانچہ شکر اور گڑ اور شہد چوتھے البان یعنی اونٹ کا دودھ اور گھوڑے کا دودھ سوا گور سے پانچ یا چھ شرابیں بنتی ہیں یعنی خمر اور یاقوت اور منصف اور مثلث اور منج یعنی پختہ اور منقی سے دو شرابیں بنتی ہیں یعنی نقع اور نید اور کھجور سے تین شرابیں بنتی ہیں یعنی شکر بنفستین اور فنیخ اور نید اور حبوب اور فواکہ اور شہد وغیرہ اسے ایک ہی چیز ہوتی ہے اگرچہ نام اس کے چند قسم کے ہیں تو یہ گیارہ یا زیادہ نام جو سوا شریہ انگوری کی تفصیل یہ ہے کہ جب انگور کا عرق پھڑا گیا تو اس کو عصیر کہتے ہیں جب تک وہ شیریں ہے پھر جب وہ جوش کھا کر جھاگ لایا اور کڑوا کر گیا اس کا نام غمر ہے اور جب کھا ہو گیا تو وہ سرکہ انگوری ہے اور اگر انگور کے عرق کو قحطہ آگ پر پکایا کہ نصف سے کم جلا پھر وہ جوش کھا کر جھاگ لایا تو اس کا نام بادہ ہے اور اگر کہاں تک پکایا کہ نصف باقی رہے تو وہ منصف ہے اور اگر اتنا پکایا کہ دو تہائی جل گیا تو اس کا نام مثلث ہے اور مثلث کو جب پانی ڈال کر پتلا کیا پھر اس کو پکایا تو اس کا نام پختہ ہے اور اس کو لعقونی اور بابیوسفی بھی کہتے ہیں اس لیے کہ ابو یوسف نے مارون الرشید کے واسطے اس کو مرتب کیا تھا اور جمہوری اور حمیدی بھی اس کو بولے تھے اور منقی سے نقع اور نید بناتے ہیں نقع یہ کہ منقی کو پانی میں چند روز رکھا یہاں تک کہ پانی شیریں ہو گیا اور نید یہ کہ منقے کا پانی قحطہ پکایا گیا اور کھجور سے سکرا اور فنیخ اور نید بناتے ہیں سکرا کچا پانی ہے خمر پختہ کا اور فنیخ کچا پانی ہے گدہ کھجور کا اور نید پختہ یا گدہ کھجور کا پانی ہے جو قحطہ اس پکایا گیا کذا فی العینی وقاضی نماں منقط الاول الخمر وی الخمر بکسر النون فتشید الیہ من مار العنب اذا علی واشتد وقذف ای رمی بالزبد ای الزخوة چار حرام شرابوں سے پہلی شراب غمر ہے اور خمر کچا پانی ہے انگور کا جب کہ وہ جوش کھائے

لہ جسیانہ انگور خشک ۱۲ سے ۱۵ بمجموعہ با بر وزن امیر شراب بخورہ خام ۱۲



اور ابے اور اشتداد پکڑے اور جھاگ ڈالے شایح نے کہا نے بکسرون اور تشدید یا تختانیہ ہے اور زبد یفتح زائوجہ و باء مومدہ عبارت ہے رغوہ سے او رغوہ کو ہندی میں جھاگ اور پھینا کہتے ہیں جوش سے مراد جوش کامل ہے اس طرح پر کہ نیچے کا پانی اوپر ہو جائے اور اوپر کا نیچے کذا فی الطحاوی اور اشتداد سے مراد قوت اور کثرت ہے جوش کھانے کی جس سے مست کر دینے کی قوت حاصل ہو جائے اور بعضوں نے کہا اشتداد سے وہ حالت مراد ہے جو شراب کے جو اس کو فہم اور رک سے روکے اور بعضوں نے کہا صلاحیت اسکا یعنی مست کر دینے کی یاقوت مراد ہے کذا فی بنایۃ العینی ولم یشرط اذ ذہوبہ قالت النکتۃ و بہ اخذ ابو حفص البکیر و ہوا لا ظہر کما فی الشرین لایہ عن المواہب و یاتی بالیقیدہ اور صاحبین نے خر کی حقیقت میں جھاگ ڈالنا شرط نہیں کیا یعنی فقط غلیان اور اشتداد سے نشہ حاصل ہو جاتا ہے بدوں جھاگ ڈالنے کے اور یہی قول ہے تینوں اماموں کا اور اسی قول کو ابو حفص کبیر نے لیا ہے اور یہی قول ظاہر تر ہے چنانچہ شرین لایہ میں مواہب سے منقول ہے اور آگے آوے گا جو اس مطلب کا مفید ہے یعنی قولہ والکل حرام اذا غلی واشتد اور صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ لذت مطربہ اور قوت مسکرہ اشتداد سے حاصل ہو جاتی ہے اور یہی موثر ہے ایقاع عداوت اور نماز کے رکھنے میں اور جھاگ ڈالنا وصف زائد ہے اس کو مستی پیدا کرنے میں تاثیر نہیں اور امام اعظم کی دلیل یہ ہے کہ غلیان اشتداد کی ابتداء ہے اور اور کمال اشتداد جھاگ ڈالنے سے ہے اس واسطے کہ جھاگ ڈالنے سے صافی ممتاز ہو جاتا ہے مگر سے اور احکام شرعی جو خر سے متعلق ہیں وہ قطعی ہیں چنانچہ حد اور تکفیر مستحل اور مانند اس کے لہذا مناسط احکام نہایت اور کمال پر ہوا کذا فی الزیلعی وقد تطلق الخمرۃ علی غیر ما ذکر مجازا اور گاہے خر کا اطلاق ہوتا ہے غیر مذکور پر باعتبار مجاز کے م ابن اعرابی امام اہل لغت نے کہا خر اس واسطے نام ہوا کہ وہ دیکھی گئی یہاں تک کہ مخمر ہو گئی اور اختار عبارت ہے تغیر لیک سے اور بعضوں نے کہا کہ خر نام ہوا اس کی مخمرت کے سبب عقل کو وہ پھپھا ڈالتی ہے قول اول حنفیہ کے موافق ہے اور قول ثانی ائمہ ثلاثہ کے موافق ہے اس واسطے کہ ان کے نزدیک ہر مسکر خر ہے اور دلیل ان کی وہ احادیث ہیں جو اطلاق کی مفید ہیں چنانچہ مسلم کی حدیث کل مسکر خمر و کل مسکر حرام اور ہماری دلیل یہ ہے کہ جو تعریف خر کی ہم نے کی ہے اس پر اہل لغت کا اتفاق ہے اس کے سوا اور مسکرات کو بادہ اور مثلث وغیرہ لکھتے ہیں تو غیر خر کو خر کہنا باعتبار مجاز کے ہے نہ باعتبار حقیقت کے اور مجاز ہونے پر حدیث مسلم وغیرہ محمول ہے یا بیان حکم پر محمول ہے کذا فی الزیلعی اور مزید تفصیل اس کی کتب مطولہ میں ہے ثم شرع فی احکام العشرۃ فقال وہم قلیلہا وکثیرہا بالاجماع لعینہما اسے لڑاتھا پھر مصنف نے خر کے دس حکموں کا بیان شروع کیا سو یوں کہا کہ خر کا قلیل اور کثیر باتفاق امت حرام ہے بحرمت ذاتی یعنی خر کی ذات حرام ہے نشہ کرے یا نہ کرے م بعضوں نے کہا کہ قلیل خر حرام نہیں اس واسطے کہ قلیل مسکر نہیں جو موجب فساد ہوا و یہ قول کفر ہے اسی میں قرآن اور حدیث اور جماع کا انکار ہے اس لیے کہ قرآن میں خر کو جس کو جس فرمایا اور جس نجس العین کو کہتے ہیں چنانچہ لحم خنزیر کو نجس فرمایا ہے تو خر اور لحم خنزیر نجاست ذاتی میں برابر ہیں اور حرام ہونے میں یکساں فی قولہ تعالیٰ انما الخمر والمیسر الا یہ عشر ذلائل علیٰ حرمتہا بسوطۃ فی المجتبى او غیرہ اور انما الخمر والمیسر کی آیت میں دس دلیل خر کے حرام ہونے پر مجتبى وغیرہ میں مشروعا مذکور ہیں م دلائل مذکورہ یہ ہیں ۱ خر کو قمار اور اسنام کے ساتھ ذکر فرمایا ۲ اس کو جس یعنی نجس العین کہا ۳ اعمال شیطانی سے اس کو شمار کیا ۴ ہتھاب کا حکم کیا ۵ ہتھاب خر پر فلاح معلق کی ۶ شیطان ایقاع عداوت کا ادا کرتا ہے خر سے ۷ ایقاع بغض کا قصد رکھتا ہے اس کے سبب ۸ روکتا ہے یاد خدا سے ۹ روکتا ہے نماز سے ۱۰ نہی بلیغ بصیغہ استفہام تہدید کذا فی العللی وہی نجسۃ بنجاستہ مغفلۃ کالبول اور خر نجاست مغفلہ ہے پیشاب کے مانند اس واسطے کہ اس کی حرمت بدلیل قطعی قرآنی ثابت ہے ویکفر مستحلہا اور کافر ہو جاتا ہے خر کا حلال کہنے والا اس واسطے کہ وہ بدیل قطعی کا مسکر ہوا و سقط تقوہا فی حق المسلم لا مالیتہا فی الاصح اور خر کا مال مقوم ہونا مسلمان کے حق میں ساقط ہے نہ مالیت اس کی صحیح تر قول میں مال مقوم مسلمان کے حق میں اس واسطے نہیں کہ حق تعالیٰ نے اس کی اہانت کی نجس العین فرمایا اور مقوم لہا سب حرام ہیں جس جوش کھائیں اور شدت پکڑیں ۱۱ ہر نشہ آور خر ہے اور ہر نشہ آور حرام ہے ۱۲ اسے جس کی ذات ناپاک ہو ۱۳

ہونا عزت کا مشعر ہے اور خمر کی مالیت ہونے میں اختلاف ہے اور صحیح تر قول یہ ہے کہ وہ مال ہے بسبب میلان طبائع کے اس کی طرف وحرم الانتفاع بہا  
 ولو سبق دواب او لطین او نظر للتلوی اونی دوا او دمن او طعام او غیر ذلک اور حرام ہے فائدہ حاصل کرنا خمر سے اگرچہ جانوروں کا پلانا ہو یا اس سے مٹی کا تر  
 کرنا دیوار بنانے کو یا اس کا دیکھنا تماشے کے واسطے یا دوا میں اس کا ڈالنا یا تیل میں یا کھانے میں یا اس کے سوا اور طرح سے استعمال کرنا جائز نہیں حرام ہے  
 الا لتخیل او لحوق عطش بقدر الضرورة ولوزاد فسر حد مجتبیٰ مگر خمر کا سرکہ بنانا یا خوف تشنگی سے بقدر ضرورت کے پینا حرام نہیں اور اگر ضرورت سے زیادہ پی  
 کر مست ہو گا تو اس پر حد ماری جاوے گی کذا فی المجتبیٰ ولا یجوز بیعہما لحدیث مسلم ان الذی حرم شرہما حرم بیعہما اور جائز نہیں خمر کا بیچنا صحیح مسلم کی اس حدیث  
 کی دلیل سے مقرر جس نے اس کا پینا حرام کیا ہے اس نے اس کا بیچنا بھی حرام کیا ہے ہم مسلم میں ابن عباس سے روایت ہے کہ ایک مرد مشک خمر تحفہ لایا  
 رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اپنے فرمایا کہ تجھ کو کیا معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا پینا حرام کیا ہے پھر اس نے دوسرے آدمی کے کان میں چپکے بات  
 کی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو نے کیا سرگوشی کی اس نے کہا کہ میں نے اس کے بیچ ڈالنے کا امر کیا تب یہ حدیث فرمائی کہ جس نے پینا حرام کیا اس نے بیچ  
 بیچنا حرام کیا پھر اس مرد نے مشک کا دھڑ نہ کھول دیا تو جو اس میں خمر تھی سب جاتی رہی کذا فی العینی ویکند شاربہا وان لم یسکر منها اور حد ماری جلے خمر  
 کے پینے والے پر اگرچہ وہ مست نہ ہو جائے اس سے ہم باوجود عدم سکر مد لازم ہے اس واسطے کہ اس کی حرمت ذاتی ہے نہ فقط سکر کے سبب سے کیونکہ وہ  
 ام الجائزات ہے بسو ط میں حدیث مذکور ہے کہ آنحضرت مسلم نے فرمایا کہ جب مرد خمر کا پیالہ اپنے ہاتھوں پر رکھتا ہے تو اس پر آسمانوں اور زمین کے فرشتے لعنت  
 کرتے ہیں پھر اگر اس نے پی تو اس کی غارت پچالیس رات مقبول نہیں ہوتی اور اگر اس کو ہمیشہ پیا کرتا ہے تو وہ بت پرست کے مانند ہے کذا فی الطحاوی عن  
 القسستانی ویکند شارب غیرہ ان سکر اور خمر کے سوا اور مسکرات کے پینے والے کو حد ماری جاتی ہے جب کہ اس کو بیہوشی اور نشہ ہو م فتاویٰ عالمگیری میں  
 ہے کہ ہمارے زمانے میں محمد رحمہ اللہ کے قول پر فتویٰ ہے تو حد ماری جلائے گی اس پر جو مست ہو جائے اور ان شرابوں کو پی کر جو خوب اور شہد اور دودھ اور  
 انجیر سے بنائی جاتی ہیں اس واسطے کہ فاسق لوگ ان شرابوں پر اجتماع کرتے ہیں ہمارے زمانے میں اور لہو و لعب کا قصد کرتے ہیں اور اس کے پینے سے مست  
 ہونے کا ارادہ رکھتے ہیں انتہی والیو ثر فیہا الطبع اور خمر کا آگ پر پکانا اس کے ازالہ حرمت میں اثر نہیں کرتا نام یعنی پکانے سے اس کی حرمت زائل نہیں ہوتی  
 اس واسطے کہ پکانا شرع میں ثبوت حرمت کے منع کرنے کے واسطے ہے نہ اس واسطے کہ اس کی حرمت کو باطل کر دے حرمت کے ثابت ہو جانے کے بعد یعنی خمر  
 ہو جانے سے پہلے طبع البتہ مؤثر ہے اور جب کہ خمر گئی تو اس کے بعد طبع کچھ اثر نہیں کرتا کذا فی الطحاوی الا انہ لا یجد فیہا ما لم یسکر منه لاختصاص الحد بالشی ذکرہ الطحاوی  
 واستظهر المصنف وضعف ما فی القنیۃ والمجتبیٰ ثم نقل عن ابن وہبان انہ لا یلتفت لما قالہ صاحب القنیۃ مخالفًا للقواعد ما لم یسکر منه نقل من غیرہ اتھی و فیہ  
 کلام لابن اشعۃ مگر یہ کہ خمر مطبوخ کے پینے میں حد ماری نہ جاوے گی جب تک اس سے مست نہ ہوگا بسبب مخصوص ہونے حد کے کچھ خمر کے ساتھ الیاذکر کیا ہے زلیحی  
 نے اور قوی کیا ہے اس قول کو مصنف نے اپنی شرح میں اور ضعیف کہا ہے اس قول کو جو قنیۃ اور مجتبیٰ میں ہے یعنی جب خمر پکائی گئی اور اس کی تخمیں دور ہو گئی تو حلال  
 بہ جاتی ہے پھر مصنف نے ابن وہبان سے یہ قول نقل کیا کہ التفات نہ کیا جائے اس کے قول کی طرف جو صاحب قنیۃ نے قواعد مذہب کے مخالف کہا ہے  
 جب تک کہ اس کی تائید کسی اور فقیہ کی نقل سے ثابت نہ ہو انتہی اور اس تصنیف میں ابن شحہ شام و ہبانیہ نے گفتگو کی ہے ہم خمر مطبوخ پر بلا سکر حد کا واقع  
 ہونا ایک قول ہے اور دوسرا قول شمس الاثر مخری کا یہ ہے کہ اس کے شارب پر حد واقع ہوگی عفوڑی پیئے یا بہت چنانچہ فتاویٰ عالمگیری میں کافی سے منقول  
 ہے اور اسی طرح قاضی خاں اور بدائع میں ہے ابن شحہ نے کہا صاحب قنیۃ کی مراد یہ ہے کہ خمر مطبوخ حلال ہوتی ہے جب کہ اس سے اوصاف خمریت کے یعنی تخمیں  
 اور مست کر دینا زائل ہو جائے کیونکہ اس کی حقیقت بدل گئی جیسے سرکہ ہو جانے سے اس کی حقیقت بدل جاتی ہے اور یہ جو صاحب بسو ط نے کہا ہے کہ طبع  
 سے خمر حلال نہیں ہو جاتی تو مراد اس کی یہ ہے کہ جب خمریت کے اوصاف موجود ہوں کیونکہ انقلاب اور استعمال نہیں پایا گی جو مقتضی ہے اباحت کا اور یہ ہو کہ



طبخ کو اس کی صحت کے اثبات میں اثر نہیں مخالف اس کے نہیں اس لیے کہ مؤثر انقلاب ہے طبخ کی اس میں کچھ خصوصیت نہیں کذا فی الطحاوی واللہ بخیر  
 بہا التداوی علی المعتمد قال المصنف قلت ولو باحققان واطار فی احوال نہایت اور جائز نہیں خمر سے دو اکڑا بنا بر قول معتز کے ایسا کہا ہے مصنف نے  
 شرح میں میں کہتا ہوں اگرچہ خمر سے حقن کیا جائے اور پیشاب کے سوراخ میں پکائی جائے کذا فی السہام پر چند حقنہ وغیرہ میں احتمال مسکر کا نہیں لیکن نجس العین ہونے  
 سے یہ بھی درست نہیں اسی طرح اس کا سرمہ اور اس میں ڈالنا جائز نہیں ویکوز تخلیلہما ولو بطرح شیء فیہا خلافاً للشافعی اور جائز ہے خمر کا سرمہ بنانا اگرچہ  
 کوئی چیز مانند نمک وغیرہ کے ڈال کر سرمہ بنے برخلاف شافعی ہم امام شافعی کے نزدیک اگر خمر خود بخود سرمہ ہو جائے تو حلال ہے اور نمک وغیرہ ڈال کر سرمہ بنانا  
 درست نہیں پھر جب خمر سرمہ ہوگئی تو جہاں تک سرمہ ہے وہاں تک برتن پاک ہو گیا اور اس کی اوپر کی جانب اس کی تیجیت سے پاک ہوگئی ابو سعید نے اپنے استاد  
 سے نقل کیا کہ یہی قول مفتی ہے کذا فی الطحاوی والثانی الطلاء بالکسر وہو العصیر لیطبخ حتی یدہرب اقل من ثلثیہ ویصیر مسکراً و صوب المصنف  
 ان ہذا یسمی الباذق اور دوسری قسم اشربہ محرمہ سے طلاء بالکسر ہے اور وہ رس ہے انگور کا جو پکایا گیا یہاں تک کہ دو تہائی سے کمتر جل گیا اور وہ مسکر ہو گیا  
 اور مصنف نے اپنی شرح میں کہا کہ حق یہ ہے کہ اس کا نام بادہ ہے نہ طلاہم ہدایہ میں بھی اسی طرح ہے کہ جس عصیر کا دو تہائی سے کمتر جل گیا وہ بادہ ہے اور قاضی نے  
 کے فتاویٰ میں دو تہائی کی قید نہیں بلکہ یوں کہا کہ انگور کا پانی جب تھوڑا پکایا گیا وہ بادہ ہے طحاوی نے شرح مسکین سے نقل کیا کہ اقل کی قید اس واسطے لگائی  
 کہ اگر تہائی جل جائے گا تو جب تک شیریں ہے سب کے نزدیک حلال ہے اور بعد علیان اور اشتداد کے جب تک نشہ نہ کرے تب تک شیریں کے نزدیک حلال ہے  
 خلافاً لمحرم واما الطلاء فما ذکرہ بقولہ وقیل ما یطبخ من ماء الغضب حتی یدہرب ثلثا و صا مسکراً وہو الصواب کا جری علیہ صاحب المحیط  
 وغیرہ یعنی فی التسمیۃ لافی الحکم لان حل ہذا الثلث اسمی بالطلاء علی ما فی المحیط ثابت لیشرب کبار الصحابہ رضی اللہ عنہم کما فی الشرع بنبلالیہ اور دوسرا قول یہ ہے  
 کہ طلاء وہ مشروب ہے کہ انگور کا پانی پکایا جائے یہاں تک کہ اس کی دو تہائیاں جل جاویں اور ایک تہائی باقی رہے اور وہ مسکر ہو جائے اور اسی مشروب کو طلاء  
 کہنا حق ہے چنانچہ صاحب محیط وغیرہ اسی پر چلے ہیں یعنی فقط تسمیہ میں نہ حکم میں یعنی صاحب محیط وغیرہ نے اس مثلث کو طلاء کہا ہے اس کو حرام نہیں کہا ہے  
 اس واسطے کہ حلال ہونا اس مثلث کا جو قسمی بطلاء ہے بموجب روایت محیط کے ثابت ہے صحابہ کبار رضی اللہ عنہم کے پینے سے چنانچہ شریعت بنبلالیہ میں ہے خلاصہ  
 یہ کہ طلاء تفسیر اول یعنی بادہ حرام ہے اور طلاء تفسیر ثانی یعنی مثلث یعنی بشرط عدم اسکار حلال ہے تو مثلث حرام نہیں الا بقدر مسکر کذا فی الطحاوی وکی الطلاء بقول  
 عمر رضی اللہ عنہ ما شربہ ہذا بطلاء البعیر وہو القطران الذی یطی بہ البعیر الحمر بان اور مثلث کا نام طلاء رکھا گیا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس قول کے سبب  
 کہ یہ مثلث کیا خوب مشابہ ہے اونٹ کے طلاء کے ساتھ اور وہ یعنی طلاء وہ قطران ہے جو خارشتی اونٹ کو ملا جاتا ہے م طلاء بالکسر قطران ہے اور قطران بفتح وکسر وہ  
 چیز ہے جو خارشتی اونٹ پر علی جاتی ہے خلاصہ یہ کہ مثلث غلبت قوام میں از بسکہ مشابہ تھا طلاء سے لہذا اس کو فاروق اعظم نے فرمایا ونجا ستہ ای الطلاء  
 علی التفسیر الاول کذا قال المصنف کا تخمینہ یہی مفتی اور اس کی نجاست یعنی طلا کی بنا پر تفسیر اول چنانچہ مصنف نے کہا ہے خمر کے مانند نجس ہے اسی قول پر فتویٰ  
 ہے م طلاء تفسیر اول یعنی دو تہائی سے کمتر جلے جو قسمی بادہ ہے اس کی نجاست غلیظہ ہے اور تفسیر ثانی کے موافق یعنی مثلث غلبی چونکہ وہ حلال ہے تو ظاہر ہے  
 والثالث السكر لفتحین وہو النبی من ماء الرطب اذا اشتد وقذف بالزبد اور اشربہ محرمہ سے تیسری شراب مسکر ہے بفتح سین وکاف اور وہ کجارس  
 ہے پختہ تر کھجور کا جب کہ وہ خوب جوش مائے اور جھاگ ڈالے یعنی اور اس میں قوت اسکار کی حاصل ہو تو اگر شیریں ہو گا تو بالاتفاق حلال ہے کذا فی الطحاوی  
 عن القسستانی والرائع لفتح الزبيب وہو النبی من ماء الزبيب بشرط ان یقذف بالزبد بعد الغلیان اور اشربہ محرمہ سے چوتھی شراب نفیع زبيب ہے یعنی  
 خیسانہ مویری اور وہ کچا پانی ہے مویر کا یعنی جس پانی میں انگور خشک کو چند مدت تر رکھا بشرط اس کے جھاگ ڈالنے کے جوش کھانے کے بعد والکل ای  
 الثلثۃ المذكورۃ حرام اذا غلی واشتد اور تمام یعنی تینوں مذکورہ شرابیں یعنی بادہ اور مسکر اور نفیع زبيب حرام ہیں جب کہ جوش کھاویں اور اشتداد پکڑیں

والا لم یحرم اتفاقا اور اگر جوش اور اشتداد نہ ہو تو بالاتفاق حرام نہیں مام کے نزدیک اس واسطے حرام نہیں کہ شرط حرمت کی غلیان اور اشتداد اور جھاگ ڈالنا ہے اور صاحبین کے نزدیک اس وجہ سے حرام نہیں کہ شرط حرمت کی غلیان اور اشتداد ہے سو حاصل نہیں وان قذف حرم اتفاقا اور اگر جھاگ ڈالنا تو بالاتفاق حرام ہے مام کے مذہب پر تو ظاہر ہے اور صاحبین کے نزدیک اس لیے حرام ہے کہ جب فقط غلیان اور اشتداد میر حرمت ہوئی تو جھاگ ڈالنے سے بطریق اولی حرمت ہو گئی و ظاہر کلام کہ بقیۃ المتون انہ اختار ہونا قولہما قالہ البرجندی نعم قال القمستانی و ترک القید ہنا لانہ اعتمد علی السابق فتنبہ اور ماتن کا ظاہر کلام باقی اور متنوں کے مانند یہ ہے کہ اس نے اس مقام میں صاحبین کا قول پسند کیا ہے کہ فقط غلیان اور اشتداد پر کفایت کی اور جھاگ ڈالنے کو مذکور نہیں کیا ایسا کہ ہے برجندی نے ہاں قمستانی نے کہا کہ ماتن نے یہاں جھاگ ڈالنے کی قید ترک کی اس واسطے کہ بیان سابق پر اعتماد کیا یعنی چونکہ خبر کی حقیقت میں جھاگ ڈالنا مذکور کر چکا تھا یہاں اس کے ذکر کو ضرورت نہ جانا تو اس سے خبردار رہنا مخطاوی نے کہا کہ مصنف کی شرح سے قمستانی کے کلام کی تائید نکلتی ہے اس واسطے کہ اس نے مسکر کی حرمت میں جھاگ ڈالنے کو غلیان کے بعد ذکر کیا ہے تو یہی قید نقیض زمیہ میں بھی جاری ہوگی اس واسطے کہ دونوں میں یکساں خلاف ہے ولم یبین حکم نجاستہ السكر بالنقیح و مفاد کلامہ انہا خفیۃ و ہو مختار السخسی و اختار فی الہدایۃ انہا غلیظۃ اور مصنف نے سکر لفتح میں اور نقیص کی نجاست کا جو بیان نہیں کیا اور اس کے کلام سے ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ دونوں کی نجاست خفیہ ہے اور یہی قول شمس الاثرہ سخسی کا مختار ہے اور ہدایہ میں یہ اختیار کیا ہے کہ نجاست غلیظہ ہے و حرمتہا دون حرمتہا لان حرمتہا بالاجتہاد اور حرمت اثر بہ ثلاثہ یعنی بادہ اور سکر اور نقیص کی کثر ہے خبر کی حرمت سے تو ان کا حلال جاننے والا کافر نہ کہا جاوے گا اس واسطے کہ حرمت ان کی اجتہاد کے سبب ہے اور حرمت خبر کی بدیل قرآنی قطعی ہے ہم کشف میں ہے کہ کفر کو کفار سے کہنا بہتر ہے تکفیر سے اس واسطے کہ اول نسبت الی الکفر میں خاص اور ثانی مشترک ہے اور خاص دلالت برادین اولی ہے مشترک سے کذا فی الطحاوی و المحلل منہا اربعۃ النور الاول نبیذ التمر و الزبیب ان طبع ادنی طبعہ بجل شربہ و ان اشتدہ و اثر شربہ سے چار مشروب حلال ہیں اول نبیذ تمر اور زبیب ہے یعنی خشک کھجور اور خشک انگور کا پانی بشرطیکہ کھوڑا سا پکایا جاوے یعنی یہاں تک کہ لفعج حاصل ہو کذا فی الزیلی تو اس کا پینا حلال ہے اگرچہ جوش کھا کر قوی ہو جاوے مام اشتداد کے ساتھ قذف کو ذکر نہیں کیا بیان سابق پر اکتفا کر کے چنانچہ مز میں ہے عینی نے کہا متخذ من التمر کی حرمت میں احادیث وارد ہیں اور اس کی حلت میں بھی احادیث وارد ہیں تو اگر حرام کو خام پر محمول کیجیے اور حلال کو مطبوخ پر تو توافق حاصل ہو اور تعارض دفع ہو جائے و ہذا اذا شرب منہ بلا لہو و طرب فلو شرب للفقید و کثیرہ حرام اور یہی حلت نبیذ تمر اور زبیب کی اس وقت ہے جبکہ وہ پیا جائے بدوں لہو اور طرب کے تو اگر لہو و لعب کے واسطے شرب ہوگا تو اس کا قلیل اور کثیر سب حرام ہے مام مختار میں ہے کہ طرب سبکی ہے جو انسان کو شدت حزن یا سرور کے بعد حاصل ہوتی ہے در میں کہا کہ یہ قید ان اثر بہ کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ اگر پانی وغیرہ مباحات کو لہو اور طرب کے ساتھ استعمال کرے فاسقوں کی وضع پر تو حرام ہے و مالم لیسکر فلو شرب بالعب علی لہنہ اد مسکر فیوم اور یہی حلت اس وقت تک ہے جب تک وہ نشاندہ کرے تو اگر اس قدر پیے گا جس قدر کہ پینے سے اس کے نشہ کرنے کا گمان غائب ہوگا تو وہ پینا حرام ہے نہ مشروب بتمامہ سحرائق میں ہے کہ جس نے نو پیالے پیے خبر کے سوا اثر بہ حلال سے اور اس کو نشہ نہ ہوا پھر اس نے دسواں پیالہ پیاسو اس نے نشہ کیا تو حرام دسواں پیالہ ہے نہ لگے پیالے الہو و سفن نے کہا کہ اگر مست ہونے کی نیت سے بیٹھا تو قدح اول ہی حرام ہے اور وہاں کا بیٹھنا حرام اور اس کی طرف چلنا حرام ہے کذا فی الطحاوی و الثانی الخلیطان من الزبیب التمر اذا طبع ادنی طبعہ و ان اشتد بجل بلا لہو و طرب حلال سے مشروب ثانی خلیطین ہے یعنی خشک انگور اور خشک کھجور کا مخلوط پانی جب کہ وہ کھوڑا سا پکایا جاوے اگرچہ جوش کھا کر اشتداد اس میں حاصل ہو حلال ہے بدوں لہو و لعب کے ہم حلت کی دلیل وہ حدیث ہے جو ابن ماجہ میں عائشہ صدیقہ سے مروی ہے کہ ہم مٹھی بھر کر اور مٹھی بھر زبیب رسول خدا صلی اللہ





وہو ہما قال المصنف مطلقاً قلیلہا و کثیرہا و بلفظی ذکرہ الزلیعی وغیرہ اور اہرام کہا ہے ان کو محمدؐ نے مصنف نے شرح میں میں کہا یعنی ہوا شراب میں کربائی جاویں شہد اور انجیر اور ان کے مانند سے وہ محمدؐ کے نزدیک مطلقاً حرام میں خواہ قلیل ہوں خواہ کثیر اور اسی قول پر فتویٰ ہے ایسا ذکر کیلئے زلیعی وغیرہ نے م قستانی نے کہا خلاصہ یہ ہے کہ جنوب اور غلاوات کا بیذ یعنی ان کا بوزہ بشرط مذکورہ شیخین کے نزدیک حلال ہے تو جو ان کو پی کر مست ہو اس پر حد نہیں اور اس کی طلاق واقع نہیں اور محمدؐ کے نزدیک وہ حرام ہے اور طلاق واقع ہوگی چنانچہ کافی میں ہے اور محمدؐ کے قول پر فتویٰ ہے چنانچہ کفار وغیرہ میں ہے حموی نے کہا قول اصح اور مختار ہمارے زمانہ میں یہ ہے کہ اثر بہ مذکورہ سے جو نشا کرے علی العموم اس کا قلیل اور کثیر حرام ہے کسی نوع سے ہو بدیل حدیث صحیح مسلم کمر کل مسکر خمر و کل مسکر حرام یعنی جو نشہ کرنے والی چیز ہے وہ خمر ہے اور ہر مسکر حرام ہے اور بدیل حدیث مسند احمد ابن ماجہ و دارقطنی کہ (ما سکر کثیرہ فقلیلہ حرام) یعنی جس چیز کا کثیر نشہ کرتا ہو اس کا قلیل بھی حرام ہے اور فتویٰ محمدؐ کے قول پر ہے اور برازیہ میں ہے کہ محمدؐ کے نزدیک قلیل اس کا اور کثیر سب حرام ہے فقہانے کہا کہ ہم محمدؐ کے قول کو لیتے ہیں اور محمدؐ کا مذہب یہ ہے کہ وہ نجس ہے جیسا مذہب شافعی اور مالک اور احمد اور ابو داؤد و ظاہری کا ہے انتہی اور اختلاف شیخین اور محمدؐ کا چار اثر بہ سلال میں ہے اور اثر بہ محرم میں سے تو قدر قلیل باتفاق شیخین اور محمدؐ کے حرام ہے گو کہ اس قدر سے نشہ نہ ہو اگرچہ حد لازم نہ ہوگی بدوں نشہ کرنے کے کذا فی الطحاوی مختصر و اختارہ شارح الوہبانیہ و ذکرانہ مروی عن الکل اور پسند کیلئے محمدؐ کے قول کو وہبانیہ کے شارح نے اور ذکر کیا ہے کہ قول مذکور یعنی وجوب ہر مروی ہے شیخین اور محمدؐ سب سے اور جب حد واجب ہوئی تو حرمت ثابت ہوگئی شرح وہبانیہ میں غار سے لے کر مذکور ہے کہ صدر الاسلام ابو العیسیٰ مروی سے حکایت ہے کہ اس نے ہمارے سب اصحاب سے یہ روایت پائی کہ حد واجب ہے اس واسطے کہ اس سے نشہ واقع ہو وہ حرام ہے اور نشہ فساد کا سبب ہے تو حد واجب ہوئی تاکہ اس کے پینے سے لوگ باز رہیں تارویٰ زمین سے فساد دفع ہو اور یہ امر تو موجود ہے خمر کے سوا باقی اشرب میں بھی کذا فی الطحاوی مختصر و نظیر فقالہ فی عصرنا فاختیر حد و اقواء طلاق من مسکر الحیج مسکر و عن کلہم مروی و انقی محمدؐ بتحریم ما قد قتل و ہوا المحرمہ اور شرح وہبانیہ نے اس کو نظم کیا ہے سو یوں کہا ہے کہ ہمارے زمانہ میں وجوب حد مختار ہے علماء نے طلاق واقع کر دی ہے اس شخص کی جو اناج کی شراب یعنی بوزے سے مست ہوا و شیخین اور محمدؐ سب علماء سے وجوب حد مروی ہے اور محمدؐ نے قلیل کی بھی تحریم کا فتویٰ دیا ہے اور یہی قول منقح اور محقق ہے و فی طلاق البرازیہ و قال محمدؐ اسکر کثیرہ فقلیلہ حرام و ہونجس ایضا ولو سکر منہا لمختار فی زماننا انہ یجد زاد فی الملتقی و وقوع طلاق من سکر منہا تابع للمحرمۃ و اکل حرام عند محمد و بلفظی و الخلاف انما ہو عند قصد التقویٰ ما عند قصد التملیٰ فحرام رجاء انتہی و تمامہ فیما علقہ علیہ اور برازیہ کی کتاب الطلاق میں ہے اور محمدؐ نے کہا کہ جس چیز کا کثیر نشا کرے اس کا قلیل بھی حرام ہے اور وہ ناپاک بھی ہے اور اگر اس سے کوئی مست ہو تو ہمارے زمانہ میں قول مختار یہ ہے کہ اس پر حد ماری جائے ملتی میں اتنا زیادہ کہا ہے کہ جو شخص مست ہو اس کے پینے سے تو اس کی طلاق کا واقع ہونا حرام ہونے کا تابع ہے اور سب مسکرات حرام ہیں محمدؐ کے نزدیک اور اسی قول پر فتویٰ ہے اور یہ خلاف شیخین اور محمدؐ کا تو قصد تقویت پر مخصوص ہے اور لو لعب کے قصد سے تو قلیل اور کثیر جمیع مسکرات کا باجماع شیخین اور محمدؐ کے حرام ہے انتہی مافی الملتقی اور پورا بیان اس کا اس شرح میں ہے جو ہم نے غنی پر لکھی ہے زاد القستانی ان لمن الابل اذا اشتد لم یجل عند محمدؐ خلافاً لہا و السمرنہ حرام بلا خلاف و الحد و الطلاق علی الخلاف قستانی نے اس قدر زیادہ بیان کیا کہ اونٹ کا دودھ جب جوش کھا کر سستی لاوے تو محمدؐ کے نزدیک حلال نہیں برخلاف شیخین کے اور نشہ ہونا اس سے تو بلا خلاف حرام ہے اور اس کے مست پر حد واقع ہونا اور اس کی طلاق واقع ہونی اسی خلاف پر مبنی ہے یعنی شیخین کے نزدیک واقع نہ ہوگی اور محمدؐ کے نزدیک واقع ہوگی و کذا لمن الرماک ای الفرس اذا اشتد لم یجل و صحیح فی الہدایۃ حلوہ فی الخزانہ انہ یکرہ تحریما عند عامۃ المشائخ علی قولہ اور اسی طرح گھوڑی کا دودھ جب کہ جوش کھاوے حلال نہیں اور ہدایہ میں اس کے حلال ہونے کو صیح کہا ہے یعنی امام کے کے نزدیک تا عدم سکر اور خزانہ میں یوں ہے کہ وہ مکروہ تحریمی ہے سب مشائخ کے نزدیک امام کے قول پر ہم حدت اس وقت تک ہے جب تک نشانہ کرے

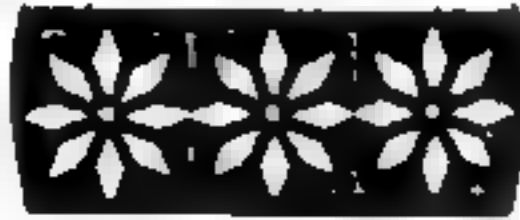


زیلعی میں قول صحیح یہ ہے کہ گھوڑے کا دودھ امام کے نزدیک حلال ہے بموجب فکر کرنے صاحب ہدایہ کے اس لیے کہ اس کے گوشت کی کراہت احترام کے سبب ہے اور اس لیے کہ مادہ جہاد منقطع نہ ہو جائے تو یہ کراہت اس کے دودھ کی طرف متعدی نہ ہوگی انتہی کذا فی الطحاوی وحل الانتیاز استخارہ النبیز فی البہاء جمع ویاۃ وہی القرع حلال ہے نمیز بنانا تو شیوں میں ویاۃ تشدید بارجع ہے ویاۃ کی جو معنی کہ وہ ہے الختم جرة خضراء والنزف المصلی بالزفت ای القیر والنقیر الخشبہ المتقوۃ وماورد من النہی نسخ اور حلال ہے نمیز بنانا ختم یعنی سبز گھڑے اور تربیان میں اور اس برتن میں جس پر زفت یعنی روغن قیر کا ملا ہے اور کڑی کے کھدے ہوئے برتن میں اور جو حدیث میں ان ظروف کے استعمال سے بھی وارد ہے سو منسوخ ہے محمد رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الآثار میں عن ابی حنیفہ عن علقمہ بن مرثد عن ابی برید عن زید بن جابر عن مرقع روایت کی کہ میں نے تم کو زیارت قبور سے منع کیا تھا سو اب زیارت کیا کرو اور یہودہ کوئی ذکر اور محمد کو اپنی ماں کی زیارت کا حکم دیا اور منع کیا تھا قربانی کے گوشت کو کہ تین دن سے زیادہ نہ رکھا جائے سو اب رکھو جتنا چاہو منع اسی واسطے کیا تھا کہ مالدار فقیر پر کٹاؤں کرے اور ویاۃ اور ختم اور زفت میں نمیز بنانے سے منع کیا تھا سو اب پیو ہر برتن میں اس واسطے کہ برتن کسی چیز کو حلال اور حرام نہیں کرتا اور نہ پیونشہ کرنے والی چیز کو کذا فی العینی شرح الہدایۃ ان برتنوں میں شراب بنائی جاتی ہے سو اگر ان میں شراب ہو تو بعد پاک کرنے کے ان کا استعمال درست ہے پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اگر پرانا برتن ہو تو تین بار دھو ڈالے اور اگر نیا برتن ہو تو محمد کے نزدیک وہ بھی پاک نہیں ہوتا اور ابو یوسف کے نزدیک تین بار دھونے اور ہر بار خشک کرنے سے پاک ہو جاتا ہے اور دوسری روایت یہ ہے کہ اس میں بار بار پانی بھرے اور گراتا رہے یہاں تک کہ صاف پانی نکلے جس میں نہ شراب کا مزہ ہے نہ رنگ نہ بو فتادی قاضی خاں میں ہے کہ اسی قول پر فتویٰ ہے وکرہ شرب وردی الخمر ای عکرہ والا متشاط بالمددی لان فیہ اجزاء الخمر وقلیلہ لکثیرہ کما مر و لکن لا یجد شاربہ عندنا بلا سکر و بہ یجد اجماعا اور خمر کی لچھٹ پینا اور اس کو کنگھی میں ملا کر بالوں میں لگانا مکروہ اس واسطے کہ درد اور لچھٹ میں خمر کے اجزاء موجود ہیں اور خمر کا قلیل اس کے کثیر کے مانند حرام ہے چنانچہ مذکور ہو چکا و لیکن اس کے پینے والے پر ہمارے نزدیک مدہ ماری جاوے گی بدول نشہ کے اور نشہ کے ساتھ باجماع مدہ ماری جاوے گی ویکرم اکل البنج والحشیشۃ ہی ورق القنب والافیون لانہ مفسد للعقل ولیمد عن ذکر اللہ وعن الصلوۃ اور بنج یعنی خراسانی اجوائن اور حشیشہ یعنی ورق القنب اور افیون کا کھانا حرام ہے اس واسطے کہ ہر واحد اشیاء ثلثہ سے مفسد عقل ہے اور یاد خدا سے اور نماز سے باز رکھتا ہے اور روکتا ہے م طحاوی نے بنج اور حشیش میں عطف تفسیری سمجھا ہے حالانکہ یہ خطا ہے اس لیے کہ بنج بفتح بار موحده و سکون نون خراسانی اجوائن ہے اور حشیش ورق القنب یعنی بنگ ہے جس کو جاہل فقیر پیتے ہیں چنانچہ بنج کی ماہیت مخزن الادویہ میں یوں مذکور ہے کہ بنج یعنی خراسانی اجوائن باقی ست شبیہ بہ برگ بادرنجبویہ ولبیا غلیظہ ودر طول وعر من ازاں بزرگ تر ولبیا سبز مائل لبیا ہی و برگ و ساق غلیظاں مرغوب وثمر آن در غلافی شبیہ نکل انار و شاخہائے آن یکے زیر دیگرے و معلو از تنخے شبیہ بکلبہ ولبیا ریزہ ترازاں وغیرہ در دوسرے نوع است سیاہ و سرخ و سفید ہر دو نوع اول با سمیت وغیرہ مستعمل و نوع سوم کہ مفید است مستعمل و کیا ب بعضے سرخ آزا استعمال نمایند اور صاحب مخزن نے قنب میں کہا کہ بفارسی کتب و جنگ و بہندی بجا ننگ و اصطلاح ورق النجبال حشیش و حشیشۃ الفقرا گویند و رخت آن بند و ساق آن مجوف و گل آن سفید و تخم آن مدور کہ آن را شہدا بنج و بفارسی شاید نہ گویند انتہی شیخ الاسلام عینی نے شرح ہدایہ میں بنج کی ماہیت صاحب مخزن کے مانند ذکر کی ہے اور کہا تو اس بیان سے معلوم ہوا کہ جو لوگ کہتے ہیں کہ بنج وہ گھاس ہے جس کو قلندر یہ استعمال کرتے ہیں جو لغت عرب میں حشیش مشہور ہے سو غلط اور خطا ہے بلکہ بنج مفارسی حشیش کی اس واسطے کہ حشیش قاتل نہیں لیکن مخدر اور مفتر اور مکسل ہے اور اس میں اوصاف ذہبہ ہیں لہذا متاخرین کا اس کی تحریم پر اجماع واقع ہو گیا ہے شیخ الاسلام خواہر زادہ نے اپنی شرح میں کہا کہ قلیل سقمونیہ اور بنج مباح ہے دوا کے واسطے اور جو اس پر زیادہ ہوا اور قتل کرے یا عقل کو زائل کرے وہ حرام ہے انتہی مانی العینی طحاوی نے قستانانی عن شرح اللباب نقل کیا کہ

بج دو قسم ہے ایک نزل عقل وہ حرام ہے اسی پر فتویٰ ہے اور دوسری قسم مباح ہے افیون کے مانند اس واسطے کہ اگرچہ اس سے اختلال عقل ہوتا ہے لیکن زوال عقل نہیں ہوتا اور ہدایہ وغیرہ میں جو اباحت بیچ کی مذکور ہے وہ اسی قسم ثانی پر محمول ہے اتنا کہ دون حرمۃ الخمر فان اکل شیئاً من ذلک لا یطہرہ وان سکر منہ لم یحضرہ بما دون الحد کذا فی الجوبہ خزاسانی ابوان اور بنگ اور افیون حرام ہے لیکن زنت خمر سے ان کی حرمت کمتر ہے سوا اگر کوئی شخص ان میں سے کھائے تو اس پر حد نہیں اگرچہ اس سے مست ہو جائے بلکہ اس کو تعزیری جلائے حد سے کمتر کذا فی الجوبہ و کذا خمر جوز الطیب لکن دون حرمۃ الخمر قال المصنف اور اسی طرح جوز الطیب یعنی جائے پھل حرام ہے لیکن اس کی حرمت بنگ کی حرمت سے کمتر ہے ایسا کہ کتب مصنف نے شرح میں حرمت جائے پھل شافعیہ سے نقل کی ہے اور اس کو ثابت رکھا ہے اپنے قواعد کے موافق بخان کر کذا فی الطحطاوی مخزن الادویہ میں مذکور ہے کہ جوز الطیب مکہ ہے ونقل عن الجامع وغیرہ من قال یحل البینج والحشیشہ فهو زندق مبتدع بل قال نجم الدین الزاہدانہ یکفر و مباح قتلا مصنف نے شرح میں جامع وغیرہ سے نقل کیا کہ جو بیچ اور بنگ کے سلال ہونے کا قائل ہو وہ ملحد بدعتی ہے بلکہ نجم الدین زاہدانہ نے کہا کہ وہ منسوب بہ کفر ہے اور اس کا قتل مباح ہے مصنف نے جامع الفتاویٰ سے یہ نقل کیا کہ حافظ الدین نے شرح ترمذی سے ذکر کیا کہ شمس الائمہ شرعی سے علت اور حرمت شیش یعنی بھنگ کا سوال ہوا سو کہا کہ امام ابو حنیفہؒ سے کچھ منقول نہیں اس واسطے کہ ان کے وقت میں اس کا استعمال مشہور نہ تھا تو اباحت پر یاقی رہے اور سلف سے بھی کچھ منقول نہیں مرنے کے زمانے تک جو شاگرد ہیں امام شافعی کے اور اسد بن عمر شاگرد امام اعظم کے عراق اور حجاز میں تھے اور اس کی اباحت کے قائل تھے پھر جب اس کی بلا عام ہو گئی اور یہ تمام میں پھیلا اور سفارت عقل پر غالب ہو گئی اسکے استعمال سے تمام علماء اور ائمہ مرنے کے مانند اس کی حرمت اور اسکے جلا اور اس کے مانع کی تعزیر کا فتویٰ دیا تو اب شافعی اور حنفی دونوں مذہبوں کا اس کے حرام ہونے پر فتویٰ ہے یہاں تک کہ اس کی علت کے قائل کو زندق اور مبتدع کہا ہے اور حکم کیا ہے کہ جو بھنگ سے مست ہو اور طلاق سے تو اس کی طلاق واقع ہوگی زجر اور توبیخ کی وجہ سے کذا فی الطحطاوی قلت ونقل شیخنا البیہقی عن الشافعی فی شرحہ علی منظومۃ ابیہ البدر المتعلقۃ بالکبار والصغار عن ابی جبر الملکی انہ صرح بتحريم جوز الطیب باجماع الائمة الاربعۃ وانہا مسکرة میں کہتا ہوں اور ہمارے استاد نجم غزی شافعی مذہب نے اپنی شرح میں جو ان کے باپ بدر الدین کی منظومہ پر ہے جو کبار اور صغار کے بیان میں ہے ابن جبر کی سے یوں کہ ہے کہ اس نے تصریح کی ہے جائفل کے حرام ہونے پر بالفاق چاروں اماموں کے اور یہ کہ وہ نشہ کرتا ہے ثم قال شیخنا البیہقی والبیہقی الذی حدث و کان محدثہ دمشق فی سنة خمسۃ عشر لعل الف یدعی شاربہ انہ لا یسکر و انی سلمہ فانه مفتر و ہو حرام بحديث احمد علی سلمۃ قالت نخی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن کل مسکر و مفتر قال ولیس من الکبار و تہنا و المرأة و المریین و مع نہی ولی الامر عنہ حرام قطعاً علی ان استعمالہ بما اضرب بالبدن نعم الاضرار علیہ کبیرۃ کما ان الصقائر انتہی بحرف پھر کہا ہمارے استاد نجم شافعی نے کہ تنبہا کو جو نو پیدائش ہے اور اس کی پیدائش دمشق شام میں ایک ہزار پندرہ سال ہجری میں ہوئی اس کا پینے والا یہ دعویٰ کرتا ہے کہ وہ نشہ نہیں کرتا اگر اس کے عدم سکر کو مان لیجیے تو البتہ وہ مفتر ہے یعنی اگرچہ عقل کو زائل نہیں کرتا مگر جو اس کو منکر اور ضعیف کرتا ہے اور جو چیز مفتر ہے وہ حرام ہے بدلیل اس حدیث کے جو مسند احمد میں حضرت ام سلمہؓ سے مروی ہے کہ منع فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر مسکر اور مفتر یعنی نشہ کرنے والی اور مست کرنے والی چیز سے کہا نجم مذکور نے کہ تنبہا کو کا ایک دو بار استعمال کرنا کبیرہ گناہ نہیں اور باوجود منع کرنے سلطان وقت کے وہ یقیناً حرام ہے علاوہ یہ کہ اس کا استعمال اکثر بدن کو ضرر کرتا ہے ہاں اس کو ہمیشہ استعمال کرنا کبیرہ گناہ ہے جیسے باقی مضائر کا دوام کبیرہ گناہ ہے بات ہے انتہی کلام البیہقی الشافعی بلغة حم ابو السعد مفتی روم نے کہا کہ تنبہا کو کی حرمت علماء شافعیہ کے مخالف ہے اس واسطے کہ شافعیہ نے تصریح کی ہے کہ اگر زوجہ حقہ بیٹی ہو تو زوج پر اس کا سامان کر دینا واجب ہے انتہی اور ہم نے ثقات شافعیہ سے دریافت کیا سوا انہوں نے کہا کہ جو ابن جبر نے حرمت بیان کی ہے سو قول ضعیف ہے اور مذہب صحیح یہ ہے کہ تنبہا کو مکروہ تنزیہی ہے مگر بعض



اور حقہ اس وقت زوج پر واجب ہے جب زوجہ کو اس کی عادت ہو اور ترک اس کا ضرر نہ کرے تو از قبیل تفکرات ہوگا اور اگر اس کا ترک ضرر کرتا ہو تو من قبیل علاج کے ہوگا تو اب زوج پر لازم نہ ہوگا انتہی کلام الشافعیۃ اور یہ جو ضرر بدن کا مد کو یکساں حقیقتت سماں رہے کر لیں مختلف ہے اختلاف مستعملین کے یعنی کسی کو مضر ہے اور کسی کو نافع و فی الاشباہ فی قاعدة الاصل لا یستلزم التوقف و لفظہ اترہ نیما شکل سالہ کا حیوان المشکل امرہ والنبات المجهول سمته انتہی قلت فیفہم منہ حکم النبات الذی شاد فی زماننا المسمی بالتین فقیہہ اور اشباہ میں اس قاعدہ کے اندر کہ اصل اشیاء میں اباحت ہے یا توقف اور ظاہر ہوتا ہے اثر اس قاعدہ کا اس چیز میں جس کا حال معلوم نہیں چنانچہ وہ جانور جس کا حال معلوم نہیں درودہ گھاس جھکا زہر ثابت نہیں ہوتا انتہی کلام الاشباہ میں کتا ہوں تو اس قاعدے سے بوجہا ہوتا ہے حکم اس گھاس اور بوٹی کا جو ہماری زمانہ میں شائع اور پھیل گئی ہے جس کا نام ہمیں یعنی تنباکو ہے تو خبردار رہنا ہم یعنی بموجب اس قاعدہ کے اصل اشیاء میں اباحت ہے تنباکو مباح ہے اور بموجب اس قاعدہ کے اصل اشیاء میں توقف ہے یعنی نہ اباحت ہے نہ حرمت بلا حکم مباح ہے نہ حرام و قد کرہ شیعہ الخمدادی فی ہدیۃ الحاقار بالشوم والبصل بالاولی فترہ اور البتہ تنباکو کو ہمارے استاد عمادی نے اپنے رسالہ ہدیۃ الخمدادی میں مکروہ کہا ہے اس کو لسن پیاز کے ساتھ بطریق اولی ملحق کر کے سوا کچھ غور کر لے ہم مفتی روم ابو سود نے کہا کہ اگر کراہت تنزیہی لسن پیاز کے الحاق کی دلیل سے اور مکروہ تنزیہی سے جواز نکلتا ہے انتہی اس الحاق سے معلوم ہوتا ہے کہ مجسّم تحریر کیا مکروہ تحریمی ہے جیسے لسن پیاز و لکن مکروہ تحریمی ہے اور قرآن خوانی کے وقت اس کا استعمال صریحاً ادبی ہے کذا فی الطحاوی شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے جواب استفتائیں بیان کی ہے کہ جو لوگ (کل دخان حرام) سے قلیان کشی کو حرام کہتے ہیں سو یہ حدیث نہیں لیکن حقہ کشی کو تین امر لازم ہیں ایک تو بدلو آنا حقہ کش کے منہ سے دوسرے ملا بست آتش کی تیسرے دھواں نکلنا نہ سے کہ مشابہ اہل دوزخ ہے ہر چند ہر واحد کراہت تنزیہی کا موجب ہے لیکن اجتماع امور ثلثہ کراہت تحریمی ثابت ہوتی ہے انتہی ملخص کلامہ الشریف واللہ اعلم ومن جرم بجمرتہ الخشیۃ شارح الوہبانیۃ فی المحظر و نظم فقال سے وافتوا بتحریر الخشیۃ و حرقة و تطلیق محتش زجر و قر واد لبائعہ التادیب والفسق اثبتوا بد و زندقۃ للمستحل و حرروا بدہ اور ان علما میں سے جو بنگ کی دہشت پر یقین کر چکے ہیں شارح وہبانیہ نے بیان کیا ہے اس کو کتاب المحظر میں اور اس کو نظم کیا ہے اور یوں کہا ہے اور علما نے فتویٰ دیا ہے بنگ کے حرام ہونے اور اس کے جلادینے اور بنگ نوش کی طلاق واقع ہونے پر زجر اور توہین کی وجہ سے اور ثبات کی ہے علم نے بنگ فروش کی تعزیر اور سن اور اس کے حلال کہنے والے کا زندقہ اور کفر ثابت کیا ہے اور اس کو منقح اور محقق بیان کیا ہے واللہ اعلم واستغفر اللہ الکریم



# کتاب الصيد

یہ کتاب ہے صید یعنی شکار کے احکام میں مہتمم قستانی نے مطرزی سے نقل کیا کہ صید وہ حیوان مجتنب متوحش ہے جس کا پکڑنا ممکن نہیں مگر بحیلہ تو مجتنب کی قید سے مرغی اور بٹ نکل گئی اس لیے کہ مجتنب سے وہ مراد ہے کہ اس کے پاؤں یا پر ہوں جن سے وہ بھاگ سکے اور متوحش کی قید سے کہوڑ نکل گیا اس واسطے کہ متوحش سے مراد یہ ہے کہ آدمیوں سے مالوف نہ ہو نہ رات نہ دن اور وحشت طبعی کی قید سے وہ پالو جانور نکل گیا جو وحشی ہو گیا کہ وہ شکار کرنے سے حلال نہیں بلکہ ذکوۃ ضرورت سے حلال ہے اور اسی قید سے متوحش مالوف داخل ہوا صید میں چنانچہ پالو ہرن جس کا پکڑنا ممکن نہیں مگر بحیلہ لعل مناسبتہ ان کلامہا لیورث لہا شاید کہ مناسبت صید کی کتاب الا شربہ سے یہ ہے کہ دونوں چیز مورث سرور ہوتی ہیں مباح نجستہ عشر شرط مبسوطۃ فی العنایۃ وسفقرہ لکنی اثنا مسائل شکار کرنا مباح ہے پندرہ شرطوں سے جو مفصل مذکور ہیں عنایہ میں اور ہم ان کی تقریر بیان کریں گے اس کتاب کے اثنا مسائل میں ہم مجدد شرط مذکورہ پانچ شرطیں ہیں شکار کرنے والے میں ۱ ہونا اس کا مسلم یا کتابی ۲ پھوڑنا اس کا کلب یا باز کو ۳ شریک نہ ہونا اس کے چھوڑنے میں غیر مسلم یا کتابی کا ہم ترکہ لہ ۴ عمدہ نہ کرنا ۵ چھوڑنے اور شکار کے پکڑنے کے اندر دوسرے کام میں مشغول نہ ہونا اور یہ پانچ شرطیں کلب و غیر میں ہیں امعلم ہونا اس کا یعنی تعلیم یافتہ ہو ۲ جاننا اس کا بطریق چھوڑنے کے ۳ عدم مشارکت کلب غیر معلم کی ہم قتل کرنا شکار کا زخم سے ۵ شکار کا نہ کھانا اور پانچ شرطیں شکار میں ہیں ایہ اس کی خورش نیش داردانت اور جنگل سے نہ ہو ۲ شکار کا حشرات الارض سے نہ ہونا ۳ سوائے مچھلی کے آبی جانور نہ ہونا ۴ قادر ہونا شکار کا لپٹنے بچانے پر اپنے پاؤں سے یا پروں سے ۵ مرجانا شکار کا شکار کرنے سے قبل اس کے ذبح کرنے کے کذا فی العالمگیریہ عن النہایۃ پہلی تینوں شرطیں علت اکل کے واسطے ہیں نہ مطلق شکار کیے منع الغفار میں ہے کہ شکار کا سبب مختلف ہوتا ہے شکاری کے اختلاف حال سے اس لیے کہ شکار کرنا کبھی حاجت کی وجہ سے ہوتا ہے اور کبھی اظہار بہادری کے واسطے اور کبھی دل بہلانے کے واسطے اور غایۃ البیان میں ہے کہ شکار کرنا مباح ہے حلال جانور میں اور حرام میں حلال تو کھانے کے واسطے اور حرام جانور کا شکار اور غرض کے واسطے یا اس کی کھال یا بال سے فائدہ لینا یا دفع اذیت کے واسطے منع الغفار میں ہے کہ شکار کرنا مشروع ہے قرآن سے قال اللہ تعالیٰ واذا حللتم فاصطادوا وحرم علیکم صید البر ما دمتم حراما یعنی جب تم حلال ہو یعنی حرم نہ ہو تو شکار کرو اور حرام کر دیا گیا تم پر شکار کرنا خشکی میں جب تک تم حرم ہو اور مشروع ہے حدیث سے فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے عدی بن حاتم سے کہ جب اپنا کتا پھوڑے تو اس پر بسم اللہ کہہ پھر اگر اس نے شکار پکڑ رکھا اور تو نے اس کو زندہ پایا تو اس کو ذبح کر اور اگر تو نے اس کو مقتول پایا اور حالانکہ کتے نے اس کو نہیں کھایا تو اس کو کھا اس واسطے کہ کتے کا پکڑنا بھی ذبح ہے یہ حدیث بخاری اور مسلم اور مسند احمد میں ہے اور اجماع امت اس کے مشروع ہونے پر قائم ہے اور عقل سے بھی اس کی خوبی ثابت ہے اس واسطے کہ یہ قسم ہے اکتساب کی اور اکتساب مباح ہے انتہی مافی المنع الا لحم فی غیر الحرم شکار کرنا مباح ہے مگر محرم کو غیر حرم میں مباح نہیں مصلیٰ نے کہا یوں کہنا بہتر تھا الا لحم اوفی الحرم یعنی شکار مباح ہے مگر محرم کو یا حرم میں مباح نہیں اس واسطے کہ یہ عبارت تینوں شکاروں کو شامل ہے شکار محرم کو حل یا حرم میں اور شکار حلال کو حرم میں اور ملتہی کہا ہو ظاہر یا شکار کرنا مباح ہے مگر لہو ولعب کے واسطے چنانچہ یہ ظاہر ہے اور حرفۃ علی مافی الاشباہ قال المصنف وانما زدت تبعا والافا للتحقیق عن ذی الایمانۃ اخذہ حرفۃ لانہ نوع من الکتساب وکل النوع الکسب فی الایمانۃ سواء علی الذہب الصبیح کما فی



الترازیہ وغیرہ یا شکار کرنا مباح ہے مگر شکار کا بیشتر اختیار کرنا مباح نہیں یہ عدم ایاحت بموجب اشتباہ کے یہ مصنف نے شرح میں کہا کہ میں نے عدم ایاحت حرفہ متن میں زیادہ کی اشتباہ کی تبعیت سے ورنہ میرے نزدیک شکار کے پیشہ اختیار کرنے کی ایاحت تحقیق ہے اس واسطے کہ یہ بھی ایک قسم ہے اکتساب کی اور سب اقسام ایاحت کے برابر ہیں بموجب مذہب صحیح کے چنانچہ ترازیہ وغیرہ میں ہے ہم مصنف شاگرد ہے صاحب اشتباہ کا ادب کی راہ سے اس کے قول ضعیف کو بھی علامہ رد نہ کیا نصب شبکہ لصد ملک مالتعلق بہا بخلاف ما اذا نصبہا للبحاف فانہ لا یملک مالتعلق بہا ایک شخص نے شکار کے واسطے جال لگایا تو وہ مالک ہو گا اس جانور کا جو اس میں پھنس گیا برخلاف اس صورت کے جب کہ جال لگایا اس کے خشک کرنے کے لیے تو وہ مالک نہ ہو گا اس کا جو پھنس گیا اس میں تو اول صورت میں دوسرا شخص شکار کو نہیں لے سکتا اور دوسری صورت میں جو شخص اس کو پکڑے گا مالک ہو گا جال والا اس سے نہیں لے سکتا وان وجد المقلش او غیرہ خاتما او دینار امضو بالغبز الاسلام لایملکہ ویجب تعریفہ اور اگر نیار یا کوئی اور شخص انگوٹھی یا شرفی جس پر اسلام کا سکہ ہے پاوے تو اس کا مالک نہ ہو گا اور اس کی تعریف یعنی پہنچانا واجب ہے کہ جس کا ہو سو اس کو لے مقلش بضم میم و سکون قاف و کسر لام و شین معجم عرف میں اس کو کہتے ہیں جو زمین کی مالیت کی چیز تلاش کرتا پھرے کذا فی المطاوی اور جس پر ضرب کفر کی ہو وہ رکاز میں داخل ہے اعلم اسباب الملك تلتش نائل کبیع و ہبۃ و خلافتہ کارث و اصالۃ و ہوالا ستیلا و حقیقۃ بوضع الیاد و حکما بالتمیۃ کنصب شبکہ لصد لا یخاف علی الباح الخالی عن مالک فلو استولی فی مفاذۃ علی حطب غیر ملکہ ولم یحل للمقلش ما یجدہ بلا تعریف معلوم کر کہ ملک کے سبب تین ہیں ایک سبب نائل ہے یعنی ایک مالک سے دوسرے مالک کی طرف ملکیت منقول ہو جائے جیسے بیع او ہبہ سے ملک دوسرے کی ہو جاتی ہے اور دوسرا سبب ملک کا خلافت ہے یعنی ایک کے مرنے کے بعد دوسرے کا مالک ہونا چنانچہ میراث اور تیسرا سبب ملک کی اصالۃ ہے یعنی استیلا اور قادر ہونا اس مباح چیز پر جو خالی ہے مالک سے خواہ حقیقۃ استیلا اور قدرت ہو تصرف میں کر لینے سے یا حکما قدرت ہو اس کے تہیہ اور سامان کرنے سے چنانچہ جال کا لگانا شکار کے واسطے نہ جال خشک کرنے کے لیے تو اگر ایک شخص مستولی ہو جنگل میں غیر شخص کی لکڑی پر تو مالک نہ ہو گا یعنی اس واسطے کہ ملک غیر سے خالی نہیں اور زمین کے تلاش کرنے والے کو حلال نہیں وہ چیز جو پاوے بدوں تعریف کے تمام التعریف فی المطولات اور شکار کی تعریف تمام بڑی بڑی کتابوں میں ہے ہم تمام تعریف صید کی قسمانی سے ترجمہ میں مذکور ہو چکی وکیل الصيد بکل ذی ناب و مخلب تقدما فی الذبائح من کلب و باز و نحوہا و بشرط قابلیتہ التعلیم بشرط کونہ لیس نجس العین اور حلال ہے شکار کرنا ہرنیش دار اور جنگل گیر سے کتا ہوا بانہ اور مانند ان کے چنانچہ چیتا اور شکار بشرط قابل ہونے تعلیم کے اور بشرط اس کے نجس العین نہ ہونے کے کتاب الذبائح میں فی شمارہ اور جنگل گیر کی تفصیل ہو چکی یعنی ہرنیشدار اور ہرنیشدار والا مراد نہیں اس لیے کہ اونٹ بھی نیشدار ہوتا ہے اور کبوتر جنگل والا لیکن یہ شکار نہیں کرتے نیشدار جنگل سے ثم فرع علی ما ہد من الاصل بقولہ فلا یجوز الصيد بدب و اسد لعدم قابلیتہما التعلیم فانہما لا یعلمان للغیر الاسد لعلو ہبۃ والدب لحساستہ والحق لبعضہم بالدب الحدۃ لخصاستہا پھر مصنف نے تفریع کی اس قاعدے پر جس کی مہید کی اس قول سے تو جائز نہیں شکار کرنا یہ کچھ اور شیر سے اس واسطے کہ ان میں تعلیم کی قابلیت نہیں کیونکہ وہ دونوں غیر کے یہ عمل نہیں کرتے شیر اپنی علومیت سے غیر کام نہیں کرتا اور یہ کچھ بسبب اپنی خساست اور حرص کے دوسرے کام نہیں کرتا اور بعضوں نے یہ کچھ کے ساتھ چیل کو بھی ملحق کیا ہے اس کی خساست کی وجہ سے ہم اور بعضوں نے بھیڑیے کو بھی اس کے ساتھ ملحق کیا ولا یختر یہ بنجاستہ عینہ و علیہ فلا یجوز بالکلب علی القول بنجاستہ عینہ الا ان یقال ان النض و رد فیہ قنبہ اور سور سے شکار کرنا درست ہے اس کے نجس العین ہونے کے سبب اور بموجب اس قاعدے کے

ملہ ایک نسخہ میں التفریع بجائے تعریف کے یعنی اس مسئلے کی پوری تفریع بڑی کتابوں میں ہے ۱۲

تو کتے سے بھی شکار جائز نہ ہوا لوگوں کے نزدیک جو کتے کو نجس العین کہتے ہیں مگر یوں جواب دیجیے کہ کتے کے ہوا ز شکار میں نفس وارد ہے تو کتہ مستثنیٰ ہے اس قاعدے سے آگاہ رہنا وہ بہر مندفع قول القستانی ان الکلب نجس العین عند بعضهم والخزیر نجس العین عند ابی حنیفہ علی ما فی التجرید وغیرہ فتاویٰ اور اس جواب سے قستانی کا یہ قول مندفع ہوتا ہے کہ کتا نجس العین ہے بعضوں کے نزدیک اور سور نجس العین نہیں ابو حنیفہ کے نزدیک چنانچہ تجرید وغیرہ میں ہے سوتا مل کر لے بشرط علمہما علم ذی ناب و غلب نیش دار اور جنگل گیر کا شکار حلال ہے ان کی تعلیم یافتگی کی شرط سے وذا بترک الاکل اما الشرب من الصيد فلا یفرق قستانی و باقی تلثانی الکلب نخوہ و بار جوع اذا دعوتہ فی البازی و نخوہ اور یہ یعنی ان کی تعلیم یافتگی کتے وغیرہ میں عین بار نہ کھانے سے ثابت ہوتی ہے اور باز وغیرہ میں پلٹ آنے سے جب کہ تو اس کو بلا و سلا و شکار کا خون پی لینا تو مضر تعلیم کا نہیں چنانچہ قستانی میں ہے اور آگے مذکور ہوگا ہم یعنی جب تین بار کتا شکار پکڑے اور اس کی کھال اور گوشت اور ہڈی اور پردہ وغیرہ کچھ نہ کھائے تو اس کا معلم ہونا ثابت ہوگا اس واسطے کہ کتے کی عادت غارتگری اولے بھاگنا ہے اور باز وغیرہ کی عادت وحشت ہے پھر جب دونوں نے اپنی عادت پھوڑی تو تعلیم یافتگی ثابت ہوتی خواہ باز گوشت دیکھ کر پلٹ آتا ہو یا بدوں گوشت کے اور اگر باز شکار سے کچھ کھا دے گا تو یہ اس کی تعلیم یافتگی کو مضر نہیں کرتا ہے کذا فی الطمطاوی و بشرط جو حما فی لے موضع منہ علی الظاہر و یہ یعنی اور شکار حلال ہے بشرط زخم لگانے کتے اور باز کے کسی شکار کے مقام میں بموجب ظاہر الروایہ کے اور اسی پر فتویٰ ہے یعنی غلط گزار خمی کرنا شرط نہیں بلکہ زکوۃ اضطرابی ہر زخم سے ثابت ہو جاتی ہے کہ نجس خون نکل جاتا ہے وعن الثانی کیل بلا جرح و بہ قال الشافعی اور ابو یوسف سے ایک روایت یہ ہے کہ شکار حلال ہوتا ہے بدوں زخم کے بھی اور یہی قول ہے امام شافعی کا و بشرط ارسال مسلم او کتا بی اور شکار حلال ہوتا ہے بشرطیکہ کتے یا باز کو پہلے ان یا اہل کتاب پھوڑے شکار پر بھی اگر کتا یا باز شکار کا پیچھا کرے بدوں ارسال کے اور اس کو پکڑ کے قتل کرے تو حلال نہ ہوگا و بشرط التسمیۃ عند الارسال ولو حکما فالشرط عدم ترکہما علی حیوان مستمتع ای قادر عن لا متناع بقوا ائمہ او بجانہ متوحش فالذی وقع فی الشبکہ او سقط فی البئر او استانس لا یحقق فیہ الحكم المذکور ولذا قال یوکل لان الکلام فی صید الاکل وان عل صید غیرہ کما یجی او اعم طل الانتفاع بالجلد مثلاً کما یاتی فتاویٰ اور شکار حلال ہوتا ہے بشرطیکہ اسم اللہ کے کتے یا باز کے پھوڑنے وقت جانور مستمتع متوحش ماکول پر اگر چہ اسم اللہ کہنا حقیقتہ نہ ہو بلکہ حکماً تو شرط صلت عدم ترک تسمیہ عدم ہے یعنی ترک تسمیہ نہ کرنا مضر نہیں مستمتع سے اس واسطے کہ جانور اپنے پیچانے پر قادر ہو اپنے پاؤں سے یا دونوں پروں سے متوحش کی قید اس واسطے لگائی کہ جو جانور جال میں پھنسا یا کنوئیں میں گر پڑا یا وحشی مانوس ہو گیا تو اس میں حکم مذکور یعنی ارسال اور زخم سے اس کی صلت ثابت نہ ہوگی بلکہ ذبح کرنے سے وہ حلال ہوگا اور اس واسطے کہ مصنف نے شکار میں ماکول ہونے کی قید لگائی اس واسطے کہ گفتگو بیان حلال شکار میں ہے اگر یہ غیر ماکول کا بھی شکار کرنا حلال ہے چنانچہ آگے مذکور ہوگا یا عام تر ہے ماکول اور غیر ماکول سے اس واسطے کہ مثلاً کھال سے فائدہ حاصل کرنا حلال ہے چنانچہ آگے آئے گا سوتا مل کر لے و بشرط ان بشرک الکلب المعلم کلب لا یحیل صیدہ ککلب غیر معلم و کلب مجوسی اولم یسل اولم یسم علیہ اور شکار حلال ہوتا ہے اس شرط سے کہ کلب معلم یعنی تعلیم یافتہ کتے کے ساتھ وہ کتا شریک نہ ہو گیا ہو جس کا شکار کرنا حلال نہیں بدوں سیکھا کتا اور مجوسی کا کتا یا وہ کتا جو چھوڑا نہ گیا بلکہ خود کتا شکار پر دوڑ پڑا یا ارسال کے وقت عمداً بسم اللہ کہنا اس پر ترک ہو اتوان صورتوں میں شکار حلال نہ ہوگا و بشرط ان لا یطول وقفۃ بعد ارسال لیکون الاصطیاد مضافاً لارسال اور حلال ہے شکار بشرطیکہ کتے یا باز نے چھوڑنے کے بعد شکار پکڑنے میں زیادہ وقفہ اور توقف نہ کیا ہو یہ اس واسطے شرط ہوا تاکہ شکار کرنا ارسال کی طرف منسوب اور مضاف ہو بخلاف ما اذا کمین و استخفی کا لفظ لکنا یکن العهد علی وجہ الجملة لا الاستراۃ بخلاف اس صورت کے جبکہ کتا یا باز دیکر رہا اور چھپ گیا پتے کے مانند یعنی جیسے چیتا دیکر رہتا ہے بطریق حیلہ اور گھات کے نہ بطریق استراحت و آرام کے



یہ بمنزلہ استثنائے ہے یعنی اگر وہ قنفذ کرنا شکار کی گھات میں ضرور نہیں کرتا تو اگر چھتیا یا گتیا یا باز ارسال کے بعد شکار کی گھات میں دیکھ رہے نہ بطریق استراحت کے  
 ہر شکار کو پکڑے اور قتل کرے تو کچھ مضائقہ نہیں شکار حلال ہے اور اگر ارسال کے بعد کچھ کھانے لگے یا پیشاب کرے تو حلال نہیں کذا فی الطحاوی عن  
 قسستانی عن المحیط مختار و للنفہ خصال حسنۃ ینبغی لكل عاقل العمل بہا کما یسطہ للصفۃ اور چیتے کے چند عادات ہیں ہر عاقل کو لائق ہے ویسا کرنا چنانچہ  
 صنف نے شرح میں ان کو مفصل بیان کیا ہے ہم از انجملہ یہ ہے کہ چیتا دیکھ رہتا ہے یہاں تک کہ شکار پر قادر ہوتا ہے اسی طرح عاقل کو لازم ہے کہ دشمن پر عداوت  
 باہر نہ کرے فرصت تاکتا رہے تا بلا مشقت مطلب حاصل ہو از انجملہ یہ ہے کہ اس کا سیکھنا مارے نہیں ہوتا بلکہ کتا اس کے سامنے ماما جاتا ہے اور چیتا اس کو  
 نیچے کر سیکھ جاتا ہے اسی طرح عاقل کو لائق ہے کہ غیر کا حال دیکھ کر عبرت پکڑے کما قیل السعید من وعظ الغیرہ از انجملہ یہ ہے کہ خجیت اور گندہ نہیں کھاتا بلکہ اپنے  
 ملک سے طیب طلب کرتا ہے اسی طرح عاقل کو لازم ہے کہ نہ کھائے مگر حلال طیب از انجملہ یہ ہے کہ مین بار یا پانچ بار شکار کے واسطے حملہ کرتا ہے اگر نہ پایا  
 بیٹھ رہتا ہے کہتا ہے میں اپنی جاں کیوں ہلاک کروں غیر کے واسطے ایسا ہی عاقل کو مناسب ہے کذا فی المنع عن السخری عن الحلوائ فان اکل منہ الباری  
 لان تعلیم یس ترک اکلہ پھر اگر شکار میں سے باز نہ کچھ کھایا تو باقی حلال ہے کھایا جائے گا اس واسطے کہ اس کی تعلیم کھانا ترک کرنے سے نہیں بلکہ اس کی تعلیم  
 ہے بلانے کے بعد وان اکل الکلب ونحوہ لایوکل مطلقاً عندنا اور اگر کہتے اور مانند اس کے نے شکار سے کچھ کھایا تو باقی نہ کھایا جائے گا ہمارے مذہب میں  
 طرح خواہ اس کو کھانے کی عادت ہو یا نہ ہو کا کلمہ منہ اسے کما لایوکل الصيد الذی کل الکلب منہ بعد ترکہ لاکل ثلث مرات لانہ علامۃ الجمل جیسے اس کا کھانا  
 اس سے یعنی جیسے وہ شکار کھایا نہیں جاتا جس میں سے کہتے نے کھایا مین بار کھانا پھوڑنے کے بعد یعنی تین بار اس نے شکار پکڑا اور نہ کھایا پھر چوتھی بار کھایا  
 شکار اس کا حلال نہیں اس واسطے کہ وہ علامت ہے اس کی جہالت اور ترک تعلیم کی و کذا لایوکل ماضی و بعدہ حتی یتعلم ثانیاً ترک الاکل ثلث احوال اسی طرح وہ  
 مار بھی نہ کھایا جائے گا جو اس نے شکار کیا بعد کھانے کے یہاں تک کہ دوسری بار تعلیم یافتہ ہو جائے تین بار کے پھوڑ دینے سے یعنی کھانے کے بعد جب تین بار  
 شکار کرے اور نہ کھائے تب چوتھی بار شکار حلال ہوگا اور ماضی قبلہ لوبقی فی ملکہ فان ما تلفہ من الصيد لا ینظر فیہ الحرۃ اتفاقاً لقوت محل وفیہ اشکال ذکرہ قسستانی  
 وہ بھی شکار حلال نہیں جو کتے نے کھانے سے پہلے شکار کیا بشرطیکہ شکار صیاد کی ملک میں باقی رہے جو اس لیے کہ جس شکار کو وہ تلف کر چکا ہے یعنی مثلاً کھاپکا تو اس میں  
 اتفاق امام اور صاحبین کے حرمیت ظاہر نہ ہوگی بسبب فوت ہو جانے محل حرمت کے اور اس میں اشکال ہے جس کو قسستانی نے ذکر کیا ہے ہم خلاصہ مقام یہ ہے  
 شکار غیر موجود ہے موجود اگر غیر موجود ہے تو اس کا حکم شایع نے بیان کیا کہ اس میں حرمت ظاہر نہیں عدم بقائے محل کے سبب ہے اور اگر موجود ہے تو جنگل میں  
 جو وہ ہے یا صیاد کے ملک میں موجود ہے اگر جنگل میں ہے تو اس میں بالاتفاق حرمت ثابت ہے اور اگر اس کی ملک میں ہے تو اس میں اختلاف ہے سو امام کے نزدیک  
 امام ہے اور صاحبین کے نزدیک حرام نہیں خواہ مدت دماز ہو یا کوتاہ بقول صحیح حاصل اشکال مذکور یہ ہے کہ حکم وجود کا مقتضی نہیں کیا تو نہیں دیکھتے کہ ہم مردہ  
 مذہبی کے آزادی کا حکم کرتے ہیں دعویٰ دار کے نزدیک انتہی محصل اشکال یہ ہے کہ انعدام محلیت حرمت اکل کے حکم کا مانع نہیں ہے اور لائق یہ ہے کہ حکم بالحرمت  
 مقررہ ظاہر ہو جب شکار بک گیا تو شتری بائع سے من پھیرے گا کیونکہ بیع مردار تھا اور از ظاہر ہوتا ہے تو بر میں اس کے کھانے کے بعد اور اگر یہ کہیے کہ حکم  
 بوجہ مقتضی ہے تو جو شخص غیر کا مال غصب یا چوری سے کھا جائے تو ہمارے کہ حرمت ساقط ہو جائے محل کے فوت ہو جانے سے کذا فی الطحاوی کصغر من  
 ما جہ فمکت حینا ثم رجع الیہ فارسلہ فصار لہ لکل لکرہ ما صار بہ علما فیکون کالکلب اذا اکل چنانچہ وہ چرغ جو بھاگ گیا یعنی اڑ گیا اپنے مالک کے پاس سے  
 سو چند مدت چھوڑا رہا پھر ملٹ آیا مالک کے پاس سو اس نے شکار پر چھوڑا سو اس نے شکار پکڑا تو وہ کھایا نہ جائے گا اس لیے کہ چرغ نے وہ فعل چھوڑ دیا  
 جس سے وہ تعلیم یافتہ ہو گیا تھا یعنی اس نے ترک رجابت کی تو وہ اس کتے کے مانند جاہل ہو گیا جو شکار سے کھا لیتا ولوا تھد الصیاد الصيد من الکلب  
 نیک بخت وہ ہے جو غیر کے مال سے نصیحت پکڑے ۱۳

وقطع منه لصنعة والقالا اليه فاكلها والبقى كما لو شرب الكلب من دمه لانه من غايه علمه اور اگر مياں نے شکار لے لیا کتے سے اور اس میں سے ایک ٹکڑا کاٹا اور کتے کی طرف ڈال دیا سو اس نے اس کو کھا لیا یا کتا شکار میں سے صیاد کے ہاتھ سے جھپٹا مار کر لے گیا اور کھا گیا تو باقی ٹکڑا حلال کھایا جائے گا جیسے وہ شکار حلال ہے جس کا خون کتا پی گیا اس واسطے کہ یہ حرکت اس کی نہایت علم اور دانستگی پر دلالت کرتی ہے کیونکہ اس نے وہ چیز لی کہ جو مالک کے لائق نہ تھی یعنی خون ادا ہوا رکھی وہ چیز جو مالک کے لائق ہے یعنی گوشت کذا فی المنع و لو نهش الصيد فقطع منه لصنعة فاکلها ثم ادرکہ فقتله ولم یاکل منه الا یوکل لاکلہ حالۃ الاصلیاد اور اگر کتے نے شکار کو دانتوں سے نوچا سو اس میں سے نصف کاٹا اور کھایا پھر شکار کو پکڑا اور قتل کیا تو اور د کھایا تو وہ حلال نہیں کھایا نہ جاوے گا شکار کرنے کی حالت میں کھا جانے کے سبب سے ہم تو یہ شکار ہوا کلب جاہل کا و لو القی ما نهشہ و اتبع الصيد فقتله ولم یاکل منه حتی اخذه صاحبہ ثم اکل ما القی حل لانه حیثہ لو اکل من نفس الصيد لم یغیر کمرا اور اگر کتے نے وہ ٹکڑا ڈال دیا جو نوچا اور پیچھا کیا گیا شکار کا سو اس کو قتل کیا اور اس میں سے نہ کھایا یہاں تک کہ اس سے مالک نے شکار لیا پھر کتے نے کھایا جو ڈالا تھا تو شکار حلال ہے اس واسطے کہ اس وقت میں یعنی شکار کر چکے کے بعد اگر خود شکار کی ذات سے کتا کھاتا تو مصلحت میں ضرر نہ کرتا چنانچہ عنقریب گذر گیا و اذا ادرک المرسل او الرامی الصيد حیاً بحیوة فوق مانی المذبح ذکاہ و جو یا اور جب کہ کتے یا باز کا چھوڑنے والا یا تیر انداز شکار کو زندہ پاوے ایسی زندگانی کے ساتھ جو حیات مذبح سے زیادہ ہے تو اس کو ذبح کر لے بنا بر وجوب کے ہم یعنی اگر شکار کو بعد مقتول ہونے کے پایا تو وہ حلال ہے ذکوۃ اضطراری کے سبب سے اور اگر زندہ پایا تو حلال نہیں بدوں ذبح کرنے کے واسطے کہ اس نے ذکوۃ اختیاری کو ترک کیا باوجود قدرت کے طحاوی نے عالمگیری سے نقل کیا کہ اگر فوق مانی المذبح حیات باقی نہیں اس طرح پر کہ شکار کا پیٹ پھٹ گیا اور انٹریاں نکل چیں پھر وہ مر گیا تو وہ حلال ہے اور بعضوں نے کہا کہ یہ قول ہے صاحبین کا لیکن امام کے نزدیک حلال نہیں اس واسطے کہ جب زندہ ملا تو بدوں ذبح کے حلال نہ ہو گا اسی قول پر فتویٰ ہے چنانچہ کافی میں ہے و شرط حلہ بالرمی التیمیۃ ولو حکما مر اور شکار کے حلال ہونے میں نیز مارنے سے بسم اللہ کہنا تیر لگانے کے وقت شرط ہے اگرچہ تسمیہ حکمی ہو چنانچہ گذر گیا یعنی نسیان سے ترک تسمیہ مصلحت نہیں و شرط البحر حلال لیتحقق معنی الذکوۃ اور شرط ہے زخم لگنا تیر سے تاکہ ذکوۃ کا مطلب یعنی تطہیر خون نکل جانے سے ثابت ہو و شرط ان لا یقع عن طلبہ لو غاب الصيد متحمل لسمہ فمادام فی طلبہ یحیل وان فقد عن طلبہ ثم اصابہ میتا لا یوکل لاحتمال موتہ بسبب آخر اور یہ شرط ہے کہ تیر انداز بیٹھ نہ رہے شکار کی تلاش سے اگر شکار غائب ہو گیا ہو اس کے تیر کو اٹھائے ہوئے تو جب تک تیر انداز اس کی طلب میں ہے وہ حلال ہے اور اگر اس کی تلاش اور طلب بیٹھ رہا پھر اس نے شکار کو مردہ پایا تو اس کا کھانا حلال نہیں اس احتمال سے کہ شاید شکار کی موت دوسرے سبب سے ہوئی ہو تیر کے زخم کے سوا اس واسطے کہ محرمات میں موبہوم متحقق کے مانند ہوتا ہے کذا فی الزیلعی و شرط فی النمانیۃ لحملہ ان لا یتواری عن بصرہ و فیہ کلام مبسوط فی الزیلعی وغیرہ اور فتاویٰ قاضی خاں میں مصلحت شکار کی یہ شرط مذکور کی ہے کہ شکار چھپ نہ گیا ہو تیر انداز کی نظر سے اور اس شرط میں اعتراض ہے جو زیلعی وغیرہ میں مذکور ہے ہم وجہ شرط یہ ہے کہ جب شکار نظر سے غائب ہو شاید اور کسی سبب سے مر گیا ہو خلاصہ اعتراض زیلعی یہ ہے کہ صاحب ہلیہ نے آخر کلام میں اس شرط کی طرف اشارہ کیا ہے اور اول کلام طلب اور عدم طلب پر مبنی ہے اور اس پر اکثر کتب ہمارے مذہب کی ہیں سلم اور احمد اور ابو داؤد اور نسائی میں روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو ثعلبہ سے فرمایا کہ جب تو نے اپنا تیر مارا اور شکار غائب رہا تجھ سے تین دن پھر تو نے اس کو پایا سو کھا جب تک وہ گندہ نہیں ہو گیا یہ حدیث اباحت غائب پر دلالت کرتی ہے تو حجت ہے اس شخص پر جو اس کا مانع ہے انتہی شخص کلام یہ ہے کہ عدم اشتراط اس شرط کا راجع ہے کذا فی الطحاوی فان ادرکہ الرامی او المرسل حیاً ذکاہ و جو باطلو کر کہ حرم و سببی پھر اگر تیر انداز یا چھوڑنے والا کتے یا باز کا شکار زندہ پاوے واجب ہے کہ اس کو ذبح کرے اور اگر ذبح کو ترک کرے گا تو شکار حرام ہو گا اور آگے آوے گا اور آگے آوے گا یہ مسئلہ مقرر ہو گیا و الحیوة المعنی



ہنا ما یكون فوق ذکوة المذبح بان یحیش یوما وروی اکثرہ مجمع اور حیات کر یہاں یعنی ذبح شکار میں معتبر ہے وہ ذکوة مذبح سے زائد ہے اس طرح کہ شکار ایک دن زندہ رہے اور دوسری رات یہ ہے کہ اکثر یوم زندہ رہے کذا فی الجمع اما مقدار ما و مالا یتوہم بقاۃ کما فی الملتقی فلا یعتبر بہنا حتی لو وقع فی ملہ یحرم اور حیات مذبح کی مقدار یعنی جس قدر زندگی سے اس کا باقی رہنا متوہم نہ ہو چنانچہ ملتقی میں ہے سو وہ زندگی یہاں معتبر نہیں یہاں تک کہ اگر اس قدر حیات شکار میں ہو اور صیاد اس کو ذبح نہ کرے اور وہ پانی میں گر پڑے تو وہ حرام نہ ہو گا م صدر الشہید نے ذکر کیا کہ یہ قول باجماع امام اور صاحبین کے ہے اور بعضوں نے کہا کہ یہ صاحبین کے نزدیک ہے اور امام کے نزدیک حیات مخفیہ بھی ذبح کرنا ضروری ہے متردبہ وغیرہ کے مانند کذا فی الجمعی والمعتبر فی المتردبہ واخواتہا کنطیوہ وموقوۃ وما اکل السبع والمرلیفۃ مطلق الحیوۃ وان قلت کما اثرنا الیہ وعلیہ الفتوی وتقدم فی الذبائح اور متردبہ اور اس کے مانند چنانچہ لطیفہ اور موقوۃ میں جس کو زندہ سے لے کھایا اور بیمار میں مطلق حیات معتبر ہے اگرچہ زندگی نہایت کم ہو چنانچہ ہم نے اس کی طرف اشارہ کر دیا اور اسی قول پر فتویٰ ہے اور یہ مقدم مذکور ہو چکا کتاب الذبائح میں متردبہ وہ جانور ہے جو ادر سے گر پڑا اور لطیفہ وہ جس کو دوسرے جانور نے اپنے سینک سے ماما اور موقوۃ وہ ہے جو لاکھی وغیرہ کے مارنے سے قریب المہاک ہو گیا یعنی حیوانات مذکور بدوں ذبح کے حلال نہیں بدوں ذبح کے اور اسی طرح شکار میں بھی حیات قلیلہ خفیہ کے معتبر ہونے کا فتویٰ ہے سید حموی نے کہا تو کھانا شکار مذکور کا حلال نہیں بدوں ذبح کے خواہ اس کی زندگی ظاہر اور باہر ہو یا نہ ہو کئے وغیرہ کے زخم سے یا تیر سے اور اسی قول پر فتویٰ ہے بدیل اس آیت کے (وما اکل السبع الا ما ذکیتہم اور بدیل حدیث عدی مذکور یعنی اگر کتا شکار کو پکڑ رکھے اور تو اس کو زندہ پائے تو ذبح کر اس کو کذا فی الطحاوی فان ترکہا ای الذکاة علیہا فحلت حرم پھر اگر صیاد نے شکار کو زندہ پایا اور ذبح کرنے کو ترک کیا ماما باوجود قادر ہونے کے اس پر پھر وہ مر گیا تو حرام ہو گیا وکذا یحرم لو عجز عن التذکیۃ فی ظاہر الروایۃ بھی الی صلیفہ والی یوسف یحی و ہو قول الشافعی قال المصنف وفی ثنی وثمن الوقایۃ اشارة الی حملہ والظاہر ما سمعنا انتہی قلت وجہ الظاہر ان العجز عن التذکیۃ فی مثل ہذا لا یحل الحرام اور اسی طرح شکار حرام ہو گا ظاہر الروایۃ میں اگر صیاد عاجز ہو گیا ذبح کرنے سے اس طرح کہ اس کے پاس ذبح کا ہتھیار نہیں یا وقت تنگ ہے اور امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف نے ظاہر الروایۃ یہ ہے کہ در صورت عجز حلال ہے اور یہی قول ہے شافعی کا مصنف نے اپنی شرح میں کہا اور میرے متن میں اشارہ اس حلال ہو جانے کی طرف یعنی قدرت کی قید لگانے سے اور ظاہر الروایۃ کو تو سن چکا فی شرح المصنف میں کتا ہوں اور ظاہر الروایۃ کی دلیل یہ ہے کہ عاجز ہونا ذبح کرنے سے ایسی صورت میں حرام کو حلال نہیں کر دیتا م بر خلاف اس صورت کے کہ پانی اور کھانا حاصل کرنے سے عاجز ہو گا تو شراب اور مراد کا استعمال مباح ہو گا اور اسل مجوسی کلبہ فزجرہ مسلم فائزہ جریہ مجوسی نے اپنا کتا چھوڑا شکار پر مسلمان نے کتے کو تیز کیا اور بھڑکا یا شور کر کے سو وہ تیز ہو گیا اور اس نے شکار مارا سو وہ شکار حرام ہے م ہر چند زجر لغت میں معنی منع اور نہی کے ہے لیکن زجر سے یہاں مراد ترغیب اور خواہش دلانا ہے شکار کرنے پر اور ازجہا سے مراد ظہار زیادت طلب ہے چنانچہ علینی شرح ہدایہ اور طحاوی میں ہے معلوم کرنا چاہیے کہ جب ارسال اور زجر مجتمع ہوں تو ارسال معتبر ہو گا تو اگر ارسال مجوسی یا مرتد یا بت پرست یا تارک تسمیہ سے ہو اور زجر مسلمان سے تو شکار حرام ہے اور بالعکس اس کے حلال ہے یعنی ایک مسلمان نے کتے کو شکار پر چھوڑا اور مجوسی نے اس کو تیز کیا تو اعتبار چھوڑنے کا کیا جامے گا اور شکار حلال ہو گا اور اگر ارسال موجود نہ ہو اور زجر موجود ہو تو اب زجر ہی معتبر ہو گا چھوڑا زجر مسلم سے ہے تو حلال ہے اور اگر مجوسی سے ہے تو حرام ہے اور قتلہ معراض بعرضہ و ہوسم لاریش لسمی بہ لا صابۃ بعرضہ یا شکار کو معراض نے قتل کیا اپنی عرض سے تو وہ حرام ہے اور معراض وہ تیر ہے جس میں پر نہیں اور معراض اس کو اس لیے کہتے ہیں کہ وہ نشانہ پر لگتا ہے اپنی عرض کی طرف سے نہ طول کی طرف سے م معراض بوزن محراب تیر ہے بدوں پر کا دونوں کندے اس کے باریک اور درمیان میں ہونا وہ نشانہ پر عرض کی جانب سے لگتا ہے نہ تیزی کی طرف سے کنا فی القاموس ولوراسہ مل فاصاب بجدھل اور اگر معراض کے کنا سے پر حدت اور تیزی ہو پھر وہ شکار کو تیزی کی طرف سے

لگے تو وہ حلال ہے اور بندہ ثقیلہ ذات مدہ حرم لقتلہ بالثقل لا بالحد یا قتل کیا شکار کو بھاری غلیلہ بارہولے نے تو شکار حرام کے سبب اس کے قتل کرنے کے بوجھ سے اور گرانی سے نہ بارہولہ اور تیزی سے ہم بندہ بضم بارہولہ وسکون نون مدور مٹی ہے اس سے مارتے ہیں اور اس کو جلاہتی بھی کہتے ہیں کذا فی المغرب ہندی میں اس کو غلولہ اور غلیلہ کہتے ہیں جس کو غلیل سے جلاتے ہیں ولو كانت خفیفة لمأخذہ حل لقتلہا بالجرح حیثہ ولو لم یجرح لایکل مطلقا وشرط فی الجرح الادماہ وقیل لا ملتی وتماہ فیما علقہ علیہ اور اگر غلیلہ ہلکا ہو گیا ہو تو شکار حلال ہو گا اس لیے کہ اس وقت میں نوکیلہ غلیلہ زخم سے قتل کرتا ہے اور اگر غلیلہ نے شکار کو زخمی نہ کیا تو اس کا کھانا مطلقا درست نہیں خواہ غلیلہ بھاری ہو یا ہلکا گول ہو یا نوکیلہ اور زخم میں خون بہنا شرط ہے اور بعضوں کے نزدیک شرط نہیں کذا فی الملتقی اور اس کا پورا بیان ملتی کی ہماری شرح میں ہے ہم فتاویٰ قاضی خاں میں ہے کہ غلیلہ اور پتھر اور معراض اور لاشی اور اس کے مانند کاشکار حلال نہیں اگرچہ شکار زخمی ہو گیا ہو اس کے اشیاء مذکورہ پیرتی پھاڑتی نہیں ہیں ہاں اگر انگوں دراز نوک دار تیر کے مانند کر لے اور اس کا پھینک مارنا ممکن ہو اور وہ پیرے پھاڑے اپنی مدت اور تیزی سے تو کھانا اس کا حلال ہو گا اور اگر اندر زخم ہو گیا بسبب کوفت کے اور ظاہر میں نہ پھٹا تو حلال نہیں اس لیے کہ اس سے خون کا بہنا حاصل نہیں ہوتا انتہی خلاصہ یہ ہے کہ اگر قتل ثقل اور گرانی سے حاصل ہے تو حلال نہیں اگرچہ خون نکلا ہو چنانچہ درمیں اس کی طرف اشارہ ہے اور یہی جواب لکھا شیخ زین صاحب بحر الرائق نے جب ان سے یہ استفتا ہوا کہ جو شخص چڑیوں کا شکار کرتا ہے سیسے اور مٹی کی گولی سے اس کا کھانا درست ہے یا نہیں تو جواب لکھا کہ اس کا کھانا حلال نہیں زینی میں ہے کہ اس قسم کے مسائل میں قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ اگر موت شکار کے زخم سے بالیقین حاصل ہوئی ہے تو وہ حلال ہے اور اگر ثقل اور گرانی سے ہوئی ہے تو بالیقین حرام ہے اور اگر شک ہے اس میں کہ زخم سے موت ہوئی یا ثقل سے تو احتیاطا حلال نہیں انتہی میں کہتا ہوں کہ سیسے کی گولی کے شکار میں احتیاط یہ ہے کہ اس کا کھانا حلال نہیں اس واسطے کہ گولی تو اندفاع عینف کے سبب قتل کرتی ہے نہ اپنی مدت اور بارہولہ کی تیزی سے واللہ اعلم کذا فی الطحاوی اور می صید فوقع فی ماء لا احتمال قتلہ بالماء فیجوز یا شکار کو تیر مارا سو وہ گر پڑا پانی میں اور مر گیا تو حرام ہو گا کہ شاید قتل اس کا پانی سے ہو اور نہ تیر سے ولو الطیر ما ینا فوقع فیہ فان النفس جرم فیہ حرم والا صل ملتی ادا اگر شکار آبی چڑیا ہو پھر تیر لگنے کے بعد پانی میں گر پڑی سو اگر اس کا زخم پانی میں ڈوب گیا تو وہ حرام ہو گئی اور اگر پانی میں زخم نہیں ڈوبا تو حلال ہے کذا فی الملتقی اس واسطے کہ پہلی صورت میں احتمال ہے کہ پانی نے قتل کیا اور دوسری صورت میں احتمال نہیں یہ سب اس وقت ہے جب کہ ایسا زخم لگا ہو جس میں زندگی کی امید ہو اور اگر ایسا زخم ہو کہ زندگی کی امید نہ ہو تو شکار حلال ہے کہ وہاں احتمال مذکور منع ہے کذا فی العالگیریہ او وقع علی سطح او جبل فتروی منہ الی الارض حرم فی المسائل کما لان لا حرج عن مثل ہذا ممکن یا تیر لگنے کے بعد چڑیا چھت پر یا پھاڑ پر گری پھر وہاں سے زمین پر گر پڑی تو حرام ہے ان سب مسائل میں اس واسطے کہ ایسی صورتوں سے بچنا ممکن ہے ہم یعنی یہ ضرور نہیں کہ جب زخمی چڑیا گرے تو پانی یا چھت یا پھاڑ ہی پر گرے اور اسی طرح کا حکم ہے درخت یا دیوار یا کھڑی برہمی یا پتھر کے کنارہ پر گرنے کا اور اگر چڑیا چھت یا پھاڑ وغیرہ پر گر کر باقی رہی زمین پر نہ آئی یا اینٹ یا پتھر کے مانند پڑی تو حلال ہے اس واسطے کہ وہ بمنزلہ زمین کے ہے کذا فی الحموی فان وقع علی الارض ابتداء اذا احتراز عن غیر ممکن فیل پھر اگر تیر کی زخمی چڑیا پہلے سے زمین پر گری اور مر گئی تو حلال ہے اس واسطے کہ اس سے بچاؤ ممکن نہیں ہم یعنی زمین پر گرنے سے احتراز غیر ممکن ہے تو یہ احتمال کہ شاید زمین کے گرنے سے چڑیا مر گئی ہو تو ساقط الاعتبار ہے ورنہ شکار کے باب کا انسداد ہو گا اور اس مسلمہ کلیہ فرجہ اسے اعزاء بصیاحہ مجوسی فائزہ جردون الارسل والفعل یرفع بما ہو فوقہ وشرکہ کنسج الحدیث یا مسلمان نے اپنا کتا شکار پر چھوڑا سو مجوسی نے اس کو زجر کیا یعنی شور کر کے اس کو بھڑکایا اور تیز کر دیا سو تیز ہو گیا اور شکار کو مارا تو شکار حلال ہے اس واسطے کہ زجر کمتر ہے ارسال سے اور فعل دفع ہو جاتا ہے اس فعل سے جو اس سے فوق ہے یا برابر اس کے ہے نہ کمتر اور ضعیف سے



جیسے صحیح حدیث منسوخ ہوتی ہے اسی طرح صحیح یا صحیح سے نہ ضعیف سے کم زجر اس واسطے کہ تر ہے ارسال سے کہ زجر یعنی نہ ارسال پر کہ اس کی تاکید ہے تو علت اور حرمت میں ارسال معتبر ہے نہ زجر اولم پر سہل احد فزجرہ مسلم فان زجر اولم ارسال حکما یا کتے کو کسی نے نہیں چھوڑا پھر مسلمان نے اس کو شکار پر بھڑکایا اور گرم کیا سو وہ گرم اور تیز ہو گیا اور شکار مارا تو حلال ہے اس واسطے کہ زجر ارسال حکمی ہے یعنی بمنزلہ ارسال کے ہے در صورت عدم ارسال او اخذ غیر ما ارسل الیہ لان غرضہ اخذ کل صید شکیں حتی لو ارسل علی صید کثیرۃ بتسمیۃ واحدة فقتل اکل اکل یا کتے نے اور شکار مارا سو اس کے جس پر چھوڑا گیا تھا تو وہ حلال ہے اس واسطے کہ صیاد کی غرض ہر ایک اس شکار کا پکڑنا ہے جس پر کتا قادر ہو سکے یہاں تک کہ اگر صیاد نے کتا چھوڑا بہت سے شکاروں پر ایک بار بسم اللہ کہہ کر سو اس نے سب شکاروں کو قتل کیا تو سب کا کھانا حلال ہے یعنی خلاصہ یہ ہے کہ تعین شکار کا اعتبار نہیں اکل فی الوجہ المذكورۃ لما ذکرنا وجہ مذکورہ میں ہر شکار حلال اور ماکول ہے ان دلائل سے جن کو ہم نے ذکر کیا ہم قولہ اکل جزا ہے فان دفع احد اس کے معطوفات کی کصیر رمی فقطع عضو منہ فانه یوکل لا العضو خلاف الشافعی ولنا قوله علیہ الصلوۃ والسلام ما بین من الحی فهو میتہ چنانچہ شکار تیرے زخمی ہو اسو اس کا کوئی عضو کاٹ لیا گیا تو شکار کا کھانا حلال ہے نہ عضو مقطوع کا برخلاف شافعی یعنی ان کے نزدیک عضو مقطوع کا بھی کھانا حلال ہے اور ہماری دلیل آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام کا قول ہے کہ جو عضو جدا کیا گیا زندہ جانور سے وہ مردار ہے ہم ابو داؤد اور ترمذی میں ابو داؤد لینی سے یوں روایت ہے قال ابی بنی صلی اللہ علیہ وسلم ما قطع من البہیمۃ وہی حیۃ فهو میتہ یعنی جو چیز جو پائے جانور سے کاٹی گئی اور وہ زندہ ہے تو وہ مردار ہے اور سند احمد اور ابن ابی شیبہ اور اسحق بن راہویہ اور دارمی اور ابو لعل کی مسانید میں بھی یہ مضمون مروی ہے کذا فی العینی شرح الہدایۃ وجہ استلال یہ ہے کہ حدیث میں زندہ مطلقاً مذکور ہے خواہ حقیقہ ہو یا حکماً سو جس وقت اس کا عضو قطع ہوا تو وہ حقیقتاً زندہ تھی کیونکہ حیات اس میں قائم ہے اور اسی طرح حکماً بھی زندہ ہے کہ سلامت رہنا اس کا اس زخم کے بعد متوہم ہے حیوی نے کہا قطع اس عضو کا مراد ہے جس کے قطع کے بعد حیوان زندہ رہے چنانچہ پاؤں یا اقل نصف راس سے ولو قطع ولم ینہ وحتل النمامہ اکل العضو ایضاً والا لا ملتی اور اگر عضو قطع کیا اور جدا نہیں کر دیا اور اس کا بدن سے الٹیا یعنی ملنا اور جڑ جانا محتمل ہے تو اس عضو کا کھانا بھی حلال ہے اور اگر الٹیا اور اندمال اس کا نہیں ہو سکتا تو عضو مقطوع کا کھانا حلال نہیں کذا فی الملتقی وان قطعہ الرامی ثلاثاً واكثرہ مع عجزہ او قطع نصف راسہ او اکثرہ او قدہ نصفین اکل کلمہ لان فی ہذہ الصور لا یکن حیۃ فوق حیات المذبح فلم ینا ولا الحدیث المذكور اور اگر تیر انداز نے شکار کو تین تہائی قطع کیا اور اس کا اکثر بدن اس کی ڈھڈی اور دم کے ساتھ رہا یعنی ایک تہائی سر کی طرف رہی اور دو تہائیاں دم کی طرف باقی رہیں یا شکار کا نصف سر یا اکثر کا یا شکار کا جسم نصف یا نصف پھاڑا سر سے دم تک تو تمام شکار کا کھانا حلال ہے اس واسطے کہ ان صورتوں میں اس کی زندگی مذبح کی زندگی سے زیادہ ممکن نہیں تو حدیث مذکور اس کو شامل نہ رہی ہم اس واسطے کہ حدیث مذکور زندہ حقیقی اور حکمی کو شامل ہے اور ان صورتوں میں حیات حکمی بھی صادق نہیں اس واسطے کہ اس کی سلامتی اور بقا البیہ زخموں کے بعد متوہم نہیں لونی الحال اس کی ذکوۃ واقع ہو گئی تو وہ بالکل حلال بھڑا یعنی نے کہا مراد قد سے شق طولانی ہے بخلاف مالوکان اکثرہ مع راسہ ملا مکان المذكور برخلاف اس صورت کے کہ اگر شکار کا اکثر بدن اس کے سر کے ساتھ رہا تو اس کا اکثر ماکول ہے نہ اقل امکان مذکور کے سبب یعنی اگر ایک تہائی دم کی طرف کٹ رہی اور دو تہائیاں سر کے ساتھ باقی رہیں تو سر کی جانب حلال ہے نہ دم کی طرف اس واسطے کہ جانب سر کی حیات مذبح کی حیات سے زیادہ ممکن ہے کذا فی المنع وحرم صید مجوسی و دنی و مریم و حرم لانہم لیسوا من اہل الذکاۃ بخلاف کتبی لان ذکاۃ الاضطرار کذا کاۃ الاختیار اور ہم نے شکار مجوسی اور بیت پرست اور تہاد اور اہرام باندھنے والے کا اس لیے کہ انہما مذکورین ذبح کرنے کی بیعت نہیں رکھتے برخلاف اہل کتاب کے اس واسطے کہ ذبح اضطراری ذبح اختیار کے مانند ہے وان رمی صید فہم یمنخنہ فرماہ آخر فقتلہ فهو للثنائی وحل اور اگر شکار کو ایک شخص نے تیر مارا تو اس کو قتل کیا تو وہ شکار دوسرے

شخص کا مملوک ہے اور حلال ہے یعنی اس واسطے کہ دوسرے نے اس کو حیز امتناع سے خارج کر دیا وان اشتمت الاول بان اخرج عن حیز الامتناع وفيه من الحيوة ما يعيش فالصيد للاول ورم لقدرته على ذكاة الاختيار فصار قاتلا لغيره اور اگر اول شخص نے شکار کے زخم کاری لگایا اس طرح پر کہ حیز امتناع سے اس کو خارج کر دیا یعنی اب بھاگ نہیں سکتا اور اس میں اتنی حیات ہے جس سے جیتا ہے بعد اس کے دوسرے نے اس کو تیر مارا اور قتل کیا تو وہ شکار شخص اول کا ہے اور اس کا کھانا حرام ہے بسبب قادر ہونے شخص اول کے ذکاۃ اختیاری پر تو دوسرا شخص اس کا قاتل ہو گیا تو وہ حرام مٹھراہم زلیعی نے کہا جب کہ شخص اول نے اس کو زخم کاری لگایا تو وہ حیز امتناع سے خارج ہو گیا اور وہ اس کے ذبح پر قادر ہو گیا تو اس پر ذبح کرنا واجب ہوا اور حالانکہ اس نے اس کو ذبح نہ کیا اور دوسرا شخص اس کا قاتل مٹھراہم اس وجہ سے وہ حرام ہو گیا اور جب کہ ترک ذبح مع القدرة سے حرمت ثابت ہوتی ہے تو قتل سے بطریق اول حرمت ثابت ہوگی وضمن الثاني للاول قيمة كلها وقت اتلاذ غير النقصنة جراحته اور دوسرا شخص پہلے شخص کو تیر مارا وان دے اس کی پوری قیمت کا جو اس کی قیمت ہوا اس کے تلف کر ڈالنے کے وقت سوائے اس نقصان کے جو اول کے زخم لگانے سے حاصل ہوا م و جہاں ان یہ ہے کہ ثانی نے غیر کے مملوک شکار کو تلف کر دیا اس واسطے کہ پہلا شخص زخم کاری لگانے سے اس کا مالک ہو گیا تھا تو وقت اتلاف کے اس پر قیمت لازم آویگی جراحہ اول کا نقصان وضع کر کے تو بیع اس کی یوں ہے کہ وہ شکار دس دم کا تھا مثلاً سو شخص اول کے زخم سے دو دم کا نقصان ہو گیا پھر دوسرے نے تیر مارا تو آٹھ دم کا نقصان ہوا پھر شکار مر گیا تو دوسرا شخص آٹھ دم کا تیر مارا وان دے کذا فی المنع وحصل اصطیاد مایوکل لحمه ومالا یوکل لحمه لمنفعة جلدہ او شرہ اور لیشہ اول دفع شرہ وکلمہ مشروع لا طلاق النص اور حلال ہے شکار کرنا اس جائزہ کا جس کا گوشت حلال ہے اور جس کا گوشت حلال نہیں اس کی کھال یا بال یا پرہ کی منفعت سے یا اس کی شر اور اذیت کے دفع کرنے کے واسطے اور سیب شکار ماکول اور غیر ماکول شرع میں درست ہے نص قرآنی کی مطلق دلیل سے یعنی حق تعالیٰ نے فرمایا و اذا سلتم فاصطادوا یعنی جس وقت حج کا احرام باندھے نہ ہو تو شکار کرو اس ریت میں ماکول اور غیر ماکول کی قید نہیں اور لغت عرب میں ماکول اور غیر ماکول دونوں کو شکار کہتے ہیں وفي القیة یجوز ذبح الهرة والکلب لنفع ما والاوی ذبح الکلب اذا اخذته حرارة الموت اور قیہ میں ہے کہ بلی اور رکتے کا ذبح کرنا کسی منفعت کے واسطے جائز ہے اور بہتر یہ ہے کہ جب کتا مرنے لگے تو اس کو ذبح کر ڈالے م جبکہ بلی موزی ہو تو اس کو نہ مارے نہ اس کے کان ملے بلکہ اس کو ذبح کر ڈالے چنانچہ وحیزہ میں ہے اور اگر کلب عفوہ ہو یعنی کاٹا ہو تو اس کا قتل جائز ہے اور اس کا مالک تیر مارا وان نہیں لے سکتا کذا فی الطحاوی و بہ طہر لحم غیر نجس العین کخنیر یفلایطہر اصلا وجلدہ وقیل یطہر جلدہ لا لحمه وذا الصبح ما یفتی بہ کما فی الشریعہ عن اللواہب ہنا و مر فی الطہارۃ پاک ہو جاتا ہے گوشت اور چمڑا غیر نجس العین کا چنانچہ سور کہ وہ اصلاً پاک نہیں ہوتا اور بعضوں نے کہا کہ غیر ماکول کی کھال پاک ہو جاتی ہے نہ گوشت اس کا اور یہ قول اقوال مفتی بہا میں صحیح تر ہے چنانچہ شریعہ میں مواہب کتاب الصيد میں منقول ہے اور یہ گزر گیا کتاب الطہارۃ میں اخذ الطہر لیل مباح والاوی عدم فعلہ خانیہ پرند کا پرانا رات کو مباح ہے اور بہتر یہ ہے کہ ایسا نہ کرے کذا فی الخانیۃ بکرہ تعلیم البازی بالطیر الحی لتغذیہ مکروہ ہے بازو شکار سکھانا زندہ پرند پر اس لیے کہ پرند کو اس سے تکلیف ہوتی ہے سمع الصائد حس الانسان او غیرہ من الالہیات کفرس وشاة فرمی الیہ فاصاب صید لم یحل شکاری نے آدمی یا اس کے سگ یا لوجانور چنانچہ گھوڑے اور بکری کی آہٹ سنی سو اس کی طرف تیرھینکا سو شکار کو لگ گیا تو وہ شکار حلال نہیں م یہ مسئلہ کتب فقہ میں مختلف مذکور ہے ہدایہ میں شکار مذکور حلال کہا ہے او مضمرات میں اس کو قول مختار قرار دیا ہے مفتی نے اس کو غیر ماکول کہا اس واسطے کہ اس نے تیر مارا اور شکار کرنے کا قصد نہیں کیا زلیعی نے اسی کو پسند کیا اس وجہ سے کہ آدمی وغیرہ کی طرف تیر مارنا اصطیاد نہیں ہے اگرچہ تیر شکار کو لگ جاوے

۱۲ اس کے بیان کرنے کا کچھ فائدہ نہیں



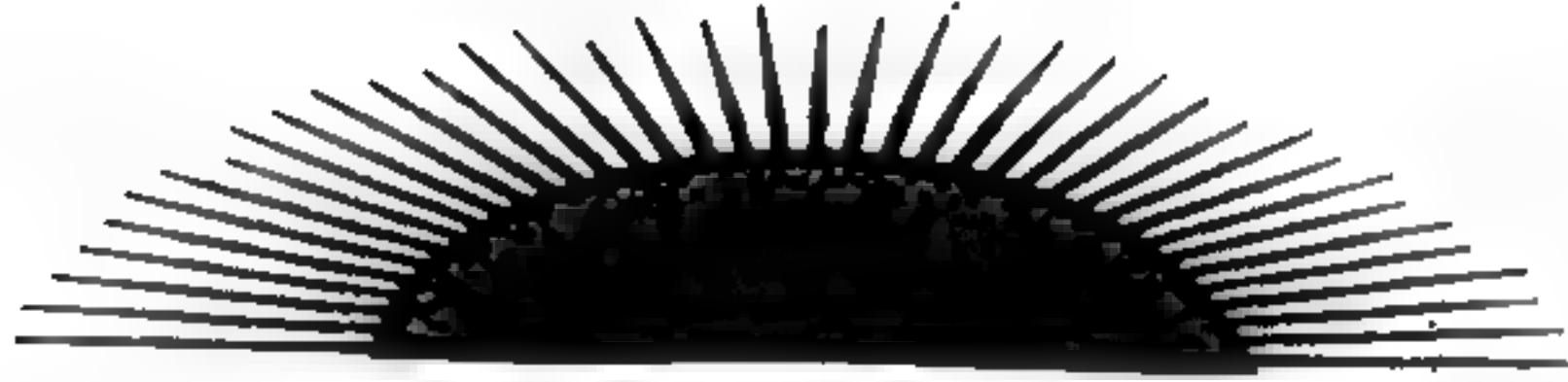
کذا فی الطحاوی بخلاف ما اذا سمح حس اسدا و خنزیر قرحی الیہ او ارسل کلبہ فاذا هو صید حلال الا کل حل برضلات اس سورت کے کہ جب شیر  
یا سور کی آہٹ سے سو اس کی طرف تیر مارا یا کتا چھوڑا پھر ناگہاں وہ شکار ماکول اُٹھ نکلا تو وہ حلال ہے یوم بعلم ان الحس حس صید او غیرہ لم یحل جو ہرہ نہ  
اذا اجمع المبیح والمحرّم غلبا المحرم اور اگر معلوم نہ ہو کہ آہٹ شکار کی یا غیر شکار کی آہٹ ہے تو حلال نہیں کذا فی الجوزہ اس واسطے کہ جب بیع اور محرم  
مجمع ہوتے ہیں تو محرم غالب ہو جاتا ہے احتیاط کی راہ سے رمی طبعیا فاصاب قرنہ او ظلفہ فمات ان ادماء اکل لوجود الجرح والا لا تیر مارا ہرن کو  
سولگا اس کے سینگ یا کھر کو سو وہ مر گیا اگر اس کو خون آلودہ کر دیا تو وہ ماکول ہو گا زخم کے موجود ہو جانے سے اور اگر خون نہیں نکلا تو وہ ماکول نہیں  
والجوزہ بحالہ الرمی فحل الصيد برؤۃ اذا رمی مسلما لا باسلامہ اور اہلیت اصطیاد میں تیر اندازی کی حالت معتبر ہے تو شکار حلال ہے تیر انداز کے مرتد  
ہو جانے سے جب کہ اس نے تیر لگایا ہو اسلام کی حالت میں اور شکار حلال نہیں تیر انداز کے اسلام لانے سے جب کہ اس نے تیر لگایا ہو بیت پرستی کی حالت  
میں ہم عتاب میں ہے کہ تیر لگانے اور کلب معلّم چھوڑنے کے وقت اسلام شرط ہے تو اگر اس نے تیر مارا یا کتا چھوڑا حالت اسلام میں پھر وہ مرتد ہو گیا تو شکار حلال اور اس کے  
بالعکس حلال نہیں کذا فی العالمگیرہ و وجب الجزاء بکلمہ اذا رمی محرّما لا باسلامہ و سببی قبیل کتاب الدیات اور بدلا دینا شکار کا واجب ہو گا محرم  
کے حلال ہو جانے سے جب کہ اس نے تیر مارا حالت احرام میں نہ اسے محرم ہو جائے یعنی اگر غیر محرم تیر مارا شکار کو پھر اسے احرام باندھا تو جزا واجب نہیں اور یہ مسئلہ کتاب الدیات سے پہلے آگیا  
فرع مسئلہ طمّۃ شایح کاوان باز یا معلّم اخذ صیداً فقتلہ ولا یدری اسلہ انسان او لا لایوکل لوقوع الشک فی الارسال ولا ابا حاتمہ بدو نہ وان کان مرسل  
فہو مال الغیر فلا یجوز تناوله الا باذن صاحبہ زلیعی اگر تعلیم یافتہ باز نے شکار پکڑا پھر اس کو قتل کیا اور معلوم نہیں کہ اس کو کسی انسان نے پھوڑا ہے شکار  
پر یا نہیں تو اس کا کھانا درست نہیں شک پڑنے کے سبب سے ارسال میں اور حالانکہ شکار کی اباحت نہیں بدو ارسال کے اور اگر باز آدمی نے پھوڑا بھی  
تو وہ غیر کا مال ہے تو بھی اس کا کھانا درست نہیں بدو مالک کے اذن کے کذا فی الزلیعی قلت قد وقع فی عصرنا حادثۃ الفتوی وہی ان رجلاً وجد شاة  
مذبوحة بستان بل یحل اکلہ ام لا وفتنی ما ذکرناہ انہ لایحل لوقوع الشک فی ان الذایح من تحل ذکوۃ ام لا وبل سمی اللہ تعالیٰ علیہما ام لا میں کہتا ہوں البتہ  
ہمسائے زمانہ میں ایک حادثہ فتویٰ طلب واقع ہوا وہ یہ ہے کہ ایک مرد نے اپنی بکری کو باغ میں مذبوح پایا تو اس کا کھانا حلال ہے یا نہیں اور جو مسئلہ کہ ہم  
نے زلیعی سے ابھی ذکر کیا اس کا مقتضایہ یہ ہے کہ اس بکری کا کھانا حلال نہیں شک واقع ہونے سے اس میں کہ اس کا ذبح کرنے والا ان لوگوں میں سے ہے جن کا  
ذبح حلال ہے یا ان میں سے نہیں ہے اور اگر ہے تو اس نے ذبح کے وقت اللہ تعالیٰ کا نام پاک لیا یا نہیں یا لیکن فی الخلاصۃ من اللقطۃ قوم اصحاب البیروان لوما  
فی طریق البادیۃ ان لم یکن قریباً من الماء ووقع فی قلبہ ان صاحبہ فعل ذلک اباحتہ للناس لا باس بالاعوذ والاکل لان الثابت بالدلالۃ کالثابت بالقریح  
انتھ فقد اباح اکلہا بشرط اللہ کورفعہ ان العلم بکون الذایح اہلاً للذکوۃ لیس بشرط قالہ المصنف لیکن خلاصہ میں ہے کتاب اللقطۃ سے کہ ایک قوم نے  
ذبح کیا ہوا اونٹ پایا جنگل کی راہ میں اگر وہ پانی کے نہ ہو اور اس کے دل میں یہ بات جم جائے کہ اس کے مالک نے یہ کیا ہے لوگوں پر مباح کرنے کے واسطے  
تو اس کے لینے اور کھانے میں مضائقہ نہیں اس واسطے کہ جو امر دلالت مال سے ثابت ہو وہ اس کے مانند ہے جو صریح قول سے ثابت ہے اتنی مافی الخلاصۃ  
تو صاحب خلاصہ نے اس کا کھانا بشرط مذکور مباح کہتا ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ اس کا دریافت ہونا کہ ذایح اہل ہے ذکوۃ کا شرط نہیں ہے ایسا کہما ہے  
مصنف نے شرح میں ہم یہ قول استدراک ہے عدم صحت کے قول پر پانی کے قریب کی قید اس واسطے لگائی کہ جب پانی کے قریب ہو گا تو بہ محتمل ہے کہ پانی  
میں گر کے مر گیا اور دریائی جانور نے اس کو پھاڑ ڈالا اور پانی کی موج نے اس کو باہر ڈال دیا اور بعضوں نے کہا ظن اباحت معتبر ہے خواہ پانی قریب ہو  
یا نہ ہو سے قلت قد لفرق بین حادثۃ الفتوی والقطۃ بان الذایح فی الاول غیر مالک قطعاً و فی الثانی محتمل میں کہتا ہوں استفتاء مذکور اور مسئلہ لقطہ میں

لشہ اور نسخہ میں الصيد ہے بجائے الطیر کے ۱۲

فرق بیان کیا جاتا ہے کہ ذبح کرنے والا اول میں غیر مالک ہے یقیناً اور ثانی میں احتمال یہ ہے کہ مالک نے ذبح کیا ہو یا غیر مالک نے  
 م اس فرق سے کچھ حاصل نہیں کہ اگر بالفرض مالک ہی ذابح ہوا تو یہ معلوم نہیں کہ اس کا ذبیحہ حلال ہے یا نہیں کذا فی الحلی واللمطی وای وادلت  
 بخط ثلثہ سرق شاة قد بجا بتسمیۃ فوجد صاحبنا بل توکل الاصح لا لکفرہ بتسمیۃ علی الحرام القطعی بلا ملک ولا اذن شرعی انتہی فلیحرر اور میں نے دیکھا  
 فقہ معتد کے خط سے یہ مضمون کہ ایک شخص نے بکری جو راٹی پھر اس کو ذبح کیا بسم اللہ کہہ کر پھر بکری کے مالک نے اس کو پایا تو اس کا  
 کھانا حلال ہے یا نہیں جواب اس کا یہ ہے کہ صحیح تر قول یہ ہے کہ اس کا کھانا درست نہیں بسبب کافر ہو جانے ذابح کے حرام قطعی  
 بسم اللہ کہنے سے بدول ملکیت اور بلا اذن شرعی کے انتہی قول تو اس کی تحریر اور تحقیق کرنا چاہیے ہم یہ صورت عادی فتویٰ طلب کے  
 مغائر ہے کیونکہ یہاں ذابح اور تسمیہ معلوم ہے اور حرمت اور وجہ سے لازم آئی اور ولان ذابح اور تسمیہ معلوم نہیں اور یہ جو کہا کہ حرام قطعی پر تسمیہ  
 سے کافر ہو گیا سو معتد قول یہ ہے کہ اس قدر سے کافر نہیں ہوتا بلکہ جب اس کو حلال جانے کا نب کافر ہو گا اور تسمیہ علی الحرام سے  
 اعتقاد صحت کا لازم نہیں اور اس کا مویہ فقہاء کا یہ قول کہ شاة غضب کی قربانی صحیح ہے چنانچہ مجتہبی میں ہے کہ جس نے بکری غضب کی اور  
 قربانی کی تو اس کی قیمت کا تاوان اس پر لازم آیا اور قربانی ادا ہو گئی کیونکہ غضب سابق سے وہ مالک ہو گیا کذا فی الحلطی وای وای الوہبانیۃ قال  
 ے ومات لا تطعمہ کلبا فانه ۛ خبیث حرام نفعہ متعذر ۛ اور وہبانیہ میں کہا اور جو جانور مر گیا وہ کتنے کونہ کھلا کہ وہ ناپاک حرام متعذر النفع  
 ہے ہم یعنی مردار کو کتنے کے پاس لانا جائز نہیں لیکن کتنے کو اس کی طرف سے جانا جائز ہے چنانچہ شربلانی میں ہے مگر ظاہر وہبانیہ مطلقاً  
 حرمت پر دلالت کرتا ہے قبیحہ کے مانند قبیحہ میں یوں ہے کہ ہمارے علمائے کما کہ مردار سے نفع لینا کسی وجہ پر جائز نہیں اور کتوں کو بھی کھلا دے  
 اور شاید کہ یہاں دو قول ہوں کذا فی الحلطی وای و تملیک عصفور لواءہ اجز اور اجازت دی گئی تملیک کنجشک کی اس کے پانے والے کو  
 ہم یعنی ارسال کے وقت اس کی تملیک پر وجہ اباحت مراد ہے تجنیس اور مزید میں ہے کہ ایک مرد نے اپنا جانور چھوڑ دیا اور دوسرے  
 نے اس کو لیا اور اس کی دستی اور خبر گیری کی پھر اس کا مالک آیا سو اس کی دو صورتیں ہیں اگر اس نے چھوڑنے کے وقت یہ کہا کہ جو اس کو  
 پکڑے ہم نے اس کو اس کا کر دیا یا یہ نہ کہا تو پہلی صورت میں مالک اس کو نہیں لے سکتا اس واسطے کہ اس نے تملیک کو مباح کر دیا اور  
 دوسری صورت میں اس کو لینا جائز ہے عدم اباحت کے سبب سے یہی قول ہمارا ہے ثکار کے چھوڑ دینے میں کذا فی الحلطی وای محققاً  
 واعتاق بعض الأئمة منکر اور اس کے اعتاق کو یعنی کنجشک کے چھوڑنے کو یعنی علمائے ثکار کرتے ہیں یعنی ارسال بلا اباحت کو جائز نہیں  
 کہتے ہیں شراح وہبانیہ نے کہا کہ لفظ بعض اس پر دلالت کرتا ہے کہ اکثر علماء اس کے مجوز ہیں حالانکہ ایسا منقول نہیں بلکہ ظاہر یہ ہے کہ مذہب  
 یہی ہے کہ حرام ہے کذا فی الحلطی وای وان یلقہ مع غیرہ ہاذا اخذہ اور اگر مالک نے عصفور مرسل کو غیر واجد کے ساتھ پایا تو مالک کو اس کا لینا  
 جائز ہے ہم یہ اس صورت پر محمول ہے جب کہ مالک نے ارسال کے وقت لینے والے پر مباح نہ کر دیا ہو چنانچہ تجنیس اور مزید سے مذکور ہو چکا  
 کذا فی الحلطی وای کقشر لربان رباه المقتشر جیسے لینا جائز ہے چھلکا اس انار کا جس کو چھلکے والے نے پھینک دیا ہم برازیہ میں ہے شے خیر  
 بے قیمت کا زمین سے اٹھا لینا شیخین کے نزدیک درست ہے لیکن بعد التقاط مالک اس کو لے سکتا ہے کذا فی شرح الوہبانیۃ بعد البر  
 دنی معلایا تنہا ے وای حلال لا یحل اصطیادہ ۛ صیود او ماصیدت ولا ہی تنخر ۛ اور وہبانیہ کی پہیلیوں میں یہ ہے وہ کون غیر محرم غیر ارض  
 حرم میں ہے جس کا شکار کرنا حلال نہیں ان ثکاروں کا جن کو غیر اس کے نے ثکار نہیں کیا اور نہ اس سے متفرق ہووے نہ بھلے گے ہم اس کا جواب  
 شراح نے اگلے قول میں دیا ہو صید دخل دار رجل فخلق علیہ بایہ ملک فلا یملکہ غیرہ ولو بعد خروجه یعنی مراد وہ ثکار ہے جو ایک مرد کے گھر میں گھس گیا



ہو اس نے اس کے پتلہ دروازہ بند کر لیا یعنی قصداً اس طرح سے بند کر لیا کہ اس کے پکڑنے پر قادر ہو گیا تو اب اس کا کوئی مالک نہ ہو گا سوائے صاحب خانہ کے اگرچہ بعد اس کے خروج کے ہم یعنی شکار گھر میں گھسا پھر جب صاحب خانہ نے دیکھا تو دروازہ بند کر لیا اس طرح کہ وہ نکل نہیں سکتا اور صاحب خانہ اس کے پکڑ لینے پر قادر ہے بدوں شکار کرنے کے تو صاحب خانہ اس کا آخذ اور مالک ہو گیا اور اگر اس نے دروازہ بند کر لیا اور حالانکہ شکار اس کو معلوم نہیں تو اس کا آخذ اور مالک نہ ہو گا تو اگر پہلی صورت میں شکار یا ہر نکل گیا اور غیر صاحب خانہ نے اس کو پکڑ لیا تو وہ مالک نہ ہو گا اور دوسری صورت میں مالک ہو گا چنانچہ شرح دہبانیہ میں ہے قولہ ما صیدت میں نفی صید سے مراد صید حقیقی ہے نہ صید حکمی اور غیر محرم سے غیر صاحب خانہ مراد ہے کذا فی المطاوی والہ اعلم واستغفر اللہ العظیم۔



# کتاب الرهن

یہ کتاب ہے مسائل رهن یعنی گرو کرنے کے احکام میں مناسبتہ ان کلام من الرهن والصید سبب لتخصیل المال مناسبت کتاب الرهن کی کتاب الصید سے یہ ہے کہ رهن اور شکار کرنا ہر ایک تخصیل مال کے سبب ہیں ہولغۃ مجلس الشیء یعنی رهن لغت میں عبارت ہے مجلس شے سے یعنی چیز کے روکنے اور بند کرنے سے خواہ وہ چیز مال ہو یا غیر مال و شرعا مجلس شئی مالی ای جعل الشیء محبوبا سالان الحالیں ہوا الرهن اور اصطلاح شرع میں عبارت ہے مالی چیز کے مجلس کرنے سے یعنی چیز کو محبوب کر دینا اس واسطے کہ مجلس کرنے والا مرتہن ہے نہ راہن م شاح نے مجلس شئی کی تفسیر جعل الشیء محبوبا اس واسطے کی تا راہن مالیں نہ ٹھہرے اس واسطے کہ مالیں تو مرتہن ہے نہ راہن بلکہ راہن توشی کا محبوب کر دینے والا ہے اور تعریف میں مجلس مرتہن اس واسطے معتبر نہ ہوا کہ کلام ہے اس رهن میں جو راہن کا فعل ہے نہ ارتمان میں جو مرتہن کا فعل ہے مثلاً زید نے خالد سے سود مرہیہ اور اپنا باغ اس کے پاس گرو رکھ دیا تو زید راہن ہے اور خالد مرتہن اور باغ مرہون بحق لیکن استیفاء وہ ای اخذہ منہ کلا او بعضا کان قیمت المرہون اقل من الدین رهن عبارت ہے مجلس شے سے لے جو اس حق کے جس کا حاصل کرنا اور لینا مرہون سے ممکن ہو خواہ تمام حق کا اس سے لینا ہو سکے یا بعض حق کا چنانچہ اگر قیمت مرہون کی دین سے کم ہو تو بعض حق کا حصول ممکن ہو گا نہ کل کام امکان اخذ کی قید سے وہ چیز نکل گئی جو نہیں ٹھہرتی چنانچہ عرف کذا فی الطحاوی کالدین کاف الاستقصاء لان العین لا یمکن استیفاء من الرهن الا اذا صار دینا حکما لکسی چنانچہ دین کا حاصل کر لینا مرہون سے حق مذکور سے دین اس واسطے مراد ہوا کہ عین کا حاصل کرنا مرہون سے ممکن نہیں مگر جس وقت کہ عین دین حکمی ہو جائے چنانچہ دین حکمی کا بیان بعد ایک سطر کے آتا ہے شاح نے کہا کالدین کاف الاستقصاء کا کاف ہے نہ تمثیل کا یعنی حق منحصر ہے دین میں تو دین کل حق ہے نہ بعض ہم استیفاء عین مرہون سے اس واسطے ممکن نہیں کہ عین میں تو صورت مطلوب ہے سو اس کا نکلنا اور حاصل ہونا دوسری شے سے ممکن نہیں برخلاف دین کے کہ اس کا استیفاء مرہون سے ممکن ہے اس کو بیچ کر کذا فی شرح الوقایہ حقیقۃ و مرہون واجب ظاہر او باطن او ظاہر فقط کسٹن عبد او خل و جدلا او خمر او خواہ دین حقیقۃ اور دین حقیقی وہ ہے جو ذمہ پر ظاہر اور باطن میں واجب ہو یا فقط ظاہر میں واجب ہو جیسے اس غلام کا ثمن ہو آزاد نکلا یا وہ سو کہ جو خمر ثابت ہوا م تو بنظر ظاہر رهن صحیح ہے تو تاوان لازم آوے گا بائع پر اس کے ہلاک ہو جانے سے تو اگر غلام اور سرکہ کی قیمت دس درم ہو مثلاً تو بائع پر شتری کو دس درم دینا لازم ہو گا محمد نے مبسوط اور جامع میں تصریح کی کہ مقبوض بحکم رهن فاسد لازم الغمان ہے ہی قول مختار ہے کذا فی الطحاوی عن الاختیار او حکما کالامیان المضمونۃ بالمثل او القیمۃ کالسیئ خواہ دین حکما ہو چنانچہ وہ اعیان جن کا ضمان مثل یا قیمت سے ہوتا ہے چنانچہ آگے مذکور ہو گا م مضمون بالمثل او القیمۃ کو مضمون بنفسہ بھی کہتے ہیں تاج الشریعہ نے کہا مضمون بنفسہ وہ ہے جس کے تلف ہو جانے کے وقت مثل واجب ہے اگر اس کا مثل ہو یا قیمت واجب ہے اگر اس کا مثل نہ ہو چنانچہ مضمون اس واسطے کہ اگر غاصب مغضوب کے بدلے مالک کے پاس کوئی چیز رهن رکھ دے تو رهن صحیح ہے حالانکہ مغضوب دین نہیں ہے اور چنانچہ مقبوض علی سوم الشراء اور مقبوض بحکم بیع فاسد اور مہر قہر اور بدل خلع اور بدل صلح عن دم العمد اور مضمون بغیرہ چنانچہ وہ بیع جو بائع کے پاس ہے تو اس کا تاوان یعنی در صورت تلف ہو جانے کے ثمن سے ہے نہ قیمت سے کذا فی العینی حسن پہلی نے شرح وقایہ کے حاشیہ میں کہا کہ عین مضمون بنفسہ کی عوض رهن رکھنا صحیح ہے جیسے عوض دین کے رهن صحیح ہے اس واسطے کہ اس کا



مال کار دین ہے انتہی خانیہ میں ہے رہن رکھنا بعض ہر دین کے جائز ہے لیکن رہن بعض اعیان کی اس طرح ہے کہ رہن بعض ان اعیان کے جو امانت اور ودیعت اور عاریت اور مال مضاربت اور بیضاعت میں سو جائز نہیں ہے اور اسی طرح رہن بعض مستاجرہ باطل ہے اور اسی طرح اعیان مضمونہ بغیر اس سے رہن جائز نہیں چنانچہ بائع نے عین کو بیجا اور بعض بیع کوئی چیز رہن رکھ دی مشتری کے پاس قبل تسلیم کے تو وہ باطل ہے اس مگر اعیان مضمونہ بالقیمت سے رہن رکھنا مانند مضمونہ کے بالاتفاق جائز ہے اور اسی طرح رہن بعض مہر اور بدل خلع کے جائز ہے خواہ وہ عین ہو یا دین کا مال یا عین مختصراً خلاصہ یہ ہے کہ عین مضمونہ بنفسہ در حکم دین ہے تو رہن کی یہ تعریف صادق آئی کہ رہن نہیں ہوتا مگر دین میں خواہ دین حقیقی ہو یا حکمی و منعقد یا یجاب و قبول حال کو نہ غیر لازم و جہنم فلما رہن تسلیم و الرجوع عنہ کافی الہیت اور رہن منعقد ہوتا ہے یجاب اور قبول سے درحالیکہ وہ عقد غیر لازم ہے اور اس وقت میں تو رہن کو تسلیم مہون کی اور رہن کے عقد سے رجوع کرنا جائز ہے چنانچہ یہی جائز ہے مہون غیر لازم ہے کیونکہ تبرع کا عقد ہے مانند ہبہ اور صدقہ کے ولہذا ما رہن پر جبر نہیں رہن رکھنے میں فاذا سلم قبضہ المترہن حال کو نہ محرز الامتفرقا لشر علی شجر مفرغاً لا مشغولاً بحق الراہن کثیر بدون الشتر ممیز الامشا عا ولو حکما بان الفصل المہون بغیر المہون خلقة کا البتہ شتر و بیضی لازم پھر جب راہن نے مہون تسلیم کر دیا مہون کو اور مہون نے اس پر قبضہ کر لیا اس حالت میں کہ مہون مجتمع اور مضمون ہے نہ متفرق مانند متفرق ہونے پھل کے درخت پر خالی نہ مشغول بحق راہن جیسے رہن رکھنا درخت کا بدو پھل کے ممیز اور مقسوم ہے نہ مشاع اگرچہ شیوع حکمی ہو اس طرح کہ مہون متصل ہو غیر مہون سے باعتبار بیدائش کے چنانچہ اتصال درخت کا زمین مہون سے اور یہ آگے واضح ہوگا تو رہن لازم ہوگا بعد تسلیم اور قبض کے بشرط مذکورہ جب عدم تفرق مہون کا شرط ہوا تو پھل کا رہن رکھنا بدو درخت کے اور زراعت کا رہن بدو رہن کے جائز نہ ہوا اور جب مہون کا خالی ہونا مطلق راہن سے شرط ہوا تو درخت کا رہن بدو پھل کے اور زمین کا بدو درخت کے اور گھر کا رہن بدو متاع راہن کے جائز نہ ہوا فاذا ان القبض شرط اللزوم کافی الہیت و صحیح فی المجنبی انہ شرط الجواز مصنف کا کلام مذکور اس کا مفید ہے کہ قبض مہون کا عقد رہن کے لازم ہو جانے کی شرط ہے جیسے ہبہ میں قبض لزوم کی شرط ہے اور مجنبی میں اس کی تصحیح کی ہے کہ قبض جواز رہن کی شرط ہے جب کہ قبض لزوم کی شرط ہو گئی تو مطلب یہ ہے کہ رہن صحیح ہے بدو قبض کے مگر بدو قبض کے لازم نہیں اور جب جواز کی شرط ہوئی تو مطلب یہ ہے کہ رہن صحیح نہیں بدو قبض کے والتخلیۃ بان الراہن والمترہن قبض حکما علی الظاہر اور تخلیہ کر دینا درمیان مہون اور مہون کے در حکم قبض کے ہے ظاہر الرواہۃ میں یعنی قبض کا حکم جاری ہے تخلیہ میں تو اگر بعد تخلیہ مہون اس کو نہ لے اور وہ ضائع ہو تو تاوان اس کا مہون پر لازم آئے گا کذا فی الطحاوی عن ابی السعد نعم تخلیہ یہ کہ راہن مہون کو ایسے موضع میں رکھ دے کہ مہون اس کے لینے پر قادر ہو یہ ظاہر الرواہۃ ہے اور ابو یوسف علیہ الرحمۃ سے روایت ہے کہ منقول میں قبضہ ثابت نہیں ہوتا بدو نقل کے کذا فی شرح الوقایۃ کا بیع فانہ فیہ ایضا قبض تخلیہ رہن میں قبض ہے مانند بیع کے اس واسطے کہ تخلیہ بیع میں بھی قبض ہے وہو مضمون اذا ملک بالاقول من قیمتہ ومن الدین اور جب مہون تلف ہو جائے مہون کے پاس تو مہون پر اس کا تاوان کمتر قیمت اور دین سے لازم آئے گا مگر یہاں کہ قیمت اور دین دونوں سے کمتر ضمان ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ دونوں میں سے جو کمتر ہے اس کا ضمان ہے تو اگر دین اقل ہے قیمت مہون پر اور اگر قیمت اقل ہے تو وہ تاوان ہے کذا فی شرح الوقایۃ تلفت ہو جانے کی قید اس واسطے کہ ان کے اگر مہون کو تعدی سے تلف کر ڈالے گا تو تمام مہون کا تاوان اس پر لازم ہوگا چنانچہ محیط میں ہے اور اگر راہن اس شرط پر کر دے کہ اگر ضائع ہو مہون تو مفت بلا ضمان ضائع ہو تو رہن جائز ہے اور شرط باطل ہے تو تاوان لازم ہو کیونکہ یہ تبدیل مشروع ہے اور اگر بعض مہون تلف ہو تو دین قسمت کیا جائے گا مالک اور موجود ہر مثل اگر گھر رہن رکھا اور اس کی قیمت ہزار ہے پھر گھر ویران ہو گیا تو ہزار کی قسمت ہوگی عمارت اور زمین کی قیمت پر یوم القبض سو عمارت کا حصہ ساقط ہوگا اور زمین کا حصہ باقی رہے گا کذا فی الطحاوی وعند الشافعی ہوا مانۃ اور شافعی

کے نزدیک مرہون امانت ہے تو تاوان لازم نہ آوے گا والمعتبر قیمتیہ یوم القبض لا یوم الهلاک کا تو ہم فی الاشباہ لمخالفتہ المنقول کا حررہ المصنف اور مرہون کی قیمت وہ معتبر ہے جو اس کی قیمت یوم القبض ہو یا یوم الهلاک کی قیمت جیسا دھوکا کھایا ہے صاحب اشباہ نے کیونکہ وہ منقول مذہب کے مخالف ہے چنانچہ مصنف نے شرح میں اس کی تحقیق بیان کی ہے المقبوض علی سوم الزہد اذا لم یسہل المقدر ای مقدار ما یرید اخذہ من الدین لیس مضمون فی الاصح کذا فی القنیۃ والاشباہ جس مرہون پر قبضہ ہو بطریق گفتگوئے زمین کے جب کہ مقدار اس دین کی مذکور نہ ہوئی ہو جس کو زمین طلب کرتا ہے تو اس کا تاوان لازم نہیں صحیح تر قول میں چنانچہ قنیۃ اور اشباہ میں ہے ہم یعنی راہن نے مرہون سے کہا کہ یہ چیز میں نے تیرے پاس گرو رکھی کچھ قرض میں تجھ سے لوں گا اور مقدار قرض بیان نہ کی اور مرہون ہلاک ہو گیا تو اس پر تاوان نہیں اور اگر مقدار مذکور ہو چکی تو تاوان لازم ہو گا فان ملک و مساوت قیمۃ الدین صار مستوفیا دینہ حکما سو اگر مرہون مرہون کے پاس تلف ہو گیا اور اس کی قیمت دین کے برابر ہے تو مرہون اپنا دین بحکم شرع پا چکا یعنی جتنا لینا تھا اتنا تاوان دینا لازم آیا تو برابر برابر ہو گیا گو یا دین بھر پایا اور زادت کا ان الفضل امانتہ فیض من بالتعدی یا قیمت مرہون کے دین سے زیادہ ہے تو جس قدر زائد ہے وہ امانت ہے تو اس کا تاوان تعدی سے لازم ہو گا یعنی جب امانت ٹھہری تو اس کے ہلاک ہونے سے ضمان نہیں مگر جب کہ مرہون تعدی سے اس کو ہلاک کرے گا اولقصت سقط بقدرہ ورجع المرہن بالفضل لان الاستیفاء بقدر المالیۃ یا قیمت مرہون کی کم ہے دین سے تو بقدر قیمت کے دین ساقط ہو گا اور زائد کو مرہون راہن سے بھرے اس واسطے کہ مکمل ہونا تو بقدر مالیت کے ہوتا ہے ہم غلامہ یہ ہے کہ اگر دس دم دین ہے اور دس دم مرہون کی قیمت ہے تو ہلاک ہو جانے سے اس صورت میں گو یا مرہون نے اپنا دین بھر پایا اور اگر پندرہ دم قیمت ہے تو پانچ دم مرہون کے پاس امانت ہے اور اگر پانچ دم قیمت ہے تو پانچ دم مرہون راہن سے بھرے گا وضمن المرہن بدعوی الهلاک بلا برہان مطلقا سوا مکان من اموال ظاہرۃ او باطنۃ وخصۃ مالک بالباطنۃ اور تاوان دے گا مرہون کے دعوی ہلاک سے بدو شہادت کے ہر طرح خواہ مرہون اموال ظاہرہ سے ہو چنانچہ اراضی اور اور غلام وغیرہ خواہ اموال باطنہ سے ہو چنانچہ نقد اور زیور امام مالک نے تاوان خصوص یا اموال باطنہ کیا ہے ولہ طلب دینہ من راہنہ ولہ حبسہ بہ وان کان المرہن فی یدہ لان الحبس جزاء عطلہ اور مرہون کو جائز ہے اپنا دین طلب کرنا اس کے راہن سے اور اس کو اختیار ہے راہن کے حبس کرنے کا دین کے سبب سے اس واسطے کہ حبس اور دین کی تافیر کا بدلہ لے یعنی باوجود قبضہ مرہون کے دین کا تقاضا کرنا اور راہن کو سرعت ادائے دین کے واسطے مجبوس کرنا مرہون کو درست ولہ حبس رہنہ بعد الفسخ للعقد حتی یقبض دینہ اور برہان لان المرہن لا یصلح بحجۃ الفسخ بل یبقی رہننا ما بقی القبض والدین معا فاذا فاقا احدہما لم یبق رہننا بل یجوز در غیرہما اور مرہون کو جائز ہے مجبوس رکھنا مرہون کا عقد مرہون کے فسخ ہو جانے کے بعد یہاں تک کہ وہ اپنا دین پا لے یا دین کو معاف کر دے اس واسطے کہ مرہن باطل نہیں ہو جاتا بحجۃ فسخ عقد کے بلکہ مرہن باقی رہتا ہے جب تک کہ قبضہ اور دین ساقط ہی باقی رہیں پھر جب دونوں میں سے ایک فوت ہوا یعنی قبضہ نہ رہا یا دین کو معاف کر دیا تو اب مرہن باقی نہ رہے گا کذا فی الزیلعی والدرر وغیرہما لا الانتفاع بہ مطلقا لا بالاستخدام ولا سکنی ولا لیس ظاہرۃ او عارۃ سوا مکان من مرہن اور راہن الا باذن کل لا آخر جائز نہیں منفعۃ حاصل کرنا مرہون سے ہر طرح نہ ظلام لوندی کی خدمت لینے سے نہ مکان کی سکونت لینے سے نہ کپڑے کے چھیننے سے نہ اجارہ دینے یا عاریت دینے سے برابر ہے کہ یہ انتفاع مرہن لے یا راہن کسی کو درست نہیں مگر باذن ہر ایک کے دوسرے کو یعنی مرہن راہن کو انتفاع کی اجازت دے یا راہن مرہن کو تب البتہ درست ہے ہم میر فیہ میں ہے کہ عدم انتفاع مرہن تو سب متون فقہ میں مذکور ہے لیکن عدم انتفاع راہن مجمع سے ماخوذ ہے اور غایۃ البیان میں اقطع سے یہ منقول ہے کہ ہمارے اصحاب نے کہا کہ راہن کو استیفاء منافع مرہن جائز نہیں مگر مرہن کے اذن سے اور اسی طرح اس میں تعرف کرنا کذا فی الطحاوی عن ابی السعود وقل لا یصل للمرہن لانیہ اور بعضوں نے



کہ فائدہ لینا مرہن کو جائز نہیں اگرچہ راہن اجازت دے اس واسطے کہ تو بیان ہے ہم جب مرہن نے اپنا دین پورا پایا تو جو منفعت حاصل ہو فصل ہے یہی تو بیان ہے اسی لیے بعض علماء اس بات کے قائل ہوئے کہ مرہن کو دین سے نفع لینا درست نہیں مصنف نے شرح میں اس قول کو دیانت اور ی پر محمول کیا اور جو کتب معتبرہ میں علت انتفاع بادن راہن کو حکم اور فتویٰ پر محمول کیا کذا فی الطحاوی قبل ان شرط کان ربوا والا لا اور بعضوں کا کہ فقہ میں استیفاء منافع شرط ہے تو بیان ہے اور اگر شرط نہیں تو بیان نہیں فی الاشباہ والنجواہر اباح الراہن للمرہن اکل الثمار و سکنة الدار والبنیۃ انتفاع المرہونۃ فاکلھا یمسک ولہ منوتم افاد فی الاشباہ ان یرک المرہن الانتفاع بذلک وسیع آخر الراہن اور اشباہ اور نجواہر میں ہے کہ راہن نے مرہن کو درختوں کا پھل کھانا گھر کا رہنا اور دین کی بکری کا دودھ مباح کر دیا سو مرہن نے وہ کھایا تو اس پر ان منافع کا تاوان نہیں اور راہن کو اباحت کے بعد منع کر دینا ہی جائز ہے پھر اشباہ میں یہ فائدہ بیان کیا کہ مرہن کو یہ نفع لینا مکروہ ہے اور اس کا بیان کتاب الراہن کے آخر میں آدے گا ہم غالب حال لوگوں میں ہے کہ مرہن رکھنے سے انتفاع کا قصد رکھتے ہیں اور اگر فائدہ متوقع نہ ہو تو قرض نہ دیں تو یہ بمنزلہ شرط کے ہے اس واسطے کہ معروف کا مشروط ہے یہ تا ئید ہے عدم جواز کی کذا فی الطحاوی ماتت الشاة فی ید المرہن قسم الدین علی قیمۃ الشاة ولبنھا الذی ثمرہ فخط الشاة لیسقط وحظ اللبن یاخذ المرہن بکری مرہن کے پاس یعنی وہ بکری جس کے دودھ پینے کی راہن نے مرہن کو اجازت دی تو دین قسمت کیا جائے گا بکری اور اس دودھ کی قیمت پر جو مرہن نے پیا تو بکری کا حصہ ساقط ہوگا اور دودھ کا حصہ مرہن نے کام ایک مرد نے بکری گرو رکھی اور مرہن کو اس کا دودھ مباح یا تو مرہن کو پینا جائز ہے اور اس پر ضمان نہیں پھر اگر بکری اس کے پاس مرگئی تو دین کی قسمت ہوگی باری اور دودھ کی قیمت پر سو بکری کا حصہ ساقط ہوگا دین سے اور دودھ کے حصہ کو مرہن راہن سے بھر لے گا اس واسطے کہ مرہن کا پینا راہن کے اذن سے بمنزلہ راہن کے پینے کے ہے کذا فی الخانیہ طحاوی نے مسئلہ عالمگیری علی محیط سے نقل کیا ہے اس کی عبارت میں کچھ ساقط ہو گیا ہے فلو حصل الانتفاع بہ قبل اذ نہ صار تعدیاً ولم یطبل الراہن بہ پھر اگر مرہن نے مرہن سے فائدہ حاصل کیا قبل اذ اذن راہن کے تو وہ متعدی ہو گیا اور مرہن باطل نہ ہوگا اس کی اس تعدی سے واذا طلب المرہن دینہ امر باحضار دینہ لئلا یفسد فیہا مرین اور جب کہ مرہن اپنا دین طلب کرے تو اس کو مرہن کے حاضر کر دینے کا حکم ہوگا تاکہ وہ دوبار مستوفی نہ ٹھہر جائے ہم اس واسطے کہ مرہن کا قبضہ استیفاء کا قبضہ ہے تو مال پر قبضہ کرنا باوجود قیام بہ استیفاء جائز نہیں اس واسطے کہ اس میں تکرار استیفاء لازم آتا ہے اس صورت میں جب کہ مرہن ہلاک ہو جائے مرہن کے پاس ادبہ امر محتمل ہے کذا فی الزیلعی الا اذا کان لہ محل او عند العدل لا دلم یا ممتنع شرح مجمع مگر اس صورت میں احضار دین ضرور نہیں جبکہ مرہن کے حاضر کرنے کے واسطے بار برداری کی حاجت ہو یا مرہن کسی مقرر کے پاس رکھا ہو اس واسطے کہ راہن نے مرہن کو معتقد نہ سمجھا تب دوسرے کے پاس رکھا کذا فی شرح الجمع فان احضر مسلم لہ دینہ اولاً ثم سلم المرہن دینہ تحققاً للتسویۃ پھر اگر مرہن نے مرہن کو حاضر کر دیا تو اس کا پورا دین اس کو دیا جائے گا پہلے پھر مرہن اس کے مرہن کو تسلیم کرے تاکہ تعین حق میں برابری ثابت ہو جائے ہم یعنی حق مرہن دین میں متعین ہو جائے جیسے راہن کا حق مرہن میں متعین ہے یہ علت ہے اختیار کی اور پہلے دین تسلیم کرنے کی یہ علت ہے کہ مرہن مجبوس ہے استیفاء دین کے واسطے تو جب تک دین حاصل نہ ہوگا مرہن دفع مرہن کا نامور نہ ہوگا وان طلب دینہ فی غیر بلد العقد للمرہن فکذلک حکم ان لم یکن للمرہن مؤنۃ وان کا لحدہ مؤنۃ سلم دینہ وان لم یحضر لان الواجب علیہ التسلیم بمعنی التحلیۃ لا النقل من مکان الی مکان اور اگر مرہن نے اپنا دین طلب کیا عقد دین کے غیر شہر میں تو اسی طرح احضار کا حکم ہے اگر مرہن کے لانے میں بار برداری کی مشقت نہ ہو اور اگر اس کے لانے میں مشقت ہو تو دین اس کو دیا جائے گا اگرچہ مرہن مرہن کو حاضر نہ کرے اس واسطے کہ مرہن تسلیم مرہن بمعنی تخلیہ واجب ہے نہ نقل کرنا مرہن کا ایک مکان سے دوسرے مکان کی طرف ونقل القیمۃ فی عن الذخیرۃ انہ لو لم یقدر علی احضارہ اصلاح قیامہ

ماریہ انتہی غلیظ اور قسطنی نے ذخیرہ سے نقل کیا کہ اگر مہون کو حاضر کرنے پر قادر نہ ہو باوجود موجود ہو تو مہون کے تو اس پر حاضر کرنے کا حکم نہ ہوگا اتنی قول تو اس کو یاد رکھنا چاہیے یعنی اگر چہ مہون عقد میں کے شہر میں ہو و لیکن لہذا مہون ان یکلفہ بالشدہ ہلاک و لیکن راہن اختیار ہے کہ مہون قسطنی نے خدا کی مہون موجود ہے تلف نہیں ہوا ہے یعنی در صورت عدم احضار و ہذا کلام ادا علی راہن ہلاک لہذا اذ لم یثب فائدۃ فی احضارہ و کذا حکم عند کل بنم حل اور یہ سب مذکور اس وقت ہے جب کہ راہن مہون کے تلف ہو جانے کا دعویٰ کرتا ہے اور اگر ہلاکی کا دعویٰ نہ ہو تو مہون کے حاضر کرنے میں کچھ فائدہ نہیں ہے اور اسی طرح کا حکم ہے ہر ایک اس قسط کے نزدیک جس کی مدت پہنچ گئی ہو یعنی اگر دین بطور قسط بندی کے ہو اور قسط کی مدت آئے اور مہون بقدر قسط کے طلب کرے تو مہون پر اظہار مہون کا جبر نہ ہوگا لہذا حرہ ابن السنۃ و قال لا بد لدفع مالہ بحضر الزہن او یکن بغير مکان العقد و الحمل لیسرہ چنانچہ مضمون مذکور کو ابن شحہ شامی نے تحریر کیا ہے اور یوں کہتا ہے اور تمام دین کا دینار راہن کو لازم نہیں جب تک مہون کو حاضر نہ کرے یا کہ مہون ہو عقد راہن کے غیر شہریں اور حالانکہ اس کی بار برداری میں دشواری ہے یعنی در صورت عدم دشواری غیر شہریں حاضر کرنا ضرور ہوگا خواہ راہن مدعی ہلاک ہو یا نہ ہو + و کذا البنم اولادون دعویٰ مدنیہ ہلاک و ہذا فی النہایۃ یذکرہ اسی طرح قسط کا حکم ہے کہ بدوں احضار مہون راہن تسلیم قسط لازم نہیں یا کہ مہون پر اظہار راہن لازم نہیں بدوں دعویٰ ہلاک راہن کے اور تفصیل قول اخیر کی نہایت شرح ہدایہ میں مذکور ہے ہم یہ تنویر قول اشارہ ہے ہدایہ اور نہایت کے اختلاف کا ہدایہ میں یوں ہے کہ جیسے استیفائے کل دین کے واسطے احضار مہون ضرور ہے ویسے ہی استیفاء ہر قسط کے واسطے احضار لازم ہے بسبب احتمال تلف ہوجانے کے اور نہایت اور زیادات میں ہے کہ اگر راہن مدعی ہلاک ہے تو احضار ضرور ہے تا اس کی خاطر جمع ہوجائے ورنہ احضار میں کچھ فائدہ نہیں کذا فی الطحاوی مختصر و لایکلف مہون قد وضع عند العدل بامر الزہن او جس مہون گناہین طلب کیا وہ مکلف نہ ہوگا اس مہون کے حاضر کرنے کا جو اس نے رکھا ہے معتد شخص کے پاس راہن کے امر سے یعنی اس واسطے کہ راہن نے مہون پر اعتماد نہیں کیا تب اس نے دوسرے کے پاس رکھا و لا احضار مہون راہن باعہ المہون بامرہ ای بامر الزہن حتی یقبضہ لانہ بذلک اور نہ مکلف ہوگا مہون مہون اس مہون کے قسطنی حاضر کرنے کا جس کو مہون نے بیچ ڈالا ہے راہن کے امر سے یہاں تک کہ مہون پر قبضہ کرے علم احضار مہون کی وجہ اذن ہے راہن کا بیع و حینئذ فاذا قبضہ ای المہون یکلف احضارہ لقیام البذل مقام المبدل اور اس وقت میں جب کہ مہون پر قبضہ کرے گا تو مہون حاضر کرنے کا مکلف ہوگا بسبب قائم ہونے بدل کے مقام مبدل کے م بدل مہون ہے اور مبدل مہون یعنی جیسے مہون کا حاضر کرنا در صورت طلب دین لازم ہے اسی طرح بعد قبضہ مہون کے قسطنی حاضر کرنا لازم ہوگا کیونکہ وہ بدل ہے مہون کا و لایکلف مہون معہ رہنہ تمکین الزہن من بیعہ لیتقبضہ لایقینہ لان حکم الزہن الحبس الدائم حتی یقبضہ دینہ اور جس مہون کے ساتھ مہون ہے وہ اس کا مکلف نہ ہوگا کہ راہن کو بیع مہون پر قادر کرے تا وہ اپنا دین اس کے قسطنی سے ادا کرے اس واسطے کہ راہن کا حکم دائمی حبس ہے یا قبضہ دین و لایکلف من قضی بعض دینہ او ابرا بعضہ تسلیم بعض رہنہ حتی یقبضہ البقیۃ من الدین او یبرئہا اعتبارا بحبس المبیع اور جس مہون کا کچھ دین ادا کیا گیا یا اس نے کچھ دین معاف کر دیا وہ بعض مہون کی تسلیم کا مکلف نہ ہوگا جب تک وہ قبضہ نہ کرے گا اپنے باقی کو معاف کر دیا جس بیع کے قیاس پر یعنی اگر مشتری نے بعض مہون ادا کیا تو باقی پر جبر نہیں تسلیم بیع کا اسی طرح بعض دین کے قبضہ یا ابرا بعض مہون کی تسلیم مہون پر لازم نہیں و یجب علی المہون ان یحفظہ بنفسہ و عیالہ کافی الودیعۃ اور مہون پر یہ قیام ہے کہ مہون کی حفاظت کرے اپنی ذات سے اور اپنے اہل و عیال سے جس طرح و دلچست کی حفاظت واجب ہے ہم حفظ عیال میں مساکینت معتبر ہے نہ نفقہ اور اگر زوجہ مہون اپنے زوج کے حفظ میں دے تو اس پر ضمان نہیں اگرچہ زوجہ پر زوج کا نفقہ نہیں کذا فی النہوی و مضمون ان حفظہ لیسرہ ہم کا مہون اور مہون پر ضمان لازم ہوگا اگر غیر عیال سے اس کی حفاظت کر اویے گا چنانچہ کتابا لودیعۃ میں گزر گیا اور ضمان سے عقیب ضمان مراد ہے نہ مہون کا ضمان



کذا فی الطحاوی ومن یأیداعه واعرته واجرته واستخاره وتعدیه کل قیمتة فیسقط الدین بقدره او مرتهن پر ضمان لازم ہوگا اس کی ودیعت رکھنے پر عاریت دینے اور اجارہ دینے اور خدمت لینا اور تعدی سے مرہون کی تمام قیمت کا تو دین ساقط ہو جائے گا بقدر اس کے یعنی اور باقی کا مطالبہ کرے گا راہن پر وکذا فیمن کل قیمتة بجعل خاتم الزین فی خنصره سواء جعل فیه بطن کمر او لایفقی برجندی الیسری والیمنی علی ما اختاره الرضی اور اسی طرح مرتهن تاوان دے گا پوری قیمت کا راہن کی انگوٹھی پہننے سے اپنی یا اہل یا دہنی چھنگلی میں بنا بر اس قول کے جس کو رضی نے پسند کیا ہے خواہ انگوٹھی نے نگیں کو اپنی باطن کف میں کرے یا نہ کرے اسی کا فتویٰ ہے کذا فی البرجندی ضمان اس واسطے لازم آیا کہ یہ استعمال ہے نہ حفاظت لکن قد منا فی الخطر عن البرجندی منها ان شعار الروافض وانہ یجب التحرر عنہ فتنہ قلت ولکن جرت العادة فی زماننا بلبسہ کذلک فیسغی لزوم الضمان

نیاسا علی مسئلہ السیف الآتہ فلیحرر لیکن ہم نے کتاب الخطر میں مقدم ذکر کیا ہے برجندی سے کہ دہنی چھنگلی میں انگوٹھی پہننا اور افضیوں کی عادت اور اس سے پرہیز کرنا واجب ہے تو آگاہ رہنا میں کہتا ہوں ولیکن ہمارے زمانہ میں تو دہنی چھنگلی میں انگوٹھی پہننے کی عادت جاری ہو گئی ہے

فولازم ہونا ضمان کا لازم ہے مسئلہ سیف پر قیاس کرنے سے جو آگے آتا ہے تو اس کی تحریر اور منقح کرنا چاہیے لایسجلہ فی اصبع اخری الا اذا کان المرتهن امرأة فضمن لان النساء یلبس کذلک فیکون استعمالا لا حفظا ابن الکمال معزیا للزیلعی ضمان لازم نہ ہوگا سوائے چھنگلی کے دوسری چھنگلی میں پہننے سے مگر جس صورت میں مرتهن عورت ہوگی تو دوسری انگی کے پہننے سے بھی تاوان دے گی اس واسطے کہ عورتیں اسی طرح چھنگلی کے سوا اور انگلیوں میں بھی پہنتی ہیں تو ان کے حق میں یہ استعمال ہوا نہ حفظ چنانچہ ابن کمال نے یہ ذکر کیا ہے زیلعی کی طرف نسبت کر کے ہم یہ جو کہا اور انگی کے لئے ضمان لازم نہ ہوگا تو مراد ہے کہ ضمان منصب لازم نہ ہوگا اور یہ نہیں کہ اصلا ضمان لازم نہ ہوگا بلکہ اس صورت میں تلف ہو جائے سے قیمت یا دین سے جو کمتر ہوگا اس قدر ضمان لازم آوے گا کذا فی الزیلعی ومثله تقلد فی الزین للاثلثة فان الشجعان یقلدون فی العادة بسیغین للاثلثة اور انگوٹھی کے مانند دو تلواروں کا ہا نہ ہنسے نہ تین تلواروں کا اس واسطے کہ بہادر عادت میں دو تلواریں باندھتے ہیں نہ تین تلواریں یعنی اگر مرتهن کی دو تلواریں باندھیں تو ضمان لازم ہوگا لیونکر یہ استعمال ہے اور اگر تین تلواریں باندھیں تو ضمان لازم نہ ہوگا کیونکہ یہ حفاظت ہے نہ استعمال و فی لبس خاتمة ای خاتم الزین فوق آخره

رجع الی العادة فان کان منہم یبخل یلبس خاتمین منہم والا کان حافظا فیمن اور مرتهن کی انگوٹھی پہننے میں دوسری انگوٹھی پر عادت کی طرف رجوع کیا جائے گا تو اگر مرتهن ان لوگوں میں سے ہے جو بخل اور آرائش کرتے ہیں دو انگوٹھیاں پہن کر تو تاوان دے گا اور اگر ان لوگوں میں نہیں تو محافظ کھڑے گا

تو ضمان نہ دے گا ثم ان قضی بہا ای بالقیمتہ المذكورة من جنس الدین یلتقیان قصاصا بمجرده ای بمجره القضاء بالقیمتہ اذا کان الدین حالا وطالب المرتهن الراہن بالفضل ان کان ثمره فضل پھر اگر مرتهن نے قیمت مذکور ادا کی دین کی جنس سے تو ادائے ضمان اور دین دونوں مل کر برابر ہو جائیں گے بمجرود ادا کرنے قیمت کے جس وقت کہ دین حال ہو نہ مؤجل اور مرتهن راہن زائد کا مطالبہ کرے گا اگر وہاں دین زیادہ ہوگا قیمت سے ہم دہا ہم اور دنایر و جنس مختلف ہیں چنانچہ معدن میں مصرع ہے اور شرح حموی سے استفاد ہوتا ہے کذا فی الطحاوی وان کان الدین مؤجلا فیضمن المرتهن قیمتہ وتكون رہنا عنده فاذا حل الا حل اخذه بدینہ اور اگر دین مؤجل ہو تو مرتهن اس کی قیمت کا تاوان دے اور قیمت مذکور مرتهن کے پاس رہے گی پھر جب مدت دین کی آوے گی تو مرتهن اس کو لے گا اپنے دین کے بدلے وان قضی بالقیمتہ من خلاف جنسہ کان الضمان رہنا عنده الی قضاء دینہ لان بدل الزین فاخذ حکمہ اور اگر مرتهن نے قیمت ادا کی جنس دین کے مخالف تو تاوان رہے گا مرتهن کے پاس اس کے دین کے ادا ہونے تک اس واسطے کہ تاوان بدلہ ہے مرہون کا تو بدل نے مبدل کا حکم لیا مجوس رہنے میں واجرة بیت حفظہ وحافظہ ومادی الغنم علی المرتهن ادا ہونے کی حفاظت کے گھر کا کرایہ اور اس کی نگہبانی کی رحمت اور بھیڑ بکری کے رہنے کا مکان مرتهن پر لازم ہے واجرة راعیہ لوجیوانا ونفقہ

الرهن والخراج والعشر علی الراہن اور مرہون کے چرانے والے کی اجرت اگر مرہون جائید ہو اور نفقہ مرہون کا اور مرہون زمین کا خراج اور عشر راہن پر ہے والاصل فیہ ان کل ما یمتاج الیہ المصلحتہ الرهن بنفسہ وتقیۃ فعلی الراہن لانہ ملکہ وکل ما کان لمحفظہ فعلی المرہن لان حبسہ لہ اور قاعدہ کلیہ اس میں یہ کہ جو چیز ذات مرہون اور اس کے باقی رکھنے کی مصلحت کے واسطے محتاج الیہ ہو سو وہ راہن پر واجب ہے اس لیے کہ مرہون راہن کی ملک ہے اور جو چیز مرہون کی محافظت کے واسطے ہو سو وہ مرہون پر لازم ہے اس واسطے کہ اس کا مجبوس رہنا اس کے حق کے واسطے ہے ہم نفس مرہون کے محتاج الیہ چنانچہ طعام اور پانی اور لباس اور اجرت دایہ اور چرانے والے کی اور چاہا اور باغ کی سچائی وغیرہ ذلک من المصلحات والعلم انہ لا یلزم شیئ منہ لو اشترط علی الراہن قہستانی عن الذخیرۃ اور یہ جان رکھ کہ جو چیز مرہون پر لازم ہے اس میں سے کچھ لازم نہ ہو گا اگر مرہون راہن پر شرط کرے کفافی بقیۃ عن الذخیرۃ ہم چنانچہ زخم مرہون کا اور دوا کی قیمت اور طبیب کی اجرت مرہون پر لازم ہے بشرطیکہ مرہون کے پاس زخم لگا ہو تو شرط کرنے سے یہ امور راہن پر لازم نہ ہوں گے کذا فی الطحاوی عن القہستانی واما مؤفوتہ ردہ بمجمل ابقی اور جو چیز مؤفوتہ کما دوا جریح الی یدہ ای لا ید المرہن فتقسم علی المصنوع الا مانتہ فالمصنوع علی المرہن والا مانتہ مصنونہ علی الراہن لوقیۃ اکثر من الدین اور مرہون کے پاس مرہون کے پھیر لانے کا خرچ چنانچہ غلام اگر نختہ کے لئے والے کا اجریا اس کے کسی جز کے پھیر لانے کی اجرت چنانچہ عینوزنہی کا معالجہ سو منقسم ہے مصنون اور امانت پر سو تیس قدر مصنون ہے اس قدر کا خرچ پر ہے اور امانت کا خرچ راہن پر بشرطیکہ مرہون کی قیمت دین سے زیادہ ہو مثلاً دین سو درم ہے اور غلام مرہون کی قیمت دو سو درم ہے تو سو درم کا ضمان مرہون پر ہے اور زیادہ دین سے امانت ہے سو اگر غلام اگر نختہ کے پھیر لانے میں دس درم صرف ہوئے تو نصف مرہون پر لازم ہوں گے اور نصف راہن پر والاصل المرہن اور اگر مرہون کی قیمت دین سے زیادہ نہیں یعنی قیمت دین کے برابر ہے یا کم تو اس کا خرچ پھیر لانے کا مرہون پر ہے نہ راہن پر وگنہ معالجہ امراض وقرح و فدا وجانیۃ اور اسی طرح کا حکم ہے معالجہ امراض اور قرح اور قدرہ جنایت کا وکل ما وجب علی احدہما فاداہ الا خرکان متبررہ الا ان یا مرہ القاضی بہ ویجعلہ دینا علی الاخر فینفذہ جمع علیہ ویکبر دین القاضی بلا تصریح بجعلہ دینا علیہ لایرید جمع کما فی المنقذ اور جو چیز مرہون یا راہن پر واجب ہو پھر دوسرا اس کو ادا کرے تو وہ تبرع ہو گا اس کا دعوی نہیں کر سکتا مگر یہ کہ قاضی اس کو اس کا حکم کرے افس اس کو دین بٹھرا دے دوسرے پر اس وقت میں وہ دوسرے سے اپنا خرچ بھیرے گا اور بکبر دین قاضی کے بدوں اس تصریح کے کہ اس کو دوسرے پر دین بٹھرا دے رجوع نہیں کر سکتا چنانچہ یہ منقذ میں مصرح ہے وعن الامام لایرید جمع لوصاحبہ حاضر مطلقا خلافا للثانی وہی مسئلۃ الجوز طبعی اور امام سے ایک روایت یوں ہے کہ خرچ کرنے والا رجوع نہ کرے گا اگر اس کا ساتھی موجود ہے مطلقا رجوع نہیں خواہ قاضی امر کرے یا نہ کرے بخلاف ابو یوسف کے کہ ان کے نزدیک امر اور بدول امر ہر طرح رجوع ہے اور یہ جبر کا مستند ہے کذا فی الزبیری ہم یعنی امام کے نزدیک مکلف حاضر پر قاضی جبر نہیں کر سکتا اور ابو یوسف کے نزدیک قاضی کو اس کا اختیار فتاوی عالمگیری میں جو اہر اخلاطی سے منقول ہے کہ قول اول پر فتویٰ ہے یعنی یا مر قاضی ایک دوسرے سے اپنا خرچ بھیرے گا کذا فی الطحاوی قال الراہن غیر بذلہ وقال المرہن بل بذلہ والذی ارہنتہ عندی فالقول للمرہن لانہ القابلین راہن نے کہا کہ یہ میرا مرہون نہیں اور مرہون نے کہا کہ یہ وہی مرہون ہے جس کو تو نے میرے پاس رکھا تھا تو مرہون ہی کا قول معتبر ہو گا اس لیے کہ وہ قابض ہے اور قول معتبر نہیں مگر قابض کا بخلاف ما لو ادعی المرہن ردہ لراہن بد قبضہ فان قول الراہن لانہ انکر بخلاف اس مسئلہ کے کہ اگر مرہون نے اس کو پھیر دینے کا دعوی کیا اپنے قبضہ کرنے کے بعد تو اب راہن کا قول مقبول ہو گا اس واسطے کہ وہ منکر ہے یعنی رد عارض مرہون کا وہ منکر ہے فان برہنا فلراہن ایضا وسقط الدین لانتفاء الزیادۃ پھر اگر راہن اور مرہون گواہ گد راہن تو بھی راہن ہی کے مقبول ہوں گے بسبب زیادت اثبات کے اور دین مرہون کا ساقط ہو جائے ولوقبل قبضہ فالقول للمرہن لانکارہ دخول فی ضمانہ اور اگر اختلاف ہو اس کے مقبوض ہونے سے پہلے یعنی مرہون کہتا ہو کہ مرہون تلف ہو گیا راہن پاس میرے قبضہ کرنے سے پہلے اور راہن کہتا ہو بلکہ تیرے قبضہ کرنے کے بعد تلف ہوا تو مرہون کا قول معتبر ہو گا اس واسطے کہ وہ اس کے دخول فی



کامکر ہے کذا فی الطحاوی عن البرازیة وان برہنا فللارہن لا یثابۃ الضمان بزازیة اور اگر دونوں اپنے دعویٰ پر گواہ لاویں تو راہن کے گواہ مقبول ہوں گے  
 بسبب اس کے ثابت کرنے صناع کے کذا فی البرازیة ویجوزہ السفر بہ بالارہن اذا کان الطريق آمنا کما فی البدیۃ وان کان لہ حمل وموتہ اور مرہن  
 کو جائز ہے مرہون کا سفر میں لیجانا جب کہ راہ بے خوف ہو جیسے ودیعت کو سفر میں لیجانا بشرط امن طریق جائز ہے اگرچہ مرہون کے لے جانے کے  
 واسطے بار برداری اور خرچ کی حاجت ہو وکذا لا انتقال عن البلد وکذا العدل الذی الرہن فی یدہ کما فی العمادیۃ معزیا للعدۃ علی خلاف مافی فتاوی  
 القاضیین ولعل مافی العدۃ قول الامام ومافی الفتاوی قولہما کما یفیدہ کلام القینۃ اور اسی طرح مرہون کو ایک شہر سے دوسرے شہر میں لے جانا درست  
 ہے اگرچہ مدت سفر نہ ہو اور اسی طرح اس معتمد شخص کو سفر جائز ہے جس کے قبضے میں مرہون ہے چنانچہ عمادیہ میں ہے عدہ سے منقول برخلاف دو قاضیوں  
 کے فتاویٰ یعنی قاضی خاں اور قاضی ظہیر الدین کے فتاویٰ کے اور شاید کہ جو روایت عدہ میں ہے وہ امام کا قول ہے اور جو دونوں فتاویٰ میں ہے وہ صاحبین  
 کا قول ہے چنانچہ یہ مفہوم ہوتا ہے قینۃ کے کلام سے ہم شاید کہنے کی کچھ حاجت نہیں اس واسطے کہ فتاویٰ قاضی خاں میں قول صاحبین کا صریح مذکور  
 ہے کذا فی الطحاوی فائدۃ فی الحدیث اذا عی الرہن فهو بافیہ قالوا معناه اذا اشتبہت قیمتہ بعد ہلاک بان قال کل لا ادرے کم کانت قیمتہ ضمن بافیہ  
 من الدین کما ذکرہ المصنف اول الباب فائدہ حدیث میں ہے کہ جب راہن دکھائی نہ پڑے تو وہ بعض اس دین کے ہے جس میں وہ مرہون ہے شرح حدیث  
 نے کہا مطلب حدیث کا یہ ہے کہ جب مرہون کی قیمت مشتبہ ہو اس کے ہلاک ہو جانے کے بعد اس طرح پر کہ ماہن اور مرہن ہر ایک کہتا ہو کہ میں نہیں جانتا  
 کہ اس کی قیمت کتنی تھی تو مرہن تاوان سے اس قدر دین کا جس قدر میں وہ دین تھا یعنی دین راہن سے ساقط ہو جاوے گا جب کہ مرہن کے پاس مرہون  
 ہلاک ہو جائے ایسا ذکر کیلئے مصنف نے شرح میں کتاب الرہن کے شروع میں ہم یہ حدیث مسند اور مسل دونوں طرح مروی ہے مسند کی تودارہ قننی نے بسند ضعیف روایت کی  
 ہے اور مسل کی بوداؤد نے اپنے مراسیل میں روایت کی ہے میں کہتا ہوں مسل بوداؤد صحیح ہے بقول سعید ابن قطان کذا فی العینی شرح العمادیۃ

یہ باب ان مسائل میں ہے کہ کوئی چیز کارہن رکھنا جائز ہے اور کس کا جائز نہیں لا یصح رہن مشاع لعدم کوہ غیر  
 باب ما يجوز الزمان وما لا يجوز | کما مر صرح نہیں رہن رکھنا مشاع یعنی غیر مقسوم کا اس کے ممتاز اور جدا نہ ہونے کے سبب سے چنانچہ شروع میں گذر گیا  
 مطلقا مقاربا او طاریا من شریک او غیرہ نفیس او لا مشاع کارہن مطلقا صحیح نہیں خواہ شیوع عقد رہن کے متصل ہو یا پیچھے سے طاری ہو گیا خواہ اپنے شریک  
 سے اس کو رہن رکھے یا اور اجنبی سے مشاع قسمت پذیر ہو یا نہ ہو ثم الصحیح انہ فاسد للہین بالقبض و بوزہ الشافعی پھر یہ دریافت کرنا چاہیے کہ مذہب صحیح  
 یہ ہے کہ رہن مشاع کا باطل نہیں فاسد ہے مرہن پر اس کا ضمان قبضہ کرنے سے لازم ہو گا اور رہن مشاع کو امام شافعی نے جائز رکھا ہے ہم الفقہاء رہن  
 کی شرط یہ ہے مال ہو اوصاف کے مقابل بھی مال مضمون ہو تو اگر شرط جواز کی پائی گئی تو رہن صحیح منعقد ہو گا اور اگر کوئی شرط منقود ہوئی تو رہن فاسد منعقد  
 ہو گا اور جہاں رہن مال نہ ہو چنانچہ آزاد یا غرہ ہو یا مقابل اس کے مال مضمون نہ ہو تو رہن اصلا منعقد نہ ہو گا اسی کارہن باطل نام ہے و فی الاشیاء ما قبل  
 البیع قبل الرہن الا فی اربعۃ المصارع والمشغول والمتصل بغيره والمعلق عتقہ بشرط قبیل و بوزہ غیر اللہ یہ فیجوز بیعہا لا رہنہا اور شاہ میں ہے کہ جو چیز بیع  
 قبول کرتی ہے وہ رہن بھی قبول کرتی ہے یعنی جس چیز کی بیع صحیح اس کارہن رکھنا بھی صحیح ہے سوائے چار چیزوں کے مشاع اور مشغول اور متصل بغیرہ غلام جس کا عتق  
 معلق ہو کسی شرط سے قبل اس کے وجود کے سوائے غلام مدبر کے تو ان چاروں کی بیع تو جائز ہے رہن رکھنا ان کا جائز نہیں ہم مشغول کو مطلق کہا حالانکہ  
 ایسا نہیں ہے کیونکہ مشغول ملک ماہن مانع رہن ہے اور مشغول ملک غیر کارہن جائز ہے اور عتق معلق کی صورت یہ ہے کہ مالک نے اپنے غلام کہا کہ تو اگر  
 اس گھر میں داخل ہو گا تو آزاد ہے تو اس کی بیع تو درست ہے مگر رہن درست نہیں ہاں مگر مدبر مطلق کی بیع بھی درست نہیں لیکن مدبر مقید کی بیع جائز ہے

۱۲

کذا فی الطحاوی وفيها الجملة فی جواز من المشاء ان يبيع النصف بالخيار ثم يفسخ البيع قال المصنف وفيه نظر ولعله مفرع على الضيف  
 فی الشیوع الطاری اور اشباہ میں جواز من مشاء کا یہ جملہ مذکور ہے کہ نصف مشاء کی بیع بشرط خیاء کے کہے پھر مشتری کے پاس نصف باقی کو رہنے کے  
 پھر بائع شرط خیاء کے سبب سے بیع فسخ کر ڈالے مصنف نے شرح میں کہا کہ اس میں اعتراض ہے اور شاید کہ یہ جملہ متفرع ہے شیوع طاری میں ضیف  
 قول پر ہم بران میں ابو یوسف کا ضیف قول یوں مذکور ہے کہ شیوع طاری بقا و حکم رہن کا مانع نہیں کذا فی الطحاوی قلت بل ولا علی الصصح لان بالخيار  
 لا یخلو اما ان سقی فی ملک او یعود لملک و علی کل ما یكون من المشاء ابتداء کما بسطہ فی تنویر البصائر فتنبہ میں کہتا ہوں بلکہ وہ بنا بر قول صحیح کے ضیف  
 قول پر بھی متفرع نہیں ہو سکتا اس واسطے کہ شرط خیاء سے دو حال سے خالی نہیں کہ باقی رہے گا اس کی ملک میں یا اس کی ملک کی طرف عود کرے گا اور یہ  
 حال میں مشاء کا رہن ابتدا سے ہو گا چنانچہ مشرح بیان کیا ہے اس کو تنویر البصائر میں تو خبر دار رہنا م شرف الدین غزی کی تنویر البصائر حاشیہ اشباہ  
 والنظائر میں مذکور ہے کہ یہ جملہ اس پر متفرع ہے کہ شیوع طاری مضر نہیں بلکہ ظاہر اس پر بھی متفرع نہیں ہو سکتا اس واسطے کہ جب بائع نے بیع کی  
 اس شرط پر کہ مجھ کو اختیار ہے تو بیع بائع کی ملک سے باہر نہ گیا پھر جب اس کے ملک سے باہر گیا تو اس نے اپنے بعض ملک کو رہن رکھا تو رہن مشاء  
 ابتدا سے ثابت ہوا اور اگر مشتری نے اپنا خیاء شرط کیا تو صاحبین کے قول پر ظاہر ہے اس واسطے کہ ان کے نزدیک ملک مشتری میں داخل ہو گیا تو رہن  
 رکھنا مشاء کا اپنے شریک کے پاس لازم آیا اور وہ جائز نہیں اور امام کے قول پر اگرچہ مدت خیاء میں ملک مشتری میں داخل نہیں ہوا لیکن بعد مدت کے یا مشتری  
 کی ملک میں داخل ہو گا یا بائع کی ملک میں عود کرے گا اور ہر حال میں رہن مشاء کا ابتدا سے ثابت ہو گا کذا فی الطحاوی مختصر اقلت والجملة المعیمة مافی  
 حیل منیة المفتی اراد رہن نصف دارہ مشاء عا بیع نصفها من طالب الرهن ولیقین منه بالتمن علی ان المشتري بالخيار ولیقین الدار ثم یقطن البیع حکم  
 الخیار فیبقی فی یدہ بمنزلة الرهن بالتمن واعتده ابن المصنف فی زواہر الجواہر میں کہتا ہوں اور صحیح جملہ جواز رہن مشاء میں وہ ہے جو منیة المفتی کے حیلوں  
 میں مذکور ہے ایک شخص نے اپنے گھر میں سے نصف غیر مقسوم کے رہن رکھنے کا ارادہ کیا تو اس کے نصف کو طالب رہن کے ہاتھ بیع کرے اور اس سے من  
 اس کا لے اس شرط پر کہ مشتری کو اختیار ہے اور مشتری گھر پر قبضہ کرے پھر بیع کو توڑے حکم خیاء کے تو نصف گھر مشتری کے قبضہ میں باقی رہے گا  
 بمنزلة رہن جو منیة من کے او اس جید پر شیخ صالح ابن مصنف نے زواہر الجواہر میں اعتماد کیا اور اسی طرح حموی نے حاشیہ اشباہ میں اس جملہ کو ثابت رکھنے لکھا  
 میں ہے کہ اگر مشتری کے پاس تلف ہو گا تو مالک پر سے من ساقط ہو گا اور اگر عیب دار ہو جاوے گا تو اس کے حساب کو انی من گھٹ جاوے گا و فیہا  
 الشیوع الثابت ضرورة لا یفد فی لولوا الجمیة ولولوا ثوبین وقال غذا احد ہما والاخر یفاد عن ذک فان نصف کل منہما یفیر رہن بالذین لان احد ہما لیس  
 باولی من الاخر فی شیع الزین فیہما بالضرورة فلا یفاد زواہر الجواہر میں ہے کہ جو شیوع ضرورت کے سبب سے ثابت ہو وہ رہن کے واسطے مضر نہیں اس واسطے  
 کہ لولوا الجمیة میں ہے کہ اگر ایک شخص دو کپڑے لایا اور بولا کہ ان میں سے ایک کپڑا رہن رکھ اور دوسرا کپڑا بیعاعت رکھ اپنے پاس تو ہر کپڑے سے نصف نصف  
 رہن بٹھر جاوے گا دین کی عوض اس واسطے کہ ایک کپڑا رہن یا بیعاعت کے واسطے اولی اور مقدم نہیں تو رہن شائع ہو شائع ہو گا دونوں کپڑوں میں عدم  
 ترجیح کی ضرورت کے سبب سے تو شیوع ضروری رہن کو مضر نہیں کرتا ولا ین ثمرۃ علی نخل وورث ولا زرع ارض او نخل او بناء وید و نہا اور جائز  
 نہیں رہن رکھنا اس پھل کا جو درخت پر ہے بدوں درخت کے اور نہ زمین کی زراعت یا درخت یا عمارت کا بدوں زمین کے و کذا عکسہا کہ رہن الشجر  
 لا الثمر ولا ین النخل اور اسی طرح کا حکم ہے اس کے عکس میں چنانچہ رہن رکھنا درخت کا بدوں پھل اور زمین کا رہن رکھنا بدوں درخت کے ہم اور اگر نخل  
 شجر کی تقریر نہ کی تو درخت بھی رہن میں بائع داخل ہو گا والاصل ان للرهن متى اتصل غیر المرہون فخلقة لا یجوز لا متناع قبض للرهن وصدہ در راہ قاعدہ  
 کلیہ ان مسائل میں یہ ہے کہ جب رہن متصل ہو غیر مرہون سے باعتبار پیدا نش کے تو رہن جائز نہیں بسبب تمتع ہونے قبض مرہون کے فقط



کذا فی الدرر عن الامام جواز رہن الارض بلا شجر اور امام سے ایک روایت ہے کہ زمین کا رہن بدوں درخت کے جائز ہے ولورہن الشجر بمواضعها  
اولا لارہا فیہا جواز ملقی لانه متصل اتصال مجاورۃ اور اگر رہن کیا درختوں کو ان کے مواضع کے ساتھ یا گھر رہن کیا اس کے ساتھ جو اس کے اندر  
ہے کذا فی الملحقی اس واسطے کہ وہ متصل ہے بال اتصال مجاورت اور مقاربت کے وفي القیئۃ رہن دارا والحیطان مشترکۃ بینہ و بین الجیران صح فی الحرۃ  
ولا یز اتصال السقف بالحیطان المشتركۃ لکونہ تبعاً اور قیئۃ میں ہے کہ ایک گھر رہن رکھا اور حالانکہ اس کی دیواریں مشترک ہیں فی مابین راہن اور  
پڑوسیوں کے تو رہن صحیح ہے صحیح اور انکائی میں اور حجت کا متصل ہونا مشترک دیواروں سے ضرر رہن کا نہیں اس لیے کہ وہ تابع ہے نہ اصل میں  
پوری روایت یوں ہے کہ رہن صحیح ہے صحیح اور حجت اور راہن کی خاص دیواروں میں کذا فی الطحاوی ولا رہن المحر والمدر والمکاتب ام الکولہ  
والوقوف اور جائز نہیں رہن رکھنا آزاد غلام کا اور غلام مدبر اور غلام مکاتب اور ام ولد اور وقف کا تم لما ذکر مالاً یجوز رہنہ ذکر مالاً یجوز الزم بہ فقال  
ولا بالامانات کو دلیقہ و امانتہ پھر جب کہ مصنف نے وہ چیزیں ذکر کیں جن کا رکھنا درست نہیں اب اس کا ذکر شروع کیا جس کے بدلے رہن رکھنا  
درست نہیں تو مصنف یوں کہا اور رہن جائز نہیں بدلے امانتوں کے چنانچہ ودیعت اور امانتہ ام اور اسی طرح عاریۃ اور مال مضاربت اور مال شرکت کے بدلے رہن رکھنا ....  
جائز نہیں اس واسطے کہ رہن کا موجب یہ استیفاء ہے مرہن کے واسطے تو رہن کا قبضہ لازم الضمان ہوگا تو ضمان ثابت کا ہونا ضروری ہے تاکہ قبضہ مضبوط  
واقع ہو اور استیفاء دین اس سے ہو سکے اور امانت کے قبضہ میں ضمان نہیں کہ رہن اس کے بدلے صحیح ہو کذا فی الدرر ولا بالدراک خوف استحقاق البیع  
فارہی یہ باطل بخلاف الکفالتہ لکما مر اور رہن بالدراک جائز نہیں استحقاق بیع کے خوف سے تو رہن بالدراک باطل ہے بخلاف کفالت بالدراک کے کہ وہ صحیح  
ہے چنانچہ گذر گیا رہن بالدراک اس واسطے صحیح نہیں کہ رہن تو استیفاء ہے اور استیفاء نہیں ہوتا واجب ہونے سے پہلے اس واسطے کہ معنی دراک کے  
تاوان لینا ہے ثمن کا بعد استحقاق بیع کے تا ثمن پھیر دینے کا حکم ہو اور رہن بالدراک کی تفسیر یہ ہے کہ ایک شخص کوئی جنس بیع کرے اور اس کا ثمن  
لے اور مشتری ڈرے کہ شاید یہ بیع بائع کے سوا کسی اور شخص کی مملوک نکلے اور ثمن کے بدلے بائع سے کوئی چیز رہن رکھ لے قبل از استحقاق کے  
تو یہ رہن باطل ہے اور مرہون اگر تلف ہوگا تو مشتری کے پاس امانت ہوگا ضمان اس کا لازم نہ آوے گا خواہ دراک حاصل ہو یا نہ ہو بخلاف کفالت  
کے اس واسطے کہ کفالت بالدراک صحیح ہے و بفرقیہ یہ ہے کہ رہن ہوتا ہے استیفاء کے واسطے اور استیفاء نہیں و بوجہ پہلے اور اضافت و بوجہ کی  
زبان مستقبل کی طرف جائز نہیں اور کفالت تو عبارت ہے التزام مطالب سے اور التزام افعال کا مضاف مستقبل صحیح ہے ولا بعین مضمونۃ بغير مال  
ای بغير مثل او قیئۃ مثل البیع فی بدل البائع فاذمضمون بالثمن فاذا ملک ذہب بالثمن اور رہن جائز نہیں عین مضمون بغير مال کے بدلے یعنی وہ چیز جس کا  
تاوان مثل یا قیمت سے نہیں چنانچہ بیع بائع کے پاس اس واسطے کہ اس کا ضمان ثمن سے ہے پھر اگر بیع بائع کے پاس تلف ہو گیا تو ثمن جاتا رہا م بائع  
نے مشتری کے ہاتھ کوئی چیز بیچی اور بیع بائع کے پاس ہے بائع نے کوئی چیز مشتری کے پاس بدلے بیع کے رہن رکھی تو یہ رہن باطل ہے اس واسطے کہ  
رہن واجب ہوتا ہے دین کے مقابلہ میں اور بیع بائع کے پاس دین نہیں ہوتا بلکہ اگر بیع تلف ہوگا تو مشتری کے ذمہ سے ثمن ساقط ہوگا اور وہ بائع کا حق  
ہے اور اس میں ضمان نہیں کذا فی الدرر ولا بالکفالتہ بالنفس اور رہن جائز نہیں حاضر ضامن کے بدلے یعنی کفیل کا اھیل پر مال واجب نہیں جس کے بدلے  
رہن جائز ہو اور اگر مال ضامن ہو اور اھیل اس کے پاس مال کے بدلے کچھ رہن رکھے تو یہ رہن درست ہے کذا فی المنع ولا بالقصاص مطلقاً فی نفس  
ولمذونہا اور رہن جائز نہیں بدلے قصاص کے ہر طرح خواہ قصاص جان کا ہو یا اعضا کا اس واسطے کہ استیفاء قصاص رہن سے متعذر ہے اور یہ رہن  
باطل ہے اس واسطے کہ مرہون یہ یعنی قصاص مال نہیں تو اگر مرہون ہلاک ہوگا تو مالک مال ضائع ہوگا بخلاف الجناۃ خطاء لامکان استیفاء الارش من  
الرہن بخلاف جنایت خطا کے کہ اس کے بدلے رہن جائز ہے بسبب ممکن ہونے دیت کے مرہون سے یعنی یہاں تو مال واجب ہے تو رہن بمقابلہ مال  
کے جائز ہوگا ولا بالشفعة اور رہن جائز نہیں بدلے شفوعہ کے یعنی رہن لینا جائز نہیں اس مشتری سے جس پر تسلیم بیع شفوعہ کے سبب سے واجب اس واسطے کہ

بیع کا مشتری پر ضمان نہیں و باجرۃ الناسخۃ والمغنیۃ اور رہن جائز نہیں نوحرک اور گلے والی عورت کی اجرت کے بدلے اس واسطے کہ اس کے مقابلہ میں کوئی چیز لازم الضمان نہیں کذا فی الدرر والعباد الجانی او المذلولون کا رہن جائز نہیں غلام قاتل یا غلام مدیون کے بدلے اس واسطے کہ مالک پر اس کا ضمان نہیں و اذا لم یصح الرهن فی ہذہ الصور فللمرہن اخذہ فلو ہک عند المترہن قبل الطلب ہک مجانا اذ لا حکم لہا علی فقیہی القیقین باذن المالك صدر الشریعۃ وابن کمال اور جب کہ رہن صحیح نہ ہو ان سب صورتوں میں تو رہن کو مرہون کا لینا مترہن سے جائز ہے پھر اگر مرہون تلف ہو گیا مترہن کے پاس رہن کے طلب کرنے سے پہلے تو مفت تلف ہو گیا اس واسطے کہ رہن یا طل کے واسطے کچھ حکم ضمان کا نہیں تو باقی رہا قبض مترہن کا مالک کے اذن سے کذا ذکرہ صدر الشریعۃ وابن کمال ولا رہن خمر وارتہا نہا من مسلم او ذمی للمسلم ای لا یجوز للمسلم ان یرہن خمر او یرتہا نہا من مسلم او ذمی اور جائز نہیں مسلم کو رہن دینا خمر کا اور نہ خمر کا رہن لینا مسلمان یا ذمی سے یعنی مسلمان کو یہ جائز نہیں کہ خمر کو رہن دے یا خمر کو مسلمان یا ذمی سے رہن لے اس واسطے کہ ایذا اور استیذان حق مسلم میں متعذر ہے اس واسطے کہ مسلم ممنوع ہے تمکک اور تملیک خمر سے ولا یضمن لای المسلم مرتہا نہا حال کو نہ ذمیہا اولہ مسلم رہا نہ کو خمر کا مترہن ذمی ہو کر تاوان نہ دے گا یعنی اگر ذمی کے پاس مسلمان خمر کو رہن رکھے اور وہ تلف ہو جائے تو اس پر تاوان اس کا لازم نہ ہوگا اس واسطے کہ خمر مسلم کے حق میں ہی نہیں جو اسکا تاوان واجب ہونی عکس الضمان لمتقومہا منہم لاند رتا اور اس کے بالعکس ہیں ضمان یعنی اگر ذمی اپنی خمر مسلمان کے پاس رکھے اور وہ تلف ہو جائے مسلمان پر تاوان دینا لازم ہوگا اس واسطے کہ خمر ذمی کے نزدیک مال متقوم ہے نہ ہمارے نزدیک صحت ارتہا میں مضمونہ بنفسہا ای بالثلث اوبالغیۃ کا مغضوب و بدل التحلح والمہ و بدل الصلح عن دم عمد اور صحیح ہے رہن عین مضمون بنفسہا کے بدلے یعنی جس چیز کا ضمان اس کے مثل سے یا اس کی قیمت سے لازم ہوتا ہو چنانچہ غصب کی چیز اور بدل ضلع اور مہر اور بدل صلح کا عمد اخون سے ہم اس کی تفصیل کتاب الزہد کے شروع میں مذکور ہو چکی اعلیٰ ان الاعیان ثلثۃ عین غیر مضمونۃ اصلا کالامانات وعین غیر مضمونۃ ولکنہا تشبہ المضمونۃ کبیع فی ید البائع وعین مضمونۃ بنفسہا کا مغضوب ونحوہ وتماہ فی الدرر وریافت کر کہ اعیان یعنی اشیاء غیر دین تین قسم ہیں ایک وہ عین ہے جو غیر مضمون ہے یعنی اصلا اس کا ضمان نہیں چنانچہ امانتیں دوسری عین غیر مضمون ہے لیکن وہ مضمون کے مشابہ ہے چنانچہ وہ بیع کہ ہنوز بائع کے پاس ہے تیسری وہ عین جو مضمون بنفسہا ہے چنانچہ مغضوب اور مانند اس کے اور اس کا پورا بیان درر میں ہے ہم تفصیل اس کی درر میں یوں ہے کہ اعیان تین قسم ہیں ایک عین تو اصلا مضمون نہیں یعنی اس کا تاوان نہیں چنانچہ امانات اس واسطے کہ ضمان عبارت ہے رد مثل مالک سے یعنی جو چیز تلف ہو گئی اس کے مانند چیز کو پھیر دینا اگر وہ مثلی چیز ہے یا اس کی قیمت پھیر دینا اگر وہ قیمتی والی چیز ہے تو امانات اگر تلف ہو جائے بدوں تعدی کے تو اس کے مقابلہ میں کچھ ضمان نہیں یا امانت تعدی سے تلف ہو تو وہ امانت نہ رہی بلکہ غصب ہو گئی دوسری عین مضمون بنفسہا چنانچہ مغضوب اور مانند اس کے اور فقہاء اس کو اعیان مضمونہ بنفسہا کہتے ہیں اور مراد یہ دیکھتے ہیں کہ ان اعیان کا ضمان فی حد ذاتہا ہے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ ضمان عبارت ہے رد مثل مالک سے یا اس کی رد قیمت سے چنانچہ معلوم ہو چکا اور شئی مثلی یا قیمتی کی ہلاکت میں اس کا مثل یا قیمت متعین ہوگی تو وہ مضمون فی حد ذاتہا مٹھری قطع نظر عوارض سے تیسری وہ عین ہے جس کا ضمان نہیں لیکن وہ مشابہ مضمون ہے جیسے بیع بائع کے قبض میں اس واسطے کہ اگر بیع بائع کے پاس تلف ہو تو کسی پر اس کی مثل یا قیمت کا ضمان نہیں لیکن ثمن ماقط ہو جائے گا ذمہ سے مشتری کے اور ثمن مثل اور قیمت کے معائبے تو بجز اس اعتبار کے اس کو عین مضمون بغیرہ کہا انتہی مافی الدرر وصرح بالذین الموعود بان رہن لیقرضہ کذا کالف مثلا فلو دفع الیہ البعض و امتنع لاجر اشباہ اور رہن صحیح ہے بمقابلہ دین موعود کے اس طرح کہ ماہن نے کوئی چیز گرو رکھی تاثرین اس کو قسمی دے اس قدر چنانچہ مثل ہزار درہم پھر اگر مرتہن اس کو بعض دے یعنی مثلاً نصف دے اور باقی نہ دے تو اس پر جہنم کذا فی الاشباہ ویدی موعود موجود کی برابر قرار دیا گیا باعتبار حاجت کے اور جبکہ مرتہن بعض موعود دیتا تو اس قدر مرہون مجبوس رہیگا اور رہی موعود کا ایفاء لازم نہیں اسلئے کہ وعدہ رکھنا حقیقت ہے تو یہ تفسیر کذا فی الطحاوی محققاً فاذا ہک ہزارہی فی ید المترہن کان مضموناً علیہ جما و عدل من الدین فیسلم الالف للراہن جبراً اذا کان الدین مساویاً للقیمۃ او اقل لاما اذا کان اکثر فهو مضمون بالقیمۃ



پھر جب کہ یہ رہن مذکور تلف ہو گیا مرتن کے پاس تو اس پر تاوان لازم ہوگا بقدر وعدہ دین کے تو صورت مذکورہ میں مرتن ہزار درم راہن کو دے گا  
زیر کتب اس وقت میں جب کہ دین قیمت مرہون کے برابر ہوگا یا کمتر اور جب کہ قیمت سے زیادہ ہوگا تو وہ مضمون قیمت ہے یعنی مرتن پر قیمت مرہون  
کا تاوان لازم ہوگا نہ دین کا ہذا اذ اسمی قدر الدین فان لم یسلم یکن مضمونا فی الاصل کما مر فی المقبوض علی سوم الرهن بان رہنہ علی ان یعطیر شیئا فملک  
فی یدہ بل یضمن خلاف میں الاما میں مذکور فی البرازیہ وغیرہ الاصل انہ غیر مضمون وقد تقدم ان المقبوض علی سوم الرهن اذا لم یسلم غیر مضمون  
فی الاصل بل یعنی مرہون سے تاوان لازم ہونا اس وقت ہے جب کہ راہن نے مقدار دین کو معین کر دیا ہو پھر اگر اس نے معین  
نہ کیا ہو تو اس کا ضمان لازم نہ ہوگا قول اصح میں چنانچہ یہ گذر گیا اس مرہون کے بیان میں جس پر قبضہ ہوا طلب رہن پر اس طرح کہ رہن رکھا اس شرط  
پر کہ راہن کو مرتن کچھ دین دے سو مرہون مرتن کے پاس تلف ہو گیا ضمان اس میں لازم ہو گیا نہیں اس میں خلاف ہے دو اماموں میں جو برزازیہ وغیرہ  
میں مذکور ہے اور قول اصح تریہ ہے کہ اس میں تاوان نہیں ہے اور مقررہ مرتن میں مقدم مذکور ہو چکا کہ مقبوض بطلب رہن جب کہ دین کی مقدار بیان  
ہو غیر مضمون ہے صحیح تر قول میں صحیح براس مال المسلم وضمن الصرف والمسلم فیہ اور صحیح ہے رہن سلم کی اس المال کے بدلے اور صرف کی ضمان  
اور سلم فیہ کے بدلے ہم ہر چند صحت اس رہن کی مطلق دین کی صحت میں داخل تھی لیکن اس کو علیحدہ اس واسطے مصنف نے ذکر کیا تاکہ مسائل آئندہ اس پر  
مرتب ہوں فان ہلک الرهن فی المجلس ثم الصرف والمسلم وصار المرتن مستوفیا حکما خلافاً للثلاثہ پھر اگر مرہون تلف ہو گیا صرف اور سلم کی مجلس  
عقد میں تو صرف اور سلم کا عقد تمام ہو گیا اور مرتن پا جانے والا ٹھہر گیا حکم بر خلاف آئمہ ثلاثہ کے م یعنی مرتن نے گویا اس المال اور ثمن صرف کا پایا اگر مرہون  
اس المال کے برابر تھا اور اگر زیادہ تھا تو فاضل اس کے پاس امانت ہے اور اگر اقل تھا تو بقدر اس کے مستوفی ہوا اور باقی کو رب سلم سے لے وان افرقا  
قبل نقد و ہلاک لبطلا ای السلم والصرف اور اگر عاقدین مجلس عقد سے جدا ہو گئے نقد دینے اس المال یا بدل صرف سے پہلے اور مرہون کے ہلاک  
ہو جانے سے پہلے تو سلم اور صرف باطل ہو گئے ہم وجہ بطلان یہ ہے کہ اس المال اور بدل صرف میں قبض شرط ہے سو یہاں قبضہ حقیقی اور حکمی دونوں  
فوت ہو گئے واما المسلم فیہ فیصح مطلقا اور سلم فیہ تو مطلقا صحیح ہے خواہ مرہون مجلس میں تلف ہو گیا یا بعد افتراق کے اس واسطے کہ سلم فیہ کا قبضہ ہونا مجلس  
میں واجب نہیں فان ہلک الرهن ثم العقد وصار مضمونا للمسلم فیہ پھر اگر مرہون ہلاک ہو گیا تو عقد سلم تمام ہو گیا اور وہ مضمون ہو گیا سلم فیہ کا دلوم ہلک و لکن  
تفاسی السلم و بالمسلم فیہ مکن فہو رہن براس المال استحسانا لانہ بدلفقام مقامہ اور اگر مرہون ہلاک نہ ہوا لیکن عاقدین نے عقد سلم کو فسخ کر دیا اور سلم  
فیہ کے بدلے رہن ہے تو وہ از روئے استحسان کے اس المال کے بدلے رہن ہوگا اس واسطے کہ اس المال بدل ہے سلم فیہ کا تو اس المال بجائے سلم فیہ  
کے قائم ہو گیا وان ہلک الرهن بعد الفسخ المذكور ہلک بہ ای بالمسلم فیہ فیلزم رب المسلم دفع المسلم فیہ ببقا الرهن حکما الی ان یہلک اور اگر مرہون  
ہلاک ہو گیا فسخ مذکور کے بعد تو سلم فیہ کے بدلے ہلاک ہوا تو رب السلم تو سلم فیہ کا دینا لازم ہوگا بسبب باقی رہنے رہن کے حکما اس کے ہلاک ہونے  
تک ہم یعنی رب السلم سلم فیہ کا مثل مسلم الیہ کو دینا اور اس المال کا لینا واجب ہے اس واسطے کہ رہن مضمون ہے اس کے بدلے اور البتہ رہن کا حکم اس کی  
ہلاکت تک باقی ہے تو رب السلم رہن کی ہلاکت سے سلم فیہ کا مستوفی ہو گیا کذا فی المنع و لای ان یرہن بدین کائن علیہ عبد الطفلة لان لہ ایداع فہذا اولی  
لہا کہ مضمونا والودیعۃ امانۃ اور باپ کو جائز ہے اپنے طفل کا غلام رہن رکھنا بدلے اس دین کے جو باپ پر ثابت ہے اس واسطے کہ باپ کو اس کے  
غلام کا دلایت رکھنا درست ہے تو رہن رکھنا بطریق اولی درست ہوگا بسبب ہلاک ہونے رہن کے مرتن پر تاوان واجب ہو کر اور ہلاک ہونے ودلیعت  
کے امانت ہو کر بلا تاوان والودعی کذلک اور وصی کو بھی اسی طرح صغیر کے غلام کو اپنے دین کے بدلے رہن رکھنا جائز ہے وقال ابو یوسف لا یملکان ذلک  
اور ابو یوسف نے کہا کہ باپ اور وصی اس کے مالک نہیں یعنی اس کے غلام کے رہن رکھنے کے تم اذ ہلک مضمنا قدر الدین للصغیر لا الفضل لانا امانۃ پھر

جب کہ غلام مرہون ہلاک ہو جائے تو باپ اور وصی صغیر کو بقدر دین کے تاوان دے نہ زیادہ کا تاوان اس واسطے کہ زیادہ امانت ہے اور امانت میں تاوان نہیں قال التمر تاشی لیضمن الوصی القیر لان ملاب ان یتفیع بمال البسی بخلاف الوصی لکن جزم فی الذخیرہ وغیرہ بالتسویۃ بینہما تاشی نے کہا کہ وصی غلام کی پوری قیمت کا تاوان دے اس واسطے کہ باپ کو صغیر کے مال سے نفع حاصل کرنا درست ہے برخلاف وصی کے کہ اس کو درست نہیں لیکن ذخیرہ وغیرہ میں باپ اور وصی کے برابر ہونے کا یقین کیا ہے ولہ ای ملاب رہن مالہ عند ولده الصغیر بدین لہ ای للصغیر علیہ ای علی الاب اور باپ کو جائز ہے اپنا مال رہن رکھنا اپنے فرزند صغیر کے پاس بدلے اس دین کے جو صغیر کا دین باپ پر ہے م فرزند صغیر کا دین جیسے اس کی مال کا مہر جو باپ کے ذمہ ہے و یکبسہ لا جملہ ای لاجل الصغیر بخلاف الوصی فانہ لا یمکن ذلک سراجیۃ اور باپ نے اس مرہون کو فرزند صغیر کے واسطے محبوس رکھے برخلاف وصی کے کہ وہ اس کا مالک نہیں ہے کذا فی السراجیۃ وکذا عکسہ ملاب رہن متاع طفلہ من نفسہ لانہ لو فور شفقۃ جمل شخصیتی و عیالین کثرانہ مال طفلہ اور اسی طرح کا حکم ہے اس کے بالعکس میں تو باپ کو اپنے طفل کی متاع رہن رکھنا اپنی ذات سے درست ہے اس واسطے کہ باپ و فور شفقت کے سبب سے دو شخص عاقد کے مانند قرار دیا گیا اور اس کی ایک عبارت بمنزلہ دو عبارت کے قرار دی گئی چنانچہ باپ کو خرید کر اپنے طفل کا مال جائز ہے یعنی تو فقط باپ کا ایجاب اور قبول بمنزلہ بائع اور مشتری کے ہوگا بخلاف الوصی لانہ وکیل محض فلا یتولی طرفی العقد فی رہن لا یصح وتمامہ فی الزلیعی برخلاف وصی کے اس واسطے کہ وہ تو وکیل محض ہے تو وہ مالک نہ ہوگا عقد کے ایجاب اور قبول کا نہ رہن میں نہ بیع میں اور اس کا پورا بیان زلیعی میں ہے اصل یہ ہے کہ ایک شخص رہن اور بیع کے عقد میں ایجاب اور قبول کا متولی نہیں ہوتا لیکن یہ قاعدہ باپ میں اس کی و فور شفقت کے سبب سے متروک ہوا اور وصی باپ کے مانند نہیں کیونکہ اس کی شفقت قاصر ہے تو حقیقت سے عدول نہ ہوگا کذا فی الزلیعی ملخصا و صح ثمن عبد او خل او ذکیۃ ان طهر عبد حرا او لخل خمر او الذکیۃ میتہ اور غلام اور سرکہ اور مذلوہ کے ثمن کے بدلے رہن صحیح ہے اگرچہ ظاہر ہو کہ غلام تو واقع میں آزاد ہے اور سرکہ شراب اور مذلوہ جو مردار ہے م فائدہ صحت رہن کا یہ ہے کہ در صورت ہلاکی مرہون کے مہتن پر ضمان واجب ہوگا و اگر رہن باطل ہو تو مضاف ہوتا امانت ہو کہ کذا فی الطحاوی و صح بدل صلح عن انکار ان اقرب بعد ذلک ان لا دین علیہ والاصل ما مر ان وجوب الدین ظاہر یعنی بصحۃ الرهن والکفیل اور رہن صحیح ہے اس صلح کے بدل سے جو انکار سے ہوئی اگر اقرار کرے بعد اس کے کہ اس پر دین نہ تھا واقع میں اور قاعدہ کلیہ وہ ہے جو گذر گیا کہ واجب ہونا دین کا ظاہر میں صحت رہن اور کفیل ہونے کے واسطے کفایت کرتا ہے م صورت اس کی یہ ہے کہ ایک شخص نے صلح کی انکار یعنی انکار دین سے اور بدل صلح کے عوض کوئی چیز رہن رکھ دی پھر دونوں نے باہم ایک دوسرے کی تصدیق کی کہ واقع میں دین نہ تھا تو رہن کا ضمان لازم ہے اور اصل ان مسائل میں یہ ہے کہ ظاہر میں وجوب دین صحت رہن کے واسطے کافی ہے حقیقۃ واجب ہونا شرط نہیں کذا فی الدرر و صح رہن الحجیرین والمکمل والموزون اور صحیح ہے رہن رکھنا چاندی اور سونے اور کپڑی اور زنی چیز کا اس واسطے کہ اشیاء مذکورہ محل استیفاء دین ہیں کذا فی الدرر فان رہن الذکور بخلاف منسہ ہلک لبقیمتہ و ہوا ظاہر پھر اگر چاندی یا سونے یا کپڑی یا زنی کو رہن رکھا اس کی جنس کے مخالف سے چنانچہ بعض کتب یا ثیاب کے اور مرہون ہلاک ہو گیا تو بمقابلہ کتب یا ثیاب کی قیمت کے تلف ہوا اور یہ تو ظاہر ہے مانند سائر اموال کے ان بجنسہ و ہلک ہلک بمثلہ و نہ نا وکیل لا قیمۃ خلا فالحما من الدین اور اگر اشیاء مذکورہ رہن ہوئیں اپنے جنس کے ساتھ اور ہلاک ہو گئے تو ہلاک ہوئے بمقابلہ مثل دین کے وزن میں یا بیل میں نہ قیمت میں برخلاف صاحبین کے م در صورت اتحاد جنس دین اور مرہون کے امام کے نزدیک تاوان بالمثل ہے وزن یا کیل میں اور صاحبین کے نزدیک قیمت مرہون معتبر ہے نہ وزن یا کیل مثلاً بقدر دس درم کے وزن چاندی رہن رکھی دس درم کے دین پر اور وہ تلف ہو گئی مہتن کے پاس تو اگر چاندی کی قیمت دس درم تھی تو دین ساقط ہو گیا یا اتفاق امام اور صاحبین کے اور اگر قیمت دس درم سے کمتر ہے تو امام کے نزدیک تو دین ساقط ہوا اور صاحبین



کے نزدیک مہتمن پر اس کی قیمت کا ضمان واجب ہے اس کے خلاف جنس سے کذا فی شرح لامسکین ولا غیرۃ بالجودۃ عند المقابله بالجنس ثم ان تساویا قضاہروان الدین ازید فالزائد فی ذمتہ الرهن وان الرهن ازید فالزائد امانۃ در رد مصدر الشرعیۃ اور اعتبار نہیں مہون کے جہد اور کھڑے ہونے کا مقابلہ جنس کے نزدیک پھر اگر دین اور مہون برابر ہیں تو ظاہر ہے یعنی دین ساقط ہو گیا اور اگر دین زیادہ مہون سے ہو تو زائد الرهن کے ذمہ پر ہے اور اگر مہون زائد ہے تو وہ امانت ہے یعنی وہ رهن کا ہے یعنی اگر تلف ہو گیا تو مہتمن پر اس کا ضمان نہیں کذا فی الدرر والصدور الشرعیۃ باع عبد علی ان یرہن المشتري بالثمن فیدنا بعینہ او یعطی کفیلاً کذلک بعینہ صح غلام بیچا اس شرط پر کہ مشتری ایک معین چیز رهن رکھ دے بدلے ثمن کے یا اسی طرح معین ضامن دے تو بیع صحیح ہے مگر اگر متعین رهن نہیں تو اگر مجلس بیع میں تعین یا ثمن اور مشتری متفق ہو گئے تو بیع جائز ہے اور اگر اتفاق نہ کیا اور ثمن ادا کیا تو بھی بیع جائز ہے اور نہیں تو فاسد ہے کذا فی الطحاوی علی الزلیعی ولا یجوز المشتري علی الوقاء لما مر انہ غیر لازم اور مشتری پر حیر نہیں وعدہ رهن پورا کرنے پر اس واسطے کہ مذکور ہو چکا کہ وہ غیر لازم ہے یعنی رهن اور وعدہ رهن لازم الوقا نہیں اور وعدہ رهن کارہن سے فوق نہیں حالانکہ رهن خود لازم نہیں تا عدم تسلیم تو وعدہ رهن کا بطریق اولی لازم نہ ہو گا وللبائع فسخ لفوات الوصف المرغوب اور در صورت عدم وفا یا ثمن کو فسخ بیع جائز ہے بسبب فوت ہو جانے وصف مرغوب کے یعنی بائع راضی ہوا تھا شرط مذکور سے تو بدول اس کے راضی نہ ہو گا پھر جب اس کی رضا تمام نہ ہوئی تو اس کو فسخ بیع کا اختیار ہے یا ترک رهن پر راضی ہو جائے الا ان یدفع المشتري الثمن حالاً او یدفع قیمتہ الرهن المشروط رهننا الحصول المقصود فسخ بیع کا بائع کو اختیار ہے مگر یہ کہ مشتری ثمن نقد دے یا مہون مشروط کی قیمت کو رهن رکھ دے تو فسخ بیع کا اختیار نہ ہے گا بسبب حاصل ہوجانے مقصود کے مگر یہ جواب ہے سوال مقدر کا سوال یہ ہے کہ شرط میں تو رهن معین مذکور ہے اور قیمت اس کی خلاف ہے حال جواب یہ ہے کہ استیفاء تو معنی پر ثابت ہے یعنی قیمت پر اور صورت رهن تو امانت ہے تو مقصود رهن سے اس کی قیمت ہے نہ بعینہ صورت وان قال المشتري بالثمن قد اعطاه شیئاً غیر بیعہ امسک ہذا حتی اعطیک الثمن فہو رهن تلفظہ بما فیہ الرهن والعبرۃ للمعانی خلافاً للثانی والثالثۃ اور اگر مشتری نے سوائے بیع کے کوئی چیز بائع کو دی اور اس سے کہا کہ اس کو رکھ یہاں تک کہ میں تجھ کو ثمن دوں تو وہ رهن ہو گا بسبب بولنے مشتری کے وہ لفظ جو رهن کا فائدہ دیتا ہے اور اعتبار معانی کا ہے نہ الفاظ کا برخلاف ابو یوسف اور آئمہ ثلاثہ کے م فتاوی عالمگیری میں ہے کہ رهن کا لفظ اور اس کا مادہ شرط نہیں ولو کان ذلک الشئ الذی قال لہ المشتري امسک ہو المبیع الذی اشتراہ بعینہ لولہ بعد قبضہ لانہ حیث یصلح ان یکون رهننا بئمنہ اگرچہ وہ چیز جس کو مشتری نے کہا کہ رکھ یہ وہی بیع جس کو اس نے بعینہ خرید کیا تو بھی رهن ثابت ہو گا بشرطیکہ مشتری نے بعد قبضہ کرنے بیع کے یہ کہا ہو اس واسطے کہ اس وقت میں یعنی قبضہ کرنے کے بعد وہ اس کی صلاحیت رکھتا ہے کہ مہون ہو بدلے اپنے ثمن کے م یعنی جب مشتری نے بیع پر قبضہ کیا تو اس کی ملکیت اس میں متعین ہو گئی یہاں تک کہ اگر وہ بعد قبضہ تلف ہو تو مشتری کا مال تلف ہو گا نہ بائع کا اور عقد بیع فسخ نہ ہو گا ولو قبلہ لایکون رهننا لانہ محبوبس بائمنہ کما مر اور اگر بیع کے قبضہ کرنے سے پہلے مشتری نے کہا کہ اس کو رهن رکھ تا دلائے ثمن تو وہ رهن نہ ہو گا اس واسطے کہ وہ تو محبوبس ہے بدلے ثمن کے چنانچہ گذر گیا مگر تو اگر بیع قبل قبضہ کے تلف ہو گا تو بیع فسخ ہو گی اور ثمن مشتری کے ذمہ پر سے ساقط ہو گا باقی لوکان المبیع مما یفسد بکلمہ و خبر فایضا المشتري و خاف البائع تلفہ ہاز بیعہ و شراؤہ ولو باعہ بازید تصدق بہ لان فیہ شبہۃ باقی رہی یہ صورت کہ اگر بیع غیر مقبوض جس کو مشتری نے بائع کے پاس رهن رکھا اس قسم کہ چیز ہو جو زیادہ ٹھہرنے سے بگڑ جاتی ہو چنانچہ گوشت اور روٹی سو مشتری نے ادائے ثمن میں دیر لگائی اور بائع ڈر اس کے تلف ہوجانے سے تو اس کا بچپنا اور دوسرے شخص کو اس کا خریدنا جائز ہے اور اگر اس کو بیچا ثمن اول سے زیادہ تو زائد کو خیرات کرے اس واسطے کہ اس میں شبہ ہے غیر کے مال ہونے کا یعنی مشتری کا م طحاوی نے کہا یہ بھی احتمال ہے کہ یہ مسئلہ مستقل عام ہو خواہ رهن ہو یا نہ ہو رهن رجل عینا عند رجلین

بدین لکل منہما صح و کلمہ رہن من کل منہما و کو غیر شریکین اور اگر ایک مرد نے کوئی چیز دو مردوں کے پاس رہن رکھی بدلے اس دین کے جو دونوں کا ہے تو رہن صح ہے اور وہ چیز بالکل دونوں شخصوں کے پاس رہون ہے اگرچہ دونوں شریک نہ ہوں م یہ نہیں ہے کہ اس کا نصف ایک شخص کے پاس رہن ہو اور دوسرا نصف دوسرے شخص کے پاس اس واسطے کہ رہن مضاف ہے جمیع علی کی طرف بصفتہ واحدہ اور اس میں شیوع نہیں اور موجب اس کا حبس بالدرن ہے اور وہ متجزی نہیں تو وہ محبوس ٹھہرا ہر شخص کا اور اس میں کچھ منافات نہیں برخلاف اس کے کہ اگر ہر دے دو شخصوں کو تو اہام کے نزدیک درست نہیں اس واسطے کہ ہر دے سے مقصود ایجاب ملک ہے اور عین واحد میں ہر شخص کی ملک کامل متصور نہیں ہو سکتی کذا فی الدرر فان ثانیاً فکل واحد منہما فی نوبتہ کالعدل فی حق الآخر ہذا لولم لا یتجزا ان مما یتجزا فکل کل حبس النصف فلو دفع لکلہ ضمن عنذہ خلافا لہما واصل مسئلۃ الودیعۃ زیلعی پھر اگر دونوں مرتہنوں نے مرتہون مذکور میں باری باندھ لی تو ہر مرتہن اپنی باری میں شخص عادل کے مانند ہے دوسرے مرتہن کے حق میں یہ اس صورت میں ہے جب کہ مرتہون اس قسم سے ہو جو قسمت قبول نہیں کرتا چنانچہ گھوڑا یا غلام اور اگر قسمت پذیر ہو چنانچہ مکس یا گیسو تو ہر مرتہن کو نصف مرتہون کا حبس لازم ہے اگر ایک دوسرے کو بالکل مرتہون دے گا تو اہام کے نزدیک اس پر تاوان لازم ہو گا نہ صاحبین کے نزدیک اور اس مسئلہ کی اصل ودیعت کا مسئلہ ہے کذا فی الزیلعی ہم واقع پر ضمان عصب لازم آوے گا نہ بیعی میں ہے کہ جب شی قابل قسمت دو شخصوں کے پاس ودیعت رکھے سو ایک مودع نے دوسرے کو بالکل دی تو واقع پر ضمان لازم آوے گا خلافاً للصاحبین ولولہ ملک ضمن کل حصۃ لتجزی الاستیفاء اور اگر مرتہون تلف ہو گا تو ہر مرتہن بقدر اپنے حصہ دین کے تاوان دے گا بسبب قسمت پذیر ہونے استیفاء دین کے یعنی عند الہلاک ہر مرتہن اپنے حصہ کا مستوفی ہو گیا اس واسطے کہ استیفاء متجزی ہے کذا فی الدرر فان قضی دین احدہما فکلہ رہن لآخر لکما مر ان کل العین رہن فی ید کل منہما بلا تفرق پھر اگر ملاہن نے ایک مرتہن کا دین ادا کر دیا تو بالکل مرتہون دوسرے مرتہن کے پاس رہن رہے گا بدلیل گذشتہ کہ تمام عین ہر مرتہن کے ہاتھ میں رہن ہے بلا تفرق یعنی بلا تجزی وان رہنہا رجلا رہنہا واحدہ بدین علیہما صح بکل الدین و میسکہ الی استیفاء کل الدین اذ لا شیوع اور اگر دو شخصوں نے ایک مرد کے پاس ایک چیز رہن رکھی محض اس وجہ کے جو دونوں ہر دے تو رہن صحیح ہو گا بعوض تمام دین کے اور مرتہن مرتہون کو اپنے پاس رکھے گا تمام دین کے حاصل ہونے تک اس واسطے کہ اس صورت میں شیوع نہیں ہے م اس واسطے کہ قبض رہن تمام مرتہون میں بلا شیوع حاصل ہے کذا فی الدرر ولورہن عبدہ بن بالف لا یأخذ احدہما بقضاء حصۃ حبس الکل بکل الدین کا بیع فی ید اللہایع اور اگر ایک شخص نے دو غلام بعوض ہزار کے رہن رکھے تو راہن ایک غلام کو اس کا حصہ ادا کرنے سے نہ لے گا بسبب محبوس ہونے دونوں غلام کے بعوض تمام دین کے اجمالاً جیسے بیع محبوس رہتا ہے بائع کے پاس تا ادا کاشن فان سمی لکل واحد منہما شیئاً من الدین لہ ان یقبض احدہما اذا دی ماسمی لہ بخلاف البیع لتعدد العقد بتفصیل اثنین فی الہن لا یباع ہوا لا صح اور اگر راہن نے ہر غلام کے واسطے کچھ دین مقرر کر دیا یعنی مثالیوں کہا کہ یہ غلام بعوض چار سو دم کے رہن رکھتا ہوں اور وہ غلام بعوض چھ سو دم کے رکھتا ہوں تو راہن کو ایک غلام پر قبضہ کرنا جائز ہے جب کہ ادا کرے اس قدر دین جو اس کے واسطے معین کر دیا بخلاف بیع کے بسبب متعدد ہو جانے عقد کے تفصیل اثنین سے رہن میں بیع میں یہی قول صحیح تر ہے م وجہ اس کی یہ ہے کہ عقد رہن کا قبول کرنا ایک غلام میں دوسرے عقد کے صحیح ہونے کے واسطے شرط نہیں برخلاف بیع کے اس واسطے کہ بیع میں اہام کے نزدیک تفصیل اثنین سے تعدد عقد کا نہیں ہوتا ولہذا اگر ایک میں بیع قبول کرے دوسرے میں تو بیع باطل ہو جاوے گی کل میں اس واسطے کہ بائع کو ضرر ہوتا ہے تفریق صفتہ سے کیونکہ یہ عادت جاری ہے کہ ناقص کو عمدہ کے ساتھ ملا کر بیچتے ہیں اور رہن میں ایسا نہیں ہے اس واسطے کہ راہن کو تفریق سے ضرر نہیں ہوتا اور یہی روایت اصح ہے اور اصل کی روایت میں اس مسئلہ میں اور مسئلہ سابقہ میں کچھ فرق نہیں کذا فی المنع طحاوی نے کہا بہترین تھا کہ شایع بجائے تفصیل اثنین کے تفصیل البطل کہتا اس واسطے کہ اثنین میں ہوتا ہے رہن



میں و بطل بیتہ کل منہما ای میں رحلتین علی رجل انہ ای ان کل واحد رہنہ ہذا الشی کعبہ مثلاً عنہ وقبضہ لا ستمالہ کن کل رہنا لہذا  
 وکلہ رہنا لہذا ک فی آن واحد ولا یکن تنصیفہ للزم اشیعوع فقہا تہتا تہتا و حیث فیہ ملک مانہ اذ الباطل لا حکم لہ اوردور مردوں کے گواہ ایک مرد پر باطل  
 ہیں اس مقدمہ میں کہ اس مرد نے اس کے پاس یہ چیز مثلاً غلام کو رہن رکھا اور اس نے اس پر قبضہ کیا اس واسطے کہ تمام غلام کا اس کے پاس رہن ہوتا  
 اور سب غلام کا اس کے پاس رہن ہونا ایک آن میں محال ہے اور اس کا نصف نصف رہن ہونا ممکن نہیں بسبب لازم ہونے شیوع کے تو دونوں  
 گواہیاں ساقط ہو گئیں اور اس وقت میں اگر مرد ہون ہلاک ہو گا تو امانت ہلاک ہو گا بدون ضمان کے اس واسطے کہ رہن باطل کے لیے کچھ حکم نہیں ہوتا  
 م حق یوں ہے کہ ائہ کی ضمیر کا مرجع رجل ہے نہ کل واحد اور رہنہ کی ضمیر مستتر کا مرجع رجل راہن ہے اور ضمیر ظاہر کا مرجع کل واحد ہے اس لیے کہ مرتن دو  
 مرد ہیں اور راہن ایک مرد ہے کذا فی الطحاوی لہذا مترجم نے اسی کے موافق ترجمہ کیا نہ شامح کے موافق لان الحق حق بالاتباع ہذا اذ الم یورخا فان  
 ارخا کان صاحب التاریخ الا قدم اولی وکذا اذا کان المرہن فی ید احدہما کان ذوالید الحق لقرینہ سببہ یہ یعنی بطلان شہادتین کا اس وقت ہے  
 جب کہ دونوں نے تاریخ بیان نہ کی ہو سہ دونوں اگر تاریخ بیان کی ہو تو اگلی تاریخ والا لائق رہے اور اسی طرح جبکہ مردوں ایک مٹی کے پاس ہر تو قابض زیادہ تر حق دار ہے  
 اس کی سبقت کے قرینہ سے یعنی اس کا قادر ہونا قبضہ پر دلیل ہے اس کے سبقت کی ولومات راہنہ ای راہن العبد مثلاً والحاں ان المرہن معہما  
 ای فی یدہما اولای ولیس العبد معہما فان الحکم واحد زلیعی فیرہن کل کذلک کما وصفناہ کان فی ید کل واحد منہما نصفہ ای العبد رہنا بحقہ  
 استحسانا لا لقلابہ بالموت استیفاء و الشائع یقیدہ اور اگر مثلاً غلام کا راہن مر گیا اور حالانکہ مرد ہون ان کے ساتھ ہے یعنی ان کے قبضے میں ہے  
 یا قبضے میں دونوں کے نہیں دونوں میں ایک ہی حکم ہے کہ انی الزلیعی پھر ہر مرتن اسی طرح گواہ لایا چنانچہ ہم نے اس کو بیان کیا ہے یعنی ہر مرتن کے  
 گواہ نے یہ گواہی دی کہ میت نے اس غلام کو مدعی کے پاس رہن رکھا اور اس کا قبضہ اس پر رہا تو ہر مرتن کے قبضے میں نصف نصف غلام رہن ہے گا  
 اس کے حق یعنی اس کے دین کے بدلے از روئے استحسان کے اس لیے کہ رہن موت راہن کے سبب سے منقلب باستیفاء ہو گیا اور شائع استیفاء کو  
 قبول کرتا ہے ہم قیاس یہ ہے کہ رہن مذکور باطل ہو اس واسطے کہ رہن سے مقصود مجلس ہے استیفاء دین کے واسطے اور مجلس یہاں نہیں ہو سکتا شیوع  
 کے سبب وجہ استحسان یہ ہے کہ عقد تو بالذات مراد نہیں ہوتا بلکہ عقد مراد ہوتا ہے اور حکم دہن زندگی راہن میں جس تھا اور شائع اس کو قبول نہیں کرتا اور راہن کی موت کے  
 بعد دین حاصل کرتا ہے مرد ہون کو بیع کر اس کے ثمن سے اور شائع اس کو قبول کرتا ہے کذا فی المنع اخذ عمامۃ المدیون لتکون رہنا عنہ لکن رہنا  
 بکلت تہنک ہلاک ہون قال و ہذا ظاہر اذ رضی المطلوب تبرکہ رہنا عمادیہ ومفادہ انہ ان رضی تبرکہ کان رہنا والا لا وعلیہ بحمل اطلاق السراجیہ وغیرہا کما اذا  
 افادہ المصنف راہن نے مدیون کی پگڑی لی تا اس کے پاس رہن رہے تو وہ پگڑی رہن نہ ٹھہرے گی اور جب کہ تلف ہوگی تو بطور مرد ہون کے تلف  
 ہوگی یعنی ضمان رہن لازم ہو گا نہ ضمان غصب کا صاحب عمادیہ نے کہا اور یہ حکم یعنی اس کا ہلاک ہونا بطور مرد ہون کے ظاہر ہے جب کہ مدیون اس کے  
 رہن رہنے پر راضی ہو گیا ہو کذا فی العمدیہ اور اس کلام سے مستفاد ہوتا ہے کہ اگر مالک اس کے رہن رہنے پر راضی ہو تو وہ رہن ثابت ہو گا اور اگر راضی  
 نہ ہوا تو رہن نہیں غصب ہے اور شق ثانی کے مستفاد پر سراجیہ وغیرہ کا اطلاق محمول ہے چنانچہ مصنف نے اس کو شرح میں بیان کیا ہے ہم سراجیہ میں  
 یوں ہے کہ جب مدیون کی پگڑی بدوں اس کی رضامندی کے اپنے پاس رہن رکھنے کے واسطے لی تو وہ رہن نہیں ہے بلکہ غصب ہے انتہی خلاف مطلب  
 شامح کا یہ ہے کہ اگر بدوں رضائے مدیون پگڑی لی پھر وہ راضی ہو گیا اور پگڑی تلف ہوئی تو بطور رہن کے تلف ہوئی ہے اور  
 راضی نہ ہوا تو بطور غصب کے تلف ہوئی اور مانند اس کے حالگیری میں جو اہر الفتاوی سے منقول ہے کذا فی الطحاوی وفي المجتبی رب المال میسک

مال المدیون رہنا بلا اذن و قیل اذا ایس فله اخذه مکان حقہ قضایہ من دینہ و اقتره المصنف اور مجتبیٰ میں ہے کہ مالک مال کو جائز ہے کہ مدیون کے مال کو بدوں اس کی اجازت کے رہن کے طور پر روک لے اور بعض نے کہا ہے کہ جب مالک کو یا اس ہو تو اس کو اپنے دین کی جگہ پر مدیون کا مال لے لینا اپنے دین کے وصول کرنے کو درست ہے اور اس کو مصنف نے ثابت رکھا ہے دفع ثوبین فقال خذایہما شئت رہنا بکذا فاخذہما لم یکن واحد منہما رہنا قبل ان یختارا احدہما سراجیۃ مدیون نے دائن کو دو کپڑے دیے پھر کہا ان دو میں سے ایک کپڑا جس کو تو چاہے رہن رکھ جو فی اس قدر دین کے سودائے دو نوں کپڑے لے تو ان میں سے ایک کپڑا بھی رہن نہ ہو گا ایک کے اختیار کرنے سے پہلے کذا فی السراجیۃ یعنی جب تک ایک کپڑے کو پسند نہ کرے گا تو رہن ثابت نہ ہو گا فروع مسائل ملحقہ شارح کے غصب الرهن کہلا کہ الا اذا غصب فی انتفاع مرتہ ہی باذن راہن رہن کا غصب کرنا اس کے تلف ہو جانے کے مانند ہے تاوان لازم ہونے میں مگر جب کہ غاصب نے غصب کیا اس حالت میں جب کہ مرتہ ہی رہن اس کے استعمال میں لایا ہو راہن کی اجازت سے تو مرتہ ہی پر ضمان لازم نہ ہو گا مگر مصحف رہن رکھا اور راہن نے مرتہ ہی کو اس میں پڑھنے کی اجازت دی تو اگر پڑھنے کی حالت میں تلف ہو گیا تو دین ساقط نہ ہو گا یعنی اس لیے کہ ضمان مرتہ ہی پر لازم نہ ہو گا اس لیے کہ رہن کا حکم عیس ہے پھر جب اس کو استعمال میں لایا مالک کے اذن سے حکم بدل گیا اور رہن باطل ہو گیا اور اگر تلف ہوا پڑھنے کے بعد تو دین ساقط ہو گا کذا فی العالمگیریہ عن ابو جبر امرہ بدفعہ لللال فدفعہ فہلک لم یضمن راہن نے مرتہ ہی کو امر کیا کہ مرتہ ہی دلال کو دے یعنی بیچنے کو سو اس نے اس کو دیا پھر وہ تلف ہو گیا تو مرتہ ہی پر ضمان لازم نہ ہو گا حامی وضع المصحف الرهن فی صندوق و وضع علیہ قصعة ماء للشرب فانصب الماء علی المصحف فہلک ضمن ضمان الرهن لا الزیادۃ ایک حامی نے مرتہ ہی مصحف کو اپنے صندوق میں رکھا اور اس پر پانی پینے کا کٹورا رکھ دیا سو پانی ٹپک پڑا مصحف پر سو وہ بھیگ کے تلف ہو گیا تو حامی رہن کا تاوان دے گا نہ زیادہ کا یعنی دین اس کا ساقط ہو گا اور اگر مصحف کی قیمت دین سے زیادہ ہوگی تو اس کا تاوان لازم نہ ہو گا کیونکہ دین سے زیادہ امانت ہے اور امانت پر تاوان نہیں والمودع لا یضمن شیئاً مانیۃ اور امانت دار پر کچھ تاوان نہیں یعنی بدوں تعدی کے کذا فی القنیۃ الا بل فی الرهن یفسد مدت مقرر رہن کی مفسد ہے اس واسطے کہ رہن کا حکم عیس دائمی ہے تا حصول دین تو در صورت ہلاکی کے تاوان لازم ہو گا اس واسطے کہ رہن فاسد رہن صحیح کے مانند ہے لزوم ضمان میں برخلاف رہن باطل کے کذا فی الطحاوی سلفہ بیوہ مات لمرتن بیعہ بلا محضارۃ راہن نے مرتہ ہی کو مرتہ ہی کی بیع پر مسلط کر دیا اور راہن مر گیا تو مرتہ ہی کو اس کی بیع کا اختیار ہے بدوں حاضر ہونے راہن کے وارث کے م تو وارث نقص بیع نہیں کر سکتا اس لیے کہ حق مرتہ ہی کا اس سے متعلق ہو گیا ہے اور وہ باطل نہیں ہو سکتا راہن کے مرجانے سے کذا فی الطحاوی غاب راہن غیبہ منقطعہ فرغ المرتہ امرہ القاضی لیبیعہ بیعہ یعنی ان بجز ولومات ولا یعلم وارث فباع القاضی دارہ جائزہ کذا فی متفرقات بیوع النہر راہن غائب ہو گیا بطور غیبت منقطعہ کے سو مرتہ ہی نے اس کی نالشی کی قاضی سے تا مرتہ ہی کو بیع دے اس کے دین کے سببے لولائق بقوا عد فقہ یہ ہے کہ جائز ہو اور اگر راہن مر گیا اور اس کا کوئی وارث معلوم نہیں سو قاضی نے اس کا گھر بیچ ڈالا تو جائز ہے ایسا مذکور ہے نہ الفائق کی کتاب البیوع کے متفرقات میں و فی الذخیرۃ لیس لمرتن بیع ثمرۃ الرهن وان خاف تلفہا لانہ ولایۃ الخس لا البیع و یکن رفعہ الی القاضی حتی لو کان فی موضع لا یمکنہ الرفع للقاضی او کان بحال یفسد قبل ان یرفع جائز لان بیعہ اور ذخیرہ میں ہے کہ مرتہ ہی کو جائز نہیں مرتہ ہی کا پھل بیچنا اگرچہ اس کے تلف ہو جانے کا خوف ہو اس واسطے کہ مرتہ ہی کو عیس مرتہ ہی کا اختیار ہے بیع کا اور ممکن ہے اس کا مرتہ کرنا قاضی کی طرف سے تو اگر ایسے مکان میں ہو کہ اس کو قاضی کی طرف سے مرتہ کرنا ممکن نہ ہو یا وہ پھل ایسا نازک ہو کہ مرتہ کرنا ہو اور قاضی نے اس سے پہلے تو مرتہ ہی کو اس کا بیچنا جائز ہے واللہ اعلم ۔

یہ باب ہے اس رہن کے احکام میں جو رکھا جائے عدل یعنی معتمد کے ہاتھ میں جب راہن اور مرتہ ہی کے احکام مذکور باب الرهن یوضع علی ید عدل ہو چکے تو اب ان کے نائب کے احکام شروع ہوئے یعنی عدل کے اور عدل سے یہاں مراد وہ شخص ہے جس کے ہاں مرتہ ہی



کہنے پر راہن اور مرہن دونوں راضی ہو گئے اور اس کی بیع پر راضی ہوئے مدت کے آنے پر اور وہ راہن کا وکیل ہے مرہون کی بیع میں لیکن وہ تو وکیل مفرد کے مخالف ہے چند مسائل میں چنانچہ بعض مسائل مذکورہ عنقریب مذکور ہوں گے سہی بعد اللہ فی زعم الراہن والمترہن نائب کا نام عدل اس واسطے رکھا گیا کہ اس کی عدالت راہن اور مرہن کے گمان میں ثابت ہے اذاً وضعا الراہن علی يد عدل صحیح و تم بقبضہ جیسے کہ راہن اور مرہن نے مرہون کو معتمد کے ہاتھ میں رکھ دیا تو مرہن صحیح ہے اور مرہن تمام اور لازم ہو گا اس شخص کے قبضہ کرنے سے ولایا خذہ احدہما منہ اور نہ لے گا مرہون کو راہن یا مرہن معتمد سے یعنی اس شخص کے واسطے کہ دونوں کے حق مرہون سے متعلق ہیں راہن کا حق ہے حفظ اور امانت میں اور مرہن کا حق ہے استیفاء دین میں تو ایک شخص دوسرے کے ابطال مالک نہ ہو گا و ضمن لو دفع الی احدہما متعلق صحتمابہ اور معتمد تاوان دے گا اگر مرہون یا مرہن کو دے گا اس لیے کہ دونوں کا حق اس سے متعلق ہے یعنی اس واسطے کہ شخص معتمد راہن کا امانت دار ہے عین کے حق میں اور مرہن کا امانت دار ہے مابیت کے حق میں اور ہر شخص دوسرے سے اجنبی ہے اور امانت دار پر تاوان لازم آتا ہے اجنبی کے دین سے کذا فی الدرر فلو دفع فلو فقلت ضمن لتعدیہ واخذ امنہ فیمتہ وجعلنا عندہ او عندہ غیرہ ولیس للعدل جعلنا رہننا فی ید ثانیہ یصیر قاضیا و مقتضیا پھر اگر معتمد نے مرہون ایک کو یعنی راہن یا مرہن کو دیا سو وہ اس کے پاس تلف ہو گیا تو معتمد تاوان دے اپنی تعدی کے سبب سے اور راہن اور مرہن سے مرہون کی قیمت لیں اور اس قیمت کو مرہن رکھ دیں اس معتمد کے پاس یا اس کے سوا اور شخص کے پاس اور معتمد کو اس قیمت کا مرہن رکھ لینا اپنے پاس جائز نہیں تاکہ معتمد ادا کرنے والا اور قیمت کا تقاضا کرنے والا نہ ہو جائے ہم اس واسطے کہ قیمت مرہون کی معتمد پر واجب ہے تو اگر قیمت کو اپنے پاس رکھے تو قیمت کا ادا کرنے والا اور تقاضا کرنے والا ٹھہر گیا اور حالانکہ دونوں میں مخالف ہے کذا فی المنع و ہل للعدل الرجوع مبسوط فی المطولات اور معتمد کو کیا رجوع کرنا جائز ہے جواب اس کا مفصل مذکور ہے بڑی کتابوں میں مزیلی میں ہے کہ جب مرہون کی قیمت مرہن ہوئی معتمد اول کے پاس یا غیر کے پاس پھر راہن نے دین ادا کیا سو اگر معتمد نے قیمت کا تاوان دیا ہو اس وجہ سے کہ اس نے مرہون راہن کو دیا تھا تو قیمت مرہن کے واسطے سالم رہی اس کو لے جس کے پاس ہو اور اگر معتمد نے مرہون کی قیمت کا ضمان دیا ہو اس وجہ سے کہ اس نے مرہون مرہن کو دیا تھا تو راہن قیمت کو لے گا جس کے پاس ہو پھر معتمد کو مرہن سے قیمت بھر لینا جائز ہے یا نہیں جواب اس کا یہ ہے کہ اگر معتمد نے مرہن کو مرہون بطور ماریت یا ودیعت کے دیا اور وہ تلف ہو گیا ہو اس کے پاس تو مرہن سے اس کا رجوع درست نہیں اور اگر مرہن نے اس کو خود تلف کر ڈالا ہو تو معتمد مرہن سے بھرے گا اور اسی طرح رجوع درست ہے اگر معتمد نے مرہون دینے کے وقت مرہن سے یوں کہا ہو کہ اے اس کو بدلے اپنے حق کے یا مجلس کراس کو بدلے اپنے دین کے کذا فی الخطا وی مختصرا و اذا ملک یہ ملک من ضمان المترہن اور جب کہ مرہون تلف ہو گیا معتمد کے پاس تو مرہن کے ضمان سے تلف ہو گا یعنی مرہن پر تاوان اس کا لازم ہو گا و کل الراہن المترہن او کل العدل او غیرہما بیعہ عند حلول الاصل صحیح تو کیدہ لو الوکیل اہلا لذلک ای للبیع عند التوکیل پھر اگر راہن مرہن کو یا معتمد کو یا ان کے سوا اور شخص کو مرہون کی بیع کا وکیل کرے دین کی مدت آنے کے نزدیک تو یہ وکیل کرنا صحیح ہے بشرطیکہ وکیل بیع کرنے کی یاقت رکھنا ہو وکیل کرنے کے وقت یعنی عاقل بالغ ہو والا لکن اہلا لذلک عند التوکیل لاصح الوکالۃ و حیث مذ فلو وکل بیعہ صغیرا لا یعقل فباعہ بعد بلوغہ لم یصح خلافا لما ادا وکیل اس کی یاقت نہ رکھتا ہو تو وکیل کے وقت تو وکالت صحیح نہ ہوگی اور اس وقت میں تو اگر راہن نے مرہون کی بیع کا صغیر بے تمیز کو وکیل کیا اور اس نے اپنے بائع ہونے کے بعد بیع کی تو بیع صحیح نہ ہوگی امام کے نزدیک برخلاف صاحبین کے کہ ان کے نزدیک بیع صحیح ہے خان شرط الوکالۃ فی عقد الرهن لم یغزل بعزلہ ولا یموت الراہن ولا المترہن للزومہما بلزوم العقد فی تخالف الوکالۃ المفردۃ من وجوہ احد ہذا پھر اگر وکالت مشروط ہوئی عقد رهن میں تو وکیل معزول نہ ہو گا راہن کے معزول کرنے سے اور نہ راہن کی موت سے اور نہ مرہن کی موت سے سبب لازم ہو جانے وکالت کے عقد رهن کے لزوم کے سبب تو رهن کی وکالت مخالف ہے وکالت مفردہ سے بچند وجہ ان میں سے ایک وجہ یہ ہے کہ موکل کی موت

وکیل معزول نہیں ہوتا اور وکالت مفردہ میں معزول ہو جاتا ہے۔ شرط وکالت کی یہ صورت ہے کہ راہن کہے کہ میں نے اس کو یہ دیکھا اس شرط پر کہ فلا شخص مدت کے آنے پر وکیل ہو اس کے بیع کرنے کا کذا فی المحوی والثانی ان الوکیل ہنا بجبر علی البیع عند الاقتران اور دوسری وجہ یہ ہے کہ وکیل پر یہاں یعنی بیع رہن کی وکالت میں جبر کیا جائے گا بیع پر امتناع کے نزدیک ہم وجہ جبر یہ ہے تا مرن کو ضرر نہ ہو اور کیفیت جبر کی یہ ہے کہ حاکم وکیل کو چند روز قید رکھے اگر اس پر بھی وہ امر کرے تو حاکم اس کو بیچ ڈالے کذا فی الدرر وکذا لو شرطت بعد الزہد فی الاصح زیلعی علی خلاف ظاہر الروایۃ وان صحیحاً قاضی خان وغیرہ علی ما نقلہ القمستانی وغیرہ فقہیہً بالوکالۃ المفردۃ اور اسی طرح توکیل اور وکیل پر جبر صحیح ہے اور وکالت مشروطہ برکتی ہوئے بعد رہن کے صحیح تر قول میں کذا فی الزیلعی برخلاف ظاہر الروایۃ کے اگرچہ قاضی خان وغیرہ نے ظاہر الروایۃ کو صحیح کہا ہے چنانچہ قمستانی وغیرہ نے اس کو نقل کیا ہے تو خبر دار رہو برخلاف وکالت مفردہ کے ہم مالگیری میں ہے کہ اگر معتد بیع سے انکار کرے تو اگر توکیل بعد تمام رہن کے ہوئی ہو تو ابولویوسف علیہ الرحمۃ سے روایت ہے اور اسی قول کو بعض مشائخ نے لیا ہے کہ اس پر جبر کیا جائے گا چنانچہ وجہ میں ہے اور یہی قول صحیح ہے چنانچہ محیط سرخسی میں ہے والثالث انہ یملک بیع الولد والارث او تیسری وجہ یہ ہے کہ وکیل مذکور مرہون کے نیچے اور دین کے بیع کا مالک ہے ہم بیع دیت کی یہ صورت ہے کہ غلام مرہون کو کسی نے قتل کیا خطا کی راہ سے پھر اس کی دیت میں اجناس دی تو وکیل کو بیع اجناس کا اختیار والرابع اذا باع بخلاف جنس الدین کان لہ ان یشترک فی جنسہ ای الدین بخلاف الوکالۃ المفردۃ اور چوتھی وجہ یہ ہے کہ جب وکیل نے مرہون کو بیچا جنس دین کے برخلاف تو اس کو جنس دین کی طرف پھیرنا درست ہے برخلاف وکالت مفردہ کے کہ وہ صرف کا مالک نہیں والجنس اذا کان عبداً وقتلہ عبد خطاً فذبح بالجنایۃ کان لہ بیع بخلاف المفردۃ متعلق بالبیع اور پانچویں وجہ یہ ہے کہ جب مرہون غلام ہو اور اس کو دوسرا غلام از راہ خطا قتل کر ڈالے سو غلام قاتل قتل کے بدلے دیا گیا تو وکیل کو اس کی بیع کا اختیار ہے برخلاف وکالت مفردہ کے یہ مخالفت کا قول پانچوں صورتوں سے متعلق ہے ولہ یو فی غلبۃ ورثۃ ای ورثۃ الایہن کما کان لہ حال حیاتیۃ البیع بغیر حضرت ای حضرت الزہد اور وکیل مذکور کو مرہون کا بیچنا راہن کے وارثوں کے پیچھے درست ہے جیسے اس کو اس کی بیع کا اختیار تھا راہن کی زندگی میں بغیر موجود ہونے راہن کے و تطل الوکالۃ بموت الوکیل مطلقاً اور وکالت باطل ہو جاتی ہے وکیل کی موت سے ہر طرح خواہ وکیل مرن ہو یا قتل یا غیر ان کا اس واسطے کہ وکالت میں میراث جاری نہیں اور موکل وکیل کی رائے پر راضی ہوا تھا نہ اس کی بغیر کی رائے پر یعنی ان وصیہ خلفہ لکن خلاف جواب الاصل اور ابولویوسف سے ایک روایت ہے کہ وکیل کا وصی وکیل کا خلیفہ ہے امور مذکورہ میں لیکن یہ روایت اصل یعنی امام محمد کے مبیوط کے جواب کے مخالف ہے کذا فی الطحاوی ولو اوصی الی آخر بیعہ لم یصح الا اذا کان مشروطاً لذلک فی الوکالۃ اور وکیل مذکور نے اگر وصیت کی بیع مرہون کی دوسرے شخص کو تو صحیح نہیں مگر جب کہ وکیل کا وصیت کرنا وکالت میں مشروط ہو گیا ہو تو درست ہے ہم صورت اس کی یہ ہے کہ راہن نے اصل وکالت میں یوں کہا ہو کہ میں نے تجھ کو بیع مرہون کا وکیل کیا اور جو تو اس میں کہے میں نے تجھ کو اس کی اجازت دی کذا فی الطحاوی ولا یملک راہن ولا مرن بیع بغیر رضی الآخر اور مالک نے راہن اور مرن مرہون کی بیع کا بدوں رضا مندی دوسرے کے یعنی راہن بدوں رضائے مرن یا مرن بدوں رضائے راہن بیع نہیں کر سکتا اس واسطے کہ مرہون سے دونوں کا حق متعلق ہے تو ایک دوسرے کے حق کو بدوں اس کے اذن کے باطل نہیں کر سکتا فان حل الاصل وغاب الراہن وجبر الوکیل علی بیعہ کما ہوا حکم فی الوکیل بالخصوصۃ اذا غاب موکلہ او اباً فانہ یجبر علیہا بان یجسہ ایا ما بیع فان لم یجد ذلک باع القاضی دفعا للضرر پھر اگر دین کی مدت پہنچی اور راہن غائب ہے تو وکیل پر جبر کیا جاوے گا اس کی بیع کا چنانچہ یہی حکم ہے خصوصیت کے وکیل میں جب کہ اس کا موکل غائب ہوئے یا وکیل خصوصیت سے انکار کرتا ہو تو اس پر خصوصیت یا بیع مرہون کے واسطے



بیر کیا جاوے گا اس طرح کہ قاضی اس کو قید رکھے چند روز پھر اگر وہ عدم بیع پر اصرار کرے تو قاضی اس کو بیچ ڈالے دفع ضرر کے واسطے مطلقاً وی سے  
 لیا کہ کیفیت اجبار کی درمختار کے اکثر نسخوں میں مذکور نہیں و ان باعہ العدل فالتمن رہن کا لتمن فیہ ملک کہلہ اور اگر معتد نے مرہون بیچ ڈالا  
 تو اس کا تمن رہن رہے گا بیع کے مانند تو تمن تلف ہوگا بیع کے تلف ہونے کے مانند یعنی مرہون کا مال تلف ہوگا بسبب باقی رہنے عقد رہن کے  
 اس واسطے کہ تمن قائم مقام ہے بیع مرہون کے فان اوفی ثمنہ لبعده المرہون فاستحق الرهن وضمن فان كان البیع یا کافی ید المشتري ضمن  
 المستحق الراہن ان شاء لان غاصب پھر اگر معتد نے مرہون بیچا اور اس کا تمن بیع کے بعد مرہون کو دیا پھر مرہون غیر راہن کی ملک بھڑا اور اس کا  
 تاوان دیا گیا سو اگر بیع تلف ہو گیا مشتری کے پاس تو مالک مستحق کو اختیار ہے چاہے راہن سے تاوان لے اس واسطے کہ وہ غاصب ہے  
 جس نے پرایا مال رہن رکھا بلا اذن مالک کے وینڈ صحیح البیع والقبض لتمنہ لبعده اور اس وقت میں بیع معتد کی اور قبضہ مرہون کا تمن پر معتد کے ہاتھ  
 سے صحیح ہو گیا بسبب مالک ہو جانے راہن کے اس کے تاوان دینے سے اور تمن المستحق العدل لتقدیرہ بالبیع ثم ہوای العدل لضمن الراہن و صحی ایشا  
 یا چاہے مالک شخص معتد سے تاوان لے بسبب اس کی تعدی کے بیچنے اور تسلیم ثمن کرنے سے پھر معتد تاوان لے گا راہن سے مرہون کی قیمت کا اور اس وقت  
 میں بیع مرہون صحیح ہوگی اور قبضہ مرہون کا تمن پر بھی بھڑے گا اور تمن المرہون ثمنہ الذی اداه الیہ یا معتد چاہے مرہون سے تاوان لے اس ثمن کا جو معتد نے  
 اس کو ادا کیا یعنی اس واسطے کہ استحقاق سے ظاہر ہو گیا کہ مرہون نے ناحق ثمن لیا کذا فی الدرر و ہوای لتمن لہ ای للعدل لانہ بدل ملک اور وہ یعنی ثمن مذکور  
 معتد کا مملوک ہے اس واسطے کہ اس کی ملک کا بدلہ ہے جب معتد نے مرہون بیع کا تاوان دیا تو مرہون اس کی ملک ہو گیا اور ثمن اس کا بدلہ ہے تو ثمن معتد کا  
 مملوک ہو گیا کذا فی الدرر و رجوع المرہون علی راہنہ بدینہ ضرورۃ بطلان قبضہ اور مرہون راہن سے اپنا دین بھرے بضرورت بطلان قبضہ ثمن یعنی جب معتد نے  
 مرہون سے ثمن کا تاوان لیا تو مرہون کا قبضہ ثمن پر باطل ہو گیا تو بالضرور مرہون راہن سے اپنا دین بھرے گا و ان كان الرهن قائماً فی ید مشتری اخذہ المستحق  
 من مشتریہ اور اگر مرہون بیع موجود ہو مشتری کے پاس تو مالک مستحق اس کے مشتری سے لے گا اس واسطے کہ اس نے اپنا بعینہ مال پایا و رجوع ہوای المشتري  
 علی العدل لتمنہ لانہ العاقد اور مشتری معتد سے اس کا تمن بھرے اس واسطے عاقد بیع کا تو وہی ہے تو عقد کے حقوق اسی سے متعلق ہوں گے ثم یرجع  
 ہوای العدل علی الراہن یہ ای تمنہ پھر معتد راہن سے اس کا تمن بھرے یعنی اس واسطے کہ راہن نے معتد کو عہدہ تاوان میں ڈالا اس کو وکیل کر کے  
 تو راہن پر اس کی تکلیف واجب ہو گئی کذا فی الدرر و اذ رجوع علیہ صح القبض وسلم لتمن المرہون اور جب معتد نے راہن سے تاوان ثمن کا بھریا تو قبضہ  
 مرہون کا تمن پر صحیح ہو گیا اور ثمن اس کو مسلم بھڑا اور رجوع العدل علی المرہون بتمنہ یا چاہے معتد مرہون سے اس کا تمن پھیرے یعنی اس واسطے کہ جب بیع  
 ٹوٹ گئی تو ثمن باطل بھڑا اور حالانکہ اس نے اس کو ثمن جان کر قبضہ کیا تھا پھر جب ثمن ہونا باطل ہوا تو اس کا نقص قبض بالضرور واجب ہو گیا  
 کذا فی الدرر ثم رجوع ہوای المرہون علی الراہن بہ ای بدینہ پھر مرہون ثمن پھیر کر ماہن سے اپنا دین بھرے اس واسطے کہ جب مرہون نے ثمن پھیر دیا تو اس کا دین  
 پھر ثابت ہو گیا جیسا تھا زاد ہنای الدرر والوقایۃ و ان شرطت الوکالۃ لبعده الرهن رجوع العدل علی الراہن فقط مود القبض لتمنہ اولاً و درر و قایہ میں یہاں اس قدر  
 زیادہ بیان کیا ہے اور اگر وکالت بعد عقد رہن کے مشروط ہوئی ہو تو معتد فقط راہن پر رجوع کرے گا نہ مرہون پر خواہ مرہون نے ثمن پر قبضہ کیا ہو یا نہ کیا ہو  
 ہم اس واسطے کہ جب توکیل بعد عقد کے ہوئی تو مرہون کا حق اس سے متعلق نہ ہوا تو اس پر رجوع بھی نہ ہوگا اور عدم قبض ثمن کی صورت یہ ہے کہ معتد نے مرہون  
 بیچا راہن کے امر سے اور ثمن ضائع ہو گیا معتد کے پاس بلا تعدی پھر مرہون غیر راہن کا ثابت ہوا تو جو تاوان معتد کو ناحق ہو گیا اس کو راہن سے بھرے گا کذا فی  
 الدرر فان ملک الرهن عند المرہون فاستحق الرهن وضمن الراہن قیمت ملک الرهن بدینہ پھر اگر مرہون ہلاک ہو گیا مرہون کے پاس سو مرہون غیر راہن کا  
 ملک نکلا اور مالک کے راہن سے اس کی قیمت کا تاوان لیا تو مرہون تلف ہو گیا مرہون کے دین کے بدلے یعنی راہن ادا ضمان سے اس کا مالک ہو گیا اور ایفاء

دین صحیح ہو گیا کہ انی الدروان ضمن المرهن القیمۃ یرجع علی الراهن بقیمۃ التي ضمنها الضررہ ویدینہ لا تقاض قبضہ اور اگر مالک نے مرہن سے اس کی قیمت کا تاوان لیا تو مرہن راہن سے مرہون کی قیمت اور اپنا دین بھرے یعنی وہ قیمت جو مرہن نے سادان دے کر بھری اپنے ضرر کے سبب اور دین بھرے انتقاض قبض کے سبب م رجوع قیمت کی وجہ یہ ہے کہ مرہن نے فریب کھایا راہن کی جہت سے سبب تسلیم کے اور رجوع دین کی وجہ یہ ہے کہ جب قبضہ مرہن کا باطل ہو گیا تو اس کا دین پھر ثابت ہو گیا جیسا تھا کہ انی الدروان مصدر الشرعیۃ قرع مسئلہ طحہ شارح کافی الوو البجۃ ذہبت عین دابة الرهن لیسقط ربح الدین و سببی ولو البجۃ میں ہے کہ جانور مرہون کی آنکھ جاتی رہی مرہن کے پاس تو ہوتی دین ساقط ہو گیا اور یہ مسئلہ کتاب الجنایات میں آگے آوے گا واللہ اعلم

### باب التصرف فی الرهن

والجنایۃ علیہ وجنایۃ ای الرهن علی غیرہ یہ باب ہے مرہون میں تصرف کرنے کا اور مرہون پر جنایت کرنے کا اور مرہون کی جنایت کا غیر مرہون پر توقف بیع الراهن درہنہ علی اجازۃ مرہنہ او قضاء دینہ راہن کا بیچنا اپنے مرہون کو اس کے مرہن کی اجازت پر یا اس کا دین ادا کرنے پر موقوف ہے م یعنی جب راہن نے مرہون کی بیع کی بلا اذن مرہن کے تو بسبب متعلق ہونے حق مرہن کے بیع نافذ نہیں موقوف ہے تو اگر مرہن نے بیع کی اجازت نہ دی یا راہن نے اس کا دین ادا کر دیا تو بیع نافذ ہو جائے گی فان وجدا احدہما فقد وصادئہ رہنہ فی صورۃ الاجازۃ پھر اگر اجازت یا ادائے دین پایا گیا تو بیع موقوف نافذ اور کامل ہو گئی اور اس کا مرہن ہو گیا اجازت کی صورت میں یعنی در صورت ادا دین دین رہن کی حاجت نہ رہی وان لم یحجز المرہن ابیع وفسخ بیعہ لا ینفسخ بفسخ فی الاصح اور اگر مرہن نے بیع کی اجازت نہ دی اور راہن نے بیع کو فسخ کر دیا تو بیع فسخ نہ ہو گی اس کے فسخ کرنے سے صحیح تر قول میں واذا بقی موقوفاً فالمشتری بان یار ان شاء صبر الی فکاک الرهن اور فی الامر الی القاضی لیفسخ البیع و ہذا اذا اشتراہ ولم یعلم انہ یحبہ بن کمال اور جب کہ بیع راہن کی عدم اجازت مرہن سے موقوف باقی رہی تو مشتری کو اختیار ہے چاہے صبر کرے رہن کے چھوٹنے تک یا اس امر کا مراعات کرے قاضی کی طرف تا وہ بیع کو فسخ کرے اور یہ اختیار مشتری کا اس وقت ہے جب کہ اس نے خرید کیا اور اس کو اس کا رہن ہونا معلوم نہ تھا کہ ذکرہ ابن کمال ولو باعہ الراهن من رجل ثم باعہ الراهن ایضاً من رجل آخر قبل ان یحجز المرہن البیع فالثانی موقوف ایضاً علی اجازۃ اذ الموقوف لا یمنع توقف الثانی اور اگر مرہون کو راہن نے ایک مرد کے ہاتھ بیچا پھر اس کو دوسرے مرد کے بھی ہاتھ بیع کیا اجازت دینے مرہن سے پہلے تو دوسری بیع بھی مرہن کی اجازت پر موقوف ہے اول بیع کے مانند اس لیے کہ بیع موقوف دوسری بیع کے توقف کی مانع نہیں ہوتی فایہما اجازۃ لم یطل الاخر پھر دوسری سے جس بیع کی مرہن کی اجازت دے گا وہ لازم ہو جاوے گی اور دوسری بیع باطل ہو گی ولو باعہ الراهن ثم اوجہ اور منہ او وہبہ من غیرہ فاجازۃ للمرہن الاجازۃ اول الرهن والہبت جازۃ البیع الاول لحصول النفع بتحول حقہ للمرہن علی ما تقرر فی محلہ تحرردون غیرہ من ہذہ العقود المذكورۃ اذ لا منفعۃ للمرہن فیہا فکانت اجازۃ اسقاطاً لحقہ فزال المانع فینفذ البیع اور اگر راہن نے مرہون کو بیچا پھر اس کو اجارہ میں دیا یا کہیں رہن رکھا یا وہبہ کر دیا غیر مشتری کو پھر مرہن نے اجارہ یا رہن یا وہبہ کو جائز رکھا تو بیع اول جائز ہو گی نہ اجارہ وغیرہ بسبب حاصل ہونے نفع مشتری کے بیع میں بسبب پھر جانے حق مرہن کے من کی طرف بنا بر اس وجہ کے جو ثابت اور اپنے مقام میں مرقوم ہے کہ بیع اول جائز ہے نہ اس کے سوا وہبہ عقود مذکورہ میں اس واسطے کہ مرہن کے واسطے اجارہ وغیرہ میں فائدہ نہیں تو اس کی اجازت اسقاط ہے مرہن کے حق کا پھر جب مانع نفاذ دور ہو گیا تو بیع نافذ ہو گئی م مسئلہ اولی میں بیع ثانی اجازت کے سبب سے جائز ہوئی اور اس مسئلہ میں بعد بیع کے اجارہ وغیرہ میں تصرف جائز نہ ہوا سوا بیع اول کے یا وجود اجازت کے تو دونوں میں فرق یہ ہے کہ مرہن کو بیع میں تو فائدہ ہے اس واسطے کہ اس کا حق بدل بیع یعنی من سے متعلق ہو گیا برخلاف عقود مذکورہ کے اس واسطے کہ وہبہ اور رہن میں بدل نہیں اور اجارہ میں منفعت بدل ہے نہ عین اور حق مرہن کا عین کی مالیت میں ہے نہ منفعت میں تو اس کی اجازت میں حق مرہن کا اسقاط ہے سو جب کہ مانع نفاذ بیع کا زائل ہو گیا تو بیع نافذ ہو گئی کذا فی الدرر فی الاستنباء باع الراهن من غیرہ ثم باعہ من المرہن البیع الاول اور استنباء میں ہے کہ رهن مرہون کو بیچا پھر اس کو بیچا مرہن نہ



بیع اول منسوخ ہو گئی م یہ گویا استدراک ہے مصنف کے اس قول پر کہ بیع ثانی بھی موقوف ہوتی ہے بیع اول کے مانند یعنی محل توقف ثانی اول کے مانند ہے جب کہ بیع ثانی غیر مرتن سے ہوا اور اگر مرتن سے ہو تو بیع ثانی موقوف نہ ہوگی بلکہ نافذ ہو جاوے گی اور بیع اول باطل ہوگی کذا فی المطحطاوی  
 و صح اعتقادہ و تدبیرہ و استیلا و اعتقادہ الی اعتقادہ الی الہی رہنہ اور صح ہے یعنی نافذ ہے راہن کا آزاد کرنا اور مدبر کرنا ہون مملوک کو اور مدبر کرنا اور  
 استیلا یعنی اگر بلا اجازت مرتن کے راہن مرہون غلام کو آزاد کرے یا اس کو مدبر کرے تو یہ تصرف نافذ ہوگا فان کان غنیا و کان دینہ ای المرتن جانا  
 رنویہ من الہی سوا اگر راہن مالدار ہو اور مرتن کا دین بلا مدت ہو تو مرتن اپنا دین راہن سے لے وان مؤجلا اخذ قیمتہ للہ من بدلہ الی زمان  
 سلوہ فاذا حل استوفی حقہ لومن جنبہ و رد الفضل اور اگر مرتن کا دین مدت والا ہو تو مرتن غلام آزاد کی قیمت راہن سے لے رہن رکھنے کے واسطے  
 عوض غلام کے دین کے مدت پہنچنے تک پھر جب مدت آپہنچے تو مرتن اپنا حق یعنی اپنا دین لے بشرطیکہ غلام کی قیمت ہم منس دین کے ہو اور زیادہ کو  
 پھر دے یعنی اگر قیمت دین سے زیادہ ہو تو پھر دے اور اگر کم ہو تو راہن سے طلب کرے وان کان الہی معسر افقی العتق سعی العبد فی الاقل  
 من قیمتہ و من الدین اور اگر راہن مفلس ہو تو آزاد کرنے میں غلام سعی کرے کتر مال کے ادا کرنے میں یعنی اگر اس کی قیمت کتر ہو دین سے تو قیمت ادا کرے  
 محنت مزدوری کرے اور اگر دین کم ہو قیمت سے تو دین کو ادا کرے و رجع علی سیدہ غنیا اور جس قدر غلام ادا کرے اتنا اپنے مالک سے بھرے جب کہ اس کو  
 مقدر ہو و فی التدبیر والاستیلا سعی کل فی کل الدین بلا رجوع لان کسب المدبر و ام الولد ملک المولی اور استیلا میں سعی کرے ہر واحد مدبر  
 اور ام ولد سے تمام دین کے ادا کرنے میں بلا رجوع علی المولی اس واسطے کہ مدبر اور ام ولد کی کمائی مولی کی مملوک ہے بخلاف غلام آزاد کے فاذا اتمف  
 الہی المرتن فحکمہ حکم ما اذا اعتقه غنیا کما مر اور جب کہ راہن نے مرہون کو تلف کر دیا تو اس کا حکم مانند ہے اس حکم کے جب کہ مالدار مالک غلام  
 مرہون کو آزاد کرے چنانچہ مذکور ہو چکا ہم یعنی اتلاف راہن اعتناق کے مانند ہے تو اگر دین حال ہو تو مرتن راہن سے اپنا دین لے اور اگر دین موصول  
 ہو تو اس کی قیمت لے اور اپنے پاس رہن رکھے مدت کے اُنے تک کذا فی الدرر والہی ان اتمف اجنبی ای غیر الہی فالحرم لیمنہ ای المتلف  
 قیمتہ یوم بلک فکون القیمۃ رہنہ عندہ کما مر اور اگر مرہون کو شخص اجنبی یعنی غیر راہن نے تلف کیا تو مرتن تلف کرنے والے سے اس کی قیمت کا  
 تاوان لے وہ قیمت جو تلف ہونے کے دن اس کی حق سو قیمت اس کی رہن رہے گی مرتن کے پاس چنانچہ گذر گیا و اما ممانہ علی المرتن فقیمۃ یوم القین  
 لان مضمون بالقین السابق زلیعی اور اگر مرہون کو مرتن نے تلف کیا تو مرتن پر اس کے تاوان میں یوم القین کی قیمت معتبر ہوگی اس لیے کہ مرہون کا  
 ضمان مرتن پر قبض سابق سے لازم آتا ہے کذا فی الزلیعی و با عارۃ ای المرتن الہی من راہنہ یخرج من ضمانہ تسمیتہ عاریۃ مجازہ اور عاریۃ  
 و یا مرتن کا راہن کو نکالنا ہے مرتن کو اس کے تاوان سے یعنی اگر مرتن نے مرہون راہن کو بطور عاریۃ کے دیا تو مرتن پر سے ضمان رہن ساقط  
 ہو گیا اور اس کو عاریۃ کہنا مجاز ہے ہم یعنی لفظ عارہ یہاں مجازا استعارہ ہے اس واسطے کہ حقیقت عارہ تملیک منافع ہے اور تملیک نہیں  
 ہوتی مگر مالک سے اور حالانکہ مرتن مرہون کا مالک نہیں تو تملیک اسی سے کیونکہ ممکن ہوگی قلوب ملک الہی فی ید الہی ملک مجانا حتی لو کان عطاء  
 کفیل لم یزیم الکفیل شئ لخریجہ من الہی نعم لو کان الہی اخذہ بغیر رضی المرتن جازہ ضمان الکفیل تا تا ر خانیہ سو اگر مرہون راہن کے ہاتھ میں تلف ہوگا  
 تو مفت تلف ہوگا یعنی دین مرتن کا قائم رہے گا کچھ ساقط نہ ہوگا کیونکہ قبض موجب ضمان مرتفع ہو گیا یہاں تک کہ اگر راہن نے مرتن کو مرہون  
 مستعار کے سبب سے ضمان دیا ہو تو ضمان پر تاوان لازم نہ ہوگا بسبب خارج ہو جانے مرہون کے رہن سے ہاں اگر راہن نے مرہون کو لیا ہو  
 بدوں رضامندی مرتن کے تو جائز ہے ضمان ضامن کا کذا فی التا تا ر خانیہ یعنی کفیل مرہون سے مطالبہ ہوگا کہ مرہون مرتن کو دلا دے کذا فی المطحطاوی  
 فان عاد قبضہ عاد ضمانہ سو اگر قبضہ مرتن کا مرہون پر عود کرے گا تو اس کا ضمان بھی مرتن پر پھر ثابت ہوگا و للمرتن استردادہ من الی یدہ

اور مرتن کو جائز ہے پھر لانا مرہون مستعار کا راہین کے پاس سے اپنے قبضہ کی طرف سے قلو مات الراءین قبل ذلک ای قبل الاسترداد فالمرتن حق یسأل  
الغرماء لبقاء حکم الراءین پھر اگر راہین مرگیا استرداد مرہون سے پہلے تو مرتن زیادہ تر حقد ہے مرہون کا راہین کے باقی قرضخواہوں سے بسبب باقی رہنے حکم مرتن کے  
م مرتن کا حکم اس واسطے باقی ہے کہ عاریت عقد لازم نہیں دلو ا عارہ اوکودہ احد ہما اجنبیا یا ذن الاخر سقط ضمانہ اور اگر راہین یا مرتن نے مرہون یا عارہ  
دیا اجنبی کو دوسرے کی اجازت سے تو ضمان اس کا ساقط ہو گیا اس واسطے کہ ضمان تھا قبض کے سبب سو باقی نہ رہا وکل منہما ان یعیدہ رہنا کا مکان اور  
راہین اور مرتن میں سے ہر ایک کو یہ اختیار ہے کہ پھر مرتن کو قائم کرے جیسا کہ سابق مرتن تھا اس واسطے کہ بقا عقد کے سبب دونوں کا حق اس میں ثابت ہے  
بخلاف الاجارۃ والبیع والہبۃ والراءین من المرتن او من اجنبی اذا باشر احد ہما یا ذن الاخر حیث یخرج عن الراءین ثم لا یعود الا بعقد مبتدأ لانہما  
عقود لازمۃ بخلاف اجارہ اور بیع اور ہبہ اور مرتن کے مرتن سے یعنی جب کہ عقود مذکورہ صادر ہوئے راہین سے مرتن کے واسطے یا اجنبی کے واسطے بشرطیکہ  
راہین یا مرتن ان عقود کا مباشر ہو اور دوسرے کے اذن سے کیونکہ مرہون نکل جاتا ہے مرتن سے بسبب عقود مذکورہ کے پھر مرہون عقد نہیں کرتا مرتن کی طرف  
مگر بعقد مبتدأ اس واسطے کہ عقود مذکورہ لازم ہیں م یعنی اگر راہین نے مرتن کو مرہون اجارہ دیا تو مرتن باطل ہو گیا اس واسطے کہ اجارہ عقد لازم ہے منعقد نہیں ہوتا  
مگر بعقد اتقا حق مرتن کے اور اسی طرح اگر راہین نے اجنبی کو اجارہ دیا تو مرتن نے جائز رکھا یا مرتن نے اجارہ دیا اجنبی کو اور راہین نے اس کو جائز رکھا تو مرتن باطل  
ہو جائے گا اور یہی حکم ہے بیع اور ہبہ کا طوطی نے کہا لیکن مرتن بعد الراءین میں نظر ہے زلیحی نے کہا اس کو ذکر نہیں کیا بخلاف العاریۃ و بخلاف بیع المرتن  
من الراءین لعدم لزومہما بخلاف عاریت مرہون کے راہین سے اس کے عدم لزوم کے سبب سے یعنی عاریت اور بیع مرتن سے حق لازم  
متعلق نہیں ہوا جو مرتن باطل ہو جائے بقی قلو مات الراءین قبل رہو ثانیاً فالمرتن اسوۃ للغرماء باقی رہی یہ بات کہ اگر راہین مرگیا دوسری بار مرتن رکھنے سے  
پہلے تو مرتن برابر ہے باقی قرضخواہوں کے یعنی اجارہ دیا راہین نے مرتن کو یا اجنبی کو اور نقص اجارہ کر کے دوسری بار اس کو مرتن کے پاس مرتن نہیں رکھا  
اور راہین مرگیا تو مرتن احق بالمرہون نہیں بلکہ اور قرضخواہوں کے برابر ہے اس واسطے کہ اجارہ وغیرہ سے مرتن سابق باقی نہ رہا باطل ہو گیا ولولون  
الراءین للمرتن فی استعمال او اعارۃ للعمل فملک الراءین قبل ان یشرع فی العمل او بعد الفراغ منہ ملک بالدرین لبقاء عقد الراءین اور اگر  
راہین اذن دے مرتن کو مرہون کے استعمال کا یا اس کے عاریت دینے کا کسی کام کے واسطے پھر مرہون تلف ہو عمل کے شروع ہونے سے پہلے یا بعد  
فراغ ہونے کے عمل سے تو تلف ہو گا دین کے عوض یعنی مرتن کا ساقط ہو گا بسبب باقی رہنے عقد مرتن مراد یہ ہے کہ راہین نے مرتن کو استعمال کا  
اذن دے بدول طلب کرنے مرتن کے یا کام کے واسطے مرتن راہین سے عاریت مانگے اور وہ اس کو عاریت دے تو اگر قبل استعمال یا بعد استعمال کے تلف ہو گا  
تو مرتن پر ضمان مرتن لازم ہو گا کہ انی الدرو لو ملک فی حالۃ العمل والاستعمال ملک امانۃ لثبوت بدالعاریۃ حیث انہما اگر مرتن تلف ہوا عمل اور استعمال کی حالت  
میں تو امانت ہو کہ تلف ہوا یعنی اب ضمان لازم نہ ہو گا بسبب ثابت ہونے قبض عاریت کے اس وقت میں یعنی اور قبض عاریت مخالف قبض مرتن کے تو ضمان ثابت  
نہ ہو گا ولو اختلاف فی وقتہ ای وقت ہلاک فقال للمرتن ملک فی وقت العمل وقال الراءین فی غیرہ فالقول للمرتن لازم منکر والبینۃ للراءین لانہما اتفقا  
علی زوال ید الراءین فلا یدق الراءین فی عودہ الا بنجۃ بزاتیہ اور اگر راہین اور مرتن نے اختلاف کیا مرہون کے تلف ہونے کے وقت میں سو مرتن نے  
کہا کہ تلف ہوا عمل کے وقت میں اور راہین نے کہا کہ عمل کے سوا اور وقت تلف ہوا تو مرتن کا قول مقبول ہو گا اس واسطے کہ وہ منکر ہے وجوب ضمان کا اور  
اور شہادت راہین کی مقبول ہو گی اس واسطے کہ راہین اور مرتن قبض مرتن کے زوال پر متفق ہیں تو راہین کی تصدیق قبض مرتن کے عود کرنے میں نہ ہو گی بدول  
گو اہی کے کہ انی البزازیہ و فیما ذن للمرتن فی لبس ثوب الراءین یوما فجاءہ للمرتن ثوب فمالح الخرق فی لبس ذلک الیوم وقال الراءین مالستہ فیہ ولا تخرق فیہ فالقول  
للراءین وان اقر الراءین باللبس فیہ ولكن قال تخرق قبل لبسہ او بعدہ فالقول للمرتن فی قدر ما ذن الراءین البزازیہ میں ہے کہ راہین نے مرتن کو اذن دیا مرہون



کپڑے کے پینے کا ایک دن سو مرتبہ وہ کپڑا لایا پٹھا اور بولا کہ وہ پھٹ گیا تھا اکن کے پینے میں اور اس نے کہا کہ تو نے اس نہیں پٹھا اور نہ اس دن میں پٹھا تو اس کا توں معتبر ہے اور اگر راہن نے اس دن کے پینے کا اقرار کیا ویکن یہ کہا کہ کپڑا پھٹ گیا تھا اس کے پینے سے پہلے یا بعد پینے کے تو مرتبہ کا قول قبول ہے ورنہ ضمان کی مقدار میں م جب راہن نے پینے کا اقرار کیا تو ضمان سے خارج ہو جانے پر دونوں کا اتفاق ہوا تو در صورت تلف ہونے تو ب متخرق کی قیمت لازم ضمان میں معتبر ہوگی کذا فی الطحاوی فروع مسائل ملحقہ شایع کے رہن الا بن مال طفلہ شیثا بن علی نفسه جاز فلو الرهن فیمتہ اکثر من الدین فمک ضمان الا بن قد الدین دون الزیادۃ بخلاف الوسی فانہ یضمن قیمتہ والفرق ان للاب ان یتفح بمال الصغیر عند الحاجة ولا کذلک الوسی باپ نے اپنے طفل کے مال سے کوئی چیز بیچے اس دین کے جو باپ کی ذات پر ہے رہن بھی تو ہمارے ہے تو اگر مرہون کی قیمت زیادہ تر ہے دین سے اور وہ تلف ہوا تو باپ تاوان دے گا بقدر دین کے زیادہ کا تاوان نہ دے گا برخلاف وصی کے کہ وہ اس کی پوری قیمت کا تاوان دے گا اور دونوں میں فرق یہ ہے کہ باپ کو جائز ہے نفع حاصل کرنا صغیر کے مال سے حاجت کے وقت اور وصی ایسا نہیں کہ اس کو انتفاع صغیر کے مال سے درست ہو و لو اور کک الاب لیس للا بن اخذہ قبل قضاء الدین ویرجع الابن فی مال الاب ان کلن رہنہ لنفسہ لانہ مضطر لم یغیر الرهن اور اگر صغیر بائع ہو گیا اور باپ مر گیا تو فرزند کو مرہون کا لینا بدول ادا کرنے دین کے جائز نہیں اور فرزند باپ کے مال سے اتنا بھرے اگر اس کے باپ نے فرزند کا مال اپنی ذات کے واسطے رکھا ہو رجوع اس واسطے درست ہے کہ فرزند مضطر ہے مرہون کی عادت دینے والے کے مانند م یعنی فرزند اپنے مال کے خلاص کرنے میں مضطر ہے تو وہ متبرع نہ ٹھہرے گا کہ رجوع نہ درست ہو جیسے صغیر رہن کو راہن سے رجوع کرنا درست ہے جب کہ وہ مال کی تخلیص کے واسطے راہن کا دین ادا کرے کذا فی الطحاوی ولو رہن شیثا ثم اقر بحال رہن لغيره لا یبق فی حق المرتهن ولیم ارضاء الدین و ردة الی المقر له اما اگر راہن نے کوئی چیز رہن رکھی پھر اقرار کیا کہ یہ چیز تو غیر رہن کے پاس رہن تھی تو مرہون کے حق میں اس کی تصدیق نہ ہوگی اور راہن کو ادائے دین کا حکم کیا جائے گا اور اس چیز کے پھیر دینے کا مقر لہ کی طرف امر ہوگا و لو رہن دار غیرہ فاجاز صاحبها جاز اور اگر ایک نے دوسرے کا گھر رہن رکھا لیا پھر اس کے مالک نے رہن رکھنا جائز رکھا تو یہ درست ہے وینتہ الراہن علی قیمتہ الرهن اولی اور راہن کے گواہ مرہون کی قیمت پر مقدم ہیں مرتبہ کے گواہوں سے یعنی مرہون کے تلف ہونے کے بعد اختلاف پڑا اس کی قیمت میں راہن کہتا ہے کہ اس کی قیمت سو م تھی مثلاً اور مرتبہ کہتا ہے کہ ۵۰ درم قیمت تھی اور دونوں نے گواہ گزرائے تو راہن کے گواہ مقدم ٹھہریں گے اس واسطے کہ وہ زیادت ضمان کے مثبت ہیں وزوائدا الرهن کولہ و ثمرۃ رہن لا غلہ دار وارض و عبد فلا یصیر رہنا اور زوائد رہن کی یعنی مرہون کی بڑھوتیاں چنانچہ مرہون کا بچہ اور بھیل رہن میں داخل ہے نہ کہ یہ گھر اور زمین اور غلام کا تو وہ رہن میں داخل نہ ہوگا م عالمگیری میں محیط سے منقول ہے کہ زوائد رہن کی دو قسم ہیں ایک قسم تو رہن میں داخل نہیں یعنی جو زیادت کہ متولد نہ ہوا ورنہ بدلا ہو کسی جزو کا اجزاء عین سے چنانچہ کسب اور ہبہ اور صدقہ اور مانند اس کے اور ایک قسم رہن میں داخل ہے یعنی جو مرہون سے متولد ہو چنانچہ بچہ اور بھیل اور اون اور رو میں یا بدلا ہو کسی جزو کا چنانچہ عضو کا خون بہا اور رہن میں داخل ہونے کے یہ معنی ہیں کہ اصل کے ساتھ زوائد بھی محبوس رہیں گے مرتبہ کے پاس لیکن ان کے تلف ہو جانے میں تاوان نہیں تو ان کے تلف ہو جانے سے فک رہن سے پہلے کچھ دین ساقط نہ ہوگا کذا فی الطحاوی مختصر الرهن الفاسد کا لصیح فی ضمان رہن فاسد رہن صحیح کے مانند ہے اس کی ضمان میں م صورت اس کی یہ ہے کہ ایک شخص نے اپنا گھر نصف شائع رہن رکھا یا نصف غلام رہن رکھا ہزار درم قرض لے کر اور درم کو خرچ کر ڈالا پھر عقد رہن کو توڑا راہن نے فساد کی وجہ سے تو مرتبہ کو جس مرہون تا استیفاء دین درست ہے اور اگر مرہون

تلف ہو گا مگر تنہی کے پاس فتح کے بعد تو رہن مسیح کے مانند رہن پرتاوان لازم ہو گا کذا فی المنع لمخصاص صح استعارۃ شئی لیرہنہ فی رہن بما شاء  
اذا اطلق ولم یقید بشئی اور صحیح ہے عاریت لینا کسی چیز کا مستعیر اس کو رہن رکھنے تو مستعیر رہن رکھے عاریت کی چیز جس قدر کو چاہے اور  
جس طرح چاہے بشرطیکہ عاریت دینے والے نے علی الاطلاق دیا ہو اور کسی چیز کی قید نہ لگائی ہو و ان قیدہ بقدر او جنس اور رہن او بلکہ قید  
وحینئذ فان خالف ما قیدہ بہ المعیر المعتبر المستعیر او المرہن لتعدی کل منہما اور اگر معیر نے رہن میں مقدار دین کی یا جنس دین کی یا مرہن کا  
یا شہر کی قید لگائی یعنی لوں کہا کہ اس قدر دین پر رہن رکھنا یا فلائی جنس کے بدلے یا فلائی شخص کے پاس یا فلائی شہر میں رہن رکھنا تو رہن اس  
قید کے ساتھ مقید ہو گا اور اس وقت میں تو اگر مستعیر معیر کی قید لگانے سے خلاف کہے گا تو معیر تاوان لے گا مستعیر سے یا اس کے مرہن سے دونوں  
کی تعدی اور زیادتی کے سبب سے م مستعیر کی تعدی تو صریح ہے مخالفت کرنے سے اور مرہن کی تعدی یہ ہے کہ اس نے بیگانہ چیز پر قبضہ کر  
بدل اس کے اذن کے تو مستعیر تو غاصب ہوا اور مرہن غاصب ہوا الا اذا خالف الی خیر بان علین لہ اکثر من قیمتہ فرہنہ باقل من  
لم یغنی لمخالفتہ الی خیر مگر جب کہ مستعیر نے معیر کی مخالفت کی نیک امر میں اس طرح پر کہ معیر نے مستعیر کے لیے مستعار کی قیمت سے اکثر معین کر دیا  
مستعیر نے اس کو اس سے کمتر پر رہن رکھا تو مستعیر پرتاوان لازم نہ ہو گا کیونکہ اس نے بہتری میں مخالفت کی یعنی اس مخالفت میں مالک کا فائدہ ہے  
نقصان جو تاوان لازم آئے فان ضمن المعیر المستعیر ثم عقد المرہن لتمامہ بالظمان پھر اگر معیر نے تاوان لیا مستعیر سے تو رہن کا عقد کامل ہو گا  
بسبب مالک ہو جانے مستعیر کے مستعار کا تاوان دے کر و ان ضمن المرہن یرجع بما ضمن بالمرہن علی المرہن کما فی الاستحقاق اور اگر معیر نے تاوان  
مرہن سے تو مرہن راہن سے دین اور تاوان بھرے جس قدر کہ اس نے تاوان دیا چنانچہ استحقاق میں یعنی جب تنہی کو مرہن نے مرہون کے تلف ہونے  
کے بعد تاوان دیا تو مرہن راہن سے دین اور تاوان بھرے گا چنانچہ مذکور ہو چکا فان وافق وہ یک عند المرہن صار المرہن مستوفیاً لہ فیہ پھر  
مستعیر کے موافق چلا یعنی مستعار کو بقدر اجازت معیر کے رہن رکھا اور مستعار تلف ہو گیا مرہن کے پاس تو مرہن اپنے دین کا پانے والا تھا  
گیا بشرطیکہ قیمت اس کی دین کے برابر ہو یا زیادہ اگر قیمت دین سے کم ہوگی تو باقی کو راہن سے لے گا کذا فی المطاوی و وجب مثلاً مثلاً  
للمعیر علی المستعیر و ہذا المرہن لقصاء دینہ بہ اور دین کے برابر معیر کے واسطے مستعیر یعنی راہن پر دین واجب ہو گا بسبب ادا ہونے دین راہن کے  
مرہون کے سبب ان کا ان کلمہ مضمونا والا لکن کلمہ مضمونا ضمن قدر المضمون والباقی امانتہ و ہوب بقدر دین اس صحت میں ہے کہ اگر تمام دین مضمون  
اور اگر تمام دین کا ضمان نہ ہوا ہو تو راہن مستعیر بقدر مضمون کے ضمان دے گا اور باقی امانت ہے و کذا فی تعیب فیذہب من الدین بحسابہ و بحسب مثلاً للمعیر  
اور اسی طرح اگر مستعار مرہن کے پاس عیب دار ہو گیا تو بقدر حصہ عیب کے دین جاتا ہے گا اور اسی کے مانند معیر کے واسطے مستعیر پر واجب ہو گا و  
لوا فتنکہ ای المرہن المعیر جبر المرہن علی القبول ثم یرجع المعیر علی المرہن لانہ غیر متبرع لتخلیص ملک بخلاف الاجنبی بما دی بہن ساوی الدین  
القیمۃ وان الدین اذید فالرائد تبرع و انی رقل فلا جبر و رکن استشکلہ الی طبیعی وغیرہ و اقراء المصنف فلذا لم یصرح علیہ فی متنہ مع کمال متابعت  
للدراہم بقدر ہر اور اگر معیر نے ملک بہن کا ارادہ کیا تو مرہن پر اس کے قبول کرنے پر مجبور کیا جاوے گا پھر معیر نے جو دین ملا کیا وہ راہن سے بھرے گا  
اس واسطے کہ معیر متبرع نہیں ہے کیونکہ وہ منظر ہے اپنے ملک کی تخلیص کے سبب بخلاف اجنبی کے کہ وہ ادائے دین میں متبرع ہے رجوع معیر اس  
شرط پر ہے کہ دین برابر ہو قیمت مرہون کے اور اگر دین زائد ہو گا اس کی قیمت سے تو زائد کا ادا کرنا تبرع ہے یعنی تو اس قدر کار ہو جو نہ ہو گا اور اگر دین  
کم ہے قیمت سے تو مرہن پر جبر نہیں تسلیم مرہون کا کذا فی الدرر لیکن ادائے زائد کے تبرع ہونے میں زطبی وغیرہ نے اشکال کیا ہے اور مصنف نے اس

لہ معیر عاریت دینے والا اور مستعیر عاریت لینے والا ۱۲



اشکال کو ثابت رکھا ہے اپنی شرح میں تو اسی واسطے مصنف نے زائد کے تبرع ہونے پر تصریح نہیں کی یعنی اپنے متن میں اس کو ذکر نہیں کیا باوجود کمال متابعت و رد کے سو اس کو تامل کر یعنی باوجودیکہ مصنف اپنے متن میں درر کی کمال متابعت کرتا ہے لیکن اشکال زلیعی وغیرہ کے سبب اس کو متن کے اندر داخل نہیں کیا تبرع زائد کا اشکال زلیعی نے یوں بیان کیا ہے کہ یہ مشکل ہے اس واسطے کہ تخلیص مرہون حاصل نہیں ہو سکتی بعض دین کے ادا کرنے سے تو معیر مضطر محض اور یہ اس واسطے ہے کہ غرض معیر تخلیص سے یہ ہے کہ اس سے منتفع ہو اور یہ حاصل نہیں ہو سکتا بدوں ادا کرنے تمام دین اس واسطے کہ مرہون کو اختیار ہے جس مرہون کا تاوانے کل دین کذا فی الحل ہی طوطاوی نے حموی اور شرح قدوری سے جواب اشکال مذکور کا ذکر کیا اور کہا کہ مصنف پر اس کی تصریح واجب تھی من شاء فلیزج الیہ ولو ملک المرہن المستعار مع المرہن قبل رہنہ او بعد فکلم فیمن وان استخدا المرہن فکلم من قبل لانہ امین خالف ثم عاد الی الوفاق فلا یمن خلافاً للشافعی اور اگر مرہون مستعار ہلاک ہو گیا مرہن کے پاس رہن رکھنے سے پہلے یا بعد فکلم مرہن کے تو راہن پر اس کا تاوان نہیں اگرچہ قبل اس کے مستعار سے اس نے خدمت لی ہو یا اس پر سواری کی ہو اور مانند اس کے اور احتمال کیا ہو اس لیے کہ راہن امین ہے جس نے مالک کی مخالفت کے بعد اس کی پھر موافقت کی تو اس موافقت بعد مخالفت سے اس پر ضمان لازم نہ ہوگا برخلاف امام شافعی کے مکن فی الشربلایہ عن العادیۃ المتاجر او المستعیر اذا خالف ثم عاد الی الوفاق لا یراعی الضمان علی ما علیہ الفتویٰ انتہی لیکن شربلایہ میں عادیہ سے منقول ہے کہ مستاجر یا مستعیر جب کہ دونوں مالک کی مخالفت کریں بعد اس کے پھر موافقت کریں تو ہر واحد تاوان سے بری الذمہ نہ ہوگا بموجب اس قول کے جس پر فتویٰ ہے انتہی ما فی الشربلایہ بقیہ لو اختلفا فالقول للمرہن لانہ ینکر الایفاء بمالہ باقی رہا یہ مسئلہ کہ اگر معیر اور مستعیر نے اختلاف کیا مرہون کے تلف ہو جانے کے وقت میں تو مستعیر راہن کا قول مقبول ہوگا اس واسطے کہ وہ اپنے اقرار مال کا منکر ہے یعنی وجوب ضمان کا منکر ہے ہم صورت اختلاف یہ ہے کہ معیر کہتا ہے کہ مرہون مستعار تلف ہو گیا مرہن کے پاس اور مستعیر کہتا ہے بلکہ میرے پاس قبل رہن یا بعد فکلم مرہن تلف ہوا کذا فی الطوطاوی تو مطلب یہ کہ یہ ہے کہ بقدر دین مستعیر پر ضمان واجب ہوا اور مستعیر کا مدعا یہ ہے کہ مجھ پر ضمان واجب نہ ہو دلو اختلافی قدر اور راہن کا قول للمعیر ہلاک اور اگر دونوں نے اختلاف کیا اس مقدار میں جس پر رہن رکھنے کا معیر نے امر کیا تو معیر کا قول مقبول ہوگا کذا فی المدایم یعنی مقدار دین میں اختلاف ہوا معیر اکثر دین کا مدعی ہے تا مستعیر تلف ہو جانے کے وقت ضمان زائد لازم آئے اور مستعیر اقل دین کا مدعی کرتا ہے اختلافی الدین والقیمۃ بعد ہلاک فالقول للمرہن فی قدر الدین و قیمتہ المرہن شرح تلمذ اور اگر راہن اور مرہن نے مقدار دین اور قیمت مرہون میں اختلاف کیا بعد ہلاک ہو جانے مرہون کے تو مرہن کا قول مقدار دین اور قیمت مرہون میں معتبر ہے کذا فی شرح التلمذ ولومات مستعیرہ مفلسا یدلونا فالمرہن باقی علی حالہ فلا یباع الا برضی المعیر لانہ ملکہ اور اگر مرہن کا مستعیر مفلس مدین ہو کر مر گیا تو عقد مرہن کا باقی ہے اپنی حالت سابقہ پر مرہن کے پاس تو مرہون بیچا نہ جائے گا مگر معیر کی رضامندی سے اس واسطے کہ مرہون معیر کا مملوک ہے ولو اراد المعیر بیعہ و ابی المرہن البیع بیع بغیر رضاه ان کان بہ ای بالمرہن وفاء والا فلا یباع الا برضاه اور اگر معیر بیع مرہون کا ارادہ کرے اور مرہن نہ مانے تو وہ بیچا جاوے گا بدوں اس کی رضامندی کے اگر مرہون کی قیمت سے دین مرہن کا ادا ہو جائے ادا کر دین ادا نہ ہو تو اس کی بیع نہ ہوگی بلا رضامندی مرہن کے ولومات المعیر مفلسا و علیہ دین امر المرہن بقضاء دین نفسه و یرد المرہن لیصل کل ذی حق حقہ اور اگر معیر مرہن کا مفلس ہو کر اور اس پر دین ہو تو راہن پر امر کیا جائے اپنے ذات دین کے ادا کرنے کا اور مرہون مستعار پھر دیا جائے تاکہ ہر مقدار اپنے حق کو پہنچے وان عجز لفقرہ فالمرہن علی حالہ لکان المعیر حیاً اور اگر راہن مستعیر عاجز ہو اپنے دین کے ادا کرنے سے محتاجی کے سبب تو مرہن باقی ہے اپنی حالت پر اگر معیر زندہ ہو اور مستعیر عاجز ہو تو مرہن قائم رہے گا ولو رثتہ ای ورثتہ المعیر اخذہ ای المرہن بعد قضاء دینہ کمورتھ اور معیر کے وارثوں کو مرہون کا لینا درست ہے بعد ادا کرنے دین مرہن کے

مورث کے مانند یعنی اگر وارث معیر کے مرتہ کا دین ادا کریں تو مرتہ پر قبضہ کریں فان طلب غرام المعیر من ورثتہ بیعہ فان وفاء بیع والا فلا یباع  
 الا برضی المرثین کما مر کما مر بچہ اگر معیر کے قرض خواہ معیر کے وارثوں سے مرتہ مستعار کی بیع طلب کریں تو اگر مرتہ کی قیمت سے دین ادا ہو جائے تو وہ  
 بیچا جاوے اور اگر دین ادا نہ ہو تو نہ بیچا جائے مگر مرتہ کی رضامندی سے چنانچہ عنقریب گذر گیا بدلیل گذشتہ ہم منہ الغفار میں ہے کہ اگر دین  
 مرتہ سے فاضل معیر کے قرض خواہ کو کفایت نہ کرے تو بدوں ان کی رضامندی کے بیع درست نہیں اور اگر کفایت کرے تو بیع جائز ہے بدوں  
 ان کی رضامندی کے بسبب پہنچ جانے ان کے حق کے اور اسی طرح کا حکم ہے اگر معیر یا مستعیر ہائے کذا فی الطحاوی و اعلم ان جنایت الہین  
 علی الہین کلا او بعض مضمونہ اور یہ معلوم کر کہ جنایت الہین کی مرتہوں کے کل پر یا بعض پر مضمون ہے یعنی مادان اس کا راہن پر واجب ہے ہم لکھا اگر  
 راہن مرتہوں غلام کو قتل کرے یا کوئی عضو تلف کر ڈالے تو راہن پر ضمان واجب ہوگا اس لیے کہ حق مرتہ کا لازم محترم ہے اور مالیت سے اس کی ملک  
 متعلق ہے لہذا مالک اجنبی بھڑایا گیا نمان کے حق میں کجنایتہ المرتہن علیہ جیسے جنایت مرتہ کی مرتہوں پر واجب الضمان ہے یعنی اگر مرتہ مرتہوں  
 کو قتل کرے گا تو اس پر تاوان لازم ہوگا ویسقط من دینہ ای دین المرتہن بقدر ما ای الجنایۃ لانہ تلف ملک غیرہ فلیزم ضمانہ و اذا لزمہ و قد کل  
 الدین سقط بقدرہ و لزمہ الباقی بالاتلاف لا بالہین اور مرتہ کا دین بقدر جنایت کے ساقط ہو جاوے گا اس واسطے کہ مرتہ نے غیر کی ملک کو تلف  
 کیا تو اس پر ضمان لازم ہوگا اور جب کہ ضمان لازم ہوا اور دین موجب نہیں ہے تو دین ساقط ہوگا بقدر اس کے اور باقی مرتہ پر لازم ہوگا مرتہوں  
 کے تلف کر ڈالنے کے سبب سے مرتہ کی رضامندی سے اس واسطے کہ جو قیمت مرتہ کی قدر دین سے زائد ہے وہ امانت ہے  
 اور مرتہ پر اس کا ضمان تلف کر ڈالنے سے لازم ہوا نہ عقد مرتہ کے سبب سے تو وہ بمنزلہ ودلیت کے ہے جب کہ مودع اس کو تلف کرے  
 اور اس پر ضمان لازم آوے کذا فی الدرر و بذوالدین من جنس الضمان والام لیقط منہ شیء و الجنایۃ علی المرتہن اور یہ یعنی سقوط دین بقدر جنایت اس وقت  
 ہے جب کہ دین ضمان کی جنس سے یعنی دراہم اور دنانیر ہو اور اگر اس کی جنس سے نہ ہو چنانچہ مکمل ہو تو دین سے کچھ ساقط ہوگا اور جنایت مرتہ پر قائم ہوگی  
 وللمرثین ان لیسوا فی دینہ اور مرتہ کو درست ہے کہ اپنا دین پورا بھرنے لکن نور عینہ لیقط نصف دینہ عنہ قستانی و برجنیدی لیکن اگر مرتہ نے غلام  
 مرتہوں کی ایک آنکھ پھوڑ ڈالی تو مرتہ کا نصف دین ساقط ہوگا کذا فی القستانی و برجنیدی یہ اس صورت میں ہے جب کہ غلام کی قیمت دین کے  
 برابر ہو اس واسطے کہ آنکھ مقدار نصف دیت ہے اور غلام کی دیت اس کی قیمت ہے اور اگر مرتہوں یا نور ہو تو اس کی آنکھ پھوڑنے سے ربع دین  
 ساقط ہو گیا چنانچہ نہ کور ہو چکا اور اگر دین قیمت سے زیادہ ہو تو سقوط نصف دین کی وجہ ظاہر نہیں ہوتی تو اس مسئلہ کی تحریر کرنا چاہیے کذا فی الطحاوی  
 و جنایت الہین علیہما ای الہین والمرثین و علی مالہما ہدرا ی باطل اور جنایت مرتہوں راہن اور مرتہ پر اور ان دونوں کے مال پر ہدرا یعنی باطل  
 ہے یعنی جنایت کے بدلے کوئی چیز واجب نہیں اذاکانت الجنایۃ غیر موجبہ للقصاص فی النفس ورن الاطراف اذا لا تو دین طرفے عدا و حر قبض  
 جنایت غلام مرتہوں کی باطل ہے جب کہ جنایت قصاص فی النفس کی موجب نہ ہو سوائے اطراف کے اس واسطے کہ غلام اور آزاد کے ہاتھ پاؤں  
 وغیرہ اطراف میں قصاص نہیں یعنی غلام کا قتل باطل ہے اور اطراف میں تو قصاص ہی نہیں ہے وان کانت موجبہ للقصاص فمعتبرة فیقتل  
 ویطل الدین خانیۃ وعبارة القستانی وشرح المحیط الہین اور اگر جنایت قصاص کی موجب ہو تو معتبر ہے یعنی قتل عمد میں غلام سے قصاص  
 لیا جاوے گا اور دین باطل ہوگا کذا فی النجانیۃ اور قستانی اور شرح مجمع کی عبارت یہ ہے کہ مرتہ یا غلام ہو جاوے گا بطلان دین کی وجہ یہ ہے  
 کہ جب غلام مرتہوں قتل ہوا تو عمل استیفاء دین باقی نہ رہا اور ظاہر بطلان دین اور بطلان دین میں کچھ خلاف نہیں کذا فی الطحاوی کجنایتہ ای الہین  
 علی ابن الہین او علی ابن المرتہن فانہا معتبرۃ فی الصیغ حتی یدفع بہا و لعدی وان کانت علی المال یباع کما لو جنی علی الاجنبی اذ ہوا اجنبی لقیان الاطلاق



حق جیسے جنایت مرہون کی راہن کے فرزند یا مرہون کے فرزند پر اس واسطے کہ وہ معتبر قول المائتہ صحیح میں تو مرہون دیا جاوے گا بسبب جنایت کے  
 کا فدیہ دیا جائے اور اگر جنایت مرہون کے مال پر ہو تو وہ بیجا جلائے گا اور صاحب مال کو دیا جائے گا چنانچہ شخص اجنبی پر اس کی جنایت معتبر ہے  
 نہ راہن اور مرہون پر جنایت اس واسطے معتبر ہوئی کہ فرزند باپ سے اجنبی ہے بتاؤن اطلاق کے سبب کذا فی الذیل یعنی ولو رہن عبد البادی الفاء  
 ت موجل فرجعت قیمته الی مائتہ فقتله رجل وعزم علی الاصل فالمرہون یقبضہا ای المائتہ قضاء لحقہ ولا یرجع علی الراہن لشیئ کموتہ  
 تمل والاصل ان نقصان السعر لا یوجب سقوط الدین بخلاف نقصان العین فاذا کان الدین باقیاً وید المرہون یدلاً ستیفاً فیستوفی للکل  
 الا ابتداءً اور اگر وہ غلام جو ہزار درم کے برابر ہے ہزار درم موجل پر مرہون رکھا پھر اس کی قیمت پلٹ کر سودم کی ہو گئی پھر اس کو ایک مرد نے قتل  
 کر دیا سودم کا تاوان دیا اور دین مرہون کی مدت آہر پہنچی تو مرہون سودم پر قبضہ کرے اپنے ادائے حق کے سبب یعنی اولے بعض حق سے اور راہن سے  
 لے گا جیسے غلام مرہون کی موت بلا قتل میں راہن پر کوئی چیز لازم نہیں اور قاعدہ کلیتہً ہے کہ نقصان زرخ سقوط دین کا موجب نہیں برخلاف  
 مان علیہ کے پھر جب کہ دین باقی رہا اور قبضہ مرہون کا قبضہ استیفاً ہے تو وہ تمام دین کا پانے والا کھڑ گیا ابتداءً مرہون سے ولو یا عہ ای العبد المذکور بآئہ مر  
 ہون قبض المائتہ قضاء لحقہ ورجع بتسعمائتہ لانہ لما کان الدین باقیاً وقد اذن ببعده بآئہ کان الباقی فی ذمتہ کا نہ استردہ و باعہ بنفسہ اور اگر  
 ن نے غلام مذکور بیجا سودم سے راہن کے امر سے تو مرہون قبضہ کرے گا سودم پر اپنے حق کے سبب سے اور نو سودم راہن سے بھرے گا اس واسطے  
 ب دین باقی رہا اور البتہ راہن نے اس کو سودم کے ساتھ بیچنے کا اذن دیا تھا تو باقی دین یعنی نو سودم راہن کے ذمہ پر لازم ہے گویا اذن مذکور ہے  
 ہی نے مرہون پھیر لیا مرہون سے اور اس کو بذات خود بیچ ڈالا ولو قتلہ عبد قیمته مائتہ فذبح بہ افتکراہن وجوباً بکل الدین وهو الالف لقیم  
 فی مقام الاول لحداد ما قال محمد ان شاء افتک بکل دینہ او ترک علی المرہون بدینہ وهو المختار کما فی الشریعۃ لایعین المواہب لکن عامۃ المتون والشرح علی الاول  
 ہزار درم کی قیمت والے غلام مرہون کو اس غلام نے قتل کیا جس کی قیمت سودم ہے پھر قاتل غلام قاتل کے بدلے دیا گیا تو راہن پر واجب ہے کہ غلام  
 کو تمام دین یعنی ہزار درم دے کر مرہون سے چھوڑا دے بسبب قائم ہو جانے غلام ثانی کے غلام اول کے مقام پر گوشت اور خون میں یعنی آدمی ہونے میں دونوں  
 میں اور محمد نے کہا راہن اگر چاہے اس کا مرہون فک کرے مرہون کا سبب دین دے کر یا اس کو مرہون کے پاس چھوڑے اس کے دین کے بدلے اور یہی قول  
 کا مختار ہے چنانچہ بشر بلا لایعین مواہب الرحمن سے منقول لیکن اکثر فقہ کے متون اور شروح اول قول پر مشتمل ہیں فان جنہی ترک التفریع اولی الرہن خطا  
 راہ المرہون لانہ ملکہ ولم یرجع علی الراہن لشیئ پھر اگر غلام مرہون نے ازراہ خطا کسی کو قتل کیا تو مرہون اس کا فدیہ دے اس واسطے کہ مرہون اس کی ملک ہے  
 مرہون فدیہ دے کہ راہن سے کچھ نہ لے گا شایع نے کہا مصنف کو فاء تفریع کا ترک کرنا بہتر تھا یعنی اس واسطے کہ یہ مسئلہ مسئلہ سابقہ سے متفرع نہیں  
 غلیل ملک مرہون غیر ظاہر ہے تو اگر شایع یوں کہتے لایعین الجنایۃ فصلت فی ضمانہ تو بہتر تھا کذا فی الطحاوی یعنی قتل حاصل ہوا مرہون کے ضمان میں اس  
 واسطے کہ ضمان جنایت کا مرہون پر ہے اور غلام مرہون کا بانیکل اس کے ضمان میں ہے اور اس کا دین رقبہ غلام کو مستغرق ہے کذا فی الدرر ولا یمکن  
 تفریعہ الی ولی الجنایۃ لانہ لا یمکن التملیک اور مرہون مالک نہیں غلام کے دینے کا اول جنایت کو یعنی مقتول کے مالک یا وارث کو اس واسطے کہ مرہون  
 ایک مرہون کا مالک نہیں فان ابی المرہون من الفداء دفعہ الراہن ان شاء او فداءہ ویسقط الدین بکل منہا لو اقل من قیمۃ الرہن او مساویا ولو  
 شہ لیسقط قدر قیمۃ العبد فقط ولا یسقط الباقی من الدین پھر اگر مرہون نے فدیہ دینے سے انکار کیا تو راہن دے غلام قاتل کو اگر چاہے یا اس کا فدیہ  
 دے اور دین مرہون دونوں صورتوں میں یعنی دفع اور فدیہ میں ساقط ہوگا اور اگر دین کمتر ہو مرہون کی قیمت سے یا برابر ہو اور اگر دین قیمت سے زیادہ ہو تو  
 قسط بقدر قیمت غلام کے ساقط ہوگا اور باقی دین ساقط نہ ہوگا ولو استملک ما لا یتفرق رقبۃ فداء المرہون فان ابی باعہ الراہن او فداءہ اور اگر ملوک

مرہون تلف کرے اس قدر کو جو اس کی قیمت سے کمتر ہے تو مرہون کا فدیہ دے پھر اگر وہ فدیہ نہ دے تو راہن اس کو بیچ ڈالے یا اس کا فدیہ دے  
 ہم اگر مرہون فدیہ دے گا تو راہن اور اس کا دین بحال سابق باقی ہے گا اور یہ صورت انکار مرہون اگر راہن اس کو بیچے تو جس کا مال تلف کیلئے ہے اس کا  
 دین ادا کرے اور اگر فدیہ دے گا راہن تو مرہون کا دین ساقط ہو گا اور اس کی تفصیل حموی اور عالمگیری میں ہے ولو قتل ولد الزہد انسانا او استملک  
 مالا دفعہ الزہد وخرج عن الزہد اوفداه ولبقی رہن مباح امہ اور اگر مرہون لونڈی کا غرض قتل کرے کسی انسان کو یا تلف کرے کسی مال کو تو راہن  
 اس کو دے ڈالے اور وہ رہن سے خارج ہو گیا یا راہن اس کا فدیہ دے اور وہ رہن باقی رہے گا اپنی مال کے ساتھ واما جناية الدابة فہندرو  
 یصیرکانهک بافتہ سماویہ وتمامہ فی الخانیۃ اور جانور مرہون کی جنایت تو باطل ہے یعنی اگر جانور جانور کو مار ڈالے یا مال کو تلف کرے تو اس کا ضمان  
 نہیں اور اس کا تلف کرنا ایسا ہو گا گویا آفت آسمانی سے وہ تلف ہو گیا اور اس کا پورا بیان فتاویٰ قاضی خاں میں ہے مات الزہد باع وصیہ  
 رہنہ باذن مرہنہ وقضی دینہ لقیامہ مقامہ راہن مرگیا تو اس کا وصی اس کے مرہون کو بیع کرے اس کے مرہون کے اذن سے اور اس کا دین ادا  
 کرے بسبب قائم ہونے وصی کے مقام راہن کے فان لم یکن لہ وصی لنصب القاضی لہ وصیا وامرہ ببیعہ لان نظره عام پھر اگر راہن میت کا  
 کوئی وصی نہ ہو تو قاضی قائم کرے ایک وصی کو اور اس کو بیع مرہون اور ادائے دین راہن کا امر کرے اس واسطے کہ قاضی کی نظر عام ہے یعنی قاضی نے  
 ہے اس واسطے کہ حقوق مسلمین پر نظر ہے جب کہ وہ عاجز ہوں اپنے کام میں و ہذا الورثۃ صغار فلو کبارا خلفوا المیت فی المال فکان علیہم تخلیصہ  
 اور یہ یعنی بیع وصی کی اس وقت ہے جب کہ وارث راہن کے صغیر نابالغ ہوں سو اگر وہ بالغ جوان ہوں تو وہ میت کے خلیفہ ہیں مال میں تو ان پر چھ  
 مرہون کا لازم ہے کذا فی الجوبہ فروع مسائل ملحقہ شایع کے رہن الوصی بعض الترتیب لہ علی المیت عند غریم من غرماۃ توقف علی رضی البقیۃ ولا  
 مردہ فان قضی دینہم قبل الرد لغزو لوانخذ الغریم جازو بیع فی دینہ وصی نے بعض متروکہ رہن رکھا اس دین کے لیے جو میت پر ہے ایک دائن کے پاس  
 منجد اور دین والوں کے تو رہن موقوف رہے گا باقیوں کی رضامندی پر اور ان کو رہن کا پھیر ڈالنا درست ہے پھر اگر وصی نے باقی لوگوں کا دین ادا  
 کر دیا رکھنے رہن سے پہلے تو رہن مذکور نافذ ہو جاوے گا اور اگر صاحب دین ایک ہی شخص ہو تو رہن جائز ہے اور مرہون بیجا جاوے گا ادائے  
 دین کے واسطے و فی معین المفتی للمصنف لا یسقط الزہد بموت الراہن ولا بموت المرہن ولا بموتہما وبقی الزہد رہن عند الورثۃ اور مصنف کی کتاب  
 معین المفتی میں ہے کہ رہن باطل نہیں ہو جاتا راہن کی موت سے اور نہ مرہن کی موت سے اور نہ راہن اور مرہن دونوں کے مرجع سے اور مرہون  
 رہن رہتا ہے وارثوں کے پاس م اس واسطے کہ وارث راہن کے قائم ہیں اور اگر وارث نہیں تو وصی کے پاس رہن قائم ہے گا کذا فی الطحطاوی  
 فصل فی مسائل متفرقة فیصل ہے کتاب الزہد کے مسائل متفرقة میں رہن عصیر اقیمۃ عشرۃ لعشرۃ فتحتم تحلل و ہولیاوی العشرۃ فہو  
 رہن لعشرۃ لما کان انکور کا شیرہ جس کی قیمت دس درم ہے رہن رکھا دس درم پر سو وہ خمر ہو گیا پھر سر کر ہو گیا اور وہ سر کر دس درم کے برابر ہے تو وہ  
 دس درم پر مرہون ہے جیسا کہ خمر ہونے سے پہلے رہن تھا م لائق یوں تھا کہ رہن باطل ہو جاتا اس واسطے کہ خمر ہو جانے سے مال متقوم نہ رہا لیکن باطل  
 نہ ہوا سر کر ہو جانے کی صلاحیت سے ولہذا اگر شیرہ خمر نہ کرے اور وہ خمر ہو جائے قبض سے پہلے تو بیع باطل نہیں سر کر ہو جانے کے احتمال سے پھر جب  
 سر کر بن گیا تو عارض زائل ہو گیا ثابت ہونے سے پہلے تو گویا اس کا وجود ہی نہ تھا کذا فی الدرر المحوی ثم المعبر فیہ الزیادۃ والنقصان القدر لا یقیمۃ  
 علی ما فادہ ابن الکمال پھر اس میں یعنی اس شیرہ میں جو خمر ہو گیا پھر سر کر بن گیا اس کی زیادت اور نقصان میں مقدار معتبر ہے نہ قیمت کی کمی بیشی چنانچہ ابن کمال نے اس کو  
 بیان کیا ہے کمی بیشی میں مقدار کا اعتبار ہوا نہ قیمت کا اس واسطے کہ عصیر اور خمر مقدرات سے ہیں کیونکہ دونوں کیلے میں یا وزنی اور کیلے وزنی میں قیمت کا  
 ملے ایک نسخہ میں وان مات ہے بجائے مات کے ۱۱۵۰ واذا ارتہن بدین علیہ علی انجاز - ودر - میت کا دین اگر دوسرے شخص پر ہو یعنی میت دائن اور مرہون  
 بدین ہو اس صورت میں اگر دوسرے شخص سے کوئی چیز بطور رہن لی جائے تو جائز ہے کذا فی الدرر - یہ عبارت مایۃ الادوار کے اصل نسخہ میں متروکہ  
 ہذا سے حاشیہ پر لکھا گیا ہے -



بہاں کچھ بھی سقوط دین کا موجب نہیں ہوتا کذا فی الخطاوی عن الزیلعی وعلیہ الفتوی خان انتقص شی من قدرہ سقط بقدرہ والا فلا اور بنا بر اعتبار  
 بیٹی مقدار کے اگر شہرہ کی مقدار سے کچھ کم ہوگا تو دین بقدر اس کے ساقط ہوگا اور اگر کم نہ ہوگا تو دین بھی ساقط نہ ہوگا و لورہن شاة قیمتها عشرة  
 عشرة بذائقہ لا بد منہ لانہ لوکان قیمتہا اکثر من الدین کیون الجملہ ایضا بعضہ امانہ بحسابہ فتنبہ فماتت بلا ذبح فذبح جملہ بما یبالا قیمتہ فللولہ قیمتہ ثبت  
 مرہن حق حبسہ بازاد دباغہ وین سطل الرہن قولان و ہوا فی الجملہ لیساوی درہما فہو مرہن بہ اور اگر وہ بکری جس کی قیمت دس درم ہے دس درم پر مرہن  
 لہی پھر وہ بدو ذبح کرنے کے مرگئی سو اس کی کھال کی بے قیمت چیز سے یعنی مٹی یا آفتاب کی دھوپ سے وباغت کی گئی اور وہ کھال ایک درم کی ہے تو  
 ایک درم پر مرہن بھڑے کی شایع لے کہا کہ یہ قید یعنی بکری کی قیمت دس درم ہونا ضروری ہے اس واسطے کہ اگر اس کی قیمت دین سے زیادہ ہوگی تو کچھ کھال  
 ہی مرہن کے پاس امانت بھڑے کی اس کے حساب کے موافق سو خیر دار رہنا طحاوی نے کہا مثلاً اگر دین دس درم ہے اور قیمت بکری کی ۲۰ درم ہے اور کھال  
 ایک درم کی ہے تو کھال نصف درم پر مرہن ہوگی پھر اگر قیمت والی چیز سے وباغت ہوگی تو جس قدر وباغت سے اس کی قیمت زیادہ ہو جائے گی اس قدر کے جس  
 جملہ ما حیث لا یعود البیع بقدرہ علی المشہور والفرق ان الرہن یتقرر بالہلاک والبیع قبل القبض یفسخ بہ بخلاف اس صورت کے کہ بکری قبض مشتری سے  
 چلے مرگئی پھر اس کے کھال کی وباغت ہوئی تو یہاں عود بیع نہ ہوگا بقدر کھال کے بنا بر قول مشہور کے اور فرق مرہن اور بیع میں یہ ہے کہ مرہن ثابت ہو جاتا  
 ہے ہلاک مرہون سے اور بیع قبل قبض کے فسخ ہو جاتی ہے بیع کے تلف ہو جانے سے ولوا بقی عبد الرہن وجعل العبد بالدرہن ثم عاد لعود الدین والرہن  
 غلاما للفرع او اگر مرہون غلام بھاگ گیا مرہن کے پاس اور غلام مذکور دین کے بدلے بھڑا یا گیا بعد اس کے غلام پھر آیا تو دین اور مرہن پھر ثابت ہو گیا بخلاف  
 ذکر کے وحاء الرہن کا لولد والتمر واللبن والصوت والوبر والاراش ونحو ذلک للراہن متولدہ من ملک اور مرہون کی بڑھوتی یعنی جو چیز مرہون کی ذات سے  
 پیدا ہوئی یا بچہ اور بچل اور دودھ اور اون اور روئیں اور خونہا اور مانند اس کے وہ راہن کی ملک ہے بسبب اس کے پیدا ہونے کے راہن کی مملوک  
 چیز سے و ہو مرہن مع الاصل تبعاً اور وہ اصل مرہون کے ساتھ مرہن ہے اپنی اصل کے تابع ہو کر بخلاف ما ہو بدل عن المنفعة کا لکسب  
 والاحرقہ وکذا المبتدئ والمصدقہ فانہا غیر داخلہ فی الرہن وتكون للراہن الاصل ان کل ما يتولد من عین الرہن لیسری الیہ حکم الرہن وما لا فلا مجمع  
 الفتاوی بخلاف اس بڑھوتی کے جو منفعت مرہون کا بدلہ ہے چنانچہ کھائی اور زردوری اور اسی طرح حبہ اور صدقہ اس واسطے کہ وہ مرہن میں  
 داخل نہیں اور وہ راہن کا مملوک ہے قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جو چیز پیدا ہو مرہون کی ذات سے تو اس کی طرف مرہن کا حکم سرایت کرتا ہے اور جو ذات  
 مرہون سے پیدا نہ ہو تو اس کی طرف مرہن کا حکم سرایت نہیں کرتا و اذا ملک النماء المذكور ملک مجانا لانہ لم یدخل تحت العقد مقصودا اور جب کہ  
 زیادت مذکورہ متولدہ تلف ہو جائے مرہن کے پاس تو باریگاں تلف ہوگی یعنی مرہن پر اس کا تاوان لازم نہ ہوگا اس واسطے کہ وہ عقد مرہن میں  
 بالقصد داخل نہیں بلکہ بالبیع داخل ہے و اذا بقی النماء ولو حکما بان اکل بالاذن فانہ لا یسقط حصہ ما اکل منہ فیرجع بہ علی الراہن کما اذا ملک  
 الاصل بعد الاکل فانہ لیسیم الدین علی قیمتہا قسمتان کما ذکرہ بقولہ اور جب کہ زیادت متولدہ باقی رہی یعنی اگرچہ حقیقتہ باقی نہ ہو بلکہ حکماً باقی  
 رہے اس طرح پر کہ کھایا جائے راہن کے اذن سے اس واسطے کہ حصہ ماکول کا زیادت متولدہ سے ساقط نہیں ہوتا تو مرہن اس کو بھرنے کا  
 راہن سے چنانچہ جب اصل مرہون تلف ہو جائے کھانے کے بعد تو دین قسمت کیا جائے گا دو توں یعنی اصل اور زیادت کی قیمت پر کذا فی القستانی  
 چنانچہ مصنف نے اس کو اپنے قول آئندہ میں ذکر کیا ہے ہم زلیحی میں ہے کہ اگر راہن نے مرہن کو زوال دے مرہن کے کھانے کا اذن دیا سو اس نے

کھایا تو اس پر ضمان نہیں اور اس کی دین کچھ ساقط ہوگا اگر مرہون تلف ہو گیا مرنے کے پاس تو دین مقسوم ہوگا زیادت ماکولہ اور اصل پر جو جس قدر اصل کو پہنچے گا وہ ساقط ہوگا اور جتنا زیادت ماکولہ کو پہنچے گا سو مرنے کے پاس سے لے گا اس واسطے کہ اتلاف زیادت کا ہو مرنے کے فعل سے راہ کی تسلط کے سبب سے تو گویا راہ میں نے اس کو لیا اور تلف کیا کذا فی المطاویٰ لخصاً بعد ہلاک الاصل فک بخصۃ من الدین لانه صار مقصوداً بالفساک والتبع ایقاید شئی اذا کان مقصوداً یعنی جب کہ زیادت متولہ باقی رہے بعد ہلاک ہو جانے اصل مرہون کے تو زیادت مذکور خلاص کی جائے گی بقدر اس کے حصہ کے دین سے اس واسطے کہ زیادت مقصود ہو گئی خلاص کرنے کے سبب سے اور تابع کے مقابل چیز ہو باقی ہے جب کہ تابع مقصود ہو جاوے و حیثیۃ لقسیم الدین علی قیمتہ یوم الفکاک و قیمتہ الاصل یوم القبیض ویسقط من الدین حصۃ الاصل وفک النہ بخصۃ لما لو کان الدین عشرۃ و قیمتہ الاصل یوم القبیض عشرۃ و قیمتہ النہ یوم الفک خمسۃ فثلثا العشرۃ حصۃ الاصل فیسقط وثلث العشرۃ فیفک بہ اور اس وقت میں دین قسمت کیا جائے گا زیادت متولہ کی قیمت پر خلاص رہنے کے دن اور اصل کی قیمت پر قبض کے دن اور اس سے حصہ اصل کا ساقط ہوگا اور زیادت خلاص کی جائے گی بقدر اس کے حصہ سے چنانچہ اگر دین دس دم ہو اور اصل مرہون کی قیمت قبض کے دن دس دم تھی اور زیادت متولہ کی قیمت خلاصی کے دن پانچ دم تھی تو دس کی دو تہائیاں یعنی چھ کسرے زائد اصل کا حصہ ہے سو ساقط ہوگا اور دس کی ایک تہائی یعنی تین کسرے زائد حصہ ہے زیادت کا تو تین دس سے زیادہ مذکورہ کا فک رہے کیا جائے گا ولو اذن الراہن للمرتن فی اکل الزوائد ای اکل زوائد الراہن بان قال رہمان زاد فکل فاکلہما طابہ لیم اکل ثمنہا ویرافقی المصنف قال الا ان یوجد نقل مخصص بخصۃ الاکل فینبع فلا ضمان علیہ ای علی المرتن لانه اتلف باذن المالك اور اگر راہن نے اذن دیا مرنے کو زوائد مرہون کے کھانے میں اس طرح کہ راہن نے مرنے سے کہا کہ جو چیز زیادہ ہو یعنی درخت کا پھل یا حیوان کا دودھ تو اس کو کھا سو مرنے نے اس کو کھایا تو مرنے پر اس کا تاوان نہیں اس واسطے کہ اس نے مالک کے اذن سے تلف کیا شایع نے کہا ظاہر لفظ اکل زوائد کے اکل ثمن کو بھی شامل ہے یعنی خواہ پھل یا دودھ کھائے یا اس کو بیچ کر اس کا ثمن کھائے اور اسی کا فتویٰ دیا ہے مصنف نے اپنی شرح میں مصنف نے کہا مگر یہ کتب فقہ میں کوئی نقل مخصص پائی جاوے کہ وہ حقیقت اکل کو خاص کرے تو اس کو اتباع کیا جائے یعنی در صورت وجود نقل مخصص اکل ثمن زوائد جائز نہ ہوگا والاطلاق بجز لعلہ بالشرط والخطر بخلاف التملیک اور اطلاق اباحت کی تعلیق شرط اور خطر پر جائز ہے بخلاف تملیک کے م یعنی جب راہن نے مرنے کو اکل زوائد کا اذن دیا تو یہ اباحت ہے تملیک نہیں ہے اور اباحت کی تعلیق شرط پر درست ہے نہ تملیک کی تو راہن کا یہ قول معلق کہ جو چیز مرہون سے زیادہ پیدا ہو یعنی پھل یا دودھ اس کو تو کھا درست ہے اور جائز ہے ولا یسقط شئی من الدین اور ساقط نہ ہوگا مرنے کے دین سے کچھ اباحت اکل سے قال فی الجواب رجل رہن داراً و اباح السکنۃ للمرتن فوق بسکناہ خلل و خرب البعض لا یسقط شئی من الدین لانه لما اباح له السکنۃ اخذ حکم العاریۃ حتی لو اراد منعه کان لہ ذلک جوابہ اضلاطی میں کہا کہ ایک مرد نے گھر رہن رکھا اور مرنے کو اس کے اندر رہنا مباح کر دیا سو اس کے رہنے سے خلل پڑ گیا اور کچھ مکان ویران ہو گیا تو مرنے کا دین کچھ ساقط نہ ہوگا اس واسطے کہ جب راہن نے مرنے کو رہنا مباح کر دیا تو مرہون نے عازیت کا حکم لیا یہاں تک کہ اگر راہن مرنے کے رہنے کو منع کرے تو راہن کو اس کا اختیار ہے م اس میں اختلاف ہے کہ مرنے کو زوائد مرہون سے انتفاع لینا باذن راہن درست ہے یا نہیں سو بعض فقہاء اس کو مکروہ کہتے ہیں اس واسطے کہ وہ سود اور بیع ہے اور بعض اس کو مباح کہتے ہیں چنانچہ زبلی اور جواہر اوقنیہ اور خانیہ میں اباحت مذکور ہے حموی نے حاشیہ اشباہ میں کہا کہ اسی قول پر فتویٰ ہے کذا فی المطاویٰ عن ابی السعود و فی المصنرات ولو دین ثاۃ لہ اور ایک نسخہ میں اتلاف ہے بجائے اطلاق کے یعنی اتلاف کی تعلیق شرط اور خطر پر درست ہے نہ تملیک کی ۱۳



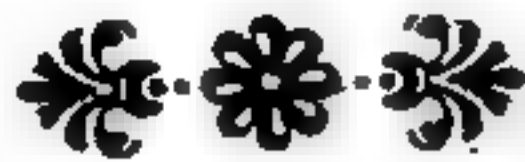


یاد رکھنا چاہیے زرہما الراہن او غرسہا باذن المرتهن یعنی ان تبقی رہنا ولا یطبل الراہن فتنبہ زمین مرہون میں راہن نے زراعت کی یا درخت لگایا مرتهن کے اذن سے تو لائق یوں ہے کہ وہ زمین بطور سابق کے باقی رہے اور رہن باطل نہ ہو جائے تو خبردار رہنا ہم رہن باطل نہیں مگر حکم ضمان باطل ہے یعنی اگر مرہون راہن کے پاس تلف ہوگا تو مرتهن پر ضمان لازم نہ ہوگا کذا فی الطحاوی عن شرح الوہبانیۃ استحق الراہن لیس المرتهن طلب غیرہ مقامہ مرہون غیر راہن کا مملوک ثابت ہوا تو مرتهن کو اختیار نہیں کہ بجائے اس کے اور چیز کو طلب کرے رہن رکھنے کے واسطے استحق بعضہ ان شائع سطل الراہن فیما لقی وان مفروذا لقی فیما لقی وحبس بکل الدین لکن ہنگہ بخصتہ بعض مرہون غیر راہن کا مملوک ثابت ہوا تو اگر بعض مذکور شائع غیر مقسوم ہے تو باقی میں بھی رہن باطل ہوگا اور اگر بعض مذکور ممتاز اور جدا ہے تو باقی میں رہن باقی رہے گا اور بعض نما دین کے وہ محبوس رہے گا لیکن اس کا تلف ہو جانا بقدر اس کے حصہ کے ہوگا اگر دارہ لغیرہ تم رہنا منہ صح وطلبت الاجارۃ اپنا گھر غیر شخص کو اجارہ دیا پھر اس کو اسی مستاجر کے پاس رہن رکھا تو رہن صح ہے اور اجارہ باطل ہوگا و لو انہ تم اجیرہ من راہنہ فالاجارۃ باطلہ اور اگر رہن رکھا پھر مرتهن نے راہن کو اجارہ دیا تو اجارہ باطل ہے البی الرهن سقط الدین کہلا کہ فان عاد سقط بحساب نقصہ لان الا باق عیب مدث فیہ مرہون غلام بھاگ گیا تو مرتهن کا دین ساقط ہو گیا اس کے ہلاک ہو جانے کے مانند بعد اس کے اگر غلام پھر آیا تو دین ساقط ہو گیا بقدر اس کے نقصان کے اس لیے کہ بھاگنا عیب ہے جو اس میں اب پیدا ہوا تم لما فرغ من الزیادۃ الضمیتہ ذکر الزیادۃ القصدیۃ فقال پھر جب کہ مصنف زیادت ضمنی کے بیان سے فارغ ہوا تو اس نے زیادت قصدی کو ذکر کیا تو کہا والزیادۃ فی الرهن تسع اور زیادہ کہ دینا معلوم میں صحیح ہے مثلاً دس درم کا کپڑا دس درم پر گرو رکھا پھر راہن نے دوسرا کپڑا زیادہ کیا تو دونوں کپڑے دس درم پر رہن ہو گئے و تعبر قیمتہا لوم القبض ایضا اور زیادت کی بھی قیمت لوم القبض معتبر ہوگی جیسے مرہون اول کی قیمت لوم القبض معتبر ہے و فی الدین لا تسع غلاما لثانی اور دین میں زیادہ کرنا صح نہیں برخلاف البیوسف کے ہم زیادت دین کی صورت یہ ہے کہ ایک کپڑا مثلاً دس درم پر گرو رکھا پھر پانچ درم مرتهن سے لے کر وہی کپڑا پندرہ درم پر رہن رکھ دیا تو یہ صحیح نہیں لیکن زیادت دین کی دین پر قطع نظر رہن سے صحیح ہے اس واسطے کہ استدان بعد استدان کے دین اول کے ادا کرنے سے پہلے بالا جماع جائز ہے کذا فی الطحاوی والاصل ان اللاحق باصل العقد انما تصور اذکانت الزیادۃ فی مقصودہ او علیہ والزیادۃ فی الدین لیست منہما اور قاعدہ کلیہ زیادت کا ہے کہ اہل عقد کے ساتھ طعن کر دینا اسی وقت متصور ہوتا ہے جب کہ زیادت مقصودہ میں مثلاً ثمن میں یا مقصود علیہ مثلاً بیع ہو اور دین میں زیادہ کر دینا دونوں قسم سے نہیں ہے ہم دین کا مقصود نہیں ہوتا تو ظاہر ہے اور اس کا مقصود علیہ نہ ہونا اس وجہ سے ہے کہ دین واجب تھا عقد رہن سے پہلے ولہذا دین باقی رہتا ہے بعد فسخ رہن کے بھی کذا فی الطحاوی فان رہن نسخ المتن والشرح بالفاء مع انہ فی شرح علی انہ انما عطفہا بالواو لایا لفاء لیسفید انہا مسئلہ مستقلہ لا فرع للاولی فتنبہ عید بالف فذفع عبدا آخر رہنا مکان الاول و قیمت کل من العبدین الف فالاول رہن حتی یردہ الی الراہن والمرتهن فی الآخر امین حتی یجعلہ مکان الاول بان یرد الاول الی الراہن فیخینذ یصیر الثانی مضمونا اور اگر ایک غلام ہزار پر رہن رکھا پھر دوسرا غلام بطور رہن کے دیا جائے اول غلام کے اور مال کہ دونوں غلاموں کی قیمت ہزار ہے تو پہلا غلام رہن ہے جب تک کہ مرتهن راہن کو دوسرا غلام پھیرے اور مرتهن دوسرے غلام کے قبض میں امین ہے نہ ضامن یہاں تک کہ دوسرے کو بجائے اول کے کرے اس طرح پر کہ اول غلام راہن کو پھیرے تو اس وقت میں دوسرے غلام کا ضمان مرتهن پر لازم ہوگا شایع نے کہا کہ متن اور شرح کے نسخے مصدر لفاء میں باوجودیکہ مصنف نے اپنی شرح میں آگاہ ہے نسخہ مطبوعہ کلکتہ میں ملکہ ہے مجھ سے اور یہی صواب معلوم ہوتا ہے یعنی فرار رہن حصہ رسد اس کا مالک ہو جائے گا اور جو زر مرتهن اول نے کیا ہر کہ اس کا تلف ہوا بقدر اس کے حصہ ہوگا تو وہ





اور ضمان مرہون تو ہم وجوب سے ثابت ہوتا ہے بخلاف ابراہیم میں تو ہم وجوب بھی متصور نہیں کذا فی الہدایۃ و شروحا کل حکم عرف فی الرهن صحیح  
فہو الحکم فی الرهن الفاسد کما فی العادیۃ جو حکم کہ رهن صحیح میں معروف اور معلوم ہے سو وہی حکم رهن فاسد میں ثابت ہے کذا فی العادیۃ قال و  
ذکر الکفرخی ان المقبوض بحکم الرهن الفاسد یتعلق بہ الضمان عادی نے کہا اور کفرخی نے ذکر کیا کہ جس چیز پر حکم رهن فاسد قبضہ ہوا تو اس سے تاوان متعلق  
ہے ہم طحاوی نے شرح و ہیانہ سے نقل کیا کہ حق یہ ہے کہ تاوان اس سے اصلاً متعلق نہیں واللہ اعلم و فیہا ایضاً و فی کل موضع کان الرهن طلاً و التقابل  
بمضمونا الا انہ فقد لبعض شرائط الجواز کہ رهن المشاع یتعقد الرهن لوجود شرط الانقضاء لکن بصفة الفساد کالفساد من البیوع اور یہ بھی عادیہ میں ہے  
کہ اور جس مکان میں مرہون مال ہو اور اس کا مقابل بھی مال مضمون ہو مگر یہ کہ شرائط جواز سے بعضی شرط مفقود ہو جیسے مشاع کا رهن تو عقد رهن کا  
منعقد ہوگا بسبب موجود ہونے شرط انعقاد کے لیکن انعقاد فساد کی صنعت پر ہوگا بیع فاسد کے مانند و فی کل موضع لم یکن الرهن کذا لک ای  
لم یکن مالا ولم یکن المقابل بمضمونا لا یتعقد الرهن اصلاً اور جس مقام میں مرہون ایسا نہ ہو یعنی مال نہ ہو چنانچہ خون یا مردار یا آئل ہو اور اس کا مقابل  
بھی مال مضمون ہو چنانچہ اجرت نا محو مغنیہ کی یا حتی شفعہ تو رهن اصلاً منعقد نہ ہوگا ہم اس کو رهن باطل کہتے ہیں و حیثیۃ فاذا ہلک بغیر ثمنی بطلان  
الفساد فانہ یسک بالاقول من قیمتہ ومن الدین اور اس وقت میں یعنی جب رهن منعقد اصلاً نہ ہوا یا باطل ٹھہرا تو جب کہ مرہون مرہن کے پاس تلف  
ہوگا تو رائگاں تلف ہوگا مرہن پرتا و ان لازم نہ آوے گا بخلاف رهن فاسد کے اس واسطے کہ رهن فاسد میں جب کہ مرہون تلف ہوگا مرہن کے  
پاس تو کمتر مال پر قیمت سے اور دین سے تلف ہوگا یعنی مرہون کی اگر کمتر ہے دین سے تو مرہن پر قیمت کا تاوان لازم ہوگا اور اگر دین کمتر ہے قیمت سے  
تو دین لازم ہوگا دین مات و لغیر ما فالحق رهن الحق بہ کما فی الرهن الصحیح اور رهن فاسد کا جو رهن مرے گا اور اس کے چند قرص مینے والے ہیں تو  
مرہن زیادہ نہ حقدار ہے مرہون کا جیسے رهن صحیح میں مرہن الحق ہے فرغ مسئلہ ملحقہ شایع کا رهن الرهن باطل کا حردناہ فی العادیۃ معبراً  
للوہیانہ ایک مرہون کا بلا تک رهن دوسری بار رهن رکھنا باطل ہے چنانچہ ہم نے اس کی کتاب العادیۃ میں تحریر کی ہے و ہیانہ سے منقول کر کے  
ہم رهن کا رهن باطل ہے خواہ رهن رهن کرے خواہ مرہن لیکن اگر مرہن کے رهن کو رهن جائز رکھے گا تو باطل نہ ہوگا کذا فی الطحاوی و فی مصلیا تھا  
قال سے وای رهن لا یرام انفکاکہ و مجتنبہ لومات بالموت یشترک اور وہ ہیانہ کی پسیلیوں میں کہا ہے اور کون مرہون ہے جس کا انفکاک مطلوب  
نہیں یعنی اس کا خلاص ہونا ممکن نہیں اور کون قاتل ہے جس کا مقتول اگر مر جائے تو موت سے اس کی دیت نصف ہو جاتی ہے ہم سوال اول کا جواب  
یہ ہے کہ مرہون عذیم انفکاک نفس ہے حق تعالیٰ نے فرمایا کل نفس بما کسبت ریمینہ یعنی ہر جان اپنے اعمال کے سبب مرہون ہے خدا کے نزدیک  
اور دوسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ مراد غلنہ کرنے والا ہے جس نے صغیر کا حشفہ قطع کر ڈالا تو اگر قطع حشفہ سے وہ مر گیا تو اس پر نصف دیت  
واجب ہے اور اگر صغیر زندہ رہا تو پوری دیت واجب ہے کذا فی الطحاوی واللہ اعلم بالصواب الیہ المرجع والمآب ۔



لہ ایک نسخہ میں شیخ نے تفسیر کل نفس بما کسبت ریمینہ تعالیٰ واللہ اعلم بالصواب اور اس کا ترجمہ مترجم اول نے طحاوی میں لکھا ہے  
اس لیے فروگزاشت کیا گیا ۱۷۰



# کتاب الجنایات

یہ کتاب ہے جنایات کے مسائل میں مناسبتہ ان الزم لصیانتہ المال وحکم الجنایۃ لصیانتہ النفس والمال وسیلۃ للنفس فقدم مناسبت کتاب الجنایات کی کتاب الزم سے یہ ہے کہ من مشروع ہو مال کے محفوظ رہنے کے واسطے اور جنایت کا حکم یعنی قصاص یا دیت اور کفارہ اور حرمان میراث مشروع ہوا جانوں کے محفوظ رہنے کے لیے اور مال وسیلہ ہے جان کا لہذا الزم مقدم مذکور ہو جنایات پر اس واسطے کہ وسیلہ مقدم ہے ذی الوسیلہ پر مشروعیت قصاص وغیرہ سے عموم رحمت ارحم الراحمین کی معلوم ہوئی ہے تاکہ نفوس محفوظ رہیں اور قاتل خوف قصاص سے قتل سے باز رہے اور اس کی خوبیاں وہیں جو حدود کی خوبیاں میں اور سبب بھی اُس کا وہی ہے جو حدود کا سبب ہے اور جنایت کی شرط یہ ہے کہ محل جائز ہو کذا فی الطحاوی ثم الجنایۃ لغۃ اسم لما یکتسب من الشریحہ دریافت کرنا چاہیے کہ جنایت لغت عرب میں بُرے کام کرنے کا نام ہے ہم جنایت مصدر ہے جمع اس کی جنایات ہے ہر حین مصدر کی جمع نہیں آتی لیکن یہاں مصدر یعنی اسم مفعول ہے لہذا جمع لانا اُس کا درست ہوا شریعاً اسم فعل مجرم حل بال النفس وخص الفقہاء الغصب والسرقة باحل بال الجنایۃ باحل بنفس واطراف اور شرع میں جنایت اُس فعل حرام کا نام ہے جو مال یا جان میں واقع ہو تو اس تعریف میں چوری اور قتل اور غصب اور دوسرے بزم مالی اور بدنی داخل ہیں لیکن فقیہوں نے اپنی اصطلاح میں غصب اور سرقة خاص کر لیا ہے اُس فعل حرام کے ساتھ جو مال میں واقع ہو اور جنایت خاص کر لی ہے اُس فعل ممنوع کے ساتھ جو جان اور اطراف یعنی ہاتھ پاؤں ناک کان آنکھیں واقع ہو مومن جنایت علی النفس کو قتل کہتے ہیں اور جنایت علی الاطراف کو قطع اور بترتہ بولتے ہیں قتل عبارت ہے اُس فعل سے جو عید کی طرف مضاف ہو اور زندگی اُس کے سببے زائل ہو جائے اور زوال حیات بلا فعل عبد سہمی موت ہے کذا فی الذمعی والشمی القتل الذی تعلق بالاحکام الآتیۃ من قودودیہ وکفارۃ و ثم حرمان ارث خمسۃ والا فانواع کثیرۃ کزعم و صلب و قتل حربی و قتل جس سے احکام آئندہ یعنی قصاص اور دیت اور کفارہ اور گناہ اور حرمان ارث متعلق ہے پانچ قسم ہے ورنہ اقسام قتل کے تو بہت ہیں چنانچہ سنگسار کرنا رانی کا اور سولی دینا قطاع الطريق کا اور کافر حربی کا قتل کرنا یعنی قتل کا اقسام خمسہ میں باعتبار تعلق احکام آئندہ کے ہے تمام اقسام قتل کا ذکر کرنا یہاں مقصود نہیں اقسام خمسہ میں قتل عمد شہ عمد خطا جاری مجرائے خطا قتل بسبب الاول عمد و موان تیعہ ضربہ اے ضرب الاودی فی اے موضع من جسدہ بالکۃ تفرق الاجزاء مثل سلاح و قتل من حدید جوہرۃ و محمد من حشب وزجاج و حجر و ابرۃ فی مقتل بران و لیطۃ و قولہ نار عطف علی محمد لانما تشق الجلد و عمل علی الذکوۃ حتی لو وضعت فی المذبح فاحترقت العروق اکل یعنی ان سال ہما الدم والالاکا فی الکفایۃ قسم اول قتل عمد وہ یہ ہے کہ آدمی کے مارنے کا قصد کیا جائے کسی مقام میں اُس کے بدن سے بواسطہ اُس ہتھیار کے جو اُس کے اجزاء بدن کو پھاڑ ڈالے چنانچہ آلات جنگ اور بھاری چیز ورنی لوہے کی کذا فی الجوہرۃ یا قصد ضرب ہو بسبب نوک دار یا رعدہ والی چیز کے چنانچہ تیز لکڑی اور شیشہ اور پتھر اور سوئی محل قتل میں کذا فی البران اور چٹا پنچ بانس یا زکھ کا تیز چھپکا یا قصد قتل ہو آگ سے اس واسطے کہ آگ بھی کھال کو پھاڑ دیتی ہے اور فوج کا عمل کرتی ہے تو اگر آگ کو محل ذبح میں رکھے سو وہ رکوں کو جلا دے تو ذبیحہ یا کول ہو گا یعنی اگر آگ کے جلا نے سے خون بے اور اگر خون نہ بے گا تو کھانا اُس کا درست نہیں کذا فی الکفایۃ ہم خلاصہ تعریف قتل عمد یہ ہے کہ عمدہ ہے جن میں بالقصد ضرب سلاح سے ہو یا جاری مجرے سلاح سے تفریق اجزاء میں کذا فی

اکثر المتون شرح طحاوی میں کیا قتل عمد ہے جس میں قصداً قتل ہو لوہے سے چنانچہ چھری اور تلوار سے یا جو چیز لوہے کے مانند ہو خواہ اس میں حدت ہو کہ بھاڑ سے یا حدت نہ ہو لیکن کھل ڈالے جیسے عمود آہنی اور ترارزد کے بانٹ یا قتل نیز سے یا سوئی سے کوچکر ہو بشرطیکہ لوہے کا ہم اس پر قائم ہو خواہ غائب اس سے ہلاکی ہو یا نہ ہو اس واسطے کہ وہاں احادیث میں منصوص ہے چنانچہ لا قود الا بالسیف و فی روایت لا قود الا بالسلح و فی روایت لا قود الا بالحدید اور منصوص علیہ علت معتبر ہے اور اسی طرح جو چیز لوہے کی جنس سے ہو چنانچہ قتل اور زنگ اور چاندی اور سونا اور تانبہ خواہ قتل چیر بھاڑ کے ہو خواہ کھل کر اور جو چیز لوہے کی جنس سے نہیں تو اگر وہ لوہے کا سا کام کرے تو وہ قتل عمد ہے اور نہیں تو عمد نہیں چنانچہ آگ سے جلا نا عمد ہے اور اسی طرح جس چیز میں حدت اور تیزی ہو اور وہ تلوار کا عمل کرے جیسے شیشہ اور بانس اور نرگل کا چھلکا اور حدت والا پتھر جو چیز بھاڑ سے یا بدن میں گھس جائے چنانچہ نوکدار لکڑی تو یہ چیزیں تلوار کے مانند عمل کرتی ہیں تو یہ قتل عمد ہے انتہی فتاویٰ قاضی خاں میں ہے کہ لوہے میں اور جو لوہے کے مشابہ ہے ظاہر روایت میں یہ ہے کہ قصاص واجب ہونے میں زخم ہونا شرط نہیں اور طحاوی کی روایت عن الامام یہ ہے کہ بدون زخم کے قصاص واجب نہیں انتہی تو بموجب ظاہر روایت کے بندوق کی گولی کے قتل کرنے میں بلا خشک قصاص واجب ہے اس واسطے کہ گولی لوہے کی جنس سے ہے اور طحاوی کی روایت سے بھی وجوب قصاص ثابت ہے کیونکہ گولی زخمی کر دیتی ہے اور سوئی کے قتل میں دو قول ہیں ایک وجوب قصاص کا جو برہان سے مذکور ہو چکا اور دوسرا قول یہ ہے کہ سوئی کے قتل سے اصلاً قصاص نہیں اس لیے کہ عادت میں اس سے قتل کرنا مقصود نہیں ہوتا کذا ذکر ابو اسود کذا فی الطحاوی مختصراً فتاویٰ قاضی خاں میں اس میں عدم قصاص مذکور ہے و اما علم قلت فی شرح الوہبانیۃ کل ما بہ الذکاۃ بہ القود والا فلا قتل میں کتابوں اور شرح وہبانیہ میں ہے کہ جس چیز سے زخم کرنا حاصل ہوتا ہے اس چیز کے قتل کرنے سے قصاص مترتب ہوتا ہے اور نہیں تو قصاص نہیں انتہی و فی البرہان و فی حدید غیر محدود کا سبب روایتان ائمہ ما ابنا عمیر اور برہان میں ہے اور جو لوہے کی چیز نوکدار نہ ہو جیسے ترارزد کا بانٹ اس میں دو روایتیں ہیں دونوں میں ظاہر تر روایت یہ ہے کہ وہ قتل عمد ہے و فی الجتب و اجماع المتوزیعین للقود وان لم یکن فیہ نار اور مجتہدین میں ہے کہ طور کا گرم کرنا قصاص کے واسطے کفایت کرتا ہے اگرچہ اس میں آگ موجود نہ ہو دے ہم منع الغفار میں ہے کہ ایک شخص نے تور گرم کیا اور کسی انسان کو اس میں گرادیا یا ایسی جلتی آگ میں ڈال دیا کہ اس میں سے نکل نہیں سکتا تو قاتل پر قصاص ہے بمنزلہ سلاح کے خانیہ میں ہے خواہ وہ شخص اسی دن مر جاوے یا صاحب فراش رہے مرتے دم تک اگر چنانچہ پتھر یا لکڑی کا تو قاتل پر قصاص نہیں و فی معین المفتی للمصنف الابرة اذا اصاب القتل فغیر القود والا فلا یلیفظ اور معین المفتی مصنف کی کتاب میں ہے کہ سوئی جب عمل قتل میں لگ جائے تو اس میں قصاص ہے اور نہیں تو قصاص نہیں ہے سوئی کے قتل سے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے و قال لا اثنی ضرب قصداً بالاسیطعۃ البیتۃ کتیب عظیم عدا اور صاحبین اور عینوں اماموں نے کہا کہ مقتول کو قصداً مارنا اس چیز سے جس کی ضرب اٹھانے کی بدن انسانی کو طاقت نہیں چنانچہ بڑا لکڑی کا قتل عمد ہے ہم امام کے نزدیک قتل عمد نہیں بلکہ شبہ عمد ہے چنانچہ آگ کے معلوم ہوگا موجب لاثم فان حرمتہ اشد من حرمتہ اجزاء کذا الکفر بجوازہ لکمرہ بخلاف القتل او قتل عمد کا موجب گناہ ہے اس واسطے کہ اس کا حرام ہونا سخت تر ہے کفر کے بولنے سے اس واسطے کہ کفر بولنا کفر کو درست ہے اور قتل کرنا کفر کو بھی درست نہیں مگر قتل عمد مومن پر قرآن اور حدیث اور اجماع امت سے ثابت ہے قال اللہ تعالیٰ من قتل مومن متعمداً فجزاءہ جہنم الا یہ یعنی فرمایا حق تعالیٰ نے کہ جو شخص مسلمان کو قصداً قتل کرے تو اس کا بدلہ دوزخ ہے فقط یہ آیت قتل ناحق نصیت کے واسطے کافی ہے اور احادیث تو اس میں بہت ثابت ہیں ازاجملہ ترمذی اور نسائی میں عبد اللہ بن عمر سے مروی ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ زوال دنیا کا عند اللہ آسان تر ہے مرد مسلمان کے قتل سے اور ترمذی میں ابو سعید خدری اور ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لہ قصاص نہیں مگر کبوتر سے مارنے میں ۱۲ سالہ قصاص نہیں مگر کبوتر سے مارنے میں ۱۲ سالہ قصاص نہیں ہے مگر لوہے سے مارنے میں ۱۲ سالہ قصاص نہیں ہے مگر کبوتر سے مارنے میں ۱۲ سالہ قصاص نہیں ہے



اگر اہل آسمان اور اہل زمین مومن کے خون میں شریک ہوں تو اللہ تعالیٰ ان کو منہ کے بل اگ میں ڈال دے اور نسائی میں حدیث مرفوعہ ہے کہ ہر گناہ میں مغفرت کی امید ہے مگر وہ مرد جو کافر مرے اور وہ مرد جو مومن کو قتل کرے اور اپنی ماہمہ میں البہرہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص مومن کے قتل پر آدمی بات سے امانت کرے گا تو وہ خدا سے ملے گا اور اس کی دونوں آنکھوں کے مابین لکھا ہوگا کہ اللہ عزوجل کی رحمت سے مایوس ہے اور اجماع امت بھی اسی پر منعقد ہے کذا فی العینی شرح المداہیہ اماذنا ماہد سائر المسلمین من قتل النفس بغير حق آمین وموجبہ القود عینا اور موجب قتل عمد کا عین قصاص ہے بلا ادرم مال ہم امام شافعی کے نزدیک قتل عمد میں قصاص غیر متعین ہے بلکہ وارث مقتول کا قصاص اور خون بہا لینے میں مختار ہے اور ہماری دلیل یہ آیت ہے (کتب علیکم القصاص فی القتل) یعنی تم پر قصاص لکھا گیا مقتولین میں اور جو خدا نے اپنے عباد پر لکھا وہ فرض ہے اور اس آیت میں قتل عمد مراد ہے اس واسطے کہ قتل خطایں دیت واجب ہے بدلیل اس آیت کے (ومن قتل مؤمنا خطا الاثیم) و بدلیل حدیث عبداللہ بن عباسؓ کے جو مسند ابن ابی شیبہؒ میں مروی ہے کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے العمد القود الا ان یعفوا ولی القتل کذا فی العینی یعنی موجب قتل عمد کا قصاص ہے مگر یہ کہ ادلی مقتول کا معاف کر دے ملا نے تصریح کی ہے کہ یہ حدیث مشہور ہے پھر جب کہ خبر واحد محل قرآن کی مبین ہو سکتی ہے چنانچہ مقدار مسیح سر میں مذکور ہے تو حدیث مشہور بطریق ادلی محل قرآن کا بیان پڑ سکے گا خلاصہ یہ ہے کہ ہر چند ظاہر آیت قصاص میں قتل عمد اور قتل خطا کی خصوصیت نہیں لیکن حدیث مشہور اس کی مفصّل واقع ہو گئی تو اطلاق آیت کا باقی نہ رہا بمنزلہ محل کے ہو گئی تو حدیث مذکور کا شفعہ جمال ہو گئی واللہ اعلم فلا یصیر الا بالترغی فیصح صلیا ولو بمثل الدیۃ او اکثر ان کمال عن الحاقی جب قتل عمد میں قصاص متعین نہ ہو تو وہ مال نہ ہو جو دے گا مگر باہم کی رضامندی سے تو صحیح ہوگا بطریق صلح کے اگر صلح قصاص کی دیت کے برابر ہو یا زیادہ تر چنانچہ ابن کمال نے حقائق سے بیان کیا ہے ہم ادیا مقتول کو صلح کرنا قصاص سے مال پر جائز ہے خواہ مال تھوڑا ہو یا بہت دیت کی جنس سے ہو یا غیر جنس ہو حال ہو یا محل کذا فی البوہرۃ لا الکفارۃ لا ناکیرۃ محفۃ فی الکفارۃ معنی العبادۃ فلا یطاب بہا موجب اس کا قصاص ہے نہ کفارہ اس واسطے کہ قتل عمد گناہ کبیرہ خاص ہے اور کفارہ میں عبادت کے معنی میں تو عمد مراد ہو بطرف کفارہ نہ ہوگا قلت لکن فی التانیۃ لو قتل ملوک او ولدہ الملوک لغيرہ عدا کان علیہ الکفارۃ میں کتا ہوں لیکن خانیہ میں ہے کہ اگر مالک اپنے غلام کو یا غلام کے اس فرزند کو جو قاتل کے سوا اور کا ملوک ہے عدا قتل کرے تو اس پر کفارہ واجب و انثال شبہ و ہوان لقصہ ضربہ بغیر ما ذکر اسے بالافرق الی جزاء ولو بوجہ شبہ کبیر بن عذہ خلافا لغيرہ اور دوسری قسم قتل کی شبہ عمد ہے یعنی مشابہ عمد کے وہ یہ ہے کہ مقتول کے مارنے کا قصد کیا جائے موائے اس چیز کے جو قتل عمد میں مذکور ہو چکا یعنی اس چیز سے جو تفریق اجزا بدن نہ کرے اگرچہ بڑا پتھر اور بڑا ٹکڑا ہو یا امام کے نزدیک ہے برخلاف غیر امام کے یعنی صاحبین اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک یہ عمد میں داخل ہے ہم شبہ عمد وہ ہے جس میں تعمد ضرب ہو اس چیز سے جو صلاح نہیں اور نہ قائم مقام صلاح کے خواہ اس سے غالباً ہلاک ہو چنانچہ سنگ عظیم اور عصائے کبیر اور موگر اور صولی کا یا ہلاکت غالباً نہ ہو چنانچہ عصائے صغیر اس کو شبہ عمد اس لیے کہا کہ خطا مشابہت کے ہے کیونکہ اس میں معنی عمد کے ہیں اس اعتبار سے کہ فاعل نے مارنے کا قصد کیا اور اس میں خطا کے بھی معنی ہیں اس اعتبار سے کہ قاتل کا قصد قتل ثابت نہیں ہوتا اس نظر سے کہ اس نے آلہ تادیب کو استعمال کیا نہ آلہ قتل کو اور قاتل ہر فعل کا قصد کرتا ہے اس کے آلہ خاص سے تو یہ خطا مشابہت ہو گئی کذا فی العینی وموجبہ لاثم والکفارۃ ودیۃ مغلطۃ علی العاقلۃ سببی تفسیر نوک اور شبہ عمد کا موجب گناہ ہے اور کفارہ اور دیت مغلطہ قاتل کے مددگار برادری پر تفسیر دیت مغلطہ کی کتاب الدیات میں آوے گی ہم شبہ عمد میں قتل کا گناہ ہے تعمد ضرب کے سبب سے اور کفارہ ہے اس واسطے کہ وہ خطا ہے آلہ ضرب کے اعتبار سے اور دیت مغلطہ عبارت ہے متواؤنٹ کے دینے سے جن میں ۲۵- یک سال ہوں اور ۲۵- دو سال اور ۲۵- سہ سال اور ۲۵- چار سال لا القود و شبہ بالخطا نظر الالۃ الا ان یتکرر منہ فللایام قتلہ سیاستہ اختیار نہ قصاص یعنی شبہ عمد میں قصاص واجب نہیں بسبب اس ملا خدا تعالیٰ ہم کو اور سبب ملالوں کو نفس کے ناحق قتل کرنے سے محفوظ رکھے ۱۲- قاتل کی تحریر تہذیبہ مؤمنہ ودیۃ مسلولی الہم ہے یعنی جو شخص مومن کو قتل کرے کہ اس پر آواز نہ ہو ایک بروکلمان کا اور خون بہا وارثان مقتول کو دینا ۱۳-





خطا نہیں بلکہ بمنزلہ خطا کے ہے طحاوی میں مالگیری عن المحیط سے منقول ہے جاری مجرے خطا چنانچہ ایک شخص چھت پر سے کسی آدمی پر گر پڑا اور وہ مر گیا یا اُس کے ہاتھ سے اینٹ یا لکڑی گر پڑی اور دوسرا آدمی اُس کے صدر سے مر گیا یا ایک شخص جانور پر سوار تھا سو جانور نے دوسرے آدمی کو کھیل کر مار ڈالا اور زمین میں سے کہ نام منقلب کا قتل بمنزلہ خطا کے ہوا اس واسطے کہ یہ حقیقت میں خطا نہیں اس واسطے کہ نام کا کچھ قصہ ہی نہیں کہ وہ اپنے مقصود کا منطقی ٹھہرے تو یہ قتل بمنزلہ خطا کے ٹھہرایا گیا فعل حقیقی کے وجود کے سبب سے انتہی مافی الطحاوی تو معلوم ہوا کہ خطا کی نسبت صدر الشریعہ کی طرف صریح خطا ہے <sup>چونکہ وہ جانور</sup> موجبہ

اے موجب بذالنوع من الفعل و ہوا الخطا و ما جری مجراہ الکفارة والدیۃ علی العاقلۃ والاثم دون اثم القتل اذا الکفارة توذن بالاثم لترك العزمیۃ اور اس قسم کے قتل کا یعنی قتل خطا اور مثل بمنزلہ خطا کا موجب کفارہ ہے اور دیت قاتل کے مددگاروں پر اور گناہ کمتر گناہ قتل سے اس واسطے کہ کفارہ کا مشروع ہونا خبر دیتا ہے ثبوت گناہ کی بسبب ترک کرنے عزیمت اور احتیاط کے ہم اس صورت میں قتل کا گناہ نہیں بلکہ ترک احتیاط کا گناہ ہے کیونکہ ایسی بے احتیاطی کی کہ دوسرا ہلاک ہو گیا اس واسطے کہ افعال مباشرہ کی مباشرت جائز نہیں مگر بشرط عدم ایذا پھر جب دوسرے کو اذیت ہوئی تو اُس نے احتیاط ترک کی لہذا وہ گناہ ہوگا اور خود لفظ کفارہ سے گناہ نکلتا ہے اس واسطے کہ کفارہ معنی پوشیدہ ہے اور پوشش نہیں بدون گناہ کے کذا فی الزیلعی و الاثم قتل بسبب کما فربر و واضع حجر فی غیر ملکہ بغیر اذن من السلطان ابن کمال اور پانچویں قسم قتل بسبب ہے جیسے کنواں کھودنے والا اور پتھر رکھنے والا غیر کی ملک میں بلا اذن حاکم کذا ذکرہ ابن کمال عن شرح الطحاوی ہم غیر ملک حفرا و وضع دونوں کی قید ہے چنانچہ درمیں ہے تو اگر اپنے ملک میں کنواں کھودے یا پتھر رکھے گا تو اُس کی طرف سے قعدی ثابت نہ ہوگی تو دیت اور کفارہ بھی نہ ہوگا کذا فی الطحاوی و کذا واضع مشبہ علی قارعة الطريق و نحو ذلک الا اذا مشی علی البرد و نحوہ بعد علمہ بالحفر و نحوہ درر اور اسی طرح قاتل بسبب ہے رکھنے والا لکڑی کا شارع عام میں اور مانند اُس کے جو تلف ہو جانے کا سبب ہو چنانچہ اینٹوں کا ڈھیر کر دینا راہ میں مگر جب کہ کوئی شخص کنوئیں وغیرہ پر چلا کھد ناد غیرہ جان بوجھ کر کذا فی الدرر ہم اس واسطے کہ جان بوجھ کر چلنا خود اپنی جان کو ہلاک کرتا ہے کذا فی الجوہرۃ و موجبہ الدیۃ علی العاقلۃ اور قتل بسبب کا موجب دیت ہے فاعل کے مددگاروں پر ہم کنواں کھودنا وغیرہ تلف کا سبب ہے اور کھودنے والا متعدی ہے اس میں تو بمنزلہ واضع اور ملحق کے قرار دیا گیا تو دیت واجب ہوئی حیانت نفوس کے واسطے لا الکفارہ ولا اثم القتل بل اثم الحفر والوضع فی غیر ملکہ درر اُس قتل کا موجب کفارہ نہیں اور نہ گناہ قتل کا بلکہ غیر ملک میں کنواں کھودنے اور پتھر وغیرہ رکھنے کا البتہ گناہ ثابت ہے کذا فی الدرر و کل ذلک یوجب حرمان الارث لوالہابی مکلفا ابن کمال اور قتل کے جمیع اقسام مذکورہ حرمان میراث کے موجب ہیں یعنی اگر کوئی شخص اپنے مورث کو قتل کرے گا تو اُس کی میراث قاتل نہ پاوے گا بشرطیکہ قاتل باطل بالغ ہو کذا ذکرہ ابن کمال ہم یعنی اگر قاتل صغیر یا مجنون ہوگا تو میراث سے محروم نہ ہوگا چنانچہ سید شریف کی شرح مراجعہ میں مہرح ہے الا ہذا اے القتل بسبب عدم قتل جمیع اقسام قتل کی حرمان قاتل کے موجب ہیں سوائے اس قسم کے یعنی قتل بسبب میں قاتل میراث مقتول سے محروم نہ ہوگا اُس کے عدم قتل کے سبب سے ہم یعنی قتل بسبب میں بوجہ مباشرت قتل نہیں جو بوجہ حرمان ہوا اس واسطے کہ مباشرت عبارت ہے افعال فعل قاتل سے مقتول کے ساتھ سو یہاں موجود نہیں بلکہ قاتل کا فعل زمین سے البتہ متصل ہوا اور مباشرت کے ساتھ خلاف اصل اس کو اس واسطے ملحق کیا ہے تاکہ خون اکارت نہ جاوے کذا فی الحموی والحمۃ الشافعی بالخطا فی احکامہ اور امام شافعی نے قتل بسبب کو قتل خطا کے ساتھ ملحق کیا ہے اُس کے جمیع احکام میں و انتہی

**فصل** فیما یوجب القود و مالاً یوجبہ یہ فصل ہے اُس قتل کے بیان میں جو قصاص کا موجب ہے اور جو قتل کہ قصاص کا موجب نہیں **یجب القود اے القصاص لقتل کل محقون الدم بالنظر لقاۃ درر و یتفیع عند قولہ و تو قتل القاتل اجنبی علی التابید عمداً واجب ہے قود یعنی قصاص ہر محفوظ الدم دائمی کے عمداً قتل سے شارح نے کہا محفوظ الدم سے مراد یہ ہے کہ نظر اُس کے قاتل کے خون اُس کا محفوظ ہے**

لہ و حکا دینے والا اور گرا دینے والا یعنی ایسا ہو کہ دوسرے کو گھاسے کر کنوئیں میں ڈال دیا ۱۲۰

کذا فی الدرر اور اس کا مطلب اسی فعل میں ماتن کے اس قول کے پاس ولو قتل القاتل اجنبی واضح ہو گا ہم یعنی جو مقتول کو نظر لقا قاتل دانا معفو الدم ہے یعنی اس کی خون ریزی قاتل کو کبھی مباح نہیں تو اس کے قتل عذر سے قصاص واجب ہے یعنی اس کے بدلے قاتل کو قتل کرنا واجب ہے محفوظ الدم کی قید سے مباح الدم سے احتراز ہو جیسے زانی محض اور حربی اور مرتد اور دوام کی قید سے مستان سے احتراز ہو یعنی اس کا خون تا قیام دارالاسلام محفوظ ہے نہ ہمیشہ قود بالتحریک قاتل کو قتل کرنا بدلے مقتول کے قاموس میں قصاص کی تفسیر قود کی ہے لیکن طحاوی نے نہایت جزی سے نقل کیا کہ قصاص یہ ہے کہ فاعل کے ساتھ وہ فعل کیا جائے جو اس نے مفعول کے ساتھ کیا خواہ وہ فعل قتل ہو یا قطع عضو یا ضرب یا براحہ تو اس صورت میں تفسیر قود کی قصاص کے ساتھ تفسیر بالاعم ہے وہو المسلم والذمی اور وہ مسلمان اور ذمی ہے یعنی دائمی محفوظ الدم مسلمان اور ذمی میں سو جو ان کو عذر اقل کرے گا وہ ان کے بدلے مقتول ہو گا اگر کوئی کہے کہ اگر مسلمان اپنے فرزند مسلمان کو عذر اقل کرے تو باپ پر قصاص واجب نہیں حالانکہ تعریف مذکور میں وہ داخل جواب اس کا یہ ہے کہ یہ عوارض سے ہے تو قواعد کے تحت میں داخل نہ ہو گا اس واسطے کہ قصاص تو یہاں واجب تھا اصل میں پھر منقلب بال ہو گیا اس واسطے کہ البوت شہر ہے قصاص کے ٹل جانے کا اور اسی طرح عذر وقف کے قتل عذر میں قصاص واجب نہیں بلکہ قصاص منقلب بدیت ہو گا مراعات نفع وقف کے عارض سے کذا فی الطحاوی لا المستان والموئل زمستان اور حربی یعنی ان کے قتل عذر سے قصاص واجب نہیں مستان تو اس وجہ سے کہ اس دم دانا محفوظ نہیں اور حربی تو مطلقا مباح الدم ہے بشرط ان یكون القاتل مکلفا لما تقرره لیس یعنی مجنون عذر مقتول مذکور کے قتل عذر میں قصاص واجب ہے بشرطیکہ قاتل اس کا مائل اور بالغ ہو اس واسطے کہ ثابت ہو چکا ہے کہ صغیر اور مجنون کے واسطے عذر نہیں فی البرازیہ حکم علیہ بقود من قبل دفعه للولی القلب دیتہ بزاز یہ میں ہے قاتل پر حکم حاکم ہو گیا قصاص کا پھر وہ دیوانہ ہو گیا وارث مقتول کے دینے سے پہلے تو قصاص بدل کر دیت ہو جاوے گا یعنی پہلے قاتل مائل تھا پھر دیوانہ ہو گیا تو قصاص ساقط ہو گا اور اگر وارث کے دینے کے بعد دیوانہ ہوا تو قصاص ساقط نہ ہو گا کذا فی المنع قتل من یمن وینفق قتل فی افاقتہ قتل کی اس قاتل نے جو کہیں دیوانہ ہو جاتا ہے اور کبھی اس کو افاقہ ہوتا ہے تو حالت افاقہ میں مارا جاوے گا فان جن بعدہ ان مطبقا سقط وان غیر مطبق قتل پھر اگر مجنون ہو گیا بعد اس کے اگر جنون مطبق یعنی دائمی ہے تو قصاص ساقط ہو گیا لیکن بطریق استحسان دیت اس کے مال میں واجب ہو گی کذا فی العالمیہ اور اگر جنون دائمی نہیں تو قتل ہو گا قتل عبد مولاہ لا ردایہ فیہ وقال ابو جعفر یقتل غلام نے اپنے میاں کو قتل کیا تو اس میں کچھ دایت نہیں امام اور صاحبین سے اور ابو جعفر حنفی فقیہ نے کہا کہ غلام مذکور قتل کیا جاوے گا قتل عبد الوقف عذر الا قود فیہ کسی نے وقف کے غلام کو قتل کیا تو اس میں قصاص نہیں یعنی مراعات مصلحت وقف تو قاتل سے اس کی قیمت لی جائے اور دوسرا غلام وقف کے واسطے خرید کیا جائے قتل ختنہ عذر و بنتہ فی نکاح سقط القود قاتل نے اپنے داماد کو عذر اقل کیا اور حالانکہ قاتل کی بیٹی مقتول کے نکاح میں ہے تو قصاص ساقط ہو گا ہم اس واسطے کہ بیٹی اپنے زوج کے قصاص کی وارث ہوئی باپ پر خانیہ میں ہے کہ اگر مقتول کے وارثوں میں قاتل کا فرزند ہو یا فرزند کا فرزند تو قصاص باطل ہے و واجب ہو گی کذا فی الطحاوی بشرط انتفاء الشبهة کو لا زاد ملک او اعم قولہ اقلنی فقتلہ بیہما کما یبھی اور قتل عذر میں قصاص واجب ہے بشرطیکہ قاتل اور مقتول میں قصاص ٹل جانے کا شبہ نہ ہو چنانچہ ولادت یا ملک ہونا یا کوئی امر امر ولادت اور ملک سے عام ترجیحاً پچھو مقتول کیوں کہ قاتل سے کہ تو مجھ کو قتل کر سو قاتل نے اس کو قتل کر ڈالا چنانچہ شبہ مذکورہ کی تفصیل آگے آوے گی فیقتل الحر بالحر وبالبعید غیر الوقف کما مر خلافاً لشافعی تو قتل کیا جاتا ہے آزاد بدلے آزاد کے اور بدلے غلام کے سوائے غلام وقف کے چنانچہ مذکور ہو چکا کہ عذر وقف کے مقتول ہونے میں قصاص واجب نہیں بلکہ اس کی قیمت دینا قاتل پر واجب ہے برخلاف امام شافعی کے اس واسطے کہ ان کے اور امام مالک اور احمد کے نزدیک آزاد بدلے غلام کے قتل نہ ہو گا بلکہ قاتل پر اس کی قیمت کا تاوان لازم ہو گا ہم امام شافعی کی دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید میں (الحر بالحر والعبد بالعبد والانثی بالانثی) فرمایا ہے



یعنی آزاد بدلے آزاد کے مارا جائے اور غلام بدلے غلام کے اور عورت بدلے عورت کے تو یہ مقابلہ اس کا مقتضی ہے کہ آزاد بدلے غلام کے مارا نہ جائے اس واسطے کہ بناء قصاص مساوات پر ہے اور حالانکہ غلام اور آزاد میں برابری نہیں اس کا جواب شارح نے آئندہ قول میں دیا ولنا اطلاق قولہ تعالیٰ النفس بالنفس فانه نسخ لقولہ تعالیٰ الحر بالحر لا یتکادواہ السیوطی فی الدرر المنثور عن النحاس عن ابن عباس اور ہماری دلیل اطلاق ہے اس آیت کا کہ النفس بالنفس یعنی جان بدلے جان کے اس میں آزاد اور غلام کی قید نہیں تو یہ آیت الحر بالحر کی آیت کی نسخ ہے چنانچہ جلال الدین سیوطی شافعی نے تفسیر در المنثور میں نسخ کو تناس سے ابن عباس نقل کیا ہے ہم منجملہ دلائل خفیہ کے عموم ہے اس آیت کا (کتب علیکم القصاص فی القتل) یعنی مقتولین میں تم پر قصاص کرنا مفروض ہے مقتول عام ہے آزاد ہو یا غلام ازاں جملہ قولہ تعالیٰ (ومن قتل مظلوما فقد جعلنا لولہ سلطانا) لیکن اگر آزاد اپنے ذاتی غلام کو قتل کرے گا تو قصاص ساقط ہے اجماع کی دلیل سے کذا فی العینی علی انہ تخصیص بالذکر فلا یغنی ماعداء کیف ولودل لوجب ان لا یقتل الذکر بالانثی ولا قاتل بہ علاوہ نسخ سے یہ ہے کہ الحر بالحر والعبد بالعبد خاص کر ذکر کیا ہے اور تخصیص بالذکر ماسوائے مذکور کے نفی نہیں کرتی ہے یعنی اس تخصیص سے غلام کے بدلے قتل آزاد کی نفی ثابت نہیں ہوتی یہ کیونکہ موصلا لہذا اگر تخصیص ماعداء کی نفی پر دلالت کرتی تو یہ واجب ہوتا کہ مرد بوجہ عورت کے مارا نہ جاتا اور حالانکہ اس کا کوئی قائل نہیں ہم اور تخصیص بالذکر کا فائدہ ان لوگوں کا رد قول منظور ہے جو مقتول کے بدلے غیر قاتل کے قتل کرنے کا ارادہ رکھتے تھے اس واسطے کہ ابن عباس سے مروی ہے کہ عرب کے دو گروہ میں اگر قتل ہو جائے اور ایک گروہ دوسرے گروہ پر دعویٰ فضیلت رکھتا تو مدعی فضیلت یوں کہتا کہ ہم راضی نہ ہوں گے جب تک کہ عورت کے بدلے ان کا مروہ نہ ماریں اور اپنے غلام کے بدلے ان کا آزاد نہ ماریں حق تعالیٰ نے ان کے رد میں یہ آیت اتاری کہ آزاد بدلے آزاد کے مارا جائے اور غلام بدلے غلام کے اور عورت بدلے عورت کے کذا فی العینی اور مساوات بین القاتل والمقتول کا جواب یہ ہے کہ قصاص میں عصمت یعنی عدم ایاحت دم کی مساوات لازم ہے اور عصمت متحقق ہوتی ہے دین اور قیام دار الاسلام سے تو دین اور قیام دار الاسلام میں آزاد اور غلام دونوں برابر ہیں قبل ولا الحر بالعبد ودر بخولہ بالاولیٰ کہا گیا ہے مذہب شافعی کی اشکال میں کہ اگر تخصیص بالذکر ماعداء کی نفی کرتی تو یہ واجب ہوتا کہ آزاد بدلے غلام کے مارا نہ جاتا اور یہ اشکال رد کیا گیا ہے اس کے داخل ہونے سے بطریق اولیٰ کے ہم شارح کی اس عبارت میں کچھ تحریر اور تحقیق نہیں شارح نے عبارت منع الفقار کے نقل کرنے کا ارادہ کیا سو اس کا قلم بے موقع چل گیا یوں کہنا حق تھا قبل ولا العبد بالحر اور یہ عطف سے ان لا یقتل الذکر بالانثی پر کذا فی الطحاوی محقق یعنی یہ جو بعض شارحین نے امام شافعی کے مذہب پر اشکال کیا ہے کہ اگر تخصیص بالذکر ماعداء کی نفی کرتی تو یہ واجب تھا کہ غلام بدلے آزاد کے مارا نہ جاتا بلیل قولہ تعالیٰ والعبد بالعبد سو مندرجہ کلام مندرجہ ہے اس وجہ سے کہ جب غلام بدلے غلام مارا گیا تو آزاد کے بدلے بطریق اولیٰ مقتول ہوگا اور مزید تفصیل اس کی منع الفقار کی عبارت میں ہے جو اس ترجمہ کے حاشیہ پر منقول ہے ولایالی الفتح البستی نقل سے خذ وابدی ہذا الغزال فانه یدمانی بسی مقلعہ علی عمد ولا تقتلواہ انہی انا عیدہ یدلم احرار قاتل بالعبدہ اور مناسب مقام ابوالفتح بستی شافعی مذہب نے بطور نظم کے کہا ہے کہ بچہ و میرے خون کے بدلے اس غزال کو کہ اس نے اپنے دونوں گوشہ چشم کے دو تیروں سے مجھ کو قتل کیا ہے لیکن اس کو قتل نہ کیجیو اس واسطے کہ میں اس کا غلام ہوں اور میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ آزاد مارا جائے بدلے غلام کے ہم طحاوی نے کہا قولہ خذ وابدی اور لا تقتلواہ منافات ہے اس واسطے ۱۵ اور جو شخص مارا جائے ظلم سے تو ہم نے دیلہ اس کے وارث کو رد ۱۶ ۱۷ یعنی غلام نہ مارا جائے بدلے آزاد کے ۱۲ ۱۳ ونفس النعم خان قلت لودل الی قولہ تعالیٰ الحر بالحر والعبد بالعبد اسے عن التخصیص المقابله لوجب ان لا یقتل العبد بالحر عندہ قلت لانه یجب منه بان ہذا تفاوت الی نقصان قلائع و ہذا ماذکرہ ائمہ اصول من ان شرط دلالة مفهوم التخصیص بالذکر ان تعذر اذنیہ المسکوت علی المنطوق وان کان المسکوت عنہ اولیٰ من المنطوق لانه لما کان العبد یقتل بالعبد نیبالاولیٰ ان یقتل بالحر و ہذا یندرج ماذکر بعض الشارحین من انہ ان دل لوجب ان لا یقتل بالحر بقولہ تعالیٰ والعبد بالعبد اتہی کذا فی الطحاوی ۱۲ -

کہ اخذ بالدم قتل کا تقاضا ہے اور دیت پر حمل کرنا صحیح نہیں ہو سکتا کہ غلام کی دیت اس کے مالک پر واجب نہیں فاجاہ بعض المفتیہ راوا علیہ سہ خذو  
بدی من رام قتل بلنظہ ولم یکنش بطش اللہ قاتل العمدہ و قد دایہ جبراً دان کنت عبدہ ۱۲ لعلہ ابن الحریقتل بالعبدہ سو اس نظم کا کسی حنفی نے جواب  
دیا ہے بطریق رد کے کہ پھر وہ میرے خون کے بدلے اس کو جس نے میرے قتل کا اپنے گوشہ چشم کی دید سے ارادہ کیا یعنی ارادہ کیا اور ماڈالا اور  
شخص نہ ڈرا خدا کے پکڑنے سے جو ثابت ہے قتل عمد میں اور قصاص لو اس سے زبردستی اگرچہ اس کا غلام ہوں تاکہ معلوم ہو جائے کہ آزاد مارا جاتا  
ہے بدلے غلام کے موطاوی نے کہا اس نظم میں خلل یہ ہے کہ آزاد اپنے غلام ملوک کے قتل سے مارا نہیں جاتا اور اگر غیر قاتل کے غلام پر حمل  
کیجیے تو دان کنت عبدہ کے مناسب نہیں والمسلم بالذمی خلا قالہ اور قتل کیا جاتا ہے مسلمان ذمی کے بدلے یعنی کافر مطیع الاسلام کے عوض بڑے  
شافعی کے مام شافعی کی دلیل یہ حدیث ہے کہ لا یقتل مومن بکافر رواہ البخاری اور یہی مضمون سنن ابی داؤد اور نسائی اور ابن ماجہ میں بھی ہے  
اور ہماری دلیل وہ ہے جو سنن دارقطنی میں عبد الرحمن بن سلمان عن ابن عمر سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمان کو معاہدہ کے بدلے  
قتل کیا اور فرمایا کہ انا اکرم من وفی ذمتہ یعنی میں ذمہ کے پورا کرنے والوں میں زیادہ کریم ہوں ہر چند دارقطنی نے ابن سلمان کو ضعیف کہا ہے لیکن ابن  
جہان نے اس کو ثقات تابعین میں ذکر کیا ہے اور مضمون اس حدیث کا مسند شافعی میں بھی مذکور ہے اور حدیث لا یقتل مومن بکافر میں کافر عربی مراد ہے  
توفیقاً بین الروایتین کذا فی العینی زلیحی نے علی مرتضیٰ سے نقل کیا کہ ذمیوں نے جزیہ اس واسطے دیا تھا کہ ان کے خون ہمارے خون کے مانند ہوں اور  
ان کے مال ہمارے مال کے برابر لا ہما مستامن بل ہو مثلاً قیاساً مساواة لا استئماناً لقیام المبیع ہدایہ و مجتبیٰ و درر وغیرہ قتل کیا جائے مسلمان  
اور ذمی بدلے مستامن کے یعنی اس واسطے کہ مستامن کا خون علی التابید معصوم نہیں بلکہ ایک مستامن بدلے دوسرے مستامن کے جو اس کے برابر ہے  
قتل کیا جاتا ہے قیاس کی راہ سے بسبب مساوات کے نہ استئمان کی راہ سے بسبب قائم ہونے سے بیع کے کذا فی المداۃ والمجتبیٰ والدرر وغیرہ  
مما بحت خون کی وجہ کفر ہے جو باعث ہے حرب مسلمین کا اس واسطے کہ مستامن رجوع دایا لرب کا قصد رکھتا ہے قال المصنف و یغنی ان یعول علی  
الاستئمان لتقر حکم بالعمل بہ الا ان مسائل مضبوطہ لیست ہذہ منها وقد افقر لما خرو فی منہ علی القیاس انہی یعنی فتنہ المصنف رحمہ اللہ علی عادتہ قلت  
و بعضہ عامۃ المتون حتی المتفق مصنف نے شرح میں کہا اور سنن اور یوں ہے کہ استئمان پر اعتماد کیا جائے بسبب تصریح کرنے علما کے استئمان پر  
عمل کرنے کا مگر چند مسائل مضبوطہ میں کہ یہ مسئلہ ان میں سے نہیں ہے اور البتہ لما خرو نے اپنے متن یعنی درر میں قیاس پر اقتصار کیا ہے انتہی کلام  
المصنف یعنی سو مصنف بھی درر کا تابع ہو گیا اپنی عادت کے موافق اور عمل بقیاس کی تائید کرتے ہیں اکثر متون فقہ کے متفق الا بحر تک و یقتل  
العاقل بالمجنون والبالغ بالصبی والصحیح بالاعمی والزمین و ناقص الاطراف والرجل بالمرأۃ بالاجماع اور قتل کیا جاتا ہے ہوشیار  
بدلے دیوانے کے اور بالغ بدلے صغیر کے اور صحیح البدن آنکھ والا بدلے اندھے اور طویل الرض اور ناقص الاطراف یعنی لولے ٹکڑے کے بدلے  
اور مرد بدلے عورت کے بالاتفاق م تو اگر تندرست مرد اس مرد کو قتل کرے جس کے دونوں ہاتھ پاؤں اور دونوں کان اور مذاکر یعنی نازہ اور  
نوطے مقطوع ہیں اور اکھیں اس کی پھوٹی ہیں تو قصاص واجب ہوگا اگر قتل عمد ہو بدلیل عمرات اور اس واسطے کہ قاتل اور مقتول عصمت دم میں  
مساوی ہیں اور معتبر عصمت ہی کے مساوات ہے نہ اور امور کی نہیں تو قصاص کا باب بند ہو جاوے گا کذا فی الموطاوی والفرع باصلہ وان  
علالاً عکسہ خلا قال مالک فیما اذا ذبح ابنہ ذبحاً اور شاخ بدلے اپنی جڑ کے مقتول ہوگی اگرچہ جڑ دور کی ہو نہ برعکس اس کے یعنی اصل بدلے فرع کے  
مقتول نہ ہوگی برخلاف امام مالک کے اس خاص صورت میں جب کہ باپ اپنے فرزند کو ذبح کرے گلا کاٹ کر م یعنی اگر والد اپنے ولد کو قصداً قتل  
کرے اور اس کا جواب یہ ہے دان کنت عبدہ سے معنی حقیقی مراد نہیں ۱۲-۱۳ نہ قتل کیا جاوے ایماندار بدلے کافر کے ۱۲



کرے تو امام مالک کے نزدیک باپ قتل ہوگا اور اگر تلوار یا چھتری پھینک مارے اور ارادہ قتل کا نہ کرے تو قصاص نہیں اور جو اس مالک میں ہے کہ اٹھب نے کہا کہ والد بدلے دلہ کے کسی حالت میں مقتول نہیں ہوتا اس شبہ سے کہ حدیث میں ثابت ہے انت دمالک لابیگ یعنی تو اور تیرا مال تیرے باپ کا ہے کذا فی الیٰ یعنی تو ظاہر قصاص والد کی روایت امام مالک کے مذہب میں معتد نہیں والا کتب المکیہ میں معتد قصاص علی العموم مذکور نہ ہوتی واللہ اعلم اسے لا یتقص الاصول وان علوا مطلقا دلوانا ثامن قبل الام فی نفس او اطراف لبقروعم وان سفلوا القول علیہ الصلوۃ والسلام لا یقاد الوالد بولدہ یعنی اصول کا قصاص نہ کیا جاوے گا بدلے اُن کے فروع کے نہ جان میں نہ اطراف میں اگرچہ اصول دور کی ہوں مطلقا اور اگرچہ اصول عورتیں ہوں ماں کی جانب سے اور اگرچہ فروع بعید ہوں بدلیل قول نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے قصاص نہیں لیا جاتا باپ کا اُسی کے بیٹے کے بدلے ہم یعنی ذوالہالی ناہالی اصول کا قصاص نہیں تو اگر باپ بیٹے کو یا دادا دادی پوتے کو یا پردادا پردادی پر پوتے کو یا ماں اپنے بیٹے کو یا نانی اپنی نانی کو یا پر نانی کو قتل کرے تو قصاص قاتل کا نہ ہوگا اور اگر بیٹا اپنے باپ یا دادا دادی یا پردادا پردادی کو یا بیٹا اپنی ماں کو یا نانی یا پر نانی کو قتل کرے گا تو اُس پر قصاص جاری ہوگا یعنی نے کہا حدیث لا یقاد الوالد بولدہ ترمذی اور ابن ماجہ میں عمر فاروق سے مروی ہے وهو وصف مغل بالجزیۃ فلیتکلمن علانہم اسباب فی احیاء فلا یحون سببا لانہم اور وہ یعنی والدیت ایسا وصف ہے جس سے جزیت کی علت ثابت ہوتی ہے یعنی تولید عدم قصاص کی علت ہے تو یہ وصف تولید کا اصول عالیہ کو بھی متعدی ہے اس واسطے کہ اصول اسباب میں فرع کے زندہ کرنے میں تو فرع اُن کے مٹانے کا سبب ہوگا م دلتا ولد کو جائز نہیں اپنے باپ کو قتل کن اگر اُس کو وصف کفار میں یا دے یا اس کو زانی محض دیکھے یا مرتد یا دے کذا فی البدایہ ونبذ متبج الدیۃ فی مال الاب فی ثلث سنین لان ہذا عمد والعاقلة لا عقل العمد وقال الشافعی تجب حالۃ کبد الصلح زیلعی وجوبہ وسیبی فی المعامل اور جب کہ اصول پر قصاص واجب نہ ہوا تو باپ وغیرہ پر اصول کے مال میں دیت واجب ہوگی تین برس کے اندر اس واسطے کہ یہ قتل عمد ہے اور مددگاروں پر دیت عمد کی واجب نہیں ہوتی امام شافعی نے کہا کہ اصول پر نقد دیت واجب ہے بدل صلح کے مانند چنانچہ زیلعی اور جوہرہ میں ہے اور اس کی تفصیل آگے کتاب المعامل میں آدے گی ہم اور اگر اصول خطا کی راہ سے فروع کو قتل کریں تو دیت مددگاروں پر واجب ہوگی اور قاتل پر کفارہ کذا فی العالمگیریۃ فی المقتضی ولا قصاص علی شریک الاب او المولیٰ او المظنیٰ او العیسیٰ او الجنون ومن کل سبب القصاص یقتلہ لما تقر من عدم تجزی القصاص فلا یقتل العمد عندنا خلافا لشافعی برہان اور مقتضی میں ہے اور قصاص نہیں باپ یا مالک یا مظنیٰ یا صغیر یا مجنون کے شریک قتل پر اور جس کے قتل کرنے سے قصاص واجب نہیں اُس کے شریک پر یعنی اگر شخص اجنبی باپ کا شریک ہو اُس کے فرزند کے قتل میں یا مالک کا شریک ہو اُس کے غلام کے قتل میں مالک شریک ہو قاتل مظنیٰ کا تو شریک پر بھی قصاص واجب نہیں والد اور مولیٰ اور مظنیٰ کے مانند اس واسطے کہ قصاص کی عدم قسمت پریری بدلیل ثابت ہو چکی ہے تو قاتل عاقد بھی مقتول نہ ہوگا ہم ضعیفوں کے نزدیک برخلاف شافعی کے کذا فی البرہان ولا یسد لعیدہ اسی بعد نفسہ ومدبرہ ومکاتبہ وعبد ولدہ ہذا دخل تحت قولہ من ملک قصاصا علی ابیہ سقط کما سیبی اور نہ قاتل ہوگا مالک اپنے ذاتی غلام اور اپنے مدبر غلام اور اپنے فرزند کے غلام کے بدلے فرزند کے غلام کی صورت داخل ہے نفیوں کے اس قول کے تحت میں اور جو فرزند قصاص کا مالک ہو اپنے باپ پر تو قصاص ساقط ہے چنانچہ یہ مسئلہ خیز سطر کے بعد آدے گا ہم مالک پر قصاص اس واسطے واجب نہ ہوا کہ غلام اُس کا مال ہے اور انسان پر اپنے مال کے تلف کرنے میں کچھ واجب نہیں لیکن خانیہ میں ہے کہ حاکم مالک کو تعزیر دے اور جوہرہ میں ہے کہ مولیٰ پر کفارہ واجب ہے غلام اور مدبر اور مکاتب اور فرزند کے غلام کے قتل میں کذا فی الطحاوی ولا یعبد ملک بعضہ لان القصاص لا یجزی اور نہ قاتل ہوگا شریک عبد شریک کے بدلے

اس واسطے کہ قصاص قسمت پذیر نہیں ہم جب بعض قصاص ساقط ہوا ملک بعض کے سبب تو کل قصاص ساقط ہوگا عدم تجزی کی وجہ سے یعنی نے کہا شرح ہدایہ میں تو قاتل دوسرے شریک کو بقدر اُس کے حصہ کے قیمت ادا کرے ولا بعد الزمان حتی یجتمع العاقدان اور عبد مرہون کے بدلے تا اجتماع عاقدین قصاص نہیں ہم معنی جب تک راہن اور مرتن دونوں موجود نہ ہوں گے تو غلام مرہون کے قاتل سے قصاص نہ لیا جاوے گا اس واسطے کہ مرتن مالک نہیں جو قصاص کا مالک ہو اور اگر راہن قصاص لینے پر مستقل ہو تو مرتن کا باطل ہوتا ہے لہذا وجوب قصاص میں اجتماع عاقدین شرط ہے تاکہ حق مرتن اُس کی رضا مندی سے ساقط ہو جائے فقال محمد رحمہ اللہ لا تؤدوا اجتماع جوہرۃ وعلیہ کمال مالی الدرر معزیا للکافی کما فی المنع اور محمد رحمہ اللہ نے کہا کہ عبد مرہون کے بدلے قصاص نہیں اگرچہ راہن مرہون دونوں موجود ہوں کذا فی الجوہرۃ اور محمد کے قول پر محمول ہے وہ روایت جو دریں کافی سے منقول ہے کذا فی المنع ہم معنی جو کافی سے دریں مذکور ہے کہ باوجود اجتماع عاقدین کے عبد مرہون کا قصاص نہیں سو محمد کا مذہب ہے نہ شیعین کا تو بموجب اس مذہب کے جب قصاص ساقط ہوا تو قیمت مقتول لے کر مرتن کے پاس رہے گی کذا فی الطحاوی لکن فی الشریعۃ لیت عن الظہیرۃ انہ اقرب الی الفقہ لیکن شریعہ الیہ میں ظہیرۃ سے ہے کہ وہ یعنی محمد کا قول فقہ سے قریب تر ہے بقی لوانتلفا فلما القیتہ کون رہنا مکانہ باقی یہی صورت کہ اگر راہن اور مرتن لے قصاص اور قیمت لینے میں اختلاف کیا تو دونوں کے واسطے قیمت دلائی جائے گی اور وہ قیمت بجائے عبد مرہون مقتول کے رہن رہے گی ولو قتل عبد لا اجازہ فالقود للموثر اور اگر اجازہ کا غلام مقتول ہو تو قصاص لینے کا حق مالک کا ہے نہ مستاجر کا واما المبیع اذا قتل لی یربا بئہ قبل القبض فان اجازہ المشتري البیع فالقود وان ردہ فللبائع القود ویل القیمۃ جوہرۃ اور غلام فروختہ جبکہ بائع کے پاس قتل کیا جائے تبض مشتری بیع کو جائز کر دے تو قصاص لینا مشتری کا حق ہے اور اگر بیع کو مشتری رد کر دے تو قصاص لینا بائع کا حق ہے اور قول ضعیف ابو یوسف کا یہ ہے کہ بائع قصاص نہ لے اُس کی قیمت لے کذا فی الجوہرۃ ولا بمکاتب دکانہ وبعده شریعۃ لیت قتل عمدا لا حاجۃ لقیۃ العمدانہ شرط فی کل قود عن وفاء وارث و سید وان اجتماعا لاختلاف الصحابۃ فی موتہ حرا اور قیقا فاشتبہ الولی فارتفع القود اور قصاص واجب نہیں بدلے اُس مکاتب کے جو عدا مقتول ہو اذ فاء بدل کتابت کے اور وارث اور مولی کو چھوڑ کر اگرچہ وارث اور مولی ساتھ ہی موجود ہوں بسبب مختلف ہونے صحابہ کرام کے اُس کی موت میں آزاد ہو کر یا غلام ہو کر تو اُس کے ولی میں اس کے اختلاف کے سبب سے شبہ پڑا تو قصاص مرتفع ہو گیا ولی کے عدم تعین سے اور اسی طرح قصاص نہیں مکاتب مذکور کے فرزند اور غلام کے مقتول ہونے سے کذا فی الشریعۃ لیت حاج نے کہا قتل عمد کی قید لگانے کی کچھ حاجت نہیں اس واسطے کہ عمد تو ہر قصاص میں شرط ہے ہم علی نفسی اور عبد اللہ بن مسعود کے نزدیک مکاتب مذکور آزاد مرا اور نہ یزید ثابت کے نزدیک غلام مرا اگر آزاد مرا تو ولی قصاص کا مالک ہے اور اگر غلام مرا تو مولی ولی ہے پھر جب اس اختلاف سے اشتباہ واقع ہوا ولی میں تو قصاص مرتفع ہو گیا فان لم یدر ع وارتنا غیر سیدہ سوا ترک وفاء اولاد ترک وارتنا ولا وفاء اقا و سیدہ لتعینہ پھر اگر مکاتب مقتول نے کوئی اپنا وارث نہ چھوڑا سوائے اپنے مولی کے خواہ وفاء بدل کتابت کو اُس نے چھوڑا یا نہ چھوڑا یا وارث کو چھوڑا اگر وفاء بدل کتابت موجود نہیں تو اُس کا مولی قصاص لے گا بسبب متعین ہونے مولی کے ولی ہونے میں ولی اولی الصور الاربع خلاف محمد اور مکاتب کی چار صورتوں میں سے پہلی صورت میں خلاف ہے محمد کا ہم پہلی صورت یہ ہے کہ مکاتب بدل کتابت اور وارث اور مولی کو چھوڑ جائے دوسری صورت یہ ہے کہ مکاتب کا کوئی وارث مولی کے سوا نہیں ہے اور بدل کتابت موجود ہے تیسری صورت یہ ہے کہ مولی مولی کے کوئی وارث نہیں اور بدل کتابت موجود نہیں چوتھی صورت یہ ہے کہ مکاتب کا وارث تو ہے مگر بدل کتابت موجود نہیں چلی مٹھی نے کہا شارح کو یوں



کنا صواب تھا (و فی ثانیۃ الصور الاربع خلاف محمد) یعنی صور اربع میں سے دوسری صورت میں خلاف ہے محمدؐ کا چنانچہ ہدایہ میں ہے انتہی یعنی جب مولیٰ کے سوا کوئی وارث نہ ہو اور بدل کتابت موجود ہو تو محمدؐ کے نزدیک اس میں قصاص نہیں ہے ویسقط قود قدرۃ علی ابیہ اے اصلہ لان الفرع لا یتوجب العقوبۃ علی اصلہ اور ساقط ہو جاتا ہے وہ قصاص جس کا بیٹا وارث ہو اپنے باپ پر باپ سے مراد اصل ہے وارث کی یعنی اگر اصول سے قتل عمد واقع ہو اور مقتول کا وارث فرع اصول ہو وہ قصاص ساقط ہے اس واسطے کہ فرع اپنی اصل پر مستوجب عقوبت کی نہیں ہوتی م اس واسطے کہ حدیث میں وارد ہے کہ تو اور تیرا مال تیرے باپ کا ہے تو ظاہر حدیث اس پر دلالت کرتا ہے کہ بیٹا ملوک سے باپ کا تو جیسے حقیقت ملک قصاص کی مانع ہے چنانچہ مولیٰ جب کہ اپنے غلام کو قتل کرے اسی طرح بشہ ملک کا باعتبار ظاہر کے مانع ہے قصاص کا کذا فی المعنی و صورتہ المسئلۃ فیما اذا قتل الاب اب امراۃ مثلا ولا وارث لہ غیر بائم مات المرأة فان ابنا منہ یرث القود الواجب علی ابیہ فسقط لما ذکرنا واما تصویر صدر الشرعیۃ فنبوتہ فیہ للابن ابتداء لا ارثا عند ابی خنیفۃ وان اتحد المکرم کما لا یغنی اور مسئلہ مذکورہ کی صورت یہ ہے کہ جب باپ نے اپنی جورو کے باپ یعنی خسر کو قتل کیا اور مقتول کا کوئی وارث نہیں سوائے اس کی بیٹی کے جو زوجہ سے قاتل کی پھر وہ عورت وارث مگر نہ تو عورت مذکورہ کا بیٹا جو قاتل کے نطفہ سے ہے وارث ہوگا اس قصاص کا جو واجب ہے اس کے باپ پر تو قصاص ساقط ہو جاوے گا اس دلیل سے جس کو ہم نے بیان کیا اور وہ جو صدر الشرعیۃ نے شرح و قایم میں مسئلہ مذکورہ کی صورت بیان کی ہے تو اس میں قصاص کا ثبوت قاتل کے فرزند کے واسطے ابتداء سے ہوتا ہے نہ باعتبار میراث کے امام اعظمؒ کے نزدیک اگرچہ دونوں صورتوں میں سقوط قصاص کا حکم یکساں ہے چنانچہ یہ امر ظاہر ہے پوشیدہ نہیں م صدر الشرعیۃ نے زوجہ قاتل کو مقتول قرار دیا ہے اور باقی مسئلہ بحال سابق ہے و فی الجوہرۃ لو عفا المجرور اولادہ قبل موتہ صح استحسانا لان عقاد السبب لہا اور جوہرہ میں ہے کہ اگر شخص زخمی یا اس کا وارث معاف کر دے مورث زخمی کی موت سے پہلے تو صحیح ہے باعتبار استحسان کے سبب منعقد ہونے سبب قصاص کے زخمی اور اس کے وارث دونوں کے واسطے م قیاس یہ تھا کہ عفو مجروح صحیح نہ ہوتا اس واسطے کہ قصاص یعنی بدلہ لینا ابتداء سے وارثوں کے واسطے ثابت ہے اس واسطے کہ اگر ابتداء سے ثابت نہ ہوتا تو موت کے بعد بھی ثابت نہ ہوتا تو مجروح نے غیر کا حق معاف کر دیا لیکن استحسان میں عفو مجروح صحیح ہے اس لیے حق تو مجروح کا ہے اور وارث قائم مقام اس کا ہوتا ہے استیفاء قصاص میں کذا فی الخطاوی عن المنع مخقر الا قود یقتل مسلم مسلما ظنہ مشرکا بین الصغیرین لما مر انہ من الخطا و اما انما لیسین موجبہ بقولہ بل القاتل علیہ کفارۃ و دیتہ قصاص نہیں مسلمان کے قتل کرنے سے دوسرے مسلمان کو مشرک جان کر مسلمان اور کافران کی دھفوں کے اندر اس واسطے قصاص نہیں کہ ابتدائی فصل میں مذکور ہو چکا کہ یہ صورت قتل خطا کی ہے اور مصنف نے اس کو دوسری بار اس واسطے ذکر کیا تاکہ اس کا موجب بیان کرے اس قول سے بلکہ قاتل مذکور پر کفارہ اور دیت ہے یعنی قاتل کے مردگاروں پر دیت ہے قالوا اذا اذا اخلطوا فالکافی صنف الشرکین لا یجب شئی لسقوط عصمتہ قال علیہ الصلوۃ والسلام من کثر سواد قوم فهو منہم قلت فاذا کان کثر سوادہم منہم وان لم یتزی بزمیم فکیف بمن تری قالہ الزاہدی قال المصنف حتی لو تشکل حتی با یباح قتلہ کیمۃ فینبغی الاقدام علی قتلہ ثم اذا تبین انہ حتی فلا شئی علی القاتل و انشد اعلم علمائے کما کہ یہ یعنی مسئلہ مذکورہ میں کفارہ اور دیت واجب ہوتا اس وقت ہے جبکہ مسلمان اور کفار لڑتے لڑتے رمل کئے ہوں تو اگر مسلمان مشرکوں کی صف میں ہو تو اس کے مقتول ہو جانے سے قاتل پر کچھ واجب نہیں یعنی نہ کفارہ نہ دیت نہ توبہ اس کی عصمت کے سقوط کے سبب سے یعنی اس کا خون معصوم نہ رہا مباح ہو گیا رسول علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ جو کسی قوم کی جماعت بڑھاوے وہ شخص اس قوم میں داخل ہے میں کہتا ہوں جب کہ جماعت کفار کا بڑھانے والا کافروں میں داخل ہوا اگرچہ ان کا ہم شکل اور ہم لباس نہ ہو تو کون حال ہوگا

اُس مسلمان کا جو کافروں کا سا لباس اختیار کرے اُن کی وردی پہنے یہ کہا ہے زاہدی نے مصنف نے شرح میں کہا تو اگر ایک جن اُس جانور کی شکل بن جائے جس جانور کو قتل کرنا مباح ہے چنانچہ سانپ تو اُس کے قتل پر پیشقدمی لائق ہے پھر جب کہ ظاہر ہو کہ وہ سانپ حقیقت میں جن تھا تو شرعاً قاتل پر کوئی چیز واجب نہیں واللہ اعلم ولا یقاد الا بالسیف وان قتلہ بغیرہا فالشافعی اور قضاوی نے یہاں سے لے کر سیف یعنی تلوار سے اگرچہ قاتل نے مقتول کو تلوار کے سوا اور کسی ہتھیار سے قتل کیا ہو برخلاف امام شافعی کے کہ یعنی اُن کے نزدیک اُسی طرح قتل کرنا قاتل کا مزدوری ہے جس طرح اُس نے مقتول کو مارا یہ حدیث حدیث ابراہیم سے سنن ابن ماجہ میں اس لفظ سے مروی ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تؤدوا بالسیف یعنی قصاص نہیں مگر تلوار سے اور دارقطنی میں علی رضی اللہ عنہ سے حدیث مرفوعہ ہے لا تؤدوا بالنفس وفیرا الا بحدیۃ یعنی قتل نفس وغیرہ میں قصاص نہیں مگر لوہے سے کذا فی العینی علی المدائنی فی الدررین الکافی المراد بالسیف السلاح قلت وہ صرح فی حج المضرات حیث قال والتفصیل باسم القود لا یمنع الحاق غیرہ بہ الا ترمذی انا الحقنا الریح والتجرب بالسیف فی قولہ علیہ الصلوۃ والسلام لا تؤدوا بالسیف فمات فی السراجیۃ من لا تؤدوا بالسیف فلو القاه فی بر او قتلہ بجر او نبوع اخر عزروکان مستویا یعمل علی ان مرادہ بالسیف السلاح واللہ اعلم اور درمیں کافی ہے کہ تلوار سے لوہے کا ہتھیار مراد ہے میں کتابوں اسی کی تصریح کی ہے مضمرات کی کتاب الحج میں رسول کریم علیہ الصلوۃ والسلام کی حدیث میں کہ لا تؤدوا بالسیف سو جو سراجیہ میں ہے کہ جو قصاص لینے کا مالک ہے وہ تلوار سے قصاص لے تو اگر وہ قاتل کو گھوڑوں میں ڈالے گا یا اُس کو پتھر سے قتل کریگا یا اور کسی طرح سے ہلاک کرے گا تو وہ شخص تغیر دیا جادے گا اور وہ شخص اس قاتل نامشروع سے قصاص کا پانے والا ہو گیا اتنی کلام السراجیہ تو یہ محمول ہے اس پر کہ صاحب سراجیہ کی مراد تلوار سے ہتھیار ہے واللہ اعلم ولاب العتوہ القود تشفیاً للصدر واذا ملک ملک الصلح بالاولی لا العفو ممانا یقطع یدہ اسی ید العتوہ و قتل قریبہ لانہ ابطال حقہ ولا یمکک اور فرزند ناقص العقل مدہوش کے قطع ید اور اُس کے قرابت دار کے قتل کے بدلے اُس کے باپ کو قصاص لینا قاطع اور قاتل سے جائز ہے تشفی صدر اور تسکین دل کے واسطے اور جب کہ اُس کا باپ قصاص کا مالک ہوا تو صلح کا بھی بطریق اولی مالک ہوگا نہ معاف کر دینے کا یعنی اُس کو قطع اور قتل میں مفت معاف کر دینے کا اختیار نہیں اس واسطے کہ مفت معاف کر دینا فرزند مدہوش کے حق کو باطل کر دینا ہے اور باپ ابطال حق فرزند کا مالک نہیں ممتوہ وہ ہے جو ہو قوت ناقص العقل مدہوش ہو بدون دیوانگی کے جس کو اہل ہند بھولا اور بھوندو کہتے ہیں اُس کے قرابت دار سے مراد اُس کا اخیانی بھائی اور اُس کی ماں اور بیٹا ہے باپ کو قصاص کا اُس واسطے اختیار ہوا کہ صاحب حق تو مدہوش ہے لہذا اُس کا باپ اُس کے قائم مقام ہوا اس لیے کہ مزید شفقت کے سبب سے اُس کی تشفی خاطر فرزند کی تشفی قرار دی گئی کذا فی الطحاوی ولقیہ صلی اللہ علیہ وسلم بقدر الدیۃ او اکثر منہ وان وقع باقل منہ لم یصح الصلح وتجب الدیۃ کاملۃ لانہ انظر للمعتوہ اور مشروط ہے باپ کی صلح دیت کی مقدار پر یا اُس سے زیادہ پر اور اگر دیت سے صلح کم پر واقع ہوگی تو صحیح نہ ہوگی اور پوری دیت واجب ہوگی اس لیے کہ یہی بہتر اور نافع تر ہے مدہوش کے حق میں والقاضی کا لاب فی جمیع ما ذکرنا فی الاصح کن قتل ولا ولی لہ لہما کم قتلہ والصلح لا العفو لانہ ضرر للعامة اور قاضی باپ کے مانند ہے جمیع احکام مذکور کے اندر قول صحیح تر میں مانند اُس شخص کے کہ مارا گیا اور اُس کا کوئی وارث نہیں تو حاکم کو اُس کے قاتل کے قتل کرنے کا اور مال پر صلح کرنے کا اختیار ہے نہ مفت معاف کر دینے کا اس واسطے کہ مفت معاف کر دینے میں لا وارث عوام خلق کا رافع ہے والوصی کا لاخ یصلح عن القتل فقط بقدر الدیۃ ولا القود فی الاطراف استمنا لانہ لیسک لہ چنانچہ صاحب مضمرات نے کہا ہے اور خاص کر ناقد کے نام کا دوسری چیز کو اُس کے ساتھ ملانے کا مانع نہیں کیا تو نہیں دیکھتا کہ ہم نے نیزہ اور خنجر کو تلوار میں ملا دیا ہے حدیث آئندہ میں سواتنا ترجمہ اس جگہ مترجم اول ہے چھوٹ گیا تھا اس لیے اُس کو حاشیہ پر لکھ دیا گیا ۱۲۔



بہا مسلک الاموال اور وصی مدعوش کے حق میں اُس کے بھائی کے برابر ہے کہ فقط صلح کر سکتا ہے اُس کے قرابت دار کے قتل سے بقدر دیت کے اور وصی کو مدعوش کے اطراف میں قصاص لینا بیل استمان کے جائز ہے اس واسطے کہ اطراف انسانی میں اموال کا طریقہ مسلوک ہے والہی کا لغتوہ نیما ذکر اور طفل صغیر معتوہ کے مانند ہے جمیع احکام مذکور میں ہم یعنی اگر صغیر کا قطع ید ہو یا اُس کے قرابت دار کو قتل کرے تو صغیر کے باپ کو اور قاضی کو قصاص لینے اور صلح کرنے میں اختیار ہے معاف کر دینے میں اختیار نہیں اور وصی اور صغیر کا بھائی قصاص نہیں کر سکتا نہ عفو کا اُن کو اختیار ہے مگر فقط صلح میں اُن کو اختیار ہے وللبکبار القود قبل البصغار خلافا لہما والاصل ان کل مال لا تجزی اذا وجد سببہ کمالا ثبت لکل علی الکمال کو لایۃ نکاح و امان اور مقتول کے مائل بالغ وارثوں کو قصاص لینے کا اختیار ہے صغیر وارثوں کے جوان ہونے سے پہلے برخلاف صاحبین کے یعنی اُن کے نزدیک قصاص نہ ہوگا جب تک صغیر وارث جوانی ہوں اور عدم انتظار کا قاعدہ کہ یہ ہے کہ جو چیز قسمت پذیر نہیں جب کہ اُس کا کامل سبب پایا جائے تو وہ چیز ہر ایک کے واسطے علی وجہ الکمال ثابت ہوتی ہے جیسے نکاح کر دینا اور کافر کے پناہ دینے کی ولایت ہم شے عدم قسمت پذیر چنانچہ قصاص اور نکاح اور امان کا جب کہ کامل سبب پایا جائے جیسے قرابت سبب کامل ہے قصاص اور نکاح کا اور اسلام سبب کامل ہے کافر کی امان دینے میں تو ہر وارث کو استیفاء قصاص میں اختیار ہوگا ولما ابن مہم بعض علی مرتضیٰ کے مارا گیا اور حضرت کی اولاد صغار تھی اُن کے بالغ ہونے کا انتظار نہ ہوا تھا اور یہ امر محض صوابیہ کے مگر اُن کے مرنے کو بجز اجماع کے ہو گیا اور سبب کامل کی قید سے مسلم امیر دار الحرب نکل گیا اس واسطے کہ اُس کا امان دینا صحیح نہیں کہانی الطحاوی الا اذا کان البکیر اجنبیا عن الصغیر فلا یملک القود حتی یبلغ الصغیر اجماعنا علی فیہ یحفظ مگر جب کہ مقتول کا ولی کبیر ہو گیا نہ ہو ولی صغیر اس کا تو کبیر قصاص کا مالک نہیں تا بلوغ صغیر باتفاق امام اور صاحبین کے کذا فی الزیلعی تو اس صورت خاص کو یاد رکھنا چاہیے ہم ابو السعد نے ولی کبیر کی مثال جو اجنبی ہو ولی صغیر سے قاضی اور وصی کی دی ہے طحاوی نے کہا لیکن اس میں خلل یہ ہے کہ وہ کبیر مراد ہے یاں جو وارث نہ ہو مقتول کا تو قاتل اس کی یوں بہتر ہے کہ مقتول کی اولاد صغار ہو نہ وہ اولی سے زوہ ثانیہ کے ساتھ ولو قتل القاتل اجنبی وجب القصاص علیہ فی القتل العمد لانہ محقون الدم بالنظر لقاتلہ کما مر اور اگر قاتل کو اُس شخص نے قتل کیا جو اجنبی ہے مقتول سے یعنی اُس کا وارث نہیں ہے تو قاتل کے قاتل پر قتل عمد میں قصاص واجب ہے اس واسطے کہ قاتل اول معصوم الدم ہے نظر اپنے قاتل کے چنانچہ اس فصل کے اول میں گذر گیا یعنی ہر چند قاتل اول کا خون مباح ہے مقتول کے وارث کو لیکن باعتبار اجنبی شخص کے اُس کا خون مباح نہیں لہذا اجنبی قاتل اُس کے بدلے مارا جاوے گا والدیت علی عاقلۃ اے القاتل فی الخطا اور دیت قاتل اول کی قاتل ثانی کے مددگاروں پر واجب ہے قتل خطا میں ولو قال ولی القاتل بعد القتل ای بعد قتل الاجنبی کنت امرتہ بقتلہ ولا بیئۃ لہ علی مقاتلہ لا یصدق و قتل الاجنبی دُرر اور اگر مقتول کے وارث قتل اجنبی کے بعد کہا میں نے اس اجنبی کو قاتل کے قتل کرنے کا امر کیا تھا اور اُس کے اس قول پر گواہ نہیں تو وارث کے کلام کی تصدیق نہ ہوگی اور قاتل اجنبی قاتل کیا جاوے گا ہم برازیہ میں ہے کہ وارث مقتول کو قاتل کا قتل کرنا بذات خود یا غیر سے امر کر کے قتل کر دانا جائز ہے استیفاء قصاص بہر صورت ہوگا اور قاتل مامور پر ضمان لازم نہ ہوگا اُس صورت میں جب کہ وارث کا ظاہر ہو سواگر اجنبی نے قاتل کو قتل کیا اور وارث کے امر کرنے کا دعویٰ کیا اور وارث نے اُس کی تصدیق کی تو امر ثابت نہ ہوگا اور بدون شہادت کے قاتل سے قصاص لیا جاوے گا بخلاف من حضر بیرائی دار رجل فمات فیہا شخص فقال رب دار کنت امرتہ بالخفصہ یعنی لانی ملک استیفاء لہما فیصدق بخلاف الاول لغوات اہل بالقتل کما ہوا القاعدہ برخلاف اُس شخص کے جس نے کڑواں کھودا دوسرے مرد کے گھر میں سو آدمی اُس میں گرے مر گیا اور صاحب خانہ نے کہا کہ میں نے کھودنے والے کو کھودنے کا امر کیا تھا تو صاحب خانہ کی تصدیق ہوگی بدون شہادت کے اس واسطے کہ

صاحب خانہ استیناف اور ابتداء حفر کافی الحال مالک ہے یعنی بالفعل اپنے گھوڑے کنواں کھدوا سکتا ہے وجود عمل کے سبب سے لہذا اس کے کلام کی تصدیق ہوگی برخلاف اول صورت کے یعنی دلی مقتول کے اس کلام میں کہ میں نے قتل کا حکم دیا تھا اس واسطے کہ وہاں ابتداء امر بالقتل الحال متصور نہیں بسبب فوت ہو جانے عمل کے قتل کے سبب چنانچہ یہی قاعدہ ہے تصدیق اور عدم تصدیق کا ہم قاعدہ مذکورہ یہ ہے کہ جو شخص ایک چیز کی حکایت کرے مثلاً یوں اظہار کرے کہ میں نے زوجہ مطلقہ سے رجعت کر لی ہے تو اگر وہ شخص بالفعل استیناف اور ابتداء رجعت کا مالک ہے اس طرح کہ ہنوز عدت طلاق کی باقی ہے تو اس کی تصدیق بلا شہادت ہوگی اور اگر ابتداء رجعت کافی الحال مالک نہیں اس وجہ سے کہ رجعت دعویٰ کیا بعد عدت کے تو اب اس کی تصدیق بدون شہادت کے نہ ہوگی کذا فی الخطاوی و ظاہرہ ان حق الولی یسقط رأسا کما لو مات الذی اقل تحت الفہ او ظاہرہ تن یا ظاہرہ تعلیل فوت عمل اس پر دلالت کرتا ہے کہ دلی مقتول کا حق بالکل ساقط ہو گیا جیسے اس صورت میں ساقط ہو جاتا ہے جب قاتل اپنے فرش پر اپنی موت مرحائے بدون قتل کرنے کے دلو استوفاء بعض الاولیاء لم یضمن بشیاء اور اگر ورثہ مقتول میں سے کسی وارث نے قصاص لیا تو اس پر کچھ ضمان لازم نہ ہوگا یعنی نہ قاتل کے واسطے اور نہ باقی وارثوں کے واسطے اگرچہ باقی وارث صغیر ہوں کذا فی الزیلعی و فی الدرر و المجتبی دم بین انہین فعفا احدہما و قتلہ الآخران علم ان عفو بعضہم یسقط حقہ یقادوا لافلاذ الدیۃ فی مالہ بخلاف مسک رجل یقتل عدداً یقتل ولہ القتل المسک فعلیہ القود لانہ مالا یشکل علی الناس اور درر اور مجتبی میں ہے کہ خون کے دو وارث ہیں سو ایک وارث نے قصاص عفو کر دیا اور دوسرے وارث نے قاتل کو قتل کیا تو اگر وارث قاتل یہ جانتا ہے کہ بعض ورثہ کا معاف کرنا حق قصاص یا حق وارث ثانی کو ساقط کر دیتا ہے تو وارث قاتل سے قصاص لیا جاوے گا اور اگر اس کو یہ معلوم نہیں تو اس پر قصاص نہیں اور اس کے مال میں دیت واجب ہوگی برخلاف اس صورت کے کہ ایک شخص نے دوسرے مرد کو پکڑا کہ وہ عدداً قاتل کیا جائے سو مقتول کے وارث نے پکڑنے والے کو قتل کیا تو وارث قاتل پر قصاص واجب ہوگا اس واسطے کہ یہ صورت اس قسم کی نہیں ہے جس کا بوجھنا لوگوں پر مشکل ہو م برخلاف پہلی صورت کے یعنی عفو بعض ورثہ سے باقی وارثوں کا حق ساقط ہونا مشکل غیر صریح ہے لہذا اس میں در صورت علم سقوط قصاص ہے اور نہیں تو دیت ہے اور اساک کی صورت میں فقط قصاص ہے نہ دیت جرح انسانا و مات المجرور فاقام اولیاء المقتول بنیۃ انہ مات بسبب الجرح و اقام الضارب بنیۃ انہ برئ من الجرح و مات بعد مدۃ فیئنتہ ولی المقتول اولی کذا فی معین الحکام مغزی اللحاوی ایک شخص نے آدمی کو زخمی کیا اور زخمی مر گیا تو مقتول کے وارثوں نے گواہ گزاری کہ وہ زخم کے سبب سے مر گیا اور ضارب نے گواہوں سے ثابت کیا کہ وہ چنگا ہو گیا بخاز خیم سے اور مدت کے بعد مرنا وارث مقتول کے گواہ اولی بالقبول ہیں کذا فی معین الحکام عن الحادوی اقام اولیاء المقتول البینۃ علی انہ جرحہ زید و قتلہ و اقام زید البینۃ علی ان المقتول قال ان زید لم یجرحنی ولم یقتلنی فیئنتہ زید اولی کذا فی المشتل معنی الجمع الفتاوی درنہ مقتول نے اس پر گواہ قائم کیے کہ مقتول مذکور زید نے زخمی کیا اور قتل کیا اور زید گواہ قائم کیے اس پر کہ مقتول نے خود کہا زید نے مجھ کو زخمی نہیں کیا اور نہ مجھ کو مارا تو زید کے گواہ اولی بالقبول ہیں کذا فی المشتل عن مجمع الفتاوی ہم اس واسطے کہ زید کے گواہ صاحب حق کے قول پر قائم ہیں نہ نفی پر قال المجرور لم یجرحنی فلان ثم مات المجرور لیس لورثتہ الدعوی علی الجرح ہذا بسبب مطلقاً قیل ان الجرح معروف عند القاضی انہ قاتل قبلت قتیۃ مجرور لے کہا کہ مجھ کو فلا نے شخص نے زخمی نہیں کیا پھر زخمی مر گیا تو اس کے وارثوں کو زخم لگانے والے پر اس سبب سے دعویٰ نہیں پہنچتا مطلقاً خواہ اس سے زخم معلوم ہو یا نہ ہو اور قول ضعیف یہ ہے کہ اگر زخم قاضی یا لوگوں کے نزدیک معلوم ہو تو دعویٰ وارثوں کا مقبول ہے کذا فی القیۃ دلی الدرر عن المسعودیۃ لعفا المجرور ادا الاولیاء الجرح قبل الموت جاز العفو استمانا و درر میں مسعودیہ سے یہ منقول ہے کہ اگر مجرور یا اس کے وارثوں نے زخم لگنے کے بعد موت سے پہلے معاف کر دیا تو بدلیل استمان کے معاف کرنا جائز ہے



مہ مسئلہ اس فصل میں مکر ہو گیا وہی الوہابیہ جبریت تھا مگر قتل فلان و مات فبر من وارثہ علی آخرہ نہ قتلہ لم تسمع لانه حق المورث وقد اذہم اور وہابیہ میں ہے کہ زخمی نے کہا کہ مجھ کو فلان نے شہس نے قتل کیا اور وہ مر گیا سو اس کو وارث نے دوسرے شخص پر گواہ قائم کیے کہ دوسرے نے مارا ہے تو گواہ مسوع نہ ہوں گے اس واسطے کہ جیہی ہے مورث کا اور مورث تو گواہوں کو یاد دہانوں کو جھوٹا کر گیا ولو قال جبر من فلان و مات فبر من ابنہ علی ابن آخرانہ جبرہ خطا قبلت لقیما علی حرمانہ الارث اور اگر مجروح نے کہا کہ مجھ کو فلان نے شہس نے زخمی کیا اور وہ مر گیا سو اس کے بیٹے نے دوسرے بیٹے پر گواہ قائم کیے کہ اس نے ازراہ خطا اس کو زخمی کیا تھا تو یہ گواہی مقبول ہوگی بسبب قائم ہونے اس گواہی کے اس کی میراث کے محرم ہونے پر سقاہ سماحتی مات ان دفعہ الیہ حتی اكلہ ولم یعلم بہ فمات لا قصاص ولا دیۃ لکنہ یحس ویعیز راہیک نے دوسرے کو زہر پلایا یہاں تک کہ وہ مر گیا تو اگر اس نے اس کی طرف کر دیا یہاں تک کہ اس نے خود کھالیا اور وہ زہر کو نہ جانتا تھا سو مر گیا تو زہر دینے والے پر نہ قصاص ہے نہ دیت لیکن وہ مجس ہوگا اور اس کو تعزیر دیا جاوے گی ولو اوجرہ السم ایجا را نجب الدیۃ علی عاقلۃ اور اگر زہر کے حلق میں زہر پستی ڈال دیا اور وہ مر گیا تو دیت واجب ہوگی قاتل کے برادر مدکاروں پر وان دفع لہ فی شربہ فشرب و مات منہ فکا لاول لانہ شربہ باختیارہ الا ان الدفع خذۃ فلا یلزم الا التعزیر والاستغفار خانیۃ اور اس کو زہر شربت کے اندر ملا کر دیا سو اس نے پیا اور مر گیا اس کے پینے سے سو اس کا حکم اول صورت کے مانند ہے یعنی نہ قصاص ہے نہ دیت اس واسطے کہ اول اور ثالث دونوں صورتوں میں مقتول نے زہر کو اپنے اختیار سے پیا نہ جبر سے مگر یہ کہ اس طرح دینا دغا اور فریب ہے تو کچھ لازم نہیں مگر تعزیر اور استغفار کذا فی الخانیۃ وان قتلہ مرفتح المیم مالعل بنی الطین لقیقصر ان اصابہ حد الحدید او ظہرہ وجبرہ اجماعا کما نقلہ المصنف عن المجتبی اور اگر مقتول کو قتل کیا پھاوڑے اور مٹھی سے تو قاتل سے قصاص یا جاوے گا اگر اس کو لوہے کی بازو لگی یا اس کی پیٹھ لگی اور اس نے زخمی کر دیا تو باتفاق روایات کے قصاص یا جاوے گا جیسا کہ مصنف نے مجتبی سے نقل کیا ہے شارح نے کہا کہ مرفتح میم وہ ہتھیار ہے جس سے مٹی کا کام کیا جاتا ہے یعنی پھاوڑہ وغیرہ اور اگر پھاوڑہ کے دستہ چوبلی سے قتل کرے تو قاتل پر دیت ہے نہ قصاص لیکن اگر عظیم ہو کر بدن پر نہ ٹھہرے تو تلوار کے مانند ہے صاحبین کے نزدیک اور کوٹے کے مانند ہے امام کے نزدیک کذا فی المطاوی عن الاتقانی والایضہ حدہ بل قتلہ بظہرہ دم بحرہ لا یقصر فی روایۃ الطحاوی و ظاہر الروایۃ انہ لقیقصر بلا جرح فی حدید و نحاس و ذهب و نحوہ و عزاء فی الدرر لقاضی خان مکن نقل المصنف عن الخلاصۃ ان الاصح اعتبار الجرح عند الامام لوجوب القود و علیہ جری ابن الکمال اور اگر پھاوڑہ بازو کی طرف سے اس کے نہیں لگا بلکہ اس کو اس کی پیٹھ کی طرف سے قتل کیا اور اس کے زخم نہیں لگا تو قصاص نہیں لیا جاوے گا طحاوی کی روایت میں امام سے اور ظاہر الروایۃ امام سے یہ ہے کہ قصاص لیا جاتا ہے بدون زخم کے لوہے اور تانبے اور سونے اور مانند ان کے جو لوہے کا ہم جنس ہے اور اس قول کو در میں قاضی خان کی طرف نسبت کیا ہے لیکن مصنف نے شرح میں خلاصہ سے نقل کیا ہے کہ بوجہ اعتبار کذا فی صیح تر قول ہے امام کے نزدیک وجوب قصاص کے واسطے اور اسی قول پر ابن کمال بھی چلا ہے ولی المجتبی ضرب بسیف فی غمۃ فمزق السیف الغمد و قتلہ فلا قود فیہ عند ابی حنیفۃ اور مجتبی میں ہے اس تلوار سے مارا جوا اپنے میان کے اندر سے تو تلوار نے میان کو پھاڑا اور اس کو قتل کیا تو اس میں قصاص نہیں قاتل پر امام کے نزدیک م لیکن قاتل پر دیت ہے حموی نے ولو المجی سے نقل کیا کہ قصاص اس واسطے نہیں کہ قاتل نے زخم کرنے والے ہتھیار سے اس کو نہیں مارا کا خنق والتعزیر لوق خلافا لہما و الشافعی جیسے کلا داب کر مارنے اور ڈوبو دینے میں قصاص نہیں برخلاف صاحبین اور شافعی کے ہم قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جو شخص انسان کو پانی میں ڈبو دے تو اگر پانی کم ہے جس سے غالباً نہیں مڑا اور نجات ممکن ہے تیر کر نکل جانے سے غالباً اور وہ مر گیا تو یہ خطا عمدہ ہے سبب کے نزدیک اور اگر پانی زیادہ ہو اس طرح کہ نجات ممکن ہو تیرنے سے

اس وجہ سے کہ اس کے ہاتھ پاؤں بستہ نہیں ہیں اور وہ خوب تیرا کہ ہے تو یہ بھی خطا عمدہ ہے اور اگر اس طرح پانی بکثرت ہو کہ نجات ممکن نہ ہو تو امام کے قول پر یہ قتل خطا عمدہ ہے اور قصاص نہیں اور صاحبین کے قول پر یہ عمدہ ہے اور قصاص واجب ہے کذا فی العالمگیریۃ عن المیطد لولوا خسلہ بترافات فیہ جو عالم یضمن شیئا وقال لا تجب الدیۃ اور اگر ایک شخص کو بند کر دیا کوٹھری میں سو وہ اس میں گر سکی سے مرگیا تو قاتل پر کچھ نادران لازم نہیں اور صاحبین نے کہا کہ دیت واجبہ قاتل خاں میں محمد سے منقول ہے کہ اس پر عقاب بھی کرنا چاہیے ولودنہ جیانات عن محمد لقادہ مجتبیٰ بخلاف قتلہ بموالاة ضرب السوط کما سبغی اور اگر ایک شخص کو زندہ دفن کر دیا سو وہ مر گیا محمد سے روایت ہے کہ اس سے قصاص لینا چاہیے بخلاف قتل کرنے مقتول کے علی الا اتصال کوڑا مارنے سے چنانچہ مسئلہ عنقریب آوے گا ظہیر یہ ہے کہ فتویٰ اس پر ہے کہ قاتل کے برادر وں پر دیت ہے کذا فی العالمگیریۃ وقیہ لو اعتاد الخنق قتل سیاست ولا تقبل توبۃ بعد مسک کالبر اور مجتبیٰ میں ہے اگر گلا داب کر مارنے کی کسی کو عادت ہو تو اس کو قتل کرنا چاہیے سیاست کی راہ سے نہ قصاص کی راہ سے اور اس کی توبہ مقبول نہیں اگر گھاسی کے بعد وہ توبہ کرے جیسے جادوگر کی توبہ گرفتار ہونے کے بعد مقبول نہیں ہم معلوم ہوا کہ ٹھگوں کا قتل کرنا حاکم کو ازراہ سیاست کے درست ہے کیونکہ ان کو پچانسی سے مارنے کی عادت ہے ہی ان کا پیشہ ہے وقیہ قتلہ بطرحہ قدم اسد اوسبع فقتلہ فلا توذنیہ ولادیۃ ولعیر وکیس الی ان میوت زاد فی البرازیۃ وعن الامام علیہ الدیۃ اور مجتبیٰ میں ہے کہ ایک مرد کے ہاتھ پاؤں باندھے اور اس کو شیر یا درندے جا لور آگے ڈال دیا سو اس نے اس کو قتل کیا تو اس میں قصاص اور دیت نہیں اور باندھنے والے کو تعزیری دی جائے اور وہ یہاں تک محبوس رہے کہ مر جائے یعنی اس کو دائم الحبس کرنا چاہیے اور بزاز یہی اتنا زیادہ مذکور ہے اور امام سے ایک روایت یہ ہے کہ باندھنے والے پر دیت ہے م اسی طرح کا حکم ہے اگر آدمی اور درندے اور سانپ یا بچھو کو کوٹھری میں داخل کر کے دروازہ بند کر لیا اور آدمی کو اس نے قتل کیا خواہ سانپ کو آدمی کے ساتھ داخل کیا یا کوٹھری میں سانپ آگے سے موجود تھا اور اگر صغیر کے ساتھ یہ ستم ہوگا تو جابر پر دیت ہے کذا فی العالمگیریۃ ولوقط صبیاد القاہ فی الشمس والبروتی مات فعلی عاقلۃ الدیۃ اور اگر صغیر کے ہاتھ پاؤں باندھ کر دھوپ یا سردی میں ڈال دیا یہاں تک کہ وہ مر گیا تو قاتل کے برادر وں پر دیت ہے م اور جوان مرد صغیر کے مانند ہے اس حکم میں کذا فی العالمگیریۃ دنی الخانیۃ قتلہ بطرحہ والقاہ فی البحر فرب وغرق کا القاہ فعلی عاقلۃ الدیۃ عند ابی حنیفۃ ولو سبغ ساعة ثم غرق فلا دیۃ لانه غرق بجزء و فی الاول غرق بطرحہ فی الماء اور خانیہ میں ہے کہ ایک مرد کے ہاتھ پاؤں باندھے اور اس کو دریا میں ڈال دیا سو وہ تھن ہو گیا اور ڈوب گیا بمر ڈالنے کے تو باندھنے والے اور گرانے والے کے برادر وں پر دیت ہے امام کے نزدیک اور اگر وہ شخص ساعت بھر تیرا بھر ڈوب گیا تو دیت نہیں اس واسطے کہ وہ ڈوبا اپنی عاجزی سے اور اول صورت میں اس کے پانی میں گرا دینے سے ڈوبا قطع عنقہ وبقی من الملقوم قلیلا و فیہ الروح فقتلہ اخر فلا توذنیہ علیہ لانه فی حکم المیت ایک نے دوسرے کی گردن کاٹی اور زخم سے کچھ باقی رہ گیا اور اس میں روح ہو سو دوسرے آدمی نے اس کو قتل کیا تو اس صورت میں قاتل ثانی پر قصاص نہیں اس واسطے کہ وہ مقتول در حکم میت کے ہے م تو اگر مقتول مذکور کا بیاباں کی اس حالت نیم جانی میں مر گیا تو مقتول کا پوتا اپنے باپ کا وارث ہوگا مقتول اپنے فرزند کا وارث نہ ہوگا کذا فی الطحاوی عن الذخیرۃ ولوقتلہ دیہونی حالۃ النزاع قتل یہ الا اذا کان یعلم انه لا یعیش منه کذا فی الخانیۃ اور اگر ایک شخص نے دوسرے کو قتل کیا حالانکہ مقتول حالت نزاع میں تھا تو قاتل اس کے بدلے قتل ہوگا مگر جب کہ یہ معلوم ہو جائے کہ وہ شخص زندہ نہ رہے گا اس حالت نزاع سے قصاص نہیں قاتل پر کذا فی الخانیۃ ہم خلاصہ میں ہے کہ ایک مرد نے دوسرے کو قتل کیا اور وہ نزاع میں ہے تو قاتل قتل کیا جاوے گا اگرچہ معلوم ہو کہ وہ زندہ نہ رہے گا کذا فی العالمگیریۃ تو معلوم ہوا کہ یہاں دو قول مختلف ہیں طحاوی نے کہا کہ میں نے خانیہ کو دیکھا تو خلاصہ کے موافق پایا یعنی در صورت عدم توقع زندگی کے بھی قتل ہوگا لیکن



مترجم نے جو خانیہ میں دیکھا تو شارح کی نقل کے مطابق پایا و امثالہ علم اغلب کہ اختلاف نسخ باعث ہے اس اختلاف کا و فی البرازیۃ شق بطنہ  
بجدیدہ قطع از عنقہ ان توہم بقاہ حیاء بعد شق قلع العنق والا قتل الشاق و عز القاطع اور برزازیہ میں ہے کہ ایک نے دوسرے کا پیٹ  
لوہے سے پھاڑا اور دوسرے نے اس کی گردن کاٹی اگر اس کا زندہ باقی رہنا تو ہم سے پھاڑنے کے بعد تو گردن کاٹنے والا قتل کیا جائے اور  
اگر اس کی زندگی خیال میں نہ آوے تو پیٹ پھاڑنے والا قتل کیا جائے اور گردن کاٹنے والا تعزیر دیا جائے ہم قاطع گردن کا قصاص ہوگا  
اگر قطع عمدہ ہو اور اگر خط سے ہو تو دیت واجب ہوگی اور پیٹ پھاڑنے والے پر ثلث دیت ہے اگر شق دوسری جانب تک نافذ ہوگئی تو دیت  
کے دو ثلث واجب ہوں گے اور پھاڑنے والے کا قصاص بھی در صورت عمد کے ہے اور خط میں دیت واجب ہے کافی العالمگیرۃ ومن جرح  
رجلاً عمدًا فصار ذافراش و مات لقیح الا اذا وجد بالقطع کبر الرقبۃ والبر منہ اور جس نے ایک مرد کو عمدہ زخمی کیا سو زخمی صاحب ذراش ہو گیا  
یعنی بستر پر سے چٹکا ہو کر نہ اٹھا اور مر گیا تو زخم لگانے والے سے قصاص لیا جاوے گا مگر جب کہ وہ چیز پائی جائے جو زخم کو قطع کر دے جیسے  
زخمی کی گردن کا کاٹنا اور زخم کا چٹکا ہو جانا یعنی اگر زخمی کی کسی نے گردن کاٹ ڈالی تو اب جارج پر قصاص نہ ہوگا قاطع پر ہوگا یا کہ زخمی فاتہ  
یا کہ چلنے پھرنے لگا اور مر گیا تو جارج پر قصاص نہ ہوگا و قد مننا انہ لو عفا المجرور ادا الاولیاء قبل موتہ صح استسنا اور اس سے پہلے ہم نے ذکر  
کیا کہ اگر مجروح نے یا اس کے وارثوں نے مجروح کے مرنے سے پہلے عفو کر دیا تو یہ عفو باعتبار استسنا کے صحیح ہے وان مات شخص بفعل نفسه  
وزید و اسد و حیۃ ضمن زید ثلث الدینۃ فی مالہ ان کان اقتل عمدًا والا فعلى ما قلته اور اگر ایک شخص مر گیا اپنی ذات کے فعل سے اور زید  
کے فعل سے اور شیر اور سانپ کے فعل سے تو زید تاوان دے تہائی دیت کا اپنے مال میں اگر زید کا قتل عمدہ ہو اور اگر عمدہ نہ ہو تو اس کے  
برادر و بیوی پر دیت ہے ہم صورت اس کی یہ ہے کہ ایک شخص نے اپنے سر میں زخم لگایا اور دوسرے مرد نے بھی اس کے سر میں زخم لگایا اور شیر اور  
سانپ نے بھی اس کو کاٹا تو مرد اجنبی پر تہائی دیت ہے کذا فی العالمگیرۃ عن الکافی لان فعل الاسد والحیۃ جنس واحد لانه ہرک الدارین فعل زید  
معتبر فی الدارین فعل نفسه ہرک الدارین لا العقبی حتی یأثم بالا جماع فصارت ثلثۃ اجناس زید پر ثلث دیت اس واسطے واجب ہوگی کہ شیر اور  
سانپ کا فعل ایک جنس ہے اس واسطے کہ وہ باطل ہے اس پر کوئی چیز واجب نہیں دنیا اور آخرت میں زید کا فعل دونوں جہان میں معتبر ہے  
اور اس کی ذات کا فعل باطل ہے دنیا میں نہ آخرت میں یاں تک کہ وہ گناہ کار ہوگا بالاتفاق تو جنایت تین جنس ہوگئی یعنی پھر جب تین فعل سو  
دو فعل غیر معتبر ہوئے تو ایک ہی فعل معتبر ٹھہر لہذا تہائی دیت زید پر واجب ہوئی و مفادہ ان یعتبر فی المقتول التکلیف یصیر فعلہ جنس آخر  
غیر فعل الاسد والحیۃ وان ملایزید علی الثلث لو تعدد قاتلہ لان فعل الكل جنس واحد ابن کمال اور ثلثیت اجناس کی تعلیل سے مستفاد ہوتا ہے  
کہ مقتول میں تکلیف شرعی یعنی عقل اور بلوغ معتبر ہوتا کہ مقتول کا فعل دوسری جنس ٹھہرے شیر اور سانپ کے فعل کے سوا اس واسطے کہ اگر  
مقتول صغیر یا مجنون ہوگا تو اس کا بھی فعل باطل ٹھہرے گا دارین میں شیر اور سانپ کے مانند تو اس صورت میں زید پر نصف دیت لازم ہوگی کذا  
فی الطحاوی اور یہ مستفاد ہوتا ہے کہ اجناس ثلثہ پر زیادتی نہ ہوگی اگر مقتول مذکور کے قاتل چند آدمی ہوں اس لیے کہ سب بنی آدم کا فعل  
جنس واحد ہے یعنی باطل نہیں دارین میں معتبر ہے کذا ذکرہ ابن کمال و یجب قتل من شہر سیفا علی المسلمین یعنی فی الحال کما نص علیہ ابن کمال  
حیث غیر عبارتہ الوقایۃ نقال و یجب دفع من شہر سیفا علی المسلمین ولو یقتلہ ان لم یکن دفع ضررہ الا بہ صرح بہ فی الکفایۃ امی لانہ من باب دفع  
الصائل صرح بہ الشمنی وغیرہ و یاتی بالویدہ اور جس نے تلوار میان سے نکالی مسلمانوں پر اس کا قتل واجب ہے یعنی فی الحال بلا توقف اس کا قتل  
واجب ہے چنانچہ ابن کمال نے اس کی تصریح کی ہے کیونکہ اس نے وقایۃ الروایۃ کی عبارت بدل ڈالی ہے سویوں کہلے کہ واجب ہے دفع کرنا

اُس شخص کا جس نے تلوار نکالی مسلمان پر اگرچہ دفع اُس کا اُس کے مار ڈالنے سے ہو اگر اُس کا دفع ممکن نہ ہو بدن قتل کے تصریح کی ہے اس قید کی کفایہ شرح ہر ایک میں یعنی اس واسطے کہ دفع شاہر دفع صائل کی قسم سے ہے یعنی حملہ کرنے والے کی دفع کے مانند ہے تصریح کی ہے اس کی شمی وغیرہ نے اور آگے آوے گا وہ کلام جو اس کی تائید کرے گا ہم ابن کمال کے کلام سے قتل فی الحال بطریق اشارہ کے نکلتا ہے تصریح اس کی نہیں اس واسطے کہ دفع میں توقف نہیں تو شارح کو یوں کہنا بہتر تھا کہ اشارۃً بن کمال کذا فی الطحاوی ولا یشترک بقتلہ بخلاف محل الصل اور تلوار نکالنے والے کے قتل میں کچھ نہیں اُس کے قاتل پر قصاص نہ دیت نہ تعزیر بر خلاف محل صائل کے قتل کے یعنی اگر اذیت آدمی پر حملہ کرے اور وہ اُس کو مار ڈالے تو ہر چند اُس کے قتل میں گناہ نہیں لیکن اُس کی قیمت دینا قاتل پر واجب ہوگا ولا یقتل من شہر سلاطین علی بجل لیلہ او نہاراً فی مصر او غیرہ او شہر علیہ عصا لیلہ فی مصر او نہاراً فی غیرہ فقتلہ المشہور علیہ اور کچھ نہیں اُس کے مار ڈالنے سے جس نے لہجے کا ہتھیار نکالا اور اٹھایا ایک مرد پر رات میں یا دن میں خواہ شہر کے اندر ہو یا سوائے اُس کے جنگل میں یا اُس پر لاٹھی اٹھائی رات کو شہر میں یا لاٹھی اٹھائی دن کو شہر کے سوا جنگل وغیرہ میں سوا اُس کو مار ڈالا اُس نے جس پر ہتھیار یا لاٹھی اٹھائی ہم یہ مسئلہ غیر مسئلہ سابقہ کے ہے اس واسطے کہ وہاں جماعت مسلمان پر تلوار کھینچنے والے اور یاں ایک مرد پر ہتھیار کھینچنے والے کے قتل میں کچھ نہیں مطلقاً خواہ رات ہو یا دن شہر ہو یا غیر شہر اس واسطے کہ ہتھیار جہن پر نہیں ٹھہرتا اندر گھس جاتا ہے اور لاٹھی اٹھانے والے کے قتل میں رات کو شہر میں یا دن کو جنگل میں کچھ نہیں اس واسطے کہ اگرچہ لاٹھی بدن میں گھس نہیں جاتی لیکن شہر میں رات کو اور جنگل میں دن کو مظلوم کی فریاد رسی اور مدد نہیں ہو سکتی ہاں اگر دن کو شہر میں لاٹھی اٹھانے والے کو قتل کرے گا تو اُس کے بدلے قاتل مارا جاوے گا اس واسطے کہ لاٹھی بدن میں نہیں گھسے اور شہر میں دن کو فریاد رسی اور مدد گاری منقطع نہیں کذا فی صدر الشریعہ الطحاوی ملقطاً وان شہر المجنون علی غیرہ سلاً فقتلہ المشہور علیہ عداً تنجب الدیۃ فی مالہ اور اگر مجنون نے غیر شخص پر ہاتھ کھینچا سوا اس شخص نے مجنون کو عداً مار ڈالا تو قاتل کے مال میں دیت واجب ہے یعنی اُس پر قصاص نہیں و مثلاً العی والذابۃ الصاکنۃ وقال الشافعی لا ضمان فی النکل لانہ لدفع الشر اور مجنون کے مانند صغیر اور جانور حملہ کرے اور شافعی نے کہا کہ ضمان نہیں سب صورتوں میں یعنی مجنون شاہر اور صغیر شاہر اور حیوان صائل کے قتل میں اس واسطے کہ قتل دفع شر کے واسطے ہے ہم اور ہماری دلیل یہ ہے کہ مجنون اور صغیر اور حیوان کا فعل متصف بمریت نہیں تو بیفاوت نہ ثابت ہوئی تو ان کے خون کی عصمت ساقط نہ ہوگی احتیاطاً صحیح کے نہ ہونے کے سبب ولہذا اگر مجنون یا صغیر کسی کو قتل کرے تو قصاص نہیں یا جانور کسی کا کوئی نقصان کرے تو اُس پر تاوان نہیں پھر جب ان کا خون معصوم ہو مباح نہ ٹھہرا تو قصاص واجب ہوتا لیکن قصاص واجب نہ ہوا وجود بیع کے سبب یعنی دفع شر نے ان کا خون مباح کر دیا پھر جب قصاص دفع شر کی علت سے ساقط ہوا تو خون ہا واجب ہوا کذا فی الزیلعی ولو ضربہ الشاہر فانصرف دکن عنہ علی وجہ لایرید ضربہ ثانیاً فقتلہ الاخر اے المشہور علیہ وغیرہ کذا عمر ابن کمال تبعاً للکافی والکفایۃ قتل القاتل لانہ بالانصراف عادت عصمتہ قلت تحریرانہ مادام شاہر السیف لہ ضربہ والا فلا یلیق حفظ اور اگر ایک شخص کو تلوار کھینچنے والے نے مارا پھر بٹا اور ادھر سے باز رہا اس طرح ہر کہ دوسری بار مارنے کا ارادہ نہیں رکھتا سو دوسرے نے اُس کو مار ڈالا یعنی جس پر تلوار کھینچی تھی اُس نے مارا یا اُس کے سوا اور شخص نے قتل کیا اسی طرح کی قسم کی ہے ابن کمال نے کافی اور کفایہ کا تابع ہو کر تو اُس کا قاتل قتل کیا جاوے گا اس واسطے کہ تلوار کھینچنے والے کے خون کی عصمت پھر ثابت ہو گئی پٹ جانے کے سبب میں کہتا ہوں تو یہ امر منقح ہو گیا کہ جب تک وہ برہنہ تلوار کھینچے رہے گا تو اُس کو اُس کا مارنا درست اور نہیں تو مارنا درست نہیں تو اُس کو یاد رکھنا چاہیے ہم طحاوی نے کہا کہ شارح کی تحریر اور منقح ظاہر نہیں اس واسطے کہ گاہے انسان برہنہ شمشیر پٹھ پھیرے

۱۵ جیب اشارہ کی اُس کی طرف ابن کمال نے ۱۲ ۱۵ کھینچنے والا ۱۳ ۱۵ حملہ کرنے والا ۱۴ ۱۵ مباح کتہہ ۱۲



بھاگتا جاتا ہے اور عود کا ارادہ نہیں رکھتا یعنی تو مطلقاً برنگی شمشیر کی اباحت ضرب کی دلیل نہیں ہو سکتی ومن دخل علیہ غیرہ لیلًا فاخرج المشرق من بیتہ فاتبعہ رب البیت فقتلہ فلا شئ علیہ لقولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام قاتل دون مالک اور جو ایک شخص کے گھر میں غیر شخص رات کو داخل ہو سو چوری کا مال اُس کے گھر سے لکائے اور صاحب خانہ اُس کا پیچھا کرے اور اُس کو مار ڈالے تو اُس پر کچھ نہیں نہ قصاص نہ دیت نہ گناہ بدلیل حدیث رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کہ مقاتلہ کو اپنے مال کے اُس پاس م نسا ئی میں مخارق سے روایت ہے کہ ایک مرد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا سو اُس نے کہا یا رسول اللہ کوئی مرد میرے پاس آوے یا میرا مال چھین لے جائے فرمایا کہ بنام خدا اس کی تذکر کر یعنی خدا کے غضب اُس کو ڈرا سو اُس نے کہا اگر وہ خوف نہ کرے فرمایا اپنے اُس پاس کے مسلمانوں سے مدد مانگ اُس نے کہا سو اگر میرے گرد کوئی مسلمان نہ ہو فرمایا کہ حاکم سے داد مانگ وہ بولا کہ اگر حاکم مجھ سے دور ہو فرمایا (قاتل دون مالک) یعنی اپنے مال کے اُس پاس مقاتلہ کر یہاں تک کہ تو شہداء آخرت سے ہو یا تو اپنا مال بیکار رکھے کذا فی التیسیر وکذا لو قتل قبل الاخذ او القصد اخذ ماله ولم یکن من دفعه الا بالقتل صدر الشریعہ اور اسی طرح کا حکم ہے اگر اُس کو قتل کرے مال لینے سے پہلے جب کہ وہ اُس کے مال کے لینے کا ارادہ رکھتا ہو اور اُس کے ہٹانے پر سوائے مار ڈالنے کے قدرت نہ ہو کذا فی صدر الشریعہ و فی الصغری قصدا ل ان عشرة او اکثر قتلہ وان اقل قاتلہ ولا یقتلہ اور فتاویٰ صغریٰ میں ہے کہ اگر سارق مال لینے کا قصد کرے اگر مال قتل دم یا زیادہ ہے تو سارق کو قتل کرے اور اگر کم ہو تو اُس سے مقابلہ کرے لیکن اُس کو قتل نہ کر ڈالے لیکن نہ الفائق میں آخرباب قطع طریق میں یوں ہے کہ انسان کو اپنے مال پر قتال کرنا درست ہے اگرچہ مال بقدر نصاب کے نہ ہو اور اُس کو قتل کرے بدلیل اس حدیث کے (من قتل دون ماله فهو شہید) یعنی جو اپنے مال کے بچانے پر مارا جائے وہ شہید ہے کذا فی الطحاوی عن ابی السعود بل یقبل قولہ انہ کا برہ ان بینہ نعم انافان المقتول معروفًا بالسرقۃ والشرب یقتل استسناد الدینی مالہ اور ضامن المقتول بزازیہ اور قاتل کا یہ قول کیا مقبول ہوگا کہ اُس نے اُس سے مکا برہ کیا تھا یعنی پھر بھی چوری سے وہ باز نہ رہا اگر یہ قول کو اسی سے ثابت ہے تو ہاں مقبول ہوگا اور اگر شہادت نہیں تو اگر مقتول چوری اور بدکاری میں مشہور ہے تو قاتل سے ازراہ استسنان قصاص نہ لیا جاوے گا اور دیت قاتل کے مال میں مقتول کے وارثوں کے واسطے لازم ہوگی کذا فی البرزازیہ ہذا ذالم یعلم انہ لو صاح علیہ طرح مالہ وان ظلم ذلک فقتلہ مع ذلک وجب علیہ القصاص قتلہ بغیر حق یہ یعنی سارق مذکور کے قتل سے قصاص وغیرہ لازم نہ ہونا اس وقت ہے جب کہ صاحب مال کو یہ معلوم نہ ہو کہ اگر وہ اُس پر شور کرے گا اور ملکا کرے گا تو سارق اُس کے مال کو ڈال دے گا اور اگر یہ جانے کہ ملکا کرنے سے مال کو چھوڑ بھاگے گا پھر باوجود اُس کے اُس کو قتل کرے گا تو قاتل پر قصاص واجب ہوگا اُس کے ناحق قتل کرنے کے سبب کا لغصوب منہ اذا قتل الغاصب فانہ یجب القود لقدرة علی دفعه بالاستغاثۃ بالسلین والقاضی مغصوب منہ کے مانند یعنی جس کا مال چھینا گیا جب کہ وہ غاصب کو قتل کرے گا تو اُس پر قصاص واجب ہوگا اس واسطے کہ وہ اُس کے دفع پر قادر ہے مسلمانوں اور حاکم سے فریاد کر کے ہم ادرا اگر مسلمین اور قاضی غاصب کے دفع پر قادر نہ ہوں چنانچہ اس زمانے میں ہے تو ظاہر قاتل غاصب جائز ہے عموم حدیث مذکور کی دلیل سے کذا فی الطحاوی مباح الدم التجالی الحرم لم یقتل فیہ خلافاً للشافعی ولم یخرج عنہ للقتل لکن یمنع عنہ الطعام والشراب حتی یضطر فیخرج من الحرم فیمتد لقتل خارجہ مباح الدم یعنی جس کا خون مباح ہے چنانچہ زانی محصن اور مرتد اور قاتل نے پناہ پکڑی حرم بیت اللہ کی تو حرم کے اندر قتل نہ کیا جائے گا اور زواہاں سے گرفتار کر کے نکالا جاوے قتل کے واسطے لیکن اُس کا کھانا پینا روکا جائے یہاں تک کہ وہ گھبرا جائے مہوک پیاس کے مارے سو آپ نکل جائے حرم سے تو اُس وقت میں حرم سے باہر قتل کیا جائے برخلاف امام شافعی کے یعنی ان کے نزدیک حرم کے اندر قتل اُس کا جائز ہے وامامینا دون انفس فیقتل منہ فی الحرم اجماعاً اور جان کے سوا اطراف میں تو قصاص لیا جائے گا اُس سے حرم کے اندر باتفاق

یعنی اس واسطے کہ اطراف میں تو اموال کا طریقہ مسلوک ہے ولو انشاء القتل فی الحرم قتل فیہ اجماعاً سراجیہ اور اگر قاتل نے حرم کے اندر قتل کو ایجاد کیا تو حرم کے اندر ہی بالاتفاق قتل ہوگا کذا فی السراجیہ و قتل فی البیت لا یقتل فیہ ذکرہ المصنف فی الحج اور اگر قاتل نے بیت اللہ کے اندر قتل کیا تو اس کے اندر قتل نہ کیا جاوے گا مصنف نے یہ کتاب الحج کی شرح میں مذکور کیا ہے ولو قال اقتلنی فقتله سیف فلا قصاص ووجب الدیۃ فی الصحیح لان الا باجہ لا تجری فی النفس و سقط القود بشبہہ الاذن اور اگر ایک شخص نے دوسرے کے کما کبھ کو قتل کر سوا اس نے اس کو تلوار سے قتل کیا تو قصاص نہیں اور دیت واجب ہے قاتل کے مال میں بقول صحیح اس واسطے کہ اباحت جان میں جاری نہیں ہوئی اور قصاص ساقط ہو گیا اذن مقتول کے شبہہ سے ہم ہر حیزہ حقیقت میں اذن مقتول کا صحیح نہیں لیکن شبہہ اباحت کا پیدا ہو گیا اور قصاص میں شبہہ در حکم حقیقت ہے و کذا لو قال اقتل اخی او ابی فقتله الدیۃ استحساناً لکافی البرازیۃ عن الکفایۃ اور اسی طرح قصاص نہیں اگر کسی نے کہا کہ قتل کر میرے بھائی یا فرزند یا باپ کو تو قاتل پر دیت لازم ہوگی بیل استحسان کے چنانچہ برازیہ میں ہے کفایہ سے طحاوی نے کہا بشرطیکہ قاتل مقتولین کے خون کا وارث ہو و فیہما عن الوقعات لو ابتم صغیراً یقتل اور برازیہ میں ہے واقعات سے کہ اگر آمر کا بیٹا صغیر ہو تو قصاص لیا جاوے گا مگر اگر ایک شخص نے کہا کہ میرے فرزند کو قتل کر اور فرزند صغیر ہے تو قاتل پر قصاص ہے محوسی نے کہا اور یہی حکم ہے برادر صغیر منع الغفاریں ہے کہ یہ محمول ہے قیاس کے جواب پر اور استحسان کی دلیل سے تو دیت ہے کذا فی الطحاوی و فی الحمانۃ بئک و فی الغسل ابوالف فقتل یقتل اور خانیہ میں ہے کہ ایک نے دوسرے کے کما کبھ کے اپنا خون تیرے ہاتھ ایک پیسے یا ہزار کو بیچا سوا اس نے اس کو قتل کیا تو قصاص لیا جاوے گا اس واسطے کہ یہ باطل ہے اور قتل کا اذن نہیں ہے تو یہ قول قتلی کے قول کے مانند نہیں کہ دیت واجب ہوتی نہ قصاص و فی القتل ابی علیہ دیتہ لابنہ اور اس قول میں کہ قتل کر میرے باپ کو دیت واجب ہے قاتل پر مقتول کے فرزند کے واسطے و فی القطع یہہ قطع یہہ یقتل اور اس قول میں کہ میرے باپ کا ہاتھ کاٹ سوا اس نے اس کا ہاتھ کاٹا قصاص لیا جاوے گا قطع سے و فی خجج ابنی شبہہ لاشی علیہ فان مات فعلیہ الدیۃ اور اس قول میں کہ میرے فرزند کا سر بھوڑ ڈال سوا اس نے اس کا سر بھوڑا تو اس پر کچھ نہیں پھرا اگر وہ مر گیا اس سبب تو اس پر خون بہا ہے دلیل لا تجب الدیۃ ایضاً و صحیح کن الاسلام کما فی العادیۃ و استظہرہ الطرسوسی لکن ردہ ابن وہبان اور قول ضعیف یہ ہے کہ اپنی ذات کے اذن قتل پر دیت بھی قصاص کے مانند واجب نہیں اور اس قول کو رکن الاسلام نے صحیح کہا ہے چنانچہ عادیہ میں ہے اور طرسوسی نے بھی اسی کی تائید کی ہے لیکن ابن وہبان نے اس کو رد کیا ہے ہم شروع وہبانیہ میں ہے کہ لائق یہ ہے کہ قول اول یعنی سقوط قصاص اور وجوب دیت اصح ہو اس واسطے کہ عصمت دم موجود ہے اور قصاص کو ساقط ہو گیا ہے شبہہ اذن کے اور شبہہ وجوب مال کا مانع نہیں کما لو قال اقتل عبدی او اقطع یہہ ففعل فلا ضمان علیہ اجماعاً چنانچہ اگر مولیٰ نے کہا کہ میرے غلام کو قتل کر یا اس کا ہاتھ کاٹ سوا اس نے اس کو قتل کیا اور اس کا ہاتھ کاٹا تو اس پر تاوان نہیں بالاتفاق ہم اس واسطے کہ غلام مال میں داخل ہے اور مال میں ابتداء جاری ہے لیکن اس قتل اور قطع میں آمر اور مامور دونوں گنہگار ہیں کذا فی المحوسی کقولہ اقطع یہہ اور جلی وان مری لنفسہ و مات لان الاطراف کالاموال صحیح الامر چنانچہ اس قول میں ضمان نہیں کہ میرا ہاتھ یا میرا پاؤں کاٹ ڈال اگرچہ قطع اس کی جان تک پہنچ جائے اور وہ مر جائے اس واسطے کہ اطراف اموال کے مانند ہیں تو امر کرنا ان میں صحیح ہوگا مگر سرایت الی النفس اور موت نہ برازیہ میں ہے نہ منع الغفاریں اور اگر سرایت کو قتل اعتبار کیجئے تو بمنزلا قتلی کے اس میں بھی خلاف مذکور جاری ہوگا کذا فی الطحاوی و لو قال اقطع علی ان لعننی بذل الثوب او ہذہ الدراہم فقطع یجب ارش الید لا القود و بطل الصلۃ برازیہ اور اگر بولا کہ ہاتھ کاٹ اس شرط پر کہ تو مجھ کو یہ کپڑا یا دراہم دے سوا اس نے قطع کیا تو ہاتھ کا خون بہا واجب ہوگا نہ قصاص اور صلح یعنی شرط عطاے ثوب یا دراہم باطل ہوگی کذا فی البرازیۃ فروع مسائل لمعہ شارح کے ہر بابہ القصاص لغیر القاتل لا یجوز لانه لا یجری فیہ التملک قصاص کا



ہرہ کرنا اور شخص کو سوائے قاتل کے جائز نہیں اس واسطے کہ اس میں تملیک جاری نہیں ہے اور اسی طرح قاتل کو بھی ہرہ قصاص بدلیل مذکور جائز نہیں کذا فی الحموی حاشیۃ الاشباہ عفو الولی عن القاتل فصل فی الصلح والصلح افضل من القصاص وارث کا معاف کر دینا قاتل سے افضل اور بہتر ہے مال پر صلح کرنے سے اور صلح بہتر ہے قصاص سے ہم عفو وارث سے قاتل کے براہت ہو جاتی ہے دنیا میں دیت اور قصاص سے لیکن ظلم اقدام علی القتل سے براہت نہیں ہوتی کذا فی الطحاوی عن الاشباہ وحاشیۃ ابی السعود کذا عفو الجورح اور یہی حکم ہے عفو مجروح کا یعنی عفو بہتر ہے بدل لینے سے لا یشح توبۃ القاتل حتی یسلم نفسه للقتل وہبانیۃ صحیح نہیں توبۃ قاتل جب تک اپنی جان کو قصاص کے واسطے تسلیم نہ کرے کذا فی الوہبانیۃ ہم یعنی فقط زبان سے توبہ کرنا اور دل میں نادم ہونا کفایت نہیں کرتا جب تک قصاص کے واسطے اپنی جان حاضر نہ کرے اور یہ بھی شرط صحت توبہ ہے کہ مقتول کے وارثوں سے خبر کر دے کہ یہ قصص بھی سے ہوا ہے کذا فی الطحاوی عن شرح الوہبانیۃ وغیرہ الامام شرط استیفاء القصاص کا محدود عند الاصولیین و فرقی الفقہاء اشباہ امام یعنی حاکم مسلمین شرط استیفاء قصاص ہے یعنی خون کے بدل لینے میں حدود کے امتداد امام کا ہونا شرط ہے علماء اصول کے نزدیک اور فقہوں کے قصاص اور حدود میں فرق کیا ہے کذا فی الاشباہ ہم یعنی فقہائے نزدیک استیفاء حدود کے لیے امام شرط ہے قصاص کے واسطے محیط میں ہے کہ ایک مرد مقتول ہوا عدا اور اس کا ایک وارث ہے تو اس کو قاتل کا قتل کرنا قصاص کی راہ سے جائز ہے قاضی نے قصاص کا حکم دیا ہو یا نہ دیا ہو اور قاتل کو تلوار سے قتل کرے اور اس کی گردن کاٹے اور اگر غیر تلوار سے قتل کا ارادہ کرے تو منع کیا جائے اور اگر قتل منوع کرے گا تو تعزیر دی جائے گی اس پر تاوان نہیں اور کسی طرح قتل کرے مستوفی قصاص ہوگا کذا فی العالمگیریۃ وفیہا فی قاعدۃ الحدود تدرأ بالشبهات القصاص کا محدود الا فی سبع يجوز القصاص بلوہ فی القصاص دون الحدود اور اشباہ میں الحدود تدرأ بالشبهات کے قاعدہ میں یہ ہے کہ حدود کی مانند قصاص ہے مگر سات صورتوں میں پہلی صورت یہ ہے کہ قاضی کو حکم کرنا اپنی دانست پر قصاص میں درست ہے نہ حدود میں ہم یہ قول اس پر مبنی ہے کہ قاضی اپنے علم پر فیصلہ کرے سوائے حدود کے لیکن اب فتویٰ اس پر ہے کہ قاضی کو حکم کرنا اپنی دانست پر یعنی بدون شہادت کے مطلقاً جائز نہیں کذا فی الحموی شرح الاشباہ القصاص یورث والحد لا ۲ قصاص میں میراث جاری ہے اور حد میں نہیں ہم دوسرا قول یہ ہے کہ قصاص بھی مورث نہیں کذا فی الحموی لیشح عفو القصاص لا الحد ۳۔ قصاص کا عفو کرنا صحیح ہے نہ حد کا ہم یہ بعد مرادفہ کے ممول ہے اور قبل مرادفہ کے حد قذف کا عفو کرنا جائز ہے کذا فی حاشیۃ ابی السعود المقادیم لا ینع الشہادۃ بالقتل بخلاف الحد سوی حد القذف ۴۔ مدت کا گذر جانا قتل میں شہادت کا مانع نہیں برخلاف حد کے حد قذف کے سوا وثبت باشارة اخری وکن بتہ بخلاف الحد ۵۔ اور قصاص ثابت ہوتا ہے گونگے کے اشارے سے اور اس کے نکلے دینے سے برخلاف حد کے ہم صورت اس کی یہ ہے کہ مقتول کے پاس گونگا آیا اور اس نے تلوار پکڑی اور اپنی ذات کی طرف اشارہ کیا یعنی میں نے اس کو تلوار سے مارا ہے تو اس طرح قصاص ثابت ہوگا اور حد ثابت نہ ہوگی کذا فی الطحاوی يجوز الشفاعة فی القصاص لا الحد ۶۔ سفارش کرنا عفو قصاص میں جائز ہے نہ حد میں السابغۃ لابن القصاص من الدعوی بخلاف الحد سوی حد القذف اتہا ساتویں صورت یہ ہے کہ قصاص میں دعویٰ مزید ہو کہ نہ حد میں مگر حد قذف میں البتہ دعویٰ مزید ہو کہ اتہا مانی الاشباہ و فی القینۃ نظر فی باب دار رجل ففقا الرجل عینہ لا یغنی عن ان لم یکنہ نیتہ من غیر فقہاء وان امكنہ ضمن اور قینہ میں ہے کہ ایک شخص دوسرے مرد کے گھر میں جھانکا دروازے کے اندر سے سو اس مرد نے اس کی آنکھ پھوڑ دی تو صاحب خانہ پر ضمان نہیں اگر جھانکنے والے کا ہٹانا بدون آنکھ پھوڑنے کے ممکن نہ ہو اور اگر بدن اس کے وہ ہٹ سکتا ہو تو تاوان اس پر لازم ہوگا وقال الشافعی لا یغنی فیہا اور امام شافعی نے کہا کہ آنکھ پھوڑنے والے پر دو ٹول صورتوں میں تاوان نہیں ہم ابو ہریرہ کی حدیث دلیل ہے امام شافعی کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر ایک مرد جھانکے بدون تیرے اذن کے سو تو اس کی آنکھ پھوڑ دے ٹھیکرے مار کر تو کچھ گناہ نہیں اور ہماری دلیل یہ حدیث ہے کہ آنکھ میں نصف دیت ہے اور یہ عام ہے ناظر خانہ اور غیر ناظر کو

۱۲ اور ایک مسکین تندرأ ہے بجائے تدرأ کے ۱۲

اور اس لیے کہ اگر کوئی باب مفتوح سے نظر کرے یا گھر میں گھس کے کچھ لے تو بھی مستوجب قطع نہیں اور حدیث ابو ہریرہ مبالغہ فی الزجر پر محمول ہے اور اگر حدیث مذکور کو اس ناظر پر محمول کیجیے کہ کس طرح نظر سے باز نہ رہے بدون آنکھ پھوڑنے کے تو منافات بالکل زائل ہو جائے لیکن مسئلہ آئینہ کے منافی ہے کہ وہ طلق ہے اس میں کچھ تفصیل نہیں واللہ اعلم کذا فی الطحاوی مختصر اودخل راسہ فرماہ بجز فقہ الا یمن اجماعاً انما الخلاف بین نظر من خارجا اور اگر ایک شخص نے اپنا سر اندر کر دیا سو صاحب خانہ نے اس کو پتھر سے مارا سو اس کی آنکھ کو پھوڑ دیا تو صاحب خانہ پر ضمان نہیں کذا فی الطحاوی عن ابی نعیم عن کنز الیومس باتفاق جنفی اور شافعی کے اختلاف جنفی اور شافعی تو فقط اس صورت میں ہے جب کہ گھر کے باہر سے نظر کرے واللہ اعلم:-

**باب القود فیما دون النفس** | یہ باب ہے ماسوائے جان کے قصاص میں یعنی اطراف انسانی کے بدلہ لینے میں ہم قصاص ماردون النفس ثابت ہے کتاب اور سنت اور اجماع امت سے قال تعالیٰ والجر وح قصاص حدیث میں ثابت ہے کہ ایک عورت نے جاریہ الفار کا دانت توڑا تھا سو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قصاص کا امر فرمایا کذا فی العینی و ہونی کل ما یکن فیہ رعایۃ حفظ المماثلۃ اور وہ یعنی قصاص ماردائے النفس ہر ایک اس مقام میں جاری ہے جہاں حفظ المماثلت کی رعایت ممکن ہے یعنی جہاں برابری اعضائی قائم اور مظلوم کے نقصان کی ہو سکے وہاں بدلہ لینا جاری ہے اور جہاں حفظ المماثلت متصور نہیں وہاں قصاص نہیں دیا دیت ہے یا کچھ اور خیانتیہ معلوم ہوگا ہم پھر جب رعایت المماثلت کے بدلہ لینے میں اہم ہوئی تو دانت ہاتھ بائیں ہاتھ کے بدلے نہ کاٹا جاوے گا اور نہ بایاں بدلے دہنے کے اور نہ تندرست ہاتھ لٹے ہاتھ کے بدلے اور نہ عورت کا ہاتھ عورت کے ہاتھ کے بدلے اور نہ آزاد کا ہاتھ غلام کے ہاتھ کے بدلے اور نہ غلام کا ہاتھ آزاد کے ہاتھ کے بدلے اور نہ غلام کا ہاتھ دوسرے غلام کے ہاتھ کے بدلے اس واسطے کہ غلام کے ہاتھ میں نصف قیمت واجب ہے اور قیمت غلاموں کی مختلف ہوتی ہے اور قصاص نہیں بال میں اور سر کی کھال میں اور رخسار اور پشت اور شکم اور ذقن کے گوشت میں قصاص نہیں اور نہ طہینہ وغیرہ مارنے میں اور قاطع کے اعضا کا قصاص نہ ہوگا الا بالمثل تو انگوٹھا بدلے انگوٹھے کے قطع ہوگا اور سبابہ بدلے سبابہ کے اور وسطی بدلے وسطی کے اور سفیری بدلے سفیری کے اور بھر بدلے بھر کے اور اسی طرح دانتوں میں برابری واجب ہے تو نیش توڑا جائے بدلے نیش کے اور ڈاڑھ بدلے ڈاڑھ کے دلی ہذا القیاس مساوات اعضاء واجب ہے ان کے منافع اور موانع کے تفادیت کے سبب کذا فی الطحاوی ملخصاً دیند فی قواد قاطع الید عمد من المفصل اور جب کہ رعایت المماثلت ضرور ہوئی تو قصاص لیا جاوے گا ہاتھ کاٹنے والے کا عمدہ جوڑے یعنی جس نے دوسرے کا ہاتھ توڑا کسی کے جوڑے سے تو قاطع کا بھی ہاتھ وہیں سے کاٹا جاوے گا فلو القطع من نصف ساعد و ساق او من نصف الناحیۃ من غایت المماثلۃ وہی الاصل فی جریان القصاص سو اگر قطع نصف ساعد یا نصف ساق سے یا ناک کے آدھے بانے سے ہو تو قصاص نہ لیا جاوے گا بسبب متمتع ہونے حفظ المماثلت کے اور وہی برابری تو اصل ہے قصاص کے جاری کرنے میں ہم بسوط میں ہے کہ جو قطع جوڑے ہو تو اس میں قصاص ہے اسی موضع میں اور جو قطع کہ جوڑے سے نہ ہو بلکہ ہڈی توڑے ہو تو اس میں ہمارے نزدیک قصاص نہیں انتہی یعنی اس واسطے کہ ہاتھ قاطع کی ہڈی زیادہ کٹ جائے یا اس میں زیادہ خلل ہو جائے تو برابری نہ رہی کذا فی الطحاوی یعنی اور قصاص عبارت ہے برابری سے وان کانت یدہ اکر منہا لاتی والمنفعۃ قصاص میں جوڑے ہاتھ کاٹا جاوے گا اگرچہ قاطع کا ہاتھ بڑا ہو موقوف کے ہاتھ بسبب متعمد منفعۃ کے یعنی قصاص میں چھوٹے بڑے عضو کا اعتبار نہیں براحت راس کے سو اکیونکہ دونوں عضو منفعۃ میں یکساں ہیں کذا فی الزیلمی و کذا فی الیومس والمارن والاذن اور اسی طرح کا حکم ہے پاؤں میں اور ناک کے تھنوں اور کان میں ہم بدن جسم نرم عضوونی ہے ناک میں

۱۵۰۰ زرہینی کوکتے ہیں جیسا کہ مزاج دیرہ میں ہے تو اس کا ترجمہ تھا کہ کرنا خالی مسامت سے نہیں ۱۵۰۰ زرہینی ہڈی کا ہونا ہوا ۱۲۰



بائس کی ہڈی کے نیچے سو تمام مارن کے قطع میں قصاص نہیں اسی طرح اگر پاؤں اور کان جوڑے سے قطع ہو تو قصاص ہے اور نہیں تو قصاص نہیں مالگیری میں خزانہ المقتین سے منقول ہے کہ لوگ بینی کے قطع میں حکومت عدل ہے قول صحیح میں دکان عین ضربت فزال ضوفا وہی قائمہ غیر منصفہ فیعمل علی وجہ قطن رطب و تقابل عینہ مبرآة محمّاة اور اسی طرح قصاص یا جاوے اس آنکھ کا جس پر چوٹ لگی سو اس کی روشنی نائل ہوگئی اور حالانکہ آنکھ قائم ہے بیٹھ نہیں گئی تو قصاص لینے کی صورت یہ ہے کہ ضارب کے منہ پر بھیگی روٹی ڈالی جائے اور اس کے آنکھ کے مقابل میں گرم کیا آئینہ رکھا جائے ہم یہ حکم خلافت عثمانی میں علی مرتضیٰ کی تجویز سے مجبور صابہ کرام ہوا عبدالزاق کے مصنف میں حکم ابن عیینہ سے روایت ہے کہ ایک مرد نے دوسرے مرد کے طانچہ مارا سو اس کی بینائی جاتی رہی اور آنکھ قائم تھی صابہ نے قصاص کا ارادہ کیا لیکن کیفیت اس کی معلوم نہ تھی تو علی رضی اللہ تعالیٰ آئے اور فرمایا کہ اس کی آنکھ پر روٹی رکھی جائے پھر آفتاب کا سامنا کیا گیا اور اس کی آنکھ کے نزدیک آئینہ کیا گیا تو اس کی بینائی منقطع ہوگئی اور آنکھ قائم رہی کذا فی العینی ولو قلعیت لا قصاص لتعذر المماثلۃ اور اگر آنکھ خانہ چشم سے نکالی جائے تو اس کا قصاص نہیں بسبب متعذر ہونے مساوات کے فی المبتی فقام الیمین ویسری الفاقی و اہرہ انتص و ترک اعمی اور مجتبیٰ میں ہے کہ دہائی آنکھ پھوڑی اور پھوڑنے وال کی بائیں آنکھ پھوٹی ہے موجود نہیں تو اس سے بدلایا جاوے گا اور وہ اندھا پھوڑا جاوے گا و عن الثانی لا قود فی عین جولاء اور ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ بھینگے کی آنکھ پھوڑنے میں قصاص نہیں ہم مجتبیٰ میں ہے کہ اگر احوال کی آنکھ میں حول مضربارت نہ ہو تو قصاص ہے اور اگر مضرب ہو تو حکومت عدل ہے اور ابو یوسفؒ کے نزدیک مطلقاً قصاص نہیں اتنی تو ظاہر قول اول مستند ہے اور قول ثانی ضعیف و شارح کو قول ضعیف پر اقتصار کرنا مناسب نہ تھا کذا فی الطحاوی و کذا ہو ایضاً فی کل شجرۃ یرامی و تحقیق فیہا المماثلۃ کو ضحیہ اور اسی طرح قصاص کا حکم ہے ہر ایک اس زخم میں جس میں مماثلت اور مساوات کی مراعات ہو سکتی ہے چنانچہ جراحت موضع میں ہم موضع وہ جراحت ہے جس میں ستر یا چپے کی کھال اور گوشت قطع ہو کر ہڈی کھل جائے چنانچہ مزید تفصیل اس کی آگے معلوم ہوگی و لا قود فی عظم الا السن وان تفاوت طول او کبر الامر اور قصاص نہیں ہڈی توڑنے میں سوائے دانت کے یعنی دانت میں قصاص ہے اگرچہ کاسر اور مکسور دونوں کے دانت طول اور جسامت میں متفاوت ہوں بدلیل گذشتہ یعنی اتحاد منفعت ہم اور یہ حدیث جوہر ایہ میں مذکور ہے کہ لا قصاص فی العظم ثابت نہیں غریب ہے لیکن ابن ابی شیبہ میں عبد اللہ بن عباسؓ اور شعبی اور حسن بھری سے مروی ہے کہ لیس فی العظام قصاص یعنی ہڈیوں میں قصاص نہیں اور شعبی اور حسن سے دانت اور سر کا استثناء عظام سے کتاب مذکور میں مروی ہے کذا فی العینی فقلع ان قلعیت قیل تبر والی اللہ موضع اصل السن ویسقط ما سواہ لتعذر المماثلۃ اذ ربما تفسد لہما و بہ اخذ صاحب الکافی قال المصنف ولی المبتی و بہ لفتی تو ظالم کا دانت اکھاڑا جائے اگر مظلوم کا دانت اکھاڑا گیا ہو اور بعضوں نے کہا کہ دانت ریتا جائے سو ہاں سے گوشت تک یعنی دانت کی جڑ کی مقام تک اور ماورائے گوشت کے جس قدر دانت باقی رہے اس کا قصاص باق ہے تعذر مماثلت کے سبب اس لیے کہ دانت کے اکھاڑنے میں کبھی یا اکثر کو قاسد ہو جاتا ہے اور اسی قول کو صاحب کافی نے لیا ہے مصنف نے شرح میں اس کو کہا ہے اور مجتبیٰ میں اسی قول اخیر پر فتویٰ ہے ہم طحاوی نے کہا کہ بخلاف لیس اسی طرح تفسد لہما ہے اور مصنف اور شارح اس کا تابع ہو گیا اور حق یہ ہے کہ تفسد لہما ہے یعنی بجائے ہاں ہوتا ہوا مثلہ ہے لہذا جمع لہ بکلام معنی مسورہ یعنی دانت اکھاڑ ڈالنے کے قصاص میں اکھاڑنا نہ چاہیے بلکہ دانت کا ریتنا سوہن سے چاہیے اس واسطے کہ اکھاڑنے سے مسورہوں میں اکثر خلل واقع ہو جاتا ہے کما تبر والی ان تیسارے ان کسرت جیسے دانت ریتا جاتا ہے یاں تک کہ کاسر اور مکسور دونوں کے دانت برابر ہو جاویں اگر مکسور کا دانت توڑا گیا ہو ہم ریتنا اس وقت جب کہ

۱۲ یعنی حکومت عدل کے معنی صفحہ ۳۸ میں مذکور ہیں ۱۲ ہڈی میں قصاص نہیں ۱۲

دانت برابر ٹوٹا ہو والا قصاص نہیں بخون بہا ہے کذا فی الطحاوی عن الظہیریۃ ذی المجتبیٰ ویوجل حولاً فان لم یثبت تقیض ذیل یوجل العیسیٰ لا ابالیغ اور مجتبیٰ میں ہے کہ قصاص کے واسطے ایک سال کی مدت مقرر کی جاوے پھر اگر دانت نہ جم آوے تو قصاص لیجاوے اور دوسرا قول یہ ہے کہ صغیر کے دانت کے واسطے مدت مقرر کی جاتی ہے نہ بالغ کے واسطے ہم متقی میں ہے جب دانت سے کچھ توڑا گیا تو ایک سال تک انتظار کرنا چاہیے پھر جب سال پورا ہو جائے اور دانت نہ بھر جائے تو اس پر قصاص ہے سوہان سے ریت کر اور طہیث میں ہے کہ دانت کے قصاص کا موضع دانت کے چنگے ہوں تک انتظار چاہیے اور ایک سال کا انتظار ضرور نہیں مگر مجرد کی سعایت میں اور صحیح قول اول ہے اس واسطے کہ بالغ کے دانت کا اگنا نادر ہے کذا فی الطحاوی فلو مات العیسیٰ فی الحول بری پھر اگر صغیر سال کی مدت میں مر گیا تو قاتل قصاص سے بری الذمہ ہو گیا وقال ابو یوسف فیہ حکمۃ عدل اور ابو یوسف نے کہا کہ اس میں حکومت عدل ہے وکذا الخلاف اذا اھل فی تحریک فلم یقطع فعدا ابی یوسف یجب حکومت عدل الا اسی اجرة القلاع والطیب انتہی وحققہ اور اسی طرح دانت اکھاڑنے کے مانند خلاف ہے جب کہ مدت مقرر کی جائے دانت کی تحریک میں پھر مدت کے اندر متحرک دانت ساقط نہ ہوا تو ابو یوسف کے نزدیک درد کا خون بہا یعنی دانت اکھاڑنے اور طیب معالج کی اہرت دینا ضارب پر واجب ہے اور اگر ہم اس کی تحقیق بیان کریں گے ہم محیط میں ہے کہ جب ضرب سے دانت متحرک ہو گیا تو ایک سال انتظار کرنا چاہیے خواہ مضروب بالغ ہو یا صغیر پھر اگر دانت ساقط نہ ہوا تو ضارب پر کچھ نہیں اور اگر سال کے اندر اسی ضرب سے دانت گر گیا تو اگر ضرب عمدتھی تو قصاص واجب ہے اور اگر خطا کی راہ سے تھی تو ریت واجب ہے کذا فی الطحاوی اور اس مسئلہ میں ابو یوسف کا وہ قول ہے جو شارح نے مذکور کیا و توخذ الثنیۃ بالثنیۃ والناہ بالناہ ولا یؤخذ الا علی بالاسفل ولا الا علی مجتبیٰ والی اصل انہ لا یؤخذ عضو الا بمثلہ اور قصاص لیجا تا ہے سامنے کے دانت کا سامنے کے دانت کے بدلے اور پیش کا پیش کے بدلے اور بدلائیں لیا جاتا اوپر کے دانت کا نیچے کے دانت سے اور نیچے کے اوپر کے سے کذا فی المجتبیٰ اور خلاصہ مقام یہ ہے کہ عضو کا بدلہ لائیں لیا جاتا مگر اس کی مثل اور مانند سے ولا تؤد عنذنا فی طرفی رجل وامرأة و طرفی حر و عبد و طرفی عیدین لتعذر المائتہ بدیل اختلاف دینیم و تمیتہم والاطراف کا لاموال اور قصاص نہیں ہم حنفیوں کے نزدیک مرد اور عورت کے اطراف میں اور آزاد اور غلام کے اطراف میں اور دو غلاموں کے اطراف میں بسبب متعذر ہونے مساوات کے ان کی دیت اور قیمت کے اختلاف کی دلیل سے اور اطراف تو مانند اموال کے ہیں یعنی جب اطراف انسانی بمنزلہ مال کے ہوئے تو مساوات ضرور ہوتی حالانکہ مرد اور عورت کی دیت میں اور غلام اور آزاد کی دیت اور قیمت اور دو غلاموں کی قیمت تفاوت ہے لہذا قصاص متعذر بھرا قلت ہذا ہوا المشہور

لکن فی الواقعات لو قطعت امرأة ید رجل کان لا القود لان الناقص لستونی بالکامل اذا رضی صاحب الحق فلا فرق بین حر و عبد لایین عبدین و اقربہ القستانی والبرجندی میں کہتا ہوں یہ یعنی مرد اور عورت اور آزاد اور غلام اور دو غلاموں کے اطراف میں قصاص کا نہ ہونا بھی مذہب مشہور ہے لیکن واقعات میں ہے کہ اگر عورت مرد کا ہاتھ کاٹے تو مرد کو قصاص لینا جائز ہے اس واسطے کہ استیفاء ناقص کامل کی عوض ہو سکتا ہے جب کہ صاحب حق ناقص پر اکتفا کرے اور راضی ہو جائے تو اس طرح کچھ فرق نہیں آزاد اور غلام کے درمیان اور نہ دو غلاموں کے اندر یعنی جب کہ آزاد غلام سے بدلہ لینے پر اور عبد اعلیٰ کا مالک عبد ادنیٰ سے بدلہ لینے پر راضی ہو جائے اور اس قول کو قستانی اور برجندی نے ثابت رکھا ہے ہم شارح کے باننا مشہور شاہد کر دیا کہ قول اول مشہور معتد ہے نہ یہ قول و طرف المسلم والکافر سیان للقتل فی الارض اور اطراف مسلم اور کافر کی برابر ہیں خون بہا کی مساوات کے سبب ہم کافر سے ذمی مراد ہے نہ کافر عربی اور مستامن کذا فی الطحاوی وقال الشافعی کل من یقتل بقطع بہ ذن لا فلا اور امام شافعی نے کہا کہ جو شخص قتل کیا جاتا ہے اس کے بدلے اس کا عضو بھی قطع کیا جاتا ہے اس کے بدلے اور جو قتل نہیں ہوتا



اُس کا عضو بھی قطع نہیں ہوتا یعنی اُن کے نزدیک مسلم کا قتل نہیں ذمی کے بدلے تو اُس کے عضو کا بھی قطع نہیں اُس کے عضو کے بدلے ولائی قطع بدلے نصف الساعد لہذا اور قصاص نہیں ہاتھ کے کاٹنے میں نصف ساعد سے بدلہ لیتے یعنی رعایت مساوات نہیں ہو سکتی کی بیشی کے احتمال سے حالانکہ قصاص عبارت ہے مماثلت اور مساوات سے ولائی جائزہ برکت اور قصاص نہیں اُس جائزہ میں جو چنگا ہو گیا م جائزہ وہ زخم ہے جو اندر پیٹ تک پہنچ گیا سینہ کی طرف سے یا پیٹ یا پیٹ کی طرف سے تو گردن اور حلق اور ہاتھ اور پاؤں میں جائزہ نہیں ہوتا لیکن فوطون اور مقعد میں جائزہ ہوتا ہے کذا فی المطاوعی عن شرح القہوری فان لم تیر فان ساریہ یقصر والا ینظر البراء والسرایۃ ابن کمال پھر اگر زخم جائزہ چنگا نہ ہو اسو اگر ساری ہو گیا یعنی زخم کے صدر سے زخمی مر گیا تو جارج سے قصاص لیا جاوے گا اور اگر نہ مرا تو صحت یا موت کا انتظار کرنا چاہیے کذا صرح ابن کمال و لسان و ذکر دلو من اصلہما یعنی شرح وہبانیۃ و اقروہ المصنف لانه ینقبض و ینسبط قلت لکن جزم قاضی خان بلزوم القصاص وجعلہ فی المیط قول الامام و نصفہ قال ابو حنیفۃ ان قطع ذکرہ من اصلہ او من الحشفۃ اقتضی منہ اذلہ حد معلوم و اقروہ فی الشرع بلالیہ فلینظر اور قصاص نہیں زبان اور نائزے کے قطع میں اگرچہ دونوں بڑے سے قطع ہو گئے ہوں اس قول پر بتوی ہے کذا فی شرح وہبانیۃ اور اسی کو ثابت رکھا ہے مصنف نے اپنی شرح میں اس واسطے کہ نائزہ سمٹتا اور پھیلتا ہے یعنی تو قطع میں کمی بیشی محتمل ہے میں کہتا ہوں لیکن قاضی خان نے لزوم قصاص پر قطع حکم کیا ہے اور محیط میں اس کو امام رحمہ کا قول قرار دیا ہے اور محیط کی عبارت یہ ہے کہ امام ابو حنیفہ نے کہا کہ اگر نائزہ بڑے سے قطع ہوا یا سپاری سے تو قطع سے قصاص لیا جاوے اس واسطے کہ قطع کی حد معلوم اور متعین ہے اور شرعاً بلالیہ میں اس کو ثابت رکھا ہے تو اس اختلاف کو یاد رکھنا چاہیے ہم فتادی قاضی خان میں ہے کہ ذکر کے قطع میں عذاب بڑے سے قصاص ہے اور اگر اُس کو وسط سے قطع کیا تو قصاص نہیں اور قطع زبان میں قصاص نہیں اتنی اور ہدایہ وغیرہ میں مخرج ہے کہ قطع اصل ذکر سے قصاص واجب ہونا ابو یوسف کا قول ہے تو معلوم ہوا کہ قاضی خان میں ابو یوسف کا قول مذکور ہے امام کا اور عالمگیری میں ظہیر یہ سے منقول ہے کہ بعض ذکر کے قطع میں قصاص نہیں اور اگر تمام ذکر قطع ہوا تو اصل یعنی امام محمد کی بسوط میں ذکر یوں ہے کہ اُس میں قصاص نہیں اور ابو یوسف سے روایت یوں ہے کہ اُس میں قصاص ہے مخرجات میں ہے کہ ظاہر الروایۃ صحیح ہے انتہی و اشدا علم الا ان لقطع کل الحشفۃ ینقبض و لو بعضہا لا مکرہ کہ بالکل سپاری قطع ہو جائے تو اُس کا قصاص لیا جاوے گا اور اگر تمام نہیں بلکہ بعض قطع ہوئی تو قصاص نہیں م اس واسطے کہ کل حشفۃ کی حد معلوم سے نہ بعض کی و سبباً لقطع بعض اللسان اور قطع بعض زبان کا حکم آگے مذکور ہوگا و یجب القصاص فی الحشفۃ ان استقصاھا یا لقطع لا مکان للمائتہ و الا ینتقصھا لا یقتضی وجوبہ اور قصاص واجب ہے ہونٹ میں اگر قاطع نے قطع کے سبب لب کو نہایت تک پہنچا دیا یعنی رگڑ کے کاٹ کچھ باقی نہ رکھا جو بقیہ قصاص مماثلت کے ممکن ہونے کی وجہ سے ہے اور اگر لب کو رگڑ کے نہیں کاٹا تو قصاص نہ لیا جاوے گا کذا فی المجتبی و الوجہۃ یعنی قصاص نہ ہوگا عدم مماثلت کے احتمال سے و فی لسان الخرس و صلیٰ تکلم حکومت عدل اور کوٹنگے اور صغیر غیر متکلم کے قطع زبان میں حکومت عدل ہے م حکومت عدل کی تفسیر کتاب الدیات میں معلوم ہوگی کہ عیدار اور عیب کی قیمت ٹھہرائی جائے تو جس قدر دونوں قیمتوں میں تفاوت ہو وہ دیت اسی حکومت عدل ہے وان کان القاطع اشل او ناقص الاطراف او کان راس الشجون خیر المجنی علیہ بین القود و اخذ الارش و علی ہذا فی السن و سائر الاطراف التي تقاد اذا کان طرف ایضاً و القاطع معیناً خیر المجنی علیہ بین اخذ المعیب والارش کاٹا اور اگر قاطع لہذا یا ناقص الاطراف ہو یا سر کے زخمی کرنے والے کا سر ٹپا ہو اُس کے سر سے جس کے سر کو اُس نے زخمی کیا ہے تو زخمی مختار ہوگا قصاص لینے اور دیت کے لینے میں و علی ہذا القیاس دانت اور باقی اُن اطراف میں جن کا قصاص لینا واجب جبکہ عضو

ضارب اور قاطع کا عیب دار ہو تو مضروب اور مقطوع عیب دار عضو کے قصاص لینے اور دیت کامل لینے میں مختار ہے چاہے بدلہ میں عضو عیب دار ہو اور چاہے پورا خون بہا۔ ہم اختیار اس واسطے دیا گیا کہ ان صورتوں میں ایفائے کمال حق متعذر ہے محوی نے ولوالہی سے نقل کیا کہ اس وقت ہے جب کہ قاطع قطع کے وقت ہنجا ہوا اور اگر قطع کے وقت اس کا ہاتھ صحیح سالم ہو اور بعد قطع کے ہنجا ہو جائے تو مقطوع قصاص دیت نہ پاوے گا اس واسطے کہ مقطوع کا حق ہاتھ میں ثابت تھا سو ساقط ہو گیا بقدر ہلاک ہو جانے محل کے کذا فی الطحاوی قال برہان الدین

بذلوا الشلار ینفع بہا فلو لم ینفع بہا لولم یکن مملا للقدود لہ دیت کاملہ بلا اختیار و علیہ الفتویٰ مجتبیٰ برہان الدین نے کیا یہ اختیار اس شرط سے کہ لہنے ہاتھ سے نفع حاصل ہوتا ہو تو اگر اس سے فائدہ حاصل نہ ہوتا ہو تو وہ قصاص کا محل نہیں تو مقطوع کے واسطے پوری دیت متعین ہے بلا اختیار قصاص اور اسی قول پر فتویٰ ہے کذا فی المبتیٰ و فیہ لا یقطع الصیمۃ بالشلار اور مجتبیٰ میں ہے کہ صحیح ہاتھ لہنے ہاتھ کے بدلے قطع ہوگا و لیقط القدوموت القاتل لغوات المحل اور ساقط ہو جائے قصاص قاتل کے مرجعے سے کیونکہ محل قصاص باقی نہ رہا و بعفو الاولیا اور قصاص ساقط ہو جاتا ہے ورنہ مقتول کے معاف کرنے سے و صلح علی مال ولو قلیلا اور قصاص ساقط ہو جاتا ہے وارثوں کے صلح کرنے سے مال پر اگرچہ مال کم ہو مگر اس واسطے کہ صلح اسقاط حق ہے بعوض مال کے اور جن حقوق کا اسقاط بعوض مال کے جائز ہے اس میں عوض کی کچھ تعین نہیں کذا فی الموسیٰ یعنی جس قدر پرزاتھی طریق میں ہو دیت کی قدر یا کم پیش و کیب حالاً عند الاطلاق اور صلح کا مال فی الحال دینا واجب ہوگا عدم تعین مدت کی صحت میں و صلح احدہم و عفوہ و لمن بقی من الورثۃ حصتہ من الدیۃ فی ثلث بنین علی القاتل ہوا الصیغ و قبل علی العاقۃ ملتی اور قصاص ساقط ہو جاتا ہے ایک وارث کے صلح کرنے سے اور معاف کرنے سے اور جو وارث باقی رہا یعنی جس نے صلح اور عفو کچھ نہیں کیا وہ اپنا حصہ پاوے گا دیت سے تین سال کی مدت میں اور باقی دیت قاتل پر واجب ہے بقول صحیح اور بعضوں نے کہا کہ قاتل کے برادرین پر دیت ہے کذا فی الملٹی امر الحرحر القاتل و سید العبد القاتل رجلا بالصلح عن و ہما الذی اشترکا فیہ علی الف ففعل المامور الصلح عن و ہما فالالف علی الحرحر و السید الامرین نصفان لانہ مقابل بالقدود ہو علیہما سوتہ بیدلہ کذلک آزاد قاتل اور غلام قاتل کے ہونا نے ایک مرد کو ہزار درہم پر صلح کرنے کا اس خون کے بدلے جس میں آزاد اور غلام دونوں شریک تھے امر کیا سو مرد و مامور نے دونوں خون شریک سے صلح کی سو ہزار درہم دونوں امر کرنے والوں یعنی آزاد اور مولیٰ پر آدھوں آدھوں یعنی پانچ سو آزاد پر اور پانچ سو مولیٰ پر ہوں گے اسی لیے کہ ہزار درہم قصاص کے عوض مقابل ہیں اور قصاص دونوں پر برابر ہے تو قصاص کا بدلہ بھی اسی طرح دونوں پر برابر ہوگا و لقتل جمع بمفرد ان جرح کل واحد جرحا مہلکا لان زہوق الودح یتفق بالمشارکہ لانہ غیر متمیز فی خلاف الاطراف کا یہی اہل قتل کی جائے کی جماعت ہونے کا ایک مقتول کے اگر جماعت میں سے ہر شخص نے مہلک زخم لگایا ہو اس لیے کہ روح مقتول کا ٹکنا ثابت ہوتا ہے مشارکت سے اس واسطے کہ خروج روح امر قسمت پذیر نہیں یعنی تو ایسی چیز کے اشتراک میں ہر واحد مستقل پورا قاتل ٹھہرے گا کذا فی الزیلعی برخلاف اشتراک قطع اطراف کے کہ وہ قسمت پذیر ہیں چنانچہ عنقریب آتا ہے ہم دلیل نقلی قتل جماعت کی ہوئی کی یہ حدیث ہے سعید بن مسیب روایت ہے کہ عمر فاروقؓ نے پانچ یا سات مردوں کو قتل کیا بدلے ایک مرد کے اور فرمایا کہ اگر اہل صنعا اس کے قتل پر اتفاق کرتے اور مرد کرتے تو میں ان کو قتل کرتا صنعا شہر ہے مین کا کذا فی العینی شرح المداۃ قصاص جماعت کا محل وہ ہے جبکہ سب لوگ ساتھ ہی اریں اور اگر ضرب علی التعاقب ہو اور مقتول مرجعے اور معلوم نہ ہو کہ کس کا زخم کاری تھا اور کس کا کاری نہ تھا تو سب قصاص لیا جاوے گا اس واسطے کہ زخم کاری اور غیر کاری پر واقف ہونا متعذر ہے اور جبکہ کاری اور غیر کاری معلوم ہو جائے اور متعذر نہیں مگر موت پہلے تو اس پر قصاص واجب ہوگا جس کا زخم مہلک اور کاری



کذا کذا فی الطحاوی والاکمال فی تفسیر العلامة جم اگر جماعت سے ہر شخص کا زخم ہلک نہ ہو تو سب پر قصاص نہیں چنانچہ علامہ قاسم کی تصحیح ہے ہم خواہ کسی کا زخم ہلک نہ ہو یا بعض کا ہلک ہو نہ باقی کا تو جس کا ہلک ہوگا اس پر قصاص ہے اور باقی لوگوں پر تعزیر کذا فی الطحاوی و الجیشی انما یقتلون اذا وجب من کل جرح یصلح لزہوق الروح فاما اذا کانوا نظارۃ او معینین او معینین بامساک واحد فلا توذیم اور مجتبیٰ میں ہر جماعت کے لوگ تو اسی صورت سے قتل ہوں گے جب کہ ہر شخص سے وہ زخم پایا جائے جو روح نکالنے کی یاقوت اور صلاحیت رکھتا ہو سو جبکہ اہل جماعت تماشا بین ہوں یا قاتل کو درغلالتے ہوں یا قاتل کے مددگار ہوں ایک شخص کو گرفتار کر کے تو ان لوگوں پر قصاص نہیں اور نہ ان پر خون ہے کذا فی الطحاوی والاکمال ان یعرف الجمع بلام الہمد فانہ لو قتل فردا جمع احدہم ابوہ او مبنون سقط القود و قستانی اور بہتر یہ تھا کہ مضاف بجمع کو معرف بلام تعریف کے لاتا اس واسطے کہ اگر ایک شخص کو جماعت قتل کرے کہ ان میں سے ایک باپ سے مقتول کا یا کوئی ان میں دیوانہ ہے قصاص ساقط ہوگا کذا فی الفتاویٰ م یعنی اگر لام عمد خارجی ہوتا تو غیر مراد خارج ہو جاتا بلکہ تکلف و قتل فردا جمع اکتفایہ للباقیین خدا کا شافی ان حضور ولیم اور قتل کیا جائے ایک شخص جماعت کے بدلے اگر جماعت مقتولین کا وارث حاضر ہو بسبب کفایت کرنے قصاص فر کے لیوں کے واسطے برخلاف شافی کے ہم امام شافعی کے نزدیک قاتل جماعت اول مقتول کے واسطے قتل ہوگا اور باقیوں کے واسطے مال واجب ہوگا اور اگر اول معلوم نہ ہو تو سب کے واسطے قتل ہوگا اور دیات ان کے فی مابین قسمت ہوں گی اور ہمارے نزدیک ایک قصاص سب کی طرف سے فی ہے اس واسطے کہ وارث قاتل کا قاتل ہے بوصف کمال از روئے قصاص کے اور اس لیے کہ قتل اخراج روح کے واسطے صالح ہے و اخراج روح قسمت پذیر نہیں تو ہر وارث کی طرف مضاف ہوا علی وجہ الکمال کذا فی العینی فان حضور ولی واحد قتل لہ و سقط عندنا حق بلقیۃ کموت القاتل حتف انفہ لغوات المل کما مر ہر اگر ایک وارث حاضر ہو تو قاتل اس کے واسطے قتل ہوگا اور ہم حنفیوں کے نزدیک باقی وارثوں کا حق ساقط ہوگا جیسے ساقط ہو جاتا ہے قصاص قاتل کے مرجعانی میں اپنی موت سے بسبب فوت ہو جانے محل قصاص کے چنانچہ گذر گیا قطع رجلاں فاکثرید رجل اور جملہ او قلعاسنہ و نحو ذلک مادون النفس جو ہر قود و شخوٹ یا زیادہ نے ایک مرد کا ہاتھ یا پاؤں کاٹا یا دونوں نے اس کا دانت اکھاڑا اور مانند اس کے اور کوئی جنایت قتل نفس کے سوا کی کذا فی الجوسرۃ بان اخذ اسکینا قاما علی یدہ حتی انفصلت فلما قصاص عندنا علی واحدہما اذ نمہم لالعدم المماثلۃ ہاتھ یا پاؤں اس طرح پر کاٹا کہ دونوں شخوٹوں نے چھری کو پکڑا سو اس کو چلایا اس مرد کے ہاتھ یا پاؤں پر یہاں تک کہ بدن سے جدا ہو گیا تو ہمارے نزدیک قصاص نہیں کسی پر ان دونوں سے یا جماعت میں سے بسبب نہ ہونے مماثلت اور مساوات کے ہم اس لیے کہ ہر واحد قاطع ہے بعض کا کیونکہ قطع دونوں کی قوت اور اعتماد سے حاصل ہوا اور مل یعنی ہاتھ قسمت پذیر ہے تو ہر واحد کی طرف بعض قطع مضاف ہوگا تو مساوات نہ ہوئی دہا تھ کے قطع میں اور ایک ہاتھ کے قطع میں بخلاف قتل النفس بنفس واحد اس واسطے کہ قتل نفس ہر واحد کی طرف علی وجہ الکمال مضاف ہے خروج روح کی عدم قسمت پذیر کی سبب کذا فی الہدایۃ و شرحہ لان الشرط فی الاطراف المساواة فی النقصۃ والیقینۃ بخلاف النفس فان الشرط فیہا المساواة فی العصمۃ فقط در کسی پر قصاص نہیں الغدام مماثلت کے سبب اس واسطے کہ اطراف کے قصاص میں مساوات شرط ہے منفعت اور قیمت میں یعنی وہ یہاں حاصل نہیں برخلاف قصاص نفس کے اس واسطے کہ نفس کے قصاص میں فقط عصمت دم کی مساوات مشروط ہے کذا فی الدرر یعنی نفس واحدہ اور نفس عصمت دم میں برابر ہیں لہذا ایک جان کے واسطے بہت جانوں کا قصاص ہونا ہے و نمنا او نمنا ویتھا علی عدم ہم بالسویۃ اور دونوں قاطع یا سب قاطعین ہاتھ کی دیت کا تاوان دیں بقدر اپنے شمار کے برابر وان قطع واحدینی جلیس قلعہا قطع بمیینہ و دیتہ یذنیہا ان حضرا معا اور اگر ایک مرد و مردوں کے ہاتھ کاٹے تو دونوں کو

اُس کا داہنا ہاتھ کاٹنا جائز ہے اور ایک ہاتھ کا خون بہا لینا آپس میں آدھوں آدھ بانٹ کر بشرطیکہ دونوں شخص سہمے، حاضر ہوں والے حاضر ہوا ہوا قطع نہ فلما آخر علیہ اسی علی القاطع نصف الدیۃ لما مران الاطراف لیست کالتفوس اور اگر دونوں میں سے ایک مرد حاضر ہوا اور اُس کے بدلے اُس کا ہاتھ کاٹا گیا تو دوسرے مرد کے واسطے قاطع پر نصف دیت ہے اس واسطے کہ مذکور ہو چکا کہ اطراف کا حکم نفوس کے مانند نہیں ہے ہم دیت سے جان کی دیت مراد ہے یعنی ہزار دینار جس کا نصف پانچ سو دینار ہے کذا فی المطاوی و لو قضی بالقصاص بینہما ثم عفا احدہما قبل استيفاء الدیۃ فلما آخر القود وعند محمد لا الارش اگر دونوں شخصوں کے درمیان قصاص کا حکم قاضی نے دیا سو ایک شخص نے قصاص معاف کر دیا دیت کے حاصل ہونے سے پہلے تو دوسرے شخص کو قصاص لینے کا اختیار ہے اور محمد کے نزدیک قصاص نہیں خون بہا لینے کا اختیار ہے ویلقد عبد اقر بقتل عمہ خلافاً لفرز اور قصاص لیا جاوے گا اس غلام سے جس نے قتل عمد کا اقرار کیا برخلاف زفر کے اُن کے نزدیک اقرار عمد غلام قصاص نہیں ہم وجوب قصاص کی وجہ یہ کہ ایسی صورت میں غلام غیر متہم ہے اس واسطے کہ اس میں اسی کا ضرر ہے ولو اقر بخطا او بال لم یفقد اقرارہ علی مولاه بل یكون فی رقبۃ الی ان یعتق کما نقلہ المصنف عن الجوسرۃ اور اگر غلام نے قتل خطایا مال کا اقرار کیا تو اُس کا اقرار اُس کے مالک پر نافذ نہ ہوگا بلکہ اُس کی گردن پر رہے گا آزاد ہونے تک یعنی آزاد ہونے کے بعد اُس پر دیت دینا لازم ہوگا چنانچہ مصنف نے جوہرہ سے نقل کیا ہے قال وظاہر کلام الرطبی بطلان قرارہ بالخطا اصلا یعنی لانی حق ولانی حق سیدہ ونحوہ فی احکام العبد من الاشباہ معللاً بان موجب دفع اذ الفداء انتہی فتاویٰ مصنف نے کہا اور زیلعی کا ظاہر کلام دلالت کرتا ہے کہ غلام کا اقرار قتل خطا کا اصلاً باطل ہے یعنی نہ غلام کے حق میں صحیح ہے نہ اُس کے مالک کے حق میں اور اسی کے مانند اشباہ کے احکام عید میں مذکور ہے زیلعی نے ابطال اقرار ثابت کیا ہے یوں تعلیل بیان کر کے کہ اس اقرار کا موجب دفع غلام ہے یا فداء دینا انتہی قول المصنف سو اس میں تامل کر ہم شارح نے بلفظ سائل اشارہ کیا کہ یہ تعلیل زیلعی کی جانب سے ہے نہ اشباہ کی طرف سے اس واسطے کہ اختیاف میں تعلیل ہی مذکور نہیں زیلعی کی پوری تقریر یوں ہے کہ اقرار غلام بقتل خطا باطل ہے اس واسطے کہ موجب اُس کا یا دفع ہے یا فداء مالک پر اور غلام پر کچھ واجب نہیں تو اقرار مذکور صحیح نہ ہوگا خواہ غلام مجبور ہو یا ماذون فی التجارۃ ہو اس واسطے کہ یہ اقرار باب تجارت سے نہیں تو باطل ہوگا کذا فی المطاوی لیکن عللہ القستانی بانہ اقرار بالدیۃ علی العاقلۃ انتہی فتدبرہ اذ قد اجمع العلماء علی العمل بمقتضی قولہ علیہ الصلوۃ والسلام لا تعقل العواقل عبد او اطلاقاً ولا اعترافاً حتی لو اقر المحرم بالقتل خطا لم یکن اقرارہ اقراراً علی العاقلۃ اسی الا ان یصدقہ وکذا قرارہ القستانی فی المعادل فتنبہ لیکن قستانی شارح نقایہ نے اُس کی تعلیل یوں کی ہے کہ قتل خطا کا اقرار کرنا دیت علی العاقلۃ کا اقرار ہے سو اس کلام میں تدبیر اور خود کر کہ منظور یہ ہے اس لیے کہ علمائے اجماع کیا ہے اس حدیث کے مقتضا پر عمل کرنے کا کہ عواقل دیت غلام کے متحمل نہیں ہوتی اور نہ صلح اور نہ اقرار کے یہاں شک کہ اگر اقرار قتل خطا کا اقرار کرے تو یہ اقرار عاقلہ یعنی مدکاروں پر نہ ہوگا یعنی اُس صورت میں مدکاروں پر دیت ہے جب کہ وہ اقرار کی تصدیق کریں اور اسی مضمون کی تفسیر کی ہے قستانی مذکور نے کتاب المعادل میں تو خبر دار رہیوہم طحاوی نے شارح کے اس اعتراض کا جواب دیا ہے جس کو اُس کے دریاقت کا شوق ہو وہ عبارت طحاوی کو جو اس ترجمہ کے حاشیہ پر مرقوم ہے ملاحظہ کرے رمی رجلاً عمد فتغذ السہم الی لہ قولہ لیکن عللہ القستانی لا وجہ الاستدلال قولہ بانہ اقرار بالدیۃ علی العاقلۃ اسی من غیر ايجاب شئی علی نفسہ العاقلۃ لا تعقل بالاعتراف وقد فہم المؤلف ان المراد بالعاقلۃ سیدہ ہو کہ نہ لیکن لا ینحصر الفرد علیہ بالحدیث فان المراد فیہ عاقلۃ السیدہ دیدل لہذا احکام القستانی الا انی قولہ تقدیر ہو قولہ وفیہ نظر وعللہ بما ذکرہ بعد تعقل العواقل عبد اقل فی النقایہ وخرجا للقتل فی ولا یتملون جناہ عبد علی مخطاۃ ناذ علی مولاه آہ و مع قولہ لا اعترافاً المقصود من الرطبی القستانی قولہ فبقہ اشارۃ الی تاکید الرد علی القستانی فی تعلیلہ بانہ اقرار بالدیۃ علی العاقلۃ لیکن قد تقدم فیہ تقریباً ما یفید ان المراد عواقل السیدہ نفسہ فہو عاقلۃ عبیدہ فلا ینقض الرد علیہ کما سبق راجع کلام القستانی الی کلام الرطبی فتاویٰ انتہی کلام المطاوی میں صریح لکھا ہے



آخر قاتل یقتل للاول لانه عمد وللثانی الدیۃ علی قلۃ لانه خطا ایک مرد کے عمد تیر مارا سو اس کے بدن سے پار ہو کر دوسرے شخص کے جا لگا سودوں مر گئے تو پہلے مرد کے واسطے قصاص لیا جاوے گا اس لیے کہ وہ قتل عمد ہے اور دوسرے مرد کے واسطے دیت واجب ہوگی قاتل کے برادر وں پر اس لیے کہ وہ قتل خطا ہے ہم ہر چیز فعل واحد ہے لیکن تعدا اثر سے متعدد ہو گیا کہ انی الزلیعی وقعت حیتہ علیہ فدفعها عن نفسه فسقطت علی آخر فدفعها عن نفسه فلوقت علی ثالث فاسعته اسی الثالث فملک فعلی من الدیۃ بهذا سئل ابو حنیفہ رحمہ اللہ علیہ صحبۃ جماعة فقال لا یضمن الاول لان الحیۃ لم تضر الثانی وکذا لک لا یضمن الثانی والثالث لو کثر واداما الاخر فان لسعته مع سقوطها فوراً من غیر مہلتہ فعلی الدافع الدیۃ لورثۃ المالك والا لسعته فوراً لا یضمن وافتها علیہ ایضا فاستصوبہ جمیعاً وندہ من مناقبہ رضی اللہ عنہ صیرنیہ مجمع الفتاوی سانپ گر پڑا ایک شخص پر سو اس نے اپنے اوپر سے ہٹا کر پھینکا سودو دوسرے شخص پر جا پڑا پھر دوسرے شخص نے اس کو اپنے اوپر سے ہٹایا تو تیسرے شخص پر جا پڑا تو تیسرے کو اس نے کاٹا تو وہ مر گیا تو کون شخص پر خون بہا واجب ہوگا اس طرح سوال ہوا تھا امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے جماعت علماء مجتہدین کے روبرو سو امام نے فرمایا کہ اول شخص پر ضمان لازم ہوگا اس واسطے کہ سانپ نے دوسرے شخص کو ضرر نہیں پہنچایا اور اسی طرح دوسرے تیسرا شخص ضمان نہ دے گا اگر تینوں آدمیوں سے زیادہ لوگ ہوں رہا اخیر شخص سو اس کا یہ حال ہے کہ اگر اس کو سانپ نے گرنے کے ساتھ ہی بلا توقف کاٹا تو سانپ کے ہٹانے والے شخص پر خون بہا مر جانے والے کے وارثوں کے واسطے واجب ہے اور اگر سانپ نے فوراً نہیں کاٹا یعنی کچھ ٹھہر کے کاٹا تو ہٹانے والے پر بھی ضمان دیت کا لازم نہیں آوے گا پھر سب عالموں نے ٹھیک جواب دینے کا اقرار کیا اور یہ مسئلہ بھی مجملہ مناقب امام کے ہے رضی اللہ عنہ کہ انی الصیرنیہ مجمع الفتاوی ہم فوراً کاٹنے سے دافع سبب ٹھہرا موت کا لہذا اس پر خون بہا واجب ہوا اور اگر مہلت سے کاٹا تو دافع سبب نہ رہا قال المصنف و بهذا التفصیل اجبت فی حادۃ الفتوی وہی ان کلنا عقور واقع علی آخر فالقہ علی الثانی والثالث علی الثالث واما علم مصنف نے شرح میں کہا کہ بموجب اسی تفصیل کے میں نے جواب دیا تھا اس صورت میں جو فتوی طلب ہوا تھا وہ یہ ہے کہ سگ گزندہ ایک شخص پر گر پڑا سو اس نے دوسرے شخص پر ڈالا اور دوسرے نے تیسرے پر ڈالا واللہ اعلم یعنی دافع اخیر پر دیت لازم ہوگی اگر اس کے فوراً کاٹنے سے مر گیا اور اگر ٹھہر کے اس نے کاٹا تو اس پر بھی دیت نہیں فروغ مسائل ملحقہ شراح کے القی حیتہ او عقربانی الطریق فلدعت ربہ صمن الا اذا تحولت ثم لدغتہ ایک شخص نے سانپ یا بھجور راہ میں ڈالا سو اس نے ایک مرد کو کاٹا یعنی وہ مر گیا تو ڈالنے والے پر دیت لازم ہوگی مگر جب کہ سانپ ڈالنے کی جگہ سے ہٹ گیا ہے پھر اس نے کاٹا تو اس پر کچھ ضمان لازم نہ ہوگا ہم طحاوی نے کہا کہ مسئلہ سابقہ کا مقضیٰ ہے جواب امام یہ ہے کہ اگر فوراً کاٹا تو ضمان ہے اور اگر ڈالنے کے بعد ایک ساعت ٹھہر کر کاٹا تو ضمان نہیں وضع سیفانی الطریق فمشر بہ انسان و مات کسر السیف فدفعہ علی رب السیف و قیمتہ علی العاثر ایک شخص نے تلوار ڈال دی راہ میں سو ایک آدمی تلوار سے ٹھوکر کھا کر گر پڑا اور مر گیا اور تلوار ٹوٹ گئی اس کے گرنے سے تو اس کا خون بہا تلوار کے مالک پر ہے اور تلوار کی قیمت گرنے والے پر ہے تلور بطور سیرہ للمرعی منطخ تلور غیرہ فمات ان اشہد علیہ صمن والا لا و قال فی البدائع لا ضمان لان الا شہاد انما یكون فی الحیاط لانی المیوان تاجنیہ ماروہیل چھوڑا چراگاہ میں سو اس نے دوسرے کے بیل کے سینک مارا سو وہ مر گیا اگر کاٹا مقتول کے مالک نے اس پر شہاد کیا ہو یعنی لوگوں کو اس کی شاخ زنی پر گواہ کر دیا ہو تو کاٹا قاتل کے مالک پر ضمان لازم ہوگا اور بدو ان شہاد کے تاوان نہیں اور بدائع میں کہا کہ مطلقاً تاوان نہیں اس واسطے کہ شہاد تو ہوتا ہے دیوار مائل میں نہ جانور میں کہ انی السراجیۃ واعلم انہ اذا اشترک قاتل العمد مع من لا یجب علیہ القود کا جنبی شارک الالب فی قتل ابنہ وکاجنبی شارک الزوج فی قتل زوجتہ ولہ منہا ولد وکامع مع منطخ وقاتل مع

مجنون و بالغ مع صغیر و شریک حیثہ و بیع کما فی الحائزۃ فلا تو د علی احدہما اسی لا قصاص علی واحد منہما فیما ذکر اور یہ معلوم کر کہ جب شریک ہو قاتل عذا اس شخص کے ساتھ جس پر قصاص واجب نہیں چنانچہ اجنبی شریک ہو گیا باپ کا اس کے فرزند کے قتل کرنے میں اور جیسے بیگانہ شریک ہو گیا زوج کا اس کی اس زوجہ کے قتل میں جس کے پیٹ سے زوج کا لڑکا موجود ہے اور جیسے قاتل عدا قاتل محفل کے ساتھ اور عاقل مجنون کے ساتھ اور قاتل بالغ قاتل صغیر کے ساتھ اور سانپ اور درندے کا ساتھی تو دونوں میں سے ایک پر قصاص نہیں یعنی سب صورتوں مذکورہ میں کسی پر قصاص نہیں مہلی صورت میں جب باپ سے قصاص ساقط ہوا تو اس کے ساتھی سے بھی ساقط ہو گیا اور دوسری صورت میں زوج سے اس واسطے قصاص ساقط ہوا کہ زوجہ کا وارث فرزند ہے سو فرزند اپنے باپ سے قصاص نہیں لے سکتا پھر جب اس پر واجب نہ ہوا تو اسی طرح اس کے شریک پر بھی واجب نہ ہوا طحاوی نے کہا لیکن اجنبی کی شرکت میں باپ یا زوج کے ساتھ دیت واجب ہوگی و دلو کے خاص مال میں اس لیے کہ دونوں قاتل عدا میں اور عدا و محفل کی شرکت میں نصف دیت عدا پر ہے اور نصف باقی محفل کے برادرین پر اسی طرح عاقل پر نصف دیت ہے اور باقی مجنون کے برادرین پر اور بالغ پر نصف دیت ہے اور باقی صغیر کے برادرین پر اور سانپ اور درندے کے ساتھی پر نصف دیت ہے اور باقی دیت ساقط ہے و قتل رجل بیتہ فراسی رجلا مع امرأۃ او جارتہ فقتلہ حل لہ ذلک ولا قصاص علیہ ہذا ساقط من نسخ المتن ثابت فی نسخ الشرح معنی بالشرح الوہابیۃ وقد حققنا فی باب التوزیر داخل ہوا اپنے گھر میں سو ایک مرد کو دیکھا اپنی زوجہ یا اپنی لونڈی کے ساتھ سو اس کو اس نے مار ڈالا تو اس کو یہ قتل کرنا حلال ہے اور اس پر قصاص نہیں شارح نے کہا یہ مسئلہ متن کے نسخوں سے ساقط اور مصنف کی شرح کے نسخوں میں ثابت ہے منسوب بشرح وہابیۃ اور ہم نے اس کی تحقیق بیان کی ہے تفسیر کے باب میں مہملت قتل میں ظاہر احصان شرط نہیں اس واسطے کہ ابن وہبان نے علت یہ بیان کی ہے کہ قتل یہاں باب حدود سے نہیں بلکہ نہی عن المنکر کے باب سے ہے اور اسی طرح بزازی نے مطلق رکھا ہے اور طرسوسی نے کہا کہ احصان شرط صحت قتل ہے چنانچہ قاضی خاں نے اس کو مصرح بیان کیا ہے تو فتاویٰ صفیری کا اطلاق لائق التفات ہے کہ نہیں ہوا اس واسطے کہ زنا موجب قتل نہیں بدون احصان کے انتہی اور جمہوری میں زانی سے منقول ہے کہ اصل یہ ہے کہ جو شخص مسلمان کو زنا کرتے دیکھے تو اس کو قتل کرنا حلال ہے اور قتل سے باز رہتا ہے آدمی اس خوف سے کہ اس کو حاکم وغیرہ سچا نہ جانے گا اس میں کہ اس نے زنا کرتے دیکھے کہ قتل کیا ہے انتہی اور منع الغفاریں خانیہ سے منقول ہے کہ صحت قتل اس وقت ہے جب کہ شور کرنے سے زانی دبھاگے اور زنا سے باز نہ رہے کذا فی الطحاوی فروع مسائل لمحقہ شارح کے صبی مجبور قال لرجل شد فرسی فاراد شد ہا فرسنہ فمات فہو علی عاقلۃ الامر صغیر مازون سے ایک مرد نے کہا کہ میرا گھوڑا باندھ دے سو اس نے اس کے باندھنے کا ارادہ کیا سو گھوڑے نے اس کو پاؤں سے کچلا سو وہ مر گیا تو اس کا خون بہا امر کرنے والے کے برادرین پر ہے و کذا لواعطی صبیاعسی او سلاخا و امرہ بجل شئ او کسر حطب و نحو ذلک بلا اذن ولیۃ فمات اور اسی طرح اگر صغیر کو لاکھی یا ہتھیار دیا یا اس کو کسی چیز کے اٹھانے کا امر کیا یا ٹکڑی پیرنے کا اور مانند اس کے اور کوئی امر کیا بلا اذن اس کے ولی کے سو وہ لڑکا مر گیا تو دیت واجب ہوگی مہملت لا کھی یا ہتھیار دیا تھا منسے کے واسطے اور اس سے کچھ نہ کہا سو اس کے سبب وہ مر گیا اس طرح کہ اس کے ہاتھ سے کسی عضو پر چھوٹ پڑا اور یہ مر نہیں کہ صغیر نے ہتھیار سے اپنی ذات کو ہلاک کیا اس واسطے کہ اگر وہ اپنی ذات کو یا غیر کو ہلاک کرے گا تو دافع پر ضمان نہیں کذا فی الطحاوی عن التاتاریخانیۃ الخلاء و لواعطی السلام ولم یقتل امسکہ نقولان اور اگر اس کو ہتھیار دیا اور یہ نہ کہا کہ اس کو پکڑے رہے تو اس میں و تو قول میں یعنی وجوب دیت اور عدم وجوب م قول

وہ صبی لکھ کر ہے



مختار یہ ہے کہ دیت واجب ہے کذا فی العالمگیرتہ عن الخلاصۃ صبی علی حاطط صاحب یہ رجل فوقع فمات ان صاحب بہ فقال لا تقع فوقع لا یضمن ولو قال قع فوقع ضمن بہ یعنی قعیل لا یضمن مطلقا تا جیہ طفل صغیر ہے دیوار پر ایک مرد نے اسی پر شور کیا سو وہ گر پڑا اور مر گیا اگر یوں شور کر کے کہا اس سے کہ خبردار نہ کرنا سو وہ گر پڑا تو اس پر خون بہا نہیں اور اگر یوں چلا کر کہا کہ گر پڑ سو وہ گر پڑا تو خون بہا لازم ہوگا اسی قول پر فتویٰ ہے اور بعضوں نے کہا کہ کسی طرح ضمان نہیں کذا فی التاجیہ۔

## فصل فی الفعلین

یہ فصل ہے دو فعل کے مسائل میں مثلاً قطع یا اور قتل خواہ ایک شخص سے دونوں فعل ہوں یا دو شخصوں سے قطع یا قتل یا قتل و قطع یا قتل و لو کا نام عمدین اے بالقطع والقتل ولو کا نام عمدین ادا کا نام خطائین او کا نام مختلفین اسی احد ہما عدا والاخر خطاء تخیل بینہما بر اولیٰ ہاتھ کاٹنا ایک مرد کا پھر اس کو مار ڈالا تو دونوں امر یعنی قطع اور قتل دونوں فعل میں یکساں ہوا گا یعنی دونوں فعل کا بدلہ اس سے لیا جاوے گا اگرچہ دونوں فعل عمد ہوں یا دونوں خطا ہوں یا دونوں مختلف ہوں یعنی ایک فعل عمد ہو اور دوسرا خطا خواہ دونوں فعل میں صحت واقع ہو گئی ہو یا نہ واقع ہوئی فیوضہا لامرین فی السکل بلا تداخل الا فی خطائین لم تخیل بینہما بر فانہما یتداخلان فتجب فیہما دیتہ واحدة وان تخیل بر ولم یتداخلا کما علمت تو فاعل ماخوذ ہوگا سب صورتوں مذکورہ میں بدون تداخل کے مگر ان دو خطاؤں میں جن کے درمیان صحت واقع نہیں ہوئی اس واسطے کہ وہ دونوں فعل خطا کے متداخل ہوں گے یعنی ایک فعل میں داخل ہو جاوے گا باعتبار اتحاد اجزاء کے تو دونوں میں ایک ہی دیت واجب ہوگی اور اگر درمیان میں صحت واقع نہ ہوئی تو دونوں متداخل نہ ہوں گے چنانچہ تو معلوم کر چکے ہیں تن کے عموم سے فالجاصل ان القطع امامہ او خطاء والقتل کذلک صا رابعۃ ثم اما ان یکون بینہما بر اولیٰ صا رابعۃ وقد علم حکم کل منہا تو خلاصہ یہ ہے کہ قطع یا عمد ہے یا خطا ہے اور قتل بھی اسی طرح دو قسم عمد ہے یا خطا ہے تو یہ چار قسمیں ہو گئیں پھر دونوں کے درمیان صحت حاصل ہوئی یا نہ ہوئی تو آٹھ قسمیں ہو گئیں اور البتہ ہر صورت کا حکم معلوم ہو گیا مگر اگر قطع اور قتل دونوں عمد ہوں اور قطع کے بعد صحت ہو گئی ہو تو اول قطع کا قصاص لیا جاوے گا پھر قتل کا اور اگر صحت مابین میں حاصل نہ ہوئی تو بھی امام کے نزدیک یہ حکم ہے کہ قطع پر کے بعد قصاص ہوگا اور صاحبین کے نزدیک فقط قتل ہوگا نہ قطع تو جزا قطع قتل کی جزا میں داخل ہو گئی اور اگر قطع اور قتل دونوں خطا ہوں تو اگر درمیان میں صحت ہو گئی ہو تو قطع اور قتل دونوں کی دیت واجب ہوگی یعنی نصف دیت قطع کی اور پوری دیت قتل کی اور اگر درمیان میں صحت نہ ہوئی تو فقط قتل کی دیت کفایت کرتی ہے اور اگر قطع عمد ہے اور قتل خطا ہے خواہ درمیان میں صحت ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو تو ہاتھ کاٹنا جادگیا اور دیت نفس کی واجب ہوگی اور اگر قطع خطا ہے اور قتل عمد ہے خواہ صحت ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو تو قطع کی دیت واجب ہوگی اور قتل کا قصاص لیا جاوے گا کذا فی شرح الوقاۃ لمن ضربہ مائۃ سوط ذرا من تسعین ولم یبق اثر یا اسی اثر الجراحۃ ومات من عشرۃ نفیہ دیتہ واحدة لانه لا بر من تسعین لم یبق معتبرۃ الا فی حق التعزیر بانہذا شخص کے جس کو سو کوڑے مارے سو وہ چنگا ہو گیا نوٹے کوڑے سے اور ان کی جراحت کا اثر کچھ باقی نہ رہا اور وہ مر گیا دس کوڑے کے صدمہ تو اس میں ایک ہی دیت واجب ہوگی اس واسطے کہ جب وہ چنگا ہو گیا نوٹے کوڑے سے تو ان کا مارنا معتبر باقی نہ رہا مگر تعزیر کے حق میں البتہ معتبر ہے وکذا کل جراحۃ اندملت ولم یبق لہا اثر عند ابی یوسف فی مثلہ حکومت عدل وعن محمد بن ابی الطیب وثن الادویۃ درد و صدر الشریعۃ و ہدایۃ وغیرہا اور اسی طرح غیر معتبر ہے ہر ایک وہ رقم جو بھر گیا ہو اور اس کا نشان باقی نہ رہا ہو امام ابو حنیفہ کے نزدیک اور ابو یوسف کے نزدیک اس کے مانند میں عدل ہے اور محمد سے روایت ہے کہ طیب کی اجرت اور دوائیوں کا مشن واجب ہوگا چنانچہ درد اور صدر الشریعۃ اور ہدایۃ وغیرہ میں ہے وحب حکومت عدل

مع دية النفس فی مائة سوط بر حته ولقی اثراً بالاجماع لبقار الاثر وجوب الاثر باعتبار الاثر بدایة وغیرہا اور حکومت عدل دیت نفس کے ساتھ بالاتفاق واجب ہے ان سو کوڑوں میں جنہوں نے زخمی کر دیا اور اس کا نشان باقی رہ گیا یہ حکم اثر کے باقی رہنے کے سبب ہے اور عضو کی دیت کا واجب ہونا نشان کے اعتبار سے ہے چنانچہ ہدایہ وغیرہ میں مصرح ہے ہم یعنی نوے کوڑے کا زخم چنگا ہو گیا لیکن اس کا نشان باقی رہا پھر دس کوڑے کے مارنے سے وہ مر گیا تو حکومت عدل اور دیت نفس واجب ہوگی بالاتفاق امام اور صاحبین کے اس واسطے کہ دیت مادی نفس کی واجب ہوتی ہے عیسائی اور بدتمائی سے اور عیبنا کی پیدا ہوتی ہے نشان کے باقی رہ جانے سے وئی جو اہر الفتاویٰ رجل جرح رجل فجز الجروح عن الکسب بحسب علی الجراح النفقة والمداواة اور جو اہر الفتاویٰ میں ہے کہ ایک مرد نے دوسرے کو زخم لگایا تو زخمی کوئی سے عاجز ہو گیا تو زخم لگانے والے پر اس کا نان نفقہ اور علاج کرنا واجب ہے یعنی تا بقائے زخم کذا فی الطحاوی وفيہا رجل جرح رجل جرحاً علی رجل فجز به العوان فجز عن الکسب فمداواة المفروب ونفقته علی الذی جرح بالعوان انتہی قال المصنف والظاهر ان مفرع علی قول محمد رحمہ اللہ قلت وقد منّا معزیا للمجتبى عن ابی یوسف نحوه وسمی فی الشہاج اور اسی جو اہر الفتاویٰ میں ہے کہ ایک مرد حاکم کے ظالم سپاہی کو لایا ایک مرد کے پاس سو اس ظالم نے اس کو مارا سو وہ عاجز ہو گیا اپنے کسب اور کار سے تو مفروب کی دوا علاج اور کھانا پینا اس پر واجب ہے جو ظالم کو لایا انتہی مانی جو اہر الفتاویٰ مصنف نے کہا اور ظاہر یہ قول محمد رحمہ اللہ کے قول پر مفرع ہے میں کہتا ہوں اور مانند اس کے ہم مقدم ذکر کر چکے ہیں ابو یوسف سے نسبت بہ مجتبیٰ اور آگے شہاج کی فصل میں اس کو ہم محقق بیان کریں گے ہم باب القود فیما دون النفس کے شروع میں شارح مجتبیٰ سے نقل کیا ہے کہ ابو یوسف کے نزدیک تحریک دندان سے حکومت عدل یعنی اجرت طبیب کی واجب ہے ومن قطع ایمی عمد او خطاء بدلیل مایاتی وہ مصرح فی البرہان کما فی الشربلایہ لکن فی القستانی عن شرح الطحاوی ان الدیۃ علی العاقلۃ فی الخطاء ومن ظن انها علی القاطع فی الخطاء فقد اخطأ وکذا لو شج او جرح فغصا عن قطع او شجۃ او جرحۃ فمات من صمغ قاطعه الدیۃ فی مالہ اور جس کا ہاتھ یا پاؤں کا ٹانگی سو اس نے اس قطع یا سرکینے یا جراحت کو معاف کر دیا پھر معاف کرنے والا قطع وغیرہ کے صدمہ سے مر گیا تو اس کا قطع کرنے والا اپنے مال میں سے اس کی دیت کا ضمان دے شارح نے کہا قطع مطلق مراد ہے خواہ عمد ہو یا خطا بدلیل اس مسئلہ کی تفصیل کے جو اس کے بعد آئے گا اور اسی اطلاق کرنے کی تصریح کی ہے برہان میں چنانچہ شربلایہ میں لیکن قستانی میں شرح طحاوی سے یوں منقول ہے کہ قطع خطا میں قاطع کی برادری پر دیت ہے نہ قاطع پر اور جس نے یہ گمان کیا کہ قاطع پر دیت ہے خطا میں سو اس نے مقرر خطا کی اور اسی طرح کا حکم ہے اگر اس کا سرکلیا گیا یا وہ زخمی کیا گیا خلافاً لما قلنا ان عفا عن القطع وهو غیر القتل برخلاف صاحبین کے یعنی ان کے نزدیک عضو قطع سے عفو نفس بھی ثابت ہوتا ہے ہم امام کی طرف سے جواب میں کہتے ہیں کہ مقطوع نے قطع کو معاف کیا ہے اور قطع کا مفار ہے تو قطع کے عفو سے قتل کا عفو ثابت نہیں ہو سکتا ولو عفا عن الجنایۃ او عن القطع و ما یحدث منه عفو عن النفس فلا یمن شیئاً اور اگر عفو کر دیا جنایت سے یا قطع سے اور اس موت سے جو پیدا ہوا قطع سے تو وہ معافی ہے نفس سے تو فاعل کچھ ضمان نہ دے گا ہم اس واسطے کہ جنایت اہم جنس ہے قتل کو اور اس زخم کو جو موت تک سرایت کرے یا نہ کرے اور اسی طرح قطع اور جو قطع کے بعد حادث ہو مصرح ہے عفو نفس تو بالاتفاق امام اور صاحبین کے ضمان لازم نہ ہوگا کذا فی الطحاوی وحینئذ قاطع الخطا لیس من ثلث مالہ فان خرج من الثلث فیہا والا فاعل العاقلۃ ثلث الدیۃ کما فی شرح الطحاوی اور اس وقت میں یعنی جبکہ قاتل پر عفو کے سبب ضمان لازم نہ ہوا تو اگر جنایت ازراہ خطا ہے تو مقتول کے تہائی مال سے معتبر ہوگی اور اگر مقتول کا خون بہا اس کے تہائی مال سے نکلا فہو المقصود اور اگر اس کے ثلث مال میں دیت کی گنجائش نہ ہوئی تو عاتلہ یعنی قاتل کے برادر وں پر دیت کی دو تہائیاں واجب ہوں گی کذا فی شرح الطحاوی ہم یعنی اگر جنایت



خطا ہو اور اس نے جنایت عفو کردی ہو تو یہ دیت کی معافی ہے تو مقتول کے ثلث مال سے اس کا اعتبار ہوگا اس واسطے کہ دیت مال ہے اور مقتول کے وارثوں کا حق دیت سے متعلق ہے تو مقتول کا عفو کرنا وصیت ٹھہرا لیا ثلث مال سے صحیح ہوگی برخلاف قتل عمد کے اس واسطے کہ موجب اس کا قصاص ہے اور قصاص مال نہیں ہے تو اس سے وارثوں کا حق متعلق نہیں ہے تو عفو عن القصاص جمیع مال سے صحیح ہے کذا فی شرح الوقایہ فمن ظن انہا علی القاطع فقد اخطأ قطعاً سو جس نے یہ گمان کیا ہے کہ دیت اس مقتول کی قلع پر ہے سو وہ بالیقین چوک گیا ومقادہ ان عفو الصیبر من الثلث ذکرہ القستانی اور اعتبار ثلث مال سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ صحیح آدمی کا عفو کرنا ثلث سے معتبر نہ ہوگا ایسا ذکر کیا ہے قستانی شارح نقایہ نے ہم اس واسطے کہ ثلث مال کا اعتبار مرض الموت کے مریض میں ہوتا ہے سو اگر وہ صحیح ہو اس طرح کہ ہاتھ اس کا ازراہ خطا قطع ہو گیا اور وہ بستر پر بیمار نہ پڑا صحیح سالم کے مانند چلتا پھرتا رہا اس نے قطع کو عفو کر دیا پھر وہ مر گیا اس کے صدر سے دفعتاً تو یہ عفو کل مال میں نافذ ہوگا نہ ثلث میں کذا فی الطحاوی تبصرہ والعبد من کلہ لتعلق حق الورثۃ بالدیۃ لا بالقول لانہ لیس بمال اور جنایت عمد کا عفو کل مال سے معتبر ہوگا اس واسطے کہ مقتول کے وارثوں کا حق دیت سے متعلق ہر نہ قصاص سے اس واسطے کہ قصاص مال نہیں ہے والشجرۃ مشککہ اسی مثل القلع حکماً وخلافاً اور سرکار ختم قطع کے مانند ہے حکم میں اور امام اور ضائع کے خلاف میں قطعت امرأۃ ید رجل عدا اسی او خطا کیا یا قیلاً اطلق کما سبق وکالتقی وغیرہ کان اولی قتال ایک عورت نے ایک مرد کا ہاتھ کاٹا عدا یعنی یا ازراہ خطا ہاتھ کاٹنا یہ اطلاق اس تفصیل کی دلیل سے ہے جو بعد اس کے مذکور ہوگی تو اگر مصنف قطع کو مطلق رکھتا عمد کی قید لگاتا جیسے مسئلہ سابقہ میں قطع کو مطلق رکھا تھا اور جس طرح ملتقی وغیرہ میں مذکور ہے تو بہتر ہوتا سو اس کو تامل کر یعنی اگر مطلق کتا تو تفصیل آئندہ صحیح ہوتی کذا فی الطحاوی فتکھا المقطوع یدہ علی یدہ ثم مات فلوم یت من السرایۃ فہربا الارش ولو عدا اجماعاً سو جس مرد کا ہاتھ کاٹا گیا اس نے ہاتھ کاٹنے والی عورت سے نکاح کیا اپنے ہاتھ پر یعنی اپنے ہاتھ کے دیت کے بدلے نکاح کیا پھر وہ مر گیا تو اگر قطع کی سرایت سے نہ مرنے والی عورت کا ہاتھ کاخون بہا ہوتا یعنی پانچ ہزار درم اگر چہ قطع عدا ہو باتفاق امام اور صاحبین کے یجب عندابی حنیفہ ہر مثلہا والدیۃ فی مالہا ان تعیرت امام ابو حنیفہ کے نزدیک اس عورت کا مثل واجب ہے اور ہاتھ کی دیت عورت کے مال میں واجب ہے اگر اس نے عدا ہاتھ کاٹا ہم چونکہ قصاص نے الطرف پر نکاح ہوا تھا اور وہ مال نہ تھا تو مہر ہونے کی صلاحیت نہ رکھتا تھا تو ہاتھ کی دیت مہر ٹھہری تھی کیونکہ مرد اور عورت کے اطراف میں قصاص نہیں ہوتا پھر جب کہ مرد قطع کے صدر سے مر گیا تو ظاہر ہو گیا کہ ہاتھ کی دیت واجب نہ تھی لہذا مثل واجب ہوا اور عورت پر دیت لازم آئی نہ اس کے مردگاروں پر اس واسطے کہ عمد میں فاعل پر صمان ہوتا ہے نہ اس کے مردگاروں پر وتقع المقامۃ بین المہر والدیۃ ان تساویا والا ترا دافضل اور مہر اور دیت برابر ہو جاویں گے اگر دونوں متساوی ہوں اور اگر کم بیش ہوں تو عورت اور مرد زیادہ کو پھیر دیں ہم یعنی جب مرد پر مہر اور عورت پر اس کی دیت واجب ہوئی تو اگر مہر اور دیت مقدار میں برابر ہیں تو باہم مجاہد ہو گئے جتنا دینا تھا اتنا لینا معاملہ برابر ہو گیا اور اگر مہر زیادہ ہے تو عورت مرد کے وارثوں سے قدر زیادت کو تقاضا کرے اور اگر دیت زیادہ ہے تو مرد کے وارث عورت سے اتنا مطالبہ کریں و علی عاقلتها ان اخطات فی قطع یدہ اور عورت کے مردگاروں پر دیت واجب ہے اگر عورت نے ازراہ خطا اس کا ہاتھ کاٹا ہو ولا یتقاصان لان الدیۃ علی العاقلۃ فی الخطا بجنات العمد فان الدیۃ علیہا والمر علی الزوج فیتقاصان اور خطا میں مہر اور دیت باہم مجاہد ہوں گی اس واسطے کہ دیت تو مردگاروں پر واجب ہوتی ہے خطا میں برخلاف عمد کے اس واسطے کہ عمد میں عورت پر دیت واجب ہے اور زوج پر مہر تو دونوں باہم مجاہد ہو کر برابر ہو جاویں گے قلت وقال صاحب الدرر یبغی ان تقع المقامۃ فی الخطا ایضاً لانہا علیہا دون العاقلۃ علی القول المتعارفی الدیۃ لکنہ لیس علی اطلاقہ بل فی البعم ولعلہ اطلقہ لا حالہ لملہ فلیحفظ میں کہتا ہوں اور صاحب در نے کہا لائق یوں ہے کہ خطا میں بھی مہر اور دیت برابر ہو جاویں سو اس واسطے کہ

دیت خطا میں عورت پر ہے نہ مدگاروں پر موجب اس قول کے جو باب دیت میں مختار اور پسندیدہ ہے لیکن وہ قول مختار مطلق نہیں ہے بلکہ عجم کے گروہ میں منحصر ہے یعنی اس واسطے کہ عجم میں تنازعہ کا مضمون نہیں جو دیت مدگاروں پر واجب ہو اور شاید کہ صاحب درر نے جو مطلق کہا ہے تو اس کے محل پر حوالہ کیا ہے یعنی اخلاق باعتبار عجم کے ہے نہ عرب کے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے وان نکما علی الیوم یا یحدث منها او علی الجنایات ثم مات منه وجب لها فی العمد من المثل ولا شیء علیہا لرضاه یا سقوط اور اگر دست بریدہ مرد نے عورت قاطعہ سے نکاح کیا قطع ید پر اور اس قتل پر جو پیدا ہو قطع ید سے یا نکاح کیا جنایت کے بدلے پھر وہ مر گیا اس کے سبب تو عجم میں عورت کا مثل واجب ہوگا اور عورت پر کچھ واجب نہیں مرد کے واسطے بسبب راضی ہو جانے مرد کے سقوط قصاص سے یعنی جب اس نے قصاص کو مقرر دیا اور وہ مہر ہونے کی لیاقت نہیں رکھتا تو قصاص اصل سے ساقط ہو گیا ولو خطا رفع عن العاقلۃ مہر مثلها والباقی وہی علم اے للعاقلة اور اگر قطع بطور خطا کے تھا تو عورت کے مدگاروں سے اس کا مہر مثل مرفع ہو گیا اور باقی دیت وصیت ہے مدگاروں کے واسطے مہر جنایت خطا میں دیت پر نکاح ٹھہرا اور دیت میں مہر ہونے کی لیاقت ہے سو اگر مہر مثل دیت کے برابر ہے اور مقتول کا کچھ مال نہیں سوائے دیت کے تو مدگاروں پر کچھ واجب نہیں اس واسطے کہ نکاح کن حوائج اصلہ سے ہے تو جمع مال سے معتبر ہوگا اور اگر مہر مثل دیت سے زیادہ ہے تو زیادت واجب نہیں اس واسطے کہ عورت تو مہر مثل سے کمتر پر راضی ہو گئی اور اگر مہر مثل دیت سے کمتر ہے تو زیادت وصیت ہے مدگاروں کے واسطے اور وصیت صحیح ہے کیونکہ وہ کو قاتل نہیں کذا فی شرح الوقایہ فان خرج من الثلث سقط والا سقط ثلث المال فقط پھر اگر زائد از مہر تہائی مال سے نکلا تو مدگاروں پر ساقط ہو گیا ورنہ فقط تہائی مال ساقط ہوگا م یعنی جو مہر مثل سے زیادہ ہے تو اس کو نظر کرنا چاہیے کہ مقتول کے ثلث مال سے نکل سکتا ہے یا نہیں اگر نکل سکتا ہے تو بھی مدگاروں پر ساقط ہو گیا کیونکہ وہ وصیت ہے ان کے حق میں تو وصیت صحیح ہوگی اس واسطے کہ مدگار اجنبی ہیں مقتول سے اور اگر تہائی سے نکل نہیں سکتا تو بقدر تہائی کے مدگاروں پر ساقط ہوگا اور زیادت کا ادا کرنا مقتول کے وارثوں کے واسطے مدگاروں پر واجب ہوگا اس واسطے کہ وصیت سوائے تہائی مال کے جاری نہیں ہوتی کذا فی النسخ ولو قطعت یدہ فاقص لہ فمات المقتولع الاول

**قبل الثاني قتل الثاني** بہ لیساریہ وعن ابی یوسف لا تؤد لانه لما اقدم علی القطع فقد ابرأ عماروہ وظاہر اشکال ابن الکمال یغید تقویۃ قول ابی یوسف قال المصنف اور اگر ایک شخص کا ہاتھ کاٹا گیا سو اس کا بدلہ لایا گیا سو مقتولع اول مر گیا مقتولع ثانی سے پہلے تو مقتولع ثانی قتل کیا کیا جائے گا اس کے بدلے بسبب مرایت قطع کے اور ابو یوسف سے روایت یوں ہے کہ قتل کا قصاص نہیں اس واسطے کہ جب مقتولع اول نے قاطع کے قطع پر پیرا قدم کیا تو اس کو بری الذمہ کر دیا اور اسے قطع سے اور ابن کمال کا ظاہر اشکال تقویت قول ابو یوسف کا مفید ہے ایسا کہ سے مصنف نے اپنی شرح میں ہم خلاصہ اشکال مذکور یہ ہے کہ اگر قطع ید کو مقتولع عفو کرے پھر مر جائے تو دیت ہے اس وجہ سے کہ عورت عفو کی سقوط قصاص میں کافی ہے کیونکہ وہ مورث شہرہ ہے تو وہاں اس کی براءت معتبر کی اور یہاں معتبر نہ کی طحاوی نے کہا کہ یہ اشکال متون اور شروح کے معارض نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ بحث ہے یعنی روایت نہیں ولومات المقص منہ فدیۃ علی عاقلۃ المقص لہ خلافا لہا قلت ہذا اذا استوفی بنفسہ بلا حکم حاکم واما الحاکم والجمام والتمتان والفصاد والبراغ فلا یقید فعلم بشرط السلامة کالاجیر واما من فی الدرر اور اگر وہ شخص مر گیا جس سے قطع ید کا بدلہ لایا گیا تو اس کی دیت مدگاروں پر ہے جس کے واسطے بدلہ لایا گیا برخلاف صاحبین کے کہ ان کے نزدیک دیت نہیں میں کتابوں یہ یعنی دیت کا واجب ہونا اس وقت ہے جبکہ مقتولع بذات خود استیفاء قصاص کرے بدون حکم کرنے حاکم کے اور حاکم اور بچنے لگانے والا اور ختم کرنے والا اور قصہ کھولنے والا اور شتر زن سوان کا فعل تو مقید بشرط سلامت نہیں ہے مزدور کے مانند اور اس کا پورا بیان



در میں ہے والاصل ان الواجب لا یتقید بوصف السلامة والمباح یتقید بہ اور قاعدہ کلیہ ضمان اور عدم ضمان کا یہ ہے کہ فعل واجب مقید بوصف سلامت نہیں ہوتا اور فعل مباح سلامت بہنے کے ساتھ مقید ہوتا ہے ہم یعنی چونکہ حاکم پر قصاص لینا اور حجام اور ختان اور فساد پر عقد اجارہ کے سبب فعل کرنا واجب ہے تو در صورت ضرر کے ان پر کچھ تاوان نہیں بخلاف فعل مباح کے کہ اس میں عدم ضرر شرط ہے ورنہ ضرب الاب ابنہ تادیبا او الام او الوسی اور منجلہ فعل مباح کے باپ کا مارنا ہے اپنے فرزند کو ادب سکھانے کے واسطے یا ماں کا یا وصی کا مارنا ہم کو ومن الاول ضرب الاب او الوسی او المعلم باذن الاب تعلیمات لاضمان ففرض التادیب مقید لانه مباح و ضرب التعليم لانه واجب اور قسم اس سے یعنی منجلہ فعل واجب کے باپ یا وصی کا مارنا یا معلم کا مارنا باپ کے اذن سے تعلیم دین کے واسطے پھر صغیر مرگیا تو ضمان نہیں تو تادیب کی واسطے مارنا سلامت رہنے کے ساتھ مشروط ہے اس واسطے کہ تادیب مباح ہے اور تعلیم کے واسطے مارنا باپ اور وصی اور معلم کا مشروط بسلامت نہیں اس واسطے کہ تعلیم دین کی واجب ہے و محله فی القرب المقاد و ما غیرہ فموجب للضمان فی النکل فی الاشباہ اور عدم ضمان کا محل ضرب ہے عادت کے موافق اور عادت کے سوائے مارنا تو ضمان کا موجب ہے سب صورتوں میں اور پورا بیان اس کا اشباہ میں ہے ہم یعنی اگر ضرب عادت اور رواج کے موافق ہے باعتبار کیفیت اور کیفیت اور محل کے سوا اس میں ضمان نہیں تو اگر منہ پر یا آلات تناسل پر ضرب واقع ہو اور صغیر تلف ہو جائے تو ضمان واجب ہے سب کے نزدیک بلا خلاف اگرچہ ایک ہی کو دیا چھڑی ماری کذا فی الخطاوی عن ابی السعد عن تلخیص الکبری وان قطع ولی القاتل یا القاتل و بعد ذلک عفا عن القاتل ضمن القاطع دیر الید لانه استوفی غیر حق لکن لا یقتضی للشبه و قال لا شئ علیہ اور اگر مقتول کے وارث نے قاتل کا ہاتھ کاٹا اور بعد اس کے جنایت قتل کو معاف کر دیا تو قطع کرنے والا قاتل کے ہاتھ کا خون بہا دے اس واسطے کہ وارث کے اپنے حق کا غیر حاصل کر لیا یعنی اس کا حق قاتل کا قتل تھا نہ قطع لیکن وارث سے قطع کا بدلہ نہ لیا جاوے گا شہد کے سبب اور صاحبین نے کہا کہ وارث پر کچھ لازم نہیں نہ قصاص نہ دیت و ضمان الھبی اذا مات من ضرب ابیہ و وصیہ تادیبا اسی للتادیب علیہما اسی علی الاب الوسی لان التادیب یصل بالزجر والتعزیر و قال لا یضمن لو متاذا و اما غیر المقاد ففیہ الضمان اتفاقا اور صغیر کا ضمان جبکہ وہ مر جائے اپنے باپ یا وصی کے مارنے سے تادیب کے واسطے انھیں دونوں پر ہے یعنی باپ اور وصی پر اس واسطے کہ ادب سکھانا تو چھڑکے اور گوشمال سے حاصل ہوتا ہے اور صاحبین نے کہا کہ ضمان نہیں ہے اگر ضرب عادت کے موافق ہو اور ضرب غیر معتاد میں تو باتفاق امام اور صاحبین کے ضمان ہے کفر معلم صبتیا او عبد الغیر اذن ابیہ مولاہ لف و لشر مرتب فالضمان علی المعلم اجماعا جیسے معلم کے مارنے میں صغیر اور غلام کو بدو اذن اس کے باپ اور مالک کے ضمان ہے تو معلم پر بدو صوب عدم اذن باتفاق امام اور صاحبین کے ضمان ہے شارح نے کہا قولہ ابیہ و مولاہ میں لف و لشر مرتب ہے وان القرب یا ذنما لا ضمان علی المعلم اجماعا قاتل ہذا رجوع من ابی خنیفہ جہالی قولہا اور اگر مارنا باپ اور مالک کے اذن سے ہے تو معلم پر باتفاق امام اور صاحبین کے ضمان نہیں بعضوں نے کہا کہ یہ یعنی امام کا یہ قول کہ معلم پر ضمان نہیں باپ کے اذن سے رجوع کرنے ہے امام ابو حنیفہ کا صاحبین کے قول کی طرف ہم تہمہ اور کفایۃ المبیہ میں مذکور ہے کہ اصح یہ ہے کہ امام نے صاحبین کے قول کی طرف رجوع کیا ہے لیکن اس میں خلل یہ ہے کہ امام اور صاحبین کا خلاف تو ضرب تادیب میں ہے اور یہاں ذکر ہے ضرب تعلیم کا اور تعلیم واجب ہے مقید بسلامت نہیں اور اس میں کچھ خلاف نہیں کذا فی الخطاوی و کذا فی الضمن زوج امراة ضربها تادیبا لان تادیبا للمولی کذا عواہ المصنف لشرح الجمع للعیس قلت دیو فی الاشباہ وغیرہا کما قد مناہ اور اسی طرح ضمان دیگا وہ شوہر جس نے اپنی جورو کو مارا تادیب کے واسطے سو وہ مرگئی اس واسطے کہ اس کی تادیب ولی کا حق ہے مصنف نے یہ قول منسوب کیا ہے عینی کی شرح مجمع کی طرف میں کتا ہوں اور یہی قول اشباہ وغیرہ میں بھی مذکور ہے چنانچہ ہم اس کو مقدم ذکر کر چکے دئی دیات المجتبۃ الزوج والوصی کالاب تفصیلا و خلافاً لتعلیم الدیۃ و الکفارة و قتل

رجع الامام الی قولہا وتمامہ ثمرہ اور مجتہدین کے باب الدیات میں ہے کہ شوہر اور وصی باپ کے مانند ہے تفصیل اور خلاف امام اور صاحبین میں تو امام کے نزدیک باپ اور زوج اور وصی پر دیت اور کفارہ ہے اور بعضوں نے کہا ہے کہ امام نے رجوع کیا ہے صاحبین کے قول کی طرف اور اس کا پورا بیان مجتہدین میں ہے فروع مسائل لمحہ شارح کے ضرب امراة فافضا فان كانت تسمک بولہا نفیہ ثلث الدیۃ والا فمکمل الدیۃ کسی نے ایک عورت کو مارا سو اس کے صدمہ سے مسک اس کے بول اور حیض کا یا مسلک حیض اور غائظ کا پھٹ کر ایک ہو گیا تو اگر اس کا پیشاب ختم ہو تو اس میں تھائی دیت ہے اور اگر ختم نہ ہو تو اس میں پوری دیت ہے وان افقن بکرا بالزنا فافضا فان مطاوعة حد او لا غرم وان مکرمہ فعلیہ الحد وارش الافضال لا العقر حامی القدسی اور اگر ایک مرد نے باکرہ عورت کا ازالہ بکارت کیا زنا سے سو اس کا مسک بول اور غائظ کا پھٹ کر ایک ہو گیا تو اگر عورت کی رضا مندی سے زنا کاری ہوئی ہو تو مرد اور عورت دونوں پر حد جاری جاوے اور مرد پر مرتب ہے اور اگر عورت بدستوری کی ہو مرد نے تو مرد پر حد واجب ہے اور خون بہا چیر ڈالنے کا نہ مہر کذا فی الحادی القدسی قطع الحجام لحما من عینہ وکان غیر حاذق فعمیت مغلیہ نصف الدیۃ اشباہ حجام نے ایک شخص کی آنکھ سے گوشت کی گتھی کاٹی اور وہ ہوشیار تجربہ کار نہ تھا سو آنکھ اس کی اندھی ہو گئی تو حجام پر آنکھ کی نصف دیت ہے کذا فی الاشباہ وذل القینۃ مثل نجم الدین عن صبیۃ سقطت من سطح فافتق راسہا فقال کثیر من الجراہ ان شقمت راسہا تموت فقال واحد منهم ان لم تشقوہ الیوم تموت وانا اشقہ وابرأ تمنا فشقہ فمات بعد یوم اذ یومین ہل یمنین فقال ملیح قال لا اذا کان الشق باذن وکان الشق معتادا ولم یکن فاحشا خارج الرسم قیل لہ فلو قال ان مات فانا فامس ہل یمنین قال لا انتہی قلت انما لم یعتبر شرط الضمان لما تقررت ان شرطہ علی الایمن باطل علی ما علیہ الفتوی انتہی اور قینہ میں ہے کہ نجم الدین سے سوال ہوا اس صغیرہ کے مسئلہ کا جو چھت پیسے گر پڑی سو اس کا سرورم کر گیا تو بہت جراحوں نے کہا کہ اگر اس کے سر کو چیر دے تو وہ مر جاوے گی اور ایک جراح نے کہا کہ اگر اس کو نہ چیر دے آج تو وہ مر جاوے گی اور میں سر کو چیر دے گا اور اس کو اچھا کر دوں گا سو اس نے اس کو چیرا تو وہ مر گئی ایک دن یا دو دن کے بعد کیا اس پر ضمان لازم ہو گا یا نہیں سو نجم الدین دینک تامل کیا پھر کہا کہ اس پر ضمان نہیں جب کہ چیرنا اذن سے ہو اور چیرنا عادت کے موافق ہو اور فاحش یعنی رسم اور عادت سے خارج نہ ہو پھر نجم الدین نے کہا کیا کہ اگر جراح نے کہا ہو کہ اگر صغیرہ مر جائے تو میں فامس ہوں یعنی میرے اوپر اس کا خون نہا ہے تو ضمان دیت کا اس پر لازم ہو گا یا نہیں جواب دیا کہ ضمان لازم نہ ہو گا انتہی سوال و الجواب من القینہ میں کتا ہو شرط ضمان کی معتبر نہ ہوئی اس واسطے کہ ثابت ہو چکا ہو کہ امین پر ضمان کا شرط کرنا باطل ہے موجب قول مفتی کے انتہی حکام المصنف فی شرحہ کذلک علی الطحا

**باب الشہادۃ فی القتل**

واعتبار حالہ اسی حالۃ القتل یہ باب ہے قتل کی گواہی اور حالت قتل کے معتبر ہونے میں القود

بیت المورثۃ ابتداء بطریق الخلافۃ من غیر سبق ملک المورث لان شرعیۃ القود لتشفی

الصدور وورک الشار والمیت لیس باہل لہ قصاص وارثوں کے واسطے ثابت ہوتا ہے سر سے بطریق خلافۃ کے بدون سبقت ملک مہر کے اس واسطے کہ قصاص کا مشروع ہونا تشفی دل اور مطالبہ خون کے حاصل ہونے کے واسطے ہے اور میت اس کا اہل نہیں یعنی تشفی قلب اور مطالبہ خون کا ہم امام کے نزدیک قصاص کا ثبوت وارثوں کے واسطے ابتدا ہوتا ہے بطریق خلافۃ کے اور صاحبین کے نزدیک بطریق وراثت کے اور فرق دونوں میں یہ ہے کہ وراثت سبقت ملک مورث کی مستعد ہے پھر مورث سے وارث کی طرف ملک منتقل ہوتی ہے اور خلافۃ اس کی مستعدی نہیں تو خلافۃ کے مراد یہاں یہ ہے کہ ایک شخص دوسرے شخص کے قائم مقام ہو اس کے فعل کے قائم کرنے میں تو قتل میں جب قاتل نے مقتول پر تعدی کی تو حق یہ تھا کہ مقتول اسی طرح قاتل پر تعدی کرتا لیکن مقتول تو قاتل کے قتل کرنے سے عاجز ہے تو اس کے وارث اس کے قائم مقام ہو گئے بدون اس امر کے کہ مقتول قتل کا مالک ہو پھر ملک



نے اُس سے وارثوں کی طرف انتقال کیا کذا فی شرح الوقایہ خلاصہ یہ ہے کہ خلافت حقیقی یہاں مراد نہیں اس واسطے کہ اصل کا قائم ہونا طلب قصاص کے واسطے کہ اصل کا قائم ہونا طلب قصاص کے واسطے عقلاً غیر متصور ہے بلکہ خلافت مجازی مراد ہے یعنی مقابل وراثت و قولہ تعالیٰ فقد جعلنا لولیہ سلطاناً نص فیہ اور حق تعالیٰ کا یہ قول فقد جعلنا لولیہ سلطاناً نصیح ہے اس میں یعنی وراثت کے واسطے ثبوت قصاص کا بطریق خلافت کے ہے نہ بطریق وراثت کے ہم ترجمہ آیت شریفہ کا یہ ہے اور جو مظلوم مارا گیا تو مقرر ہم نے اُس کے وارث کے واسطے مواخذہ یا قصاص کا تسلط ٹھہرا دیا و قال لا بطریق الارث کما لو انقلب مالا اور صاحبین نے کہا کہ ثبوت قصاص کا وارثوں کو بطریق ارث کے ہے جیسے اُس صورت میں جب کہ قصاص منقلب بمال ہو جائے یعنی قتل خطایں و ثمرۃ الخلاف ما افادہ بقولہ فلا یصیر احدہم اسی احد الورثۃ خصماً عن البقیۃ فی استیفاء القصاص خلافاً لہما اور امام اور صاحبین کے خلاف کا ثر وہ ہے جس کو مصنف نے بیان کیا اپنے آئندہ قول سے یعنی جب وارثوں کو ثبوت قصاص کا بطریق میراث کے نہ ہوا تو ایک وارث مخاصم نہ ٹھہرائیگا باقی وارثوں کی طرف سے استیفاء قصاص میں برخلاف صاحبین کے والا اصل ان کل ما یملک الورثۃ بطریق وفاقاً حدیم خصم عن الباقین وقائم مقام الكل فی الخصومتہ وما یملک الورثۃ لا بطریق الوراثۃ لا یصیر احدہم خصماً عن الباقین اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جس چیز کے وارث مالک ہیں بطریق وراثت کے تو وہاں ایک وارث مخاصم ہوتا ہے باقی وارثوں کی طرف سے اور تمام وارثوں کے قائم مقام ہے خصوصیت میں اور جس چیز کے مالک وارث ہوتے ہیں نہ بطریق وراثت کے تو وہاں ایک وارث مخاصم نہیں ہوتا باقی وارثوں کی جانب سے اور خصوصیت میں سب کے قائم مقام نہیں ہوتا ہم جب یہ قاعدہ معلوم ہوا تو اگر ایک وارث نے متروکہ سے کسی چیز کا دعویٰ کیا اور گواہ لایا تو سب وارثوں کا حق ثابت ہو گیا تو باقی وارثوں کو تجدید دعویٰ کی اور گواہ لانے کی حاجت نہیں اور اسی طرح اگر کسی شخص نے ایک وارث پر کسی چیز کے متروکہ میں سے دعویٰ کیا اور گواہ لایا تو وہ دعویٰ سب وارثوں پر ثابت ہو گیا ہر شخص پر دعویٰ کرنے کی مدی کو حاجت نہیں ثم ذرع علیہ بقولہ فلوا قام حجتہ بقتل ابیہ مع غلبۃ الخیمہ یرید القود لا یقید اجماعاً حتی یحضر الغائب لکنہ یبس لانہ صار متہماً بقتل مصنف نے قاعدہ مذکورہ پر تفریع کی بقول خود تو اگر ایک بھائی نے گواہ قائم کیے اپنے باپ کے قتل عمد پر دوسرے بھائی کی غیبت میں قصاص لینے کے واسطے تو حاکم قصاص نہ لے باتفاق غائب کے حاضر ہونے تک لیکن قاتل محبوس رکھا جاویگا اس واسطے کہ وہ متہم ہو گیا ہم امام کے نزدیک اس واسطے قصاص نہ ہوگا کہ ایک وارث باقی وارثوں کا قائم مقام نہیں ہو سکتا اور صاحبین کے نزدیک عفو غائب کے احتمال سے قصاص نہیں فان حضر الغائب لیس یلحق بالقاتل و قال لا یعید پھر اگر غائب بھائی حاضر ہوا تو عادہ حجت کرے دوسرے بھائی قاتل کو قتل کریں اور صاحبین نے کہا کہ عادہ نہ کرے یعنی اس واسطے کہ ان کے نزدیک ملک وراثت بطریق میراث کے ہے نہ بطریق خلافت کے ولی القتل الخطا والدین لا یحتاج الی اعادۃ البینۃ بالاجماع لما مر اور دعویٰ قتل خطا اور دین میں اعادہ شہادت کی حاجت نہیں ہے بالاتفاق بدلیل گذشتہ یعنی قتل خطا اور دین کا موجب مال ہے اور مال میں ثبوت ملک بطریق میراث کو ہوتا ہے تو ایک وارث باقی وارثوں کے قائم مقام ہوگا فلورہن القاتل علی عفو الغائب فالما خصم لا یقلابہ مالا و سقط القود تو اگر قاتل گواہ لایا وارث غائب کے عفو کر دینے پر تو وارث حاضر مخاصم ٹھہریگا اس واسطے کہ قصاص منقلب بمال ہو گیا اور قصاص ساقط ہو گیا ہم حاضر اس واسطے خصم ہوا کہ قاتل نے اُس پر حق کا دعویٰ کیا یعنی دعوت عفو کے حاضر کا حق قصاص میں ساقط ہو گیا اور قصاص منقلب بمال ہو گیا اور یہ ممکن نہیں مگر عفو غائب کے اثبات سے لہذا حاضر غائب کی طرف سے مخاصم ٹھہرا تو جب اُس پر حکم ہو گیا تو غائب پر بیعاً حکم ہو گیا پھر اگر غائب آئے اور عفو کا انکار کرے اور گواہ غائب ہوں یا مر گئے ہوں تو نصف دیت اُس کا حق ہوگا کذا فی الخطاوی و کذا فی القتل عمد ہما عمد او خطا و الحال ان السیدین احمد ہما غائب فہو علی التفصیل سابق اور اسی طرح اگر دو مالکوں کے ایک غلام کو عمد یا خطا قتل کیا اور مالک دو مالکوں میں سے ایک غائب ہے

تو اس کا حکم بموجب تفصیل سابق کے ہے ہم یعنی اگر مالک حاضر گواہ لاوے گا تو گواہی مقبول نہ ہوگی بدون اعادہ غائب مالک کے اور اگر قاتل گواہ لاوے گا کہ مالک غائب نے عفو کر دیا ہے تو مالک حاضر ختم ٹھہرے گا اور قصاص ساقط ہو جاوے گا و لو اخبر و لیا قود لعفوا خیرھا ان ثالث فہو امی اخبارہا عفو للقصاص منہما عملا بزعمہا اور اگر قصاص کے دو وارثوں نے اپنے تیسرے بھائی کے عفو کرنے کی خبر دی تو ان کا خبر دینا عفو قصاص ہے انھیں دونوں کی طرف سے ان کے گمان پر عمل کرنے کی وجہ سے ہم اس واسطے کہ ایک وارث کے بھی عفو کرنے سے قصاص قائم نہیں رہتا کیوں کہ قصاص قسمت پذیر نہیں وہی رباعیۃ فالاول ان صدقہا ای المجرم القاتل والاخ الشریک فلا شئی لہ ای للشریک عملا بقصد لقیۃ و لہما ثلثا الدیۃ اور اس مسئلہ کی چار صورتیں ہیں سو ایک صورت یہ ہے کہ اگر قاتل اور تیسرے شریک بھائی نے دونوں مجرم وارثوں کی تصدیق کی تو تیسرے شریک کو دیت میں سے کچھ حصہ نہیں اس کی تصدیق پر عمل کرنے کے سبب اور دونوں مجرم بھائیوں کے واسطے دیت کی دو تہائیاں ہیں ہم اس واسطے کہ دونوں کا حصہ مل ہو گیا اخبار عفو سے و ان ثالثی ان کذبہما فلا شئی للمجرمین ولا خیرھا ثلث الدیۃ اور دوسری صورت یہ ہے کہ اگر قاتل اور تیسرے بھائی نے دونوں کی تکذیب کی تو دونوں مجرم بھائیوں کا کچھ حصہ نہیں اور تیسرے بھائی کی تہائی دیت ہے و ان ثالث ان صدقہا القاتل و حصہ کل منہم ثلثہما اور تیسری صورت یہ ہے کہ اگر مجرم دونوں بھائیوں کی فقط قاتل نے تصدیق کی یعنی اور تیسرے بھائی نے تکذیب کی تو تینوں بھائیوں کے واسطے تہائی دیت ہے و الا ربع ان صدقہا الاخ فقط فلہ ثلثہا لان اقرارہ اذہم بتکذیب القاتل ایہ فوجب لہ ثلث الدیۃ اور چوتھی صورت یہ ہے کہ مجرم دونوں بھائیوں کی فقط تیسرے بھائی نے تصدیق کی یعنی اور قاتل نے ان کی تکذیب کی تو تیسرے بھائی کو تہائی دیت کی ہے اس واسطے کہ اقرار اس کا مردود ہو گیا قاتل کی تکذیب یعنی جب قاتل نے تیسرے بھائی کی تصدیق کی تو اس کا عفو کرنا ثابت نہ ہوا لہذا ثلث دیت اس کے واسطے واجب ہوئی ہم شایع نے یہ جواب دیا سوال مقدر کا خلاصہ سوال یہ ہے کہ جب تیسرے بھائی نے مجرمین عفو کی تصدیق کی تو اس کا حق قاتل پر نہ رہا معاف کر دینے کے سبب پھر ثلث دیت کیوں اس کے واسطے واجب ہوئی خلاصہ جواب یہ ہے کہ اس کا اقرار قاتل کی تکذیب کا ثابت نہ رہا اس واسطے مستحق ثلث کا ہوا لکنہ لیرون ذلک الی المجرمین استسنا نامہ و الا صح زلیعی لانہ صار مقرا لہما بما اقر بہ القاتل و لیکن ثلث مذکور مجرموں کی طرف پھیرا جاوے گا استسنا کی وجہ سے اور یہی قول اصح ہے کذا فی الزلیعی اس واسطے کہ تیسرا بھائی دونوں مجرم بھائیوں کے واسطے اس مال کا مقرر ہو گیا جس کا قاتل نے اقرار کیا ہم یہ بیان ہے وجہ استسنا کا یعنی جب قاتل نے مجرمین عفو کی تکذیب کی تو تیسرے بھائی کے واسطے ثلث دیت کا اقرار کیا اس واسطے کہ قاتل کے گمان میں جب قصاص ساقط ہو گیا مجرمین کے دعویٰ عفو سے تو تیسرے بھائی کا حصہ منقلب ہوا ہو گیا پھر جب تیسرے بھائی نے مجرمین عفو کی تصدیق کی تو البتہ یہ گمان کیا کہ مجرمین کا حصہ منقلب ہوا ہو گیا تو اس کا مقرر ٹھہرا جس کا قاتل مقرر ہے کذا فی شرح البوقایۃ طحاوی نے کہا نظر اس کا وہ مسئلہ ہے کہ مثلاً زید نے اقرار کیا کہ میرا دیر خالہ کے سودر میں پھر خالہ نے کہا کہ وہ درم میرے نہیں ہیں بلکہ محمود کے ہیں تو یہ مال محمود کے واسطے ثابت ہوگا اسی طرح جس ثلث کا قاتل نے تیسرے بھائی کے واسطے اقرار کیا وہ دونوں مجرم بھائیوں کا ٹھہرے گا وان شہدا انہ ضربہ بشتی خارج فلم یزل صاحب فراش حتی مات لقیقہ لان اثابت بالبینۃ کا ثابت معاینۃ ولایحتاج الشاہدان لقول انہ مات من جراحتہ بزازیہ اور اگر دو گواہوں نے گواہی دی کہ اس نے اس کو زخمی کرنے والی چیز سے مارا سو وہ ہمیشہ بستر پر پڑا یہاں تک کہ وہ مر گیا تو زخم لگانے والے سے قصاص یا جاد گیا اس واسطے کہ جو شہادت ثابت ہے وہ اس کے مانند ہے جو مشاہدہ ثابت ہے تو اس کی حاجت نہیں شاہد کو کہ یوں کہے کہ مقتول مر گیا اس کے زخم سے کذا فی البزازیہ اس واسطے کہ حکم مضاف ہوتا ہے سبب سابق کی طرف نہ سبب متوہم کی طرف وان اختلف شاہدان قتل فی الزمان او فی المكان او آلۃ او قال احدہما قتلہ بعضا وقال الآخر لم او ربما ذاک قتلہ او شہدا حدیہما علی معاینۃ القتل والاخر



علی اقرار القاتل بہ بطلان القتل لا یتکرر اور اگر قتل کے دو شاہد اختلاف کریں زمان قتل یا مکان قتل میں یا قتل کے ہتھیار میں مختلف ہوں یا ایک شاہد کہے کہ اس کو لاشی سے مارا اور دوسرا کہے کہ میں نہیں جانتا ہوں کہ کس ہتھیار سے مارا گیا ایک شاہد مٹا نہ قتل کی گواہی دے اور دوسرا شاہد قاتل کے اقرار کی گواہی دے تو یہ شہادت باطل ہے اس واسطے کہ قتل دو بار نہیں ہو سکتا ہم تو ان صورتوں میں قاتل پر دیت واجب ہوگی اس واسطے کہ قتل عمد کی دیت مددگار نہیں ہوتی و کذا تبطل الشہادۃ لو کمل النصاب فی کل واحد منہما للیقین القاضی بکذب احد الفریقین ولا اولویۃ اور اسی طرح شہادت باطل ہوگی اگر شہادت کی نصاب شقیں کی ہر واحد میں پوری ہو اس واسطے کہ قاضی کو ایک فریق کا کاذب ہونا بالیقین ثابت ہے اور کسی فریق کے واسطے اولویت اور ترجیح ثابت نہیں کہ ایک قبول ہو اور دوسری مردود و لو کمل احد الفریقین دون الاخر قبل الکامل منہما لعدم المعارض و اگر ایک فریق میں نصاب شہادت کی پوری ہو گئی نہ دوسری فریق میں تو نصاب کامل مقبول ہوگی عدم معارض کے سبب یعنی اگر مثلاً زمان قتل میں خلاف ہوا اور ایک طرف دو شاہد ہیں اور دوسری طرف ایک شاہد تو دو شاہدوں کی گواہی مقبول ہوگی و لو شہدا بقتلہ قالوا جملنا اللہ تعجب الدیۃ فی مالہ فی ثلاث سنین شربنا لیسۃ استمانا حملاً علی الاولی و ہوالدیۃ و کانت فی مالہ لان الاصل فی الفعل العمد اور اگر دو گواہوں نے گواہی دی کہ قتل کی اور انہوں نے کہا کہ ہم کو قتل کا ہتھیار معلوم نہیں تو قاتل کے مال میں دیت واجب ہوگی تین سال کے اندر کہ انی الشربنا لیسۃ بیل استمانا لکتر بمحمول کرنے کے سبب اور موجبات قتل میں کمتر تو دیت ہے اور دیت قاتل کے مال میں واجب ہوگی اس واسطے کہ فعل میں فاعل کا عمد کرنا اصل ہے نہ خطا ہم قیاس یہاں یہ تھا کہ شہادت مقبول نہ ہوتی بسبب جہالت قتل کے ہتھیار کے محمول ہونے سے لیکن دلیل استمان اور ناموجب قتل پر محمول کیا اور شاہدین کا اظہار جہالت غفلت پر محمول نہ ہوا بلکہ اس پر محمول کیا باعتبار حسن ظن کے کہ انہوں نے عقوبت مل جانے پر جو شرعاً مستحب ہے پیش کی و ان اقر کل واحد منہما اسی من الرجلین اذ قتلہ وقال الولی قتلتما جمیعاً لہ قتلہما عملاً باقرار ہما اور اگر دو مردوں میں سے ہر مرد نے اقرار کیا کہ میں نے اس کو قتل کیا اور مقتول کے وارث نے کہا کہ تم دونوں نے اس کو قتل کیا ہے تو وارث کو دونوں کا قتل کرنا جائز ہے ان کے اقرار پر عمل کرنے کے سبب و لو کان مکان لا اقرار والمسئلۃ بما لہا شہادۃ لغت الشہادتان لان التکذیب تفسیق و فسق الشاہد بطل شہادۃ اما فسق المقر لا یبطل لا اقرار اور اگر مسئلہ سابقہ میں بجائے اقرار کے شہادت ہو تو دونوں گواہیاں لغو ہو جائیں گی اس واسطے کہ باہم گواہوں کی تکذیب قاسق کہنا ہے گواہوں کا اور گواہ کا قاسق ہونا اس کی گواہی کو باطل کرتا ہے لیکن مفرک فسق اس کے اقرار کو باطل نہیں کرتا یعنی اس واسطے مسئلہ سابقہ میں اقرار لغو نہ ٹھہرا و لو قال الولی فی صورۃ الاقرار السابقۃ صدقتمالیس لہ ان لقیل واحد منہما لان تصدیقہ بالافراد کل بقتلہ وحدہ اقرار بان الاخر لم یقتل بخلاف قولہ قتلتما لہ دعوی القتل بالتصدیق فیتلہما باقرار ہما زلیعی اور اگر وارث مقتول نے اقرار کی صورت سابقہ میں کہا کہ تم دونوں صادق ہو اقرار قتل میں تو وارث کو دونوں مقروں میں سے ایک مفرک بھی قتل کرنا جائز نہیں اس واسطے کہ وارث کی تصدیق ہر مفرک کے تنہا قتل کرنے کی اقرار ہے اس کا کہ دوسرے نے اس کو قتل نہیں کیا یعنی تو درحقیقت دونوں کا مکذب ٹھہرا برخلاف اس قول کے جو وارث نے کہا تھا کہ تم دونوں نے اس کو قتل کیا ہے اس واسطے کہ وہ قول قتل کا دعوی ہے بدون تصدیق کے تو اس صورت میں وارث دونوں کو قتل کرے گا ان کے اقرار کے سبب کذا فی الزلیعی و لو اقر رجل یانہ قتلہ قامت البینۃ علی آخرانہ قتلہ قال الولی قتلہ کلا ہما کان لہ لول قتل المقروون المشہود علیہ لان فیہ مکذیباً لبعض موجبہا مراد اگر ایک مرد نے اقرار کیا کہ میں نے مقتول کو مارا ہے اور گواہ قائم ہوئے اس پر کہ دوسرے شخص نے اس کو قتل کیا ہے اور وارث نے کہا کہ مقدار مشہود علیہ دونوں نے اس کو قتل کیا ہے تو وارث کو مفرک قتل کرنا جائز ہے نہ مشہود علیہ کا اس واسطے کہ اس میں بعض موجب مشہود یہ کہ تکذیب ہے چنانچہ عنقریب گذر گیا ہم موجب مشہود یہ افراد ہے یعنی شہادت اس پر قائم ہوئی

ہے کہ غیر مقررہ شخص نے اس کو تنہا قتل کیا ہے اور وارث قتل بالاشترک کا قائل ہے تو تکذیب شاہدوں کی ہوئی انفرادی اور تکذیب تفسیق سے شاہدوں کی اور تفسیق مبطل شہادت ہے ولو قال الولی لاحد المقرین صدقت انت قتلہ وحدک کان لہ قتلہ تصادقما علی وجوب القتل علیہ حصہ اور اگر وارث نے دو اقرار کرنے والوں میں سے ایک اقرار کرنے والے سے کہا کہ تو سچا ہے تو ہی نے اس کو تنہا قتل کیا ہے تو وارث کو اس مقررہ قتل کرنا جائز ہے اس واسطے کہ فقط مقررہ قتل واجب ہونے پر وارث اور مقررہ دونوں نے اتفاق کیا ہے باہم کے تصادق سے کہا لو قال ذلک لاحد المشہود علیہا کان لہ قتلہ لعدم تکذیبہ مشہودہ علیہ واما کذب الآخرین چنانچہ اگر ولی نے اسی طرح دونوں سے ایک مشہود علیہ سے کہا تو وارث کو اس مشہود علیہ کا قتل کرنا جائز ہے اس واسطے کہ اس نے مشہود علیہ کے گواہوں کی تکذیب نہیں کی اس نے تو اور گواہوں کی تکذیب کی وکذا حکم الخطاء فی کل ما ذکر ذکرہ الزلیعی اور اسی طرح یعنی قتل عمد کے مانند قتل خطا کا حکم ہے ہر ایک امر مذکور میں ایسا ذکر کیا ہے زلیعی نے لیکر عمد میں قتل واجب ہوا تھا اور خطا میں دیت واجب ہوگی شہدا علی رجل بقتلہ خطا وحکم بالمدیۃ علی العاقلۃ فجاء المشہود بقتلہ حیاضاً العاقلۃ الولی یقبضہ الدیۃ بلا حق او الشہود ورجعوا اے الشہود علیہ لولی تمکم المضمون الذی فی ید الولی دو گواہوں نے ایک مرد کے قتل خطا پر گواہی دی اور دیت دینے کا قاتل کے مددگاروں پر حکم ہو گیا پھر جس کے مقتول ہونے کی گواہی دی گئی تھی زندہ آیا تو قاتل کے مددگار مقتول ہونے کے وارث سے دیت کا تاوان لیں اس واسطے کہ وارث نے ناحق دیت لی یا گواہوں کا تاوان لیں اور گواہ وارث سے بھریں اس واسطے کہ گواہ مالک دیت دے کر اس مال مضمون کے جو وارث کے ہاتھ میں ہے والشہادۃ علی القتل العمد فی ہذا حکم کا لفظاں فاذا جازحیا بخیر الورثۃ بین تضرعین الولی المدیۃ او الشہود الا فی الرجوع فلا رجوع للشہود علی الولی لانہم اوجہوا القود وہولیس بمال وقالایرجعون کا لفظاں اور اس حکم پر قتل عمد پر گواہی قتل خطا کی گواہی کے مانند ہے پھر جب کہ مقتول مفروض زندہ آوے گا تو قتل عمد کے مشہود علیہ کے وارث مختار ہیں اس میں کہ مقتول مفروض کے وارث سے دیت کا ضمان لیں یا گواہوں سے تاوان لیں مگر رجوع میں عمد اور خطا برابر نہیں تو مقتول مفروض کے وارث سے گواہوں کو دیت کا پھیر لینا جائز نہیں اس لیے کہ گواہوں نے وارث مذکور کے لیے قصاص لینا واجب کر دیا تھا اور حالانکہ قصاص مال نہیں اور حاجت میں لے لیا کہ گواہ وارث سے دیت پھیر لیں گے قتل خطا کے مانند مقتول مفروض کے وارث کو دیت لینا جائز ہوا نہ قصاص اس واسطے کہ حاکم کے حکم سے شبہ واقع ہو گیا اور شبہ قصاص کا مسقط ہے کذا فی الطحاوی ولو شہدا علی اقرارہ اسی اقرار القاتل بالخطا او العمد ثم جازحیا او شہدا علی شہادۃ غیرہما فی الخطا و قضی بالمدیۃ علی العاقلۃ ثم جازحیا لم یفینا اذ لم یظہر کذبہما فی شہادتهما وضمن الولی الدیۃ فی الصورتین للعاقۃ اذ ظہر انہما متہم بغیر حق اور اگر دو گواہوں نے قتل عمد یا قتل خطا کے قاتل کے اقرار پر گواہی دی پھر مقتول مفروض زندہ آیا یا گواہوں نے شہادہ کی شہادت پر گواہی دی قتل خطا میں اور قاتل کے مددگاروں پر دیت دینے کا حکم دیا یعنی قتل خطا میں اور قصاص کا حکم دیا قتل عمد میں کہ فی الطحاوی پھر وہ شخص زندہ آیا تو گواہوں پر تاوان نہیں اس واسطے کہ گواہی میں ان کا جھوٹ ظاہر نہیں ہوا اور مقتول مفروض کا وارث دونوں صورتوں میں قاتل کے مددگاروں کو دیت کا ضمان دے اس واسطے کہ ظاہر ہو گیا اس کے زندہ ہونے سے کہ اس کے وارث نے مددگاروں کو ناحق خون بہایا والمعتبر حالۃ الرمی فی حق المل والفقان لا الوصول اور حلال ہونے اور ضمان کی لازم ہونے میں تیر اندازی کی حالت معتبر تیر لگنے کی حالت اس واسطے کہ لزوم ضمان فعل کے سبب ہوتا ہے تیر انداز اس واسطے کہ تیر کا مارنا ہی تو انسان کی تحت قدرت میں ہے نہ تیر کا لگنا کیونکہ تیر چھوٹنے کے بعد آدمی کا اصلا اختیار باقی نہیں رہتا تو تیر انداز قاتل ٹھہرے تیر اندازی کی حالت سے فقط کذا فی الطحاوی وحینئذ فجب الدیۃ بالہیوقط القود للثبوت بردا لممی الیہ قبیل الوصول وقال لا حتی علیہ ورجب کہ تیر اندازی کی حالت فقط معتبر ہوئی تو دیت واجب ہوگی تیر اندازی



کے مال میں اور قصاص ساقط ہوگا بسبب شبہہ کے اس شخص کے مرتد ہونے سے جو تیر لگنے سے پہلے مرتد ہو گیا اور صاحبین نے کہا کہ یہ تیر انداز پر دیت اور قصاص کچھ لازم نہیں م صورت اس کی یہ ہے کہ مثلاً زید نے خالد کی طرف تیر پھینکا اور تیر اندازی کے وقت خالد مسلمان تھا لیکن تیر لگنے سے پہلے وہ مرتد ہو گیا تو امام کے نزدیک زید پر دیت اس کی واجب اس واسطے کہ تیر اندازی کا وقت معتبر ہے نہ وصول کا اور تیر اندازی کے حال میں وہ مسلمان محفوظ الدم تھا اور صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ تلف واقع ہوا اس محل میں جہاں عصمت نہیں اور اتلاف غیر معصوم سے کچھ لازم نہیں آتا ولا تجب دیۃ المرمی الیہ باسلامہ بالاجماع اور دیت مرمی الیہ کی اس کے مسلمان ہونے سے باتفاق امام اور صاحبین کے واجب نہیں م یعنی کافر کی طرف تیر مارا اور تیر لگنے سے پہلے وہ اسلام لایا تو اس کی دیت واجب نہیں اس واسطے کہ تیر اندازی کی حالت کا اعتبار ہے اور اس حالت میں اس کا خون مباح تھا نہ معصوم و تجب القیمۃ لبقیۃ بعد المرمی قبل الاماتۃ اور قیمت واجب ہوگی غلام کے آزاد ہونے سے بعد تیر مارنے قبل از وصول کے م یعنی تیر مارنے کے وقت غلام تھا پھر وہ آزاد ہو گیا تیر لگنے سے پہلے تو تیر انداز پر غلام کی قیمت کا واجب ہوگی نہ خون ہا آزاد کا اس واسطے کہ حالت تیر اندازی کا اعتبار ہے نہ تیر لگ جانے کا و یجب الجزاء علی محرم مری صیدا فکل فوصل لا علی حلال رہا فاحرم فوصل اور بدلا واجب ہے اس محرم پر جس نے حالت احرام میں شکار کی طرف تیر پھینکا پھر اس نے احرام ترک کیا پھر اس کے بعد تیر شکار کو لگا اور اس غیر محرم پر بدلا واجب نہیں جس نے شکار کو تیر مارا پھر اس نے احرام باندھا پھر شکار کو تیر لگا ولا یضمن من مری مقصیا علیہ برجم فزج شاہدہ فوصل اور اس شخص پر ضمان لازم نہیں جس نے اس شخص کو تیر مارا جس کے سنگسار کرنے پر قاضی کا حکم ہو گیا پھر اس کی زنا کاری کا شاہد گواہی سے پھر گیا پھر اس کے بعد اس کو تیر لگا م ایک شاہد کے رجوع کو مصنف نے بیان کیا اس واسطے کہ چار گواہوں میں سے ایک کا بھی رجوع کرنا حد کو مال دیتا ہے کذا فی الطحاوی وحل صید ماہ مسلم فتجب فوصل اور حلال ہے وہ شکار جس کو مسلمان نے تیر سے مارا پھر مسلمان مجوسی ہو گیا بعد اس کے تیر شکار کو لگا لایکل ماہ مجوسی فاسلم فوصل لما عرفت ان المعتبر حالۃ المرمی حلال نہیں وہ شکار جس کی طرف مجوسی نے تیر پھینکا پھر مجوسی مسلمان ہو گیا بعد اس کے تیر شکار کو لگا اس واسطے کہ تو معلوم کر چکا ہے کہ تیر اندازی کی حالت معتبر ہے نہ تیر لگنے کی م یہ دلیل ہے جمیع مسائل سابقہ کی تغزیہ مسائل حیرت انگیز ہیں بطور پہلی کے اسی جان لومات مجنیۃ فعلیہ نصف الدیۃ ولو عاش فالدیۃ نقل ختان قطع الحشفۃ باذن ابیہ کون جنایت گر ہے اگر جنایت کردہ مر جائے تو اس پر نصف دیت ہے اور اگر زندہ رہے تو پوری دیت ہے تو اس کا جواب دے کہ وہ ختنہ کرنے والا ہے جس نے صغیر کی سپاری قطع کر ڈالی اس کے باپ کی اجازت سے یعنی باپ نے ختنہ کرنے کی اجازت دی سو اس نے خطا سے سپاری قطع کر ڈالی یہ مسئلہ چند بار مذکور ہو چکا اسی انسان لقطع اذ نہ تجب نصف الدیۃ و لقطع راسہ نصف عشر و نقل نہیں خرج راسہ فقطۃ فغنیۃ الغرۃ کون آدمی ہے جس کے کان کاٹنے سے نصف دیت واجب ہے اور اس کے سر کاٹنے سے دیت کا بیسواں حصہ واجب ہے تو جواب دے کہ بیٹ کا وہ بچہ جبکہ فقط منکلا سو اس کو قطع کیا تو اس میں غرہ ہے یعنی پانسو دینار م دیت سے مراد دیت نفس ہے اور نصف دیت پانسو دینار ہے اور اس کا بیسواں حصہ ۵۰ دینار ہے قطع گوش میں نصف دیت اس وقت ہے جب کہ بچہ قطع کے بعد مردہ نکلے نہ زندہ کذا فی الطحاوی اسی شیء یکجب بالتلافۃ دیۃ و ثلثۃ اخماسا نقل دیۃ الاسنان اشباہ کون چیز ہے جس کے تلف کرنے سے پوری دیت اور دیت کے تین پانچویں حصے واجب ہیں تو جواب دے کہ یہ دانتوں کی دیت ہے کذا فی الاشباہ م اس کا بیان کتاب الدیات میں مفصل آدے گا واللہ اعلم واستغفر اللہ العظیم الحکیم



# کتاب الدیات

یہ کتاب ہے اقسام دیت کے مسائل میں الدیۃ فی الشرع اسم للمال الذی ہو بدل النفس لاسم للمفعول بالمصدر لانه من المنقولات الشرعیۃ دیت یعنی خونہا اصطلاح شرع میں اس مال کا ناکہ ہے جو جان کا بدلہ ہے اور یہ نہیں ہے کہ دیت مصدر ہے بمعنی مفعول اس واسطے کہ دیت منقولات شرعیہ سے ہے یعنی اطلاق دیت کا مال پر حقیقت عربی ہے فقہاء کے نزدیک لغت میں دیت مصدر ہے مانند عدت کے وزن اور تعلیل میں عینی نے کہا کہ آدمی یا عفو آدمی کے عوض کا نام دیت ہے اور مال کے عوض کا نام قیمت ہے والا رش اسم للوجوب فیما دون النفس ہذا رش اس مال کا ناکہ ہے جو سوائے جان کے عضو آدمی کے بدلے واجب ہو م اور گاہے نفس کو بھی رش بولتے ہیں لیکن استعمال اکثر یہی ہے جو شارح نے بیان کی وہیہ شبہ العمدۃ من الابل ارباعاً من بنت مخاض و بنت لبون و حقہ الی جذعہ باوخال الغایۃ اور دیت شبہ عمدہ کی سوا دنییاں ہیں چار قسم کی یعنی ۲۵ پوری یکسالہ اونٹیاں اور ۲۵ پوری دو سالہ اور ۲۵ پوری سہ سالہ اور ۲۵ پوری چار سالہ وہی الدیۃ المغلطۃ لا غیر اور یہی دیت مغلطہ ہے نہ سوائے اس کے م یعنی اس کے سوا چاندی سونے سے شبہ عمدہ کی دیت نہیں شرعاً لہذا یہ ہے کہ اگر اونٹوں کے سوا بھی اور چیز سے دیت جائز ہوتی تو تغلیظ کا فائدہ باقی نہ رہتا والدیۃ فی الخطا اخصاً منہا ومن ابن مخاض اور قتل خطا کی دیت سوا دنیہ ہیں پانچ قسم کے اقسام اربعہ مذکورہ اور ابن مخاض سے م یعنی ۲۰ اونٹیاں یکسالہ اور ۲۰ دو سالہ اور ۲۰ سہ سالہ اور ۲۰ چار سالہ اور ۲۰ اونٹ زہرے یکسال کے او الف دینار من الذہب او عشرة الاف درہم من الورق یا دیت قتل خطا کی ہزار دینار میں سونے کے یا دس ہزار درہم ہیں چاندی کے م قاتل کو اختیار ہے خواہ اونٹ دے خواہ دینار خواہ درہم لیکن شبہ عمدہ میں اختیار نہیں وقال الشافعی ۱۰ اشترانا اور اہم شافعی نے کہا کہ بارہ ہزار درہم دیت ہے وقال منہا من البقر مائۃ بقرة ومن الغنم الفاشۃ ومن الحمل مائۃ حلة کل حلة ثوبان ازار و رواہ ابوالمختار اور صاحبین نے کہا دیت خطا کی اشیاء مذکورہ سے اور گائے بیل سے دو سو دیت ہے اور بھیڑ و بکری سے دو ہزار بکریاں اور رخت پوشیدنی سے دو سو جوڑے ہر جوڑے میں دو کپڑے تہ بند اور چادر یہی قول مختار ہے جوڑے کے اندازے میں اور بعضوں نے کہا کہ ہمارے زمانے میں جوڑے نہیں اور سداہل ہے یعنی گرتا اور یا جامہ بران میں ہے کہ قیمت ہر گائے بیل کی ۵۰ درہم ہیں اور اسکی قدر ہر جوڑے کی قیمت اور بکری کی قیمت ۵ درہم ہے و کفار تہما اے الخطاء و شبہ العمدۃ عتق من فنان عجز عنہ صام شہرین ولا اولاد ولا اطعام فیہا اذ لم یرد بہ النص والمقادیر تو قیفیۃ اور کفارہ قتل خطا اور شبہ عمدہ کا مملوک مسلمان کا آزاد کرنا ہے پھر اگر قاتل آزاد کرنے سے عاجز ہو تو دو مہینے پورے روزے رکھے اور ان دونوں کے کفارہ میں ۶۰ مسکین کا کھانا دینا جائز نہیں اس واسطے کہ نص قرآنی اس میں وارد نہیں ہے اور مقدرات مذکورہ تو قیفی ہیں یعنی نہیں شارع اندازہ ثابت ہوتا ہے اس میں قیاس مجتہد کو مطلقاً دخل نہیں و صحیح اعتاق رخص

۱۲ ایک نسخہ میں عتق کے بعد رقیہ بھی ہے



احد الوسمین لانه مسلم تبعاً لا المجنحین اور صحیح ہے آزاد کرنا اس غلام شیر خوار کا جس کا باپ یا ماں مسلمان ہے اس واسطے کہ وہ مسلمان ہے باپ یا ماں کا ساتھ دے کر نہ بچہ شکمی یعنی بچہ شکمی کا آزاد کرنا کفارہ میں صحیح نہیں و دیت المرأة علی النصف من دیت الرجل فی دیت النفس و ما دونها ردی ذلک عن علی رضی اللہ عنہ موقوفاً و مرفوعاً اور عورت کی دیت نصفاً نصف پر ہے مرد کی دیت سے جان کی دیت میں بھی اوزجان کے سوا اعضا کی دیت میں بھی یہ مردی ہے علی رضی اللہ عنہ سے بروایت موقوف بھی اور مرفوع بھی موقوف سنن بیہقی میں ہے عن ابراہیم النخعی عن علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال عقل المرأة علی النصف من عقل الرجل فی النفس و فیما دونها اور روایت مرفوع بھی بیہقی میں ہے عن معاذ بن جبل قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دیت المرأة علی النصف من دیت الرجل کذا فی شرح البدایہ للیعنی والذی والمتامن والمسلم فی الدیت سوا عرلاً فالشافعی و صحیح فی الجوهرة ان لا دیت فی المتامن و اقرہ فی الشربکالیہ لکن بالتسویۃ ہزم فی الاختیار و محمد الزلیع اور کا فز مطیع الاسلام اور متامن یعنی جو کہ فرجی و الاسلام میں آوے پناہ لے کر اور مسلمان دیت میں برابر میں برخلاف شافعی کے اور جو ہرہ میں اس کی تصحیح کی ہے کہ متامن میں دیت نہیں ہے اور شربکالیہ میں اس کو ثابت رکھا ہے لیکن اختیار میں ذمی اور متامن اور مسلم کے برابر ہونے پر یقین کیا ہے اور اسی قول کو صحیح کہا ہے فی النفس خبر المبتدأ و ہو قولہ الا فی الدیت اور جان میں یعنی جان کے قتل خطا میں دیت ہے شارح نے کہا کہ فی النفس اور اسی طرح اس کی جمیع معطوفات خبر ہیں اگلی مبتدأ کی یعنی دیت کی والالف و مارہ و رنبہ و قیل فی الدیت حکومت عدل علی الصحیح اور ناک میں اور ناک کے زم منتقون میں اور ناک کی ناک قطع کر ڈالنے میں پوری دیت ہے اور بعضوں نے کہا کہ سر بینی کے قطع میں دیت نہیں حکومت عدل ہے بنا بر قول صحیح کے والذکر و الحشفۃ اور آلت تناسل اور سر ذکر کے قطع کر ڈالنے میں پوری دیت واجب ہے م قطع زبان اور قطع بینی کی پوری دیت میں حدیث ثابت ہے اور باقی اعضا کا ان پر قیاس ہے مبسوط میں ہے کہ قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ انسان کے اعضا میں سے اگر عضو مفرد ہے تو اس میں کمال دیت ہے اور اگر دو عضو ہیں تو دونوں کے قطع میں پوری دیت ہے اور ایک کے قطع میں نصف دیت ہے اور اگر چار عضو ہیں تو چاروں کے قطع میں پوری دیت ہے اور ایک کے قطع میں چوتھائی دیت ہے اور اگر آدمی میں دس عضو ہیں چنانچہ ہاتھ کی دس انگلیاں تو سب کے قطع میں پوری دیت ہے اور ایک کے قطع سے سوال حصہ دیت کا واجب ہے کذا فی الیعنی والعقل والسمع والبصر واللسان ان منع المنطق افاد ان فی لسان الاخرس حکومت عدل جوہرۃ و ہذا ساقط من نسخ الشرح فتنہ اور ازالہ عقل اور سوٹکھنے اور کھینے اور دیکھنے میں اور قطع زبان میں دیت ہے بشرطیکہ قطع زبان بولنے کا مانع ہو گیا ہو شارح نے کہا مصنف نے منع نطق کی شرط سے اشارہ کر دیا کہ گوئی کی زبان قطع کر ڈالنے میں دیت نہیں حکومت عدل ہے کذا فی الجوهرة اور یہ عبارت مصنف کی شرح کے نسخوں سے ساقط ہے تو آگاہ ربیوم قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جب اعضا کی جنس منفعت علی وجہ الکمال فوت ہو جائے یا آدمی کا حسن و جمال علی وجہ الکمال زائل ہو جائے تو پوری دیت واجب ہوتی ہے منفعت اور جمال میں کمال کی قید اس واسطے لگائی کہ عضو ناقص کے فوت ہونے میں چنانچہ گوئی کی قطع زبان میں پوری دیت واجب نہیں اس لئے کہ جنس منفعت اور جمال علی وجہ الکمال فوت نہیں ہوا اور اسی طرح خصی اور نامرد کے

۱۱۔ ابراہیم نخعی روایت کرتے ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہ آپ نے فرمایا دیت عورت کی نصف ہے بہ نسبت دیت مرد کے نفس میں اور نفس سے کم میا ۱۲۔ معاذ بن جبل سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دیت عورت کی نصف ہے دیت مرد سے ۱۳۔

قطع آرتنسل میں اور شل ہاتھ اور لنگڑے پاؤں کے قطع میں اور چنم کور اور دندان سیاہ میں نہ قصاص واجب ہے محمد میں نہ خونہا خطا میں بلکہ اس میں حکومت عدل ہے ابن ابی شیبہ کے مصنف میں روایت ہے کہ ایک مرد نے دوسرے مرد کے سر میں پتھر مارا زندہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ میں تو اس کا سمع اور زبان اور آلہ تناسل جاتا رہا تو وہ عورت کے ساتھ قربت نہیں کر سکتا تھا تو عمر رضی اللہ عنہ نے چارہ قول کا حکم کیا کذا فی المعنی اومنع اوار اکثر الحروف والاقسمت الدیۃ علی عدد حروف الہجاء الثانیۃ والعشرون او حروف اللسان الستۃ عشر تقسمان فما اصاب الفانت یرمہ وتماہر فی شرح الوہبانیۃ وغیرہ یا پوری دیت قطع زبان میں اس وقت ہے جب کہ قطع اکثر حروف کے ادا کرنے کا مانع ہو اور اگر حروف ادا ہوتے ہوں اور بعض نہ ادا ہوتے ہوں تو دیت کی قسمت ہرگی الجبد کے ۲۸ حروف کے شمار پر یا فقط زبان کے متوالہ حروف پر دیت مقسوم ہوگی اس میں دونوں قولوں کی تصحیح ثابت ہے سو جس قدر کہ دیت فوت ہو جانے والے حرف کو پہنچنے کی ایک قدر جانی کو لازم ہوگی اور اس کا پورا بیان شرح وہبانیۃ وغیرہ میں مذکور ہے منع اکثر حروف پر کل دیت لازم ہونا قول ضعیف ہے قول اصح یہ ہے کہ اگر نصف حروف کا نقصان ہو تو نصف دیت واجب ہے اور اگر ثلث یا ربع کا نقصان ہے تو ثلث یا ربع دیت واجب ہے اور اصل اس میں یہ ہے کہ علی مرتضیٰ کے زمانہ میں ایک شخص نے دوسرے کی قدر سے زبان کاٹ ڈالی تھی سو اس سے حروف پڑھائے گئے جو حرف اس سے نہ نکلا بقدر اس کے دیت کا حکم کیا کذا فی شرح الوہبانیۃ لعبد البر اور زبان کے خاص متوالہ حرف یہ ہیں ت ث ج ذ ز س ش ص ض ط ظ ل ن ی کذا فی الطحاوی ولحیۃ حلفت فلم تنبت اور اس ڈاڑھی میں جو مونڈی گئی پھر اس کے بال نہ جھے پوری دیت ہے م اس واسطے کہ ازالہ ریش سے مرد کا جمال علی الکمال جاتا رہتا ہے اور عورت کی ڈاڑھی مونڈنے میں کچھ دیت نہیں اور مونڈنے سے مطلق ازالہ مراد ہے ویوہل سنۃ فان مات فیہا بری اور وجوب دیت میں سال بھر کی مدت مقرر ہوتی ہے پھر اگر وہ شخص سال بھر میں مر گیا تو مونڈنے والا ڈاڑھی کا بری الذمہ ہو گیا دیت کے دینے سے وہی نصفان نصف الدیۃ وفیادونہ حکومت عدل کشایب ولحیۃ عبد فی الصبح اور آدمی ڈاڑھی مونڈنے میں آدمی دیت ہے اور آدمی سے کم مونڈنے میں حکومت عدل ہے جیسے موچہ میں اور غلام کی ڈاڑھی مونڈنے میں حکومت عدل واجب ہے قول صحیح میں ولا شئی فی نیمیۃ کوی علی ذقۃ شعرات معدودۃ ولو علی خذہ ایضا ولکنہ غیر متصل فحکومت عدل ولو متصلاً فکل الدیۃ اور کچھ لازم نہیں اس کھو سے کی ڈاڑھی مونڈنے میں جس کی ٹھڈی پر گنتی کے چند بال ہیں اور اگر اس کے رخساروں پر بھی بال ہوں ولکن متصل نہ ہوں تو اس میں حکومت عدل ہے اور اگر رخسار اور ذقن کے بال متصل ہوں تو پوری دیت واجب ہے وشعر الرأس کذلک ای اذا حلق ولم یثبت کفاروی عن علی رضی اللہ عنہ وعند الشافعی فیہا حکومت عدل اور سر کے بالوں کا یہی حکم ہے یعنی جب کہ سر کے بال پر درود زبردستی سے کوئی مونڈ ڈالے اور سال کے اندر نہ جھیں تو پوری دیت واجب ہے یہ حکم مروی ہے علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے اور امام شافعی کے نزدیک اس میں حکومت عدل ہے واعلم انہ لا قصاص فی الشعر مطلقاً ولومات قبل تمام السنۃ ولم یثبت فلاحی علیہ کشر صدر وساعد وساق اور معلوم کر کہ بالوں میں مطلقاً قصاص نہیں اگرچہ جنایت گناہ ہو اور اگر وہ شخص مر گیا سال پورے ہونے سے پہلے اور بال نہ جھیں تو جانی پر کچھ لازم نہیں ہے سو اے قزیر کے کذا فی الطحاوی جیسے صدر اور ساعد اور ساق کے بال مونڈ ڈالنے میں قصاص نہیں والعیین والیسقین و الحاجین والرجلین والاذنین والانیسین اے الخفین وثیدی المرأة وعلیتہا والایتین اذا اسلما والافحکومت عدل اور دونوں آنکھوں اور دونوں ہونٹوں اور دونوں بھوڑوں اور دونوں پاؤں اور دونوں کانوں اور دونوں فوطوں اور عورتوں



کی دونوں چاتیں اور چاتوں کی دونوں گھنڈیوں میں اور دونوں چوڑوں میں پوری دیت واجب ہے بشرطیکہ چوڑوں کو بالکل قطع کر ڈالے اور اگر تھوڑا قطع کیا تو اس میں حکومت عدل واجب ہے وکذا فرج المرأة من الجانین الدیۃ و فی ثدی الرجل حکومت عدل اور اس طرح عورت کی شرمگاہ دونوں جانب سے قطع کرنے میں پوری دیت ہے اور مرد کی پستان کاٹنے میں دیت نہیں حکومت عدل سے قطع شرمگاہ عورت میں استیصال شرط ہے کہ بڑی تک پونچے اور نہیں تو حکومت عدل واجب ہے کذا فی الطحاوی و فی کل واحد من ہذہ الاشیاء المردودۃ نصف الدیۃ اور ان دو ہری چیزوں میں سے ایک چیز کے قطع میں نصف دیت واجب ہے یعنی ایک آنکھ یا ایک ہونٹ یا ایک بھول یا ایک پاؤں یا ایک کان یا ایک فوطہ یا ایک پستان یا ایک گھنڈی پستان کی یا ایک چوڑے کاٹنے میں نصف دیت ہے و فی اشعار العینین الاربعۃ جمع شفرۃ بضم کشین و تقع الجفن والذب الدیۃ اذا قلعا ولم تنبت اور آنکھ کے چاروں پلوں میں کے بالوں میں پوری دیت ہے بشرطیکہ پلوں کے بال جڑ سے اکھڑیں اور پھر نہ جھیں شارح نے کہا اشعار جمع ہے شفرۃ کی بضم شین اور فتح بھی اس کا جائز ہے شفرۃ عبارت ہے پلک سے یا پلک کے بالوں سے مطلق شفرۃ کا پلک پر حقیقت ہے اور پلک کے بالوں پر مجاز ہے اور دونوں میں سے جو مراد لیجیے مطلب صحیح ہے اس واسطے کہ پلوں اور ان کے بالوں میں پوری دیت ہے کیونکہ دونوں میں آنکھ کی منفعت اور جمال علی الکمال ہے و فی احدہما رجباً اور ایک پلک میں چوتھائی دیت واجب ہے مگر آنکھ میں دو پلک ہیں ایک نیچے اور ایک اوپر تو دونوں آنکھوں میں چار پلک ہیں و لو قطع جفون اشعاراً فذیۃ واحدة لانما کشی واحد اور اگر قطع ہوں پلک ان کے بالوں کے ساتھ تو ایک ہی دیت ہے اس واسطے کہ پلک اور ان کے بال ایک چیز کے مانند ہیں مگر شارح کو یوں کہنا واضح تر تھا الجفون باشعار کذا فی الطحاوی و فی جفن لا شعر علیہ حکومت عدل مکن المعتقد ان فی کل ذیۃ کاملۃ جفنا او شعراً اور اس پلک میں جس پر بال نہیں حکومت عدل ہے لیکن معتقد قول یہ ہے کہ ہر ایک میں پوری دیت ہے خواہ پلک ہو یا اس کے بال موطاوی نے کہا غایۃ البیان میں یوں ہے کہ جس پلک میں بال نہیں اس میں حکومت عدل مجر کو معلوم نہیں کہ سوائے شارح کے قول معتقد مذکور کو کس نے بیان کیا ہے اور ایک نسخہ میں بجائے شفرۃ کے شفرۃ بالفارسی ہے و فی کل اصبع من اصابع الیدین والعشیرۃ اور دونوں اصبعوں اور دونوں پائوں کی انگلیوں میں سے ہر انگلی میں دیت کا سوال حصہ واجب ہے یعنی سو دینار یا ہزار درہم یا دس اونٹ م ابو داؤد و ابن ماجہ میں ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انگلیاں برابر ہیں ہر انگلی میں دس اونٹ ہیں کذا فی البیہقی و یافیا مفصل یعنی احد ثلاث ذیۃ الا اصبع ونصف اے نصف ذیۃ الا اصبع لو فیہا مفصلان کالاسام اور جس انگلی میں مفصل اور جوڑتین ہیں تو ایک مفصل کے قطع میں انگلی کی تہائی دیت واجب ہے اور انگلی کی نصف دیت ہے اگر انگلی میں دو جوڑتین چنانچہ انگلی میں و فی کل سن یعنی من الرجل از ذیۃ سن المرأة نصف ذیۃ الرجل جو مہرۃ خمس من الابل او خمسون دیناراً او خمسائے درہم اور ہر دانت میں پانچ اونٹ یا پچاس دینار یا پانچ سو درہم دیت ہے شارح نے کہا دانت سے مرد کا دانت مراد ہے اس واسطے کہ عورت کے دانت کی دیت مرد کے دانت کی دیت سے آدمی ہے لقولہ علیہ الصلوۃ والسلام فی کل سن خمس من الابل یعنی نصف عشر ذیۃ لوجہ او نصف عشر قیمۃ لوجہ دیت مذکور ثابت ہے اس حدیث کی دلیل سے کہ ہر دانت میں پانچ اونٹ ہیں یعنی اگر آزاد ہے تو اس کی دیت کے دسویں حصہ کا نصف یعنی دیت کا بیسواں حصہ اور اگر غلام ہے تو اس کی قیمت کا بیسواں حصہ م دیت اس وقت ہے جب کہ جنایت خطا سے ہو اور اگر عمدتاً ہے تو اس میں قصاص ہے اور دیت میں سب دانت برابر ہیں

بدیل اس حدیث مرفوعہ کے جو بزاز میں ابن عباس سے روایت ہے کہ سب دانت برابر ہیں کذا فی المعنی فان قلت تزیید حیث دیت  
الاسنان کما علی دیت النفس ثلثہ اثنا سقا قلت نعم ولا باس فیہ لانہ ثابت بالنفس علی خلاف القیاس کما فی الغایۃ وغیرہ اور فی الغایۃ  
ویس فی البدن ما یجب تبغیرہ اکثر من قدر الدیت سو سے الاسنان پھر اگر تو کہے کہ جب ہر دانت کی دیت پانچ اونٹ مٹھری تو سب دانتوں  
کی دیت زیادہ ہوتی ہے جان کی دیت سے تین پیچ جسے دیت کے میں کتابوں کہ ہاں زیادہ ہوتی ہے اور اس میں کچھ مضائقہ نہیں  
اس واسطے کہ وہ ثابت ہے نفس حدیث سے برخلاف قیاس کے چنانچہ غایۃ البیان وغیرہ میں مذکور ہے اور غایۃ میں ہے اور بدن  
میں وہ عضو نہیں ہے جس کے فوت کر ڈالنے سے دیت نفس سے زیادہ ہو سوائے دانتوں کے م آدمی کے ۳۲ دانت ہوتے ہیں  
۲۰۔ اضراس یعنی داڑھیں اور چار ایناب یعنی نیش اور چار ثنایا یعنی سامنے کے دانت اور چار ضوا حک یعنی جو دانت کہ منہ کے  
وقت ظاہر ہو جاتے ہیں پھر جب ایک دانت میں دیت کا نصف عشر یعنی بیسواں حصہ واجب ہوا تو سب دانتوں میں پوری دیت اور  
دیت کے تین خمس واجب ہوئے یعنی سولہ ہزار درم کذا فی المطاوی یا ایک سو ساٹھ اونٹ وقد وجدوا جذارہ فکون اسانہ تساو عیشین  
ذکرہ القستانی قلت وحینئذ فلیکوج دیت وخمسا دیت وغیرہ مادیت ونصف او ثلثہ اثنا س اور گاہے ہوتے ہیں چار نواجذ یعنی  
دندان خرد جن کو بعض اہل ہند عقل داڑھ کہتے ہیں تو اس حساب سے ۳۶ دانت ہوتے ہیں یہ ذکر کیا ہے قستانی نے میں کتابوں اور  
اس وقت میں کھوسے دانتوں میں ایک دیت واجب ہے اور دو خمس دیت کے اور کھوسے کے سوا یا ایک دیت اور نصف دیت ہے  
یا تین خمس یا چار خمس دیت کے واجب ہیں م مغرب میں ہے کو سج یعنی کھوسا مغرب ہے جس کے ذقن پر بال ہوں نہ مضار دل پر  
اور مسمی نے کہا کو سج وہ ہے جس کے دانت کم ہوں اور یہی منقول ہے امام ابو حنیفہ سے قستانی میں ہے کہ کو سج کے دانت ۲۸ ہوتے ہیں  
اور یہی شناخت ہے اس کی تو کھوسے کے دانتوں کی دیت کا ایک دیت اور دو خمس دیت کی ہونا ظاہر ہے قستانی میں ہے کہ اگر ۳۲ دانت  
اکھاڑے جاویں خطا سے تو دیت اور تین خمس واجب ہیں یعنی سولہ ہزار درم اور اگر ۳۴ دانت اکھاڑے جاویں تو دیت اور نصف  
دیت ہے یعنی پندرہ ہزار درم اور اگر ۳۶ دانت اکھاڑے جاویں تو دیت اور چار خمس واجب ہیں یعنی اٹھارہ ہزار درم کذا فی المطاوی  
وعلمت ان المرأة علی النصف فبصر اور حیدر بار تو معلوم کر چکا ہے کہ عورت کی دیت مرد کے نصف پر ہے تو خبر دار رہو و تحجب دیت  
کاملۃ فی کل عضو ذہب نفعہ بغرب منارہ کید تسلط و عین ذہب ضوآء و صلب القطع ما وہ اور دیت کال جب  
ہے ہر ایک اس عضو میں جس کی منفعت جاتی رہے کسی مارنے والے کے مارنے سے چنانچہ ضرب سے ہاتھ شل ہو گیا یعنی خشک اور  
بیکار ہو گیا اور آنکھ کی روشنی جاتی رہی اور ضرب کے صدر سے پیٹھ کی منی منقطع ہو گئی و کذا لو سلس بولہ او اعدبہ ولو زالت المحو  
فلان علیہ و لیسے اثر الفرج محکومہ عدل اور اسی طرح پوری دیت واجب ہے اگر ضرب سے پیشاب اس کا جاری ہو گیا بند نہیں ہوتا  
یا اس کو کھڑا کر دیا اور اگر ضرب کے بعد کو بڑا اہل ہو گیا تو جانی پر کچھ نہیں اور کو بڑ جانے کے بعد ضرب کا نشان باقی رہا تو اس میں حکومت  
عدل ہے و تحجب حکومت عدل باتلاف عضو ذہب نفعہ ان لم یکن فیہ جمال کالید الشلاء اور حکومت عدل واجب ہے  
اس عضو کے تلف کر ڈالنے میں جس کی منفعت فوت ہو چکی تھی ضرب منارہ سے پہلے بشرطیکہ اس عضو میں جمال اور خوشنائی نہ ہو چنانچہ  
لجاءتہ یعنی نہ اس میں منفعت ہے نہ خوشنائی تو اس کے قطع میں دیت نہیں حکومت عدل ہے اور شہہ کالاً ان کان فیہ جمال  
کالاذن الشاخصۃ ہواطرش یا عضو مذکور کی پوری دیت واجب ہے اگر عضو مفقود النفع کے ہونے میں جمال اور خوشنائی ہو چنانچہ



گوش مرتفع یعنی اونچا کان قطع کرنے میں اطمینان کے ساتھ کہ اگر مرجع ضمیر کا شخص ہے شاخص سے ماخوذ اور صاحب قاموس نے شخص یعنی طرش مذکور نہیں کیا اتنے میں کہتا ہوں وباللہ التوفیق کہ شاید شارح نے یوں کہا ہوگا وہو الا طرش یعنی در حالیکہ اونچے کان والا ہر اسے سماعت نہیں رکھتا طرش بر وزن فحش یعنی گراں گوش لغت میں ثابت ہے عجب نہیں کہ سموکتاب سے طرش کا الف اور واو حالیہ کتابت میں رہ گیا ہو والا ہو طرش کا محصل مفہوم نہیں ہوتا کیونکہ طرش یعنی گرائی گوش شخص یعنی ارتفاع کی تفسیر نہیں ہو سکتی واللہ اعلم وحسب ما لوالصقہ فالنعم فی اوخر هذا الفصل اور اس فصل یعنی فصل شجاج کے اخیر میں وہ مسئلہ آوے گا کہ اگر عضو کو چپکا یا پھر گوشت جم گیا

## فصل فی الشجاج

یہ فصل ہے شجاج کے مسائل میں شجاج جمع ہے شجہ کی و تخفص الشجۃ بالیون بالوجه والراس لغة اور لغت میں شجہ مخصوص ہے اس جراحت کے ساتھ جو چہرہ اور سر پر ہو شجہ کا مکان سر اور چہرہ ہے ذقن تک اور تحت ذقن موضع شجہ نہیں اور دماغی ہمارے نزدیک چہرہ میں داخل ہے کذا فی العالمگیریہ حموی نے کہا حکم خاص شجہ پر مرتب ہے اور جراحت یعنی مطلق جراحت طحی شجہ نہیں اس واسطے کہ وجہ اور راس اکثر مکشوف رہتے ہیں تو ان کے زخم میں نہایت عیب اور بدنامی ہے و مایکون بغیر ہما فجراحتہ اسے شجہ جراحتہ و فیما حکومت عدل مجتبیٰ و مسکین اور جو زخم کہ چہرہ اور سر کے سوا باقی بدن میں ہوتا ہے وہ کسی جراحت ہے اور اس میں دیت نہیں حکومت عدل ہے کذا فی المجتبیٰ و مسکین وہی اسے شجاج عشرۃ اور شجاج دث ہیں یعنی چہرہ اور سر کے زخموں کے دث نام ہیں الحارصہ بمہلات وہی التي تحصر الجلد اسے تحذہ پہلے زخم کا نام حارصہ ہے بجار مہملہ و داء مہملہ و صا د مہملہ اور حارصہ وہ زخم ہے جس میں کھال نڈوش ہو جائے یعنی چھل جائے ہندی میں اس کو کھرو نچا کہتے ہیں والد امة مہلات التي تظهر الدم کالد مع ولائیدہ اور دوسرا زخم داء مہملہ ہے بدال مہملہ و عین مہملہ و امعہ وہ زخم ہے جس میں آنسو کے مانند خون نمودار ہو جائے اور خون کو نہ بہا دے والد امیۃ التي تید اور تیسرا زخم دایہ ہے جو بطن کو بہا دے والیا صغۃ التي تبضع الجلد ای تقلعہ اور باضعہ وہ زخم ہے جو کھال کو قطع کر دے والمثلۃ حمۃ التي تاخذ فی اللحم اور مثلاً حمہ وہ زخم ہے جو گوشت کو قطع کر دے والسحقاق التي تصل الی السحاق ای جلدۃ رقیقۃ بین اللحم و عظم الراس اور سحقاق وہ زخم ہے جو سحقاق تک پہنچ جائے سحقاق وہ باریک کھال ہے جو گوشت اور سر کی ہڈی کے درمیان میں ہے والموضحة التي توضع العظم ای تلمحہ اور موضحة وہ زخم ہے جو ہڈی کو ظاہر کر دے یعنی جس میں کھال اور گوشت قطع ہو کر ہڈی کھل جائے والماسۃ التي تشتم العظم اسے نکسہ اور ماسۃ وہ زخم ہے جو ہڈی کو توڑ دے والمنقلۃ التي تنقلہ بعد الکسر اور منقلۃ وہ زخم ہے جو ہڈی کو منتقل کر دے اس کے توڑنے کے بعد یعنی ہڈی کو ایک موضع سے دوسرے موضع کی طرف کر دے کذا فی العینی والامۃ التي تقلل لیسۃ الدماغ وہی الجلدۃ التي فیما الدماغ اور دواں شجہ زخم آمد ہے جو ام الدماغ تک پہنچ جائے ام الدماغ اس کھال کا نام ہے جس کے اندر دماغ ہے یعنی بیجا و بعد بالامۃ یعنی معجمہ وہی التي تخرج الدماغ ولم یذکر ہا محمد للموت بعدا عادة فتكون قتلاً لا شجا فعلم بالاستقراء بحسب الآثار انما لا تزيد علی العشرة اور جراحت آمد کے بعد گیا رھویں جراحت داء مہملہ ہے یعنی معجمہ اور داء مہملہ وہ زخم ہے جو بیجے کو نکال دے اور داء مہملہ کو محمد نے مذکور نہیں کیا اس واسطے کہ اس کے بعد تو موت ہے باعتبار غالب عادت کے تو داء مہملہ قتل ٹھہری نہ جراحت تو نقص آثار سے یہ معلوم ہو گیا کہ شجاج دث زخموں سے زیادہ نہیں ہوتے و یجب فی الموضحة نصف عشر الدیۃ ای بظہیر

سے قاتل میں اطروش بالضم زیادتی داؤ لکھا ہے اور صراح میں بدو داؤ کے مگر بر وزن الفعل کہیں نہیں لکھا یہ ہو ہے مترجم اول کا ۱۲

سے اور ایک نسخہ میں خبرج ہے بجائے تخرج کے یعنی جو دماغ کو زخمی کر دے ۱۳

اصلح والا فہی حکومت عدل لان جلدہ انقص زینۃ من غیرہ قستانی عن الذخیرۃ اور جراحت موضعہ میں دیت کا بیسواں حصہ یعنی پانچ اونٹ یا پانسو درم واجب ہے بشرطیکہ مجروح اصلح نہ ہو یعنی اس کے سر کے بال پیری سے نہ جڑ گئے ہوں اور نہیں تو اس میں دیت نہیں بلکہ حکومت عدل ہے اس واسطے کہ اصلح کی کمال غیر اصلح سے کمتر ہے آرائش میں کذا فی القستانی عن الذخیرۃ وفی الماشیۃ عشر ما وفی المنقلۃ عشر ونصف عشر اور جراحت ہاشمہ میں دیت کا دسواں حصہ واجب ہے یعنی دس اونٹ اور جراحت منقلہ میں دیت کا دسواں حصہ اور بیسواں حصہ یعنی پندرہ اونٹ واجب ہیں وفی الآتۃ والجماعۃ ثلثا اور جراحت آتہ اور جراثمہ میں تہائی دیت کی واجب ہے م جائفہ کی تفسیر میں اختلاف ہے زلعی میں ہے کہ جائفہ وہ زخم ہے جو سر اور پیٹ میں ہو اور قول ضعیف یہ ہے کہ جائفہ سینہ ہوتا حلق کے اوپر ہستی سراج و اج میں ہے کہ جائفہ وہ زخم ہے جو پیٹ کے اندر تک پہنچے پیٹ کی طرف سے یا پیٹ یا سینہ کی طرف سے یا گردن کی جانب سے اس موضع تک پہنچے جہاں تک پانی جانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے تو یہ سب جراحتیں جائفہ ہیں اور جو اس کے اوپر کا زخم ہے وہ جائفہ نہیں ہے اور جائفہ نہیں ہوتا دونوں ہاتھوں اور دونوں پاؤں اور ان اور منہ اور سر میں اور اگر زخم فوطوں اور آلت تناسل کا پیٹ تک پہنچ جائے تو وہ بھی جائفہ ہے کذا فی الطحاوی فان لفظ الجائفۃ قسما لا لانا فان لفظ صارت جائفۃ فیجب فی کل ثلثا پھر اگر جائفہ نافذ ہو گیا یعنی پیٹ کا زخم پیٹ کی طرف پھوٹ نکلا تو دیت کی دو تہائیاں واجب ہیں اس واسطے کہ جب جائفہ وار پار ہو گیا تو وہ جائفہ ہو گئے ایک پیٹ کی جانب سے دوسرا پیٹ کی طرف سے تو ہر جائفہ میں تہائی دیت کی واجب ہوگی وفی الحارصۃ والدامۃ والدایۃ و الباصۃ والمکلاحمۃ والسحاق حکومت عدل اذلیس فیہ اشارش مقدم من جہۃ السمع ولا یکن اہارا فوجب فیہا حکومت عدل اور حارصہ اور دامۃ اور دامیہ اور باصۃ اور ستاحمہ اور سحاق میں دیت نہیں حکومت عدل ہے اس واسطے کہ ان زخموں میں کچھ دیت مقرر نہیں ہے من جہۃ السمع یعنی شارع کی جانب سے اور ان کاریگاں چھوڑنا بھی ممکن نہیں ہے تو ان میں حکومت عدل واجب ہوئی م مصنف علیہذا ان میں ابراہیم نخعی سے مروی ہے کہ مادون موضعہ میں حکومت عدل واجب ہے کذا فی العینی وہی ای حکومت العدل ان یشطر کم مقدار ہذہ الشیخۃ من الموضوحۃ فیجب لہذا من لفظ عشر الدیۃ قالہ النکری وصحۃ شیخ الاسلام اور وہ یعنی حکومت عدل یہ ہے کہ نظر اور تال کیا جاوے کہ اس زخم کی کتنی مقدار ہے موضعہ سے تو بقدر اس کی دیت کے بیسواں حصہ سے واجب ہوگا یہ قول ہے کرنی کا اور صحیح کی ہے اس قول کی شیخ الاسلام نے م چونکہ موضعہ کی دیت شرعا اقل ثابت ہے شہاج سے لہذا اس کو مقیس علیہ ٹھہرایا چند کی مقدار کی تو صحیح یہ ہے کہ مثلاً باصۃ کو تال کیا کہ موضعہ سے کسی قدر ہے تو اگر اس کی مقدار ثلث ہے موضعہ سے تو موضعہ کی ثلث دیت واجب ہوگی اور اگر ربع تو ربع دیت واجب ہوگی و علی القیاس وجہ صحیح قول کرنی کی یہ ہے کہ اس میں رجوع ہے منصوص علیہ کی طرف کذا فی العینی وقیل قالہ الطحاوی یقوم المشجوج عبدا بلا ہذا الاثر موفقتا لتفاوت بین الیتمیین فی الحر من الدیۃ وفی العبد من الیمۃ فان نقص الحر عشر فیمۃ اخذ عشر دینۃ وکذا فی النصف والثلث اور حکومت عدل کی تفسیر میں دوسرا قول طحاوی کا یہ ہے کہ مجروح الاس کو غلام قرار دے کر بدوں اس زخم کے اس کی قیمت مقرر کی جائے پھر اس زخم کے ساتھ اس کی قیمت سین کی جائے پھر جس قدر تفاوت ہو دونوں قیمتوں میں اسی قدر آزاد میں اس کی دیت سے لیا جائے اور غلام میں قیمت سے تو اگر قیمت سے دسواں حصہ کم ہو تو آزاد کی دیت سے دسواں حصہ لیا جائے اور اسی طرح نصف اور ثلث میں یعنی اگر زخم سے نصف قیمت کم ہو گئی ہو تو نصف دیت حکومت عدل ہے اور اگر ثلث کم ہو تو ثلث دیت حکومت عدل ہے ہوا کی ہذا لتفاوت ہی ای حکومت العدل بہ یعنی کما فی الوقایۃ والنقایۃ والیطۃ والدلۃ



والی نریہ وغیرہا وجزم بہ فی الجمع وہ یعنی تفاوت بین العتیمین وہی حکومت عدل ہے اسی طحاوی کے قول پر فتویٰ ہے چنانچہ وقایہ اور نقایہ  
ور متقی اور درر اور خانہ وغیرہ میں ہے اور جمع میں اسی قول پر یقین کیا ہے م اور اسی قول کو حلوانی نے لیا ہے اور یہی قول ہے آئمہ ثلثہ کا اور  
اہل علم کا ابن منذر نے کہا یہی قول محفوظ ہے اہل اجتماع سے کذا فی العینی و فی الخلاصۃ انما یتقیم قول الکرمی لوالجناۃ نے وجہ در اس فحشہ لغتی بہ  
مذکورہ غیر ہما و تفسر علی الفتنے یفتے بقول الطحاوی مطلقاً لانہ البیر انتہی ونحوہ فی الجوسہ و بزایۃ اور خلاصہ میں ہے کہ کرنی کا قول تو خاص  
سی صورت میں مستقیم ہے جب کہ جنایت چہرہ اور سر میں ہو تو اس وقت میں کرنی کے قول پر فتویٰ ہوگا اور اگر چہرہ اور سر کے سوا اور جگہ نہ خم ہو یا  
مفتی پر مشکل پڑے موضع پر قیاس کرنا کرنی کے قول پر تو اب طحاوی کے قول پر فتویٰ دے مطلقاً اگرچہ جرحت چہرہ اور سر میں ہو اس واسطے  
کہ طحاوی کا قول آسان تر ہے انتہی مافی الخلاصۃ اور اسی کے مانند جوہرہ میں ہے زیادت کے بیان کے ساتھ قیل تفسیر الحكومة ہو یا يحتاج  
الیہ من السفقۃ و اجرة الطیب والادویۃ الی ان یر اور بعضوں نے کہا تفسیر حکومت عدل کی وہ ہے کہ جس کی حاجت پڑے منجد خوراک اور  
جست جرح ادر قیمت ادویہ کے زخمی کے صحیح ہو جانے تک م طحاوی نے کہا کہ قول مفتی بہ کو تو معلوم کر چکا یعنی تو یہ قول ضعیف قابل اعتماد  
کے نہیں ہے ولا قصاص فی جمیع الشجاج الا فی الموضحة عمداً اور قصاص نہیں جمیع شجاج میں مگر موضحة عمدائیں م شجاج مانوق موضحة یعنی  
اشتم اور منقلہ ادمہ میں بالاتفاق قصاص نہیں اور اداون موضحة یعنی حارصہ اور دامعہ اور دامیہ اور باضہ اور مستلحمہ اور سحاق کے قصاص میں اختلاف  
ہے جو منقریب مذکور ہوگا و لا قودنیہ لیسو سے العمد والخطا فیہ اور جن شجاج میں قصاص نہیں اس میں عمد اور خطا دونوں برابر ہیں یعنی تو وہاں عمد  
میں واجب ہے جو خطا میں واجب ہے کذا فی الطحاوی عن المیطلکن ظاہر المذہب وجوب القصاص فیما قبل الموضحة ایضا ذکرہ محمد فی الاصل وہو  
الاصح و درو مجتہد ابن اکمال وغیرہا لا مکان المساواة بان یسبر غور البیارات ثم یتخذ حدیۃ بعدہ فیقطع لکن ظاہر مذہب وجوب قصاص ہے ان  
شجاج میں بھی جو موضحة سے پہلے مذکور ہیں یعنی حارصہ اور دامعہ اور دامیہ اور باضہ اور مستلحمہ اور سحاق میں یہ ذکر کیا ہے محمد بن حسن نے اصل  
یعنی مبسوط میں اور یہی قول یعنی وجوب قصاص ماقبل موضحة کا صحیح تر ہے کذا فی الدرر والمجتبیٰ وابن اکمال وغیرہ اس واسطے کہ شجاج مذکور میں بڑی  
کنا ممکن ہے اس طرح پر کہ زخموں کا عمق اور گہرائی امتحان کیا جائے آکہ امتحان سے مثلاً سلائی وغیرہ سے پھر آئینی چیز لی جائے بقدر اس کے پھر  
اتاقع کیا جائے م کافی میں ہے کہ یہی قول صحیح ہے بدلیل ظاہر قرآن والجر و ج قصاص یعنی زخموں میں قصاص ہے اور اعتبار مساوات کا ممکن  
ہے کذا فی العینی و الششی فی الشرعیۃ لیسحاق فلا یقاہما کما لا قودنیہا بعدا کما شتمہ والمنقلۃ بالاجماع وعزاه للجوسہ فلیحفظ اور شریکالیہ  
میں سحاق کو مستثنیٰ کیا ہے تو اس میں بالاتفاق قصاص نہیں جیسے مابعد موضحة چنانچہ با شتمہ اور منقلہ میں بالاجماع قصاص نہیں اور شریکالیہ  
نے یہ قول جوہرہ کی طرف نسبت کی ہے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے ثم قال فی المجتبیٰ ولا قودنی جلد اس و بدن و لحم و حد و بطن و ظہر پھر زہدی  
نے مجتبیٰ میں کہا اور قصاص نہیں سر اور بدن کی کھال میں اور رخسار اور پیٹ اور پیٹھ کے گوشت میں م شاید کہ یہ قول غیر ظاہر الروایۃ  
ہے یا جلد اس سے فقط سحاق مراد ہے عالم گیری میں محیط سرخسی سے منقول ہے کہ جو جراحات چہرہ اور سر کے سوا بدن میں واقع ہیں  
الہیں حکومت عدل ہے جب کہ بڑی کھل جائے یا ٹوٹ جائے بشرط بقا اثر اور اگر جرحت کا اثر باقی نہیں رہا تو شیخین کے نزدیک اس  
میں کچھ نہیں اور محمد کے نزدیک تا حصول صحت قیمت مصارف کی لازم ہے کذا فی الطحاوی و لانی لطمۃ و وکرة و وجاہۃ اور نہ قصاص  
طمانچہ مارنے اور کی مارنے اور ضربید میں م عدم قصاص کو عدم تعزیر لازم نہیں و فی سلخ عبد او حبہ کمال الدیۃ اور چہرہ کی کھال کھانے  
میں پوری دیت ہے و فی کل اصابع الید الواحدۃ نصف دیتہ ولو مع الکف لانه تبع للاصابع اور ایک ہاتھ کی سب انگلیوں

کے قطع میں نصف دیت ہے اگرچہ پانچوں انگلیاں متبیلی کے ساتھ کٹ گئی ہوں اس واسطے کہ متبیلی انگلیوں کے تابع ہے م نصف دیت ۵۰ اونٹ یا ۵۰۰ دینار یا پانچ ہزار درہم ہے ومع نصف ساعد نصف دیت لکھ و حکومت عدل نصف الساعد و کذا لسانی اور ایک ہاتھ کے قطع اصابع میں نصف ساعد کے ساتھ نصف دیت واجب ہے متبیلی کے سبب سے اور حکومت عدل واجب ہے نصف ساعد کے سبب سے اور یہی حکم ہے پنڈلی کا یعنی اگر پاؤں کی انگلیاں آدمی پنڈلی کے ساتھ قطع ہوں تو کف پا کے سبب سے نصف دیت ہے اور پنڈلی کے سبب سے حکومت عدل ہے و سنے قطع کف و فیما اصبع او اصبعان عشر یا او خمس الف و نشر مرتب اور اس متبیلی کے قطع میں جس میں ایک انگلی یا دو انگلیاں ہیں سوال حصہ دیت کا یا پانچواں حصہ دیت کا واجب ہے شارح نے کیا یہ لف نشر مرتب ہے یعنی ایک انگلی میں سوال حصہ ہے اور دو انگلیوں میں پانچواں حصہ ولا شئی فی الکف عذابا حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کما لو کان فی الکف ثلث اصابع فانه لا شئی فی الکف بالاجماع اذ لا کثر حکم الکل اور کچھ واجب ہیں قطع کف میں امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک چنانچہ اگر کف میں تین انگلیاں ہوں تو قطع کف میں کچھ واجب نہیں بلہ اتفاق امام اور صاحبین کے اس واسطے کہ اکثر کے واسطے کل کا حکم ہے م یعنی جس طرح کف میں کچھ واجب نہیں جب کہ پانچوں انگلیاں قطع ہوں تو اسی طرح تین انگلیوں کے قطع ہونے سے کف کا بدلہ کچھ نہیں ہے اور یہ مراد نہیں کہ قطع اکثر اصابع سے ہاتھ کی پوری دیت واجب ہے اس واسطے کہ متن میں مذکور ہو چکا کہ ہر انگلی میں سوال حصہ دیت کا واجب ہے کذا فی المطاوی و فی جواب الفتاویٰ مزبیر رجل و برہی الا انه لا فصل یدہ الی قفاه بقدر انقصان یؤخذ من حبلہ الدیۃ ان نقص الثن ان فلتا الدیۃ و کذا و اقروہ المصنف اور جواب الفتاویٰ میں ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کے ہاتھ کو مارا اور وہ چمکا ہو گیا مگر یہ کہ اس کا ہاتھ گردن کے نیچے نہیں پہنچتا تو بقدر نقصان و محل کے پوری دیت سے لیا جاوے گا اگر نقصان بقدر دو ثلث کے ہو تو دیت کے دو ثلث واجب ہوں گے اور اسی طرح ثلث اور ربع اور نصف کو تیس کرنا چاہیے اور مصنف نے شرح میں اس قول کو ثابت رکھا ہے روئیں کیا ہے و لو قطع مفصلاً من الاصح فقل للہائی او قطع الا اصابع فقل الکف لزم دیت المقطوع فقل و سقط القصاص فافہ وان خلاف الدرر کذا ذکرہ الشربلانی و یصح متنا اور اگر انگلی کی ایک پلہ مفصل سے کاٹی سو باقی انگلی خشک ہو گئی یا انگلیاں قطع کیں سو متبیلی خشک ہو گئی تو فقط دیت مقطوع کی لازم ہوگی اور قصاص ساقط ہوگا سو اس کو سمجھ لے اگرچہ یہ قبول درر کے مخالف ہے ایسا بیان کیا ہے شربلانی نے اور آگے متن میں آوے گا م نہایت میں شرح مطاوی سے اجماعی مسئلوں مذکور ہے کہ جو عضو مثل ہو گیا اس کی دیت واجب ہے اگر وہ انگلی ہے تو انگلی کی دیت ہے اور اگر کف ہے تو کف کی دیت ہے اور زیلعی میں ہے کہ جب تمام انگلی بیکار ہو گئی تو تمام کی دیت واجب ہے اور اگر لائق انتفاع سے تو مقطوع کی دیت اور باقی میں حکومت عدل بالاجماع ہے اور یہ شارح اور ماتن کے مخالف ہے کذا فی المطاوی و فی الاصح الزائدۃ علیہ و ذکرہ و لسانہ ان لم یعلم صحۃ بنظر فی العین و حرکتہ فی الذکر و کلام فی اللسان حکومت عدل اور پانچ سے زیادہ انگلی میں اور صغیر کی آنکھ اور آلت ناسل اور اس کی زبان میں حکومت عدل ہے اگر صحت و سلامتی اس کی معلوم نہ ہو آنکھ میں تو نظر کرنے سے اور آلت ناسل میں جنبش کرنے سے اور نہ ہاں میں بولنے سے م نہ انگلی میں خوشنمائی نہیں جو دیت واجب ہو اور آنکھ وغیرہ سے منافع مخصوصہ مقصود ہیں پھر جب وجود منافع معلوم نہیں تو شک سے پوری دیت واجب نہ ہوگی حکومت عدل واجب ہوگی فان علمت الصمۃ فکباغ فی خطابہ او عدا فاقببت جینۃ او باقرار الہائی وان انکر او قال لا اعرف صحۃ حکومت العدل جو ہرہ پھر اگر صغیر کی آنکھ وغیرہ کی صحت معلوم ہو تو اب وہ جوان کے مانند ہے خطایا عہد میں جب کہ گواہی کے

۱۷ ایک نسخہ میں مذکور ہے



جانی کے اقرار سے ثابت ہو اور اگر وہ شک ہو یا کہ میں اس کی صحت کو نہیں جانتا ہوں تو حکومت عدل واجب ہے کذا فی الجوبہ  
 دخل ارش موصیحتہ او مہبت عقلمہ او شعر راسہ فی الدیۃ لدخول الجوز فی النکل لمن قطع اصبعاً فثلث الید اور اس موضع کی دیت  
 میں کے صدر سے عقل اس کی یا اس کے سر کے بال جلتے رہے آدمی کی پوری دیت میں داخل ہو جاوے گی بسبب داخل ہونے جز  
 کے کل میں مانند اس شخص کے جس نے انگلی دوسرے کی قطع کی سو اس کا ہاتھ خشک ہو گیا تو انگلی کی دیت ہاتھ کی دیت میں داخل ہو  
 اوے گی عقل کے فوت ہو جانے سے سب اعضا کی منفعت باطل ہو جاتی ہے اس واسطے کہ انتفاع بدوں عقل کے متصور نہیں تو  
 یا وہ مردہ ہو گیا کذا فی المنع وان وہب سمعہ او بصیرہ او لفظہ لا تدخل لانما کاعضاء مختلفہ بخلاف العقل لعود نفعہ للنکل اور اگر جراحت موضع  
 سے اس کی سماعت یا بصارت یا گویائی جاتی رہی تو موضع کی دیت پوری دیت میں داخل نہ ہوگی اس واسطے کہ سماعت اور بصارت اور  
 بایائی اعضاء مختلفہ کے مانند ہیں برخلاف عقل کے اس واسطے کہ عقل کا نفع سب اعضا کی طرف رجوع کرنا ہے مگر سمع اور بصیر اور گویائی  
 منفعت خاص خاص علیحدہ علیحدہ ہوتی تو اعضاء مختلفہ کے مانند ہو گئے تو ایک دوسرے میں داخل نہ ہوگا تو موضع کی دیت جدا اور سماعت وغیرہ  
 جدا واجب ہوگی ولا قد وان ذہبت عیناہ بل الذیۃ فیتما خلافا لہا اور قصاص نہیں اگر موضع سے دونوں آنکھیں جاتی رہیں بلکہ  
 دونوں میں یعنی موضع اور آنکھوں میں دیت واجب ہوگی برخلاف صاحبین کے مگر صاحبین کے نزدیک موضع میں قصاص اور آنکھوں میں دیت  
 ہے ولا یقطع اصبع شل جارہ خلافا لہا اور قصاص نہیں اس انگلی کی قطع سے جس کے پاس دوسری انگلی خشک ہو گئی بلکہ دونوں  
 منو کی دیت واجب ہوگی برخلاف صاحبین کے یعنی ان کے نزدیک اول میں قصاص ہے اور دوسری میں دیت ہے کذا فی الطحاوی ولا  
 یصح قطع مفصلہ الا علی قتل یا بقی من الاصابع بل دیتہ المفصل والحوکمۃ فیناہی اور قصاص واجب نہیں اس انگلی میں جس کا مفصل  
 علی کاٹا گیا ہو باقی انگلیاں خشک ہو گئیں بلکہ مفصل کی دیت اور باقی میں حکومت عدل واجب ہے مگر یہ وہ مسئلہ ہے جس کو شارح نے کہا تھا  
 دین میں اوے کا ولا قد وکسر نصف من اسود او اصفر او احمر یا قیما بعد کسر ابل کل دیتہ السن اذافات منفعة المضغ والافو مایری  
 مالہ التکلم فالذیۃ ایضا والا حکومت عدل زیلعی فقول الدرر والافلاشی فی فیہ مافیہ اور قصاص نہیں نصف دانت توڑنے میں جس کا نصف  
 قی توڑنے کے بعد سیاہ یا زرد یا سرخ ہو گیا بلکہ دانت کی تمام دیت واجب ہوگی جب کہ چبانے کی منفعت فوت ہو جائے اور اگر چنانا فوت  
 نہ ہوگا تو اس صورت میں اگر ٹوٹا دانت نظر آتا ہو بولنے کے وقت تو بھی دیت ہے اور اگر نظر نہ آتا ہو تو حکومت عدل سے کذا فی الزیلعی تو  
 درر کے یوں کہنے میں کہ اگر چنانا فوت نہیں ہے تو اس میں کچھ واجب نہیں اعتراض اور خلل ہے مگر خلل یہ ہے کہ اس میں لغنی مطلق مذکور ہے  
 حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ باوجود عدم فوت مضغ اگر نظر آتا ہو تو دیت ہے بدنائی کے سبب سے اور نہیں تو حکومت عدل ہے کما صرح الزیلعی  
 ثم الاصل ان الجنایۃ متی وقعت علی محلیین قباۃین حقیقۃ فارش احدہما لا یمنع قود الاخر ومتی وقعت علی محل واتفقت شہدین فارش احدہما  
 یمنع القود مہر دریافت کرنا چاہیے کہ قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جب جنایت واقع ہو دو مکان میں جو فی الحقیقت جدا گانہ ہیں چنانچہ ہاتھ اور پاؤں  
 تو ایک مکان کی دیت دوسرے مکان کے قصاص کی مانع نہیں ہے اور جب کہ جنایت ایک مکان میں واقع ہو اور دو چیزوں کو تلف  
 کر دے چنانچہ جراحت موضع سے عقل زائل ہو جائے تو ایک کی دیت دوسرے کے قصاص کی مانع ہے مگر زلیلعی میں ہے کہ اہم کے نزدیک  
 قاعدہ یہ ہے کہ جب فعل واحد موجب مال کا ہو بعض میں تو قصاص ساقط ہوگا خواہ ایک عضو ہو یا دو عضو ہوں اور صاحبین کے نزدیک دو عضو  
 میں باوجود موجب مال کے قصاص واجب ہے اور اگر ایک عضو ہے تو قصاص واجب نہیں کذا فی الطحاوی ویجب الارش علی من اقاد سنہ

بعد مضمی حول تم نہایت بعد ذلک لبتین الخطا حینئذ سقط القود للشیبۃ اور دیت واجب ہے اس شخص پر جس نے اپنے دانت کا قصاص لیا سال گزرنے کے بعد پھر بعد اس کے اس کا دانت جم نکلا دیت واجب ہے بسبب ظاہر ہو جانے خطا کے استیفاء قصاص میں اس وقت قصاص لینے والے کا قصاص ساقط ہے شبہ کے سبب سے لینے شبہ واجب قصاص سے دانت جمنے سے پہلے دینی الملتقی دیتانی نے اقتصاص العین والیہ حوالہ کذا لوضرب منہ فتحرک لکن فی الخلاصۃ البکیر الذی لایرجی نباتہ لایجمل بہ یفنی قلت وقد یوفی بما نقد المصنف وغیرہ من النہایۃ الصیح تاویل البالیغ لیرأی الی سنۃ لان نباتہ نادر اور ملتقی میں ہے کہ انتظار کرے تاکہ اور موضع کے قصاص لینے میں سال بھر اور اسی طرح انتظار کرے چاہیے قصاص لینے میں اگر دانت پر ضرب واقع ہوئی سودہ ہل گیا لیکن خلاصہ میں ہے کہ جس جوان کے دانت جم آنے کی توقع نہیں اس میں تاویل اور انتظار نہیں اسی قول پر فتویٰ ہے اور کا ہے توفیق بین القولین کی جاتی ہے اس قول سے جس کو مصنف وغیرہ نے نہایت سے نقل کیا ہے کہ قولہ صیح یہ ہے کہ تاویل بالغ کی اس کے چلنے ہو جانے کے واسطے ہے نہ تاویل ایک سال کی اس واسطے کہ دانت کا جہنا بالغ میں نادر الوقوع ہے ورج توفیق یہ ہے کہ عدم تاویل سال پر خلاصہ کا کلام محمول ہے اور جو تاویل کا قال ہے تو مراد اس سے تاویل الی الصحتہ ہے لیکن تعبیر بلفظ صیح اس کے مفید ہے کہ سال کی تاویل میں خلاف ہے عالمگیر میں ہے کہ اگر دانت ضرب سے ساقط ہو گیا تو مومنع دانت کی صورت تک انتظار کرنا چاہیے ایک سال انتظار نہ کرنا چاہیے مگر مجرّد کی روایت میں اور صیح پہلا قول ہے انتہی اور نہ دانت ثابت کی تعمیل اس کی مفید ہے کہ موضع میں اور توکر دانت میں ایک سال کی مدت مسلم ہے کذا فی الطحاوی او قلہا فردت ای روایا صاحبہا الی مکانہا ونبئت علیہا اللحم لعمد عود العروق کما کانت یا ایک نے دوسرے کا دانت اکھاڑا سو دانت والے نے دانت کے مکان پر پھر اس کو رکھ دیا اور اس پر گوشت جم گیا تو دانت کی کما دانت واجب ہے اس واسطے کہ رگیں عود نہیں کرتیں جس طرح پہلے تھیں و فی النہایۃ قال شیخ الاسلام ان حادث الی حالتہ الاولی فی المنفوعہ والجمال لاشی علیہ کما لو نبئت اور نہایت میں ہے شیخ الاسلام نے کہا کہ اگر دانت اپنی پہلی حالت پر عود کرے منفوت اور جمال میں تو جاتی پر کچھ واجب نہیں جیسے اس صورت میں کہ اگر دانت جڑ سے جم اٹھے وکذا الاذن اذا الصقہا فالتحت یجب الارش لانہا لا تقوٰی الی ما کانت علیہ درر اور اسی طرح کان جب کہ اس کو قطع کے بعد چپکا یا لینے ٹنکے دے کر سو گوشت سے جم گیا دیت واجب ہے اس واسطے کہ پھر ویسا نہیں ہو سکتا جیسا کہ پہلے تھا کذا فی الدرر الا ان قلعوت السن فنبئت اخری فانہ یسقط الارش عنہ کسن الصغیر خلافا لما مکررہ کہ دانت اکھاڑا گیا پھر واپس دوسرا دانت جم اٹھا تو ماہگ کے نزدیک دیت ساقط ہو جاتی ہے جیسے صغیر کے دانت میں بالاتفاق دیت ساقط ہے برخلاف صاحبین م صاحبین کے نزدیک بالغ کے دانت اکھاڑنے اور پھر جمنے میں پوری دیت ہے اس واسطے کہ جنایت موجب دیت تو واقع ہو چکی اور دانت کا جم اٹھنا یہ نعمت جدیدہ حق تعالیٰ کی طرف سے ہے و لو نبئت محوۃ عدل اور اگر دانت ٹیڑھا ہوتا تو اس میں حکومت عدل ہے و لو نبئت الی النصف نصف الارش اور اگر نصف تک دانت جماتا تو اس پر نصف دیت واجب ہے ولا شی فی تلف نہایت کما کان اور اس ناخن میں کچھ دیت نہیں جو جم اٹھا جس طرح کہ پہلے جم م اور اگر قطع کے بعد ناخن نہ جماتا تو اس میں حکومت عدل ہے اس واسطے کہ شرع میں اس کی دیت معین ثابت نہیں کذا فی الطحاوی سن الاختیار او التعم شجہ او التعم حرج حاصل ذلک لضرب ولم یبق لہ اذ فاد لا شیئ تیز یا سر کا زخم بھر کر چپکا ہو گیا یا بدن کا زخم جو حاصل ہوا تھا کوڑے یا زخم کی ضرب سے چپکا ہو گیا اور اس کا نشان باقی نہ رہا تو اس میں کچھ دیت نہیں م اس واسطے کہ موجب دیت کا بدنائی اور زوال نفع ہے سو چنگے ہونے اور نشان مٹ جانے سے زائل ہو گیا اور فقط درد کسی شے کا موجب نہیں جیسے ضرب دردناک غیر فاحش میں اور دشنام مولم میں کچھ دیت نہیں ہاں تعزیر میں حاکم کو اختیار ہے وقال ابو یوسف علیہ ارش الالم وہی حکومت عدل وقال محمد قد رما حقہ من النقیۃ



ان پیرامن اجرة الطیب وذن الدواد اور ابو یوسف نے کہا کہ جارج پر درو کا خون بہا ہے یعنی حکومت عدل ہے اور محمدؐ نے کہا جس قدر زخمی کو  
خونچ لائق ہوا ہے صحت ہونے تک طیب کی اجرت اور دوا کے ثمن سے وہ جارج پر لایم ہوگا وہی شرح الطحاوی منسقول اسے ابو یوسفؒ  
ارش الالم باجرة الطیب والمداد فاعلیہ لا خلاف بینہما قالہ المصنف وغیرہ قلت وقد قدما نحوہ عن المجتہدین کرہنا عنہ روایتیں فقہیہ اور طحاوی  
کی شرح میں ہے ابو یوسف کے قول یعنی خون بہانے مدد کی تفسیر اجرت طیب اور دواوات واقع ہوئی ہے تو بموجب اس تفسیر کے ابو یوسفؒ  
اور محمدؒ کے قول میں مخالفت باقی نہ رہی ایسا کہ اسے مصنف وغیرہ نے میں کہا ہوں اور البتہ مانند اس کے ہم پہلے ذکر کیے ہیں مجتہد سے  
صاحب مجتہدی نے اس مسئلہ کی شرح میں ابو یوسف سے دو روایتیں مذکور کی ہیں سو خبردار رہیوم دو روایتوں سے ایک روایت محمد کے موافق  
ہے اور دوسری روایت یہ ہے کہ صحیح سالم غلام کی قیمت کی جائے پھر اس کی قیمت اس درو کے ساتھ کی جائے شارح نے بلفظ تنبیہ اشارہ  
کیا کہ شرح طحاوی کی تفسیر ابو یوسف کی ایک روایت کے موافق البتہ ہو سکتی ہے کذا فی المحامی ولایقا وجرح الالبعد مبرہہ خلافاً للشافعی اور  
قصاص نہیں یا جانا زخم کا مگر اس کے چنگے ہو جانے کے بعد برخلاف شافعی کے مسمدا احمد اور دارقطنی میں حدیث مروی ہے کہ آنحضرت علیہ الصلوۃ  
والسلام نے قصاص لینے سے منع فرمایا جب تک زخمی چنگا ہو جائے اور دلیل عقلی یہ ہے کہ جراحات میں انجام ان کا معتبر ہے شاید کہ زخم کی شدت  
سے زخمی مر جائے تو اب جرات قتل ہوگی تو زخم ہونا بدو صحت کے نہیں معلوم ہو سکتا کذا فی المنع و محمد الصبی والمجنون والمعتوہ خطا  
بخلاف السکران والمغنی علیہ اور صغیر اور مجنون اور بدھیم اور سیوش کا عمد خطا ہے برخلاف مست اور غش والے کے کہ ان کا عمد خطا نہیں و  
علی عاتقہ الدیۃ ان بلغت نصف العشر فاكثر ولم یکن من العجم والافق مالہ درر اور صغیر یا مجنون کے عمد میں اس کے مدوگاروں پر دیت ہے  
اگر دیت بیسویں حصہ تک ہو نیچے یا زیادہ اور صغیر یا مجنون عجمی نہ ہو یعنی عربی ہو اور اگر بیسویں حصہ سے دیت کم ہو یا صغیر وغیرہ عجم کا رہنے والا ہو تو  
خود صغیر کے مال میں دیت واجب ہوگی کذا فی الدرر ولا کفارة ولا حرمان وارث خلافاً للشافعی اور صغیر اور مجنون کے قتل عمد میں نہ کفارہ ہے  
نہ میراث مقول سے محروم ہونا برخلاف شافعی کے مگر کفارہ اس واسطے نہیں کہ صغیر اور مجنون پر گناہ ثابت نہیں اور حرمان میراث عقوبت ہے اور  
صغیر اور مجنون لائق عقوبت کے نہیں ولو جن بعد القتل قتل وقیل لا وتمامہ فینا علقۃ علی الملتقۃ اور اگر قاتل دیوانہ ہو گیا بعد قتل کے تو وہ قصاص  
میں قتل کیا جاوے گا اور بعضوں نے کہا کہ قتل نہ ہوگا اور اس کا پورا بیان ہماری ملتقی کی شرح میں ہے صبی ضرب سن صبی فانتزعا  
یتنظر بلوغ الصبی المضروب ان بلغ ولم ینبت فعلى عاتقہ الدیۃ ولو من العجم ففی مالہ درر و مستحقۃ فی المعاقل ایک صغیر نے دوسرے  
صغیر کے دانت پر مارا سو اس کو اکھاڑا تو انتظار کرنا چاہیے صغیر مضروب کے بالغ ہونے تک پھر اگر وہ بالغ ہو اور دانت نہ نکلا تو اس کے  
مدوگاروں پر دیت ہے اور اگر صغیر مضارب عجم کا رہنے والا ہے تو خود اس کے مال میں دیت ہے اور ہم مجنوں کے دیت کی تحقیق بیان  
کریں گے کتاب المعاقل میں صمد فائدہ ضروریہ حکومتہ العدل لا تتحملها العاقلة مطلقاً علی الصبیح کافی تنویر البصائر معزاً للتأخرانیۃ حکومت  
عدل کو عاقل یعنی جاتی کے مدوگار تحمل نہیں ہوتے بنا بر قول صحیح کے ہر طرح یعنی خواہ حکومت عدل موضوع کی دیت سے کم ہو یا زیادہ یا برابر  
چنانچہ تنویر البصائر میں ہے منسوب بقاوی تا تاریخانیہ

فصل فی الجنین | یہ فصل ہے بچہ شکی کے مسائل میں جنین اس بچہ کا نام ہے جو ہنوز اپنی ماں کے پیٹ میں ہے ضرب لطن  
او من المغرور فغیر الغرة علی العاقلة درر عن الزلیعی فالعجب من المصنف کیف لم يذكرہ ایک مرد نے حاملہ آزاد عورت کے پیٹ پر مارا تار

نے کہا آزاد عورت کی قید سے لونڈی اور غلام کا حکم خارج ہو گیا اور دونوں کا حکم آگے آوے گا میں کہتا ہوں بلکہ بچہ شکمی کا آزاد ہونا شرط ہے نہ اس کی مال کا چنانچہ وہ لونڈی جو اپنے مالک سے حاملہ ہوئی یا مرد فریب خوردہ سے حاملہ ہوئی تو اس کے بچہ مر جانے میں عزرۃ یعنی دیت ہے قاتل کی عاقلہ پر کذا فی الدررین الزلیعی تو مصنف سے تعجب ہے کہ اس نے حریت جنین کی شرط کو کیونکر نہ بیان کیا یعنی باوجودیکہ مصنف صاحب درر کی کثرت متابعت کرتا ہے یہاں اس کے مخالف بیان کیوں کیا م ضرب شکم مثال ہے نہ قید تو یہی حکم ہے ضرب پشت کا شرح تنویر میں ہے کہ ضرب جنین کی شرط ہے کذا فی الطحاوی ولو كانت المرأة کتابیة او محبوسية او زوجة فالقتل جنیناً میتاً حراً واجب علی العاقلۃ عزرۃ عزرۃ الشتر اولہ بذہ اول مقادیر الدیات اگرچہ عورت مضروبۃ البطن اہل کتاب سے ہو یا مجوسی یا قاتل کی زوجہ ہو سو مصدق ضرب سے عورت نے بچہ مردہ آزاد پیٹ سے گرایا تو قاتل کی عاقلہ پر عزرۃ واجب ہے شارح نے کہا عزرۃ شتر عبارت ہے اول شتر سے اولیہ دیت جس کا عزرۃ نام ہے اول مقادیر دیات سے ہے م شارح نے یہ وجہ تسمیہ بیان کی عزرۃ بضم غین معجزہ و تشدید ما عبارت ہے عمدہ مال سے چنانچہ گھوڑا اور اونٹ اور غلام اور لونڈی کذا فی المغرب شیخ الاسلام کی مبسوط میں ہے کہ بدل جنین کا عزرۃ نام رکھا اس واسطے کہ اس میں غلام کا دنیا واجب ہے اور غلام کو عزرۃ کہتے ہیں اور دوسری وجہ تسمیہ شارح کے موافق مذکور ہے کذا فی المعینی نصف عشر الدیۃ ای دیتہ الزل لو کان الجنین ذکراً عشر دیتہ المرأة لو انثی وکل منہا خمسۃ درہم عزرۃ عبارت ہے دیت کے بیسویں حصہ سے یعنی مرد کی دیت کا بیسواں حصہ اگر جنین مرد ہوا اور عورت کی دیت کا دسواں حصہ اگر جنین عورت ہوا اور دونوں پانسو درہم ہیں م مرد کی دیت دس ہزار درہم ہے تو اس کا بیسواں حصہ پانسو درہم ہے اور عورت کی دیت پانچ ہزار درہم ہے تو اس کا بھی دسواں حصہ پانسو درہم ہوا فی سندہ وقال الشافعی فی ثلث سنین کالدیۃ وقال مالک فی مالہ وثلثا فغلہ صلی اللہ علیہ وسلم جنین مردہ میں عزرۃ یعنی پانسو درہم واجب ہیں قاتل کے عاقلہ پر ایک سال کے اندر اور ام شافعی نے کہا تین سال کے اندر دیت کے مانند واجب ہیں اور امام مالک نے کہا کہ قاتل کے مال میں واجب ہے اور ہماری دلیل فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے م معجم طبرانی میں حدیث طویل سے مروی ہے عزرۃ عبد اومتہ او شمایہ اور صحیحین میں ابی بکر سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی لحيان کی عورت کے جنین میں عزرۃ عبدیۃ کا حکم کیا لیکن اس میں ۵۰۰ کا ذکر نہیں اور محمد بن من کے موطا میں سید بن مسیب سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جنین میں جو اپنی مال کے پیٹ میں مقتول ہوا عزرۃ عبدیۃ کا حکم کیا اور مصنف ابن ابی شیبہ میں جابر سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جنین میں عاقلہ قاتل پر عزرۃ قرار دیا کذا فی المعینی فان القتیۃ حیاتیات فدیۃ کاملۃ پھر اگر حاملہ سے زندہ بچہ ڈالا پھر وہ مر گیا تو پوری دیت واجب ہے خارج پر وان القتیۃ میتا فانت الام فدیۃ فی الام وعزرۃ فی الجنین لما لقرآن الفضل تعدد وتجدد اثرہ اور اگر حاملہ سے مردہ بچہ گرایا پھر مال اس کی مرگئی تو مال میں دیت واجب ہے اور بچہ میں عزرۃ اس واسطے کہ ثابت ہو چکا ہے کہ فعل متعدد ہو جاتا ہے اپنے اثر کے تعدد سے م چنانچہ ایک شخص نے تیر مارا سو اس سے پار ہو کر دوسرے کو قتل کیا تو تیر انداز پر دو دیتیں واجب ہیں اگر دونوں فعل ازراہ خطا ہیں اور اگر اول عمدہ ہے تو قصاص اور دیت واجب ہے کذا فی الطحاوی وصرح فی الذخیرۃ بتعدد العزرۃ لومیتین فاكثر انتہی قلت وظاهر تعدد الدیۃ تلوم ارہ فیراجع اور ذخیرہ میں تعدد عزرۃ کی تصریح کی ہے کہ اگر دو بچے مردہ ہو کر ساقط ہوں یا زیادہ انتہی مافی الذخیرۃ میں کہتا ہوں اور ظاہر تعلیل سے دیت کا بھی متعدد ہونا معلوم ہوتا ہے اور میں نے اس کو مصرح نہیں دیکھا تو کتب فقہ کی طرف رجوع کرنا چاہیے جو مرہ میں ہے کہ اگر حاملہ دو جنین گراوے تو دو عزرۃ واجب ہیں اور اگر ایک زندہ نکل کر مر جادے اور

سے یعنی بچہ مردہ میں عزرۃ ہے غلام مردہ سے یا لونڈی پانسو درہم ۱۲



دوسرا مردہ نکلے تو غرہ اور دیت واجب ہے ضارب پر اور اگر ماں مرگئی پھر دو بچے مردہ ہوئے تو فقط ماں کی دیت واجب ہے اور اگر ماں کے مرنے کے بعد دو جنین نکلے پھر مر گئے تو تین دیتیں واجب ہیں کذا فی الطحاوی والی ماتت فالقته۔ یتا فدیہ فقط وقال الشافعی غرقہ وہیہ اور اگر ماں مرگئی اور اس نے مردہ بچہ گرایا تو فقط ماں کی دیت ہے اور امام شافعی نے کہا کہ غرہ جنین اور دیت ماں کی واجب ہے مام اعظم کی دلیل یہ ہے کہ ظاہر ماں کا مرنا موت جنین کا سبب ہے کیوں اس کا بیٹا اس کے جینے سے ہے اور اس کا دم لینا اس کے دم لینے سے تو جنین کی موت اس کی ماں موت سے ثابت ہوتی ہے اور یہ احتمال بھی ہے کہ صدر ضرب سے جنین مرے تو شک سے ضمان ثابت نہیں ہوتا والی القته جیہ بعد ماتت یجب علیہ دیتان کما اذا القته حیاً و ماتا اور اگر حاملہ عورت نے زندہ بچہ گرایا اپنے مرجانے کے بعد تو ضارب پر دو دیتیں واجب ہیں چنانچہ اس صورت میں دو دیتیں واجب ہیں جب کہ عورت نے زندہ بچہ ڈالا پھر بچہ اور عورت دونوں مر گئے و ما یجب فیہ من غرۃ اور دیت یورث عنہ و ترث منہ امہ اور جنین میں جو چیز از قسم غرہ یا دیت کے واجب ہے وہ مورث سے یعنی جنین کے وارث اس کو بطریق میراث کے پاویں گے اور اس کی ماں اس کی میراث پاوے گی ولایرث ضاربہ منہا فلو ضرب لطن امرأۃ فالقت اثبہ یتا فدیہ عاقلۃ الاب غرۃ ولایرث منہا لاذ قال اور جنین کا مارنے والا غرہ جنین کی میراث پاوے گا تو اگر ایک مرد نے اپنی عورت کے پیٹ پر مارا سو ضارب کا بیٹا اس کے پیٹ سے گر پڑا مردہ تو باپ کی عاقلہ پر غرہ ہے اور باپ اس کا غرہ سے میراث نہ پاوے گا اس واسطے کہ وہ قاتل سے یعنی قاتل سے ناجی بطریق میراث کے اور قاتل کے واسطے میراث مقتول کی نہیں نص سے و فی جنین الامۃ الریق الذکر نصف عشر فتمیہ لویا و عشر فتمیہ لوانسی لما تقرران دیت الریق قیمۃ اور لونڈی کی جنین مملوک مذکر میں اس کی قیمت کا بیسواں حصہ واجب ہے اگر وہ زندہ پیدا ہوا اور قیمت کا دسواں حصہ واجب ہے اگر جنین مونث ہے اس واسطے کہ ثابت ہو چکا ہے کہ مملوک کی دیت اس کی قیمت ہے م قیسین قیمت جنین کا طریقہ یہ ہے کہ بعد انفصال جنین مردہ کے اس کے رنگ اور صورت کے موافق تامل کرے کہ اگر وہ زندہ ہوتا تو اس کی اس مکان میں اتنی قیمت ہوتی اسی حساب سے بیسواں یا دسواں حصہ واجب ہوگا کذا فی العینی یہاں سوال ہوتا ہے کہ لازم آتا ہے کہ جو واجب ہے مونث میں وہ زیادہ تر ہو ذکر واجب سے اس واسطے کہ دہم اکثر ہے بستم سے اس کا جواب شارح نے اگلے قول میں دیا ولا یرم زیادۃ الا نشی لزیادۃ قیمۃ الذکر غالباً اور لازم نہیں آتی زیادتی مونث کی مذکر پر بسبب زائد ہونے قیمت مذکر کے غالباً م یعنی اس واسطے کہ عادت میں غلام کی قیمت زیادہ ہوتی ہے لونڈی سے مثلاً اگر لونڈی کی قیمت ہزار درہم ہو تو اس کے ہم صورت غلام کی قیمت دو ہزار ہوتی ہے تو اب بیسواں حصہ غلام کی قیمت کا لونڈی کے دسویں حصہ سے کم نہ ہوگا کذا فی صدر الشریعۃ حنفیۃ اشارۃ الی ان اذا لم یکن الوقوف علی کونہ ذکر او انشی فلا شی علیہ اور ذکر اور مونث کی دیت کے تفاوت میں اشارہ ہے اس طرف کہ جب جنین کے مذکر یا مونث ہونے پر وقوف حاصل نہ ہو تو ضارب پر کچھ ضمان نہیں م طحاوی نے کہا کہ اس میں شارح تابع ہو گیا ہے قستانی کا اور ثمنی میں یوں مذکور ہے کہ اگر جنین کا ذکر اور مونث ہونا معلوم نہ ہو تو متیقن بہر عمل کرنا چاہیے غشتی مشکل کے مانند انتہی یعنی میں ذخیرہ سے منقول ہے کہ جب جنین کی ذکوریت اور انوثت معلوم نہ ہو تو متیقن ماخوذ ہے غشتی مشکل کے مانند چنانچہ کسی نے غشتی مشکل کو از راہ خطا قتل کیا تو متیقن واجب ہے اسی طرح یہاں یعنی امر پر عمل کرنا چاہیے انتہی کما لو اُلحق بلاراس لانہ انما یجب القیمۃ اذا نفع فیہ الروح ولا تنفع من غیرہ چنانچہ اگر جنین لونڈی کے پیٹ سے گرایا گیا بدول سر کے تو اس میں کچھ واجب نہیں اس واسطے کہ قیمت تو اسی صورت میں واجب ہوتی ہے جب کہ جنین میں روح پھونکی گئی ہو اور روح کا پھونکنا بدول سر کے نہیں کذا فی الذخیرۃ فی مال الضارب للامۃ حالاً جنین مملوک میں اس کی قیمت کا بیسواں حصہ یا دسواں حصہ اس شخص کے مال میں واجب ہے

فی الحال جس نے لونڈی کو مارا مٹا کر کے واسطے واجب ہوا کہ عاقلہ پر دیت ملوک کی واجب نہیں اور اس مال کا مالک لونڈی کا مالک ہے نہ لونڈی چنانچہ آگے معلوم ہوا کہ ولو القتمہ حیاً وقد تقصتہا الولادۃ فغلیہ قیمۃ الجینین لانقصانہا لولہ قیمۃ فاذہ والا فغلیہ تمام ذلک مجتہد اور اگر لونڈی نے زندہ بچہ گرایا اور حالانکہ ولادت نے لونڈی کو ناقص کر دیا تو ضارب پر جنین کی قیمت واجب ہے نہ لونڈی کے نقصان کی قیمت بشرطیکہ جنین کی قیمت سے نقصان ولادت کا استیفا ہو سکے اور اگر قیمت سے جبر نقصان نہ ہوگا تو ضارب پر اس کا پورا کر دینا واجب ہوگا کذا فی المجتبیٰ مثلاً لونڈی کی قیمت سو درہم تھی اور بعد ولادت کے ۵۰ درہم کی قیمت ہو گئی تو اگر جنین کی قیمت ۵۰ درہم ہے یا زیادہ تو نقصان ولادت کا عوض ضارب پر واجب نہیں اور اگر جنین کی قیمت ۲۵ درہم ہے تو ضارب پر ۲۵ درہم نقصان ولادت کے بھی دینے لازم ہوں گے وقال ابو یوسف فیہ نقصانہا کالبہیمۃ اور ابو یوسف نے کہا کہ لونڈی کے جنین میں لونڈی کا نقصان ضارب پر لازم ہے جیسے جانور کے نقصان میں جانور کا نقصان معتبر ہے نہ بچے کی قیمت بالاتفاق وقال الشافعی فیہ عشر قیمتۃ الام صدر الشریعۃ ولا یغنی انما للمولیٰ اور شافعی نے کہا کہ لونڈی کے جنین میں اس کی مال کی قیمت کا سوال صمد واجب ہے کذا فی صدر الشریعۃ اور یہ تو مخفی نہیں ہے کہ قیمت تو مالک جاریہ کی ہے قال حررہ اسی الجینین سیدہ بعد ضربہ منزہ عن الایۃ فالقیمۃ حیاتیات فقیہ قیمۃ حیاتیات لولہ لا یرید ان مات بعد العتق لان المعتبر حارۃ الضرب پھر اگر جنین کو اس کے مالک نے آزاد کر دیا بعد ضرب تکم جاریہ کے سو لونڈی نے زندہ بچہ گرایا پھر وہ مر گیا تو اس میں بچہ زندہ کی قیمت مالک کے واسطے ہے نہ دیت بچہ کی اگرچہ وہ بعد آزاد کرنے کے مر گیا ہو اس واسطے کہ وقت ضرب کا اعتبار ہے یعنی قتل اس کا ضرب سابق سے ہے اور وقوع ضرب حالت رق میں ہوا تھا کذا فی صدر الشریعۃ وعند الثلثۃ تجب دیتہ و ہو روایت عنہ اور ائمہ ثلثہ کے نزدیک دیت جنین کی واجب ہے نہ قیمت اور یہ قول ہمارے بعض مشائخ سے بھی مروی ہے چنانچہ فخر الاسلام بزدوی نے شرح جامع صغیر میں بعض مشائخ مذہب سے نقل کیا ہے کذا فی الطحاوی ولا کفار فی الجینین عندنا وجوباً بل نہ با زیلعی ان وقت قتل عیلاً اور کفارہ واجب نہیں قتل جنین میں ہمارے نزدیک اگر مردہ گرا ہو بلکہ کفارہ مستحب ہے کذا فی الزیلعی م نفی وجوب اس واسطے ہے کہ کفارہ شرع میں ثابت ہوا ہے نفس کاملہ میں تو اس کے غیر میں مقتدی نہ ہوگا وجہ استہاب یہ ہے کہ ضارب مرتکب امر ممنوع کا ہوا تو تقرب الی اللہ کرنا اور اپنے فعل بد سے استغفار کرنا افضل ہے کذا فی البدایہ وشرحہا وان خرج حیاً ثم مات ففیہ الکفارۃ کذا مرع بہ فی الحاوی القدسی و ہو مرفوع من کلامہم لتصریحہم بوجوب الدیت حیث نہ فنجب الکفارۃ فیہ مما لا یجوز فلیحفظ اور اگر بچہ زندہ پیٹ سے نکلا پھر وہ مر گیا اس میں ضارب پر کفارہ ہے اسی طرح لقریح کی ہے حاوی قدسی میں اور وہ یعنی زندہ کرنے میں کفارہ مفہوم ہوتا ہے فقہاء کے کلام سے اس لئے کہ فقہاء نے درمورت زندہ جنین اور پھر اس کے مرجانے میں وجوب دیت کی تصریح کی ہے پھر جب دیت واجب ہوئی تو کفارہ بھی واجب ہوگا اس میں چنانچہ یہ امر مفہوم نہیں تو اس تفصیل کو یاد رکھنا چاہیے یعنی اس واسطے کہ اکثر کتب فقہ میں یہ مسئلہ مصرح نہیں و ما استبان بعض خلقة کفر و شتم و غیرہ فیما ذکر من الاحکام و عدۃ و نقاس کما مر فی بابہ اور جس جنین کا کچھ جسم ظاہر اور پیدا ہوا چنانچہ ناخن اور بال وہ پورے بدن والے جنین کے مانند ہے ان احکام میں جو مذکور ہو چکے اور عورت کی عدت اور نفاس کے احکام میں چنانچہ اپنے باب میں گزر گیا و ضمن الغزۃ عاقلہ ام حرۃ فی شیعہ واحدۃ وان تمکن لہا عاقلہ نفی ما فی سنۃ ایضاً صدر الشریعۃ دلائلہا ثلثین بعض خاتہ دمری نظماً اسقطہ مین عمداً بدواً و فعل کفر بہا بطناً بلا اذن زوجہا اور جس عورت آزاد نے مردہ بچہ ساقل کر رہا عمداً بدوں اذن اپنے شوہر کے کسی دوا کسی فعل سے جیسے اپنے پیٹ پر مار کے تو عورت کی عاقلہ پر عذر کا ضمان واجب ہے ایک سال کی مدت میں اور اگر عورت کا عاقلہ



د عورت کے مال میں بھی غرہ واجب ہے سال کے اندر کما فی صدر الشریعہ اور عورت گنہگار نہ ہوگی اسقاط سے جب تک جنین کا بعض  
 ظاہر نہیں ہوا اور یہ مسئلہ کتاب الخطر میں نظم مذکور ہو چکا م شارح کو یوں کہنا مناسب تھا کہ اسقاط سے عورت گنہگار ہوگی اس واسطے  
 کلام ہے وجوب غرہ میں اور وہ واجب نہیں ہوتا مگر جب کہ بعض اعضاء بدن ظاہر ہوں پھر شارح یوں کہتا اور اگر بعض اعضاء بدن ظاہر نہ  
 ہوں تو اسقاط میں گناہ نہیں کذا فی الخطاوی فان اذن اولم یتمد لا غرۃ لعدم التقدی پھر اگر عورت کو اس کے شوہر نے اسقاط کا اذن  
 عورت نے اسقاط کا ارادہ نہیں کیا اور اسقاط ہو گیا تو غرہ جنین کا واجب نہیں عدم التقدی کے سبب سے یعنی دونوں صورتوں میں عورت  
 عورت نہیں مذہبی اور صاحب کافی نے در صورت اذن شوہر عدم وجوب غرہ مذکور کیا ہے لیکن شریعتی نے کہا کہ یہ قول ضعیف پر مبنی ہے  
 صحیح پر اس واسطے کہ نفوس میں اباحت جاری نہیں و تمام فی حاشیۃ الخطاوی ولو امرت امرأة ففعلت لا تضمن المأمورة اور اگر  
 نے دوسری عورت کو اسقاط جنین کا امر کیا سو اس نے گرایا تو عورت مأمورہ پر ضمان نہیں و اما ام الولد اذا فعلت بنفسها حتی اسقطت فلا  
 علیہا لا ستحالة الدین علی مملوکہ مالم یستحق فحینئذ تجب للمولۃ العرة لان ضرور اور ام ولد جب کہ بذات خود اسقاط جنین کرے تو اس پر  
 واجب نہیں بسبب محال ہونے دین کے مملوک پر یعنی غرہ جنین کا دین ام ولد پر نہیں ہو سکتا جب کہ وہ لونڈی مستحق ملک غیر نہ ہو پھر جب کہ وہ  
 لے کی ملک ثابت ہوگی تو مولے کے واسطے غرہ ثابت ہے اس واسطے کہ وہ ضرور ہے یعنی فریب خوردہ ہے کہ غیر کے ملک میں تصرف  
 ہونے ملک جان کر خرید وغیرہ کے سبب سے ضرور کی صورت یہ ہے کہ لونڈی خرید کی اور تصرف میں لایا سو وہ حاملہ ہو گئی پھر لونڈی نے  
 گرایا دوا سے ضرب سے پھر لونڈی غیر بائع کی ملک ثابت ہوئی تو قاضی مستحق کے واسطے جاریہ اور اس کے عقر کا حکم کرے اور مشتری  
 سے من پھیرے اور مستحق سے کہا جائے کہ تیری لونڈی نے بچہ کو قتل کیا اور وہ آزاد تھا کیوں وہ ضرور کا ولد ہے اور جنین آزاد میں غرہ  
 ہے تو یا لونڈی اس کو دے یا غرہ جنین کا کذا فی العالمگیریہ مختصر اذ فی الواقعات شربت دواء لتسقط عمداً فان القترۃ حیث ثبات نفعیہ  
 والكفارة وان یتا فالغرة ولا ترث فی الحالین اور واقعات میں ہے کہ عورت نے دوا پی تا بچہ عمداً گراوے پھر اگر بچہ گرایا زندہ بعد اس  
 ہو گیا تو عورت پر دیت اور کفارہ واجب ہے اور اگر مردہ بچہ گرایا تو غرہ واجب ہے اور عورت دونوں حالت میں وارث جنین کی نہ  
 و تجب فی جنین البیمة ما لفققت الام ان نقصت وان لم تنقص الام لا یجب فیہ شئی امر اجیہ اور جانور کے بچہ گرانے میں  
 نقصان واجب ہے اگر ولادت سے اس کی قیمت ناقص ہو گئی ہو اور اگر مال میں نقصان نہیں ہوا تو اس میں کچھ بچہ کی عوض واجب نہیں  
 امر اجیہ فروع مسئلہ ملحقہ شارح کا فی البرازیہ ضرب بطن امراۃ بالسیف قطع البطن وقع احد الولدین حیاً مجروحاً بالسیف والاخر میتاً و برزیہ  
 یسف دامت ایضا یقتضی لاجل الزوجۃ لاند عمد و علی عاقلة و یتا الولد الحی اذا مات و تجب عرة الولد المیت لاند لما ضرب ولم یعلم بالولدین فی بطنها  
 المضرب خطا برازیہ میں ہے ایک مرد نے اپنی عورت کے پیٹ پر تلوار مادی سو تلوار نے اس کے پیٹ کو کاٹا اور اس کے پیٹ سے  
 چل میں سے ایک بچہ زندہ تلوار سے زخمی ہو کر گر پڑا اور دوسرا مردہ گر پڑا اور اس پر تلوار کا زخم نمودار ہے اور عورت بھی مر گئی تو مرد سے  
 اس لیا جانور کے زوجہ کے سبب سے اس واسطے کہ یہ قتل عمد ہے اور مرد کے عاقلہ پر ولد زندہ کی دیت ہے جب کہ وہ مر گیا ہو اور ولد  
 کا بھی غرہ عاقلہ قاتل پر واجب ہے اس واسطے کہ جب نے تلوار مادی اور وہ اس کے پیٹ کے دو بچوں کو نہ جانتا تھا تو یہ ضرب ازراہ  
 کے مٹری اور خطا میں دیت عاقلہ پر ہوتی ہے نہ ضارب پر

باب ما یحدث من الخ فی الطریق وغیرہ | یہ باب ہے ان مسائل میں کہ مرد راہ وغیرہ میں کچھ حادث کرے اور بنادے لما

ذکر القتل مباشرة شرع فیہ تسببا فقال جب کہ مصنف قتل بطریق مباشرت کو ذکر کر چکا تو اب شروع کیا اس قتل میں جو بطریق تسبب کے ہے اس نے اگلا قول کہا قتل بطریق مباشرت کے یہ ہے کہ قاتل مقتول پر بلا واسطہ آ کر قتل کرے استعمال کرے اور قتل بالاسبب یہ ہے کہ شاہ دیوار بنائی اور اس کے نیچے دب کر کوئی مر گیا اخرج الی طریق العامة کفیفا ہو بیت الخلاء اور میز ابا او جبر صناعہ برج و جذع و غیرہ

حوض طاقہ و نحوہ یعنی اوکا نا جازا احداثہ ان لم یضرب بالعامۃ ولم یمنع منہ فان ضرر لم یحل کما یسعی شارع عام میں پاخانہ اور سنڈاس یا ہر نکالا یا جبر صناعہ بنایا چنانچہ برج اور چھجا اور چھتا پیش طاق کا حوض یا مانند اس کے اور چیز کذا فی المعنی یا دوکان باہر نکالی تو اشیاء مذکورہ ہر چیز کا بنانا درست ہے اگر لوگوں کو اس احداث سے ضرر نہ ہو اور کوئی منع بھی نہ کرے پھر اگر ضرر ہوگا تو اشیاء مذکورہ کا بنانا حلال ہے چنانچہ آگے آدے کا جبر صناعہ بضم میم و صاد و سکون راہم لہ و تخفیف نون عربی لفظ نہیں لیکن مستعمل ہے اور اس کی تفسیر میں اختلاف ہے بعض نے کہا جبر صناعہ برج ہے اور بعضوں نے کہا چھجا وغیرہ ذلک شارح نے اکثر اقوال کو جمع کر کے اشارہ کیا کہ سب اقوال کا ایک ہی حکم ہے خلا نہیں مگر تفسیر میں کذا فی الخطاوی و لکل واحد من اہل الخصومت ولو ذمبا متعہ ابتداء و مطالبتہ بنقصہ و دفعہ بعدہ ای بعد البناء کان فیہ ضرر او لا و قیل انما ینقص بنصومتہ اذالم یکن لہ مثل ذلک والا کان تغتازی علیہ اور اگر اہل خصومت سے اگرچہ وہ ذمی ہو ہر شخص کو کاروک دینا ابتداء سے اور اس کے توڑ ڈالنے کا مطالبہ کرنا بن چکنے کے بعد جائز ہے خواہ اس میں ضرر ہو یا نہ ہو اور صفار کا قول ضعیف یہ ہے کہ خصومت سے توڑنا بن چکنے کے بعد اس وقت ہے جب کہ مانع نے ویسا مکان نہ بنایا ہو اور نہیں تو روکنا ناحق عناد ہے کذا فی الزیلعی نے کہا کہ اس مسئلہ میں تین مواضع میں کلام ہے اول راہ کے احداث میں ثانی خصومت منع احداث میں اور رفع بعد الاحداث میں اور ثالث میں احداث کا حال تو یہ ہے کہ شمس الاثم نے کہا کہ اگر راہ والوں کو ضرر نہ ہوتا ہو کشادگی راہ کے سبب سے تو احداث جائز ہے جب تک کوئی نہ کرے اور خصومت کا حال یہ ہے کہ امام کے نزدیک ہر شخص کو اختیار ہے قبل از احداث روکنے کا اور بعد احداث کے توڑ ڈالنے کا اگر کسی ضرر نہ ہو دس بشرطیکہ اس نے بلا اذن سلطان کے بنایا ہو اور ابو یوسف نے کہا کہ ابتدا میں روکنے کا ہر شخص کو اختیار ہے اور بن چکنے کے بعد توڑنے کا اختیار نہیں اور محمد نے کہا کہ اگر ضرر نہ ہوتا ہو تو نہ منع کرنے کا اختیار ہے نہ رفع کا اور اہل خصومت ہر مسلمان عاقل بالغ آزاد اور ذمی ہے اس واسطے کہ شارع عام میں ان کو چلنے کا اور اپنے جانوروں کو چلانے کا اختیار ہے تو خصومت نقص کا بھی اختیار ہوگا برخلاف غلاموں اور اطفال کے کہ وہ اہل خصومت کے نہیں کذا فی الخطاوی ہذا کلمہ اذ ابی لنفسہ لغير اذن الامام یہ تمام مذکور اس وقت ہے جب شارع عام میں اپنے ذات کے واسطے بنایا ہو بدوں حکم سلطان کے مگر اگر حکم سلطانی ہو گیا ہو تو اب کسی کو منازعت کرنا جائز نہیں لیکن سلطان مناسب نہیں حکم دینا اگر لوگوں کو ضرر نہ ہوتا ہو تنگی راہ سے اور باوجود اس کے سلطان کو مصلحت معلوم ہو اور حکم دے تو جائز ہے چنانچہ محوی میں مسکین اور دشمنی میں یوں ہے کہ در صورت ضرر کے احداث جائز نہیں بلا خوف خواہ سلطان حکم کرے یا نہ کرے کذا فی الخطاوی زاد الصغار و لا للمطالب مثله صفار نے اتنا زیادہ کہا ہے کہ مطالبہ کرنے والے کا ویسا مکان نہ ہو تب خصومت درست ہے یہی قول ضعیف ہے جو مذکور چکا تو عادیہ کی کچھ حاجت نہ تھی کذا فی الخطاوی وان بنی المسلمین مسجد ونحوہ اذ بنی باذن الامام لا ینقص اور جب کہ شارع عام میں مسکین کے واسطے مکان بنایا گیا چنانچہ مسجد اور مانند اس کے یا بحکم امام بنایا گیا تو وہ توڑا نہ جائے گا مگر فقہاء کے کلام سے مرعاً معلوم ہوتا ہے کہ مسجد کا بنانا راہ میں در صورت عدم ضرر خلق اللہ کے جائز ہے اور عدم نقص کا موضوع عدم ضرر ہے اور اگر عوام کو ضرر نہ ہوتا تو منع اور رفع



وارد ہوگا کما لایخفی اور اس پر دلیل اگلا قول ہے کہ جو سب کو مضر کرے اس کا احداث جائز نہیں اور جو جائز نہیں وہ قائم نہ رکھا جاسکے گا  
پہلے کے اذن سے ہو یا نفع مسلمین کے واسطے بنا ہو کذا فی الخطاوی وان کان لیضر بالعامة لایجوز احداثہ لقولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام  
ولا ضرر فی الاسلام اور اگر اکثر خلق کو مضر کرتا ہو تو احداث اور اس کا بنانا جائز نہیں بدلیل حدیث نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لا ضرر ولا ضرار  
اسلام یعنی ضرر پہنچانا اور مضر کا بدلہ دینا اسلام کا طریقہ نہیں یہ حدیث جابر سے طبرانی میں اور عبادہ بن صامت سے ابن ماجہ میں اور ابن عباس  
بن ماجہ میں اور ابو سعید خدی سے مستدرک حاکم میں اور ابو ہریرہ سے دارقطنی میں اور عائشہ صدیقہ سے راقطنی میں مروی ہے باختلاف  
الفاظ ابن اثیر نے کہا کہ مضر ضد ہے نفع کا تو مطلب حدیث کا یہ ہے کہ آدمی اپنے بھائی کو مضر نہ پہنچا دے یعنی اس کی حق تلفی نہ کرے  
مضر کی جزا دے اس کو مضر پہنچا کر اور بعضوں نے کہا کہ مضر وہ ہے کہ دوسرے کو مضر ہو اور تجھ کو اس میں نفع ہو اور مضر وہ ہے کہ  
رے کو تو مضر نہ پہنچا دے اور تجھ کو اس میں کچھ نفع نہیں اور بعضوں نے کہا کہ مضر ایک طرف سے ہے اور مضر دونوں طرف سے  
اور بعضوں نے کہا مضر اور مضر متحد المعنی ہیں عرض تکرار سے تاکید ہے کذا فی المعنی شرح الہدایہ عنایہ میں اکمل نے کہا لا ضرر ابتداء ولا ضرر  
یعنی بدل لینے میں اپنے مقدار حق سے تعدی نہ کرنا چاہیے اس واسطے کہ مضر معنی مضار ہے یعنی تو اس کو مضر پہنچا دے جس نے تجھ کو  
پہنچایا واللہ اعلم والقعود فی الطريق لیسع وشرائعہ یوزان لم یضر احد ولا لا علی ہذا التفصیل السابق اور راہ میں بیٹھنا بیچنے اور خرید  
کے واسطے جائز ہے اگر کسی کو مضر نہ ہوتا ہو اور نہیں تو جائز نہیں بموجب اسی تفصیل سابق سے تم قہستانی نے کہا اور یہی حکم ہے راہ میں خست  
کا وہذا فی النافذ فی غیر النافذ للہ یوزان یتصرف باحداث مطلقا منہزم اولالا باذنیہم لاند کالملک الخاص بہم اور یہ حکم احداث  
عام نافذ کا متجاوز دوسری طرف سے بند نہیں ہے اور کوچہ غیر نافذہ میں تو کوئی چیز احداث کرنے سے تعارف کرنا مطلقا جائز نہیں خوا  
کہ کو احداث ضرر کرتا ہو یا مضر نہ کرتا ہو مگر اہل محلہ کے اذن سے البتہ بنانا جائز ہے اس واسطے کہ کوچہ غیر نافذہ ان کی ملک خاص کی مانند  
شارح اس تعبیر میں صاحب ددر کا تابع ہو گیا اور ہدایہ میں مصرح ہے کہ کوچہ غیر نافذہ اہل محلہ کا مملوک ہے ثم الاصل فیما جمل حالہ ان  
حدیثا لونی الطريق العامة وندیالونی طریق الخاصة برجندی پھر دریافت کرنا چاہیے کہ قاعدہ کلیہ اس احداث میں جس کا قدیم اور جدید  
معموم نہیں یہ ہے کہ اگر شارع عام میں ہے تو جدید ہے اور اگر محلہ کی خاص راہ میں ہے تو قدیم ہے کذا فی البرجندی م تو اگر احداث جدید  
کا اس کو توڑنا جائز ہے اور اگر قدیم ہے تو کسی کو توڑنا درست نہیں کذا فی الخطاوی عن القستانی فان مات احد من الناس لم یسقط طہا  
رفدیۃ علی عاقلۃ اسی عاقلۃ لمخرج لتسبب پھر اگر کوئی آدمی اشیائے مذکورہ کے اس پر ساقط ہونے سے مرگیا تو اس کا خون بہا مکان  
نے والے کے عاقلہ پر واجب ہے بسبب اس کی سبب سازی کے یعنی مسبب ہلاکت بانی مکان ہے لہذا اس کے مددگاروں پر دیت  
ہونی کما ندی العاقلۃ کو حضرت بڑائی طریق اودفع حجرا دتربا اوطینا متقی قتلہ بہ الانسان لاند سبب جیسے عاقلہ پر دیت دینا  
ہوتا ہے اگر کنواں کھودا راہ میں یا پتھر کھایا خاک یا مٹی راہ میں ڈھیر کی کذا فی الملتقی سواس کے سبب سے کوئی آدمی مرگیا اس  
طے کہ عاقلہ اور واضح سبب ہے ہلاکت کا فان تلف بہ اسی بواحد من المذكورات بہیمۃ ضمن فی مالہ ان لم یاذن بہ الامام پھر اگر ایک  
چیز سے اشیاء مذکورہ میں سے یعنی بیت الخلا یا میزب یا برج وغیرہ یا دوکان یا راہ کے کنوئیں یا پتھر سے کوئی جانور تلف ہو گیا تو محدث کے  
میں تاوان لازم ہوگا اگر انہوں نے اس کا اذن نہ دیا ہو م و ج تاوان تعدی ہے محدث کی اور عاقلہ پر اس واسطے تاوان لازم نہ ہوا کہ عاقلہ پر

ملہ ابن اثیر نے مضر کو مضر باب افعال سے روایت کیا ہے اذ معنی اس کے وہی یکے میں جو مترجم اول نے درج کئے ہیں ۳

نفس کا تاوان لازم ہوتا ہے نہ مال کا اور اگر سلطان کے حکم سے اشیاء مذکور کو احداث کیا تو تاوان لازم نہ ہو گا عدم تعدی کے سبب سے اس  
 کہ سلطان کا اختیار کامل ہے راہ میں کیونکہ وہ نائب ہے خلق اللہ کا تو اس کا فعل ایسا ہے جیسے مالک کا فعل اپنے ملک میں چنانچہ قستانی میں  
 اور اذن سلطان کے مانند ارباب محلہ کا اذن ہے غیر نافذہ کوچ میں تو عدم اذن نام راجع ہے اول کلام تک یعنی فان مات احدکم کذا فی الزمان  
 فان اذن الامام فی ذلک اومات واقع فی برطرلق جو عا و عطشا او عا لاضمان یعنی خلافا لحدیث پھر اگر سلطان نے اس میں یعنی  
 وغیرہ کے احداث میں اذن دیا اور کوئی شخص مرگیا یا راہ تھکے کنوئیں کا گر پڑنے والا بھوک یا پیاس یا غم سے مرگیا تو تاوان نہیں اسی تو  
 فتویٰ ہے برخلاف محدث کے کہ ان کے نزدیک سب صورتوں میں ضمان ہے غم سے یہاں مراد دم کارکنہ ہے کنوئیں کی ہوا سے ان اشیاء  
 اس واسطے نہ ہوا کہ کنوئیں کا گرنے والا جو عا یا عطش یا غم سے مرگیا نہ وقوع سے اور ضمان اس وقت واجب ہوتا ہے جب کہ وقوع کے  
 مرجائے کذا فی الزمانی ولو سقط المیزاب فاصاب ما کان فی الداخل رجلا فقتله فلا ضمان اصلا لكونه فی ملک فلم یکن متعلقا اور  
 ساقط ہوا سو پرنالہ کا وہ سر جو دیوار میں داخل تھا کسی مرد کے لگا سو اس کو قتل کیا تو اصلا ضمان نہیں اس واسطے کہ پرنالہ کی طرف داخل تو  
 خانہ کے ملک میں ہے تو مالک خانہ کی تعدی نہ ہوئی جو اس پر تاوان آتا وان اصابہ الخارج او وسطہ بنزائتہ فالضمان علی واضد  
 اور اگر پرنالہ کا باہر کا سرا یا اس کا درمیان کسی کے لگا کذا فی الزمانی اور لعل پرنالہ لگانے والے پر ضمان واجب ہے اس کی تعدی کے سبب  
 م تعدی یہ ہے کہ راہ کی ہوا میں اس نے پرنالہ نصب کیا کذا فی الزمانی اور لعل پرنالہ لگانے میں ضرورت بھی نہیں اس واسطے کہ دیوار  
 پرنالہ ہو سکتا ہے کذا فی الہدایہ طحاوی نے کہا کہ ضمان اس صورت میں ہے جب کہ سلطان یا اہل محلہ نے پرنالہ لگانے کا اذن نہ دیا ہو  
 ہو چکا اور تعدی کی تعلیل بھی اس پر دلالت کرتی ہے اور ضمان واجب ہے واضح کی عاقلہ پر اور اسی طرح مسائل آئندہ میں آتے دومت  
 مستعیرا او غاصبا ضمان واضح پر ہے اگرچہ واضح متاجریا مستعیر یا غاصب ہو ولا یبطل الضمان بالبیع بقاء فعدوہم الموجب للضمان بخلاف  
 المائل کما بسطہ الزلیعی اور ضمان باطل نہیں ہوتا اس مکان کی بیع سے بسبب باقی رہنے واضح کے فعل کے اور وہ یعنی فعل واضح من  
 موجب ہے برخلاف دیوار مائل کے چنانچہ زلیعی نے اس کو مشرح بیان کیا ہے م خلاصہ زلیعی یہ ہے کہ بائع پر ضمان اس واسطے ہے  
 کا منسوخ نہیں ہو گیا اس کی ملک زائل ہونے سے برخلاف دیوار مائل جب کہ اس کو بیچا اشہاد کے بعد پھر ملک مشتری میں دیوار گر پڑی  
 مرگیا تو نہ بائع پر ضمان ہے نہ مشتری پر اس لئے کہ مشتری پر اشہاد نہیں ہوا حالانکہ وہ شرط ہے اور بائع کے حق میں اشہاد اول باطل ہو گیا  
 سے کذا فی الطحاوی ولو اصابہ الطرفان من المیزاب وعلم ذلک وجب علی واضد النصف وجہ النصف ولو لم یعلم ای طرف مت  
 صمن النصف استحسانا زلیعی اور اگر کسی مرد کو پرنالہ کی دونوں طرفیں داخل اور خارجی پڑیں اور ہلاک ہو گیا اور وہ یعنی دونوں طرف  
 پر گر پڑنا معلوم ہوا تو پرنالہ لگانے والے پر نصف دیت واجب ہے اور نصف دیت باطل اور رائیگاں ہے اور اگر معلوم نہیں کہ دونوں طرف  
 سے کون سی طرف اس پر گری تو واضح پر نصف دیت کا ضمان بدلیل استحسان کے واجب ہے کذا فی الزمانی قیاس یہ تھا کہ در صورت عدم  
 نہ ہوتا کیونکہ اگر طرف خارجی سے موت ہوئی تو ضمان ہے اور اگر داخلی سے ہے تو ضمان نہیں شک سے وجہ استحسان یہ ہے کہ ایک حال  
 ضمان ہو سکتا ہے اور دوسرے حال میں کچھ بھی نہیں ہوتا تو نصف ضمان لازم ہو گا کذا فی الطحاوی ومن حی حجرا وضعہ آخر فخطب  
 صمن لان فعل الاول نسخ بفعل الثانی اور جس نے کنارے پر کر دیا اس پتھر کو جو دوسرے شخص نے راہ میں رکھا تھا پھر اس پتھر سے  
 ٹھوکر کھا کے مرگیا تو کناسے پر کرنے والا ضمان دے گا اس واسطے کہ اول شخص کا فعل یعنی راہ میں رکھنے والے کا منسوخ ہو گیا



شخص کے فعل سے یعنی ترسب ہلاک شخص ثانی مٹھرا نہ اول کمن حمل علی راسہ اولہ و شیعہ فی الطريق فسقط منہ علی آخرہ و دخل بحصیر او قنذیل او حصاة فی مسجد غیرہ اسی جملہ حصی او باری ابن کمال او جلس فیہ لا للصلوۃ و لو یقرآن او تعلیم فخطب بہ احد کا علمی ضمن خلافہا اس شخص کے مانند جس نے اپنے سر یا پیٹ پر کوئی چیز لادی راہ میں سو اس میں سے کچھ دوسرے شخص پر گر پڑا یا چٹائی یا قنذیل یا پتھری غیر کی مسجد میں لے گیا یعنی مسجد میں پتھریوں یا چٹائیوں کا فرش کیا کذا ذکرہ ابن کمال یا سوانے نماز اور فعل کے واسطے مسجد میں بیٹھا اگرچہ قرآن یا تعلیم کے واسطے بیٹھا ہو سو کوئی شخص اس کے سبب سے تلف ہو گیا چنانچہ اندھا چٹائی میں اولہ کر یا پتھریوں میں ٹھوکر کھا کر مر گیا تو حامل یا مدخل یا جالس پر ضمان لازم ہوگا برخلاف صاحبین کے لایعین من سقط منہ رداء لیسہ علیہ ضمان لازم نہ ہوگا اس شخص پر جس پر سے وہ چادر گر پڑی جس کو وہ اوڑھے تھا اور اس کے سبب سے کوئی تلف ہو گیا حامل اور جالس میں فرق یہ ہے کہ حامل شخص اس کی محافظت کا قصد رکھتا ہے تو تقید بالسلامتہ میں اس پر کچھ حرج نہیں اور جالس طہوس کی محافظت کا قصد نہیں رکھتا تو تقید بالسلامتہ میں اس پر حرج ہے کذا فی الطحاوی و ادخل ہذہ الاشیاء المذكورات فی مسجد حمیہ ای محلۃ لان تدیر المسجد لاہلہ دون غیرہم ففعل الغیر مباح فیتقید بالسلامتہ یا اشیاء مذکورہ یعنی چٹائی یا قنذیل یا پتھریاں اپنے مسجد میں لے گیا اور کوئی شخص اس کے سبب سے ہلاک ہو گیا تو اس پر ضمان نہیں اس واسطے کہ تدبیر مسجد کی اہل محلہ پر ہے نہ ان کے سوا اور لوگوں پر تو غیر شخص کا فعل مباح ہے تو مقید بسلامت ہوگا مگر ظاہر کلام اس پر دلالت کرتا ہے کہ اہل محلہ پر تدبیر مسجد واجب ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ اہل محلہ اور غیر اہل دونوں کا فعل مباح ہے لیکن اہل محلہ کا فعل مباح مطلق ہے بلا قید بسلامت اور غیر کا فعل مباح بقید بسلامت ہے کذا فی الطحاوی و جلس فیہ للصلوۃ الحاصل ان الجالس للصلوۃ فی مسجد حمیہ لایعین و لیس للصلوۃ لیس مطلقا خلافہا و استظهر فی الشرع بلائہ مغزیا للزیلع وغیرہ قولہما وقد تحقیقہ فی شرح الملتقى یا بیٹھا مسجد میں نماز کے انتظار کے واسطے اور کوئی شخص اس پر گر کے تلف ہو گیا تو جالس پر ضمان نہیں خلاصہ یہ ہے کہ جو شخص نماز کے واسطے اپنے محلہ کی مسجد یا غیر محلہ کی مسجد میں بیٹھا تو اس پر ضمان نہیں خواہ نماز کے واسطے جوں ہو یا نہ ہو اور شرع بلائہ میں صاحبین کے قول کی تقویت کی ہے زیلعی وغیرہ کی طرف نسبت کر کے اور ہم نے اس کو محقق بیان کیا ہے شرح مفتی میں زیلعی میں حلوانی سے منقول ہے کہ اکثر مشائخ نے صاحبین کے قول کو لیا ہے اور اسی قول پر فتویٰ ہے اور صدر الاسلام سے منقول ہے کہ صاحبین کا قول اظہر ہے اس لئے کہ جوس نماز کی ضروریات سے ہے تو نماز کے ساتھ ملحق ہے اور عینی میں ہے کہ صاحبین کے موافق ائمہ ثلاثہ کا قول ہے اور اسی پر فتویٰ ہے کذا فی الطحاوی و فیہ لواء جبرہ یعنی ولیحفر لہ فی فناء حالوتہ او دارہ فلف بہ شے ان قبل فرائض فعلی الاجیر وان بعدہ فعلی الامر کما لو کان فی غیر فناء ولم یعلم بالاجیر فان علمہ فعلمہ کما لو امرہ بالبناء فی وسط الطريق لفساد الامر اور ملحق میں ہے کہ اگر مزدور لگایا تاکہ عمارت بنادے یا اس کے واسطے کنواں کھودے اس کی دوکان یا گھر کے پیش دروازے میں سو اس کے سبب سے کوئی چیز تلف ہو گئی اور اگر ہلاک ہوئی قبل تعمیر یا حفر کے تو ضمان اس کا مزدور پر ہے اور اگر بعد فراغت کے ہلاک ہوئی تو امر کرنے والے پر چنانچہ اگر تعمیر اور حفر مستاجر کی پیش دروازہ اور مزدور اس کو نہ جانتا ہو تو مستاجر پر ضمان ہے پھر اگر مزدور جانتا ہو تو مزدور پر ہے چنانچہ اگر اس نے تعمیر کے واسطے امر کیا درمیان راہ کے اور کوئی تلف ہوا تو مزدور پر ضمان ہے فساد امر کے سبب سے یعنی راہ مٹو کر مستاجر کی نہ تھی تو اس کا امر کرنا باطل تھا پھر جب باوجود اس کے مزدور نے تعمیر پر اجرت لی لہذا مزدور پر ضمان آیا نہ مستاجر پر و لو قال الامر ہونانی و لیس لے حق الحفر فعلی الاجیر قیاسا ای علمہ لفساد الامر فہو و علی المستاجر استئنا انتہی قلت وقد قدمہ وغیرہ لقیاس بہ بناء ظاہرہ و ترجیہ سیما علی دأب صاحب الملتقى من تقدیمه الاقوی قتال اور اگر مستاجر نے کہا کہ یہ میرا پیش دروازہ ہے اور اس میں مجھ کو کنواں کھودنے کا حق نہیں ہے یعنی

پہ باوجود اس کے مزدور نے دہاں کھودا اور کوئی چیز تلف ہو گئی تو ضمان مزدور پر ہے قیاس کی راہ سے یعنی اس واسطے کہ مزدور کو امر متاجر کا فساد معلوم ہو گیا تو متاجر نے اس کو فریب نہیں دیا اپنی حقیقت ظاہر کر کے اور متاجر پر ضمان ہے استحسان کی راہ سے انتہی کلام الملتقی علیہ کتابوں اور البتہ صاحب ملتقی وغیرہ نے یہاں قیاس کو استحسان پر مقدم ذکر کیا ہے اور تقدیم اس کی ترجیح پر دلالت کرتی ہے خصوصاً صاحب ملتقی کی عادت پر کہ وہ قوی تر قول کو مقدم ذکر کرتا ہے سو اس کو تامل کرم وجہ استحسان یہ ہے کہ متاجر نے کھودنے کا امر ظاہر اپنے ملک میں کیا اس واسطے کہ پیش دریں آدمی کو مٹی ڈالنا اور لکڑیاں رکھنا اور گھوڑا باندھنا وغیرہ ذلک من التصرفات درست ہیں تو امر صحیح ہوا نہ فاسد تو ضمان متاجر پر ہوگا نہ مزدور پر ومن حضر بالوعدة فی طریق بامر السلطان اونی ملکہ او وضع خشبۃ فیہا ای الطريق او قنطرة بلا اذن الامام وکذا کل ما فعل فی طریق العامة فتعذر رجل المرور علیہا لم یضمن لان الاضافة الی المباشرة اونی من المتسبب اور جس نے چاہے اب ریز کھودا راہ میں سلطان کے حکم سے یا اپنی ملک میں کھودا یا لکڑ رکھا راہ میں یا پل بنایا بدول اذن سلطان کے اور اسی طرح کا حکم ہے ہر ایک اس چیز میں جو شارع عام میں بنائی گئی پھر کسی مرد نے اس پر عمدہ گذر کیا اور وہ تلف ہو گیا تو حافر اور وضع اور بانی پر ضمان نہیں اس واسطے کہ ہلاکت کا نسبت کرنا مباشرت کی طرف اولیٰ ہے تسبب کی طرف سے م یہ تعمیل ہے پچھلے دوسلوں کی ذیلی نے کہا کہ چاہے آب و باذن امام کھودنا یا اپنے ملک میں کھودنا تعدی نہیں ہے اور وضع خشبہ اور قنطرة اگرچہ تعدی ہے لیکن اس پر عمدہ چنانہ نسبت الی الواقع کا تھا ہے اس واسطے کہ واقع تسبب ہے اور چلنے والا مباشرت ہے کذا فی الطحاوی و ہذا تبیین ان المتسبب انما یضمن فی حضر البیر و وضع الحجر اذ لم یتمتع الواقع المرور کذا فی المجتبیٰ اور اس کلام یعنی عدم ضمان تعدی سے ظاہر یہ ہو گیا کہ تسبب پر اسی صورت میں ضمان لازم ہوتا ہے کنواں کھودا اور پتھر راہ میں رکھنے سے جب کہ اس کا کرنے والا بالقصد اس پر مردہ کرے کذا فی المجتبیٰ و فیہ حفر فی طریق مکہ او غیر ما من الفیاف لم یضمن بخلاف الامصار قلت و ہذا عرف ان المراد بالطریق فی الکتاب الطريق فی الامصار دون الفیاف والصحار سے لانه لا یکن العدول عند فی الامصار غالباً دون الصحاری اور مجتبیٰ میں ہے کہ مکہ معظمہ یا اس کے سوا میدانوں کی راہ میں کنواں کھودا اور اس میں گر کے کوئی تلف ہو گیا تو کھودنے والے پر ضمان نہیں برخلاف شہروں کے میں کتابوں اور اس مسئلہ سے معلوم ہو گیا کہ راہ سے مراد کتب فقہ میں شہروں کی راہیں ہیں نہ بیابان اور جنگلوں کی اس واسطے کہ شہروں میں راہ معین سے ہٹ کر چلنا اکثر ممکن نہیں ہوتا نہ میدانوں کی راہ میں ولو استاجر رجل اربعۃ لحفر بئر لہ فوقت البئر علیہم جمیعاً من حفر ہم فانیات احدہم فغلی کل واحد من الثلثۃ الباقیۃ ربع الدیۃ و یسقط ربعا لان البئر وقع علیہم لفعلہم فقدمات من جنایۃ وجنایۃ اصحابہ فیسقط ما قایل فعلہ خانہ وغیرہ ازاد فی الجوزۃ و ہذا الواب فی الطریق فلو فی ملک المتاجر فیسقط ان لایجب شئ لان الفعل مباح فایحدث غیر مضمون انتہی اور اگر ایک مرد نے چار شخصوں کو مزدوری پر لگایا اپنا کنواں کھودنے کو سو کنواں ان سب پر پھٹ کر گر پڑا ان کے کھودنے کے سبب سے سوان میں سے ایک شخص مر گیا تو باقی تین شخصوں سے ہر شخص پر چوتھائی دیت واجب ہے اور چوتھائی دیت ساقط ہوئی اس واسطے کہ کنواں ان پر گرا ان کے فعل کے سبب سے تو مرنے والا مر گیا اپنی جنایت کا اپنے ساتھیوں کی جنایت سے تو اس قدر دیت ساقط ہو گئی جو میت کے فعل کے مقابل واقع ہو گئی کذا فی الخانیۃ وغیرہ جو ہرہ میں اتنا زیادہ ذکر کیا ہے اور یہ حکم اس شرط پر ہے جب کہ کنواں راہ میں ہو سو اگر متاجر کی ملک میں ہوگا تو لائق یوں ہے کہ کچھ دیت واجب نہ ہو اس واسطے کہ وہ فعل مباح ہے سو جو حادث ہوگا اس کا ضمان نہیں انتہی مافی الجوزۃ قلت و یؤخذ منہ جواب حادثۃ ہی ان رجلاً کرم وارضہ تارۃ تکون مملوۃ وعلیہا الخراج کا راضی بیت انا و تارۃ تکون للوقوف و تارۃ کئی فیہ مدۃ طویلیۃ یؤدی خراجاً ویکال الانتفاع بہا بغرس او غیرہ فیتاجر



بذالرجل جماعۃ یحضرین لہ بر لیغرس فیہا اشجار العنب وغیرہ فتسقط علیہ احدیم ہل لورثتہ مطالبۃ بدنیۃ قال المصنف والحکم فیہا وشبہا عدم وجوب شئ علی المتاجر وکذا علی الآخر کما یفیدہ کلام الجورۃ وحمل اطلاق القادس علی ما وقع مقید بالاتحاد والحکم والحادثۃ واللہ اعلم میں کتابا اور جوہرہ کے کلام سے جواب ایک استغنا کا معلوم ہوتا ہے وہ حادثہ یہ ہے کہ ایک مرد کے درخت انگور ہیں اور انگور کی زمین گاہے مملوک ہوتی ہے اور اس پر خراج ہے جیسے بیت المال کی اراضی اور کبھی زمین وقف کی ہوتی ہے اور گاہے صاحب انگور کے قبضے میں مدت دراز رہتی ہے کہ وہ اس کا خراج دیا کرتا ہے اور اس زمین سے نفع لینے کا مالک ہوتا ہے درخت وغیرہ لگا کر سو اس مرد صاحب انگور نے جماعت کو مزدوری پر لگایا کنواں کھودنے کے واسطے تاکہ اس زمین میں انگور وغیرہ کے درخت جماد سے سو کنواں پھٹ پڑا ایک مزدور پر تو اس کے وارثوں کو متاثر سے دیت کا مطالبہ جائز ہے یا نہیں مصنف نے شرح میں کہا اس حادثہ اور اس کے مانند میں عدم وجوب ضمان کا حکم ہے متاجر پر اور اسی طرح اور مزدور پر کچھ واجب نہیں چنانچہ جوہرہ کے کلام سے مستفاد ہوتا ہے اور قادی کا اطلاق مقید پر محمول ہے یعنی یہ جو کتاب فتویٰ میں مذکور ہے بلا قید کہ جو کھودنے میں تلف ہو اس کا ضمان ہے سومرا و حفرفی الطريق ہے نہ حفرفی الملک اتحاد حکم اور حادثہ کے سبب سے واللہ اعلم۔

مذکورہ سے اور یہ مراد نہیں کہ ایک زمین گاہے مملوک ہے اور گاہے وقف اور گاہے تصرف متاجر میں ہے مدت طویل سومرا و اس سے یہ ہے کہ وہ زمین خالی نہیں اشیاء مذکورہ سے اور یہ مراد نہیں کہ ایک زمین گاہے مملوک ہے اور گاہے وقف اور جواب استغنا میں یہ غلط ہے کہ حادثہ انگور متفرع ہے صاحب جوہرہ کی بحث اور تجویز پر اور فقہائے دین سے منصوص نہیں تو حکم متحد نہیں ہو سکتا اور حادثہ بھی مختلف ہے کیونکہ حفرفی الملک فی الطريق کی مناسبت سے واللہ اعلم لکذا فی الخطا وادی فروع مسائل ملحقہ شارح کے لواء جرب الدار الفعلۃ لاخراج جناح اوطلۃ فوق فقتل انسانا ان قبل فراغ من عملہ فالضمان عیسیم لاند حیثہ لم یکن مسلما لرب الدار اور اگر صاحب خانہ نے مزدور لگائے چھپایا چھپانے کے واسطے سو چھپایا چھپا کر پڑا سو اس نے کسی آدمی کو قتل کیا ان کے فراغت عمل سے پہلے تو ضمان کارگیروں پر ہے نہ صاحب خانہ پر اس واسطے کہ اس وقت میں یعنی قبل از فراغ صاحب خانہ کے واسطے وہ مسلم نہیں ہوا و لیکن لورثش الماد بحیث یزلق واستوعب الطريق اور ضمان دے گا اگر پانی کثرت سے چھڑکا اس طرح پر کہ اس سے آدمی رہ پٹ جاتا ہے اور چھڑکاؤ تمام آراء میں ہے اور اگر چھڑکاؤ تھوڑا ہے یا تمام راہ میں چھڑکاؤ نہیں ہے تو ضمان نہیں بلورثش فذلہ عاقلۃ باذن صاحب الضمان علی الامر استحسانا وتمامہ فی الملتصقہ اور اگر پانی چھڑکاؤ کان کے سامنے صاحب دکان کے اذن سے تو امر کرنے والے پر ضمان ہے استحسان کی راہ سے اور پورا اس کا بیان ملحقی میں ہے

**فصل فی الحائط المائل** یہ فصل ہے دیوار مائل یعنی جھکی دیوار کے مسائل میں مال حائط الی طریق العامۃ ضمن ربہ اکی صاحب بالتلف

ضمن ربہ نفس انسان او حیوان او مال جھکی دیوار شارح عام کی طرف تو دیوار کا مالک یعنی اس کا صاحب ضمان دے گا اس چیز کا جو تلف ہو گئی دیوار کے گرنے سے خواہ وہ چیز مالک جان ہو آدمی یا جانور کی یا مال ہو م شارح نے مالک کی تفسیر صاحب کے اشارہ کیا کہ مالک سے حقیقی مالک مراد نہیں بلکہ مالک سے مراد وہ شخص ہے جس کو تصرف اور تفریع کا اختیار ہو اگرچہ وہ صغیر کا وصی ہو یا اس کا دایا راہن یا مکاتب چنانچہ شارح بیان کرے گا ان طالب ربہ حقیقۃ او حکما کا لواقف والحقیم ولو حائط المسجد فتضمن عاقلۃ الواقف ضمان تلف لازم ہو گا بشرطیکہ دیوار کے مالک سے مطالبہ کیا ہو خواہ وہ حقیقۃ مالک ہو یا حکما مالک ہو چنانچہ وقف کرنے والا اور ناظر واقف کا اگرچہ دیوار مال مسجد کی ہو تو عاقلہ واقف پر ضمان لازم آوے گا و کا لقیم الوالہ والراہن والمکاتب والعبدان جبر اور ناظر وقف کے مانند ولی اور راہن اور مکاتب اور سوداگر غلام ہے م ولی سے مراد صغیر کا ولی ہے جیسے اس کا باپ اور دادا راہن کا ذکر اس واسطے کیا کہ مرتن مالک مرہون کا نہیں

کہ اس سے مطالبہ ہو بلکہ مالک مابین ہے اور وہ قادر ہے ہم دیوار پر فک رہن کے بعد پھر دیوار بنا کر مرتین کے قبض میں کر دے اور مکاتب کی دیوار ساقط ہو کر اگر کوئی چیز تلف ہوگی حال کتابت میں تو اگر وہ چیز انسان ہے تو جو اس کی قیمت اور دیت مقتول میں اقل ہوگا وہ مکاتب پر لازم ہوگا اور اگر وہ چیز مال ہے تو اس کی ادائے قیمت میں سخی مکاتب پر واجب ہوگی اور اگر عبتا بجر کی دیوار سے مال تلف ہوگا تو اس کی گردن سے متعلق ہے اور اگر جان ہے تو اس کے مالک کی عاقلہ پر دیت ہے کذا فی الطحاوی وکذا احد الشرحاء واولو الورثۃ استحسانا اور اسی طرح ناظر وقت کے مانند شریکوں میں سے ایک شریک ہے اگرچہ اشخاص مذکورین نہ ہوں ان کے وارث ہوں باعتبار استحسان کے م وجہ استحسان یہ ہے کہ اصل شریک قادر ہے اس پر کہ باقی شریکوں سے مطالبہ کرے تا وہ مجتمع ہو کر دیوار کو ڈھا دیں تو ایک شریک بقدر اپنے حصہ کے ضمان دے گا اور قیاس یہ تھا کہ ایک شریک پر ضمان لازم نہ ہوتا کیونکہ وہ ہم دیوار کا مالک نہیں نعم فی التلمیح لومات رہمن ابن فقط و دین مستغرق مع الاثما و علی الابن و ان لم یملک الدار برجندی وغیرہ ان تلمیح یہ میں ہے کہ اگر دیوار کا مالک مر گیا فقط ایک بیٹا اور دین مستغرق مترکہ چھوڑ کر تو بیٹے پر گواہ کرنا صحیح ہے اگرچہ بیٹا گھر کا مالک نہیں کذا فی البرجندی وغیرہ م تو اگر اثما د کے بعد انسان تلف ہوگا تو باپ کی عاقلہ پر دیت لازم ہوگی نہ فرزند کی عاقلہ پر کذا فی المنع بنقضہ مکلف مسلم او ذمی یعنی من اہل الطلب فیشرط فی البیہ والعبد اذن ولیہ ومولاه بالخصوصۃ زیلعی حرا و مکاتب ضمان لازم ہوگا اگر مالک دیوار سے اس کے توڑنے اور ڈھا دینے کا مطالبہ کیا ہو مکلف نے مسلمان ہو یا ذمی آزاد ہو یا مکاتب شارح نے کہا مکلف سے مراد اہل ہے طلب کا نہ بالغ تو صغیر کی طلب میں اس کے ولی کا اور غلام کی طلب میں اس کے مالک کا اذن خصوصت کے واسطے شرط ہے کذا فی الزیلعی و ان لم یستہد وجوب ضمان میں طلب نقض شرط ہے اگرچہ اس پر اثما و واقع نہ ہو اہم تو وجوب ضمان میں طلب شرط ہے نہ اثما و اور اثما و جو کتب فقہ میں مذکور ہے تو اس واسطے ہے کہ اگر مالک دیوار یا اس کے مددگار طلب ہم کا انکار کریں تو اس کے اثبات پر قدرت حاصل رہے تو اثما و باب احتیاط سے ہے چنانچہ طلب شفعہ پر شاہد کرنا بوجہ احتیاط ہے نہ بوجہ شرط اور طلب کرنا اس ہر ایک لفظ سے صحیح ہے جس سے طلب نقض مفہوم ہو چنانچہ یوں کہنا کہ تیری دیوار خطرناک ہے یا مائل ہے سو اس کو کرا دے تاکہ ساقط ہو کر کسی چیز کو تلف نہ کرے یا یوں کہے کہ دیوار کو کرا دے کہ وہ جھک رہی ہے اور اثما و کی صورت یہ ہے کہ طلب مذکور شاہدوں کے سامنے ہو یا یوں کہے کہ اس مرد سے دیوار ڈھانے کو کہہ چکے ہیں اور اگر مالک دیوار سے یوں کہے کہ تجھ کو دیوار کا ڈھانا مناسب ہے تو یہ طلب نہیں ہے اور نہ اثما و بلکہ یہ مشورہ ہے کذا فی الزیلعی ولا یصح الطلب قبل ائیل لعدم التحدی اور طلب نقض صحیح نہیں دیوار کے جھکنے سے پہلے عدم تعدی کے سبب سے والحال انہ لم یبقضہ وہو یک نقضہ فی مدۃ یقدر علی نقضہ فیہا صاحب دیوار مائل پر ضمان واجب ہے طلب کے بعد اس حالت میں کہ اس نے دیوار کو نہ گرایا اور حالانکہ وہ اس کے گرانے کا مالک ہے اس قدرت میں جس میں اس کے ڈھانے پر قادر ہے م لینے طلب کے بعد فوراً بلا ملت ضمان واجب نہیں تو اگر طلب پر اثما و ہوا اور فوراً دیوار گر پڑی مالک نے اتنی فرصت نہ پائی کہ گرانے پر قادر ہوتا تو ضمان تلف اس پر لازم نہ ہوگا بعلت عدم قدرت علی النقض لانی دفع الضرر العام واجب اہل دیوار پر اس واسطے ضمان تلف لازم ہے کہ ضرر عام کا دفع کرنا واجب ہے م اگر ضمان واجب نہ ہو تو تغریغ منتع ہو تو راہ بند ہو جائے گرنے کے خوف سے تو راہ بند ہو جانے سے خلق اللہ کا ضرر ہے اور ضرر عام کا دفع کرنا واجب ہے اور یہ امر اکثری ہے کہ ضرر خاص کا تحمل ضرر عام کے دفع کے واسطے واجب ہوتا ہے چنانچہ کفار پر تیر مارنا اگرچہ کفار نے اطفال مسکین کو سپر بنایا ہو اور چنانچہ ہلاک جان کے خوف سے اس ہاتھ کا لٹا جو سڑتا جاتا ہو کذا فی الطحاوی ثم ما تلف بہ من النفوس فغلی العاقلۃ ومن الاموال فغلیہ لان العاقلۃ لا تعقل المال پھر معلوم کرنا چاہیے کہ جو دیوار کے گرنے سے جان آدمی کی تلف ہوگی تو اس کی دیت صاحب دیوار



کے مدکاروں پر ہے اور جو مال تلف ہوئے تو اس کا ضمان صاحب دیوار پر ہے اس واسطے کہ مدکار تلف مال کا ضمان نہیں دیتے و لا ضمان الا  
بالاشہاد علی من غاب یا علی التقدیم علیہ و علی المالك بالسقوط علیہ و علی کون الجدار مکالمہ ای من وقت الاشہاد الی وقت السقوط و لذا قال اور  
ضمان نہیں کرتین چیز پر گواہ لانے سے ایک اس پر کہ صاحب دیوار کی طرف طلب ہم مقدم ہو چکی و دوسرے اس پر کہ ہلاکت ہوئی اس پر گھر پڑنے  
کے سبب سے تیسرے اس پر کہ دیوار اس کی ملک ہے یعنی اشہاد کے وقت سے سقوط کے وقت تک اس کی ملک میں باقی ہے لہذا مصنف  
نے قول آئندہ کو ذکر کیا و لو تقدیم اسے من لایک لفقہ من لیسکنہا باجارتہ او اعارة او الی المرتن او الی المودع لا یعتد بہ لعدم تقدیم  
علی التقریر اور اگر طلب ہم اس شخص سے مقدم ہوئی جو دیوار توڑنے کا مالک نہیں ان لوگوں میں سے جو گھر میں رہتا ہے اجارہ یا عاریت کے  
سبب سے یا مرتن یا امانت دار کی طرف طلب ہوئی تو اس طلب اور اشہاد کا کچھ اعتبار نہیں ان کی عدم قدرت کے سبب سے تقریر پر یعنی وہ  
لوگ ہم وغیرہ کے تقریر پر قادر نہیں و حیثینہ فلو سقط بعد التقدیم من ذکر و اتلف شیئاً فلا ضمان اصلاً لا علی ساکن ولا مالک اور اس صورت  
میں اگر دیوار ساقط ہوئی اشخاص مذکورین کی تقدیم طلب کے بعد اور دیوار نے ساقط ہو کر کوئی چیز تلف کی تو اصلاً ضمان نہیں نہ گھر کے رہنے والے پر  
نہ مالک پر ہم ساکن پر اس واسطے ضمان نہیں کہ وہ مالک نہیں اور مالک پر اس واسطے نہیں کہ اس پر نہ اشہاد ہو نہ طلب لکن لو خرج الحائض عن ملک  
بیمع او غیرہ کتبہ حاوی القدس و کذا لو جن مطبقاً و ارتد و حق و حکم لمجاۃ ثم عاد و افاق خانیہ چنانچہ اس صورت میں ضمان نہیں کہ دیوار خارج  
ہو گئی اس کی ملک سے بیع کے سبب یا غریب کے سبب سے چنانچہ مہر کرنے کے سبب سے کذا فی الحاوی القدسی اور اسی طرح ضمان نہیں اگر  
مالک دیوار کا مجنون ہو گیا مجنون مطبق یا مرتد ہو گیا اور دار الحرب میں جا ملا اور اس کے لحاق کا حکم ہو گیا پھر وہ دارالاسلام میں آ گیا یا مجنون ہو شیار  
ہو گیا کذا فی الخانیہ ظاہر ہے ہر قسم ضروری ہے بطلان اشہاد کے واسطے اس واسطے مہر کا کچھ حکم نہیں قبل تسلیم کے تو یہ جو شارح لکھے قول  
میں کہے گا لزال و لایۃ بالبیع و غیرہ ظاہر ہے کذا فی الطحاوی بعد الاشہاد و لو قبل القبض لزال و لایۃ بالبیع و نحوہ وان عاد ملک بعد  
حادی و خانیہ خروج ملک بعد الاشہاد سے ضمان لازم نہیں آتا اگرچہ سقوط دیوار کا قبض مشتری سے پہلے ہو بسبب زائل ہو جانے اس کی ولایت کے  
بیع اور اس کے مانند سے اگرچہ ملک بائع کی پھر عود کرے بعد اس کے کذا فی الحاوی و الخانیہ ضمان واجب ہوتا ہے ترک ہم سے پھر جب بیع  
کی تو قادر ہر ماہ ہم پر اور اگر بیع کے بعد پھر مالک ہو گا تو بھی ضمان لازم نہ ہو گا مگر اشہاد ثانی سے تجد ملک کے سبب سے بخلاف نحو الجناح بقار  
فعلہ لکن امر بخلاف مانند جناح کے بسبب باقی رہنے فعل بائع کے چنانچہ فصل سابق میں زیلعی سے مذکور ہو چکا ام اشراح جناح عبارت ہے  
اخراج جذوع دیوار سے یعنی دیوار سے دھیان راہ کی طرف باہر نکالنا اور اس پر عمارت بنانا کذا فی صدر الشریعۃ اہل ہند اس کو چھجا اور رہندہ  
کہتے ہیں اور جناح کی مانند کینف اور میزاب ہے خلاصہ یہ ہے کہ اگر راہ کی طرف اخراج جناح کیا یا مانند اس کے کچھ بنایا پھر اس کو بیجا پھر وہ ساقط  
ہو کر تلف کا موجب ہو تو ضمان بائع پر ہے نہ مشتری پر اس واسطے کہ نفس وضع جنایت ہے تو زوال ملک اس حال کو نہیں بدلتا اور دیوار بنانا  
خود جنایت نہیں بلکہ ترک ہم دیوار بائع جنایت ہے سو بیع کے بعد ہم پر قدرت نہیں وان مال الی دار انسان من مالک او ساکن باجارتہ  
او غیرہ یا فلاضافۃ لا دنی ملائمت قستانی فالطلب الیہ لان الحق کہ اور اگر دیوار بائع ہوئی کسی آدمی کے گھر کی طرف خواہ وہ مالک ہو یا رہنے والا  
ہو کر ایہ وغیرہ سے تو اس آدمی کو طلب ہم کا اختیار ہے اس واسطے کہ خاص حق اسی کا ہے قستانی نے کہا دار انسان کی اصناف کتہ تعق اور  
ابطال کی وجہ سے یعنی تو مالک اور کرایہ دار دونوں کو صاحب خانہ کہنا صحیح مگر اہل صبح تا جلیلہ و ابراؤہ منہا ای من الجنایۃ تو صاحب خانہ  
کا تاویل اور جنایت سے ابراؤہ صحیح ہے یعنی اگر ایک شخص کے گھر کی طرف دیوار بائع ہے اور اس نے مالک دیوار کو مصلحت دی کہ اتنی مدت

میں گرا کر بنایا یا کما تجہ پر ضمان تلف نہیں تو یہ جائز ہے پھر اگر اس مدت کے اندر تلف ہوگا تو مالک دیوار پر ضمان لازم نہ ہوگا کیوں کہ صاحب حق کو اپنے حق کا اسقاط کرنا جائز ہے کذا فی المعنی وان مال الی المطریق فاجلہ القاضی او من طلب النقص لایسیر لانه حق العامة وتصرف القاضی فی حق العامة نافذ فیما یستغیم لایما یغیر ہم ذخیرۃ بخلاف تأجیل من بالدار احد اگر دیوار مال ہو گئی راہ کی طرف سو اس کو قاضی نے مہلت دی مدت معین تک یا اس نے مہلت دی جس نے ہم دیوار کی طلب کی تھی تو دیوار کا مالک بری الذمہ نہ ہوگا ضمان تلف سے اس واسطے کہ شارع عام میں سب کا حق ہے اور قاضی کا تصرف حق عام میں نافذ ہے اس میں جو ان کو نفع کرے نہ اس میں جو ان کو ضرر کرے کذا فی الذخیرۃ بخلاف تأجیل صاحب خانہ کہ وہاں اسی کا خاص حق ہے ولو مال بعضہ للطریق وبعضہ للدار فائی طلب صح الطلب لانه اذا صح الاشهاد فی بعض صح فی کل برجندی اور اگر بعض دیوار راہ کی طرف مال ہوئی اور بعض کسی کے گھر کی طرف تو جو شخص طلب ہم کرے گا تو طلب کرنا صحیح ہوگا اس واسطے کہ جب بعض میں اشہاد صحیح ہو تو کل میں صحیح ہوگا کذا فی البرجندی م چونکہ دیوار واحد ہے تو اہل خانہ کا اشہاد صحیح ہوگا اس قدر دیوار میں جو ان کی ملک کی طرف مال ہے اور اس قدر میں بھی جو راہ کی طرف مال ہے اس واسطے کہ اہل خانہ بھی مجملہ عامہ کے ہے اور اگر صاحب اشہاد اہل خانہ کا غیر ہے تو اس قدر دیوار میں اشہاد صحیح ہوگا جو راہ کی طرف مال ہے اور جب بعض دیوار میں صحیح ہو تو کل میں بھی صحیح ہوگا کذا فی الحائط طحاوی نے کہا تو اس سے معلوم ہو گیا جو شارح کے کلام میں ہے یعنی جمال غل فان بنی مالاً ابتداء ضمن بلا طلب کما فی الشراعی الجناح ونحوہ کمیزاب تقدیر یہ پھر اگر دیوار مال بنائی سرے سے تو ضمان تلف مالک دیوار پر لازم ہوگا چنانچہ برآمدہ وغیرہ نکالنے میں چنانچہ میزاب میں ضمان لازم ہے بلا طلب بسبب اس کی تعدی کے مال بنانے سے حائط بنی حمتہ شہد علی احد ہم فسقط علی رجل ضمن عاقلة خمس الدیۃ ای خمس ما تلف بہ من مال النفس لئلا یمنع من اصلاحہ برافعة للحاکم ایک دیوار مال پانچ شریکوں میں مشترک ہے ایک شریک پر اشہاد واقع ہوا پھر وہ دیوار گر پڑی ایک مرد پر تو صاحب دیوار کے مددگاروں پر پانچواں حصہ دیت کا لازم ہوگا یعنی جو چیز تلف ہو گئی دیوار سے مال ہو یا جان اس کے پانچویں حصہ کا ضمان لازم ہوگا اس واسطے کہ ایک شریک اصلاح دیوار پر قادر ہے اس کی حاکم سے نالیش کر کے یہ جواب ہے سوال مقدر کا یعنی ایک شریک ہم دیوار پر قادر نہیں تو اس پر اشہاد کیونکر صحیح ہو یا خلاصہ جواب یہ ہے کہ اگرچہ وہ ہم پر قادر نہیں لیکن اس کی اصلاح پر قادر ہے حاکم سے اطلاع کر کے اس واسطے کہ مقصود ازالہ ضرر ہے جس طرح سے کہ ہم ہم پر منحصر نہیں وار بنی ثلثۃ حضرا احد ہم فیہا بڑا او بنی حائطاً فغضب بہ رجل ضمن ثلثی الدیۃ تقدیر فی اثلاثین وقد حصل التلف بعلۃ واحدة فیتعبر بالجمعة ایک گھر تین شخصوں میں مشترک ہے ایک نے اس میں کنواں کھود دیا دیوار بنائی سو اس کے صدمہ سے ایک مرد مر گیا تو مافر اور بانی دیت کی دو تہائیوں کا ضمان دے گا بسبب اس کی تعدی کے دو تہائیوں میں یعنی دو شریکوں کے حصوں میں اور البتہ تلف حامل ہوا ایک ہی علت سے تو بقدر حصہ معتبر ہوگا م موت کی علت واحدہ ثقل ملک ہے تو اس کی قسمت ہوگی مالکوں پر بقدر ملک کے کذا فی الدیۃ وشرھا للعینی وقالوا انصاف لان التلف قسما معتبر ودر اور صاحبین نے کہا کہ پانچ شریکوں کے اور تین شریکوں کے مسئلہ میں دیت نصف نصف ہے اس لئے کہ تلف دو قسم ہے ایک قسم معتبر ہے اور دوسری رائگان م جس شریک پر اشہاد ہوا تو اس کے حصہ میں تلف معتبر ہے اور جس شریک پر اشہاد نہیں ہوا تو اس کے حصہ میں تلف باطل اور رائگان ہے اور کنواں کھودنے میں باعتبار اپنے ملک کے مافر متعدی نہیں ہے اور باعتبار ملک شریکین کے متعدی ہے تو دو قسمیں ہو گئیں تو نصف نصف انقسام ہو گیا کذا فی الزمعی یعنی عاقلة متعدی پر نصف دیت لازم ہوگی اور نصف رائگان الا شہاد علی الحائط اشہاد علی النقص بالکسر ما یتقض من الجدار دیوار مال پر اشہاد وہی دیوار افتادہ منقوض پر اشہاد ہے یعنی ایک ہی اشہاد کفایت کرتا ہے دونوں کے ضمان تلف میں شارع



نے کہا کہ نفقہ بکسر نون و سکون قاف عبارت ہے اس اینٹ اور مٹی سے جو دیوار سے ساقط ہو و حیثہ وقوع الحائط علی الطريق بعد الاشہاد  
فحشر انسان بنقصہ فئات ضمن لان النفقہ مکہ متفرغہ علیہ اور اس وقت میں اگر دیوار گر پڑی راہ پر اشہاد کے بعد سو کوئی آدمی اس پر ٹھوکر کھاکے  
گرا سو مر گیا تو مالک دیوار پر ضمان دیت لازم ہوگا اس واسطے کہ اینٹ اور مٹی منقوض مالک دیوار کی ملک ہے تو راہ کو اس سے فارغ کرنا اور  
صاف کرنا اسی پر واجب ہے وان عثر رجل بقتیل مات بسقوطها ای الحائط لا یضمن لان تفرغہ للاولیاء لا الیہ اور اگر ایک مرد نے  
ٹھوکر کھائی اس مقتول پر جو دیوار کے سقوط سے مر گیا تھا تو مالک دیوار پر ٹھوکر کھانے والے کا ضمان لازم نہ ہوگا اس واسطے کہ راہ فارغ کرنا مقتول  
کی لاش سے مقتول کے وارثوں پر ہے نہ صاحب دیوار پر بخلاف الجناح حیث یضمن رب القتل الثانی ایضا بقاء جنایۃ فیلزم تفرغ الطريق من  
القتیل ایضا یؤیدہ ان لو باع الحائط او نفقہ بری ولو باع الجناح لازمی بر خلاف برآمدہ کرنے کے کہ دہاں مالک اس کا قتل ثانی کا بھی ضمان  
دے گا بسبب باقی رہنے اس کی جنایت اور تعدی کے تو اس پر راہ کا فارغ کرنا مقتول سے بھی لازم ہوگا مؤید اس کا وہ مسئلہ ہے کہ اگر دیوار یا منقوض  
کو مالک نے بیع کر ڈالا تو ضمان سے بری الذمہ ہو گیا اور اگر برآمدہ بیچا تو ضمان تلف سے بری الذمہ ہوگا کذا فی الزیلعی ولا یصح الا شہاد و قتل ان یہی  
الحائط لانعدام التعدی ابتداء و انتہاء اور صحیح نہیں گواہ کرنا دیوار کے بھکنے اور پھٹنے سے پہلے بسبب نہ ہونے تعدی کے باعتبار ابتداء و انتہاء کے  
و قتل فیہ شہادۃ رجل و امرأتین لان شہادۃ علی التقدیم لا علی النقل اور اشہاد میں ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی مقبول ہے کیونکہ یہ تقدم پر  
گواہی ہے نہ قتل پر فروع مساکی ملحۃ شارح کے حائط بعضہ صحیح و بعضہ واه فاشہد علیہ فسقط کھ و قتل انسانا ضمنہ الا ان یکن الحائط طویلا فیضمن  
ما صاحب الواہی فقط لانہ حیثہ کما یطین فالاشہاد صحیح فی الواہی لانی ایصح ایک دیوار ہے کہ کچھ درست ہے اور کچھ مائل ہے اور مست سوا اس پر  
اشہاد واقع ہوا مائل پر سو تمام دیوار گر پڑی اور آدمی کو اس نے تلف کیا تو مالک دیوار کا ضمان اس کا دے گا مگر یہ کہ دیوار طویل ہو تو فقط بقدر اصابت  
دیوار ضعیف کے ضمان دے گا اس واسطے کہ اس وقت میں طول کے سبب سے ایک دیوار منبرہ دو دیواروں کے ہے تو اشہاد ضعیف دیوار میں  
صحیح ہوگا نہ درست دیوار میں حائطان احد ہما مائل والاخر صحیح فاشہد علی المائل فسقط ایصح فالتلف شیئا کان ہذا خانۃ دو دیواریں ہیں ایک مائل  
ہے اور دوسری درست سو اشہاد واقع ہوا مائل پر سو گر پڑی درست دیوار تو اس نے کچھ تلف کر دیا تو وہ باطل اور رائگاں ہے کچھ اس کا ضمان نہیں  
کذا فی الخانیۃ مسجد مال حائط فالاشہاد علی من بناء والیۃ علی عاقلۃ من بناء مالک مسجد ہے جس کی دیوار مائل ہے تو گواہ کرنا اس کے بنانے  
والے پر چاہیے اور اس کے سقوط کا خونہا اس کے بنانے والے کے مددگاروں پر و حائط الوقف علی المساکین علی عاقلۃ الوقف اور جو دیوار  
کہ مساکین پر وقف ہے تو اس کے سقوط کی دیت واقف کے مددگاروں پر ہے یہ اس وقت ہے جب کہ اشہاد متولی وقف ہوا ہو اور اگر مساکین  
پر اشہاد ہوگا تو ضمان نہیں کذا فی العالمگیریۃ و حائط العبد التاجر علی عاقلۃ مولاه و لو مستغفرا استحسانا اور غلام تاجر کی دیوار گرنے کا ضمان اس کے  
مالک کے مددگاروں پر ہے اگرچہ رقبہ غلام مستغرق بدین ہو استحسان کی دلیل سے قال ولی القتل اذا جاد عند عفوت عن القصاص لا یصح لانہ  
تلیک دل علیہ مسئلہ الاصل جاریۃ قتل رجلا عند افزنی بہا ولی القتل قبل ان یقتل لا یجد لانا صارت مملوکہ ولو الجیۃ مقتول کے وارث نے  
کہا کہ جب کل آدمے کی تو میں قصاص کو معاف کروں گا تو یہ عفو صحیح نہیں اس واسطے کہ یہ تلیک ہے یعنی گویا اس نے یوں کہا کہ جب کل آدمے کی تو  
میں اس خون کو جس کے بنانے کا شارح نے مجھ کو اختیار دیا تیری ملک میں کر دوں گا اور حالانکہ تلیک کی تعلیق صحیح نہیں تلیک قصاص پر مسئلہ اصل کا  
یعنی مسموم کا دلالت کرتا ہے اور وہ مسئلہ ہے کہ ایک لونڈی نے ایک مرد کو قتل کیا سو مقتول کے وارث نے اس سے زنا کیا قصاص لینے  
پہلے تو زانی پر حد زنا واقع نہ ہوگی اس واسطے کہ وہ لونڈی زانی کی مملوک ہو گئی کذا فی الولو الجیۃ اس قتل کا موجب اصلی قصاص ہے تو وارث مقتول کا

جاریہ کے خون کا مالک ہوگا قصاص کی راہ سے اور جو اپنی ملک سے واپس کرے اس پر حد نہیں

**باب جنایۃ البیہمتۃ والجنایۃ علیہا** یہ باب ہے جانور کی جنایت اور جانور پر جنایت کرنے کے احکام میں بالاصل ان المرد فی طریق المسلمین

مباح بشرط السلامۃ فیہا لیکن الاحتراز عنہ قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ مسلمانوں کی راہ میں چلنا مباح ہے بشرط سلامت رہنے کے اس امر میں جس سے بچنا اور باز رہنا ممکن ہے مگر ممکن الاحتراز کی قید اس واسطے لگائی کہ اگر سلامت علی الاطلاق شرط ہو تو راہ کا چلنا بند ہو جائے اور احتراز جانور کے روندنے اور کاٹنے وغیرہ سے ممکن ہے کیونکہ وقت چلنے کی ضرورت سے نہیں لہذا ان میں مست مشروط ہوئی برخلاف دم بلانے اور اس کے لگ جانے کے کہ اس سے احتراز ممکن نہیں جانور کے سوار کو تو وہ شرط بھی نہیں ضمنی الراکب فی طریق العامۃ ما وطنت وابۃ وما اصابت بیداً اور جملہا اور اسما او کدیت لہذا بخیطت بیداً او صدمت قدامن ہے شارب عام میں سوار اس چیز کا جس کو اس کے جانور نے روندنا اور کچلا اور جو تلف کیا جانور نے اپنے ماتہ یا پانوں یا سر سے یا کاٹا اپنے منہ سے یا مارا اپنے ماتہ سے یا دھکا دیا اپنے بدن سے فلو حدثت المذکورات فی السیر فی ملک لم یضمن رہبہا الا فی الوطنی و ہوا کہہا لانہ مباشرة بقصد بتقۃ فحرم المیراث تو اگر ہو مذکورہ اپنی زمین ملک کے چلنے میں حادث اور پیدا ہوں تو جانور کا مالک ضمان نہ دے گا مگر کچلنے میں ضمان لازم ہوگا جب کہ مالک اس پر سوار ہو اس واسطے کہ کچلنا قتل مقتول کی مباشرت ہے اپنے بوجھ کے سبب سے تو قاتل مقتول کی میراث سے محروم ہوگا مگر چھڑا جانور کے بوجھ سے بھی تلف ہوتا ہے لیکن اس کا بوجھ سوار کے تابع ہے کیونکہ اس کا چلنا سوار کی طرف منسوب اور مضاف ہے چنانچہ بولتے ہیں کہ سوار فرسنگ بھر چلا اور حالانکہ وہ زمین پر جاس سے تو سوار پر کفارہ اور دیت لازم ہوگی اور میراث سے محروم ہوگا اس واسطے کہ مباشرت ملک اور غیر ملک میں برابر ہے کذا فی العینی و لو حدثت فی ملک غیرہ باذنہ فہو ملک فلا یضمن کما اذا لم یکن صاحباً معاً قستانے اور اگر غیر کے ملک میں اس کی اجازت سے امور مذکورہ حادث ہوں تو غیر کی ملک بمنزلہ اس کی ملک کے ہے تو سوار پر ضمان لازم نہ ہوگا یعنی مگر کچلنے میں البتہ ضمان لازم ہوگا چنانچہ جب کہ جانور کا مالک اس کے ساتھ نہ ہو یعنی راہ میں او جانور سے کچھ تلف ہو تو مالک پر ضمان لازم نہ ہوگا کذا فی القستانی والاکین باذنہ ضمن ما تلف مطلقاً لتقدیر اور اگر غیر کی ملک میں جانور کا ادخال نہ ہو مالک کے اذن سے تو مالک پر ضمان لازم آوے گا اس کے تلف کرنے کا اس کی تعدی کے سبب سے مطلقاً خواہ جانور کے ساتھ مالک ہو یا نہ ہو خواہ تلف کچلنے سے ہو یا اور طرح زمینی میں ہے کہ اگر جانور غیر کی ملک میں داخل ہو اور جانور کا مالک اس کے ساتھ نہیں ہے تو کچھ ضمان نہیں اور اگر جانور کے مالک نے اس کو داخل کیا تو سب صورتوں میں ضمان اس پر لازم ہوگا تعدی کے سبب سے کذا فی الطحاوی لا یضمن الراکب ما نفع من جملہا او ذنباً سائرۃ خلا لا تشافی ضمان نہ دے گا سوار چلتے ہوئے جانور کے پانوں یا دم کے مارنے کا برخلاف شافعی کے مگر اس واسطے کہ چلنے کی حالت میں اس سے احتراز ممکن نہیں تو اگر سوار جانور کو کھڑا کرے گا راہ میں اور ضرب مذکور واقع ہوگی تو ضمان لازم آوے گا اس لئے کہ ٹھہرانے سے احتراز ممکن ہے اگرچہ ضرب سے احتراز ممتنع ہے کذا فی الدرر او عطلب النسان بمباراتہ او بالنت سائرۃ او واقفۃ لاجل ذلک لان بعض الدواب لا یفعل الا واقفاً یا کوئی آدمی تلف ہو گیا جانور کے لید کرنے یا پیشاب کرنے سے راہ میں تو ضمان نہیں خواہ جانور چلتا ہو یا ٹھہر گیا ہو لید پیشاب کے واسطے اس لئے کہ بعض جانور لید پیشاب نہیں کرتے میں بدول کھڑے ہوئے فلو واقفاً غیرہ فبال ضمن لتقدیرہ باقنا پھر اگر اس نے جانور کو لید پیشاب کے سوا اور کام کے واسطے ٹھہرایا اور اس نے پیشاب کیلئے اور اس سے کچھ تلف ہو گیا تو ضمان لازم آوے گا اس کے ٹھہرانے کی تعدی کے سبب سے یعنی راہ اس

لے ایک نسخہ میں مباشرۃ لیدہم فاعل ہے اور لفظ بتقدیر اس میں نہیں ہے ۱۲



سطح موضوع نہیں کہ جانور اس میں سفر کے واسطے ٹھہرایا جاوے تو ٹھہرنا تعزیری ٹھہرا لای فی موضع اذن الامام بالیقافھا فلا یضمن ومنه  
 فوق الدواب واما باب المسجد فکا ل طریق الا اذا اعلام لما مونا مگر راہ کے اس مکان میں کھڑے کرنے میں ضمان نہیں جہاں سلطان نے  
 نور کھڑے کرنے کا حکم دیا ہو اور ازاں جہد مخاس ہے اور مسجد کا دروازہ تو بمنزلہ راہ کے ہے وجوب ضمان میں مگر جب کہ سلطان نے جانوروں  
 کے کھڑے کرنے کے واسطے کوئی مکان مقرر کر دیا ہو فان اصابته بید یا اور جملہا حصاة او نواة او آثار ت غبار او حجر اصغیرا  
 فمما عینا او افسد ثوبا لم یضمن لعدم امکان الاحتراز عنه ولو الحجر کبیرا یضمن لامکانہ پھر جانور نے اپنا ماتھ یا پائوں مار کے کنکری یا کھجور  
 کی گھلی دھپائی یا چھوٹا پتھر یا غبار اوڑھایا سو اس نے آنکھ پھوڑی یا کپڑا کاٹا تو سوار پر ضمان نہیں اس واسطے کہ اس سے احتراز ممکن نہیں اور اگر  
 پتھر یا غبار یا چھوٹا پتھر یا غبار اوڑھایا سو اس نے آنکھ پھوڑی یا کپڑا کاٹا تو سوار پر ضمان نہیں اس واسطے کہ اس سے احتراز ممکن نہیں اور اگر  
 جانور کا کھینچنے والا اور دیکھنے والا اس چیز کا جس کا سوار پر ضمان دیتا ہے اور درمیں تصحیح کی ہے کہ یہ قول مطرد اور منکس ہے مگر اطراد عبارت  
 ہے اثبات کے تلازم سے اور انعکاس عبارت ہے نفی کے تلازم سے خلاصہ یہ ہے کہ جہاں راکب پر ضمان آتا ہے وہاں کھینچنے والے اور ہانکنے والے  
 پر بھی ضمان آتا ہے اور جس موضع میں راکب پر ضمان نہیں وہاں ان پر بھی ضمان نہیں اور اس قول تصحیح کے مقابل مختصر قدوری کا قول ہے کہ سائق  
 ضامن ہے جانور کے ماتھ اور پاؤں کے روندنے کا اور قائد ماتھ کے روندنے کا ضامن ہے نہ پاؤں کے روندنے کا و ال راکب علیہ الکفارة  
 فی الوطی کا مراد سوار پر کفارہ واجب ہے کھینچنے میں چنانچہ گذر گیا موطاوی نے کہا کہ اسباب میں تو راکب کا کفارہ مذکور نہیں ہو چکا لای علیہما ای لا  
 علی سائق وقائدہ ان دونوں پر یعنی کھینچنے والے اور ہانکنے والے پر کفارہ نہیں م سائق اور قائد متسبب ہیں اور راکب مباشر ہے اور کفارہ مباشر  
 کا حکم ہے نہ متسبب کا اور اسی طرح کھینچنے سے راکب کے حق میں حرمان میراث اور وصیت متعلق ہے نہ سائق اور قائد کے حق میں کذا فی المنع ولو کان  
 سائق و راکب لم یضمن السائق علی التصحیح خلافا لما جزم بہ القستانی وغیرہ لان الاضافۃ الی المباشر اولی من المتسبب کا مراد ہے اذ کان سببا  
 لا یعمل بالفرادہ اتفاقا کما ہنا امانی سبب یعمل بالفرادہ فیشترکان کیا تے نے مسئلہ شخص الدابة باذن راکبہا فلیحفظ اور اگر ایک جانور کا ایک  
 کھینچنے والا ہو اور دوسرا اس پر سوار ہو یعنی اور وہ جانور کچھ تلف کر ڈالے تو کھینچنے والے پر ضمان نہ آوے گا بلکہ سوار پر ضمان لازم ہوگا بنا بر قول  
 صحیح کے برخلاف اس قول کے کہ قستانی وغیرہ نے اس پر یضین کیا ہے اس واسطے کہ فعل کی اضافت مباشر کی طرف مقدم سے متسبب کی اضافت  
 سے چنانچہ مذکور ہو چکا یعنی اولویت مباشر کی متسبب سے اس وقت ہے جب کہ ایسا سبب ہو کہ تلف کرنے میں ایک عمل نہ کرتا ہو چنانچہ بیان  
 یعنی کھینچنے میں لیکن اس سبب میں جو تلف کر ڈالنے میں متعامل کرتا ہو تو راکب اور سائق دونوں ضمان میں شریک ہوں گے چنانچہ بیان اس کا جانور  
 کے کوچنے کے مسئلہ میں آوے گا اس کے راکب کے اذن سے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے راکب نے کہا دوسرے سے کہ لکڑی سے اس جانور کو  
 کوچ اور وہ کوچنے سے بھاگا اور کوئی چیز تلف ہوئی تو دونوں پر ضمان لازم آوے گا اس لئے کہ فقط کوچنا اتلاف میں کفایت کرتا ہے وضمن  
 عاقلة کل فارکس اور اصل دیتہ اکثر ان اصطلاحات ما واما ما منہ فوق علی القفاء لوکان حریم لیس من العجم ولا عامرین ولا و قع علی وجہہا  
 اور ضمان دے عاقلہ ہر سوار یا پیدل کا دوسرے سوار یا پیدل کی دیت کا اگر دونوں نے باہم ٹکرائی ہو اور مر گئے ہوں اس مقدمہ سے سودوں  
 چت گر ٹپے ہوں بشرطیکہ دونوں آزاد ہوں مجبی نہ ہوں اور ٹکرائے کے قاصد نہ ہوں اور نہ دونوں منہ کے بل پٹ گرے ہوں م و ضمان  
 یہ ہے کہ ہر واحد کی موت دوسرے کی طرف مضاف ہے لیکن ضمان علی الاطلاق نہیں بلکہ تقابل طرفین پر محمول ہے اس واسطے کہ اختیار میں  
 ہے کہ ایک مرد نے سفر کیا جانور پر مجبور دوسرا سوار چھپے سے آیا اور اس نے ٹکرائی سو پچھلا تلف ہو گیا تو اگلے سوار پر ضمان نہیں اور اگر اگلا

تلف ہوا تو پچھلے پر ضمان ہے اور یہی حکم ہے دو کشتیوں کے ٹکر کھانے کا کذا فی الخطا وی ولو کان عبیدین او دھا علی الوجہ ابن کمال یہ ہر دو مہما فی الحمد والخطا بشر بنکالیۃ وغیرہ اور اگر دونوں سوار یا پیدل غلام ہوں یا ٹکر کا کرپٹ گریں منہ کے بل کذا صرح ابن کمال تو ان کا خون رائگاں ہے عہد اور خطا میں کذا فی الشر بنکالیۃ وغیرہ ولو کان من العجم فالدیۃ فی ماہم کما مر مراراً اور اگر دونوں عجمی ہوں یعنی عرب نہ ہوں تو دیت ان کے مال میں ہے نہ عاقلہ پر چنانچہ چند بار مذکور ہو چکا کہ عجم کا عاقلہ نہیں ولو کان عامر بن فحل کل نصف الدیۃ اور اگر دونوں نے عہد ٹکر کھائی ہو اور مر گئے ہوں تو ہر شخص پر نصف دیت ہے مگر اس واسطے کہ ہر شخص تلف ہوا اپنے فعل سے اور دوسرے کے فعل سے تو نصف دیت معتبر ہوگی اور نصف باطل کفار میں ہے کہ نصف دیت عہد میں ہر واحد کی عاقلہ پر واجب ہے اور خطا میں پوری دیت ہے کذا فی الدرد ولو وقع احدہما علی وجہ ہر دو مہ فقط اور اگر ایک شخص منہ کے بل پٹ گرا تو فقط اس کا خون رائگاں ہے یعنی اس کا خون رائگاں نہیں جو چیت گرا ولو احدہما حرا والاخر عبد افعل عاقلۃ الحر قیمۃ العبد فی الخطا وخصما فی الحمد اور اگر دونوں میں سے ایک آزاد ہو اور دوسرا غلام تو آزاد کی عاقلہ پر غلام کی پوری قیمت ہے خطا میں اور نصف قیمت ہے عہد میں یہ مسئلہ مذہب مشہور اور حدیث ماثور کے مخالف ہے کیونکہ عاقلہ پر عہد کی دیت اور غلام کی دیت واجب نہیں ہوتی کذا فی الخطا وی کما لو تجاذب رجلان مجذبا فاقطع اہل فسقا و ما با علی التقفا ہر دو مہ الموت کل بقوۃ نفسہ چنانچہ اگر دو مردوں نے باہم ایک دوسری کھینچی سو رسی ٹوٹ گئی سو دونوں گریٹے اور مر گئے چیت گئے تو ان کا خون باطل اور رائگاں ہے اس واسطے کہ ہر شخص کی موت ہوئی اپنی ذات کے زور سے فان وقع علی الوجہ وجب دیتہ کل واحد منہما علی عاقلۃ الآخر لبقوۃ صاحبہ ہر اگر دونوں گئے منہ کے بل تو ہر ایک کی دیت دوسرے کے عاقلہ پر واجب ہوگی بسبب مرجانے ہر ایک کے اپنے ساتھی کی قوت سے فان تعالسا فوقع احدہما علی التقفا والاخر علی الوجہ فدیۃ الواقع علی الوجہ علی عاقلۃ الآخر لموتہ بقوۃ صاحبہ ہر دو مہ من وقع علی التقفا لموتہ بقوۃ نفسہ ہر اگر دونوں متعاکس کرے یعنی ایک شخص چیت گرا اور دوسرا منہ کے بل تو منہ کے بل گرنے والے کی دیت دوسرے شخص کی عاقلہ پر ہے بسبب اس کے مرنے کے اپنے ساتھی کی قوت سے اور رائگاں ہوگا اس کا خون جو چیت گرا بسبب اس کے مرنے کے اپنی ذات کے زور سے ولو قطع انسان اہل بینما فوقع کل منہما علی التقفا فاما فدیۃ علی عاقلۃ القاطع لتسببہ بالقطع اور اگر ایک انسان نے دوسری کاٹ دی جس کو وہ شخص تانے تھے سو دونوں شخص چیت گریٹے اور دونوں مر گئے تو دونوں کی دیت کاٹنے والے کی عاقلہ پر ہے کیونکہ قاطع قطع کرنے سے دونوں کی موت کا سبب مٹھرا علی سائق وابۃ وقع او اتھا اسی آلا تھ کسر بخ و نحو علی رجل فمات وقائد قطار بالکسر قطار الابل وطی لعیمر منہ رجلا الدیۃ اور اس جانور کے کھینچنے والے پر جس کا سامان چوڑی زین اور مانند اس کے کوئی اور چیز گریٹا ہو ایک مرد پر سو دہ مرگیا دیت واجب ہے اور اونٹ کی اس قطار کے ہانکنے والے پر جس میں سے ایک اونٹ نے کسی مرد کو کھینچا اور وہ مرگیا دیت واجب ہے شارع نے کہا قطار کسر قاف عبارت ہے اونٹ کی قطار سے وانکان معہ سائق ضمنہ لا استواء فی التسبب لکن ضمان النفس علی العاقلۃ وضمان المال فی مالہ ہذا الواسائق من جانب من الابل فلو تو سلما واخذ بزمام واحد من ماعلفہ وضمانا ما قدامہ وراکب وسلما یضمنہ فقط مالہ یاخذ بزمام ماعلفہ اور اونٹ کی قطار ہانکنے والے کے ساتھ کوئی شخص قطار کا آگے کھینچنے والا ہو گا اور کوئی کچل کے مرجائے گا تو دونوں پر ضمان لازم آدے گا اس واسطے کہ موت کے سبب انگریزی میں قائد اور سائق دونوں برابر ہیں لیکن جان کا ضمان عاقلہ پر ہے اور مال کا ضمان خود اس کے مال میں ہے یہ اس صورت میں ہے کہ اگر قطار کا ہانکنے والا اونٹوں کی ایک جانب پر سوار ہو سو اگر ہانکنے والا قطار کے پیچ میں ہو اور ایک اونٹ کی نیکیں پکڑے ہو تو پچلی قطار کا ضمان ہوگا یعنی اس واسطے کہ جب قطار سے زمام منقطع ہوئی تو قائد مقدم خلف سائق کا قائد نہ رہا اور سائق اور قائد ضمان دیں گے اپنے آگے کی قطار کا اور جو قطار کے اندر ایک اونٹ پر سوار ہے وہ فقط اسی اونٹ کا ضمان دے گا جب تک



پھیل قطار کی ٹیکل نہ پکڑی ہو مگر زبانی میں ہے کہ ایک مرد ایک اونٹ پر سوار ہو درمیان قطار کے اور کسی اونٹ کو نہ لگتا نہ ہو تو اگلے اونٹوں کی جنایت کا ضمان نہ دے گا اس واسطے کہ وہ ان کا ہانکنے والا نہیں ہے اور اسی طرح پچھلے اونٹوں کا ضمان اس پر نہیں کیونکہ وہ ان کا کھینچنے والا نہیں لیکن پچھلے اونٹوں کی ٹیکل پکڑے ہوگا تو ضمان اس پر لازم ہوگا ہاں جس اونٹ پر وہ سوار ہے اس کی جنایت کا ضمان اس پر لازم ہوگا اور کھینچنے والا اور جنایت کا ضمان کھینچنے والے پر بھی ہے لیکن کھینچنے کا ضمان خاص سوار پر ہے اس واسطے کہ وہ مباشرت سے انتہی مخطاوی نے کہا شارح عبارت اختصار سے مرم ہو گئی فان قتل بغير ربط علی قطار سائر بلا علم قائدہ رجلا مفعول قتل ضمن عاقلۃ القائد الدیۃ رجحوا علی عاقلۃ الربط لانہ دیۃ لا خسران کما توہم صدر الشریعہ پھر اگر اس اونٹ نے مرد کو قتل کیا جو باندھا گیا تھا چلتی قطار پر اس کے کھینچنے والے بدوں علم کے تو کھینچنے والے کی عاقلہ پر دیت مقتول کا ضمان لازم ہوگا اور کھینچنے والے کی عاقلہ باندھنے والے کی عاقلہ سے دیت کو بھر گی اس لئے کہ اس دیت دینے میں نقصان نہیں جیسا کہ صدر الشریعہ نے دہم کیا ہے م صدر الشریعہ نے کہا لائق یوں ہے کہ باندھنے والے مال میں دیت لازم ہو اس واسطے کہ اس نے ان کو نقصان مال میں ڈالا عاقلہ قائد پر دیت اس واسطے لازم ہوئی کہ اس کو ممکن تھا کہ قطار میں اونٹ رکنے سے روکتا پھر جب اس نے حفاظت ترک کی تو متعدی ٹھہرا تقصیر سے اور یہ سبب ہے اور اس میں عاقلہ پر دیت آتی ہے اور رجوع کی وجہ ہے کہ رابطہ نے اس کو اس بلا میں ڈالا فلور ربط والقطار واقف ضمنا عاقلۃ القائد بلا رجوع لقودہ بلا اذن پھر اگر اونٹ باندھا اور حالانکہ قطار کھڑی ہے تو قائد کی عاقلہ دیت کا ضمان دیں گی بدوں رجوع کے یعنی عاقلہ رابطہ سے دیت کا تقاضا کرنا اور لینا ان کو جائز نہ ہوگا بسبب کھینچنے قائد کے ہاں اذن رابطہ کے برخلاف چلتی قطار کے کہ اس میں اذن کھینچنے کا دلالت حال سے ثابت ہے ومن ارسل بہیمۃ او کلبا ملتقے وکان خلفھا لقاہما فاصابت فی فورہا ضمن لانہ الحال لہا وان لم یثب خلفھا فادامت نے فورہا فسلق حکما وان تراخے انقطع السوق فالمراد بالسوق ملتقے خلفھا والمراد بالہیمۃ الکلب زلیعے اور جس نے جانور یا کتا چھوڑا کذا فی الملتقے اور چھوڑنے والا اس کے پیچھے ہانکنے والا ہے سو جانور نے فی الفور کچھ تلف کیا تو اس پر ضمان لازم ہوگا اس لئے کہ وہی تو جانور کا حال اور باعث ہے اور اگر جانور کے پیچھے نہ چلتا ہو تو جب تک کہ جانور اپنے فورہ میں ہے یعنی چھوڑنے کے بعد نہیں ٹھہرا تو وہ شخص مساقی ہے حکما اور اگر ٹھہر گیا تو ہانکنا منقطع ہو گیا تو ہانکنے سے یہاں مراد جانور کے پیچھے ہونے اور جانور سے ملوکتا ہے کذا فی الزلیعۃ میں ابو یوسف سے روایت ہے کہ جانور اور کتے کا چھوڑنے والا ضمان ہے ہر حال میں یعنی اس نے ہانکا ہو یا نہ ہانکا ہو اور اسی قول پر فتویٰ ہے چنانچہ قستانی نے بیان کیا ہے فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ مشائخ نے ابو یوسف کا قول لیا ہے فتیۃ البوالیث نے کہا یہی قول مختار ہے اور اگر گدھا چھوڑا سو کسی کے کھیت میں گیا اور اس کو فاسد کیا اگر اس نے چھوڑا اس کو اور مالک دیا کھیت کی طرف اس طرح پر کہ وہ اس کے پیچھے تھا تو اس پر ضمان ہے اور اگر وہ اس کے پیچھے نہیں تھا لیکن گدھا فی الفور کھیت میں جا پڑا اور دانے بائیں نہیں بھکا جس طرف اس نے چھوڑا تھا اسی طرف گیا سو کھیت کو اس نے خراب کیا تو بھی ضمان اس پر لازم ہوگا اور اگر دانے بائیں گیا پھر کھیت میں جا پڑا تو اگر وہاں کسی راہیں ہوں گی تو وہ ضمان نہیں اور ایک ہی راہ ہے تو اس پر ضمان لازم ہوگا اور اگر اس نے چھوڑا سودہ ساعت بھر ٹھہر گیا پھر کھیت کی طرف گیا اور خراب کیا تو چھوڑنے والے پر ضمان نہیں ہے انتہی اس تقریر سے کلام شارح کی توضیح ہو گئی اور چونکہ حکم کتے پر خاص نہیں تو اس قول کو کہ جانور سے کتا مراد ہے حذف کرنا مناسب تھا کذا فی المخطاوی مخترا وان ارسل طیرا ساتھ اولاد وابتہ او کلبا ولم یکن سائلقالہ او الفلتت وابتہ بنفسہا فاصابت مالا او آدمیا نہارا اولیلا لا ضمان فی النکل لقولہ علیہ الصلوۃ والسلام العجم جبارای المنفلتۃ ہذا اور اگر پرندہ چھوڑا خواہ اس کو ہانکا ہو یا نہ ہانکا ہو یا جانور

چوپایا یا کتا چھوڑا اور حالانکہ اس کو نہیں مانکا یا جانور بذات خود چھوٹ بھاگا سو مال یا آدمی کو اس نے تلف کیا رات میں یا دن میں تو وہ نہیں سب صورتوں میں بدلیل قول نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کہ جانور کا زخم باطل ہے یعنی جانور اگر گرجیہ کا فضل رائگاں ہے اس پر ضمان نہیں م ابوداؤد اور ابن ماجہ میں یہ حدیث یوں مروی ہے کہ العجماء جبرہا جبار یعنی جانور کا زخمی کرنا رائگاں ہے اس پر ضمان نہیں امام محمد نے کہا کہ جانور سے مراد گرجیہ جانور ہے تو اس کا فضل باطل ہے نہ وہ جانور جو چھوڑا گیا اس واسطے کہ اسناد مرسلہ کا فوراً ارسال میں رائگاں نہیں امام شافعی اور مالک اور احمد اور اکثر فقہاء حجاز نے کہا کہ جانور کے فعل کا دن میں ضمان نہیں رات میں ضمان ہے کذا فی العینی کما لو جحمت اہی بالراکب ولو سکران ولم یقدر الراکب علی رد ما فانه لا یضمن کالمقتفہ لانہ حیثہ لیس بمسیر ما فلا یضایف سیرا الیہ حتی لو تلف انسانا قدمہ بچنانچہ اگر جانور نے سرکشی اور شرارت کی سوار سے اگرچہ وہ مست ہو اور سوار قادر نہ ہو اس کے پھرنے پر ضمان لازم نہ ہوگا خود بخود چھوڑے کے مانند اس واسطے کہ اس وقت میں سوار اس کا چلانے والا نہیں ہے تو جانور کا چپنا سرکشی کی حالت میں سوار کی طرف منسوب نہ ہوگا تو اس حالت میں جانور کسی انسان کو تلف کرے گا تو اس کا خون باطل ہے اس کا کچھ ضمان نہیں کذا فی العبادۃ ومن ضرب دابة علیہا راکب او غنمها لبود بلا اذن الراکب فنفخت او ضربت بید یا شخصاً اخر غیر الطاعن او لفرت فصدمتہ و قتلته فضمن ہواۃ الناحس لا الراکب اور جس نے اس جانور کو مارا جس پر کوئی سوار ہے یا لکڑی سے جانور کو کوپنا بدوں اذن سوار کے سو جانور نے اپنے پاؤں یا ہاتھ سے کوپنے کے سوا اور شخص کو مارا یا جانور پھر کا سو اس نے اس کو کچلا اور قتل کیا تو کوپنے والا ضمان دے گا نہ سوار م راکب کے مانند سائق اور قائم عدم ضمان میں کوپنے کو اس واسطے مخصوص کیا کہ اگر گھوڑے کی پیٹھ پر ہاتھ رکھے اور جانور کسی کو تلف کرے تو ہاتھ رکھنے والے پر ضمان کذا فی الطحاوی عن القستانی والمیزنی وقال ابو یوسف لیضمن کمالوکان موقفا دابة علی الطريق لتقری فی الايقاف اور ابو یوسف کہا کہ کوپنے والا اور سوار دونوں نصف نصف دیت کا ضمال دیں چنانچہ اگر سوار نے جانور کو راہ میں کھڑا کیا تو دونوں پر ضمان لازم ہوگا واسطے کہ سوار کی بھی تعدی ثابت ہے راہ میں کھڑے کرنے سے جیسے کوپنے والے کی تعدی ہے و کمالوکان باذنہ و طئت احدائی فوراً فذمہ اور جیسے اگر کوپنا سوار کے اذن سے ہو اور جانور کسی کو کچلے کوپنے کے ساتھ ہی بلا توقف تو مقتول کا خون دونوں شخصوں پر ہے م دونوں پر خوں وقت ہوگا جب کہ جانور اپنے مقام سے نہ ہٹا ہو اور نہیں تو فقط طاعن پر ہوگا نہ راکب پر کذا فی الطحاوی عن الملقی و لو نفخت الناحس فذمہ اور اگر کوپنے والے کو جانور نے تلف کیا تو اس کا خون رائگاں ہے و لو اوقت الراکب فقتلہ فذمہ علی عاقلہ الناحس ثم ان الناحس انما یضمن فوراً لخنس والا فالضمان علی الراکب لا لقطع اثر الخنس در و بزازیتہ اور اگر جانور نے سوار کو گریا سو اس کو قتل کیا تو اس کا خون کوپنے کی عاقلہ پر ہے پھر دریافت کرنا چاہیے کہ کوپنے والے پر اسی صورت میں ضمان لازم ہوگا اگر کچلنا کوپنے کے فی الفور ہوا اور نہیں تو سوار پر لازم ہوگا کوپنے کے انقطاع اثر کے سبب سے کذا فی الدر و البزازیتہ ومن فی فقیہین وجاہتہ او تشاہ قصاب او غیرہما نقصا لانہما اور مرغی کی آنکھ یا قصاب کی بکری یا گائے کی آنکھ چھوڑنے میں بقدر اس کے نقصان کے ضمان لازم ہوگا اس واسطے کہ وہ تو گوشت کے ہے م یعنی قصاب کی بکری سے گوشت مقصود ہوتا ہے تو بقدر نقصان کے ضمان لازم ہوگا اور نقصان دریافت کرنے کا یہ طریقہ ہے تندرست بکری کی قیمت کی جادے اور آنکھ چھوڑنے کی قیمت مقرر کی جائے تو جس قدر تندرست کی قیمت زیادہ ہوگی اتنا ضمان لازم حکم ہے کہ بوتر اور کتے اور بلی کی آنکھ چھوڑنے کا کذا فی الطحاوی و فی عینیہا یخیر بہا ان شاذر کما علی العاقبۃ موضعہ قیمتہا اور مرغی و ضمنہ النقصان ذیلے اور مرغی اور قصاب کی بکری کی دونوں آنکھ چھوڑنے میں اس کے مالک کو اختیار ہے چاہے چھوڑنے رہے



چھوڑ دے یعنی اس کو دے اور اس کی قیمت کا تاوان اس سے لے یا اس کو اپنے پاس رکھے اور نقصان کا تاوان سے کذا فی الزیلعی و فی  
 عین بقرة جزار و جزورہ ای البه فائدة الاضافة عدم اعتبار الاعلاو للمع فی الحكم الاتے ابن کمال و حمار و بغل و فرس ربع القيمة اور ان  
 جلال کرنے والے کی گائے بیل اور اس کے اونٹ کی آنکھ پھوڑنے میں اور گدھے اور خیر اور گھوڑے کی آنکھ پھوڑنے میں چوتھائی قیمت کا ضامن  
 ہے شارح نے کہا کہ اضافت کا فائدہ یہ ہے کہ گوشت کے لئے ہونے کا اعتبار نہیں ہے و جب ربع قیمت کے حکم میں کذا ذکرہ ابن کمال م شتر کش  
 کی گائے بیل اور اونٹ میں اس واسطے یہ مسئلہ موضوع ہوا کہ کوئی یہ وہم نہ کرے کہ وہ دونوں گوشت کے واسطے مقصود میں تو اس کا حکم بکری کے  
 مانند ہے بلکہ خواہ گائے بیل اور اونٹ کھیتی کے واسطے ہو یا سواری کے واسطے ان میں چوتھائی قیمت ہے جس طرح غیر ماکول اللحم چنانچہ خیر اور  
 گدھے میں چوتھائی قیمت ہے کذا فی المنع عن شرح المداية لان اقامة العمل بها انما يكون بربع عینا و عینا مستعملا فصارت كانه ذات  
 عین اربعة وقال الشافعي رضي الله عنه كالشاة والفرق ما قد مناه اونٹ اور بیل اور گھوڑے کی آنکھ میں چوتھائی قیمت اس واسطے واجب ہوئی  
 کہ ان سے کام لینا تو چار آنکھوں سے ہوتا ہے وہ آنکھیں جانور کی اور دو آنکھیں کام لینے والے کی یعنی مزارع یا سواری کی تو گویا ان جانوروں  
 کی چار آنکھیں ہو گئیں اور امام شافعی رضي الله عنه نے کہا کہ ان کا حکم بکری کے مانند ہے یعنی بقدر نقصان ضمان لازم ہے اور فرق بکری اور ان  
 جانوروں میں وہ ہے جس کو ہم پہلے ذکر کر چکے یعنی بکری تو گوشت کے واسطے اور اونٹ گھوڑا بیل کھیتی یا سواری کے واسطے ہیں تو حکم میں  
 کیونکہ برابر ہوں گے لیکن یرد علیہ انہ لو فقا علیہی حمار مثلاً ان بعض نصف قیمتہ و لیس كذلك كما مر فالادى المتك با روى انه عليه الصلوة والسلام  
 قفص في عين الداية ربع القيمة لیکن چار آنکھوں کی تعلیل پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ اگر مثلاً گدھے کی دونوں آنکھوں کو پھوڑے تو نصف  
 قیمت کا ضمان دے اور حالانکہ ایسا حکم نہیں چنانچہ زیلعی سے مختصراً مذکور ہو چکا کہ دونوں آنکھیں پھوڑنے میں مالک محتار ہے چاہے سب قیمت  
 لے اور چاہے اس کو اپنے پاس رکھے اور نقصان کا ضمان لے تو استدلال کرنا اس حدیث سے بستر ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے  
 مروی ہے کہ جانور کی آنکھ میں چوتھائی قیمت کا حکم فرمایا م معجم طبرانی میں زید بن ثابت سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جانور کی آنکھ  
 میں اس کی چھام قیمت کا حکم دیا اور مصنف عبد الرزاق اور ابن ابی شیبہ میں عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے یہی حکم مروی ہے کذا فی العینی شرح المداية  
 والتقييد بالعين لانه لو قطع اذننا او ذنبها لضمن نقصانها وكذا لسان الثور والحمار وقيل جميع القيمة كما لو قطع احدى قوائمها فانه يضمن قيمتها وعليه  
 الفتوى اے بوعمر ماکول وان ماکولاً غیر ماکول فمیں لیکن فی العین ان امسك لا یضمنه شیء عند ابی حنیفة وعلیہ الفتوی و عمر جہا قطعها اور آنکھ  
 کی قید اس واسطے لگائی کہ اگر جانور کا کان یا دم کاٹے گا تو اس کے نقصان کا ضمان دے گا اور اسی طرح بیل اور گدھے کی زبان کاٹنے میں  
 ضمان ہے نقصان کا اور قول ضعیف یہ ہے کہ سب قیمت کا ضمان لازم ہوگا چنانچہ اگر ایک پانوں کاٹے گا جانور کا تو اس کی پوری قیمت کا ضمان  
 دے گا اور اسی قول پر فتویٰ ہے یعنی اگر جانور ماکول اللحم نہ ہو اور اگر حلال ماکول اللحم ہوگا تو مالک محتار ہے چنانچہ اس کی تفصیل دونوں آنکھوں  
 کے پھوڑ ڈالنے میں مذکور ہو چکی لیکن عیون میں یوں مذکور ہے کہ اگر مالک غیر ماکول اللحم پانوں کے جانور کو اپنے پاس رکھ لے گا تو کاٹنے والا اس  
 کا کچھ ضمان نہ دے گا ابو حنیفہ کے نزدیک اور اسی قول پر فتویٰ ہے اور جانور کا لنگڑا ہو جانا یا پانوں کاٹ جانے کے مانند ہے یعنی ماکول وغیر ماکول  
 کے لنگڑا کر دینے میں کل قیمت لازم ہوگی کذا فی الخطا دی فروع مسائل ملحقہ شارح کے نقل المصنف عن الدردلہ کلب یا کل عنب الکرم فاشهد  
 حذیر فیہ فلم یحفظ حذیر اکل العنب لم یضمن وانما یضمن فیما اشد علیہ فیما یخاف تلف بنی آدم كالحائط المائل ونطح الثور وعقر کلب عقور فیضمن اذا لم  
 یحفظ انتہی قال المصنف و لیکن عمل المستف فی قول الزیلعی وان تلف الکلب فعلى صاحب الضمان ان كان تقدم عليه قبل الاتلاف والافلا

کالحا لظالمات علی آدمی انتہ فی تحصیل التوفیق مصنف نے شرح میں درر سے یہ نقل کیا کہ ایک شخص کا کتا ہے کہ انگوڑ کے درختوں سے انگوڑ کھا جاتا ہے سو باغ کے مالک نے کتے کے مالک پر لوگوں کو گواہ کیا اس کے کھانے میں سوکتے کے مالک نے کتے کی حفاظت نہ کی یہاں تک کہ وہ شہاد کے بعد بھی انگوڑ کھا گیا تو اس پر ضمان لازم نہ ہوا ضمان تو اسی صورت خاص میں لازم ہوتا ہے جب کہ اشتہاد ہوا ہو اس امر میں جس میں بنی آدم کے تلف ہو جانے کا خوف ہو چنانچہ دیوار مائل اور ذیل کے سینگ مارنے اور گزندہ کتے کے کاٹنے میں تو مالک ضمان دے گا جب کہ اس کی محافظت نہ کر گیا اتنی قول الدر مصنف نے کہا اور ممکن ہے محل کرنا تلف شدہ کا آدمی پر زبطی کے اس قول میں اور کتا تلف کرے تو اس کے مالک پر ضمان ہے اگر آگے اس پر گواہ کر چکا ہو تلف کرنے سے پہلے اور نہیں تو ضمان نہیں ہے دیوار مائل کے مانند تو اس محل کرنے سے درر اور زبطی دونوں کے قولوں میں اتفاق حاصل ہو گا م یعنی اطلاق نہ ملے گا آدمی پر محمول ہے تو اب اختلاف باقی نہ رہا دونوں قولوں میں طحاوی نے کہا قول علی الادبی متعلق ہے قولہ حل المتلف سے قلت وقد وقع الاستقنا وعنہم لہ نخل فیضی بتانہ فخرج فیما کل عنہ الناس وفواکھم بل یضمن رب النخل ما تلفہ النخل من العنب ونحوہ ام لا اول یوم تجویہ عنہم لے مکان اخرام لا وجوابہ لا لایضمن رب شیئاً مطلقاً اشہدوا علیہ ام لا اخذ من مسئلۃ الکلب بل اولے وکذا ذکرہ المصنف فی معینہ مکن رأیت فی فتاواہ انہ افقی بالضمان فی مسئلۃ النخل فراجع عند الفتوے میں کتا ہوں اور البتہ واقع ہوا تھا استقنا اس شخص کے مال سے جس کے تصرف میں شہد کی مکھیاں ہیں وہ ان کو اپنے باغ میں رکھتا ہے سو مکھیاں وہاں سے نکلتی ہیں اور آدمیوں کے انگوڑ اور ان کے میوے کھا جاتی ہیں کیا مکھیوں کے مالک پر مکھیوں کے انگوڑ وغیرہ تلف کرنے کا ضمان لازم ہو گا یا نہیں اور ان کے پاس سے دوسرے مکان کی طرف مکھیوں کے اٹھانے جانے کا حکم ہو گا یا نہیں جواب استفتا یہ ہے کہ مکھیوں کے مالک پر مطلقاً کچھ ضمان لازم نہ ہو گا خواہ لوگوں نے اس پر شہاد کیا ہو یا نہ کیا ہو یہ جواب ماخوذ ہے کتے کے مسئلے سے بلکہ یہ جواب مسئلہ کلب کے جواب سے اولیٰ ہے یعنی اس واسطے کہ کتے کی خوراک بند کرنی ممکن ہے اور مکھیوں کی خوراک اس طرح ممکن نہیں اور اسی طرح کا جواب مصنف نے معین المفتی میں ذکر کیا ہے لیکن میں نے مصنف کے فتاویٰ میں دیکھا ہے کہ اس نے مکھیوں کے مسئلے میں وجوب ضمان کا فتویٰ دیا ہے تو اگر کی طرف مراجعت کیجیو فتویٰ دینے کے وقت م ظاہر مسئلہ کلب معتبر ہے جو درر میں مذکور ہے وجود نقص کے سبب سے کذا فی الطحاوی واما تحویل من ملکہ فلا یؤمر بذلک علی ما ہو ظاہر المذہب واما جواب المشائخ فیضی ان یوم تجویہ اذا کان الضرر بینا علی ما علیہ الفتوے اور مکھیوں کا اٹھانا اس کے ملک سے سو مالک کو تو اس کا حکم نہ ہو گا بنا بر ظاہر مذہب کے اور مشائخ کا جواب تو یہ ہے کہ لائق یوں ہے کہ اس کے اٹھانے کا حکم کیا جائے جب کہ لوگوں کا صریح ضرر ہوتا ہو بنا بر قول معنی کے و فی الصیرۃ چاہا یا کل حنظلہ انسان فلم ینفہ حتی اکل الصمغ ضمانہ اور صیر فیہ میں ہے کہ گدھا کسی آدمی کے گیسوں کھا تا ہے سو دیکھنے والے نے اس کو نہ روکا یہاں تک کہ وہ کھا گیا تو قول صحیح یہ ہے کہ اس پر ضمان ہے اور غنما اور ثور اور فرسا اور حمار نے زرع اور کم ان سائقا ضمن ما تلف والا لا قبل لضمین وتمامہ فی البرازیہ کسی آدمی نے بھیر یا بکری یا بیل یا گھوڑا یا گدھا داخل کر دیا کھیت یا انگوڑستان میں اگر اس نے داخل کیا ہے انک کے تو جو اس نے تلف کر دیا اس کا ضمان دے گا اور اگر انکا نہیں ہے تو ضمان نہیں اور قول ضعیف یہ ہے کہ ہر صورت ضمان دے گا اور پورا اس کا بیان برازیہ میں ہے فائدہ اپنے باغ یا کھیت میں ایک مرد کا جانور پایا اور اس نے کچھ خراب کر دیا سو اس کو باندھ رکھا باغ یا کھیت کے مالک نے سودہ مرگیا سو اس پر جانور کی قیمت کا دینا لازم ہو گا چنانچہ محیط میں ہے ایک شخص نے جانور کسی کے گھر میں کر دیا بدول اس کے اذن کے سر صاحب خانہ نے اس کو نکال دیا اور وہ تلف ہو گیا

سے یعنی مالک نے دیکھ کر اس کو نہ روکا ۱۲



سوا اس پر تاوان نہیں اور اگر کسی کے گھر میں رکھ دیا بدل اذن کے اور صاحب خانہ نے اس کو بھینک دیا اور وہ تلف ہو گیا مالک کی غیبت میں  
ترتیب ثوب کا اس پر ضمان لازم ہو گا چنانچہ ذخیرے میں ہے جس نے بھیرے کی کھڑکی کھول دی سو چڑیا اڑ گئی یا اُصطبل کا دروازہ کھول دیا سو  
جانور نکل گیا اور کم ہو گیا تو کھولنے والے پر ضمان نہیں اور محمدؐ کے نزدیک ضمان ہے چنانچہ کافی میں ہے الكل من العالم گیرتہ

### باب جنایۃ المملوک والجنایۃ علیہ

یہ باب ہے مملوک یعنی لونڈی غلام کی جنایت میں اور مملوک پر جنایت کرنے کے احکام میں اعلم  
ان جنایات المملوک لا توجب الادفعۃ واحدا لولا محلا معلوم کر کہ مملوک کی جنایات موجب نہیں ہوتی مگر ایک

بار دے ڈالنے کی اگر مملوک دینے کا محل ہو م یعنی اگر یہ غلام کی جنایات کثیرہ ہوں اشخاص متددہ میں تو سب مقتولوں کے وارثوں کو وہ غلام دیا جائے گا  
دفعۃ واحده تو سب کے وارث بقدر جنایات کے اس میں اپنا اپنا حصہ کر لیں گے بشرطیکہ غلام دینے کا محل ہو یعنی جب کہ اس کے واسطے حریت کے  
اسباب منعقد نہ ہوں گئے ہوں چنانچہ تدبیر اور استیلا و اور کتابت کذا فی المطاوی والاقیمۃ واحده اور اگر مملوک محل دفع نہ رہا ہو یعنی حریت کے اسباب  
ثلمہ مذکورہ سے کوئی سبب منعقد ہو گیا تو ایک قیمت مولیٰ کو دینا ہو گی تو سب وارث بقدر اپنے حصوں کے اس کو بانٹ لیں گے و لونڈی القن ثم جنی

ثکلا اول ثم وثم اور اگر لونڈی غلام کا فدیہ دیا یعنی اس کے قتل کرنے کے بدلے مال دیا پھر اس نے فدیہ دینے کے بعد جنایت کی مثلاً کسی کو قتل کیا تو اول  
یار کے مانند ہے پھر دوسری جنایت پھر چوتھی جنایت میں الی غیر النہایۃ اسی طرح کا حکم ہے م یعنی جب فدیہ دینے کے بعد دوسری تیسری بار پھر جنایت  
کرے گا تو مولیٰ اول بار کے مانند دفع اور فدیہ دینے میں مختار رہے گا اس واسطے کہ جب پہلی جنایت سے پاک ہو گیا فدیہ دینے سے تو گویا اس

نے جنایت ہی نہیں کی اور دوسری یا تیسری جنایت گویا ابتدائے جنایت ہے بخلاف المدبر واختیہ فانہ لا تجب الاقیمۃ واحده و یستطیع برخلاف مدبر  
اور ام ولد اور مکاتب کے کہ ان کی جنایات میں سوائے ایک قیمت کے کچھ واجب نہیں اور اس اجمال کی تفصیل آگے واضح ہو گی جنی عبد خطا التقید  
بالخطا ہنا انما یفید فی النفس لان بعدہ لقیس وامانی مادونہا فلا یفید لا استواء خطا و عمدہ فیما دونہا ثم انما یثبت الخطا بالبدنیۃ و اقرار مولاء و علم القاضی لا

باقرارہ اصلا بل یثبت لکن قولہ و علم القاضی علی غیر المفتی بہ فانہ لا یعمل بعلم القاضی فی زمانہ شر بلا لیتہ عن الاشباہ و تقدم دفعہ مولاء و اشباہا فلیک  
ولیسوا و ان شاء فذادہ بارشہا حالا مملوک نے ازراہ خطا جنایت کی یعنی کسی کو قتل کیا تو اس کا مالک اگر چاہے بدلے جنایت قتل کے مملوک  
کو دے تو جنایت کا ولی یعنی مقتول کا وارث مالک ہو جائے گا مملوک کا اور اگر مالک چاہے فی الحال فدیہ دے اس کی دیت کا شارح نے

کہ خطا کی قید سیال لگانا فقط جنایت نفس میں مفید ہے اس واسطے کہ مملوک کے قتل عمد میں قصاص لیا جاتا ہے اور جان کے سوا اطراف کی جنایت  
میں تو خطا کی تقید مفید نہیں ہے اس لئے کہ مادون نفس میں مملوک کی خطا اور عمد برابر ہیں پھر خطا تو ثابت نہیں ہوتی مگر گواہوں سے اور اس کے  
مالک کے اقرار سے اور قاضی کی دانست سے نہ مملوک کے اقرار سے اصلا کذا فی البدائع میں کتا ہوں لیکن علم قاضی کا حجت ہونا یہ قول مفتی بر نہیں

ہے اس لئے کہ قاضی کے علم پر ہمارے زمانے میں عمل جائز نہیں چنانچہ شریک بلالہ میں منقول ہے اشباہ سے اور یہ تو پہلے مذکور ہو چکا ہے مافی الحال  
دینا دفع اور فدیہ دونوں سے متعلق ہے دفع میں تو وجہ یہ ہے کہ اعیان میں تاہیل جائز نہیں اور فدیہ کی وجہ یہ ہے کہ وہ بدلہ ہے عین یعنی مملوک کا  
تواہیل کے مانند ہوا عدم تاہیل میں لکن الواجب الاصلی ہوا دفع علی الصحیح ولذا اسقط الواجب بموتہ بخلاف الموت الحکم کا ذکرہ المصنف وغیرہ لیکن جنایت

مملوک میں واجب اصلی دفع ہے نہ فدیہ بر قول صحیح ولذا واجب ساقط ہو جاتا ہے مملوک کے مرجانے سے برخلاف از اوقات موت کے کہ  
وہاں واجب ساقط نہیں ہوتا چنانچہ مصنف وغیرہ نے اس کو ذکر کیا ہے م بعد قاتل کی موت سے واجب اس واسطے ساقط ہو جاتا ہے کہ محل  
باقی نہ رہا اور اگر از اوقات مرے کا یعنی قتل خطا میں تو واجب ساقط نہ ہو گا اس کی عائدہ پر واجب ہو گا کذا فی الدرر لکن فی الشر بلا لیتہ عن

السراج والجوہرۃ عن البرزوی ان اسخ هو الفداء حتى لو اختاره ولم يقدر عليه اذاه متے وجد ولا یبرأ بھلاک العبد لیکن شربنالیہ میں سراج سے اور جوہرہ میں برزوی سے یوں ہے کہ صحیح قول یہ ہے کہ واجب اصلی جنایت مملوک میں فدیہ ہے نہ دفع تو اگر مولے فدیہ دینے کو اختیار کرے اور قادر نہ ہو اس کے ادا کرنے پر تو جب پاد سے اس کو ادا کرے اور مولیٰ بری الذمہ نہ ہوگا غلام قاتل کے مرجانے سے وعللہ الزلیعی وغیرہ بانہ اختار اصل حتم فیتل حتم فی العبد عند ابی حنیفہ رحمہ اللہ انتہی ومفادہ ان الاصل عندہ الفداء لا الدفع اور زلیعی وغیرہ نے صحت اختیار کی علت یوں بیان کی ہے کہ مولیٰ نے ورثہ مقتول کا اصل حق اختیار کیا تو اب وارثوں کا حق باطل ہو گیا غلام میں ابو حنیفہ رحمہ کے نزدیک انتہی مانے الزلیعی اور اس تعلیل سے مستفاد ہوتا ہے کہ امم کے نزدیک فدیہ اصل ہے نہ دفع وافادہ شارح الجمع فی تعلیل الامام ان الواجب احدہما وانہ متے اختار احدہما تعین اور شارح جمع یعنی ابن ملک نے امم کی تعلیل میں بیان کیا ہے کہ جنایت عبد میں دفع اور فدیہ میں سے ایک چیز واجب ہے اور جب کہ مولے نے دفع یا فدیہ کوئی اختیار کیا تو وہی چیز متعین ہو جاتی ہے لکنہ قدم ان الدفع ہو الاصل وانہ لیس فی لفظ کتاب دلالت علیہ لیکن شارح جمع نے پہلے اس کو بیان کیا ہے کہ واجب اصلی دفع ہے اور یہ بیان کیا ہے کہ کتاب کی عبارت میں واجب اصلی پر دلالت نہیں ہے محیط میں ہے کہ امم محمد نے اصل یعنی مہربان میں کہا کہ جب غلام آدمی پر جنایت موجب مال کی کرے تو اس کے مولیٰ کو اختیار ہے چاہے غلام دے چاہے فدیہ ہمارا یہی مذہب ہے مگر یہ کہ موجب اصل دفع ہے انتہی تو اس نفس سے خلاف مرتفع ہو گیا اور فدیہ اختیار کرنے کے بعد غلام کی موت سے اس واسطے فدیہ باطل نہ ہو گیا کہ تعین کا اختیار مولیٰ کو ہے سو اس نے فدیہ ہی کو اختیار کیا تو یہ عارضی امر کے سبب سے ہے یعنی اختیار کر لینے سے اور زلیعی کا کلام تعلیل میں مضطرب ہے واللہ اعلم بالصواب کذا فی المطاوی فان فداء فحیی بعدہ فحیی کا لا ولی حکم سوا کر مولے نے غلام کی جنایت کا فدیہ دیا پھر بعد اس کے غلام نے پھر جنایت کی تو دوسری جنایت پہلی جنایت کی مانند ہے حکم میں یعنی مولے دفع اور فدیہ میں یہاں بھی مختار ہے فان جنی جنایتین دفعہ بہما الی ولیہما او فداء یا رثما پھر اگر غلام نے دو جنایتیں کیں تو ان جنایتوں میں مولیٰ غلام کو ان کے وارثوں کو دے یا دونوں کی دیت کا فدیہ دے وان و ہبہ المولیٰ او باعہ او اعنتہ او و ہبہ او استولدہ یا غیر عالم بہا بالجناۃ ضمن الاقل من قیمتہ والاقل من الارش وان علم بہا غرم الارش فقط اجماعا اور اگر مولے نے غلام کسی کو مہرب کر دیا یا اس کو نہج ڈالیا یا آزاد کیا یا مہرب کیا یا لونڈ کا کرم ولد بنایا جنایت کی نواختی میں تو مولے ضمان دے قیمت اور دیت میں سے کمتر چیز کا یعنی اگر قیمت کم ہے دیت سے تو قیمت کو دے اور اگر دیت کم ہے قیمت سے تو دیت دے اور اگر جنایت کو جان کر مہرب یا بیع کی تو فقط دیت کا ضمان دے بالاتفاق کبیعہ عالمیہا جیسے غلام کی بیع سے دیت واجب ہوتی ہے جنایت جان کر مہرب طمطاوی نے کہا یہ مسئلہ مکرر ہو گیا کیونکہ وان علم بہا الارش میں داخل ہے و تعلیق عتقہ بقتل زید اور مہربہ او شجبہ ففعل العبد ذلک کما یصیر فارا بقولہ ان مرضت فانت طالق ثلثا اور جیسے دیت واجب ہوتی ہے تعلیق عتق غلام میں قتل زید کے ساتھ یا اس کے تیر مارنے یا اس کے سر پھوڑنے کی تعلیق کے ساتھ سو غلام نے ویسا ہی کیا جیسے زوج فارہ ہوتا ہے اس تعلیق سے کہ اگر میں بیمار ہوں تو تو مطلقہ ہے تین بار یعنی تو عورت وارث ہوگی زوج کی م اگر مولے نے کہا اپنے غلام سے کہ اگر تو زید کو قتل کرے تو تو آزاد ہے سو اس نے زید کو قتل کیا یا مولے نے کہا اگر تو زید کے تیر مارے تو تو آزاد ہے سو اس نے تیر مارا یا کہا کہ اگر تو اس کے سر کو زخمی کرے تو تو آزاد ہے سو اس نے زخم لگایا تو مولے پر دیت کا ضمان لازم ہوگا اس لئے کہ اس نے فدیہ اختیار کیا کیونکہ اس کو آزاد کیا وجود جنایت کی تقدیر یہ کذا فی الدرر وان قطع عبدید حر عدا و دفع الیہ فاعنتہ فمات من السراۃ فالعبد صلح بہا الی بالجناۃ لان عتقہ دلیل صلح اصح اور اگر غلام نے آزاد کا ہاتھ عدا کاٹا اور غلام اس کو دیا گیا سو اس نے



نہ اوکر دیا پھر آزاد کر گیا زخم کی سرایت سے تو غلام صلح ٹھہر گیا جنایت کی اس واسطے کہ اس کا آزاد کرنا صلح کی دلیل ہے م اس واسطے کہ  
 مذاق پر اقدام کرنا صلح کے قصد پر دلالت کرتا ہے اور اس صلح کی ضمت نہیں بدوں اس کے کہ جنایت سے اور جو اس سے حادث ہو صلح  
 اور دی جائے پھر جب اس نے آزاد کر دیا تو صلح درمن اعتاق صحیح ہو گئی ابتداء سے وان لم یعثقه وقد سری یرد علی سیدہ فقتل  
 یعنی بطلان اس صلح اور اگر مقلوع الید نے غلام مذکور کو آزاد نہ کیا اور حالانکہ قطع کے صدر سے وہ مر گیا تو غلام اس کے مالک کو پھر دیا  
 اسے گا سودہ قتل ہوگا قصاص میں یا معاف کر دیا جائے بسبب باطل ہو جانے صلح کے فان حتی ماذون لم یذون خطا و فاعثقه  
 سیدہ بلا علم بہا عزم لرب الدین الاقل من قیمتہ ومن دینہ وغرم لولہا الاكمل منها ای القیتہ ومن الارش اور اگر غلام ماذون  
 یون نے ازراہ خطا جنایت کی سو اس کے مالک نے اس کو آزاد کر دیا نادانگی جنایت سے تو صاحب دین کو مالک ضمان دے قیمت اور دیت  
 سے کمتر کا یعنی اگر قیمت غلام کی دین سے کم ہے تو قیمت کا ضمان اور اگر دین کم ہے تو دین کا تادان دے اور جنایت کے وارث کو ضمان دے قیمت  
 اور دیت سے کمتر کا یعنی اگر قیمت کم ہے دیت سے تو قیمت دے اور اگر دیت کم ہے قیمت سے تو دیت دے ولو اطلقہ ای العبد المجانی اجنبی  
 قیمتہ واحدة لمولاه لا غیر اور اگر غلام جانی کو اجنبی شخص نے تلف کر ڈالا تو اس پر ایک قیمت واجب ہے غلام کے مالک کے واسطے نہ سوائے  
 اس کے م یعنی صاحب دین اور وارث مقتول کا مواخذہ قاتل پر نہ ہوگا اس واسطے کہ حق فریقین کا کمتر ہے ملک رقبہ سے پھر جب مولی  
 بہت پاوے گا تو اس کو صاحب دین لے گا اس واسطے کہ قیمت غلام کی مالیت ہے اور صاحب دین مقدم ہے مالکیت میں وارث مقتول پر کذا  
 الذی یعنی فان ولدت ماذونہ مدیونہ بیعت مع ولده ہانی الدین ان کانت الولادۃ بعد لحوق الدین فلو ولدت ثم لمحقھا الدین لم یعلق  
 حق الخیر بالولد بخلاف اسکا بہا پھر اگر ماذون مدیون لونڈی بنی تو اپنے بچے کے ساتھ بچی ہاوے گی دین میں بشرطیکہ ولادت ہوئی ہو دین  
 لے لاتی ہونے کے بعد سو اگر وہ جنی پھر دین اس کو لاحق ہو تو دین والوں کا حق لونڈی کے بچے سے متعلق نہ ہوگا بخلاف اس کی کما یوں کے یعنی  
 لاتی میں ان کا حق متعلق ہے نہ اس کے ولد میں م یہ مسئلہ اس باب میں مقصود بالذکر نہیں ہے کیونکہ اس میں جنایت مذکور نہیں بلکہ بالتبع مذکور  
 ہوا ہے تاکہ اس میں اور مسئلہ آئندہ میں فرق ظاہر ہو جاوے فان جنیت فولدت لم یذفع الولد لہ ای ولی الجنایۃ لتعلقا بذمتہ المولے  
 لاذمتا بخلاف الدین پھر اگر ماذون مدیون لونڈی نے جنایت کی پھر وہ جنی تو لڑکا جنایت کے وارث کو نہ دیا جائے گا اس واسطے کہ موجب  
 جنایت مولے کے ذمہ پر ہے نہ لونڈی کے ذمہ پر بخلاف دین کے کہ وہ لونڈی کے ذمہ پر ہے نہ مولے پر عید لڑکے زعم رجل ان سیدہ  
 حرہ فقتل العبد المتق ولیہ ای ولی الزام عتقہ خطا فلا شئ للمحر علیہ لانه برع عتقہ اقرانہ لا یتحق العبد بل الدیۃ لکنہ لا یصدق علی العاقلۃ  
 الابجۃ ایک مرد کا ایسا غلام ہے جس کو دوسرا مرد کہتا ہے کہ اس کے مالک نے اس کو آزاد کر دیا ہے سو اس غلام آزاد نہ آزاد ہو گا ہر کرنے  
 ولے کے ولی کو قتل کیا خطا کی راہ سے تو اس غلام پر کچھ لازم نہیں حرز اعم کے واسطے اس لئے کہ اس کی آزادی کے کہنے سے اس نے اس کا  
 اقرار کیا کہ وہ غلام کا مستحق نہیں ہے بلکہ دیت کا مستحق ہے الا اس کی تصدیق نہ ہوگی عاقلہ پر مگر حجت شرعی ہے م عاقلہ سے یہاں مراد غلام  
 کا مولی ہے فان قال مستق رقہ معروف لرجل قتل اخاک یخاطب مولاه الذی اعثقه خطا قبل عتقی فقال الاخ الذی ہو المولے لابل بعدہ  
 صدق الاول لانه منکر للضمان پھر اگر اس مستحق نے جس کا مملوک ہونا ایک مرد کا مشہور ہے یہ کہا اپنے اس مولے سے جس نے اس کو آزاد کیا ہے  
 کہ میں نے تیرے بھائی کو ازراہ خطا قتل کیا تھا اپنے آزاد ہونے سے پہلے سو مولے نے جو مقتول کا بھائی ہے کہ یوں نہیں ہے بلکہ تو نے آزاد  
 ہونے کے بعد قتل کیا ہے تو اول شخص یعنی غلام مذکور کی تصدیق ہوگی اس واسطے کہ وہ لزوم ضمان کا منکر ہے م طحاوی نے کہا کہ شارح

مصنف اور حموی کا تابع ہوا ہے اس مسئلہ کی تصویر میں حالانکہ یہ صحیح نہیں ہے بلکہ تصویر غیر موافق ہے چنانچہ اور کتابوں میں مصرع ہے و  
ان قال لما قطعت يدك وانت امتي وقالت هي لابل فغلته بعد العشق فالتقول لما لانه اقر بسبب الضمان ثم ادعى ما يبرئ فلا  
يكون القول له اور اگر مولیٰ نے اپنی لونڈی سے کہا کہ میں نے تیرا ہاتھ کاٹا تھا جب کہ تو میری لونڈی تھی اور اس نے کہا نہیں بلکہ تو نے ہاتھ کاٹا تھا  
آزاد کرنے کے بعد تو لونڈی کا قول معتبر ہوگا اس واسطے کہ مولیٰ نے ضمان کے سبب یعنی قطع کا اقرار کیا پھر اس چیز کا دعوے کیا جو ضمان  
سے بری الذمہ اس کو کر دے تو اس کا قول معتبر نہ ہوگا و لکن القول لما فی کل ما اخذه المولى منها من المال لما ذكرنا استحضار اور اسی طرح  
لونڈی کا قول معتبر ہے ہر ایک اس چیز میں جو مولیٰ نے لونڈی سے مال لیا اس دلیل سے جس کو ہم نے ذکر کیا بطریق استحضار کے الا لجماع  
والغلته فالتقول له لا سند له لانه معصومة منافية للضمان مگر جماع اور لونڈی کی کمائی میں لونڈی کا قول معتبر نہ ہوگا تو اس میں میان کا قول مقبول  
ہوگا بسبب اس کے منسوب ہونے کے اس حالت مقدمہ کی طرف جو تاوان کے مخالف ہے اس واسطے کہ لہٰذا لونڈی کا جماع کرنا اگرچہ وہ بیعت  
ہو مال کا موجب نہیں اور اسی طرح اپنی لونڈی کی کمائی لینا تاوان کا موجب نہیں اگرچہ لونڈی قرض دار ہو لکن فی الزیعی عبد مجبور اوصی امر صبیحا قتل  
رجل فقتله فدية على عاقلة القاتل لان عبدی خطاء غلام مجبور یا صغیر نے دوسرے صغیر کو ایک مرد کے قتل کرنے کا امر کیا سو اس نے اس کو مارا  
تو مقتول کا خون بہا قاتل کے مددگاروں پر ہے اس واسطے کہ صغیر کا قتل عمد قتل خطا کے برابر ہے حکم میں ورجعوا علی العبد بعد عتقه و قبل لا الا علی العبد  
الا امر ابد القصور البیة اور صغیر قاتل کے مددگار غلام اگرچہ دیت بھر لیں اس کے آزاد ہونے کے بعد اور قول ضعیف میں رجوع نہیں غلام آزاد پر لیکن  
صغیر امر یہ بھی کہیں رجوع نہیں یعنی بالغ ہونے کے بعد بھی قصور البیة کے سبب سے وان کان مامور العبد عبدا مثله دفع الیہ القاتل او  
فداه فی الخطاء اور اگر غلام کا مامور بھی غلام ہو امر کے مانند تو مالک غلام قاتل کو اور ثلثوں مقتول کے حوالہ کرنے یا غلام کا فدیہ دے قتل خطا میں ولا یجوز  
له علی الامر فی الحال ویرجع بعد عتق العبد بالاقبل من الفداء وقيمة العبد لانه مختار فی دفع الزيادة لا مضطر اور قاتل مامور کے مالک کو امر  
رجوع کرنا جائز نہیں بالفضل اور غلام آزاد ہونے کے بعد فدیہ اور قیمت غلام میں جو کمتر ہو وہ مالک بھر لے اس واسطے کہ مالک دفع زیادت میں مختار ہے  
نہ مجبور م یعنی غلام قاتل کے مالک کو اختیار تھا غلام کے دینے اور فدیہ دینے میں سو جب کہ اس نے فدیہ زائد از قیمت اختیار کیا تو زائد کا تاوان لازم  
نہ ہوگا و لکن الحكم فی العمدان کان العبد القاتل صغیرا لان عمده خطاء اور صغیر قاتل عمد کا حکم ہے اگر قاتل غلام صغیر ہو اس واسطے کہ صغیر کا قتل عمد قتل خطا کے  
مانند ہے حکم میں فان کبیرا فقتل منه اور اگر قاتل غلام بالغ ہو تو اس سے قصاص لیا جائے عبد حفر بئرا فاعتقه مولا له فوقع فیها انسان او  
اکثر فمک فلا شی علیہ لان جنایۃ العبد لا توجب عیہ شیئا غلام نے کنواں کھودا سو مالک نے اس کو آزاد کیا پھر اس میں چند آدمی یا ایک آدمی گر کر  
سو مر گیا تو اس پر کچھ لازم نہیں اس لئے کہ غلام کی جنایت اس پر کچھ واجب نہیں کر دیتی م اور عدم عتق میں بھی یہی حکم ہے و یجب علی المولیٰ قیمت  
واحدة ولو البواقی الفانی لیمی اور کنواں کھودنے والے کے مالک پر ایک قیمت غلام کی دینا واجب ہوگا اگرچہ ہزار آدمی کنویں میں گر کے مر گئے ہوں کہ  
فی الزیعی فان قتل عبد عمدا رجلین حرین لکل منہما ولیان فعدا احد ولیی کل منہما دفع الیہ نصف الی الحرین الذین لم یعفوا و فداء بد  
کاملہ لانه بذلک العفو سقط القود والعقب مالا و ہر دیتان وقد سقط دیتہ نصیب العافیین و بقی دیتہ نصیب الساکتین او دفع نصفہما پھر اگر ایک غلام  
نے ان دو آزاد مردوں کو عمدہ قتل کیا کہ ہر ایک مقتول کے دو وارث میں سو دونوں گروہوں میں سے ایک ایک وارث نے قصاص عفو کیا تو مالک  
نصف غلام ان دو وارثوں کو دے جنہوں نے معاف نہیں کیا یا غلام کا فدیہ دے پوری دیت دے کر اس واسطے کہ اس معافی سے قصاص  
ساقط ہو کر منقلب بحال ہو گیا اور مال تو پوری دو دیتیں ہیں اور حالانکہ معاف کرنے والوں کے حصے کی دیت تو ساقط ہو گئی اور سکوت کرنے والے



دو وارثوں کی دیت باقی رہ گئی یا مالک چاہے نصف غلام دونوں وارثوں کو دے فان قتل العبد احدہما عمداً والاخر خطاءً وعفا احد ولی العمد فدی بدیتہ لولی الخطاء ونصفہما لاحد ولی العمد الذی لم یعف پھر اگر غلام نے ایک مرد کو عمدتاً قتل کیا اور دوسرے کو خطا قتل کیا اور قتل عمد کے دو وارثوں میں سے ایک وارث نے قصاص معاف کیا تو مالک پوری دیت کا فدیہ دے قتل خطا کے دو وارثوں کو اور نصف دیت فدیہ دے قتل عمد کے اس ایک وارث کو جس نے عفو نہیں کیا اور دفع الیہما وکم کلانا عولاً عنہ وارباعاً منارعة عنہما یا مالک غلام دے قتل خطا کے دو وارثوں کو اور تین تہاؤ بانٹ دے بطریق عول کے نام کے نزدیک اور چار حصے کر ڈالے بطریق منازعت کے صاحبین کے نزدیک مگر اس کی یہ ہے کہ خطا کے وارثوں کا حق پوری دیت دس ہزار درم میں ہے اور عمد کے وارثوں کا حق قصاص میں ہے پھر جب ایک وارث نے عفو کیا تو دوسرے وارث کا حصہ مال ہو گیا یعنی پانچ ہزار درم نصف دیت تو اگر مالک فدیہ دے تو دس ہزار خطا کے وارثوں کو دے اور پانچ ہزار عمد کے ایک وارث کو جس نے معاف نہیں کیا اور اگر مالک غلام کو دفع کرے تو تین تہاؤ کرے دو تہاؤ خطا کے وارثوں کو دے اور ایک تہاؤ قتل عمد کے ایک وارث کو بطریق عول کے اس واسطے کہ ان کا حق دیت میں بھی اسی طرح ہے یہ مذہب ہے امام کا اور صاحبین کے نزدیک چار حصے ہوں گے بطریق منازعت کے تین چوتھیاں خطا کے وارثوں کو اور ایک چوتھائی اس کو جس نے عفو نہیں کیا اس لئے کہ نصف غلام تو خطا کے وارثوں کے واسطے مسلم ہے بلا منازعت اور نصف باقی میں منازعت واقع ہوئی دونوں فریق کی تو اس کو نصفاً نصف کر دیا کذا فی التذیعی فان قتل عیدہما قریبہما وعفا احدہما لطل کلمہ وقالایدفع الذی عفا نصف نصیبہ للآخر ولیدفع ربع الدیۃ وقیل محمد مع الامام وجہہ انہ انقلب بالعفو مالا واملولی لایستوجب علی عبده ویافلا یخلقه فیہ الورثۃ پھر اگر دو شخصوں کے غلام نے مالکوں کے قریب دار کو قتل کیا اور ایک مالک نے قصاص عفو کیا تو تمام قصاص باطل ہو گیا اور صاحبین نے کہا کہ جس مالک نے عفو کیا وہ اپنا آدھا حصہ دوسرے مالک کو دے یا اس کا فدیہ دے چوتھائی دیت دے کر اور بعضوں نے کہا کہ مہر امام کے ساتھ ہیں اس مسئلے میں امام کی دلیل یہ ہے کہ قصاص عفو سے منقلب ہوا اور مالک اپنے غلام پر مستوجب دین کا نہیں ہوتا تو اس کے وارث اس میں اس کے خلیفہ نہ ہوں گے مطلقاً دی نے کہا مالک تو دونوں زندہ موجود ہیں تو مورث اور وارث کا یہاں کیا ذکر ہے

**فصل فی الجنایۃ علی العبد** یہ فصل ہے اس جنایت کے بیان میں جو عید پر واقع ہو م عبد سے مراد مملوک ہے تو غلام اور لونڈی دونوں کو شامل ہے دیتہ العبد قیمتیۃ فان بلغت ہی دیتہ الحر وبلغت قیمتہ الامۃ دیتہ الحرۃ لقصص من کل من دیتہ عبد وامت عشرۃ درہم اعمار الاخطاء رتبۃ الرقیق من الحر وربعین العشرۃ باثر ابن مسعود رضی اللہ عنہ دیت مملوک کی اس کی قیمت ہے سو اگر غلام کی دیت آزاد مرد کی دیت کے برابر ہو پانچ جاوے یعنی قیمت غلام کی دس ہزار درم ہو اور لونڈی کی قیمت آزاد عورت کی دیت کے برابر ہو پانچے تو غلام اور لونڈی کی دیت سے دس درم گھٹائے جاویں گے تاکہ رتبہ مملوک کا اخطا رتبہ آزاد سے ظاہر ہو اور دس درم کا معین کرنا عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے اثر سے ثابت ہے وعنہ من الامۃ خمسۃ اور امام سے دوسری روایت یہ ہے کہ لونڈی کی دیت سے پانچ درم کم کئے جاویں وکون حیث علی العاقلة فی ثلث سنین خلا فالابی یوسف اور اس وقت میں دیت غلام کی قاتل کے مددگاروں پر واجب ہوگی تین برس کی مدت میں مگر خلاف ابو یوسف کے یعنی ان کے نزدیک نقصان دس درم کا مستبر نہیں کذا فی الطحاوی و فی الغصب یجب الیقیمۃ بالغتہ ما بلغت بالاجماع اور مملوک کے غصب میں اس کی قیمت غاصب پر واجب ہے بالاتفاق جہاں تک اس کی قیمت ہو پانچے یعنی اگرچہ آزاد کی دیت سے زیادہ ہو و ما قدر من دیتہ الحر قدر من قیمتہ و حیث فی یدہ نصف قیمتہ بالغتہ ما بلغت فی الصبح در و قیل لایزاد علی

ستہ آلاف الاخمستہ وجزم بہ فی الملتقی اور جو مقرر ہے اعصار حر کی دیت سے وہی مقرر ہے مملوک کی قیمت سے اور اس وقت میں تو مملوک  
 کے ہاتھ میں اس کی نصف قیمت ہے قول صحیح میں جس قدر کہ اس کی قیمت ہو کذا فی الدرر اور قول ضعیف یہ ہے کہ پانچ درم کم پانچ ہزار درم  
 زیادہ نہ ہوگی اور اسی قول پر یقین کیا ہے ملتقی الابحار میں م یہی قول اخیر ہے اکثر کتب میں چنانچہ ہادیہ اور خلاصہ اور مجمع البحرین اور اختیار اور  
 فتاویٰ دلواری اور ملتقی اور مجتبیٰ میں کذا فی الطحاوی ویجب حکومت عدل فی الحیثیۃ فی الصحیح وقیل کل قیمتہ اور حکومت عدل واجب ہے غلام  
 کی ڈاڑھی میں بقول صحیح اور قول ضعیف میں تمام قیمت واجب ہے م یہ اس صورت میں حکم ہے جب کہ ڈاڑھی مونڈنے کے بعد نہ جسے قطعید  
 عبد فخرہ سیدہ فخری فحاش منہ ولہ للعبد وراثۃ غیر المولی لا یقتضی لاشتباه من لہ الحق ایک شخص نے غلام کا ہاتھ کاٹا پھر اس کے  
 مالک نے اس کو آزاد کر دیا تو زخم سرایت کر گیا تو وہ اس زخم سے مر گیا اور اس غلام آزاد کے وارث اور بھی ہیں مولیٰ کے سوا تو قاطع سے  
 قصاص نہ لیا جاوے گا صاحب حق کے اشتباہ کی وجہ سے م یعنی اگر جراحت کا وقت اعتبار کیجیے تو صاحب حق مالک ہے اور اگر موت کا وقت  
 اعتبار کیجیے تو فقید وارث مستحق ہیں یا مالک بھی تو جہالت مستحق مانع قصاص ہوگی لیکن دیت فقط وارث کی ہے یا مالک کی بھی کذا فی الطحاوی والا  
 یکن لہ غیر المولی اقتص منہ خلافاً لحدود اور اگر اس کا کوئی وارث نہیں سوائے مولیٰ کے تو قاطع سے قصاص لیا جاوے گا برخلاف مذہب محمدؐ قال  
 لعبدیہ احمد کما حرشجا بنین المولی العتق فی احدہما بعد الشیخ فارشما للیسید لان البیان کالانشار مالک نے اپنے دو غلاموں سے کہا کہ ایک  
 غلام تم دونوں میں سے آزاد ہے پھر دونوں کے سر زخمی ہوئے پھر مالک نے زخم سر کے بعد ایک غلام کی آزادی بیان کر دی یعنی یوں کہا کہ میں نے  
 اس غلام کو آزاد کیا تھا تو دونوں کی دیت مالک کی ہے اس واسطے کہ بیان کرنا انشا کے برابر ہے یعنی گویا زخم کے بعد اب اس نے آزاد کیا  
 ولو قلنا فدیۃ حر و قیمتہ عہد لوالعاقیل واحد معاً و قیمتہا سوا اور اگر دونوں غلام مذکور مقتول ہوئے تو دیت آزاد کی اور قیمت غلام کی واجب ہوگی بشرطیکہ  
 ایک ہی قاتل نے دونوں کو سہا ہی قتل کیا ہو اور دونوں کی قیمت برابر ہو و جہ فرق یہ ہے کہ زخم کے بعد آزادی ممکن ہے تو بیان دیا انشا ٹھہر  
 گیا اور موت کے بعد آزادی ممکن نہیں تو یہاں بیان انشا نہ ہوگا محض بیان اظہار ٹھہرے گا اور اگر قیمت مختلف ہوگی تو ہر واحد کی نصف قیمت اور  
 آزاد کی دیت واجب ہوگی کذا فی الطحاوی مختصراً وان قتل کلاً واحد معاً علی المقاب ولم یدر الاول فقیمتہ العبدین زیلعی اور اگر دونوں غلاموں  
 کو دو شخصوں نے سہا ہی یا آگے پیچھے مارا اور پہلا مقتول معلوم نہیں تو قاتلوں پر دو غلاموں کی قیمت واجب ہوگی کذا فی الزیلعی م قولہ وان قتل کلاً  
 واحد معاً مخالف مقصود ہے ترجمہ اس کا یہ ہے کہ اگر ہر غلام کو ایک شخص نے سہا ہی قتل کیا اور یہ پہلی صورت ہے جو مذکور ہو چکی طحاوی نے کہا  
 شارح کو یوں کہنا تھا وان قتلہما شخصان معاً لہذا مترجم نے عبارت صحیح کا ترجمہ کیا خلافاً لبعبارۃ الشارح اور اگر پہلا مقتول معلوم ہو تو اس کے  
 قاتل پر قیمت واجب ہوگی اور دوسرے قاتل پر دیت آزاد کی واجب ہوگی کذا فی الطحاوی فقہاء رجل عینی عبد خیر مولاہ انشا دفع مولاہ  
 عبدہ المفقود للفلان واخذ منہ قیمتہ کاملۃ او امسکہ ولا یاخذ منہ النقصان وقالا لا یأخذ النقصان وقال الشافعی ضمنہ العیرۃ واسک  
 الجثۃ العیاد ایک مرد نے غلام کی دونوں آنکیں پھوڑیں تو اس کے مالک کو اختیار ہے چاہے اپنا آنکھ پھوٹا غلام آنکھ پھوڑنے والے کو دے اور اس سے  
 پوری قیمت لے یا چاہے اس کو اپنے پاس رکھے اور اس سے نقصان نہ لے اور صاحبین نے کہا مالک کو نقصان لینا جائز ہے اور امام شافعی نے کہا  
 آنکھ پھوڑنے والے سے غلام کی قیمت کا ضمان لے اور غلام کا اندھا دھڑ اپنے پاس رکھے ولو جینی مدبر اوام ولد ضمن السید الاقل من قیمتہ  
 ومن الارش لقیام قیمتہا مقامہا اور اگر غلام مدبر یا ام ولد جہالت کرے تو مالک تاوان دے کتر مال کا قیمت اور دیت سے یعنی اگر قیمت کم ہو  
 دیت سے تو قیمت دے اور اگر دیت کم ہو قیمت سے تو دیت دے اس لئے کہ مدبر اور ام ولد کی قیمت قائم مقام ہے ان کے کم مناسب تھا



کہ یہ مسئلہ باب سابق میں مذکور ہوتا اس واسطے کہ مدبر اور ام ولد قاتل ہے نہ مقتول فال دفع القیمۃ بقضاء فحی المدبر اور ام ولد جنایت اخری  
بیشارک الثانی الاول اذیس فی جنایۃ کما الاقیمۃ واحده ولا شئ علی المولے لانہ مجبور علی الدفع پھر اگر مالک نے قیمت دی قاضی کے  
حکم سے پھر مدبر یا ام ولد نے دوسری جنایت کی تو دوسرے مقتول کا وارث شریک ہوگا مقتول اول کے وارث کا اس واسطے کہ مدبر کی تمام جنایات  
میں سوائے ایک قیمت کے اور کچھ واجب نہیں اور مالک پر کچھ واجب نہیں اس واسطے کہ وہ مجبور ہے قیمت کے دینے پر یعنی حکم قاضی ولو دفع القیمۃ  
لو لے الاول لے بغیر قضاء رابع السید بھنہ من القیمۃ ورجع بما علی الاول لانہ قبضہ بغیر حق لان المولی لا یجب علیہ الاقیمۃ واحده اور اگر مالک نے پہلے  
جنایت کے وارث کو قیمت دی بدوں حکم قاضی کے تو مقتول ثانی کا وارث بیچا کر سے مالک کا قیمت لینے کے واسطے بقدر اپنے حصے کے اور مالک  
اس قدر بھرے مقتول اول کے وارث سے اس لئے کہ وارث اول نے تمام قیمت پر ناحق قبضہ کیا اس واسطے کہ مالک پر تو سوائے ایک قیمت کے  
کچھ واجب نہیں اور اربع ولی الجنایۃ الاولے یا وارث ثانی وارث اول کا بیچا کر سے یعنی نصف قیمت اس سے باقی لے اس واسطے کہ اس نے  
اس کا حق ناحق لیا و قال لا شئ علی المولے اور ماہین نے کہا قیمت بلا قضا دینے میں مالک پر کچھ لازم نہیں وان اتق المولی المدبر وقد جنی جنایا  
لم تلزمہ ای المولی الا قیمۃ واحده علم بالجنایۃ قبل التمسک الاول لان حق المولی لم یعلق بالبعد فلم یکن مفتوا بالاعتاق اور اگر مالک نے مدبر کو آزاد کیا  
اور حالانکہ اس سے جنایات متعددہ صادر ہوئے تو مولے پر سوائے ایک قیمت کے کچھ لازم نہ ہوگا خواہ مالک کو قبل از عتق جنایت کا علم ہو یا نہ ہو  
ہو اس واسطے کہ وارث کا حق غلام کی ذات سے متعلق نہیں تو مالک آزاد کرنے سے اس کے حق کا ضائع کرنے والا نہ ٹھہرا و ام الولد کا ملکہ برقرار  
اور ام ولد مدبر کے مانند ہے حکم مذکور میں یعنی مسئلہ اعتاق میں اقرار المدبر اور ام الولد بجنایت تو جب المال لم یحیز اقرارہ لانہ اقرار لا علی المولے بخلاف  
ما اذا اقر بالقتل عمدًا فانہ یصح اقرارہ علی نفسہ فیتقرب بہ اور اگر مدبر یا ام ولد نے اس جنایت کا اقرار کیا جو مال کی موجب ہے تو اس کا اقرار جائز  
نہیں اس واسطے کہ یہ اقرار ہے مولے کے منکر پر بخلاف اس کے جب کہ اس نے قتل عمد کا اقرار کیا تو اس کا اقرار صحیح ہوگا اپنی ذات پر تو اپنے اقرار  
کے سبب سے مارا جاوے گا ولو جنی المدبر بخلاف فمات لم تسقط قیمۃ عن مولہ اور اگر مدبر نے جنایت کی بطور خطا کے پھر وہ مرگیا تو اس کی قیمت اس کے  
مالک سے ساقط نہ ہوگی ولو قتل المدبر مولہ خطا سے فی قیمتہ اور اگر مدبر نے اپنے مالک کو بطریق خطا کے قتل کیا تو کوشش کرے اپنی قیمت میں لینے  
محنت مزدوری کر کے اپنی قیمت مالک کے وارث کو دے ولو عمدا فمات الوارث او استعاه فی قیمتہ ثم قتلہ ودر اگر مدبر نے اپنے مالک کو عمدہ  
قتل کیا تو وارث اس کو قتل کر ڈالے یا وارث چاہے اس سے محنت مزدوری کر دے اس کی قیمت حاصل کرنے میں پھر حصول قیمت کے  
بعد اس کو قتل کرے کذا فی الدرر

**فصل فی غصب الفتن وغیرہ** یہ فصل یہ ملک وغیرہ کے غصب کے احکام میں غیر ملوک سے مدبر اور صبی مراد ہے قطع ید عبیدہ فغصبہ  
رجل دوسری فوات من ضمن الغاصب قیمتہ قطع مالک نے اپنے غلام کا ہاتھ کاٹا سو اس کو غصب کیا ایک مرد نے اور زخم نے سرایت کی سو  
وہ اسی زخم سے مرگیا تو غاصب تاوان دے ہاتھ کے غلام کی قیمت کا و ان قطع یدہ و صوفی ید غاصب فمات منہ بری الغاصب لصیورۃ  
متلفا فیصیر مستردا اور اگر مالک نے غلام کا ہاتھ کاٹا اور حالانکہ غلام غاصب کے پاس ہے سو وہ اسی زخم سے مرگیا تو غاصب بری الذمہ ہو گیا قیمت  
دینے کے تاوان سے سبب ہو جانے مالک کے تلف کرنے والا تو مالک پھر لینے والا ٹھہرا جو دے گا غصب عبیدہ مجبور مثلاً فمات فی یدہ فممن  
لان الجور مواخذہ بافعالہ لا باقوالہ الا بعد حقیقۃ غلام غیر ماذون نے اپنے مانند دوسرے کا غلام غیر ماذون غصب کیا سو وہ اس کے قبضے میں مرگیا  
سو وہ تاوان دے گا اس کی قیمت کا اس واسطے کہ غیر ماذون اپنے افعال میں ماخوذ ہے نہ اپنے اقوال میں مگر آزاد ہونے کے بعد اقوال میں بھی

ماخوذ ہو گا مدبر جنی عند سیدہ اخص من السید قتیۃ لہا نصفین مدبر نے جنایت کی اپنے غاصب کے پاس سو غاصب نے اس کو پھیر دیا مالک کو پھر مدبر نے اپنے مالک کے پاس دوسری جنایت کی تو مالک اس کی قیمت کا تاوان دے دونوں مقتولوں کے وارثوں کو نصفانصف یعنی نصف قیمت مقتول اول کے وارث کو دے اور باقی نصف دوسرے کے وارث کو ورجع المولیٰ بنصف قیمتہ علی الغاصب و دفعہ ای دفع المولیٰ نصف قیمتہ الی ولی الجنایۃ الاول لان حقہ لم یجب الا المزمع قائم اور مالک مدبر کی نصف بھر لے غاصب سے اور مولے دہی نصف قیمت جنایت اول کے وارث کو دے اس لئے کہ اس کا حق واجب نہ ہوا تھا مگر اس حال میں کہ مزمع موجود تھا موطاوی نے کہا جی نے زلیعی سے امام اور ابو یوسف کی دلیل یوں نقل کی ہے کہ مقتول اول کا حق تمام قیمت میں تھا اس واسطے کہ جب وہ مقتول ہوا تھا تو کوئی مزمع اور منازع اس کا نہ تھا اور کمی جو ہوئی تو مقتول ثانی کی مزاحمت کے سبب سے ہوئی پھر جب کہ غلام کا بدلہ مالک کے ہاتھ میں آیا فارغ از حق غیر تو وارث اول اس کو لے گا تا کہ اس کا حق پورا ہو جاوے اتنے تو اس بیان سے معلوم ہوا کہ شارح کی عبارت میں خلل ہے شارح کو یوں کہنا مناسب تھا لان حقہ وجب حین لا مزمع یعنی مقتول اول کے وارث کا حق اس وقت واجب ہوا تھا جب کہ اس کا کوئی مزمع نہ تھا مرجع المولیٰ علی الغاصب لانہ اخذ منہ بسبب کان عند الغاصب پھر دوسری بار مالک نصف قیمت غاصب سے بھر لے اس واسطے کہ مولیٰ سے جو لیا گیا اس سبب سے لیا گیا جو غاصب کے پاس ہوا و بعکسہ بان جنی عند مولاه ثم عند غاصبہ لا یرجع المولیٰ علی الغاصب بہ ثانی لان الجنایۃ الاولے کانت فی ید مالکہ اور مسئلہ سابقہ کے بالعکس یعنی مدبر نے جنایت کی اپنے مالک کے پاس پھر جنایت کی اپنے غاصب کے پاس تو مالک غاصب سے دوسری بار نصف قیمت نہ بھر لے گا اس واسطے کہ پہلی جنایت اس کے مالک کے پاس واقع ہوئی ہے نہ غاصب کے پاس والحق فی التفصیل کا مدبر غیر ان المولیٰ یدفع العبد نفسه ہنا و ذہای فی المدبر القتیۃ کما مر اور غلام خالص دونوں صورت میں یعنی خواہ غاصب کے پاس جنایت واقع ہو خواہ مالک کے پاس مدبر کے مانند ہے سوائے اس بات کے کہ مالک یہاں خود غلام کو دے گا اور وہاں یعنی جنایت مدبر میں قیمت دے گا چنانچہ مذکور ہو چکا مدبر جنی عند غاصبہ فزودہ فغصبہ ثانیاً جنی عندہ کان علی سیدہ قیمتہ لہا ورجع لقیمتہ علی الغاصب لکنہما عندہ و دفع المولیٰ نصفہا ای القتیۃ الماخوذة ثانیاً الی ولی الجنایۃ الاول ورجع المولیٰ بذلک النصف علی الغاصب مدبر نے جنایت کی اپنے غاصب کے پاس پھر اس نے مالک کو پھیر دیا پھر غاصب نے دوبارہ غصب کیا سو اس نے غاصب کے پاس پھر جنایت کی تو اس کے مالک پر قیمت مدبر کی دونوں مقتولوں کے واسطے واجب ہوگی اور مالک قیمت بھر لے غاصب سے اس لئے کہ دونوں جنایتیں غاصب کے پاس واقع ہوئیں اور مولے نصف قیمت ماخوذة جنایت اول کے وارث کو دوسری بار دے اور دہی نصف قیمت جو وارث اول کو دے غاصب سے بھر لے و ام الولد فی کلہا مدبر اور ام ولد ان سب صورتوں میں مدبر کے مانند ہے غصب رجل صبیحاً حراً لا یبر عن نفسه والمراد بغصبہ الذل ببلایا اذن مدبر فانیات بلایا حرقی یدہ فجاءہ او کجی لم یضمن ایک مرد نے وہ صغیر آزاد جو اپنا حال بیان نہیں کر سکتا غصب کیا پھر وہ آزاد غاصب کے ہاتھ میں مر گیا ناگہاں یا تپ کے سبب سے تو مرد پر تاوان نہیں غصب سے مراد صغیر کا لے جانا ہے بدول اجازت اس کے ولی کے م یعنی غصب کے معنی مجازی یہاں مراد ہیں اس لئے کہ آزاد میں غصب ثابت نہیں ہوتا مگر اس واسطے ثابت نہ ہوا کہ موت ناگہانی اور تپ آنا ہر مقام میں ممکن ہے مختلف باختلاف المکن نہیں ہے وال مات بصاعقۃ او منشی حیۃ فدریۃ علی عاقلة الغاصب استعان بالتبیین فکان الصواب والحق والحقایات حتی لو نقلہ لموضع یغلب فیہ الحمی والامراض ضمن فیتجب فیہ الدیۃ علی العاقلة لکنہ قتلہا تبییناً و غیرہ اگر صغیر مذکور مر گیا بجلی کے گرنے سے یا سانپ



کے کاٹنے سے تو اس کی دیت غاصب کی عاقلہ پر ہے بدلیل استحسان کے اس واسطے کہ غاصب سبب پڑا ہے بکلیوں یا ساپنوں کے مکان کی طرف نقل کرنے کا تو اگر غاصب صغیر کو اس مکان میں لے گیا جہاں اکثریت اور امراض لاحق رہتے ہیں تو ضمان لازم ہوگا تو اس میں بھی عاقلہ پر دیت واجب ہوگی قتل تبسب کا موجب ہونے سے کذا فی الدیات وغیرہ اقلت وبقی لو نقل الحر البکیر لئذہ الا ما کن تعدیا ان مقید اولم یکنہ الحرز عنہ ممن وان لم یمنعہ من حفظ نفسه لالا ینتقصیرہ حکم صغیر بکبیر مقید عنایہ میں کتا ہوں باقی رہ گئی ایک صورت کہ اگر آزاد بالغ کو کوئی شخص ان مکانات کی طرف لے گیا زبردستی اگر مقید کر کے اس طرح لے گیا کہ اس کو بچنا اس سے ممکن نہیں تو ناقل پر ضمان لازم ہوگا اور اگر بالغ اس کو مانع نہ ہوا اپنی ذات کی حفاظت سے تو ضمان لازم نہ ہوگا اس واسطے کہ بالغ کی تقصیر کے سبب سے ہوا تو صغیر کا حکم بکبیر کے مانند مقید بعقیدہ مذکور ہے کذا فی العنایہ ولو غصب صبیا فغاب عن یدہ جس الغاصب حتی یجی بہ او یعلم موته غانیۃ کما لو صدع امرأة رجل حتی وقتت الفرقة بینہما فانہ یکس حتی یرد او تموت خلاصۃ اور اگر صغیر کو غصب کیا پھر وہ غائب ہو گیا اس کے پاس سے تو غاصب مجبوس رہے گا یہاں تک کہ اس کو لے آوے یا اس کی موت معلوم ہو جاوے کذا فی الخانیۃ چنانچہ اگر ایک مرد کی عورت کو فریب سے لے گیا یہاں تک کہ زوجین میں جدائی پڑ گئی اس طرح کہ زوج کو معلوم نہیں کہ زوجہ کہاں ہے تو وہ شخص مجبوس رہے گا یہاں تک کہ اس کو پھر لادے یا عورت مر جاوے یعنی اس کی موت معلوم ہو جاوے کذا فی الخلاء امرحنا لیختن صبیا ففعل الختان ذلک فقطع حشفۃ و مات البسی من ذلک فعلی عاقلۃ الختان نصف دیتہ وان لم یمیت فعلی عاقلۃ کلہا وقد تقدمت فی باب ضمان الاجیر فی معایات الوہبانیۃ ۵ من ذالذی ان مات مجنیۃ فاعلیہ اذامات بالموت لیشطرہ ختنہ کرنے والے کو حکم کیا تا صغیر کا ختنہ کرے سو اس نے ختنہ کیا تو اس کی سپاری کاٹ ڈالی اور لڑکا مر گیا اس سبب سے تو ختنہ کرنے والے کی عاقلہ پر نصف دیت ہے اور اگر وہ نہ مرا تو اس کی عاقلہ پر پوری دیت ہے اور یہ مسئلہ ضمان اجیر کے باب میں سابق مذکور ہو چکا اور وہبانیہ کی جہیتان میں یہ مسئلہ یوں مذکور ہے کہ وہ کون جانی ہے اگر اس کا مجنی مرے تو اس پر وہ واجب ہے جب کہ نہ مرے نصف اس کا واجب ہو موت سے یعنی اگر نہ مرے تو پوری دیت واجب ہو اور مرے تو نصف واجب ہو وہ کون جنایت کرنے والا ہے جواب یہ ہے کہ وہ ختنہ کرنے والا ہے مکن حمل صبیا علی دایۃ وقال امسکھا لی فسقط البسی ولم یکن منہ تسبیر فمات کان علی عاقلۃ من حملہ ای دیتہ البسی کان البسی ممن رکب مثله اور اگر کب و تمامہ فی الخانیۃ مانند اس شخص کے جس نے صغیر کو جائز پر چڑھایا اور کہا جانور کو تھامے رکھ میرے واسطے سو صغیر گر پڑا اور اس نے جانور کو ہانکا نہ تھا پھر وہ مر گیا تو چڑھانے والے کی عاقلہ پر صغیر کی دیت واجب ہے خواہ اتنی عمر کا لڑکا سوار ہوتا ہو یا سوار نہ ہوتا ہو اور اس کا پھر در بیان خانیہ میں ہے البسی او دغ عبد اقتلہ ای قتل البسی العبد المودع ضمن عاقلۃ البسی فیمیت مانند اس صغیر کے جس کے پاس غلام ودیعت رکھا گیا سو اس نے اس کو قتل کیا یعنی صغیر نے غلام مودع کو قتل کیا تو بوسی کا عاقلہ غلام کی قیمت کا ضمان دے گا فان او دغ طوعا بلا اذن ولیہ ولیس ما ذونا فی التجارۃ فاکلہ لم یضمن لاد سلط علیہ وقال ابو یوسف والشافعی یضمن پھر اگر صغیر کے پاس کھانا ودیعت رکھا گیا بدول اس کے ولی کے اذن کے اور صغیر ما ذون فی التجارۃ بھی نہیں ہے سو صغیر نے کھانا کھایا تو اس پر ضمان نہیں اس واسطے کہ صاحب طعام نے صغیر کو طعام پر مسلط کر دیا اور ابو یوسف اور شافعی نے کہا کہ ضمان دے گا وکذا الوادع عبد مجبور مالا فاستملکہ ضمنہ بعد عتقہ وعند ابو یوسف والشافعی فی الحال اور اسی طرح اگر غلام مجبور کے پاس مال ودیعت رکھا گیا سو اس نے اس کو تلف کیا تو اس کا تاوان دے گا ملہ مترجمہ دل نے مقید کو خبر حکم کی کہ یہ ترجمہ کیا حالانکہ صغیر کے غصب میں کچھ قید کی قید نہیں بلکہ لفظ مقید کو صفت کبیر کی کر کے ترجمہ چاہیے تھا یعنی صغیر کا حکم مثل کبیر مقید کے ہے ۶

آزاد ہونے کے بعد اور ابو یوسف اور شافعی کے نزدیک فی الحال ماوان دے گا وکذا الخلاف لو احرار او اقراضا اسی طرح اختلاف ہے اگر  
صغیر اور غلام محجور کو عاریت دی گئی یا قرض دیا گیا مینے صغیر اور غلام نے کوئی چیز عاریت لی یا بطور قرض کے پھر تلف کی تو صغیر غیر ماذون پر  
ضمان نہیں بالغ ہونے کے بعد بھی اور غلام پر آزاد ہونے کے بعد ضمان ہے اور شافعی اور ابو یوسف کے نزدیک فی الحال ضمان ہے کذا  
فی الطحاوی ولو کان باذن او ماذونا یضمن بالاجماع اور اگر عاریت یا قرض اذن سے ہو یا وہ ماذون فی التجارة ہو تو بالاتفاق ضمان لازم ہوگا  
کما واستتمک البصی مال الغیر بلا ولعۃ غمض فی الحال چنانچہ اگر صغیر نے غیر کا مال بدول و دیت کے تلف کیا تو اس کا ضمان بالاتفاق لازم ہوگا  
قلت و بذکرہ البصی عاقلا والاغلا یضمن بالاجماع و تمامہ فی العناۃ و الشر بن بلا لیمین الشبلہ و مسکین علی خلاف مانی الملتفۃ و الہدیۃ و الزبیعی  
فی حفظ میں کتا ہوں اور یہ تمام مذکور اس صورت میں ہے جب کہ صغیر عاقل اور فہیدہ ہے اور اگر عاقل نہ ہو تو اس پر ضمان لازم نہیں ہے  
بالاتفاق اور اس کی پوری تفصیل عنایہ اور شر بن بلا لیمین میں ہے شبی اور مسکین سے منقول برخلاف متقی اور ہدایہ اور زیلعی کے تو اس کو یاد  
رکھنا چاہیے م تو معلوم ہوا کہ وجوب ضمان کے واسطے اشتراط عقل صغیر اور عدم اشتراط میں اہل مذہب کے دو طریقے ہیں

## باب القسامۃ

یہ باب ہے قسامہ کے مسائل میں م قسامہ بالفتح میں اختلاف ہے اہل لغت کا بعضوں نے کہا مصدر ہے مانند  
قسم کے اور بعضوں نے کہا اسم ہے مصدر کا کذا فی الطحاوی ہی لغۃ بمعنی القسم و ہوا لیمین مطلقا قسامۃ لغت عرب  
میں بمعنی قسم کے ہے اور وہ لیمین اور حلف ہے مطلقا یعنی خواہ ایک آدمی قسم کھائے یا زیادہ و شرعاً لیمین باللہ تعالیٰ بسبب مخصوص و عدد  
مخصوص علی شخص مخصوص علی وجہ مخصوص سیاتی بیانہ اور قسامہ اصطلاح شرع میں قسم ہے اللہ تعالیٰ کے نام کے سبب مخصوص اور عدد مخصوص  
کی جہت سے مخصوص شخص پر بنا بر وجہ مخصوص کے اور بیان اس کا عنقریب آتا ہے م قسامہ عبارت ان قسموں سے ہے جو پچاس آدمیوں سے  
لی جاویں اور قسامہ کا سبب اس مقتول کا پایا جانا ہے محلہ یا دار یا متصل قریہ کے جس کا قاتل معلوم نہیں ہے اور شرط قسامہ یہ ہے کہ مرد عاقل بالغ  
آزاد ہو تو عورت اور مجنون اور صغیر اور غلام پر قسامہ نہیں اور یہ بھی شرط ہے کہ میت پر قتل کا اثر موجود ہو اور رکن اس کا یہ ہے کہ لیل کے کہ واللہ  
میں نے اس کو نہیں قتل کیا اور نہ میں اس کے قاتل کو جانتا ہوں اور حکم قسامہ کا یہ ہے کہ دیت واجب ہوتی ہے تین برس کے اندر اور شروع ہونا  
قسامہ کا ثابت ہے احادیث صحیحہ اور اجماع سے کذا فی الطحاوی مختصر یعنی نے شرح ہدایہ میں کہا کہ قسامہ کی خوبی اور اس کی مشر و عیت میں حکمت  
یہ ہے کہ خونریزی کو لوگ خفیف امر نہ سمجھیں اور مفت ضائع ہونے سے خون کے پچھن اور جس پر قتل کی تمت لگی ہے وہ قصاص سے خلاصی پاد  
میت حر و لہ و ذمیا او مجنوناً شر بن بلا لیمین یہ حرج او اثر ضرب او حق او خروج دم من اذ نہ او علیہ وجہ فی محلہ او وجد بد نہ او اکثرہ  
من ای جانب کان او نصفہ مع رائہ آزاد مردہ جس میں زخم ہے یا مارنے یا گلا دبانے کا نشان ہے یا خون کا بہنا ہے اس کے کان یا آنکھ سے  
وہ ایک محلہ میں پایا گیا یا اس کا بدن یا اکثر بدن کسی طرف سے یعنی سر کی طرف سے یا پانوں کی جانب سے پایا گیا یا نصف جسم سر کے ساتھ ملا کر  
میت مذکور ذمی یا مجنون ہو کذا فی الشر بن بلا لیمین م اگر غلام خاص غیر ملک مولیٰ میں مقتول پایا جاوے تو اس میں قسامہ ثابت ہے اور قیمت اس  
کی واجب ہے تین سال میں چنانچہ شر بن بلا لیمین میں ہے تو اگر شارح آزاد کی قید میت میں نہ لگاتا تو بہتر تھا کذا فی الطحاوی و النفس وان ورد  
فی البدن لکن لا اکثر حکم کل حتی لو وجد اقل من نصفہ ولو مع رائہ لا یؤدی لکن القسامۃ فی قتل واحد ہو غیر مشروع اور نفس اگر چہ بدن  
میں وارد ہے لیکن اکثر بدن بمنزلہ تمام بدن کے ہے تو اگر نصف بدن سے کمتر پایا جاوے اگر چہ نصف اقل کے ساتھ سر بھی ہو تو قسامہ ثابت  
نہ ہوگا تاکہ دوبار قسامہ لازم نہ ہو ایک مقتول میں اور تکرار قسامہ شرع میں ثابت نہیں یعنی اگر کمتر نصف بدن میں قسامہ ہوتا تو ایک شخص میں



دو بار قسم کھانے کی نوبت پہنچتی ایک بار اگر زندہ بن کے ملنے سے اور دوسری بار قتل بدن کے ملنے سے اور یہ شرع میں درست نہیں و لم یعلم قاتلہ  
 اذ لو علم کان ہو الخصم و سقیط القسامة اور میت مذکور کا قاتل معلوم نہ ہو کیونکہ اگر قاتل معلوم ہوگا تو وہ صاحب خصوصیت ہوگا اور قسامة ساقط ہو  
 جاوے گا و ادعی ولیہ القتل علی اہلہا اسے المحدثہ کہہ کر ادا دعی علی بعضہم حلف جمہور رجلا منهم اور اس میت کا وارث قتل کا دعوی  
 کرے تاکہ محلے والوں پر یا دعوی کرے بعضوں پر تو ان شرطوں سے ان میں سے پچاس مرد قسم کھا دیں نجاتا رہم الولی باللہ ما قتلناہ ولا علمنا  
 لہ قاتلا بان یحلف کل منهم باللہ ما قتلناہ ولا علمنا لہ قاتلا قسم کے واسطے اہل محلہ میں سے پچاس مرد کو وارث مقتول کا اختیار کرے کہ قسم خدا کی  
 ہم نے اس کو قتل نہیں کیا اور نہ ہم اس کے قاتل کو جانتے ہیں اس طرح کہ ہر مرد ان میں سے قسم کھاوے کہ واللہ میں نے اس کو قتل نہیں کیا  
 اور نہ میں اس کے قاتل کو جانتا ہوں ہر شخص بصیغہ واحد قسم کھاوے نہ بصیغہ جمع اس احتمال سے کہ فقط ایک ہی شخص نے اس کو قتل کیا ہو  
 تو صیغہ جمع میں وہ سچا ٹھہرے گا یعنی سب لوگوں نے اس کو نہیں مارا بلکہ ایک نے مارا اور اگر سب نے مارا ہوگا تو بھی صیغہ واحد سے ہر شخص قاتل  
 ٹھہرے گا لا یحلف الولی وقال الشافعی ان کان ثلثہ لوث استخلف الاولیاء خمین یمینا ان اہل المحدثہ قتلواہ ثم یقفنہ بالذیۃ علی المدعی  
 علیہ و قسۃ مالک بالتقود لوالد دعوی بالعد نہ قسم کھائے وارث اور اہل تشافعی نے کہا کہ اگر دو لوث ہو یعنی لگاؤ اور اشتباہ ہو تو وارثوں سے  
 پچاس بار قسم لی جائے کہ اہل محلہ نے اس کو قتل کیا ہے پھر دیت کا حکم کیا جاوے مدعا علیہ پر اور اہل مالک نے قصاص کا حکم کیا ہے اگر قتل عمد کا  
 دعوی ہو م لوث یہ کہ قتل کی علامت ایک شخص پر پائی جاوے یا ظاہر حال مدعی کی صداقت کا شاہد ہو یعنی اہل محلہ مقتول سے ظاہری عداوت  
 رکھتے ہوں یا ایک شاہد عادل یا چند شخصوں غیر عدول گواہی دیتے ہوں کہ محلے والوں نے اس کو قتل کیا ہے اور ہماری دلیل یہ ہے کہ ابن عباس  
 سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل خیبر کو لکھا کہ یہ مقتول تمہارے اندر پایا گیا سو تمہاری پچاؤ کی کیا صورت ہے سو  
 یہودیوں نے لکھا کہ ایسا حادثہ بنی اسرائیل میں واقع ہوا تھا سو خدا نے موسی علیہ السلام پر کچھ حکم اتارا تھا اگر تم نبی ہو تو خدا سے اس حکم کو دریافت  
 کرو تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو لکھا کہ خدا نے مجھ کو بتایا کہ تم میں سے پچاس مرد کو اختیار کر دو سو وہ خدا کی قسم کھاویں کہ ہم نے  
 اس کو قتل نہیں کیا ہے اور نہ ہم اس کے قتل کو جانتے ہیں پھر تم اس کا خوبہا ادا کرو تو یہودیوں نے لکھا کہ تم نے ہم لوگوں میں ناموس یعنی  
 دھار بانی کا حکم کیا کہ انی الدر عن الزبیری عینی نے شرح ہدایہ میں کہا کہ ہماری دلیل یہ حدیث ہے ترمذی کی کہ البینۃ علی المدعی والیمین علی المدعی  
 علیہ اگرچہ یہ حدیث ضعیف ہے لیکن نصف حدیث صحاح ستہ میں متفرق موجود ہے صحیح مسلم میں تو یوں ہے وکن الیمین علی المدعی علیہ اور باقی  
 صحاح میں یوں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدعی علیہ پر قسم کا حکم کیا تو معلوم ہوا کہ وظیفہ مدعی علیہ کا قسم ہے اور مدعی کا وظیفہ قسم نہیں ہے  
 اسی تقریر سے ترمذی کی حدیث قوی ہو گئی آیتیں قسم قضی علی اہلہا بالذیۃ لا مطلقا بل ان وقعت الدعوی بقتل عمد وان وقعت  
 الدعوی بخطا فتدعی ای یقفنہ بالذیۃ علی عواقلہم کافی شرح الجمع معنی الذخیرۃ والحانیۃ ونقل ابن الکمال عن المبسوط ان فی ظاہر الروایۃ  
 القسامة علی اہل المحدثۃ والذیۃ علی عواقلہم ای فی ثلث سنین وکذا قیمۃ القن توخذ فی ثلث سنین شربا لیتہ پھر اہل محلہ کی قسم کے بعد ان پر دیت  
 کا حکم کیا جاوے لیکن نہ ہر طرح کے دعوے میں بلکہ اگر قتل عمد کا دعوی واقع ہوا ہو تو ان پر دیت کا حکم ہوگا اور اگر قتل خطا کا دعوی واقع ہوا ہو  
 تو اہل محلہ کے عواقل یعنی مددگاروں پر دیت کا حکم ہوگا چنانچہ شرح مجمع میں ہے ذخیرہ اور خانیہ سے منقول اور ابن کمال نے مبسوط سے  
 نقل کیا ہے کہ ظاہر الروایہ میں اہل محلہ پر قسامة ہے اور ان کے مددگاروں پر دیت ہے یعنی تین سال کے اندر اور اسی طرح غلام مقتول  
 ملہ گواہ مدعی پر ہیں اور قسم مدعی علیہ پر ۱۲ ملہ مگر قسم مدعی علیہ پر ۲

کی قیمت تین سال میں لی جاوے گی کذا فی الشریعۃ وان لم یتیم العدو کر الخلف علیہم یتیم خمبین یمنیا اور اگر اہل محلہ میں پچاس مرد کا شمار پورا نہ ہو تو مکرر قسم لی جاوے ان سے تاکہ پچاس قسمیں پوری ہو جائیں وان تم العدو واراہ الولی تکرارہ لا اور اگر پچاس کا شمار پورا ہو گیا اور وارث نے تکرار قسم کا ارادہ کیا تو مکرر قسم نہ لی جاوے گی ومن نکل منهم حبس حتی یخلف علی الوجه المذكور ہذا فی دعوی القتل العمدانی الخطاء فیقتضی بالادیۃ علی عاقلتم ولا یحبسون ابن کمال منزیا للغانیۃ اور جو شخص ان میں سے قسم نہ کھائے تو قید کیا جاوے یہاں تک کہ قسم کھائے اس طرح پر جو یہاں مذکور ہو چکی یہ حکم ہے قتل عمد کے دعوی میں اور قتل خطا میں تو ان کے مددگاروں پر دیت کا حکم ہوگا اور وہ مجبوس نہ ہوں گے چنانچہ ابن کمال نے خانہ سے نقل کیا ہے ولو اقر علی نفسه او عبده قبل اقرارہ ولو علی غیرہ فصدقہ الولی سقط التحلیف عن اہل المحلۃ اور اگر ایک شخص نے اپنی ذات یا اپنے غلام پر قتل کا اقرار کیا تو اس کا اقرار مقبول ہوگا اور اگر غیر شخص پر قتل کا اقرار کیا سو مقتول کے وارث نے اس کی تصدیق کی تو اہل محلہ سے قسم لینا ساقط ہو گیا ولا قسامۃ علی صبی ومجنون وامرأة وعبد اور قسامہ نہیں صغیر اور دیوانہ اور عورت اور غلام پر ہم اس واسطے کہ صغیر اور مجنون قسم کے لائق نہیں اور عورت اور غلام نصرت کے لائق نہیں اور قسم ہوتی ہے مددگاروں پر ولا قسامۃ ولا دیۃ فی میت لا اثر بہ لانه لم یس یقتیل لان القتل عرفا ہونائت الیئۃ بسبب مباشرۃ المحی وانہ مات حتف الفہ والغرامۃ تتبع فعل العبد اور نہ قسامہ ہے نہ دیت اس میت میں جس میں قتل اور ضرب کا کچھ نشان نہیں اس لئے کہ وہ مقتول نہیں ہے کیونکہ مقتول عرف میں وہ ہے جس کی زندگی فوت ہو گئی ہو زندہ کے کرب سے اور وہ میت تو اپنی موت مر گیا ہے اور تاوان تابع ہوتا ہے عبد مکلف کے فعل سے اولیٰ سئل وم من فہمہ او الفہ او وبرہ او ذکرہ لان الدم یخرج منها عادیۃ بلا فصل احد بخلاف الاذن والعیین یا خون بہتا ہو میت کے منہ یا ناکہ یا مقعد یا نائزہ سے تو قسامہ اور دیت نہیں اس واسطے کہ خون نکلتا ہے ان مکانات سے عادت میں بدول فعل انسان کے برخلاف کان ہور آنکھ کے اول نصف منہ ای ولا قسامۃ فی نصف میت سئل طولاً واطول منہ ای من نصفہ ولومعہ الراس لما مر یا اس کے نصف میں یعنی قسامہ نہیں میت کے اس نصف بدن میں جو طول میں پھرا گیا یا نصف سے کمتر بدن میں قسامہ نہیں اگرچہ قتل بدن کے ساتھ سر بھی ہو بدلیل گذشتہ م یعنی مذکور ہو چکا کہ قسامہ نہیں مگر تمام بدن یا اکثر بدن میں او علی رقبۃ ای المیت حیۃ ملوئۃ لان الظاہر انہ مات بہا بزازیۃ یا میت کی گردن پر سانپ پٹا ہوا ہے تو قسامہ اور دیت نہیں اس واسطے کہ ظاہر حال یہ ہے کہ وہ سانپ کے سبب سے مر گیا ہے کذا فی البرازیۃ واما تم خلقہ کبیر ای وجہ سقط تام الخلقۃ بہ اثر الضرب وجبت القسامۃ والادیۃ فی التلمیذۃ یا یخالفہ اور جس کی پیدائش پوری ہو چکی وہ بڑے آدمی کے برابر ہے یعنی تندرست بچہ پیٹ سے گرا پا گیا جس میں ضرب کی نشانی موجود ہے تو قسامہ اور دیت واجب ہے اور ظہیر یہ ہیں اس کے مخالف ہے یعنی اس میں قسامہ اور دیت نہیں فان ادعی الولی علی واحد من غیرہم کان ابراء منہ لاہل المحلۃ وسقطت القسامۃ عنہم پھر اگر وارث نے اہل محلہ کے سوا ایک شخص پر قتل کا دعوی کیا تو یہ اس کی طرف سے برا ہے محلے والوں کے واسطے اور قسامہ ان کے اوپر سے ساقط ہو گیا وان ادعی الولی علی معین منہم لا تسقط قتل تسقط اور اگر وارث نے محلے والوں میں سے ایک شخص پر قتل کا دعوی کیا تو ان سے قسامہ ساقط نہیں ہوتا اور قول ضعیف میں ساقط ہوتا ہے م قول اول ظاہر الروایۃ ہے اور قول ثانی ابو یوسف سے مردی ہے کذا فی الطحاوی قتل علی دابة معها سائق او قائد اور اکب فدیۃ علی عاقلۃ دون اہل المحلۃ لانه فی یدہ فصار کانه فی دارہ ایک مقتول ہے اس جانور پر جس کے ساتھ ایک ہانکنے والا یا کھینچنے والا یا سوار ہے تو اس کی دیت سائق یا قائد یا راکب کے مددگاروں پر ہے نہ اہل محلہ پر اس واسطے کہ وہ مقتول اس کے قبضے اور تصرف میں ہے تو گویا اس کے گھر میں ہے ولو اجتمع فیہا سائق وقائد وراکب فالادیۃ علیہم جمیعاً وان لم تکن ملکاً لم عملایہم وقیل القسامۃ والادیۃ علی مالک الدابة کالدار وقیل لا تجب



الساقت الا اذا كان يسوقا مختفيا وبجزء من الجورة اور اگر جانور میں سائق اور قائد اور راکب تینوں مجتمع ہوں تو دیت ان سب پر ہے اگرچہ جانور کا مملوک نہ ہو بنا بران کے قبض و تصرف کے اور بعضوں نے کہا کہ قسامہ اور دیت جانور کے مالک پر ہے جیسے گھر کے مالک پر قسامہ اور دیت واجب اور بعضوں نے کہا کہ ہانکنے والے پر واجب نہیں مگر جب کہ وہ جانور کو مخفی ہانکتا ہو اور اسی اخیر قول پر یقین کیا ہے جو ہرہ میں وان لم یکن معا احد یبایا گیا وان مرت وابہ علیہما قیتل بین قریتین او قبیلتین فعلى اقربهما لما روى انه صلى الله عليه وسلم امرني قیتل وصد بین قریتین بان یخرج فوجد الی احدہما اقرب لبشر فقتلہ علیہم بالقسامۃ ولو استویا فعلیہما وقید الدابة الفاقۃ قستانی اور اگر ایک جانور گداز جس پر مقتول ہے دووں میں یا دو قوم کے درمیان تو جو ان میں نزدیک تر ہوگا اس پر قسامہ اور دیت ہے اس واسطے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ حضرت نے اس مقتول میں جو دو گاؤں کے درمیان پایا گیا یہ حکم ہے کہ دونوں کی مسافت ناپی کیا تو وہ مقتول ایک گاؤں کی طرف باشت نزدیک ٹھہرا تو انہیں لوگوں پر قسامہ کا حکم ہوا اور اگر دونوں گاؤں برابر ہوں بلا کم و کاست تو دونوں پر قسامہ ہوگا اور جانور کی قید التفاتی ہے یا نہیں ہے کذا فی القستانی م قرب کا اعتبار اس وقت ہے جب کہ مباح زمین ہو اور اگر زمین مملوک ہے تو مکان کا اعتبار ہے چنانچہ ہزارہ یوں مصرح ہے کہ اگر مقتول پایا گیا ایک گاؤں کی زمین میں لیکن وہ متصل ہے دوسرے گاؤں کے گھروں سے تو اگر زمین ملک ہے تو مالک قسامہ سے ہو نہیں تو نزدیک تر سے تو ملک کا اعتبار کیا نہ قرب کا تو قرب کا وہاں اعتبار ہے جہاں زمین کسی کی مملوک نہیں کذا فی الطحاوی

ن المنع بشرط سماع الصوت منهم کذا عبارة الزیلعی وعبارة الدرر وغیرہا منہ وعبارة البرہندی فاعلم ان الکافی یسمعون صوتہ لان حیثیۃ الغوث فینبذون الی التقصیر فی النقرة نزدیک تر اہل قریہ پر قسامہ اور دیت ہے بشرطیکہ ان کی آواز سن پڑتی ہو اسی طرح کی عبارت ہے حمی کی اور درر وغیرہ کی عبارت یوں ہے بشرطیکہ مقتول کی آواز اہل قریہ کو سن پڑتی ہو اور برہندی کی عبارت کافی سے یوں منقول ہے کہ اہل قریہ کی آواز سنستے ہوں اس واسطے کہ سماعت آواز کی وقت فریاد رسی لاحق ہو سکتی ہے تو اہل قریہ مددگاری میں منسوب بہ تقصیر ہوں گے

طحاوی نے کہا کہ دونوں عبارتوں کا مال ایک ہے جب اہل قریہ کی آواز مقتول کے پاس پہنچتی ہوگی تو غالباً مقتول کی آواز بھی گاؤں تک پہنچے گی والا باں کان نے موضع لا یسمع من الصوت لا تلزم نصرتہ فلا ینبذون الی التقصیر فلا یجعلن قاتلین تقدیر اور نہیں تو نہیں یعنی اگر مقتول ایسے مکان میں ہو کہ اس کی آواز نہ سنی جاتی ہو تو اہل قریہ کو اس کی مددگاری لازم نہیں تو وہ منسوب بہ تقصیر نہ ہوں گے تو وہ تقدیر قاتل بھی نہ ٹھہرائے جائیں گے م یعنی قسامہ اور دیت اہل قریہ پر اس وجہ سے ہے کہ جب مقتول کی انہوں نے مدد نہ کی تو وہی اس کے قاتل ٹھہرے لہذا ان پر دیت لازم ہوئی پھر جب وہ ایسے بعید مکان میں مقتول ہوا کہ اس کی آواز گاؤں تک نہیں پہنچ سکتی تھی تو وہ عدم نصرت میں معذرتیں ان کی تقصیر ثابت نہ ہوئی تو خوب نبا بھی ان پر لازم نہ آیا ویرا علی حال المكان الذی وجد فیہ القیتل فان کان مملوکا تجب القسامۃ علی المملک والدیۃ علی عاقلستم کذا الومو قفا علی ارباب معلومین لان العبرة للمملک والولاية کما افاده المصنف مستندا للولاء الجہۃ والبرازۃ

قلت وریجۃ التفریح بہ فی المتن تبعا للدرر وغیرہا وحینئذ فلا عبرة للقرب الا اذا وجد فی مکان مباح لای ملک فیہ لاحد ولا ید اور مراعات ہوگی اس مکان کے حال کی جس میں مقتول پایا گیا سو اگر وہ مکان مملوک ہوگا تو قسامہ واجب ہوگا اس کے مالکوں پر اور دیت واجب ہوگی ان کے مددگاروں اور اسی طرح اگر وہ مکان مین لوگوں پر وقف ہوگا تو مستحقوں پر قسامہ ہے اور دیت ان کے مددگاروں پر ہے اس لئے کہ ملک اور ولایت یعنی تصرف کا اعتبار ہے چنانچہ مصنف نے شرح میں ولوالجیہ اور ہزارہ سے نقل کیا ہے میں کہتا ہوں اور عنقریب اس کی تصریح آوے گی متن میں درر وغیرہ کی

بیروی سے تو اس وقت میں قرب مکان کا کچھ اعتبار نہیں مگر جب کہ مقتول اس مکان مباح میں پایا جائے جس میں نہ کسی کی ملک ہے نہ قبضہ اور  
 تصرف محیط شخصی میں ہے کہ جب مقتول بلا بیابان میں تو اگر وہ کسی کا مملوک ہے تو قسامہ اور دیت مالک اور اس کی قوم پر ہے اور اگر کسی کی  
 ملک نہیں تو اگر مقتول کی آواز سنی جاتی ہو کسی شہر سے تو ان پر قسامہ ہے اور اگر آواز نہ سن پڑتی ہو تو اگر اس جنگل سے اہل اسلام کو فائدہ ہوتا ہو  
 فکری اور گھانٹے سے تو دیت اس کی بیت المال سے دی جائے اور اگر اہل اسلام کو دال سے کچھ فائدہ نہیں ہوتا تو اس کا خون رائگاں ہے اور اسی  
 طرح کا حکم ہے اگر بیابان میں مقتول پایا جاوے اور اس کی قرب میں آبادی نہ ہو کذا فی الطحاوی عن العالمی کثرۃ والا فطے فی الملک والید اور اگر  
 مکان مملوک یا وقف ہے تو قسامہ صاحب ملک اور صاحب تصرف پر ہے والمراد بالولاية ذلید المخصوص ولو لم یجاءت فلو لم یجاءت المسلمین فلا تفتة  
 ولا دیت علی احد بدائع اور دلائل اور قبضہ سے جو اوپر مذکور ہوئے ہیں ولایت اور قبضہ خاص مراد ہے اگرچہ قبضہ جماعت معین کا ہو تو اگر تمام مسلمین  
 کا تصرف ہوگا تو اس مکان کے مقتول کا نہ کسی پر قسامہ ہے نہ دیت کذا فی البدائع فکن یجی وجوبہ فی بیت المال قتال لیکن وجوب دیت کا بیت المال  
 میں عنقریب آوے گا سو مال کرم طحاوی نے کہا کہ اگر بدائع کی فنی کو اہل قریہ پر محمول کیجیے تو وجوب بیت المال سے کچھ منافات نہیں والمراد بالید  
 ایضا الید المتعینہ واما الاراضی التي لهما ملک اخذوا الی کلما یفسخ ان یكون القیتل فیها بدلا لیس علی الغاصب دیت قستانی عن الکرمانی فیلمح مراد  
 یہ بھی ہے کہ قبضہ اور تصرف سے مقدار کا تصرف مراد ہے اور جن زمینوں کے مالک ہیں پر حاکم نے زبردستی ان کو چین لیا ہے تو لائق بقواعد  
 فقہ کے یہ ہے کہ اس کے اندر مقتول کا خون رائگاں ہو اس واسطے کہ غاصب پر دیت نہیں ہے کذا فی القستانی عن الکرمانی تو اس کی تحریر اور  
 تتبع کرنا چاہیے مذہب کی روایت سے وان میا حالک فی ایدی المسلمین تجب الدیت فی بیت المال لما ذکرنا ان اذا کان بحال  
 یسمع من الصوت یجب علیہ الفوت کذا فی الولو الجیۃ اور اگر مکان مباح ہو لیکن مسلمان کے قبضے میں ہو تو دیت واجب ہے بیت المال میں اس  
 وجہ سے جو ہم نے یہ ذکر کیا ہے کہ جب وہ اس طرح پر ہو کہ دال سے آواز سنی جاتی ہو تو فریاد دے اور جواب ہوگی کذا فی الولو الجیۃ محیط شخصی سے  
 نقل ہو چکی ہے کہ وجوب دیت کا محل بیت المال وہ ہے جہاں سے آواز سموع نہ ہوتی ہو تو شارح کی یہ تعلیل بلا وجہ ہے کذا فی الطحاوی  
 وفیہا ولو وجد قیتل فی ارض رجل الی جانب قریۃ لیس صاحب الارض منها ای من اهل القرية فنی علیہ ای علی رب الارض  
 لا علی اهلها ای القرية لان العبرة للملک والولاية انتہی قلت فہذا مترجح فی ان القرب انما یعتبر اذا وجد فی ارض مباحۃ لا مملوۃ ولا موقوفۃ  
 لان تدبیرہ لاربابہ ویکفی قناعتہ اور وولو الجیۃ میں ہے کہ اگر مقتول پایا جاوے ایک مرد کی اس زمین میں جو ایک گاؤں کی طرف متصل ہے اور مالک  
 زمین اس گاؤں کا رہنے والا نہیں ہے تو دیت اس کی مالک زمین پر ہے نہ اہل قریہ پر اس واسطے کہ اعتبار ملک اور تصرف کا ہے انتہی مافی  
 الولو الجیۃ میں کہتا ہوں تو یہ روایت مترجح ہے اس میں کہ قرب مکان اسی صورت میں معتبر ہے جب کہ مقتول پایا جاوے زمین مباح میں نہ  
 مملوک اور موقوف میں اس واسطے کہ تدبیر مملوک یا موقوف کی اس کے لوگوں پر ہے اور عنقریب یہ مسئلہ متن میں آوے گا تو آگاہ رہنا و  
 وجد فی دار النسان فعلیہ القسامۃ ولو عاقلۃ حضور ادخلوا فی القسامۃ ایضا خلافا لابے یوسف رحمۃ اللہ اور اگر مقتول پایا گیا کسی آدمی کے  
 گھر میں تو اس پر قسامہ ہے اور اگر اس کے مددگار موجود ہیں تو وہ بھی قسامہ میں داخل ہوں گے برخلاف ابو یوسف کے کذا فی المتقنی والدیت  
 علی عاقلۃ ان ثبت انہ بالحبۃ کما یسجد وکان له عاقلۃ والا فعلیہ اور دیت اس آدمی کے مددگاروں پر ہے اگر ثابت ہو اجماع سے کہ وہ  
 لوگ اس کے مددگار ہیں اور وہ شخص مددگار رکھتا ہو اور اگر اس کے مددگار نہیں ہیں تو اسی آدمی پر دیت واجب ہے مگر حجت سے مراد گواہ ہیں  
 یا مددگاروں کا اقرار وہی ای الدیت والقسامۃ علی اہل الخطۃ الذین خطبہم الامام اول الفتح ولو لم یجئ منہم واحد اور وہ یعنی دیت اور قسامہ



اہل خطہ پر ہے اہل خطہ ہیں جن کو امامؒ نے خط مکہ دیا ملکیت کا ابتداء فتح اسلام میں اگرچہ ان میں سے ایک ہی شخص باقی رہا ہوم خطہ بالکسر عبارت ہے مکان محیط سے اہل خطہ سے مراد اہل مکہ قدیمہ کے لوگ ہیں جو مالک ہوئے نہیں کے جب کہ امامؒ نے شہر فتح کیا اور اس کو غازیوں میں بانٹ دیا درہر ایک کو خط مکہ دیا تاکہ ان کے حصے جدا جدا ہو جائیں کذا فی العینی دون السکان والمشتربین وقال ابو یوسف کلمہ مشترکون دون کے رہنے والے اور خریداروں پر اور ابو یوسف نے کہا کہ مالک اور ساکن اور خریدار دیت اور قسامہ میں شریک ہیں فان باع کلمہ فعلی مشترکین بالا جماع پھر اگر وہاں کے سب مالکوں نے مکانات بیچ ڈالے تو دیت اور قسامہ خریداروں پر واجب ہے باتفاق طرفین اور ابو یوسف کے ان وجد فی دار بین قوم لبعض اکثر فی علی عدل الروس کا شفعہ اور اگر مقتول پایا گیا اس گھر میں جو مشترک ہے در بیان ایک قوم کے بعضوں کا حصہ زیادہ ہے تو قسامہ اور دیت آدمیوں کے شمار پر ہے شفعہ کے مانند م مثلاً ایک شخص کا حصہ ادا ہے اور دوسرے کا سوال در تیسرے کا باقی تو قسامہ اور دیت ان کے عاقلہ پر تین تہاؤ برابر ہے اس واسطے کہ قبیل اور کثیر کا مالک حفظ اور تدبیر میں برابر ہے کذا فی الطحاوی ان بیعت ولم یقبض حتی وجد فیما قتل فعلی عاقلہ البائع اور اگر گھر بیع ہو گیا اور ہنوز مشتری کے قبضے میں نہیں آیا کہ اس میں مقتول پایا گیا تو قسامہ اور دیت بائع کے عاقلہ پر ہے و فی البیع بخیار علی عاقلہ ذی الید خلافاً لہا اور بیع بشرط خیاریں صاحب قبض کی عاقلہ پر دیت اور قسامہ ہے برخلاف صاحبین کے ہم خواہ خیاری بائع کا ہو خواہ مشتری کا خواہ دونوں کا ولا تعقل عاقلہ حتی یثبت الشہود انما اسلار اتے فیما قتل لذی الید ولو ہو القتل کما یسجے اور عاقلہ یعنی مددگاروں پر دیت دینا لازم نہ ہو گا جب تک شاہد گواہی نہ دیں اس کی کہ جس گھر میں مقتول ہے وہ قابض اور متصرف شخص کا ہے اگرچہ قابض ہی مقتول ہو چنانچہ آگے مذکور ہو گا یعنی اگر ذی الید خود مقتول ہو تو بھی اس کی عاقلہ پر دیت لازم نہ ہو گی جب تک گواہوں سے ذی الید کی ملک ثابت نہ ہو گی ولا یغنی عنہ خبر الید حتی لو کان بلم تد عاقلہ ولا نفسہ در اور عاقلہ پر وجوب دیت کے واسطے فقط قبض اور تصرف دون شہادت کے کفایت نہ کرے گا تو اگر ثبوت ملک کا فقط قبض ہی سے ہو گا تو قابض کا عاقلہ کسی مقتول فی الدار کی دیت نہ دے گا اور نہ قابض مقتول کی دیت دے گا کذا فی الدرر معتللاً بانہ لا یکن الا یجاب علی الورثۃ للورثۃ بشئ صاحب در نے عدم وجوب دیت کو ذکر کیا ہے یہ علت بیان کر کے کہ کچھ دیت کا واجب کرنا وارثوں پر وارثوں کے واسطے ممکن نہیں م مقتول کا گھر ظہور قتل کی حالت میں وارثوں کا ملک ہو گیا اور وارثوں کے مددگار اس کے متحمل ہوتے ہیں جو وارثوں پر واجب ہوتا ہے تاکہ وارثوں پر تخفیف ہو تو اگر مددگاروں پر دیت واجب ہو اور وارثوں کو ٹی تو گویا وارثوں کا ضرر ہوا وارثوں کے نفع کے واسطے اور یہ ممکن نہیں صاحب در نے یہ تعلیل صاحبین کے مذہب کی بیان کی ہے اور امام کا یہ مذہب ہے کہ وارثوں کے عاقلہ پر دیت واجب ہے چنانچہ شارح امام کی طرف سے اس تعلیل کا جواب دے گا اور یہ مسئلہ متن اور شرح میں آئندہ بھی مذکور ہو گا ثم الورثۃ یخلفون فیکون الا یجاب علی الورثۃ للمیت لا للورثۃ کذا قبیل پھر معلوم کرنا چاہیے کہ وارث مقتول کے خلیفہ ہوتے ہیں تو ا یجاب دیت کا وارثوں پر ہوتا ہے میت کے نفع کے واسطے نہ وارثوں کے نفع کے واسطے چنانچہ بعضوں نے یہ بیان کیا ہے تعلیل مذکور کے جواب میں قلت وقد لقیال لما کان ہو لایدی لنفسہ فغیرہ بالاولی لقوة الشبہ قتال میں کتابوں جب کہ صاحب خانہ اپنی ذات کی دیت نہیں دیتا ہے تو صاحب خانہ کے سوائے اور شخص پر بطریق اولی دیت واجب نہ ہو گی عدم وجوب کے شبہ قوی ہونے سے سوائے کو تامل کرو ان وجد فی الفلک قال قسامہ او الدیۃ در علی من فیما من الرکاب والملاحین اتفاقاً لانہ فی الید سیم کالدابة اور اگر مقتول پایا گیا ناد میں تو قسامہ اور دیت (کذا فی الدرر) ان لوگوں پر ہے جو ناؤ کے اندر سوار ہیں اور ملاحوں پر بالاتفاق اس واسطے کہ کشتی ان کے قبضے میں جانور کے مانند ہے ہم وجوب دیت میں مالک اور غیر مالک اور ناؤ کے

کھینچنے والے سب برابر ہیں وکذا العجلة حکما کفک اور اسی طرح گامی کا حکم کشتی کے مانند ہے یعنی اس کے مقتول کی دیت اور قسام گامی کے سواروں پر ہے و فی مسجد محلہ و شارع الناص باہلہا کما افادہ ابن الکمال مستند البدائع وقد حققه ملا خسر و داقرہ المصنف علی اہلہا اور اگر مقتول یا یا گیا محلہ کی مسجد میں اور محلہ کے کوچے میں تو اہل محلہ پر قسامہ اور دیت ہے کوچہ محلہ سے مراد وہ کوچہ خاص ہے جس میں فقط اہل محلہ آتے جاتے ہوں چنانچہ ابن کمال نے بدائع سے اس کی سند بیان کی ہے اور ملا خسر نے اس کی تحقیق درد میں مذکور کی ہے اور مصنف نے اسی کو اپنی شرح میں ثابت رکھا ہے ملا خسر و کا بیان ابن کمال کے موافق نہیں جیسا کہ شارح سمجھا ہے اس واسطے کہ ملا خسر نے شارع یعنی راہ کی دو قسمیں بیان کیں ایک طرح کہ راہ دو قسم ہے ایک تو شارع محلہ ہے جس میں اکثر اہل محلہ چلتے پھرتے ہوں اور گاہے اہل محلہ کے سوا اور لوگ بھی آتے جاتے ہوں اور دوسرا شارع عام ہے جس میں جمیع طوائف برابر ہوں جیسے بازاروں کی راہیں اور خارجہ شہر کی راہیں اتنے تو شارع محلہ کو مخصوص باہل محلہ نہیں قرار دیا ہے ابن کمال کے مانند طحاوی نے کہا تو تحقیق یہ ہے کہ متن میں شارع محلہ کہنا احتراز ہے شارع عام سے یعنی شارع محلہ میں اہل محلہ پر دیت ہے اور شارع عام میں بیت المال پر دیت ہے مسجد محلہ کی قید سے وہ مسجد خارج ہو گئی جس میں مسافر نماز پڑھتے ہوں تو وہاں قسامہ اور دیت مسجد کے بنانے والے پر ہے اور اگر باقی معلوم نہ ہو تو متصل گھر کے مالک کے عاقلہ پر ہے کذا فی الطحاوی و شوق مملوک علی المملاک و عند ابی یوسف علی السکان ملتقے اور اگر مقتول یا یا گیا مملوک باذرہ میں تو اس کے مالکوں پر قسامہ اور دیت ہے اور ابو یوسف کے نزدیک بازار کے رہنے والوں پر واجب ہے کذا فی الملتقے و فی غیرہ اسی غیر المملوک و الشارع الاعظم ہوا نفذوا لیسجن و الجامع و کل مکان یكون التصرّف فیہ لعامة المسلمین لا لواحد منهم ولا لجماعة یحصون لاقسامہ ولادیت علی احد ابن کمال و انما الدیۃ فی بیت المال لان الغرم بالغرم اور اگر قاتل یا یا گیا بازار غیر مملوک میں اور شارع اعظم یعنی شاہلو کشادہ میں اور قید خانہ اور جامع مسجد اور ہر ایک اس مکان میں جس میں تمام مسلمین کا تصرف برابر ہے نہ ایک مسلمان کا نہ مخصوص جماعت کا تو ایسے مکانوں میں قسامہ نہیں اور نہ کسی پر دیت ہے کذا صرح ابن کمال اور ایسے مقتول کی دیت تو بیت المال میں ہے اس واسطے کہ تاوان بمقابلہ منفعت کے ہے م یعنی چونکہ تمام اہل اسلام جامع مسجد اور مجلس اور شاہراہ سے مستفیع ہوتے ہیں تو تاوان بھی ان پر ہوگا یعنی مقتول کی دیت دی جاوے گی بیت المال سے جو سب مسلمانوں کے درسطے موضوع ہے عینی نے کہا بیت المال یعنی خزانہ سلطانی عامہ مسلمین کا مال ہے تو سب مسلمان اس میں شریک ہیں سو خدا کی لعنت ان غالموں پر جو بیت المال کو اپنا مال جان کر صرف کرتے ہیں اور اس کے مستحقوں کو محروم رکھتے ہیں ثم انما تجب الدیۃ فیما ذکر علی بیت المال ان کان نایبا ای بعید عن المحلات والا یکن نایبا بل قریبا منھا فعلى اقرب المحلات الیہ الدیۃ والقسمۃ لانه محفوظ بحفظ اہل المحلۃ فکون القسمۃ والدیۃ علی اہل المحلۃ پھر اس کو دریافت کرنا چاہیے کہ مکانات مذکورہ کے مقتول کی دیت جو بیت المال پر واجب ہوتی ہے تو ایک شرط سے واجب ہوتی ہے اور وہ شرط مذکورہ یہ ہے کہ جامع مسجد اور شارع عام وغیرہ در واقع ہوں محلوں سے اور اگر دور نہ ہوں بلکہ قریب ہوں ان سے تو جو دال سے قریب تر محلہ ہوگا اس پر دیت اور قسامہ واجب ہوگا اس واسطے کہ وہ مقام اہل محلہ کی حفاظت سے محفوظ ہے تو قسامہ اور دیت اہل محلہ پر واجب ہوگا و کذا فی السوق النائی اذا کان من لیسکن فی الیاء اور اسی طرح کا حکم ہے بازار بعید میں جب کہ لوگ اس میں رات کو رہتے ہوں یعنی دن کی سکونت کا اعتبار نہیں اور کان لاحد فیہا دار مملوکہ فکون القسمۃ والدیۃ علیہ لانه یلزم معیانہ ذلک الموضع فیوصف بالتقیر فیحجب علیہ وجوب التقیر کما فی العناۃ معزیا للنایات و بہ ائفۃ المرحوم ابوالسود مفتی الروم و اعتمدہ المصنف وان خلا عنہ المتون لانه مصرح بہ فی غالب القنادی والشروح فلیحفظ یا کسی کا اس



بازار بعید میں گھر ہو ملک تو قسامہ اور دیت اسی شخص پر ہے اس واسطے کہ اس کو حفاظت اس مکان کی لازم ہے تو وہ شخص جو قسامہ پر ققیصر ہوگا تو اس پر ققیصر کا موجب یعنی قسامہ اور دیت واجب ہوگا چنانچہ عنایہ میں ہے نہایت سے منقول میں لکھا ہوں اور اسی کا یعنی وجوب قسامہ اور دیت کا اقرب محلات پر کذا فی المطاوی عن المصنف فتوے دیا ہے مرحوم ابو سعید مفتی روم نے اور مصنف نے اس پر اعتماد کیا ہے اس متن میں اگرچہ متون فقہ کے وجوب اقرب محلات سے خالی ہیں اس واسطے کہ یہ شرط مفصل موجود ہے اکثر فتاویٰ و دلائل و شرحوں میں تو اس کو یاد رکھنا چاہیے و یحذر لو وجد فی برتہ و فی وسط الفرات اذ کان یمر بہ الماء لا محتسبا کما یسجد اذ لا ید لحد و قبل اذا ان موضع انبعاث ماء فی دار الاسلام تجب الدیۃ فی بیت المال لانہ فی ایدے المسلمین ابن کمال اور بلا وجوب دیت خون رائگاں ہے اگر مقتول پایا جائے جنگل میں اور دریائے فرات کے درمیان میں بشرطیکہ مقتول کو پانی بتاتا ہو لاش اس کی محتسب نہ ہو چنانچہ آگے مذکور ہوگا اس واسطے خون رائگاں ہو کہ وہاں کسی کا تصرف نہیں اور قول ضعیف یہ ہے کہ اگر دریا کے پانی نکلنے کا منبع دار الاسلام میں ہو تو دیت اس کا بیت المال میں واجب ہوگی اس لئے کہ دار الاسلام مسلمانوں کے قبضے میں ہے کذا ذکرہ ابن کمال م فرات کا ذکر تحفیس کے واسطے نہیں ہے بلکہ فرات سے مراد نہر عظیم ہے جس میں پانی جاری ہو کذا فی العینی شرح الدیات و فی نہر ضعیف ہو یا یستحق بہ الشفۃ علی اہلہ لا خصوصاً صم بہ اور نہر ضعیف جس کے سبب سے شفعہ کا استحقاق ثابت ہوتا ہے اس کے مقتول میں اس نہر کے مالکوں پر قسامہ اور دیت واجب ہوگا ان کی خصوصیت کا وجہ سے نہر کے ساتھ استحقاق شفعہ اس نہر ضعیف جس میں چھوٹی کشتی جاری نہ ہو اور بعضوں نے کہا جس کے لوگ متعین ہوں کذا فی المطاوی لو کانت البریۃ مملوۃ او دفلاً لاحد کما مروی عن اہل قریۃ من القرۃ او الاخیۃ او الفسطاط بحیث یسمع منہ الصوت تجب علی المالك ہو ذی الید او علی اہل القرۃ او اقرب الاخیۃ زیلعی اور اگر جنگل ملک یا کسی شخص پر وقف ہو چنانچہ وقف کا مسئلہ مذکور ہو چکا اور آگے آدے گایا جنگل قریب ہوگا نوں سے یا قریب ہوکل کے خیموں سے یا کپڑے کے خیموں سے اس طرح پر کہ مقتول کی آواز وہاں مسوع ہوتی ہو تو قسامہ اور دیت واجب ہوگا مالک پر یا قابض وقف پر یا اہل قریہ پر یا اقرب خیموں کے رہنے والوں پر کذا فی الزیلعی م عبارت میں لف نشر مرتب واقع ہے ولایت میں اہل مواشی اکثر غنہ بدوش رہتے ہیں خیموں میں کبھی اس جنگل کبھی اس جنگل میں جیسے ہندوستان میں کنجڑ کی قوم و لو محتسباً باشط او بالجزیرۃ او مربوطاً علی الشط علی اقرب الموضع الیمن القرۃ والامصار زاد فی الخانیۃ والاراضی و قمر المصنف اذا کان یصل صوت اہل الارض والقرۃ الیہ والا لاکما سر اور اگر مقتول رک رہا ہو دریا کے کنارے پر یا ٹاپو کے کنارے یا وہاں بستہ ہو یا کنارے پر پڑا ہو تو جو وہاں سے قریب تر مکان ہوگا دیات یا شہروں سے وہاں کے باشندوں پر قسامہ اور دیت واجب ہے خانیہ میں اتنا زیادہ کہا ہے اور قریب ارضی پر بھی واجب ہوگا اور مصنف نے اس کو ثابت رکھا ہے بشرطیکہ جب اہل زمین اور دیات والوں کی وہاں آواز پہنچتی ہو اور اگر آواز وہاں تک پہنچتی نہ ہوگی تو قسامہ اور دیت واجب نہ ہوگا چنانچہ مذکور ہو چکا وان التثقی قوم بالسیوف فاجلوا ای تغزوا عن قلیل فعلى اہل المحلۃ لان حفظہا علیم الا ان یدعی الوالی علی اولئک او یدعی علی بعض معین منہم فلم یکن علی اہل المحلۃ شیء ولا علی اولئک حتی یرہن لان مجر الدعوۃ لا یتبث الحق و بری اہل المحلۃ لان قولہ حقیر علیہ اور اگر ایک قوم باہم بھڑکئی تو اس میں کھینچ کر پھر ایک مقتول کو چھوڑ کر متفرق ہو گئی تو اہل محلہ پر قسامہ اور دیت ہے اس واسطے کہ حفاظت محلہ کی ان کے ذمہ ہے مگر یہ کہ وارث مقتول کا اس قوم متفرق پر قتل کا دعویٰ کرے یا ان میں سے بعض معین پر دعویٰ کرے تو اہل محلہ پر کچھ واجب نہ ہوگا اور نہ اس قوم پر تا وقتیکہ وارث اپنا دعویٰ گواہوں سے ثابت کرے اس واسطے کہ فقط دعویٰ سے حق ثابت نہیں ہوتا بدولت کے اور اہل محلہ بھی بری الذمہ ہو گئے اس واسطے کہ

وارث مدعی کا قول اس کی ذات پر محبت ہے اہل محلہ کے برہی الذمہ ہونے میں مستحلف علی حیفۃ اسم المفعول قال قتلہ زید حلف باللہ  
ما قتلت ولا عرفت لہ قاتلا غیر زید ولا یقیل قولہ فی حق من یزعم انہ قتله اور میں پر قسم عائد ہے اہل قسامہ سے اس نے کہا کہ مقتول کو زید  
نے قتل کیا تو وہاں یوں قسم کھائے کہ خدا کی قسم میں نے مقتول کو قتل نہیں کیا اور نہ میں اس کے قاتل کو جانتا ہوں سوائے زید کے اور اس کا  
قول مقبول نہ ہوگا اس شخص کے حق میں جس کو وہ قاتل گمان کرتا ہے شارح نے کہا مستحلف بعیفۃ مفعول ہے نہ اسم فاعل و بطل ثبوت  
بعض اہل المحلۃ بقتل غیرہم خلافا لہما اولیٰ یقیل واحد منہم بعینہ للتمتہ اور بعض اہل محلہ کی گواہی غیر اہل محلہ کے حق میں باطل ہے برخلاف مثلاً  
کے یا اہل محلہ سے ایک معین پر قتل کی گواہی دیں تو باطل ہے تمت کے سبب سے م یعنی ایک شخص محلہ میں قتل ہوا اور وارث نے دعویٰ کیا کہ  
محلہ والوں کے سوائے اور قوم نے اس کو قتل کیا ہو یا دعویٰ کیا کہ اہل محلہ میں سے ایک شخص معین نے اس کو قتل کیا ہے اور اہل محلہ سے دو  
شخصوں نے اس کی گواہی دی تو یہ گواہی باطل ہے امام کے نزدیک تمت کی علت سے اس واسطے کہ خصوصیت تمام اہل محلہ کے ساتھ قائم ہے اور قسام  
الدیت سب پر واجب ہے اور ثبوت چاہتے ہیں کہ اپنے اور پرے خصوصیت کو مال کر غیر پر ڈالیں تو وہ متمم ٹھہرے تو گواہی ان کی مقبول نہ ہوگی  
کذا فی الدرر من جرح فی حی فقتل من یبغی ذافر اش حتی مات فالدیۃ والقسامۃ علی ذلک المحی خلافا لابے یوسف اور جو شخص  
زخمی ہو کسی قبیلہ اور برادری میں سو وہاں سے زندہ اٹھایا گیا سو بہتر پر ڈارایاں تک کہ مر گیا تو دیت اور قسام اسی قبیلہ پر ہے برخلاف ابو یوسف  
کے کہ قسامہ الدیت نہیں ان پر فلو موہ جرح پر برحق فحیدر اخلا بلہ فکت مدۃ فوات لم یضمن الجاحل عند ابے یوسف و فی قیاس قول ابی حنیفہ  
یضمن اگر ایک شخص کے ساتھ ایسا زخمی ہے جس کی زندگی کی رتی باقی ہے سو اس کو دوسرا شخص اپنے ٹھہرا لیا سو وہاں ایک مدت رہا  
پھر مر گیا تو اٹھانے والا ضمان نہ دے گا ابو یوسف کے نزدیک اور امام کے قول کے قیاس میں ضمان لازم ہوگا حامل پر یعنی اس واسطے  
کہ اس کا قبضہ بمنزلہ محلہ کے ہے تو اس کے پاس زخمی ہونا ایسا ہے جیسے محلہ میں موجود ہونا زخمی کا کذا فی الدرر و فی حلیں بلا ثالث وجہ  
احد ساقی قتلا ضمن الآخر لان الظاہر ان الانسان لا یقتل نفسه و یتہ عذابی حنیفہ خلافا لہم و برہوں تیسرے شخص کے دمرہوں میں  
ایک شخص مقتول پایا گیا تو دوسرا شخص اس کی دیت کا ضمان دے گا امام کے نزدیک اس واسطے کہ ظاہر حال یہ ہے کہ آدمی اپنی ذات کو آپ قتل  
نہیں کرتا برخلاف محمد کے یعنی ان کے نزدیک ضمان نہیں اس احتمال سے کہ شاید اس نے اپنی جان آپ ہلاک کی ہو و فی قیاس قریۃ  
لامرأۃ کر الحلف علیہا و تدی عاقلتمہا و عند ابی یوسف القسامۃ علی العاقلۃ ایضا اور عورت کے گانوں کے مقتول میں عورت پر بار بار  
قسم وارد ہوگی یعنی پچاس بار اور عورت کے مددگار دیت دیں گے اور ابو یوسف کے نزدیک مددگاروں پر قسم بھی لازم ہوگی یعنی اس  
واسطے کہ قسامہ ہوتا ہے اہل نصرت پر اور عورت اہل نصرت نہیں صغیر کے مانند اور طریقین کی یہ دلیل ہے کہ قسامہ یعنی تمت کے واسطے ہے  
اور تمت عورت سے بھی ہو سکتی ہے کذا فی الدرر قال المتأخرون والمرأۃ تدخل فی التحمل مع العاقلۃ فی ہذہ المسئلۃ کذا فی الملتقى و  
ہو الاصح ذکرہ الزیلعی متأخرین فقہائے کہا اور عورت داخل ہے عاقلہ کے ساتھ تحمل دیت میں اس مسئلہ کے اندر کذا فی الملتقى اور ہی قول  
صحیح تر ہے چنانچہ زیلعی نے اس کو ذکر کیا ہے م زیلعی نے کہا عورت تحمل دیت میں اس لئے داخل ہے کہ وہ بمنزلہ قاتل کے ہے تو عاقلہ  
کی شریک ہوگی نہایت میں کہ ایک اس مسئلہ کی قید اس واسطے لگائی کہ عورت تحمل دیت میں کسی صورت میں داخل نہیں ہوائے اس مسئلہ کے  
کذا فی الطحاوی والوجد فی قیل فی دار نفسه فالدیۃ علی عاقلۃ و ثمرۃ عند ابے حنیفہ ر و عند سہا و زفر لاسی فیہ ای فی القیل  
المذکور و بہ یفتی کذا ذکرہ ملا خمر و تبعہا لمارجہ صدر الشریعۃ و تبعہا المصنف اور اگر ایک شخص مقتول پایا گیا اپنے خاص گھر میں تو



اس کے وارثوں کے عاقلہ پر دیت ہے ابو حنیفہ کے نزدیک اور صاحبینؒ اور زفر کے نزدیک مقتول مذکور میں کچھ نہیں ہے اور اسی عدم وجوب کے قول پر فتویٰ ہے ایسا ذکر کیا ہے ملاحظہ کرنے در میں اس قول کا تابع ہو کر جس کی صدر الشریعہ نے ترجیح دی اور مصنف ملاحظہ فرمائے اور صدر الشریعہ دونوں کا تابع ہوا ہے و خاتم ابن الکمال فقال لما لان الدار فی یدہ حین وجد الجرح فیجعل کأنه قتل نفسه فیکون ہذا اولہ ان القسامۃ انما تجب لظہور القتل وحال ظہور الدار لورثۃ فذیۃ علی عاقلتم اور صدر الشریعہ وغیرہ کے خلاف کیا ہے ابن کمال نے سو یوں کہا ہے کہ صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ البتہ گھر مقتول کے قبضے اور تصرف میں محتاج ہے کہ زخم حاصل ہوا تو یہ قرار دیا گیا کہ گویا اس نے اپنی جان کو آپ قتل کیا تو خون اس کا رائگاں ہو گا اور امام کی دلیل یہ ہے کہ قسامہ تو قتل ہی ظاہر ہونے سے واجب ہوتا ہے اور قتل ظاہر ہونے کی حالت میں گھر وارثوں کا ہو گیا تو دیت مقتول کی وارثوں کے عاقلہ پر ہوگی لایقال العاقلۃ انما یتحملون ما یجب علی الورثۃ تخفیفاً لہم ولا یملکون الا یجاب علی الورثۃ لظہور القتل لان الا یجاب لیس للورثۃ بل للمقتول حتی یقفنہ بمنہ دیونہ و تمنعہ وصایاہ ثم یخلفہ الوارث فیہ وہو لظہور البصۃ والمعنویۃ ان قتل ایاہ تجب الدیۃ علی عاقلۃ وتكون میراثاً لقتلہ یوں نہ کہا جائے گا کہ عاقلہ تو اسی مال کے متحمل ہوتے ہیں جو وارثوں پر واجب ہوتا ہے تاکہ وارثوں پر تخفیف ہو اور ممکن نہیں وارثوں پر واجب کرنا وارثوں کے فائدے کے واسطے اس لئے کہ اس سوال کا یوں جواب دیا جاوے گا کہ یہاں ایجاب مال کا وارثوں کے لئے نہیں بلکہ مقتول کے واسطے ہے تا ایک اسی مال سے مقتول کے دین ادا کئے جاویں گے اور اس کی وصیتیں اسی سے نافذ ہوں گی پھر مقتول کے وارث مقتول کے خلیفہ ہوں گے اس مال میں اور وہ صغیر اور مدہوش کے مانند ہے اگر صغیر یا مدہوش اپنے باپ کو قتل کرے تو دیت واجب ہوگی صغیر یا مدہوش کی عاقلہ پر اور وہی دیت صغیر یا مدہوش کی میراث ہوگی تو خبر دار رہنا ولو وجد فی ارض موقوفہ و دار کذلک یعنی موقوفہ علی ارباب معلومۃ فالقسامۃ والدیۃ علی اربابہا لان تدبیرہ لہم اور اگر مقتول پایا گیا وقف کی زمین یا اسی طرح وقف کے گھر میں جو معین لوگوں پر وقف ہے تو قسامہ اور دیت وقف کی لوگوں پر ہے اس واسطے کہ وقف کی تدبیر انھیں لوگوں پر ہے وان کانت الارض او الدار موقوفۃ علی المسجد فہو کما لو وجد فیہ ای فی المسجد زیلعی و در و سراجیہ وغیرہ او قد قد مناہ اور اگر زمین یا گھر مسجد پر وقف ہو تو وہ ایسا ہے جیسے کہ مقتول مسجد کے اندر پایا جاوے چنانچہ زیلعی اور در و سراجیہ وغیرہ میں ہے اور ہم نے وقف کا مسئلہ اول ذکر کر دیا ہے مگر محلہ کی مسجد پر وقف ہو تو اس کا حکم مسجد محلہ کے مانند ہے اور اگر جامع مسجد پر وقف ہو تو اس کا جامع مسجد کا حکم ہے قلت والتقیۃ بكون الادب باب الموقوف علیہم معلومین لیخرج غیر معلومین کما لو کان وقفاً علی الفقراء والمساکین فالظاهر ان الدیۃ بكون فی بیت المال لانه حیث ینذ یكون من حبتہ ما اعد لمصالح المسلمین فاشبه بالجامع قالہ المصنف بحثا میں کتا ہوں اور موقوف علیہم لوگوں میں معین ہونے کی قید اس واسطے لگائی تاکہ غیر معین لوگوں پر جو وقف ہے نکل جائے چنانچہ فقہروں اور غیر معین محتاجوں پر وقف ہو تو ظاہر یہ حکم ہے کہ وہاں کے مقتول کی دیت بیت المال میں ہوگی اس لئے کہ وقف مذکور اس وقت میں ہو گا منجملہ ان اشیاء کے جو مصالح المسلمین کے واسطے مہیا ہیں تو جامع مسجد کے مشابہ ٹھہرائے اور جامع مسجد کی دیت بیت المال میں ہوگی تو اس کی بھی بیت المال میں ہوگی ایسا کہ ہے مصنف نے اپنی شرح میں بحث کی راہ سے در دایت کے طریق سے ولو وجد فی معملہ فی فلاة غیر مملوکہ ففی الخیمۃ والفسطاط علی من لیسکنہا اور اگر مقتول پایا گیا اس لشکر گاہ میں جو بیابان غیر مملوک میں واقع ہے تو خیر اور پال میں مقتول ہے تو اس کے رہنے والوں پر قسامہ اور دیت ہے و فی خارجہما ای الخیمۃ والفسطاط ان کا تو اسی ساکنو خارجہما قبائل فغلی قبیلہ وجد القیتل فیہا اور اگر مقتول پایا گیا خیمہ اور پال کے باہر تو اگر خارجہ کے رہنے والے قوم قوم ہوں تو جس قوم میں مقتول پایا گیا اسی قوم پر قسامہ اور دیت ہے و لو بین القبیلین کان حکمہ کما مر

بین القریبتین اور اگر دو قوم کے درمیان پایا گیا تو اس کا حکم ویسا ہے جیسا درمیان دو گاؤں کا حکم مذکور ہو چکا ہے یعنی جس قوم سے نزدیک ہوگا مقتول اسی قوم پر واجب ہے اور اگر دونوں برابر ہیں تو دونوں پر واجب ہیں ولو نزلوا جملة مختلفین فعلى كل العکسر اور اگر لشکری لوگ رے سے مختلف اترے ہیں تو تمام لشکر پر واجب ہوگا ولو کا لواقدا قواعد و افلا قسامۃ و لادۃ ملتقى اور اہل لشکر کفار سے لڑے ہوں اور وہاں مقتول پایا گیا تو نہ قسامہ ہے نہ دیت کذا فی الملتقى ولو كانت الارض لیتے نزل فیہا العکسر محکومۃ فعلى الممالک بالاجماع لانہما ولا یزاحمون الممالک فی القسامۃ والدیۃ در لکن فی الملتقى خلافا لاسیما یوسف فستبہ اور اگر وہ زمین جس میں لشکر اہل ملک ہو تو اس کے مالک پر قسامہ اور دیت واجب ہے بالاتفاق اس واسطے کہ اہل لشکر وہاں کے ساکن ہیں مالک زمین کے مزاحم نہیں قسامہ اور دیت میں کذا فی الدرر لیکن ملتقى میں خلاف ابو یوسف کا مذکور ہے تو آگاہ رہنا یعنی صاحب درر کا متفق علیہ کہنا صحیح نہیں و فیہا لو وجد فی قریۃ لا یتام لم یکن علی الایتام قسامۃ وہی علی عاقلستہم لانہم لیسوا من اہل الیمین اور ملتقى میں ہے کہ اگر مقتول پایا گیا یتیموں کے گانوں میں تو یتیموں پر قسامہ نہیں اور وہ یعنی قسامہ ہے ان کے عاقلہ پر اس واسطے کہ چھوٹے لڑکے قسم کے لائق نہیں وان کان فیمہ مدرک فعلیہ لادۃ من اہل الیمین ولو الجیۃ اور اگر یتیموں میں کوئی بالغ ہو تو اس پر قسامہ واجب ہے اس واسطے کہ وہ قسم کھانے کی لیاقت رکھتا ہے کذا فی الاولو الجیۃ فروع مسائل ملحقہ شارح کے نو و جد فی دارمی او محتوہ فعلى عاقلستہا اگر مقتول پایا گیا صغیر یا مدہوش کے گھر میں تو ان کے مددگاروں پر قسامہ اور دیت ہے ولو فی دار ذمی حلف خمیسین مینا ویدی من مالہ ولو تعاقلا فعلى عاقلستہا اور اگر مقتول پایا گیا ذمی کے گھر میں تو پچاس قسمیں کھائے اور اپنے مال سے دیت دے اور اگر ذمیوں کے عاقلہ ہوتے ہوں تو دونوں یعنی یہود اور نصاریٰ کی عاقلہ پر دیت واجب ہوگی کم یہودی یوں قسم کھائے (کہ اس خدا کی قسم ہے جس نے تورات اتاری) میں نے اس کو نہیں مارا اور نہ میں اس کے قاتل کو جانتا ہوں اور نصرائی قسم خدا کی کھائے جس نے انجیل اتاری کذا فی الطحاوی ولو مر رجل فی محلة فاصابہ سم او جرح ولم یدر من این و مات منه فعلى اہل المحلة القسامۃ والدیۃ سراجیۃ اور اگر ایک مرد گزر ایک محلہ میں سو اس کو تیر لگایا پتھر اور اس کو معلوم نہیں کہ کدھر سے آیا اور وہ اسی صدمہ سے مر گیا تو اہل محلہ پر قسامہ اور دیت ہے کذا فی السراجیۃ و فی الخانیۃ وجد بہیمۃ او دابة مقتولة فلا شئ فیہا اور خانیہ میں ہے کہ چوپایا یا جانور مقتول پایا تو اس میں قسامہ اور دیت کچھ نہیں وان وجد مکاتب او مدبر او ام ولد قتیلا فی محلة فالقسامۃ والیقربۃ علی عواقلستہم فی ثلث سنین اور اگر مکاتب یا مدبر یا ام ولد مقتول پائے محلہ میں تو قسامہ اور ہر ایک کی قیمت اہل محلہ کے مددگاروں پر واجب ہے تین سال کے اندر ولو وجد العبد قتیلا فی دار مولاه فمدد الامویۃ یا غیرتہ علی مولاه لغرماء حالۃ والامکاتبۃ نفیتہ علی مولاه مؤجلۃ اگر غلام مقتول پایا گیا اپنے مالک کے گھر میں تو خون اس کا رائگاں ہے مگر یہ کہ غلام مازون یا مدبر ہو تو اس کی قیمت اس کے مالک پر واجب ہے بالفعل اس کے قرض دینے والوں کے لئے اور بجز مکاتب کے یعنی اگر مکاتب مقتول پایا گیا مالک کے گھر میں تو اس کی قیمت اس کے مالک پر واجب ہے تین سال کی مدت میں ہم مکاتب کی قیمت سے بدل کثرت او کیا جائے اور اس کی آزادی کا حکم کیا جائے اور جو بدل کتابت دے کر باقی رہے وہ اس کے وارثوں کی میراث ہے کذا فی العالمگیریۃ ولو وجد المولی قتیلا فی دار مازونہ مدیونا او لا فعلى عاقلۃ المولی اور اگر مالک مقتول پایا گیا اپنے غلام مازون فی التجارۃ کے گھر میں خواہ غلام مدبر ہو یا نہیں تو مالک کی عاقلہ پر دیت ہے یعنی قسامہ اور دیت ولو وجد الحر قتیلا فی دار ابیہ او امہ او المرأة فی دار زوجہا فالقسامۃ والدیۃ علی العاقلۃ ولا یحرم من المیراث اور اگر آزاد مرد مقتول پایا گیا اپنے باپ یا اپنی ماں کے گھر میں یا عورت اپنے زوج کے گھر میں مقتول پائی گئی تو قسامہ اور دیت والدین یا زوج کی عاقلہ پر ہے اور صاحب خانہ میراث سے محروم نہیں واللہ اعلم واستغفر اللہ الکریم



## کتاب المعامل

یہ کتاب ہے احکام معاتل کے بیان میں ہی جمع معقلہ یعنی معقول فہم وہ یعنی معاتل جمع ہے معقلہ کی بفتح میم سکون عین وضم قاف جیسے مکرمہ بضم را کی جمع مکارم ہے وہی الدیۃ وسمی عقلاً لانہا تعقل الدماء من ان تسفک ای تسکما و منہ العقل لانہ یمنع القیاح اور وہ یعنی معقلہ دیت ہے اور دیت کو عقل بفتح عین و سکون قاف بھی کہتے ہیں یعنی اس واسطے کہ عقل بجئے منع ہے اور دیت خونوں کو باز رکھتی اور روکتی ہے خون ریزی سے وہاں معنی دانش و خرد مندی کو عقل کہتے ہیں اس واسطے کہ عقل انسان کو از کتاب قباح سے باز رکھتی ہے م جب کہ معقلہ سے دیت مراد ہوئی حالانکہ کتاب الدیات مقدم مذکور ہو چکی اور اس کتاب میں دیت کا کچھ ذکر نہیں بلکہ ان کا ذکر ہے جن پر دیت واجب ہے جس کو عاقلہ کہتے ہیں تو بجائے کتاب المعاتل کے کتاب العواتل کہنا ثواب ہے چنانچہ صاحب برہان نے کتاب العواتل کہا ہے بعضوں نے اس کا یوں جواب دیا ہے کہ کلام میں مضاف مخدوف ہے یعنی کتاب اہل المعاتل تو مجاز حذف کی قسم سے ہے کذا فی المطاویء مختصر او العاقلۃ اہل الدیوان وہم العکسہ عند الشافعی اہل العتیرۃ وہم العصبات اور عاقلہ یعنی جن پر دیت واجب ہوتی ہے عبارت ہے اہل دیوان سے اور وہ لشکری لوگ ہیں اور امام شافعی کے نزدیک عاقلہ برادری کے لوگ یعنی عصبات ہیں م دیوان عبارت ہے ان اوراق سے جن میں اہل لشکر کے نام اور ان کا سالیانہ یا ششماہی یا ماہیانہ لکھا جاتا ہے جس کو دفتر کہتے ہیں عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اول دیوان مقرر کیا اور اہل دیوان پر دیت معین کی صحابہ کبار کے سامنے بلا رد و انکار چونکہ انسان کی جان محترم چیز ہے تو باطل اور رائگال نہیں ہو سکتی اور قاتل محضی پر وجوب دیت بلا وجہ ہے اس واسطے کہ وہ مذکور ہے اور خطا اس سے مرفوع ہے اور اگر تمام دیت اس پر واجب کیجیے تو وہ نیست و نابود ہو جائے تو قاتل کے عاقلہ پر یعنی مددگاروں پر ڈالی گئی اس واسطے کہ آدمی احتیلاً اور احتراز میں اپنی قوت اور زور کے سبب سے قصور کرتا ہے کچھ پر دین نہیں کرتا اور یہ زبرد آدمی کو حاصل ہوتا ہے غالباً اپنے انصار اور حمایتیوں کے بھروسے پر تو مددگار خطا کار ٹھہرے مددگاری میں کیونکہ وہی تو سبب میں اس کی بیباکی اور تعدی کے تو ان کی تعمیر ثبات ہے کہ محضی کو انہوں نے کیوں محفوظ نہ رکھا ہے احتیاط سے تو انہیں پروت ڈالنا اولیٰ اور انسب یعنی نے خرج بدایہ میں کہا اگر کوئی کسی صحابہ کا رجاء مذکور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل کے مخالف اس واسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیت اہل نسب پر مقرر کی اس کا جواب دیں گے کہ یہ اجماع حکم رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے موافق ہے اس واسطے کہ آپ نے اہل نسب پر دیت مقرر کی باعتبار نصرت اور مددگاری کے ولہذا نسواں اور صبیان اہل نسب پر دیت نہیں اسی طے کہ وہ مددگاری کے لائق نہیں پھر جب عمر فاروقؓ نے تدوین دیوان کی تو مددگاری دیوان کے ساتھ ہو گئی لہذا اہل دیوان عاقلہ ٹھہر گئے تو یہ نسخ نہیں بلکہ معنی نصرت کی تقریر ہے لمن ہو معکم اہل لشکر عاقلہ ہیں اس کے جوان میں سے ہے یعنی سپاہی لشکر کے نہ ہر قاتل کے یعنی جس رسالے اور جس پلٹن میں قاتل ہو گا انہیں پر دیت واجب ہوگی فتجب علیہم کل دیتہ وجبت بنفس القتل خرج ما لقلب مالا یصلح او بشبہہ قتل الاب ابنہ عمہ اذیتہ فی مالہ کما مر فی الجنایات سوال لشکر پر واجب ہوگی ہر ایک وہ دیت جو نفس قتل سے واجب ہوئی ہے نفس قتل کی قید سے وہ قتل نکل گیا جو منقلب بہال ہو گیا صلح کے سبب سے یا شبہ کی وجہ سے جیسے باپ کا قتل کرنا عمداً اپنے بیٹے کو تو اس قتل کی دیت باپ کے مال میں ہے چنانچہ گذر گیا کتاب الجنایات میں م نفس قتل سے دیت واجب ہوتی ہے قتل شبہ عمد میں اور قتل خطا میں اور جاری مجری خطا میں چنانچہ اس کی تصریح کتاب الجنایات میں مذکور ہو چکی فتؤخذ من عطایا ہم امن از اقم والفرق بین العطیۃ والرزق ان الرزق ما یفرض لے بیت المال بقدر الحاجۃ والكفایۃ مشاہیرہ او میاومتہ والعطا ما یفرض فی کل سنتہ لا بقدر الحاجۃ بل بصبرہ وعنائہ فسا امر الدین سودیت لی جائے گی اہل لشکر کے عطا سے یا ان کے رزق سے اور رزق عطا اور رزق میں یہ ہے کہ رزق وہ ہے جو بیت المال سے مقرر ہو بقدر حاجت

اور کفایت کے بطریق ماہراری یا روزینہ کے اور عطا دے جو بیت المال میں معین ہو بطریق حاجت کے نہیں بلکہ اس کی شکیبائی اور مضبوطی اور  
 منت کشی کے سبب سے دین کے کام میں فی ثلث سنین من وقت القضاہ و کذا ما یجب فی مال الماقل عمدہ وان قتل اللب ابنہ یؤخذ ثلث  
 سنین عندنا وعند الشافعی یجب مالا لشکر کی وجہ معین سے دیت لی جائے گی تین سال میں قاضی کے حکم کرنے کے وقت سے یعنی جیسے کہ قاضی  
 نے وجوب دیت کا حکم کیا اس وقت سے تین سال کا حساب شروع ہوگا اور اسی طرح دیت واجب ہے قاتل عمد کے مال میں اس طرح ہر کہ  
 باپ نے اپنے بیٹے کو مار ڈالا تو ہمارے نزدیک تین سال میں دیت لی جاوے گی اور اہم شافعی کے نزدیک بالفعل واجب ہوگی قضا کے  
 بعد سنین مستقبہ کی عطا سے دیت لی جائے گی اور اگر سنین ماضیہ کی عطا جمع ہو قبل قضا کے پھر لشکریوں کو قضا کے بعد حاصل ہو تو اس سے دیت  
 نہ لی جاوے گی اور اگر دس آدمیوں نے ایک آدمی کو قتل کیا بطریق خطا کے تو ہر ایک شخص کی عاقلہ پر دیت کا دسواں حصہ تین سال میں واجب ہوگا  
 کذا فی الطحاوی فان خرجت العطا یا فی اکثر من ثلث اواقیل توخذ منہ لمقصود پھر اگر عطا یا تین سال سے زیادہ مدت میں یا  
 کمتر مدت میں بیت المال سے نکلے تو اس سے دیت لی جاوے گی مطلب حاصل ہونے کے سبب سے م یعنی اگر تین سال آئندہ کی عطا ایک سال  
 میں ملے تو تمام دیت اس سے لی جاوے گی کذا فی الزلیعی اور اگر تین سال کا رزق ایک سال کے تین مہینے میں ملا تو اس سے دیت نہ لی جاوے گی  
 اس لئے کہ رزق بقدر حاجت کے مقرر ہوتا ہے تو اگر اس میں سے لیا جائے تو اس کو تکلیف اور حرج ہوگا برخلاف عطا کے کذا فی المجتبیٰ واللم  
 یکن الماقل من اہل الدیوان فعاقلہ قبیلہ و اقاربہ و کل من تینا صریحاً بنویر البصائر اور اگر قاتل لشکر میں ہے تو اس کا عاقلہ اس کا  
 قبیلہ اور اس کے قریب لوگ ہیں اور جن لوگوں سے وہ قاتل مددگاری چاہتا ہو کذا فی تنویر البصائر قبیلہ اور عشرہ عبارت ہے عصبات نسبہ  
 سے یعنی یک جدی لوگ خلاصہ یہ ہے کہ وجوب دیت میں تمام مددگاری کا اعتبار ہے تو اگر اہل محلہ یا اہل بازار یا اہل قریہ یا برادری کے لوگ  
 اس طرح ہوں کہ جب ان میں سے کسی شخص کو کوئی امر پیش آتا ہو تو وہ لوگ اس کی کفایت اور مددگاری کے واسطے مستعد ہو جاتے ہوں تو وہی  
 لوگ اس کے عاقلہ ہیں اور اگر اس کے مددگار چند قسم کے لوگ ہیں لشکر والوں سے اور برادری اور محلہ اور بازار سے تو لشکر والے لوگ مقدم اور  
 اولیٰ ہیں پھر ان کے بعد برادری کے لوگ پھر لوگ اہل محلہ پھر بازاری لوگ اور اگر قاتل مجبیٰ مرد ہے کہ اس کا دیوان ہے نہ برادری نہ کوئی مددگار تو  
 اس کی دو صورتیں ہیں یا اس کے مقتول کی دیت بیت المال میں سے یا خود اس کے مال میں کذا فی الطحاوی مختصراً بتصرف و تقسم الدیۃ علیہم فی  
 ثلث سنین ثم السنین یعنی العطا یا قستانی فلیحفظ اور دیت تقسیم ہوگی عاقلہ پر تین سال کے اندر پھر جانا چاہیے کہ سنین یعنی عطیات کے ہے  
 کذا فی القسطن نے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے م طحاوی نے کہا ثم السنین یعنی عطیات کی حاجت نہیں اس واسطے کہ ماتن کے قول فان خرجت  
 العطا یا میں مضمون مذکور ہو گیا لا یؤخذ فی کل سنۃ الا درہم اور ہم و ثلث ولم تزد علی کل واحد من کل الدیۃ فی ثلث سنین علی  
 الرجبہ علی الاصح اور نہ لی جائے دیت ہر سال میں مگر ایک درہم یا ایک درہم اور تہائی درہم کی اور زیادہ دلیا جائے گا عاقلہ کے ہر شخص پر تین  
 سال کی مدت میں چار درہم سے بنا بر صیح تر قول کے م اگر ہر شخص سے ایک درہم لیا گیا تو ہر تین سال میں تین درہم ہوتے اور اگر ایک درہم اور  
 تہائی درہم کی لی گئی تو چار درہم ہوتے طحاوی نے کہا یہ قول صیح تر محمد سے منصوص ہے اور غیر اصح قدوری کی روایت ہے کہ ہر سال میں ہر  
 شخص سے چار درہم سے زیادہ دلیا جائے فان لم تسع القبیلۃ لذلک ضمم الیہ اقرب القبائل نسباً علی ترتیب العصابات  
 پھر اگر قاتل کا قبیلہ یعنی یک جدی برادری اس کے واسطے یعنی دیت پوری ہونے کے واسطے گنجائش نہ کرے تو جو قبیلہ ان کے ساتھ زیادہ تر  
 قرابت رکھتا ہے نسب کی راہ وہ ملا لیا جائے عصابات کی ترتیب پر قریب عصابات یہ ہے کہ اول بھائی ہیں پھر ان کے فرزند پھر چچا پھر ان کے



فرزند مگر قاتل کے باپ اور فرزند نہیں اختلاف ہے بعضوں کے نزدیک عاقلہ میں داخل ہیں اور بعضوں کے نزدیک نہیں مجتہدین میں کہا الحاصل استقصار اہل لشکر نظر ہے تو اس کے ساتھ قرابت اور نسب اور اولاد اور قرب سکنی وغیرہ کی مددگاری کا کچھ حکم ظاہر نہ ہوگا اور بعد شکر کے نسب کی مددگاری ہے تو نابری اگر قاتل صیادین سے ہو تو اس کے عاقلہ صیادین اور ان کے اتباع نہ اس کا قبیلہ اور اہل محلہ اس واسطے کہ اہل حرفہ کی باہم مددگاری نہایت ہوتی ہے کذا فی الطحاوی والقاتل عندنا کا حدیم اور ہم حنیفوں کے نزدیک قاتل بھی عاقلہ میں سے ایک شخص کے مانند ہے یعنی دیت دینے میں وہ بھی شریک ہے عاقلہ کا اس واسطے کہ جنایت تو اسی سے ظاہر ہوئی تو اس کو خارج کرنا عاقلہ سے بے وجہ ہے خلافاً للشافعی ولو القاتل امرأة او صبیا او مجنوناً شارحہم علی الصیغہ زیلعی اگرچہ قاتل عورت ہو یا صغیر یا مجنون سوان میں سے ہر ایک عاقلہ کا شریک ہوگا بنا بر قول صحیح کے کذا فی الزیلعی یعنی صغیر اور مجنون کا ولی ان کے مال سے حصہ رد دیت دے گا و عاقلہ لمحقق قبیلہ سیدہ اور غلام آزاد کا عاقلہ اس کے مالک کا قبیلہ ہے یعنی مالک کے ساتھ کذا فی الطحاوی عن البرہان و یعقل عن مولی الموالاة مولاہ و قبیلہ مولاہ اور مولائے موالات کی طرف سے اس کا مولے اور اس کے مولے کا قبیلہ دیت دیکھا و اعلم ابنہ لا یعقل العاقلہ جنایتہ عید و لا عمد و ان سقط قودہ بشبہ او قتلہ ابنہ عمد اکما مر اور معلوم کر کہ عاقلہ دیت نہیں دیتی غلام اور قاتل عمد کی جنایت کی اگرچہ قتل عمد کا قصاص ساقط ہو گیا ہر شبہ سے باپ کے قتل کر لے سے اپنے فرزند کو عمداً چنانچہ مذکور ہو گیا و لا مال لزم لصلح ادا و اعتراف و لا لدون نصف عشر لدية لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یعقل العاقلہ عمد و لا عمد و لا لاصحاب ولا اعتراف و لا لدون ارش الموضع بل الجانے اور عاقلہ نہیں دیتی وہ مال جو لازم ہو قاتل عمد یا قاتل عمد کی صلح سے یا قاتل کے اقرار سے اور نہ وہ مال جو دیت کے بیسویں حصے سے کم ہے بدلیل قول رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ عاقلہ دیت نہیں دیتے قاتل عمد کی اور غلام کی اور نہ صلح کی اور نہ اقرار کی اور نہ مومنہ کی دیت سے کمتر مال کی بلکہ قاتل اس دیت کو آپ ادا کرے ہم اس حدیث کو محمد بن حسن نے ابن عباس پر موقوف نقل کیا ہے اور حدیث مرفوعہ تو غریب ہے لیکن مومنہ کی دیت حدیث میں نہیں بلکہ ابراہیم نخعی سے منقول ہے کذا فی العینی الا ان یصد قودہ فی اقرارہ او تقوم حجة و انما قبلت البیۃ ہنا مع الاقرار مع انہا لا تعتبر معہ لانہا ثبتت مالیس ثابت باقرار المدعی علیہ و ہذا الوجوب علی العاقلہ مگر یہ کہ عاقلہ قاتل کے اقرار کی تصدیق کریں یا گواہی سے قتل ثابت ہو تو عاقلہ پر دیت لازم ہوگی اور یہاں گواہی اقرار کے ساتھ اس واسطے مقبول ہوئی باوجودیکہ گواہی اقرار کے ساتھ معتبر نہیں ہوتی اس واسطے کہ گواہی اس کو ثابت کرتی ہے جو مدعا علیہ کے اقرار سے ثابت نہیں یعنی واجب ہونا مال کا عاقلہ پر ولو لتصادق القاتل و اولیاء المقتول علی ان قاضی بلکہ کذا فی قضی بالدية علی عاقلہ بالبیۃ و کذبہا العاقلہ فلا شیء علیہا ای علی العاقلہ لان تصادقہا لیس بحجة عظیم و لا علیہ فی مالہ الا حصۃ لان تصادقہا حجة فی حقہما زیلعی اور اگر قاتل اور مقتول کے وارثوں نے باہم تصدیق کی اس پر کہ فلا نے شہر کے قاضی نے دیت کا حکم کیا قاتل کی عاقلہ گواہی کے سبب سے اور عاقلہ نے ان دونوں کی تکذیب کی تو عاقلہ پر کچھ دینا واجب نہیں ہے اس واسطے کہ قاتل اور اولیا مقتول کے باہم تصدیق عاقلہ پر حجت نہیں ہے اور نہ خود قاتل پر حجت ہے اس کے مال میں مگر بقدر اس کے حصے کے اس لئے کہ قاتل اور وارثوں کا تصادق انھیں دونوں کے حق میں حجت ہے کذا فی الزیلعی مگر قاتل کے مال میں عاقلہ کا حصہ رد اقرار اس کا حجت ہے بشرطیکہ اس کے واسطے اعطایں ہو چنانچہ عالمگیری میں سے کافی سے اور ظاہر اعطایں شکر میں ہوتی ہے نہ قبائل میں کذا فی الطحاوی و اعلم ان الخصم فی ذلک ہو الجانے لان الحق علیہ ولو کان صبیا فان الخصم ابوہ خانۃ قلت لیرخذ من قولہ الخصم ہو الجانے لا العاقلہ جواب حادثۃ الفتورے وہے ان صبیا فقا عین صبیۃ فانت نارا و لیا تحیف العاقلہ علی نفی فعل الیہ و الجواب ابنہ لا یخلف لان ذلک فرع صحت الدعوی وہے غیر متوجہ علی العاقلہ و بقی ہاں شیے وہو

ان العاقلۃ لو اقرروا بفعل الجانے بل یصح اقرارہم بالنسبۃ الیہم حتی یقفی علیہم بالمدیۃ ام لا فان قلت نعم یفنی ان یجری الحلف فی حقہم لہذا  
فائدہ قال المصنف بحث فی خبر اور معلوم کر کہ اس میں یعنی دعوی قتل میں خصم یعنی مدعا علیہ قاتل ہے اس واسطے کہ حق اس پر ثابت ہے  
اور اگر قاتل صغیر ہو تو مدعا علیہ اس کا باپ ہے کذا فی النہایۃ میں کہتا ہوں کہ اس کے اس قول سے کہ مدعا علیہ قاتل ہے نہ عاقلہ ماخوذ ہوتا ہے  
حادثہ فتویٰ کا جواب وہ استفادہ ہے کہ صغیر نے صغیرہ کی آنکھ پھوڑی سو وہ مرگئی تو صغیرہ کے وارث نے چاہا قسم دینا عاقلہ کا صغیر کی نفی  
فعل پر اور جواب اس کا یہ ہے کہ قسم وارد نہ ہوگی اس واسطے کہ لزوم قسم دعوی صحیح ہونے کی فرع ہے اور حالانکہ دعوی عاقلہ پر متوجہ نہیں ہے  
اور یہاں گفتگو کچھ باقی ہے کہ اگر عاقلہ نے قاتل کے فعل کا اقرار کیا تو ان کا اقرار بہ نسبت ان کے صحیح ہوگا تا ایکہ ان پر وجوب دیت کا حکم  
ہو یا اقرار ان کا صحیح نہیں تو اگر یوں جواب دو کہ ان تو لائق یوں ہے کہ قسم ان کے حق میں جاری ہو اس کے فائدہ ظاہر ہونے کے سبب سے  
فائدہ سے مراد لزوم دیت ہے ایسا کہ ہے مصنف نے اپنی شرح میں بحث کی راہ سے تو اس کی تحریر اور نتیجہ کرنا چاہیے مگر تحلیف عاقلہ  
قول سابق کے مخالف ہے کہ عاقلہ خصم نہیں تو ان پر قسم بھی نہیں اور اگر یوں جواب دیکھیے کہ یہ غیر مدعا علیہ کا اقرار ہے تو اس پر قسم جاری نہ ہوگی  
تو صریح ظاہر ہے کذا فی الطحاوی وان جنی حرم علی نفس عبد خطا فنی علی عاقلۃ یعنی اذا قتله لان العاقلۃ لا تحمل اطراف العبد و  
قال الشافعی لا تحمل النفس ایضا اور اگر آزاد نے جنایت کی غلام کی جان پر خطا کی راہ سے تو اس کی دیت آزاد کی عاقلہ پر ہے جنایت سے  
مراد یہ ہے کہ آزاد غلام کو قتل کرے اس واسطے کہ عاقلہ غلام کی اطراف کی دیت کے متحمل نہیں اور امام شافعی نے کہا کہ عاقلہ قتل نفس کی دیت  
کے بھی متحمل نہیں ولایدخل صبی وامرأۃ ومجنون فی العاقلۃ اذ الم یلینا صروا یعنی لو اقاتل غیرہم والافید خلون علی الصبیح کا مراد صغیر اور  
عورت اور دیوانہ عاقلہ میں داخل نہیں جب کہ وہ باہم مددگاری نہ کرتے ہوں یعنی اگر صغیر وغیرہ قاتل نہ ہوں تو عاقلہ میں داخل نہیں اور اگر صغیر  
وغیرہ سے قتل ظاہر ہو تو عاقلہ میں داخل ہوں گے بنا بر قول صحیح کے چنانچہ عنقریب مذکور ہو چکا ہم عدم تیا صری کی قید سے معلوم ہوا کہ اگر ان  
سے مددگاری کی درخواست ہوتی ہو تو عاقلہ میں داخل ہوں گے وجوب دیت میں کذا فی الطحاوی ولا یعطل کافر عن مسلم ولا العکسہم المتناہر  
اور کافر دیت نہیں دیتا مسلمان کی طرف سے اور نہ مسلمان کافر کی طرف سے عدم تیا صری وجہ سے والکفار متعاقلون فیما بینہم وان  
اختلفت ظلم لان الکفر کلمۃ واحدة یعنی ان تناصروا والافی مالہ فی ثلاث سنین کا مسلم کا بسط فی المجتہبی اور کافر فیما بین خود ایک  
دوسرے کے عاقلہ ہوں گے اگرچہ ان کے دین مختلف ہوں اس واسطے کہ کفر بالکل ایک ہی دین یعنی بشرطیکہ ایک دوسرے کی مددگاری  
کرتے ہوں اور اگر تناصراں میں رائج نہ ہو تو فقط قاتل کے مال میں دیت مقتول کی واجب ہے تین سال کے اندر مسلمان کے مانند چنانچہ  
مجتہبی میں اس کو مشرح بیان کیا ہے مجتہبی میں ہے کہ دو تاجر مسلمان دار الحرب میں وارد ہویں سو ایک مسلمان نے دوسرے کو قتل کیا تو اس  
دیت قاتل کے مال میں واجب ہے کذا فی الطحاوی واذا لم یکن للقاتل عاقلۃ کل قیظ وحر بنی اہلم فالمدیۃ فی بیت المال فی ظاہر الروایۃ  
وعلیہ الفتوۃ سے درر البرزانیہ وجعل الزلیعی روایت وجوبہا فی مالہ روایت شاذۃ اور جب کہ قاتل کا کوئی عاقلہ مددگار نہ ہو چنانچہ لقیط کا یا وہ  
حر بنی جو مسلمان ہوا تو اس کے مقتول کی دیت بیت المال میں ہے ظاہر الروایۃ میں اور اسی پر فتویٰ ہے کذا فی الدرر البرزانیہ اور زلیعی نے  
مال قاتل میں وجوب دیت کی روایت کو روایت شاذ قرار دیا ہے یعنی جب کہ قاتل کا کوئی عاقلہ نہ ہو تو اس کے مال میں دیت واجب ہے  
اس روایت کو زلیعی نے غیر معتد کہا ہے قلت وظاہرہا فی المجتہبی عن خوارزم من ان تناصروا عدم و بیت المال قد اندمیر مع وجوبہا  
فی مالہ فیہودی نے کل سنۃ ثلثہ درہم اور اربعۃ کما نقد فی المجتہبی عن الناطفہ قال و ہذا من لای بد من حفظہ و اقترہ المصنف فلیحفظ فقد



واقعہ فی کثیر من الموضع انما فی ثلاث سین فافتم میں کہتا ہوں اور مجھے کا ظاہر کلام ملک خوارزم کی حکایت حال سے یہ ہے کہ وہاں کے لوگوں کی باہم مددگاری نیست و نابود ہو گئی اور بیت المال منہدم اور بے نشان ہو گیا تو یہ حال ترجیح دیتا ہے واجب ہونے دیت کو قاتل کے مال میں تو قاتل ہر سال تین یا چار درم ادا کرتا رہے چنانچہ اس کو مجھے میں مطلق سے نقل کیا ہے صاحب مجھے نے کہا اور یہ قول خوب ہے اس کا یاد رکھنا ضرور ہے اور مصنف نے اپنی شرح میں اس کو ثابت رکھا ہے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے سوالبتہ مجھے یا غیر مجھے کے اکثر مواضع میں واقع ہوا ہے کہ بالکل دیت کا ادا کرنا تین سال میں ہے تو اس کو سمجھ لے کذا فی الطحاوی و ہذا اذا کان القتال مسلما فلو ذمیما فھن مالہ اجماعا بزازیہ اور یہ یعنی جب عاقلہ نہ ہو تو بیت المال سے دیت واجب ہے یا اس وقت ہے جب کہ قاتل مسلمان ہو سو اگر قاتل ذمی ہو تو اسی کے مال میں بالاتفاق دیت ہے کذا فی البزازیہ ومن لم وارث معروف مطلقا ولو بعیدا او محروما برقی او کفر لا یعقلہ بیت المال و ہواصح کما بسطہ فی الحمانیۃ اور جس قاتل کا مشہور وارث ہو کسی طرح کا وارث ہو اگرچہ وارث بعید ہو یا محروم المیراث غلام یا کافر ہونے کے سبب سے تو اس کے مقتول کی دیت بیت المال نہ دے گا اور یہی قول صحیح ہے چنانچہ اس کو خانہ میں مشرح بیان کیا ہے ولا عاقلۃ لجم رہ جرم فی الدرر قالہ المصنف لعدم تناصرہم عجمیوں کا یعنی عرب کے سوا اور ملک کے رہنے والوں کا عاقلہ نہیں اسی پر یقین کیا ہے در میں یہ کہا ہے مصنف نے اپنی شرح میں ان کے عدم تناصر کے سبب سے وقیل لم یعواقل لانہم یتناصرون کالاساکفۃ والصیادین والصرفین والسرارجین قابل محلة القتال صغۃ عاقلۃ وکذلک طلبہ العلم قلت وبراہنہ الحلوانی وغیرہ خانہ اور بعضوں نے کہا کہ عجمیوں کے واسطے بھی عاقلہ ثابت ہیں اس واسطے کہ وہ باہم حمایت و مددگاری کرتے ہیں چنانچہ کفیش گراور صیاد اور صرف اور زین گر لوگ تو قاتل کے اہل محلہ اور اہل پیشہ اس کے عاقلہ ہیں اور اسی طرح طالب علم ہمدگر عاقلہ ہیں میں کہتا ہوں اور اسی کا فتویٰ دیا ہے شمس اللہ الحلوانی وغیرہ نے کذا فی الحمانیۃ زادنی الجعفی والحاصل ان التناصر اصل فی ہذا الباب و حۃ التناصر اذ احزابہم قوامہ فی کفایتہ وتمامہ فیہ مجتہد میں یہ زیادہ کہا ہے اور خلاصہ یہ ہے کہ اس باب یعنی اثبات عاقلہ میں تناصر اصل ہے اور تناصر سے مراد یہ ہے کہ جب اس کو کوئی سختی اور مصیبت پیش آوے تو لوگ اس کے ساتھ اٹھ کھڑے ہوں اس کی کاربرداری میں یعنی اس کو بچائیں اس کی تکلیف مال دیں اور اس کا پورا بیان مجھے میں ہے و فی تنویر البصائر معزیا للحافظیۃ والحق ان التناصر فیہم بالحرف فہم عاقلۃ لعلہ یحفظوا افرادہم القستانیہ اور تنویر البصائر میں حافظیہ سے منقول ہے اور حق یہ ہے کہ عجمیوں میں تناصر پیشوں کی وجہ سے ہے تو اہل پیشہ وہی عاقلہ ہیں ہمیشہ کے انتہی تو اس کو یاد رکھنا چاہیے اور اسی قول کو قبستانی نے ثابت رکھا ہے لکن جو ریشخنا الحانوتے ان التناصر منتف الا ان غلیۃ الحد والبغض وقنۃ کل واحد المکر وہ لصاحبہ فتنبہ لیکن ہمارے استاد حانوتی نے اس کی تحریر اور تنقیح کی ہے کہ بالفعل تناصر موجود نہیں حد والبغض کے غلبہ کے سبب سے اور ہر شخص اپنے ہم پیشہ کی بد حالی کا ازر و دہ ہے تو آگاہ ہیوم یہ وہی قول ہے جو زایدی صاحب مجتہد نے عرف خوارزم کا بیان کیا ہے قلت و حیث لا قبیلۃ ولا تناصر فالدیت فی مالہ او بیت المال میں کہتا ہوں اور جہاں نہ قبیلہ اور نہ برادری ہے اور نہ حمایت اور نہ مددگاری تو وہاں دیت قاتل کے مال میں ہے یا بیت المال میں م وجوب دیت کا بیت المال میں ظاہر الروایۃ مفتی بہ ہے اور وجوب مال قاتل کے مال میں روایت شاذ ہے چنانچہ مذکور ہو چکا میں کہتا ہوں مدد تناصر ہے چنانچہ فقہان نے اس کی تصریح کی ہے تو جس قوم میں تناصر و حمایت کن رائج ہے تو وہ لوگ اس کے عاقلہ ہیں اور اگر حمایت نہیں کرتے تو عاقلہ نہیں کذا فی الطحاوی واللہ تعالیٰ اعلم واستغفر اللہ الحسین



# کتاب الوصایا

یہ کتاب ہے وصایا کے احکام میں وصایا جمع ہے وصیت کی۔ وصیت شرعاً عبارت ہے تملیک بعد الموت سے چونکہ دنیا میں انسان کا آخر حال موت ہے۔ تو اس کتاب کا آخر کتاب میں لانا قبل از میراث مناسب ہوا وصیت اسم ہے بمعنی مصدر اور موصی بہ کو یعنی جس چیز کی وصیت کی جائے اس کو بھی وصیت کہتے ہیں اور ایسا عبارت ہے خیر کو وصی کرنے سے تلک خیر اس کی غیبت میں کام کرے خواہ موصی زندہ ہو یا مردہ مثلاً زید نے خالد سے کہا کہ باغ محمود کو دینا میری موت کے بعد تو زید تو موصی ہے اور خالد وصی ہے اور باغ موصی بہ ہے اور محمود موصی لہ لیعم الوصیۃ والایضاً یقال اوصی اے فلان اے جلد وصیا والاسم منه الوصایۃ وسیجی فی باب مستقل و اوصی فلان بمعنی ملکہ بطریق الوصیۃ وصایا عام اور شامل ہے وصیت اور ایسا کہ بولتے ہیں اوصی الی فلان یعنی اس کو وصی کیا اور وصایۃ اسم ہے ایسا سے اور وصی کے مسائل جدا باب میں آگے آویں گے اور بولتے ہیں اوصی فلان یعنی اس کو مالک کیا بطریق وصیت کے م طحاوی نے کہا لام اور اے کا تفرق کتب لغت سے معلوم نہیں ہوتا تو اگر یہ تفرق اصطلاحی ہے تو اصطلاح میں کچھ نزاع کا مقام نہیں اور یہی معلوم ہوتا ہے صاحب درر کے کلام سے اور شارح اس بیان میں تابع ہے صاحب درر کا نمینند ہی تملیک مضاف الی ما بعد الموت عیناً کان او دینا تو اس وقت میں یعنی بعد تفرق وصیت اور ایسا کے معلوم کرنا چاہیے کہ وصیت تملیک ہے مضاف بما بعد موت کے خواہ تملیک کی شے عین ہو یا دین یعنی بطریق التبرع لیخرج نحو الاقرار بالدين فانه نافذ من کل المال کما سجدی میں کہتا ہوں تملیک سے تملیک بطریق احسان کے مراد ہے تاکہ مانند اقرار کرنے دین کے وصیت سے نکل جاتے۔ اس واسطے کہ دین کا اقرار نافذ ہے تمام مال سے چنانچہ آگے آوے گا یعنی بخلاف وصیت کے کہ وہ ثلث مال سے نافذ ہے م بعضوں نے کہا اقرار دین عبارت ہے اظہار مافی الذمہ سے نہ تملیک بعد الموت سے تو وہ تو فقط تملیک کے لفظ سے خارج ہے ارادۃ احسان کی کچھ حاجت نہیں ولاینافیہ وجوبہا لحقہ تعالیٰ فائدہ اور تبرع کے مخالف نہیں وصیت کا واجب ہونا حق تعالیٰ کے حق کے سبب سے سو اس کو تامل کر م یہ جواب ہے سوال مقدمہ کا تقریر سوال یہ ہے کہ جب وصیت کی یہ تعریف ہوتی تو وہ تملیک



ہے بطریق تبرع اور احسان کے اور حالانکہ زکوٰۃ اور کفارات وغیرہ حقوق ربانی ہیں وصیت واجب ہے پھر جب واجب ہوئی تو تبرع کہاں۔ اس واسطے کہ تبرع عبارت ہے عدم وجوب سے شارح نے جواب دیا کہ یہ وجوب منافی تبرع کے نہیں ہے اور یہ لفظ تامل وقت جواب کی طرف اشارہ کیا یعنی وجوب حق اللہ جب موت سے ساقط ہو گیا تو تبرع کے مشابہ ہو گیا اور ویوں عباد کے مانند نہوا کذا فی الجلبی وہی علی ما فی المجتبی اربعۃ اقسام واجبۃ بالزکوٰۃ والکفارات وفدیۃ الصیام والصلوۃ التي فرط فیہا ومباحۃ لغنہ ومکروہ لاہل الفسق والاکمستحبۃ اور بنا براس کلام کے جو مجتبیٰ میں ہے وصیت چار قسم ہی واجب ہے وصیت واسطے زکوٰۃ اور کفارات اور فدیہ صیام اور صلوۃ کے جن کے ادا کرنے میں مسلمان نے قصور کیا اور وصیت مباح ہے مالدار کے واسطے اور مکروہ ہے فاسق ناجوروں کے واسطے اور ان کے سوا وصیت مستحب ہے م وجوب زکوٰۃ وغیرہ کی وصیت زلعی میں مذکور ہے تو اس کو زلعی کی طرف نسبت کرنا مناسب تھا اور مجتبیٰ میں اس کو مستحب میں شمار کیا ہے۔ عبارت مجتبیٰ کا ترجمہ یہ ہے کہ وصیت چار قسم ہے واجب ہے چنانچہ رد ودائع اور دیون مجہولہ کی وصیت اور مستحب ہے چنانچہ کفارات اور فدیہ صلوۃ اور صیام اور ان کے مانند کی وصیت اور مباح ہے جیسے اغنیاء اجانب اور اقارب کے واسطے وصیت اور مکروہ ہے جیسے اہل فسق اور معاصی کے واسطے وصیت کرنا انتہی کذا فی الطحاوی ولا تجب للوالدین والاقربین لان آیت البقرۃ منسوخۃ بآیت النساء اور وصیت کرنا والدین اور اقرباء کے واسطے واجب نہیں اس واسطے کہ سورۃ بقرہ کی آیت سورۃ نسا کی آیت سے منسوخ ہے م سورۃ بقرہ کی یہ آیت ہے (کتب علیکم اذا حضر احدکم الموت ان ترک خیر الوصیۃ والاقربین) یعنی حق تعالیٰ نے فرمایا کہ مفروض ہوا تم پر جب حاضر ہو تم میں کسی شخص کو موت اگر کچھ مال چھوڑے وصیت کرنا ماں باپ اور قرابت والوں کے واسطے اور سورۃ نسا کی آیت سے آیت المورثہ مراد ہے جو نسخ ہے سورۃ بقرہ کی آیت مذکور کو یہی مذہب ہے ابن عمر اور عکرمہ اور مجاہد اور مالک اور شافعی اور اکثر اہل تفسیر کا اور ہمارے اکثر اصحاب نے کہا ہے کہ سورۃ بقرہ کی آیت منسوخ ہے اس حدیث سے جو چند صحابہ کبار سے مروی ہے از آنجلہ ابو امامہ باہلی کی حدیث ہے جو ابو داؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ میں مروی ہے کہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم خطب فقال ان اللہ تعالیٰ قد اعطی کل ذی حق حقہ فلا وصیۃ الوارث یعنی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ پڑھا۔ پھر فرمایا کہ حق تعالیٰ نے ہر حق دار کا حق ادا کیا تو اب وصیت نہیں وارث کے واسطے ترمذی نے کہا یہ حدیث احسن ہے اور اس حدیث مشہور کو اکثر علماء نے قبول کیا اور اسی حدیث مشہور سے نسخ کتاب جائز ہے ہمارے نزدیک اور یہ حجت ہے امام شافعی پر کہ وہ نسخ کتاب کی حدیث سے معتقد نہیں کذا فی العینی شرح الہدایۃ بہا ما ہو سبب التبرعات وصیت کا سبب وہ ہے جو تبرعات یعنی عبادات غیر واجبہ کا سبب ہے م مروی نے کہا وصیت کا وہ سبب ہے جو وصیت کے محاسن میں مذکور ہے یعنی جو اعمال فوت ہو گئے ہیں ان کا مدار کرنا مال کو صرف کر کے اس حالت میں کہ مال کی کچھ حاجت نہ رہے تاکہ انجام میں کام آوے مجتبیٰ میں ہے کہ اہم وظائف دینیہ معارف یقینیہ کے بعد ملا فی تقصیر اور اصلاح فساد کی معرفت ہے اور مظالم اور حقوق عباد کا تذکرہ کرنا اور اعمال کا زیادہ کرنا انقراض مال کے وقت اس واسطے کہ ہر مخلوق زندہ کے واسطے موت ضروری ہے اور وہ امر وصیت ہے جس کو

قرآن مجید میں تاکید لہا یہ ہے آیت الوارث میں اس طرح کہ من بعد وصیت یوصی بہا و دین اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حق تعالیٰ نے تمہارا تمہائی مال تم پر عطا کیا تمہاری آخر عمر میں تمہارے اعمال زیادہ ہونے کے واسطے اور فرمایا کہ اس مرد کو حلال نہیں جو خدا کا اور پچھلے دن کا ایمان رکھتا ہو اور وہ مالدار ہو اور وصیت کرے یا ارادہ رکھتا ہو یہ کہ سورہے گھر اس کی وصیت اس کے سر کے پاس ہو اتنے حموی نے قاضی خان سے فرغ نفیس یاد رکھنے کے لائق نقل کی۔ وہ یہ ہے کہ جب آدمی نے وصیت کا ارادہ کیا اور اس کی اولاد صغار ہے۔ شیخین نے کہا کہ مال چھوڑ جانا اپنی اولاد کے واسطے افضل ہے اور اگر اولاد کبار ہے اور مال محفوظ ہے امام نے کہا کہ اس کو وصیت کرنا لائق نہیں اور اگر مال زیادہ ہے اور وارث غنی ہیں تو امور واجبہ سے وصیت کی ابتدا کرے اور اگر اس پر کچھ واجب نہیں رہا تو اول قرابت کے واسطے وصیت کرے اور اگر قرابت باغیاہ ہیں تو پڑوسیوں کے واسطے وصیت کرے کذا فی الطحاوی و شرائطہا کون الموصی الی التملیک فلم تجز من صغیر و محنون و محاب الا اذا اصاب الحق کہ اسبغی اور وصیت کی شرطوں میں سے ہونا ہے موصی کا لائق مالک کرنے کے تو وصیت جائز نہیں ہے۔ صغیر اور محنون اور محاب کا تب سے گھب کہ محاب وصیت کو اپنے آزاد ہو جانے کی طرف نسبت کرے تو جائز ہے چنانچہ آگے آدے کا و عدم استغراقہ بالمدین لتقدم علی الوصیۃ کما یجوز اور عدم استغراق مال کا دین کے ساتھ شرط ہے بسبب مقدم ہونے دین کے وصیت پر چنانچہ آگے آدے کا۔ و کون الموصی لہ حیا وقتہا تحقیقا و تقدیرا لئیل الحی الموصی لہ فافہم فانہ یسقط ایراد الشرین الیہ اور موصی لہ جس کے لئے وصیت کی گئی اس کا زندہ ہونا وصیت کے وقت شرط ہے خواہ وہ تحقیقا زندہ ہوتا تقدیرا تاکہ موصی لہ کو حیات تقدیری شامل رہے۔ سو اس کو بوجہ لے کہ اس تعصیم سے شرط کا اعتراض صادق ہوتا ہے صاحب درر نے کہا کہ موصی لہ کی حیات وصیت کے وقت شرط ہے۔ اس واسطے کہ اگر وہ وصیت ہو تو وصیت باطل ہے شرط لالی نے اس پر اعتراض کیا کہ محل کے واسطے وصیت کرنا صحیح ہے دلائل حیات کہاں ہے۔ شارح نے اس کا جواب دیا حیات تقدیری کا لفظ زیادہ کر کے و کونہ غیر وارث وقت الموت اور موصی لہ موت کے وقت وارث نہ ہونا شرط ہے م یعنی موصی لہ موصی کا وارث نہ ہو موصی کی موت کے وقت۔ اور اگر وصیت کے وقت وارث ہو اور موت کے وقت وارث نہ ہو تو وصیت صحیح ہے و لعلی میں ہے کہ اگر ایک شخص نے اپنے بھائی کے واسطے وصیت کی اور حالانکہ وہ وارث ہے پھر موصی کا بیٹا پیدا ہوا تو بھائی کے حق میں وصیت صحیح ہے یعنی اس واسطے کہ بیٹا ہونے سے بھائی موصی کا وارث نہ رہا موت کے وقت اور اگر موصی کا بیٹا ہے اور اس نے اپنے بھائی کے واسطے وصیت کی پھر بیٹا مر گیا قبل از موت موصی کے تو وصیت باطل ہے کیونکہ موصی لہ وارث ہے موت کے وقت اگرچہ وصیت کے وقت وارث نہ تھا ولا قاتل اور موصی کا قاتل نہ ہونا موصی کا شرط ہے وصیت کی خواہ اس نے وصیت قبل از قتل کی ہو پھر اس نے قتل کیا ہو یا بعد زخمی ہونے کے وصیت کی ہو بہر صورت وصیت باطل ہے کذا فی الطحاوی و لعلی و لعلی شرط کو نہ معلوما قلت نعم کما ذکرہ ابن سلطان و یرونی الباب الاثنی عشر ہے ہونا موصی لہ کا معلوم یا نہیں میں کہتا ہوں ہاں اس کا معلوم ہونا شرط ہے چنانچہ ابن سلطان وغیرہ نے اس کو ذکر کیا ہے باب آئندہ میں موصی لہ کا علم بالوصف کافی ہے چنانچہ فقیر اور مسکین کذا فی الطحاوی۔ کون الموصی بہ قابل التملیک بعد موت الموصی بعقد من العقود مالا و نفعا موجود الحال ام معدوما اور شرط ہے وصیت کی ہونا موصی بہ کا یعنی جس چیز کی وصیت ہوئی وہ بعد موصی کے قابل ہو تملیک کے بواسطہ کسی عقد سے خواہ مال ہو یا منفعت بالفعل موجود ہو یا معدوم معدوم ہو یعنی علی خطر الوجود جیسے باغ کے پھلوں کی وصیت کرنا فلاں نے شخص کے واسطے جب تک کہ وہ زندہ ہے یا ملت مال کی وصیت کی اور حالانکہ موصی کا کچھ مال نہیں پھر اس نے مال پیدا کیا تو موصی لہ ملت مال کا متحق ہوگا۔ اس کی موت کے لئے صحیحہ وصیت کے کہ وصیت کی جاد سے یا عرض کے۔ غرض راہ الطحاوی عن ابی ہریرۃ کذا فی العینی۔



وقت اگر ثلث کی وصیت ہو کذا فی الطحاوی مختصر اوان یكون بمقدار الثلث اور یہ شرط ہے کہ موصی بمقدار ثلث مال کے ہوم طحاوی نے کہا یہ لزوم وصیت کی شرط ہے ورنہ کہنا قولہ وصیت بکذا الفلان واما یجری مجراہ من اللفاظ المستعملة فیہا اور وصیت کا رکن موصی کا یہ قول ہے کہ میں نے وصیت کی اس چیز کی فلا نے شخص کے واسطے اور جو اس کے قائم مقام ہو ان الفاظ سے جو وصیت میں مستعمل ہوتے ہیں۔ م چنانچہ یوں کہنا کہ میں نے اپنا تہائی مال اپنی موت کے بعد فلا نے شخص کے لئے ٹھہرایا دینی البدائع رکنا ایجاب والقبول وقال زفر ایجاب فقط اور بدائع میں ہے کہ وصیت کا رکن ایجاب اور قبول ہے اور زفر نے کہا کہ نقطہ ایجاب رکن ہے م غایۃ البیان میں ہے ہمارے نزدیک وہ قبول شرط ہے وصیت کی جو موت کے بعد ہو تو جو قبول یا رد کہ موصی کی زندگی میں ہو وہ باطل ہے اس واسطے کہ وصیت تلبیک متعلق بموت ہے تو موت سے پہلے قبول اور رد شمار کے لائق نہیں اس واسطے کہ قبول نہیں ہوتا ایجاب سے پہلے انتہی لمخالفت المراد بالقبول ما لیم الصریح والدلالة بان موت الموصی لا یقبل کما سبھی میں کہتا ہوں اور قبول سے مراد ہے جو شامل ہو صریح اور دلالت کو اس طرح کہ موصی لمیر جائے موت کے بعد بدون قبول کرنے کے چنانچہ آگے آوے گا م موصی لہ کا مرنا موصی کے بغیر ہی قبول ہے تو وصیت کی چیز کا وارث ہوگا موصی لہ کا وارث اور قبول بالفعل قبول بالقول کے برابر ہے۔ چنانچہ موصی کی وصیت کو جاری کرنا اور اس کے وارثوں کے واسطے خریدنا یا اس کا دین ادا کرنا کذا فی العالمگیریۃ عن محیط الرضی وحکمہا کون الموصی بہ ملک جدید الموصی لہ کما فی الہیۃ فیلوم استبراء الجاریۃ الموصی بہا اور حکم یعنی اثر مترتب وصیت کا ہونا موصی بہ کا ملک جدید موصی لہ کی چنانچہ یہ میں ملک جدید حاصل ہوتی ہے محبوب لہ کہ تو موصی لہ کو وصیت کی جاریہ کا استبراء لازم ہوگا وتجاوز بالثلث للاجنبی منعدم المانع وان لم یخیر الوارث ذلک اور تہائی مال کی وصیت جائز ہے اجنبی شخص کے واسطے و در صورت عدم مانع .... اگرچہ موصی کے وارث اس کی جائز نہ رکھیں م مانع وصیت چنانچہ قتل یا مستغرق بدین ہونا وارث کی اجازت کا محتاج نہیں حدیث مذکور کی دیں سے یعنی حق نہ لانی نے تمہارا تہائی مال تم پر تصدق کیا تمہاری آخر عمر میں تمہارا مال زیادہ ہو لا الزیادۃ علیہ الا ان تجیر ورثۃ بعد موتہ ولا تعتبر اجازتہم حال حیوۃ اصول بعد وفاتہ وہم کبار نہیں جائز ہے تہائی مال سے زیادہ وصیت کرنا اگر اس صورت میں جائز ہے جب کہ موصی کے وارث بالغ اس کی موت کے بعد اجازت دیں اور وارثوں کی اجازت موصی کی زندگی میں معتبر نہیں بلکہ اس کی وفات کے بعد معتبر ہے م حیات موصی میں وارثوں کی اجازت اس واسطے معتبر نہ ہوتی کہ ہنوز ان کا حق ثابت نہیں اس واسطے کہ میراث کا حق مورث کی موت سے ثابت ہوتا ہے اور اگر وارث صغیر ہے تو وارث کبیر کی اجازت وارث صغیر کے حق میں نافذ نہ ہوگی اور اس کے ولی کی تہائی مال سے زیادہ وصیت کرنا جائز نہیں سعد بن وقاص کی حدیث سے جو صحاح ستہ میں مروی ہے۔ سعد نے کہا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میرا مال بہت ہے اور میری بیٹی فقط وارث ہے تو میں اپنے تمام مال کی وصیت کرتا ہوں تو فرمایا کہ نہیں پھر میں نے کہا کہ وہ تہائی مال کی وصیت کرتا ہوں فرمایا نہیں کہا نصف مال کی وصیت کر دوں فرمایا نہیں کہا تہائی مال کی وصیت کر دوں فرمایا تہائی مال کی وصیت کر اور تہائی بہت ہے یعنی وصیت کے واسطے یعنی معتبر نہ وارثا اور غیر وارث وقت الموت لا وقت الوصیۃ علی عکس اقرار المرلین قوارث یعنی وارث یا غیر وارث ہونا موصی کی موت کے وقت معتبر ہے نہ وصیت کے وقت برعکس اقرار کرنے مرلین کے وارث کے واسطے م مرلین کے قولہ میں وارث ہونا یا غیر وارث ہونا اقرار کے وقت معتبر ہے اس واسطے کہ اقرار تصریح ہے فی الحال کا برخلاف وصیت کے تو اگر مرلین نے اقرار کیا ایک شخص کے واسطے اور حالانکہ وہ اس کا وارث نہیں تو اقرار جائز ہے اگرچہ وہ شخص بعد اس کے اس کا وارث ہو جائے لیکن یہ شرط ہے کہ وہ وارث ہو حادث سبب کی جہت سے بعد اقرار کے چنانچہ عورت اجنبی کے واسطے اقرار کیا پھر اس سے نکاح کیا اور اگر وارث ہو قدیم سبب کی جہت سے تو اقرار صحیح نہ ہوگا۔ چنانچہ اس بھائی کے واسطے اقرار کیا جو محبوب تھا مقرر کے فرزند کے سبب سے پھر بعد اس کے فرزند مرگیا کذا فی الطحاوی وندیت باقل منہ ولو عند غنیۃ واد استفتائہم بحصہم اور محتجب ہے کثر از ثلث سے وصیت کرنا اگرچہ وصیت کمتر از ثلث کی وارثوں کی تو انگری کے ساتھ ہر میراث کے حصوں

کے سبب سے انکو استغفار حاصل ہوا ہو کتر کما اے کما ندب ترکہا بل احد ہما اے غنی اور استغفار لہذا حینذ صلوۃ و صدقہ جیسے وصیت کا ترک کرنا مستحب ہے بدون تو انگری یا استغفار و رشتہ کے یعنی جب کو وارث نہ ہو و والدہ ہوں نہ میراث کے حصوں سے ان کو استغفار حاصل ہو تو اس صورت میں ترک وصیت مطلقاً مستحب ہے اس واسطے کہ ترک وصیت اس وقت میں صلوہ بھی ہے اور صدقہ بھی ہے م یعنی جب وارث محتاج ہیں اور مورث مال چھوڑ گیا تو اس کو صلوہ بھی کا بھی ثواب ملے گا اور خیرات کا بھی اور وصیت میں اجنبی پر نقطہ خیرات کرنے کا ثواب ہے حالانکہ قرابت دار پر خیرات کرنا افضل ہے اجنبی کی خیرات سے چنانچہ مسند احمد میں ابویوب انصاری سے حدیث مرفوعہ مروی ہے کہ افضل الصدقۃ علی ذی الرحم الکما فتح کذانی العینی یعنی بہتر صدقہ اس قرابت دار پر ہے جو عداوت مخفی رکھتا ہے تہیکہ میں طحاوی قبستانی من الظہیر یہ سے منقول ہے کہ مقدار استغفار امام کے نزدیک یہ ہے کہ ہر وارث چار ہزار درہم کا وارث ہو اور فضل سے روایت ہے کہ ہر وارث دس ہزار درہم کی میراث پادے و تو خر عن الدین التقدیم حق العبد اور وصیت متاخر ہے دین سے یعنی اولیٰ دین کے بعد وصیت کا رتبہ ہے بسبب مقدم ہونے حق العبد کے م حق العبد حق الشرع پر مقدم ہے اگرچہ حق شرع واجب ہو اس واسطے کہ شرع کا حق نماز اور زکوٰۃ وغیرہ کا ساقط ہو جاتا ہے موت سے چنانچہ اپنے محل میں مذکور ہے تو وصیت تبرع کے مانند ہوئی کذانی المنع وصیت بالکل عند عدم ورثتہ ولو حکا کست من لعدم المزاحم اور وصیت صحیح ہے تمام مال کی عدم ورثتہ کی حالت میں اگرچہ موصی کا حکماً وارث ہو مانند مستامن کے عدم مزاحم کے سبب سے م یعنی جب کہ مستامن نے اپنے تمام مال کی وصیت کی تو وصیت صحیح ہے اگرچہ اس کے وارث میں وارث ہوں کذا ذکرہ ابو المسودہ در میں ہے تعلق حق وارث مانع تھا وصیت کا پھر جب کہ وارث منتفی ہوا تو وصیت صحیح ہو گئی و لمملو کہ بثلاث مالہ اتفاقاً و تكون وصیتہ بالحق فان فرج من الثلث فیما دالاسی فی بقیۃ قیمۃ وان فضل من الثلث شیء فہو لہ اور اپنے غلام کے واسطے تہائی مال کی وصیت صحیح ہے بالاتفاق اور یہ اس کی آزادی کی وصیت ہو گی تو اگر غلام نکل آیا تہائی مال فہو المار و در نہ اپنی باقی قیمت کے ادائیگی کو کشش کرے اور اگر تہائی مال قیمت سے زیادہ ٹھہرا تو وہ اس غلام کا ہے م اگر موصی کا مال درم اور دینار ہے تو اگر تمام مال ۲۰۰ درم ہے اور غلام کی قیمت ۱۰۰ درم ہے تو غلام آزاد ہو گیا اور اگر اس کی قیمت ۱۲۰ درم ہے تو ۲۰ درم کی کمائی کر کے ادا کرے تب آزاد ہو اور اگر اس کی قیمت ۸۰ درم ہے تو ۲۰ درم غلام یاد بیجا اور اگر موصی کا مال نقد نہیں اسباب ہے تو اس کی تفصیل فتاویٰ مالگیری مذکور ہے و بدنا نیر و در اہم مسئلۃ لا تصح فی الاصح کما لا تصح لعین من عین مالہ اور اگر اپنے غلام کے واسطے دنانیر یا در اہم غیر متعینہ کی وصیت کی تو صحیح نہیں جیسے وصیت صحیح نہیں موصی کے اجناس مال سے ایک جنس کی م در میں خلاصہ سے منقول ہے کہ اگر غلام کے واسطے اپنے مال سے کسی جنس کی وصیت کی تو صحیح نہیں اور اگر ثلث مال کی مطلقاً وصیت کی تو صحیح ہے اور یہ عتق کی وصیت ٹھہرائی گئی اور اگر دس درم یا دس دینار غیر متعین کی وصیت کی تو نام نسفی نے کہا کہ اصح یہ ہے کہ صحیح نہیں جیسے جنس کی وصیت صحیح نہیں انتہی مخطا دی نے کہا دینار اور درم میں عدم تعین کی قید اس واسطے لگائی کہ اس کی صحت متوہم تھی اور تعین کی صورت میں تو جنس کے مانند وصیت صحیح نہیں وصحت لمکاتب لنفسہ او لمدرہ او لام ولدہ استحساناً لا لمکاتب وارثہ اور وصیت صحیح ہے اپنے ذاتی مکاتب کے واسطے اور اپنے دربار اور اپنے ام ولد کے واسطے بطریق استحسان کے نہ اپنے وارث مکاتب کو واسطے وصحت لمکاتب وصیت صحیح جاری و باقی ہذا لفلان اور وصیت صحیح ہے جس کے واسطے اور جس کی وصیت غیر کیواسطے درست ہے چنانچہ مالک کا یوں کہنا کہ میں نے وصیت کی اپنی اس لونڈی کے محل کی یا اپنے اس جانور کے محل کی فلا نے شخص کے واسطے م اور محل کے واسطے اس طرح وصیت ہے کہ مالک کہے کہ میں نے فلانی لونڈی کے محل کے واسطے اس قدر درم کی وصیت کی کذانی الدرر ثم انما تصح ان ولد المحل لا قل من ستمۃ اشہر لونڈی الحی علی جیاد و لو تیاہی معتدۃ عین الوصیۃ فلا قل من متین بدلیل ثبوت نسبہ اختیار و جو ہرہ پھر معلوم کرنا چاہیے کہ وصیت مذکورہ اسی وقت صحیح



جب کہ بچ پیدا ہوا ہو چھ مہینے کی مدت سے کم تر میں اگر حاملہ کا زوج زندہ ہو اور اگر شوہر اس کا مردہ ہو اور حالانکہ حاملہ عدت میں ہو وصیت کے وقت تو مال سے کم تر مدت موت یا طلاق سے کذا فی الطحاوی مشروط ہے بدلیں ثابت ہونے اس کے نصیب کے کذا فی الاختیار والمجاہدہ ولا فرق بین آدمی ومن الحيوانات اور کچھ فرق نہیں آدمی وغیرہ میں حیوانات سے یعنی حمل موصی لہ اور موصی بہ میں آدمی اور غیر آدمی برابر ہیں فلواوصی بھائی بطن دابہ فلان کسفق صحیح تو اگر وصیت کی اس بچہ کے واسطے جو فلا نے کے جانور کے پیٹ میں ہے تا اس پر صرف کیا جائے تو صحیح ہے واما حمل لادمی مستہ اشہر وللغیل حدی  
سنۃ دلائل والخیل والحمار سنۃ والبقر تسعة اشہر وللشاة خمسہ اشہر وللنور شہران وللکلب اربعون یوماً وللطیر احد وعشرون یوماً تہستانی مغز یا لاستیفار اور  
رحت حمل یعنی اقل مدت حمل کی آدمی کے لئے چھ مہینے میں اور بامحی کیلئے گیارہ برس ہیں۔ اور ادنیٰ اور گھوڑی اور گدھی کے واسطے ایک سال اور  
تے کے واسطے نو مہینے اور بھڑ بکری کے واسطے پانچ مہینے اور بلی کے واسطے دو مہینے اور کتے کی واسطے چالیس دن اور چڑیا کے لئے ۲۱ دن ہیں  
پہ قہستانی میں ہے منسوب باستیفار من وقتما ہی وقت الوصیۃ وعلیہ المتون وصیت کے وقت اقل مدت حمل کا اعتبار ہے اور اسی قول پر متون فقتہ  
مثال ہیں ہم شارح نے اشارہ کیا کہ یہی قول متمد ہے اور اقوال سے فی النبیۃ من وقت موت الموصی اور نہایت یہ میں ہے کہ موت موصی کے وقت سے اقل  
عمل کا شمار ہے فی السکافی الیفیدانہ من الاول ان کان لہ ومن التانی ان کان بہ اور کافی میں وہ عبارت ہے جو اس سے مفید ہے کہ اگر حمل بھی  
ہے تو ابتدائے مدت حمل وصیت کے وقت سے شمار ہوگی اور اگر حمل موصی بہ تو موصی کی موت سے شمار ہوگا زار فی المنزوات مع الہبت للحمل لعدم قبضہ ولا ولایۃ  
علیہ لیتقبض عنہ زلیع وغیرہ کنز میں اس قدر زیادہ بیان کیا اور صحیح نہیں میرے حمل کے واسطے اس کے عدم قبض کے سبب سے اور اس پر کسی کی ولایت  
ہے تاکہ ولی اس کی طرف سے ہو پھر قبضہ کرے کذا فی الزلیع وغیرہ فلو صالح ابوہمحل عنہ باوصی لہ لم یجز لہ لا ولایۃ لاب علی الجنین دوا بیتیہ تو اگر بچہ شکم  
پ اس کی طرف سے معالجت کسے لغرض اس کے جو بچے کے واسطے وصیت ہوا تو جائز نہ ہوگا اس واسطے کہ باپ کی ولایت ثابت نہیں بچہ شکم  
کذا فی الولو المجتہ قلت وہ علم جواب حادثۃ القوی وہی لیس للموصی ولو تخار التفرق فیا وقت للمحل بل قالوا محل لایلی ولا یولی علیہ میں کہتا ہوں اور بیان  
ن سے حادثۃ منتوی کا جواب معلوم ہو گیا وہ یہ ہے کہ وصی اگرچہ مختار ہو اس کو تصرف کرنا جائز نہیں اس میں جو حمل کے واسطے وقف ہوا بلکہ نقباء  
سے کہ حمل یعنی بچہ شکم کی ولایت نہیں کسی پر اور نہ کسی کی ولایت اس پر ہے وصحت بالامتر الا حملہا اور لونڈی کی وصیت بدون اس کے  
کے صحیح ہے یعنی اگر لڑکے کے میں نے وصیت کی اس لونڈی کی فدیے شخص کے واسطے مگر اس کے پیٹ کا بچہ وصیت میں داخل نہیں تو یہ  
ہے لہذا تقریر ان کی واضح افرادہ بالحقہ صحیح استناد منہ والافان لونڈی کی وصیت بدلتل کے اس واسطے صحیح ہے کہ ثابت ہو چکا ہے کہ اصول میں کہیں  
جہ ذکر کرنا عقد میں صحیح ہے تو اس کا نکال لینا بھی عقد سے صحیح ہے اور جیسا کہ نہیں اس کا نکالنا بھی صحیح نہیں یعنی چونکہ افراد حمل کا عقد وصیت میں  
صحت ہے تو اس کا استثنا بھی وصیت سے صحیح ہوگا ومن المسلم للذی وبالعکس اور وصیت صحیح ہے مسلمان سے کافر ذمی کے واسطے اور اس کے  
اس ذمی کی وصیت مسلمان کے واسطے درست ہے ہم دلیں صحت اول کلام الہی ہے (لانیہاکم اللہ عن الذین لم یقاتلکم فی الدین ولم یخرجکم من ديارکم  
تبرؤم) یعنی نہیں روکتا تم کو اللہ تعالیٰ ان کافروں پر احسان کرنے سے جو تم سے نہیں لڑے دین میں اور نہیں نکالا تم کو تمہارے گھروں سے اور  
نت ثانی کی دلیل یہ ہے کہ عقد ذمی سے ذمی مسلمان کے برابر ہو گیا معاملات میں تو احسان دونوں طرف سے درست ہوا حیات میں اسی طرح کلمات میں  
کذا فی الدرر لا حر بی فی دارہ اور وصیت جائز نہیں مسلمان کی کافر ذمی کے واسطے دار الحرب میں اس واسطے کہ وصیت حسن سلوک اور احسان ہے  
ممنوع میں کفر متقابلین پر احسان سے لقول تعالیٰ (انما ینکم اللہ عن الذین قاتلکم فی الدین) حق تعالیٰ نے فرمایا کہ یہی بات سے کہ اللہ تعالیٰ تم کو  
روکتا ہے ان کافروں کے احسان سے جو تم سے دین میں لڑے ہیں کذا فی الدرر عن الجامع الصغیر قید بدارہ لان المستامن کالذمی کما افادہ

المصنف نے عدم جواز وصیت میں دار الحرب کی قید لگائی اس واسطے کہ مستامن ذمی کے مانند ہے وصیت میں چنانچہ یہ فائدہ ملاحظہ کرنے میں بیاد کیا ہے بحث کی راہ سے ہم ملاحظہ کرنے کے واسطے مذکور ہے اور میر کبریٰ میں جواز مفہوم ہوتا ہے وجہ توفیق بن الکتانین یہ ہے کہ عدم جواز مقید بدار الحرب سے تو یہ حتمی ہے اسی حربی سے جواز الحرب میں نہیں یعنی مستامن یہی مراد ہے میر کبریٰ کہ حصر بی مستامن کے واسطے درست ہے انتہی طوطاوی نے کہا کہ افادہ مذکور کے بیان کی کچھ حاجت نہیں اس واسطے کہ مستامن کا مسئلہ صریح مذکور ہے کتب فقہ میں قلت دیہ صرح الحدادی والذلیعی وغیرہ سیحی تنانی وصایا الذمی میں کتاہوں اور جواز وصیت مستامن کی تصریح کی ہے حدادی اور زلیعی وغیرہ نے اور آگے تن آدے گا ذمی کی وصایا میں ولا لوارث وقاتلہ مباشرة لا تسبیا كما مر اور درست نہیں ہے وصیت اپنے وارث اور اپنے قاتل کے واسطے جس نے موسیٰ کو بطریق مباشرت قتل کیا ہو نہ تہ سبب کے چنانچہ مذکور ہو چکا کہ سبب قتل حقیقی نہیں مگر حدیث مروع میں وارد ہے کہ أَبُو بَكْرٍ قَتَلَ الْقَاتِلَ قَتْلَ سَبَبٍ حَسْبِهِ ضَعْفُ حُجْرٍ غَيْرِ مُلْكٍ كَذَا فِي الدَّرَجَةِ قبل از قتل کے ہو یا بعد جرات کے بدیں طوق حدیث کے کذا فی النسخ الی باجازه ورثۃ تقویٰ عید الصلوٰۃ والسلام لا وصیۃ لوارث الا ان یخیر بالامور الذلیعی عنہ وارث آخر کہ یفیدہ آخر الحدیث و تحقیق وارث کے واسطے وصیت درست نہیں مگر موسیٰ کے وارثوں کی اجازت سے درست ہے بدیل قول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصیت نہیں وارث کے واسطے مگر یہ کہ وصیت کو وارث جواز رکھیں یعنی جب دوسرا وارث موجود ہو تب وارث کے واسطے وصیت درست نہیں چنانچہ آخر حدیث اس پر دلالت کرتی ہے چنانچہ اس کی تحقیق ہم عنقریب بیان کریں گے وَمِمَّنْ كَبَاهُ عَقْلًا نَلَمَ غَرَابَازَةً صَغِيرًا وَخُنُونَ اور اگر وہ اجازت دینے وارث بالغ ہوں تو وارث صغیر اور خنوں کی اجازت جواز ہوگی۔ واجازۃ المرئین کا ابتداء وصیت اور وارث مرئین کی اجازت ابتداء وصیت کے مانتہ ہم یعنی اگر وارث بالغ مرئین نے وصیت کی اجازت دی تو اس کو شفا ہوگی تو وصیت صحیح ہوگی اور اگر مرئین مرگیا اسی مرض سے تو اگر موسیٰ لہ مرئین کا بھی ہے تو اجازت مرئین کی جواز نہ ہوگی جب تک مرئین کے اور وارث اس کی موت کے بعد اجازت نہ دیں اور اگر موسیٰ لہ اجلی ہے وارث نہیں تو اجازت جاز ہے اور یہ ثلث مال سے معتبر ہے کذا فی النسخ و اجازۃ البعض در البعض جاز علی البیض بقدر حصہ اور اگر بعض وارثوں نے اجازت دی اور بعضوں نے دی تو اجازت دینے والے پر بہ قدر اس کے حصے کے وصیت جاز ہوگی اَوْ یُکُونُ الْقَاتِلُ صَبًا یُحْتَوٰی فِی جُزْءٍ اَوْ اَبَا اَبَا یَسَیْءُ لَلْعُقُوبَةِ یا کہ قاتل یا مجنون ہو تو وصیت جاز ہے بدون اجازت وارثوں کے اس واسطے کہ دونوں عقوبت کے لائق نہیں اولم یکن لہ وارث سواہ کی النبیہی سواہی الوصی لہ القاتل او الوارث حتی الوادی نزدیکہ ادہی لہ کم یکن ثم وارث آخر تصح الوصیۃ ابن اکمال یا موسیٰ کا کوئی وارث نہ ہو سوائے اس کے کذا فی النسخ یعنی سوائے قاتل اور وارث موسیٰ لہ کے تو اگر وصیت کی اپنی زوجہ کو یا زوجہ نے وصیت کی اپنے زوج کو اور دہاں کوئی وارث نہیں تو وصیت صحیح ہے کذا ذکرہ ابن اکمال زاد فی الحجیۃ فلو اوصت زوجہا النصف کان لہ النصف مجیبہ میں اتنا زیادہ کیا تو اگر زوجہ نے اپنے زوج کے واسطے نصف مال کی وصیت کی تو تمام مال اس کا ہوگا یعنی جب کہ زوجہ کا کوئی وارث نہ ہو سوائے زوج کے تو نصف مال بطریق وصیت کے اس کا ہو اور نصف بطریق میراث قلت و انما قیدہ و ابلا زوجین لان غیرہا لا یتاج الی الوصیۃ لانہ یرث النصف براد و رحم و قد قد مناه فی الاقرار معز بالشرع لہ فی کتاہوں اور فقہیوں نے زوجین واسطے قید لگائی کہ زوجین کے سوا اور وارث کو وصیت کی کچھ حاجت نہیں اس واسطے کہ وارث ہوگا تمام مال کا و میراث یا قرابت کی وجہ سے اور ہم اس کو مقدم ذکر کر چکے ہیں کتاب الاقرار میں شریعہ لہ کی طرف نسبت کر کے و فی فتاویٰ النوائل اوصی رجل بکل مالہ و مات ولم یرک وارثا الا امر فان لم یخیر فلہا السدس و الباقی للموسیٰ لہ لان لہ الثلث بلا اجازۃ فبقی الثلثان فلہا ربعہا و ہوسدس النصف و لو کان مکانہا زوجہ فان لم یخیر فلہ الثلث و الباقی للموسیٰ لہ و فتاویٰ نوائل میں ہے کہ وصیت کی ایک مرد کے واسطے اپنے تمام مال کی اور موسیٰ مرگیا اور کوئی وارث نہ چھوڑا سوائے اپنی زوجہ کے

سے نہیں وصیت ہے قاتل کے واسطے ۴



دو حصہ نے وصیت کی اجازت نہ دی تو زوجہ کے واسطے ششم حصہ ہے اور باقی موصی لہ کا ہے اس لئے کہ موصی لہ کا کٹ مال تو بلا اجازت ہے تو باقی ہیں تین حصہ  
 زوجہ کی میراث کا چہارم حصہ ہے اور وہ ششم حصہ بھرا کل مال کا اور اگر زوجہ کی بیکل نے زوجہ ہوا وارث وصیت کرنے والے کا اور اگر زوجہ نے وصیت کی اجازت  
 نہ دی تو زوجہ کی میراث تہائی مال ہے۔ اور باقی مال موصی لہ کا ہے مگر جب زوجہ نے وصیت کی اجازت نہ دی تو زوجہ کے مال کے چھ حصہ ہوں گے  
 پہلی وصیت کی نکل کر چار حصہ باقی رہے اس میں جو تھائی زوجہ کی میراث ہے یعنی ایک حصہ اور وہ ششم حصہ کل مال کا ہے اس واسطے کہ میراث معتبر ہوتی ہے  
 قی سے بعد اخراج وصیت کے اور اگر زوجہ وارث نے وصیت جائز رکھی تو اس کی میراث تہائی ہے یعنی دو حصہ اور وہ نصف ہے باقی کا یعنی چار حصہ  
 کا دلائل صبی غیر مبرز اصل و لونی وجوہ النحر خدنا مشافعی اور وصیت مطلقاً صحیح نہیں اس صغیر سے جس کو نیک و بد کی امتیاز نہیں اگرچہ اس نے امور نیک  
 یں وصیت کی ہو برخلاف ایام شافعی کے کہ نیک کام میں ان کے نزدیک صحیح ہے وکذا لا یصح من تمیز الاتی تجہیزہ و امر ذنہ فتوزر استحساناً اور اسی طرح صغیر  
 نیز سے وصیت صحیح نہیں اگر اس کی تجہیز اور ذن کے امر میں تو وصیت استحساناً جائز ہے ممکن تجہیز اور تکفین میں مصلحت کی مراعات ہوگی خلاصہ میں ہے کہ اگر وصیت کی ہزار درم کے  
 فن کی تو متوسط کفن دیا جائے گا اور دو کپڑوں کی وصیت کی کفن میں تو شرائط وصیت کی رعایت نہ ہوگی اور اگر پانچ یا چھ کپڑوں کی وصیت کی تو شرائط وصیت کی  
 رعایت ہوگی اور اگر وصیت کی کہ فلا نے قبرستان میں فلا نے زبک پاس کو دفن کریں تو شرائط کی مراعات ہوگی اگر زیادہ صرت نہ ہو کذا فی الطحطاری  
 علیہ السلام اجازۃ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوصیۃ یا فاع یعنی الزانی اور اسی پر یعنی تجہیز اور تکفین پر عرفان قد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اجازت قریب البلوغ صغیر کی وصیت کے  
 واسطے معمول ہے یعنی فاروق اعظم نے جو صغیر کی وصیت کو جائز رکھا تھا تو وہ وصیت تجہیز یا تکفین پر محمول ہے نہ مطلقاً یا راق سے بالغ مرد سے کذا فی  
 شرح الحموی وان وصیۃ بات بعد الادراک او اضافہا الیہ کان اور کت قلعی لفدن لم یجز لقصور ولایۃ لایک تجہیزاً ولعلینفا کما فی الطلاق بخلاف الجہد کما افادہ بقولہ  
 صغیر کی وصیت صحیح نہیں اگرچہ وہ بونگ کے بعد مر گیا ہو یا وصیت کو بونگ کی طرف نسبت کیا ہو اس طرح کہ اگر گویا جوان بالغ ہوں تو میراث تہائی مال فلا نے شخص  
 کے واسطے ہے تو وصیت جائز نہ ہوگی صغیر کے قصور ولایت کے سبب سے تو اس کا مالک نہ ہوگا نہ تجہیز کے طریق سے نہ تنقی کے طریق سے چنانچہ عدلی میں اسکو ملک نہیں بقولہ  
 غلام کے چنانچہ مصنف نے اپنے آئندہ قلم میں اس کو ذکر کیا ہے ولان من بعد و مکاتب دان ترک المکاتب وفاء وقیل عندہا تصح فی سورۃ ترک لوفیہ  
 اور اگر وصیت صحیح نہیں غلام اور مکاتب سے اگرچہ مکاتب نے اراکب کتابت کے واسطے مال چھوڑا ہو اور بعضوں نے کہا کہ صاحبین کے نزدیک وصیت  
 صحیح ہے در صورت ترک کرنے ارانے مال کتابت کے کذا فی الدرر الا اذا اضافہا کل منہا و عبارت الدہ اضافہا الی القتل نقص لندال المالع و ہون المولی مگر جب کہ  
 غلام یا مکاتب ہر ایک شخص نے وصیت کو عتق کی طرف نسبت کیا تو وصیت صحیح ہوگی مالع کے زوال کی وجہ سے اور وہ مالع وصیت حق ہے مولی کا اور درہ کی عبات  
 یوں ہے اضافہ یعنی غلام اور مکاتب دونوں نے وصیت کو عتق کی طرف مضاف کیا م یعنی غلام اور مکاتب کی وصیت حق مولی کے سبب سے جائز نہ تھی پھر جب  
 وصیت کی تعلیق آزادی پر ہوئی تو اب مولی کا حق باقی نہ رہا تو وصیت صحیح ہوگئی ولان مقتعل اللسان بالاشارة الا اذا امتدت علیۃ حتی صارت لہ اشارۃ معہودۃ فہو کا خیر امر  
 وصیت جائز نہیں بستر زبان بطریق اشارہ کے مگر جب اسکی بستر زبان متہ ہوگئی یہاں تک اسکا اشارہ کرنا معلوم ہو گیا ہو تو بستر زبان متہ کی مانند ہے م مقتعل اللسان ہے جو حکام کے نزدیک دیر ہر حلف  
 فی النحوی درہ میں ہے کہ گوئی کا اشارہ لکھنا بیان کے مانند ہے برخلاف مقتعل اللسان کی وصیت اور نکاح اور طلاق اور زیادہ خاص کے وجہ فرق یہ ہے کہ اشارۃ قائم مقام  
 عبارت کے ہوتا ہے جب کہ وہ معہود اور معلوم ہو گیا ہو گوئی میں تو معلوم ہے نہ بستر زبان میں و قدر الامتداد سنہ قیل اذا امتدت لوتہ جازا قرارہ بالاشارة والاشہار  
 طہکان کا خیر تا لواد علیہ الفتوے درر دیجی فی مسائل شیعہ اور بستر زبان کا امتداد ایک سال پر معین کیا گیا اور بعضوں نے کہا جیکہ بستر اس کی موت تک تمتد ہوئی  
 اس کا اقرار اشارہ سے جائز ہے اور اس پر گواہ ہونا درست ہے اور بستر زبان گوئی کے مانند ہو گیا اور اسی قول پر فتویٰ ہے کذا فی الدرر اور یہ مسئلہ آگے آوے گا  
 مسائل شیعہ کی کتابیں وانما یصح قبولہا بعد موتہ لان ان تہوت حکمہا بعد الموت اور وصیت کا قبول زمانہ صحیح نہیں مگر موصی کی موت کے بعد اس واسطے کہ ثبوت علم

وصیت کا وقت تو بعد موت کے ہے ہم تو اگر موصی کے موت کے بعد موصی نے وصیت قبول نہ کی تو وصیت موقوف رہے گی اس کے قبول کرنے پر موصی کے  
 میں داخل نہ ہوگی بدون قبول کے اور موصی کے وارث کی ملک سے بھی مانع ہے کذا فی الاتفاق فی بطل قبول ہا و رد ما قبلہ تو وصیت کا قبول کرنا اور  
 موصی کی موت سے پہلے باطل ہے وانا ملک بالقبول الا اذا مات موصیہ ثم ہولہ قبول فہو اے مال الموصی بہ لورثہ بلا قبول احسانا کما مراد وصیت کی چیز  
 کی ملک بدون قبول کرنے کے نہیں ہوتی گر جبکہ اس کا موصی مرے پھر موصی مرے بدون قبول کرنے کے تو وہ یعنی مال موصی بہ موصی لہ کے وارث کا ہے بدون قبول  
 احسان کی دلیل سے چنانچہ گذر گیا ہم وجہ احسان یہ ہے کہ وصیت تو موصی کی طرف سے اس طرح تمام ہو گئی کہ نسخ کی متعل نہیں مگر موقوف تھی موصی لہ کے  
 کے سبب سے پھر جب موصی لہ مر گیا تو اس کی ملک میں وصیت کامل داخل ہو گیا چنانچہ اس بیع میں جس مشتری کا خیال شرط تھا پھر مشتری مر گیا اجازت سے پہلے  
 فی شرح الدرر رکذا الواصی لجنین یہ غل فی ملک بلا قبول احسانا لعدم من یلی علی یقین عند کما مراد اسی طرح اگرچہ شک کی واسطے وصیت کی تعدد اس  
 ملک میں داخل ہو گا بدون قبول کے احسان کی وجہ سے سبب نہ ہونے اس شخص کے جس کی ولایت ہو اس پر تاکہ وہ اس کی طرف سے قبول کرے چنانچہ  
 ہو گیا ولہ اسی للموصی الرجوع عنہا بقول صریح او فعل لقطع حق المالك عن الغصب بان یزیل اسمہ و اعظم منافذہ کما عرف فی الغصب اور موصی  
 پھر جانا وصیت صریح قول سے یا ایسے فعل سے جو ملک کے حق کو قطع کر لیتا ہو مقصود سے اس طرح پر کہ اس چیز کا نام بدل ڈالے اور اس کا بڑا فائدہ زائل کر  
 چنانچہ کتاب الغصب میں معلوم ہو چکا ہے چنانچہ پڑے کی وصیت کی پھر اس کو قطع کیا اور سیا تو اب اس کا نام تھا اور قبضہ او فعل یزید فی الموصی بہ ما یکم  
 تسلیمہ الا یہ کلت السو لوق الموصی یسمن والبنار فی الدرر الموصی بہا بخلون بحصیصہا وہم بانہا لاند تصرف فی التابح یا ایسا فعل ہو جو موصی بہ میں اس کو  
 کر دے جو موصی بہ کی تسلیم کا مال ہو بدون اس کے جیسے موصی بہ شکر کو گھی کے ساتھ لٹ کر نادر جیسے عمارت بنانا موصی بہا گھر میں بر خوات اس گھر کی چونکہ  
 اور اس کی عمارت ڈھانے کے اس واسطے کہ وہ تصرف ہے تابع میں نہ اصل میں و تصرف عطف علی بقول صریح عطف ابن کمال بقول الدرر با و علیہ فہو  
 فی کون فعل یفید رجوع منہا کما یفیدہ تن لدرر فتنہ بریزیل ملک فاند رجوع عاد لک ثانیام لا کالبع والیتہ اور موصی کو رجوع جائز ہے لیسے تصرف سے جو اس کی  
 زائل کر دے چنانچہ بیع اور ہبہ تو یہ تصرف جمع ہے وصیت سے خواہ وہ چیز موصی کی ملک میں دوسری بار آوے یا نہ آوے شارح نے کہا قولہ و تصرف  
 عطف ہے بقول صریح پر اور ابن کمال نے درر کا تابع ہو کر اس کو بلفظ او عطف کیا ہے اور اس تقدیر پر تو تصرف اصل ثالث ہے اس کے فعل کے  
 رجوع ہونے میں چنانچہ درر کا متن اس کا مفید ہے سو اس کو غور کر لے و کذا اذا غلط بغیر بخت لایکن تیزہ اور اسی طرح رجوع عن الوصیہ ہے جبکہ موصی  
 موصی بہ کو ملا بہ بغیر سے اس طرح کہ اس کا جدا کرنا ممکن نہیں لایکن راجعاً بغیر ثوب اوصی بہ لاند تصرف فی البیع موصی وصیت سے راجع نہ ہو گا اور  
 کے ثوب دینے سے جس کی اس نے وصیت کی اس لئے کہ یہ تصرف ہے تابع میں نہ اصل میں و اعلم ان التخییر لحد موت الموصی لایضر اصلاً اور یہ معلوم کہ  
 کہ موصی کی موت کے بعد اصلاً مندر نہیں کرتا وصیت میں ولا یجوز درر و کنز و قایہ فی الجمع لیتی و مثلاً فی العینی ثم نقل عن العیون ان الفتویٰ علی انہ  
 و فی السراج و علیہ الفتویٰ و اہ المصنف اور موصی راجع نہیں ہوتا وصیت کے انکار کرنے سے اسی طرح ہے درر اور کنز اور قایہ کے متن میں اور مجمع  
 کما سی قول پر فتویٰ ہے اور ابن کمال کے عینی شرح مجمع میں ہے پھر عینی نے عیون سے نقل کیا کہ فتویٰ اس پر ہے کہ انکار رجوع ہے وصیت سے  
 میں ہے کہ اس قول پر فتویٰ ہے اور مصنف نے اس کو ثابت رکھا ہے اپنی شرح میں ہم معلوم ہو کہ یہاں دونوں قول پر فتویٰ ہے علامہ عینی نے شرح ہدایہ  
 تصفی کی شرح جامع کبیر سے نقل کیا کہ درری نے اپنے مختصر میں اس مسئلہ کا خلاصہ نہیں ذکر کیا اور نہ محدث نے اپنی کتابوں میں لیکن کتاب الوصایا میں ان  
 رجوع کہا اور جامع کبیر میں رجوع نہیں کہا اس وجہ سے مشائخ میں اختلاف واقع ہوا بعضوں نے کہا کہ اس مسئلہ میں دو رائے ہیں اور بعضوں نے  
 کا قول قیاس کا جواب ہے اور کتاب الوصایا کا قول احسان کا جواب ہے انتہی انتہی و کذا لایکن راجعاً لقولہ کل وصیۃ او وصیت بہا فخرام اور بار او آخر تھا



اسی طرح موصی راجع نہ ہوگا اس قول سے کہ جو وصیت کہیں نے کی وہ حرام خواہ بیاچ ہے یا اس وصیت میں تاخیر ڈالی میں نے بخلاف قولہ ترک کرنا برخلاف اس قول سے کہ میں نے وصیت کو ترک کیا یعنی یہ رجوع ہے وصیت سے م تاخیر رجوع نہیں اور ترک رجوع ہے اس واسطے کہ ترک کرنے سے اسقاط ہے اور تاخیر اسقاط نہیں و بخلاف قولہ کل وصیہ او وصیتہا فی باطلہ او الذی او وصیت بہ لزید فہو حکم و اقلان و ارنی نکل ذلک رجوع عن الادا و تکنون لورثہ بالاجازۃ کما برخلاف اس قول کے کہ جو وصیت میں نے کی وہ باطل ہے یا جو وصیت کہیں نے زید کے واسطے کی وہ مرد کے واسطے ہے یا فلا نے میرے وارث کے واسطے ہے تو ہر ایک یہ قول رجوع ہے اول سے اور وارث کی وصیت ثابت ہوگی دوسرے وارث کی اجازت سے چنانچہ مذکور ہو چکا کہ وارث کے حق میں وصیت بدون اجازت اور وارثوں کے درست نہیں ولو کان فلان الاخر میتا و کتھا فالاولیٰ من الوصیتین بکمالہا لبطان الثانیۃ اور اگر دوسرا فلاں شخص مردہ ہو وصیت کے وقت تو دوسریوں میں سے پہلی وصیت بجال خود قائم ہے بسبب باطل ہونے دوسری وصیت کے ولو حیاء و قنات فی قبل الموصی بطلت الاولیٰ بالرجوع و الثانیۃ بالموت اور اگر دوسرا موصی زندہ ہے وصیت کے وقت پھر مر گیا موصی سے پہلے تو پہلی وصیت کو باطل ہو گئی رجوع کرنے سے اور دوسری وصیت باطل ہو گئی موصی لمہ کی موت سے و تبطل ہبۃ المریض و وصیتہ لمن نکھا بعد ہما کی بعد البیۃ والوصیۃ لہا تفرانہ فی خبر الجواز الوصیۃ کون الموصی لہ ارشاد عیز وارث وقت الموت لا وقت الوصیۃ اور مریض کا بہہ اور اس کی وصیت باطل ہے اس عورت کے واسطے جس نے موصی سے نکاح کیا بہہ اور وصیت کے بعد اس لئے کہ ثابت ہو چکا ہے یہ کہ جو اد وصیت کے واسطے موصی کا وارث یا غیر وارث ہونا موت کے وقت معتبر ہے نہ وصیت کے وقت م وصیت تو اس وجہ سے باطل ہے کہ عورت اگرچہ وصیت کے وقت وارث نہیں مگر موت کے وقت وارث ہوگی نکاح سے اور حالہ کہ وارث کے واسطے وصیت جائز نہیں اور بہہ مریض کا اس واسطے درست نہ ہو کہ اگرچہ بہہ مخبر سے عورت میں لیکن مرض کے سبب سے وہ حکما مفنان الی بالحد الموت ہے اس واسطے کہ بہہ واقع ہو گیا ہے و صلیا کے موقع میں کیونکہ تبرع ہے تو اس کا حکم ثابت ہوگا موت کے نزدیک بخلاف الاقرار لہ یعتبر کون المقر لہ ارشاد غیر وارث یوم الاقرار فلو اقر لہا نکحہا فمات جاز بطلان اقرار کے اس واسطے کہ مقر لہ کا وارث یا غیر وارث ہونا اقرار کے دن معتبر ہے تو اگر عورت کے واسطے اقرار کیا پھر اس سے نکاح کیا پھر مر گیا تو اقرار جائز ہے اقرار کے وقت عورت وارث نہ تھی پھر نکاح سے وارث ہوئی تو یہ اقرار کے واسطے معتبر نہیں و تبطل اقرارہ و وصیتہ و بہۃ لہا کما فراد عبدہ اور مکاتباں اسم او اعتق بعد ذلک لقیام البوۃ وقت الاقرار فیورث تہمتہ الا تیارا و باطل ہے اس کا اقرار اور اس کی وصیت ادا اس کا بہہ اپنے فرزند کافر کے لئے یا غلام یا مکاتب کے لئے اگر فرزند مسلمان ہو گیا ہو یا غلام ادا مکاتب کو آزاد کیا ہو لہذا اس اقرار اور بہہ اور وصیت کے سبب قائم ہوئے فرزند کے اقرار کے نتیجہ تہمت ایشار کا مورث ہے م بہہ اور وصیت کا حال تو مذکور ہو چکا کہ ان میں موت کا حال معتبر ہے ادا اقرار اگرچہ لازم بنفسہ لیکن ارث کا سبب یعنی فرزند اقرار کے وقت موجود ہے تو یہ تہمت ایشار کا موہم ہے تو اقرار تہمت کے اعتبار سے ملحق بوصیت ہو گیا کذا فی الدرر و بہۃ مقعدہ مفلوج و اشل و مسلول بہ علۃ السل و مقررہ فی الرئۃ من کل مالہ ان طالت مدۃ سئلۃ و لم یخف موتہ منہ و الا نطل و خیف موتہ فمن سئلۃ لانہا امراض مزمنۃ لا قاتلۃ و مقعدہ مفلوج و اشل و مسلول کا بہہ اس کے تمام مال سے نافذ ہے اگر مرض کی مدت ایک سال تک دراز ہو گئی ہو تو اس مرض سے موت کا خوف نہ ہو اور اگر مرض کی مدت دراز نہ ہوئی ہو یعنی ایک سال نہ گزرا ہو اور موت کا خوف ہو تو اس کا بہہ تہائی مال سے نافذ ہوگا اس واسطے کہ وہ امراض مزمنہ متداولہ ہیں قاتل اور مہلک نہیں شارح نے کہا مسلول وہ ہے جس کو سن کی بیماری ہو اور وہ پھیپھڑے کا تر حصہ ہے م مقعدہ یعنی م وہ بیمار ہے جو پینے پھر پینے سے عاجز ہو پاؤں کی بیماری سے اور مفلوج وہ جس کو فلاج کی بیماری ہو یعنی آدھا دھڑلہ و حرکت سے رہ گیا ہو اور اشل وہ جس کے ہاتھ میں ریشہ ہو یعنی ہاتھ کا پتہ ہو خلاصہ یہ ہے کہ یہ امراض مزمنہ اس کو عارض ہوں اور وہ کوئی تبرع کا تصرف کسے اور پھر مر جائے برس سے پہلے تو یہ مرض الموت ہے تو اس کا تصرف ثلث مال سے نافذ ہوگا اور اگر بعد سال کے مرا تو مرض الموت نہیں اس لئے ایک نسخہ فیہلہ بجائے نہ یعنی اس علت میں موت کا خوف نہ ہو ۱۱ بہتر تفسیر اشل کی یہ تھی کہ جس کا ہاتھ بیکار ہو گیا چنانچہ کتب لغت اس کے شاہد ہیں ۲

واسطے کہ جب سال کی چاروں فصلوں میں جن میں منظر تھا ہلاک ہونے کا زندہ رہا کچ گیا تو اس کا جس بمنزلہ طبیعت اور عادت کے ہو گیا بعضوں کے حکم میں رہا یہاں تک کہ علاج کے بھی لائق نہ رہا کذا فی الدرر قبل مرض الموت ان لا یخرج لواجب نفسہ وعلیہ اعتمد فی التجربہ بذاتہ یہ بعضوں نے کہا کہ مرض الموت یہ ہے کہ آدمی اپنی جنتوں کے واسطے نہ نکلتا ہو اور اسی قول پر اعتماد کیا ہے تجربہ میں کذا فی الزاریہ و المختار انہ ما کان الغالب من الموت وان لم یکن صاحب فراش قبستانی عن مینہ الذخیرۃ اور قول مختار یہ ہے کہ مرض الموت رہے جس سے موت غالب الوقوع ہو اگرچہ بیمار صاحب فراش نہ ہو کذا فی القبستانی عن ہبۃ الذخیرۃ واذاجتمع الوصایا قدم الفرض وان افولوا و ان لفسادت فوۃ قدم ماقدم اذا ضاق الشئ عنہا اور اگر مجتمع ہوں چند قسم کی وصیتیں یعنی فرض اور واجب اور نقل تو فرض مقدم ہوگا اگرچہ اس کو موصی نے مؤخر کیا ہو اور اگر وصایا برہوں فرض یا نفس ہونے میں تو وہ مقدم ہوگا جس کو موصی نے مقدم کیا اگر تہائی مال تمام وصایا کی گنجائش نہ رکھتا ہو قبستانی نے کہا ابتدا کرنا چاہیے اس فرض سے جرح بعد سے پھر اس فرض سے جو حق اللہ ہے پھر واجب پھر نفس ایسا مردی نقبائے کذا فی المطحطوسی قال ان لم یطع لفارۃ قتل وظہار یسین مقدمہ علی الفطر لوجوبہ بالکتاب دون اسطرۃ علی الاصحیحۃ بوجوبہا اجماعا دون الاصحیحۃ نہ یعنی نے کہا کہ قتل اور ظہار اور قسم کا کفایہ مقدم ہے صدقہ فطر پس واسطے کہ کفایات مذکورہ کا وجوب کتاب اللہ سے ثابت ہے نہ صدقہ فطر کا اور صدقہ فطر مقدم ہے قربانی پر بسبب واجب ہونے صدقہ فطر کے اجماع سے نہ قربانی یعنی قربانی کا وجوب اجماع سے ثابت نہیں ولی القبستانی عن الشیرین عن الامام الطحاوی مبادۃ کفارۃ قتل ثم یسین ثم ظہار ثم افطار ثم اندر ثم الفطرم الاھیۃ وکدم اعشر علی الخراج اور قبستانی میں بھی یہ ہے امام طحاوی سے یوں مردی ہے کہ ابتدا کی جائے کفارۃ قتل سے پھر کفارۃ ظہار سے پھر کفارۃ افطار سے پھر تدر سے پھر صدقہ فطر سے پھر قربانی سے اور عشر مقدم کیا جائے فواج پر ولی البرجدی مذہب ابی حنیفہ اخوان حج الفضل من الصدقۃ اور برجدی میں ہے کہ امام ابو حنیفہ کا کچھ مذہب یہ ہے کہ حج فضل افضل ہے غیرات سے م اول یہ مذہب تھا کہ صدقہ افضل ہے حج سے پھر حج کی مشقت اہم نے دیکھی کہ حج کو افضل کہ صدقہ سے کذا فی الطحاوی اوصی حج ای حجتہ الاسما حج عنہ را کباصیت کی حج کی یعنی فرض حج کی تو اس کا وارث یا وصی موصی کی طرف سے حج کرادے سوار کر کے موصی کے شہر سے م اس واسطے کہ موصی پر حج فرض تھا اس وطن سے سوار ہو کر نہ پیدل تو اسی طرح سے اس کے نائب پر فرض ہوگا فلو لم تبلغ النفقۃ من بدہ فقال رجل لانا حج عندہ لئلا مال اشیا لا یجزیہ قبستانی مغیرا لثمتہ سوا خرج کفایت ذکر سے موصی کے شہر سے سوا ایک مرد نے کہا کہ میں حج کر دوں گا میت کی طرف سے اسی قدر مال قلیل پر پیدل تو یہ حج کفایت ذکر سے گامیت کی طرف سے چنانچہ قبستانی میں ہے تہ سے منقول من بدہ ان کفی نفقۃ ذلک لافمن حیث تکفی اگر خرج کفایت ذکر سے سوار ہو کر وطن سے اور اگر کفایت ذکر سے تو جس مکان سے کفایت ذکر سے سوار کر کے نائب کو حج کے واسطے روانہ کرے وان مات حاج فی طریقہ اوصی باحج من بدہ را کبا و تالاسن حیث مات استحسانا بدایہ رجبتی و ملقی قلت ومفادہ ان قولہ قیاس وعلیہ المتون فکان القیاس ہنا ہو المعتمد فافہم اور اگر حج کا بدلہ والا راہ میں مر گیا اور اس نے وصیت کی اپنے عوض حج کرانے کی تو حج کر دانا چاہیے میت کے شہر سے سوار کر کے اور صاحبین نے کہا جہاں سے مر گیا وہاں سے چاہیے استحسان کی وجہ سے کذا فی البدایہ والمجتبی والمتقی میں کہتا ہوں اور یہاں سے مستفاد ہوتا ہے کہ امام کا قول قیاس ہے اور اسی پر متون فقہ کی مشتمل ہیں تو یہاں قیاس ہی معتد ہوا استحسان سے سوا اس کو سمجھ رکھ م جہاں قیاس اور استحسان جمع ہوتے ہیں تو استحسان مقدم ہوتا ہے مگر یہاں قیاس ہی مقدم ٹھہرا ان بلغ نفقۃ ذلک لافمن حیث تبلغ اگر اس کا خرج کفایت ذکر سے ساری کو وطن سے اور اگر کفایت ذکر سے تو جہاں سے کفایت ذکر سے وہیں سے سوار کر کے حج کر دانا چاہیے بالاتفاق ومن لا یظن لافمن حیث مات اجماعا اور جس شخص کا وطن نہ ہو تو جہاں وہ مر گیا وہاں سے حج کر دنا چاہیے باتفاق امام اور صاحبین کے اوصی ہاں لیشتری بکل الہ عبد یعتق عنہ عن الامامی و لکم تجربا و رثۃ بطلت یہ وصیت کی کہ اس کے مال سے غلام خرید لیا جاوے پھر آزاد کیا جاوے موصی کی طرف سے اور اس کے وارثوں نے اس کو جائز نہ رکھا تو وصیت باطل ہے کذا اوصی ہاں لیشتری لہ عبد بالف درہم و ذلک لاف علی التکلیف و تالایشری بکل التکلیف جمع اسی طرح جب کہ وصیت کی کہ خرید لیا جاوے اس کے واسطے غلام ہزار درہم اور ہزار تکت مال سے زیادہ ہیں تو وصیت باطل ہے اور صاحبین نے کہا کہ تمام تکت سے دونوں صورتوں میں غلام خرید لیا جائے کذا فی الحج مرئین اوصی بوصایا ثم برئ من مرضہ ذلک دعائش سنین ثم مرض فوصایا ہ یا قیۃ ان لم یقل ان من مرضی ہذا فقد اوصیت



بلکہ اذانی الخانیہ میں پھر وہ چنگا ہو گیا اپنی اس بیماری سے اور چند سال زندہ رہا پھر بیمار ہوا اس کی وصیتیں باقی ہیں اگر اس نے یوں نہ کہا ہو کہ میں اپنے  
 اس مرض سے مرگتا تو میں نے یہ وصیت کی کہ اذانی فتاویٰ کا ضیاعاں اوصی بوصیتہ ثم خیر ان طبق الجنون حتی یبلغ سنۃ اشرطت والا لاموسی نے وصیت کی پھر وہ  
 مجنون ہو گیا اور اس کا جنون دیر تک ٹھہرا یہی تک کہ بچہ مہینے تک پہنچا تو وصیت باطل ہے ورنہ باطل نہیں وکذا لو اوصی ثم اخذ بالوصی فصار معتقاً حتی مات بطلت غایۃ  
 اور اسی طرح اگر وصیت کی پھر موصی کو وصی اس نے لیا سوردہ بے ہوش ہو گیا اور غافل ہو گیا یہاں تک کہ مرگیا تو وصیت باطل ہے کذا فی الخانیہ اوصی بان لیا ربیتہ من فلان و بان لیتی  
 عند المار شہرانی الموسمی اوفی سبیل اللہ فہو باطل فی قول ابی حنیفہ رحمہ اللہ غایۃ یہ وصیت کی کہ موصی کا گھر عاریت دیا جائے تو نے شخص کو یا یہ کہ پانی پلایا جائے موصی کی مرث  
 سے مہینے بھر حج کے موسم میں یا خدا کی راہ میں تو وہ باطل ہے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے قول میں کذا فی الخانیہ کہ لو اوصی بہذا التین لدواب فلان فان الوصیۃ  
 باطلۃ ولو قال یعلف بہا دواب فلان جائز چنانچہ اگر یوں وصیت کی کہ یہ بھوسہ فلاں نے شخص کے جانوروں کے لئے تھامس ہے تو وصیت باطل ہے مگر یوں کہ اس بھوسے سے  
 فلاں جانوروں کو چارہ دیا جائے تو وصیت جائز ہے ولو اوصی بان یتفق علی فرس فلان کل شہر کذا ہاڑ و تھل بیعہا اور اگر یہ وصیت کی کہ فلاں نے کے گھوڑے پر ہر مہینے  
 میں اس قدر خرچ کیا جائے تو جائز ہے ۱۰۰۰ اور گھوڑے کا بیچ ڈالنا وصیت کو باطل کر دیتا ہے م غایۃ میں ہے محمد نے کہا یہ وصیت صاحب فرس کے واسطے  
 ہے پھر اگر گھوڑا مر گیا یا مالک نے اس کو بیچا تو وصیت باطل ہو گئی انتہی و اوصی بسکج و اہل و عیال لہ سوا ہاڑ و لہ سکنامادام حیادیس لوارث بیع ثقیلہا و قال ابو یوسف لہ ذلک ولہ ان  
 یعام الورثۃ ایضا و یغیر ثالث الوصیۃ غایۃ اگر وصیت کی اپنے گھر کی سکونت کی ایک مرد کے واسطے اور موصی کا کچھ مال نہیں سولے اس گھر کے تو جائز ہے اور یہ کہ کو اس  
 میں رہنا یعنی تہائی گھر میں درست ہے جب تک وہ زندہ رہے اور مرث کے وارث کو اس کے گھر کی رہائشیاں بچنا درست نہیں اور ابو یوسف نے کہا کہ یعنی بیع ثلثین  
 جائز ہے وارث کو اور یہ بھی جائز ہے وارث وارثوں سے مقصود کر لے اور تہائی وصیت کی جہاں کہے کذا فی الخانیۃ ولو اوصی بقطنہ لرجل کعبہ لاخر و اوصی  
 بلحم شاة مینۃ لرجل و کعبہ بالآخر و اوصی بکھنطۃ فی سبیلہا لرجل و بالتین لہما علی الوصی لہما ان یدرس و یسلخ الشاة اور اگر اپنی کپاس کی وصیت کی ایک مرد  
 واسطے اور اس کے پلوں کی وصیت کی دو شخص کیلئے اور موصی بکری کے گوشن کی وصیت کی ایک مرد کو واسطے اور اس کی کھال کی وصیت کی دو مرد کو واسطے تو بالیوں اور بھوسے کی وصیت دونوں  
 مردوں کے لئے جائز ہے اور دونوں پر لادم سے گیسوں کا مانڈنا اور بکری کی کھال کا گوشت سے جدا کرنا م اور اسی طرح دونوں پر لازم ہے کپاس کا  
 ادٹنا یعنی تاکہ ہر ایک کا حصہ جدا ہو جائے اوصی بثلث مالہ لبیت المقدس جائز ذلک و یتفق فی عمارۃ بیت المقدس و فی سراجہ و نحوہ قالوا و ہذا  
 یفید جواز التفقۃ من وقف المسجد قادیلہ و سراجہ و ان یشری بذلک الزيت و النقط للقادیل فی رمضان غایۃ وصیت کی اپنے تہائی مال کی بیت المقدس کے واسطے  
 تو یہ جائز ہے اور وہ مال خرچ کیا جائے بیت المقدس کی عمارت میں اور اس کے چراغاں میں اور مانند اس کے علماء نے کہا کہ یہ دلیل ہے اس کی کہ مسجد کے وقف سے  
 خرچ کرنا مسجد کی قندیلوں اور اس کے چراغوں پر جائز ہے کہ مسجد کے وقف سے میل اور روغن قندیلوں کے واسطے رمضان میں خریدی جائے کذا فی الخانیۃ و فی المجتبئی  
 اوصی بثلث مالہ لکعبۃ ہاڑ و لیرق لفقرار الکعبۃ لا غیر و کذا المسجد المقدس اور مجتبئی میں ہے کہ اپنے تہائی مال کی وصیت کی کعبہ شریف کے واسطے تو جائز ہے اور وہ  
 مال کعبہ معظمہ کے محتاجوں کے واسطے خرچ کیا جائے نہ اور کام میں اور اسی طرح کا حکم مسجد اور بیت المقدس کی وصیت کا ہے م یہ دوسرا قول ہے حق کے مخالف کذا  
 فی الطحاوی و فی الوصیۃ لفقرار الکعبۃ جائز لیرق ہم اور فقہائے کوذکی وصیت ان کے سولے اور محتاجوں پر مرن کرنا جائز ہے اور یہی حکم ہے فقہائے حاج اور فقہائے  
 کذا فی الخانیۃ و فی الخانیۃ اوصی بکعبۃ المسجد دیوزن فیہ جائز و یکن کعبہ لوارث الوصی اور غایۃ میں ہے کہ وصیت کی اپنے غلام کی کہ مسجد کی خدمت کرے  
 اور اس میں اذان دے تو وصیت جائز ہے اور کما فی اس غلام کی موصی کے وارث کی و اوصی بثلث مالہ لالعمال البر لا لیرق ثمنہ لیسار السجین لدان احد حدی اہلستان  
 اور اگر اپنے تہائی مال کی وصیت نیک کاموں کے واسطے تو اس کا تہائی مال قید خانہ بنانے میں مرن نہ کیا جائے گا اس واسطے کہ اس کی اصلاح بادشاہ ہے  
 اوصی بان یخذ الطعام بعد موتہ للناس ثلثۃ ایام قال الوصیۃ باطلۃ کما فی الخانیۃ عن ابی بکر البلیغ یہ وصیت کی کہ موصی کی موت کے بعد کھانا تیار کیا

کہا جائے لوگوں کے واسطے تین دن تو یہ وصیت باطل ہے چنانچہ خانیہ میں ابو بکر بخاری سے مروی ہے فیہا عن ابی جعفر اذ می باغنا الطعام بعد موتہ بطیم الدین کبیر بن  
 لغزنیہ جاز من الثلث وکیل لمن طال مقامہ و مسافتہ لکن یطل و لا یفصل طعام من کثیر الغنم والالانہی اور خانیہ میں ابو جعفر سے منقول ہے کہ وصیت کی کھانا تیار کرنے  
 اپنی موت کے بعد اور وہ کھایا جائے ان کو جو ماتم پرسی کے لئے آویں تو جائز ہے تہائی مال سے اور وہ کھانا حلال ہے اس کو جو ماتم داری میں بہت ٹھہرایا اس کے  
 مکان کی مسافت دراز ہے نہ اس کو حلال ہے جس کی مسافت بعید نہیں اور نہ زیادہ مقام کیا اور اگر کھانا پچ رہا تو اگر گریز ہے تو اس کا تاوان وہی پر ہے اور اگر قلیل ہے  
 تو تاوان نہیں انتہی مافی النماۃ قلت جل المصنف الاول علی طعام یجتمع لانا سکت بقیۃ ثلث ايام فکون وصیلہ بن غبطہ دائی علی ما کان لغیرہن میں کہتا ہوں اور مصنف  
 نے اپنی شرح میں قول لول لکونی ابو بکر بخاری کے قول کو بطلان وصیت میں ہے منقول کیا ہے اس کھانے پر جس کے واسطے نوہ گروہ میں جمع ہوتے ہیں باقی تین دن  
 میں نہ وصیت ہوتی نوہ گروہ کے واسطے تو باطل ٹھہری اور قول ثانی یعنی ابو جعفر کے جو وصیت کو اس کھانے پر جو سوائے نوہ گروہ کے لوگوں کے واسطے پکایا جانے میں نہ  
 گروہ کے واسطے وصیت کا باطل ہونا ظاہر تین دن پر مخصوص نہیں کیونکہ وہ تو گناہ ہے یعنی تین دن کے بعد بھی نوہ گری گناہ ہے کذا فی الطحاوی فردع مسائل  
 طحہ شارح کے اوصی بان لصلی علیہ فلان اور بحال بعد موتہ الی بلد آخر اذ یکن فی ثوب کذا اور یطین قبرہ اور یغرب علی قبرہ اول من یقر عند قبرہ فشیئا معینا وہی باطلہ سراجہ و مستحقہ  
 یہ وصیت کی کہ نماز پڑھے اس پر فلا شئیں یا موت کے بعد اس کی لاش کو اٹھالے جاویں دوسرے شہر کی طرف یا اس کو کنن کیا جائے فلا نے پڑے میں یا اس کی قبر پر کھجلی کی جائے  
 یا اس کی قبر پر قبہ یا خیرہ تار کیا جائے یا جو اس کی قبر کے پاس قرآن پڑھے اس کو کچھ عین مال دیا جائے تو ہر ایک وصیت باطل ہے کذا فی السراجیہ اور ہم اس کی تحقیق عنقریب  
 بیان کریں گے شرح نے وصیت بالخدمت کے باب سے پہلے کہا ہے کہ مختار یہ ہے کہ قبر کی کھجلی کر دہ نہیں اور قرآن پڑھنا قبر پر اور قاری کو دینا لینا جائز ہے  
 طحاوی نے کہا دوسرے شہر میں نعش لے جانے کی وصیت اس واسطے درست نہیں کہ نقل کرنا کر دہ ہے اور قبر پر قبہ وغیرہ قائم کرنا کر دہ ہے لہذا اس کی وصیت  
 باطل ہے اوصی ثلث الدینہ تعالیٰ فی باطلہ وقال محمد تفرق وجوہ البر وصیت کی اپنے تہائی مال کی خدائے تعالیٰ کے واسطے تو یہ باطل ہے امام کے نزدیک اور محمد  
 نے کہا وصیت مذکورہ صحت کی جائے نیک کاموں میں م وجہ بطلان یہ ہے کہ تمام اشیاء تعالیٰ کی ملک میں تو لام تلیک کی کچھ وجہ نہیں بدون تاویں اور توجیہ کے والعرفہ  
 للظاهر کذا فی الطحاوی قال اوصیت لفلان بالعت و بر عشر مالی لم یکن لہ الا الالف کہا میں نے وصیت کی ہزار درہم کی فلا نے شخص کے واسطے اور حالانکہ ہزار درہم  
 میرے تمام مال کا دسواں حصہ ہے تو موصی لہ کے واسطے سوائے ہزار درہم کے کچھ نہیں م جب کہ ہزار درہم ثلث مال سے خارج ہو سکیں تو اس کو ہزار درہم میں سے خواہ  
 ہزار دسویں حصے سے زیادہ ہوں یا کم کذا فی الطحاوی و فی اوصیت لکمیع مافی ہذا لکس و موالعت فاذا فی الفان مدنا یز و جواہر لک لہ ان خرج من الثلث محبتی اور اس قول  
 میں کہ میں نے فلا نے کے واسطے وصیت کی اس تمام مال کی جو اس عقل کے اندر ہے اور حالانکہ وہ ہزار درہم میں پھر جو اس میں دیکھا تو ہزار درہم اور اشرفیاں اور  
 جو اس میں تیرہ مال بالکل موصی لہ کا ہے بشرطیکہ وہ ثلث مال سے خارج ہو دے کذا فی المجتبی قال لمدیونہ اذ امت فانت برئ من ذی عینک وصیت وصیتہ ولو قلی ان مت لا یبر اللہ عنک اچھے  
 مدیون سے کہا کہ جب میں مر جاؤں تو تو بری الذمہ ہے میرے اس دین سے جو تجھ پر ہے تو وصیت صحیح ہے یعنی بعد موت کے وہ بری الذمہ ہو جاوے گا اور یوں کہا اگر  
 میں مر جاؤں تو تو بری الذمہ ہے میرے دین سے تو مدیون بری الذمہ نہ ہو گا خاطرہ کے سبب سے م خاطرہ سے مراد اس پر تعلیق ہے جو ہنوز موجود نہیں لیکن اس کا  
 ہونا مترب ہے کذا فی الطحاوی یدخل الجنون فی الوصیۃ لمرضی دیونہ داخل ہے بیماروں کی وصیت میں یعنی جو مال بیماروں کے واسطے وصیت میں متعین ہو تو بخون پر بھی  
 صحت ہو گا اس لئے کہ جنون بھی بیماری ہے ولی الوصیۃ للعلما یدخل المسکون فی ہذا خوارزم دونہ و نا اور جو مال عالموں کے واسطے وصیت ہوا اس میں ملک خوارزم کے متکم داخل  
 ہیں نہ ہمارے ملک کے متکم م متکم وہ جو علم عقائد میں گفتگو کرتا ہو طحاوی نے کہا شاید کہ خوارزم کے متکم شبہات مخالفین کا اتباع نہ کرتے ہونگے بلکہ لوگوں کو اعتقادات  
 واجبہ کی تعلیم کرتے ہونگے اور غیر ملکوں کے متکم شبہات فاسدہ و طریقہ کو بیان کرتے ہوں گے بدون رد اور انکار کے تو وہ ضال اور مضل ٹھہرے ان کو علم الہی سے کچھ بعید  
 نہیں دلو اوصی للعقل و لیسرت للعلماء ان ابدین لاہم ہم العقلاء فی العقل و فی الحقیقۃ قنیۃ اور اگر وصیت کی عقل مندوں کے واسطے تو اس کو مرثیہ نہ کرنا چاہئے انہک الوینا



مالوں پر اس لئے کہ فی الحقیقہ عقلمند وہی ہے کذا فی القنیہ عاقل انجام میں کو کہتے ہیں تو حقیقت میں تارک الدنیا مافق ہے جس نے دنیائے ناپائیدار کا انجام غور کر کے اس کو چھوڑ دیا لفظاوی نے کہا و التفتار کے نسخوں میں بکائیے لفظ قنیہ کے قتبہ ہے اور صواب یہ ہے کہ قنیہ ہے اس لئے کہ یہ عبارت قنیہ کی ہے چنانچہ نسخہ الفقار میں ہے اور اگر ایسا نہ ہو تو سراج و حاجی عمارت ٹھہرے گی اسلئے کہ آخر فردع میں سراج مذکور ہے واللہ اعلم واعلم ان الوصیۃ فی یہ الوصی او وراثۃ بمنزلۃ الودیۃ سراج جاننا چاہیے کہ اس وصیت موصی اور اس کے وارثوں کے قبضہ میں بجائے امانت کے ہے کذا فی السراج یعنی اگر مال مذکور تلف ہو جائے گا۔ تو ان کو ضمان دینا لازم نہ ہوگا۔

یہ باب ہے تہائی مال کے وصیت کے مسائل میں انا اوصی ثلث مال لزيد ولا وثی ثلث مال لکم تجز او ثلثہ ثلثہ ہا نصفان اتفاقا جیسا کہ تہائی باب الوصیۃ ثلث المال مال کی وصیت کی زید کے واسطے اور دوسرے شخص کے واسطے بھی تہائی مال کی وصیت کی اور وارثوں نے اجازت نہ دی تو تہائی مال دونوں شخصوں میں نصف نصف ہوگا باتفاق امام اور صاحبین کے ہم اس واسطے کہ ثلث مال دونوں کے حق کی گنجائش نہیں رکھتا کیونکہ عدم اجازت کی حالت میں تہائی مال سے وصیت زیادہ نہیں ہو سکتی اور استہتمام کے سبب میں دونوں برابر میں اور عمل شرکت کے قابل ہے لہذا ثلث مال دونوں میں نصف نصف ہوگا کذا فی الزیلعی والی اوصی ثلث مال لزيد ولا وثی ثلث مال لکم تجز او ثلثہ ثلثہ ہا نصفان اتفاقا امام اور صاحبین کے یعنی دسہم واجب ثلث کے اور ایک سہم واجب سدس کا وان اوصی لاحد ہما بجمع مالہ ولا وثی ثلث مال لکم تجز او ثلثہ ثلثہ ہا نصفان لان الوصیۃ اکثر من الثلث اذ لم تجز لقع باطلا فیحصل کا نہ اوصی لکل بالثلث فی نصف اور اگر وصیت کی ایک شخص کے واسطے اپنے تمام مال کی تہائی دونوں میں نصف نصف ہوگی اس واسطے کہ تہائی مال سے زیادہ کی وصیت پر جب در ثلث کی اجازت نہ ہوئی تو وہ باطل ٹھہر گئی تو یہ قرار دیا گیا کہ گویا اس نے ہر شخص کے واسطے تہائی مال کی وصیت کی تو وہ تہائی دونوں میں نصف نصف ہوگی یہ مذہب ہے امام کا و قالہ ارباعا لان الباطل اذا زاد علی الثلث فاضرب الکل فی الثلث یحصل ثلث المال اور صاحبین نے کہا کہ ثلث مال کے چار حصے کئے جاویں اس واسطے کہ باطل وصیت وہ ہے جو تہائی پر زیادہ ہے تو کل کو ضرب ثلث میں چار حاصل ہونگے وہی چار سہم ثلث مال میں قرار دئے جاویں گے مطلقا دی نے کہا کہ خارج کی عبارت غیر مستقیم ہے یعنی اس میں وقت ہے مطلب خیر نہیں درر کی عبارت یوں ہے کہ صاحبین کے نزدیک چار سہم کئے جاویں گے تین سہم اس کے جس کے لئے تمام مال کی وصیت ہوئی اور ایک سہم اس کے لئے جس کے واسطے تہائی کی وصیت ہوئی اس واسطے کہ وصیت زائد ثلث پر باطل معنی باطل ہے کہ موصی کو اس کا مستحق نہیں ہوتا لیکن وہ معتبر ہے اس امر میں کہ موصی اس کے سبب سے ثلث مال سے لے گا بقدر حصہ اس زائد کے اس لئے کہ اس مطلب کے ایصال کا کوئی موجب نہیں تو ثلث کا مخرج تین ہے تو ثلث ایک ہوا اور کل تین تو چار سہم ہو تو ثلث مال ان چار سہم پر قسمت ہو گیا انتہی مختصراً ولا یضرب الموصی لہ بالکثر من الثلث عند ابی حنیفہ المراد بالضرب المصطلح بین الحساب فعمدہ ہما الوصیۃ اثنان فاضرب نصف کل فی الثلث یكون سدسا فکل سدس المال و عمدة ہما اربعۃ کما قد مرنا اور امام کے نزدیک ضرب واقع نہ کرے گا وہ موصی لہ جس کے لئے ثلث مال سے زیادہ وصیت ہوئی شارح نے کہا ضرب سے مراد وہ ضرب ہے جو اہل حساب میں مصطلح ہے تو امام کے نزدیک وصیت مذکور کے سہم دو ہیں تو ضرب دہر ایک کے نصف کو ثلث میں تو سدس ہوگا ہر شخص کے واسطے مال کا چھٹا حصہ ہوا اور صاحبین کے نزدیک سہم وصیت کے چار میں چنانچہ ہم نے ان کو آگے بیان کر دیا م شارح کو یوں کہنا اولی تھا فا ضرب نصفہا او فا ضرب نصفہا کل ضرب مصلح عبارت ہے اس عدد کے حاصل کرنے سے جس کی نسبت احد المضروبین کے ساتھ ویسی کیجیے دوسرے کی ایک ساتھ کذا فی الطحاوی الا فی ثلث مسائل ہی المحاباة والسعیۃ والدہ اسم المرسلۃ اسی المطلقۃ غیر المقیدۃ ثلث او نصف او نحو ہما اکثر ثلث کا موصی لہ ضرب نہیں کرتا مگر تین مسئلوں میں ضرب واقع ہوتی ہے اور وہ تین مسئلے یہ ہیں۔ ایک محابات دوسرے لہ یعنی ہر ایک کا حصہ تین سے نکال اس کو مخرج قرار دے کر تین تہائیاں اور ایک لہ کر چار ہونے والے قال الطحاوی قولہ لا یضرب معنی للفاعل من الموصی لہ و البار متعلق بہ ۱۲

۳ یعنی ضرب کر ان دونوں کے نصف کو یا ہر ایک کے حصہ کو ضرب کر۔

سعایت تیسرے درہم مرسل یعنی مطلق درہم جن میں ثلث نصف کی یا ان کے سوائے اور کو قید نہ کر نہیں م محابات لغت عرب میں معنی مساعداً و مدداً کے ہے اور یہاں محابات سے مراد وہ بیع ہے جو ثمن معتدل سے کم تر ہو کذا فی الطحاوی و فی صور لک ان یوسی رجل بالغ درہم شلہ ایہا بیہ کی بیع بالغ درہم او موصی ثمن بعد قیمۃ الف درہم وہی ثلث مالہ و آخر ثلث مالہ لہ تجزئ ثلث مینہا ثلثا اجماعاً و اس کے بعد اشلہ کی یہ مثال ہے کہ وصیت کی ایک مرد کے واسطے ہزار درہم کی شلہ یا ایک شخص سے بیع کی ہزار درہم جن کی بطریق محابات کے یا وصیت کی اس غلام کی آزادی کی جس کی قیمت ہزار درہم ہے اور حالانکہ ہزار درہم اس کے تمام مال کی مدت تہائیاں ہیں اور دوسرے شخص کے واسطے تین سالوں میں اپنے ثلث مال کی وصیت کی اور وارثوں نے یہ وصیت جائز نہ رکھی تو کل مال کی تہائی دونوں موصی لہ میں تین تہاؤ بالاتفاق ہوگی یعنی دوہم ہزار درہم کے موصی لہ کو اور ایک سہم تہائی کے موصی لہ کو م اتنے نے اپنی شرح میں کہا کہ محابات کی صورت یہ ہے کہ ایک مرد کے دو غلام ہیں ایک کی قیمت ۳۰ درہم ہے اور دوسرے کی ۴۰ درہم سو اس نے وصیت کی کہ پہلا غلام زید کے ہاتھ دس درہم پر بیع ہو اور دوسرا غلام عمرو کے ہاتھ ۲۰ درہم پر بیع ہو اور موصی کا سوائے ان دو غلاموں کے کچھ اور مال نہیں ہے تو زید کے حق میں ۲۰ درہم کی وصیت ہوئی اور عمرو کے حق میں ۱۰ درہم کی ہوئی تو ثلث مال دونوں موصی لہ میں تین تہاؤ ہوگا تو پہلا غلام زید کے ہاتھ ۱۰ درہم پر بیچا جائے گا اور دس درہم اس کے واسطے وصیت بٹھری اور دوسرا غلام عمرو کے ہاتھ ۲۰ درہم پر اور ۲۰ درہم اس کی وصیت ہوئی تو زید اور عمرو نے تہائی سے بقدر وصیت کے لیا اگر ثلث وصیت سے زیادہ ہو گیا اور سعایت کی صورت یہ ہے کہ موصی نے دو غلاموں کو آزاد کیا جن کی قیمت ویسی ہے جو محابات میں مذکور ہو چکی اور اس کا کچھ مال غلاموں کے سوائے نہیں تو اول کے واسطے ثلث مال کی وصیت ہوئی اور ثانی کے واسطے دو ثلث کی تو وصیت کے سهام تین تہاؤ ہونگے ایک سہم اول کا اور دو سہم ثانی کے تو ثلث مال بھی یہی طرح ان میں مقسم ہوگا تو اول غلام کا ثلث آزاد ہوگا اور وہ دس درہم ہے اور وہ سعایت اور کوشش کرے ۲۰ درہم میں اور ثانی غلام کا آزاد ہوگا وہ ۲۰ درہم ہے اور سعایت کرے گا ۴۰ درہم میں تو ہر ایک موصی لہ ضرب کی بقدر اپنی وصیت کے اگرچہ زائد ہے ثلث پر اور درہم مرسو کی یہ صورت ہے کہ زید کے واسطے وصیت کی ۳۰ درہم کی اور دوسرے کے لئے وصیت کی ۴۰ درہم کی اور اس کا کل مال ۹۰ درہم ہے اور وارثوں نے اس وصیت کو جائز نہ رکھا تو ہر موصی لہ ضرب کرے گا بقدر اپنی وصیت کے تو اول شخص ثلث کو ثلث مال میں ضرب دے گا اور ثانی مال کی ثلث میں کذا فی الطحاوی و فی صور لک ان یوسی لہ نسیب ابنتہ صحت لابن اولادہ اپنے فرزند کے مانند وصیت کی تو صحیح ہے خواہ اس کا بیٹا ہو یا نہ ہو و نسیب ابنتہ لہ ابن موجود اور اپنے فرزند کے حصہ کی دوسرے کے واسطے وصیت کی تو صحیح نہیں اگرچہ کا بیٹا موجود ہو یا اس واسطے کہ فرزند کا کرآن سے ثابت ہے مگر جب اس کی وصیت اور شخص کے واسطے ہوئی تو اس نے فرض الہی کو بدل ڈالا تو صحیح نہ ہوگا کذا فی المنہج بر غلوت سابقہ کے اس واسطے مثل شے مغایر شے ہے وان لم یکن لابن صحت عنایت وجہ ذرا فی شرح التکلیف و مصلحہ لہا وہی بنصیب ابن وکان انتہی اور اگر موصی کا فرزند نہ ہو تو وصیت صحیح ہوگی کذا فی النہایۃ و الجواہرۃ شرح تکلہ میں اتنا دیا کہ کہا ہے اور یہ ہوگی مانند اس کے کہ اگر وصیت کی حصہ فرزند کی اگر وہ ہوتا انتہی مافی شرح التکلیف فی المجتبی و لہا وہی بنصیب ابن وکان غلہ النصف انتہی اور مجتبی میں ہے اور اگر وصیت کی نصیب فرزند اگر وہ ہوتا تو موصی لہ کو نصف مال ہے انتہی مافی المجتبی م لیکن زیادہ عن الثلث بجازت ورنہ پر موقوف ہے و نقل الممنون من السراج مایا لفرقہ قطبہ اور مصنف نے اپنی شرح میں سراج سے وہ قول نقل کیا جو مجتبی کے مخالف ہے م مجتبی میں نصف مال مذکور ہے اور سراج میں ثلث مسطور ہے کذا فی الطحاوی و لہ فی الصورة الاولی ثلث ان او موصی مع امین اور موصی لہ کے واسطے پہلی صورت میں تہائی ہے اگر موصی نے دو فرزند کے ساتھ وصیت کی م یعنی دو فرزندوں کے ساتھ موصی لہ کے لئے بخش حصہ فرزند کے وصیت کی تو اس کو تہائی مال ملے تو گویا موصی نے موصی لہ کو تیسرا فرزند قرار دیا و نصف مع ابن واحد ان لہ جاز اور موصی لہ کے واسطے ایک فرزند کے ساتھ نصف ہے اگر فرزند جائز رکھے و مسلم البنات اور بیٹوں کے مانند بیٹیوں کا کہ ہے م یعنی اگر بخش حصہ فرزند وصیت کی اور اس کے ایک بیٹی ہے تو موصی لہ کو نصف ہے اگر وہ اجازت دے ورنہ ثلث ہے کذا فی المنہج و الامن انتہی او موصی بخش نصیب بعض الورثۃ زیادہ مگر ملے سهام الورثۃ مجتبے اور قاعدہ یہ ہے کہ جب وصیت کرے کسی وارث کے حصہ کے برابر ملے گا تو ورنہ کے سهام پر اسی حصہ کا شل زیادہ کر لینا چاہیے۔ کذا فی المجتبی چنانچہ اوپر کی مثالوں میں ملے اس لئے کہ غلام ۲۰ کا صاحب دی کہ بچہ کو کہا تو یہ معنی کہ ۲۰ اس کو دے دینا ۱۳



مفصل گزار و جزا و سهم من مالہ فالبيان الى الورثة يقال لهم اعطوه ما شئتم ثم التسوية بين الخبز والسهم عرفنا واما اصل الرواية فمخلة في وصية کی اپنے مال میں سے ایک جز یا ایک سهم کی تو اس کا بیان وارثوں کی طرف ہے تو وارثوں سے کہا جائے گا کہ موصیٰ کہ دو جتنا تمہارا جی چاہے پھر یہ دریافت کرنا چاہیے کہ برابری درمیان جزا و سهم کے یہ ہمارا تاخیر کا عرف ہے اور اصل روایت تو اس کے مخالف ہے م وارثوں کو بیان اس واسطے موقوف ہو کہ جزا و سهم کا مدلول مجہول ہے قلیل اور کثیر کو شامل ہے اور وصیت جہالت سے ممنوع نہیں ارشوموسیٰ کے اس کے قائم مقام میں بیان مراد میں شرح و قایم میں ہے کہ سهم عبارت ہے مدی سے امام کے قول میں بنا بر عرف بعض اشخاص کے منع العفاریں ہے کہ لفظ نصیب اور تقصی اور بعض اور حظ اور شے کا سهم اور جز کے مانند ہے کذا فی المطحطادی وان قال سدس مالی لکم قال ثلثہ لہ و اجازہ والہ ثلث اسی حقہ الثلث فقط و ان اجازہ الورثۃ لہ قول السدس فی الثلث مقدمہ ما کان او مؤخر اذ لا یستحق و ہذا اندفع سوال صدر الشریعہ و اشکل ابن النکال اور اگر بولا کہ میرے مال کا سدس یعنی چھٹا حصہ فلا نے شخص کے واسطے پھر بولا کہ میرے مال کی تہائی اس کے واسطے ہے اور اس کے وارثوں نے اجازت دی تو موصیٰ لہ کے واسطے تہائی مال ہے یعنی اس کا حق فقط ثلث ہے اگرچہ وارثوں نے اجازت دی ہو بسبب داخل ہونے سدس کے ثلث میں خواہ ثلث مقدم مذکور ہو خواہ مؤخر اعتبار متیقن کے بسبب ہے اور اس تقریر سے صدر الشریعہ کا سوال اور ابن کمال کا اشکل دفع ہو گیا صدر الشریعہ کا غلام سوال یہ ہے کہ ثلث اور سدس کا قول اگر اخبار ہے تو کذب ہے اور اگر انشاء ہے تو واجب یہ ہے کہ موصیٰ کے واسطے نصف مال واجب ہو اس واسطے کہ ثلث اور سدس نصف ہوتا ہے خلاصہ جواب یہ ہے کہ وصیت میں احتمال ہے کہ سدس ثلث میں داخل ہو اور یہ بھی احتمال ہے کہ داخل نہ ہو بلکہ زیادت سدس کی ثلث پر مراد ہو لیکن چونکہ دخول سدس کا ثلث میں بالیقین ہے لہذا یہی معتبر ہو اور دوسری وجہ یہ ہے کہ آدمی ثلث سے زیادہ کی وصیت کا مالک نہیں تو موصیٰ کے کلام کا محل صحیح یہ ہے کہ نصف کا ارادہ مراد نہ ہو و فی سدس مالی مکرر الہ سدس لان العوزۃ قد عیدت معرفۃ او اس وصیت میں کہ سدس مالی کا لفظ مکرر کہا تو موصیٰ لہ کے واسطے سدس ہے اس واسطے کہ مؤخر دوبارہ مذکور ہو مؤخر ہو کر م یعنی موصیٰ نے یوں کہا کہ میرا سدس مال اس کے واسطے ہے پھر یہ کہا کہ میرا سدس مال اس کا ہے خواہ اسی مجلس میں تکرار کی یا دوسری مجلس میں تو سدس اس کا حق ہے اس واسطے کہ اعادہ حرف میں ثانی عین ہوتا ہے اول کا اور یہاں معرفۃ لفظ ہے سدس کا اس واسطے کہ وہ مضاف ہے مال کی طرت و ثبوت در ائمہ او غنمہ او ثیابہ متفادۃ فلزمتہ نکالہ رام او عبیدہ ان ہلک ثلثا فلہ جمع ما بقی فی الدین اسی الدرام و الغنم اور موصیٰ کے در ائمہ یا اس کی بھیر بھریوں یا اس کے مختلف کپڑوں کی یا اس کے غلاموں کے ثلث کی وصیت ہے اگر وہ ثلث تلف ہو جائے تو موصیٰ لہ کے واسطے وہ ہے جو سب باقی رہ گیا اور وہ مثالوں میں یعنی درمیں اور بھیر بھریوں میں شارح نے کہا اور اگر کپڑے متحدہ جنس میں تو وہ درمیں کی نہ میں م یعنی موصیٰ نے کہا کہ میرے ثلث در ائمہ یا ثلث غنم فلا نے کے واسطے ہیں پھر درم اور غنم کی دو تہائیاں تلف ہو گئیں تو موصیٰ لہ کے واسطے تمام ما بقی ہے مثلاً اگر درم مال تھا سو چھ درم ضائع ہو گئے تو باقی تین درم موصیٰ لہ کا حق ہے ان خرج من ثلث باقی جمیع امانات مالہ اشیٰ علیہ اگر موصیٰ کی جمیع اقسام مال کی ثلث سے نکلے تب جمیع ما بقی کو موصیٰ لہ پادے گا لہذا درہ افی علی و ثلث الباقی فی الآخرین اشیاء الثیاب و عبیدہ ان خرج الباقی من ثلث کل المال اور کچھ درم مثالوں میں یعنی کپڑوں اور غلاموں میں باقی کا ثلث ہے موصیٰ لہ کے واسطے اگرچہ باقی تمام مال کی تہائی سے نکلے م یعنی اگر لو کپڑے ہم قیمت یا غلام ہم قیمت ہیں اور ان میں سے چھ کپڑے یا چھ غلام ضائع ہو گئے باقی ہے تین تو اس باقی کی تہائی یعنی یک کپڑا یا ایک غلام موصیٰ لہ کا ہے برخلاف درم اور غنم کے کہ ان میں جمیع ما بقی موصیٰ لہ کا حق ہے و کالاول کل متحدہ الجنس مکمل او مؤزول و ثیاب متحدہ قضا بطما تقسیم جبراً و کالانی کل مختلف الجنس و ضابطہ لا تقسیم جبراً ادا دل یعنی درم اور غنم کی مانند ہے ہر چیز متحدہ الجنس چنانچہ کیلی اور وزنی اور کپڑے یک قسم کے اور قاعدہ کلیہ اس کا یہ ہے کہ اس چیز کی قسمت زبردستی ہو سکتی ہو اور ثانی یعنی ثیاب اور عبیدہ کے مانند ہے ہر چیز مختلف الجنس اور اس کا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ وہ چیز قسمت پذیر نہ ہوتی ہو زبردستی سے ہم اختیار متحدہ الجنس اگر وارثوں میں مشترک ہوں اور بعض وارث قسمت کے طالب ہوں اور بعض نہ چاہتے ہوں تو قاضی ان کو تقسیم کرے گا زبردستی سے اور اگر مختلف الجنس ہیں تو ان میں تقسیم جبراً نہ ہوگی و بالف ولہ دین من جنس اللف و عین فان خرج اللف من ثلث العین دفع الیہ اور موصیٰ نے ہر درم کی وصیت کی اور ملکہ اس کا مال دین ہے لوگوں پر ہزار درم کی جنس سے اور میں بھی ہے اگر ہزار درم میں کی تہائی سے نکلے تو اس کو وہی دیا جائے یعنی اگر اس کا تین ہزار کا مترد کہ





قبل موتہ بطلت تعلقا بالعين فبطل لغواتہا وان کتب غیر مالکین جبکہ وصیت عین کی یا اپنے مال سے ایک نوع کی وصیت کی چنانچہ ثلث غنم کی وصیت کی پھر وہ تلف ہوئی موصی مرنے سے پہلے تو وصیت باطل ہوگئی بسبب تعلق ہونے وصیت کے عین سے تو وصیت باطل ہوگئی اس کے فوت ہو جانے سے اگرچہ اس نے اس غنم کے اور غنم کو حاصل کرے پھر اس کے بچنے کے تو وصیت صحیح ہے قول صحیح میں اس لئے تعلق وصیت کا نوع سے ویسا ہے جیسا وصیت کا تعلق مال سے یعنی وجود عند الموت کا اعتبار ہے ولو قال لہ شاة من مالی ولس لہ غنم لیعطی قيمة الشاة اور اگر بولے لایزید کے واسطے گو سپند ہے میرے مال سے اور حالانکہ اس کی ملک میں بھیڑ بکریوں کا گلا نہیں ہے تو اس کو سپند کی قیمت دی جائے گی بخلاف قولہ لہ شاة من غنمی ولا غنم لہ یعنی شاة لہ فانہا تبطل برطلان اس قول کے کہ اس کے واسطے ایک گو سپند ہے میری غنم یعنی بھیڑ بکریوں سے اور حالانکہ اس کی ملک میں غنم نہیں ہے یعنی ایک گو سپند بھی نہیں تو وصیت باطل ہے م وجہ فرق اکتلتین یہ ہے کہ پہلی صورت میں جب گو سفند کو غنم کی مضاف کیا تو معلوم ہو گیا کہ مالیت گو سفند کی وصیت مراد ہے اور مالیت حاصل ہوتی ہے مطلق مال میں اور دوسری صورت میں جب گو سفند کو غنم کی طرف مضاف کیا تو معلوم ہو گیا کہ عین گو سفند مراد ہے اس واسطے کہ موصی نے گو سفند کو غنم کا ایک فرد قرار دیا وکذا اولم یصفہا لہ اول غنم ووقل تصح اور اسی طرح اگر گو سفند کو اپنے مال کی طرف مضاف دیکھا تو حالانکہ اس کی ملک میں غنم نہیں تو وصیت باطل ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ وصیت صحیح ہے وکذا الحکم فی کل نوع من انواع المال کالبقر والشوب ونحوہما یعنی اسی طرح گو سفند کی مانند حکم ہے ہر قسم میں اقسام مال سے چنانچہ گائے میں اور بکڑا اور مائدی کے کذا فی الزبہی وثلث لامہات اولادہ ومن ثلثہ الفقراء المساکین لہن ای امہات الاولاد ثلثہ اسہم من ثلثہ وسہم للفقراء وسہم للمساکین وعند محمد یقسم اسماء علان لفظ الفقراء والمساکین مع وقلہ اثان قتال الجنیۃ یظل الجنیۃ اور اگر وصیت کی اپنی امہات اولاد کے واسطے اور فقیروں اور مسکینوں کے واسطے تمام مال کی اور مالک کام ولد کے واسطے صرف بن سہم میں پانچ سہموں سے اور فقیروں کے واسطے ایک سہم ہے اور مسکینوں کے واسطے ایک سہم امام کے نزدیک اور محمد کے نزدیک تقسیم ہوگی سات حصے ہو کر اس واسطے کہ فقر اور مساکین پر الف لام ہے جنس کا اور الف لام جنسی جمع ہونے کو باطل کر دیتا ہے یعنی یہاں ظاہر میں جمع کا صیغہ ہے اور حقیقت میں مفرد ہے وثلثہ لزید للمساکین لزید نصفہ ولعم نصفہ وعند محمد ثلثا کما مر اور اگر وصیت کی تہائی مال کی زید اور مساکین کے واسطے اس لئے کہ اقل جمع وہیں چنانچہ مذکور ہو چکا وادعی ثلثہ لزید ولفقراء والمساکین قسم ثلثا عند الامام والشافعی عند ابی یوسف واخا عند محمد اختیار اور اگر وصیت کی اپنے تہائی مال کی زید اور فقیروں اور مسکینوں کے واسطے تو تہائی کی تقسیم ہوگی تین حصے ہو کر امام کے نزدیک اور دوسرے حصے ہو کر ابویوسف کے نزدیک اور پانچ حصے ہو کر محمد کے نزدیک کذا فی الاختیار شرح المختار ولو اوصی للمساکین کال لہ صرف الی مسکین واحد وقل محمد لا تین علی ما مر فلا یوزر من بالمساکین قل من تین عند الخلفاء فیما اذا لم یشر للمساکین فلو اشار بحیث وقل ثلث مالی لہذا المساکین لم یجز مرہ لواحد اتفاقا اور اگر وصیت کی مسکینوں کے واسطے تو موصی کو جائز ہے اس کا صرف کرنا ایک مسکین پر یعنی بطلان جمعیت کی وجہ اور محمد نے کہا کہ دو مسکین پر صرف کرنا لازم ہے بدلیں گدختہ یعنی اق جمع وہیں تو جو مال کہ مساکین کے واسطے ہے اس کا صرف کرنا دو مسکینوں سے کمتر پر جائز نہیں محمد کے نزدیک اور یہ خلاف اس صورت میں ہے جبکہ موصی نے مساکین کی طرف اشارہ کر کے معین نہیں کر دیا سو اگر اس نے ایک جماعت کی طرف اشارہ کیا اور کہا کہ میرا تہائی مال ان مسکینوں کے واسطے ہے تو اس کا صرف کرنا ایک مسکین کی طرف باتفاق امام اور محمد کے جائز نہیں ولو اوصی لفقراء بطیخا علی غیر ہم ہار عند ابی یوسف وعلیہ الفتوی خلاصۃ وشریفا لہ اور اگر وصیت کی بطیخ کے فقیروں کے واسطے سو موصی نے ان کے سوا اور فقیروں کو یا ابویوسف کے نزدیک جائز ہے اور ابی یوسف پر فتویٰ ہے کہ ان فی الغلامۃ والشریفا لہ ویمائۃ لہ جل ویمائۃ لہ آخر فقال لا خیر لک مع مالہ ثلث کل مائۃ لتادی نصیبہا فانکنت السادۃ فکلک ثلث المائۃ اور اگر وصیت کی سودم کی ایک مرد کے واسطے اور سودم کی دوسرے کے واسطے پھر تیسرے مرد سے موصی نے کہ میں نے تجھے کو شریک کر دیا ان دونوں مردوں کے ساتھ تو تیسرے مرد کے واسطے بریکڑے کی تہائی ہے اس واسطے کہ پہلے دو مردوں کا حصہ برابر ہے تو ممکن ہوگئی تینوں کی برابری تو ہر مرد کو سیکڑے کا دو تہایاں ملیں گی ولو یاربعمائۃ مثلالہ واثنتین لا خیر فقال لا خیر لک مع مالہ نصف مالک منہا اتفاقا نصیبہا فیسادی کلاہما اور اگر ثلثہ ہم دم کی وصیت کی ایک مرد کے واسطے اور دو سودم کی وصیت کی دوسرے کے واسطے پھر تیسرے مرد سے

موصی نے کہا کہ میں نے تجھ کو دونوں کے ساتھ شریک کر دیا تو میرے مرد کو ہر ایک کے حصہ سے نصف ملے گا بسبب اتفاق ہونے دونوں کے تو میرے مرد دونوں کے برابر ہو گا۔  
مجبور دونوں کا حصہ متضاد ہو تو تینوں شخصوں کی برابر ممکن نہیں تو شرکت کو حق کیا ثابت کی مساوات پر دونوں کے ساتھ تاکہ لفظ اشترک کا مفہوم بقدر امکان صحیح ہو سکے  
وثلث مالہ لرجل ثم قال لا خیر اشترکتک ادا و خللتک معہ فالثلث ملینہا لاذکرنا اور اگر تہائی مال کی وصیت کی ایک مرد کے واسطے پھر دوسرے سے کہا کہ میں نے تجھ کو داخل کر دیا اس کے ساتھ تو تہائی مال دونوں میں نصف نصف ہے یہ دلیل مذکور یعنی شرکت متقاضی ہے مساوات کی اور یہاں مساوات ممکن ہے وال قال لو وثقہ لفلان  
علی دین قصد فوہ فانہ یصدق وجوباً الی الثلث استخانا اور اگر اپنے وارثوں سے کہا کہ فلاں نے شخص کا عجب پر دین ہے تو ہم اس کی تصدیق کیجئے تو اس کی تصدیق کی جائیگی ہا تھا  
وجوب کے تہائی مال تک استخسان کی وجہ سے م وجہ استخسان یہ ہے کہ اصل حق دین ہے اور مقدار اس کی بطریق وصیت کے ثابت ہو سکتی ہے اور قیاس یہ ہے کہ تصدیق نہ ہو اس واسطے کہ علی  
کی تصدیق نہیں ہوتی بدون حجت کے کذا فی صدر الشرع بخلاف قولہ کل من ادعی علی ثلثنا فاعطوہ لہ غایت الشرع برضوت اس قول کے کہ جو شخص عجب کسی تہر کا دعویٰ کرے تو  
اس کو کیجئے تو اس میں تصدیق دہو گی اس لئے کہ یہ غایت شرع ہے م یعنی تصدیق مدعی کی بلا حجت غایت شرع ہے الا ان ليقول ان راسی الوصی ان یعطیکہ فجوہر من الثلث بصیرۃ  
مگر یہ کہ قائل مذکور یوں کہے کہ اگر وہی اس کا دینا مناسب اور مصلحت دیکھے تو تہائی مال سے دینا جائز ہے اور یہ قول وصیت ہو جاوے گا وصیت ہو جانے کی یہ وجہ ہے کہ اس نے مدعی کو  
تفویض کیا کذا فی الطحاوی ولو قال ما ادعی فلان من مال فہو صادق فان سبق مرد دعویٰ فی شئی معلوم فہو دالہ لا یجہی اور اگر بولا کہ فلاں شخص جو دعویٰ کرے مال سے تو وہ سچا ہے تو اگر  
اس شخص سے کوئی دعویٰ شئی معین میں سابق ہو چکا ہو تو وہ مدعی کی ہے اور اگر تقدیم دعویٰ نہیں تو وہ چیز اس کی نہیں کذا فی المجتبی فان اوصی بوصایا مع ذلک اسی مع قولہ لثمة  
لفلان علی دین قصد فوہ عزل الثلث لا صحاب الوصایا والثلثان للورثۃ مگر اگر جس نے چند وصیتیں کیں اس کے ساتھ یعنی اس قول کے ساتھ جو اس نے اپنے وارثوں سے  
کہا کہ فلاں نے شخص کا عجب پر دین ہے تو اس کی تصدیق کیجئے تو تہائی مال بدایا جاوے گا وصیت والہ کے واسطے دو تہائیاں جدا ہو گی وارثوں کے واسطے م یعنی ایک شخص نے اپنے وارثوں سے  
کہا کہ فلاں شخص کا عجب پر دین ہے تو اس کی تصدیق رتا پھر اسی قول کے بعد اس نے چند اشخاص کے واسطے وصیتیں کیں تو اس کے مال سے تہائی ہیں وصیاء کے لئے جدا کرنا چاہیے اور دو تہائیاں  
وارثوں کے لئے اس واسطے کہ وصیت اور میراث معلوم ہیں اور دین نبول ہے تو معلوم کا مزام نہ ہو گا لہذا معلوم کی تقدیم ہوئی مجہول پر و فی کل من اصحاب الوصایا والورثۃ قصد فوہ فیما  
شتم وبالقی من الثلث فلو وصایا اور کہا جاوے گا ابن وصیاء اور وارثوں کے ہر فریق سے کہ مدعی کے دین کی تصدیق کرو جس قدر کہ تم چاہو اور جو باقی رہے تہائی دے وہ اہل وصیاء  
کا ہے م پھر جب کہ ہر فریق نے اقرار کیا تو معلوم ہو گیا کہ ترک دین ہے دونوں حصوں میں تو ہر فریق کا اقرار اس کے حصہ میں نافذ ہو گا کذا فی المگیریۃ والدین والکان مقدما علی محققین الا  
انہ مجہول اور دین اگرچہ مقدم ہے وصیت اور میراث کے دونوں حقوں پر مگر مجہول ہے معلوم نہیں م یہ جو ب سوال مقدم کا ہے کہ دین تو وصیت اور میراث پر مقدم ہے پھر اس کی کیا  
کہ وصیت کی تہائی اور میراث کی دو تہائیاں جدا ہوئیں بدون اعتبار دین کے غرض جواب یہ ہے کہ عدم تقدیم دین یہاں اس کے عدم تعین کے سبب سے ہوئی وطریق تعین مذکور اور  
دین مذکور کے مقرر اور تعین ہو جانے کا طریقہ ہے جو مذکور ہو گیا یعنی تصدیق فریقین کی فیو غدا الورثۃ ثلثی ما اقرباہ والوصی لہم ثلث ما اقرباہ والقی قلم تو جس قدر دین کا وارثوں نے  
اقرار کیا وہ ان کی دو تہائیوں سے لیا جاوے گا اور جو اہل وصیاء نے اقرار کیا وہ ان کی تہائی سے لیا جاوے گا اور جو باقی رہے گا بعد دین ادا کرنے کے وہ ان کا ہے یعنی جو دو تہائیوں میں  
باقی رہے گا وہ وارثوں کا ہے اور جو ایک تہائی سے باقی رہے گا وہ اہل وصیاء کا ہے ویکمل کل علی العلم لادعی الزیادۃ اور ہر فریق قسم کھائے اپنی راست پر اگر مدعی کچھ زیادہ دعویٰ  
کرے یعنی ہر فریق یوں قسم کھائے کہ دائرہ ہم اسی قدر دین کو جانتے ہیں قلت لعلی لو کانت الوصایا دون الثلث بل لیزل الثلث کذا بقدر الوصایا لم ارہ باقی رہا یہ احتمال کہ اگر  
وصیتیں تہائی مال سے کم ہو تو کیا پوری تہائی نکال کی جاوے گی یا بقدر وصیت کے میں نے اس کی تصریح کتب فقہ میں نہیں دیکھی ولقی الیضاح فیہم ان یرد قوہ فی اکثر من الثلث یعنی  
ابن الحمال بہ اور یہ بھی احتمال باقی ہے کہ آیا ان کو لازم ہے یہ کہ مقررہ کی تصدیق کریں ثلث سے کم میں اس کے واسطے ابن کمال کی طرف رجوع کرنا چاہیے م یہ اصل اعتراف  
ہے مدعی کا جو ابن کمال نے فقہ زہبی کا اعتراف بدون جواب کے ذکر کیا ہے اور بعضوں نے ضعیف جواب دیا جس سے مدعی کا اشکال ماقطع نہیں ہوتا کذا فی الطحاوی مختصراً  
جنہی ولا یجہی وارثا اور ثلث او قائلہ نصف الوصیۃ لطل وصیۃ لوارث والقائل لا یہما من اہل الوصیۃ علی امر ولا یصح باجازه وثیۃ اور اگر وصیت کی جنہی شخص اور اپنے وارث یا پھر



قاتل کے واسطے تو اجنبی کو نصف وصیت ملے گی اور اس کی وصیت وارث اور قاتل کے حق میں باطل ہوگی اجنبی کو نصف ملے گا نہ کل اس واسطے کہ وارث اور قاتل وصیت کے مستحق ہیں بنا براس جو گذر گیا اور اسی واسطے وصیت وارث اور قاتل کے واسطے صحیح ہو جاتی ہے وارث کی اجازت سے برخلاف اس وصیت کے کہ موصی نے زندہ و مردہ کے واسطے وصیت کی تو سب کا مالک زندہ ہوگا اس واسطے کہ مردہ وصیت کا مستحق نہیں تو زاتم بھی نہ ہوگا بخلاف ما اذا اقر لعین او دین لورثۃ ولا اجنبی حیث للصح فی حق الاجنبی ایضاً لانه اقرار بعقد سابق ینہا فاذا اختلفت لباقیۃ ضرورۃ برخلاف اس کے جب کہ عین یا دین کا اقرار کیا اپنے وارث اور اجنبی کے واسطے کیونکہ وصیت صحیح نہیں اجنبی کے حق میں بھی اسے کہ یہ اقرار ہے عقد سابق کا یعنی دونوں کی شرکت کا لہذا ماضی میں پھر جب کہ بعض لغو ہو گیا تو باقی بھی بالظہر لغو ٹھہرا م عدم صحت کی وجہ سے کہ وصیت انشاء تصرف ہے یعنی وارث اور اجنبی کے واسطے تملیک ابتدائی ہے اور اقرار اخبار ہے موجود سابق سے اور حالانکہ اس نے خبر دی ہے وصف شرکت زادۃ ماضی میں تو اب اقرار کا اثبات بدول شرکت کے نہیں ہو سکتا کیونکہ اس کی خبر مخالف سے اور نہ اثبات اقرار شرکت کے ساتھ ممکن ہے اس واسطے کہ وارث اس میں شریک ہو جاتا ہے کذا فی الطحاوی عن الزیلعی مختصر قیل بذال الصداق فان انکر مدہا شرکتہ الآخر فاعراضا فی حصۃ الاجنبی عند مدہ عندہما بطل فی السکال لسان الذی لعلی بعضوں نے کہا یہ یعنی عدم صحت اقرار اس وقت ہے جبکہ وارث اور اجنبی ایک دوسرے کی تعین کرے پھر اگر ایک دوسرے کی شرکت کا انکار کرے تو وارث کا اقرار اجنبی کے حصہ میں صحیح ہوگا محمد کے نزدیک اور شیخین کے نزدیک سب کے حصے میں باطل ہے اس وجہ سے جو ہم نے بیان کیا کذا فی الزیلعی ولو اوصی بثیاب متفاوۃ جید و وسط و ردی ثلثۃ نفیس لکل منہم ثوب فضاع منہا ولم یدر اسی ہو و الوارث ليقول لکل منہم ملک حقیقت لطلبت الوصیۃ بجملة المستحق کو حصۃ لا حد بنین الزملین اور اگر وصیت کی عمدہ اور متوسط اور ناقص متفاد کپڑوں کی تین شخصوں کے واسطے ہر آدمی کے لئے ایک کپڑا پھر ان تینوں کپڑوں سے ایک کپڑا ضائع ہو گیا اور معلوم نہیں کہ کون سا نصف ہوا اور موصی کا وارث کہتا ہے ہر ایک آدمی سے کہ تیرا حق تلف ہو گیا تو وصیت باطل ہو گئی مستحق کے معلوم نہ ہونے سے جیسے ان ذمہ دہوں سے ایک مرد کے واسطے وصیت باطل ہے یعنی اگر موصی نے کہا کہ ان دو شخصوں میں سے ایک شخص کے واسطے میں نے وصیت کی تو یہ وصیت باطل ہے جہالت کے سبب سے یعنی معلوم نہیں کہ کس شخص کے واسطے وصیت کی الا ان لا یتساحوا و یسلّموا ما لقی منہا فتوزع لوالد لانیع و یوجد دگر یہ کہ موصی کے وارث مسامحہ کریں اور باقی کپڑوں کو تسلیم کریں تو وصیت صحیح ہو جائے گی مانع صحت کے زوال سے یعنی وارثوں کا انکار مانع صحت کا مگر تسلیم سے زائل ہو گیا تقسم لذی الجید ثلثا و لذی الردی ثلثا و لذی وسط ثلث کل واحد منہما لان التسویۃ بقدر الامکان تو عمدہ کپڑے والے کے واسطے عمدہ کی دو تہائیاں اور ناقص والے کے واسطے ناقص کی دو تہائیاں اور متوسط کپڑے والے کے واسطے دونوں کپڑوں میں سے ایک ایک تہائی تقسیم کی جائے گی اس واسطے کہ یہ برابر کرنا ہے بقدر امکان کے ولو اوصی احد الشریکین بمیت معین من دار مشترکہ فمیت موقوفہ ہو لموصی الہ الا لیتق فی حظ فله مثل ذراعہ مردہ صدر الشریعۃ و غیرہ بوجوب القسمۃ لوقال قسم نان ذبح الاء خرہ لکان اولی اور اگر گھر کے دو شریکوں میں سے ایک شریک نے مشترک گھر سے ایک معین کو ٹھٹھی کی وصیت کی اور دگر باٹا گیا اور وہ کو ٹھٹھی موصی کے حصے میں پڑی تو وہ موصی کے حصے میں واقع نہ ہوتی تو موصی کے واسطے کو ٹھٹھی کے برابر گزروں سے زمین ناپ دی جائے گی صدر الشریعۃ و غیرہ نے وجوب قیمت کی تصریح کی ہے تو اگر مائیں یوں کہتا قیمت کی جائے پھر اگر کو ٹھٹھی اس کے حصے میں آدے الی آخر الکلام تو بہتر ہوتا والا قرار بمیت معین من دار مشترکہ مثلاً ہاے شل الوصیۃ فی حکم لکوار اقرار کرنا معین کو ٹھٹھی کا مشترک گھر سے وصیت کے مانند ہے حکم مذکور میں معین احد الشریکین نے کہا کہ یہ کو ٹھٹھی فلا نے شخص کو بے پھر اس گھر کی تقسیم ہونے اور وہ کو ٹھٹھی مقرر کے حصہ میں واقع ہوتی تو اس کا مالک مقرر ہوگا اور اس کے حصے میں نہ پڑے گا تو اس کے برابر زمین ناپ دی جائے گی تو یہاں وصیت اور اقرار کا یکساں حکم ہے وبالف عین ای معین بان کانت و دیوۃ عند الموصی من مال آخر

بازرب المال الوصیۃ بعد موت الموصی و دفعہ الیہ صح اور ہزار درم معین یعنی معین کی دوسرے شخص کے مال سے جو موصی کے پاس امانت تھے وصیت کی پھر صاحب مال نے موصی نے موت کے بعد وصیت اس کی جائز رکھی اور ہزار درم موصی کو تسلیم کئے تو درست ہے ولا منع بعد الاجازۃ لان اجازۃ تبرع فلان یتبغ من التسلیم و اما بعد الذبح فلا جوعا

شرع کلمۃ اور صاحب مال کو بعد اجازت وصیت کے ہزار درم کا نہ دینا جائز ہے اس واسطے کہ اس کو اجازت دینا بطریق احسان کے تھا اس پر واجب نہ تھا تو اس کو جائز ہے تسلیم سے باز رہے اور تسلیم کرنے کے بعد تو اس کو پھر لینا جائز نہیں کذا فی شرح التلمذ بخلاف ما اذا وصی بالزیادۃ علی الثلث او لثالثہ او لوارثہ فاذا جاز ما لوارثہ

جب لا یکن لهم المنع بعد الا باذنه یحیون علی تسلیم لما تقررن الیمازلة تیمکک من قبل الموصی عندنا وعند الشافعی من قبل الجوزی بر غلات اس کے جب کہ موصی نے تہائی سے زیادہ وصیت کی یا اپنے قاتل یا وارث کے واسطے وصیت کو جائز رکھا اس واسطے کہ یہاں وارثوں کو اجازت کے بعد منع جائز نہیں بلکہ ان پر زبردستی ہوگی تسلیم کرنے پر اس واسطے کہ یہ قاعدہ ثابت ہو چکا ہے کہ مجاز لہ یعنی جس کے لئے اجازت واقع ہوئی موصی بہ کا مالک ہوتا ہے موصی کی جانب سے ہم حنفیوں کے نزدیک اور امام شافعی کے نزدیک وہ مالک ہوتا ہے اجازت دینے والے کی طرف سے م اس واسطے کہ وصیت اپنے مخرج میں صحیح ہے کیونکہ موصی کی ملک میں واقع ہے اور امتناع تھا وارثوں کے حق سے پھر جب وارثوں نے اجازت دی تو ان کا حق ساقط ہو گیا تو وصیت نافذ ہو گئی موصی کی طرف سے کذا فی الدرر ولو اقر احد الابنین لبد القسمة لوصیة ابیه الثلث فتح امرار فی ثلث نصیبہ لہ نصف استی لان اقرہ ثلث شائع فی کل الترتک وہی سہما فیکون مقرا بثلث ما مضیہ اور اگر دو فرزندوں میں سے ایک فرزند نے اپنے باپ کے ثلث مال کی وصیت کا اقرار کیا بعد قسمت موقوفہ کے تو اس کا قرار اس کے حصے کی تہائی میں صحیح ہے نہ اس کے نصف حصے میں اس واسطے کہ فرزند نے موصی لہ کے واسطے تمام ترکہ میں ثلث شائع کا اقرار کیا ہے اور ترکہ دونوں فرزندوں کے پاس ہے تو وہ مقر ہوا اس مال کی تہائی کا جو اس کے پاس ہے اور مال کی تہائی کا جو اس کے بھائی کے پاس ہے یعنی اس کا اقرار اس کے حق میں مقبول ہے نہ اس کے بھائی کے حق میں بخلاف ما اقر احدہما بدین علی ایہما یت یزیم لہ نعم الدین علی المیراث بر غلات اس کے کہ اگر ایک فرزند نے اقرار کیا دین کا اپنے باپ پر اس واسطے کہ اس کو تمام دین دینا لانا ہوگا بسبب مقدم ہونے دین کے میراث پر م مقررہ مقر سے تمام موقوفہ لیکر تا استیفا دین اور اگر فاضل نہ ہوگا تو مقر کو کچھ نہ ملے گا اور وصیت کا اقرار ایسا نہیں ہے اس لئے موصی لہ وارثوں کا شریک ہے تو موصی لہ کچھ نہ پادے گا جب تک وارث کو رد نہ ملے کذا فی النسخ وبأتمہ فولدت بعد موت الموصی ولدا وکلہما بجز جان من الثلث فہما للموصی لہ اور اگر وصیت کی لونڈی کی سودہ بیٹا جنی موصی کے مرجانے کے بعد اور لونڈی اور اس کا بیٹا موصی کے تہائی مال سے نکلتے ہیں تو وہ دونوں موصی لہ کے ہیں و الا یخرجاخذ الثلث منہما ثم منہ لان التبع لایزیم الاصل وقالا یاخذ منہما علی السواء اور اگر دونوں ثلث مال سے نکلیں تو موصی لہ تہائی نہ نکلیں تو موصی لہ تہائی لے گا لونڈی سے پھر اس کے دہستہ اس واسطے کہ تابع مزاحم نہیں ہوتا اصل کا اور صاحبین نے کہا کہ دونوں برابر لیم صورت مستویہ ہے کہ ایک شخص کے ۱۰۰ درم اور ایک لونڈی ہے ۵۰ درم کی قیمت کی سوا اسے لونڈی کی وصیت ایک مرد کے واسطے پھر وہ لڑکا جنی ۵۰ درم کی قیمت کا تو اب موصی کا مال ۱۰۰ درم کا ہوا تو مال کی تہائی یہ ۵۰ درم ہے تو امام کے نزدیک موصی لہ کو پوری لونڈی ملے گی اور تہائی لڑکا اور صاحبین کے نزدیک ہر ایک سے دو تہائیاں لینگا اس واسطے کہ لڑکا وصیت میں تابع داخل ہے اور خارج نہ ہوگا وصیت سے بسبب انفصال کے اور انہم کی دلیل یہ ہے کہ مال اصل ہے اور لڑکا تابع اصل کا مزاحم نہیں ہوتا تو اگر دونوں میں وصیت نافذ ہو تو بعض اصل میں وصیت قائم نہ رہی اور یہ جائز نہیں ہے کذا فی الطحاوی ہذا اول ولدت قبل القسمة و قبول الموصی لہ فلولہ لہ فہو للموصی لہ نہ نما لہ و کذا لولہ لہ قبل القسمة علی ما ذکرہ القدوسی یہ حکم مذکور اس وقت ہے جب کہ لونڈی قیمت ترکہ سے اور موصی لہ کے قبول کرنے سے پہلے جنی ہو تو وہ لڑکا موصی لہ کا ہے اس واسطے کہ اس کی ملک کی بڑھوتی ہے اور اسی طرح لڑکا موصی لہ کا ہے اگر قبول کے بعد اور قسمت سے پہلے پیدا ہونا براس قول کے جو تدوین سے ذکر کیا ہے ولولہ قبل موت الموصی فلورثہ اور اگر لونڈی جنی موصی کی موت سے پہلے تو لڑکا وارثوں کا ہے یعنی اس واسطے کہ وہ وصیت کے تحت میں داخل نہ ہو اور وصیت کی ملک پر باقی رہا کذا فی العالگیریہ والکسب کا ولہ فیما ذکر اور لونڈی کی کمان دلہ کے ماتہ ہے حکم مذکور ہیں۔

یہ باب ہے بیمار کے آزاد کرنے میں م چونکہ احقاق فی المرض یعنی وصیت ہے اس واسطے کہ وہ تبرأ ہے۔ اس وقت باب العتق فی المرض میں جب کہ وارثوں کا حق متعلق ہو گیا لہذا اس کو کتاب الوصایا میں مذکور کیا لیکن اس کو صریح وصیت سے متاخر کیا اس واسطے کہ صریح اصل ہے یعتبر حال العقد فی تصرف منجز ہوا الذی واجب حکم فی الحال حالت عقد کا اعتبار ہوتا ہے تصرف منجز نہیں منجز وہ ہے جو اپنے حکم کو فی الحال واجب کر دے م اور تصرف مضان الی الموت تصرف منجز کے مقابل ہے سوا کے منقول ہوگا فان کان فی الصحۃ فمن کل مالہ والا فمن ثلثہ تو اگر تصرف منجز صحت کی حالت میں ہو تو اس کے تمام مال سے نافذ ہوگا اور اگر مرض کی حالت میں ہو تو اس کے تہائی مال سے نافذ ہوگا والمراد تصرف الذی ہوا انشاہ بکون فیہ منی القبر حتی ان الاقرار بالبدین فی المرض منقذ من کل المال والتکاح فیہ نیقذ بقدر مہر المتق من کل المال اور جو تصرف منجز کہ ثلث مال سے نافذ ہوتا ہے حالت مرض میں مراد اس سے



وہ تصرّف ہے جو انشاءً اور اس میں تبرع کا معنی ہے تو مرض میں دین کا اقرار تمام مال سے نافذ ہے اور نکاح مرض میں بقدر ہر مال کے نافذ ہے کل مال سے اقرار ضرر ہے انشاءً اس واسطے کہ اقرار تصرّف اخباری ہے نہ انشاءً اور نکاح اقرار ہے معنی تبرع سے اس واسطے کہ نکاح تصرّف انشاءً ہے لیکن اس میں تبرع نہیں ہے والمضاف الی موتہ دہر اذ بمکہ بعد موتہ کانت قریبہ من الثلث وان کان فی الصحتہ اور جو تصرّف کہ عاقد کی موت کی طرف مضاف ہے وہ ثلث مال سے نافذ ہوتا ہے اگرچہ وہ صحت میں واقع ہو جو تصرّف مضاف الی الموت وہ ہے جو اپنے حکم کو بعد موت عاقد کے واجب کرے چنانچہ یوں کہنا اپنے غلام سے کہ تو میری موت کے بعد آزاد ہے یا یہ چیز زید کی ہے میری موت کے بعد مرض صحیح نہ کا تصرّف اور جس بیماری سے عاقد چھٹکا ہو جائے وہ صحت کے مانند ہے ماسوائے کہ وارث اور غیرہ کا حق متعلق نہیں ہوتا مرغن کے مال سے مگر اس کے مرض الموت میں اور چھٹکا ہو جانے سے ظاہر ہو گیا کہ اس کا مرض جو تھا مرض الموت نہ تھا والمقعد للفلوج والسلول اذا تطاول لم یقضہ فی الفرائض کا صحیح مجتبیٰ تم رزحہ متداول منۃ فی المرض المقبر میں

صلوۃ قاضی اور چاند اور مفلوج اور سلول کا مرض جب متداول اور مرض میں ہو جائے اور اس کو بستر پر نہ ڈال دے تو وہ تندرست کے برابر ہے احکام شرعی میں کذا فی المجتبئ پھر صاحب مجتبئ نے تطاول مرض کی حد پر مزہاں ہے کہ ایک سال ہے اور مرض معتبر کی حد وہ ہے جو مباح کر دے مگر کو بیٹھ م مرض معتبر یعنی جس مرض میں نفوذ تصرّف انشاءً ثلث مال سے معتبر ہے کذا فی الطحاوی اعتناۃ ومحایاتہ ومہبتہ ودقہہ وصمانہ کل ذلک حکم وصیۃ مرغن کا اعتنا اور محایات اور مہبتہ اور دقہہ اور صمانہ ہوا اس کا دقت اور ضامن ہوا اس کا ہر یک وصیت کے حکم کے مانند ہے مگر عقود مذکورہ وصیت نہیں ہیں بلکہ وصیت کے مشابہ ہیں اس واسطے کہ وصیت عبارت ہے بکجا ب بعد الموت سے اور یہ تصرفات منجز ہیں فی الحال لیکن چونکہ مرض میں واقع ہونے تو در حکم وصیت ہو گئے حق ورثہ کے تعلق کی وجہ سے محایات کی صورت یہ ہے کہ سودرم کی چیز ۵۰ درم کو بیچے یا ۵۰ درم کو تیز سودرم کو خرید کرے تو قیمت مش سے نافذ خریدیں اور قیمت مش سے ناقص بیع میں اسی کا نام محایات ہے کذا فی الطحاوی فی معتبر من الثلث کما قد منانی الوقت وقت طریض مدیون محیط باطل فلیحفظ بحیرہ کہ تصرفات مذکورہ وصیت کے مانند ہوتے تو ثلث مال سے معتبر ہونے چنانچہ ہم نے آگے ذکر کیا ہے کتاب الوقت میں یہ کہ مرغن مدیون بین محیط کا دقت باطل ہے تو اس کو یا رکھ یا بیچنا اور خریدنا اور تصحیح کرنا چاہیے ویزا تم اصحاب الوصایا فی الضرب اور اہل وصایا سے نزاحت واقع ہوگی ضرب حصص میں یعنی بعد مٹش اور محایا اور مہبتہ اور دقہہ معنون اور ضرب حصص کریں گے اصحاب وصایا کے ساتھ تو اگر ثلث مال سب کے واسطے کفایت ہو گیا فہو المراد ورنہ ہر درم لیس کے اور قیمت میں ہر ایک حصہ معتبر ہوگا نزاحت کا مطلب یہ ہے مجھے ہر حصہ ہے کذا فی الطحاوی ولم یسح العبدان جیز عتق لان المنع لم یقع فیسقط بالاجانۃ اور غلام سہی ذکر ہے گا اپنے تخلص میں اگر اس کے عتق کی اجازت ہو گئی وارثوں کی طرف سے اس واسطے کہ منع عتق تھا وارثوں کے حق کے سبب سے تو وہ ساتھ ہو جائے گا ان کی اجازت سے فان حاجی فخر رفاق الثلث عنہا فی ایۃ الحیاۃ اثنی پھر اگر مرغن نے محایات کی پھر غلام کو آزاد کیا اور اس کا ثلث مال محایات اور اعتنا سے تنگی کرتا ہے یعنی تہائی میں روزوں تصرّف کی گنجائش نہیں ہے تو وہ یعنی محایات مقدم ہے اعتنا پر ہم صورت میں کی یہ ہے کہ ۲۰ درم قیمت کا غلام ایک سودرم کو بیچا پھر اس غلام کو جس کی قیمت سودرم ہے آزاد کیا اور مرغن کا کچھ مال نہیں سوائے ان دو غلاموں کے تو ثلث مال یعنی سودرم محایات میں ضرورت کے کذا فی الدرر ولجسہ بان حرر فی الحالی استویا اور اول صورت کے بالعکس یعنی اول اعتنا کی پھر محایا کی تو دونوں برابر ہیں جس غلام کی قیمت سودرم ہے اس کو آزاد کیا پھر وہ غلام جس کی قیمت سودرم ہے سودرم کو بیچا ثلث مال یعنی سودرم کی تقسیم دونوں میں نصف نصف ہوگی تو بعد متقی نصف مفت آزاد ہوگا اور نصف قیمت میں سہی کرے گا اور صاحب محایات دوسرے غلام کو بیچا اس دم دے کر خرید کرے گا کذا فی الدرر وقال عتق ادنی فیہا اور صاحبین نے کہا کہ غلام کا آزاد ہونا دونوں صورتوں میں مقدم و وصیۃ بان لیتق عنہ بہ المائۃ بعد لا تنفذ الویۃ بالعتق ان ملک درہم لان القرۃ تنفذ تہا و تہا العبد اور مرغن کی وصیت اس طرح ہے کہ اس کی طرف سے غلام آزاد کیا جاوے ان سودرموں سے خرید کرے تو وصیت نافذ نہ ہوگی باقی درموں سے اگر ایک دم بھی سودرم سے تلف ہو دے اس واسطے کہ تقرب الی اللہ متفادات ہو جائے قیمت بعد کے تفادات بخلاف الحج برخلات حج کی وصیت کے یعنی اگر وصیت کی کہ اس قدر درموں سے میری طرف سے حج کیا جائے پھر ان درموں سے ایک دم یا زیادہ تلف ہو گئے تو وصیت قائم ہے باطل نہیں دقت ہما سوار اور صاحبین نے کہا کہ عتق اور حج کی دونوں وصتیں صحیح میں کوئی باطل نہیں و تہا الوصیۃ بعتق عبدہ بان ادی بان لیتق الورثۃ بعدہ بعد موتہ ان منی بعد موتہ فدفع بالجناۃ لکاتبہ بعد موتہ بائین و باطل ہوتی ہے وصیت اپنے غلام کی زادی کی یعنی یوں وصیت کہ وارث اس کے غلام کو اس کے مرنے کے بعد آزاد کریں تو وصیت باطل ہوگی

اگر غلام سے بعد موت موسیٰ کے جنایت واقع ہوئی سو غلام جنایت میں دیا گیا چنانچہ اس صورت میں وصیت باطل ہوتی ہے اگر وہ بچا گیا موت کے بعد موسیٰ کے دین میں مدمد بطلان ہے کہ دلی جنایت کا حق مقدم ہے موسیٰ اور موسیٰ کے حق پر اور اسی طرح دائن کا حق مقدم ہے وان قدی الوثیۃ العبد لا یطعن وان الغدائی المولم بالتزامہم اور اگر وارثوں نے غلام کا فدیہ دیا تو وصیت باطل نہ ہوگی اور یہ فدیہ دینا وارثوں کے ذاتی مال میں ہوگا ان کے التزام کے سبب سے یعنی انہوں نے اپنے اور خود لازم کر لیا تو وہ متبرع ٹھہرے اور اسی ثلثہ اثبات لیکر و ترک عیداً فانقرض من الوارث و بکران المیت اعتق ہذا العبد فادعی بکرمعتقہ فی الصحۃ لیتقذ من کل المال و ادعی الوارث معتقہ فی المرض لیتقذ من الثلث و یقیم علی بکرم القول للوارث مع الیمین لانہ یکر استحقاق بکراہہ اگر وصیت کی اپنے تہائی مال کی بکر کے واسطے اور موسیٰ نے ایک غلام چھوڑا سو اقرار کیا وارث اور بکر ایک شخص نے کہ وصیت نے اس غلام کو آزاد کیا ہے بھر بکر نے دعویٰ کیا اس کی آزادی کا موسیٰ کی صحت کی میں تاکہ آزادی تمام مال سے نافذ ہوا وارث نے اسی کی آزادی کا دعویٰ کیا تو موسیٰ میں تاکہ عتق نافذ ہو ثلث مال سے اور مقدم ہو بکر پر یعنی اس واسطے کہ مرض کا عتق اگرچہ وصیت ہے مگر ثلث مال کی وصیت پر مقدم ہے کذا فی الدرر توارث کا قول قسم کے ساتھ مقبول ہے اسی لئے کہ وارث استحقاق بکر کے ہے اور قول متبرع ہوتا ہے منکر کا قسم کے ساتھ ولا شئی لزید کذا فی نسخ الملقن والشرح قلت صواب لیکر لان المذكور اذ لا فایۃ الامران القوم صواب الزید بغیرہ المصنف اور انسیہ ثانیاً واللہ اعلم اور زید کے واسطے کچھ نہیں اسی طرح تن اور شرح کے نسخ میں لاشی لزید مرقوم ہے میں کہتا ہوں یوں کہنا ٹھیک ولا شئی لیکر یعنی بکر کے واسطے کچھ نہیں اس واسطے کہ اس مسئلہ میں لفظ بکر کا اول مذکور ہے فایۃ الامریہ ہے کہ قوم نے یعنی نقیہوں نے اسی مسئلہ میں زید کی تیش دی سے موصنف نے اول تیش کو بدلادہ آخر میں تعیر کو بھول گیا واللہ اعلم الا ان یفضل من ثلث شئی من قیۃ العبد مگر یہ کہ موسیٰ کے ثلث مال سے کچھ فاضل بچے غلام کی قیمت سے فاضل مال کو بکر لے گا مگر مشد ثلث مال سو درم ہے اور غلام کی قیمت ۸۰ درم تو ۲۰ درم بکر کو ملیں گے اور قیوم تجہ علی دعواہ فان المولیٰ لخصم لانہ ثبت حد کذا العبد یا گواہی کی حجت قائم ہو بکر کے اس دعوے پر کہ اعتاق صحت میں تھا اس واسطے کہ بکر موسیٰ لہ مدعی ہے کیونکہ وہ اپنے حق کا مثبت ہے اور اسی طرح غلام بھی مدعی ہے ولوا دلی رعل دینا علی المیت ادعی العبد عتقانی الفسخ ولا مال لہ بغیرہ فصدقہا الوارث فی قیمۃ و تدفع الی الخویم و قال لا یعتق ولا یسبی فی شئی اور اگر دعویٰ کیا ایک مرد نے دین کا میت پر اور غلام نے عتق کا دعویٰ کیا صحت میں اور مال نہ میت کا کچھ مال نہیں ہے سوائے اس غلام کے سو وارث نے دونوں مدعیوں کی تصدیق کی تو غلام سب سے اپنی قیمت کے ادا کرنے میں اور وہ قیمت صاحب دین کو دی جائے گا صاحبین نے کہا کہ غلام آزاد ہو جاوے گا اور کچھ کوشش قیمت میں نہ کرے گا مگر صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ دین اور عتق سب تھے ہی ظاہر ہے وارث کی تصدیق سے ایک کام میں تو گویا سب تھے ہی واقع ہوئے اور صحت کا قص موجب سعایت کا نہیں امام کا دلیل یہ ہے کہ دین کا اتراد قوی تر ہے عتق سے و لہذا جمیع اول کل مال سے معتبر ہے اور قوی بذوق نہیں ادنیٰ سے اور اس کا مقتضی یہ ہے کہ اصل عتق باطل ہوتا لیکن وہ بعد الوقوع انتقام من کا محتمل نہیں تو اس کو الحقی منقض کیا ایجاب سعایت سے کذا فی الدرر ملخصاً دلی ہذا الخلف لوترک اجاد الف دم نادعا مارعل دینا دطر و لیت و صدقہا الابن فالالف بینہما نصفان عنہ و قال الولیۃ اتری اور بابر غلام مذکور کے اگر میت نے ایک بیٹا اور ہزار درم چھوڑے سوان درموں کے دین ہونے کا ایک مرد نے دعویٰ کیا اور دوسرے نے ان کے ولیت ہونے کا دعویٰ کیا اور میت کے فرزند نے دونوں کی تصدیق کی تو ہزار درم دونوں مدعیوں میں نصفاً نصف ہیں امام کے نزدیک اور صاحبین نے کہا کہ ولیت قوی تر ہے دین سے مگر اس مسئلہ میں اولیت خلاف ہے برخلاف مسئلہ سابقہ کے تو علی ہذا الخلاف کہنا شارح کا بلا درجہ ہے کذا فی الطحاوی ثلث و مکن فی الہدایۃ انتقال عنہ الولیۃ اقوی و عنہما سواہ والا صح ما ذکرنا کانی الکافی و تامل فی الشرطیۃ فلیحفظ میں کہتے ہیں اور ہایت میں اس کے بالعکس کہا ہے سویوں کہا ہے کہ امام کے نزدیک ولیت قوی تر ہے اور صاحبین کے نزدیک دین اور ولیت برابر ہیں اور صحیح تر وہ قول ہے جو ہم نے ذکر کیا چنانچہ کافی میں ہے اور اس کا پورا بیان شریعیہ میں ہے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے مگر شرعیہ میں یوں ہے کہ صاحب ہدایۃ سے پہلے بزرگوں نے خلاف امام اور صاحبین کا بالعکس نقل کیا ہے کذا فی الطحاوی۔



## باب الوصیۃ للقاتارب وغیرہم

یہ باب ہے وصیت وقارب وغیرہم کے بیان میں جاریہ من لوصق یہ وقالا من لیکن فی محلۃ دیکھیں مسجد الحکمۃ وکتابہما وقل لثانی الجار الی العین دار من کل جانب آدمی کا ہمسایہ اور پڑوسی وہ ہے جو اس کے گھر سے ملحق اور متصل ہو اور صاحبین نے کہا کہ جو ایک مجلس رہتا ہو اور محلوک

مسجد ان کی جامع ہو یعنی اسی مسجد میں سب اہل محلہ نماز پڑھتے ہوں اور یہ قول صاحبین کا استحسان ہے اور امام شافعی نے کہا کہ پڑوسی ہم گھر تک ہوتا ہے ہر طرف سے محمد نے لایں کہا جب وصیت کی اپنے ہمسایوں کے واسطے تو یہ وصیت اس کے گھر کے لامقین کے واسطے ہے خواہ ان کے دروازے سے قریب ہوں یا بعید امام کے نزدیک کذا فی العینی و مہرہ کل ذی رحم حرم من عرسک بآباء و اعمامہا و اخیالہا و اخیالہا وغیرہ بشرط موتہ و منکوحۃ او معتدۃ من جرحی اور آدمی کا ہر لینی سہ سال کے وہ لوگ ہیں جو مرد کی جود کے محرم قریب دار ہیں چنانچہ عورت کے باپ دادا سے اور اس کے چچے اور اس کے ماموں اور اس کے بھائی اور ان کے سوائے اور محرم لوگ بشرطیکہ مرد مر گیا ہو اور وہ عورت اس کے نکاح میں یا یا طلق رجعی کی عدت میں ہو یا طلاق بائن کی عدت میں ہو تو مہر متعلق وصیت کا نہ ہوگا اگرچہ عورت زوج کی وارث کی ہوگی قال الحلوانی ہذا فی عرقم دانی عرفنا فیخص بابہا غایۃ وغیرہ و اقروہ القہسان ثلث لکن جزم فی البران وغیرہ بالادل و اقروہ فی الشربلایۃ طوانی نے کہا کہ یہ مہر کی تعریف متقدمین کے عرف میں تھی اور ہمارے عرف میں تو مہر کا لفظ عورت کے والدین کے مخصوص ہے یعنی خسر اور خورشدا من کذا فی الغایۃ وغیرہ اور قبستانی نے اس کو ثابت رکھا ہے میں کہتا ہوں لیکن برمان وغیرہ میں اول قول پر یقین کیا ہے اور شربلایۃ میں اس کو ثابت رکھا ہے ثم نقل عن العینی ان قول الہدایۃ وغیرہ ما علی الشیخہ وسلم لما تزوج صفیۃ صوابہ جویریۃ بنت الحارث ثلث علی حفظہ لہ الغایۃ پھر شربلایۃ میں عینی شارح ہدایۃ سے یہ نقل کیا کہ ہدایۃ وغیرہ کا یہ قول کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت صفیۃ سے نکاح کیا حق اور ٹھیک ہے کہ حضرت جویریۃ بنت حارث سے نکاح کیا میں کہتا ہوں تو اس نادرہ کو یاد رکھنا چاہیے م عینی نے سنن ابوداؤد وغیرہ سے نقل کیا کہ جویریۃ بنت حارث ثابت بن کس کے حصہ میں واقع ہوئیں انہوں نے ان کو مکاتب کیا اور اُسے بدل کتابت کے واسطے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں حضرت نے ان سے نکاح کیا جب اصحاب نے یہ سنا تو جو لوگ حضرت جویریۃ کی برادر سگی اسی حصہ میں آئے تھے انہوں نے ان کو آزاد کر دیا حضرت کے اکرام کے واسطے اور کہا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب ہیں اور وہ توفانہ دار تھے انتہی تحفہ و خلتہ زوج کل ذی کذا فی النسخ ثلث الموافق لحاتم الکلب ذات رحم حرم منہ کا زوج بناتہ و عاتہ اور انسان کا ختن اس کے ہر محرم عورت کا شوہر ہے چنانچہ اس کی بیٹیوں اور بیٹیوں کے شوہر شارح نے کہا تن کے نسخوں میں اسی طرح کل ذی رحم واقع ہے اور اگر کتابت فقہ کے موافق کل ذات رحم ہے و کذا کل ذی رحم من انہ جن تیل ہذا فی عرفہم و فی قولنا لصر ابوالمراۃ دامہا و الختن زوج الختم و الختم زوج البنت لہا مشہور اور اسی طرح ختن عبارت ہے بنات و بنات کے شوہروں کے ہر قرابت دار سے بعضوں نے کہا یہ تعریف مہر اور ختن کی متقدمین فقہاء کے عرف کے موافق ہے اور ہمارے عرف میں مہر خسر اور خورشدا من ہے اور ختن فقط محرم کا شوہر ہے کذا فی الزلیلی وغیرہ قبستانی نے اتنا زیادہ ذکر کیا ہے اور ہمارے ملک میں یوں لائق ہے کہ مہر خسر و خاص کیجئے اور ختن بیٹی کے شوہر یعنی داماد پر خاص کیجئے اور ختن بیٹی کے شوہر یعنی داماد پر خاص کیجئے اس واسطے کہ اب یہی مشہور ہے م یہ اشارہ اس طرف ہے کہ دیار موسیٰ کا رواج اور عرف معتبر ہے اور ایک ملک کا عرف دوسرے ملک پر جاری نہیں ہوتا کذا فی الطحاوی والہ زوجتہ وقالا کل من لی حیالہ ولفقہ غیر مالیکہ و قولہما استحسان شرح تکرملہ قال ابن الکمال و ہو مؤید بالنفس قال اللہ تعالیٰ فنجینہ و اہل الامراتہ انتہی ثلث و جوابہ فی المطولات اور اہل ہمارے اس کی زوجہ سے اور صاحبین نے کہا کہ جو اس کے عیال اور فقہ میں داخل ہے سوائے اس کی لونڈی ۔۔۔ فہم کے وہ اس کے اہل ہیں اور قول صاحبین کا استحسان ہے یعنی یہی قول راجح ہے کذا فی الشرح التکرملہ ابن کمال نے کہا اور وہ یعنی صاحبین کا قول مؤید بنص قرآنی ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے نجات دی فوط اور اس کے اہل کو سوائے اس کی عورت کے انتہی قول میں کہتا ہوں اور جواب اس استدلال کا امام کی طرف سے بڑی کتابوں میں مذکور ہے استدلال مذکور کا جواب یہ ہے کہ قرینہ عموم کا دامن موجود ہے یعنی استثنا اور امام کی دلیل یہ ہے کہ لفظ اہل کا حقیقت ہے نعرہ کے واسطے بدیل تصور عرف قال تعالیٰ و سائر اہلہ و ذلک لعلہم و منہ قلم تامل بلکہ کذا اور مطلق منصرف ہوتا ہے حقیقت مستعملہ کی طرف کذا فی الطحاوی مختصر اولہ اہل بلقیۃ و قبیلۃ التی یسب الیہا و حینئذ یدخل فیہ کل من یسب الیہ من

۱۲۰۰ اور لے چلا اپنی گھر والی کو ۱۲۰۰ اور کہا اپنی لہجہ سے ٹھہر دے ۱۲۰۰ اور امام سے ہے قول عرب والوں کا اس نے شمار کیا کرتی غصہ شہر میں ۱۲۰۰

قبل ابانہ الی اقصی باب لم فی الاسلام سوی الاب الاقصی لانه مضان الیہ قبستانی عن الکسانی اور آدمی کی آل عبارت ہیں اس کے اہل بیت اور اس کے اس قبیلہ سے جس کی طرف وہ منسوب ہوتا ہے اور اس وقت میں یعنی جب کہ آل سے اہل بیت اور قبیلہ مراد ہو تو آل میں داخل ہے ہر ایک وہ شخص جو موصی کی طرف منسوب ہے اس کے باپ دادا کی جانب سے اسلام میں اس کے پہلے سرے کے باپ تک پر اقصی کے سوا اس واسطے کہ پر اقصی مضان الیہ یعنی اور وصیت نہیں مگر مضان کے واسطے کہ ذانی القہستانی عن الکسانی م پر اقصی اسلام میں ثناء علی یا عباس رضی اللہ عنہما تو اگر علوی نے وصیت کی اپنی آل کے واسطے تو اس میں داخل ہے جو موصی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہے نسب ابائی کی جانب سے نہ شخص جس کا ناہاں ہے سادات میں الاقرب والابعد والذکر والانشی والمسلم والکافر والمسلم والصغیر والکبیر فیہ سوا اقرب تراد بعد تراد مرد اور عورت اور مسلمان اور کافر اور فرزند کبریاں میں سب برابر ہیں ویدخل فیہ الغنی والفقیر ان کا لوالہ یحسون کما فی الاختیار اور آل میں غنی اور فقیر داخل ہیں مگر وہ مختصر ہوں کہ ذانی الاختیار م جہلت اختیار کیوں ہے (و ان کا لوالہ یحسون کذا فی الخطاری عن الکی یعنی آل غنی اور فقیر سب داخل ہیں اگر وہ لوگ غیر مختصر ہوں اور یہی حق ہے ہو کہ اب سے داد ساقط ہو گیا ویدخل فیہ ابوہ وجده طابہ ذر دجہتہ کما فی شرح التکر یعنی اذا کا لوالہ ثرونہ اور آل میں داخل ہے موصی کا باپ اور دادا اور اس کا بیٹا اور اس کی زوجہ کذا فی شرح التکر یعنی جب کہ وہ اس کے وارث نہ ہوں مدم میراث کی قیاس واسطے لکائی کہ وصیت نافذ ہوتی ہے غیر وارث کے حق میں ولاییدخل فیہ اولاد البنات واولاد الاخوات ولا احد من قرابتہ ام لان الولد نیب لابیہ لا لامراد موصی کی آل میں داخل نہیں اس کی بیٹیوں کی اولاد اور ذی اس کی بہنوں کی اولاد اور نہ کوئی وہ شخص جو اس کی ماں کا قرابت دار ہے اسی واسطے کہ بیٹا باپ کے نسب میں داخل ہوتا ہے نہ ماں کے نسب میں و جنس اہل میت ابیہ لان اللسان جنس باہیہ لہا مرد و موصی کی جنس اس کے باپ کے اہل بیت میں اسی واسطے کہ انسان متجانس ہوتا ہے اپنے باپ کا نہ اپنی ماں کا فایۃ للبیان میں ہے کہ جنس عبارت ہے نسب سے اور نسب معتبر ہے باپ کی طرف سے وکنہ اہل بیۃ و اہل نسبہ کا کہ ذکر نمک لکہ اور اسی طرح موصی کے اہل بیت اور اس کے اہل نسب اس کی آل اور اس کی جنس کی مانند ہیں تو اہل بیت اور اہل نسب کا حکم آل اور جنس کے مانند ہے ولادعت المرأة لجنسها واولاد اہل بیۃ لایدخل ولد طاع و لا المرأة لانیب الابیہ لایبہا اور اگر عورت نے اپنی جنس یا اپنے اہل بیت کے واسطے وصیت کی تو اس عورت کا بیٹا وصیت میں داخل نہیں اسی واسطے کہ بیٹا اپنے باپ کی طرف منسوب ہے نہ ماں کی طرف الا ان یکن ابوہ اسے الولد من قوم ابیہا فینفذ عن لانه من جنسہ وکان ذی غیر ہاقت و مفادہ ان الشر من الام فقط غیر معتبر کما فی اوخر قادی بن نجیم و بہ فتی ثخانی اری نعم لمزنیۃ فی الجملہ مگر یہ باپ اس فرزند کا اس عورت موصی کے باپ کی قوم سے ہو تو اس وقت میں اس عورت کا بیٹا بھی وصیت میں داخل ہو گا اسی واسطے کہ وہ اس کا ہم جنس اور ہم نسب ہے کذا فی الدرر السانی وغیرہ میں کہتا ہوں تو اس تقریر سے یہ مفاد ہوا کہ شر من یعنی سیادت فقط ماں کی طرف سے بلکہ معتبر ہے چنانچہ قادی بن نجیم کے اوخر میں مذکور ہے اور اسی کا فتویٰ دیا ہے ہمارے استاد فیہ الدین ربی نے ہاں یہ البتہ ہے کہ سیدہ کے فرزند کوئی الجملہ مزیت اور بزرگی ہے اسی پر جس کی ماں سیدہ نہیں لاقصا لکہ بالخصۃ الباشیۃ کذا فی الخطاری م قادی بن علقیری میں بدائع سے منقول ہے کہ حسب اور نسب مخصوص پیدا رہے نہ کیا در جس کی ماں سیدہ ہو اور باپ سیدہ نہ ہو تو اس کو زکوٰۃ کا مال لینا و ام نہیں اور وہ باشیہ کا کھوار ہے نہ سبب نہیں اور اس پر وہ مال نہیں جو مادات پر وقف ہوا الا بنص واقف اور یہ حدیث ہے کہ کل نسب ابن انثی فہو لایہ الاما کان من فاطمہ فاذلی تو اس میں اگر عورت کا نسب معتبر ہوا تو خصوصیات سے ہے چنانچہ لفظ حدیث مفید ہے اس کا نتیجہ کذا فی الخطاری وان اوصی الاقاربہ اولدہ لذی قرابتہ کذا فی التبع قلت صواب لذی اولاد عامہ او لانسابہ فی لما قرب من کل ذی رحم محرم منہ اور اگر وصیت کی اپنے اقارب کے واسطے یا اپنے قرابت والوں کے واسطے یا اپنے ذوالارحام یا اپنے اہل النسب کے واسطے تو یہ وصیت ہے قریب تر کے واسطے پھر اس کے بعد جو اقارب تر ہے موصی کے ہر قرابت دار رحم سے شارح نے کہا تن کے نعوں میں اسی طرح لای قرابتہ مرقوم ہے میں کہتا ہوں لذی ابنہ بعینہ جمع ٹھیک ہے م لذی قرابتہ مفرد ہے اور یہ مسئلہ مفروض بعینہ جمع ہے لہذا شارح نے صیغہ جمع کو صواب کہا اور مترجم نے اسی وجہ سے صیغہ جمع کا ترجمہ کیا ولایدخل الوالدان فی من قال للوالد قریبا فہو ماقی والولد ولو لم یمنع بکفر اور قی کہ لایفیدہ علوم قولہ لوالدہ ث اور اقارب کی وصیت مذکورہ میں ماں باپ اور بیٹا اور لہ یعنی بسبب اس کے متصل ہونے کے پارہ گوشت کے ساتھ ہے ہر نسب عورت کے بیٹے اس فرزند کے باپ کی طرف منسوب ہے۔ مگر جو نسب فاطمہ سے ہو وہ میری طرف منسوب ہے۔



کا داخل نہیں اگرچہ والدین اور فرزند ممنوع المیراث ہوں بسبب کفر یا ملوکیت کے چنانچہ عموم وارث سے یہ ثابت ہوتا ہے بعضوں نے کہا کہ جو فرزند اپنے باپ کو قریب کہے وہ اہل خانہ ہے م و جہان فرائی کی یہ ہے کہ اہل اخت کے عرف میں قریب اس کو کہتے ہیں جو غیر سے قریب کرے اور شخص کے واسطہ اور تقرب والد کا وہ بنفسہ سے لایفولڈ کرنے الزلیعی والماجدہ ولد الولد فیہ غل فی ظاہر الروایۃ وقیل لا واختارہ فی الاختیار اور ادا اور پوتا قاتقارب لی وصیت میں داخل ہیں ظہر الروایۃ میں اور بعضوں نے کہا داخل نہیں اور اسی کو پسند کیا ہے اختیار شرح مختار میں م قادی مالگیری میں بدائع سے نقل کیا کہ عدم دخول کا قول صحیح ہے ویکن للثمنین فصاعدا یعنی اقل الجمع فی الوصیۃ اثبات کما فی المیراث اور اقارب کی وصیت مذکورہ دو شخصوں اور زیادہ کے واسطے ہوگی یعنی اس لئے کہ وصیت میں میراث کے مانند اقل جمع دہیں م امام نے اس وصیت میں چار شرطوں کو اعتبار کیا اول یہ کہ مستحق دو شخص میں یا زیادہ دوسری یہ کہ موصی کا قرابت دار ہو تیسری یہ کہ اقرب فالاقرب مقبر سے اور البعد محجوب ہے اقرب کے وجود سے مانند میراث کے چوتھی یہ کہ موصی کا وارث نہ ہو اور عورت اور مرد امی میں برابر ہیں کذا فی المالگیری فان کان للموصی عثمان وغالدن فہی لعمیہ کالارث وقالارباعا تو اگر وصیت اقارب میں موصی کے دو چچا اور دو ماموں ہوں تو وصیت اس کی دونوں چچائی کے واسطے میراث کے مانند ہے اور صاحبین نے کہا کہ چار حصے ہونگے دو حصے چچا کے دو حصے ماموں کے واسطے اور دو حصے ماموں کے واسطے م شارح نے تثنی میراث سے اس کا اشارہ کیا کہ تسادی وسائل کے وقت جہت اقویٰ معتبر ہے تو چچا مقدم ہوں گے ماموں پر کذا فی الطحاوی ولولہ لم وغالدان کان لہ النصف ولہما النصف وقال اثنا اور اگر موصی کا ایک چچا اور دو ماموں ہوں تو چچا کے واسطے نصف مال ہے وصیت کا اور دونوں ماموں کے واسطے نصف باقی ہے اور صاحبین نے کہا کہ تثنی تہا مال ہوگا یعنی ہر ایک کو تہائی ملے گا برابر ولو لم واحد لا غیر فہی لہ النصف ویرد النصف الاخرالی الورثۃ لعدم من یستحقہ اور اگر موصی کا ایک چچا ہو نہ اور کوئی تو اس کے واسطے نصف وصیت ہے نصف ثانی اس کے وارثوں کو دیا جائے کیونکہ اس کا کوئی مستحق نہیں ولو لم وعمتہ استویا لا ستوارقرا بہما اور اگر موصی کا ایک چچا اور ایک عمتہ تو وہ دونوں برابر ہیں اس واسطے کہ دونوں کی قرابت یکساں برابر ہے ولو لعمد المحرم بطلت خلا فہما اور اگر موصی کا کوئی محرم نہ ہو تو اقارب کی وصیت باطل ہوگی بر خلاف صاحبین کے م صاحبین کے نزدیک اگر محرم نہ ہوں گے تو غیر محرم کی طرف وصیت صرف ہوگی اس لئے کہ ان کے نزدیک اقارب میں داد مال اور نانہال کے سبب رشتہ دار داخل ہیں کذا فی الطحاوی ولولہ فلان فہی لہ ذکر والانشی سوار ملان ام اولد لعم اسکل حتی لعم اور اگر وصیت کی فلا نے شخص کے ولد کے واسطے تو یہ وصیت مرد اور عورت کے واسطے برابر ہے اسی واسطے کہ ولد کا اسم مرد اور عورت دونوں کو شامل ہے یہاں تک کہ پیٹ کے بچے کو شامل ہے ولایہ غل ولد ابن مع ولد ملب اور داخل نہ ہوگا پوتا فرزند صلبی کے ساتھ فلولہ بنات لصلبہ وبنان فہی بطنات سملابا لحقیقۃ اور اگر فلا نے شخص کے صلبی بیٹیاں اور پوتے ہوں تو وصیت بیٹیوں کے واسطے ہے حقیقت پر عمل کرنے کی راہ سے یعنی پوتوں کو ولد کہنا یا مقبر مجاز ہے اور بیٹیوں کو بنا بر حقیقت کے ہے اور حالانکہ حقیقت مقدم ہے مجاز پر فلولہ ذرت مرت الی المجاز تحریرا عن التعلیل پھر اگر حقیقت مستدر ہو تو کلام پھر مجاز دے گا مجاز کی مرت تاکہ کلام بادیست بیکار اور سپورہ نہ ٹھہرے م جب کہ فلا نے شخص کی اولاد کے واسطے وصیت کی اور اسی کی اولاد صلبی نہیں ہے تو اب وصیت میں پوتے داخل ہوں گے کذا فی المالگیری ولایدخل اولاد البنات وعن محمد یحیون اختیار اور بیٹیوں کی داخل نہ ہوگی اور عمد سے ایک ہدایت ہے کہ داخل ہوگی کذا فی اختیار ولو لوثیہ فلان للذکر مثل حظ الانثیین لہنا اعتبار الوراثۃ اور اگر وصیت کی فلا نے کے وارثوں کے واسطے تو مرد کو دو عورتوں کے برابر حصہ ملے گا۔ اس واسطے کہ موصی نے وراثت کا اعتبار کیا لہذا بطور میراث کے دیا جائے گا بشرط محتمل اے الوصیۃ ہنا اے فی الوصیۃ لہ ذرۃ فلان وانی معنا لہ عقب فلان موت الموصی لوثرۃ او عقبہ قبل موت الموصی لان الورثۃ والعقب انما یکون بعد الموت اور یہاں یعنی فلا نے کے وارثوں کی وصیت میں اور جو اس کے معنی میں چنانچہ عقب فلا نے کے وصیت میں صحیح ہونے وصیت کی شرط یہ ہے کہ فلاں شخص جس کے وارثوں اور پس ماندوں کے واسطے وصیت ہوئی مرگیا ہو موصی کی موت سے پہلے اس واسطے کہ وارث اور پس ماندہ صادق نہیں آتا مگر اس کی موت کے بعد م انکان معہ موصی لہ اقرب منہم ویندرے عدد الرؤس ثم ما عاب الورثۃ یقسم بنہم لہذا کالانثیین کما مر پھر اگر وارثوں کے ساتھ دوسرا موصی لہ بھی ہو تو مابین ذرۃ اور مابین دوسرے موصی لہ کے تقسیم علی عدد الرؤس ہوگی پھر جو وارثوں کو حصہ ملے گا تو ان کے مابین مرد کو دونا اور عورت کو نصف

اس کا تقسیم ہوگا چنانچہ مذکور ہو چکا فلو مات الموصی قبل موتہ ای الموصی لو شتہ او عقبہ لطلت الوصیۃ لو شتہ او عقبہ پھر اگر وصیت کرنے والا مر گیا اس شخص کے مرنے سے پہلے جس کے وارثوں اور عقب کے واسطے وصیت ہوئی تو اس کے وارثوں اور عقب کے واسطے وصیت باطل ہوگئی تم ان کا نہ ہم موصی نہ آخر کقولہ وصیت لفلان ولو شتہ وعقبہ کانت الوصیۃ کلمۃ الفلان الموصی لہ دون در شتہ وعقبہ لان الاسم لا یتناولہم الابد الموت وتمامہ فی السراج پھر اگر وارثوں کے ساتھ دوسرا شخص موصی نہ ہو چنانچہ موصی کا یہ قول کہ میں نے وصیت کیا فلان نے شخص کے لئے اور اس کے وارثوں اور عقب کے لئے تو بالکل وصیت فلان نے موصی نہ کے لئے ہوگئی نہ اس کے وارثوں اور عقب کے واسطے اس لئے کہ وارثوں کا اسم شامل نہیں ان کو اگر بعد جانے اس شخص کے اور اس کا پورا بیان سراج دہاج میں ہے وغیرہ عقبہ ولدہ من الذکور والاناث فای ما لوالد ولدہ کذلک ولای دخل اولاد الاناث لہنم عقبہ ابائہم لالہ اور سراج دہاج میں ہے اور عقبہ آدمی کا ولد ہے خواہ مرد ہو یا عورت پھر اگر اولاد صلی مرگئی تو اس کے فرزند کی اولاد اسی طرح ہے یعنی ان میں بھی مرد عورت برابر ہیں اور عورتوں کی اولاد عقب میں داخل نہیں اس واسطے کہ وہ اپنے باپوں کے عقب میں نہ اس کے یعنی نانی نانا کا عقب اپنے باپ دادا کا عقب ہے طحاوی نے کہا شارح کو فوجد ابنہ کذلک کہنا بہتر تھا اس واسطے کہ ولد مرد اور عورت دونوں کو شامل ہے وفی ایتام بلیہ ای بنی فلان والیتیم اسم لمن مات ابوہ قبل الحکم قال علی اللہ علیہ وسلم یتیم بعد البلوغ وحمیائہم وزمناہم واراملہم الذی لا یقدر علی شئ رجلا کان اوراقہ ویثیہ قولہ دخل فی الوصیۃ فقیر تم وغنیہم و ذکر ہم واثامہم اور اگر وصیت کی فلان نے شخص کے یتیم فرزندوں میں اور ان کے اندھوں اور لنگڑوں اور ان کے مساکین میں تو وصیت میں داخل ہونگے بنی فلان کے فقیر اور غنی اور ان کے مرد اور عورت شارح نے کہا یتیم نام ہے اس شخص کا جس کا باپ مر گیا قبل بلوغ کے فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بالغ ہونے کے بعد یتیم نہیں ارا مل جمع ہے ارمل کی ارمل وہ ہے جو کسی چیز پر قادر نہ ہو یعنی محتاج اور مسکین غولہ وہ مرد ہو یا عورت اور اس معلوم کی تائید کرتا ہے مصنف کا قول یہ قول کہ اس میں عورت اور مرد یکساں ہیں وقسم سویتہ ان الھو الخیر کتاب ادصاب فانه یتخذ یكون تمیکاکہم اور مال برابر تقسیم ہوگا اگر بنی فلان کے یتیم اور اندھے متعین اور منحصر ہوں بدون لکھنے اور حساب کرنے کے تو اس وقت میں یعنی جبکہ منحصر ہوں تو مال وصیت تملیک بکھڑے گا ان کے واسطے م عدم احصاء اور انحصار کی تعریف ابو یوسف کے نزدیک یہ ہے کہ احصاء نہ ہو سکیں بلکہ لکھنے اور حساب کرنے کے اور محمد نے کہا جب کہ ۱۰۰ سے زیادہ ہوں اور بعضوں نے کہا کہ یہ حاکم کی رائے پر موقوف ہے اور محمد کا قول آسان ہے کذا فی فتاویٰ قاضینان والالفقر اسم لعیط الموصی من شار منہم شرح التکلمۃ لتقدر التملیک یتخذ فی اربعہ القربۃ اور اگر یتیم وغیرہ غیر منحصر ہوں تو وصیت کا مال ان کے محتاجوں کو دیا جائے وصی کو اختیار ہے ان میں سے جس کو چاہے دے کذا فی شرح التکلمۃ بسبب متعذر ہونے تملیک کے اس وقت میں تو اس سے قرابت مراد ہوگی م درمیں ہے اس واسطے کہ وصیت سے مقصود قرابت ہے اور قرابت ہوتی ہے دفع احتیاج اور اگر سنگی میں اور یتیم اور نابینا اور لنگ کے اسماء محتاجی پر دلالت کرتے ہیں تو محتاجوں پر حمل کرنا جائز ہوگا کذا فی الطحاوی وفی بنی فلان مختص بذکور ہم ولو اختیار اور اگر وصیت کی بنی فلان میں یعنی فلان نے کے فرزندوں میں تو یہ ان کے مردوں کے ساتھ مخصوص ہے اگرچہ مالدار ہوں الا اذا کان فلان عبارة عن اسم قبیلۃ او اسم فخذ فیتناول الالفاظ لان المراد یتخذ مجرد الاقتساب کما فی بنی آدم مگر جب کہ فلان عبارت ہو قبیلہ کے نام سے یا فخذ کے نام سے تو بنی فلان کا لفظ عورتوں کو بھی شامل ہوگا اس واسطے کہ اس وقت میں فقط اتسابات مراد ہے جیسے کہ بنی آدم کے لفظ میں عورتیں بھی داخل ہیں م جب کہ بنی فلان کے واسطے وصیت کی تو اس کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ فلان باپ ہے قبیلہ کا یعنی جماعت کثیرہ کا چنانچہ یتیم بنی یتیم کا اور اسد بنی اسد کا یا کہ فلان پدر خاص ہے جماعت کثیرہ کا پدر نہیں تو معلوم کرنا چاہیے کہ جماعت کی اسامی سے پہلا نام شعب بفتح شین ہے پھر قبیلہ پھر عمارہ پھر بطن پھر فخذ پھر نصیب تو مضر قریش کا شعب ہے اور کنانہ قبیلہ اور قریش عمارہ اور قحی بطن اور غنم



فخذ اور عباس فصیلہ کذا فی العالمگیریہ مختصراً ولہذا یدخل فیہ ایضاً مولی العتاقۃ و مولی الموالاة و حلقائہم یعنی ہم یکھون والافا الوصیۃ باطلۃ اور اسی سلسلے  
جب کہ فلان عبارت ہو جماعت کثیرہ سے تو اس میں مولائے عتاقۃ اور مولائے موالاة اور اس جماعت کے ہم قسم لوگ بھی بنی فلان میں داخل  
ہو جاتے ہیں یعنی جبکہ وہ لوگ متعین اور منحصر ہوں اور اگر غیر منحصر ہوں تو وصیت باطل ہے والاصل ان الوصیۃ متی وقعت باسم ینبئی عن الحاجۃ  
کایتام بنی فلان تصح وان لم یخصوا علی ما مر لوقوعہا لشد تعالیٰ و ہو معلوم وان کان لا ینبئی عن الحاجۃ فان احتوا صحت و کجیل تملیک کا والابطال و  
تمامی اختیار اور مسائل مذکورہ میں قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جب وصیت واقع ہوئی ایسے لفظ سے جو خبر ہے حاجت سے چنانچہ بنی فلان کے تقیم تو  
وصیت صحیح ہے اگرچہ وہ لوگ غیر منحصر ہوں یا برتقریر گذشتہ یعنی اس حالت میں محتاج اور مسکین مراد ہوں گے بسبب واقع ہونے وصیت  
کے خدا تعالیٰ کے واسطے اور وہ معلوم ہے اور اگر لفظ وصیت کا احتیاج پر دلالت نہیں کرتا تو اگر موصی لم منحصر میں تو وصیت صحیح ہے اور اب وصیت  
تملیک قرار دی جاوے گی اور اگر وہ لوگ غیر منحصر میں تو وصیت باطل ہے اس کا پورا بیان اختیار شرح مختاریں ہے اوصی من لم یعتقون و معتقون  
لموالیہ بطلت لان اللفظ مشترک ولا عموم عندنا ولا قرینۃ تدل علی احدہما جس کے آزاد کرنے والے اور آزاد کردہ دونوں موجود ہیں اس نے وصیت  
کی اپنے مولیٰ کے واسطے تو وصیت باطل ہے اس واسطے کہ مولیٰ لفظ مشترک ہے اور مشترک کے واسطے عموم ثابت نہیں ہم غنیوں کے نزدیک اور  
ولی قرینۃ تام نہیں جو ایک معنی پر دلالت کرتا ہے م مولیٰ کا لفظ آزاد کنندہ اور آزاد کردہ دونوں کو شامل ہے باعتبار لغت کے تو لفظ مشترک ٹھہرا۔ اور  
مشترک کے سبب معانی مراد لینا ہمارے نزدیک درست نہیں اور کوئی قرینہ نہیں کہ مولیٰ سے آزاد کنندہ مراد ہیں یا آزاد کردہ لہذا وصیت مذکورہ  
باطل ٹھہری دل فرق فی ذلک عند عامۃ اصحابنا بین النفی والاثبات اور ہمارے اکثر اصحاب کے نزدیک اس میں کچھ فرق نہیں ہے درمیان نفی اور اثبات  
یعنی خواہ کلام منفی ہو یا مثبت مشترک لفظ عموم کا مفید نہیں ہے جمہور حنفیہ کے نزدیک داخل شمس الاکثرۃ و صاحب الہدایۃ العظیم اذا وقع فی حیز النفی اور  
شمس الاکثرۃ اور صاحب ہدایہ نے یہ اختیار کیا ہے کہ مشترک عام ہوتا ہے جب کہ نفی کے تحت میں واقع ہو م صاحب درر نے صاحب ہدایہ کے قول  
کو پسند کیا ہے اس دلیل سے کہ نفی مشترک میں ثنائی نہیں اور باقی علماء نے اس کا جواب دیا ہے۔ چنانچہ قول آئندہ میں معلوم ہوگا۔ وینتذ نفو لہم  
و سلف لا یلکم مولی فلان لیم الامی والاسفل لا لوقوعہ فی النفی بل لان الحامل علی الامین بغضہ و ہو غیر مختلف عنایہ و اقرہ المصنف اور اس وقت میں  
یعنی جب کہ معلوم ہوا کہ جمہور کے نزدیک کچھ فرق نہیں مابین نفی اور اثبات کے عدم جواز عموم مشترک میں تو فقہا کا یہ قول کہ اگر قسم کھائی کہ کلام نہ  
کرے گا فلا نے شخص کے مولیٰ سے تو لفظ مولیٰ کا عام ہے مولائے اعلیٰ یعنی آزاد کنندہ اور مولائے اسفل یعنی آزاد کردہ کو نہ اس وجہ سے کہ  
عموم حاصل ہوا ہے مشترک واقع ہونے نفی میں بلکہ اس وجہ سے کہ قسم کھانے پر فلا نے شخص کا بغض باعث ہے اور بعض غیر مختلف  
ہے مابین الاعلیٰ والاسفل کذا فی العناویہ اور مصنف نے اس کو ثابت رکھا ہے اپنی شرح میں م شمس الاکثرۃ اور صاحب ہدایہ کے نزدیک  
قسم مذکور میں عموم مشترک کا قرینہ نفی ہے اور علماء کے نزدیک علت عموم بعض ہے نفی الا اذا عینہ اسی الاعلیٰ والاسفل قبل موتہ فینتذ لیم لاولیٰ مگر  
جب کہ مولیٰ کی وصیت میں موصی بعین کر دہم مولائے اعلیٰ کی یا اسفل کی اپنی موت سے پہلے تو اب وصیت باطل نہ ٹھہرے گی صحیح ہو جاوے گی۔  
ذوال مانع کے سبب سے یعنی مانع صحت عدلین متی مواب زائل ہوگئی اس کے بیان سے ویدخل فیہ ای فی الموالی من العتقۃ فی صحۃ و مرصنہ اور مولی  
میں داخل ہے وہ غلام جس کو موصی نے آزاد کیا اپنی صحت اور بیماری میں ولایہ دخل فیہ مدبر وہ و امہات اولادہ و عن ابی یوسف یدخلون اور مولی میں  
داخل نہیں موصی کے غلام مدبر اور امہات اولادہ اور ابیوسف سے ایک روایت یہ ہے کہ وہ بھی داخل ہیں مدخل دخول کی علت یہ ہے کہ مدبر  
اور ام ولد آزاد ہوتے ہیں۔ مالک کی موت کے بعد اور وصیت مضاف ہوتی ہے موت کی حالت کی طرف تو قبل از موت تحقیق اسم کا ضرور  
ہے یعنی علت اس کے آزاد کنندہ یا آزاد کردہ سے یکساں ہوگی۔

ہے کہ انی الدرر اوصی بثلث مالہ الی الفقہار دخل فیہا من یدق النظر فی المسائل الشرعیۃ وان علم ثلث مسائل مع ادلتہا کذا فی القنیۃ اپنے ہائی مال کی وصیت کی فقہوں کے واسطے تو فقہوں میں وہ شخص داخل ہوگا جو نظر دقیق اور فکر دقیق رکھتا ہو مسائل شرعیہ میں اگرچہ تین ہی مسئلوں کو ان کے دلائل کے ساتھ جانتا ہو کذا فی القنیۃ یعنی بدون علم دلائل کے فقہ نہیں قال حتی قبل من حفظ الوقف من المسائل لم یدخل تحت الوصیۃ صاحب قنیۃ نے کہا یہاں تک کہ بعض فقہوں نے کہا کہ جو ہزاروں مسئلے یاد رکھتا ہو یعنی بدون دلائل کے وہ فقہاء کے تحت وصیت میں داخل نہ ہوگا م فقہ ابو جعفر نے کہا کہ ہمارے نزدیک فقہ جو فقہ دانی میں اقصیٰ مرتبہ پہنچ گیا ہو اور متفقہ یعنی جو مسائل جانتا ہو بدون دلائل کے وہ فقہ نہیں ہے اور اس کو وصیت مذکورہ میں حصہ نہیں کذا فی الطحاوی اسی تقریر سے معلوم ہوا کہ اس زمانے کے عالموں پر فقہ کا اطلاق کم یا ب سے الا اشار اللہ تو عنہ مسائل وان متفقہ ہیں فقہ نہیں اوصی بان لیطین قبرہ اذ ضرب علیہ قبیۃ فی باطلۃ کما فی النہایۃ وغیرہ وقد نہاہ عن السراجیۃ وغیرہ یہ وصیت کی کہ مٹی لگانا بارے اس کی قبر پر یا اس کا قبر پر قبہ یا گنبد بنایا جائے تو وصیت باطل ہے۔ چنانچہ فتاویٰ قاضی خاں وغیرہ میں ہے اور یہ مسئلہ ہم سراجیہ وغیرہ سے آگے مذکور کر چکے ہیں لکن قد منا منہا فی الکرامیۃ انہ لایکہ لطمین القبور فی المختار فیغنی ان یكون القول بطلان الوصیۃ بالتطین مبنیاً علی القول بالکراہۃ لانہا حینئذ وصیۃ بالمکرہ قالہ المصنف لکن ہم سراجیہ سے کتاب انکراہتہ میں مذکور کر چکے ہیں کہ قبروں پر مٹی لگانا قول مختار میں مکروہ نہیں ہے تو لائق یہ ہے کہ مٹی لگانے کی وصیت کا باطل ہونا کراہت کے قول پر مبنی ہے اس واسطے کہ اس وقت وصیت ہے مکروہ کی اور حالانکہ وہ جائز نہیں ایسا کہ مصنف نے اپنی شرح میں م یہ استدراک ہے فقط مٹی لگانے پر اور گنبد بنانے کا تحریر نہیں کیا تو وہ بالاتفاق مکروہ ہے قلت وکذا ینبغی ان یكون القول بطلان الوصیۃ لمن لقاخذ قبرہ بدار علی القول بکراہۃ القسراۃ علی القبور اولہم جواز لا مازۃ علی الطاعات اما علی المفتی بہ من جواز ہا فلیبغی جواز ہا مطلقاً وتمامہ فی حواشی الاشباہ من الوقف میں کہتا ہوں اور اسی طرح یہ لائق ہے۔ بطلان وصیت کا قول اس شخص کے واسطے جو قرآن شریف پڑھے موصی قبر کے پاس بنا بر قول بکراہت قرآن کے قبور پر یا اس وجہ سے کہ طاعات پر اجازہ جائز نہیں لیکن بنا بر قول مفتی بہ کے کہ قرآن علی القبور اور اجارہ دونوں جائز ہیں۔ اور دونوں کا جائز ہونا سزاواردار لائق بدلیں ہے۔ مطلقاً یعنی خواہ عدم جواز اجارہ علی الطاعات ہو اور اسی کا پورا بیان حواشی اشباہ میں ہے کتاب الوقف سے وحررتی تنویر البصائر ان تعین المکان الذی عینہ الواقف لقراءۃ القرآن اولہم تدریس علوم یا شرفیہ لایستحق المشروط لہما فی شرح المنظومیۃ بحسب اتباع شرط الواقف وبالباشرۃ فی غیر مکان الذی عینہ الواقف لغوت غرضہ من احیاء تلك البقۃ قال و تحقیقہ فی الدرۃ السنیۃ فی مسئلۃ استحقاق الجاکمۃ اور تنویر البصائر حاشیہ اشباہ میں یہ تحریر اور تنقیح کی ہے کہ جس مکان کو وقف کرنے والا متعین کر دے قرآن پڑھنے یا تدریس کے لئے وہ متعین ہوتا ہے تو اگر اس مکان میں قرآن یا تدریس واقع نہ ہو تو قاری یا مدرس مستحق نہ ہوگا اس مال کا جو اس کے واسطے مشروط ہوا اس واسطے کہ شرح منظومہ میں ہے کہ واجب ہے اتباع کرنا شرط واقف کا اور جس مکان کو واقف نے معین کر دیا ہے اس کے غیر میں پڑھنے یا درس کرنے سے واقف کی غرض فوت ہوتی ہے یعنی اس مکان کو متبرک کرنا حاصل نہیں صاحب تنویر البصائر نے کہا اور تحقیق اس مسئلہ کی اس رسالہ میں ہے جس کا نام الدرۃ السنیۃ فی مسئلۃ استحقاق الجاکمۃ ہے۔

یہ باب ہے خدمت اور سکونت اور بھل کی وصیت کے احکام میں م جب مصنف نے باب الوصیۃ بالخدمۃ والسکنۃ والنثرۃ دمایا ایمان سے فراغت پالی تو اب دمایا منافع کو شروع کیا صحت الوصیۃ بخدمۃ مجددہ و سکنتہ

فتاویٰ فقہ اور متفقہ کا فرق ۱۲ سے ایک نسخہ میں اس کے بعد لفظ انتہی ہے۔ ۱۳



دارہ مدۃ معلومتہ وابدای صحیح ہے وصیت کرنا اپنے غلام کی خدمت کا اور اپنے گھر کی سکونت کا معین مدت تک اور ہمیشہ کو م اس واسطے کہ تمہیک منافع کی حالت حیات میں صحیح ہے لہذا عموماً سوا اسی طرح حالت کے بعد بھی صحیح ہے جیسے اعیان کی تمہیک صحیح ہے ویکون محبوباً علی ملک المیت فی حق المنفقۃ کی فی الوقت کہ بسط فی الدار اور غلام وغیرہ محبوب رہے گا میت کی ملک پر منفعت کے حق میں جیسے وقف میں موقوف محبوب رہتا ہے، واقف کی ملک پر ام کے نزدیک چنانچہ درمیں مفصل مذکور ہے م اور صاحبین کے نزدیک موقوف محبوب ہے علی اللہ تعالیٰ ولغلتہا اور غلام اور گھر کے غلہ یعنی ان کے حاصلات اور کرایہ کی وصیت صحیح ہے فان خرجت الرقبۃ من التثلیث سلمت الیہ ای الی الموصی لہ لہا اے لاجل الوصیۃ سوا گھر غلام اور گھر کا رقبہ موصی کی تہائی مال سے باہر ہو تو غلام یا گھر موصی کو سپرد کیا جائے وصیت کی وجہ سے والا تخرج من التثلیث لتقسم الدار اثلاً ثانی فی مسئلۃ الوصیۃ بالسکنی اور اگر رقبہ تہائی مال سے مال سے باہر نہ ہو تو گھر تین تہاؤ تقسیم کیا جائے وصیت بالسکنی کے مسئلہ میں یعنی تہائی گھر میں موصی لہ رہے اور دو تہائیوں میں وارثوں کا اختیار ہے اما فی الوصیۃ بالغلۃ فلا تقسم علی الظاہر اور گھر کے حاصلات کی وصیت میں تو گھر تقسیم نہ ہوگا بنا بر ظاہر مذہب کے م نقایہ اور اس کی شرح قہستانی میں ہے کہ اگر تہائی مال گنجائش نہ رکھتا ہو تو گھر یا غلہ اثلاً تقسیم کیا جائے اس طرح پر کہ موصی لہ تہائی گھر میں رہے اور وارث باقی میں اور موصی لہ گھر کا کرایہ ایک دن لے اور وارث دو دن تا انقضائے مدت وصیت کذا فی الطحاوی و تہائی العبد فی خدمۃ م اثلاً اور موصی لہ اور وارث باری مقرر کر لیں غلام میں تو وہ ان کی خدمت کرے تین تہاؤ یعنی ایک دن موصی لہ کی خدمت کرے اور دو دن وارثوں کی م چونکہ اجزاء غلام کی قسمت ممکن نہیں لہذا اس میں باری معین ہوں غلہ گھر کے کہ اس کے اجزاء کی تقسیم ممکن ہے ہذا اذ لم یکن لہ مال غیر العبد والدار ولا خدمۃ العبد وقسمۃ الدار بقدر ثلث جمیع المال کما افادہ صدر الشریعۃ یہ مذکور اس وقت ہے جب کہ موصی کا کچھ اور مال نہ ہو سوائے غلام اور گھر کے اور اگر اور مال بھی ہو تو غلام کی خدمت اور گھر کی تقسیم تمام مال کی تہائی کی مقدار پر ہوگی چنانچہ صدر الشریعۃ نے اس کو بیان کیا ہے م تو اگر موصی کا مال اتنا ہو کہ اس میں سے غلام کے دو ثلث یا تین ربع خارج ہوتے ہیں تو غلام موصی لہ کی دو دن یا تین دن خدمت کرے اور ایک دن وارثوں کی خدمت کرے کذا فی الطحاوی ولیس للورثۃ بیع مافی ایدہم من ثلثیہا علی الظاہر لثبوت حقہ فی سکنی کلہا لظہور مال آخر ادبخراب مافی یدہ فینفذ زیاجہم فی باقیہا والبیع ینالہ فنسوا عنہ وعن ابی یوسف لہم ذلک اور وارثوں کو جائز نہیں بیچنا گھر کی دو تہائیوں کا جو ان کے قبضہ میں ہے بنا بر ظاہر مذہب کے بسبب ثابت ہونے حق موصی لہ کے تمام گھر کی سکونت میں اور مال کے ظاہر ہونے کی وجہ سے یا ویران ہو جانے اسی تہائی گھر سے جو موصی لہ کے قبضے میں ہے تو اس وقت میں موصی لہ وارثوں سے مزاحمت کرے گا باقی گھر میں اور بیچنا وارثوں کا اس مزاحمت کے مخالف ہے تو اس واسطے وارث بازر کھے گئے بیع سے اور ابو یوسف سے یہ روایت ہے کہ وارثوں کو یہ بیع کرنا جائز ہے ولیس للموصی لہ بالخیرۃ او سکنی ان یوجز العبد والدار لان المنفقۃ لیست بمال علی اصلہا فاذا ملکها لوجوز کان مملکا اکثر مالک لہ یعنی وہ لایجوز اوجز کے واسطے خدمت یا سکونت کی وصیت ہوئی اس کو غلام یا گھر کا اجارہ دینا جائز نہیں اس واسطے کہ منفعت مال نہیں ہے ہمارے قاعدے کے بموجب پھر جب موصی لہ نے منفعت کو دوسرے شخص کی ملک میں دیا عموماً لے کر تو موصی لہ جس قدر کا مالک ہوا تھا اس سے زیادہ تر مالک کر دینے والا ٹھہرا حالانکہ یہ جائز نہیں کہ آدمی اپنی ملک سے زیادہ غیر کو ملک کر سکے والا للموصی لہ بالغلۃ استخدا مہ ای العبد او سکنی ای الدار فی الاصح ومثلہ الدار الموقوفۃ علیہ وعلیہ الفتوی شرح الوہابیۃ لان حقہم فی المنفقۃ لا العین وقد علمت الفرق بینہما اور جس کے واسطے غلہ یعنی حاصلات کی وصیت ہوئی اس کو جائز نہیں خدمت میں لانا غلام کا یا سکونت کرنا گھر کا قول صحیح میں اور اسی کے مانند ہے وقف کا گھر یعنی اگر گھر کا غلہ وقف ہو تو سکنی اس کا جائز نہیں اور اسی پر

فتویٰ ہے کذا فی شرح الوصیۃ اس واسطے کہ موصی لہ اور اہل وقت کا حق منفعت میں ہے نہ عین میں اور نتیجہ کو دونوں کے درمیان فرق معلوم ہو چکا  
غیر عبارت ہے در اہم اور دنا میر سے تو غلہ مفایر ہوا استخدام اور کنی کا ولایہ خرج الموصی لہ العبد الموصی بخدمۃ من الکوفۃ مثلاً الا اذا کان ذلک مکانہ ولم  
فی موضع آخر ان خرج من الثلث والا فلا یخرج الا باذن الورثۃ لبقار حقہم فیہ اور باہر نہ لے جائے موصی لہ غلام موصی بہ کو کوفہ سے مثلاً اگر جب کہ  
وہ اس کا مکان ہو اور موصی لہ کے اہل دخیال دوسرے مکان میں ہوں تو غلام کا وہاں لے جانا جائز ہے بشرطیکہ غلام موصی کے ثلث مال سے خارج  
ہوتا ہو اور اگر خارج نہ ہوتا ہو تو موصی لہ اس کو باہر نہ لے جائے بدون اذن وارثوں کے بسبب باقی رہنے حق در شہ کے غلام میں غلام یہ ہے کہ اگر غلام مذکور  
ثلث مال سے خارج ہو سکتا ہے تو موصی لہ اس کو موصی کے شہر سے باہر نہ لے جائے اگر موصی اور موصی لہ ایک ہی شہر میں رہتے ہیں اور اگر موصی لہ اور  
اس کے اہل دخیال دوسرے شہر میں رہتے ہیں تو اس کو باہر لے جانا درست ہے اس واسطے کہ وصیت نافذ ہوتی ہے موصی کے مقصود کے موافق  
تو جب موصی لہ کا وطن دوسرا شہر ہو تو موصی کا مطلب یہ ہے کہ موصی لہ غلام کو اپنی خدمت کے واسطے دیں لے جائیں طحاوی نے کہا یوں کہنا بہتر  
تھا (من الکوفۃ الی البصرۃ الا ان یکون ذلک مکانہ) اور اہم اشارہ راجع ہوتا بصرہ کی طرف تو اہل فی موضع آخر کی حاجت نہ تھی دہوتہ اسی الموصی لہ فی  
حیوۃ الموصی بطلت الوصیۃ اور موصی لہ کے مرجانے سے موصی کی زندگی میں وصیت باطل ہو جاتی ہے یعنی اس واسطے کہ اس کا مستحق نہ رہا و بعد  
موتہ لعود العبد والدار الی الورثۃ اسے ورثۃ الموصی بحکم الملک اور موصی لہ کی موت کے بعد غلام اور موصی کے وارثوں کی طرف پھیر آتا ہے۔  
بحکم ملک یعنی چونکہ منافع کی وصیت میں ملک موصی زائل نہیں ہوتا لہذا بعد موت مستحق موصی کے وارث اس کے مالک ہوتے ہیں ولو تلف الورثۃ ضمنوا  
قیمۃ لیشری بہا عبد لقیوم مقام الاول ولہذا یمنع المرعی من التبرع بالکثر من الثلث کذا ذکرہ المصنف فی الرهن اور اگر موصی کی شہر کے بعد اس کے وارثوں نے غلام کو تلف  
کیا تو وہ تادان دینگے اس کی قیمت کا کہ اس قیمت سے دوسرا غلام قائم مقام اول غلام کے خرید کیا جاوے لہذا مرعی ممنوع ہے احسان سے تہائی مال سے  
زیادہ ایسا ذکر کیا ہے مصنف نے اپنی شرح کی کتاب الرهن میں اصل عبارت زلیعی کی ہے اور مرجع اہم اشارہ کا ورثہ کا حق محترم ہے لیکن شارح کی عبارت میں  
خلل واقع ہو گیا ہے یعنی اختصار کی وجہ سے کذا فی الطحاوی مخصراً ولوا وصی بہذا العبد لفلان وخدمۃ لا یرد و یخرج من الثلث صح و تادم فی الدہ اور اگر موصی نے وصیت  
کی اس غلام کی ایک شخص کے واسطے اور اس کی خدمت کی وصیت کی دوسرے شخص کے واسطے اور حالانکہ وہ غلام موصی کے ثلث مال سے خارج ہوتا ہے  
تو وصیت صحیح ہے اور اس کا پورا بیان در میں ہے و فی الشرع لایلزم لفقہ اذالم یلحق الخدمۃ علی الموصی لہ برقبۃ الی ان یدرک الخدمۃ فیمیر کالبکر ولفقہ البکر علی من لہ  
الخدمۃ اور شرعاً لایمیر بہ اور غلام مذکور کا نفقہ جب کہ وہ خدمت نہ کر سکتا ہو کم عمری کے سبب سے اس پر ہے جس کے واسطے اس کے رقبہ کی وصیت  
ہوئی یہاں تک کہ وہ خدمت کرنے کے لائق ہو جائے تو اب وہ صغیر کبیر کے مانند ہو جاوے گا اور غلام کبیر کا نفقہ اس پر ہے جس کی خدمت کے واسطے وصیت  
ہوئی وان الی الاتفاق علیہ ردہ الی من لہ الرقبۃ کالمستخرج المیر اور اگر موصی لہ بالخدمۃ اس پر خرچ کرنے سے انکار کرے تو غلام میر کی طرف روکیا جاوے گا نان جنی نا  
علی من لہ الخدمۃ پھر اگر غلام مذکور جنایت کرے یعنی ازراہ خطا کسی کو قتل کرے تو فدیہ اس پر واجب ہے جس کے واسطے خدمت کی وصیت ہوئی ولو ان فداہ صاحب  
الرقبۃ اذیدفعہ و بطلت الوصیۃ اور اگر صاحب خدمت فدیہ دینے سے انکار کرے تو صاحب رقبہ فدیہ دے یا غلام مقتول کے وارث کے ہوالہ کرے اور وصیت  
باطل ہوگی یعنی فدیہ یا دفع کی صورت میں و بقرۃ لیستانہ فمات والحال ان فیہ ثمرۃ لہ ہذہ الثمرۃ فقط اور اگر موصی نے اپنے باغ کے پھل کی وصیت کی  
پھر موصی مر گیا اور حالانکہ باغ میں پھل موجود ہے تو موصی لہ کے واسطے نقطہ ہی پھل ہے نہ آئندہ پھل وان زاد ابدا لہ ہذہ الثمرۃ وایستقبل اور اگر موصی نے وصیت  
مذکورہ میں ہمیشہ کا لفظ زیادہ کیا تو موصی لہ کے واسطے یہ پھل بھی ہے اور زمانہ مستقبل کا بھی پھل ہے کما فی الوصیۃ لیغلۃ لیستانہ فان لہ ہذا وایکث  
ضم ائدہ الاول چنانچہ غلہ لیستانہ میں اس واسطے کہ غلہ باغ کی وصیت میں موصی لہ کے واسطے یہ غلہ موجود بھی ہے۔ اور وہ غلہ بھی ہے جو آگے موجود



برہ کا خواہ موصی ہمیشہ کا لفظ وصیت ملاوے یا نہ ملاوے مگر ثمرہ اور غلہ میں وجہ فرق یہ ہے کہ عرف میں ثمرہ نام ہے موجود کا تو معدوم کو شامل نہ ہو گا مگر بدلت لفظ دیگر کذا فی الطحاوی عن الزلیعی وان لم یکن فیہا بے البستان والمسئلۃ بحالہا ثمرۃ حین الوصیۃ فیہی کا الوصیۃ بالغلۃ فی تناولہا الثمرۃ لثمرۃ ما عاش الموصی لزلیعی اور مسئلہ سابقہ میں اگر باغ میں پھل موجود نہ ہو وصیت کے وقت تو پھل کی وصیت غلہ کی وصیت کے مانند سے ثمرہ معدوم کے شمول میں جب تک کہ موصی زندہ رہے مگر یعنی اگر وصیت کے وقت پھل باغ میں نہیں اور اس نے پھلوں کی وصیت کی ایک شخص کے واسطے تو اس کی مہلۃ العمر میں جس قدر پھل سال بسال پیدا ہوتے جاویں گے وہ اس کو لیتا رہے گا فی العناۃ السقی والخراج وافیہ اصلاح البستان علی صاحب الغلۃ لا ہو المنتفع بہ فصار کا نفقہ فی فصل الخدمۃ اور عنایہ میں ہے کہ باغ کا پنچنا اور سرکاری محصول اور جس چیز میں باغ کا قیام اور درستی سے صاحب غلہ رہے اس واسطے کہ فائدہ لینے والا تو وہی ہے تو یہ خدمت کے غلام کے نفقہ کے مانند ہو گیا تمثیلہ الغلۃ کل ما یحصل من ربح الارض وکراہتہا واجرة الغلام ونحو ذلک کذا فی جامع اللغة غلہ عبارت ہے ہر ایک اس چیز سے جو حاصل ہو زمین کی آمدنی سے اور اس کے کرایہ لے غلام کی اجرت سے اور مانند اس کے کذا فی جامع اللغة غلہ موصی میں بھی غلہ اسی طرح مذکور ہے قلت وظاہرہ دخول ثمن الجوز ونحوہ فی الغلۃ فلیورث من کتبا ہوں اور ظاہر تعریف غلہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ ثمن اخروٹ کا اور مانند اس کے غلہ میں داخل ہے تو اس کی تحریر اور تنفیص کرنا چاہیے مگر یعنی ظاہر تعریف غلہ اس پر دلالت ظہر کرتا ہے کہ اس باغ کا اخروٹ بیجا جائے جس باغ کے غلہ کی کسی کے واسطے وصیت ہوئی تو اس کا ثمن موصی نہ کہے میں کہتا ہوں کہ اخروٹ اس کا حق ہے اور وہی اس کی بیع کا مالک ہے احوالہ یاد کالہ اور غیر شخص کی بیع اس کی اجازت پر موقوف ہے یہ تقریر ہے اس نسخہ کے بموجب جس میں جوز کا لفظ بجیم و زار منقوطہ مرقوم ہے اور جس نسخہ میں بجاد مہملہ درار مہملہ مرقوم ہے تو وہ عبارت ہے درخت بے ثمر سے تو اس کو دیکھنا چاہیے کہ آیا وہ مثل مطلب کے ہے قادی عالمگیری میں محیط رخصی سے منقول ہے کہ اگر وصیت کی غلہ باغ انگوٹہ کی کسی آدمی کے واسطے تو اس میں قوائم یعنی تھونیاں اور اوراق اور حطب اور ثمرہ سب داخل ہے انتہی کذا فی الطحاوی ولبصوت غنم وولدہا ولبنہا مالہما لابی فی وقت موتہ سوار قال ابدال اول لان الحدم منہا لا یصح لشی من العقود فکذا بالوصیۃ بخلاف الثمرۃ بدلیل صحۃ المساقاۃ اور اگر اچھی بھڑوں کے صوف کی اور ان کے بچوں کی اور دودھ کی وصیت کی تو موصی نہ کا وہ صوف اور بچے اور دودھ ہے جو باقی رہا یعنی جو پایا گیا موصی کے مرنے کے وقت خواہ اس نے ہمیشہ کا لفظ کہا یا نہ کہا اس واسطے کہ اشیاء مذکورہ میں سے جو موجود نہیں وہ کسی عقد سے مستحق نہیں ہوتی تو اسی طرح وصیت سے بھی برخلاف پھل کے کہ اس میں وصیت غیر موجود کی صحیح ہے صحت مساقاۃ کی دلیل سے اوصی بجعل دارہ مسجد اولم تخرج من الثلث واجازوا تجعل مسجد ازوال المانع باجازتہم اپنے گھر کی مسجد بنانے کی وصیت کی اور حالانکہ وہ گھر ثلث مال سے باہر نہیں ہوتا اور اس کے وارثوں نے اجازت دی تو وہ گھر مسجد بنایا جاوے گا زوال مانع کی وجہ سے وارثوں کی اجازت سے یعنی مانع مٹتا ہی درثہ کا سوا اجازت سے داخل ہو گیا وان لم یکنز واجعل ثلثہا مسجد ارعاۃ بجانب الوارث والوصیۃ اور اگر وارثوں نے اجازت نہ دی تو تہائی گھر مسجد بنایا جاوے گا وارث اور وصیت دونوں جانب کی رعایت کرنے سے یعنی اس صورت میں وارث بھی محروم نہ رہے اور مسجد بھی بنے ولظہر مرکبہ فی سبیل اللہ لطلبت لان وقت المنقول باطل عنہ فکذا الوصیۃ وعندہما یکوزان درر اور اپنی سواری کی پیٹھ کی وصیت کی خدا کی راہ میں تو وصیت باطل ہے اس واسطے کہ مال منقول کا وقف کرنا باطل ہے امام کے نزدیک تو اسی طرح منقول کی وصیت بھی باطل ہے اور صاحبین کے نزدیک منقول کا وقف کرنا اور وصیت کرنا دونوں جائز ہیں کذا فی الدرر وقال المصنف وفيہ نظر لان الوصیۃ تصح حیث لا یصح الوقف فی مواضع کثیرۃ کا الوصیۃ بالغلۃ والصوت ونحو ذلک کما مر اور مصنف نے کہا کہ اس تعلیل میں اعتراض ہے یعنی قیاس وصیت کا وقف بر صحیح نہیں

واسطے کہ وصیت صحیح ہوتی ہے جہاں وقف صحیح نہیں ہوتا بہت سے واضح ہیں جیسے غرہ اور صوف کی وصیت میں اور مانند اس کے چنانچہ ابھی مذکور ہو چکا اوصی لشی للمسجد ثم تجز الوصیۃ لانه لا یملک وجوز ما محمد قال المصنف ولقول محمد اثنی مولانا صاحب البحر وصیت کی کسی چیز کی مسجد کے واسطے تو وصیت جائز نہیں اس واسطے کہ مسجد لائق تملیک کے نہیں ہے اور محمد نے اس کو جائز رکھا ہے مصنف نے کہا اور محمد کے قول کا فتویٰ دیا ہے ہمارے استاد بحر الرائق کے مصنف نے م محمد نے وصیت مذکورہ کو مصالح مسجد کے امر پر محمول کیا ہے تاہی الامکان موصی کا کلام صحیح ٹھہرے الا ان ليقول الموصی شفیق علیہ فجو زاتفاقا مسجد کے واسطے وصیت صحیح نہیں مگر یہ کہ موصی کے کہ خرچ کیا جائے مسجد پر تو اب وصیت جائز ہے باتفاق امام اور محمد کے قال او وصیت لشی لفلان او فلان لطلات عند ابی حنیفہ لمجالۃ الموصی و عند ابی یوسف لہما ان یعطیا مطلقا لفلان عند محمد یجز الورثۃ فایہا شاذ اعطوا موصی نے کہا کہ میں نے اپنے تہائی مال کی وصیت کی فلاں شخص کے واسطے تو وصیت باطل ہے امام ابو حنیفہ کے نزدیک سبب مجہول جو نسف موصی کے اور ابو یوسف کے نزدیک دوزن شخصوں کو اختیار ہے کہ آپس میں صلح کر لیں تہائی مال کے لینے میں خواہ نصف نصف پہنچا لیں یا کم و بیش اور محمد کے نزدیک موصی کے وارثوں کو اختیار ہے ان میں سے جس شخص کو چاہیں دیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

یہ فصل ہے ذمی وغیرہ کی وصایا میں یعنی چنانچہ مستامن اور صاحب ہوا اور مرد کی وصایا میں ذمی جعل دارہ بیعہ فصل فی وصایا الذمی وغیرہ | او کنیسۃ ادیت ناری صحت فہا میراث لانہ کو وقف لم یجزل کا ذمی نے اپنا گھر بیع یا کنیسۃ یا آتشخانہ بنایا اپنی صحت کی حالت میں پھر وہ مر گیا تو وہ اس کے وارثوں کی میراث ہے اس واسطے کہ وہ وقف غیر مجزل کے مانند ہے مگر بیعہ عبادت خانہ یہود اور کنیسۃ عبادت خانہ نصاریٰ کا اور آتش خانہ معبد مجوس کا ان عبادت خانوں کا بنانا ذمیوں کو دیہات میں جائز ہے نہ دارالاسلام کے شہروں اور قصبہ میں واما عند ہانلہ معصیتہ اور صاحبین کے نزدیک تو اس وجہ سے صحیح نہیں کہ ان کا بنانا معصیت ہے دیں ہو کا مسجد لاہم لیکن وید فنون فیہ موتا ہم حتی لو کان المسجد کذلک یورث قطعا قالہ المصنف وغیرہ لانہ حیثہ لم یصر محررا بالصائد تعالیٰ اور کنیسۃ مسجد کے مانند نہیں ہے اس واسطے کہ یہود اور نصاریٰ اس میں رہتے ہیں اور اپنے مردے اس میں دفن کرتے ہیں تو اگر مسجد بھی اس طرح ہو یعنی اس میں سکونت اور دفن ہوتا ہو تو وہ بھی مورث ہوگی یقیناً ایسا کہا ہے مصنف وغیرہ نے اس واسطے کہ اس وقت میں محرر خالص اللہ تعالیٰ کے واسطے نہ ہوئی مگر یہ صاحبین کے کلام کا تمہ نہیں بلکہ امام کے قول کا تمہ ہے اور جواب ہے اس سوال مقدر کا کہ بیعہ اور کنیسۃ یہود اور نصاریٰ کے حق میں ایسا ہے جیسے مسجد ہمارے حق میں پس اس میں بیع اور میراث جاری نہیں وان اوصی الذمی ان یبني دارہ بیعہ او کنیسۃ لیصنن فہو جائز من الثلث یجزل تیلیکا اور اگر ذمی نے یہ وصیت کی کہ اس کا گھر بیعہ یا کنیسۃ بنایا جائے معین لوگوں کے واسطے تو وہ جائز ہے تہائی مال سے اور یہ تملیک ٹھہرے گی ان کے واسطے وان اوصی بدارہ ان بنی کنیسۃ او بیعۃ فی القری ندنی المصر لایجز اتفاقا لقوم غیر مسلمین صحت عندہ لا عند ہا لہا مراثۃ معصیتہ ولا انہم یرکون دایہ بنون فتصح اور اگر ذمی نے اپنے گھر کی وصیت کی کہ وہ کنیسۃ یا بیعہ دیہات میں بنایا جائے قوم غیر معین کے واسطے تو یہ وصیت امام کے نزدیک صحیح ہے نہ صاحبین کے نزدیک اس واسطے کہ صاحبین کی دلیل مذکور ہو چکی کہ وہ معصیت ہے اور معصیت کی وصیت جائز نہیں اور امام کی دلیل یہ ہے کہ اہل ذمہ چھوڑے جاتے ہیں اپنے دین پر تو وصیت صحیح ہوگی دیہات کی قید اس واسطے لگائی کہ اگر شہر میں کنیسۃ یا بیعہ بنانے کی وصیت کی تو باتفاق امام اور صاحبین کے جائز کہ وصیتہ حربی مستامن لا وارث لہ ہا لکل مالہ لمسلم او ذمی کذا فی الوقایۃ ولا بمرۃ بمن ثمة لانہ اموات فی حقنا جیسے وصیت جائز ہے اس حربی مستامن کی جس کا کوئی وارث نہیں دارالاسلام میں اس کے تمام مال کی وصیت مسلمان یا ذمی کے واسطے کذا فی الوقایۃ اور کچھ اعتبار نہیں اس کے



ان وارثوں کا جو دار الحرب اس واسطے کہ وہ در حکم اموات کے ہیں ہمارے حق میں دواوصی بنصفہ مثلاً لکھو وراثتہ لارثا بل لاندہ مستحق لہ فی دارنا اور اگر حربی مستامن نے اپنے نصف مال کی مثلاً وصیت کی تو وصیت نافذ ہوگی اور باقی مال اس کے وارثوں پر رد کیا جائے گا میراث کی راہ سے نہیں بلکہ اس واسطے کہ اس کا کوئی مستحق نہیں ہمارے ایک میں دکنہ اوصی مستامن مثلاً اور اسی طرح جواز وصیت کا حکم ہے اگر وہ اپنی مانند دوسرے مستامن کے واسطے وصیت کرے ولو اعتق عبده عند الموت او دبرہ تقدیر من اکل لما قلنا اور اگر مستامن نے اپنا غلام آزاد کیا موت کے وقت یا غلام کو مدبر کیا تو اعتاق اور تدبیر نافذ ہوگی اس تمام مال سے اس دیں سے جو ہم نے بیان کی یعنی اس واسطے کہ اس کے وارثوں کا حق واجب الرعاۃ نہیں کیونکہ وہ اموات کے مانند ہیں کذا فی الزلیعی دواوصی لمسلم اذنی جاز علی الاظهر زلیعی اور اگر مستامن کے واسطے مسلمان یا ذمی نے وصیت کی تو بنا بر قول اظہر کے جائز ہے کذا فی الزلیعی وصاحب الہوی اذ کان لا یکفر فہو بمنزلۃ المسلم فی الوصیۃ لانا من بنی اہل الاحکام علی ظاہر الاسلام اور اہل ہوا یعنی مبتدع بنی خارجی یا رافضی جب کہ اس کی بدعت منجر بکفر نہ ہو تو وہ بمنزلہ مسلمان کے ہے وصیت کے امر میں اس واسطے کہ ہم ماور بنی احکام کے ہیں ظاہر اسلام پر وان کان یکفر فہو بمنزلۃ المرتد فتكون موقوفہ عندہ نافذہ عندہا شرح الجمع اور اہل بدعت منسوب بکفر ہو تو وہ بمنزلہ مرتد کے ہے تو اس کی وصیت امام کے نزدیک موقوف ہے اور صاحبین کے نزدیک نافذ ہے کذا فی شرح الجمع ہم اہل بدعت یعنی جو اپنی ہوائے نفس کا تابع ہو بدعت کی طرف مائل ہو کر اگر اس کے کفر کا حکم ہوا چنانچہ ایک گروہ رافضیوں میں سے کہتے ہیں کہ علی رضی اللہ عنہ خدائے اکبر ہے تو وہ مرتد کے مانند ہیں کذا فی الدرر والمرتد قانی الوصیۃ کذمیتہ فی الاصح لانہا لا تقبل اور عورت مرتدہ وصیت میں ذمی عورت کے مانند ہے قول صحیح ترین اس واسطے کہ مرتدہ مقتول نہیں ہوتی یعنی اس کی وصیت صحیح ہے بخلاف مرتد کے الوصیۃ المطلقۃ ہذا القدر من مالی اولئک مالی وصیۃ لا تحل للفتنی لانہا نافذہ وہی علی الغنی حرام وان کتمت کقولہ یا کل منہا لغنی والفقیر لان اکل الغنی منہا الا یصح بطریق التلیک التلیک انما یصح لمعین والغنی لا لعین ولا یخصی اور وصیت مطلقہ یعنی غیر مخصوص چنانچہ یوں کہنا کہ اس قدر میرا مال یا اتہائی میرا مال وصیت ہے بالدار کو حلال نہیں اس واسطے کہ وصیت مذکورہ صدقہ ہے اور فقہ غنی پر حرام ہے اگرچہ موصی نے وصیت کو عام کر دیا ہو چنانچہ یوں کہنا کہ اس میں کھائے غنی اور فقیر اس واسطے کہ غنی کا کھانا اس میں صحیح نہیں مگر بطریق تلیک کے اور حالانکہ تلیک صحیح نہیں ہوتی مگر معین شخص کے واسطے اور غنی معین اور محصور نہیں ہم وصیت مطلقہ وہ ہے جس میں نہ غنی مذکور ہو نہ فقیر اور وصیت عامہ وہ جس میں غنی اور فقیر دونوں مذکور ہوں ولو خصت الوصیۃ نہ ای بالغنی کقولہ ہذا القدر من مالی وصیۃ لزید وبنی او بقوم اغنیاء محصورین علت لہم لصفۃ تلیکم اور اگر وصیت غنی کے ساتھ مخصوص ہوئی چنانچہ موصی کا یوں کہنا کہ میرا اتنا مال زید کے واسطے وصیت ہے اور حالانکہ زید غنی ہے یا مالدار متعین اور منحصر قوم کے واسطے وصیت مخصوص ہوئی تو ان کو حلال ہے تلیک صحیح ہونے کی وجہ سے وکذا الحکم فی الوقف کما حرره ملا خسر وادراسی طرح وصیت کے مانند وقف میں حکم ہے چنانچہ ملا خسر نے در میں اس کی تحریر اور تفسیر کی ہے ہم یعنی وقف مطلق مخصوص بقدر ہے غنی کو حلال نہیں اگرچہ واقف اس کو غنی اور فقیر کے واسطے عام کر دے اور جب کہ وقف کو غنی معین کے واسطے یا قوم اغنیاء محصورین کے واسطے خاص کر دیا تو ان کو حلال ہے اور وہ اس کے منافع کے مالک ہونگے نہ اس کے عین کے چونکہ یہ مسائل ضروریہ کلام سابق سے مفہوم ہوتے تھے ہمنما اور واجب الحفظ تھے اور اکثر لوگ اس سے غافل تھے لہذا اس کو ہم نے اصالتہ ذکر کیا کذا فی الدرر و فی جامع الفصولین المتولی علی الوقف کا الوسی اور جامع الفصولین میں ہے کہ وقف کا متولی دمی کے مانند ہے مطلقاً دمی نے کہا اس مسئلہ کا ذکر کرنا باب الوسی میں بہتر تھا فروع مسائل بلحفظ شارح کے اوصی ثلث اللصلوات جاز للوصی مردہ لورثۃ لومحتاجین یعنی لغير قرابة الولاد من کجوز صرحت الکفارۃ لہم بخلاف مطلق الوصیۃ للمساکین فانہا تجوز لكل قتر ولا حد ہم یعنی لومحتاجین حاضرین بالغین رافضیوں میں وغیرہ او حاضرین رافضیوں میں لہم تجز نمازوں کے کفار سے کے واسطے موصی نے اپنے تہائی

مال کی وصیت تو وصی کو اس کا صرف کرنا وصی کی وارثوں پر صحیح ہے بشرطیکہ وہ محتاج ہوں یعنی بغیر قرابت ولادت کے ان لوگوں میں سے جن پر صرف کفارہ جائز ہے یعنی مسلمان محتاج ہوں بر خلاف مطلق وصیت کے جو محتاجوں کے واسطے ہو کیوں کہ اس کا صرف کرنا وصی کے تمام وارثوں پر اور ایک وارث پر جائز ہے یعنی اگر وارث محتاج حاضر بالغ راضی ہوں خیرات لینے پر سو اگر ان میں سے کوئی صغیر یا غائب ہو یا موجود راضی نہ ہو تو جائز نہیں مگر بغیر قرابت ولادت کی قید اس لئے لگائی کہ اس کے واسطے صرف کفارہ جائز نہیں مگر وصی نے اس کو معین کر دیا ہوتا ہے نہ محمد سے روایت کی کہ ثلث مال کی مساکین کے واسطے وصیت کی موصی کے وارث محتاج ہو گئے اور وہ بالغ حاضر ہیں تو اگر انہوں نے اتفاق کیا کہ ان کے واسطے وصیت کا مال دیا جائے یا ایک وارث محتاج ہو گیا سب وارثوں نے اجماع کیا کہ اس کو دیا جائے تو جائز ہے اور وارثوں میں صغیر یا غائب یا حاضر غیر راضی ہو تو جائز نہیں کذا فی الطحاوی اوصی بکفارۃ ملوۃ من معین لم یجز لغیرہ بل یقتی لفساد الزمان وصیت کی اپنی ناز کے کفارہ دینے کی ایک موعین کے واسطے تو اس کے غیر کو دینا جائز نہیں اسی قول پر فتویٰ ہے فساد زمانہ کی علت سے م قضاۃ وغیرہ میں طبع غالب ہے لہذا غیر وصیت جائز نہیں اوصی لصلواتہ وثلث مالہ دیون علی المعسرین فقہاء اوصی ہم عن الفدیۃ لم یجزہ ولا بد من القبض ثم یصدق علیہم مال کی وصیت کی اپنی نازوں کے کفارہ دینے کے واسطے اور حالانکہ اس کا ثلث مال محتاجوں پر دینا ہے موصی نے اس مال کو ان پر چھوڑا فدیہ ادا ہونے کی وجہ سے تو یہ فدیہ کفایت نہ کرے گا اور ضرر دینا ہے مال کا اول قبض کرنا پھر ان کو صدقہ دینا یعنی بدون ادا کے کفارہ صحیح نہیں ولو امر ان یتصدق بالثلث فانت غصب فاصب ثلثہا مثلاً وامتہلک فترکہ صدقہ علیہ و ہو محصر بجزیہ لحصول قبضہ بعد الموت بحدوث الدین الکل من القینۃ اور اگر موصی نے یہ امر کیا موصی کو کہ تمہاری مال صدقہ دے پھر موصی مر گیا سو کسی غاصب نے تمہاری مال مثلاً غصب کیا اور اس کو ضائع کیا سو وصی نے اس کو چھوڑ دیا صدقہ دینا کج کر اور حالانکہ وہ محتاج ہے تو کفایت کرے گا تصدق میں بسبب حاصل ہونے قبضہ غاصب کے بعد مرجانے موصی کے بر خلاف دین کے کہ اس پر دیوں کا قبضہ حیات موصی میں ہوا تھا تو وہ کفایت نہ کرے گا یہ سب مسائل قنیہ سے مذکور ہیں دنی الجواہر اوصی لرجل بعقار و مات وقسمت امرکۃ والموصی لہ فی البیلہ وقد علم بالقسمۃ ولم یطلب ثم بعد منین اذنی تسع ولا یطیل بالتأخیر ان تم یحکم لہ ولو میتا در جواہر القتاوی میں ہے کہ عمارت والی زمین کی وصیت کی ایک شخص کے واسطے اور موصی مر گیا سو ترکہ تقسیم ہوا اور موصی اس شہر میں ہے اور حالانکہ اس کو قسمت ترکہ معلوم ہے اور اس نے طلب نہ کیا پھر چند سال کے بعد دعویٰ کیا تو مسور ہو گا اور تاخیر سے دعویٰ باطل نہ ہو گا بشرطیکہ اس نے وصیت کو رد نہ کر دیا ہوم عقار عبارت ہے عرصہ مینہ سے اور ضیعہ عبارت ہے فقط عرصہ سے کذا فی الطحاوی من جامع الفصولین اوصی لہ بدار فباعہا بعد موتہ قبل القبض صحیح لجاز التصرف فی الموصی بہ قبل قبضہ ایک شخص کے وصیت کی ایک گھر کی سو اس نے گھر کو بیچا بعد مرجانے موصی کے قبضہ کرنے سے پہلے تو بیع جائز ہے اس واسطے کہ وصیت کی چیزیں تصرف کرنا قبضہ کرنے سے پہلے جائز ہے وقفت ضیعۃ علی ولدہا ومجالت علم الولد متولیاً وللولد اب فالمتولی اولی من الاب ایک عورت نے زمین کو وقف کیا اپنے بیٹے پر اور بیٹے کے چچا کو اس پر متولی کیا اور بیٹے کا باپ بھی زندہ ہے تو متولی مقدم ہے باپ سے شری دار اوصی بہا لرجل فاخذ ما شفیع من ید الموصی لہ یوخذ الثمن ولو اشحن الدار لایرجع الموصی لہ علی الورثۃ بل یشتی لہ ظہر اذ وصی بال غیر گھر خرید کیا اور اس کی وصیت کی ایک مرد کے واسطے سو اس گھر کو شفیع نے لیا موصی لہ کے ہاتھ تو ثمن لیا جاوے گا اور اگر گھر غیر شخص کا ثابت ہوا تو موصی لہ مشتری کے وارثوں سے کچھ نہ پاوے گا اس واسطے کہ استحقاق ملک غیر سے ظاہر ہوا کہ اس نے غیر کے مال کی وصیت کی تھی اور حالانکہ وہ جائز نہیں مگر جب گھر شفیع لے گا حق شفعہ کی علت سے تو موصی لہ اس قدر ثمن مشتری موصی کے ترکہ سے لے گا اور وارث مشتری کے شفعہ سے ثمن بھر لیں گے کذا المنج۔

باب الوصی | وہو الموصی الیہ یہ بایں ہے وصی کے احکام میں وصی وہ ہے جس کی طرف وصیت کی جائے عرب بولتے ہیں اوصی الی فلان یعنی



اس کو اپنے مال میں تصرف کرنے کے بعد موت کے وصیت کی اور اس کو موقوف الیہ اور وصی بھی کہتے ہیں اور وصایت بالکسر والفتح اسم ہے اس سے وصی کو لائق نہیں کہ وصایت قبول کرے اس واسطے کہ اس میں خطر ہے ابو یوسف سے روایت ہے اول بار وصی ہونا غلط ہے اور دوسری بار خیانت ہے اور تیسری بار چوری ہے من سے روایت ہے کہ وصی تکرار نہیں عدل پر اگرچہ امیر المؤمنین عمر فاروقؓ ہوں ابو مطیع نے کہا کہ میں نے ۲۰ برس قضا کی اپنی مدت میں وہ شخص نہیں دیکھا جو اپنے بھتیجے کے مال میں عدل کرتا ہو کذا فی الطحاوی عن القسبانی اوصی الی زید امی جملہ وصیا وقبل عنده صح فان رد عنده اسی جملہ سید زید کی طرف وصیت کی یعنی ایک شخص نے اس کو وصی کیا اور اس نے وصایت کو قبول کر لیا موصی کے نزدیک تو وصی ہونا صحیح ہو گیا پھر اگر رو کیا یعنی قبول نہ کیا انکار کیا وصی ہونے سے اس کے نزدیک یعنی موصی کی دانست میں تو وصایت پھر گئی ثابت نہ ہوئی م اس واسطے کہ وہ اس میں متبرع ہے اس پر قبول کرنا واجب نہیں چاہے اس پر دوام اختیار کرے چاہے جو ع کرے موصی کو اختیار نہیں کہ غیر پر تصرف لازم کرے اور رجوع میں فریب دینا نہیں ہے کیونکہ موصی کو اختیار ہے کہ دوسرے شخص کو وصی ٹھہرا دے اور اگر بعد رد کے قبول کرے گا تو قبول صحیح نہ ہو گا ہاں اگر اس کے سامنے دوسری بار قبول کرے گا تو صحیح ہے اس واسطے کہ بزارہ میں ہے کہ کسی کو وصی کیا سو اس نے اس کے سامنے کہا کہ میں قبول نہیں کرتا تو یہ ہوا اور وصی نہ ٹھہرا پھر اگر موصی نے اس سے کہا کہ تم سے یہ توقع نہ تھی کہ تم قبول نہ کرو گے سو اس نے کہا کہ میں نے قبول کیا تو وصی ہو گیا کذا فی الطحاوی والا لا یصح الرد بغیۃ لکن لا یصح رد من جہتہ اور اگر موصی کے سامنے وصی نے رد نہ کیا تو اس کا رد کرنا اس کے صحیحے یعنی اس کی عدم دانست میں صحیح نہیں ہے تاکہ وہ فریب خوردہ نہ ہو موصی کی جہت سے و یصح اخراجه عنها ولو فی غیبتہ عند الامام خلافاً لثانی بزارہ اور صحیح ہے خارج کرنا وصی کا وصایت سے اگرچہ وصی کی غیبت میں اخراج واقع ہوا ہو امام کے نزدیک برخلاف ابو یوسف کے یعنی ان کے نزدیک اخراج بلا علم وصی صحیح نہیں فان سکت للموصی الیہ فمات موصیہ فله الرد والقبول پھر اگر موصی نے سکوت کیا پھر اس کا وصیت کرنے والا مر گیا تو وصی کو رد کرنا اور قبول کرنا جائز ہے م وصی معروف الغیر میں متبرع ہے تو بدون قبول کرنے کے اس پر وصایت لازم نہیں مانند وکالت کے اور یہاں فریب دینا بھی نہیں ہے اس واسطے کہ موصی نے خود فریب کھایا اس لیے کہ اس نے حال دریافت نہ کر لیا کہ اس نے وصایت قبول کی یا نہیں ولزم عقد العزم ببيع شئ من التركة وان جہل بہ امی بکونه یصا فان علم الوصی بالوصایۃ لیس بشرط فی صحۃ تھرتہ اور عقد وصیت لازم ہو جاتی ہے وصی کی کوئی چیز بیع کرنے سے موصی کے ترکہ سے اگرچہ وہ اپنی وصی ہونے کو نہ جانتا ہو اس واسطے کہ وصی کو وصایت کا علم شرط نہیں ہے اس کے تصرف کے صحیح ہونے میں بخلاف الوکیل فان علمہ بالوکالۃ شرط برخلاف وکیل کے اس واسطے کہ وکیل کو وکالت کا معلوم ہونا شرط ہے وکالت کی فان سکت ثم رد بعد موتہ ثم قبل صح الا اذا انفذ قاض ردہ فلا یصح قبولہ بعد ذلک پھر اگر موصی نے قبول وصایت سے سکوت کیا پھر رو کیا موصی کی موت کے بعد پھر وصایت کو قبول کیا تو درست ہے مگر جب کہ قاضی نے اس کے رد کرنے کو نافذ کر دیا تو اب اس کے بعد قبول کرنا وصایت کا صحیح نہیں ولو اوصی الی صبی وعبد غیرہ وکافر و فاسق بدل امی بدلیہم القاصی بغیر ہم اتم بالنظر ولفظ بدل یضیہ صحتہ الوصیۃ فلو تصرفوا قبل الانحراج باز سراجیہ اور اگر موصی نے وصی کی صغیر کو اور غیر شخص کے غلام کو اور کافر اور فاسق کو تو بدل ڈالا جادے یعنی قاضی ان کے سوا سے اور شخص کو وصی مقرر کرے تمام نظر کے واسطے اور تبدیل کرنے کا لفظ صحت وصیت پر دلالت کرتا ہے تو اگر صغیر اور غلام اور کافر اور فاسق کچھ تصرف کریں قبل اخراج کے تو تصرف جائز ہے کذا فی السراجیۃ فلو بلغ الصبی وعشق العبد واسلم الکافر او المرتد و تاب الفاسق مجتبی ذیہ فوضی دلایۃ اوقف لصبی صح استخنا لم یخیر جہم القاضی عنها امی عن الوصایا لرد الالموجب للغزل الا ان یکون غیر امین اختیار سوا اگر صغیر بالغ ہو گیا اور غلام آزاد ہو گیا اور کافر اور مرتد مسلمان ہو گیا اور فاسق نے توبہ کی کذا فی المجتبی تو قاضی ان کو وصایا سے خارج نہ کرے بسبب زائل ہو جانے اس مانع کے جو موجب تھا مفذول کرنے کا مگر یہ کہ وصی خائن ہو امانت دار نہ ہو تو غزل درست ہے کذا فی

الاختیار اور محنتی میں ہے کہ ولایت وقف کی صغیر کو موقوف ہوئی تو استھان کی راہ سے صحیح ہے والی عبدہ والحال ان ورثہ غار صحیح کا یعامہ الی کاہہ اور مکاتب غیرہ ثم ان رتبی الق نفا بعد اور اگر وصی کیا اپنے غلام کو اور حالانکہ وصی کے وارث صغیر ہیں تو صحیح ہے جیسے اس کا وصی کرنا اپنے مکاتب کو یا غیر کے مکاتب کو تو درست ہے پھر اگر مکاتب عدم ادا سے بدل کتابت سے ملکیت کی طرف پھیرا گیا تو اس کا حکم غلام کے مانند ہے یعنی اگر وارث صغیر ہیں تو درست ہے اور نہیں تو درست نہیں والا لا وقال لا یصح مطلقاً درر اور اگر وصی کے وارث مائل بالغ ہیں تو غلام کا وصی کرنا صحیح نہیں اور صاحبین نے کہا غلام کا وصی کرنا مطلقاً درست نہیں خواہ وارث صغیر ہوں خواہ بالغ کذا فی الدرر ومن عجز عن القیام بہا حقیقۃ لا یجوز اخبارہ ضم القاضی الیہ غیرہ رعایۃ لحق الوصی واورتہ اور جو وصی کہ عاجز ہوا وصایت کے قیام سے فی الحقیقت نہ نقطہ وصی کے اظہار سے تو قاضی اس کے مانند اور وصی کو ملاوے وصی اور وارثوں کے حق رعایت کرنے کے واسطے م وصی کا یوں ظاہر کرنا کہ مجھ سے وصایت نہیں ہو سکتی اس واسطے معتبر ہو کہ شکایت کرنے والا گاہے کاذب ہوتا ہے اپنی جان کے بچانے کے واسطے کذا فی المنع ولو ظہر للقاضی عجزہ اصلاً استبدل غیرہ اور اگر قاضی کو وصی کی عاجزی اصلاً ظاہر ہو تو اور شخص کو بدل کے وصی مقرر کرے ولو عزل اسی الوصی المختار القاضی مع البلیۃ لہا نفذ معزلہ و ان جار القاضی واثم اور قاضی نے میت کے پسندیدہ وصی کو معزول کیا باوجودیکہ وہ وصایت کی لیاقت رکھتا ہے تو اس کا معزول کرنا نافذ ہوگا اگرچہ قاضی نے غلام کیا اور گناہ گار ہوا فی الاشباہ اختلاف فی ستمہ عزلہ والا کثر علی الصیۃ کما فی شرح الوہابیۃ لکن یجب الاکتار بعدم الصیۃ کما فی الفصولین و اما عزل الخائن فواجب انتہی قلت وعبارة جامع الفصولین من الفصل السابع والعشرين الوصی من المیت لوعدا لا ینبغی للقاضی ان یعزلہ فلو عزل قبل یعزل اقوال الصیۃ عندی انه لا یعزل لان الوصی اشقی بنفسہ من القاضی لکیف یعزل فینبغی ان یغیث بہ نفساً و قضاۃ الزمان انتہی قال المصنف قال شیعنا فقد ترجع عدم صحۃ العزل للوصی بکیف باو ظائف بالوقوف اشباہ میں ہے فقہائے اختلاف کیا ہے وصی اہل کی صحت عزل میں اور اکثر فقہ نہت عزل پہیں چنانچہ وہابیہ میں ہے لیکن عدم صحت کا فتویٰ دینا واجب ہے چنانچہ فصولین میں ہے اور وصی خائن کا تو معزول کرنا واجب ہے انتہی مانی الاشباہ میں کتابوں اور عبارت جامع الفصولین کی تائید میں فصل سے یہ ہے کہ میت کا وصی اگر متقی اور کافی ہو تو قاضی کو معزول کرنا لائق نہیں ہے سو اگر باوجود اس کے معزول کرے گا تو قول ضعیف یہ ہے کہ وہ معزول ہو جاوے گا میں کہتا ہوں میرے نزدیک صحیح ہے کہ وہ معزول نہ ہوگا اس واسطے کہ وصی اپنی ذات پر تیشیق تر ہے قاضی سے یعنی اس نے بہتر سمجھ کر اس کو وصی مقرر کیا تو قاضی اس کو کیوں کر معزول کرے گا اور لائق یوں ہے کہ عدم عزل کا فتویٰ دیا جائے قضاۃ زمانہ کے فساد اور بدعتی کی وجہ سے انتہی مانی جامع الفصولین مصنف نے کہا ہمارے استاد صاحب بحر الرائق نے کہا سو البتہ عزل وصی کی عدم صحت راجح ہو گئی تو وہ ظائف اوقاف کی معزولی کیونکر صحیح ہوگی م مجتہد و نائف کے توفیق سے قناد سے خیر الدین میں بحر الرائق سے منقول ہے کہ قاضی اگر ناظر و نف کو معزول کرے تو اس کی شرط یہ ہے کہ اس سے خیانت ثابت ہو چنانچہ اسحاق اور جامع الفصولین میں ہے تو معلوم ہوا کہ غیر کو متولی کرنا بدون خیانت کے حرام ہے اور اگر کرے گا صحیح نہ ہوگا و عدم صحت عزل ناظر سے معلوم ہوا کہ وقف کے صاحب وظیفہ کو بھی معزول کرنا صحیح نہیں چنانچہ بزاز یہ سے اس کو ثابت کیا ہے کذا فی الطحاوی و بطل فعل احد الوصیین کا ملتویین فانما فی الحكم کالوصیین اشباہ و وقف القنیۃ اور دو وصیوں میں سے ایک وصی کا فعل باطل ہے جیسے دو متولیوں وقف سے ایک متولی کا فعل باطل ہے اس واسطے دو متولی دو وصی کے مانند ہیں حکم میں کذا فی الاشباہ و وقف القنیۃ و مغاۃ لواء اجر احد ہما ارض الوقف لم یجز بلارای لا اثر و قد صارت واقفۃ القتر سے اور قول سابق سے یہ مستفاد ہوا کہ اگر ایک متولی وقف کی زمین اجارہ دے تو جائز نہیں دوسرے متولی کے بدون راستے کے اور البتہ یہ صورت فتویٰ طلب ہوتی تھی م یہ صورت اس میں صرح مذکور ہے کہ انفراد احد المناظرین بالاجارہ جائز نہیں اور اگر ایک ناظر دوسرے کو وکیل کر دے تو جائز ہے مفتی ابو سعید نے اس کو نفل کیا ہے کذا



فی الطحاوی ولو وصیۃ کان ایضا وہ نکل منها علی الانفراد وقیل یفرد قال ابو الیثیب وہ لا یصح وبہ ناخذ ایک وصی کا فعل بدون دوسرے وصی سے  
باطل ہے اگرچہ میت کا وصی کرنا ہر وصی کو جدا جدا واقع ہوا ہو اور بعضوں نے کہا ہر وصی اپنے فعل میں منفرد اور مستقل ہے ابو الیثیب نے کہا اور وہ یعنی  
ہر وصی کا انفراد اور استقلال صحیح تر ہے اور اسی قول کو ہم لیتے ہیں لیکن الاول صحیح فی المبسوط وجزم بہ فی الدرر فی القبتانی ان اقرب الی الصواب لیکن اول  
یعنی بطلان فعل احد الوصیین کو صحیح کہا ہے مبسوط میں اور اسی پر یقین کیا ہے در میں اور قہستانی میں ہے کہ یہی بطلان کا قول قریب تر ہے صواب کی طرف  
میں یہاں دونوں قولوں پر فتویٰ اور قضا درست ہے چنانچہ رسم مفتی میں مذکور ہے کذا فی الطحاوی قلت دہذا اذا کان وصیین او متولیین من جہۃ المیت اور  
الوائف او قاضی و لحدان لو کان من جہۃ تاضیین من بلدین فیفرد احدہما بالتصرف لان کلا من التاضیین لو تصرف جاز تصرفہ فکذا نائبہ ولو اراد کل من التاضیین  
عزل منصرف القاضی الآخر جازان راۃ فی المصلحتہ والا لا وتمامہ فی کالاتہ تنویر البصائر معتریا للملقطات وغیرہ بالغیظ میں کتابوں اور یہ یعنی بطلان فعل احد  
الوصیین اس وقت ہے جب کہ دونوں وصی یا دونوں متولی میت یا واقف یا ایک قاضی کی طرف سے ہوں اور اگر دونوں وصی یا متولی دو شہروں کے  
دو قاضیوں کی طرف سے ہوں تو ایک وصی یا ایک متولی تصرف کرنے میں مستقل ہوگا اس واسطے کہ ہر قاضی اگر تصرف کرے تو اس کا تصرف جائز ہے  
تو اسی طرح اس کے نائب کا تصرف جائز ہے اور اگر دونوں قاضیوں میں سے ہر قاضی دوسرے قاضی کے منسوب کو معزول کرنا چاہے تو درست  
ہے اگر اس میں مصلحت دیکھے اور اگر مصلحت نہ دیکھے تو معزول کرنا جائز نہیں اور اس کا پورا بیان تنویر البصائر کی کتاب الوکالتہ میں ملتقطات وغیرہ سے منقول  
ہے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے و فی وصایا السراج لو لم یعلم القاضی ان للمیت وصیا منصوب لہ وصیا ثم حضر الوصی فاراد الدخول فی الوصیۃ فکذا ذلک ونسب القاضی  
الآخر لا یخرج الاول اور سراج و باج کی کتاب الوصایا میں ہے کہ اگر قاضی نہ جانتا ہو کہ میت کا وصی ہے سو قاضی نے میت کے واسطے کوئی وصی قائم  
کیا پھر میت کا وصی آیا سو اس نے وصیت میں داخل ہونے کا ارادہ کیا تو اس کو یہ درست ہے اور قاضی کے دوسرے وصی قائم کرنے سے پہلے  
وصی خارج نہ ہوگا الا بشرار کفہہ و بجہرہ و الخصومتہ فی حقوقہ و شرار حاجۃ الطفل و الا تہاب لہ و اغناقی عبد معین و رد و دلیقہ و تنفیذ وصیۃ  
معینین و دوصیوں میں سے ایک وصی کا فعل باطل ہے مگر موصی کے کفن کی خرید میں اور اس کی تجہیز میں اور اس کے حقوق کی خصومت کرنے  
میں اور حاجات طفل کی خرید میں اور طفل کے واسطے ہبہ قبول کرنے میں اور غلام معین کے آزاد کرنے میں اور وصیت معینہ کے پیرو دینے میں اور  
وصیت معینہ کے جاری کرنے میں ایک وصی کا فعل بھی ناجائز ہے باطل نہیں زاد فی شرح الوصایا نیز عشرۃ اخری منہا و مضمون و شتر می شرار  
فاسد و ستمہ کیلی اور ذنی و طلب دین و قضاء دین بجنس حقہ شرح و بیانیہ میں امور عشرہ سوائے اس کے جو متن میں مذکور ہیں زیادہ ذکر کیے ہیں از انجملہ  
منصوب کا پھیر دینا اور شرار فاسد کی خریدی چیز کا پھیر دینا اور کیلی یا ذنی چیز کا قسمت کر دینا اور دین موصی کو طلب کرنا اور دین کا ادا کرنا اس کے حق کے  
ہم جنس سے م امور عشرہ سے متن امر کو شارح نے ذکر نہ کیا از انجملہ عیب کی وجہ سے متن بیع کا پھیر دینا اور اجارہ نفس یتیم اور میت کی طرف سے خیرات  
کی وصیت کو جاری کرنا معین فقیر یا مسکین کے واسطے و بیع مایجات تلفہ و جمع اموال ضائعہ اور اس چیز کے بیچنے میں جس کے تلف ہو جانے کا  
دور ہے اور اموال ضائعہ کے جمع کرنے میں احد الوصیین کا فعل باطل نہیں وقال ابو یوسف ینفرد کل بالتصرف فی جمیع الامور ولو نص علیہ افراد او الاجتماع  
اتبع القافا شرح و بیانیہ اور ابو یوسف نے کہا کہ ہر وصی منفرد ہے تصرف کرنے میں جمیع امور میں اور اگر موصی نے افراد یا اجتماع پر تصریح کر  
دی ہو تو ان کی تصریح کی پیروی کرنا لازم ہوگا باتفاق امام اور امام ابو یوسف کے کذا فی شرح الوصایا و ان مات احدہما فان اوصی الی الخ  
اولی آخر فہ التصرّف فی الترتبہ و عدہ ولا یحتاج الی نصب القاضی وصیا اور اگر ایک وصی مر گیا سو اگر وصی میت کے وصی زندہ کو وصی کیا یا دوسرے  
شخص کو وصی کیا تو فقط اسی کو ترکہ میں تصرف کرنا جائز ہے اور اس کی حاجت نہیں کہ قاضی دوسرا وصی مقرر کرے م طلبی نے کہا وصی زندہ کا نائب

تصرف کرتا کہ میں اس زنت جائز ہو گا جب کہ وصی مردہ نے اس کو وصی کر دیا ہو اور اگر اور شخص کو وصی کیا ہو گا تو دونوں کا مجتمع ہونا واجب ہو گا کذا فی الطحاوی  
والا یترحم ضم القاضی الیہ غیرہ در آمد الوصی مردہ نے وصیت نہ کی کسی کو تو وصی زندہ کے ساتھ قاضی دوسرا وصی ملا دے کذا فی الدرریم اس واسطے کہ  
وصیت کا قصد تھا کہ اس کے ترکہ میں دو شخصوں کی رائے سے انتظام ہوتا کہ خلل واقع نہ ہو سو یہ امر قاضی کے نصب وصی سے ممکن ہے کذا فی  
الزیلعی وفی الاشباہ مات احدہما اقام القاضی الآخر متعللاً وضم الیہ آخر الاشباہ میں ہے کہ ایک وصی مرگیا تو قاضی دوسرے شخص کو اس کے مقام  
پر قائم کر دے یا اس کے ساتھ دوسرا ملا دے ولا یبطل الوصیۃ الا اذا الوصی لہما ان یتصدقا بثلثہ حیث نشا انتہی وتمامہ نے شرح الوصایۃ اور وصیت  
باطل نہیں ہو جاتی مگر جب کہ وصی نے یوں وصیت کی دونوں وصیوں سے کہ اس کے ثلث مال کو دونوں خیرات کریں جہاں دونوں چاہیں انتہی  
مافی الاشباہ اور اس کا پورا بیان شرح وہبانیہ میں ہے م شرح وہبانیہ میں ہے کہ اگر وصیت مذکورہ میں ایک وصی نے کہا کہ فلا نے شخص کو میں  
دونوں کا اور دوسرے نے کہا دوسرے محتاج کو دونوں کا تو کسی کو دینا جائز نہ ہو گا اس لیے کہ ایک موضع میں دونوں کا اتفاق نہ ہو اور اگر وصی مرگیا  
قبل خیرات کرنے کے تو وصیت باطل ہو گئی کذا فی الطحاوی ملخصاً وہی خلاف ابی یوسف قولان اور کیا اس میں ابو یوسف کا خلاف ہے اس میں  
دو قول ہیں یعنی بعضوں نے کہا خلاف ہے اور بعضوں نے کہا خلاف نہیں ہے ان المشرف یفر دون الوصی کا قرآن نہ تھا علقۃ علی الملقی ویاتی اور ابو یوسف  
یا امام سے ایک روایت یہ ہے کہ مشرف منفرد اور مستقل ہے تصرف میں نہ وصی چنانچہ ہم نے اس کو ثابت کیا ہے متقی کی شرح میں اور اس کا ذکر آگے  
آدے کام شارح کی شرح متقی میں مجتہبی سے منقول ہے کہ وصی نے وصی کا ایک مشرف مقرر کیا تو وصی تصرف نہ کرے گا بدون مشرف کے اور دوسرا  
قول ضعیف یہ ہے کہ مشرف کو تصرف جائز ہے انتہی اس عبارت سے تصرف میں تصرف مشرف کا ثابت نہیں ہوتا تو شارح کا کلام کا منہ نہیں ہے فتاوی  
عالمگیری میں خزانۃ المفتین سے منقول ہے کہ ایک مرد نے دوسرے کو وصی کیا اور ایک شخص کو اس پر مشرف کیا تو وصی مال رکھنے میں ادلی ہے اور مشرف وصی  
نہیں ہو جاتا اور مشرف ہونے کا اثر یہ ہے کہ وصی کا تصرف بلا علم مشرف کے جائز نہیں اس عبارت سے بھی تصرف مشرف کا نہیں نکلتا کذا فی الطحاوی مختصراً  
روسی الوصی سوار الوصی الیہ فی مالہ اولی مالی موصیہ وقایۃ وحشی فی الترتین خلافاً للشافعی وصی کا وصی دونوں ترکوں میں وصی ہے برخلاف شافعی کے  
خواہ وصی نے اس کو اپنے مال میں وصی کیا ہو یا اپنے وصی کے مال میں وصی کیا ہو ہر صورت دونوں ترکوں میں وہ وصی ہے کذا فی الوقایۃ و تصحیح  
قسمتہ اسی الوصی حال کو نہ ناتباً عن ورثہ کبار غریب اوصاف مع الوصی کہ بالثلث اور صحیح ہے تقسیم وصی کی بالغ غائب وارثوں کا نائب ہو کر یا صغیر  
وارثوں کا نائب ہو کر وصی لہ کے ساتھ یعنی جس کے واسطے تہائی مال کی وصیت ہوتی یعنی اگر وارث موجود نہ ہوں تو وصی کو جائز ہے کہ وصی لہ کو وصیت  
کے ترکہ سے تہائی مال مانگے ولا رجوع للورثۃ علیہ لیسے الوصی لہ ان ضار قسطہم معہ اسی الوصی نصیۃ قسمتہ حیثہ اور وارثوں کو وصی لہ پر رجوع  
کرنا جائز نہیں اگر وارثوں کا حصہ تلف ہو گیا ہو وصی کے پاس بسبب صحیح ہو جائے قسمت کے اس وقت میں واما قسمتہ عن الوصی لہ الغائب والحاظر  
بلا اذنہ معہم اسی الورثۃ یوصی لہ فی قسطہ تصحیح اور وصی کا قسمت کرنا وصی لہ کی جانب سے نائب ہو کر خواہ وصی لہ غائب ہو یا حاضر ہو بدون اس کے  
وارثوں کے ساتھ تو وہ قسمت صحیح نہیں اگرچہ وارث صغیر ہوں کذا فی الزیلعی حیثہ فی وجع الوصی لہ ثلث ما بقی من المال اذا ضار قسطہ لاند  
کا شریک معہ لے مع الوصی فلا یضمن الوصی لاند امین اور اس وقت میں یعنی جب کہ قسمت مذکورہ صحیح نہ ہوتی تو باقی مال کی تہائی وصی لہ بھر لے جب  
کہ وصی کا حصہ ضائع ہو گیا ہو وصی کے پاس اس واسطے کہ وصی لہ شریک کے مانند ہے تو وصی سے زمان نہ لے گا اس واسطے کہ وہ امین ہے اور  
اگر وارثوں کے پاس مال ضائع ہو گیا تو جس قدر انہوں نے مال پایا تھا اس کی تہائی چاہے وارثوں سے لے چاہے وصی سے یہ اس وقت ہے  
جب کہ قسمت بدون حکم قاضی کے ہوئی ہو اور اگر حکم قاضی قسمت ہوئی تو صحیح ہے تو اب رجوع نہ ہو گا کذا فی الطحاوی وصح قسمتہ القاضی واخذہ



قسط الموصلی لہ ان غائب الموصلی لہ فلاشی لہ ان بلک فی ید القاضی او ایمنہ اور قاضی کی قسمت اور اس کو موصلی لہ کا حصہ سے رکھنا صحیح ہے اور اگر موصلی لہ غائب ہو تو موصلی لہ کے واسطے کچھ نہیں اگر اس کا حصہ قاضی کے ہاتھ میں یا اس کے امین کے ہاتھ میں تلف ہو گیا ہو موصی اور قاضی میں وجہ فرق یہ ہے کہ قاضی کو غائب پر ولایت ثابت ہے امور نافعہ میں ولہذا جس کے تلف ہونے کا خوف ہو اس کی بیع کا قاضی کو اختیار ہے برخلاف وصی کی ولایت فی المکیل او الموزون لہ افراز و فی غیرہا لا یکوز لہ مبادلہ کا بیع و بیع مال الغیرہ یکوز لہ لاقسمہ اور یہ یعنی وصیت قسمت قاضی کیلی اور وزنی چیز میں ہے اس واسطے کہ قسمت کیلی اور وزنی میں عبارت ہے افراز لہ جدا کر دینے سے اور کیلی اور وزنی کے سوائے اور مال میں قاضی کی بھی قسمت صحیح نہیں اس لیے کہ وہ تو یہاں عبارت ہے مبادلہ سے بیع کے مانند اور غیر کے مال کی بیع جائز نہیں تو اسی طرح قسمت بھی جائز نہیں وان تاسمہم الوصی فی الوصیۃ کج حج عن المیت ثلث بالقی ان بلک المال فی یدہ اونی ید من دفع الیہ کج خلافا لہا وقد تقر فی المناسک اور اگر وارثوں کو قسمت کر دی حج کی وصیت میں تو وصیت کی طرف سے حج کیا جائے باقی مال کی تباہی سے اگر حج کرنے کا مال تلف ہو گیا ہو وصی کے ہاتھ یا اس کے ہاتھ سے جس کو وصی نے مال دیا تھا حج کرنے کو برخلاف صاحبین کے اور البتہ یہ مسئلہ ثابت ہے مناسک حج کی کتابوں میں ولو افراز المیت شیئاً من مالہ للہج فضل بعد موتہ لا یجوز عن ثلث باقی لہ عینہ فاذا بلک بطلت اور اگر وصیت نے حج کے واسطے اپنا کچھ مال جدا کر دیا پھر وہ ضائع ہو گیا اس کے مرعائے کے بعد تو وصیت کی طرف سے حج نہ کیا جاوے گا باقی مال کی تباہی سے اس لیے کہ اس نے تو حج کے واسطے مال کو معین کر دیا تھا پھر جب وہ تلف ہو گیا تو وصیت باطل ہو گئی وصحیح بیع الوصی عبد من التزکۃ بغنیۃ الغیر للغیر یعلق حقہم بالیۃ اور صحیح ہے بیچنا وصی کا غلام کو ترکہ سے دین والوں کی غیبت میں دین والوں کے واسطے اس لیے کہ ان کا حق مالیت سے متعلق ہے نہ عین متروکہ سے و ضمن وصی باع ما وصی ببیعہ و تصدق ثمنہ فاستحق العبد بعد ہلال ثمنہ اسی ضیاعہ عنہ لہ العاقد فالعہدۃ علیہ اور ضمان دے گا وہ وصی جس نے بیچا اس غلام کو جس کے بیچنے کی اس کو وصیت ہوئی تھی اور وصی نے اس کا ثمن برصی کی طرف سے تصدق کر دیا پھر وہ غلام اس شخص کا مملوک ٹھہرا ثمن خیرہ ہو جائے کے بعد وصی کے پاس ضمان کی وجہ یہ ہے کہ وصی ہی تو عاتق ہے بیع کا تو عہدہ عقد کا اس کے ذمہ رہے ہو گا وجع الوصی فی التزکۃ کلبا و قال محمد فی الثلث لانا انہ مفرور لکان دینا حتی لو بکلت التزکۃ اولم تلفنا وجع و فی الفتی انہ یرجع علی من تصدق علیہ لان غنمہ نعم فخرمہ علیہم اور بھی وجع کرے تمام ترکہ میں یعنی جس قدر تادان دیا وہ تمام متروکہ سے بھرے اور محمد نے کہا کہ ثلث متروکہ سے بھر لے ہم جواب دیتے ہیں امام کی طرف سے کہ وصی نے فریب کھایا وصیت کے سبب سے تو تادان ذین ٹھہرا وصیت پر یعنی اور دین کل متروکہ سے متعلق ہوتا ہے نہ ثلث سے نہ تو اگر متروکہ تلف ہو گیا یا کفایت نہیں کرتا تو اب وجہ نہ ہو گا و غرضتی میں یوں مذکور ہے کہ وصی تادان بھرے ان فیقروں سے جن پر ثمن کو اس نے خیرات دیا اس لیے کہ فائدہ تصدق کا ان کے واسطے ہے تو اس کا نقصان بھی نہیں پر پڑے گا لکما یرجع فی مال الطفل وصی باع ما اصابہ اسی الطفل من التزکۃ و بلک ثمنہ معہ فاستحق المال البیع والطفل یرجع علی الورثۃ بحسنہ لانتقاض القسۃ باستحقاق ما اصابہ جیسے کہ وجع کرتا ہے صغیر کے مال میں وہ وصی جس نے بیچا وہ مال جو صغیر کو ترکہ بیت سے بیچا اور اس کا ثمن تلف ہو گیا وصی کے پاس بچر مال بیع غیر کا مستحق نکلا اور صغیر بقدر اپنے حصہ کے باقی وارثوں سے بھرے گا اس لیے کہ قسمت ٹوٹ گئی اس مال کے استحقاق سے جو صغیر کو پہنچا تھا وصحیح احتیالہ بالی التیمم لو خیر بان یحزن انانی الاما و لو مشکہ لم یجوز ینیہ اور وصی کو حوالہ قبول کرنا مال یمیم کا صحیح ہے اگر یمیم کے حق میں بہتر ہو اس طرح کہ دوسرا محتال علیہ زیادہ تر مال دار ہو پہلے مدیوں سے اور اگر دوسرا پہلے کے مانند ہو تو دوسرے میں تو حوالہ قبول کرنا جائز نہیں کذا فی المینۃ وصحیح بیعہ و شرائوہ من اجنبی بما یتغابن الناس لا بما لا یتغابن و ہوا القاضی لان دلایۃ نظریۃ غایۃ بارہ کان فاسداً حتی یملکہ المشتري بالقبض قبستانی اور صحیح ہے بیع اور خرید وصی کی اجنبی سے بقدر تغابن مردم نہ بقدر عایم تغابن اور وہ عبارت ہے عن فاضل

سے یعنی اگر وصی نے نہیں فاش ہوا تو وہ بیع صحیح نہیں اس لیے کہ وصی کی ولایت نظری ہے یعنی جس میں تقسیم کے واسطے منفعت ہو تو اگر وصی نے نہیں فاش سے بیع ہی تو بیع فاسد ہوگی تو شری بیع کا مالک ہوگا قبضہ کرنے سے کذا فی القستانی وذا اذ اتبائع الوصی للصغیر مع الاجنبی وان باع الوصی او اشتري مال الیتیم من نفسه فان كان وصی القاضی لا يجوز ذلك مطلقا لانه ذکیرہ اور یہ یعنی صحت بیع بشرط عدم غبن فاش اس وقت ہے جب کہ وصی نے خرید و فروخت کی ہو صغیر سے واسطے غیر شخص کے ساتھ اور اگر وصی نے مال تقسیم کی خرید و فروخت کی اپنی ذات سے تو اگر وہ قاضی کی طرف سے وصی سے تو یہ جائز نہیں مطلقا خواہ غبن ہو یا نہ ہو اس واسطے کہ وصی وکیل ہے قاضی کا یعنی اور فعل وکیل کا بمنزلہ موکل کے فعل ہے اور موکل کا فعل حکم کرنا ہے سو حکم کرنا اپنی ذات سے واسطے درست نہیں کذا فی الطحاوی وان كان وصی الاب جاز بشرط منفعة ظاهره للصغیر وهو قدر النصف زیادہ او نقصا اور اگر وصی باپ کی طرف سے ہر تو بیع وصی کی اپنی ذات سے جائز ہے بشرطیکہ صغیر کے واسطے ظاہر منفعت ہو اور وہ یہ ہے کہ بقدر نصف کے جو زیادتی یا کمی میں مزیل میں منفعت ظاہرہ کی تفسیر یوں نہ تو ہے کہ اپنا پندرہ درم کا مال صغیر سے دس درم کو بیع کرے یا دس درم کا مال صغیر کا پندرہ درم کو آپ خرید کرے وذا لا يجوز مطلقا اور صاحبین نے کہا کہ باپ کے وصی کی بھی بیع جائز نہیں مطلقا خواہ منفعت ظاہر ہو یا نہ ہو و بیع الاب مال صغیر من نفسه جائز بمثل القیمۃ و بما یقعان فیہ دیوالبیہ والالا اور مال صغیر کو باپ کا بیع کرنا اپنی ذات سے جائز ہے قیمت کے برابر اور جس قدر میں کہ غبن واقع ہوتا ہے یعنی غبن قلیل اور اگر یہ نہیں جائز نہیں وذا کا کہنے المنقول امامی القضا فیسیج اور یہ سب تفصیل مسائل مذکورہ کی مال منقول میں ہے اور غیر منقول چنانچہ لراعی اور مکانات کی خرید و فروخت کے احکام آگے مذکور ہوں گے و لوزاد الوصی علی کفن شک نہ العدد ضمن الزیادہ او اگر وصی نے مثل میت کے کفن پر زیادتی کی شمار میں تو دسی تاوان دے گا بقدر زیادت کے مثلا میت کے عمر وں کا کفن میں کپڑوں کا ہوتا تھا سو وصی نے پار کپڑے خریدا کیے تو ایک کپڑے کی قیمت کا وصی پر تاوان دینا لازم ہوگا و فی القیمۃ وقع الشراء له و حیثئذ ضمن ما دفعه من مال الیتیم ولو الاجتہد اور اگر وصی نے کفن کی قیمت پر زیادتی کی تو یہ خرید وصی کے واسطے واقع ہوگی تو اس وقت میں وصی تاوان دے گا اس کا جو اس نے کفن دیا ہے تقیم کے مال سے کذا فی الاولوالجہ و فیہا لو دفع المال الی الیتیم قبل ظهور رشده بعد الوراك فضاغ ضمن لانه دفعه الی من یس له ان یدفع الیہ اور لوالجہ میں ہے کہ اگر وصی نے تقیم کو مال دیا اس کی ہر شے کا تاوان ہونے سے پہلے بعد اس کے بالغ ہونے کے پھر وہ مال ضائع ہو گیا تو وصی تاوان دے گا اس واسطے کہ اس نے اس کو دیا جس کا دنیا اس نے جائز نہ تھا یہ مما جہن کا قول ہے تعلیل کی دلیل سے اور امام کے نزدیک وصی پر ضمان نہیں اگر تقیم کو پندرہ برس کے بعد دیا اس واسطے کہ سب تقیم پندرہ برس کا ہوا تو وصی کو دینے کا اختیار ہے غیر عقل میں کذا فی الطحاوی و جاز بیعہ امی الوصی علی الکبیر الغائب فی غیر العقار اللدین او خوف بلکہ ذکرہ عزیزی زادہ معنی لکھا یتہ قلقت و فی الزلیعی والقبستانی الاصح لالانہ تاوان وصی کو چنانچہ وارث بالغ غائب پر جائز ہے مال منقولہ میں مگر ادا دین کے واسطے غیر منقول کی بیع بھی جائز ہے یا اس کے تلف ہونے کے خوف سے ایسا ذکر کیا ہے عزیزی زادہ نے خانیہ کی طرف نسب کر کے میں کہتا ہوں او زیام اور قستانی میں مذکور ہے کہ صحیح تر قول یہ ہے کہ غیر منقول کی بیع جائز نہیں اس واسطے کہ اس کا تلف ہو جانا کم تر ہے مگر میت پر دین مستغرق ہے تو وصی کو بیع کا الاجبار اختیار ہے اور اگر دین مذکور میت کے سب ترکہ کو محیط نہیں تو صاحبین کے نزدیک جس قدر دین ہو اس قدر کی بیع جائز ہے اور امام کے نزدیک کل کی بیع جائز ہے کذا فی الطحاوی عن الہرمی و جاز بیعہ عقار صغیر من اجنبی لامن نفسه بضعف قیمۃ او خوف الصغیر او دین المیت اور میتہ مرسلۃ لانقاذ لہا الامنہ او لکون خلاۃ لا یتزید علی موتہ او خوف خرابہ او نقصانہ او کونہ فی یتخلب در رواشبہ ملخصا اور صغیر کی عقار یعنی مال غیر منقول کی بیع وصی کو جائز ہے غیر شخص سے نہ اپنی ذات سے اس کی دونی قیمت پر یا صغیر کے خراج کے واسطے یا دین میں



کے ادا کرنے کے واسطے یا وصیت مرسلہ کے جاری ہونے کے لئے جس کا نذر اور جاری ہونا کس سے محض نہیں ہوتا، عفا کے یا اس واسطے کہ عفا کی حاصلات زیادہ نہیں ہوتی اس کے معارف سے یا اس کے ویران ہونے یا ناقص ہوجانے کے خوف سے یا اس وجہ سے کہ عفا ظالم سرکش کے ہاتھ میں ہے کذا فی الدرر والاشباہ لمخصام وصیت مرسلہ سے مراد وصیت مطلقہ ہے اس طرح پر کہ موصی نے کہا کہ میرا تباہی ماں یا چوتھائی مال وصیت ہے تو اب عفا کی بیع جائز ہے کذا فی الدرر قلت وندوا ابانہ وصی لا من قبل ام اوتاج فانتہا الاملاکات بیع العفا مطلقاً میں کہتا ہوں کہ یہ یعنی عفا بیع عفا صغیر اشباہ ثمانیہ مذکورہ میں اس شرط سے ہے کہ باقیہ ماں یا بھاتی کی طرف سے وصی نہ ہو اس واسطے کہ ماں اور بھاتی کا وصی عفا صغیر کی بیع کا مالک ہیں ہر طرف یعنی نہ اشباہ مستثنیٰ لیں نہ ان کے غیر میں ولا شرا غیر طعام وکسوة اور ماں اور بھاتی کا وصی کسی چیز کے خرید کا مالک نہیں سوائے طعام اور لباس صغیر کے ولو ابانہ ابانہ محمود عند الناس او مستورا لعمال یوزن کماں اور اگر عفا صغیر کا باقیہ صغیر کا باب ہو سوا اگر وہ لوگوں کے نزدیک سزا اور سزا دیدہ ہو یا اس کی خوبی اور بدی کچھ ظاہر نہ ہو تو بیع جائز ہے کذا صریحاً۔ اس کمال ولا تجبر الوسی فی مالہ اسی نتیجہ نفسہ فان فعل تصدق بالرزق اور وصی سوداگری نہ کرے یتیم کے مال میں اپنی ذات کے فائدے کے واسطے سوا اگر اس نے اپنے واسطے اس مال میں تجارت کی تو منفعات کو خیرات کر دے و با زکوۃ تجبر من مال الیتیم الیتیم وتمامہ فی الدرر اور سوداگری جائز ہے اگر وصی تجارت کرے یتیم کے مال میں یتیم کے واسطے اور اس کا پورا بیان در میں ہے م در میں خانیہ سے مذکور ہے کہ وصی کو یتیم کے مال اور میت کے مال میں تجارت کرنا اپنے واسطے جائز نہیں اور اگر تجارت کی اور نفع ہوا تو اس امداد کا خزانہ سے اور نفع خیرات کرے طریق کے نزدیک اور ابو یوسف کے نزدیک نفع وصی کو ہلال ہے خیرات نہ کرے انتہی قلت فی الاشباہ وعلیک الوصی بیع شئی باقل من ثمن المثل الا فی مسئلۃ الوصیۃ بیع عہدہ من فلان میں کہتا ہوں اور اشباہ میں ہے کہ وصی کسی چیز کی بیع کا مالک نہیں ثمن مثل سے کم تر نہیں مگر ایک مسئلہ وصیت میں اقل ثمن مثل سے بیع جائز ہے یعنی جب کہ موصی نے اپنے غلام کی بیع کی وصیت کی فلا نے شخص سے م اور فلا نا شخص ثمن مثل کی بیع پر راضی نہ ہوا تو اب وصی کو ثمن سے کم کرنا درست ہے لیکن ثمن قیمت سے نہ کرنا تو بھی درست نہیں کذا فی الطحاوی و فیہما فی الطحاوی فی اجراء المثل للمتولی اجراء مثل علمہ لم یعمل لا اجراء واما وصی المیت فلا اجراء علی العیج و ہذا اذا عین القاضی للمتولی اذ انما لم یعین و سچی فیہ سنتہ فاشی کہ وعزاء للفقہیہ ثم ذکر ما یخالفہ فافہم وقد مر فی الوقت واما وصی القاضی فان نصبہ باجر شہ جائز انتہی اور اشباہ میں ہے اجرت مثل کے بیان میں کہ متولی کر اس کے عمل کے برابر اجرت جائز ہے سوا اگر اس نے عمل نہ کیا تو اس کو اجرت نہیں ہے اور میت کے وصی کو بنا بر قول عیج کہ یہ اجرت نہیں ہے اور یہ یعنی متولی کے واسطے اجرت مثل کا ثبوت اس وقت ہے جب کہ قاضی متولی کے لئے اجرت معین کر دے تو اگر اس نے اجرت معین نہ کی اور متولی نے ایک سال میں کرش کی تو اس کے واسطے کچھ اجرت نہیں اور صاحب اشباہ نے اس قول کو قنویہ کی طرف نسبت کیا پھر صاحب فہم نے وہ قول ذکر کیا ہر اس کے مخالف ہے یعنی یوں کہا کہ متولی مستحق اجرت ہے اگرچہ قاضی نے اجرت نہ مقرر کی ہو سوا اس کو سمجھ لے اور البتہ یہ مسئلہ کتاب الوقف میں گذر گیا اور قاضی کے وصی کا یہ حکم ہے کہ اگر قاضی نے اس کو اجرت مثل پر مقرر کیا تو جائز ہے انتہی مافی الاشباہ و فی القستانی معزیا للذخیرہ ولو کانوا صغارا وکبارا باع حقتہ الصغار کما رو کذا الکبار علی ما مر من التفصیل اور قستانی میں ذخیرہ سے منقول ہے کہ اگر وارث چھوٹے اور بڑے ہوں تو وصی چھوٹوں کے حصوں کو بیچ ڈالے چنانچہ صغیر کے مسائل مستثناة میں مذکور ہو چکا اور اسی طرح بالغ وارثوں کے حصے کو بیع کرے بنا بر تفصیل گذشتہ کے م تفصیل مذکور یہ ہے کہ ادا سے دین اور خوف ہلاکت میں بیع جائز ہے نہ اس کے سوائے میں کذا فی الطحاوی ونقل عن العاریۃ ان فی بیعہ للعفا وناہ اختلاف المشائخ وجوزہ صاحب ابدایۃ لان فیہ استیفاء ملکہ مع دفع الحاجۃ وان لیس الوصی بالتصرف لخنوف متغلب وعلیہ الفتوۃ وتمامہ فیما علقہ علی المتقی اور قستانی نے عبادت سے نقل کیا ہے

۱۔ یہ مترجم اہل سے تسامح ہوا حق عبارت یہ تھا کہ ترجمہ یوں ہوتا اور عبادت سے یہ بھی نقل کیا ہے ۱۷۔

فصل فی شہادۃ الاوصیاء۔ یہ فصل دو وصیوں کی گواہی کے مسائل میں م اس فصل میں شہادت اوصیاء کے سوا اور مسائل بھی بہت مذکور ہیں تو اس  
کتاب میں نہ تھا فصل فی شہادۃ الاوصیاء وغیر ذلک و بطلت شہادۃ الوصیین لوارث صغیر مال مطلقاً او کبیر مال  
المیت اور مال ہے گواہی دو وصیوں کی وارث صغیر کے مال کی ہر طرح خواہ صغیر کو میراث سے مال ملا ہو یا مہر وغیرہ سے یا وارث بالغ کے حق میں  
وصیوں کی گواہی میت کے مال کی باطل ہے م اس واسطے کہ صغیر کے ہر مال میں وصی کا تصرف جاری ہے اور بالغ کے مال میت میں میں وصی کو حفاظت  
کی ولایت ہے وارث کی غیبت میں تو اس تہمت سے اس کی گواہی باطل ٹھہری وصحت شہادۃہا بغیرہ اسی بغیر مال المیت لا تقطع ولا شہادۃ علیہ  
تہمتہ حیثیند اور صحیح ہے گواہی ان دونوں کی بغیر مال میت کے بسبب منقطع ہونے دونوں وصیوں کی ولایت کی اس مال سے تو اب تہمت کا مقام نہیں  
کشفادۃ رجلین آخرین بذین الف علی میت وشہادۃ الآخرين للاولین مثلاً جیسے صحیح ہے گواہی دو مردوں کی اور دو شخصوں کے واسطے بزرگ  
کے دین ہونے کی میت پر اور صحیح ہے گواہی انہیں دونوں شخصوں کی پہلے دونوں گواہوں کے واسطے مانند اس کی ہزار دم کے دین کے یعنی فریق اول  
نے فریق ثانی کے دین کی میت پر گواہی دی اور فریق ثانی نے فریق اول کے دین ہونے کی گواہی دی تو دونوں گواہیاں صحیح ہیں بخلاف شہادۃ  
کل فریق بوحیۃ ایف برخلاف شہادت ہر فریق کے ہزار دم کی وصیت میں یعنی ہر فریق نے دوسرے فریق کے واسطے گواہی دی کہ میت  
ان کو ہزار دم کی وصیت کی ہے سو یہ گواہی باطل ہے وقال ابو یوسف لا یقبل فی الدین ایضا وقد تقدم فی الشہادات اور ابو یوسف نے کہا کہ دین میں بھی گواہی  
مقبول نہیں مانند وصیت کے اور البشہ یہ مسئلہ کتاب الشہادات میں پہلے مذکور ہو چکا ہے او شہادۃ الاولین بعبد والآخرین بثلث مالہ اور الدائم لہ  
لا شہادۃ لشرکۃ فقطل یا پہلوں کی گواہی غلام کی وصیت کی اور کچھلوں کی گواہی ثلث مال یا غیر معین وراہم کی وصیت کی بسبب ثابت کرنے گواہی کے شرک  
غلام کو تو باطل ہوگی م کل مال میت میں غلام بھی داخل ہے تو ثلث مال کی وصیت میں تہائی غلام میں شرکت ثابت ہوگئی اور شرکت قبول شہادت کی مانہ  
ہے و قصح لو شہد رجلان لرجلین بالوصیۃ بعین العبد وشہد المشہود لہما لثاہرین بالوصیۃ بعین آخر لانه لا شرکۃ فلا تہتہ زیلعی اور گواہی  
ہے اگر دو مردوں نے اور دو مردوں کے واسطے کسی چیز مثلاً غلام کی وصیت کی گواہی دی اور مشہود لہما نے شہادوں کے واسطے دوسری چیز مثلاً بالغ



وصیت کی گواہی دی اس واسطے کہ یہاں دونوں فریق میں شرکت ثابت نہیں تو تہمت بھی نہیں جو گواہی نہ مقبول ہو کذا فی الزلیعی شہد الوصیان ان المیت اوصی لزید معها لغت لاثباتہا لانفسہا معینا وحینئذ فیضم القاضی بہا ثباتا وجوبا لا قرارہما باثر فیمتنع تعہدہا بدوۃ کا تقرر دو وصیوں نے یہ گواہی دی کہ میت نے زید کو بھی ان دونوں کے ساتھ وصی کیا ہے تو یہ گواہی لغو ہے بسبب ثابت کرنے دونوں وصیوں کے اپنی ذاتوں کے واسطے مددگار اور اس سورت میں قاضی ان دونوں کے ساتھ تیسرا وصی ملا دے بنا بر وجوب کے کیوں کہ انہوں نے اور وصی کا خود اقرار کیا تو اب دونوں وصیوں کا تصرف کرنا میت کے مال میں بدون تیسرے وصی کے جائز نہیں چنانچہ ثابت ہو چکا الا ان یدعی زید ذلک اسی یدعی اندھی معہا فیمتنع قبل شہادتہا استحضار لانہما استقطا مونة التعمین عنہ مگر یہ کہ زید اس کا دعویٰ کرے یعنی زید یوں دعویٰ کرے کہ وہ بھی وصی ہے ان دونوں کے ساتھ تو اب دونوں وصیوں کی گواہی بطریق استحسان کے مقبول ہوگی اس لئے کہ دونوں وصیوں نے تیسرے وصی کے ٹھہرانے کی مشقت قاضی پر سے ساقط کر دی کذا فی الطحاوی وکذا ابن المیت اذا شہدا ان اباهما اوصی الی رجل لجرہما لثباتہما بالان اباہما وکل زید القبض دیونہ بالکوفۃ حیث لا تقبل مطلقا ادعی زید الوکالۃ لام لان القاضی وصی کیا ہے تو گواہی لغو ہے اس واسطے کہ دونوں نے اپنے واسطے منفعت کو کھینچا بسبب قائم کرنے ایک نگہبان کے متردک کے واسطے و بذالوہ منکر ولو یدعی قبل استحضار اور یہ یعنی گواہی کا لغو اس شرط سے ہے کہ وہ شخص وصی ہونے کا منکر ہو اور اگر وہ وصی ہونے کا دعویٰ کرے تو شہادت مذکورہ مقبول ہوگی باعتبار استحسان کے بخلاف شہادتہا بان اباہما وکل زید القبض دیونہ بالکوفۃ حیث لا تقبل مطلقا ادعی زید الوکالۃ لام لان القاضی لا یمکن نصب الوکیل عن المحی بطلبہا ذلک بخلاف الوصیۃ بخلاف اس گواہی کے کہ دو بیٹوں نے یہ گواہی دی کہ ان کے باپ نے زید کو اپنے قبض دیون کا جو اہل کوفہ پر ہے وکیل کیا ہے کیوں کہ یہ گواہی کسی طرح مقبول نہیں خواہ زید رکات کا دعویٰ کرے یا نہ کرے اس واسطے کہ قاضی زندہ آدمی کی جانب سے وکیل کے کام کرنے کا بیٹوں کی طلب سے مالک نہیں بخلاف وصیت کے وشہادۃ الوصی تصحیح علی المیت لالہ ولو بعد العزل وان لم یجسم ملحقے اور وصی کو گواہی میت کے ضرر پر صحیح ہے نہ میت کے نفع پر اگرچہ گواہی بعد عزولی کے واقع ہوتی ہو گو کہ اس نے خصومت نہ کی ہو کذا فی الملحقے وصی القذ او صبیۃ من مال نفسه رجح مطلقا علیہ الفتویٰ درہ وصی نے میت کی وصیت کو جاری کیا اپنی ذات کے مال سے تو اس قدر مال ترک میت سے بھرے ہر طرح اور اسی اطلاق پر فتویٰ ہے کذا فی الدررہم وصی رجوع کرے ہر طرح خواہ وہ میت کا وارث ہو یا نہ ہو خواہ وصیت لہ ہو بالعباد وکذا فی الطحاوی مختصرا کوکل اذی الثمن من مالہ فان لم ان یرجع چنانچہ وہ وکیل جس نے ثمن ادا کیا اپنے مال سے سو اس کو موکل کے مال سے بھر لینا جائز ہے وکذا لک الوصی اذا اشتری کسوة للصغیر او اشتری ما یفوق علیہ من مال نفسه فانه یرجع اذا اشہد علی ذلک اور اسی طرح وصی جب کہ صغیر کے واسطے لباس خرید کرے اپنے مال سے یا وہ چیز خرید کی جس کو صغیر پر رجوع کرتا ہے تو وصی صغیر کے مال سے بھرے جب کہ اس پر اس نے گواہ کر لیا ہو یعنی اس پر شاید مقرر کیا ہو کہ میں اپنا مال بطور قرض کے صرف کرتا ہوں یا صغیر کے مال سے بھروں گا و فی التبرادۃ دنا شرط الاشہاد لان قول الوصی فی حق الاتفاق یقبل لانی حق الرجوع بلا اشہاد انتہی فلیحفظ قلت لکن فی القیلة والخلاصة والنی نیتہ ان یرجع بالثمن وان لم یشہد بخلاف الابین رجعت ما یفیدہ فتنہ بزائریہ میں ہے کہ گواہ کرنا تو اسی واسطے شرط ہوا کہ وصی کا قول حق اتفاق میں مقبول ہے نہ حق رجوع میں بدون گواہ کرنے کے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے میں کتبائوں لیکن فینہ اور خلاصہ اور خانہ میں ہے کہ وصی کو ثمن کا بھر لینا جائز ہے اگرچہ اس نے گواہ نہ کر لیا ہو بخلاف مل باپ کے کہ ان کو رجوع بلا اشہاد جائز نہیں اور آگے وہ آوے گا جو اس کا مفید ہے تو خبر دار رہنا م شرع بلایہ میں ہے کہ ہمارے علماء کا کلام رجوع مطلق یا رجوع بشہادت میں مضطرب ہے اور یہ استدراک طعام اور لباس کی طرف راجع ہے اس واسطے کہ والدین کی عادت میں طعام اور لباس اولاد کا تبرع ہوتا ہے کذا فی الطحاوی او فضی دین المیت اثبات شرعا او کفۃ ادا دی خراج الیتیم اور عشرہ من مال نفسه یا وصی نے وہ دین میت کا جو شرعا اس پر ثابت ہے ادا کیا یا اس کو کفن دیا یا یتیم کا خراج یا عشر اپنے مال سے

اداکر اور اشتری وارث البکیر طعناً او کسوة للصغیر او کفن الوارث المیت او قفصه دینه من مال نفسه فانه یزجج ولا یكون مستوعماً یا وارث بالغ نے صغیر کے واسطے طعام اور لباس خرید کیا اپنے مال سے یا وارث نے میت کو کفن دیا یا اس کا دین ادا کیا اپنے مال سے تو میت کے متردک سے بھرے گا اور متبرع نہ ہوگا یعنی اس کا مال بلا عمن نہ ٹھہرے گا و لو کفن الوصی المیت من مال نفسه قبل قوله فیه قبل ہونستردک بقولہ او کفنتہ اور اگر وصی نے میت کو کفن دیا اپنے مال سے تو اس کا قول اس میں مقبول ہوگا شارح نے کہا کہ بعضوں نے کہا یہ ماتن کا قول زائد اور مکرر ہے بقول ماتن اور کفنتہ حبلی در المنار کے معنی نے کہا کہ بہتر یہ تھا کہ شارح لفظ قبل کو حذف کرتا یعنی اس واسطے کہ اس قول کا مکرر مذکور ہونا صریح ہے طحاوی معنی نے کہا اس کا جواب یوں ممکن ہے کہ ماتن کی طرف سے ہے کہ دونوں یعنی وارث اور وصی کفن کے خبر دینے میں متفق ہیں لیکن وہ مقدار قیمت میں مختلف ہیں تو اب وصی کا قول مقبول ہوگا تو یہ قول ماتن کے قول سابق سے متنازع نہیں قتال انتہی ولو باع الوصی شیئاً من مال الیتیم ثم طلب منه باکثر مما باعہ رجح القاضی فیہ الی اہل البصیرۃ والامام ان اخبرہ اشنان منہم انہ باع بقیمتہ وان قیمتہ ذلک لا یتلف القاضی الی من یرید اور اگر وصی نے مال یتیم کا بیچا پھر وصی سے مال بیع کی طلب ہوئی اس کے بیچنے سے زیادہ تر ثمن کو تو قاضی اس میں اہل بصیرت اور اہل امانت کی طرف رجوع کرے اگر متدین واقف کاروں میں سے دو شخص اس کو خریدیں کہ وصی نے مال یتیم کو اس کی قیمت کے موافق بیع کیا اور اس مال کی یہی قیمت ہے تو قاضی التفات نہ کرے اس شخص کی طرف جو زیادہ ثمن دیتا ہے وان کان فی المزاۃ لیشتری باکثر وفی السوق باقل لا ینقض البیع لذلک اسی لاجل تک الزیادۃ بل یرجع الی اہل البصیرۃ فان اجمع رجلان منہم علی شئی یؤخذ بقولہما عند محمد وکفی قول واحد فی ذلک عندہما کما فی التزکیۃ اور اگر مزادہ میں یعنی جہاں بیع من یرید ہوتی ہے جس کو بالفعل کے عرف میں نیدام گھر ہوتے ہیں وہ مال خرید ہوتا ہو زیادہ ثمن سے اور بازار میں کم تر سے تو وصی کی بیع کو قاضی نہ توڑے اس زیادت کے سبب سے بلکہ رجوع کرے واقف کار لوگوں کی طرف بلکہ اگر لوگوں میں سے دو مرد متفق ہوں ایک چیز پر تو انہیں دونوں کا قول لیا جائے محمد کے نزدیک اور ایک مرد کا قول کفایت کرتا ہے امام اعظم اور ابو یوسف کے نزدیک جیسے تزکیہ شہود میں کافی ہے و علی ذلک یمیز الوقف اذا اجر مستغنی الوقف ثم جار آخر یرید فی الاجرائ کل فی الدرر المختار یا للثانیۃ و علی ذلک القیاس متولی وقف نے جب کہ وقف کی کرایہ والی چیز کرایہ کو دی پھر دوسرا شخص آیا زیادہ کرایہ دینے کو تو نقص ابارہ نہ ہوگا بدون قول اہل بصیرت کے یہ سب مسائل درمیں مذکور ہیں فتاویٰ قاضی خان سے منقول قروے مسائل ملحقہ شارح کے بقول قول الوصی فیما یدعیہ من الاتفاق بلا بیئۃ الا فی ثلثی عشرۃ مسئلۃ علی مافی الاشباہ وصی کا قول خرچ کرنے کے دعوے میں بدون گواہوں کے مقبول ہے مگر بارہ مسئلوں میں مقبول نہیں چنانچہ اشباہ میں مذکور ہیں م مسائل مذکورہ کو شارح اب ذکر کرتا ہے اوسے فقہار دین المیت پہلا مسئلہ یہ ہے کہ وصی نے دین میت کے ادا کرنے کا دعویٰ کیا م صورت اس کی یہ ہے کہ وصی نے دعویٰ کیا کہ میں نے وصی کا دین اپنے مال سے ادا کیا اور یتیم اس کی تکذیب کرتا ہے اور اس کے ادا کرنے پر گواہ نہیں ہیں تو قول وصی کا مقبول نہ ہوگا او دعویٰ فقہارہ من مالہ بعد بیع التزکۃ قبل قبض ثمنہا در ثمر مسئلہ یہ ہے یا دعویٰ کیا ادا دین میت کا اپنے مال سے بعد تزکۃ بیچنے اور اس کے ثمن قبض کرنے سے پہلے ادا ان الیتیم استہک مال آخر دفع ضمانہ تیسرا مسئلہ یہ ہے یا دعویٰ کیا کہ یتیم نے دوسرے کا مال ضائع کیا سو وصی نے اس کا تادان دیا م صورت اس کی یہ ہے کہ وصی نے یتیم سے کہا کہ تو نے اس مرد کا مال طفلی میں آٹا تلف کیا تھا اور میں نے تیری طرف سے ادا کیا تھا سو یتیم نے اس کی تکذیب کی تو یتیم کا قول مقبول ہوگا اور وصی ضامن ہے سب کے نزدیک کذا فی الطحاوی و ای اوزن لہ بتجارۃ فرکہ دیون نقصا لہ عنہ چوتھا مسئلہ یہ ہے یا دعویٰ کیا کہ وصی نے یتیم کو تجارت کا اذن دیا سو یتیم پر لوگوں کے دین ثابت ہو گئے سو وصی نے ان کو ادا کیا یتیم کی طرف سے اولیٰ خراج ارضہ فی وقت لا تصلح للزراعتہ یا نچواں مسئلہ یہ ہے یا دعویٰ کیا کہ اس نے یتیم کی زمین کا خراج ادا کیا ایسے وقت میں کہ زمین زراعت کے لائق نہیں رہی م تو اگر زمین زراعت کے لائق ہو خصوصت کے دن تو بالاتفاق وصی کا قول قسم کے ساتھ مقبول ہوگا بشرطیکہ



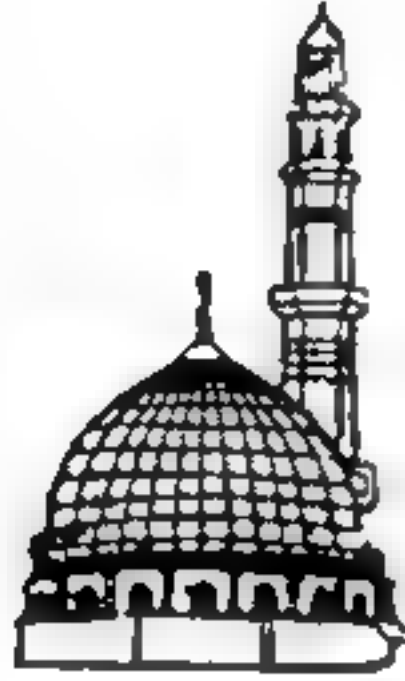
وصی اور یتیم متعلق ہوں موت وصی کے وقت پر کذا فی الطحاوی اوجہل عبدہ الا بقی مچھا مسئلہ یہ ہے یا دعویٰ کیا یتیم غلام گر بختہ کے پکڑ لانے والے کے انعام دینے کا  
م یہ عمر کا قول ہے اور ابو یوسف کے نزدیک وصی کا قول مقبول ہے اور اگر وصی نے کسی شخص کو غلام کے لانے پر بطور اجارہ کے مقرر کیا تو بالاتفاق وصی کا قول  
مقبول ہے کذا فی الحموی والطحاوی اوفلا عبدہ الجانی ساتواں مسئلہ یہ ہے یا دعویٰ کیا یتیم کے غلام قاتل کے قریب دینے کا اور بالاتفاق علی محرمہ آٹھواں مسئلہ یہ ہے یا  
یا دعویٰ کیا یتیم کے محرم پر خرچ کرنے کا صورت اس کی یہ ہے کہ وصی نے یتیم سے کہا کہ قاضی نے تیرے اندھے بھائی کے واسطے اتنا مایہ تیرے مال سے  
مقرر کیا اور میں نے اس کو دس برس سے ادا کیا اور یتیم نے کہا کہ میرے اوپر کسی قاضی نے یہ حکم نہیں کیا تو یتیم کا قول مقبول ہوگا اور وصی ضامن ہے سب  
کے نزدیک کذا فی الطحاوی عن تنازعانہ اعلیٰ رقیقہ الذین مالوا نواں مسئلہ یہ ہے یا دعویٰ کیا خرچ کرنے کا یتیم کے ان غلاموں پر جو مر گئے م یہ قول ہے عمر کا  
اور ابو یوسف کے نزدیک وصی کا قول مقبول ہے اور اگر غلام زندہ ہوں تو بالاتفاق وصی کا قول مقبول ہے کذا فی الطحاوی اور بالاتفاق علیہ ممانی زندہ یا وصی نے  
دعویٰ کیا یتیم پر اس مال کے خرچ کرنے کا جو وصی پر واجب الادا تھا م یہ مسئلہ اشباہ میں مذکور نہیں اور اگر اس کو شمار کیجیے تو تیرہ مسئلے ہوتے ہیں وجہ اس مسئلہ  
کی یہ ہے کہ وصی چاہتا ہے کہ میں ادائے دین سے فارغ الذمہ ہو جاؤں تو اس کی تصدیق بدون شہادت کے نہ ہوگی کذا فی الطحاوی وکذا من مال نفسه حال  
غیبت مالہ والرجوع دسواں مسئلہ یہ ہے اور اسی طرح وصی نے دعویٰ کیا خرچ کرنے کا یتیم پر اپنے مال سے جب کہ یتیم کا مال  
حاضر نہ تھا اور اس نے پھر لینے کا ارادہ کیا م بشرطیکہ وصی نے اس پر گواہ نہ کیا ہو کہ میں اپنا مال خرچ کرتا ہوں پھر لینے کے واسطے اور اگر اس نے  
اس پر گواہ کر لیا ہو تو رجوع جائز ہے کذا فی الطحاوی عن تنازعانہ اوان زوج الیتیم امرأۃ ودفع مہرا من مالہ وہی متیتہ گیارہواں مسئلہ یہ ہے یا دعویٰ  
کیا کہ اس نے یتیم کا نکاح کر دیا ایک عورت سے اور اس کا مہر ادا کیا اپنے مال سے اور حالانکہ وہ عورت زندہ نہیں ہے اثنا عشر بخبر رجوع تم ادعی ان کان  
مفارباً بارہواں مسئلہ یہ ہے کہ وصی نے تجارت کی اور فائدہ حاصل کیا پھر دعویٰ کیا کہ اسے بطور مضاربت کے تجارت کی م یہاں بھی عدم اشباہ وشرط ہے اور اگر  
وصی نے مضاربت پر گواہ کر لیا ہو تو نفع میں شریک ہوگا کذا فی الطحاوی والاصل ان کل شیء کان مسلط علیہ فانه یصدق فیہ وما لا فلا اور قاعدہ کلیہ مسائل مذکورہ  
میں یہ ہے کہ جس چیز پر وصی مسلط ہو تو اس میں اس کی تصدیق کی جاوے گی اور جس پر وہ مسلط اور متعین نہیں تو اس میں اس کی بلا شہادت تصدیق نہ ہوگی  
م تصدیق ہوگی قسم کے ساتھ جب کہ ظاہر حال اس کا کذب نہ ہو کذا فی الحموی ینصب القاضی وصیاً فی سبعة مواضع مبسوطہ فی الاشباہ قاضی میت کی طرف  
سے وصی کو مقرر کرے ان سات مقاموں میں جو اشباہ میں مفصل مذکور ہیں م نصب وصی کا طریقہ یہ ہے کہ قاضی کے دو بردگواہ گواہی دیں کہ فلاں شخص  
مرگیا اور اس نے کوئی وصی قائم نہ کیا تو اگر قاضی نے وصی مقرر کیا پھر میت کا کوئی وصی ظاہر ہوا تو میت کا وصی وہی وصی ہے نہ قاضی کا وصی اور نصب وصی  
کا اختیار فقط اس قاضی القضاۃ کو ہے جس کو سلطان کی طرف سے اس کی اجازت ہو کذا فی الاشباہ منہا اذا کان لہ دین او علیہ او لتنفیذ وصیہ منہا مواضع سبعة  
کے یہ ہیں مقام ہیں جب کہ میت کا دین ہو کسی شخص پر یا کسی شخص کا دین ہو میت پر یا وصیت جاری کرنے کے واسطے و زادنی الزواہر موضعین آخرین  
اشترى الاب من طفله شیئاً فوجده معیاً ینصب القاضی وصیاً لیردہ علیہ اور زواہر الجواہر حاشیہ اشباہ میں دو مقام اور زیادہ مذکور کیے ہیں ایک یہ کہ باپ  
نے اپنے طفل سے کوئی چیز خرید کی پھر اس میں عیب پایا تو قاضی وصی کو مقرر کرے تاکہ باپ وہ چیز عیب ناک اس کو پھر دے و اذا اصاب لاثبات  
حق صغیر ابوہ غائب غیبتہ منقطعة ینصب والا فلا و عزاہما لمجمع الفتاویٰ اور جب کہ اس صغیر کے اثبات حق کی حاجت ہو جس کا باپ غائب ہے بطریق غیبت  
منقطعة کے تو قاضی وصی کو قائم کرے اور اگر غیبت منقطعة نہ ہو تو وصی مقرر نہ کرے اور صاحب زواہر نے ان دونوں مسئلوں کو مجمع الفتاویٰ کی طرف  
نسبت کیا ہے م غیبت منقطعة وہ ہے کہ ایسے مکان میں جہاں قافلہ آتا جاتا نہ ہو یہ مستفاد ہوتا ہے شرح حموی سے اور فقہانے غیبت منقطعة کی  
تفسیر کا اختلاف کتاب النکاح میں مذکور کیا ہے بعضوں نے کہا کہ غیبت منقطعة وہ ہے کہ ایسے مکان میں جہاں قافلہ نہ جاتا ہو مگر سال میں ایک بار یہ قول

تدریجی کا مترادف ہے اور بعضوں نے کہا کہ ایک مہینہ یا زیادہ کی مسافت ہو اور بعضوں نے کہا کہ وہ شخص ایک شہر میں نہ ٹھہرے یا جو چلا پھر کرے یا ہو یا غفود الخبر ہو اور بعضوں نے کہا کہ منزل ہو اور بعضوں نے کہا کہ منزل اور بعضوں نے کہا کہ ایک شہر مشرق میں ہو اور دوسرا مغرب میں کذا فی الطحاوی وصی القاضی لکھی المیت الانی تان لیس وصی القاضی الشرا لنفسه ولا ان یبیع ممن لا تقبل شہادۃ لم قاضی کا وصی میت کے وصی کے برابر ہے مگر آٹھ جگہ میں اس کے برابر نہیں ہے ایک یہ ہے کہ وصی قاضی کو خرید کرنا اپنی ذات کے واسطے متروکہ سے جائز نہیں دوسری صورت یہ ہے بیچنا اس شخص سے جس کے حق میں لکھی کی گواہی مقبول نہیں درست نہیں ولا ان یقبض الا باذن مبتدأ من القاضی تیسری صورت یہ ہے اور جائز نہیں اس کو قبضہ کرنا مگر قاضی کے دوسرے اذن سے مسمیٰ اگر قاضی نے خصومت کے واسطے صغیر کی طرف سے وصی کیا تو بعد فیصلہ کے وصی اس چیز پر قبضہ نہ کرے تا وقتیکہ قاضی قبض کا اذن جدید نہ دے بخلاف وصی میت کے اور اگر نصب وصی کے وقت خصومت اور قبض دونوں کا اذن دیا ہے تو اذن جدید کی حاجت نہیں ولا ان یوجز الصغیر عمل یا چوتھی صورت یہ ہے اور جائز نہیں کہ وصی قاضی صغیر سے کسی کام کی چاکری کر دے ولا ان یجیل وصیا عند عدمہ پانچویں صورت یہ ہے اور وصی قاضی کو جائز نہیں کہ اپنی موت کے وقت دوسرے کو وصی کرے ولو خصمه القاضی تخصص چھٹی صورت یہ ہے اور اگر قاضی نے وصی کو خاص کر دیا یعنی ایک نوع میں دسی یا تو وہ مخصوص ہو جائے گا یعنی جمیع انواع میں دسی نہ ہوگا بخلاف باپ کے وصی کے کہ وہ قائم مقام ہے باپ کے کذا فی الطحاوی ولو نباه عن بعض التفرقات صحیح تسمیہ ساتویں صورت یہ ہے اور اگر قاضی وصی کو بعض تصرفات سے روک دے تو اس کا روکنا صحیح ہے بخلاف بی میت کے کذا فی الاشبہاء عن ابن رازی وہ عزله ولو عدلا آٹھویں صورت یہ ہے اور قاضی کو جائز ہے معزول کرنا اس کا اگرچہ قاضی کا وصی متقی ہو کذا فی الاشبہاء عن القینۃ خلان فاللبیتۃ بخلاف وصی لہ فی ذلک مگر بخلاف وصی میت کے ان سب آٹھوں مسئلوں میں دنی الخزانۃ وصی وصی القاضی کو وصیۃ اولیٰ حیۃ عامۃ انتہی وبہ یجمل التوثیق اور غرض میں ہے قاضی کے وصی کا وصی قاضی کے وصی کے برابر ہے اگر قاضی کی وصیت عامہ ہو انتہی مافی الاشبہاء اور اس شرط سے اختلاف دونوں تولوں کا دفع ہو گیا مسمیٰ یعنی تسمیہ اور خزانہ کا اختلاف دفع ہو گیا اشباہ میں پانچویں صورت تسمیہ سے منقول ہے کہ قاضی کے وصی کو اپنی موت کے وقت دوسرے کو وصی کرنا جائز نہیں اور خزانہ سے نقل کیا کہ جائز ہے بشرط وصیت عامہ کے تو اختلاف دفع ہو گیا یعنی عدم جواز ہے وصیت خاصہ میں اور جواز ہے وصیت عامہ میں ولی القادوا الصغریٰ خبر عنہ فی مرضہ انما یفخذ من الثلث عند عدم الاجازۃ الا ان ینتہی تیرہ من المنافع لینفذ من کل بائ اجز باقل من اجزۃ الثلث لا باطل بموتہ فلا اضرار علی الارثۃ ولی حیاتیہ لا ملک لہم لکن فی العمادیۃ انہا من الثلث فلعلہ روایتان اور فتاویٰ مفسرے میں ہے کہ مریض کا تبرع اور احسان کیا مریض میں نافذ نہیں ہوتا مگر ثلث متروکہ میں در حال عدم اجازت وارثوں کے مگر اس کے منافع کے تبرع میں سوکل متروکہ سے نافذ ہوگا اس طرح پر کہ اس نے گھر وغیرہ اجرت شل سے کم ترا جرت پر اجارہ دیا یعنی اس کی اجرت مثلاً سو درم تھی سو اس نے ۵۰ درم کو اجارہ دیا تو یہ جائز اور نافذ ہے اس لیے کہ اجارہ مذکور مریض کی موت سے باطل ہوگا تو وارثوں پر ضرر رسانی نہیں ہے اور اس کی حیات میں تو وارثوں کی کچھ ملکیت نہیں لیکن عمارت میں ہے کہ منافع کا تبرع ثلث متروکہ سے نافذ ہے تو شاید کہ اس میں دور و انتہی میں باع مال الیتیم او ضعیفہ والمشتتری مجلس یومئذ ثلثۃ ایام فان نفذ والا فسخ وصی نے یتیم کا مال منقول یا غیر منقول بیچا اور خریدار مجلس ہے تو وصی مین دن کی مدت ٹھہرا دے سو اگر خریدار تین دن کے اندر منہم حاضر کرے تو بہت ہے ورنہ بیع کو نسخ کرے فان انکر الشراء وند قبض یرفع الوصی الامر للہم لیمقول ان کان یتیم یا بیع فقد فسخہ پھر اگر مجلس خریدار خرید کا حکم ہوا اور حالانکہ وہ بیع پر قبضہ کر چکا ہے تو وصی اس امر کی حاکم کے پاس مالش کرے تو حاکم یوں کہے کہ اگر تم دونوں میں بیع واقع ہوئی ہو تو البتہ میں نے اس بیع کو نسخ کر دیا م اس قول کا فائدہ یہ ہے کہ اگر مشتری بعد فسخ کے خریداری کا دعویٰ کرے اور گواہ لا دے تو اس کا دعویٰ مسموع نہ ہوگا کذا فی الطحاوی قبل الوصایۃ ثم اراد عزل نفسه یجوز الا عند الی کم وصی نے وصی ہونا قبول کیا پھر اپنی ذات کو معزول کرنا چاہا تو یہ جائز نہیں مگر حاکم کے نزدیک م حاکم کو لازم ہے کہ اگر وصی



کو امانت دار اور پیشیار جانے تو معزول نہ کرے اور اگر اس کو عاجز یا کثیر الاشغال جانے تو اس کو خارج کرے اور حیلہ اخراج کا وہ طرح پر ہے ایک یہ کہ وصی اس کو وصی مقرر کرے اس شرط پر کہ وصی چاہے آپ کو معزول کرے دوسری صورت یہ ہے کہ وصی میت پر دین کا دعویٰ کرے اور حاکم اس کو منہم کر کے معزول کر دے اور یہ ابو یوسف کا قول ہے اور اسی پر فتویٰ ہے کہ ذانی الطحاوی دفع الیتیم مالہ بعد طوغہ واشتد الیتیم علی نقدہ انہ لم یبق من ترکہ وارث ولا قلیل ولا کثیر ثم ادعی شیتا فی بد الوصی انہ من ترکہ ابی و برہن تسمیع وصی نے یتیم کو اس کا مال اس کے بالغ ہونے کے بعد حوالہ کیا اور یتیم نے اپنی ذات پر ہوا کہ دیا کہ اس کے باپ کے متروکہ سے کچھ باقی نہیں رہا وصی کے پاس نہ کم نہ زیادہ پھر یتیم نے وصی کے پاس کسی چیز کا دعویٰ کیا کہ وہ چیز میرے باپ کے متروکہ سے ہے اور گواہوں سے اس کو ثابت کیا تو اس کا دعویٰ مسموع ہو دے گام یہ اشہاد ابراہیم معلوم نہیں نہ شخص معلوم سے نہ مجہول سے تو یہ فقط اقرار ہے جو ابراہیم کا مستلزم نہیں تو یہ اس کے دعوے کا مانع نہیں برخلاف اس ابراہیم کے جو مجہول سے ہو معلوم کے واسطے یعنی شخص معین سے چیز غیر معین کا ابراہیم اس طرح کہ مثلاً زید عمر سے کہے کہ جو تیرا حق میرے اوپر ہو اس کو مجھے جلال اور معاف کر دے سو عمر نے اس طرح کہا تو زید برسی الذمہ ہو گیا اور یہ ابراہیم صحیح ہے چیز معلوم اور غیر معلوم سب سے اسی قول پر فتویٰ ہے کہ ذانی الطحاوی عن الشربلانیة مختصراً للوصی الاکل والکوب بقدر الحاجة قال تعالیٰ ومن کان فقیراً فلک بالعرف وصی کو یتیم کے مال سے کھانا اور اس کی سواری پر سوار ہونا بقدر حاجت کے جائز ہے حق تعالیٰ نے فرمایا اور جو محتاج ہو تو چاہیے دستور کے موافق کھاوے کھانا اور سوار ہونا مقید بحدت سعی کے ہے یعنی جس قدر مدت حاجات یتیم میں کوشش کرتا ہے اسی قدر مدت تک کھانا اور سوار ہونا درست ہے نہ ہر وقت کہ ذانی العالمگیریہ ولدان ینفق فی تعلیم القرآن والادب ان تابل لذلک اور وصی کو جائز ہے کہ تعلیم قرآن اور ادب میں خرچ کرے اگر یتیم اس کا اہل ہو دے م شائد کہ ادب سے مراد علوم ادبیہ ہیں کہ انہیں کی تعلیم ہوتی ہے انتہی علوم ادبیہ سے مراد صرف ادب و علم فصاحت اور بلاغت کا ہے یعنی اگر یتیم خاندان علم سے ہے تو وصی خرچ کر کے اس کو تمام قرآن اور علوم مذکورہ پڑھاوے والا فلینفق علیہ بقدر ما یتعلم القراءة الواجبة فی الصلوۃ مجتبے اور اگر یتیم اہل علم سے نہ ہو تو وصی کو چاہیے کہ اس پر اس قدر خرچ کرے کہ قرارت واجبة نماز کی سیکھ جائے یعنی جس قدر نماز میں قرآن پڑھا واجب ہے اس قدر اس کو سیکھاوے کہ ذانی المجتبے وفیہ جعل للوصی مشرفاً لم یتصرف بدوہ وقیل لمتشرف ان یتصرف اور مجتبے میں ہے کہ وصی کے واسطے مشرف مقرر ہوا تو وصی بدون اس کے تصرف متروکہ میں نہ کرے اور بعضوں نے کہا کہ مشرف کو تصرف کرنا یعنی بدون وصی کے درست ہے م اس مسئلہ کا بیان باب الوصی میں مفصل مذکور ہو چکا وفیہ للاب اعادة طفلة اتفاقاً لآمالہ علی الاکثر اور مجتبے میں ہے کہ باپ کو اپنے طفل کا عاریت دینا جائز ہے بالاتفاق نہ اس کے مال کو عاریت دینا بجا کثیر روایات کے وفیہ یملک الاب لا الجدة عند عدم الوصی ما یملک الوصی اور مجتبے میں ہے وصی نہ ہونے کے وقت باپ مالک ہے اس چیز کا جس کا وصی مالک ہوتا ہے اور دادا مالک نہیں ہوتا وصی کے برابر الاب یملک قسمۃ مال مشترک بنتہ و بین الصغیر بخلاف الوصی باب مالک ہے اس مال کے قسمت کرنے کا جو مشترک ہے مابین باپ اور مابین صغیر کے برخلاف وصی کے کہ وہ اپنے اور صغیر کے مشترک مال کی قسمت کا مالک نہیں م قنیہ میں مذکور ہے کہ جو مال وصی اور صغیر میں مشترک ہے اس کی قسمت وصی کو جائز ہے امام کے نزدیک بشرطیکہ اس میں صغیر کا نفع ظاہر ہو تو معلوم ہوا کہ یہاں عدم جواز قسمت وصی عدم ظہور منفعت پر مجہول ہے کہ ذانی الطحاوی یملک الاب والجدة یت مال احد طفلیہ للاحر بخلاف الوصی باب اور دادا اپنے ایک طفل کے مال کا دوسرے طفل کے مال سے بیچنے کا مالک ہے برخلاف وصی کے کہ وہ بیع مذکور کا مالک نہیں م یعنی اگر ایک شخص دو یتیموں کا وصی ہو تو اس کو ایک یتیم کا مال دوسرے یتیم کے مال سے بیچا جائز نہیں اس واسطے کہ وہ دونوں یتیموں کی خیر خواہی کا موجب ہے سو یہاں ایک یتیم کی خیر خواہی دوسرے کے حق میں ضرر کرتی ہے اور اسی طرح اگر دو وصی ہوں دو یتیموں کے تو بھی ایک کا مال دوسرے سے بیع کرنا درست نہیں ولو باع الاب والجدة مال الصغیر من الاغنیٰ یتیم قیمۃ جازان لم یکن فاسداً لآسی و لو فاسد فان باع عقارہ لم یجز و فی المنقول بیان

اور اگر باپ اور دادا نے صغیر کا مال اجنبی شخص سے چاہا بقدر اس کی مالیت اور قیمت کے تو جائز ہے اگر وہ احمق فاسد الرائے نہ ہو اور اگر بد عقل ہو ہو اگر اس نے صغیر کا مال غیر منقول بیچا تو جائز نہیں ہے اور مال منقول کے بیچنے میں دو روایتیں ہیں ایک جواز کی دوسری عدم جواز کی ولو اشتراکی مطلقہ نوباً او طعناً و شہدائے بیعت بہ علیہ یرفع بہ لم مال والا لوجوبہا علیہ حیث کہ اور اگر باپ نے اپنے لڑکے کے واسطے کپڑا یا کھانا خرید کیا اور گواہ کر لیا اس پر کہ میں اس قدر ٹمن لڑکے کے مال سے بھروں گا تو اتنا بھرے اگر صغیر کا مال ہوا اور اگر مال نہ ہو تو رجوع جائز نہیں بسبب واجب ہونے کا نہ اور کپڑے کے باپ پر اس وقت میں یعنی جب صغیر محتاج ہے تو اس کا نفقہ باپ پر واجب ہے رجوع جائز نہیں و مثلاً لو اشتراکی لہ دارا او عبدایز جمع سواہر کان مال اولاد ان لم یشہد لایز جمع کہ امن ابی یوسف و بیہن یحب حفظہ و اللہ اعلم اور مانند لباس یا طعام کے اگر باپ نے صغیر کے واسطے گھریا غلام خرید کیا تو رجوع کرے خواہ اس کا مال ہو یا نہ ہو اور اگر باپ نے رجوع کر لینے پر گواہ نہیں کیا ہے تو رجوع نہ کرے چنانچہ ابو یوسف سے منقول ہے اور یہ تفصیل خوب ہے اس کا یاد رکھنا واجب ہے واللہ اعلم بعینہ تلخیص قیینہ میں مذکور ہے کہ ایک وارث نے تجہیز میت میں ترکہ سے خرچ کیا بلا وصیت اور بلا اولیٰ باقی وارثوں کے تو وہ میت کے مال سے محسوب ہوگا اور وہ متبرع نہ ہوگا اور اگر ماتم اور سمع وغیرہ کی خرید میں بلا وصیت اور بلا اولیٰ باقی وارثوں کے اس نے صرف کیا تو اس کے حصہ میں محسوب ہوگا اور اگر اپنے مال سے صرف کیا تو وہ متبرع ہے کذا فی الطحاوی و مختصر اللہ اعلم و استغفر اللہ العزیم۔





# کتاب الخنثی

اس کتاب میں خنثی کے احکام مذکور ہیں م خنثی مشتق ہے خنث لغت میں عبارت ہے نرمی اور کمزری اور  
 سی سے خنث ہے معلوم کرنا چاہیے کہ حق تعالیٰ نے آدمی کو مرد اور عورت بنایا اور ہر ایک کے احکام بیان فرماتے اور اس کا حکم مذکور نہیں کیا جو مرد بھی ہو اور عورت  
 بھی تو معلوم ہوا کہ یہ دونوں وصف متضادین ایک شخص میں جمع نہیں ہوتے اور دونوں میں علامت امتیاز کی آہ تذکیر و تانیث ہے پھر اسے اشتباہ واقع  
 ہوتا ہے اس طرح پر کہ کوئی انسان ایسا ہوتا ہے جس میں تمیز نہیں ہوتی کذا فی الطحاوی لما ذکر من غلب وجودہ ذکرنا و الوجود جب کہ مصنف نے غالب الوجود  
 کے ذکر سے فراغت پاتی یعنی مرد اور عورت کے احکام سے تو زاد الوجود یعنی خنثی کا ذکر شروع کیا ہو و فرج و ذکر او من عمری عن الاثنین جمیعاً خنثی  
 وہ ہے جو صاحب فرج اور ذکر ہو یا وہ ہے جو تذکیر اور تانیث دونوں علامتوں سے معاہدہ فان بال من الذکر فخلام وان بال من الفرج تانیثی تو اگر وہ پیشاب کرے  
 ذکر سے تو مرد ہے اور اگر پیشاب کرے فرج سے تو عورت ہے م جب اس نے ذکر سے پیشاب کیا تو دوسری علامت بدن کا شگاف ہے اور اگر اس نے فرج سے  
 پیشاب کیا تو دوسری علامت ثلوث یعنی مسہ کی مانند ہے کذا فی القبتانی وان بال منها فال حکم للابلق اور اگر دونوں سے پیشاب کرے تو اسبق ادا قدم پر حکم  
 ہے یعنی جس سے پہلے پیشاب نکلتا ہو اس کا اعتبار ہے اس واسطے کہ اذیت اس کی دیں ہے کہ وہی عضو اصلی ہے وان استویا فمشکل اور اگر دونوں برابر ہوں  
 اس طرح کہ دونوں کے ساتھ ہی پیشاب نکلتا ہو تو وہ خنثی مشکل ہے م مشکل اس واسطے کہ احد الامرین سے کوئی متعین نہیں ولا تعتبر الکثرة غلظاً لہما اور  
 کثرت پیشاب کی معتبر نہیں امام کے نزدیک برخلاف صاحبین کے م صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ کثرت خروج اصالت عضو پر دلیل ہے ولا کثر حکم اکل اور امام کی  
 دلیل یہ ہے کہ کثرت خروج کشادگی فرج پر دلیل ہے نہ اصالت پر اور امام سے مروی ہے کہ انہوں نے ابو یوسف سے فرمایا کہ میں نے ایسا تاضی نہیں دیکھا  
 جو پیشاب کا اندازہ کرتا ہو پیمانہ سے کذا فی الطحاوی ہذا قبل البلوغ فان بلغ و خرجت لحيته او وصل الى امرأة او اخلتم كما يحتمل الرجل فرجل یہ تفصیل  
 مذکور قبل از بلوغ کے ہے پھر اگر وہ بالغ ہوا اور اس کے واسطے نکلی یا وہ کسی عورت سے ملا یعنی جماع کیا یا اس کو اخلتم ہوا جیسے مرد کو اخلتم ہوتا ہے تو وہ  
 مرد ہے وان ظہر لہ ثدی اولہن او حاض او حمل او اکمن وطیہ فامرأة اور اگر اس کے پستان ظاہر ہوتی یا دودھ نکلتا یا اس کو حیض آیا یا اس کو حمل رہا  
 یا جماع اس کا ممکن ہے تو وہ عورت ہے م ظہر لب سے مراد یہ ہے کہ دونوں پستانوں سے عورتوں کے مانند دودھ نکلے اس واسطے کہ مرد کی چھاتیوں سے  
 بھی کبھی دودھ نکلتے ایسا مستفاد ہوتا ہے شرح و بیانہ سے اور جو مرد میں ہے کہ اگر کوئی کہے کہ ظہر پستان علامت مستقلہ ہے تو دودھ کے  
 ذکر کرنے کی حاجت نہ تھی اس کا جواب یہ ہے کہ گاہے دودھ نکلتے اور پستان ظاہر نہیں ہوتی یا ایسی پستان ظاہر ہوتی ہے جو مرد کی پستان سے متمیز  
 نہیں پھر جب دودھ اتنا تو تمیز واقع ہو گئی اور امکان حمل کی یہ صورت ہے کہ خنثی نے منی روتی میں سے کر اپنی فرج میں داخل کی اور امکان وطی کی یہ صورت  
 ہے کہ عورتوں نے اس کو دیکھا اور کہا کہ اس سے طی ممکن ہے واذا علم کذا فی الطحاوی وان لم تظهر لہ علامتہ اصلاً او تعارضت العلامات فمشکل اندم  
 المرجح اور اگر اس کی کوئی بھی علامت مذکورہ ظاہر نہ ہوئی یا علامات میں تعارض واقع ہوا تو وہ خنثی مشکل ہے عدم مرجح کی وجہ سے م تعارض علامات کی مثالیہ صورت  
 ہے کہ پستان ابھرے اور واسطی نکلی ایک ساتھ یا ذکر سے منی نکلی اور فرج سے ساتھ ہی حیض جاری ہوا یا پیشاب نکلا فرج سے اور منی نکلی ذکر سے ساتھ ہی





بنیاد مشروط کی وجہ سے اور بیت المال سے وصول ہونا اس زمانہ میں ایسے کام کے واسطے از قسم محال ہے تو نکاح کر لینا اسہل ہے واللہ اعلم کذا فی الطحاوی عن  
 موسیٰ ویکرہ لبس الحریر والجلی اور خنثی مشکل کو شہمی کپڑا اور زیور پہنا مکروہ ہے ولا یخلو بہ غیر محرم اور خنثی مشکل سے خلوت اور تنہائی نہ کرے سوائے  
 محرم کے محرم کے وان قبدر جل ثبوت حرمة المصاہرة اور اگر خنثی مشکل کا کسی مرد نے بوسہ یا تو حرمت مصاہرت کی ثابت ہوگی م تو جائز نہ ہوگا خنثی کی ماں کو  
 بوسہ لینے والے مرد سے نکاح کرنا اور نہ اس کی بیٹی کو ولا یسا فر غیر محرم لاحتمال انہ امراة اور خنثی مشکل سفر نہ کرے بدون محرم کے اس احتمال کی وجہ  
 سے کہ وہ عورت ہے م محرم سے مراد محرم مرد ہے اس واسطے کہ محرم عورت کے ساتھ اس کو سفر درست نہیں وان قال انا رجل او امراة لا غیرة بتی السیح  
 دعویٰ بلا دلیل اور اگر خنثی مشکل کہے کہ میں مرد ہوں یا عورت ہوں تو اس کا کچھ اعتبار نہیں صحیح قول میں اس کے واسطے کہ یہ دعویٰ ہے بدون دلیل کے وقیل  
 بر لانه لا یقف علیہ غیرہ اور بعضوں نے کہا کہ اس کا قول معتبر ہے کہ اس پر سوائے اس کے کوئی واقف نہیں لیکن فی المنطقی بعد تقریر اشکال لا یقبل دلیلیں بطلت  
 فی التوفیق لیکن متقی میں ہے کہ بعد ثابت ہوجانے اس کی اشکال کے قول اس کا مقبول نہیں اور قبل از ثبوت اشکال قول اس کا مقبول ہے پس کہتا ہوں  
 اس تفصیل سے توفیق بین القولین الذکورین حاصل ہوگی م یعنی عدم قبول کا قول اس صورت میں ہے جب کہ خنثی کا مشکل ہونا ثابت ہو چکا اور قبول اس صورت  
 میں ہے جب کہ منور اشکال ثابت نہیں اسی طرح کی تفصیل عالمگیری میں مذکور ہے میط سے ویضعف بالقلہ القہستانی عن شرح الفرائض للسید طبرہ الا ان کل علی  
 مقبہ اور منسوب بضعف سے وہ قول جو قہستانی نے فرائض شریفی وغیرہ سے نقل کیا ہے مگر یہ کہ اس تفصیل مذکور پر اس کو محمول کیجئے تو قول صحیح ہوگا ضعف دفع  
 باوے کا سوا گاہ رہنا م قہستانی میں فرائض شریفی سے یوں ہے کہ اگر خنثی نے حیض یا منی کی یا مرد یا عورت کی طرف مائل ہونے کی خبر دی تو قول اس کا مقبول ہو  
 گا ورنہ اس کا مقبول نہ ہوگا جب تک کذب اس کا ظاہر نہ ہو یقیناً چنانچہ اس نے اپنے مرد ہونے کی خبر دی پھر اس کے بیٹھنے سے بچ پیدا ہوا انتہی طحاوی  
 کہہ کہ قول مذکور کو اس پر محمول کرنا متعین ہے بدلیل نص مفصل واللہ اعلم ولومات قبل ظہور حالہ لم یغیل ویتیم بالصعید لتحذر الخسل اور اگر خنثی مرگیا قبل  
 مرد ہوجانے اس کے حال کے تو غسل نہ دیا جائے اور اس کو تیمم کرا دیا جائے خاک پاک سے بسبب متعذر ہونے غسل کے م چونکہ اس کا مرد یا عورت ہونا ثابت  
 ہو اس کو مرد یا عورت غسل دے تو تیمم متعین ہوا سو اگر تیمم کرنے والا اجنبی ہے تو اپنے ہاتھ میں کپڑا لپیٹ کر تیمم کرا دے اور اگر محرم ہے تو بدون کپڑے  
 مانند اس مرد کے جو عورتوں میں مرگیا کذا فی الحموی ولا یحضر حال کونہ مرا عفا غسل میت ذکر اوائشی اور خنثی مشکل قریب البلوغ ہونے کی حالت میں کسی  
 کے غسل میں حاضر نہ ہو خواہ مردہ مرد ہو یا عورت وذب تسمیۃ قبرہ اور مستحب ہے خنثی مشکل کی قبر پر دفن کے وقت پردہ کر لینا عورت کے مانند و یوضع  
 بل بقرب الامام ثم یوتم المرأة اذا صلی علیہم رعایۃ بحق الترتیب اور امام کے قریب رکھا جائے مردہ مرد پھر خنثی مشکل پھر عورت جب کہ ان پر  
 دسے کی نماز پڑھی جائے حق ترتیب کی رعایت کرنے کے واسطے م خنثی کا جنازہ مرد کے بعد رکھا جائے کہ شاید وہ عورت ہو اگر خنثی مرد کے ساتھ عند رستہ  
 مقبر میں دفن ہو مرد کے پیچھے رکھا جائے اور دونوں کے درمیان مٹی کا پردہ کیا جائے تاکہ بمنزلہ دو قبروں کے ہو جائے اور یہ بھی حکم ہے مردوں کے دفن  
 جب کہ ایک قبر میں دفن ہوں اور اگر عورت اور خنثی ساتھ مدفون ہوں تو خنثی کو مقدم کرنا چاہیے شاید کہ وہ مرد ہو اور خنثی کا کفن پانچ کپڑے چاہیے عورت  
 کے مانند اور اس کو قبر میں محرم قرابت والا رکھے انونت کے احتمال کے سبب سے کذا فی المنہج وتمام فروعہ فی احکام من الاشباہ بل عندی فیہ تالیف جلد صغیر  
 خنثی کے تمام احکام کے مسائل اشباہ میں مذکور ہیں بلکہ میرے نزدیک اس میں ایک تالیف جلد کلا ہے م منجد مسائل خنثی مشکل کے یہ ہے کہ اس کی  
 حالت صحیح نہیں مگر عورتوں کے واسطے ہیں کی نماز عورت کے مانند ہے شکل میں اور اخفا میں اور وہ نکاح نہ کرے نہ عورت سے نہ مرد سے اور اگر اس نے مرد  
 کا کیا اور مرد کے ساتھ جمع کیا تو نکاح جائز ہو گیا یا عورت سے نکاح کیا اور وہ جماع نہ کرے تو نکاح صحیح ہو گیا اور اگر اس نے اپنی مانند کو خنثی مشکل سے نکاح کیا تو جائز نہیں کذا فی الطحاوی و مختصر  
 فی المیراث اقل النصیب یعنی اسوہ الحالیین بلفظی کا مستحقہ اور خنثی مشکل کو میراث میں اقل النصیب یعنی اسوہ الحالیین ہے اسی قول پر فتویٰ ہے چنانچہ ہم

اس کی تحقیق عنقریب بیان کریں گے م اقل النصبین یعنی مرد اور عورت کے دو حصوں میں سے جو حق کم تر ہو گا وہ اس کو دیا جائے گا یہ مذہب ہے امام کا عینی  
 خلعی مشکل کے حصہ کو نظر کریں گے کہ اس کو مرد فرض کرنے میں کس قدر ملت ہے اور عورت فرض کرنے میں کتنا پختہ ہے تو ان دو حصوں میں جو کم تر ہو گا وہ  
 خلعی کو ملے گا اور اگر احد التقدرین میں خلعی محروم ٹھہرے گا تو اس کو کچھ نہ ملے گا لہذا شارح نے اقل النصبین کی تفسیر اسو الیالین مذکور کی یعنی دو حالتوں میں  
 بدتر حالت ہوگی خواہ کم تر حصہ یا محرومی وہی بدحالی اس کے نصیب میں ہے تو اسو الیالین قلت اور حرمان دونوں کو شامل ہے کذا فی الحلبي تصرف وقال نصف  
 النصبین اور صاحبین نے کہا کہ دونوں حصوں میں سے نصف نصف اس کو ملے گا یعنی نصف حصہ مرد کا اور نصف حصہ عورت کا فلو مات ابوہ وترك معہ  
 واحد السہمان وللعنشی سہم تو اگر خلعی مشکل کا باپ مر گیا اور خلعی کے ساتھ ایک بیٹا اس نے چھوڑا تو بیٹے کے دو سہم ہیں اور خلعی کا ایک سہم خلاصہ یہ ہے  
 کہ اہم کے نزدیک خلعی عورت کے حکم میں ہے میراث میں تا وقتیکہ اس کا مرد ہونا بلا تعارض ثابت نہ ہو وعند ابو یوسف لثلاثہ من سبعة عند محمد بن حسنہ من اثنا  
 عشر اور ابو یوسف کے نزدیک صورت مذکورہ میں خلعی کے تین سہم ہیں سات سہموں سے اور محمد کے نزدیک پانچ سہم ہیں بارہ سہموں سے م صاحبین  
 دس مطالبات میں مذکور ہے وعند ابی حنیفہ لہ سہم من ثلثہ لانه الاقل ومرتبتین ہفتیقر علیہ لان المال لا یجب بالشک اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک خلعی  
 ایک سہم ہے تین سہموں میں سے اس واسطے کہ وہ اقل ہے اور وہی متیقن ہے تو اسی پر اقتصار ہوگا کیوں کہ مال شک سے واجب نہیں ہوگا تو ضیح اس کی  
 ہے کہ یہاں اثبات مال کی ابتداء حاجت ہوئی اس واسطے سبب استحقاق مال کا بیان کرنا ضرور ہوا کہ ذکور کے سبب سے ہے یا انوثت کے سبب سے اور  
 مشکل میں دونوں سہموں سے کوئی معلوم نہیں اور اثبات مال کا ابتداء بدوی سبب متحقق کے شرعاً جائز نہیں تو متیقن پر بنا کرنا ضرور ہوا اور اقل جو میراث ہے  
 کی وہ یقینی ہے اور زیادہ میں شک ہے تو متیقن ہی واجب ہوگا اسی پر اقتصار کر کے کذا فی العینی شرح البدایہ حتی لو کان الاقل علی تقدیرہ ذکر اقدار بناء کز  
 دام و تحقیقہ ہی خلعی لہ السدس علی انہ عصبة لانه الاقل تو اگر اقل ہو اس تقدیر پر جب کہ خلعی کو مرد فرض کیجئے تو اس کو سہم مرد وہی ٹھہرائیں گے چنانچہ اس میں  
 میں کہ عورت مرگئی شوہر اور ماں اور سگی بہن چھوڑ کر جو خلعی ہے تو اس کو چھٹا حصہ ملے گا بنا براس کے کہ وہ عصبة ہے اس واسطے کہ سدس اقل ہے نصف  
 م تو صورت مذکورہ میں شوہر کا نصف حصہ ہے اور ماں کا تہائی اور خلعی کا باقی مال یعنی سدس ولو قدر انشی کان لہ النصف وعلت الی ثانیۃ اور اگر صورت مذکورہ  
 خلعی کو عورت فرض کیجئے تو اس کا نصف حصہ ہے اور یہ مسئلہ چھ سہم کا آٹھ سہم کی طرف عول کرے گا م یہ مسئلہ دونوں تقدیروں میں چھ سہموں سے ہے  
 بسبب اجتماع نصف اور ثلث کے مگر پہلی صورت میں عول کی حاجت نہیں اور دوسری صورت میں عول کی حاجت ہے خلاصہ یہ ہے کہ جب کہ خلعی کی مال  
 اقل النصبین ٹھہری تو اس مسئلہ میں اس کو عورت نہ ٹھہرایا کیونکہ اس کا حصہ نصف ہوتا اور نصف زائد ہے ثلث سے بلکہ اس کو مرد قرار دیا تاکہ اس کا حصہ  
 سدس ہو اس واسطے کہ سدس اقل ہے نصف سے ولو کان محروماً علی احد التقدرین فلا شیء لہ کزوج دام وولد بہا و شقیق خلعی فلا شیء لہ لانه عصبة ولو کان  
 انشی کان لہ النصف وعلت الی ثانیۃ اور اگر خلعی محروم ٹھہرے دو تقدیروں میں سے ایک تقدیر پر تو اس کے واسطے کچھ نہیں چنانچہ اس مسئلہ میں کہ ایک  
 مرگئی شوہر اور ماں اور وداخیانی بھائی اور ایک سگ بھائی خلعی چھوڑ کر تو خلعی کو مرد فرض کرنے میں کچھ حصہ نہیں کیونکہ وہ عصبة ہے اور اگر خلعی کو عورت فرض  
 تو اس کا حصہ نصف ہے کیوں کہ وہ صاحب فرض ہے اور اس وقت میں یہ مسئلہ نو سہم کی طرف عول کرے گا م اس مسئلہ میں زوج کا حصہ نصف ہے اور ماں کا  
 اور دونوں انخیانی بھائیوں کا تہائی اور سگ بھائی جو خلعی ہے وہ محروم ہے کیوں کہ وہ عصبة ہے اور عصبة اس وقت میراث پاتا ہے جب اہل فروض سے کچھ  
 رہے سو یہاں باقی نہ رہا اور اگر خلعی کو عورت فرض کیجئے تو اہل فرض ہوگا تو اس کا حصہ نصف ہے تو بنا براسو الیالین کے اس کو مرد وہی فرض کیا تاکہ  
 نہ عورت تاکہ نصف پنا دے ولومات عن عمر وولد اخیه خلعی قدر انشی وکان المال کلہ للعم اور اگر ایک شخص مر گیا اپنا ایک چچا اور بھائی کا ایک ولد چھوڑ کر جو  
 ہے تو خلعی کو یہاں عورت فرض کریں گے اور سارا مال چچا کا ہوگا م خلعی کو عورت اس واسطے فرض کیا کہ بقیہ چچا کے روبرو وارث نہیں ہوتی اور



مرد فرض کرتے تو وہ بھتیجا ٹھہرتا تو سب مال کا وہی وارث ہوتا نہ چچا اس لیے کہ برچہ دونوں عصبہ میں لیکن بھتیجا چچا پر مقدم سے کذا فی الطحاوی  
واللہ اعلم واستغفر اللہ الحلیم الکریم۔

## مسائل شفی

جمع شیت یعنی متفرقہ و ہومن و اب المصنفین لتدارک ما لا تذکر فیہا کان بحق ذکرہ فیہ قلت وقد الحقت علیہا بما لہا ولہ الحمد یہ ذکر ہے مسائل  
شفی میں شفی جمع ہے شیت کی یعنی متفرقہ اور وہ عادت ہے اہل تصانیف کی کہ آخر کتاب میں مسائل متفرقہ عبادات اور معاملات کا ذکر  
کرتے ہیں واسطے تدارک ان مسائل کے جو وہاں مذکور نہیں ہوتے جہاں ان کا ذکر کرنا سزاوار اور لائق تھا شارح نے کہا میں کتب ہوں اور البتہ میں نے اکثر  
مسائل طاریے ان کے مواقع مناسبہ میں اور خدا کو حمد ہے جس نے الحق فروع کی توفیق دی عرق مدمن الخمر خارج نجس بذہ مقدمہ صغریٰ فی تسلیم کلام  
قد و حد تک بہ فی اوائل نواقض الوضوء پسینہ شرابی دائم الخمر کا خارج ناپاک ہے یہ مقدمہ صغریٰ ہے جس کی تسلیم میں وہ کام ہے جس کا میں نے تجھ سے وعدہ  
کی تھا اول نواقض وضو میں م ادمان کی قید ظاہر اس پر دلالت کرتی ہے کہ غیر مدمن کا پسینہ نجس نہیں اور علت معنی پسینہ کا تولد ہونا نجس سے یعنی حلف از شراب  
سے عدم تقیید کا مقتضی ہے اور قید خمر کی اتفاقی ہے تو ہر مسکر نجس خمر کے مانند ہے کذا فی الطحاوی و کل خارج نجس ینقض الوضوء ہذا مقدمہ کبریٰ وہی مسلمہ عندنا  
فینتج ان عرق مدمن الخمر ینقض الوضوء اور جو خارج نجس ہے وہ وضو کو توڑتا ہے یہ مقدمہ کبریٰ شکل اول بدیہی الانسان کا اور وہ یعنی کبریٰ مسلم ہے ہر سے  
نزدیک تو دونوں مقدموں سے مل کر یہ نتیجہ حاصل ہوتا ہے کہ مدمن خمر کا پسینہ وضو کو توڑتا ہے لکنہ بحتاج لاثبات الصغریٰ و حاصل مال الذخائر الاشرقیۃ ابن شیمہ  
مغزیہ بالمجتبیٰ عرق الدجاجة الجلالہ نجس قال وعلیہ عرق مدمن الخمر نجس مل اولے لیکن اس شکل میں صغریٰ کے ثابت کرنے کی حاجت ہے اور جو ابن شیمہ کے  
ذخائر اشرقیہ میں نہایت مجتبیٰ مذکور ہے اس کا حاصل کلام یہ ہے کہ اس مرغی کا پسینہ جو فقط نجاست خوار ہے ناپاک ہے اور بنا براس قول کے تو مدمن خمر کا بھی  
پسینہ ناپاک ہے بلکہ اولیٰ بالفجاستہ ہے م وجہ اولیت کی یہ ہے کہ شے رقیق چنانچہ خمر کی تاثیر عرق نکلنے میں غیر رقیق چنانچہ مرغی کے پردہ سے ریوہ ہے  
کذا فی الطحاوی ثم قال وما اسیح من کان عرقہ کعرق الکلب والخمر یہ پھر مجتبیٰ کے مصنف نے کہا اور کتنا قبیح اور مذموم ہے شخص جس کا پسینہ کتے اور سور کے مانند  
ہے م یہ نتیجہ اذہمت ہے مدمن خمر کی اعادہ نا بد مذہب قال ابن العزیمینہ ینقض الوضوء و ہو فرع غریب و تخریج ظاہر قال المصنف و نظہورہ علینا علیہ ابن العزیمینہ  
کہا تو اس وقت میں یعنی جب کہ مدمن خمر کا عرق نجس ہوا تو وہ وضو کو توڑے گا اور یہ مسئلہ عجیب و غریب ہے اور اس کی تخریج ظاہر ہے مصنف نے اپنی شرح میں  
کہا اور اس کی تخریج کے ظاہر ہونے کی وجہ سے ہم نے اس پر اعتماد کیا یعنی اور متن میں اس کو داخل کیا قلت قال شینا الرملی حفظہ اللہ تعالیٰ کیف یعول علیہ وجہ مغربہ  
لا شہد لہ روایۃ ولا روایۃ اما لا دلے ظاہر ازالم یرد عن احمد من یثبہ علیہ واما اثباتہ فلعدم تسلیم للتقدمۃ الاولیٰ شارح نے کہا میں کتب ہوں کہ ہمارے استاد خیر الدین بن  
نے اللہ تعالیٰ ان کو آفات سے محفوظ رکھے کہا ہے کیوں کہ اس پر اعتماد کیا جائے اور حالانکہ وہ باوجود غرابت اور ندرت کے خاص پر روایت اہل مذہب کی  
گواہی دیتی ہے نہ استدلال عقلی عدم روایت تو خود ظاہر ہے اس واسطے کہ یہ مسئلہ معتد عالموں میں سے ایک عالم سے بھی مروی نہیں اور استدلال عقلی تو عدم  
تسلیم مقدمہ اولیٰ سے ثابت نہیں م مقدمہ اولیٰ غیر مسلم یہ ہے کہ مدمن خمر کا پسینہ خارج نجس ہے و شہد بطلانہا مسئلہ الجدی اذا غدی بلبن الخمر یہ نقد علل واصل اکھ  
بصیرورتہ مستہکک لایستی لکذا نکذک لقول فی عرق مدمن الخمر اور مقدمہ اولیٰ کے باطل ہونے پر گواہی دیتا ہے کبریٰ کے بچہ کا مسئلہ جب کہ اس کا بچہ سور کے  
دودھ سے پالا جاوے اس واسطے کہ علمائے اس کی علت اکل کی علت بیان کی دودھ کے مستہکک اور نابود ہو جانے سے اس طرح کہ اس کا کچھ اثر باقی  
نہیں رہتا تو اسی طرح ہم دائم الخمر کے پسینہ میں کہیں گے یعنی شراب اس کے بدن میں مستہکک اور نابود ہو گئی کچھ اس کا اثر باقی نہ رہا م یہ استدلال نقلی  
ہے نہ عقلی مگر یوں کہتے کہ عقل اس کی تائید کرتی ہے و کیفینا فی ضعف غرابۃ و خروجہ عن الجافۃ و یجب طرحہ عن السرح من من و شرح اوزیم کو کفایت کرتا ہے

اس کے ضعیف ہونے میں اس کا ترمیم اور نماز جو اس کا خارج ہونا طریق سے یعنی مذہب علماء حنفیہ سے تو اس مسئلہ کا سا قی کرنا متن اور شرح کے گرد پیش سے واجب ہے م شرح بفتح سین مہملہ و زمر مہملہ سے طحاوی نے کہا منجد اس کے معانی کے وقت بھی ہے اور یہی تبار ہے بقریہ لفظ طرح یعنی اس وقت کا بھل سا قی کیا جائے یعنی فروع مذہب سے گرایا جائے انتہی لمحضام اور منجد معانی شرح کے قضاے وار بھی ہے کذا فی القاموس اور قضاے دار عبادت ہے کشادگی پیشانا خانہ سے درمیر سے نزدیک ہی مناسب مقام ہے اس لیے کہ متن بمنزلہ گھر کے ہے اور مزاج بھلے دست پیشانا خانہ ہے لہذا ترجمہ اسی کا کیا جائے

اعلم خبر وجد فی خلاہ خزفارة فان کان الخبز صلباً لم یبہ واکل الخبز ایک روٹی ہے جس کے اندر چوبے کی میٹکنی پائی گئی تو اگر میٹکنی سخت ہے تو بھینک دی جائے اور روٹی کھائی جائے ولا یفسد خذ الفارة الذین والماء والحنطہ للضرورة الا اذا ظہر طعمہ اولونہ فی الذین ومحوہ لغشہ وامکان التخرع عنہ حیثہ خانیۃ اور چوبے کی میٹکنی تیل اور پانی اور گیسوں کو فاسد نہیں کرتی ضرورت کی وجہ سے مگر اس کا مزہ یا رنگ تیل اور اس کے مانند سائل چیزیں ظاہر ہوتا البتہ مفید ہے

برسبب اس کی کثرت کے اور اس وجہ سے کہ اس سے بچا اس وقت میں ممکن ہے کذا فی النایم خانیہ میں ہے کہ چوبے کی میٹکنی جب کہ گیسوں میں پڑ گئی اور گیسوں کے ساتھ پس گئی تو اس کے آٹے کھانے میں کچھ مضائقہ نہیں مگر اس وقت جب کہ کثرت سے ہو اور اس کا تغیر طعم وغیرہ سے ظاہر ہو یعنی اب اس کا کھنا درست نہیں کذا فی الطحاوی فی السنن الرواتب لا یصلی ولا یتفتح تقدم فی باب التورواتب سنتوں میں نہ درود پڑھا جائے اور نہ دعائے استغفار یہ مسئلہ باب التور میں مذکور ہو گیا م سنن رواتب سے مراد ظہر کی اول چار رکعتیں اور جمعہ کے اول کی چار رکعتیں اور بعد کی چار رکعتیں میں اس کتاب کے باب التور میں یوں مذکور ہے کہ درود نہ پڑھا جائے ظہر کے قبل کی چار رکعتوں کی قعدہ اولی میں اور جمعہ کی اول اور بعد کی چار رکعتوں میں اور نہ استغفار ہو جب کہ تیسری رکعت کے واسطے اٹھنے کیوں کہ سنت موقوفہ ہونے کے سبب سے بہ فرس کے مشابہ ہو گئیں اور باقی چار رکعتوں میں درود بھی پڑھا جائے اور استغفار اور تعوذ بھی اگرچہ نذر کی نماز ہو اس لیے کہ ہر دو گانہ نماز ہے الدعوة المستجابه فی الجمعة غذا وقت العصر علی قول عامۃ شائخنا اشاہ وقدناہ فی الجمعۃ فی السار خانیۃ دعا مقبول جمعہ کے دن ہم حنفیوں کے نزدیک عصر کے وقت ہے بوجہ قول اکثر ہمارے علماء کے کذا فی الاشباہ اور ہم نے اس کو باب الجمعہ میں تانا خانہ سے ذکر کیا ہے حدیث صحیح میں وارد ہے کہ جمعہ میں ایک وقت دعا مقبول ہوتی ہے اس وقت کے تعیین میں اختلاف علماء ہے ضعیفوں کا یہی مذہب ہے جو مذکور ہوا الخروج من الصلوۃ لا یتوقف علی قولہ علیکم خانج ہونا نماز سے موقوف نہیں علیکم کی لفظ پر یعنی اول سلام کے علیکم پر کذا فی الطحاوی ویندر فلو دخل جل فی صلوۃ بعد لا یصیر واخلایہا تدناہ فی صنف الصلوۃ اور اس وقت میں یعنی جبکہ خروج علیکم پر موقوف نہ ہو تو اگر ایک مرد مقتدی اپنی نماز میں داخل ہو بعد علیکم کے تودہ نماز میں نہ ٹھہرے گا شارح نے کہا ہم نے اس قول کو صنف الصلوۃ میں ذکر کیا ہے لف ثوب نجس رطب فی ثوب طایر یا بس فطرہ رطوبتہ علی ثوب طایر کذا فی الشیخ وعبارة اکثر علی الثوب الطایر لکن لا یصلی کو عصر لا یتنجس قدناہ قبل کتاب الصلوۃ ناپاک گیلہ کپڑا لپٹا گیا خشک پاک کپڑے میں ہو اس کی رطوبت ظاہر ہوتی پاک کپڑے پر لیکن ناپاک کپڑا ایسا تھا کہ اگر اس کو نچوڑتے تو نہ ٹپکتا تو پاک کپڑا ناپاک نہ ہو گا شارح نے کہا ہم نے اس کو کتاب الصلوۃ سے پہلے مذکور کیا ہے متن کے نسخوں میں اسی طرح علی ثوب طایر ہے اور کثرت کی عبارت علی الثوب طایر سے م نجاست سے مراد یہ ہے کہ پیشاب اور اس کے مانند کی نجاست نہیں ہے بلکہ نجس پانی سے کپڑا تر ہو گیا ہے اس طرح پر کہ نجاست کا اشک کپڑے میں ظاہر نہیں نہ الا ایضاح اور اس کی شرح صغیر میں ہے کہ جو خشک پاک کپڑا لپٹا گیا ایسے ناپاک تر کپڑے میں کہ اگر ناپاک کو نچوڑیے تو نہ ٹپکے تودہ نجس نہیں ہوتا اس لیے کہ نجاست کا جرم پاک کپڑے پر نہیں آتا مگر اس میں اختلاف ہے کہ اگر پاک خشک کپڑے کو نچوڑیے تو نہ ٹپکے حلوانی نے کہا کہ وہ نجس نہیں اصح قول میں سورہ مسلم اس واسطے کہ اکثر ہوتا ہے کہ خشک کپڑا بہت نجاست کو جذب کر لیتا ہے اور نچوڑنے سے نہیں ٹپکتا تو فقط تر سی جرم خشک پر نہیں آتی مگر اسی صورت میں جب کہ ناپاک

نہ یعنی دہنی طرف کے سلام میں اسلام کہنے سے خارج ہو جاتا ہے علیکم کہنے پر موقوف نہیں رہتا ۱۷



پہلے انچوتے سے نہ چکتا ہو تو ہی متعین ہو گیا کہ برخلاف تصحیح حلوانی کے فتویٰ دیا جاوے کہ انی الطحاوی لم یضرب خید کہ عصر کا مزج قرب ثوب و بتر تھا یہی چوں کہ حلوانی کا قول مفتی بس کے مخالف تھا لہذا مترجم نے ثوب نجس کو مزج قرار دیا و اللہ اعلم کہ لو نشر الثوب المبلول علی جبل نجس یا بس أو غسل جبل و منشی علی ارض نجسہ او نام علی فراش نجس فحرق لم یظہر اثرہ لا تجنس غایت چنانچہ اگر تر کپڑا پھیلا یا پاپاک خشک دسی پر یا پاؤں کو دھویا اور پاپاک زمیں پہ چلا یا پاپاک فرش پر سویا تو اس کا پسینہ نکلا اور اثر نجاست کا کپڑے یا پاؤں یا بدن پر ظاہر نہ ہوا تو پاپاک نہ ہوگا کہ انی النیم حموی نے کہا پاپاک زمین پر نہ پڑے اس سے اس طرح ملا کہ زمین تر ہو گئی اور سیاہ لیکن اثر نجاست کا پاؤں میں ظاہر نہ ہوا اور اگر پاپاک تر زمین پر چلا خشک پاؤں سے تو پاپاک ہوگا اور سراج میں ہے اور اگر خشک قلم پاپاک رکھا یا فرش تر پر سویا اگر تر ہو گیا نجاست سے تو نجس ہوا اور نجس ہو تو نجس اور فقط بیدایت اور تراوٹ کا کچھ اعتبار نہیں بنا بر قول فتاویٰ یعنی بدن جرم کے کہ انی الطحاوی نوی الزکوۃ الا انہ ساء قرضاً جائز فی الاصح لان العبرة للقلب باللسان ادا سے زکوۃ کی نیت کی مگر اس کا قرض نام رکھا یعنی تنہا کو قرض کہہ کر دیا تو درست ہے صحیح تر قول میں اس واسطے کہ نیت دل کا اعتبار ہے نہ زبان کا م صحیح تر روایت یہی ہے کہ نیت واقع کا اعتبار ہے لینے والے کا علم ضرور نہیں مگر ابو جعفر کے قول پر کہ انی الطحاوی من لہ حظ فی بیت المال کا لفظ نظر بامور و وجہ لبدیت المال فقہ اخذہ ویانہ قد منایہ تبیل باب المصروف جس کا حصہ بیت المال میں ہو چنانچہ علماء دین سوا اس نے بیت المال کا مال پایا تو اس کو اس کا لینا باعتبار دیانت کے جائز ہے ہم نے اس کو باب مصرف کے پہلے ذکر کیا ہے م بیت المال یعنی خزانہ سلطانی کے مصرف علماء اور عمال اور متاعیلین اور ان کی اولاد اور طالب علم اور واعظ دین میں بڑا زیہ میں ہے کہ امام حلوانی نے کہا جب ایک شخص کے پاس امانت ہو اور مودع مرحلتے اور اس کا کوئی وارث نہ ہو تو اگر وہ اہل مصارف مذکورہ سے ہو تو اپنی ذات پر خرچ کرے جماعت سے نہ مانہ میں اس واسطے کہ اگر بیت المال میں داخل کرے گا تو مال ضائع ہوگا اس واسطے کہ حکام اس کے مصارف شرعی میں صرف نہ کریں گے اور اگر وہ شخص بیت المال کا مصرف نہیں تو اور مستحقین بیت المال پر صرف کرے واللہ اعلم کہ انی الطحاوی افطر فی رمضان فی یوم ولم یکفر حتی افطر فی یوم آخر فعليه كفارة واحدة ولو فی رمضان علی الصبح وقد مناه فی الصوم روزہ توڑا رمضان کے ایک دن میں اور کفارہ ادا نہیں کیا یہاں تک کہ دوسرے دن کا روزہ توڑا تو اس پر ایک ہی کفارہ ہے اگرچہ اس نے دو رمضانوں کے چند روزے توڑے ہوں تو بھی ایک ہی کفارہ کفایت کرتا ہے بنا بر قول صحیح کے اور ہم نے اس کو کتاب الصوم میں مذکور کیا ہے و لو نوی قضاہ رمضان ولم یعین الیوم صحیح اور اگر قضاہ رمضان کی نیت کی اور دن کی تعیین نہ کی یعنی یوں نہ کہا کہ میری تاریخ کی قضا کرتا ہوں یا پانچویں کی تو صحیح ہے م اس لئے کہ جس واحد میں تعیین کی نیت شرط نہیں ولو عن رمضان کقضاہ الصلوۃ یافاً وان لم تنوی فی السنۃ اول صلوۃ علیہ او آخر صلوۃ علیہ کہ انی اکثر تعیین یوم شرط نہیں اگرچہ دو رمضانوں کی قضا کی نیت کرے جیسے نماز کی بھی قضا صحیح ہے اگرچہ یوں نیت نہ کرے نماز میں کہ وہ پہلی نماز پڑھتا ہوں جو مجھ پر واجب الا داسے یا پچھلی وہ نماز پڑھتا ہوں جو مجھ پر واجب ہے اسی طرح کنز میں ہے م مسکین کی شرح کنز میں ہے دو رمضان کی نشأت مراد یہ ہے کہ دو رمضانوں سے ایک رمضان کی قضا کی نیت کرے پہلی پچھلی تاریخوں کی تعیین ضرور نہیں اور یہ مراد نہیں کہ دونوں رمضانوں کو نیت میں جمع کرے اس واسطے کہ صوم میں دونوں کا نیت کرنے والا متقل ہو یا ہے یعنی فرض ادا نہیں ہوتا روزہ اس کا نقل ہو جائے قال المصنف قال الزمعی والاصح اشتراط تعیین فی الصلوۃ و فی رمضان الخ قلت و لکن قد منہ فی باب قضاہ الفوات تبعاً للدرر و غیر ما اپنی شرح میں مصنف نے کہا کہ زلیعی نے کہا کہ تعیین کا نماز اور دو رمضانوں میں شرط ہونا صحیح تر قول ہے میں کہتا ہوں اور اسی طرح اشتراط تعیین کو ہم نے ذکر کیا ہے باب قضاہ الفوات میں درر وغیرہ کا تابع ہو کر ہم طحاوی نے کہا اور تصحیح ک ولو الجہ میں اس قول کی کہ قضاہ رمضان بلا تعیین صحیح ہے اگرچہ دو رمضانوں کی قضا ہو مگر تعیین احوط سے انتہی اور دو رمضانوں میں تعیین کی یہ صورت ہے کہ یوں نیت کرے کہ میں فلانی برس کے رمضان کی قضا کرتا ہوں اور قضا صلوۃ میں نماز اور اس کے دن کی تعیین کرے اس طرح کہ میں فلانے دن کی طہر کی قضا کرتا ہوں اور اگر دن طہر علیہ باآخر

لے ۱۰ الفاتحہ کے مناسب ترجمہ یوں ہونا چاہیے کہ یہ مال پایا جو بیت المال کے کسی صیغہ کا ہے ۳

ظہر علیہ کی نیت کی تو شرط تعیین کے قول یہ جائز ہے اس واسطے کہ نماز متعین ہوگئی اس کے تعیین کرنے سے اور اسی طرح وقت بھی تعین ہو گیا اہل یا آخر کہنے سے اس واسطے کہ جو نماز اول تنہا کی شراب اس کے بعد کی نماز اول ہوگئی اور جو اس کے پہلے ہے وہ پھل نماز ہوگئی مصنف نے کہا اور یہ یعنی اول ظہر علیہ یا آخر ظہر کہنا مختص ہے اس شخص کے واسطے جس کو اوقات فائزہ یا نہ رہے یا اس پر مشتبہ ہو گئے یا اس نے اپنی ذات پر آسانی کا ارادہ کیا انتہی تم رائے فی البحر

قبیل باب اللعان مانعہ فنیۃ التبعین لم بشرط باعتبار ان الواجب مختلف متعدد بل باعتبار ان مراعاة الترتیب واجبۃ علیہ ولا یکن مراعاة الابنیۃ التبعین حتی توسط الترتیب بکثرة الفواتت کیفیۃ نیت الظہر لا غیر کذا فی المیط و بموجب تفصیل حسن فی الصلوۃ ینبغی حفظ انتہی بلفظ پھر میں نے بحر الرائق میں باب اللعان کے پہلے وہ دیکھا جس کی عبارت یہ ہے اور تعیین کی نیت مشروط نہیں ہوئی اس اعتبار سے کہ واجب مختلف اور کثیر ہے بلکہ اس اعتبار سے نیت تعیین کی مشروط ہے کہ مراعات ترتیب کی اس پر واجب ہے اور اس کو مراعات ترتیب کی ممکن نہیں ہے مگر تعیین کی نیت سے تو اگر ترتیب ساقط ہو گئی کثرت فواتت سے تو نقطہ نیت ظہر کی مثلاً کفایت کرتی ہے نہ اس کے سوا اور ایسا ہی مذکور ہے محیط میں اور یہ تفصیل خوب ہے نازوں میں اس کا یاد رکھنا لائق ہے انتہی بلفظ تم رائے نقلہ عنہ فی الاشباہ فی بحث تعیین المنوسی ثم قال ونبذ مشکل و ما ذکرہ اصحابنا کذا ضنیان وغیرہ خلافہ وہو المتعمد کذا فی التبعین انتہی بحرفہ لدینہ لہ لک پھر دیکھا میں نے صاحب بحر الرائق کو کہ اس نے محیط کی عبارت مذکورہ نقل کی اشباہ میں تعیین منوسی کی بحث میں پھر کہا اور یہ یعنی عدم تعیین کی کثرت فواتت میں مشکل ہے اور جو ہمارے علماء نے مذکور کیا ہے چنانچہ قاضی خان وغیرہ نے وہ اس کے خلاف ہے یعنی تعیین مشروط ہے ان کے کلام میں اگرچہ بلفظ اول ظہر یا آخر ظہر ہو اور وہی یعنی اشراط تعیین معتد ہے چنانچہ تعیین میں ہے انتہی بحرفہ الاشباہ تو اس سے آگاہ رہنا م وجہ اشکال یہ ہے کہ عدم اشراط تعیین فواتت اس قاعدہ کلیہ کو منہدم کرتا ہے جس پر فقہاء کا اتفاق ہے وہ قاعدہ یہ ہے کہ تعیین ہوتی ہے اجناس کی تمیز کے واسطے اور سب نمازیں من قبیل مختلف الجنس کے ہیں اس واسطے کہ ان کے اسباب یعنی اوقات مختلف ہیں کذا فی الحدی حاشیۃ الاشباہ طحاوی نے جو المعتمد کے حاشیہ میں کہا کہ عدم تعیین قول بھی درالبیہ میں صحیح ہے اگرچہ تعیین احوط ہے اس شاذ مطلق بدام احرقی راسہ و زال عنہ الدم فاتخذ منہ مرقۃ جاز استعمالہا والحق کالغسل وقد ثابہ من للطہرات پھر بکرمی کا سرخون سے نشتر آگ سے جلایا گیا اور خون اس سے دور ہو گیا پھر اس کا شوبہ بنایا گیا تو اس کا استعمال کرنا جائز ہے اور جلانا دھونے کے برابر ہے پاک کر دینے میں اور ہم نے کتاب الشہارۃ میں پہلے ذکر کر دیا کہ جہاں بھی مطہرات میں داخل ہے م آگ نجاست کو فنا کرتی ہے یہاں تک کہ شے ناپاک میں ناپاک کا کچھ اثر نہیں رہتا یا پاک کر دیتی ہے بطریق استعمال کے ولہذا اگر گو بر جل کر رکھ ہو جاوے تو پاک ہو جاتا ہے جیسے شراب جب کہ سرکہ بن جاتے یا کہ شوگر کسار میں گر کر نمک بن جائے کذا فی الطحاوی سلطان جعل الخراج لرب الارض جاز بادشاہ نے خراج یعنی محصول زمین کا زمیندار کے واسطے مقرر کر دیا تو جائز ہے م یہ قول ہے ابو یوسف کا اور اسی پر فتویٰ ہے اور امام محمد کے نزدیک خراج زمیندار کو دینا جائز نہیں عشر کی مانند مفتاح میں ہے کہ محل خلاف اس وقت ہے جب کہ زمیندار مصرف ہو خراج کا اور اگر اہل اس کا نہیں ہے تو بالاتفاق جائز نہیں کذا فی الطحاوی وان جعل لہ العشر لانا زکوۃ تلت وقد قد منہ فی الجہاد وقد منہ فی الزکوۃ ایضاً اور اگر بادشاہ نے زمیندار کے واسطے عشر عطا کیا تو جائز نہیں اس واسطے کہ عشر زکوۃ ہے میں کتابوں کہیں نے اس کو کتاب الجہاد میں ذکر کیا ہے اور کتاب الزکوۃ میں بھی مذکور کر دیا ہے جب عشر زکوۃ ظہر ا تو وہ فقیروں کا حق ہے ہاں اگر زمیندار فقیر ہو تو اس کو بھی دینا درست ہے کذا فی الطحاوی عن المفتاح عجز اصحاب الخراج عن زراعت الارض وادار الخراج و دفع الامام الارض الی غیر ہم بالاجرۃ لیسطوا الخراج من اجر تبا المستحقۃ بما اہل خراج عاجز ہو گئے زمین کی زراعت سے اور خراج کے ادا کرنے سے اور بادشاہ نے اور شخصوں کو دی بطریق اجارہ کے تاکہ وہ خراج ادا کریں اس کی اجرت مستحقہ سے تو یہ جائز ہے فان فضل شتی من اجر تبا دنفہ لاکبایۃ للفقین



پھر اگر فاضل بچے اس کی اجرت سے کچھ تو زمین کے مالک کو دے دونوں کی رعایت کے واسطے یعنی اگر زمین مثلاً سو روپیہ کو اجارہ دے اور خراج اس کا اسی روپیہ میں تراشی روپیہ بادشاہ لے اور بیس روپیہ زمیندار کو دے فان لم يجد الامام من يتاجر باعباءه و اخذ الخراج المأخوذ من الثمن لو عليهم خراج و رد الفضل لاربابها زليعي پھر اگر بادشاہ اس کو پناہ دے جو زمین اجارہ لے تو اس کو نیچے صاحب قدرت سے اور خراج گذشتہ اس کے ثمن سے لے اگر مالکوں پر خراج باقی رہا ہو اور زائد کو اس کے مالکوں پر رد کرے کذا فی الزليعي قلت وقد منافی الجهاد ترجیح سقوط بالتداخل فمیل علی المرحوم اعلیٰ ان مراده اخذ خراج السنة الذی نیتہ فقط میں کتابوں اور ہم نے کتاب الجہاد میں مذکور کیا ہے راجح سقوط خراج کا تداخل سے تو زلیعی کا قول مذکورہ قول مرحوم پر محمول ہے یا اس پر کہ زلیعی کی مراد یہ ہے کہ فقط سال گذشتہ کا خراج لیا جائے م سقوط بالتداخل کا محل اس وقت ہے جب کہ مالک عاجز ہو گیا زراعت سے اور اگر عاجز نہیں ہوا تو سب کے نزدیک خراج لیا جاوے گا اور یہ محل خوب ہے فتاویٰ قاضی خان میں ہے کہ جب خراج مجتمع ہوا اور ادا نہ کیا تو امام کے نزدیک اسی سال کا خراج لیا جاوے گا اور پہلے سال کا خراج نہ لیا جاوے گا اور یہ اس پر سے ساقط ہو گا انتہی اور یہ صریح ہے سال باضی کے سقوط خراج میں کذا فی الطحاوی غنیم مذبوختہ ومیتہ فان کانت المذبوختہ اکثر تحریری واکل والا بان کانت المیتہ اکثر واستویا لا تحریری لونی حالہ الاختیار بان یجد ذکیۃ والا تحریری واکل مطلقاً و مر جند بھیڑ بکریاں مذبوختہ اور مردار ہیں سو اگر مذبوختہ زیادہ تر ہوں تو اکل کرے اور اگر مردار زیادہ تر ہوں یا حلال اور مردار دونوں برابر ہوں تو اکل نہ کرے اگر اختیار کی حالت میں ہو اس طرح پر کہ ذبح کی بھری پاوے اور نہیں تو اکل کرے اور کھادے ہر طرح سے خواہ برابر ہوں یا کم زیادہ اور یہ گذر گیا کم کثرت کا اعتبار اس واسطے کیا کہ غلبہ قائم مقام ضرورت کے ہوتا ہے افادہ اباحت میں کیا تو نہیں دیکھتا ہے کہ بازار خالی نہیں ہوتے ہیں محرم اور مسروق اور مخصوب سے اور باوجود اس کے تناول مباح ہے ظاہر پر اعتماد کر کے اس واسطے کہ قلیل سے بچنا ممکن نہیں تو اس کا اعتبار ساقط ہوا حرج کے واسطے جیسے قلیل نجاست بدن اور کپڑے میں ساقط الاعتبار ہے بخلاف کثرت یا مساوات مردار کے کہ وہاں ضرورت نہیں تو اس سے احتراز ممکن ہے اکثر نسخوں در المختار میں یوں ہے و مرنی گویا کہ شارح کو وہ موضع یاد نہ رہا جہاں اس مسئلہ کو مذکور کر چکا اور بعض نسخوں میں یوں ہے کما مرنی انما المار کذا فی الطحاوی اور عرب کے لکھے نسخہ صحیحہ میں فقط در ہے میں نے اس پر اعتماد کیا واللہ اعلم طحاوی میں ہے کہ صحیح تر قول یہ ہے مذبوختہ کی علامت یہ ہے کہ اس کی گردن کی شاہ رگیں خون سے خالی ہوتی ہیں اور مردار کی خون سے بھری ہوتی ہیں ایما لہ الآخرس وکتا بئہ کالبیان باللسان گونگے کا اشارہ اور لکھنا بیان کے مانند ہے یعنی زبان کے بولنے کے برابر ہے م یعنی گونگا آدمی اگر پیک یا ہاتھ وغیرہ سے اشارہ کرے تو دہانی تقریر کے مانند ہے ثبوت احکام میں بشرطیکہ حاکم اس کا اشارہ سمجھے یا حاکم کو اس کا کوئی اشارہ فہیم منطقی سمجھا دے اور پیدا نشی گونگے کی اگرچہ کتابت بسبب عدم تعلیم اور تعلم کے مستبعد ہے لیکن اگر بطریق خرق عادت کے واقع ہو تو مبتزلہ بیان زبانی کے ہے واللہ اعلم کذا فی الطحاوی بخلاف معتقل اللسان بخلاف معتقل اللسان کے م معتقل اللسان بفتح قاف وہ ہے جو کلام کرے پر قادر نہ ہو مگر تکلف سے کذا فی الطحاوی عن المحموسی وقال الشافعی ہما سواہ اور امام شافعی نے کہا کہ گونگا اور معتقل اللسان دونوں برابر ہیں فی وصیۃ و نکاح و طلاق و بیع و شرار و قود و غیرہ من الاحکام اسی ایما لہ الآخرس فیما ذکر معتقل اللسان ان علمت اشارتہ و امتدت عقلتہ الی موتہ بہ یفتی قلت و مرنی الوصایا یا اشارہ گونگے کا زبانی بیان کے مانند ہے وصیفت میں اور نکاح اور طلاق اور بیع اور شرار اور قصاص وغیرہ من الاحکام میں یعنی گونگے کا اشارہ اشارہ مذکورہ میں معتبر ہے اور گونگے کے مانند معتقل اللسان ہے بشرطیکہ اس کا اشارہ مفہوم ہوتا ہو اور اس کا عدم تکلم اس کی موت تک ممتد اور متصل ہو اسی قول پر فتویٰ ہے میں کتابوں اور یہ قول کتاب الوصایا میں مذکور ہو گیا و ذکرہ ہنا الا کمل و ابن الکمال و الزلیعی وغیرہم کلام مہم انہ لو اقر بالاشارة او طلق مثلاً توقف نان مات علی عقلتہ نقد سنداً واللہ اور معتقل اللسان کو یہاں کمال اور ابن کمال اور زلیعی وغیرہم نے ذکر کیا ہے پھر دریافت کرنا چاہیے کہ ان کے کلام سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ اگر معتقل اللسان اشارہ سے کچھ اقرار کرے یا شد طلاق دے تو اقرار اور طلاق کا حکم موقوف رہے گا سو اگر وہ گویا اسی حالت عدم تکلم پر تو اقرار اور طلاق نافذ ہو گا

بطریق استناد کے درگرم نکتہ تمامت معتد نہیں تو طلاق وغیرہ نافذ ہوگا مگر جب طلاق نافذ ہو تو اس کی زوجہ کو نکاح کرنا جائز ہے اگر اس کی مدت گزر گئی ہو  
 اشارہ یا کتبت کے وقت سے وعلیہ ملو تزوج بالاشارة لایکل وعلیہ لعدم نفاذ لکن اذا مات بھا لکان لھا المهر من ترکته قالہ المصنف اور بنا بر قول مذکور کے  
 معتدل لسان نے اشارہ سے نکاح کیا تو اس کو وطی کرنا زوجہ کا حلال نہیں نکاح کے نافذ نہ ہونے کی وجہ سے لیکن جب وہ مر جائے گا زوجہ کا مہر اس کے  
 مترکہ سے لازم ہوگا ایسا کہ ہے مصنف نے اپنی شرح میں لکن ذرا تہ فی الزواہر عند ذکر الاشباہ الاحکام الاربعہ لیکن مصنف کے فرزند نے زواہر الجہر  
 میں ذکر کیا ہے اشباہ کے احکام اربعہ کے ذکر کے نزدیک یہ استدراک ہے علماء مذکورین کے کلام پر احکام اربعہ مذکورہ یہ ہیں اقتصار انقلاب استناد تمییز تھار  
 چنانچہ اشارہ طلاق وعتاق اور انقلاب یہ کہ جو چیز علت ہیں وہ علت ہو جاتے چنانچہ طلاق شرطی تو جب شرط طلاق کی پائی جاوے گی شلہ دخول وارتو جو طلاق کی  
 علت نہیں وہ علت ہوں اور استناد یہ کہ حکم فی الحال ثابت ہو پھر مستند ہو یعنی منسوب ہو اس سبب کی طرف جس کا وجود معلوم تھا جیسے نصاب پر ذکوۃ واجب ہوتی ہے  
 سال پور سے ہونے سے مستندوں وجود النصاب یعنی جب سے کہ نصاب کا وجود ہوا اور تمییز یہ کہ فی الحال ظاہر ہوا کہ حکم ثابت تھا پہلے سے چنانچہ آج یوں کہنا  
 کہ اگر زید گھر میں ہو تو زوجہ مطلقہ ہے اور دوسرے دن ظاہر ہوا کہ زید گھر میں تھا تو طلاق آج ہی واقع ہوگی اور آج ہی سے مدت شروع ہوگی اور استناد اور  
 تمییز میں فرق یہ ہے کہ تمییز میں اطلاع عباد ممکن ہے اور استناد میں ممکن نہیں کذا فی الاشباہ ملخصاً ان قولہم والفاظہ للفقہ والمستندان ماصح تعلیقہ بالشرط  
 یقع مقتضی او لا یصح تعلیقہ یقع مستنداً کما فی البحر من باب التعلیق بخلاف ذلک او مقتضاه وقوع الطلاق والعتاق وحوہا ما یصح تعلیقہ بالشرط مقتضی اقتضیہ ما یجب  
 زواہر نے کہا مقرر علی رکایہ قول ارتقاء عدہ کلیہ مقتضی مستند کے واسطے یہ کہ جس کی تعلیق شرط پر صحیح ہے وہ بطریق اقتصار کے واقع ہوتا ہے اور جس کی تعلیق صحیح  
 نہیں وہ بطریق استناد کے واقع ہوتا ہے چنانچہ بحر الرائق میں باب التعلیق سے مخالف ہے اس کے جو مصنف نے اکل اور ابن کمال اور زلیخی کی طرف منسوب کیا  
 ہے اس واسطے کہ مقتضی قواعد مذکورہ یہ ہے کہ طلاق اور عتاق اور ان کے مانند جس کی تعلیق شرط پر صحیح ہے وہ بطریق اقتصار کے واقع ہونہ بطریق استناد  
 کے نواگاہ اور خبردار رہنا کہ اکل وغیرہ کا مفاد کلام قواعد کلیہ کے مخالف ہے لاکون اشارتہ کتابتہ کالبیان فی حد لانا تندرہ بالشیات لکن بامتن اللہ تعالیٰ  
 ولا فی شہادۃ ما ینتہ نہ ہوگا گوئی کا اشارہ اور لکھنا اس کے بیان کے مانند کسی حد میں حدود سے اس واسطے کہ حدود شہادت سے مالی جاتی ہیں اسلئے کہ دھقی اللہ  
 میں اور نہ کسی گواہی میں بیان کی برابر ہے اس کا اشارہ اور کتبت کذا فی البیۃ بل یصح اسلامہ بالاشارة ظاہر کلامہم نعم ولم ارہ صریحاً اشارہ اور کیا صحیح ہے بیان  
 ہو جانا گوئی کا اشارہ سے فقہا کا ظاہر کلام اس پر دلالت کرتا ہے کہ ہاں اسلام اس کا صحیح ہے اور میں نے اس کو صریح نہیں دیکھا کذا فی الاشباہ اقلع  
 الصائم بصاق محبوبہ نفیضی ویفرو والاکین محبوبہ لایکفر ومرتبی الصوم روزہ دار اپنے مشوق کی رال پی گیا تو روزہ کی قضا کرے اور کفارہ دے اور اگر اس کا مشوق  
 نہیں تو کفارہ نہ دے اور کتاب الصوم میں یہ مذکور ہو گیا م اس واسطے کہ انسان دوسرے کی رال سے گھنٹا تباہ اور نہایت مکروہ بات ہے تو خیر وغیرہ کے مانند  
 ہوئی اور اگر رال محبوب کی ہے تو اس کو مکروہ نہیں جاتا تو وہ روٹی وغیرہ کے مانند ہو گئی کذا فی المطاوعی قتل بعض الحجاج عذر فی ترک الحج مرتی الحج مقبول  
 ہو جانا بعضے حجاجوں کا عذر ہے حج کے ترک کرنے میں اور یہ مذکور ہو چکا کتاب الحج میں منہما زوہما من الذخول علیہا وہو لیکن معہا فی بیتا نشوز حکما کا  
 حرمانہ فی باب النفقۃ منع کرنا زوجہ کا اپنے زوج کو اپنے پاس کے آئے سے اور حالانکہ زوج اپنی زوجہ کے پاس رہتا ہے زوجہ کے گھر میں نافرمانی ہے حکما  
 چنانچہ ہم نے اس مسئلہ کی باب النفقۃ میں تحریر اور تحقیق بیان کی ہے م نافرمانی اس واسطے کہ اس نے اس کو ناحق روکا تو زوج پر زوجہ کا نفقہ واجب نہ ہوگا  
 روکنے تک ولو کان المنع لیتقلہا الی منزلہ فلیست ناشزہ لوجب اسکی علیہ اور اگر زوجہ کارو کنا اس واسطے ہو کہ زوج کو اپنے گھر میں لے جائے تو  
 اب زوجہ نافرمان نہیں بسبب واجب ہونے سکنی کے زوج پر اوکان لیکن فی بیت الغصب فامتنعت منہ لاکون ناشزہ لانا نفقۃ اذا سکنت فیہ طرم بھا  
 اوکان فیہ شہتہ یا کہ زوج غصب کے گھر میں رہتا ہو سو زوجہ زوج سے علیحدہ رہے تو وہ نافرمان نہ ہوگی اس واسطے کہ حق پر زوجہ ہے اس لیے کہ غصب کے مکان



میں رہنا لازم ہے برخلاف اس صورت کے کہ مکان میں شبہ و شک نہ ہو بلکہ یہ صورت ہے کہ زوج نے مثلاً مکان خرید کیا مگر بول مال سے کذا فی الطحاوی مال مجبور وہ ہے جس کی حالت اور حرمت معلوم نہیں قالت لا اسکن مع امک وارید بتی علیہ لیس لہا ذلک وکذا مع ام ولدہ وکذا مرفی النفقۃ زوجہ نے زوج سے کہا کہ میں تیری لونڈی کے ساتھ نہ رہوں گی اور میں علیہ گھر چاہتی ہوں تو زوج کو اس کا اختیار نہیں اور اسی طرح زوج کے ام ولد کے ساتھ نہ رہنے کا اس کو اختیار نہیں اور یہ سب باب النفقۃ میں مذکور ہو گیا قال یعبدہ یا مالکی او قال لامتہ انا عبدک لا تحقق لانیس بصریح ولا بکنا یہ مالک نے اپنے غلام سے کہا اے میرے مالک یا اپنی لونڈی سے کہا کہ میں تیرا غلام ہوں تو لونڈی یا غلام آزاد نہ ہو گا اس واسطے کہ یہ لفظ آزاد کرنے میں نہ صریح ہے نہ کنایہ بخلاف قولہ عبده یا مولیٰ لانه کنایۃ علی ما مرفی محمد برخلاف اس قول کے کہ اس نے اپنے غلام سے کہا اے مولیٰ میرے اس واسطے کہ یہ کنایہ ہے بنا براس تقریر کے جو اپنے محل میں گذر گئی یعنی کتاب الاعتاق میں موطاوی نے کہا کہ ظاہر امور کے لفظ مالک اور غلام میں مشترک ہے اور نیت سے ایک معنی کی تعیین ہو گی لیکن منع القار میں یوں تعیین مذکور ہے کہ مولیٰ کے حقیقی معنی ثبوت ولار علی العبد پر دلالت کرتے ہیں اور یہ نہیں مگر عتیق سے تو غلام آزاد ہو گا اتنی اور ظاہر اس حکم کا عدم اشتراط نیت پر دلالت کرتا ہے واللہ اعلم العقار المتنازع فیہ لایخرج من ید ذی الیہ مالک یسیر بین المدعی علی رفق دعواہ بخلاف المنقول عقار متنازع فیہ نہ نکالا جلتے قاضی کے ہاتھ سے جب تک مدعی اپنے دعویٰ کے موافق (یعنی کہ عقار مدعا علیہ کے ہاتھ میں ہے کذا فی الحموی) گواہ نہ گذارنے برخلاف منقول کے م یعنی حاکم عقار کو ذی الید کے ہاتھ سے نہ نکالے قاضی کے یوں اقرار کرنے پر کہ ہاں وہ زمین یا مکان میرے قبضہ میں ہے مواضع یعنی دونوں کے گٹھ جانے کے احتمال کی وجہ سے یعنی شائد مدعی اور مدعا علیہ نے اس پر اتفاق کیا ہو کہ مدعا علیہ اپنے قبضہ ہونے کا اقرار کرے تاکہ حاکم اس کا حکم دے پھر جب اس نے حکم کیا تو اب اس کے توڑنے کی کوئی صورت نہیں یہاں تک کہ اگر اس عقار کا کوئی اور مدعی دعویٰ کرے تو اس کا دعویٰ مسموع نہ ہو گا تو ذی الید کے قبضہ پر گواہی گزرنے سے مواضع کی نیت دفع ہو جاوے گی تو اس پر حکم کرنا لیکن ہو گا اس کے قبضہ سے خارج کرنے کا سبب ثابت ہو جانے اس کے قبضہ کے کذا فی الطحاوی او یعلم بہ القاضی یا قاضی جانتا ہو مدعا علیہ کے قبضہ کو تو اب گواہی کی حاجت نہیں ولا یکن تصدیق المدعی علیہ انہ فی یدہ فی الصصح لاحتمال المواضع اور کفایت نہیں کرتی مدعا علیہ کی یہ تصدیق کہ وہ عقار اس کے یعنی میرے قبضہ میں ہے قول صحیح میں مواضع کے احتمال سے یعنی باجم گٹھ جانے کے احتمال سے قلت قد ضاع غیر مرہ آخر ہا فی باب جنایۃ المملوک ان المفتی بہ فی زمانہ لایعمل بعلم القاضی تماثل میں کتباً ہوں ہم نے چند بار آگے مذکور کیا پچھلا مرتبہ ذکر کا باب جنایۃ المملوک ہے کہ قول مفتی بہ ہمارے زمانہ میں یہ ہے کہ قاضی کی دانست پر عمل نہ ہو گا سو اس کو غور کر لے و ہذا اذا ادعاہ ملک مطلقاً اور یہ اس وقت ہے جب کہ مدعی نے ملک مطلق کا دعویٰ کیا یعنی محل اشتراط اقامت مدیہ کا اس پر کہ عقار مدعا علیہ کے ہاتھ میں ہے ملک مطلق کے دعویٰ میں ہے اما اذا ادعی الشراء من ذی الید وافرارہ بانہ فی یدہ فانکر الشراء وافرارہ بانہ فی یدہ لم یحتج لبرہان علی کونہ فی یدہ لان دعویٰ انفعالی کا تصحیح علی ذی الید تصحیح علی غیرہ ایضاً کا بسط فی البرازیتہ اور جب کہ مدعی نے ذی الید سے خرید کا دعویٰ کیا اور ذی الید سے خرید کا دعویٰ کیا اور ذی الید کے اس اقرار کا دعویٰ کیا کہ عقار میرے قبضہ میں ہے سو قاضی ذی الید نے اس کے خرید کا انکار اور اپنے قبضہ ہونے کا اقرار کیا تو اب ذی الید کے قبضہ ہونے کی گواہی کی حاجت نہ رہی اس واسطے کہ دعویٰ فعل کا چنانچہ خرید کا دعویٰ جیسا ذی الید پر صحیح ہے ویسا ہی غیر ذی الید پر بھی صحیح ہے چنانچہ برازیہ میں مشرح مذکور ہے عقار لانی ولایت القاضی یصح قضاؤہ فیہ لمنقول ہوا صحیح ولقد تم فی القضاہ ان المصر لیس بشرط فیہ بہ لیتی ویکتب بالحکم القاضی ملک الناجیۃ لیا مرہ بالتسلیم ایک عقار قاضی کی ولایت اور حکومت میں نہیں تو اس قاضی کا حکم اس عقار میں صحیح ہے جیسے بال منقول میں صحیح ہے یہی قول صحیح ہے اور کتاب العقار میں آگے مذکور ہو چکا کہ وہی شہر ہونا صحت قضا میں شرط نہیں یہی قول مفتی بہ ہے اور وہاں کا قاضی حکم لکھ بھیجے اس طرف کے قاضی کو جہاں وہ زمین ہے تاکہ وہ

لے یعنی اگر غلام آزاد شدہ ہو اسے اس کا وارث کرے جو تو اس کا مال آقا کرے ۱۲۔

اس زمین کے دلانے کا امر کرے و قبل لا یصح رشی علیہ فی اکثر والملتی اور بعضوں نے کہا کہ قاضی کا حکم غیر حکومت کی زمین میں صحیح نہیں ہے اور اسی قول پر صاحب کفر اور ملتی چلا ہے م مصنف نے اپنی شرح میں کہا کہ ہم نے کفر اتفاق کے قول سے اس واسطے مدلل کیا کہ نداد یہ اور خلاصہ میں مذکور ہے کہ صحیح قول یہ ہے کہ قاضی کا حکم عدوی میں صحیح ہے اگرچہ عقد محدود قاضی کی حکومت میں نہ ہو کذا فی الطحاوی قضی القاضی ببینۃ فی حادثہ ثم قال رجعت عن قضائی او بدالی غیر ذلک اور وقعت فی تلبیس الشہود والبطالت حکمی او نحو ذلک لا یعتبر قول القاضی فی کل ذلک متعلق حتی ایضاً وہو المدعی قاضی نے گواہ سن کر ایک حادثہ میں حکم کیا پھر قاضی نے کہا کہ میں اپنے حکم سے پھر یا سوائے اس کے مجھ کو کچھ اور ظاہر ہوا یعنی میں نے بحق حکم کیا یا کہ میں گواہوں کے فریب میں پڑ گیا یا کہ میں نے اپنے حکم کو باطل کر دیا یا مانند اس کے اور کچھ کہا ابطال حکم میں تو ان سب باتوں میں قاضی کا قول معتبر نہ ہوگا بسبب متعلق ہوجانے حق غیر کے یعنی مدعی کی حق تلفی کی وجہ سے م اور دوسری وجہ یہ ہے کہ راستے اول راجع ہوگئی حکم دینے سے تواتر تالی سے جو اس کے برابر ہے منقوض نہ ہوگی کذا فی الطحاوی والقضاء ماضی انکان بعد دعوی صحیحہ وشہادۃ مستقیمہ اور قاضی کا حکم جاری اور نافذ ہے اگر صحیح دعویٰ اور شہادت مستقیمہ کے بعد واقع ہوا ہوم صحیح دعویٰ وہ ہے جس سے دعویٰ کے احکام متعلق ہوں تو اس میں مدعی اور مدعا علیہ کا حاضر ہونا دارالقضاء میں اور مطالبہ جواب کا اور گواہوں سے ثابت کرنا مثلاً ضرر و لکھوگا اور شہادت مستقیمہ عبارت ہے شہادت عدول اور ثقات سے جو شرائط صحت کی جامع ہے تو فاسد دعویٰ اور شہادت غیر مستقیمہ میں اقوال مذکورہ قاضی کے معتبر ہوں گے اور حکم قاضی کا باطل ہو جاوے گا اور فاسد دعویٰ کی صورت یہ ہے کہ محدود کا دعویٰ کرے اور یہ بیان نہ کرے کہ وہ باغ ہے یا صاف زمین ہے اور منجملہ شہادت غیر مستقیمہ کے یہ ہے کہ قاضی اپنی دانست پر حکم کرے پھر اپنے حکم کی خطا ظاہر ہو تو قاضی کو اپنا حکم جاری رکھنا لائق نہیں کذا فی الطحاوی عن المحموی تبصر فی الثلاث مرت فی القضاء لعلہ اور بخلاف مذکورہ ظہر خطا رہ قاضی کا حکم عدوی صحیح اور شہادت مستقیمہ کے بعد نافذ ہے مگر تین صورتوں میں نافذ نہیں ہوگا کتاب القضاء میں مذکور ہوگئیں یعنی اگر قاضی نے اپنی دانست پر بدون گواہوں کے حکم کیا یا اپنے برخلاف مذہب کے حکم کیا یا قاضی کی خطا ظاہر ہوگئی اذا قال الشہود قضیت وانکر القاضی فالقول له بالیقینی قالہ ابن الغرس فی الفواکہ البدیۃ زاد فی الزاویۃ خلافاً لحدیث زاد فی البحر عالم نیفۃ قاض آخر یحییٰ لا یحرم القول لانه لم یقض بوجہ قضاء التانی بہ تلال المصنف وہو تئید حسن لم اف علیہ لخصیر صاحب البحر جب کہ گواہوں نے قاضی سے کہا کہ تو نے حکم دیا ہے اور قاضی حکم دینے کا منکر ہے تو قاضی کا قول معتبر ہوگا یہی قول مفتی بہ ہے ایسا کہ صاحب الغرس نے فواکہ بدریہ میں نیز یہ میں اتنا زیادہ کہا ہے کہ یہ قول محدث کے خلاف ہے بحر الرائق میں یہ تئید زیادہ کی ہے کہ بت تک قاضی منکر کے قول کو دوسرے قاضی نے نافذ نہ کر دیا ہو تو اب قاضی کا قول عدم قضا میں مقبول نہ ہوگا بسبب موجود ہونے دوسرے قاضی کے حکم کے مصنف نے کہا اور یہ تئید خوب ہے میں واقف نہ ہوا اس تئید پر سوائے صاحب البحر کے اور کسی کتاب میں شرط نفاذ القضاء فی المجتہدات من حقوق السباد ان لخصیر المحکم فی حادثہ بان یقصرہ دعویٰ صحیحہ من خصم علی خصم حاضر منازع شرعی شرط نافذ ہونے قضاء کی مسائل اجتہاد یہ میں حقوق جبار سے یہ ہے کہ حکم ہو حادثہ میں اس طرح پر کہ نفاذ قضا پر دعویٰ صحیح مقدم ہو چکا ہو ایک فی خصم سے دوسرے خصم پر جو منازع شرعی ہے م صورت اسکی یہ ہے کہ مثلاً قاضی مالکی کا فیصد حنفی قاضی کے رو بہ پیش ہوا کہ وہ اس کو جاری کر دے تو بلا حضور خصمین کے حنفی کو اس کا نافذ کرنا جابر نہیں طحاوی نے کہا حقہ جبار کو تاس واسطے لگائی کہ اللہ تعالیٰ کے حقوق میں چنانچہ حدود و اطلاق میں حادثہ ہونا شرط نہیں اور منازع کی تئید سے غیر منازع خارج ہو گیا اور منازع شرعی کی تئید سے منازع غیر شرعی چنانچہ فصولی اور مودع اور مستلیم نکل گئے اس واسطے کہ ان کا نزاع معتبر نہیں انتہی غلو بریں بحق علی آخر عند قاضی فقضی بہ سبب نہ بدون منازعۃ و قاضی شرعی و تلاح بینہا لم نیفۃ قضا وہ نفقہ شرط وہو التذاعی بحضور قاضی شرعیہ رکان التام فیکم بمذہب لا یشیر کی ق منازہ فی القضاء و افادہ بقولہ تو اگر مدعی نے اپنا حق دوسرے شخص پر قاضی کے رو بہ گواہوں سے ظاہر کیا سو دوسرے قاضی نے گواہ سن کر اس کا حکم کر دیا بدون



منازعت اور غاصت شرعی کے اور بدولن اس کے کہ متخاصمین میں تداعی اور باہم حاضر ہونا دارالقضایں واقع ہوا ہو تو دوسرے قاضی کا حکم نافذ نہ ہوگا سبب نہ ہونے شرط نفاذ کے یعنی تداعی بخصوصت شرعیہ تو اب یہ قضا نہ ٹھہرتی فتویٰ دینا ٹھہرتا تو قاضی اپنے مذہب کے موافق حکم کرے نہ غیر کے مذہب کے موافق چنانچہ ہم نے اس کو کتاب القضا میں ذکر کر دیا اور مصنف نے اپنے قول آئندہ میں اس کو بیان کیا فلورفع الیہ اسی الی المغنی قضا مالکی بلا دعویٰ لم یلتفت الیہ وعلیٰ المغنی مقتضی مذہبہ عدم تقدم ما یمنع من ذلك لخروج قضا مالکی مخرج الفتویٰ لعدم تقدم المصنوع الشرعیۃ لکن ہی شرط القضا والقضا فی حق العباد تو اگر مرافعہ ہونا قاضی حنفی کی طرف مالکی مذہب کے قاضی کی قضا کا بدولن دعویٰ کے تو اس کی طرف التفات نہ کیا جائے اور قاضی حنفی بمقتضائے اپنے مذہب کے عمل کرے سبب عدم تقدم اس شرط کے جو اس کو اپنے مذہب پر عمل کرنے سے مانع ہو مجتہد خروج قضا مالکی مخرج فتویٰ لینے انہام شرط سے قضا بمنزلہ فتویٰ کے ہوگی بجهت عدم تقدم بخصوصت شرعیہ کے جو شرط تھی انعقاد قضا کی حق العباد میں اذالرتاب القاضی فی حکم القاضی الاول لہ طلب شہود الاصل ہر فی القضا فید بارتیاب فی حکم الاول نافذانہ اذالم یرتب فیہ لایتعرض لہ جب تردو میں پڑے قاضی پہلے قاضی کے حکم میں تو اس کو جائز ہے اصل کے گواہوں کو طلب کرنا یہ مسئلہ مذکور ہو گیا کتاب القضا میں مصنف نے قاضی اول کے حکم میں تردو کی قید لگائی تو یہ فائدہ ظاہر کر دیا کہ جب اُس میں اس کو تردو نہ ہو تو طلب شہود کا متعرض نہ ہو قال فی الفواکہ ابدریۃ قالوا انصار العدل العالم لا یقض ویحل علی السداد بخلاف قضا غیرہ یعنی اذاتبین وجہ فساد بطریقہ فلکن فی نقضہ انواکہ بدریہ میں کہا کہ فقہانے کہا ہے کہ قاضی متقی عالم کا حکم توڑا نہیں جاتا اور راستی اور درستی پر محمول ہو تاکہ ہے بخلاف قضا اس قاضی کے کہ متقی نہیں یا جاہل ہے کہ اب نقض قضا جائز ہے یعنی اس شرط سے جب کہ فساد قضا کی وجہ صاف ظاہر ہو گئی ہو اس کے طریقہ مخصوصہ سے تو دوسرے قاضی کو اس کا توڑنا جائز ہے م قاضی اول کی قضایں ازنیاب کی یہ صورت ہے کہ وہ متقی نہیں ہو جاتا ہے اس کا حکم کر دیا ہے اور ظہور وجہ فساد کی یہ صورت ہے کہ ثبوت محدود کا حکم کیا اور حالانکہ یہ بیان اس میں نہیں کہ وہ باع ہے یا صاف زمین یا کہ قاضی نے رشوت لے کر حکم کیا تو اس صورت میں قضا باطل ہے کذا فی الطحاوی اظہر تب بیع التغاطلی علی بیع باطل او فاسد لا ینقض مرنی اول البیوع من الخا صۃ والبوازیۃ والبحر جب کہ بیع التغاطلی مترتب ہو بیع باطل یا بیع فاسد ہے تو منقذ نہ ہوگی یہ مسئلہ مذکور ہو گیا اول کتاب البیوع میں خلاصہ اور نیز فیہ لایحکم الراتی سے م بیع باطل جیسے بیع مردار یا خون کی او بیع فاسد وہ ہے جس میں وہ شرط ہو جو فقہائے بیع نہیں اور ترتیب کے لفظ سے اس پر اشارہ کیا کہ متعاقبین میں متارکہ واقع ہوگا اور اگر متارکہ ہوگا تو بیع فاسد تغاطلی سے صحیح ہو جاوے گی کذا فی الطحاوی خبار قوم ما ثم سال رجلا عن شئی فاقربہ وہم یرونہ وسمیعون کلامہ وہو لایراہم جازت شہادۃہم علیہ بذلک الاقرار ایک شخص نے چھپا رکھا قوم کو پھر ایک مرد سے پوچھا سو اس نے اس شے کا اقرار کیا اور قوم کے لوگ اس کو دیکھتے ہیں اور اس کا کلام سنتے ہیں اور وہ یعنی مفران کو نہیں دیکھتا ہے تو ان کی گواہی اس شخص کے اقرار پر جائز ہے وان سمعوا کلامہ ولم یروہ لایجوز شہادۃہم علیہ الا اذا علموا انہ لیس فیہ غیرہ بان دخلوا البیت ثم فرجوا علیہ علی بابہ ولا مسک کہ غیرہ ثم دخل رجل فسمعوا اقرارہ ولم یروہ وقتہ اور اگر لوگوں نے کلام اس کا سنا اور اس کو نہ دیکھا تو ان کی گواہی اس پر جائز نہیں اس واسطے کہ آواز شاہ بہتری ہے دوسری آواز کے تو شبہہ واقع ہوگا مگر جب کہ لوگوں نے معلوم کیا کہ اس مکان میں سوائے اقرار کرنے والے کے دوسرا نہیں ہے اس طرح ہے کہ وہ لوگ خالی کو ٹھہری میں داخل ہوئے پھر باہر نکلے اور اس کے دروازہ پر بیٹھے اور اس کو ٹھہری کی سوائے اس دروازہ کے کوئی اور راہ نہیں پھر ایک مرد اس کو ٹھہری میں داخل ہوا سو ان لوگوں نے اس کا اقرار سنا اور اقرار کے وقت اس کو نہیں دیکھا تو اب شہادت جائز ہے یعنی عدم اشتباہ کی وجہ سے باع عفارار اور ہوانا او ثوبا وانبہ او امراتہ او غیرہ یا من اقرارہ حاضر یعلم بہ ثم ادعی الابن مثلاً انہ ملکہ لا تسمع دعواہ کذا اطلقہ فی المنزۃ والمکتبۃ وجعل سکوتہ کالانصاح قطعاً لکنز ویرد الخلیل بیجا عقدا یا جانہ یا کپڑا اور حالانکہ بائع کا بیٹا یا اس کی حورت یا ان کے سوا کوئی اور قرابت دار حاضر ہے اور بیع کو جانتا ہے پھر مثلاً بائع کے بیٹے نے یہ دعویٰ کیا کہ بیع میری ملک ہے نہ بائع کی تو اس کا یہ دعویٰ سموع نہ ہوگا اسی طرح مطلق بلا قید تعریف بیان کیے ہیں کثر اور متقی میں اور اس کا مکتد بنایا ان کے مانند ٹھہرایا قطع تنزیہ اور قطع میل فاسدہ کے واسطے م یعنی حضور اور علم اور عدم منا زعت لمرئذ کو

اس کا اقرار ٹھہرایا کہ بیع بائع کی ملک ہے اور زیلعی نے فتاویٰ ابواللیث سے نقل کر کے اس میں تصرف مشتری کی قید لگائی ہے یعنی اگر وارث بائع کا تصرف مشتری کے وقت سکوت کرے تو اب دعویٰ اس کا سموع نہ ہوگا معصنف نے اپنی شرح میں کہا کہ اس قید سے تو قریب اور ہمسایہ برابر ہو جاتا ہے اور حالانکہ ہمسایہ قریب کے برابر نہیں چنانچہ یہ معنی نہیں اس پر جو فقہاء کے کلام کو تامل کرے کذا فی العلمی و فی مختار و قالوا ینسب زوجہ ہذا جہازان سکوتہ عن طلب الجہاز عند الزفاف رضی فلا یملک طلب الجہاز بعد سکوتہ کما مر فی باب المہر اور فقیہوں نے اس مرد کے حق میں جس کا نکاح بدون جہیز کے کر دیا کہا ہے کہ اس مرد کا ساکت رہنا طلب جہیز سے زفاف کے وقت رضامندی ہے عدم دہیز پر تو اب طلب جہیز کا مالک نہ ہوگا بعد ساکت ہو جانے پسنے کے چنانچہ باب المہر میں گذر گیا بخلاف الاجنبی فان سکوتہ ولو جہاز الا یكون رضی بخلاف اجنبی شخص کے اس واسطے کہ اس کا سکوت اگرچہ وہ بائع کا ہمسایہ ہو رضامندی نہ ہوگا الا اذا سکت وقت البیع والتسليم وتصرف المشتري فيه زحوا وبنا تحييده لا يسمع دعواه على ما عليه الفتوى قطعا لا طماع الفاسدة مگر جب کہ اجنبی شخص نے سکوت کیا بیع اور تسلیم بیع کے وقت اور مشتری نے اس میں تصرف کیا زیارت کرنے اور مکان بنانے سے تو اب اس کا دعویٰ سموع نہ ہوگا بنا براس قول کے جس پر فتویٰ ہو گیا ہے تاکہ فاسد لالچ قطع ہو جاوے و بخلاف ما اذا باع الفضولي ملك رجل والمالك ساكت حيث لا يكون سکوتہ رضی عندنا خلافا لابن ابی یعلیٰ بزاد فی آخر الفصل الخامس وغیرہ اور بخلاف اس صورت کے کہ فضولی نے ایک مرد کی ملک بیع کی اور حالانکہ مالک ساکت ہے کیوں کہ اس کا چپ رہنا رضامندی نہیں ہم حنفیوں کے نزدیک بخلاف مذہب ابن یعلیٰ کے چنانچہ بزاد فیہ کی پانچویں فصل کے اخیر میں مذکور ہے اور اس کے سوا اور کتاب میں بھی م سکت مالک اس واسطے رضا نہ ہو کہ یہاں سکوت رضا اور عدم رضا دونوں کا متحمل ہے کذا فی الحموی باع ضیعة ثم ادعی انها وقف علیہ ادعی مسجد کذا لو کنت وقتها و اراد تحييف المدعی علیہ لیس له ذلك اتفاقا للثنا قضا وان اقام بیعة تقبل علی الاصح لا صحة للدعوی بل تقبل البیعة فی الوقف بلا دعوی خلاف لما صوبہ الزیلعی وقد حققناه فی الوقف و باب الاستحقاق ایک شخص نے زمین چچی چر دعویٰ کیا کہ وہ زمین تو مجھ پر وقف ہے یا فلا فی مسجد پر وقف ہے یا میں نے اس کو وقف کیا تھا اور بائع مدعا علیہ کی تحریف چاہے تو یہ اس کو جائز نہیں بالاتفاق بسبب تناقض کے اور اگر بائع نے اس پر گواہ قائم کیے تو گواہی مقبول ہوگی مگر صحیح تر قول کے نہ اس وجہ سے کہ دعویٰ بائع کا صحیح ہے بلکہ اس وجہ سے کہ وقف میں بدون دعویٰ کے بھی گواہی مقبول ہو جاتی ہے بخلاف اس قول کے جس کی زیلعی نے تصویب کی ہے یعنی عدم قبول شہادت کو صواب کہا ہے اور ہم نے اس مسئلہ کو کتاب الوقف اور باب الاستحقاق میں بیان کیا ہے وصبت مہر بالزوجہا فماتت وطالبت ورثتها بمہر ہا وقالوا کانت الہیة فی مرض موتہا وقال بل فی الصحة فالقول للورثة ہذا ما اعتمدہ فی النیۃ بقا روایۃ الجامع الصغیر بعد تقدیم فی فتاویٰ النفسی ان القول للزوج فقال والا اعتماد علی ملک الروایۃ لانہم تعاد قوا علی وجوب المہر واختلفوا فی استقوط القول لمکرہ الخ زوجہ نے اپنا مہر زوج کو مہر کیا مگر وہ مرگئی اور زوجہ کے وارثوں نے اس کا مہر زوج سے طلب کیا اور بولے کہ مہر اس کے مرض الموت میں واقع ہوا اور زوجہ نے کہا بلکہ اس نے صحت میں مہر کیا تو وارثوں کا قول مقبول ہوگا اسی پر اعتماد کیا ہے فتاویٰ قاضی خان میں جامع صغیر کی روایت کی پیروی کر کے بعد نقل کرنے اس قول کے جو فتاویٰ نسفی میں ہے یہ کہ زوج کا قول مقبول مقبول ہے سو قاضی خان نے کہا کہ اسی روایت سابقہ پر اعتماد ہے اس واسطے کہ ان سب نے وجوب مہر پر اتفاق کیا اور سقوط مہر میں اختلاف تو منکر سقوط کا قول مظہر ہوگا الخ ہم باقی کلام قاضی خان کا یہ ہے کہ امر حادث ہے اور حوادث میں اصل یہ ہے کہ اقرب اوقات کی طرف مفاد ہوں قلت واقرو فی تنویر البصائر واعتدہ شیخنا علی خلاف ما جزم بہ فی الملتحق کا اکثر من ان القول للزوج وان جزم بہ بشرحہ کا زیلعی و ابن سلطان بانہ الاستحسان فتنبہ اور ورثہ کے قول مقبول ہونے کو ثابت رکھا ہے تنویر البصائر میں اور اسی پر اعتماد کیا ہے ہمارے اسناد نے بخلاف اس قول کے جس کا ملتقی الاجر میں کثر الذناقی کے مانڈ یقین کیا ہے وہ یہ قول ہے کہ زوج کا قول مقبول ہے اگرچہ زیلعی اور ابن سلطان کثر کے شارحوں نے اس کا یقین کیا ہے کہ زوج کا قول مقبول ہونا استحسان ہے یعنی اور ورثہ کا قول مقبول ہونا قیاس ہے تو



اس اختلاف سے خبردار رہنا قلت واستظہار ابن البام فی آخر المنہر فقال وجہ الظاہر ان الوثۃ لم یکن لہم حق بل لہا وہم یدعونہ لانفسہم والزواج ینکرنا لقولہ  
 میں کہتا ہوں اور قول زوج کے معتبر ہونے کی تقویت کی ہے کمال الدین ابن البام نے آخر باب مہر میں سوہیوں کہا کہ قول ظاہر کی وجہ یہ ہے کہ وارثوں کا حق  
 مہر میں نہیں بلکہ زوجہ کا حق ہے اور وارث اس کا دعویٰ کرتے ہیں اپنے فائدہ کے واسطے اور زوج منکر ہے تزوج ہی کا قول معتبر ہوگا نہ وارثوں کا لان القول  
 قول المنکر والله اعلم وکلمہ بطلاناً لایملک عز لہا لانہ یمن من جہتہ زوج نے زوجہ کو اپنی طلاق کا وکیل کیا تو اب زوجہ کو وکالت مذکورہ سے معزول  
 نہیں کر سکتا اس واسطے کہ زوجہ کو وکیل کرنا یمن ہے زوج کی جہت سے م یعنی وکیل کرنے میں معنی یمن ہے یعنی طلاق زوجہ کی تعلیق ہے زوجہ کے  
 فعل پر اور یمن میں رجوع کا اختیار نہیں لیکن یہ تو وکیل مجلس پر منحصر ہے اس واسطے کہ فتاویٰ صغریٰ میں مذکور ہے کہ اگر زوج نے زوجہ سے کہا کہ میں نے  
 تجھ کو وکیل کیا اس کا کہ تو اپنی ذات کو طلاق دے تو یہ وکالت اسی مجلس پر مقصور ہے انتہی برخلاف تو وکیل اجنبی کے کہ وہ مجلس پر منحصر نہیں ہے اور رجوع  
 کا اختیار ہے کذا فی الطحاوی مختصراً وکلتک بکذا علی اتی متی غرتک فانت وکیل فطریقہ ان یقول فی عزہ غرتک ثم غرتک لان متی عموم الاوقات  
 واما کما فلعوم الافعال ایک نے دوسرے سے کہا کہ میں نے تجھ کو اس کام کا وکیل کیا اس شرط پر کہ میں جب تجھ کو معزول کروں سو تو میرا وکیل ہے تو اس کے معزول  
 کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ یوں کہے کہ میں نے تجھ کو معزول کیا پھر تجھ کو میں نے معزول کیا اس واسطے کہ لفظ متی کا عموم اوقات کے واسطے موضوع ہے اور کما  
 لافظ تو عموم الافعال کے واسطے موضوع ہے فلو قال کما غرتک فانت وکیل یقول فی عزہ رجعت عن الوکالۃ المعلقہ وغرتک عن الوکالۃ  
 المنجزة الحاصلۃ من لفظ کما فینفذ فی منزل تو اگر یوں کہتا کہ ہر بار میں تجھ کو معزول کروں سو تو میرا وکیل ہے تو اس کے معزول کرنے میں یوں کہے کہ میں پھر وکالت  
 معلقہ سے ادیں نے تجھ کو معزول کیا وکالت منجزہ سے جو حاصل ہوئی کما کی لفظ سے جس کا ترجمہ ہر بار ہے تو اب وہ معزول ہو جاوے گا قبض بدل الصلح  
 شرط ان کان دنیا بدین بان صالح علی درہم عن دنیا بدین عن شئ آخر فی الذمہ قبض کرنا بدل صلح کا شرط ہے اگر صلح واقع ہوئی ہو ایک دین کی دوسرے  
 دن سے اس طرح پر کہ دہروں پر صلح کی دنیا روں سے یا اور کسی چیز سے جو ثابت ہے ذمہ میں والا بدین دنیا بدین لا یشترط قبضہ لان الصلح اذا وقع علی عین  
 تمعین لا یجوز دنیا فی الذمہ فجاز الافتراق عنہ اور اگر صلح دین کی دین سے نہ ہو تو بدل صلح کا قبض کرنا شرط نہیں اس لئے کہ جب صلح واقع ہوتی عین پر تو وہ تمعین  
 ہو گئی ذمہ پر دین باقی نہ رہی تو اس پر افتراق جائز ہے یعنی برخلاف مسئلہ سابقہ کے کہ وہاں افتراق صحیح نہیں کیوں کہ وہاں صلح معاوضہ صر فی مکتبی اور عرف میں  
 افتراق جائز نہیں قال الذی لا یغنیہ فی خبر من ولو بعد حلف خصمہ جابر القنادی وکذا لوقال عند طلبہ لیمینہ اذا حلفت فانت بری من المال الذی لی وکیلک رخصتم  
 بری من علی المتی قبل ولفی لہ بالمال حانیۃ مدعی نے کہا کہ میرے دعویٰ پر گواہ نہیں پھر وہ گواہ لایا اگرچہ مدعا علیہ کے قسم کھانے کے بعد گواہی ثابت کی ہو کذا فی  
 الجواب القنادی اور اسی طرح اگر مدعی نے مدعا علیہ کی قسم کے طلب کرنے کے وقت یوں کہا کہ جب تو قسم کھائے گا تو بری الذمہ ہو جائے گا میرے اس مال سے  
 جو تجھ پر ہے اور اس نے قسم کھائی پھر مدعی نے گواہی ثابت کی اپنے حق پر گواہی مقبول ہوگی اور اس کو مال دلایا جائے گا کذا فی النبیۃ م طحاوی نے مناسب  
 مقام ایک نفیس مسئلہ امام محمد کے کلام سے نقل کیا ہے وہ یہ ہے کہ ایک نے دوسرے سے کہا کہ میرے تجھ پر ہزار درہم ہیں سو دوسرے شخص نے کہا کہ اگر تو  
 قسم کھائے کہ ہزار درہم مجھ پر ہیں تو میں ان کو ادا کروں سو اس نے قسم کھائی اور مدعا علیہ نے درم ادا کیے سو اگر اس نے شرط مذکور پر ادا کیے تو یہ باطل ہے  
 ادا کرنے والے کو پھر لینا جائز ہے اس واسطے کہ یہ شرط باطل مطابق شرح کے نہیں اس واسطے کہ قسم شریف میں منکر ہے نہ مدعی پر انتہی اوقال  
 الشاہد لا شہادۃ لی فشد قبیل لہا کان التوفیق بالنیان ثم اتذکرہ یا گواہ نے کہا کہ میری گواہی نہیں پھر اس نے گواہی دہی مقبول ہوگی بسبب امکان توفیق  
 لہ اس سے کہ منکر کا قول ہے ۱۲۔ ۱۳۔ ۱۴۔ ۱۵۔ ۱۶۔ ۱۷۔ ۱۸۔ ۱۹۔ ۲۰۔ ۲۱۔ ۲۲۔ ۲۳۔ ۲۴۔ ۲۵۔ ۲۶۔ ۲۷۔ ۲۸۔ ۲۹۔ ۳۰۔ ۳۱۔ ۳۲۔ ۳۳۔ ۳۴۔ ۳۵۔ ۳۶۔ ۳۷۔ ۳۸۔ ۳۹۔ ۴۰۔ ۴۱۔ ۴۲۔ ۴۳۔ ۴۴۔ ۴۵۔ ۴۶۔ ۴۷۔ ۴۸۔ ۴۹۔ ۵۰۔ ۵۱۔ ۵۲۔ ۵۳۔ ۵۴۔ ۵۵۔ ۵۶۔ ۵۷۔ ۵۸۔ ۵۹۔ ۶۰۔ ۶۱۔ ۶۲۔ ۶۳۔ ۶۴۔ ۶۵۔ ۶۶۔ ۶۷۔ ۶۸۔ ۶۹۔ ۷۰۔ ۷۱۔ ۷۲۔ ۷۳۔ ۷۴۔ ۷۵۔ ۷۶۔ ۷۷۔ ۷۸۔ ۷۹۔ ۸۰۔ ۸۱۔ ۸۲۔ ۸۳۔ ۸۴۔ ۸۵۔ ۸۶۔ ۸۷۔ ۸۸۔ ۸۹۔ ۹۰۔ ۹۱۔ ۹۲۔ ۹۳۔ ۹۴۔ ۹۵۔ ۹۶۔ ۹۷۔ ۹۸۔ ۹۹۔ ۱۰۰۔

کے بھولنے سے پھر یاد کرنے سے یعنی یہ امر ممکن ہے کہ اول گواہی یا نہیں دیتی تو اس کی نفی کی پھر یاد آتی تو ظاہر کی ایسا اختلاف قول مانع قبول کا نہیں کہ اول  
 قال لیس لی عند فلان شہادۃ ثم جاز بہ فشهدا وقال لا تجزئ لی علی فلان ثم اتی بہا بالجمۃ فانتاہا قبل لما تلتا بخلاف ما اذا قال لیس لی حق ثم ادعی خاتم لیس لیس  
 چنانچہ اگر ایک شخص نے کہا کہ فلاں نے شخص کے نزدیک میرے حق کی گواہی نہیں پھر اسی شخص کو لایا سو اس نے گواہی دی یا یوں بولا کہ میرے حق میں فلاں نے شخص پر کچھ  
 محبت شرعی نہیں پھر وہ محبت شرعی کو دیا یعنی گواہی سے دعویٰ ثابت کیا تو وہ مقبول ہے اس دلیل سے جو ہم نے مذکور کی یعنی بدیل امکان توفیق بالنسب ان ثم التذکر خلاف  
 اس کے جب کہ بولا کہ میرا حق نہیں پھر اس نے حق کا دعویٰ کیا تو وہ دعویٰ مسوع نہ ہوگا تناقض کے سبب سے مگر اگر کوئی کہے کہ یہاں بھی نسیان اور تذکر سے توفیق مذکور  
 ممکن ہے اس کا جواب یوں ممکن ہے کہ اس مسئلہ میں برات ذمہ و علیہ قول اول سے ثابت ہو چکی پھر قول ثانی سے عدم برات ثابت نہ ہوگی کذا فی الطحاوی للامام  
 الذہبی ولہ الخلفۃ ان یقطع من الاطلاع انسانا من طریق الجاۃ ان لم یضرب بالمارة لان للامام ولایۃ ذلک فکذا تائبہ جس حاکم کو بادشاہ نے حکومت دی ہے اس کو  
 اختیار ہے کہ قطعہ زمین کا مین کر دے کسی آدمی کو شاہراہ کے درمیان سے بشرطیکہ اس قدر زمین دینے سے چلنے پھرنے والوں کو ضرر نہ ہو اس لئے کہ بادشاہ  
 کو اس کا اختیار ہے تو اسی طرح اس کے نائب کو بھی اختیار ہے شارح نے کہا یقطع کا لفظ اقطاع یعنی باب افعال سے ہے مجر نہیں صادرہ السلطان ولم  
 یعین بیع مالہ فلو عینہ فکرا الا ان یاخذ البیعت طوعا فباع مالہ بسبب المصادرة صحیحہ لانی غیرہ مکروہ کا مرئی الاکراہ ایک شخص سے بادشاہ نے مال طلب کیا اور  
 اس کے مال کا بیچنا مقرر کیا یعنی یوں نہیں کہا کہ یہ مال بیچ کر مال دے سو اس نے اپنا مال بیچا مصادرة سلطانی کے سبب سے تو اس کی بیع صحیح ہے اس واسطے کہ  
 بائع مکروہ نہیں یعنی بیع پر بالخصوص جبر نہیں ہوا چنانچہ کتاب الاکراہ میں مسئلہ گذر گیا شارح نے کہا سو اگر بادشاہ نے اس کے مال کی بیع مقرر کر دی تو وہ مکروہ ہے یعنی  
 اس کی بیع اب صحیح نہیں مگر یہ کہ وہ شخص جس اس کا اپنی خوشی سے لے تو مکروہ نہ ہوگا بیع اس کی صحیح ہوگی کالذہن اذا حبس بالبدین فباع مالہ لقضائہ صحیح ہوا  
 جیسے کہ دان نے مدیون کو مجبور کیا دین کے سبب سے سو اس نے اپنا مال بیچا دئے دین کے واسطے تو بیع اس کی بالاتفاق صحیح ہے خود بہا زوجہا او غیرہ بالضرر  
 حتی وسمیت مہرہ لم یصح ان قدر علی الضرب لانی مکروہ علیہ زوجہ کو اس کے زوج نے یا اور شخص نے ڈرایا مارے یہاں تک کہ اس نے اپنا مہر بخش دیا تو یہ  
 بیع صحیح نہیں اگر وہ شخص عورت کے مارنے پر قادر ہے اس واسطے کہ اس پر جبر ہوا مال کی بخشش پر ضرب سے ضرب شدید مراد ہے اس واسطے کہ ضرب غیر شدید سے اکراہ  
 ثابت نہیں ہوتا وان اکراہ علی الخلع وفتح الطلاق ولا یسقط المال لان طلاق المکرہ واقع ولا یزیم المال بل یقللہ اور اگر عورت پر اکراہ کیا خلع کرنے پر سو اس  
 نے خلع کیا بعض اپنے مہر کے جو زوج پر ہے تو طلاق واقع ہوگی اور مال ساقط نہ ہوگا اس واسطے کہ مکروہ کی طلاق واقع ہو جاتی ہے اور اکراہ سے مال لازم نہیں ہوتا  
 اس دلیل سے جو ہم نے مسئلہ سابقہ میں مذکور کی م اس میں نظر ہے اس واسطے کہ زوج مکروہ نہیں طلاق میں کذا فی الطحاوی عن المصنف ولو احوالت انسانا علی الزوج  
 ثم وسمیت المہر الزوج لم یصح تاوردی الخلیۃ قلت انما انتم بقولہ فیعلم جلیتہا الا ان یقال انہ یتیمکن المال من مطابقتہ برفعہ الی من لا یشرط قبولہ اور اگر زوجہ نے ایک  
 انسان کے دین کا حوالہ کیا اپنے زوج پر پھر اپنا مہر زوج کو بخش دیا تو وہ صحیح نہ ہوگا فقیہوں نے کہا ہے کہ اور یہ جدید ہے میں کہتا ہوں کہ حلیہ مذکورہ تمام نہ ہوگا  
 مگر زوج کے قبول سے سو زوج اس کے حلیہ کو معلوم کر جاوے گا یعنی تو کیوں کر قبول کرے گا اور حالاں کہ اس کا قبول کرنا شرط ہے مگر یہ کہ یوں جواب دیا جائے  
 کہ مال یعنی صاحب دین جس کے واسطے حوالہ ہوا وہ تادیر ہوگا مطالبہ زوج سے اس کی نالاش کر کے اس ماضی کے پاس جو متال علیہ کے قبول کو شرط نہیں کرتا اتخذ  
 بمرافقہ ملکہ او بالوعدۃ فمتر منہا حائط جبارہ وطلب جبارہ تحویلہ لم یجبر علیہ ومفادہ ان یومر بالرفق واما لادوی ایک شخص نے اپنے ملک میں کنواں یا  
 نجاست کا چہچہ بنایا سو اس سے اس کے ہمسایہ کی دیوار تر ہو گئی اور اس کے ہمسایہ نے اس کی تحویل چاہی تو اس پر حاکم جبر نہ کرے گا اور عدم جبر سے استفادہ  
 ہوتا ہے کہ اس کو نرمی سے امر ہوگا دفع تکلیف اور مشقت کی وجہ سے م عدم جبر کی وجہ سے کہ ہر شخص اپنے ملک میں مختار ہے وان سقط الحائط منہ لم یضمن



عدم تعدیہ اذا حفر فی ملک فکان تسببا اور اگر دیوار گرتی پانی کی تراوٹ سے تو کھو جانے والے پریشان لازم نہ ہوگا اس کے عدم تعدی سے اس واسطے کہ اس نے اپنی ملک میں کنواں کھودا تو یہ تسبب ہوا یعنی انہدام کا سبب انگیز ہوا نہ فاعل اس کا اور ضامن فاعل ہوتا ہے نہ تسبب و مرتبی آخر الامارۃ انہ لوستقی ارضہ متقیلا لا تخمد فتعدی لہا رہ ضمن اور کتاب الامارۃ کے آخر میں گذر گیا یہ مسئلہ کہ اگر ایک شخص نے اپنی زمین کو اتنا سینچا کہ اس میں پانی نہ ٹھہرا سوا اس کے ہمسایہ تک پہنچا یعنی اس کا نقصان ہوا تو تاوان دے گا عمر دار زوجہ بکالہ باذنہا فالعمرۃ لہا والتفۃ وین علیہا لعمرۃ عمر بازوج نے اپنی زوجہ کے گھر میں عمارت بنائی اپنے مال سے درجہ کی اجازت سے تو وہ عمارت زوجہ کی ملک ہے اور جو مال خرچ ہوا وہ زوجہ پر دین ہے بسبب صحیح ہونے اس کی اجازت کے معنی تعمیر کا امر التزام ہے نفقہ کا باعتبار ولالت کے جیسے اپنے دین کے ادا کر دینے کا امر ولو عمر لنفسہ بلا اذنہا فالعمرۃ لہ وین غاصبا للعمرۃ فیوم بالتفریح بطلبہا ذلک اور اگر زوج نے اپنے واسطے عمارت بنائی بدون اذن زوجہ کے تو عمارت کا مالک زوجہ ہے اور وہ غاصب ہوگا زمین کا تو اس کو حکم ہوگا زمین کے خالی کر دینے کا عورت کی طلب سے یعنی اگر زوجہ اس کی طالب ہوگی تو حکم ہوگا ولہا بلا اذنہا فالعمرۃ لہا وین غاصب ہوگا ذلک اور اگر زوجہ کے واسطے بنائی بدون اس کے اذن کے تو عمارت زوجہ کی ہے اور زوج عمارت بنانے میں احسان کرنے والا ٹھہرے گا تو خرچ کا لینا اس کا جائز نہ ہوگا ولو اختلفا فی الاذن وعدمہ دلا بینهما قول المنکر بیمیئہ اور اگر زوج و حین نے اذن اور عدم اذن میں اختلاف کیا اور اس کے گواہ نہیں تو منکر اذن کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہوگا و فی ان العمارۃ لہا اولہ فالقول لہ لانہ ہوا متمک کا افادہ شیخنا و تقدم فی الغصب اور اگر دونوں نے اختلاف اس میں کیا کہ عمارت زوجہ کی ہے یا زوج کی تو بیابان زوج کا قول مقبول ہوگا اس واسطے کہ وہی تو متمک ہے چنانچہ ہمارے استاد نے اس کو بیان کیا ہے اور کتاب الغصب میں یہ مسئلہ مذکور ہو چکا قال بذہ ورضیعتی ثم اعترف بالخطا وصدقته فی طہاء فذل ان تیزوجہا ازالم ثبت علیہ بان قال افادہ بئہ لا ثبت الا بالقول بقولہ بوجہ حق او صدق او کما قلت او شہد علیہ بک شہود او ما معنی ذلک من اثبات اللفظی الدال علی الثبات النفسی ایک مرد نے کہا کہ یہ عورت میری شیرخوار ہے یعنی میری زوجہ کا اس نے دودھ پیا ہے پھر اس نے اپنی خطا کا اعتراف کیا اور عورت نے اس کے چوک جانے کی تصدیق کی تو اس مرد کو اس عورت سے نکاح کرنا جائز ہے بشرطیکہ شیرخوارگی کے قول پر ثبوت نہ رہا ہو اس طرح کہنے سے کہ وہ قول شیرخوارگی کا حق یا راست ہے یا جیسا میں نے کہا ویسا ہی ہے یا اس قول پر لوگوں کو گواہ کیا ہو جو بایں معنی ہوتا ہے ثبوت نفسی پر دلالت کرنے والا ہے شارح نے کہا کہ مصنف نے مثالیں دے کر فائدہ ظاہر کیا کہ ثبات مذکور ثابت نہ ہوگا مگر قول ہی سے مصنف نے عدم ثبات قول کو شرط ٹھہرایا اگر بیوں کہتا کہ اس کی شیرخوارگی حق یا راست ہے یا جیسا میں نے کہا ویسا ہی ہے یا اس پر گواہ کیے پھر بعد اس ثبات قولی کے اپنی خطا کا اعتراف کیا تو قول اس کا مقبول نہ ہوگا اگرچہ عورت بھی اس کی خطا کی تصدیق کرے تو واضح تر ہوتا کہ ان فی الطحاوی دلیل کیون تکرار اقرارہ بذلک ثباتا بخلاف مبسوط فی المبسوط واصلہ ان التکرار لا یثبت بہ الاقرار اور شیرخوارگی کے اقرار کو کمرہ کہنا ثابت ہے یا نہیں اس میں خلاف ہے عالموں کا جو مبسوط میں مشرح مذکور ہے اور حاصل مبسوط یہ ہے کہ تکرار سے اقرار ثابت نہیں ہوتا مطلقا دی نے کہا کہ اگر شارح بجائے حاصلہ کے راجحہ کہتا تو واضح تر ہوتا و لو اخذ جل غریبہ فمنہ عنہ انسان من یدہ لم یضمن لانہ تسبب اور اگر ایک مرد نے اپنے مدیون کو کپڑا سو ایک آدمی نے اس کو اس کے ہاتھ سے کھینچ لیا تو اس آدمی پر تاوان لازم نہ ہوگا اس واسطے کہ کھینچ لینا سبب ساری ہے بھاگنی کی م و اتن کی حق تلفی مدیون کے بھاگ جانے سے تو نازع کی طرف حق تلفی منصف نہ ہوگی جو اس پریشان لازم آوے و کذا اذا دل السارق علی مال غیرہ او امسک ہار با من عدوہ حتی قتلہ عدوہ کما قلنا اور اسی طرح جب کہ ایک شخص نے سارق کو غیر کا مال بتایا یعنی سوا اس نے چورایا یا جو شخص اپنے دشمن سے بھاگاتھا اس کو پکڑ رکھا یا تک کہ اس کے دشمن نے اس کو قتل کیا تو مال کا تاوان اور خون کا قصاص مال اور مسک پر لازم نہ آوے گا اس وجہ سے جو ہم نے مذکور کی یعنی تسبب م یعنی مرتبہ سارق کے فعل سے نہ دلالت سے اور قتل ہوا دشمن کے فعل سے نہ مسک کے فعل سے فی یدہ مال لا انسان فمال لہ سلطان ارفع الی ذلک المال والایۃ الی قطع یدک او ضربک خمین فذلہ لم یضمن الدافع لایکرہ ایک شخص کے ہاتھ میں دوسرے آدمی کا مال ہے سو بادشاہ نے

اس سے کہا کہ یہ مال مجھ کو دے اور اگر مجھ کو نہ دے گا تو تیرا ہاتھ کاٹوں گا یا تجھ کو پچاس بار ماروں گا سو اس نے اس کو مال دیا تو دینے والے پر تاوان دینا لازم نہ ہوگا اس لئے کہ اس پر اگر وہ اور جبر ہوا قال ترکتم دعوائی علی فلان وفوضت امری الی الآخرۃ لا تسمع دعواءہ لہوہ اسی بعد بقول ذکرہ فی القینۃ ایک شخص نے کہا کہ میں نے اپنا دعویٰ جو فلان نے شخص پر تھا چھوڑا اور اپنا امر آخرت پر سونپا تو بعد اس قول کے اس کا دعویٰ سموع نہ ہوگا قینہ میں اس کو ذکر کیا ہے الا اجازۃ تلحق بالافعال علی الصبیح فلو غصب علیا الانسان فاجاز المملک غصبہ صح اجازۃ وجبت فی غیر الغاصب عن الضمان اجازت یعنی جائز کر دینا فعلوں کو بھی لاحق ہوتا ہے بنا بر قول صبیح کے تو اگر ایک نے دوسرے آدمی کی چیز غصب کی سو مالک نے اس کا غصب جائز رکھا تو اس کی اجازت صبیح ہوگی اور اس وقت میں تعری الذمہ ہو جاوے گا غاصب تاوان سے ہم اجازت افعال کی قید اس واسطے لگائی کہ اجازت اقوال میں اختلاف نہیں ہے چنانچہ فضولی کے تصرفات میں و لو اتفح بہ فامرہ بالمحفظہ لا یراعن الضمان مالم یحفظ و تمامہ فی العمادیۃ اور اگر غاصب نے منصوب سے نفع لیا پھر مالک نے اس کی نگہبانی کا امر کیا تو اب غاصب تاوان سے بری الذمہ نہ ہوگا جب تک اس کی تجویٰ حفاظت نہ کرے گا اور اس کا پورا بیان عمادیہ میں ہے م انتفاع کی قید اس واسطے لگائی کہ اگر نفع حاصل نہ کرے گا اور اس کو حفاظت کا امر ہوگا تو مجبر لمر بالمحفظہ کے غصب سے خارج ہو جاوے گا کذا فی الطحاوی و نفع منجلا فی الصحاح لم یصید بہ ہمار وحش و سمی علیہ فجل فی الیوم الثانی قید اتفاقی اور وجہہ یتناس ساعتم لم یجل زلیعی و وجد الحار جبر و حامیتہ لم یوکل لان الشرط ان یدبر انسان او یجر والا فہو کلتیظہ بچا یا بجال جنگل میں تاکہ اس سے گوزر کا شکار کرے اور اس پر بسم اللہ کو ذکر کیا پھر شکاری دوسرے دن وہاں آیا اور گوزر کو زخمی مردہ پایا تو وہ نہ کھایا جاوے گا اس واسطے کہ حلت کی شرط یہ ہے کہ اس کو آدمی زنج کرے یا زخمی کرے اور نہیں تو اس جانور کے مانند ہے جو دوسرے جانور کے سینک کے زخم سے مر گیا شارح نے کہا دوسرے دن کی قید اتفاقی ہے نہ احترازی اس واسطے کہ اگر اس کو اسی ساعت میں مردہ پایا تو حلال نہ ہوگا کذا فی الزلیعی کہ تحریر یا قبل تنزیہا بالاول ارجہ من الشاة سبع الحیدر والخصیۃ والغدة والمثانة والمرارة والدم المسفوح والذکر للآثر الوارد فی کلبۃ ذلک مکروہ تحریمی ہیں بھیڑ بکری سے ساتھ جنیرس فریح اور غصیہ اور زندقہ اور پچکن اور پتہ اور جاری خون اور نازا بدیل اس اثر اور غصہ کے جو اس کی کراہت میں وارد ہے شارح نے کہا اور بعضوں نے ان چیزوں کو مکروہ تنزیہی کہا ہے اور پہلا قول یعنی کراہت تحریمی ان اشیاء کی اقرب دلیل ہے وجہا بعضہم فی بیت واحد فقال ۛ نقل ذکر والاثنیان شاة ۛ کذلک دم فم المرارة والغدة ۛ اور بعضے فقیہوں نے اشیاء مکروہہ کو ایک بیت میں جمع کر دیا سو یہاں کہا ہے سو تو کہہ کہ مکروہ نازا ہے اور دونوں نوٹے اور پچکن اسی طرح خون پھر بتا اور غدد دم اس بیت میں چھ چیزیں ہیں نہ سات وقال غیرہ ۛ اذا ما ذکیت شاة فکلها ۛ سوی سبع نفین الوبال ۛ فمارثم خارج ثم فین ۛ ووال ثم میمان ووال ۛ اور غیر ناظم سابق نے یوں نظم کیا ہے کہ جب بھیڑ بکری نزع کی جاتے تو اس کو کھا سوائے سات چیزوں کے کہ ان کے کھانے میں وبال ہے سو وہ حار مہملہ ہے پھر خستے معجمہ پھر نفین معجمہ اور وال مہملہ پھر دویم اور ذال معجمہ م حار مہملہ سے میا یعنی نزع مراد ہے اور خاہجہ سے خصیہ اور نفین سے غدد اور وال سے دم اور میم اول سے مثانہ اور میم ثانی سے مراءہ اور ذال معجمہ سے ذکر مراد ہے للقا ضی اقراض مال الغائب والطفل واللقطۃ بشرط تقدمت فی القضاۃ قاضی کو غائب شخص اور یتیم اور لقطہ کے مال کو قرض دینا جائز ہے ان شرطوں کے ساتھ جو کتاب القضا میں مذکور ہو چکیں م شروط مذکورہ یہ ہیں کہ یتیم کا وصی نہ ہو اور عقد مضاربت کا کوئی قبول کرنے والا نہ ہو اور مستقرض مقدور والا ہو دے بخلاف الاب والوصی والمندقط الا اذا اشد احمی شاع جاد تصدقہ فاقراضہ اولی زلیعی برخلاف باپ اور وصی لقطہ پانے والے کے یعنی باپ کو صغیر کا مال اور وصی کو یتیم کا مال اور ملتقط کو لقطہ کا مال قرض دینا جائز نہیں ہے مگر جب کہ ملتقط لقطہ کو لوگوں میں خوب ظاہر کر دے یہاں تک کہ وہ مشہور ہو جائے تو اب ملتقط کو لقطہ کا تصدق لہ بالمعنی بالکسر یا یجوز ۛ او ایضاً ۛ کذا فی الطحاوی ۛ ۛ ۛ ۛ ترجمہ ۛ نا سب نہیں اس لیے کہ معنی دانستی یا شکار کے نیزہ کو کہتے ہیں اور گوزر کا زخمی پایا جانا بھی یہی جانتا ہے کہ ایسے ہی معنی ہوں تو ترجمہ یوں چاہیے تھا کہ نیزہ دانستی کو بسم اللہ کہہ کر لٹھا لیا ۛ ۛ ۛ ۛ لیکن ظاہر ہے کہ نہ میں خواہ مادہ میں چھ ہی چیزیں ہوں گی سات کا اجتماع نہیں ہو سکتا ۛ اس لیے گویا تاکی نے ذکر سے شرم نگاہ مراد ہے کہ نہ میں ذکر ہوگا اور مادہ میں فرج ۛ ۛ



کرنا چاہئے تو اس کو قرض دینا بطریق اولی جائز ہو گا کذا فی الزیلع۔ ہم طحاوی کے نسخہ میں یوں عبارت ہے الا اذا انشدا حتی سارع تصدقہ فاقرا عندہ اولی روزوں عاتقوں کا حاصل مطلب ایک ہے قال ان کان انشد یعذب المشرکین فامراتہ طالق قال لا تطلق امراتہ لان من المشرکین من لا یعذب کذا فی التانیہ ایک شخص نے کہا اگر انشد تعالیٰ سب مشرکوں کو عذاب کرے گا تو اس کی عورت پر طلاق واقع نہ ہوگی اس واسطے کہ مشرکوں میں سے بعضوں پر عذاب نہ ہو گا چنانچہ غایہ میں ہے ولما ہر توجیہ ان المراد بهذا البعض من یصدق علیہ المشرک فی الجملۃ بان یکون مشرکاً فی عمرہ ثم یختم بالحنی او اطفال المشرکین فانہم مشرکون شرعاً واذا ثبت ان البعض لا یعذب وہی سابطہ جزئیہ لم تصدق الموجبۃ کلیۃ القائلۃ کل مشرک یعذب قالہ المصنف اور ظاہر توجیہ اور تادیل مسکونہ کی یہ ہے کہ اس بعض غیر مذہب سے وہ لوگ مراد ہیں جن پر لفظ مشرک کا اطلاق فی الجملہ صادق آتا ہو یعنی کسی زمانہ میں مشرک کا مرتکب ہوا ہو اس طرح پر کہ اپنی عمر میں مشرک ہو پھر اس کا خاتمہ بخیر ہو گا تو حید سے یا بعض سے اطفال مشرکین مراد ہوں کیوں کہ وہ شرعاً مشرک ہیں یعنی حکم دین آجائی ان پر مشرک کا اطلاق ہے پر جب یہ ثابت ہوا کہ بعض مشرک مذہب نہیں اور تفسیر سابطہ جزئیہ ہے تو ہر جو کہ مشرک مذہب کا صادق نہ آیا یا کہا ہے مصنف نے اپنی شرح میں مطلق میں ثابت ہے کہ قبل از جزئیہ سے ہر جو کہ صادق نہیں رہتا جو کہ یہاں انکان انشد یعذب مشرکین ہے اس واسطے کہ مشرکین کا الف لام استغراق کا ہے یعنی کل مشرک مذہب اطفال مشرک میں اختلاف ہے علماء کا مشہور یہ ہے کہ وہ بہشت میں داخل ہوں گے وقد اور ذلک علی غیر الاولین و بیان قتال سے دل قائل لا یدخل النار کافر و لکنہا بالمؤمنین قمر اور البتہ ابن دبیان اس پہلی کو باتن کے معاصر اور پھر پھلایا ہے و بیانہ میں سواس نے یوں کہا اور کوئی ایسا قائل ہے کہ کتا ہو کہ دوزخ میں کافر داخل نہ ہوگا لیکن وہ دوزخ مومنوں سے منع ہوگی قالی و مناہ ان الکفار لما یرون النار یؤمنون باللہ تعالیٰ و رسولہ ولا یفہم قال تعالیٰ غلام یک شیخہ ایمانہ لما راو باستان دبیان نے کہا اور اس پہلی کا مطلب یہ ہے کہ کفار دوزخ کو دیکھیں گے اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسول پر ایمان لائیں گے اور اس وقت کا ایمان ان کو توبہ نہ کرے گا حق تعالیٰ نے فرمایا نوحہ کا دوزخ کو ان کا بیان لانا فائدہ نہ کرے گا جب کہ وہ دیکھیں گے ہمارا عذاب ہم تو دوزخیوں پر ایمان کا لفظ بولا گیا اگرچہ نجات دین کی اس ایمان کذا فی سے ممکن نہیں تو یہ کہنا صادر آیا کہ دوزخ مومنین سے آباد کی جاوے گی استغفر اللہ من ذلک لفظ و عجز البیت معنی آخر و ہوائی ہزار ہا نعتہا القانون بامرنا و ہم مومنون لیس البیت سوالان اور بیت مذکور کے پچھلے مصرع کا ایک مطلب اور بھی ہے وہ یہ ہے کہ دوزخ کے منت والے اس کے موکل فرشتے میں جو وہاں کے کام پر قائم اور متعین ہیں اور وہ مومن واقعی ہیں تو اس تقریر سے لازم آتا کہ بیت میں دوسراں میں اگرچہ سواں ثانی میں استہدایک متبع ہے کذا فی الطحاوی قال ابن السنہ و عندی اس ہذا مما یکر ذکرہ و التلظہ بہ دلایلی فی ان یدون ویسطر ولا یقبل تادیل قائمہ انتہی قلت ہذا مع و صرح وجہہ کلیم فیہ نکتہ الاول فلا تقفل ابن شحہ شارح دبیانہ نے کہا کہ میرے نزدیک ایسے کلام کا ذکر کرنا اور اس کا ہونا جائز نہیں اور اس کے لائق نہیں ہے کہ کتاب میں مدون اور مسطور ہو اور مناسب نہیں کہ اس کے قائل کی تادیل معنی بات بنانی قبول کی جائے انتہی کلام ابن شحہ شارح نے کہا میں کتا ہوں اور یہ یعنی بیت کا سواں ثانی یعنی مومنین سے فرشتے مرد ہونا باوجود ظاہر مجوز ہے اس وجہ کے اس میں کلام کیا گیا اور اس کو مسلم نہ رکھا سہا سوال یعنی کافر دوزخ میں داخل نہ ہوگا کیوں کر مانا جاوے گا سوائے کتاب کے دیکھنے والے اس سے غافل نہ ہو جویم ابن شحہ کی شرح دبیانہ میں ہے کہ بعضوں نے یہ حکایت نقل کی ہے کہ ایک شخص نے امام ابو حنیفہ سے پوچھا کہ کیا کہتے ہو اس شخص کے حق میں جو کہتا ہے کہ میں بہشت کی امید نہیں رکھتا اور نہ دوزخ سے ڈرتا ہوں اور مژدار اور خون کتا ہوں اور بدوں دیکھے گو اسی دیتا ہوں اور خدا سے نہیں ڈرتا اور بدشکران رکبت اور سجود کے نماز پڑھتا ہوں اور حق سے بعض رکعتا ہوں اور فتنہ کو دوست رکھتا ہوں سوا امام نے اپنے اصحاب سے پوچھا سوا انہوں نے کہا کہ وہ قائل کافر ہے سوا امام نے تبسم کیا اور فرمایا کہ وہ مومن ہے بہشت اور دوزخ کے مالک سے ڈرتا ہے نہ بہشت اور دوزخ سے اور پچھلی اور تلی کتا ہے اور علم شہادتین کی کو اسی دیتا ہے اور مالا کہ اس نے خدا کو اور رسول کو نہیں دیکھا اور خدا کے علم سے نہیں ڈرتا اس واسطے کہ وہ ظلم سے پاک ہے اور جنازہ کے نماز پڑھتا ہے اور برکت کو مبعوض

۱۔ مگر جب کہ خوب ظاہر کر دے بیان تک کہ اس کا تصدیق درست ہو جاوے تو اس کا قرض دینا بطریق اولی درست ہوگا ۱۱

رکتا ہے اور مال کو جو فتنہ ہے درست رکھتا ہے ظہیر الدین نے کہا کہ اس عبارت میں ایک طرح کا استبعاد ہے تو اس طرح استعمال کرنا جائز نہیں اور میں تو اس حکایت کی صحت کو امام کی طرف نہیں مانتا اگرچہ ایسے کلام کے قائل کو کافر نہیں کہتا مگر ایسے کلام کو حرام کہتا ہوں اور اس کی تاویل اور توجیہ کو نہیں مانتا خصوصاً اس زمانہ میں جس میں بدعات اور اقوال خلاف شرح ذات اور صفات حق تعالیٰ میں پھیل پڑے ہیں انتہی من شرح الوہابیہ کذا فی الطحاوی م سبحان اللہ علامہ ابن ایسہ قول پر اس قدر انکار کرتے ہیں اگر ہمارے زیادہ کے معتدین اور بے باکوں کا کلام سنتے تو واللہ اعلم کیا فرماتے اعداؤ باللہ من مورالادب وفضل الکلام ثم رایت شیخنا قال قاضی بفقہ علی نفسہ بالانکار وانہ کان یمنی لان یدونہ وابلد التوفیق پھر ہم نے اپنے استاد کو دیکھا فرماتے تھے کہ ابن شحنے شارح و بیانہ نے اس کلام و بیانہ سے اپنی ذات پر نظریں کی معنی میں نے ایسے کلام موش کو ناحق نقل کیا اور مصنف و بیانہ کو اس کا مدون کرنا اور کتاب میں داخل کرنا لائق نہ تھا اور خدا سے توفیق درستی کلام کی ہم مانگتے ہیں مگر طبع وی نے کہا ابن شحنے کا مدظل ہر ہے کہ وہ نظم و بیانہ کا شارح ہے اور اس نظم میں یہ بیت بھی داخل ہے جتنی خفہ خافہ بحیث لوراء انسان فتنہ غمونا ولا تقطع جلدہ ذکرہ الا بتشدید الم ترک علی حالہ ایک رو کا ہے جس کی پیروی اس طرح خود ہے کہ اگر آدمی اس کو دیکھے تو گنہگار ہے کہ اس کا فتنہ ہو چکا ہے اور اس کے نازے کی کمال قطع نہیں ہو سکتی مگر سخت درد رسانی سے تروہ اسی حالت پر چھڑا جاتے م فتنہ سے عرض انکشاف مشہد ہے پھر جب کہ وہ خود خود تو قطع کرنے کی حاجت نہ رہی شیخ اسلم وقال اہل النظر لا یطیق الحتان ترک ایضا مانند اس بڑے بے جو مسلمان ہو گیا اور یہ کار دل نے کہا کہ یہ فتنے کی طاقت نہیں رکھتا تو اس کا بھی فتنہ کرنا ترک کیا جائے ولو غن و لم تقطع الجلدۃ کما یظن فان قطع اکثر من النصف کان ختانا وان قطع النصف فما دونہ لایکون ختانا ینتد بہ عدم الحتان حقیقہ و حکما اور اگر فتنہ کیا اور سب کمال نہ کٹی تو دیکھنا چاہیے سو اگر نصف کمال سے زیادہ کٹ گئی تو فتنہ نہ ہو گیا اور اگر نصف کمال یا کم نصف کٹی تو فتنہ لائق شمار کے نہ ہو اسی حقیقی فتنہ ہے نہ حکمی حقیقی فتنہ وہ ہے جس میں سب کمال کٹے اور حکمی فتنہ وہ ہے جس میں نصف سے اکثر کٹے لایک اکثر حکم الکمل والاصل ان الحتان سنتہ کا جاری الخیر و یوم من شعائر الاسلام و محافلہ فلما جمیع اہل بلدۃ علی ترکہ حاکم بہم الامام فلا ینکر الا العذر و عذر شیخ لا یطیقہ ظاہر اور اصل یہ ہے کہ فتنہ کرنا مردوں کے حق میں سنت ہے چنانچہ حدیث میں وارد ہے اور وہ علامات اسلام اور اس کے کمالات سے ہے تو اگر ایک شہر کے لوگ ترک فتنہ پر اتفاق کریں تو مسلمان کا حاکم ان سے قتال و جدال کرے تو فتنہ کسی طرح ترک نہیں ہو سکتا مگر عذر شرعی سے اور جو بڑھا کہ مسلمان ہو اور اس کی طاقت نہیں رکھتا ہے تو اس کا مدظل ہر ہے ورنہ غیر معلوم و قیل بیع مسین کذا فی الملتقی اور فتنہ کرنے کا وقت غیر معلوم ہے معنی کس عمر میں فتنہ کرنا چاہیے بعض قطعی سے ثابت نہیں اور بعضوں نے کہا فتنہ کا وقت سات برس میں کذا فی الملتقی م وجہ اس کی یہ ہے کہ سات برس کے لڑکے کو نماز کا حکم ہے تو اسی عمر میں اس کا فتنہ کرنا چاہیے تاکہ خوب طہارت حاصل ہو یہ قول کافی میں مذکور ہے اور عزازہ اکمل میں اتنا زیادہ کہا ہے کہ اگر اس سے کم ہو تو ہر شے اور اس سے تھوڑا سا زیادہ ہو تو کچھ مضائقہ نہیں اور بعضوں نے کہا جب تک بالغ نہ ہو فتنہ نہ کرے اس واسطے کہ فتنہ طہارت کے واسطے ہے اور قبل بلوغ کے اس پر طہارت واجب نہیں کذا فی الطحاوی و قیل مشر اور بعضوں نے کہا کہ دس برس میں فتنہ کا وقت ہے م وجہ اس کی یہ ہے کہ دس برس کے لڑکے کو نماز کے واسطے حکم ہے تاکہ اس کو عادت پڑے نماز کی و قیل اقضاء اثنا عشر سنۃ و قیل البصرۃ بطاقتہ و ہر الا تشبہ اور بعضوں نے کہا کہ اعتبار مدت فتنہ بارہ برس میں اور بعضوں نے کہا طاقت طفل کا اعتبار ہے اور یہی قول مناسب تر بدلیل ہے وقال ابو حنیفہ لا علم لی بوقتہ ولم یرد عنہ ہافیہ شئی فلذا اختلف الشاخ فقیہ اور امام ابو حنیفہ نے کہا کہ مجھ کو علم نہیں فتنہ کرنے کے وقت کا اور صاحبین سے بھی اس میں کوئی روایت وارد نہیں تو اسی واسطے عالموں کا اس میں اختلاف واقع ہو اور حنان المرأة لیس سنتہ بل مکرمۃ للرجال اور عورت کا فتنہ سنت نہیں ہے بلکہ عورتوں کا مردوں کے واسطے مکرم ہے معنی حق تعالیٰ نے مشرعیتم حنان نسائے مردوں کا اکرام کیا اس واسطے کہ وہ الذہبہ جامع میں کذا فی الطحاوی و قیل سنۃ اور قول ضعیف یہ ہے کہ عورتوں کا فتنہ سنت ہے و قد جمع البیہوطی من ولد ختمنا من الانبیاء علیہم الصلوۃ والسلام فقال ے و فی اللیل فتونا لعل خلقہ بثمان وتسع طبعون اکام ۷ و ہم ذکرنا

لہ میں استدلال کیا۔ مانگتا ہوں بے ادبی اور بے جودہ کلام سے ۱۶۔ اس لیے کہ اکثر کے لیے کل کا حکم ہے ۱۲۔





سواروں کی باعث سے کہا کہ تو تم میں سے آگے بڑھ جائے وہ مجھ سے اس قدر مال لے یا اس نے تیرا زور سے کہا کہ جس کا تیرا نشان پر لگے وہ اتنا پاوے تو جائز ہے اور مسابقت کے مانند فقہاء میں اگر کسی مسلم میں تنازع واقع ہو اور مصیبت کے واسطے مال مقرر ہو ایک جانب سے بشرط احوال ثبات محل کے اس لئے کہ حلت کی وجہ سے کوشاں ہے کیوں کہ دونوں باہوں میں سکھاتا مشق کرنا تقویت دین اور اعلام کلمۃ اللہ کی طرف راجع ہے کذا فی الطحاوی ولا یجوز الاشتباہ فی غیر ذہ الاربعۃ کا بسبب بالاجل والا بالاجل بیجوز فی کل شئی و تھام فی الزلیج اور ان پارس کے سر یعنی گھوڑے اور اونٹ اور پیدل اور تیراندازی کے سوائے اور چیز میں چنانچہ غنیمت پر سوار ہو کر مسابقت کرنا مال شرط کر کے جائز نہیں اور بدو مال کے تو ہر شے میں مسابقت جائز ہے اور اس کا پورا بیان زمینی میں ہے م۔ سب مسائل مذکورہ مسابقت کے قاضی عالمگیری میں ملے۔

مستقل ہیں اور یہ بھی مذکور ہے کہ باب مسابقت میں جواز مذکور ہے مراد حلت ہے۔ استحقاق تو اگر مغلوب شخص مال مشروط کو دے تو حاکم حیر سے اس کو نہ لاوے گا اور یکم قنار اس بنافذ سے گا ولا یصل علی غیر الانبیاء ولا علی غیر الملائکہ الا بطریق التبع اور لفظ صلوة کا سوائے حضرت انبیا اور سوائے حضرات ملائکہ کے اوروں پر نہ بولا جائے مگر بطریق پیروی م یعنی یوں کہنا چاہیے بالاستقلال کہ اللہ صلی علی آل محمد و علی اصحابہ بطریق تبعیت کے یوں کہنا درست ہے کہ اللہ صلی علی محمد و علی آل و اصحابہ و اولیہ و ائمتہ طحاوی نے کہا بعضوں نے غیر انبیا علیہم الصلوٰۃ و التسلیم پر صلوة کا لفظ بالاستقلال جائز کہا اس واسطے کہ حدیث صحیح میں وارد ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہم صلی علی آل ابی اوفی و قورہ تعالیٰ (ابو الذی یصل علیکم و اولئک علیہم صلوة) لیکن جمہور علماء اس کے مانع ہیں اس واسطے کہ حضرت انبیا کے ذکر کی یہ خاص علامت ہے تو غیر انبیا ان کے ساتھ شریک ہوں گے اور جو آیت اور حدیث مذکور ہے وہ دعا پر محمول ہے اور اس میں اختلاف ہے کہ آیا یہ مکروہ محرم ہے یا تنزیہی یا ترک اولیٰ ایسا ذکر کیا ہے جو وہی نے از کار میں اور کہا ہے کہ صحیح قول یہ ہے کہ کراہت تنزیہی ہے اور حضرات انبیا کے واسطے دعا کا لفظ صلوة اس واسطے مشروع ہوا کہ اس میں تعظیم اور تکریم ہے اور انبیا نے کہا کہ معنی صلوة اللہ علی نبیہ کی شاکرنا ہے حق تعالیٰ کا اپنے رسول پر ملائکہ کے نزدیک اور صلوة ملائکہ سے دعا مراد ہے فتح الباری شرح بخاری میں کہا ہے کہ یہ بہترین اقوال ہے اور اسی طرح صلوة غیر ملائکہ سے دعا مراد ہے اور خدا سے شاکر کرنے کی طلب گاری رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم پر کذا فی الطحاوی و فی کبوز الترحم علی النبی قولان یطعن فی الذخیرۃ انہ یکیرہ اور کیا جائز ہے لفظ ترحم کا نبی پر اس میں رد قول میں جواز اور عدم جواز کذا فی الزلیج میں کہتا ہوں اور ذخیرہ میں ہے کہ ترحم کا لفظ نبی پر بولنا مکروہ ہے یعنی یوں کہنا اللہم ترحم علی محمد جائز نہیں م بعضوں نے کہا کہ لفظ ترحم کا جائز نہیں اس لئے کہ صلوة کے مانند تعظیم پر دلالت نہیں کرتا ہے ولذا غیر انبیا اور ملائکہ کو اسی لفظ سے دعا کرتے ہیں اور تحصیل حاصل بھی ہے اس واسطے کہ انبیا مریم میں یقیناً اور بعضوں نے کہا کہ اللہم ترحم علی محمد کہنا جائز ہے اس واسطے کہ سب نبیا سے ہی صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ تر شائق ہیں حجت النبی کے خزانہ اکل میں ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر اس صلوة سے واجب ہے توفیق غریب مسکین فرید پرید کہنا جائز نہیں اور عرب کی تعظیم واجب ہے خصوصاً اہل حریم کی حضرت کے سبب سے خصوصاً مہاجرین اور انصار کی اولاد کی اور مقدم بہ تعظیم اولاد علی راؤ مکر اور احمد عثمان کے ہیں رضی اللہ عنہم انتہی فی الطحاوی سے وجوزہ السیر علی تبعاً لا استقلالاً لکیکن التوفیق و بانہ التوفیق اور سیوطی نے اس کو جائز کہا تبعاً لا استقلالاً تو دونوں قولوں کا اختلاف راجع ہوگا اور خدا سے ہم توفیق خیر کی مانگتے ہیں ولستحب التزعمی للصلوۃ اور مستحب ہے صلوة کرام کو رضی اللہ عنہم کہنا اس واسطے کہ صحابہ کرام طلب نہایت میں نہایت سرگرم تھے اور خوشنودی حق کے واسطے جانبازی کرتے تھے رضی اللہ عنہم کے وہی زیادہ تر سردار ہیں امت کے اور لوگ اگرچہ قطب الانقلاب ہوں ہوں ان کے اپنی رتبہ والے کی برابر نہیں ہو سکتے جس کو اس میں تردد ہو وہ احادیث صحیحہ کو دیکھے و کذا من اختلف فی نبوتہ کذا فی القرین و لقمان اور اسی طرح رضی اللہ عنہ کہنا مستحب ہے ان لوگوں کو جن کی نبوت میں اختلاف ہے چنانچہ ذوالقرنین اور لقمان رضی اللہ عنہما و لیل نقال صلی اللہ علی الانبیاء و علیہ وسلم کما فی شرح القدرۃ للکرمانی اور بعضوں نے کہا جن کی موت میں اختلاف ہے ان کے نام لینے کے وقت یوں لے صلی اللہ علی الانبیاء و علیہ وسلم چنانچہ کرمانی کی شرح تفسیر میں مذکور ہے والرحم للناجین ومن بعدہم لہ جہاب لہا جہا۔ یعنی تیسرے شخص جان کرنے والے کو داخل کرنے سے ۱۱۔ لہی صلوة نازل کر آل محمد پر اور صلوة نازل کر اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ۱۲۔ لہی صلوة نازل کر ذوالقرنین رضی اللہ عنہما پر ۱۳۔ لہی جنت صحیح آل ابی اوفیٰ پر ۱۴۔ لہی جنت کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ۱۵۔



من العلماء والعباد وسائر الاخيار اترجم کا لفظ تابعین کے واسطے ہے اور جو ان کے بعد ہیں از قسم علماء اور عباد اور باقی نیک لوگ م تابعین وہ لوگ ہیں جنہوں نے حضرت کو نہیں دیکھا مگر صحابہ کرام کو دیکھا چنانچہ امام زین العابدین اور حسن بصری رحمۃ اللہ علیہما وکذا یجوز عکسہ ہوا ترجمہ للمصنوع والترصی لکتابین ومن بعدہم علی الراجح ذکرہ الکرمانی اور اسی طرح عکس اس کا جائز ہے معنی ترجمہ صحابہ کے واسطے اور رضی اللہ عنہم تابعین اور ان کے بعد کے صاحبین کے واسطے بنا بر قول راجح کے ایسے ذکر کیا ہے کرمانی نے ومن ولہذا کتب نقہ میں امام کے نام پر رضی اللہ عنہ اور رحمۃ اللہ علیہ دونوں لفظ مذکور ہیں وقال الزیلعی الادولے ان یدعو للمصنوع بالترصی والتابعین بالرحمة ومن بعدہم بالمعقودہ والتجاوز لہذا یطبیح نے کہا بہتر یہ ہے کہ صحابہ کے واسطے رضی اللہ عنہم کے لفظ سے دعا کرے اور تابعین کے واسطے رحمۃ اللہ علیہم اور ان کے بعد اور لوگوں کے واسطے غفر اللہ لہم اور تجاوز اللہ عنہم کے لفظ سے دعا کرے منعوت اور تجاوز کی اس لئے دعا ہوئی کہ تابعین کے بعد ذنوب کی کثرت ہوئی اور امور دنیویہ کے اہتمام میں قلب قلت ہو گئی کذا فی الطحاوی عن الحموی والاعطار باسم البیروز والمہر جان لا یجوز لے الہدایا باسم بدین الیومین حرام اور نوروز اور مہرجان کے نام سے دینا جائز نہیں یعنی تحائف رسانی ان دونوں کے نام سے حرام ہے م نوروز عبارت ہے آفتاب کے آنے سے برج حمل میں وہ پہلی تاریخ ہے فروردی ماہ کی اور مہرجان سولہویں تاریخ ہے مہرماہ کی آتش پرست دونوں دنوں میں عید کرتے تھے اہل اسلام پر مشابہت کفار کی حرام ہوئی اسی طرح بولی اور دیوالی مسلمانوں کو حرام ہے کہ مشابہت ہے منہو کی دان قصد تعظیم کا بظہر المشرکون کفر قال ابو حفص البکیر ان جلا عبد اللہ حسین سندہ ثم ابدی لشکر یوم البیروز بغیرہ تردی تعظیم یوم نقد کفر وجہ عملہ انتہی اور اگر نوروز کی تعظیم از تحریم مقصود ہو جس طرح مشرک اس کی تعظیم کرتے ہیں تو تعظیم کرنے والا کافر ہو جاوے گا ابو حفص کہتے ہیں کہ اگر ایک مرد نے حق تعالیٰ کی عبادت کی ۵۰ برس پھر مشرک کو تحفہ بھیجا ایک انڈا نوروز کے دن بقتضی تعظیم نوروز کے تو بے شک وہ کافر ہو گیا اور اس کا عمل جبط ہو گیا یعنی ساری عبادت اکارت ہو گئی انتہی کلامہ ولوا ہدی مسلم ولم یرد تعظیم الیوم بل جری علی عادی الناس لا یفر اور اگر مسلمان کو نوروز کے دن تحفہ بھیجا اور اس دن کی تعظیم کا ارادہ نہ کیا بلکہ تحفہ رسانی میں لوگوں کی عادت پر چلا تو کافر نہ ہو گا دینی فی ان یصلہ قبلہ او بعدہ لغیا للشیبۃ اور لائق یہ ہے کہ نوروز سے پہلے یا بعد اس کے تحفہ رسانی کرے شبہہ دفع کرنے کے واسطے یعنی نوروز کے دن اگرچہ تعظیم کا قصد نہ ہو لیکن مشابہت کفار کی بلا شک ہے تو آگے پیچھے کرنا چاہیے دفع اشتباہ کے واسطے ووشری فی مالم یشرہ قبلہ ان اراد تعظیم کفر وان اراد الاکل والشرب التعم لا یفر یطبیح اور اگر نوروز کے دن وہ چیز خریدی جو اس کے قبل خرید نہ کی تھی اگر نوروز کی تعظیم کا ارادہ اس خریداری سے ہے تو کافر ہو گیا اور اگر کھانے پینے اور لذت ستانی کا قصد کیا تو کافر نہ ہو گا والا باس بلبس القلانس غیر حیدر کہ اس علیہ ابرہیم فوق بلع اصالح سراجیہ اور کچھ مضائقہ نہیں قلانس کے پہننے میں سوائے ریشمی کے اور سوائے اس کپڑے کے جس پر ریشم ہے چار انگلیوں سے زیادہ کذا فی السراجیہ قلانس جمع ہے قلنسوہ کی اور قلنسوہ کلاہ عمی ہے کہ اہل عجم اس کو سر پر رکھتے ہیں کذا فی الجبرہ مصنف جمع کا لفظ اس واسطے لایا کہ مفید اور رنگین سب اقسام کو شامل ہو ذخیو میں ہے کہ قلنسوہ گوشہ دار ہوتا ہے کذا فی الطحاوی وسمی انہ حرم لبسہا اور ریشمی قلنسوہ اد جس پر چارہم انگل سے زیادہ ریشم ہو اس کے پہننے کی حرمت صحیح قول سے ثابت ہے بخلاف اس قول کے جو شرح مسکین میں قلنسوہ جیری کی حدیث کو ہے کذا فی الطحاوی وندب لبس السواد وارسال ذنب العاتہ بین کنفیہ الی وسط ظہرہ وقیل لموضع الجلوس وقیل شر اور مستحب ہے لباس سیاہ اور زہاد کا شہا لکنا ذیلہ دونوں مؤیدوں کے آدمی پیٹھ تک اور بعضوں نے کہا بیٹھنے کے مقام تک اور بعضوں نے کہا ایک بالشت دیکرہ اسی للرجال کما مرنی باب الکراۃ لبس المعصفر امر عفر قول ابن عمر رضی اللہ عنہما ہنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن لبس المعصفر وقال ایاکم والا عمر فانہما زی الشیطان اور مرووں کو مکروہ ہے چنانچہ باب الکرمیہ میں گذر ہنا کسم کا اور عفران کے رنگین کپڑے کا بدیل قول عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے کہ ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لباس معصفر سے منع فرمایا اور فرمایا کہ بچو کمرن سے کہ وہ ہیئت الالباس ہے شیطان کا ریشم البجلی وایا ح اللہ الزینۃ بقولہ تعالیٰ قل من حرم زینۃ اللہ التي خرج لعبادہ الا یہ اور مستحب ہے تجمل اور انش اور حق تعالیٰ نے زینت کو مباح کی ہے بدیل قول حق تعالیٰ کے تو کہ کس نے حرام کیا اس زینت کو جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے واسطے نکالی الی الاخر لایۃ ہم مرد کو مستحب ہے کہ احسن لباس پہنے اور امام اعظم اپنے اصحاب کو اس کی وصیت فرماتے تھے اور وہ لباس پہنتے تھے جس کی قیمت ۱۰۰ دینار تھی بدیل آئہ کریمہ

تقاسم حرم زینۃ اللہ (آلیہ) اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب حق تعالیٰ بندہ کو نعمت دیتا ہے تو یہ پسند کرتا ہے کہ اس کی نعمت کا اثر اس پر نمودار ہو اور ایک بار رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم باہر نکلے روئے مبارک پہنے جس کی ہزار درم قیمت تھی اور ایک بار نماز پڑھتے تھے اور بدن مبارک پر رات تھی جس کی قیمت چار ہزار درم تھی چنانچہ زینبی نے ذکر کیا ہے امام اعظمؒ سے کسی نے پوچھا کیا ایسا نہ تھا کہ امیر المؤمنین عکرمہ ایسا تمیض پہنتے تھے جس پر ایسے اور ایسے پیوند تھے امام نے جواب دیا کہ وہ امیر المؤمنین تھے حکمت کے سبب سے ایسا کرتے تھے سو اگر وہ بغیر کپڑے پہنتے یا طرح طرح کے عمدہ کھانے کھاتے تو ان کے عامل اس میں ان کی پیروی کرتے اور اگر عامل کو کبھی عمدہ لباس اور طعام نہ ملتا تو ظلم سے حاصل کرتے اس مصلحت سے وہ وضع اختیار کی کذا فی الطحاوی عن ابی اسحق عن ابی اسود وللشباب الغالم ان تقدم علی الشیخ الجاہل ولو قرئتم قال اللہ تعالیٰ والذین اولوا العلم درجات فاعلموا ان اللہ تعالیٰ جہم ویم اولی الامر علی الاصحیح مؤثرۃ الانبیاء بلا خلاف اور جو ان عالم کو تقدم کرنا پیر جاہل پر جائز ہے اگرچہ جاہل قریش کی قوم سے ہر حق تعالیٰ نے فرمایا اور جن کو علم علی ہوا وہ صاحب درجات عالیہ ہیں تو عالم کا درجہ بلند کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے سو جو اس کو ذلیل اور خوار جانے کا اللہ تعالیٰ اس کو دوزخ میں ڈالے گا اور اولو الامر سے جن کی اطاعت کا قرآن مجید میں امر ہے علماء دین ملو میں بنا بر صیح ترین اقوال کے اور وہی وارث ہیں انبیاء کے بالاتفاق اس میں خلاف نہیں پوری آیت یوں ہے واذا قیل الشرا وانا شرا وایرفع اللہ الذی آمنوا منکم والذین اولوا العلم درجات واللہ بما عملون خیر یعنی جب کہا جائے کہ اٹھو تو تم اٹھ کھڑے ہو اگر وہ بلند کرتے ہیں اللہ تعالیٰ درجات ان کے جو ایمان لائے تم میں سے اور ان کے جن کو علم دیا گیا اور جو تم عمل کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس کا عالم اور دان ہے تفسیر سیفادی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عالموں کے بالمخصوص درجات بلند کئے کیوں کہ علم اور عمل کے جامع ہیں اس واسطے کہ علم اپنی بلندی مرتبگی کے ساتھ اس عمل کا مقتضی ہے جو مقررین بزمیہ رفعت ہے اور اسی وجہ سے عالم کے افعال کی پیروی کی جاتی ہے نہ غیر عالم کے افعال کی حدیث میں وارد ہے فضیلت عالم کی عابد پر جیسے چودہویں رات کے چاند کی فضیلت باقی ستاروں پر انتہی طحاوی نے کہا اسی کے احکام قرآن میں ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور لوگوں سے اہل علم کو مجلس میں رفعت اور بلندی دیتے تھے تاکہ لوگوں کو معلوم ہو کہ حضرت کے نزدیک کس قدر ان کی فضیلت اور منزلت ثابت ہے اسی طرح حضرت کے بعد بھی علماء کی تعظیم کرنا چاہیے ابن عباس نے کہا کہ علماء کے درجات اور منین کے اوپر سلت سورت ہے پس ہر درجہ ۵۰ برس کی راہ ہے زندگی میں نے کہا کہ عالم کا حق جاہل اور استاد کا حق شاگرد پر کیساں ہے برابر وہ یہ ہے کہ عالم اور استاد سے پہلے انتہا کلام نہ کرے اور اگر وہ کہیں گیا تو ترس کے مقام پر نہ بیٹھے اور اس کے کلام کو بے ادبی سے رد نہ کرے اور چلنے میں اس کے آگے نہ چلے اور زوج کا حق زوجہ پر اس سے بھی زیادہ ہے وہ یہ ہے کہ اس کی اطاعت کرے جس مباح کام کو وہ امر کرے منقول ہے زکریا سخت واقع ہوا تو ایک بزرگ نے فرمایا کہ طالب علم دعا کریں لوگوں نے کہا اس کی کیا وجہ ہے فرمایا کہ ان میں جو نیک ہیں وہ انہیں سے بہتر ہیں اور جو ان میں بد ہیں وہ اور بدوں سے بہتر ہیں کذا فی الطحاوی مستطرف میں امیر المؤمنین علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے فرمایا علم کو اسی قدر شرف کفایت کرتا ہے کہ اگر جاہل کو علم کیے تو وہ خوش ہو جاتا ہے اور جاہل کو اتنی ندت کافی ہے کہ جاہل بھی جہالت سے بیزا ہے اور اگر جاہل کو جاہل کہیے تو غصہ ہوتا ہے اختصاف لاجل الشریح للنساء والرجال جاز فی الاصح ویکرہ یلموہ و یقل لا دمر فی الخطر ایک شخص نے خضاب کیا آرائش کے واسطے اپنی زوجہ اور اپنی حلال لونڈیوں کے لئے تو جائز ہے صحیح تر قول میں اور یہ خضاب کرنا مکروہ ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ مکروہ نہیں اور یہ مسئلہ گذر گیا کتاب الخطر میں ابو یوسف سے مروی ہے کہ جیسے مجھ کو یہ پسند آتا ہے کہ میری عورت میرے لئے سنگار کرے ویسا ہی پسند آتا ہے اس کو میرا آرائش کرنا اس میں اختلاف ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے خضاب کیا یا نہیں قول اصح یہ ہے کہ نہیں بلکہ واجبہ میں ہے کہ صغیر کو مندی وغیرہ ہاتھ پاؤں میں لگانا لائق نہیں ہے کہ یہ آرائش ہے اور وہ عورتوں کو مباح ہے اکل کی شرح مشرق میں ہے کہ خضاب میں دو مقام پر اختلاف علماء میں ایک یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خضاب کیا یا نہیں انسؓ نے کہا کہ مجھ کو آپ کا خضاب کرنا معلوم نہیں اور بعضوں نے کہا کہ خضاب کیا تھا ان کی حجت ام سلمہ اور ابن عمرؓ کی حدیث ہے کہ انہوں نے حضرت کا زہد خضاب دیکھا اور قول قتادہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے گلے خضاب کیا اور اکثر اوقات میں ترک کیا ہو جو جس نے دیکھا وہ بیان کیا دوسرا مقام یہ ہے کہ خضاب افضل ہے یا ترک کرنا اس



کابھنوں نے کہا کہ ترک افضل ہے اس لیے کہ تغیر پیری سے بہی طرد ہے اور علمائے کہا کہ خضاب افضل ہے اس واسطے کہ صحابہ کرام کی ایک جماعت نے خضاب کیا۔  
 صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا خضاب کرتے تھے اور بعضی رضی اللہ عنہ سے خضاب کرتے تھے چنانچہ یہ حضرت عثمان  
 اور حسن اور حسین اور عقبہ بن عامر اور ابن سیرین رضی اللہ عنہم سے منقول ہے اور ہم حنفیوں کا یہ مذہب یہ ہے کہ خضاب اور رسمہ کا رنگ خوب ہے چنانچہ قتادہ رضی اللہ عنہ میں مذکور  
 ہے نووی شافعی مذہب نے کہا ہمارا مذہب استحباب خضاب کا ہے مرد اور عورت کو زردی اور سرخی کا اور اصح قول میں خضاب سیاہ حرام ہے اس واسطے کہ حدیث صحیح میں وارد ہے کہ  
 پیری کو تغیر کرنا اور بچہ سیاہی سے انتہی قول الا کمل سیاہ خضاب کی حرمت غیر مجاہدیں کے حق میں ہے اور غازیوں کو حرام نہیں کافروں پر رعب ڈالنے کے واسطے اور اصحاب کبار نے  
 جو سیاہ خضاب کیا شاید اس کا یہی محل ہے تالمہ الحموی کذا فی الطحاوی میں نے اپنے استاد میرزا حسن محدث سے سنا وہ اپنے اساتذہ سے نقل کرتے تھے کہ ممنوع وہ سیاہ خضاب  
 ہے جو رسمہ کے سوا اور چیزوں سے ہو اس واسطے کہ صحیح بخاری میں ثابت ہے کہ جب امام حسین شہید ہوئے تھے تو ریش مبارک محضوب بہ رسمہ تھی واللہ اعلم کیا بجز ان یا کمال متکلفی  
 الصصح ماروی انہ علیہ الصلوٰۃ والسلام اکل متکلف جمع الفتاویٰ جیسے جائز ہے کھانا تکیہ لگا کر قول صحیح میں اس واسطے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے  
 کھانا کھایا تکیہ لگا کر کذا فی جمع الفتاویٰ اخذتہ الزلزلا فی بدیۃ فخر الی الغضا لا یکرہ بل یستحب لیسوا الذین علی اللہ علیہ وسلم عن الحارث المال ایک شخص کو زبردست معلوم ہوا  
 اپنے گھر میں سو وہ جاگا میدان کی طرف تویہ مکرہ نہیں بلکہ بجا گنا متنب ہے پس فرار کرنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حبلی دیوار سے وازا خرج من بلدة بها طاعون فان  
 علم ان کل شیء بقدر اللہ تعالیٰ فلا بأس بان یخرج ویدخل وان کان عنده انه لو خرج نجی ولو دخل ابتلی بہ کرہ لہ ذلک فلا یدخل ولا یخرج صیانہ لا غناؤ  
 وعلیہ حمل النہی فی الحدیث الشریف جمع الفتاویٰ اور جب کہ انسان نکلا اس شہر سے جس میں وبا ہے سوا اگر وہ جانتا ہو کہ ہر چیز حق تعالیٰ کی تقدیر سے ہے تو کچھ ضائقہ  
 نہیں اس کے نکلنے میں وبا کے شہر سے اور وہاں جانے میں جہاں وبا نہیں ہے اور اگر اس کے نزدیک یہ عقیدہ ہو کہ اگر نکلا تو بچا اور اگر دیکھے شہر میں گیا تو  
 اس میں مبتلا ہو گا تو اس کو یہ مکرہ ہے تو وہاں نہ جائے اور نہ وہاں سے نکلے تاکہ اس کا اعتقاد محفوظ رہے اور اسی تفصیل پر خروج اور دخول کی یہی حدیث  
 شریف میں محمول ہے کذا فی جمع الفتاویٰ فقہ فی بلدہ لیس فیہا غیرہ افضہ منہ یرید ان یغیرہ و لیس لہ ذلک بزازیہ وغیرہ مسائل شرعیہ کا عالم ایک شہر میں  
 ہے کہ وہاں اس سے زیادہ ترک کوئی عالم نہیں اس نے جہاد کا ارادہ کیا تو اس کو یہ جائز نہیں ہے چنانچہ بزازیہ وغیرہ میں ہے م یہ قول محمول ہے اس جہاد میں  
 جو مؤخر فرض عین نہیں ہو گیا اس واسطے کہ نفع ایسے عالم کا مسلمانوں کو زیادہ تر ہے ثواب میں اس جہاد کے ثواب سے جو فرض عین نہ ہوا بلکہ فرض بالکفایہ  
 ہے قضی المدیون الدین الموہل قبل المحلول او مات فعل بموتہ فاخذ من ترکۃ لایاخذ من المراثۃ التی جرت بینہا الا بقدر ما مضی من الایام  
 و بموجب اب المناخر بن قنیہ و بہ التی المرحوم ابوسعود آندی مفتی البروم و علیہ بالرفق للبا بنین تقدمتہ قبل فصل القرض مدیون نے دین موہل کو میعاد کے  
 آنے سے پہلے ادا کیا اور مدیون مرگیا سوا اس کے مرنے سے دین حال ہو گیا یعنی موہل نہ رہا فی الحال واجب الادا ہو گیا سو میت مدیون کے ترکہ سے لیا گیا تو  
 نہ لے اس منفعت سے جو دائن اور مدیون میں ٹھہر گئی مگر بقدر ایام گذشتہ کے اور یہی جواب ہے علمائے متاخرین کا چنانچہ قنیہ میں مذکور ہے اور اسی کا فتویٰ دیا ہے  
 مرحوم ابوسعود آندی مفتی بلا دردم نے اور رعایت جانیں کو اس کی وجہ مذکور کی ہے اور مقرر میں نے اس مسئلہ کو فصل قرض سے پہلے بیان کب سے صورت اس کی  
 یہ ہے کہ کوئی چیز دس درم نقد سے خرید کی اور دوسرے کے ہاتھ ۲۰ درم کو بیع کی دس مہینے کے وعدہ پر پھر اگر مدیون نے پانچ مہینے کے بعد دین ادا کیا یا پانچ  
 مہینے کے بعد مرگیا تو صاحب دین کو چاہیے پانچ درم نفع لے اور پانچ درم چھوٹے کذا فی الطحاوی فرغ مسئلہ ملحقہ شاج کانی آخر الکتاب فیغنی فی فہم القرآن فی کل اربعین یوما  
 ان یختم مرۃ آخر کثر الدقائق میں ہے کہ حافظ قرآن کو لائق یہ ہے کہ ہر چالیس دن میں ایک بار قرآن مجید کو ختم کرے اس واسطے کہ مقصود فہم معانی ہے نہ مجرد تلاوت تعالیٰ  
 انشاء اللہ بدون القرآن خاتمہ قرآن خواں پر سلام کرنا چاہیے اور قاری کو سلام کا جواب دینا اور نہ دنیا دونوں درست ہیں قول صحیح میں اور جب قاری آذان سے

فصل ۱۰ جواز خضاب و رسمہ ۱۲۔ ۱۳۔ قرآن کے احکام۔ ۱۴۔ کیا نہیں سمجھے قرآن کو ۱۵۔

تو افضل یہ ہے کہ چپ رہے اور اذان سنئے اور حبیبی کا نام قرآن میں آوے تو اس پر صلوٰۃ واجب نہیں امام سے روایت ہے کہ جس نے قرآن کو مال میں دوبار تم کیا تو اس نے قرآن کا حق ادا کیا اور قاری قیام نہ کرے مگر باپ یا معلم یا عالم کے واسطے قنہ میں ہے کہ ہر مہینہ میں ایک بار ختم کرے اور مستحب ہے کہ اس کے واسطے تطہیر و تحسین لباس اور خوشبو لگانا اور حروف ادا کرنا اور اس مکان کو قنایل اور شروع سے روشن کرنا اور اہل و عیال کو ختم کے وقت جمع کرنا اور ان کے واسطے برکت اور مغفرت کی دعا کرنا اور ختم کے بعد پھر قرآن کا شروع کرنا اور قرآن کو مصحف سے پڑھنا اور مستحب یہ ہے کہ تین دن سے کثرت میں ختم نہ کرے اور مستحب ہے کہ ہر سال ایک بار اس کو قرآن سناوے جو اس سے زیادہ ترجیحا ہو اور بہترین اوقات قرآن کی واسطے ماہ مبارک رمضان ہے اور بازار میں اور سرائی کے واسطے اور ناپاک مکان میں قرآن پڑھنا مکروہ ہے اور مصحف پر کوئی چیز نہ رکھے اور مصحف کو رکھ نہ پھوڑے پڑھا کرے تاکہ وہ مہجور اور متروک نہ ٹھہرے اور اگر اُمی آدمی مصحف کو اپنے گھر میں رکھے برکت کی نیت سے تو مکروہ نہیں اور تفسیر قرآن کو اپنی عقل سے اور کسی ترتیب جائز نہیں اور اگر مصحف ایسا کہتہ ہو گیا ہو کہ اس میں پڑھنا لکھن نہیں تو پاک کپڑے میں لپیٹ کر بتلی قبر کے مانند بھود کر دفن کر دے یا اس کو دھو ڈالے یا ایسی جگہ میں رکھ دے جہاں نجاست اور طمحوں کے ہاتھ نہ پہنچیں اور مصحف اور کتب تفسیر اور فقہ اور کتبہ منظمہ کی طرف پاؤں پھیلا نا نوم یا غیر نوم میں مکروہ ہے اور جو قرآن غلط پڑھتا ہو تو بتانا افضل ہے جیسے راہ بھولے کو راہ بتانا حدیث میں وارد ہے کہ میری امت کے گناہ میرے سامنے آئے تو میں نے اس سے زیادہ ترکوئی گناہ نہ دیکھا کہ مرد آیت یا سورت بکھڑکھول گیا نسیان سے مراد ہے کہ اس کو مصحف سے پڑھنا ممکن نہ ہو اور لوٹ کر قرآن پڑھنے میں کچھ مضائقہ نہیں لیکن پڑھنے کے وقت اپنے دونوں پاؤں سمیٹ لے اور اگر لڑکا گھر میں قرآن پڑھتا ہو اور گھر والے کام میں مشغول ہوں تو ترک سماع میں معذور ہیں اگر انھوں نے کام شروع کیا ہو پڑھنے سے پہلے اور اگر قرآن پڑھنا شروع ہو گیا تو معذور نہیں اور یہی حکم فقہ خوالی کا ہے قرآن خوالی کے نزدیک کذافی الطحاوی ملقطا واللہ اعلم واستغفر اللہ العظیم





# کتاب الفرائض

یہ کتاب ہے فرائض کے مسائل میں ہم فرائض جمع ہے فریضہ کی اور وہ مشتق ہے فرض سے اور فرض لغت میں معنی تقدیر اور قطع اور بیان کے ہے اور اصطلاح شرع میں فرض وہ ہے جو ثابت ہو دلیل قطعی یقینی سے اس قسم کے فقہ کے مسائل کو فرائض اس واسطے نام رکھا کہ سماں مقدر مقطوع مبین ہیں جو دلیل قطعی سے ثابت ہیں تو اس میں لغوی معنی اور شرعی دونوں یکجا ہو گئے کذا فی العالمگیریۃ عن الاختیار شرح المختار فی اصول من فقہ و حساب لغز با حق کل من التزکیر فرائض علم ہے فقہ اور حساب کے ان قواعد کا جن سے ہر ایک وارث کا حصہ ترکہ سے معلوم ہو جاتا ہے ہم اور موضوع علم فرائض کا ترکات ہیں اور غایت اس علم کی ایصال حقوق ہے اہل استحقاق کو اور ارکان اس کے تین ہیں وارث اور مورث اور مورث اور شرط اس کے تین ہیں مورث کی موت اور وارث کی حیات حقیقی ہو یا تقدیری چنانچہ حمل اور علم و جراثیم کا اور اسباب اور موانع اس کے آگے مذکور ہوں گے اور اس علم کے استخراج کے تین اصول ہیں کتاب اللہ اور حدیث چنانچہ نانی کے ارث مغیرہ اور ابن سلمہ کی شہادت سے ثابت ہے اور اصل الشیخ امت ہے چنانچہ داد سے کی ارث عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اجتہاد سے ثابت ہے اور اسی پر اجماع اصحاب کرام کا ہو گیا اور قیاس کو فرائض میں کچھ دخل نہیں کذا فی المطاوی مختصر أو المحقق ہنا خمسۃ بالاستقراء اور حقوق بیاں پانچ ہیں باعتبار تلاش اور تفحص کے یعنی حقوق کا منحصر ہونا پانچ میں ضرورتاً ہے نہ صریحاً لان الحق مالکیت اولاد اولاد اس واسطے کہ حق متعلق بہ ترکہ میت یا میت کا ہے یا میت پہلے یا نہ یہ ہے نہ وہ الاول الذمیر والثانی اما ان متعلق بالذمہ وہ بالذمہ مطلق اولاد وہ بالمتعلق بالبعین اول یعنی میت کا حق تجہیز ہے یعنی میت کا سامان مرنے کے وقت سے دفن کرنے تک اور دوسرا بالمتعلق بذمہ میت ہے وہ دین مطلق ہے یا متعلق بذمہ مین اور وہ متعلق بعین ہے والثالث اما اختیاری وہ بالوہیت او اضطراری وہ بالمیراث اور تیسرا یا اختیاری ہے وہ وصیت ہے یا اضطراری ہے جس میں اختیار کو کچھ دخل نہیں وہ میراث ہے کہ شرع کی جہت سے ثابت ہے وہی فرائض لان اللہ تعالیٰ تہم بنفسہ وادئمہ وضوح النہار بشمسہ اور میراث کا فرائض نام رکھا گیا اس لئے کہ حق تعالیٰ نے میراث کو خود بذات پاک قسمت کیا اور اس کو ظاہر اور روشن کر دیا جیسے دن کو روشن کر دیا اپنے آفتاب سے ہم میراث کو قسمت کیا یعنی ہر وارث کا حصہ آپ ٹھہرایا اور اس کی تقدیر ملک مقرب اور بنی مرسل پر موقوف مین کی اور ہر ایک حصہ نصف اور ربع اور ثلث اور سدس سے خود یکھم مقدس بیان کر دیا بخلاف باقی احکام کے صلوة اور زکوٰۃ اور صوم اور حج وغیرہ اسے کہ ان میں نسوس مجمل ہیں سنت نبویہ میں اس کا بیان واقع ہوا کذا فی المنع قلت ولذا سماہ صلی اللہ علیہ وسلم نصف العلم بشیرۃ بالنفس لا غیر واما غیرہ فبالنفس تارة وبالقیاس اخری میں کتابوں اور اسی واسطے یعنی بسبب تقسیم ربانی کے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے علم فرائض کا نام نصف العلم رکھا بسبب ثابت ہونے اس علم کے فقط نفس سے نہ غیر نفس سے اور غیر فرائض تو کبھی نفس سے ثابت ہے اور گاہے قیاس سے ہم بیان اس کا یہ ہے کہ علم یا فقط نفس سے ثابت ہے یا نفس اور غیر نفس دونوں سے ثابت ہے تو جو علم کہ فقط نفس سے ثابت ہے وہ فرائض ہے اور جو نفس اور غیر نفس دونوں سے ثابت ہے وہ فرائض کے سوا اور علوم دینی ہیں اور نفس سے مراد وہ ہے جو اجماع کو بھی شامل ہے اس واسطے کہ بعض مسائل فرائض کے اجماع است

سے ثابت ہیں وکیل تشدد بالموت وغیرہ بالجیوة اور بعضوں نے کہا نصف ہونا بسبب متعلق ہونے فرائض کے موت سے اور غیر فرائض کے جیات سے ہم یعنی فرائض نصف علم اس واسطے ہوا کہ انسان کے دو حال ہیں موت اور حیات سو فرائض موت سے متعلق ہے اور باقی علوم حیات سے اور ایک حال نصف ہے مجموعہ دو حال کا لہذا حدیث شریف میں فرائض کو نصف علم فرمایا اور بالضروری وغیرہ بالاختیاری یا کہ فرائض سبب ضروری سے ثابت ہے اور غیر فرائض سبب اختیاری سے ثابت ہے ہم یعنی جس سے ملک ثابت ہوتی ہے وہ دو قسم ہے اختیاری اور ضروری اختیار جیسے کسی چیز کا خرید کرنا یا بھوکنا اور وصیت کرنا اور ضروری چنانچہ ارث تو اس واسطے فرائض کو نصف علم فرمایا اور ارث الحی من الحی ام من المیت المعتد اتانی شرح الوہبانیۃ اور کیا ارث زندہ سے کو زندہ سے ہوتی ہے یا مردے سے معتد قول دوسرا ہے یعنی زندہ وارث ہوتا ہے مردے کا لہذا فی شرح الوہبانیۃ م شرح وہبانیہ میں ہے کہ ارث کے وقت میں علماء کا اختلاف ہے مشائخ عراق کے نزدیک آخر جزاء جزاء حیات مورث سے وقت ہے میراث کا اور مشائخ بلخ کے نزدیک وقت ارث بعد مرجانے مورث کے ہے اس واسطے کہ جب تک وہ زندہ ہے اپنے جمیع اموال کا مالک ہے ہر طرح سے تو اگر اس کا وارث اس حالت میں مالک ہو تو لازم آوے کہ ایک چیز دو شخصوں کی ملوک ہو علی وجہ الحال اور اس امر کو عقل تسلیم نہیں کرتیں لہذا فی الطحاوی مختصر مبداء من ترکۃ المیت الخالیۃ عن تعلق حق لغيرہ یعنی اگر اس والہ العبد الجانی والماذون المدیون والبیع المحبوس بالتمس والد ارست جہۃ ابتداء کی جائے میت کے اس ترکہ سے جو مالی ہے تعلق حق غیر سے عین ترکہ کے ساتھ چنانچہ رہن اور عید جانی اور غلام ماذون مدیون اور وہ بیع جو محبوس بنیں ہے اور اجارہ کا گھر میں ترکہ لغت میں معنی متروک ہے اور اصطلاح میں ترکہ وہ مال ہے جس کے عین سے غیر کا حق متعلق نہ ہو گیا ہو تو مال کی قید سے اہل و عیال ترکہ سے خارج ہو گئے تعلق حق غیر کا عین ترکہ سے چنانچہ رہن وغیرہ رہن کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص نے کوئی چیز مثلاً باغ گرور رکھا پھر رہن مر گیا اور باغ مرتن کے پاس ہے اور رہن نے سوائے باغ کے کوئی مال نہیں چھوڑا تو مرتن کا دین مقدم ہے رہن کی تجمیز تکفین پر کیوں کہ غیر کا حق عین باغ سے متعلق ہو گیا سو اگر اسے دین کے بعد کچھ باقی رہے گا تو تجمیز میں صرف ہوگا اور عید جانی کی صورت یہ ہے کہ غلام نے اپنے مولیٰ کی حیات میں کسی کو قتل کیا اور مولیٰ کا کچھ مال نہیں سوائے غلام کے اور مولیٰ مر گیا تو مقتول کا وارث اس غلام کا زیادہ تر حقدار ہے مولیٰ سے مال اگر دیت دے کہ کچھ باقی رہے تو اس سے مولیٰ کی تجمیز تکفین ہوگی اور عید ماذون مدیون کی یہ صورت ہے کہ اس پر لوگوں کے دین ہیں مالک کی زندگی میں پھر مالک مر گیا اور اس کا کچھ مال نہیں سوائے اس کے تو اس باب دیون مقدم ہیں تجمیز پر اور بیع محبوس کی صورت یہ ہے کہ مثلاً غلام بیچا زید کے ماتہ من معین پر اور مشتری نے ہنور من ادا نہیں کیا اور بائع نے غلام کو روک رکھا اپنے پاس اور مشتری کا کچھ مال نہیں سوائے اس غلام کے تو بائع حق ہے اس غلام محبوس کا تجمیز مشتری سے اور وارستہ جہ کی یہ صورت ہے کہ صاحب خانہ نے گھر زید کو کرایہ دیا اور زید نے اس کی اجرت پیشگی دی پھر صاحب خانہ مر گیا سو اجارہ منہج ہو گیا اور زید مستاجر کی کچھ اجرت باقی رہی اور صاحب خانہ نے سوائے اس گھر کے کچھ اور ترکہ نہیں چھوڑا تو زید مقدم ہوگا صاحب خانہ کی تجمیز پر لہذا فی الطحاوی وانا قد مت علی تکفین تعلقاً بالمال قبل صیرورۃ ترکۃ اور حقوق مذکورہ مقدم نہیں ہونے تکفین پر بلکہ بسبب متعلق ہو جانے حقوق کے مال کے ساتھ مال کے ترکہ ہو جانے سے پہلے یعنی مال کا ترکہ ہونا تو موت کے بعد ہوتا ہے سو یہ حقوق تو قبل از موت کے متعلق ہوا ہو گئے تھے تجمیزہ لعمریہ تکفین من غیر تقیر ولا قبضہ لکفن السنۃ اور ثابکان علیہ فی حیاتہ ترکہ میت سے ابتداء کی جائے میت کی تجمیز بدون تنگی اور فنول خرچی کے چنانچہ کفن مسنون یا بقدر اس کے جو میت اپنی زندگی میں پنتا تھا شارح نے کہا تجمیز تکفین کو بھی شامل ہے ہم ضو السراج میں ہے کہ تنگی اور اسراف کفن کا دو طرح ہے شمار کی راہ سے اور قیمت کی راہ سے سو شمار کے اعتبار سے مرد



کے کفن میں تین کپڑے ہیں اور عورت کے کفن میں پانچ ہیں تو اگر مرد کو کفن دیا تین کپڑے سے زیادہ تو یہ اسراف ہے اور تین سے کم دیا تو یہ تنگی ہے اور اگر عورت کا کفن پانچ کپڑوں سے زیادہ کیا تو یہ اسراف ہے اور اگر پانچ سے کم کیا تو یہ تنگی ہے اور قیمت کے اعتبار سے اگر مرد زندگی میں دس روپیہ کی قیمت کے کپڑے پہنتا ہو تو اگر اس کا کفن اس سے زیادہ کیا تو اسراف ہے اور اگر اس سے کم کیا تو تنگی ہے انتہی اور شارح کی عبارت میں لفظ او یعنی وار کے ہے تو عدد اور قیمت میں حال متوسط معتبر ہو گا چنانچہ مذکور ہو چکا کفن مسنون اس وقت دیا جائے گا جب کہ ادائے دین میں قصور نہ ہوتا ہو تکفین کے بعد اگر کفن مسنون ہونے سے ضرر نہ ہو تو ادائے دین میں تو کفن کفایت دیا جاوے گا کفن کفایت مرد کے دو کپڑے ہیں جدید ہوں یا منسول اور عورت کے اسی طرح تین کپڑے ہیں کذا فی الطحاوی ولو بلک کفنہ فلو قبل تقضہ کفن مرة بعد اخرى اور اگر میت کا کفن تلف ہو گیا تو اگر میت کے پھوٹنے اور پھٹنے سے پہلے کفن تلف ہوا تو اس کو کفن دیا جاوے گا تلف ہونے کے بعد ہر بار تم توضیح اس کی یہ ہے کہ جب قبر کھود کر کسی نے کفن نکال لیا تو اگر میت مدفون ہے قبر میں تو وارثوں پر اس کو کفن دینا دوسری بار واجب نہیں اور اگر میت قبر کے باہر برہنہ ہے تو اول بار کی طرح اس کو کفن دینا چاہیے اگر میت کا بدن درست ہو اور اگر درست نہ رہا ہو تو اس کے ترکہ سے ایک کپڑے میں دفن کرنا چاہیے اور اسی طرح کرنا چاہیے اگر چند بار کفن چورایا گیا ہو ادائے دین اور قیمت سے پہلے اور اگر وارثوں میں ترکہ قسمت ہو گیا اور قضا دیون اور نفاذ وصیت ہو چکی تو وارثوں سے کفن کے واسطے اس قدر داد ہو گا بقدر ان کے میراث کے اور اس سے کفن دیا جاوے گا اسی طرح ہر بار ہو گا تا بقا مال میراث کذا فی الطحاوی دکن من کل مالہ اور ہر بار کفن میت کے تمام مال سے لیا جاوے گا نہ ثلث مال سے نہ تقدیم دیونہ الیٰ لها مطالب من حیث العبادہ میراث کی تجمیز کے بعد ان دیون کا ادا کرنا مقدم ہو گا ترکہ سے جن کا مطالبہ ثابت ہے عباد کی حجت سے مسم حجت عباد کی قید سے وہ دین خارج ہو گیا جس کا مطالبہ حق تعالیٰ کی طرف سے ہے چنانچہ زکوٰۃ کا دین اور کفارہ وغیرہ کا دین ولقیم دین الصمۃ علی دین المرض ان جل سببہ اور صحت کا دین مقدم ہے فرض کے دین سے اگر مرض کے دین کا سبب معلوم نہ ہو مسم صحت کا دین وہ ہے جو گواہوں سے ثابت ہو یا میت نے اپنی صحت میں اس کا اقرار کیا ہو اور مرض کا دین وہ ہے جو میت کے اقرار سے ثابت ہو اور مرض کی حالت میں یا جو مرض کے مانند ہے چنانچہ قتال کے واسطے نکلنا یا رجم اور قصاص کے واسطے والا فیان کا بسطہ السید اور اگر مرض کے دین کا سبب معلوم ہو تو صحت اور مرض دونوں حالتوں کا دین برابر ہے چنانچہ سید شریف نے اس کو شرح بیان کیا ہے مسم معلوم ہونا سبب کا اس طرح ہے کہ دیون نے اپنے مرض میں اس دین کا اقرار کیا جس کا ثبوت بطریق معائنہ کے معلوم ہوا چنانچہ اس نے کچھ خرید کیا تھا یا کسی کا مال تلف کیا تھا تو یہ دین فی الحقیقتہ صحت کا دین ہے اس واسطے کہ اس کا وجوب اس کے اقرار کے سوا ہے اور طرح بھی معلوم ہوا لہذا وہ دین صحت کے برابر ہو گیا حکم میں انتہی کلام السید الشریف تو معلوم ہوا کہ دیون عباد کی تین قسم ہیں قوی و شرط ضعیف قوی وہ ہے جو تجمیز اور تکفین پر مقدم ہے چنانچہ حقوق متعلقہ بعین ترکہ کا لہسن اور وسط وہ ہے جو گواہوں یا صحت کے اقرار سے یا مرض معائنہ سے ثابت ہو اور ضعیف وہ ہے جو مرض کے اقرار سے ثابت ہو اور معلوم کرنا چاہیے کہ ترکہ قبل قضا دیون کے مرہون کے مانند ہے تو اس میں وارثوں کے تصرفات نافذ نہ ہوں گے بشرطیکہ ترکہ دین سے کم ہے یا برابر ہے اور اگر ترکہ زیادہ ہے تو نفوذ تصرفات میں دو چہیں ہیں ایک وجہ یہ ہے کہ تا بقا قدر دین تصرف نافذ ہے اور دوسری وجہ ظاہر قریہ ہے کہ تصرف نافذ نہیں علی قیاس المرہون شرح غنی میں ہے کہ ترکہ مستغرقہ کی بیع کرنے کا حاکم کو اختیار ہے نہ وارثوں کو اس واسطے کہ وارث اس صورت میں مالک اس کے نہیں کذا فی الطحاوی واما دین التدفان اوصیٰ بہ وجب تنفیذہ من ثلث الباقی والا لا اور دین حق تعالیٰ کا چنانچہ زکوٰۃ سوا اگر میت نے اس کے ادا کرنے کی وصیت کی

تو اس کا جاری کرنا تنائی باقی مال سے واجب ہے اور اگر وصیت نہیں کی تو واجب نہیں مگر دین خدا چنانچہ اور حج اور صیام اور نذر اور کفارات تو اگر وصیت نے مثلاً اسقاط نازکی وصیت کی تو مطالبہ ساقط ہوگا اور اگر وصیت نہیں کی اور وارث نے تبرع کیا یعنی اپنی طرف سے مال دے کر اسقاط کیا تو بعضوں کے نزدیک نازکی وصیت سے ساقط نہیں ہوتی ہیں اس واسطے کہ اختیار بالکل معدوم ہے اور اس واسطے کہ فعل وارث کا وصیت سے کمتر ہے تو عدم جواز کا حکم ہوگا تا کہ انحطاط مرتبہ ظاہر ہو اور بعضوں نے کہا کہ مطالبہ ساقط ہوگا وصیت کرنے کے مانند اس واسطے کہ جواز کی دلیل یہاں تو گنجائش رحمت الہی اور اس کے کمال کرم اور فضل کی امید داری ہے اور یہ تو وصیت اور تبرع دونوں کو شامل ہے ابن کمال نے کہا دین کی حقیقت اہل شرع کے عرف میں یہ ہے کہ مال واجب ہو ذمہ پر کسی چیز کے بدلے سے تو خرچ دین ہے اس واسطے کہ منافع حفظ کا بدل ہے برخلاف زکوٰۃ کے اس واسطے کہ اس میں تملیک مال واجب ہے بغیر اس کے کہ کسی چیز کا بدل ہو کذا فی المطاویٰ ثم تقسم وصیتہ ولو مطلقۃ علی الصبیح خلافا لما اختارہ فی الاختیار پھر دین کے بعد وصیت کی وصیت مقدم کی جائے اگر وصیت مطلقہ ہو بنا بر قول صحیح کے برخلاف اس قول کے جس کو اختیار شرح مختار کہا ہے وصیت مطلقہ عبارت ہے ربع مال یا ثلث مال کی وصیت سے اور وصیت معینہ وہ ہے جو فتنے معین سے متعلق ہو چنانچہ گھریا کپڑے یا جاریہ کی وصیت اور بعضوں نے وصیت مطلقہ کے مقابل وصیت مقیدہ کو بیان کیا ہے وہ یہ ہے کہ بعینہ ثلث مال کی وصیت کہے اس طرح کہ مثلاً تین درم یا دینار یا ثلث دار یا ثلث غنم کی وصیت کرے کذا فی المطاویٰ فتاویٰ عالمگیری میں اختیار کے مانند تا تاہ خانہ سے منقول ہے یعنی وصیت مطلقہ میراث پر مقدم نہیں تو موسیٰ لہ وارثوں کا شریک ہے نہ مقدم من ثلث مابقی بعد تجزیہ و دیونہ وصیت جاری ہو اس مال کی تنائی سے جو باقی رہ گیا وصیت کی تجزیہ اور دین کے بعد م وصیت جاری ہوگی ثلث باقی سے نہ اصل مال کے ثلث سے بشرط وقوع تجزیہ اور ادائے دیون کے یا بشرط وجود ایک کے جب کہ دوسرا امر نہ پایا جائے اور اگر تجزیہ اور دیون دونوں نہ پائے گئے اس طرح پر کہ ایک شخص ڈوب گیا یا جل گیا یا درندے نے اس کو کھالیا اور وہ کسی کا دیون نہیں تو تمام کی تنائی سے وصیت جاری ہوگی اور اگر وصیت کا کوئی وارث نہیں یا وارث ہے مگر تمام مال کے ثلث سے تنفیذ وصیت کو جائز رکھتا ہے تو بھی کل مال کے ثلث سے وصیت جاری ہوگی اور تنفیذ وصایا کا ثلث سے مطلب یہ ہے کہ جس قدر مال وصیت کے واسطے کفایت کرتا ہو اتنا مال خیر قسمت سے ساقط کیا جائے نہ اس قدر کو بعد از باقی مال سے اور موسیٰ لہ کو تسلیم کر دینا کذا فی المطاویٰ عن ابن کمال و انما قدمت فی الایۃ اہتما مالکونہا منظمۃ التقریظ اور وصیت آیت قرآنی میں مقدم نہیں کی گئی دین پر مگر اہتمام کے واسطے کہ ہونے وصیت کے منظمۃ تقریظ کا م یہ جواب ہے سوال مقدر کا سوال یہ ہے کہ یہاں وصیت کا رتبہ دین کے بعد ہے اور کلام مجید میں وصیت دین پر مقدم ہے شارح نے جواب دیا کہ وصیت کا اہتمام منظور ہوا منظمۃ تقریظ کے اس واسطے کہ وصیت کا لزوم دین سے کمتر ہے اور اس واسطے کہ وصیت عزباء اور مساکین کا حق ہے اور دین حق ہے ارباب دیون کا جو حاکم سے نالیش کہہ کے لے سکتے ہیں تو اس کے ادا کرنے میں احتمال تھا تقریظ کا بخلاف دین کے کہ ورثہ اپنے مورث کا فراغ ذمہ خود چاہتے ہیں لہذا وصیت کا ذکر دین پر مقدم ہوا اداسے وصیت کی ترغیب کے واسطے تم راہ البائل خامسا لقسیم البائی بعد ذلک بین وراثتہ پھر چوتھے مرتبہ بلکہ پانچویں مرتبہ میں باقی مال بعد امور مذکورہ قسمت کیا جائے وصیت کے وارثوں میں م صرف ترکہ میں پہلے تجزیہ اور تکفین کا مرتبہ ہے پھر دوسرا مرتبہ ادائے دین کا پھر تیسرا مرتبہ وصیت کا تو چوتھا مرتبہ ہوا تقسیم ورثہ کا اور اگر ان حقوق کو اعتبار کیجیے جو عین ترکہ سے متعلق ہیں چنانچہ رہن اور عید جانی تو تقسیم



میراث کا پانچواں مرتبہ ٹھہرے گا معلوم کرنا چاہیے کہ تاخیر قسمت کا محل وہاں ہے جہاں حقوق متقدمہ پاسے جاویں اور اگر حقوق مذکورہ نہ ہوں تو قسمت ہی سے ابتدا ہوگی اور قسمت کا محل وہاں ہے جہاں وارث متقدم ہوں اور اگر ایک ہی وارث ہے تو تمام مال اسی کا ہے سوائے زوجین کے کہ وہ سب مال کو نہیں پاتے روح الشروح میں ہے کہ ورثہ جمع ہے وارث کی اور علماء فرائض کے عرف میں وارث وہ ہے جو باقی رہے بعد فنا ہو جانے اس شخص کے باقی کا نسب یا سبب ثابت ہے وہاں معنی حق تعالیٰ نے فرمایا کہ نحن الوارثون یعنی ہم باقی رہنے والے ہیں بعد فنا خلائق کے لیکن نسب اور سبب کی قید خالق حق سبحانہ کے حق میں ماخوذ نہیں اس واسطے کہ وہ نسب اور سبب سے پاک اور منزہ ہے کذا فی الطحاوی ملخصاً ای الذین ثبت ارثهم بالكتاب مراد وارثوں سے وہ لوگ ہیں جن کی ارث کلام مجید سے ثابت ہے م کتاب اللہ میں باپ اور ماں اور زوج اور بیٹی اور بیٹوں اور بھائی اور بہنوں کی میراث ثابت ہے اور السنۃ کقولہ علیہ الصلوۃ والسلام اطعموا الجراث السدس یا جن کی ارث سنت سے ثابت ہے چنانچہ یہ حدیث رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی کہ حدیث کو سدس کا اطعام کرو یعنی چھٹا حصہ ان کو دوم جدہ کی ارث سنت سے ثابت ہے اسی طرح سگی بہنوں کی بیٹیوں کے ساتھ سنت وہ ہے جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے قولاً یا فعلاً مروی ہو اور حدیث کا لفظ قول کو مخصوص ہے اور کشف المنار میں ہے کہ مطلق لفظ سنت کا سنت نبوی کے اختصام کا مقتضی نہیں اس واسطے کہ اہل شرع کے عرف میں مطلق لفظ سنت سے دین کا طریقہ مراد ہے خواہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا قول یا فعل ہو یا صحابہ کبار رضی اللہ عنہم کا کذا فی الطحاوی سے اولاجماع کجعل الجدا کلاب وابن الابن کالابن یا جن کی ارث اجماع امت سے ثابت ہو چنانچہ دادا کو باپ کے مانند قرار دینا اور پوتے کو بیٹے کے مانند ٹھہرانا اجماع امت سے مراد اتفاق رائے مجتہدین امت محمدی ہے حکم شرعی پر جس زمانے میں کہ واقع ہو اور مراد ان سے اہل حل و عقد ہیں اس واسطے کہ غیر اہل حل و عقد کے اتفاق کا کچھ اعتبار نہیں اور اسی طرح شرائع سابقہ کے مجتہدین کے اتفاق کا کچھ اعتبار نہیں کذا فی الطحاوی ولستم فی الارث ولو لمصحف بلفظی وقیل لا یورث وانما ہو لفقارے من ولدیہ میرفتیہ باحدثتہ ہرجم و نکاح صحیح فلا توارث بفساد ولا باطل اجماعاً و ولاد اور وارث مستحق میراث کا ہوتا ہے مجتہدین جہات کے ایک جہت سے قرابت سے اور نکاح صحیح سے اور ولادت سے خواہ ولادت کی ہو خواہ ولاد مولات کی استحقاق ارث ہر چیز میں ہے اگرچہ مسترد کہ مصحف ہو اسی قول کا فتویٰ ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ مصحف میں میراث جاری نہیں مصحف قومیت کے دو فرزندوں میں سے قاری فرزند کا ہے کذا فی الصیرفیہ جب نکاح صحیح کی قید ہوئی میراث میں تو نکاح فاسد اور باطل سے باہم توارث نہیں م نکاح فاسد وہ جس میں شروط صحت نکاح سے کوئی شرط نہ ہو اور نکاح باطل چنانچہ متعہ اور نکاح موقت کذا فی کتاب النکاح معلوم کرنا چاہیے کہ وارثوں کا حق ترکہ کی مالیت سے اور ترکہ کی ایمان دونوں سے متعلق ہے مانند حق مومی لہ کے تو ایک وارث کو نہیں پہونچتا کہ ترکہ کی ایک چیز مثلاً کتاب یا باغ آپ لے اور اس کی قیمت باقی وارثوں کو دے مگر ان کی رضا مندی سے یہ جائز ہے اور تکفین اور قضاء دین مالیت ترکہ سے متعلق ہے نہ عین ترکہ سے اسی واسطے وارثوں کو جائز ہے کہ اپنے مال سے دین ادا کریں اور انشاء ترکہ کو اپنے واسطے خالص کر لیں کذا فی الطحاوی والمستحقون للترکۃ عشرۃ اصناف مرتبہ کا انادہ بقولہ اور حق ترکہ کے دس قسم کے وارث ہیں علی الترتیب چنانچہ مصنف نے اپنے آئندہ قول میں اس کو بیان کیا ہے فیبداء بذوی الفروض ای السام المقدرۃ تو ترکہ کی تقسیم شروع کی جائے اصحاب الفروض سے فروض سے مراد سهام مقدرہ ہیں م سهام مقدرہ یعنی جو حصے کہ عین اور مصرع ہیں کتاب اللہ اور سنت رسول کریم علیہ الصلوۃ والسلام اور اجماع امت سے سهام مذکورہ ہیں

نصف اور ربع اور ثلث اور ثلث اور سدس یعنی آدھا اور چوتھائی اور آٹھواں اور دوتہائیاں اور تہائی اور چھٹا حصہ دم اثنا عشر عشر من النسب ثلثہ من الرجال وسبعة من النساء واثنا من السبب وہا الزوجان اور تمام اہل فرض بارہ ہیں دس نسب کی راہ سے جن میں تین مردوں میں سے ہیں اور سات عورتوں سے اور دس سبب کی راہ سے اور وہ زوجہ اور زوج ہیں م تین مردوں سے مراد ایک باپ و دوسرا دادا تیسرا بیٹا یا بھائی اور سات عورتوں سے مراد بیٹی اور پوتی اور سگی بہن اور سوتیلی بہن اور خیاں بیٹن اور ماں اور دادی یہ وارث نسبی ہیں اور زوجین وارث سببی ہیں ثم بالعصبات الی الخمس فیستوی فیہ الواحد والجمع وجمعہ للآزدواج النسبیتہ لانہا اقوی بھراہل فردض کے بعد عصبات نسبیہ کو وارث ملے گی اس واسطے کہ عصبات نسبی قوی تر ہیں عصبات سببی سے شائع نے کہا العصبات کا الف لام جنس کا ہے تو اس میں واحد و جمع برابر ہے اور عصبات کو جمع لانا اہل فرض کے مناسبت کے واسطے ہے ثم نسبی کو عصبہ سببی یعنی معتق پر اس واسطے مقدم کیا کہ قوی تر ہے اس واسطے کہ وہ قرابت حقیقی کی وجہ سے ہے اور عصبہ سببی قرابت علمی کی وجہ سے ثم بالمعتق ولوانشی وہ العصبۃ السببیۃ بھرا عصبہ نسبی کے بعد ارث شروع کی جائے آزاد کرنے والے سے اگرچہ وہ عورت ہو اور آزاد کرنے والا عصبہ سببی ہے ثم عصبۃ الذکور لانہ لیس للنساء من الولاد الا ما اعتق بھرا آزاد کرنے والے کے بعد ارث شروع کی جائے آزاد کرنے والے کے عصبات ذکور سے اس واسطے کہ عورتوں کو دلا سے کچھ حق نہیں سوائے اس کی دلا کے جس کو انہوں نے خود آزاد کیا یعنی اگر عورت نے خود آزاد کیا تو اس کی میراث پاد سے گی اور اگر اس کے باپ یا بھائی نے آزاد کیا تو اس کی میراث عورت کو نہ ملے گی مطلقاً وہی میں ہے کہ اگر آزاد مر گیا اور اس نے اپنے مالک کا بیٹا اور بیٹی کو چھوڑا تو اس کی میراث فقط بیٹا پاد سے گا اور اگر مالک کی بیٹی اور بہن کو چھوڑا تو ان کا کچھ حق نہیں انتی ثم الروعی ذوی الفروض النسبیتہ بقدر حقہم بھرا اگر عصبات مذکورین سے کوئی نہیں تو باقی مال بھرا جاوے گا اہل فرض نسبی پر بقدر ان کے حقوق کے یعنی بقدر نسبت ان کے حقوق کے تو صاحب ثلث کو مال باقی کا ثلث دیا جاوے گا اور صاحب ربع کو ربع کا اقل ابن الکمال م اہل فرض نسبی کی قید سے اہل فرض سببی چنانچہ زوجین خارج ہو گئے اس واسطے کہ زوجین کو دوبارہ نہ دیا جاوے گا عمر فاروق اور علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہما کے نزدیک اور عثمان رضی اللہ عنہ کے نزدیک ان کو بھی دوبارہ دیا جاوے گا ابن الصغری نے کہا کہ اس زمانہ میں روعی الزوجین پر فتویٰ ہے بیت المال کے فساد کی وجہ سے اور ذمیرہ میں ہے کہ جو مال فاضل ہو زوجین سے وہ بیت المال میں نہ رکھا جائے بلکہ انہیں کو یعنی زوجین کو بھرا دیا جائے کیوں کہ وہ اقرب ہیں بیت کی طرف من جہۃ السبب بہ نسبت اور شخصوں کے اور اسی طرح بیٹا اور بیٹی رضاعی انتی کذا فی روح الشروع اور حاشیہ مجملہ زادہ میں قنیہ سے ہے کہ بنات معتق اور اس کے ذوی الارحام وارث ہوتے ہیں ہمارے زمانہ میں جن کے معتق کا کوئی وارث نسبی نہ ہو اور اسی طرح ہمارے زمانے میں زوجین پر میراث ہوگا اور اس نے مرصاد سے نقل کیا کہ اب اسی قول پر فتویٰ ہے انتی بھرا مجملہ زادہ نے کہا کیوں کہ اس پر فتویٰ نہ ہو کہ ہمارے زمانہ میں بیت المال نہیں بیت المال تو صحابہ اور تابعین کے زمانے میں تھا اور اگر سلطان یا قاضی کو مال مذکور دیا جاوے تو وہ بیت المال کے مصارف میں صرف نہیں کرتے اور فرائض عبد الوہاب شہید میں بھی اسی طرح روعی الزوجین بتعلیل مذکور مسطور ہے اور روح الشروع میں قنیہ سے مذکور ہے کہ ایک عورت اپنا زوج چھوڑ کر مری سو زوج نے نصف باقی عالم مسلمان محتاج کو دیا تو وہ عند اللہ معذور ہوگا انتی کذا فی المطاوی ثم ذوی الارحام بھرا ذوی الارحام م یعنی جب اہل فرض نسبیہ اور عصبات مذکورہ نہ ہوں تو ترکہ میں ذوی الارحام سے ابتدا ہوگی فرض نسبیہ کی قید اس واسطے لگائی کہ اگر مسئلہ میں احد الزوجین ہوگا تو اس کا فرض حصہ دے کر جو باقی رہے گا وہ ذوی الارحام کو دیا جاوے گا اس واسطے کہ زوجین اہل رو سے نہیں ہیں



تو جیسے اہل فرض کے نہ ہونے سے ذوی الارحام میں تقسیم ہوتی ہے اسی طرح اہل فرض کے باقی رہے مال بھی ان کو دیا جاتا ہے قالہ الاکل  
 ابن کمال نے کہا ذوی الارحام وہ قرابت دار ہیں جن کا نہ حصہ مقرر ہے اور نہ وہ عصبہ ہیں خواہ میث کی مال کی طرف سے قرابت داروں  
 یا اس کے باپ کی طرف سے اور لغت میں ذو رحم قریب من حیثہ الام کو کہتے ہیں کذا فی الطحاوی ثم بعدہم مولی الموالاة کما مر فی کتاب الوارث  
 پھر بعد اصناف مذکورین کے مولائے موالاة ہے چنانچہ بیان اس کا کتاب الولا میں گذر گیا م یعنی جب کہ اہل فرض اور عصبہ اور ذوی الارحام  
 سے کوئی نہ ہو تو مولائے موالاة میراث پاوے گا موالاة لغت میں معنی دوستی کے ہیں اور اصطلاح شرع میں یہ ہے کہ ایک شخص دوسرے سے کہے  
 کہ تو میرا مولیٰ یعنی دوست ہے میرے مال کا تو وارث ہونا جب کہ میں مریں اور میری طرف سے خوبہادینا اگر میں کسی کو قتل کر دوں اور دوسرے  
 نے کہا کہ میں نے یہ قبول کیا تو اب عقد ولایت کی صحیح ہو گئی اور قابل اس کلام کا اس کا مولیٰ ہوا اس کا وارث ہوگا جب وہ مرے گا اور دیت دے گا  
 اس کی طرف سے جب وہ جنایت کرے گا ہم حنفیوں کے نزدیک خلافاً للشافعی اور اگر دونوں طرف سے شرط واقع ہوئی تو بھی درست ہے ابن کمال  
 نے کہا شرائط ولایت یہ ہیں کہ وہ شخص آزاد ہو اور مجاہد ہو اور عربی نہ ہو اور نہ ان کے مولیٰ سے ہو اور عقد ولایت کے وقت اس کا کوئی وارث نہ ہو اور  
 اس کی طرف سے بیت المال یا مولائے موالاة نے خوبہاد ادا کیا ہو انتہی اور اس کے محمول النسب ہونے یا نہ ہونے کی شرط میں اختلاف ہے  
 اور اسی طرح اسلام کی شرائط میں اختلاف ہے واللہ اعلم کذا فی الطحاوی ملخصاً ولہ الباقی بعد فرض احد الزوجین ذکرہ السید الشریف اور بعد  
 فرض احد الزوجین کے باقی مال مولاء موالاة کا ہے سید شریف نے اس کو ذکر کیا ہے م وارث ہونا مولائے موالاة مردی ہے حضرات عمر فاروق اور  
 علی مرتضیٰ اور ابن مسعود اور ابن عباس اور ابن عمر رضی اللہ عنہم سے سو اسی پر ابراہیم نخعی اور ہمارے علمائے عمل کیا ہے اور اس پر دلیل ہے  
 قولہ تعالیٰ والذین عقدت ایمانکم فالتوہم نصیبکم یعنی میراث کا نصیب اہل تفسیر نے بیان کیا کہ مراد اس سے عقد موالاة کا ہے اور امر ہے وجوب  
 کے واسطے اور نصیب کی اصناف ان کی طرف اختصاص پر دلالت کرتی ہے اور وہ استحقاق کی دلیل ہے اور اگر امر برہیل احسان اور موت کے  
 ہوتا تو ارشاد ہوتا فالتوہم نصیباً اور اس بیان سے دفع ہو گیا وہ قول کہ آیت کریمہ میں قسم مراد ہے اس واسطے کہ اس وقت میں فالتوہم نصیبکم اس  
 سے مرتبط نہیں ہوتا بلکہ مراد صنفہ بالیمین ہے بنا برعادت کے اس طرح پر کہ ہر واحد متعاقبین سے دوسرے کا ہاتھ پکڑتا ہے معاقدہ کے وقت  
 اور احادیث اس میں بہت ہیں ازال غلبہ تمیم داری کی حدیث ہے کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کوئی مرد میرے پاس آتا ہے  
 اور میرے ہاتھ پر مسلمان ہوتا ہے تو فرمایا کہ وہ تیرا بھائی اور مولیٰ ہے تو زیادہ تر حق دار ہے اس کی زندگی اور موت میں انتہی یعنی زندگی میں اس  
 کی طرف سے دیت جنایت کی دے اور موت کے بعد اس کی میراث لے کذا فی الطحاوی ملخصاً عن صنوار السراج وشرح الاکمل ثم المقرلہ  
 بنسب علی غیرہ لم یثبت پھر مراتب سابقہ کے بعد وہ شخص میراث پاوے گا جس کے واسطے غیر مقرر بنسب کا اقرار ہوا اس طرح پر کہ اس غیر کے  
 اقرار سے مقرلہ کا نسب ثابت نہیں ہوا م صورت مسئلہ کی یہ ہے کہ زید نے خالد کو کہا کہ یہ میرا بھائی ہے تو زید مقرب ہے اور خالد مقرلہ اور غیر زید  
 کا باپ ہے وہ مقرب علیہ ہے یعنی جب خالد کو بھائی کہا تو زید کا باپ اس کا بھی باپ ٹھہرا تو اگر زید کا کوئی وارث نہیں اور اس نے ایک محمول النسب  
 کو بھائی کہا تو وہ اس کا مال بطریق میراث کے پاوے گا لیکن مقرر کے باپ سے اس کا نسب ثابت نہ ہوگا اور نہ اس کی میراث پاوے گا اس  
 واسطے کہ آدمی کا اقرار اس کی ذات پر حجت ہے نہ غیر پر فتاویٰ عالمگیری میں کافی سے منقول ہے کہ مقرلہ بالنسب علی غیر اس طرح پر کہ اس کا  
 نسب غیر کے اقرار سے ثابت نہیں جب کہ مقرر جائے اسی اقرار کے اعتبار پر چنانچہ یوں اقرار کرنا کہ یہ میرا بھائی ہے یا بہن اور مانند اس کے انتہی

ملہ اور جن سے اقربا نہ ہا تم نے پوچھا ان کو ان کا حصہ ۱۲ ۱۳ یعنی دو ان کو کوئی حصہ

فلو ثبت بان صدقہ المقر علیہ او قریش اقرارہ او شہد رجل آخر ثبت نسبہ حقیقۃ وزاعم الودثۃ وان رجع المقر تو اگر مقر کا نسب ثابت ہو گیا اس طرح کہ مقر نے مقر کی تصدیق کی یا اقرار کیا یا مذاقرا مقر کے یا دوسرے ایک مرد نے مقر کے اقرار کے ساتھ گواہی دی تو اب اس کا نسب حقیقۃ ہو جاوے گا اور مقر کے وارثوں سے مزاحمت کرے گا اگرچہ بعد ہر مذکورہ کے مقر اپنے اقرار سے منکر ہو جائے ہم مقر کی تصدیق طرح کہ مثلاً زید کا باپ کہے کہ ابا خالد میرا بیٹا ہے اور تیرا بھائی ہے اور اسی طرح مقر کے وارثوں کی تصدیق معتبر ہے بشرطیکہ وہ اقرار کے ہوں مثلاً زید کی اولاد یوں کہے کہ خالد ہمارا چچا ہے اور مقر علیہ کا اقرار اس طرح ہو کہ وہ کہے بدو دیافت کرنے اقرار مقر کے کہ وہ میرا بیٹا ہے ہر چند رجوع اقرار سے منع است میں معتبر ہے لیکن جب مقر علیہ کی تصدیق یا اقرار یا شہادت قبل رجوع کے پائی گئی تو رجوع معتبر نہ ہوگا اور مانع نہ ہوگا کذا فی الطحاوی و کذا فی الصدقہ المقر قبل رجوع و قادم فی شرح السراجیۃ سیار روح الشروع وقد لخصتہ فیما علقۃ علیہا اور اسی طرح نہ مقر کا ثابت ہوگا اگر مقر نے مقر کی تصدیق کی قبل رجوع کرنے مقر کے اور اس کا پورا بیان فرائض السراجیہ کی شرحوں میں مذکور ہے خصوصاً روح الشروع میں اور البتہ میں نے اس کا خلاصہ بیان کیا سراجیہ کی شرح میں ہم طحاوی نے کہا کہ شارح اس میں یعنی تصدیق مقر سے اثبات نسب ہونے میں مصنف کی شرح کا تابع ہو گیا ہے اور مصنف نے اس قول کو بعض شراح سراجیہ کی طرف منسوب کیا ہے اور حالاً یہ قول بلا وجہ ہے اس واسطے کہ مقر کی تصدیق سے مقر علیہ سے نسب ثابت نہیں ہوتا اور شارح مصنف کی اخیر عبارت اس میں مزید ہے کہ تصدیق مقر علیہ کی معتبر ہے نہ مقر کی انتہی مخلصاً تم بعد تم الموصی لہ بما زاد علی الثلث و لو بالکل پھر مراتب سابقہ کے بعد وہ شہد ترک میت کا لے گا جس کے واسطے تہائی مال سے زیادہ میت نے وصیت کی اگرچہ تمام مال کی وصیت کی ہو مگر اس واسطے کہ موصی نے اپنا مال ایک شخص کی طرف صرف بلا اضطرار شخص معین کیا تو یہ جائز ہے برخلاف اس کے کہ اگر اس کا کوئی وارث معلوم ہو تو ہائز نہ ہوگا کہ اس میں اس کی حق تقفی ہے اور سید شریف نے اس کی وجہ یہ بیان کی کہ وصیت زائد علی الثلث وارثوں کے سبب سے ممنوع تھی پھر جب کہ ایک بھی وارث نہ پایا گیا تو جس کے واسطے جو موصی معین کر دے گا وہ پورا اس کا مال ہوگا ہمارے نزدیک کذا فی الطحاوی و اما قدم علیہ المقر لاند نوح قرابۃ بخلاف الموصی لہ اور زائد علی الثلث کے موصی لہ پر مقدم نہیں کیا گیا مقر لہ اگر اسی وجہ سے کہ مقر میں ایک طرح کی قرابت ہے یعنی قرابت کا احتمال ہے برخلاف موصی لہ کے کہ اس میں قرابت کا کچھ احتمال نہیں ہم یعنی مال مقر کا قوی تر ہے اس احتمال سے کہ شاید مقر صادق اپنے اقرار میں بلکہ ظاہر حال اسی پر دلالت کرتا ہے کیونکہ وہ اسی اقرار پر مقر مر گیا اور وارث مقدم ہے زائد علی الثلث کے موصی لہ پر مقدم فی بیت المال لا ارثا بل فیئاً للمسلمین پھر مراتب تسو کے بعد میت کا ترکہ بیت المال میں رکھا جائے ارث کی راہ سے نہیں بلکہ بوجہ غنیمت منافع مسلمین کے واسطے لا وارثی مال بیت المال میں رکھا جاتا ہے مگر روح الشروع میں ہے کہ علی مرتضیٰ اسے مروی ہے فرمایا کہ جو اسلام میں بخوشی داخل ہوا اور قرآن ظاہر ہو کر پڑھا تو اس کا حق بیت المال میں ہر سال دو سو دو سو ہے اور ایک روایت میں دو سو دینار ہے اگر وہ دنیا میں نہ پاوے گا تو آخرت میں لے گا اور شرح مختصر طحاوی میں ہے کہ مصارف بیت المال کے علاج ہے بیماروں کا اور اکیان موتی اور نفقہ لقیط اور رجوع جائز ہو کسب اور پیشے سے کذا فی الطحاوی مختصراً و موالعہ علی ما ہنا الرجۃ اور موانع ارث کے برابر اس

پائے ہوئے یا غنما کا ۱۲

۱۱ قال الطحاوی و لفظ المصنف فی شرحہ فلا ینفع المقر رجوعہ عن اقرارہ لان نسب المقر قد ثبت عن المقر

علیہ ومن مزدرة ثبوت نسبہ ارث من المقر و یحیر ارث من المقر تصدیق المقر علیہ او باقرارہ لا باقرار المقر فیکون اقرار المقر و عدم اقرارہ بمنزلۃ فلا

ینفع رجوعہ انتی بکروۃ ۱۲



مقام کے چارہم جب اسباب ارث کے مذکور ہو چکے تو اب موانع ارث کا بیان شروع ہوا اس واسطے کہ ہر چیز کے تحقق میں فقط سبب کا وجود کافی نہیں بلکہ اس کے ساتھ ارتفاع موانع بھی ضروری ہے مانع وہ ہے جس کے ہونے سے مقتضائے سبب نہ ہو سکے ارث عبارت ہے میت حقیقی یا حکمی کے صاحب نسب کی خلافت سے میت کے مال میں یا اس کے حق میں جو خلافت کا قابل ہے یا میت کے صاحب نکاح یا صاحب ولایت کی خلافت سے خواہ نسب اور نکاح اور ولایت حقیقی ہو یا حکمی اور خلافت یہ ہے کہ شخص باقی شخص مانعی کے مانند ہو جائے میت حکمی کی قید اس واسطے لگائی تاکہ مفقود بعد رجائے اس کی مدت کے داخل ہو جائے اور اسی طرح مرتد جب کہ دار الحرب میں لاحق ہو گیا اور نسب اور نکاح اور ولایت حکمی کی قید اس واسطے لگائی تاکہ داخل رہے وہ نسب اور نکاح اور ولایت فقط میت کے اقرار سے ثابت ہو کر ذاتی اطمینان یا شخصاً الرق و لونا قصداً مکاتب و کذا مبعض عند ابی حنیفہ و مالک رحمہما اللہ موانع ارث سے پہلا مانع رق ہے یعنی ملوک ہونا اگرچہ ملک ناقص ہو چنانچہ غلام مکاتب اور اسی طرح وہ غلام جو نصف یا ربع آزاد ہے کل آزاد نہیں امام ابو حنیفہ اور امام مالک رحمہما اللہ کے نزدیک میراث سے محروم ہے و قال ابو حنیفہ و یحب قال الشافعی لایرث بل یورث وقال احمد یث و یورث و یحب بقدر ما فیہ من الحرۃ اور صاحبین نے کہا کہ جس غلام کا نصف یا ربع آزاد ہو وہ بمنزلہ آزاد کے ہے تو وارث ہوگا اور غیر کا حاجب ہوگا اور امام شافعی نے کہا کہ وہ وارث نہ ہوگا بلکہ اس کا مال اس کے وارث کو ملے گا اور امام احمد نے کہا کہ وہ وارث اور مورث اور حاجب ہوگا بقدر اس کے حریت کے جو اس میں ثابت ہے وقد ذکر الشافعیۃ مسئلۃ یورث فیہا الرقیق مع رق کلمہ

۱۔ صورتاً مستان جنی علیہ فلیحق بدار الحرب فاسترق و مات رقیقاً بسرۃ تک الجنایۃ فذیرۃ لورثۃ و لم ارہ لا متنا فحکم اور البتہ علماء شافعیہ نے ایک مسئلہ مذکور کیا ہے جس میں رقیق کا مال مورث ہوتا ہے باوجودیکہ وہ غلام کچھ بھی آزاد نہیں ہوا صورت اس مسئلہ کی یہ ہے کہ حر بنی مستان پر دارالاسلام میں جنایت واقع ہو یعنی کسی نے اس کو زخمی کیا پھر وہ دار الحرب میں لاحق ہوا پھر وہاں گرفتار ہو کر غلام ہوا اور غلامی کی حالت میں اسی زخم کی سرایت سے مر گیا تو اس کا خون بہا اُس کے وارثوں کا ہے اور یہ مسئلہ ہم نے اپنے مذہب کے اماموں کے کلام میں نہیں دیکھا تو اس کی تحقیق اور تحریر کرنا چاہیے

والقتل الموجب للقتل و الکفارة و ان سقطا بجمرة الالبوة علی مامر او رد و سرامنخ ارث کا قتل ہے جو قصاص اور کفارہ کا موجب ہے اگرچہ قصاص اور کفارہ بسبب حرمت پدری کے ساقط ہو جائے چنانچہ کتاب الجنایات میں مذکور ہو چکا قصاص کا موجب قتل عمد ہے اور کفارہ کا موجب شہید ہونا اور خطا اور قائم مقام خطا ہے تو معلوم ہوا کہ جس قتل سے قصاص اور کفارہ متعلق نہیں وہ مانع میراث کا نہیں چنانچہ قتل بالسبب جیسے ایک شخص نے غیر کی ملک میں کنواں کھود یا پتھر رکھا اور اس کا مورث اس میں گر کے مر گیا تو کنواں کھودنے والا اور پتھر کار کھنے والا اس کی میراث سے محروم نہ ہوگا وعند الشافعی لایرث القاتل مطلقاً اور امام شافعی کے نزدیک قاتل مطلقاً وارث نہیں ہوتا خواہ اس کا قتل قصاص اور کفارہ کا موجب ہو یا نہ ہو و لو مات القاتل قبل المقتول و رثۃ المقتول اجمعاً اور اگر قاتل مر گیا مقتول سے پہلے تو مقتول قاتل کا وارث ہوگا بالاتفاق ہم قاتل محروم ہے قتل کے گناہ سے مقتول کا کیا قصور ہے جو میراث سے محروم رہے و اختلاف الملتین اسلاماً و کفراناً و تفسیر مانع میراث کا اختلاف ہے دو دین کا باعتبار اسلام اور کفر کے معنی اگر وارث مسلمان ہے اور مورث کافر یا عکس اس کے تو ایک دوسرے کا وارث نہ ہوگا اور اگر اسلام اور کفر کا اختلاف نہیں چنانچہ ایک یہودی اور نصرانی تو یہ اختلاف دینی مانع ارث کا نہیں ہے وقال احمد ان اسلم الکافر قبل قسمة التركة و رث اور امام احمد نے کہا کہ اگر کافر مسلمان ہو گیا ترکہ مسلم کے قسمت ہونے سے پہلے تو وارث ہوگا و اما المرتد فیورث عندنا خلافاً للشافعی رحمہ اللہ اور مرتد کے مال میں سے یعنی اگر مثلاً جو تھائی آزاد ہوگا تو اس کا جو تھائی مال مورث مٹھے گا اسی طرح اگر آزاد ہونے کی صورت میں کسی قدر میراث پاتا تو اس صورت میں اس کا چہم پادے گا اور جس حصار کا حاجب ہوا اس کے چہم حصہ کا حاجب ہوگا ۱۱ یعنی جس صورت میں کہ باپ مثلاً بیٹے کو قتل کرے ۱۲

تو میراث جاری ہے ہمارے نزدیک برخلاف امام شافعی رحمہ اللہ کے م میراث جاری ہے مرتد کے اس مال میں جو اس نے زمان اسلام میں کسب کیا اس واسطے کہ میراث مسلم کی مرتد سے مستند ہے حالت اسلام کی طرف سے کیونکہ ارتداد سے وہ مالک ٹھہرے گا کہ مقصود زندگی سے ایمان تھا سو اس سے فوت ہو گیا اور جس کا مقصود فوت ہوا وہ معدوم کے مانند ہے بدلیل قولہ تعالیٰ اومن کان میتا فاجیناہ یعنی جو کافر تھا اس کو ہم نے ہدایت کیا لیکن اس پر بھی مرتد سے ہونے بسبب اعتبار اور تذکیر اور تخییر علی الاسلام کے مقصود کی امید ہے تو موت کا حکم ظاہر نہ ہوگا جب تک قطع امید نہ ہو جاوے اس کی قتل یا موت یا قضاء بالحق سے پھر جب امید قطع ہوگی کسی وجہ مذکور سے تو وہ میت ٹھہرے گا ارتداد کے وقت سے تو اس کا سلم وارث کی میراث پاوے گا اور جو اس نے ارتداد کی حالت میں مال حاصل کیا وہ غنیمت ہے مسلمین کی اور صاحبین کے نزدیک اسلام اور ارتداد کا مال وارث مسلم کا ہے اور اگر عورت مرتد ہوگئی تو امام اور صاحبین سب کے نزدیک دونوں حالتوں کے مال وارث مسلم کے ہیں اور امام شافعی کے نزدیک مرتد کے دونوں کسب کا مال بیت المال میں رکھا جاوے گا کذا فی المطاوع مخلصاً قلت و ذکر الشافعیۃ مسئلہ یورث فیہا الکافر صورتاً کافر مات من زوجہ حاملہ و وقفنا میراث الحمل فاسلمت ثم ولدت ورث الولد ولم ارہ صریحاً لا متناہیں کتابوں اور علماء شافعیہ نے ایک مسئلہ مذکور کیا ہے جس میں کافر کے مال کا مسلمان وارث ہوتا ہے صورت اس کی یہ ہے کہ ایک کافر مر گیا اپنی زوجہ حاملہ چھوڑ کر اور ہم نے حمل کی میراث اٹھا رکھی ہو اس کی زوجہ مسلمان ہوگئی پھر اسلام کے بعد لڑکا جنی تو وہ لڑکا وارث ہوگا اپنے باپ کا اور میں نے یہ مسئلہ اپنے علماء کے کلام میں صریحاً نہیں دیکھا امام سلم میں لڑکا اپنی ماں کا تابع ہو اور الرابع اختلاف الدارین فیما بین الکفار عندنا خلافاً لشافعی اور جو تھا مانع ارث کا اختلاف دارین ہے یعنی دو ملکوں کا اختلاف فیما بین کفار کے ہمارے نزدیک برخلاف شافعی کے م اختلاف وارد ہوتا ہے لشکر اور سلطنت کے اختلاف سے اس واسطے کہ فیما بینہم عصمت منقطع ہو جاتی ہے یعنی حفاظت جان اور مال کی باقی نہیں رہتی کذا فی العالمگیریۃ عن الکافی ابن کمال نے کہا کہ اختلاف دارین چند قسم ہے اول یہ کہ حقیقتہً اور حکماً دونوں طرح اختلاف ہو جیسے کافر حربی دار الحرب میں اور کافر ذمی دار الاسلام میں اور ثانی یہ کہ فقط علمی اختلاف ہو چنانچہ وہ حربی مستامن جو اپنے ملک کے جانے پر تیار ہے ساتھ اس ذمی کے جو دار الاسلام میں ہے یا دو کافر حربی دو ملک کے دار الاسلام میں مستامن ہیں یا مستامن مسلم حربی کے ساتھ دار الحرب میں اور تیسرا یہ کہ فقط حقیقتی اختلاف ہو چنانچہ حربی مستامن دار الاسلام میں ساتھ اس حربی کے جو دار الحرب میں ہے اور وہ دونوں ایک ہی ملک کے ہیں اور مانع ارث ہمارے نزدیک پہلے دونوں قسمیں میں نہ تیسری قسم تو مانع اختلاف علمی ہے خواہ اس کے ساتھ اختلاف حقیقتی ہو یا نہ ہو اور امام شافعی کے نزدیک اس کے بالکس ہے تو ذمی اور مستامن میں ان کے نزدیک تو ارث ہے اور قسم ثالث میں تو ارث نہیں انتی کذا فی المطاوعی حقیقتہً کحربی و ذمی اختلاف دار کا حقیقتہً ہو چنانچہ حربی اور ذمی میں م یعنی حربی مر گیا دار الحرب میں اور اس کا باپ یا بیٹا ذمی ہے دار الاسلام میں تو ذمی اس حربی کا وارث نہ ہوگا اور اسی طرح اگر ذمی دار الاسلام میں مر گیا اور اس کا باپ یا بیٹا دار الحرب میں ہے تو یہ حربی اس ذمی کا وارث نہ ہوگا کذا فی العالمگیریۃ عن الکافی او حکماً مستامن و ذمی و کحربیین من دارین مختلفین کترکی و مہندی لانقطاع العصمتہ فیما بینہما یا اختلاف دار کا حکماً ہو چنانچہ مستامن اور ذمی دار الاسلام میں یا چنانچہ دو حربی دو ملکوں مختلف کے چنانچہ ترکی اور مہندی تو ان میں تو ارث نہیں بسبب منقطع ہونے عصمت کے درمیان ان کے م قولہ کحربیین کو اگر اس پر محمول کیجیے کہ دو حربی دو ملک کے اپنے مختلف ملکوں میں ہیں تو یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ یہ من قبیل اختلاف دارین کے ہے حقیقتہً تو اختلاف حقیقتی کے مثال میں اس کو ذکر کرنا تھا اور اگر اس پر محمول کیجیے کہ دو حربی دو ملک مختلف کے دار الاسلام میں بطریق استیمان کے ہیں تو وہ ایک ملک میں ہیں حقیقتہً اور دو ملک مختلف میں ہیں حکماً تو بہتر یہ تھا کہ شارح بجائے کحربیین سے زبردستی مسلمان کرنا ۱۲ اسلہ دار الحرب میں مل جانے کا حکم ۱۳ سے یعنی خوف جان کا ہر ایک کو ایک دوسرے سے دور نہیں ہوتا ۱۴



کے کتا میں کتا انقطاع عصمت اختلاف دار سے اس طرح ہے کہ ہر ملک والا دوسرے ملک والے کے قتل کو حلال جانتا ہے اور مار ڈالتا ہے جب اس کو پتا ہے تو اس میں اس کلام کی طرف سے اشارہ ہے کہ جب مختلف دو ملکوں کے بادشاہوں میں عہد اور پیمان ہو باہم مددگاری کا تو وہ دونوں دارمختلف میں یعنی بمنزلہ ایک ملک کے ہیں کذا فی الطحاوی بخلاف المسلمین برخلاف مسلمین کے معنی فیما بین مسلمین کے اختلاف دار مانع میراث کا نہیں ابن کمال نے کہا کہ اختلاف دار کا باعتبار اختلاف لشکر اور سلطنت کے کفار کے حق میں مستحق ہوتا ہے نہ مسلمین کے حق میں اس واسطے کہ اہل بغی اور اہل عدل باہم وارث ہوتے ہیں اگرچہ باغیوں کا لشکر اور سلطنت علیحدہ ہو اور اہل عدل کا علیحدہ اس واسطے کہ دارالاسلام دارالاحکام ہے تو اسلام کا حکم ان سب کو شامل ہے تو ان میں بتائیں نہیں لشکر اور سلطنت کے اختلاف سے اور دارالحرب تو دارالاحکام نہیں بلکہ دارقر ہے تو وہاں اختلاف لشکر اور سلطنت سے بتائیں دارمستحق ہوتا ہے اتنی اور روح الشروع میں کہا کہ مسلمین میں اختلاف معتبر نہیں اس واسطے کہ بلاد اسلام باوجود وسعت اور بقا عداس کے اطراف کے اور قائم ہونے محاربہ کے مالی بلاد اسلام میں وہ ایک ہی دار ہے شارع کی نظر میں چنانچہ کافروں کے دین باوجود یکہ نفس الامر میں کثرت سے ہیں ایک دین ہے شارع کی نظر میں کذا فی الطحاوی قلت ولقی من الموانع جہالت تاریخ الموتی کالغری فی الحارثۃ والدمی والقتلی کما سبھی میں کتا ہوں اور مجملہ موانع ارث کے باقی رہے تین مانع مجہول ہونا تاریخ موتی کا چنانچہ ڈوبنے والے اور جلنے والے اور دیو یا مکان کے نیچے کے کچلنے والے اور مقتول لوگ چنانچہ اس کا بیان آگے آوے گا یعنی اگر چند لوگ غرق یا حرق سے مر گئے تو ان میں توارث نہیں کیونکہ معلوم نہیں کہ کون پہلے مرا اور کون بعد طحاوی نے ابن کمال سے نقل کیا کہ جہالت تاریخ مانع نہیں اس واسطے کہ اصطلاح میں مانع ارث وہ ہے جس سے ارث کی اہلیت فوت ہو تو اگر میراث فوت ہو سوائے اہلیت کے اور وجہ سے وہ مانع میں داخل نہیں تو جس نے استبہام تاریخ موتی کو مانع کہا اس نے خطا کی اتنی مختصر اور منہاجات الارث وذلك فی خمس مسائل او اکثر مبسوطۃ فی الجہت منہا رصفت صبیح مع ولد و مات و جمل ولد و فلا توارث اور مجملہ موانع ارث کے مجہول ہوتا ہے وارث کا اور یہ جہالت پانچ مسئلوں میں یا زیادہ مفصل مذکور ہے مجتبیٰ میں از مجملہ یہ مسئلہ ہے کہ دایہ نے ایک رٹکے کو دودھ پلایا اپنے رٹکے کے ساتھ اور وہ دایہ مر گئی اور معلوم نہیں کہ دونوں رٹکوں میں سے اس کا رٹکا کون ہے تو دونوں رٹکوں میں سے دایہ کا کوئی وارث نہ ہوگا و کذا الوارثتہ ولد مسلم من ولد غری فی عند النظر مکرر منہا مسلمان ولا یرثان من ابویہا زاد فی المنیۃ الا ان یصلیٰ فلما ان یاخذ المیراث بنیہا اور اسی طرح اگر مشتبہ ہو جائے مسلمان کا رٹکا غری فی کے رٹکے سے دایہ کے پاس اور دونوں رٹکے بالغ ہوں تو وہ دونوں مسلمان ہیں اور میراث نہ پادری گئے اپنے باپوں کی مقلید میں اتنا زیادہ بیان کیا ہے مگر کہ دونوں رٹکے آپس میں صلح کر لیں تو ان کو میراث لینا جائز ہے آپس میں نصف نصف یا جس قدر صلح ہو دوسرے دونوں کا مسلمان ہونا تو اس وجہ سے کہ الاسلام یصلو ولا یصلیٰ صلح اس واسطے جائز ہوئی کہ میراث تو انہیں کی ہے بلا شک ان سے متجاوز نہیں مگر عدم تعین مانع ہے پھر جب صلح ہوئی تو جس قدر واقعی وارث کو پہنچا وہ تو اس کا حق ہے اور جو دوسرے کو پہنچا وہ ہمہ ہوگا حتیٰ کے جانب سے ثم بن ذوی الغرض مقدّم للزوجة لاننا اصل الاولاد منہا متولد الاولاد میر مصنف نے بعد موانع ارث کے ذوی الغرض کا بیان کیا زوجہ کو سب سے مقدم کر کے اس واسطے کہ زوجہ اصل ولا ہے کہ اسی سے تو اولاد پیدا ہوتی ہیں فقال فی فرض للزوجة فصاعدا الثمن مع ولد او ولد ابن دان سفل سوکھا مصنف نے تو مفروض اور معین ہے ایک زوجہ اور چند زوجات کے واسطے اسٹوال حصہ ولد کے ساتھ یا پوتے کے ساتھ اگرچہ سافل ہو یعنی پوتا پر دنا سر دنا م ولد اور ولد لابن خواہ ذکر ہو خواہ انثیٰ اکی زوجہ سے ہو یا اور عورت سے ہر صورت زوجہ کا حق ثمن ہے اولاد کے ساتھ خواہ ایک زوجہ ہو یا چار تو اگر چار زوجہ ہوں تو اسٹوال حصہ آپس میں برابر بانٹ لیں گی عدم اولویت کی وجہ سے کذا فی الطحاوی والربع لہا عند

عند مہما فلزواج حالتان الزلع بلا ولد وانش مع الولد اور چوتھائی حصہ زوجہ کا ہے جب کہ ولد اور ولد الابن نہ ہو تو زوجات کے دو حال ہیں یعنی ربع بلا ولد اور ثمن مع الولد والزلع للزوج فاکثر کما لو ادعی رجلا ان فاکثر نکاح میتہ و برہنا و لم یکن فی بیت واحد منهم ولا دخل بها فانہم یقسمون میراث زوج لعدم الاولیۃ مع احدہما ای الولد او ولد الابن اور زوج کا حصہ چوتھائی ہے ولد کے ساتھ یا ولد الابن کے ساتھ خواہ ایک زوج ہو یا زیادہ چنانچہ دو مردوں نے یا زیادہ دعویٰ کیا عورت مردہ کے نکاح کا اور گواہ لائے اپنے نکاح پر اور وہ عورت ان مدعیوں میں سے کسی کے گھر میں نہ تھی اور نہ کسی مدعی نے اس سے قربت کی تھی تو میراث زوج کو مدعی آپس میں بانٹ لیں گے برابر عدم اولویت کی وجہ سے م اور اگر زوجہ زندہ کے نکاح کا چہرہ مرد دعویٰ کریں اور گواہوں سے ثابت کریں تو گواہیاں ساقط الاعتبار ہوں گی اور عورت اس مدعی کی ہوگی جس کی وہ تصدیق کرے بشرطیکہ اس کے پاس نہ ہو جس کی اس نے تکذیب کی اور اس نے قربت بھی نہ کی ہو اور اگر دعویٰ میں تاریخ کا پس و پیش ہے تو تاریخ سابقہ کا مدعی احق ہے کذا فی المظاہر والنصف لہ عند مہما فلزواج حالتان النصف والزلع اور زوج کا حصہ نصف ہے جب کہ ولد اور ولد الابن نہ ہو تو زوج کے دو حال ہیں نصف بلا ولد اور ربع مع الولد ولاب والجد ثلث احوال الفرض مطلق و ہوا السدس و ذلک مع ولد او ولد الابن اور باپ اور دادا کے تین حال ہیں فرض مطلق یعنی خالی تعصیب سے اور وہ چھٹا حصہ ہے ولد کے ساتھ یا ولد الابن کے ساتھ والتعصیب المطلق عند مہما اور دوسرا حال تعصیب مطلق ہے یعنی خالی فرض سے دونوں کے نہ ہونے کے وقت یعنی جب کہ ولد اور ولد الابن نہ ہو تو بعد ذوی الفردین کے باقی مال کو باپ یا دادا لے گا بطریق عصوب والفرض والتعصیب مع البنت او بنت الابن اور فرض اور تعصیب بیٹی یا پوتی کے ساتھ م باپ یا دادا اول اپنا حصہ فرض یعنی سدس لے گا اور بیٹی یا پوتی اپنا حصہ فرض یعنی نصف لے گی اور جو باقی رہا اس کو باپ یا دادا بطریق عصوب کے لے گا قلت و فی الاشباہ المجدا کالاب الا فی ثلث عشرۃ مسئلۃ خمس فی الفرعین وباقیہ فی غیرہما میں کتا ہوں اور اشباہ میں ہے کہ دادا باپ کے مانند ہے مگر تیرہ مسئلوں میں دادا باپ کے مانند نہیں پانچ مسئلے تو فراموش میں ہیں اور باقی آٹھ مسئلے غیر فراموش میں ہیں م فرض کے پانچ مسئلے یہ ہیں پہلا مسئلہ یہ ہے کہ دادی باپ کے ساتھ وارث نہیں ہوتی اور دادا کے ساتھ وارث ہوتی ہے ۲۔ یہ کہ میت نے جب کہ والدین اور احد الزوجین کو چھوڑا تو بعد حصہ احد الزوجین کے مال اس کی مالیتی کا ثلث پاوے گی اور اگر بھائے باپ کے دادا ہو تو مال اس کی جمیع مال کا ثلث پاوے گی طرفین کے نزدیک ۳۔ یہ کہ بنی اعیان اور بنی علات سب ساقط ہو جاتے ہیں باپ کے ساتھ بالاتفاق اور دادا کے ساتھ فقط امام کے نزدیک ساقط ہوتے ہیں نہ صاحبین کے نزدیک ۴۔ یہ کہ آزاد کرنے والے کا باپ اس کے فرزند کے ساتھ سدس وللا کا لیتا ہے ابو یوسف کے نزدیک اور دادا کے واسطے یہ نہیں ہے بلکہ تمام وللا بیٹا لے گا دادا کو کچھ نہ ملے گا باقی اماموں کے نزدیک ۵۔ یہ کہ اگر غلام آزاد نے اپنے آزاد کرنے والے کا دادا اور بھائی چھوڑا امام نے کہا کہ وللا دادا کے واسطے مخصوص ہے اور صاحبین نے کہا کہ دونوں میں مشترک ہے اور اگر دادا کے بجائے باپ ہو تو تمام میراث وہی پاتا بالاتفاق اور باقی آٹھ مسئلوں کی تفصیل ہے پہلا مسئلہ یہ ہے کہ اگر وصیت کی اقربا نزدیک کے واسطے مثلاً تو زید کا باپ وصیت میں داخل نہ ہو گا دادا اس کا داخل ہو گا ظاہر الروایۃ میں ۲۔ یہ کہ صغیر کا صدقہ نظر مالدار باپ پر واجب ہوتا ہے نہ دادا پر ۳۔ یہ کہ اگر باپ آزاد کیا گیا تو اپنے ولد کی وللا کو اپنے موالی کی طرف کھینچے گا نہ وللا کے موالی کی طرف ۴۔ یہ کہ صغیر مسلمان ہو جائے اپنے باپ کے اسلام سے نہ دادا کے اسلام سے ۵۔ یہ کہ اگر زید مر گیا اولاد صغار اور مال چھوڑ کر تو اس کی ولایت زید کے باپ کی ہے نہ زید کے دادا کو ۶۔ یہ کہ اگر صغار کا بھائی اور دادا ہے تو ابو یوسف کے نزدیک نکاح کی

سہ بنی اعیان یعنی سگے بھائی بن اور بنی علات یعنی سوتیلے بھائی بن جن کی مال جدا ہو اور باپ ایک ہو ۱۲



ولایت میں دونوں شریک ہیں اور امام کے نزدیک داد کو ولایت مخصوص ہے اور اگر بجائے داد کے باپ ہوتا تو اسی کو ولایت مخصوص ہوتی بالاتفاق ۷۔ یہ کہ جب صغیر کا باپ مر گیا تو وہ یتیم ہو گیا داد کے ہونے سے اس کی یتیمی زائل نہیں ہوتی ۸۔ یہ کہ اگر میت مر گیا اور اس کی اولاد صغار ہے اور مال نہیں ہے اور میت کی ایک مال ہے اور داد تو نفقہ صغار کا مال اور داد پر ہے اس طرح کہ تنائی نفقہ مال پر ہے اور دو تنائیاں داد پر اور اگر داد کی جگہ باپ ہوتا تھا تو نفقہ اسی پر واجب ہوتا لہذا فی الاشباہ و زاد ابن المصنف فی زواہر آخری من الفصولین ضمن الاب مہر صبیہ فاؤمی رجع لو شرط والا لاولد ولیدیا غیرہ او وصی رجع مطلقا انتہی فقولہ لو ولیدیا غیرہ لعم الجذیر رجع کا لوصی بخلاف الاب اور شیخ صالح ابن مصنف نے اپنے حاشیہ اشباہ میں جس کا زواہر الجواہر نام ہے اشباہ کے تیرو مسکوں پر ایک اور مسئلہ زیادہ کیا ہے فصولین سے نقل کر کے وہ مسئلہ یہ ہے کہ باپ نے اپنے طفل صغیر کے مہر کی ضامنی کی پھر مہر اس کا ادا کیا اپنے مال سے تو صغیر کے مال سے بھر لے اگر اس نے ادا کے وقت رجوع کرنا شرط کر لیا ہو اگر شرط نہ کیا ہو تو رجوع جائز نہیں اور اگر باپ کے سوا اور کسی صغیر کے ولی نے یا وصی نے مہر کی ضامنی کر کے مہر ادا کیا ہو تو رجوع کرے مطلقا انتہی یعنی شرط اور بلا شرط ہر صورت رجوع جائز ہے شارح نے کہا تو ولی غیر باپ کا لفظ داد کو بھی شامل ہے تو داد بھی وصی کے مانند مطلقا رجوع کرے گا برخلاف باپ کے وللا م ثلثہ احوال السدس مع احدہما او مع اثین من الاخوة او من الاخوات فصاعدا من ای جہۃ کا نا ولو مختلفین اور مال کے تین حالات ہیں چھٹا حصہ ہے بیٹے یا پوتے کے ساتھ یا دو بھائی یا دو بہنوں کے ساتھ بھائی بہن دو ہوں یا زیادہ کسی جہت سے ہوں اگر پہلے جہے ہوں مگر ایک شخص مر گیا مال اور فرزند چھوڑ کر خواہ فرزند بیٹا ہو یا بیٹی پوتا ہو یا پوتی تو اس کی مال کا حصہ سدس ہے قال اللہ تعالیٰ وللاولیٰ لکل واحد منہما السدس مما ترک ان کان لہ ولد اس سطر کہ ولد کا لفظ مرد اور عورت دونوں کو شامل ہے اور ولد الابن کو بھی عام ہے اور اس پر اجماع ہے امت کا کہ ولد الابن قائم مقام ولد صلبی کے ہے قدیث ام میں اور اسی طرح مال کا حصہ میت کے دو بھائیوں کے ساتھ یا زیادہ یا دو بہنوں کے ساتھ یا زیادہ سدس ہے خواہ بھائی بہن سگے ہوں یا سوتیلے یا مادری یا مختلط ہوں یعنی ایک بھائی سگا ہو اور دوسرا سوتیلہ اور تیسرا مادری والثلث عند عندکم اور مال کا حصہ تمام ترکہ کی تنائی سے جب کہ اشخاص مذکورین نہ ہوں یعنی بیٹا اور پوتا اور دو بھائی اور دو بہن وثلث الباقی مع الاب واحد الزوجین اور مال کے واسطے باقی مال کی تنائی سے باپ اور احد الزوجین کے ساتھ م یاں دو صورتیں ہیں پہلی صورت یہ ہے کہ ایک عورت زوج کو اور مال کو چھوڑ کر مر گئی تو یہ تقسیم چھ سہم صحیح ہوگی نصف یعنی تین سہم زوج کے اور باقی مال کی تنائی یعنی ایک سہم مال کا اور باقی دو سہم باپ کے دوسری صورت یہ ہے کہ ایک شخص مر گیا مال باپ اور زوجہ کو چھوڑ کر تو اس کی تقسیم بارہ سہم سے صحیح ہوگی دو سہم کی چوتھائی اور باقی مال کی تنائی مال کی یعنی تین سہم اور باقی چھ سہم باپ کے ہر چند ماتن نے ان دونوں حالتوں کو آگے ذکر کیا ہے مگر شارح نے یہاں ذکر کر کے اشارہ کیا کہ مال کے تینوں حالات ایک جگہ متصل ذکر کرنا بہتر تھا متفرق بیان سے کذا فی الخطاوی اور اگر صورت مذکورہ میں بجائے باپ کے داد ہو تو عالمگیری میں کافی سے منقول ہے کہ مال کو جمع مال کا ثلث ملے گا انتہی والسدس للجدۃ مطلقا کام ام او ام اب اور سدس حصہ ہے جدہ کا مطلقا خواہ جدہ مال کی مال ہو یا باپ کی مال ہو یعنی نانی اور دادی دونوں جدہ صحیح ہیں اپنے نانی اور پوتے کے متروکہ سے چھٹا حصہ پادیں کی فصاعدا لیشترکن فیہ اذا کن ثابتات ای صحیحات کا لہذا کورتین فان الفاسدۃ من ذوی الارحام کا یہی مستحاضیات فی الدرجۃ لان القرنی بحجب البعدی مطلقا کا یہی ایک جدہ ہو یا دو تین چار یا زیادہ سب شریک ہوں گی سدس میں جب کہ جدت ثابتات یعنی جب کہ جدت صحیحہ ہوں چنانچہ درجہ مذکور ہو چکیں اس واسطے کہ جدہ فاسدہ ذوی الارحام میں ہے نہ ذوی الفروع

میں چنانچہ اُس کا ذکر ذوی الارحام میں آوے گا اور دوسری شرط میراث جہلت میں یہ ہے کہ جمیع جہلت درجہ میں متساوی اور برابر ہوں اس واسطے کہ جہدہ قریبہ جہدہ بعیدہ کی حاجب ہوتی ہے مطلقاً خواہ جہدہ قریبہ حاجبہاں کی ماں ہو یا باپ کی ماں ہو اور اسی طرح جہدہ بعیدہ مجبورہ بنوہ ماں کی ماں ہو یا باپ کی ماں ہو چنانچہ اس کا بیان باب الحجب میں آوے گا کذا فی الطحاوی م اکل نے شرح سراجیہ میں کہا کہ ہر شخص کی زوجہ ہوتی ہیں ایک ماں کی ماں اور دوسری باپ کی ماں اسی طرح اس کے والدین کی اور جمیع اصول کی تا آدم و حوا علیہما السلام اور جہدہ کی زوجہ ہیں صحیحہ اور فاسدہ جہدہ صحیحہ وہ ہے جس کی نسبت الی المیت میں ایک باپ دو ماؤں میں داخل نہ ہو اور جہدہ فاسدہ وہ ہے کہ دو ماؤں کے مابین میں باپ داخل ہو اس واسطے کہ جو باپ کہ میت کے ساتھ ناظر رکھتا ہے بواسطہ عورت کے وہ جہدہ فاسدہ ہے انتہی چنانچہ نانا یعنی ماں کا باپ تو نانا کی ماں جہدہ فاسدہ ہے اس واسطے کہ دو ماؤں میں یعنی میت کے مابین اور نانا کے مابین نانا واسطہ واقع ہوا معلوم کرنا چاہیے کہ جہدہ کا سدس حدیث سے ثابت ہے اور حدیث کے سدس کی دلیل یہ روایت ہے کہ ایک شخص کی نانی یعنی ماں کی ماں صدیق اکبر کے پاس آئی اور بولی کہ میرے نانی کا حصہ مجھ کو دیجئے صدیق نے جواب دیا کہ میں تیرا حصہ کتاب اللہ میں منصوص نہیں پاتا ہوں اور تیری میراث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ نہیں سنا لیکن میں اصحاب سے مشورہ کرتا ہوں پھر اصحاب کو جمع کیا تو محمد بن مسلمہ نے گواہی دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جہدہ کو سدس دیا ہے پھر اُس میت کی جہدہ دوسری یعنی باپ کی ماں آئی اور بولی کہ میرے پوتے کی میراث مجھ کو دیجئے تو صدیق نے کہا کہ میں کتاب اللہ اور حدیث میں تیرے واسطے کچھ حصہ نہیں پاتا لیکن مجھ کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ سدس تم دونوں میں مشترک ہے اور اگر ایک جہدہ ہو تو فقط اسی کا ہے کذا فی الطحاوی عن الاکمل ملخصاً والسدس لبنت الابن فاکثر مع البنت الواحدة تلمذہ للثلاثین اور چٹا حصہ ہے پوتی اور زیادہ پوتیوں کا ایک بیٹی کے ساتھ دو بتائیوں کے پورا کرنے کے واسطے م جب کہ مصنف نے سدس کو ذکر کیا تو ان لوگوں کو بیان کیا جو سدس کے مستحق ہیں خواہ ہمیشہ چنانچہ جہدہ یا بعضی صورت میں جیسے پوتیاں اور پوتیوں کے چھ حالات ہیں تین حال تو بیٹیوں کے مابین یعنی ایک پوتی کو نصف اور دو پوتیوں کو زیادہ کو دو بتائیاں اور اگر پوتیوں کے ساتھ ان کا بھائی بھی ہے تو بھائی ان کو عصبہ کر دے گا لکن مثل حظ الانثیین اور تین حال پوتیوں کو مخصوص ہیں از انجملہ ایک تو وہ ہے جس کو مصنف نے بیان کیا یعنی سدس ایک بیٹی کے ساتھ ملے گا دوسرا حال یہ کہ دو یا زیادہ بیٹیوں کے ساتھ وہ ساقط ہوں گی لیکن اگر ان کے ساتھ بھائی ہوگا درجہ میں برابر یا اسفل تو ان کو عصبہ کر دے گا بشرطیکہ کوئی پوتی صاحب فرض نہ ہو ان میں سے اور تیسرا حال یہ ہے کہ فرزند صلبی سے پوتیاں ساقط ہو جاتی ہیں اور یہ جو کہا کہ سدس ملے گا دو بتائیوں کے پورا کرنے کے واسطے سو اس واسطے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بنات کا حق تلبثین پر زیادہ نہیں ہوتا اور بنات کا لفظ بنات الابن کو بھی شامل ہے پھر جب کہ بنت صلبی نے اپنا فرض یعنی نصف لیا تو بنت الابن کو سدس باقی دیا گیا تاکہ بنات کا حق یعنی تلبثین پورا ہو جائے کذا فی الطحاوی والسدس للاخت للاب فاکثر مع الاخت الواحدة لا لورین تلمذہ للثلاثین اور چٹا حصہ ایک سوتیلی بہن کا اور زیادہ بہنوں کا ہے ایک سگی بہن کے ساتھ دو بتائیوں کے پورا کرنے کے واسطے م یعنی اگر سوتیلی بہن سگی بہن کے ساتھ ہے تو نصف متروکہ سگی بہن لے گی اور سدس سوتیلی کو ملے گا تاکہ دو بتائیاں پوری ہو جاویں معلوم کرنا چاہیے کہ سگی بہنوں کے پانچ احوال ہیں اور سی پانچوں احوال سوتیلی بہنوں کے بھی ہیں پہلا حال یہ ہے کہ ایک سگی بہن نصف پاوے گی دوسرا حال یہ کہ دو سگی بہنیں تلبثین پاویں گی تیسرا یہ کہ اگر ان کے ساتھ بھائی سگ ہوگا تو ان کو عصبہ کر دے گا چوتھا یہ کہ بہنیں بیٹیوں کے ساتھ عصبہ ہو جاتی ہیں

سہ جس صورت میں کہ بیٹیاں نہ ہوں ۱۲ ۱۱ یعنی صاحب فرض اپنا فرض پاوے گی اسفل بھائی کے ساتھ عصبہ ہوگی ۱۲ یعنی تقسیم مال ان میں لکن مثل حظ الانثیین ہوگی ۱۲



لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ اجْعَلُوا الْبَنَاتِ مَعَ الْأَخَوَاتِ عَصَبَاتٍ بِأَنْحَوَالٍ<sup>۱۵</sup> یہ کہ ابن اور ابن الابن اور باپ کے ہونے سے بنیں ساقط ہو جاتی ہیں بالاتفاق اور امام اعظمؒ کے نزدیک دادا کے ہونے سے بھی ساقط ہوتی ہیں اور سوتیلی بہنوں کے دو حال اور بھی زیادہ ہیں تو مستثنیوں کے ساتھ احوال ٹھہرے پانچ احوال تو مذکور ہو چکے اور چھٹا حال یہ ہے کہ سوتیلی بہن سگی ایک بن کے ساتھ سدس پاتی ہے چنانچہ ماں نے اس کو بیان کیا ہے اور ساتواں حال یہ ہے کہ اگر سگی دو بنیں یا زیادہ ہوں تو سوتیلی بنیں ساقط ہو جاتی ہیں مگر یہ کہ ان کے ساتھ بھائی ہو تو ان کو عصبہ کر دے گا اور جب کہ سگی بن بیٹی کے ساتھ عصبہ ہوگی تب بھی سوتیلی بنیں ساقط ہوں گی کذا فی الطحاوی والسدس للواحد من ولد الام والثلث لا یتبعین فصاعدا من ولد الام ذکر ہم کا ثشم اور چھٹا حصہ ایک شخص کا ہے ماں کی اولاد سے اور تہائی دو کی اور زیادہ کی ہے ماں کی اولاد سے مردان کی عورتوں کے برابر ہیں حصہ میں مام اخیانی اور مادری بھائی بن وہ ہیں جن کی ماں ایک ہوا اور باپ دو چنانچہ شاکر نے زید سے نکاح کیا اس سے حامد پیدا ہوا پھر زید کے بعد خالد سے شاکر نے نکاح کیا اس سے محمود اور صابرہ پیدا ہوئے تو محمود اور صابرہ حامد کے اخیانی اور مادری بھائی بن ہیں طحاوی نے کہا کہ مادری بھائی بنوں کے تین حال ہیں ایک حال یہ ہے کہ اگر اکیلا ہے تو سدس پادے گا اور اگر دو یا زیادہ ہیں تو ثلث پادیں گے تیسرا حال یہ ہے کہ فرع وارث یا فرع الفرع وارث سے اور باپ اور دادا کے ہونے سے وہ ساقط ہوں گے بالاتفاق اس واسطے کہ ان کی میراث ضعیف ہے قرابت ضعیفہ کی وجہ سے انتہی والثلث للام عند عدم من لها مع السدس کما مر اور تہائی ماں کے واسطے ہے جب کہ وہ لوگ نہ ہوں جن کے ساتھ ماں کو سدس ملتا ہے چنانچہ مذکور ہو چکا یعنی اگر بیٹا یا پوتا میت کا یا در بھائی یا در بنیں یا زیادہ ان سے نہ ہوں گی تب ماں کو تہائی ملے گی ولہا ثلث البانی بعد فرض احد الزوجین کما قدما اور ماں کے واسطے باقی مال کی تہائی ہے بعد ادا کرنے فرض احد الزوجین کے چنانچہ ہم اس کو مقدم ذکر کر چکے ہیں شرح میں وذلک فی زوجۃ والزوجین دام فلما حیثہ الربع اور یہ یعنی تہائی ماں کی زوجہ اور والدین میں سے تو اس صورت میں درحقیقت ماں کے واسطے چوتھائی ہے مام کا لفظ بیاں زیادہ کرنا اور اگلے مسئلہ میں مہول چونکہ ہے شارح کی اس واسطے کہ ام تو ابوین میں داخل ہے کذا فی الطحاوی عن اہلبی لہذا مترجم نے لفظ ہم کا ترجمہ بنیں کیا ثلث مابقی ربع ہے کل ترکہ کا چنانچہ ترجمہ میں گزر گیا اگر زوج مر گیا اور زوجہ اور اپنے والدین کو چھوڑا تو اس کی قسمت بارہ سہم سے صحیح ہوگی کل مال کی چوتھائی یعنی تین سہم زوجہ کے ہیں اور باقی مال یعنی نو سہم کی تہائی ماں کی ہے سوتیلین سہم ہوئے تو تین سہم کل متروکہ کے یعنی بارہ سہم کی چوتھائی ہیں اور زوج والزوجین دام فلما حیثہ السدس یا تہائی باقی کی ماں کو ہے زوج اور والدین میں تو اس وقت میں درحقیقت ماں کے واسطے سدس ہے مام یہ صورت بھی ترجمہ میں مذکور ہو چکی کہ اگر زوجہ مر گئی زوج اور والدین کو چھوڑ کر تو قسمت اس کی چھ سہم سے صحیح ہے نصف زوج کا یعنی تین سہم اور باقی مال کی تہائی یعنی تین سہم کی ایک سہم ہے تو ایک سہم کل مال کا سدس ہے بیاں اعتراض وارد ہوتا تھا کہ جب ثلث باقی مال کا ربع یا سدس ٹھہرے تو مصنف نے اس کو ثلث کیوں کہا شارح نے اس کا جواب قول آئندہ میں دیا وسمی ثلثا تا دایم مع قولہ تعالیٰ وورثہ ابواہ فلماہ الثلث اور مصنف نے ماں کے فرض کو ثلث کہا ادب کی راہ سے حق تعالیٰ کے اس قول کے ساتھ وورثہ ابواہ فلماہ الثلث یعنی اگر میت کا ولد نہ ہو اور

<sup>۱۵</sup> یعنی اس صورت میں اہل فرض سے بچا ہوا مال ان کو ملتا ہے <sup>۱۶</sup> خیف اس گھوڑے کو کہتے ہیں جس کی ایک آنکھ سیاہ ہو اور دوسری سفید اس سے مختلف لوگوں اور مادری بھائیوں کو خیف کہتے ہیں <sup>۱۷</sup> وارث کی قید اس لئے ہے کہ اگر فرع غیر وارث ہو جیسے بیٹا کسی کا غلام یا قاتل ہو یا فرع غیر وارث ہو جیسے نواسا اور نواسی تو اخیانی اس صورت میں محرم نہ ہوں گے <sup>۱۸</sup> مگر نسخہ مذکور مکتبہ میں لفظ ام زیادہ ہے وسمی ثلثا تا دایم مع قولہ تعالیٰ وورثہ ابواہ فلماہ الثلث اور مصنف نے

اس کے والدین اس کے وارث ہوں تو اس کی مال کے واسطے تہائی ہے باپ کا حصہ اس واسطے صریحاً ذکر نہ فرمایا کہ جب فقط والدین وارث مفروض ہو چکے اور مال کا حصہ معین کر دیا تو معلوم ہو گیا کہ باقی مال باپ کا ہے و علی ہذا لائق یوں ہے کہ مال کا حصہ جب کہ والدین کے ساتھ احد الزوجین ہوں ثلث مابقی ہو چنانچہ جمہور کا قول ہے نہ ثلث مال چنانچہ ابن عباس کا قول ہے کہ اس میں تفصیل انہی کی اس ذکر پر لازم آتی ہے جو اس کے برابر ہے حجت اور قرب میں اور یہ مومنوع شرعی کے مخالف ہے کذا فی تفسیر البیضاوی ملخصاً والثلثان لکل اثنتین فضا عدل بمن فرضہ المصنف و ہونعمۃ العنت و بنت الابن والاخت لابون والاخت لاب والزوج الا الزوج لانه لا یتعدو اور ثلثین یعنی دو تہائیاں ان دو شخصوں یا زیادہ لوگوں کی ہیں جن کا فرض حصہ نصف ہے وہ پانچ ہیں بیٹی اور پوتی اور سگی بن اور سوتیلی بن اور زوج مگر زوج کے واسطے ثلثین نہیں اس واسطے کہ اس میں تعدد اور کثرت نہیں م یعنی زوج کے حق میں دو تہائیوں کا تحقق نہیں ہوتا اس واسطے کہ ثلثین کے وارث نہیں مگر متعدد اشخاص جو کہ انفرادی حالت میں نصف کے وارث ہو جاتے ہیں قائمہ جلیدہ معلوم کرنا چاہیے کہ فرض مقدردہ کلام مجید میں چھ ہیں نصف رجب ثلثین ثلث سدس سول نصف تو پانچ اصناف کا فرض ہے زوج کا فرض ہے جب کہ زوجہ کا بیٹا بیٹی اور پوتی پوتی نہ ہو اور بنت صلیبی کا فرض ہے اور بنت الابن کا فرض ہے جب کہ بنت فرضی نہ ہو اور سگی بن کا فرض ہے اور سوتیلی بن کا فرض ہے جب کہ سگی بن نہ ہو اور ربع دوم نصف کا فرض ہے زوج کا فرض ہے جب کہ میت کا ولد اور ولد الابن ہو اور ایک زوجہ اور چند زوجات کا فرض ہے جب کہ میت کا ولد اور ولد الابن نہ ہو اور ثمن صرف ایک صنف کا فرض ہے یعنی ایک یا چند زوجہ کا جب کہ ولد یا ولد الابن ہو اور ثلثین چار اصناف کا فرض ہے دو سببی بیٹیوں کا یا زیادہ کا فرض ہے اور دو پوتیوں یا زیادہ کا فرض ہے جب کہ بنت صلیبی نہ ہو اور سگی دو بہنوں یا زیادہ کا فرض ہے اور سوتیلی دو بہنوں یا زیادہ کا فرض ہے جب کہ سگی بن نہ ہو اور ثلث دوم نصف کا فرض ہے مال کا فرض ہے جب کہ میت کا ولد اور ولد الابن نہ ہو اور نہ دو بھائی ہوں نہ دو بہنیں اور اولاد مادری کا فرض ہے دو بہنوں یا زیادہ ذکر ہوں یا اثاث اور سدس سات اصناف کا فرض ہے باپ کا فرض ہے جب کہ میت کا ولد اور ولد الابن نہ ہو اور مدیم صمیح کا اسی طرح فرض ہے جب کہ میت کا باپ نہ ہو اور مال کا فرض ہے جب کہ میت کا ولد اور ولد الابن ہو خواہ دو بھائی ہوں یا دو بہنیں اور جبہ صحیحہ کا فرض ہے خواہ ایک ہو یا چند مدت میراث کی مدت اور بنت الابن کا فرض ہے بنت صلیبی کے ساتھ تکملہ للثلثین اور سوتیلی بن کا فرض ہے سگی بن کے ساتھ تکملہ للثلثین اور ایک شخص کا فرض ہے اولاد مادری سے مرد ہو یا عورت کذا فی العالمگیریۃ عن خزائن المغنیین

## فصل فی العصبات

یہ فصل ہے عصبات کے مسائل میں م عصبات جمع ہے عصبہ کی اور عصبہ مطلقاً لغت میں عبات ہے محیط ہائی سے اور معنی احاطہ عصبہ شرعی میں موجود ہیں کیونکہ عصبات میت کو ہر طرف سے گھیرے ہیں کذا فی الطحاوی ملخصاً اور اصطلاح شرعی مصنف کے کلام سے معلوم ہوگی العصبات النسبۃ ثلثہ عصبۃ بنفسہ وعصبۃ بغيرہ وعصبۃ مع غیرہ عصبات نسبی تین تین قسم ہیں عصبۃ بنفسہ اور عصبۃ بغيرہ اور عصبۃ مع غیرہ شارح اور تاتن نے عصبۃ نسبی کو عصبۃ سببی پر اس واسطے مقدم کیا کہ سابق معلوم ہو چکا کہ نسبی قوی تر ہے سببی سے عصبات نسبیہ تین قسم میں منحصر ہوئی کیونکہ اگر ثبوت عصبوت میں غیر کے ملنے کی حاجت نہیں تو وہ عصبۃ بنفسہ ہے یعنی بذات خود بلا حاجت الضام شخص آخر عصبہ ہے اور اگر عصبۃ غیر کا محتاج ہے تو اگر عصبوت میں یہ غیر بھی اس کا شریک ہے تو وہ عصبۃ بغيرہ ہے اور اگر غیر اس کے ساتھ شریک نہیں ہے تو وہ عصبۃ مع غیر ہے مگر عصبۃ بنفسہ وہو کل ذکر فالانہی لا یكون عصبۃ بنفسہ بل بغيرہ او مع غیرہ سہ کیونکہ کل مال کی تہائی دو سہ ہوں گی اور باقی ایک سہم باپ کو ملے گا تو مال زیادہ پائے کی بہ نسبت باہم کے ۱۲



لم یدخل فی نسبتہ الی المیت انشی فان دخلت لم یکن عصبہ کولد الام فانه ذوفرض وکاب الام وابن البنت فان سما من ذوی الارحام عصبہ  
 بنفسہ وہ ہر ایک مرد ہے جس کے رشتہ میں میت کی طرف عورت نہ داخل ہو شارح نے کہا مرد کی قید سے عورت نکل گئی کہ وہ عصبہ بنفسہ نہیں  
 ہوتی بلکہ عورت عصبہ بغیر یا مع غیر ہوتی ہے پھر اگر نسبت الی المیت میں عورت داخل ہوئی تو وہ عصبہ نہ ہوگا چنانچہ مادری بھائی کہ وہ صاحب  
 فرض ہے نہ عصبہ اور چنانچہ مال کا باپ اور بیٹی کا بیٹا یعنی ناما اور ناتی اس واسطے کہ وہ دونوں ذوی الارحام سے ہیں نہ صاحب فرض ہیں نہ  
 عصبہ البتہ الفرائض اسے جنساً عصبہ بنفسہ سمیٹتا ہے اس مال کو جو جنس فرائض سے باقی رہ گیا یعنی جو اہل فرض کو دے کر مال باقی رہا اس  
 باقی سب مال کو عصبہ بنفسہ لے گا خواہ چند اہل فرض ہوں یا ایک چونکہ فرائض کا لفظ جمع تھا شارح نے اس کی تفسیر بلفظ جنسی کر کے اشارہ کیا  
 کہ الف لام جنس سے جمعیت باطل ہو گئی و عند الانفراد یحوز جمع المال بجمہ واحدہ اور عصبہ بنفسہ الفزاد اور تنائی کی حالت میں تمام مال کو لیتا  
 ہے ایک جہت سے یعنی اگر اہل فرض نہ ہوں فقط عصبہ بنفسہ ہو تو وہ سب مال لے گا فقط ایک عصبہ کی جہت سے منہ الغفار میں ہے جہت واحدہ  
 کے قید اس واسطے لگائی تاکہ یہ اعتراض وارد نہ ہو کہ صاحب فرض بھی سب مال لیتا ہے جب کہ اس کے ساتھ عصبہ نہ ہو اس لئے کہ اہل فرض کو  
 استحقاق بعض مال کا فرضیت کے سبب سے اور باقی مال کا بسبب رد کرنے کے تو ایک جہت سے اس نے سب مال نہ پایا بلکہ دو جہت سے  
 برخلاف عصبہ بنفسہ کے وہ فقط عصبہ کی ایک ہی جہت سے تمام مال کو لیتا ہے ثم العصبات بانفسہم اربعۃ اصناف جزو المیت ثم بعدہ ثم جزو  
 ایہ ثم جزو بدہ پھر معلوم کرنا چاہیے کہ عصبہ بنفسہ کی جماعت چار قسم ہیں میت کا جزو پھر میت کا مال پھر میت کے باپ کا جزو پھر میت کے دادا کا جزو  
 میت کا جزو چنانچہ بیٹا اور پوتا اور میت کی اہل چنانچہ باپ اور دادا اور میت کے باپ کا جزو چنانچہ بھائی اور بھتیجا اور میت کے دادا کا جزو چنانچہ  
 چچا اور اس کی اولاد و یقدم الاقرب فالاقرب منہم بعد الترتیب اور عصبات میں زیادہ تر قرابت دار کی تقدیم ہوگی پھر اس کے بعد اس سے  
 جو فرد تر ہے وہ مقدم ہوگا موافق اس ترتیب مذکورہ کے فیقدم جزو المیت کالابن ثم ابنہ وان سفل تو میت کا جزو مقدم ہوگا میت کی اہل پر  
 چنانچہ میت کا بیٹا پھر پوتا اگر چہ سافل ہو یعنی پروتا اور پوتے کا تو تمام اہل نے کہا تقدیم بیٹے کی باپ پر یعنی میراث میں نفعاً اور عقلاً ثابت ہے  
 دلیل نقلی تو قرآن مجید میں موجود ہے یعنی باپ کا حصہ مقرر فرمایا اور بیٹے کا حصہ مقرر نہیں کیا تاکہ وہ ذاتی مال بطریق عصرت کے پاس سے اور دلیل عقلی  
 یہ ہے کہ انسان ولد کو اپنے والد پر مقدم جانتا ہے صرف مال میں اور محنت کشتی سے مال کو حاصل کرتا ہے فرزند کے واسطے تو مقتضا اس کا یہ ہے  
 کہ اس کا مال فرزند سے تجاوز کر کے اس کے باپ کو نہ پہنچے لیکن نص قرآنی سے بمقدار حصہ پوری کے اس کے مقتضا کو ترک کیا تو باقی مال  
 میں اس کی خواہش دلی کو باقی رکھا کذا فی المطاوی مخلصاً ثم اصلہ الاب پھر فرود کے بعد اہل میت یعنی باپ مقدم ہوگا یعنی اگر میت کا بیٹا  
 یا پوتا یا پرتو کوئی باقی نہیں ہے تو میت کا باپ عصبہ ہو کر متروکہ لے گا و یکن مع البنت باکثر عضبتہ و ذی السهم کما مر اور باپ ایک بیٹی یا زیادہ  
 کے ساتھ عصبہ اور صاحب فرض ہوگا چنانچہ شرح میں مذکور ہو چکا اہل فرض کے بیان میں موطاوی نے کہا بستر لویں تھا کہ مصنف اس  
 مسئلہ کو اہل فرض میں فرض پدری کے ساتھ ذکر کرتا شارح کے مانند ثم الجدا تصحیح و ہواب الاب وان علا پھر باپ کے بعد جد تصحیح  
 مقدم ہے یعنی باپ کا باپ جس کو دادا کہتے ہیں اگر چہ جدا و نچا ہو یعنی پردادا سردادا الی غیر ذلک و اما اب الام ففاسد من ذوی الارحام اور ما  
 کا باپ تو جد تصحیح نہیں بلکہ جد فاسد ہے ذوی الارحام میں داخل ہے نہ عصبات میں ثم جزو ایہ اب الابین ثم لاب پھر جد تصحیح کے بعد میت  
 کے باپ کا جزو یعنی سکا بھائی میت کا مقدم ہے پھر اس کے بعد سوتیلہ بھائی مقدم ہے بھتیجوں پر ثم ابنہ لابون ثم لاب وان سفل پھر  
 بھائی کے بعد سکا بھائی کا بیٹا مقدم ہے پھر اس کے بعد سوتیلے بھائی کا بیٹا مقدم ہے اگر چہ ابن الابن سافل ہو یعنی بھتیجے کا بیٹا یا پوتا

تأخیر الاخوة عن الجداول انی حنیفہ و هو المختار للفتوے خلافا لما دللنا فی قیل وعلیہ الفتوے تاخیر بھائیوں کی دادا سے اگرچہ دادا عالی ہو  
 قول ہے امام ابو حنیفہ کا اور یہی قول مختار ہے فتوے کے واسطے برخلاف صاحبین اور شافعی کے بعضوں نے کہا کہ صاحبین کے قول پر فتویٰ  
 ہے یعنی بھائی مقدم ہیں دادا پر خطاوی نے کہا کہ امام ہی کا قول معتد ہے ثم جزر جدہ العثم لابون ثم لاب پھر بھائیوں کے بعد دادا کی اولاد یعنی  
 سگا چچا مقدم ہے پھر اس کے بعد سوتیل چچا ثم ابنہ لابون ثم لاب وان منفل پھر امام کے بعد سگے چچا کا بیٹا مقدم ہے پھر اس کے بعد سوتیلے چچا  
 کا بیٹا اگرچہ چچیرے بھائی سافل ہوں اعمام پدری سے مقدم ہیں ثم علم الاب پھر بنی اعمام کے بعد باپ کا سگا چچا مقدم ہے پھر اس کا سوتیل چچا  
 ہے ثم ابنہ پھر اعمام پدری کے بعد باپ کے سگے چچا کا بیٹا مقدم ہے پھر اس کے بعد باپ کے سوتیلے چچا کا بیٹا جد کے اعمام پر مقدم ہے ثم علم الجد  
 پھر بنی اعمام پدری کے بعد دادا کا سگا چچا مقدم ہے پھر اس کے بعد سوتیل چچا دادا کا ثم ابنہ کذلک وان سفلا پھر جد کے اعمام کے بعد ان کا بیٹا اسی  
 طرح مقدم ہے یعنی سگا سوتیلے پر مقدم ہے اگرچہ علم پدری کے فرزند اور علم جدی کے فرزند سافل ہوں لہذا فی العالمگیریۃ عن المیسوطم اور  
 اگر ایک درجہ کے عصبات کی جماعت مجتمع ہو تو مال متروکہ ان پر باعتبار ان کے ابدال کے قسمت ہو گا نہ باعتبار ان کے ہول کے مثلاً میت کا  
 ایک بھتیجا ہے اور دس بھتیجے اور ہیں یا ایک چچیرا بھائی ہے اور دس چچیرے بھائی اور ہیں تو مال کے گیارہ حصے ہوں گے ہر شخص کو ایک حصہ  
 ملے گا کذا فی العالمگیریۃ عن الاختیار شرح المختار یا ساہبا اربعۃ بنوۃ ثم ابوۃ ثم اخوۃ ثم عموتہ تو بیان سابق سے معلوم ہو گیا کہ عصوبت کے چار طب  
 ہیں بیٹا ہونا پھر باپ ہونا پھر چچا ہونا و بعد از جمیع بقرب الدرۃ یو جوں عند التفاوت بابون و اب کما مر بقوۃ القرابۃ فمن  
 کان لابون من العصبات و لو انشی کاشقیۃ مع البنت تقدم علی الاخ لاب مقدم علی من کان لاب اور قرب درجہ کے بعد عصبات کو  
 جب کہ ان میں تفاوت ہو سکے سوتیلے کا چنانچہ معضل مذکور ہو چکا تزیج دی جاتی ہے قرابت کے قوی ہونے کی وجہ سے عصبات میں سے  
 جو عصبہ میت کا سگا ہو گا وہ سوتیلے پر مقدم ہے اگرچہ عصبہ قوی القرابت عورت ہو جیسے سگی بن بیٹی کے ساتھ مقدم ہے سوتیلے بھائی پر دم  
 سے مرد قرابت کی جہت ہے یعنی تقدیم میں اول جہت معتبر ہے تو جہت میت کی جہت میت کی اہل کی جہت پر مقدم ہے پھر جب کہ جہت متحد ہو اور  
 دو عصبوں میں سے ایک عصبہ زیادہ تر قریب ہو میت سے چنانچہ جہتیت میں بیٹا اور پوتا یکساں ہے لیکن پوتے کی نسبت بیٹا قریب تر ہے تو اب  
 تقدیم قرب کی وجہ سے معتبر ہوگی پھر جب کہ قرب میں بھی عصبات برابر ہوں تو اب تقدیم میں قرابت کی قوت معتبر ہوگی چنانچہ مصنف نے یہاں  
 بیان کیا ہے اور قرابت کی قوت پائی نہیں جاتی مگر بھائیوں میں اور بھتیجوں اور چچوں میں اور چچیرے بھائیوں میں اور فروع اور اصول میں  
 قوت قرابت کی یعنی سگے اور سوتیلے کا اعتبار نہیں ہو سکتا اور چونکہ یہ مقام ہے عصبات بنفسہ کے اصناف کا اور ان کے تزیج کی جہات  
 کا تو شارح کا ذکر کرنا سگی بن کا بیٹی کے ساتھ بے محل ہے کیونکہ اخت مذکورہ عصبہ بنفسہ نہیں بلکہ عصبہ مع غیرہ ہے لیکن یہ جواب ہو سکتا ہے  
 کہ اس کا بھائی البتہ عصبہ بنفسہ ہے تو اس کی ذیل میں بن کی قوت قرابت کو مذکور کر دیا کذا فی الطحاوی مخلصا لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم ان  
 اعیان بنی الام تیوار ثون دون بنی العلات تزیج مذکور کی دلیل یہ حدیث ہے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی کہ البتہ سگی مال کے فرزند باہم دار  
 ہوتے ہیں نہ سوتیلی ماؤں کے فرزندم یہ حدیث ترمذی میں علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور تتمہ حدیث مذکور کا یہ ہے الرجل یرث اخاہ لایہ  
 وامہ دون اخیه لایہ کذا فی التیسیر یعنی مرد وارث ہوتا ہے اپنے سگے بھائی کا نہ سوتیلے بھائی کا والہا مل انہ عند الاستواء فی الدرۃ تقدیم  
 ذوالقرابین عند التفاوت فیما یقدم الاعلیٰ اور خلاصہ کلام یہ ہے کہ درجہ برابر ہونے کے نزدیک دو قرابت والے کی تقدیم ہوتی ہے اور  
 درجہ میں تفاوت ہونے سے اعلیٰ یعنی اقرب مقدم ہوتا ہے م برابر درجہ کی مثال چنانچہ دو بھائی ایک سگا اور دوسرا سوتیل تو سگا متقدما



ہوگا کہ دونوں طرح سے قرابت رکھتا ہے باپ کی طرف سے بھی اور ماں کی طرف سے بھی اور سوتیلہ فقط ایک قرابت رکھتا ہے باپ کی طرف سے نہ ماں کی طرف سے اور تفاوت درجہ کی مثال چنانچہ سوتیلہ بھائی اور سگے بھائی کا بیٹا تو سوتیلہ بھائی کے بیٹے پر مقدم ہوگا قریب تر ہونے سے ثم شرع فی العصبۃ بغیرہ فقال ویعیر عصبۃ بغیرہ البنات بالابن وبنات الابن بالابن وان سفلا پھر عصبہ بنفسہ کے بعد مصنف نے عصبہ بغیرہ میں شروع کیا سولیوں کا اور عصبہ بغیرہ ہو جاتی ہیں بیٹیاں بیٹوں کے ہونے سے اور پوتیاں عصبہ بغیرہ ہو جاتی ہیں پوتوں کے ہونے سے اگرچہ درجات میں سافل ہوں مبنات اور بنات الابن کے عصبہ ہونے پر کلام مجید دلیل ہے یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین یعنی اللہ تعالیٰ متاری اولاد میں وصیت کرتا ہے مرد کے واسطے دو عورتوں کے حصہ کے برابر یعنی اگر ایک بیٹا اور ایک بیٹی ہے تو تین سہم سے قسمت ہوگی دو سہم بیٹا لے گا اور ایک سہم بیٹی اور اگر دو بیٹیاں ہیں تو چار سہم سے قسمت ہوگی ایک ایک سہم بیٹی لے گی اور دو سہم بیٹا لے گا و علی ہذا القیاس بیٹی کا دو نا بیٹا پاوے گا جس قدر کہ بیٹیاں اور بیٹے ہوں اسی طرح بنیں اور بنات ابن کو سمجھنا چاہیے والاخوات لابن اولاب یا بنین اور سگی سوتیلی بنیں عصبہ بغیرہ ہو جاتی ہیں اپنے بھائی کے ہونے سے م اور بنوں کا عصبہ ہونا اپنے بھائی کے ہونے سے حق تعالیٰ کے کلام سے ثابت ہے وان كانوا اخوة رجالا ونساء فللذكر مثل حظ الانثیین فمن اربع ذوات النصف والتثلثین یعنی عصبۃ باخوتین تو عصبہ بغیرہ چار عورتیں ہیں نصف اور ثلثین کے حصہ والیاں وہ عصبہ ہو جاتی ہیں اپنے بھائیوں کے ہونے سے م اور جس عورت کا حصہ فرض نہیں اور اس کا بھائی عصبہ ہے تو وہ اپنے بھائی کے ہونے سے عصبہ بنیں ہوتی چنانچہ علم اور علم خواہ سگی ہوں یا سوتیلی تو سب مال کو چھپائے گا علم کو کچھ نہ ملے گا اور یہی حال ہے ابن لعم کا بنت لعم کے ساتھ اور ابن الاخ کے ساتھ کذا فی الطحاوی ولو حکما کا بن ابن ابن یعصب من شدہ ورفوہ اگرچہ بنوں کا بھائی حکمی ہو نہ حقیقی چنانچہ میت کے بیٹے کے بیٹے کا بیٹا یعنی پرتا عصبہ کر دیتا ہے اپنے برابر کے درجہ والی بن کو یا اس بن کو جو اس سے اونچی درجہ والی ہو م عصبہ بغیرہ میں بھائی سے مراد وہ ہے جو برابر حقیقی اور حکمی دونوں کو عام ہو سو حقیقی برادر بن میں ہوتا ہے بنت صلی اپنے بھائی کے ساتھ اور سگی بن اپنے بھائی کے ساتھ اور برادر حکمی بنات الابن میں ہوتا ہے تو پوتا اپنی بنوں کو عصبہ کر دیتا ہے اور چچیرے بنوں کے جو درجے میں برابر ہیں اور بنات الابن کو وہ برادر حکمی بھی عصبہ کر دیتا ہے جو ان سے سفل ہے درجہ میں تو ان میں سے اس عورت کو بھی عصبہ کر دیتا ہے جس کا کچھ حصہ نہیں چنانچہ مسکہ تشبیہ میں آوے گا کذا فی الطحاوی ثم شرع فی العصبۃ مع غیرہ فقال ومع غیرہ الاخوات مع البنات وبنات الابن بقول الغرضین اجعلوا الاخوات مع البنات عصبۃ والمراد من الجمعین ہذا الجنس پھر مصنف نے عصبہ مع غیرہ میں شروع کیا سولیوں کا اور عصبہ مع غیرہ بنیں ہیں بیٹیوں کے ساتھ یا پوتیوں کے ساتھ بدیل قول اہل فرائض کے کہ بنوں کو بیٹیوں کے ساتھ عصبہ قرار دو اور اخوات اور بنات کی دونوں مجموعہ سے جنس مراد ہے م سراجیہ اور اس کی شرح میں اجعلوا الاخوات مع البنات عصبۃ کو حدیث کہا ہے واللہ اعلم چونکہ ایک بن ایک بیٹی کے ساتھ بھی عصبہ ہوتی اور ظاہر لفظ جمع اخوات اور بنات کا اس کے خلاف پر دلالت کرتا تھا لہذا شارح نے اس کا جواب دیا کہ جمع پر الف لام جنس کا ہے تو قلیل اور کثیر سب کو شامل ہے وعصبۃ ولد النرنا وولد الملا عنہ مولی الام اور ولد الزنا اور ولد الملا عنہ کا عصبہ ان کی ماں کا مولی ہے م ولد الملا عنہ یہ کہ ایک عورت کے لڑکا پیدا ہوا سو اس کے زوج نے کہا کہ یہ میرا بیٹا نہیں ہے پھر باہم لعنت کر کے زوجین میں فراق ہو گیا تو وہ لڑکا ولد الملا عنہ ہے طحاوی نے منع الغفار سے نقل کیا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ولد الملا عنہ کو اس کے ماں کے ساتھ ملایا تو وہ اس شخص کے مانند ہو گیا جس کو باپ کی جانب سے کچھ قرابت نہیں تو اب یہ واجب ہوا کہ اس کی ماں کے مولی اس

کے وارث ہوں اور وہ ان کا وارث ہو تو اگر ولد الملائعہ مرگیا اور اس نے ایک بیٹی اور ماں اور باپ کو چھوڑا تو بیٹی کو نصف اور ماں کو سب سے زیادہ مال بھری بیٹی اور ماں کو دیا جاوے گا بطریق فرض اور روکے گویا کہ اس کا باپ ہی نہ تھا اتنے اور ولد مشترک کا نسب مشترک نوذی سے ثابت ہوگا تو وہ ہر مولے سے ابن کامل کی میراث پادے گا اور دونوں مولی ایک باپ کی میراث ولد مشترک کے مال سے پادیں گے اور ہر مال قرابت دار اس کے میراث میں باہم شریک ہوں گے گویا کہ ایک باپ کے قرابت دار ہیں اور اگر مولی مرگیا تو دوسرا باقی مولی ولد مشترک کے مال متروک سے پدر کامل کی میراث لے گا کذا فی الطحاوی عن الدرر المنتقی المراد بالمولی ما لیم المعق والعصبۃ لیم مالوکات الام حرة الاول کا بسط العلامة قاسم لانه لا اب لہما اور متق میں مولی سے مراد وہ ہے جو آزاد کرنے والے اور عصبہ دونوں کو شامل ہوتا کہ اگر ولد الزنا یا ولد الملائعہ کی ماں حرة اصلی ہو تو اس کو بھی شامل رہے چنانچہ علامہ قاسم نے اس کو شرح بیان کیا ہے ماں کا مولی اس واسطے عصبہ ہوا کہ ولد الزنا اور ولد الملائعہ کا کوئی باپ نہیں ہے یعنی شرعاً ان کا کوئی باپ نہیں جس سے ان کا نسب ثابت ہو اور وہ اس کے وارث ہوں اگرچہ واقع میں ولد بدون والد کے نہیں ہوتا مگر بطریق خرق عادت ولیرقان فی مسئلہ واحدة وہی ان ولد الزنا میراث میں تو امیراث اخ لام ولد الملائعہ میراث میں تو امیراث اخ لا یوین اور ولد الزنا اور ولد الملائعہ ایک مسئلہ میں جہائی رکھتے ہیں وہ مسئلہ یہ ہے کہ ولد الزنا اپنے توہم سے مادری بھائی کی میراث لیتا ہے اور ولد الملائعہ اپنے توہم سے گے بھائی کی میراث پاتا ہے و تحکم العصبات بالعصبۃ السببیۃ ای المعق پھر ہم عصبات کا اختتام عصبہ سببی سے کرتے ہیں یعنی سو عصبہ سببی مولی ہے غلام کا آزاد کرنے والا ام مصنف نے اختتام کے لفظ سے اشارہ کیا کہ آزاد کرنے والا ذوی الارحام پر مقدم ہے کیونکہ جب وہ مرتبہ اخیرہ عصبات میں واقع ہوا تو اس میں اور باقی عصبات میں کوئی اور وارث نہیں تو ذوی الارحام پر مقدم ٹھہرا اور معتق مذکور رو علی ذوی الفروض پر بھی مقدم ہے اور یہی قول ہے علی مرتضیٰ اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہما کا اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے نزدیک وہ مؤخر ہے ذوی الارحام سے اور محمد جمہور کا قول ہے اور فریقین کے دلائل مطولات میں مذکور ہیں ہم عصبہ بنفسہ علی الترتیب المقدم لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم الولاء لجمۃ کلجمۃ النسب پھر مولی العتاقہ کے بعد اس کا عصبہ بنفسہ ہے بنا بر ترتیب مقدم کے اس حدیث کی دلیل سے کہ ولای قرابت ہے نسب کی قرابت کے مانند ہم عصبہ بنفسہ کی قید اس واسطے لگائی کہ مولی کا عصبہ بنفسہ مقدم ہے اس کے عصبہ سببی پر یعنی آزاد کرنے والے کا آزاد کرنے والا مؤخر ہے عصبہ سببی سے اور موجب ترتیب مقدم کے ابن معتق مقدم ہے پھر ابن الابن اگرچہ سافل ہو پھر باپ معتق کا پھر اس کا دادا اگرچہ عالی ہو الی آخر التفصیل پھر معتق کا معتق علی الترتیب المذكور پھر اس کے عصبات معلوم کرنا چاہیے کہ آزاد کرنے والے کی میراث غلام آزاد نہیں پاتا جمہور کے نزدیک خلافاً لاسحق ابن راہویہ و الحسن بن زیاد اور اس حدیث میں الولاء لجمۃ کلجمۃ النسب ولای سے مراد ولای عتاقہ ہے نہ ولای میراث یعنی ولای عتاقہ قرابت حاصل ہے عتق کے سبب سے مانند قرابت صحیحی نسبی کے کذا فی الطحاوی ملتقطاً واذا ترک المعتق اب مولاه وابن مولاه فالکل للابن وقال ابو یوسف للاب السدس اور جب کہ غلام آزاد کر گیا اپنے مولی کا باپ اور بیٹا چھوڑ کر تو سب مال مولی کے فرزند کا ہے اور ابو یوسف نے کہا باپ کے واسطے چھٹا حصہ ہے اور ترک جہد اسے جہولاء واخاہ فہو للجد علی الترتیب المتقدم وقال ابیہما کا میراث یا غلام آزاد نے اپنے مولی کا دادا اور اس کا بھائی چھوڑا تو تمام مال دادا کا ہے بنا بر اس ترتیب کے جو عصبہ بنفسہ میں مذکور ہو چکی اور صاحبین نے کہا کہ دونوں کے مابین میں مال مقسوم ہوگا میراث کے مانند ولیس ہنا عصبۃ بغیرہ ولا مع غیرہ لقولہ علیہ الصلوۃ والسلام لیس للنساء من الولاء الا ما اعتقن الحدیث اور یہاں یعنی ولای عتاقہ میں عصبہ بغیرہ نہیں اور نہ عصبہ مع غیرہ بدلیل قول آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام کے کہ عورتوں کو ولاد میں سے کچھ حصہ نہیں مگر اس غلام کا ولاد ہے جس کو



عورتوں نے آپ آزاد کیا الی آخر الحدیث م عصبہ بغیرہ اور عصبہ مع غیرہ چونکہ عورتیں ہوتی ہیں لہذا وہ ولادت عتات میں بموجب حدیث کے بے دخل ہیں اور یہ حدیث ٹکڑا ہے اس حدیث طویل کا جو سرا جیہ میں مذکور ہے وہ ہوا ان کا ان فیہ مشذوذ لکنہ تاکد بکلام کبار الصحابہ رضی اللہ عنہم لہذا المشہور کا بسط السید و اقرو المصنف اور اس حدیث میں اگرچہ مشذوذ ہے لیکن وہ متاکد ہو گئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے کلام سے تو وہ حدیث بمنزلہ حدیث مشہور کے ہو گئی چنانچہ سید شریف نے فرائض شریفی میں اس کو مسترح بیان کیا ہے اور مصنف نے اس کو اپنی شرح میں ثابت رکھا ہے

مشاذ وہ حدیث ہے جس کو ثقتہ راوی اور راویوں کے مخالف روایت کرے تو جس کی روایت میں راوی متفرد ہو تو اس کو نظر کرنا چاہیے اگر اس کی روایت اس راوی کے مخالف ہو جو اس سے زیادہ تر حافظ اور ضابطہ ہے تو اس کی روایت مشاذ مردود ہے یعنی قبول کرنے کے لائق نہیں ہے اور اگر اس کی روایت ثقات کے مخالف نہیں ہے تو اگر اس راوی کے حفظ اور اتقان پر اعتماد ہے تو وہ مقبول ہے اس کا انفرادی صحت حدیث میں قاصر نہیں اور اگر اس کے حفظ اور اتقان پر اعتماد نہیں تو اس کی حدیث خارج ہے حدیث صحیح سے اور حدیث مشہورہ وہ ہے جو قرن اول میں آحاد ہو پھر قرن ثانی اور اس کے بعد متواتر ہو گئی ہو اور چونکہ قرن اول یعنی صحابہ کرام ثقات اور عدول ہیں تو ان کی گواہی بمنزلہ متواتر کے حجت ہے خصاف نے کہا کہ مشہور متواتر کی دوسری قسم ہے حضرت فاروق اور مرتضیٰ اور ابن مسعود رضی اللہ عنہم نے فرمایا کہ عورتوں کو دلائل کچھ نہیں کذا فی الطحاوی ثم شرع فی الحج فقال ولا یحکم سنتہ من الورثۃ بحال البتۃ الاب والام والابن والبنات ای الابوان والولدان النزوجان پھر مصنف نے عصبات کے بیان کے بعد حجب کا بیان شروع کیا سو یوں کہا کہ چھ وارث کسی حالت میں محروم میراث سے نہیں ہونے البتہ یعنی یقیناً باپ اور ماں اور بیٹا اور بیٹی یعنی والدین اور ولدین اور زوجہ اور زوجہم باپ کے واسطے یا سوس ہے یا عصوبت ہمیشہ اور ماں کا سوس ہے یا ثلث کل ہے یا ثلث باقی ہمیشہ اور بیٹا تو ہمیشہ عصبہ رہتا ہے اور بیٹی تین حال سے خالی نہیں اس کا یا نصف ہے یا ثلثین یا عصوبت للذکر مثل حظ الانثیین اور زوج کا یا نصف ہے یا ربع ہے ہمیشہ اور زوجہ کا یا ربع ہے یا ثلثین ہمیشہ و فریق یرثون بحال و یحجبون بحال الحرام بحال آخری اوہم غیر مولد السنۃ سوار کا لوا عصبات او ذوی فروض اور ایک فریق وہ ہے جو ایک حال میں تو وارث ہوتے ہیں اور دوسرے حال میں بالکل محجوب ہوتے ہیں اور وہ فریق سوائے ان اشخاص ستہ مذکورین کے ہیں خواہ وہ عصبات ہوں یا ذوی الفروض م عصبات تو جیسے بھائی اور بھینجے اور ذوی الفروض جیسے سگی اور سوتیلی بہنیں وہ بیٹی ہیں اور عجب کی بنا پر واصلوں پر ہے یعنی محجوب ہونا یا یا جاتا ہے دو قاعدوں کے ہونے سے یا ایک کے ہونے سے تو جن قریبوں میں دونوں ہیں یا ایک اہل پائی گئی تو وہ قریب محجوب ہوں گے والا وارث ہوں گے احد ہما انہ یحجب الاقرب ممن سواہم الا بعد لما مر انہ یقدم الاقرب فالاقرب اتحادی السبب ام لا ایک اہل یہ ہے کہ ان کے سوائے جو کبھی محروم نہیں ہوتے اور وارثوں میں سے قریب تر بعید تر کو محجوب کر دیتا ہے اس واسطے کہ مذکور ہو چکا کہ اقرب فالاقرب مقدم ہوتا ہے خواہ دونوں قرابت والے سبب ارث میں متحد ہوں یا نہ ہوں م یعنی عجب حاصل ہوتا ہے اقرب اور البعد کے پائے جانے سے تو اقرب البعد کا حاجب ہوتا ہے چنانچہ عصبات میں مذکور ہو چکا کہ میت کا جنود میت کے اہل کا حاجب ہوتا ہے اور اہل میت اپنے فرع ذاتی کی حاجب ہے اور فرع پدری فرع جدی کی حاجب ہے و علی ہذا القیاس ذوی الفروض میں اقرب البعد کا حاجب ہے اتحاد سبب کی مثال چنانچہ جدات مع الام اعدنات الابن مع الصبیاتین اور سوتیلی بہنیں سگی بہنوں کے ساتھ اور عدم اتحاد سبب کی مثال باپ اور بھائی ہے والسانی ان من ادلی الشخص لایرث موہ کابن الابن لایرث مع الابن اور عجب کی دوسری اہل یہ ہے کہ جس کی قرابت لٹکی ہو بواسطہ ایک شخص کے تو وہ وارث نہ ہوگا اس شخص متوسط کے ساتھ چنانچہ پوتا وارث نہیں ہوتا بیٹے کے ساتھ یعنی پوتے کی

لے پوری حدیث سر جہیں یوں ہے لیس للنساء من الاولاد الامام مومن و احمق من مومن و کاتب من کاتبین و ابن او برن او برن و برن او برن و مومن مومن ۱۲

قرابت دادا سے بواسطہ باپ کے ہے تو پوتا دادا کے مال کا وارث نہ ہوگا باپ کے ہوتے الاولاد الام فیرث مع العدم استغراقاً للترکۃ بجمہ واحدۃ  
مگر مادری بھائی سوا مال کے ساتھ وارث ہوتا ہے اس واسطے کہ مال تمام متروکہ کو نہیں پاتی ایک جہت سے م یعنی ہر جہت میں کی قرابت مادری بھائی  
سے بواسطہ مال کے ہے تو مقتضائے اصل ثانی یہ تھا کہ مادری بھائی مال کے ساتھ وارث نہ ہوتا مگر اس کی وارثت اس وجہ سے ہوئی کہ مال سب  
متروکہ کی مستغرق نہیں ہوتی فقط ایک فرضیت کی جہت سے اور اگر اصحاب فرائض اور عصبات میں یہ کوئی باقی نہیں سوائے مال کے تو اب  
وہ تمام متروکہ پاوے کی نہ ایک جہت سے بلکہ دو جہت سے فرضاً و رداً والمحرور کا بن کافر و قاتل لایجب عندنا اصلاً اور محروم المیراث  
چنانچہ کافر یا قاتل بیٹا ہمارے نزدیک اصلاً حاجب نہیں ہوتا نہ جب حران نہ جب نقصان م جب محروم میں صلاحیت میراث کی اصلاً نہ رہی  
تو وہ استحقاق ارث میں میت کے مانند ہو گیا تو اسی طرح حق حجب میں وہ بمنزلہ میت کے ہے فوات اہلیت کی وجہ سے و حجب المحبوب اتفاقاً  
کام الالب تحجب بالاب و تحجب ام الام اور محجب حاجب ہوتا ہے باتفاق حنفیہ اور ابن مسعود کے کذا فی شرح السراجیہ چنانچہ داوی محجب ہوتی  
ہے باپ کے ہونے سے لیکن محجب کرتی ہے نانی کی مال کو کالاحوة والاخوان فانیم یجبون بالاب جب حران و یجبون الام من الثلث  
الی السدس تحجب نقصان اور چنانچہ بھائی اور بہنیں کہ وہ محجب ہوتی ہیں باپ کے ہونے سے محجب حران کر لینے بالکل محجب ہو جاتی ہیں اور  
بھائی بہنیں مال کی حاجب ہوتی ہیں ثلث سے سدس تک جب نقصان کر لینے بالکل حاجب نہیں ہوتی بلکہ حصہ کم کر دیتی ہیں کہ مال کا تہائی حصہ  
کم ہو کر چٹا حصہ ہوتا ہے پہلی مثال جب حران کی ہے اور دوسری جب نقصان کی و یختص جب نقصان بخمسۃ بالام و بنت الابن والاخت لاب  
والزوجة اور جب نقصان پانچ شخصوں کو خاص ہوتا ہے مال اور پوتی اور پوتیلی بہن اور زوجہ اور زوجہ کو کم مال تو محجب ہوتی ہے ثلث سے  
سدس تک ولد یا ولد الابن کے ہونے سے یا در بھائی یا در بہنوں کے ہونے سے اور پوتی محجب ہوتی ہے بنت مصلی کے ہونے سے نصف  
سے سدس تک اور پوتیلی بہن محجب ہوتی ہے سگی بہن کے ہونے سے نصف سے سدس تک اور زوجہ محجب ہوتا ہے نصف سے ربع  
تک اور زوجہ محجب ہوتی ہے ربع سے ثمن تک ولد یا ولد الابن کے ہونے سے کذا فی الطحاوی و یسقط بنو الاعیان و ہم الاخوة والاخوان  
لاب و ام ثلثۃ بالابن و ابنہ وان اسفل بالاب اتفاقاً و بالجد عندانی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ اور بنی اعیان یعنی سگے بھائی اور سگی بہنیں  
ساقط ہو جاتی ہیں نہیں شخصوں کے ہونے سے ان میں سے ایک بیٹا اور پوتا ہے اگر سافل ہو اور دوسرا باپ ہے باتفاق امام اور صاحبین  
کے اور مسیر شخص دادا ہے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ کے نزدیک م برادران یعنی کا ذکر کرنا جب کے مناسبت سے ہے اور بعضی مصنفین  
نے مصنف کے مانند فروض کو اور ان کے مستحقوں کو ذکر کیا اور بعض وارثوں کے سقوط کا حال جب میں بیان کیا اسی مناسبت کی وجہ سے  
اور بعضوں نے چنانچہ صاحب سراجیہ نے ہر وارث کے تمام حالات اس کے ذکر کے وقت بیان کر دئے تو باب الحب میں حالت سقوط  
کے ذکر کرنے کی کچھ حاجت نہ رہی کیونکہ منجملہ جمیع حالات کے حالت سقوط بھی مقدم ذکر ہو چکی کذا فی الطحاوی و قالایا سہم علی اصول زید و یغنی  
بالاول و ہواستقوط کما ہو مذہب ابی حنیفہ و اصول زید مبسوطۃ فی المطولات اور صاحبین نے کہا کہ جد سگے بھائیوں سے متقا سم کرتا ہے  
زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے اصول پر اور فتوے دیے گئے اول قول کا یعنی جد کے ساقط ہونے کا جیسا کہ وہ امام کا مذہب ہے اور اصول  
زید کے مطولات فقہیہ میں مشرح مذکور ہیں م منع انفار میں اصول زیدوں مذکور ہیں کہ جب جد بنی اعیان کے ساتھ مجتمع ہو تو جد ایک بھائی  
کے برابر ہے ان سے برابر متقا سمہ کر لے گا جب تک متقا سمہ سے جد کا حصہ ثلث سے کم نہ ہو اور اگر ثلث سے کم ہوگا تو اس کے لئے ثلث مفروض  
ہوگا اور باقی دو تہائیاں بھائیوں میں لند کر مثل حظ الاقربین قسمت ہوں گی چنانچہ اگر ایک بھائی اور جد ہے تو متروکہ ان میں نصف نصف



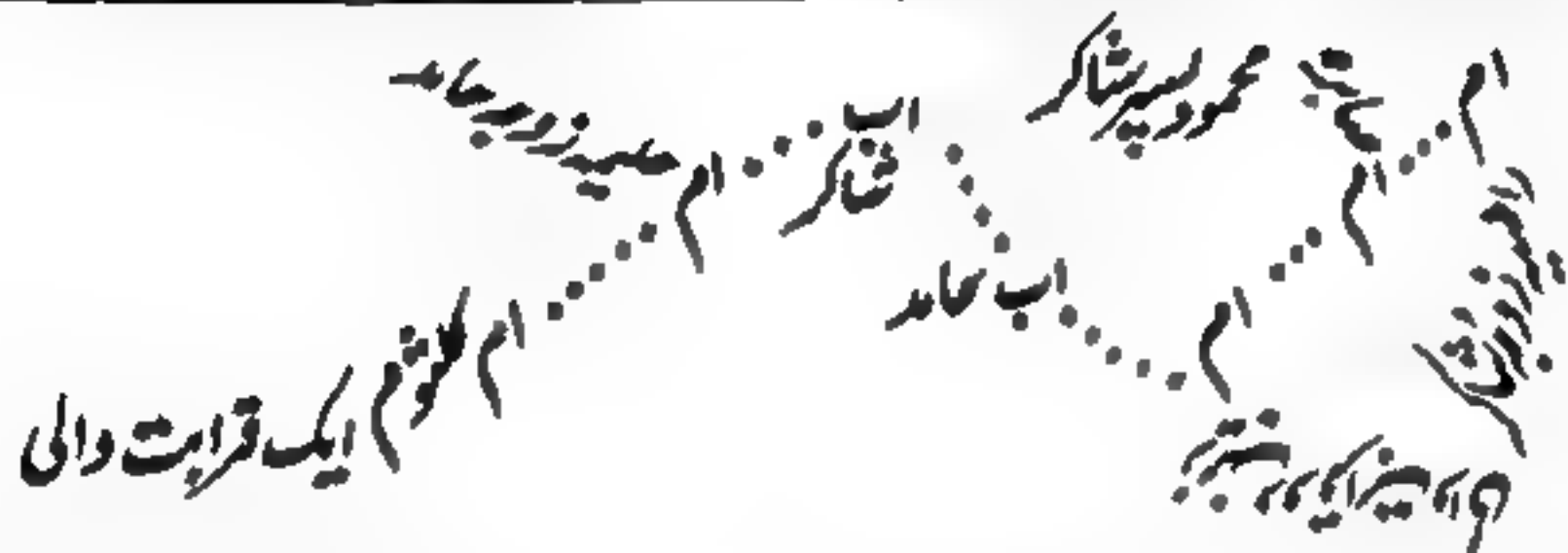
ہوگا اس واسطے کہ مقاسمہ جد کے واسطے بہتر ہے اور اگر جد اور دو بھائی ہیں تو ہر ایک کو ثلث مال ملے گا اور اگر جد اور تین بھائی ہیں تو تینائی مال جد کا فرض ہے اور باقی مال بھائیوں میں مقسوم ہوگا اس واسطے کہ اس صورت میں مقاسمہ سے چوتھائی مال جد کو ملتا ہے اور وہ تینائی سے کم ہے اور اگر جد اور بھائیوں کے ساتھ کوئی صاحب فرض ہے تو اس کو فرض دیا جاوے گا پھر تامل کیا جاوے گا کہ جد کے لئے تین حالات سے کون حال بہتر ہے مقاسمہ یا ثلث یا بقی یا سدس تو جو ان میں سے اس کے حق میں بہتر ہوگا وہ اس کو دیا جاوے گا اور باقی مال بنی اعیان میں للذکر مثل حظ الانثیین قسمت ہوگا کذا فی الطحاوی مختصراً و فی الوہابیہ سے وما اسقط الاولاد عین و علة ۱۰ وقد اسقط النعمان و ہو المحرر اور وہابیہ میں ہے اور صاحبین نے سکے بھائیوں اور سوتیلے بھائیوں کو واداکے ساتھ ساقط نہیں کیا ہے اور البتہ نعمان بن ثابت یعنی امام اعظم نے ان کو ساقط کیا ہے اور سی قول امام کا محرر اور معتد ہے قولہ و علة کا وادو معنی او ہے یعنی اس واسطے کہ عینی کے بعد علاقہ وارث ہوتا ہے نہ اس کے ساتھ و علیہ الفتویٰ کما فی الملتفی و السراجیہ و ان قال مصنفنا فی شرحنا علی قولہما الفتویٰ اور سقوط بنی اعیان میں امام کے قول پر فتویٰ ہے چنانچہ ملتی اور سر اجیہ میں مذکور ہے اگرچہ سراجیہ کے مصنف نے سراجیہ کی شرح میں کہا ہے کہ صاحبین کے قول پر فتویٰ ہے ویسقط ہوا العلات و ہم الاخوة والاخوات لابہم ای بنی اعیان ایضاً و ہو لا ای بالابن و ابنہ و بالاب و الجدة و کذا بالاخت لابیون اذا صارت عصبتہ کما علمتہ اور بنو العلات یعنی سوتیلے بھائی اور سوتیلی بہنیں ساقط ہوجاتی ہیں سکے بھائیوں سے بھی اور ان شخصوں سے یعنی ولیہ اور ولد الابن اور باپ اور دادا سے اور اسی طرح ساقط ہوتے ہیں سگی بہن سے جب کہ وہ عصبہ ہو جائے بنت کے ساتھ چنانچہ تو اس کو معلوم کر چکا ہے م چونکہ بنی اعیان قرابت میں اقویٰ ہیں بنی علات سے لہذا ان کے ہونے سے وہ ساقط ہو جاتے ہیں اور جب کہ سگی بہن بنت کے ساتھ ملے تو وہ عصبہ مع غیرہ ہو گئی تو اگر میت نے بیٹی اور سگی بہن اور سوتیلے بھائی چھوڑے تو بیٹی نصف لے گی باعتبار فرضیت کے اور سگی بہن نصف باقی لے گی باعتبار عصوبت کے اور سوتیلے بھائی ساقط ہو جائیں گے کذا فی الطحاوی ویسقط بنو الاخیاف و ہم الاخوة والاخوات لام بالولد و ولد الابن و ان سفل و بالاب و الجدة بالاجماع لانہم من قبیل الکلامہ کما سبط السید اور بنی اخیاف یعنی مادری بھائی اور مادری بہنیں ساقط ہوجاتی ہیں ولد اور ولد الابن سے اگرچہ وہ سافل ہو اور باپ اور دادا سے باتفاق امام اور صاحبین کے اس واسطے کہ مادری اولاد من قبیل کلامہ ہیں یعنی ضعیف القرابت ہیں چنانچہ سید شریف نے فرائض شریفی میں اس کو مشرح بیان کیا ہے م بالاجماع جد سے مرتبہ ہے یعنی برخلاف بنی اعیان اور بنی علات کے کہ وہ فقط امام کے قول پر جد کے ساتھ ساقط ہوتے ہیں نہ صاحبین کے قول پر و لیسقط الحجات مطلقاً ابویات ام امیات بالام اور ماں کے ہونے سے ساقط ہوتی ہیں حجات مطلقاً خواہ پدری جدہ ہوں یا مادری یعنی دادیاں اور نائیاں ماں سے ساقط ہوجاتی ہیں والا ابویات بالاب اور حجات پدری یعنی دادیاں باپ کے ہونے سے ساقط ہوجاتی ہیں و کذا بالاجماع الام الاب و ان علت فانہا ترث مع الجدة لانہا لیست من قبلہ بل ہی نزوۃ فکانا کالابون اور اسی طرح سے حجات ساقط ہوجاتی ہیں دادا کے ہونے سے مگر باپ کی ماں اگرچہ عالی ہو چنانچہ باپ کی نانی ساقط نہیں ہوتی اس لئے کہ وہ وارث ہوتی ہے جد کے ساتھ اس واسطے کہ باپ کی ماں کی قرابت دادا کی جہت سے نہیں بلکہ وہ جدہ زوجہ ہے جد کی تو وہ دونوں ماں باپ کے مانند ہونے کی قرابت میں یعنی تو بیسے والدین وارث ہوتے ہیں ویسے ہی جد اور جدہ وارث ہوں گے و تحجب القرنی من سہ جہت کانت البعدی کذلک و ارثہ کانت القرنی ام مجوۃ کما قدمناہ اور جدہ قریبہ کسی جہت سے ہو یعنی خواہ ماں کی جہت سے ہو خواہ باپ کی جہت سے وہ جدہ بعیدہ اسی طرح ہر جہت والی کو محجوب کرتی ہے خواہ قریبہ وارث ہو یا وارث نہ ہو چنانچہ ہم نے اس کو مقدم بیان کیا ہے تحجب المحجوب کی شرح میں م تو چار صورتوں میں جب حامل ہوتا ہے ایک یہ ہے کہ جدہ قریبہ مادری جدہ بعیدہ مادری کو محجوب کرتی ہے دوسرے یہ کہ جدہ قریبہ مادری

جدہ بعیدہ پدری کو محبوب کرتی ہے تیسرے یہ کہ جدہ قریب پدری جدہ بعیدہ پدری کو محبوب کرتی ہے چوتھے یہ کہ جدہ قریب پدری جدہ بعیدہ پدری کو محبوب کرتی ہے و اذا اجمعتا كانت احدهما ذات قرابة واحدة کام الاب کذاتی نسخ المتن والشروح والصواب الموافق للمسراجیہ وغیرہ  
کام ام الاب وقد تقدم ان القرنی تحجب البعیدی  
مطلقاً فانهم والاخری ذات قرابتین او اکثر کام ام الام وہی ایضاً ام اب لاب بهذه الصورة



بذہ ذات قرابتین بذہ ذات قرابة واحدة

اور جب کہ میت کی دو جدہ جمع ہوں اور ایک جدہ ایک قرابت والی ہو چنانچہ باپ کی ماں کی ماں یعنی باپ کی نانی اور دوسری جدہ دو قرابت یا زیادہ قرابت والی ہے چنانچہ ماں کی نانی اور وہ باپ کی بھی دادی ہے۔ صورت اس کی یہ ہے



شارح نے کہا متن اور شرح کے نسخوں میں اسی طرح کام لاب مذکور ہے اور درست مثال سراجمیہ وغیرہ کے موافق کام ام الاب ہے اور عنقریب مذکور ہو چکا ہے کہ جدہ قریب جدہ بعیدہ کو محبوب کرتی ہے مطلقاً تو بوجہ اس خطائے مصنف کو م شارح نے اس کلام سے اشارہ کیا کہ اگر متن کو صحیح جانئے تو ایک قرابت والی بسبب اپنے قرب کے دو قرابت والی کی حاجت ہو اُس کے بعید ہونے کی وجہ سے یعنی متن میں دخل ہیں ایک یہ ہے کہ سراجمیہ اور عالمگیری وغیرہما کے مخالف ہے دوسرا دخل یہ ہے کہ لازم آتا ہے بوجہ قاعدہ گذشتہ کے کہ قریب بعیدہ کی حاجت ہو اور حالانکہ یہاں وہ صورت مفروض ہے کہ دونوں جدہ وارث ہیں چنانچہ بعد اس کے معلوم ہوگا لہذا مترجم نے متن کے موافق ام الاب کا ترجمہ نہ کیا بلکہ ام ام الاب کا ترجمہ کیا تو ضیحاً ان امرأۃ زوجت ابن ابنہا بنت بنتنا فولد بنہما ولد فمذ المرأة جدۃ لابویہ اور جدہ ذات القرابتین کی توضیح یہ ہے کہ ایک عورت نے اپنے ابن الابن یعنی پوتے کا نکاح کیا اپنی ناتی سے تو ان سے ایک لڑکا پیدا ہوا تو یہ عورت اُس لڑکے کی والدین کی جدہ ہے یعنی اس کے باپ کی دادی اور ماں کی نانی ہے ام ادبیاں ایک اور دوسری عورت ہے جس نے اپنی بنت کا پہلی عورت کے ابن سے نکاح کیا سو اس کی بنت سے پہلی عورت کا پوتا پیدا ہوا جو باپ ہے میت کا قریب دوسری عورت میت کے باپ کی نانی ہے تو یہ عورت ایک قرابت والی جدہ ہے تو جب کہ یہ دونوں جدہ جمع ہوئیں تو دو قرابت والی جدہ اور ایک قرابت والی جدہ پائی گئی کذاتی الفرائض الشریفی اور اس مسئلہ کی توضیح التوضیح یہ ہے کہ مثلاً دو عورتیں ہیں زینب اور کلثوم زینب نے اپنے ابن الابن یعنی شاکر بن حامد بن زینب



یعنی ناتی یعنی راضیہ بنت صابرہ بنت زینب سے نکاح کر دیا ان سے محمود پیدا ہوا تو زینب محمود کی دو قرابت والی جدہ ہے یعنی اس کے  
 باپ کی دادی ہے اور اس کی ماں کی نانی اور مسماۃ کلثوم نے اپنی بیٹی یعنی سلیمہ بنت کلثوم کا حامد بن زید سے نکاح کر دیا ان سے شاکر زینب  
 پیدا ہوا تو کلثوم محمود سے فقط ایک قرابت رکھتی ہے کہ اس کے باپ کی یعنی شاکر کی نانی ہے اور تین قرابت والی جدہ کی مثال یہ ہے کہ  
 زینب مذکورہ کی ایک بیٹی اور ہے جس کا نام سلیمہ ہے سو زینب نے سلیمہ کی ناتی یعنی عظیمہ بنت کریمہ بنت سلیمہ کا محمود مذکور سے نکاح کر دیا اس  
 سے قاسم پیدا ہوا تو زینب قاسم کی نانی کی یعنی کریمہ کی نانی ہوئی اور قاسم کے دادا کی یعنی حامد کی دادی ہوئی اور قاسم کی دادی یعنی راضیہ کی  
 نانی ہوئی تو زینب قاسم کی جدہ ٹھہری تین طرح کی قرابت سے اور کلثوم مسطورہ فقط ایک قرابت رکھتی ہے یعنی قاسم کے دادا یعنی شاکر کی نانی  
 ہے قسم محمد السدس یعنی اٹھارہ اعتباراً لجات محمد بن حسن نے سدس کو دونوں جدہ کے مابین تین تہاؤ کر کے تقسیم کیا ہے باعتبار جہات قرابت  
 کے یعنی ایک قرابت والی جدہ کو سدس کی ایک تہائی دے اور دو تہائی والی جدہ کو دو تہائیاں سدس دیں اس وجہ سے کہ میراث کا استحقاق  
 ہوتا ہے جہات قرابت کے اعتبار سے تو جس میں ایک قرابت کی جہت ہوئی اس کو ایک حصہ دیا اور جس میں دو جہتیں قرابت کی متفق اور مجتمع ہوئیں  
 صورت میں وہ ایک ہے اور حقیقت میں متعدد ہے تو اس کو دو حصے دئے کیونکہ وہ مستحق میراث کی ہے دو جہت سے ساتھی و ہما اکی  
 ابو حنیفہ و ابو یوسف الصافی باعتبار الابان و بقال مالک و الشافعی و ہر جزم فی الکفر فقال و ذات جہتین کذا تہمت اور امام ابو حنیفہ  
 اور ابو یوسف نے نصف نصف تہمت کی ہے باعتبار ابدالان کے اور یہی قول ہے امام مالک اور امام شافعی کا اور اسی قول پر یقین کیا ہے کہ نہیں سوکنز  
 یوں کہا ہے کہ دو جہت والی جدہ ایک جہت والی کے برابر ہے قول شیخین کی وجہ یہ ہے کہ اگر جہت کی تعداد کے ساتھ نام کا بھی تعدد ہو تو البتہ  
 استحقاق میراث کا بھی متعدد ہوگا اور نام متعدد نہیں تو جہت کا تعدد جہت واحد کے مانند ہے اور یہاں اسی طرح ہے کہ دو قرابت والی کو بھی جدہ  
 ملتے ہیں ایک قرابت والی کے مانند اور اگر تین قرابت والی جدہ مجتمع ہوگی ایک قرابت والی کے ساتھ تو شیخین کے نزدیک ان میں بھی سدس نصفاً  
 نصف تقسیم ہوگا اور محمد کے نزدیک سدس کے چار حصے ہوں گے ایک حصہ ایک قرابت والی کو اور تین حصے تین قرابت والی کو ہیں گے طحاوی نے کہا  
 کہ فتویٰ شیخین کے قول پر ہے سر جہی میں ابو یوسف کے ساتھ امام ابو حنیفہ کو ذکر نہیں کیا ہے اور اس کی شرح فرائض شریفی میں ہے کہ شری نے کہا  
 کہ امام سے تعدد قرابت احدی الجہتین میں کچھ روایت نہیں ہے لیکن حسن بن عبد الرحمن بن عبد الرزاق شاشی شافعی المذہب کے فرائض میں یوں  
 مذکور ہے کہ ابو حنیفہ اور مالک اور شافعی کا قول ابو یوسف کے قول کے مانند ہے انتہی واذا استكمل البنات والاخوات لابون فترضن  
 و ہذا لثلاث سقط بنات الابن وسقط الاخوات لاب ایضا لا تبعصیب ابن ابن فی الصورة الاولی و اخ فی التانیۃ ہوا  
 مساو او نازل اکی سافل یخینذ یعصبن و یون البانی للذکر کالانثیین قالہ المصنف فی شرحہ اور جب کہ بیٹیاں اور سگی بہنیں اپنا فرض حصہ  
 یعنی دو تہائیاں پورا بھر لیں تو پوتیاں ساقط ہو جاویں گی اور سوتیلی بہنیں بھی ساقط ہوں گی مگر ابن الابن کے عصبہ کر دینے سے پہلی صورت  
 میں اور بھائی کے عصبہ کر دینے سے دوسری صورت میں بشرطیکہ ابن الابن یا بھائی بنات یا اخوات کے برابر ہو درجہ میں یا نازل یعنی نیچے درجہ والا  
 ہو تو اس وقت میں ابن الابن بنات کو اور سوتیلی بھائی اپنی بہنوں کو عصبہ کر دے گا تو بعد ثلثین فرض کے باقی مال للذکر مثل حظ الانثیین تقسیم  
 ہوگا ایسا کہ امام مصنف نے اپنی شرح میں ہم بنات کا حق کامل ثلثین اس واسطے ہوا کہ حدیث سے ثابت ہے کہ بنات کا حق ثلثین سے زیادہ نہیں  
 ہوتا اور اخوات کا حق تو اخیر سورہ نسائیں مذکور ہے قلت و فی اطلاقہ نظر ظاہرہ لتقریم بان ابن الاخ لا یعصب اختہ کالعم لا یعصب اختہ و ابن العم  
 لا یعصب اختہ و ابن الممتق لا یعصب اختہ بل المال للذکر دون الانثی لانما من ذوی الارحام قال فی السراجیۃ سے ویس ابن الاخ بالمعصب

من مثله اذ فوقه فی النسب و شارح نے کہا میں کہتا ہوں کہ مصنف کے مطلق بولنے میں ظاہر اعتراض ہے علما کی اس تصریح کی دلیل سے کہ  
الاخ یعنی بھتیجا اپنی بہن کو عصبہ نہیں کرتا اور چچا اپنی بہن کو عصبہ نہیں کرتا اور آزاد کرنے والے کا بیٹا اپنے  
کو عصبہ نہیں کرتا بلکہ تمام مال ان صورتوں میں مرد کا ہوتا ہے نہ عورت کا اس واسطے کہ عورت ان چاروں صورتوں میں ذوی الارحام سے ہے لہذا  
میں کہا ہے کہ بھتیجا عصبہ کر دینے والا نہیں ہے اپنے برابر والی کو یعنی بہن کو یا اور والدی کو نسب میں یعنی عمہ کو م صور مذکورہ میں عدم تعصیب  
کی وجہ یہ ہے کہ وہ عورت عصبہ ہو جاتی ہے اپنے بھائی کے ساتھ جو صاحب فرض ہوتنہائی کی حالت میں اور جو عورت کہ صاحب فرض نہ ہو چچا  
مثلاً مذکورہ میں تو اس کا بھائی اس کو عصبہ نہیں کرتا اور شارح کے اعتراض کا یوں جواب ممکن ہے کہ مصنف کی عبارت میں موازی یا نازل کی  
ابن الابن کی صفت ہے نہ اخ کی جو اعتراض مذکور وارد ہو اور قولہ اد اخ مصاف پر معطوف ہے تو اب موازی یا نازل اس کی صفت نہیں  
پڑ سکتا ہاں یہ البتہ ہے کہ تقدیم صفت کی قبل از معطوف النسب متقی کذا فی الطحاوی و مخصاً بتصرف بخلاف ابن الابن وان سفل فانه یعصب مثلاً  
اذ فوقہ ممن لم تکن ذات سهم و یسقط من دونہ بخلاف ابن الابن کے یعنی پوتا اگرچہ سافل درجہ کا ہو اس واسطے کہ وہ عصبہ کر دیتا ہے اپنے برابر  
والی کو یعنی بہن کو یا اور والدی کو یعنی عمہ کو بشرطیکہ وہ فرض والی نہ ہو اور وہ ساقط کر دیتا ہے ان عورتوں کو جو اس سے نیچے درجے والیاں  
ہیں م یعنی اگر عمہ صاحب فرض ہے تو اپنا فرض حصہ پاوے گی اس کا بھتیجا اس کو عصبہ نہیں کرے گا اور جو بنات کہ ابن الابن سے مدجے میں  
ہوں گی وہ ساقط ہو جاویں گی چنانچہ اگلی مثال میں واضح ہو گا فتورک ثلث بنات ابن بعض سفل من بعض و ثلث بنات ابن ابن آخر کذلک و  
ثلث بنات ابن ابن ابن کذلک بهذه الصورة

	<p>الغريق الثالث ابن</p> <p>ابن</p>	<p>الغريق الثاني ابن</p> <p>ابن</p>	<p>الغريق الاول ابن</p> <p>ابن</p>	
	<p>ابن</p> <p>ابن</p>	<p>ابن و بنت</p> <p>ابن و بنت</p>	<p>ابن و بنت</p> <p>ابن و بنت</p>	<p>عليها</p> <p>وسطى</p>
<p>عليها</p> <p>وسطى</p> <p>سفلى</p>	<p>ابن و بنت</p> <p>ابن و بنت</p> <p>ابن و بنت</p>	<p>ابن و بنت</p> <p>ابن و بنت</p> <p>ابن و بنت</p>	<p>ابن و بنت</p> <p>ابن و بنت</p> <p>ابن و بنت</p>	<p>وسطى</p> <p>سفلى</p>

سو اگر میت نے اپنی تین پوتیاں چھوڑیں اسی طرح کہ ایک دوسری سے نیچے درجہ والی ہے اور دوسرے فرزند کی پوتیاں تین چھوڑیں اسی طرح درجہ بدرجہ کمتر اور اپنے تیسرے فرزند کی تین پوتیاں اسی طرح درجہ بدرجہ کمتر چھوڑیں چنانچہ شارح کی مقیاس سے اگر تال کریں تو واضح ہوتا ہے ہم تو صیح اس کی یہ ہے کہ میت نے پہلا بیٹا چھوڑا پھر اس کے بیٹے نے ایک بیٹا اور ایک بیٹی کو چھوڑا پھر اس کی بیٹی نے ایک بیٹا اور ایک بیٹی کی اسی طرح میت کے دوسرے فرزند نے ایک بیٹا چھوڑا پھر اس کے فرزند نے ایک بیٹا اور ایک بیٹی کو چھوڑا علیٰ ہذا القیاس تین بار پھر میت کے پروتے نے اسی طرح علی الترتیب ایک بیٹا اور بیٹی کو چھوڑا تین بار پھر سب مرد مر گئے تمام طبقات کے اور نواکریاں ان کی باقی رہیں اللہ میت جدا علی ہے اور اس مسئلہ کو مسئلہ تشبیہ کہتے ہیں کذا فی الخطاوی مخصراً فالعلیاء من الفرق الاول لا یوارثہا احد فلہا النصف سے اعلیٰ صوبہ



تو فریق اول کی اونچی پوتی کے برابر کوئی عورت نہیں تو جد امی کے مترادف سے اس کو نصف ترکہ ملے گا چونکہ اس میں اور میت میں ایک واسطہ ہے برہنہ اور بنات کے لہذا اس کے برابر میں کوئی عورت نہیں تو وہ نصف ملے گی کیونکہ وہ قائم مقام ہے بنت صلبی کے والو وسطی من الفرق الاول تو ازیم العیالات من الفرق الثانی فیکون لہا السدس ثلثین اور فریق اول کے درمیان والی پوتی کے برابر فریق ثانی کی اونچی پوتی ہے تو ان دونوں کو سدس ملے گا ثلثین کے پورا کرنے کے واسطے یہ دونوں پوتیاں اس واسطے ہمدرد ہوئیں کہ میت میں اور ان میں دو واسطے ہیں ان کو سدس اس واسطے ملا کہ فریق اول کی اونچی پوتی نصف پانچگی تو ثلثین میں باقی جو رہا تھا وہ ان کو ملا تاکہ دو تہائیاں پوری ہو جاویں ولا شئی للسفلیات اور کچھ نہیں ہے پنجی پوتیوں کے واسطے نو پوتیوں میں سے تین پوتیوں نے دو تہائیاں پائیں اب باقی چھ سفلیات پوتیوں کو کچھ نہ ملے گا اس واسطے کہ بنات کا حق دو تہائیوں سے زیادہ فرض نہیں ہے اور عصوبت ان کی قطعاً ثابت نہیں تو اصلاً ان کو میراث نہ ملے گی کذا فی الفرائض لشمس ریضی الا ان یكون مع واحدة منهن غلام فیعصبها ومن یحاذیها من فوقها من لا تكون صاحبة فرض وسقط السفلیات سفلیات کے لئے کچھ نہیں مگر یہ کہ سفلیات میں سے کسی کے ساتھ بھائی ہو تو بھائی اس بن کو اور اس کی برابر والی ہمدرد ہو کر اس کے اوپر والے کو جو صاحب فرض نہیں ہے عصبہ کر دے گا اور باقی سفلیات ساقط ہو جاویں گی مگر اگر بھائی فریق اول کے سفلی کے ساتھ ہو تو فریق اول کی علیا نصف ملے گی اور فریق اول کی وسطی اور فریق ثانی کی علیا سدس پانچگی اور باقی ثلث فریق اول کے سفلی اور اس کے بھائی اور فریق ثانی کی وسطی اور فریق ثالث کی علیا میں لاکر مثل خط الانثیین پانچ حصے ہو کر تقسیم ہوگا اور فریق ثانی کی سفلی اور ثالث کی وسطی اور اس کے بھائی اور فریق ثالث کی سفلی کے ساتھ ہو تو باقی ثلث اس میں اور فریق اول کی وسطی اور فریق ثانی کی سفلی اور ثالث کی وسطی اور اس کے بھائی اور فریق ثالث کی سفلی کے ساتھ ہو کر تقسیم ہوگا لاکر مثل خط الانثیین اور فریق ثالث کی سفلی ساقط ہوگی اور اگر بھائی فریق ثالث کی سفلی کے ساتھ ہو تو باقی ثلث اس میں اور چھ سفلیات میں آٹھ حصے ہو کر قسمت ہوگا اور اگر بھائی فریق اول کے علیا کے ساتھ مفروض ہو تو تمام مال اس میں اور اس کی بن میں تین حصے ہو کر تقسیم ہوگا دو حصے بھائی کے اور ایک حصہ بن کا اور آٹھ سفلیات کو کچھ نہ ملے گا اور اگر بھائی سدس والیوں کے ساتھ ہو تو فریق اول کی علیا نصف ملے گی اور باقی اس میں اور فریق اول کے وسطی اور فریق ثانی کی علیا میں لاکر مثل خط الانثیین تقسیم ہوگا اور باقی چھ سفلیات ساقط ہو جاویں گی کذا فی المطاوی والشریفی ویاخذ ابن عم کذا فی نسخ المتن والشرح وعبارة السيد وغيره ویاخذ احد ابی عم ہواخ الام السدس بالفرض شارح نے کہا متن اور شرح مصنف کے نسخوں میں اسی طرح ویاخذ ابن عم مرقوم ہے اور سید وغیرہ کی عبارت یاخذ احد ابی عم ہے یعنی دو چہرے بھائیوں میں جو اخیاں بھائی بے میت کا وہ چھ حصہ لے گا فرضیت کی راہ سے م صورت اس کی یہ ہے کہ دو بھائی ہیں ہر ایک نے ایک ایک عورت سے نکاح کیا ایک بھائی کا بیٹا مثلاً حامد پیدا ہوا اور دوسرے کا محمود پھر ایک بھائی نے اپنی زوجہ کو طلاق دیا کہ وہ مر گیا اور دوسرے بھائی باقی نے اس عورت سے نکاح کیا اس سے دوسرا بیٹا اس کا حمید نام پیدا ہوا پھر حامد یا محمود اپنا پہلا چہرہ بھائی اور دوسرا چہرہ بھائی جو اس کا اخیاں بھائی ہے چھوڑ کر مر گیا تو حمید حامد یا محمود کی میراث سے سدس حصہ بطریق فرضیت کے ملے گا کذا فی المطاوی تبصر وکذا لو کان الآخر زوجاً فله النصف اور اسی طرح اگر دوسرا چہرہ بھائی زوج ہو چھری بن کا تو اس کو نصف حصہ ملے گا فرضیت کے اعتبار سے ولقبسمان البانی بینما نصفین بالعصوبۃ حیث لا مانع من ارثہ بہا فیرث بہمتی فرض و تعصیب اور دونوں چہرے بھائی بچھلا مفہوم ہے تشبیب شمر کی اصطلاح میں ان اشعار قصیدہ کو کہتے ہیں جن میں ذکر عورتوں کا ہو مگر ان کو شرع قصیدہ میں لاتے ہیں تاکہ لوگوں کو میل سننے کا زیادہ ہو تو چونکہ اس مسئلہ میں بھی عورتوں کا کثرت ہے اور مسئلہ دقیق ہو رہا ہے اس لئے تشبیب نام رکھا گیا ہے یعنی اول کے سفلی اور دوم کے وسطی اور سفلی اور تین فریق سوم کے ۱۲

باقی مال کو آپس میں نصف نصف بانٹ لیں گے عصبوت کی راہ سے کیونکہ کوئی مانع نہیں اس کی میراث سے فرض اور عصبوت کی دونوں جہتوں سے تو اخیانی بھائی وارث ہوگا فرض اور عصبوت کی دونوں جہتوں سے ہم پہلی صورت میں باقی مال پانچ سدس ہیں اور دوسری صورت میں نصف ہے اور اگر زوجہ کا سنا بیٹا ہو تو وہ ابن اعم کا صاحب ہوگا ابن اعم ہونے کی وجہ سے نہ زوجیت کی وجہ سے اور اخیانیت کی وجہ سے بھی بیٹا صاحب ہوگا کذا فی الطحاوی واما بفرض و تعصیب معا بجملة واحدة فلیس الا الاب والابوہ اور فرض اور تعصیب کا ساتھ ہی ہونا ایک ہی جہت سے یہ تو پائین جاتا کسی وارث میں سوائے باپ اور دادا کے ہم جہت واحدہ یا ابوت ہے یعنی باپ ہونا یا دادا ہونا قلت وقد یجتمع جہتا تعصیب کا بن ہونا ابن اعم بن اعم بان تنکح ابن عمها فتد ابنا میں کہتا ہوں اور صاحب عصبوت کی دو جہتیں جمع ہو جاتی ہیں چنانچہ بیٹا وہی چچا کا پوتا ہو اس طرح سے کہ عورت نے اپنے چچا کے فرزند سے نکاح کیا پھر وہ بیٹا جنمی م تو وہ بیٹا ہونے کی جہت سے بھی عصبوت ہے اور چچا کا پوتا ہونے کی جہت سے بھی عصبوت ہے لیکن اس مثال میں غل یہ ہے کہ یہاں میراث وہ لے گا فقط فرزند کی جہت سے نہ چچا کا پوتا ہونے کی وجہ سے اس واسطے کہ فرزند کی جہت مقدم ہے مگر اس کا یوں جواب دیا جائے کہ اجتماع جہتیں یہاں مراد ہے قطع نظر میراث سے کذا فی الطحاوی وکان ہو معنی اور چنانچہ بیٹا وہی آزاد کرنے والا ہو م صورت اس کی یہ ہے کہ ایک شخص نے اپنے باپ کو خرید کیا سو باپ آزاد ہو گیا بجز دغیر داری کے تو بیٹا عصبوت ہے فرزند کی جہت سے اور اعتاق کی جہت سے بھی وقد یجتمع جہتا فرض وانا تصور فی الجوس لنکاحم المحارم وتوارثون بہا جمیعاً عندنا وعند الشافعی باقوی الجہتین وتمامہ فی کتب الفرائض وتاتی الاشارة الیہ فی الفرقی اور بھی جمع ہو جاتی ہیں فرض کی دو جہتیں اور یہ متصور نہیں مگر مجوسیوں میں اس واسطے کہ وہ ملعون اپنی محرم عورتوں سے نکاح کر لیتے ہیں اور باہم وارث ہوں گے دونوں جہت سے ساتھ ہی ہمارے نزدیک اور امام شافعی کے نزدیک قوی تر جہت سے وارث ہوں گے اور اس کا پورا بیان علم فرائض کی کتابوں میں مذکور ہے اور اس کی طرف غریبوں کی فضل میں اشارہ آدے گا مثلاً مجوسی نے اپنی بیٹی سے نکاح کیا اور لڑکا پیدا ہوا تو یہ لڑکا فرزند ہے اس عورت کا اور بھائی بھی ہے پھر اگر وہ مر گیا تو اس نے اپنی ماں اور بہن کو چھوڑا تو وہ اس کی وارث ہوگی دونوں جہت سے ماں ہونے کی جہت سے بھی اور بہن ہونے کی جہت سے بھی ولو ترکت زوجاً واما اوجدة واخوة لام واخوة لابوین اخذ الزوج النصف والام اوالجدة السدس وولد الام الثلث ولاشی للاخوة لابوین لانہم عصبة ولم یبق لہم شی اور اگر ایک عورت نے زوج اور ماں یا دادی کو اور اخیانی بھائیوں اور سگے بھائیوں کو چھوڑا تو زوج نصف متروک لے گا اور ماں یا دادی چھٹا حصہ اور اخیانی بھائی ستائی لیں گے اور سگے بھائیوں کے واسطے کچھ نہیں اس واسطے کہ سگے بھائی عصبوت ہیں اور ان کے واسطے کچھ باقی نہیں رہا یعنی عصبات وارث ہوتے ہیں اس مال کے جو اصحاب الفروض سے باقی رہے سو یہاں اہل فرض سے کچھ باقی نہیں رہا وعند مالک والشافعی کثیرک بین العصبین الاخرین کان الکل اولاد ام اور مالک اور شافعی کے نزدیک کچھلی دونوں قسموں میں یعنی اخیانی اور سگے بھائیوں میں اشتراک کا حکم ہوگا گویا کہ وہ سب اخیانی بھائی ہیں م اس مسئلہ کا نام مشترکہ بفتح را مملہ ہے چنانچہ ابن صلاح اور نووی نے اس کو ضبط کیا ہے اور بعضوں نے اس کو بکسر را مملہ بھی کہا ہے اور اس مسئلہ کو مشترکہ اور حمایہ اور حمیریہ اور نیمیہ بھی کہتے ہیں کذا فی الطحاوی مختصراً وكذلك یفرض مالک والشافعی للاخت لابوین اولاب النصف وللجدة السدس مع زوج وام فتقول الی تسعة اور اسی طرح امام مالک اور امام شافعی سگی بن یا سوتیلی بن کے واسطے نصف کو فرض کہتے ہیں اور دادا کے واسطے چھٹا حصہ زوج اور ماں کے ساتھ تو یہ مسئلہ مول کرے گا نو سم کی طرف م اس مسئلہ کو اکر یہ کہتے ہیں تو فیض اس کی یہ ہے کہ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سگی بن یا سوتیلی بن کو دادا کے ساتھ صاحب فرض نہیں کہتے بلکہ اس کو دادا کے ساتھ عصبوت کہتے ہیں مگر مسئلہ اکر یہ میں اس کو دادا کے ساتھ صاحب فرض کہتے ہیں صورت اکر یہ کی یہ ہے کہ زوج ہے اور ماں اور دادا اور سگی بن یا سوتیلی بن تو ازواج کے



واسطے نصف ہے اور مال کے واسطے ثلث اور دادا کے واسطے سدس اور بہن کے واسطے نصف پھر دادا اور بہن کا حصہ ملا کر بانٹا جاتا ہے لہذا کر مثل  
 حظ الانثیین اس واسطے کہ مقاسمہ دادا کے واسطے بہتر ہے سدس اور ثلث باقی سے اور اس مسئلہ کی اصل چھ سہم سے ہے لیکن عول کرتا ہے نو سہم کی  
 طرف تو چھ سہم سے تین سہم زوج کے اور مال کے دو سہم اور دادا کا ایک سہم تو بہن کے واسطے کچھ نہ رہا تو اصل مسئلہ پرتین سہم کو زیادہ کیا نو سہم ہو گئے دادا  
 کا ایک سہم اور بہن کے تین سہم مجموعہ دونوں حصوں کا چار سہم ہوئے ان کو دادا اور بہن پر لہذا کر مثل حظ الانثیین تقسیم کیا چونکہ تقسیم چار سہم کی تین حصوں پر تقسیم  
 نہیں لہذا تین کو نو سے ضرب کیا تو حاصل ہوئے ۲۷ اس میں سے زوج کے نو سہم اور مال کے چھ سہم اور دادا کے تین سہم اور بہن کے نو سہم پھر دادا کا  
 حصہ بہن کے حصہ کے ساتھ ملایا تو بارہ سہم ہوئے سو ان کو دونوں میں لہذا کر مثل حظ الانثیین قسمت کیا تو دادا کو آٹھ سہم ملے اور بہن کو چار تو زید رضی اللہ عنہ  
 نے بہن کو ابتدا میں صاحب فرض قرار دیا تاکہ وہ میراث سے محروم نہ رہے اور انتہا میں اس کو عصبہ کر دیا تاکہ اس کا حصہ دادا کے حصہ سے زیادہ نہ ہو جائے  
 اور اس مسئلہ کو اگر یہ کہتے ہیں اس واسطے کہ بنی اکدر کی ایک عورت کا یہ واقعہ ہے یعنی بنی اکدر کی قوم کی ایک عورت مرگئی زوج اور مال اور دادا اور  
 سگی یا سوتیلی بہن چھوڑ کر تو زید بن ثابتؓ پر ان کا مذہب اس مسئلہ میں مشتبہ اور مکدر ہو گیا کذا فی السراجیہ و شرحہما الشریفی ملتقطاً و عند ابی حنیفہؒ واحد  
 تسقط الاخت اور مسئلہ مذکورہ میں امام ابو حنیفہؒ اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک بہن ساقط ہو جاتی ہے مگر امام کے نزدیک اصل مسئلہ چھ سہم سے ہے  
 تین سہم زوج کے اور دو سہم مال کے اور ایک سہم یعنی سدس دادا کا اور بہن محروم ہے دادا کے حاجب ہونے سے باپ کے مانند قلت و حاصلہ انہ لیس  
 عند الحنفیۃ مسئلہ المشتركة اتفاقاً ولا مسئلہ الاکدریۃ علی مفتی بہ کما مر میں کتابوں اور حال کلام کا یہ ہے کہ حنفیوں کے نزدیک مشترکہ کا مسئلہ باتفاق امام  
 صاحبین کے ثابت نہیں اور نہ اکدریہ کا مسئلہ ثابت ہے امام کے قول مفتی بہ پر چنانچہ مذکور ہو چکا اسی باب میں عند قولہ و لیسقط بنو الاعیان بالابن  
 والاب والجد امام کے نزدیک دادا باپ کے برابر ہے تو بہن کا حاجب ہو گا باپ کے مانند اور صاحبین کے نزدیک دادا باپ کے برابر نہیں ہر  
 حال میں تو صاحبین کے قول پر مسئلہ اکدریہ ثابت ہو گا کذا فی الطحاوی

**باب العول** یہ باب ہے عول کے مسائل میں م عول بفتح اول و سکون ثانی لغت میں معنی جو رد غلبہ و رفع و زیادت کے مستعمل ہے  
 لیکن معنی اخیر مناسب تر ہے معنی اصطلاحی سے اس واسطے کہ جب مسئلہ تنگ ہو گیا فروض مجتمعہ سے تو ترکہ کو اکثر عدد کی  
 طرف مرتفع اور زیادہ کر دیا اس کے مخرج سے تاکہ جمیع ورثہ کے فرائض میں نقصان داخل ہو جائے و صدہ الرد کما یجی اور عول کے مخالف  
 رد ہے چنانچہ اس کا بیان آگے آوے گا م اس واسطے کہ عول سے ذوی الفروض کے سهام گھٹ جاتے ہیں اور اصل مسئلہ بڑھ جاتا ہے اور رد  
 سے سهام بڑھ جاتے ہیں اور اصل مسئلہ گھٹ جاتا ہے یا یوں تقریر کیجئے کہ عول میں سهام فاضل ہو جاتے ہیں مخرج پر اور رد میں مخرج فاضل  
 ہو جاتا ہے سهام پر کذا فی الطحاوی و ہو زیادۃ السہام اذ اکثرت الفروض علی مخرج الفرضیۃ لیدخل النقص علی کل منہم بقدر فرضہ کنقص  
 ارباب الدیون بالمخاصم عول اصطلاح میں عبارت ہے سهام ورثہ کے زیادہ کر دینے سے جب کہ فروض زیادہ ہو جاویں فرضیہ کے مخرج پر تاکہ  
 نقصان اور کمی داخل ہو ہر وارث پر بقدر اس کے فرض حصے کے جیسے نقصان داخل ہوتا ہے ارباب دیون پر بسبب مخاصمہ کے یعنی ہر وارث  
 اپنا حصہ ناقص پاتا ہے علی قدر حصہ متروکہ سے تنگی کے سبب سے یعنی جیسے میت دیون کے متروکہ میں ارباب دیون حصہ رسد اور واپس آہی  
 پاتے ہیں م حاصل کہ عول اس سے عبارت ہے کہ جب مخرج ادا نہ ہو فرض سے تنگی کرے تو مخرج پر کچھ اس کے اجزاء سے زیادہ کیا جاوے  
 یعنی اس وجہ سے کہ بہن کا حصہ نصف ہے تو اگر کوئی اور خارج نہ ہوتا تو چھ میں سے تین اس کو ملے ۱۲ یعنی جہاں اس کا بیان ہے کہ عینی  
 جہاں بہن محروم ہو جاتے ہیں بیٹے اور باپ اور دادا سے ۱۲

چنانچہ سدس یا ثلث وغیر ذلک من الکسور الموجودة فیہ خلاصہ یہ ہے کہ جب مخرج تنگی کو سے وفاد فرض مجتہد سے تو ترکہ کو اس عدد کی طرف مرفوع کرنا چاہیے جو کہ اس مخرج سے اکثر ہے پھر قسمت کرنا چاہیے تاکہ نقصان داخل نہ جمیع وارثوں کے حصوں میں ایک نسبت پر یعنی یکساں کی ہو بقدر حصوں کے کذا فی الشریعی طحاوی نے کہا اور جتنا نقصان ہر وارث پر داخل ہوتا ہے اس کا اندازہ معلوم ہوتا ہے کسر زائد کی نسبت کرنے سے عدد اکثر کی طرف مثلاً اگر زوج اور دو سگی بہنیں وارث ہوں تو نصف اور ثلثین جمع ہوئے تو مسئلہ چھ سے ہے اور عول کرے گا سات کی طرف تو زوج پر نقصان داخل ہوگا ہر سہم میں بسع یعنی ساتویں حصے کا تو وہ چھ میں دو سہم اور چار بسع پاوے گا اور بہنوں پر چار بسع کا نقصان داخل ہوگا تو وہ تین سہم اور تین بسع پاویں گی اتنے خلاصہ یہ ہے کہ ایک چھ کا سدس تھا جب چھ پر ایک زیادہ کیا تو سات ہو گئے تو ایک کو سات کے ساتھ بسع کی نسبت ہے تو بقدر بسع کے ہر وارث کے ہر سہم میں کی ہو گئی واول من حکم بالعول عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور پہلے جس نے عول کا حکم کیا وہ امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں م فاروق اعظم کے زمانے میں ایک صورت واقع ہوئی جس کا مخرج اس کے ادائے فروض سے تنگ تھا تو اصحاب کبار سے آپ نے مشورہ کیا تو عباس بن مطلب رضی اللہ عنہ نے عول کی طرف اشارہ کیا سو سب صحابہ کرام نے اس پر اتفاق کیا اور کسی نے اس پر انکار نہ کیا مگر ابن عباسؓ نے ان کی موت کے بعد کذا فی الطحاوی فتاویٰ عالمگیری میں ہے عول کا پہلا مسئلہ جو اسلام میں واقع ہوا صدر خلافت فاروقی میں وہ یہ تھا کہ زوج اور ماں اور سگی بہن وارث تھیں تو نصف اور ثلث اور نصف یکجا ہوئے اصل مسئلہ چھ سے ہے اور اسے عول کیا آٹھ کی طرف مخرج سبقت پھر دریافت کرنا چاہیے کہ مخرج حصوں کے سات ہیں م وجہ اس کی یہ ہے کہ کتاب اللہ میں چھ فرض مذکور ہیں نصف ربیع ثمن ثلثان ثلث سدس اور مخرج ان کے پانچ ہیں اس واسطے کہ ثلثین اور ثلث کا ایک ہی مخرج ہے تو اگر نوع اول یعنی نصف ربیع ثمن مجتمع ہوں تو کمتر کسور کا مخرج معتبر ہوگا اور اسی سے مسئلہ ہوگا تو اگر نصف اور ربیع جمع ہوں تو مسئلہ چار سے ہوگا یا نصف اور ثمن جمع ہوں تو مسئلہ آٹھ سے ہوگا اور اگر ثلث اور سدس جمع ہوں تو مسئلہ چھ سے ہوگا اور مخرج مخرج خمسہ مذکورہ سے باہر نہیں اور جب کہ نوع اول میں سے نصف نوع ثانی یعنی ثلثین ثلث سدس سب کے ساتھ مختلط ہو یا بعض کے ساتھ تو مسئلہ چھ سے ہوگا تو یہ مخرج بھی مخرج خمسہ مذکورہ میں داخل ہے اور جب کہ ربیع مختلط ہو نوع ثانی کے کل سے یا بعض سے تو مسئلہ ہوگا بارہ سے اور جب کہ ثمن مختلط ہو نوع ثانی کے کل کے ساتھ یا بعض کے ساتھ تو مسئلہ ہوگا چوبیس سے تو مخرج خمسہ ان دو مخرج سے مل کر سات مخرج ہوئے یعنی دو تین چار آٹھ چھ بارہ چوبیس اربعۃ لا تقول الاثنان والثلاثة والاربعة والثمانیۃ مخرج سب سے چار مخرج تو عول نہیں کرتے یعنی دو اور تین اور چار اور آٹھ یہ حصہ باعتبار استقرار کے ہے اس واسطے کہ ان مخرج کے فروض مجتہد کے واسطے مال ترکہ کا پورا پڑتا ہے یا کچھ زیادہ باقی رہتا ہے تو ہر صورت عول کی حاجت نہیں ہوتی مثلاً دو کا مسئلہ اس وقت ہوگا جو دو نصف جمع ہوں چنانچہ زوج اور سگی بہن یا نصف باقی چنانچہ زوج اور سگی بہن یا علی ہذا القیاس فی البواقی کذا فی الشریعی تبصرہ والثلاثۃ قد تقول بالاختلاف کما یسجد فی باب المخرج اور تین مخرج میں کبھی عول ہوتا ہے اختلاط زمین کی وجہ سے چنانچہ اس کا ذکر باب المخرج میں آوے گا م شارح نے بلفظ اشارہ کیا کہ مخرج ثلثہ میں عول لازم نہیں ہے فستہ لقول اربع عولات الی عشرۃ وترأ وشفعاً تو چھ میں چار عول واقع ہوتے ہیں وثلک طاق احد حجت دونوں کے اعتبار سے یعنی چھ عول کرتا ہے سات کی طرف اور آٹھ کی طرف اور نو کی طرف اور دس کی طرف فقول سبقتہ کزوج و شقیقین تو چھ کا عول ہوتا ہے سات کی طرف چنانچہ زوج اور دو سگی بہنوں کے وارث ہونے میں م تو اس صورت میں سدس کے ساتھ عول ہو یعنی سدس کے

سے یعنی سوائے اس کے ان اجزائیں سے جو مخرج میں موجود ہیں ۱۲ سے یعنی دو اور چار اور آٹھ اور تین اور چھ ۱۳



زیادہ کر دینے سے سات ہو گئے اور مقدار نقصان ہر سہم کی اول باب کے ترجمہ میں طحاوی سے مذکور ہو گئی و لثمانیہ کم دایم اور چھ کا عول ہوتا ہے آٹھ کی طرف چنانچہ ورثہ مذکورین اور ماں میں یعنی زوج اور دو سگی بہنوں اور ماں میں م تو اس صورت میں ثلث کے ساتھ عول ہوا یعنی چھ کی تہائی دو ہے جب اس کو چھ پر زیادہ کیا تو آٹھ ہو گئے تو ہر سہم ورثہ میں ربع کا نقصان ہو گا اس واسطے کہ دو ربع ہے آٹھ کا و لثمانیہ کم دایم اور چھ کا عول ہوتا ہے نو کی طرف چنانچہ ورثہ مذکورین اور اخیانی بھائی میں یعنی زوج اور دو سگی بہن اور ماں اور اخیانی بھائی میں م تو اس صورت میں نصف کے ساتھ عول ہوا یعنی تین نصف ہے چھ کا جب اس کو چھ پر زیادہ کیا تو نو ہو گئے تو یہاں سہام ورثہ میں تہائی کا نقصان ہوا اس واسطے کہ تین تہائی ہے نو کی طحاوی نے کہا اور اس مسئلہ کو مروانیہ کہتے ہیں اس واسطے کہ یہ صورت اول زمانہ نبی میں واقع ہوئی اور زوج مروانی تھا تو اس نے چاہا کہ میں نصف مال لوں تو علماء حجاز سے اس کا سوال ہوا تو انہوں نے فرمایا کہ ثلث مال اس کا حق ہے و لثمانیہ کم دایم اور چھ کا عول ہوتا ہے دس کی طرف چنانچہ ورثہ مذکورین اور دوسرے بھائی اخیانی میں یعنی زوج اور دو سگی بہن اور ماں اور دواخیانی بھائی میں م تو اس صورت میں ثلثین کے ساتھ عول ہوا یعنی چار ثلثین ہیں چھ کے جب ان کو چھ پر زیادہ کیا تو دس ہو گئے طحاوی نے کہا اس مسئلہ کو شریکیہ کہتے ہیں اس واسطے کہ اس میں قاضی شریح نے زوج کے واسطے تین سہم کا حکم کیا دس سہم سے تو زوج شہروں گھومتا پھرتا تھا اور لوگوں سے سوال کرتا تھا کہ ایک عورت مرگئی زوج چھوڑ کر اور اس نے کوئی بیٹا یا پوتا نہیں چھوڑا سو زوج کا حصہ کیسا ہے تو لوگ کہتے تھے نصف ہے تو وہ کہتا تھا کہ شریح قاضی نے نہ مجھ کو نصف دیا نہ ثلث یہ خبر قاضی کو پہونچی تو اس کو طلب کیا یوں کہ کر کہ کچھ تیرے لئے باقی ہے ہمارے پاس پھر جب وہ آیا تو اس کو تعزیر دی اور کہا کہ تو قاضی پر معص کرتا ہے اور حاجی حکم کو ظلم کی طرف نسبت کرتا ہے اور ایسے حکم کی مجھ سے پہلے تو امام عادل متقی نے سبقت کی ہے یعنی عول کا حکم امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے کیا ہے انتہی مختصراً بالجملہ وہ شخص جاہل تھا عول کی حقیقت نہ سمجھتا لہذا اس حکم کو حق نہ جانتا تھا قاضی عالمگیری میں خزانہ المفتیین سے منقول ہے جب کہ چھ دس یا نو یا آٹھ کی طرف عول کرے تو میت بالیقین عورت ہے اور اگر سات کی طرف عول کرے تو احتمال ہے کہ میت عورت ہو یا مرد انتہی و انتہی عشر تقول ثلثا لے سبعة عشر و قرالا ثلثه فاقول الثلثة عشر کر و وجہ تحقیقین و ام و لثمانیہ عشر کم دایم و سبعة عشر کم دایم اور بارہ عول کرتا ہے تین بار سترہ تک طاق عدد میں نہ حجت میں تو بارہ عول کرتا ہے تیرہ کی طرف چنانچہ زوجہ اور دو سگی بہن اور ماں میں اور پندرہ کی طرف عول کرتا ہے چنانچہ زوجہ اور دو سگی بہنیں اور ماں اور اخیانی بھائی میں اور سترہ کی طرف عول کرتا ہے چنانچہ زوجہ اور دو سگی بہنیں اور ماں اور دواخیانی بھائی ہیں م جب بارہ کا عول سترہ کی طرف کیا تو میت مرد ہے اور تیرہ اور پندرہ کے عول میں عورت اور مردوں کا احتمال ہے کذا فی العالمگیریہ و اربعہ و عشرون لقول الی سبعة و عشرون فقط کا مرآة و بنتین و ابون و لثمانیہ و لثمانیہ اور چھ ہیں کا عول ہوتا ہے فقط ستائیس کی طرف چنانچہ عورت یعنی زوجہ اور دو سگی بہنیں اور ماں اور باپ کے وارث ہونے میں اور اس مسئلہ کو منبریہ کہتے ہیں م اس واسطے کہتے ہیں کہ امیر المومنین علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے اس کا سوال ہوا اور آپ کو نے مسجد میں منبر پر خطبہ پڑھتے تھے سو آپ نے فی البدیہہ جواب دیا سائل نے کہا کہ زوجہ کا حق کیا فرض نہیں ہے تو فرمایا کہ صارت ثمانیہ یعنی اس کا آٹھواں حصہ نواں ہو گیا اور خطبہ خوانی میں مشغول رہے سو لوگوں نے تعجب کیا آپ کی عظمت اور ذکات کا اور شہسوری نے شرح ترقیب میں بیان کیا کہ ایک طالب علم نبی نے اپنے اساتذہ سے نقل کیا کہ منبر پر آپ سے یہ سوال ہوا تھا وہ خطبہ پڑھتا تھا الحمد للہ

سب تعریفیں اللہ کو سزا دار ہیں جو یقیناً حق کا حکم کرتا ہے اور ہر نفس کو جس کا کامی کا بدلہ دیتا ہے اور اسی کی طرف بازگشت اور رجوع ہے ۱۲

الذی حکیم بالحق قطعاً و یخیزی کل نفس بالتسعی والیہ المعاد والرحیٰ اس کے بعد سوال مذکور ہوا تو حضرت نے جواب دیا صارقنا تسعاً انتی خواہزنا کی شرح میں ہے کہ علی مرتضیٰ کمال حاذق اور ہر تھے علم حساب میں حکایت ہے کہ ایک نفرانی نے آپ سے سوال کیا کہ اصحاب کفہ کے قصبے میں تم اپنی کتاب یعنی قرآن میں پڑھتے ہو ثلاث مائۃ سنین وازدادوا تسعاً اور ہماری کتاب میں ثلاث مائۃ سنین مذکور ہے اور یہ مستقیم ہے تو ہماری کتاب ہمارے مخالف ہے تو آپ نے فرمایا کہ ہمارے کتاب میں جو تین سو مذکور ہیں تو یونان کے حساب کے موافق ہے یعنی شمسی حساب پر ہے اور ہماری کتاب میں عرب کے حساب پر ہے یعنی قمری حساب کے موافق ہے اور تین سو شمسی یونانی عرب کے قمری حساب پر تین سو نو ہوتے ہیں تو نفرانی حیران ہو گیا فی البدیہہ جواب دینے سے اور مسلمان ہو گیا ولہذا کہا گیا ہے کہ علی مرتضیٰ معجزہ تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات سے اس واسطے کہ باوجود اس قدر تجربہ کے علوم میں اور نہایت شجاعت کے حروب میں منقاد اور پڑے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور مقرر تھے آپ کی نبوت کے اور یہ ایسا کلام ہے جیسا بعض علماء نے کہا کہ امام ابو حنیفہ رحمہ معجزہ تھے معجزات نبوی سے کذا فی الظہاوی والرد صندہ کما مر اور رد صندہ ہے مول کا چنانچہ اول باب میں گذر گیا م مسائل فرائض کے تین قسم ہیں فروض عادلہ اور فریضہ قاصرہ اور فریضہ عائدہ فریضہ عادلہ وہ ہے کہ اصحاب فرائض کے سهام مال کے سهام کے ساتھ برابر ہیں اس طرح کہ میت نے دو سگی بنیں اور دو سوتیلی بنیں چھوڑیں تو سوتیلیوں کا فرض حصہ ثلاث ہے اور سگی بنوں کا دو ثلاث اور اسی طرح اگر اصحاب فرائض کے سهام کم ہوں مال متروکہ کے سهام سے اور وہاں عصبہ ہو تو اصحاب فرائض سے جو باقی رہے گا اس کو عصبہ لے گا تو یہ فریضہ عادلہ ہے یعنی پورا نہ کم نہ زیادہ اور فریضہ قاصرہ وہ ہے کہ اصحاب فرائض کے سهام مال متروکہ کے سهام سے کمتر ہوں اور وہاں عصبہ نہ ہو اس طرح کہ میت نے دو سگی بنوں اور مال کو چھوڑا تو بنوں کے دو ثلاث ہیں اور مال کا سدس ہے اور یہاں کوئی عصبہ نہیں جو باقی سدس کو لے تو اس میں حکم ہے روکا یعنی سدس باقی انہیں وارثوں کو پھیر دیا جائے اور فریضہ عائدہ وہ ہے کہ اصحاب فرائض کے سهام اکثر ہوں مال کے سهام سے چنانچہ اس کی مثالیں مول کے مسائل میں مذکور ہو چکی ہیں کذا فی العالمگیریہ وحینئذ فان فضل عنہا ای عن الفروض والحال ان لا عصبۃ تمۃ یرد ذلک الفاضل علیہم بقدر سهام اجماعاً لفساد بیت المال یعنی جب کہ رد مول کا مندر ٹھہرا تو ثابت ہوا کہ مخرج فاضل ہے فروض سے تو اس اعتبار سے مصنف کی یہ تفریع صحیح ہوئی سو اگر مخرج بڑھ رہا فروض سے اور حالانکہ وہاں کوئی عصبہ نہیں ہے تو وہ فاضل روکا جائے گا اصحاب فروض پر بقدر ان کے سهام کے بالاتفاق بیت المال کے بکڑ جانے کے سبب سے م فاضل مال کو روکنا ذوی الفروض پر علی مرتضیٰ اور ان کے متابعین چنانچہ حنفیہ وغیرہم کا قول ہے اور زید بن ثابت نے کہا کہ فاضل ذوی الفروض پر رو نہ ہوگا بلکہ وہ بیت المال کا ہے اور اسی قول کو مالک اور شافعی نے لیا ہے اور شافعی محقق کہتے ہیں کہ اگر بیت المال فاسد ہو گیا تو ذوی الفروض پر رو کرنا چاہیے اور ہم حنفیوں کے بہت دلائل ہیں ازال جلد یہ آیت قرآنی ہے واولوالارحام بعضهم اولى ببعض فی کتاب اللہ یعنی بعض اہل قرابت اولی میراث ہیں بعض سے بسبب قرابت کے تو اس آیت سے استحقاق جمیع میراث کا بوجہ صلہ رحمی کے ثابت ہوا اور آیت موارثت نے مال کے جزو معین کا استحقاق واجب کر دیا ہر وارث کے واسطے تو دونوں آیتوں پر عمل کرنا واجب ہوا اس طرح کہ ہر وارث کو حصہ دیا جاتا ہے موارثت کی آیت کے حکم سے پھر باقی مال انہیں وارثوں کو پھیر دیا جائے بوجہ صلہ رحمی کے اس آیت کے حکم سے اور یہ جو شارح نے رد فاضل کے لئے فساد بیت المال کو علت بیان کیا سو ظاہر صحیح نہیں اس واسطے کہ رد فاضل ہمارے مذہب میں بیت المال پر مقدم ہے اگرچہ بیت المال منتظم ہو بلکہ اس تعلیل کا عمل

لے لینے ٹھہرے اپنے عاریتین سو برس ۱۲ ملے مراد ان سے ایہانی بنیں ہیں جیسا کہ باب العجب میں گذر گیا کہ دو سگی بنوں کے ہوتے سوتیلیاں محروم ہوتی ہیں ۱۲



زوجین اور بنات معق اور اس کے قرابت وار ہیں یعنی اگر مراتب مستحقین سے کوئی نہ ہو سوائے بیت المال کے تو یہ لوگ مقدم ہیں بیت المال پر علت مذکورہ کی وجہ سے اور اگر فساد بیت المال کو اجماع کی علت قرار دیجیے تو بھی ظاہر اور درست نہیں اس واسطے کہ رد فاضل کا قول بعض شافعیہ کا قول ہے اور امام مالک کا یہی مذہب مشہور ہے کہ فاضل مال بیت المال ہے اگرچہ وہ منتظم نہ ہو کذا فی المطحطاوی الا علی الزوین فلا یرد علیہا فاضل مال جمیع ذوی الفروض پر رد ہوگا مگر زوج اور زوجہ پر رد نہ ہوگا زوجین پر اس واسطے رد نہ ہوگا کہ ان میں قرابت ثابت نہیں اور علت رد کی قرابت ہے چنانچہ آیت مذکورہ سے ثابت ہوا اور اگر زوجین باہم قرابت وار ہوں تو ان پر قرابت کی وجہ سے رد ہوگا نہ زوجیت کی وجہ سے واللہ اعلم وقال عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ یرد علیہما ایضاً قالہ المصنف وغیرہ قلت وجہم فی الاختیار بان ہذا وہم من الراوی فراجہ اور امیر المؤمنین عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ زوجین پر بھی رد کیا جائے ایسا کہا ہے مصنف وغیرہ نے میں کہتا ہوں اور اختیاراً شرح مختار میں اس پر یقین کیا ہے کہ یہ یعنی عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف اس قول کا نسبت کرنا راوی کا وہم اور خطاب ہے تو اس کی طرف مراجعت کریم طحاوی نے کہا کہ نقل قول عثمانی پر سراجیہ کے شارحین کا اتفاق ہے اور شارحین کنز بھی اس کو نقل کرتے ہیں اور انھیں شرح میں اس قول کی صحت اور دلیل مذکور ہے اور اس کا جواب بھی انتہی واللہ اعلم وفي الاشباہ انه یرد علیہما فی زماننا لفساد بیت المال وقد مناه فی الولادہ اور اشباہ میں ہے کہ مال فاضل زوجین پر رد کیا جائے بسبب فساد ہونے بیت المال کے اور ہم اس کو مقدم ذکر کر چکے ہیں کتاب الولادہ میں یہ مسئلہ کتاب الفرائض کے مراتب و رتہ کے ذکر میں حاشیہ طحاوی سے تبصریح تمام مذکور ہو چکا ثم مسائل الرواۃ اقام لان المردود علیہ اما نصف او اکثر علی کل اما ان یكون من لایرد علیہ او لایكون مہر معلوم کرنا چاہیے کہ مسائل رد کے چار قسم ہیں اس واسطے کہ جن لوگوں پر رد فاضل ہوتا ہے وہ ایک قسم کے ہیں یا چند قسم ہیں اور ہر قسم پر یا ان کے ساتھ وہ لوگ ہیں جن پر رد نہیں ہوتا ہے یا وہ لوگ نہیں ہیں فالاول ان اتحد الجنس المردود علیہم کبنتین او خیتین او جدتین فسمت المسئلۃ من عدد رؤسہم ابتداءً قطعاً لتطویل سوادل قسم یعنی اگر دوبارہ پانے والوں کی جنس متحد ہو چنانچہ دو بیٹیاں یا دو بہنیں یا دو دادیاں ہوں تو سرے سے تقسیم ہوگا مسئلہ وارثوں کی شمار سے تاکہ تطویل قطع ہو جائے م یعنی چونکہ جمع ترکہ انھیں وارثوں کا ہے فرض اور رد کی راہ سے اور ذاتیں ان کی یکساں برابر ہیں ایک کو دوسرے پر زیادتی نہیں تو ہر وارث کو برابر بانٹ دیا جائے اس واسطے کہ اگر ہر ایک کو اول بقدر اس کے فرض کے دیا جائے پھر دوسرے باریقی مال ان کو بقدر ان کے سہام کے دیا جائے تو دوبارہ قسمت کرنا ہوگا تو سب مترکہ ابتداء سے برابر بانٹ دینا مختصر اور آسان تر ہے والثانی ان کان المردود علیہ جنسین او ثلثہ لا اکثر بالاستقراء فمن عدد سہامہم اور قسم ثانی اگر دوبارہ پانے والی دو جنس یا تین جنس کے لوگ ہوں تو ان کے سہام کے شمار سے قسمت ہوگی شارح نے کہا تین جنسوں سے زیادہ نہیں ہوتی بسبب استقراء کے یعنی جزئیات کے تتبع کرنے سے معلوم ہوا کہ تین جنسوں سے زیادہ چوتھی جنس مردود علیہم کی پائی نہیں گئی فمن اثین لوسد سان وثلثہ ثلث و سدس واربعة تو نصف و سدس و ثلثین و سدس تقصیر المسافۃ تو دوسرے قسمت ہوگی اگر دوسدس ہوں اور تین سے قسمت ہوگی اگر ایک ثلث اور ایک سدس ہو اور چار سے قسمت ہوگی اگر نصف اور سدس ہو اور پانچ سے قسمت ہوگی اگر دو ثلث اور ایک سدس ہو مسافت گھٹانے کے واسطے یہ طریقہ اختیار کیا م دوسدس ہونے کی صورت ہے کہ جدہ اور اخیانی بہن وارث ہیں تو مسئلہ چھ سے ہے اور اس میں ان کے دوہم ہیں فرضیت کی راہ سے تو اصل مسئلہ دوسرے قرار دیا اور مترکہ دونوں پر قسمت کر دیا نصف نصف تو ہر ایک نصف مال ملا اور اگر ہر ایک کو ایک ایک سم دیا جاتا تو تین بار قسمت کرنے کی بے فائدہ حاجت ہوتی اور ثلث اور سدس جمع ہونے کی صورت ہے

کہ دو انجانی بجائی اور ماں وارث ہے تو اس تقدیر میں بھی مسئلہ چھ سے ہے اور وارثوں کے سب سهام تین تو اصل مسئلہ تین سے قرار دیا اور بقدر سهام کے تین تہاؤ کر کے بانٹ دیا تو دو انجانی بھائیوں کو دو ثلث مال کے اور ماں کو ایک ثلث دیا اور نصف اور سدس کی صورت یہ ہے کہ ایک بیٹی اور پوتی وارث ہے یا ایک بیٹی اور ماں وارث ہے تو یہاں بھی مسئلہ چھ سے ہے اور مجموعہ سهام چار ہیں تین سهم بیٹی کے اور ایک سهم پوتی یا ماں کا ہے تو دونوں مسئلے چار سے قرار دئے اور مترکہ چار حصے کر کے بانٹ دیا اس طرح کہ تین ربع اُس کی بیٹی کے اور ایک ربع ماں کا یا پوتی کا اور ثلثین اور سدس کی یہ صورت ہے کہ دو بیٹیاں اور ماں وارث ہے یا کہ نصف اور دو سدس جمع ہوں چنانچہ بیٹی اور پوتی اور ماں وارث ہو یا کہ نصف اور ثلث جمع ہو چنانچہ ایک سگی بہن اور دو انجانی بہنیں خواہ ایک سگی بہن اور ماں وارث ہو تو ان تینوں صورتوں میں بھی یہ مسئلہ چھ سے ہے اور سهام ماخوذہ پانچ ہیں تو پہلی صورت میں دو بیٹیوں کے چار سهم ہیں اور ماں کا ایک سهم ہے تو مترکہ کے پانچ حصے کئے ان میں سے چار خمس بیٹیوں کے اور ایک خمس ماں کا اور دوسری صورت میں تین جنسیں وارثوں کی جمع ہوئیں اور مسئلہ چھ کے سهام ماخوذہ بھی پانچ ہیں ان میں سے تین سهم بیٹی کے اور ایک سهم پوتی کا اور ایک سهم ماں کا تو ان پر مترکہ پانچ حصے کر کے بانٹ دیا بقدر ان کے سهام کے تو بیٹی کے تین خمس اور پوتی کا ایک خمس اور ماں کا دوسرا خمس اور تیسری صورت میں بھی چھ سے پانچ سهم ماخوذ ہیں سگی بہن کے تین سهم اور دو انجانی بہنوں کے دو سهم اور اسی طرح ماں کے سگی بہن کے ساتھ دو سهم ہیں تو مسئلہ پانچ سے قرار دیا جاوے گا اور مترکہ پانچ حصے کر کے قسمت ہوگا قصر مسافت کے واسطے یعنی دو قسموں کو ایک قسمت قرار دیں گے کذا فی المطاوعی والثالث ان کان مع الاول ای الجنس الواحد من لایر علیہ وہ الزوجان اعطی من لایر علیہ فرض من اقل مخرجہ و قسم الباقی علی رؤس من یر علیہ کمزوج و ثلث بنات فنی من اربعۃ للزوج و احدی ثلثہ و ہی تسقیم عین فلا حاجۃ الی ضرب اور تیسری قسم اگر اول قسم یعنی متحد الجنس کے ساتھ وہ شخص ہو جس پر روئیں ہوتا یعنی زوج یا زوجہ تو جس پر روئیں ہوتا اس کو اُس کا فرض دیا جائے اُس کے کتر مخرج سے اور باقی روک دیا جائے ان کی ذاتوں پر جن پر روک دیا جاتا ہے چنانچہ زوج اور تین بیٹیاں وارث ہوں تو مسئلہ چار سے ہوگا زوج کا ایک ہی باقی رہے تین اور وہ تینوں بیٹیوں پر مستقیم ہیں تو ضرب کرنے کی کچھ حاجت نہیں م زوج کا فرض اولاد کے ساتھ چوتھائی ہے تو اس کا کتر مخرج چار ہے پھر جب زوج کو چار میں سے ایک دیا تو باقی تین تینوں بیٹیوں پر بلا کسر قسمت ہو گئی ضرب کی کچھ حاجت نہ ہوئی وان لم تستقیم فان وافق رؤسہم ای رؤس من یر علیہ کمزوج دست بنات ضرب و فقہا وہ ہذا شان فی مخرج فرض من لایر علیہ وہ ہذا اربعۃ تبلغ ثانیۃ للزوج اثنان و لبنات ستہ اور اگر بعد فرض زوج کے باقی مستقیم نہ ہو تو اگر باقی میں اور ان کی ذاتوں میں جن پر روک دیا جاتا ہے توافق کی نسبت ہو چنانچہ زوج اور چھ بیٹیوں میں تو ان کا فاق جو کہ بیاں دو ہے اُس کے مخرج میں ضرب کیا جائے جس پر روئیں کیا جاتا اور وہ مخرج یہاں چار ہے تو اصل ضرب آٹھ ہوگا تو زوج کے دو اور بیٹیوں کے چھ اقل مخرج زوج چار ہیں پھر جب زوج کو چار سے ایک دیا تو باقی رہے تین وہ چھ بیٹیوں پر مستقیم نہیں ہوتے لیکن تین اور چھ میں توافق با ثلث ہے تو رؤس بنات کے وفق کو جو بیاں دو ہے چار میں ضرب کیا آٹھ حاصل ہوئے اب قسمت صحیح ہو گئی والا توافق مل بایں ضرب کل عدد رؤسہم فیہ اسے المخرج المذكور کمزوج و خمس بنات فالخرج ہذا اربعۃ للزوج و باقی ثلثہ تباین الخمس فالضرب الاربعۃ فی الخمسہ تبلغ عشرین کان للزوج واحد ضرب فی المضروب یکین خمسۃ فنی لہ والباقی ثلثہ المضرب فی المضروب تبلغ خمسۃ عشر فلکل بنت ثلثہ اور اگر باقی اور عدد رؤس میں توافق کی نسبت نہ ہو بلکہ تباین کی نسبت ہو تو وہ وارثوں کے تمام عدد رؤس کو مخرج

۱۲ باصطلاح اہل فرائض ادرابی حساب کے نزدیک ان دونوں میں تداخل ہے



دیا جاوے گا مخرج مذکور میں چنانچہ زوج اور پانچ بیٹیاں تو مخرج یاں چارہے ان میں زوج کا فرض ایک ہے باقی رہے تین وہ پانچ سے مبین ہیں تو چار کو پانچ سے ضرب کیا ۲۰ ہوئے زوج کا فرض ایک تھا اس کو ضرب کر مضروب میں یعنی پانچ میں تو پانچ ہی حاصل ہوں گے تو یہی پانچ زوج کا حصہ ہوا اور باقی حصہ بیٹیوں کا تین ہے اس کو بھی مضروب میں یعنی پانچ میں ضرب کر حاصل ہوں گے پندرہ تو ہر بیٹی کو تین سہم ملیں گے یہ صورت بھی صورتیں سابقین کے مانند ہے اہل اس کی بارہ ہے اجتماع رابع اور ثلثین کی وجہ سے لیکن اس کو چار کی طرف پھیرا کہ وہ کمتر مخرج ہے فرض زوج کا پھر جب اس میں سے زوج کو ایک دیا تو تین باقی رہے وہ پانچ بیٹیوں پر مستقیم نہیں بلکہ تین میں اور پانچ میں تباہ کی نسبت ہے تو عدد رؤس بنات کو مخرج میں یعنی پانچ کو چار میں ضرب کیا ۲۰ حاصل ہوئے اب مسئلہ صحیح ہو گیا کذا فی الفرائض الشریفی والرباع لو کان مع الثانی ای الجنسین فقط لا اکثر ہذا بحکم الاستقراء اولاً یومع اربع طوائف اصلاً بالاستقراء اور جو مخرجی قسم اگر قسم ثانی کے ساتھ یعنی فقط دو جنسوں کے ساتھ دو جنسوں سے یاں یعنی قسم رابع نہیں ہو سکتا بحکم استقراء کے اس واسطے کہ رد کرنا چار جنسوں کا اصل نہیں ہوتا استقراء یعنی تتبع جزئیات کی دلیل سے م یعنی اگرچہ قسم ثانی میں اجتماع اجناس ثلثہ ممکن ہے چنانچہ ترجمہ میں اس کی مثال مذکور ہو چکی لیکن قسم رابع میں تین جنس کا اجتماع واقع نہیں ہوتا اس واسطے کہ اگر تین جنسوں کے ساتھ من لایر علیہ یعنی احد الزوجین کو فرض کیجیے تو چار جنس نہیں ہوئی جاتی ہیں اور حالانکہ رد کرنا چار جنسوں کے ساتھ ہرگز نہیں ہوتا استقراء کی دلیل سے دلیل ہذا نکتہ اقتضایہ فیما مرئنا علی الجنسین اور شاید کہ یہی نکتہ ہے مصنف کے اقتضایہ کرنے کا دو جنسوں پر قسم ثانی کے بیان میں جو متن کے اندر گذر گیا م یعنی مصنف نے جو قسم ثانی میں باوجود امکان اجتماع اجناس ثلثہ کے دو جنس پر اقتضایہ کیا تو شاید اسی واسطے اقتضایہ کیا کہ قسم رابع میں اس کا ثمرہ ظاہر ہو کیونکہ قسم رابع میں دو جنسوں کے سوا تیسری جنس نہیں ہوتی ہے اور اقتضایہ سے یہ مراد نہیں کہ تیسری جنس نہیں ہوتی والا فیرا بالثانی نے بعضہ لاکہ قتالہ اور اگر اقتضایہ علی الجنسین کا یہ نکتہ نہ ہو بلکہ اتفاقی ہو تو مصنف کے کلام میں یاں ثانی سے قسم ثانی کا بعض مراد ہو گا نہ تمام اس کا سوا اس کو تامل کر م یعنی قسم ثانی کی بعض صورت یعنی جس میں دو جنسیں مجتمع ہوں مراد ہے نہ اس کی سب صورتیں اس واسطے کہ رابع میں اجتماع اجناس ثلثہ واقع نہیں من لایر علیہ فاقسم الباقی من مخرج فرض من لایر علیہ علی مسئلہ من لایر علیہ ان استقام کزوجہ واربع جدات وست اخوات لام یعنی اگر دو جنسوں کے ساتھ من لایر علیہ یعنی احد الزوجین ہو تو فرض احد الزوجین کے مخرج سے جو باقی رہے اس کو قسمت کر ان وارثوں کے مسئلے پر جن پر رد کیا جاتا ہے بشرطیکہ قسمت مستقیم ہو جائے چنانچہ زوجہ اور چار دادیاں اور چھ اخیانی بہنیں وارث ہوں م استقامت باقی کی نہیں ہوتی مگر فقط اسی مسئلے میں جو متن میں مذکور ہوا یعنی احد الزوجین کا رابع ہو اور ایک جنس ثلث کی مستحق ہو اور دوسری جنس سدس کی تو اب مسئلہ تین سے ہو گا اور باقی بھی تین ہیں تو اب قسمت مسئلہ پر مستقیم ہو گی کذا فی الطحاوی مخرج من لایر علیہ اربعہ للزوجہ واحد لبقی ثلثہ تستقیم علی سہم الجدات وسہم الاخوات لکنہ منکسر علی احوال فرقی کی سببی تو مسئلہ مذکورہ میں من لایر علیہ کا مخرج چارہے اس میں سے زوجہ کا ایک ہے باقی رہے تین وہ دادیوں کے ایک سہم اور بہنوں کے دو سہموں پر مستقیم ہیں لیکن وہ ٹوٹتے ہیں ہر فریق کے فرد پر چنانچہ اس کی استقامت کا بیان اخیر باب میں آوے گا م چار دادیوں کا حصہ ایک تھا و ان پر قسمت نہیں ہوتا اور اسی طرح بہنوں کا حصہ دو ہے وہ ان پر بٹ نہیں سکتا و ان لم یستقیم ضربت جمیع مسئلہ من لایر علیہ فی مخرج من لایر علیہ فابسلخ الحاصل ہذا الضرب مخرج فرضی الفریقین اور اگر باقی مستقیم نہ ہو تو مرد و علیہم کے تمام مسئلے کو احد الزوجین کے مخرج میں ضرب کر تو جو مبلغ حاصل ہو گا اس ضرب سے وہ دونوں فریق کے حصوں کا مخرج ہو گا یعنی فریق من لایر علیہ اور فریق من لایر علیہ کے حصے حاصل ضرب سے نکل آویں گے کا رابع زوجات و تسع بنات وست جدات مخرج من لایر علیہ ثانیۃ للزوجات اثنی واحد

بقیہ سبعة لا تستقیم علی مسئلہ من یرید علیہ دسہ ہذا خمسۃ لان الفرضین ثلثان و سدس فاضرب الخمسۃ فی الثمانیۃ تبلغ اربعین و ہی مخرج فرض  
الفرضین چنانچہ چار زوجہ اور نو بیٹیاں اور چھ دادیاں وارث ہوں تو مخرج من لایر علیہ کا آٹھ ہے تو زوجات کا حصہ آٹھواں یعنی ایک ہے  
باقی رہے سات وہ مسئلہ میں من یرید علیہ پر مستقیم نہیں اور مسئلہ مذکورہ بیاں پانچ ہے اس لئے بیٹیوں اور دادیوں کے دو فرض و ثلث اور ایک  
سدس ہے تو مسئلہ میں یرید علیہ یعنی پانچ کو آٹھ میں جو مخرج ہے من لایر علیہ کے فرض کا ضرب کر حاصل ۴۰ ہوں گے تو ہی مخرج ہے دونوں  
فرقی کے فرض کا م من یرید علیہ کے مسئلہ کو پانچ اس واسطے کہا کہ بنات ثلثین کی مستحق ہیں اور عداۃ سدس کی اور مخرج ثلثین اور سدس کا چھ  
ہے تو اس کے و ثلث چار ہوئے اور ایک سدس ایک ہوا تو مجموع فرضین پانچ ہوئے جب پانچ کو آٹھ میں ضرب کیا تو ۴۰ ہوئے یہ مخرج  
ہے فرض کا اب آگے مصنف ہر ایک کا حصہ ۴۰ میں سے بیان کرتا ہے ثم اضرب سهام من لایر علیہ و ہرسم للزوجات فی خمسۃ مسئلہ  
من یرید علیہ یکن خمسۃ فی حق الزوجات الاربع من الاربعین پھر من لایر علیہ کے سهام کو یعنی زوجات کے ایک سهم کو مسئلہ من یرید علیہ یعنی  
پانچ میں ضرب کر تو پانچ ہی حاصل ہوں گے سو ہی پانچ زوجات اربع کا حق ہے ۴۰ میں سے و اضرب سهام کل فرقی ممن یرید علیہ دسہ اربعۃ  
للبنات و ہرسم للجدات فیما بقی اسے فی السبعة الباقیۃ من مخرج فرض من لایر علیہ یکن للبنات ثمانیۃ و عشرون وللجدات سبعة فاستقام  
فرض کل فرقی لکنہ منکسر علی آحاد کل فرقی فصح بالاصول السبعة الاتیۃ فی باب الخارج تصحیح من الف و اربعۃ مادہ و اربعین اور سهام ہر فرقی من  
یرید علیہ کو اور وہ سهام پانچ ہیں چار بیٹیوں کے اور ایک سهم دادیوں کا ضرب کر ان سات میں جو فرض من لایر علیہ کے مخرج سے باقی رہے حاصل  
ضرب ۳۵ ہوئے ان میں سے بیٹیوں کے ۲۸ سهم ہیں اور دادیوں کے سات سهم تو اب ہر فرقی کا فرض حصہ راست ہو گیا لیکن ہر فرقی کے فرد فرد  
پر راست نہیں ہوتا تو ٹوٹا ہے تو اس کی تصحیح کر لے ان سات قاعدوں سے جن کا بیان آوے گا باب الخارج میں تو صحیح ہو گا ہر فرد کا حصہ ایک  
ہزار اور چار سو اور ۴۰ سهم سے م بالجلد موجب قواعد مذکورہ کے ۱۳۳۰ سے زوجات اربعہ کا نصیب ۱۸۰ ہے اور ہر زوجہ کا حصہ ۴۵ ہے اور نصیب  
بنات ۱۰۰۸ ہے اور ان میں سے ہر بیٹی کا حصہ ۱۱۲ ہے اور دادیوں کا نصیب ۲۵۲ ہے اور ہر دادی کا حصہ ۲۶ ہے کذا فی الخطاوی مختصر او تصحیح الادبی  
من ثمانیۃ و اربعین ولولا خشیتہ الاطالۃ لا وسعت الکلام ہذا اور پہلا مسئلہ یعنی ایک زوجہ اور چار جدہ اور سات اخیانی بہنوں کا مسئلہ صحیح ہو جاتا  
ہے ۴۸ سے اور اگر اطالت کلام کا خوف نہ ہوتا تو اہل بیتہ میں اس مقام میں وسیع کلام کرتا م ۴۸ میں سے زوجہ کا حصہ بارہ ہے اور جدت کا نصیب  
بھی بارہ ہے اور ہر جدہ کا حصہ تین ہے اور بہنوں کا نصیب ۲۴ ہے اور ہر ایک کا حصہ چار ہے کذا فی الخطاوی

### باب تہرث ذوی الارحام

یہ باب ہے تہرث ذوی الارحام کے مسائل میں م مغرب میں ہے کہ رحم اصل میں منبت ہے ولد کا  
اور اس کا ظرف پھر قرابت اور وصیت من جتہ الولاد کسی رحم ہو گئی اس واسطے کہ رحم قرابت کا

سبب ہے طحاوی نے کہا لغت میں ذر رحم عبارت ہے صاحب قرابت سے مطلقاً خواہ قرابت من جتہ الولاد ہو یا نہ ہو مگر قرابت قریب نسب  
بذی نسب ولا عصیتہ منقسم ثالث حیث ذر رحم ہر ایک وہ قرابت والا ہے جو صاحب فرض اور عصبہ نہ ہو تو ذر رحم وارثوں کی تیسری قسم ٹھہرا اس  
وقت میں م یہ اصطلاح شریعی کا بیان ہے اگر صحابہ کرام مانند حضرت فاروق اور مرتضیٰ اور ابن مسعود اور ابو عبیدہ اور معاذ اور ابو دردار اور  
ابن عباسؓ بروایت مشورہ رضی اللہ عنہم تہرث ذر سے الارحام کے قائل ہیں اور یہی قول ہے امام اور صاحبین اور ان کے تابعین کا اور  
زید بن ثابت اور ابن عباسؓ روایت شاذہ میں میراث ذوی الارحام کے قائل نہیں ان کے نزدیک جب اصحاب فرائض اور عصبہ نہ ہوں

۱۔ اور ایک نسخہ میں بعد ہذا کے واللہ اعلم بالصواب ۱۲



تو متروکہ بیت المال میں رکھا جاوے اور یہی مذہب ہے امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کا نفی کرنے والوں کی دلیل یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے آیت میراث میں ذوی الفروض اور عصبات کا نصیب بیان فرمایا اور ذوی الارحام کے واسطے کچھ مذکور نہیں کیا اگر ان کا حق ہوتا تو البتہ بیان ہوتا اور اثبات کرنے والوں کی دلیل یہ آیت ہے واولوا الارحام بعضهم اولى ببعض فے کتاب اللہ چنانچہ استدلال اس کا مذکور ہو چکا کذا فے الفرائض الشریعی مختصراً وتمامہ فیہ ولا یرث مع ذی سہم ولا عصبتہ سوی الزوجین لعدم الرود علیہما اور ذورحم وارث نہیں ہوتا صاحب فرض اور نہ عصبہ کے ساتھ سواری زوجین کے یعنی زوجین اگرچہ صاحب فرض ہیں مگر ذورحم ان کے ساتھ وارث ہوتا ہے اس واسطے کہ ان پر رد کرنا فرض نہیں فیماخذ المنفرد جمیع المال بالقرابة تو اکیلا ذورحم تمام مال کو لے گا قرابت کی وجہ سے جمیع مال کے یعنی میں اشارہ ہے کہ ارث ذوی الارحام کی عصبات کے مانند ہے اس میں اقرب فالاقرب کا اعتبار ہے اور قرب کا ہے ہوتا ہے قرب درجہ سے اور گاہے قوت قرابت سے تو جیسے نصیب میں بیٹا مقدم ہے باپ پر اسی طرح ذوی الارحام میں جنسیت کا مقدم ہے اصل پر کذا فی الخطاوی وکجب اقربہم الا بعد کترتہ العصابات اور ذوی الارحام کا قریب تر بعید تر کا حاجب ہوتا ہے عصبات کی ترتیب کے مانند یعنی جس طرح عصبات میں اقرب البعد کا حاجب ہوتا ہے اسی طرح ذوی الارحام میں اقرب کے ہوتے البعد وارث نہیں ہوتا فہم اربعۃ اصناف جزاء المیت ثم اصلہ ثم جزء البویہ ثم جزء جدیہ او جدیتہ توکل ذوی الارحام چار قسم ہیں قسم اول میت کا جو بیٹے میت کی اولاد و خترمی چنانچہ ناتی اور نائن پھر قسم ثانی میت کی اصل یعنی نانا اور نائیاں پھر قسم ثالث میت کی والدین کا جو بیٹے بھانجا اور بھانجی پھر قسم رابع جدین کا جو بیٹے دادا اور نانا کی اولاد یا جدتین کا جو بیٹے دادی اور نانی کی اولاد چنانچہ تفصیل اس کی آگے آوے گی متن اور شرح میں وحینئذ یقدم جزاء المیت وہم اولاد البنات واولاد بنات الابن وان سفلوا اور اس وقت میں یعنی جب کہ یہ قاعدہ ٹھہرا کہ ذوی الارحام میں جو میت سے قریب تر ہے وہ بعید تر کا حاجب ہوتا ہے تو میت کا جو مقدم ہوگا میراث میں ذوی الارحام کی اقسام میں اور جزاء میت کا عبارت ہے بیٹیوں کی اولاد سے اور پوتیوں کی اولاد سے خواہ مرد ہوں یا عورت اگرچہ وہ بچہ درجہ سافل اور نازل ہوں تو اگر میت کی ناتی یا پرناتن ہو اور نانا یا نانی ہو تو ناتی یا پرناتن میراث لے گی نانا اور نانی کو کچھ نہ ملے گا اس واسطے کہ جو مقدم ہے اصل پر عصبات کے مانند فہم الجد الفاسد والجدات الفاسدات وان علوا پھر اولاد میت کے بعد اصل میت کی مقدم ہے اور میت کے اصول جد فاسد اور جدات فاسدات ہیں اگرچہ بچہ درجہ عالی اور اپنے ہوم جد فاسد وہ ہے جو قرابت رکھے بواسطے عورت کے چنانچہ نانا اور نانا کا باپ اور جدہ فاسد وہ ہے جس کی نسبت میں میت کی طرف جد فاسد داخل ہو چنانچہ میت کے نانا کی ماں یا نانا کی نانی خلاصہ یہ ہے کہ اس قسم میں بھی اقرب فالاقرب مقدم ہے قسم اول کے مانند مطلقاً خواہ اقرب باپ کی جہت سے ہو خواہ ماں کی جہت سے کذا فی الخطاوی مختصراً فہم جزء البویہ وہم اولاد الاخوات لا بوسن اولاب واولاد الاخوة والاخوات لام وبنات الاخوة لا بوسن اولاب وان نزولوا پھر والدین میت کا جو مقدم ہے یعنی سگی بیٹیوں یا سوتیلی بیٹیوں کی اولاد اور اخیانی بھائی اور بہنوں کی اولاد اور سگے بھائیوں یا سوتیلے بھائیوں کی بیٹیاں اگرچہ سافل اور نازل ہوں م یہ ذوی الارحام کی قسم ثالث ہے سگی یا سوتیلی بیٹیوں کی اولاد عام ہے خواہ مرد ہوں یا عورت یعنی بھانجے اور بھانجیاں ذوی الارحام سے ہیں اور سگے یا سوتیلے بھائیوں کی بنات کی اس واسطے تخصیص کی کہ بھتیجیاں ذوی الارحام میں داخل ہیں اور بھتیجے عصبات میں سے ہیں چنانچہ عصبات میں مذکور ہو گیا اور اخیانی بھائی اور بہنوں کی اولاد مرد ہو یا عورت ذوی الارحام سے ہیں الحاصل اس قسم میں اولے بالمیراث اقرب الے المیت ہے تو بھانجی مقدم ہے بھائی کی ابن البنت سے اور اگر درجہ میں برابر ہوں تو اولاد عصبات مقدم

۱۲ یعنی قرابت درود میں سے بعض اولے میراث ہیں بعض سے کتاب اللہ میں ۱۲

ولد ذی الرحم سے جیسے بھائی کی پوتی اور بہن کا ناتی تمام مال کو بھائی کی پوتی سے گی نہ بہن کا ناتی اس واسطے کہ پوتی ولد عصبہ ہے کذا فی الطحاوی  
 مختصراً ولقدیم الجدید علیہم خلافا لہما اور مقدم ہے نانا ان پر یعنی اخوات کی اولاد اور بنات اخوة پر برخلاف ضاحیہ کے مام سے دور وہ ہیں  
 ایک روایت یہ ہے کہ نانا مقدم ہے ناتی اور ناتی پر لیکن یہ روایت مشہور نہیں اور نہ اس پر فتویٰ ہے اور دوسری مشہور روایت یہ ہے کہ ناتی اور  
 ناتی نانا پر مقدم ہے اور نانا مقدم ہے بھانجے اور بھانجیوں اور بھتیجیوں پر اور اسی روایت پر فتوے ہے اور ضاحیہ کے نزدیک بھانجے اور  
 بھانجیاں اور بھتیجیاں نانا پر مقدم ہیں اور مام کا مذہب ذوی الارحام میں عصبیات کے قیاس پر ہے اس واسطے کہ عصبیات میں داد مقدم  
 ہے میت کے بھائیوں پر کذا فی الطحاوی کم جزو جد یہ اور جدیہ پھر جدین یا جدتین کی اولاد مقدم ہے مام یہ ذوی الارحام کی چوتھی قسم ہے اے آخر  
 المذکورات جدین سے باپ کا باپ یعنی دادا اور ماں کا باپ یعنی نانا مراد ہے اور جدتین سے باپ کی ماں یعنی دادی اور ماں کی ماں یعنی نانی  
 مراد ہے وہم الاحوال والخالات اور وہ ماموں اور خالہ ہیں مام یہ لوگ ماں کے رشتہ دار ہیں ماموں تو بھائی ہیں میت کی ماں کے اور خال  
 بہنیں ہیں اس کی تو اگر ماں کے سگے بھائی بہن ہیں تو میت کے نانا کی طرف منسوب ہیں اور اگر ماں کے اخیانی بھائی بہن ہیں تو میت کی ماں کی  
 طرف منسوب ہیں کذا فی الطحاوی والشرعی والاعمام لام اور اخیانی چچا ہیں یعنی میت کے باپ کے اخیانی یعنی مامی بھائی ہیں مام میں  
 مامی کی قید اس واسطے لگائی کہ سگا چچا اور سوتیلہ چچا عصبیات میں داخل ہیں نہ ذوی الارحام میں والعمات اور پھوپھیاں ہیں ذوی الارحام  
 سے مطلقاً سگی بہن یا سوتیلی یا مامی تو اگر سگی یا سوتیلی بہنیں ہیں باپ کی تو میت کے دادا کی طرف منسوب ہیں جانب پدری سے اور اگر  
 میت کے باپ کی اخیانی بہنیں ہیں تو وہ منسوب ہیں اس کی جدہ پدری کی طرف قسم رابع میں خلاصہ یہ ہے کہ احوال اور خالات اور عمات اور  
 اعمام مامی درجے میں برابر ہیں یہاں کوئی اقرب اور العبد نہیں اور ان میں حکم یہ ہے کہ ان میں سے جو منفرد ہوگا جمع مال کا مستحق ہوگا اور اگر  
 چند لوگ ہیں تو دیکھنا چاہیے کہ قرابت ان کی متحد ہے یا نہیں اگر متحد ہے اس طرح کہ سب کی قرابت جہت پدری سے ہے یا جہت مامی  
 سے تو اقرب اولے سے بالاجماع یعنی سگا اولیٰ ہے سوتیلے سے اور سوتیلہ اولے سے اخیانی سے خواہ اقویٰ مرد ہو یا عورت اور اگر اقویٰ میں بھی  
 تعدد ہو مع اتحاد القرابة فلذا کر مثل حظ الانثیین اور اگر قرابت مختلف ہے اس طرح کہ بعض کی قرابت باپ کی جہت سے ہے اور بعض کی ماں کی  
 جہت سے تو قرابت پدری کے واسطے متروکہ کی دو تہائیاں ہیں اور قرابت مامی کے واسطے ایک تہائی ہے کذا فی الطحاوی مختصراً وبنات  
 الاعمام واولاد ہولاء اور متحدہ قسم رابع چچوں کی بیٹیاں ہیں اور اولاد ان اشخاص مذکورین کی یعنی احوال اور خالات اور اعمام اخیانی اور عمات  
 اور بنات اعمام کی اولاد بھی ذوی الارحام کی قسم رابع میں داخل ہیں مثلاً عمات الاباء والامهات واولادہم وخالاتہم واعمام الاباء واولادہم  
 اعمام الامهات کلہم واولاد ہولاء وان بعدوا العلوال السفول پھر اشخاص مذکورین کے بعد میت کے باپوں اور ماؤں کی پھوپھیاں اور  
 ان کے ماموں اور خالائیں اور باپوں کے اخیانی چچا اور ماؤں کے چچا بالکل خواہ سگی یا سوتیلے یا اخیانی اور اولاد ان اشخاص مذکورین کی  
 اگرچہ بعید ہوں اونچے اور نیچے ہوں یعنی جب کہ میت کے عمات اور خالات اور احوال اور ان کی اولاد موجود نہ ہوں تو اب حکم منتقل ہوگا میت کے  
 باپ کی عمات اور خالات اور احوال اور اس کی ماں کے چچا اور ماؤں اور خالہ کی طرف تو اگر ان میں سے کوئی شخص منفرد ہوگا تو سب مال  
 لے گا عدم مزاجم کے سبب سے اور اگر چند اشخاص مجتمع ہوں گے اور قرابت ان کی متحد ہوگی تو ان میں سے قویٰ تر مقدم ہے خواہ مرد ہو یا عورت  
 اور اگر قرابت ان کی برابر ہے تو لفظ کر مثل حظ الانثیین اور اگر قرابت ان کی مختلف ہے تو باپ کے قرابت والوں کو دو تہائیاں ہیں اور ماں کی  
 قرابت والوں کو ایک تہائی اے آخر مام پھر اگر یہ لوگ بھی نہ ہوں تو ان کی اولاد کا حکم قسم رابع کا حکم ہے پھر اگر ان کی اولاد بھی نہ ہو تو حکم منتقل



ہو گامیت کے دادا اور دادی کے عمت اور خالات وغیرہم کی طرف پھر ان کے بعد ان کی اولاد کی طرف اسے غیر النہایہ کذا فی الطحاوی وشریفی  
 ولقدیم الاقرب فی کل صنف اور مقدم ہو گامیت کا قریب تر اقسام اربعہ کے ہر قسم میں م قسم رابع میں یہ حکم ظاہر نہیں اس واسطے کہ ان میں  
 کوئی اقرب نہیں ہاں ان کی اولاد میں البتہ اقربیت متحقق ہوتی ہے تو یہ اطلاق اسی پر محمول ہے کذا فی الطحاوی واذا استواء فی الدرجۃ  
 واتحدت الجہت قدم ولد الوارث اور جب کہ ذوی الارحام درجے میں برابر ہوں اور قرابت کی جہت بھی متحد ہو تو وارث کی اولاد مقدم ہوگی  
 غیر وارث کی اولاد پر دم ولد وارث سے مراد صنف اول میں صاحب فرض کی اولاد ہے اور صنف ثالث میں عصبہ کی اولاد مراد ہے اور صنف  
 ثانی اور رابع میں یہ نہیں ہوتا ہاں ان کی اولاد میں تقدیم اقرب کی ہوتی ہے پھر قوی تر کی پھر ولد عصبہ کی اتحاد قرابت کے وقت کذا فی الطحاوی  
 فلما اختلفت فلقراۃ الاب النشان ولقراۃ الام الثلث اور اگر قرابت کی جہت مختلف ہو تو باپ کی قرابت والوں کے واسطے دو تہائیاں ہیں  
 مگر کہ میت کی اور ماں کی قرابت والوں کے واسطے ایک تہائی ہے طحاوی نے کہا یہ تفصیل تو فقط قسم ثانی اور رابع میں اور ان کی اولاد میں  
 ہوتی ہے نہ اول اور ثالث میں وعند الاستواء فان اتفقت صفة الاصول فی الذکورة والانوثۃ اعتبر ابدان الفروع اتفاقا اور ذوی الارحام  
 کے درجہ برابر ہونے کے وقت اگر ان کے اصول کی صفت مرد ہونے یا عورت ہونے میں یکساں اور متفق ہو تو فروع کے ابدان کا اعتبار ہوگا باتفاق  
 ابو یوسف اور محمد کے م در صورت اتفاق اصول اگر فروع فقط ذکر ہوں یا فقط اثنا ہوں تو سب کا حصہ برابر ہے اور اگر مختلط ہوں تو لڑکر  
 مثل حظ الانثیین تو ثانی دو ثلث پادے گا اور ثانی ایک ثلث واما اذا اختلفت الفروع والاصول کبنت ابن بنت وابن بنت  
 بنت اعتبر محمد فی ذلک الاصول وقسم المال علی اول بطن مختلف بالذکورة والانوثۃ وہو ہذا البطن الثانی وہو ابن بنت وبن  
 بنت فمما اعتبر صفة الاصول فی البطن الثانی فی مسئلنا فمما علمہم اثنا واعطی کلا من الفروع نصیب اصلہ فمما یکن ثلثا لبنت  
 ابن البنت نصیب ابیہا وثلثا لابن بنت البنت لانه نصیب امہ وتمامہ فی السراجیۃ وشرحہما اور جب کہ اختلاف ہو فروع اور اصول کی صفت  
 میں چنانچہ ناتی کی بیٹی اور ثانی کا بیٹا تو اس میں محمد نے اصول کا اعتبار کیا ہے اور مال کو قسمت کیا ہے اس اول بطن پر جس میں اختلاف ہوا  
 ذکوریت اور انوثت کا اور وہ اختلاف اس مقام کی مثال میں بطن ثانی میں پڑا ہے یعنی ناتی اور ثانی میں تو محمد نے اصول کی صفت کا اعتبار  
 کیا ہے بطن ثانی میں ہمارے مفروض مسئلہ میں تو ان پر مال کو تین حصے کر کے بانٹا ہے اور ہر ایک فرع کو اس کی اصل کا حصہ دیا ہے تو اب  
 مال کی دو تہائیاں ناتی کی بیٹی کی ہوں گی جو اس کے باپ کا حصہ ہے اور ایک تہائی ثانی کا بیٹا پادے گا اس واسطے کہ تہائی اس کی مال کا  
 حصہ ہے اور اس کا پورا مفصل بیان سراجیہ اور اس کی شرحوں میں ہے یعنی یہاں نہایت مذکور ہوا ہے جب کہ اصول میں اختلاف ہو ذکوریت اور  
 انوثت کا تو ابو یوسف نے یہاں بھی ابدان فروع کا اعتبار کیا ہے اور اختلاف اصول کا کچھ اعتبار نہیں کیا اور محمد نے اعلیٰ بطن مختلف پر میراث کو تقسیم کیا ہے  
 اور ہر اصل کا حصہ اس کی فرع کے واسطے مقرر کیا ہے تو متن کی صورت مذکور میں ابو یوسف کے نزدیک مال کی تین تہائیاں ہو کر دو تہائیاں ثانی کا بیٹا  
 پادے گا اور ایک تہائی ناتی کی بیٹی پادے گی برعکس قول محمد کے اور تعدد اختلاف بطون کی تفصیل محمد کے مذہب کے موافق اور ذوی الارحام کے اصناف  
 اربعہ کے احکام جدا گانہ طحاوی اور شروح سراجیہ میں مذکور ہیں خوف تطویل کے سبب مترجم اس کے ترجمہ کرنے سے معذور ہیں فی شاء الاستقصاء فہی جہ  
 ایسا وہما اعتبر الفروع فقط اور ابو یوسف اور حسن بن زیاد نے فقط فروع کا اعتبار کیا ہے نہ اصول کام یہاں ضمیر کا مرجع مقدم مذکور نہیں ہوا بلکہ مرجع ضمیر  
 کا مرجع الدین کے کلام میں مذکور ہے کذا فی الطحاوی لکن قول محمد اشرار روایتیں عن ابی حنیفہ جہت جمع ذوی الارحام وعلیہ الفروع کذا فی  
 شرح السراجیہ صنفنا لیکن محمد کا قول مشہور تر ان دو روایتوں میں سے ہے جو امام ابو حنیفہ سے مروی ہیں تمام ذوی الارحام میں اور اسی قول پیروی ہے

ایسا مذکور کیا ہے سراجیہ کے مصنف کی شرح میں م و کذا فی العالمگیریہ عن الکافی اور یہ بھی عالمگیری میں ہے کہ امام اسماعیلی کی مہسود میں مذکور ہے کہ ابو یوسف کا قول صحیح تر ہے کیونکہ وہ آسان تر ہے اور صاحب محیط نے کہا کہ مشائخ بخارا نے ابو یوسف کا قول لیا ہے اس قسم کے مسائل میں اور لمطاوی میں ہے کہ مشائخ بخارا اور خوارزم نے ابو یوسف کے قول پر فتویٰ دیا ہے و فی الملتقى و بقول محمد یفیت سلت عن ترک بنت شقیقۃ و ابن و بنت شقیقۃ کیف تقسم فاجبت بانهم قد شرطوا عدد الفروع فی الاصول فحينئذ تقیر الشقیقۃ کشتیقیتین فبقیم المال بنہا نصفین ثم یقسم نصف الشقیقۃ بین اولادها اثلاثا اور ملتقی میں ہے کہ محمد کے قول پر فتویٰ دیا جاتا ہے مجھ سے سوال ہوا اس میت کا مسئلہ جس نے اپنے سگے بھائی کی بیٹی کو سگی بن کا ایک بیٹا اور ایک بیٹی چھوڑی اس کا مترکہ کیونکر تقسیم ہوگا تو میں نے جواب دیا اس طرح کہ فقہانے شمار فروع کا اصول میں شرط کیا ہے یعنی اگر فرع متعدد ہوگی تو اصل کو بھی متعدد قرار دیں گے تو اس وقت میں سگی بن دو سگی بنوں کے مانند ہو جاوے گی یعنی اس واسطے کہ اس کی دو فرع ہیں ایک بیٹا اور ایک بیٹی تو مال مترکہ میت کے سگے بھائی اور سگی بن جو بمنزلہ دو بنوں کے ہوگی نصفانصف تقسیم ہوگا پھر سگی بن کا نصف اس کی اولاد میں تین تہائیاں ہو کر مقسوم ہوگا م یہ جواب مبنی ہے محمد کے قول پر ان کا مذہب یہ ہے کہ اگر فروع میں تعدد نہیں ہے تو فروع میں لمطاوی کی ذکوریت اور انوثت کا اعتبار کرتے ہیں اور اگر فروع میں تعدد ہو چنانچہ ایک اصل کی دو فرع مذکور ہوں اور دوسری اصل کی دو فرع مؤنث ہوں اور تیسری اصل کی ایک ہی فرع ہو تو یہاں اصل کی صفت اور فرع میں جمع کریں گے تو اصل کو متعدد قرار دیں گے فرع کے تعدد کے سبب سے لیکن فرع کا وصف یعنی ذکوریت اور انوثت کا اصل میں اعتبار نہ کریں گے تو بنا براس قول کے چونکہ مسئلہ مذکورہ میں سگی بن کے دو فرع ہیں لہذا سگی بن کو بمنزلہ دو بنوں کے قرار دیا اور مترکہ نصف سگے بھائی کو ملا اور نصف سگی بن کو پھر سگی بن کے نصف کی تین تہائیاں کر کے اس کی اولاد میں تقسیم کی دو تہائیاں بیٹا لے گا اور ایک تہائی بیٹی کذا فی الطحاوی ملقطا من الموضنین

فصل فی الغرق والحرقی وغیرہم یہ فصل ہے ڈوبنے والوں اور جلنے والوں وغیرہم کے احکام میں غرق جمع ہے غریق کی اور حرقی جمع ہے حریق کی جیسے قتل جمع ہے قتل کی مراد ان سے وہ لوگ ہیں جو مر گئے اور یہ معلوم نہیں کہ کون پہلے مرا

چھانچہ ایک کشتی کے لوگ ساتھ ہی ڈوب گئے یا ایک گھر کے لوگ ساتھ ہی جل گئے یا ان پر دیوار یا چھت گر پڑی یا معیر کے میں مقتول ہوئے اور موت کا تقدم اور تاخر معلوم نہیں تو یہ قرار دیا جاوے گا کہ گویا وہ سبھی ایک ہی آن میں مر گئے لاوارث بین الغرق والحرقی الا اذا علم ترتیب الموتی فیث المتاخر اور ڈوبنے اور جلنے والوں میں باہم وارث ہونا نہیں یعنی ایک غریق دوسرے غریق کا وارث نہ ہوگا مگر جب کہ تقدم اور تاخر مردوں کا معلوم ہو جائے اس طرح پر کہ یقین کے بعد شبہ واقع نہ ہو تو اب پچھلا مردہ وارث ہوگا پہلے مردے کا م غرق اور ان کے امثال کی پانچ صورتیں ہیں پہلی صورت یہ ہے کہ ان میں سے میت سابق بالیقین معلوم ہو اس کا حکم صریح ہے کہ لاحق سابق کا وارث ہوگا دوسری صورت یہ ہے کہ میت سابق علی التیقین پہلے تو معلوم تھا پھر اس میں شبہ پڑ گیا اس کا حکم یہ ہے کہ اس کی میراث موقوف رہے گی تاہیک شبہ زائل ہو کر یقین حاصل ہو یا وارث باہم صلح کریں اس واسطے کہ یاد آجائے سے یا یومی نہیں ہے تیسری صورت یہ ہے کہ میت سابق بالیقین معلوم ہو چوتھی صورت یہ ہے کہ سب کی موت سبھی ہو یا پانچویں صورت یہ ہے کہ سبقت اور میت کچھ معلوم نہ ہو تو ان پچھلی تین صورتوں میں ایک دوسرے کا وارث نہ ہوگا کذا فی الطحاوی عن نجم زادہ محشی الشریفی فلو جمل عینہ اور اگر میت سابق کی ذات معلوم نہ رہے مجہول ہو جائے یعنی اس کی تعیین کے بعد التباس اور اشتباہ واقع ہو اس کی ذات میں اور یہ دوسری صورت ہے منجملہ پانچ صورتوں کے جو مذکور ہو چکیں کذا فی الطحاوی اعطی کل بالیقین ووقف المشکوک فیستتبع یقینا لعل یصلحوا شرح الجمع تو دیا جائے ہر ایک کو یقین کے ساتھ اور جس میں شک پڑے



موقوف ہے یہاں تک کہ صاف ظاہر ہو جائے یعنی یاد پڑ جائے اشتباہ کے بعد یا کہ وراثہ باہم صلح کر لیں کذا فی الشرح المجمع قلت واقعہ  
 مصنف لکن نقل شیخنا عن ضرر السراج معنی الحمد انہ لو مات احدہما ولم یدر ایسا تو بحکم کما انما ماتا معا لمتحقق التعارض بینہما وہو مخالف لما مرقد بر  
 کتا ہوں اور بشرح مجمع کے قول مذکور کو مصنف نے اپنی شرح میں ثابت رکھا ہے لیکن ہمارے استاد نے ضرر سراج سے منسوب بحکم اس قول  
 نقل کیا ہے کہ دو شخصوں میں سے ایک شخص اول مر گیا اور یہ معلوم نہیں کہ دو شخصوں میں سے کون شخص پہلے مر اتویہ پٹھرایا جاوے گا کہ گویا دونوں  
 تھے ہی مر گئے ثبوت تعارض کی وجہ سے دونوں میں اور یہ روایت مخالف ہے مجمع کے قول کے جو گذر گیا تو اس کو سوچ لے ہم ضرر سراج میں  
 رت ثالثہ کا ذکر ہے اور جو بشرح مجمع سے ہوا وہ صورت ثانیہ ہے تو ثانی اور مخالف دفع ہو گیا کذا فی الطحاوی یعنی صورت ثالثہ میں میت سابق  
 علم بلا تعیین ہے اور صورت ثانیہ میں علم علی التبعین کے بعد اشتباہ واقع ہوا تو اب مخالف قولین باقی نہ رہا واذالم یعلم ترتیبہم قسم مال کل منہم  
 کی وراثتہ الا حیاء اذ لا توارث بالمشک اور جب کہ اموات مذکورین کی ترتیب معلوم نہ ہو تو ہر ایک میت کا مال ان لوگوں میں سے اس کے زندہ  
 وارثوں پر تقسیم کیا جائے اس واسطے کہ اموات مذکورین کا باہم وارث ہونا نہیں شک کے سبب سے م یعنی استحقاق میراث کے سبب میں یہاں  
 شک واقع ہے کیونکہ استحقاق کا سبب ایک کی زندگی ہے دوسرے کی موت کے بعد اور وہ بالیقین معلوم نہیں اور جب تک سبب متیقن نہیں  
 تحقیق میراث کا متحقق نہیں اس واسطے کہ ثبوت سبب کا شک سے متصور نہیں کذا فی الطحاوی فرائض شریعی میں ہے کہ صدق اکبر نے اہل یم  
 کے مقتولین میں اسی طرح کا حکم کیا یعنی زندوں کو مردوں کی میراث دلائی اور ایک میت کو دوسری میت کی میراث نہیں دی اور جب کہ تموس میں  
 رہا ہے لوگ مر گئے تو عمر فاروقؓ نے اسی طرح حکم کیا اور علی مرتضیٰؓ نے بھی صفین اور جمل کے مقتولین میں یہی حکم جاری فرمایا انتہی والکافر میراث  
 بالنسب والسبب کا مسلم اور کافر وارث ہوتا ہے نسب کی جہت سے مسلمان کی مانند یعنی کافر پر میراث مسلمان کے احکام جاری ہوں گے  
 فرض اور مصوب اور رحم کے طریق سے جب کہ کفار حکام مسلمین کی طرف ملاحظہ کریں اور زوجیت اور اعتاق کے احکام کذا فی الطحاوی ولوا جمع  
 کہ قرابتان لو تفرقتا فی تخصیص جب احدهما الاخر فانه میراث بالحق واجب اور اگر کافر میں دو ایسی قرابتیں جمع ہوں کہ اگر وہ قرابتیں  
 دو شخصوں میں جدا جدا ہوتیں تو ایک شخص دوسرے کا واجب ہوتا تو وارث ہوگا صاحب قرابت کی جہت سے م چنانچہ مجوسی نے اپنی مال سے  
 نکاح کیا اس سے ایک بیٹی پیدا ہوئی تو یہ بیٹی اس مجوسی کی اخیانی بہن ہوئی اور بیٹی بھی اور بیٹی اخیانی بہن کی صاحب ہوتی ہے تو وہ مجوسی کی  
 وارث ہوگی بیٹی بہن کی جہت سے اور موجب نہ ہوگی اخیانی بہن ہونے کی راہ سے وال لم یجب احدهما الاخر میراث بالقرابتین عندنا  
 کما قد مناه اور اگر ایک شخص دوسرے شخص کا واجب نہ ہو تو کافر وارث ہوگا دونوں قرابتوں کی جہت سے ہم حنفیوں کے نزدیک چنانچہ ہم نے  
 اس کو آگے ذکر کر دیا ہے باب عول سے پہلے صورت اس کی یہ ہے کہ مجوسی نے اپنی بیٹی سے نکاح کیا سو اس سے فرزند پیدا ہوا تو یہ بیٹی  
 اس کی ماں ہے اور سوتیلی بہن بھی ہے تو وہ دونوں جہت سے فرزند مذکور کی وارث ہوگی تو ماں ہونے کی راہ سے تہائی ممتزکہ پاسے گی  
 اور بہن ہونے کی جہت سے نصف ترکہ لے گی ولا میراثون بانکحتہ مستحکمہ عند ہم اے مستحکمہ کتزوج مجوسی امر لان النکاح الفاسد لا یوجب  
 التوارث بین المسلمین فلا یوجب بین المجوس کذا فی الجہرۃ قال دحل نکاح لو اسلم لیقراں علیہ توارثان واما فلا انتہی وضح فی الظہیرہ اور کفار  
 وارث نہیں ہوتے من حیث الزوجیت ان نکاحوں کی جہت سے جو ان کے نزدیک حلال ہیں یعنی جن نکاحوں کو وہ حلال جانتے ہیں جیسے مجوسی کا نکاح  
 کرنا اپنی ماں سے اس واسطے کہ فاسد نکاح درمیان مسلمین کے توارث کا موجب نہیں تو اسی طرح مجوسی میں بھی باہم میراث کا موجب نہ ہوگا کذا فی  
 الجہرۃ اس کے مصنف نے کہا کہ کافروں میں جو نکاح ایسا ہو کہ اگر زوجہ اور زوج مسلمان ہوں تو اسی نکاح پر ثابت رکھے جاویں تو باہم وارث

ہوں گے اور جس نکاح پر بعد اسلام کے ثابت نہ رکھے جاویں تو یا ہم وارث نہ ہوں گے انتہائی الجھڑی اور اسی قول کو صحیح کہا ہے تیسرے میں وارث  
ولد الزنا واللعان بجملة الام فقط لما قدمنا في العصبات انه لا اب لهما اور ولد الزنا اور ولد اللعان فقط اپنی مال کے جہت سے وارث  
ہوگا اس واسطے کہ ہم نے عصبات کے بیان میں ذکر کر دیا ہے کہ ان دونوں کا باپ نہیں یعنی احکام شرعی میں نہ واقع میں مگر تو اگر ولد الزنا کا  
اخیا فی بھائی ہو نکاح سے یا زنا سے تو یہ بھائی اس کا عصبہ نہ ہوگا بلکہ ماورای بھائی کی میراث لے گا تو صاحب فرض ہوگا اور ولد الزنا کی اہل اس  
کی مال سے کی فرضاً اور رداً اور اگر مال نہ ہو تو مال کے ذوی الارحام وارث اس کے ہوں گے کذا فی الطحاوی ووقف لکھل خط ابن واحد  
او بنت واحدة ایما کان اکثر علیہ الفتورے لانہ الغالب وکیف یقولون احتیاطاً اور اٹھا رکھا جاوے حل کے واسطے ابن واحد یا بنت واحد کا  
حصہ ان میں سے جس کا حصہ زیادہ محمل ہو وہی موقوف رہے گا اور اسی قول پر فتویٰ ہے اس واسطے کہ ایک ہی بچہ پیدا ہونا اکثر ہوتا ہے اور وارث  
سے اس قدر حصے کا ضامن لیا جاوے احتیاط کی راہ سے یعنی قاضی ضامنی لے تاکہ وارث اس کو صرف نہ کر ڈالیں مگر امام اعظمؒ کے نزدیک حل  
کے واسطے چار بیٹیوں کا حصہ اور محمدؐ کے نزدیک تین بیٹوں کا حصہ اٹھا رکھا جائے اور ابو یوسفؒ کے نزدیک ایک ابن یا بنت کا حصہ موقوف  
رہے گا اور ہی قول صحیح اور مفتی رہے اس واسطے کہ غالب عادت یہی ہے کہ بطن واحد میں نہیں پیدا ہوتا مگر ایک تو اکثر یہی ہوگا جب تک  
اس کا خلاف ظاہر نہ ہو کذا فی السراجیہ وشرح السید کا لوترک ابویں و بنتا و زوجہ جیلے فان المسئلة من اربعة وعشرين ان فرض الحمل ذکر او قول البتہ  
وعشرين ان فرض انثی لان للبنتین اثنتین چنانچہ اگر مرد نے اپنے والدین اور ایک بیٹی اور زوجہ حامل کو چھوڑا تو مسئلہ صحیح ہوگا چوبیس سے اگر  
بیٹ کے بچے کو مرد فرض کیجئے اور چوبیس عول کریں گے ۲ کی طرف اگر اس کو عورت فرض کیجئے اس واسطے کہ دو بیٹیوں کے واسطے دو تہائیاں  
فرض ہیں ۲۴ سے اس واسطے مسئلہ ٹھہرا کہ من زوجہ والدین کے سہیل کے ساتھ مختلط ہوا تو اگر بچہ مرد ہو تو زوجہ کا حصہ تین سہم ہیں ۲۴  
سے اور والدین کا حصہ سہم ہیں چار مال کے چار باپ کے باقی رہے تیرہ وہ بھائی بن کے ہیں لہذا کر مثل حظ الانثیین اور صحیح ہوگا ۷۲ سے اور  
اگر بچہ عورت ہو تو دونوں بیٹیوں کو ۱۶ ملنے چاہئیں اس لئے مسلم عول کرے گا ۲ کی طرف قلت بذات علی کون الحمل من المیت والانثی کثیرۃ  
میں کہتا ہوں یہ مثال اس تقدیر پر ہے جب کہ کل میت سے اور اگر کل غیر میت سے ہو تو اس کی مثالیں بہت کثرت سے ہیں مثل بغیم مہم واد  
مشتبہ جمع ہے مثال کی شارح کی عبارت اس کی موہم ہے کہ جس تقدیر پر کل میت سے تو اس کی یہی مثال خاص ہے جس کو شارح نے ذکر کیا  
اور حالانکہ ایسا نہیں ہے کذا فی الطحاوی لکما لو ترک زوجا واما جیلے فلزوج النصف وللام الثلث والحمل ان قدر ذکر السدک لانہ عصبۃ فبقدر  
انثی لیفرض لالنصف وتقول لثانیۃ کما لا یخفی چنانچہ ایک عورت نے اپنا زوج اور اپنی مال حامل کو چھوڑا تو زوج کا حصہ نصف ہے اور مال  
کا حصہ تہائی ہے اور حل کو اگر مرد فرض کیجئے تو سدس حصہ ہے اس واسطے کہ وہ عصبہ ہے باقی مال پاوے گا تو حل کو عورت فرض کریں گے  
تاکہ وہ بن ہو اور اس کے واسطے نصف مقرر ہوا اور عول کرے گا یہ مسئلہ آٹھ کی طرف چنانچہ مخفی نہیں ہے ہم یہ مسئلہ چھ سے ہے  
لنصف او ثلث کے جمع ہو جانے سے اور عول کرے گا آٹھ کی طرف نصفین اور ثلث کے اجتماع سے کذا فی الطحاوی قلت ولم ار مالو  
کان علی احد المتقرین یرث و علی الاخر لکم و اخرین لام فان قدر ذکر الم یبق لہ شے فینبی ان یقدر انثی وتقول لتسعة احتیاطاً میں  
کہتا ہوں اور میں نے نہیں دیکھا اس مسئلہ کا حکم کہ اگر بیٹ کا بچہ ایک تقدیر پر وارث ہو اور دوسری تقدیر پر وارث نہ ہو چنانچہ مثال مذکور  
کے وارث اور وادخانی بھائی یعنی ایک عورت مگرئی زوج اور حاملہ مال اور وادخانی بھائیوں کو چھوڑ کر تو اگر حل کو مرد فرض کیجئے تو  
اس کے واسطے کچھ باقی نہ رہے گا تو لائق بقواعد یہ ہے کہ اس کو عورت فرض کیجئے احتیاط کی راہ سے اور عول کرے گا مسئلہ نو کی طرف



م یہ مسئلہ وہبانیہ کے اس بیت کا ہے جو بعد اس کے مذکور ہوگی مرد فرض کرنے میں اس واسطے محل کے واسطے کچھ باقی نہ رہے گا کہ زوج کا فرض حصہ نصف ہے اور مال کا سدس ہے اور خیانی بھائیوں کا ثلث ہے پھر جب کہ ترک مستغرق بفرض ہو گیا تو بھائی جو عصبہ ہے ساقط ہو گیا اور محل کو عورت فرض کیجیے تو مسئلہ چھ سے ہے بسبب اجتماع نصف اور سدس کے اور محل کرے گا نو کی طرف نصف زوج کا اور نصف سگی بہن کا اور سدس مال کا اور ثلث خیانی بھائیوں کا تو محل کے واسطے تین سہم اٹھا رکھیں گے نو میں سے کذا فی الطحاوی تبصرہ و فی الوہبانیۃ قال ۳۰ و حاملہ ان مات با بن فلم یراث ۳۰ وان ولدت بنتا لھا الثلث یقدر ۳۰ اور وہبانیہ میں کہا اور حاملہ اگر لڑکا جنے تو وہ لڑکا وارث نہ ہوا اور اگر لڑکی جنے تو اس کے واسطے تہائی مقرر ہے م یہ وہ مسئلہ ہے جس کو شارح نے ابھی مذکور کیا ثلث نصف عامل ہے اس واسطے کہ تین تہائی ہے نو کی کذا فی الطحاوی

## فصل فی المناسحات

یہ فصل ہے مناسحات میں م مناسخ لغت میں عبارت ہے ازالہ اور تغیر اور نقل اور تحویل سے اور

اصطلاح فرائض میں مناسخ یہ ہے کہ بعض یا کل وارثوں کے سهام ان کے پھپھوں کی طرف منقول ہو جاویں جو مستحق یعنی درثہ کے وارثوں کو دیے جاویں کذا فی الطحاوی یعنی ترکہ ہنوز قسمت نہ ہوا تھا کہ وارث مر گیا تو اس کے حصے کو اس کے وارث کی طرف نقل کرنا اسی کا نام مناسخ ہے مات بعض الورثۃ قبل القسمۃ للترکۃ صحیح المسئلۃ الا دیلی و اعطیت سهام کل وارث بعض وارث مر گیا ترکہ قسمت ہونے سے پہلے تو پہلے مسئلہ کی تصحیح کی جاوے گی اور ہر وارث کے سهام دیے جاویں م تصحیح مسئلہ اس عبارت سے ہے کہ سهام لئے جاویں کمتر عدد سے اس طرح ہر کسی وارث پر کسر واقع نہ ہو کذا فی الشریعی اور تصحیح مسائل کے ساتھ قاعدے ہیں آگے معلوم ہوں گے ثم الثانیۃ پھر دوسرے مسئلہ کی تصحیح کی جاوے گی پہلے مسئلہ کے بعدم اور تصحیح اول اور تصحیح ثانی کے ملنے الیہ میں نظر کریں گے تو یہ نظر تین حال سے خالی نہیں یاد دہنوں مانے الیہ میں مماثلت ہوگی یا موافقت یا مباہنت ان کی مثالیں آگے معلوم ہوں گی الا اذا اتحد وان کان مات عن مشرۃ بنین ثم مات احدہم عنہم مگر جب کہ دونوں مسنوں کی تصحیح متحد ہو تو مسئلہ ثانیہ کی تصحیح کی کچھ حاجت نہیں چنانچہ ایک شخص مر گیا دس بیٹے چھوڑ کر پھر اس کے بعد ان میں سے ایک بیٹا مر گیا تو بھائی چھوڑ کر م دس بھائی سکے ہوں یا سوتیلے تمام متروکہ نو بھائیوں پر تقسیم ہوگا ایک ہی بار گویا کہ میت ثانی موجود ہی نہ تھا اس واسطے کہ اگر اول دس حصے کیجے پھر ایک کا حصہ نو کو دیکھیے تو تطویل بلا طائل ہے فان استقام نصیب المیت الثانی علی ترکۃ فہا ولعنت پھر مسئلہ ثانیہ اگر میت ثانی کا حصہ مستقیم ہو گیا اس کے ترکہ پر یعنی اس کے وارثوں پر بلا کسر مقسوم ہو گیا تو بت خوب اور ستر ہوا م اور ہم ایک مثال مذکور کرتے ہیں جس میں احوال ثلثہ یعنی استقامت اور توافقی اور تباہن مجتمع ہو وہ یہ ہے کہ ایک عورت زوج اور بیٹی اور مال کو چھوڑ کر مر گئی پھر زوج قبل از قسمت متروکہ ایک زوجہ اور والدین کو چھوڑ کر مر گیا پھر بیٹی دو ابن ایک بنت اور اس کی جدہ کو چھوڑ کر مر گئی جو میت اول کی مال ہے پھر وہ جدہ یعنی نانی زوج اور دو بھائیوں کو چھوڑ کر مر گئی تو میت ثانی استقامت کی مثال ہے اور میت ثالث

۱۲ عامل یعنی اول یعنی اہل سند جو چھ ہے اس کا نصف محل کی تہائی ہے ۱۲ ف میراث محل ۱۲ اگر زوجہ معروف کا کیا جاتا تو تین کے ملنے احوال کے مطابق ہوتا چنانچہ ہم نے احوال معروف کا دیا ہے ۱۲ یعنی جو میت ثانی کو تصحیح اول میں سے سهام ملے تھے ۱۲ بیان مماثلت اور موافقت وغیرہ کا باب المہارج میں آوے گا بترہ متاکر مناسخ کے پہلے مذکور ہوتا ۱۲ طریق مناسخ کے لکھنے کا یہ ہے کہ اول میت اول اور اس کے وارثوں کو ملکہ کر اصل مسئلہ کو جدا اور تصحیح کو اس کے پورے لکھتے ہیں چنانچہ مثال اس کی صفحہ ۵۰۰ کے حاشیہ پر ہے اس میں ف علامت تصحیح کی ہے اور مف علامت مانی الیہ کی اور سا علامت موت کی اور سب کے آخر میں ہر زندہ لوگوں کا مسمیٰ بوجہا لکھ کر اس کے نیچے زندوں کے نام اور ان کے سهام نقل کر دیتے ہیں اور اگر کسی مسئلہ میں رویا محل کی ضرورت ہوتی ہے تو اس کا اشارہ بھی کر دیتے ہیں اور تصحیح اموات اور مانی الیہ میں استقامت و موافقت و مباہنت کو صحیح میں لکھ دیتے ہیں ۱۲

موافقت کی مثال ہے اور میت رابع مباحثت کی مثال ہے پھر جب ہم نے عمل مذکور کا ارادہ کیا تو پہلے میت اول کا مسئلہ صحیح کیا اور ہم وراثت کو اس کے سہام دے پھر ثانی مسئلہ کی تصحیح کی اور میت ثانی اور اس کی تصحیح میں تامل کیا تو مسئلہ اولیٰ کی تصحیح بارہ سے ہوئی نصف اور ربع اور سدس کے اجتماع سے اور اس مسئلے میں رد فرض کرنا ہو گا زوج کے تین سہم اور بنت کے چھ اور ماں کے دو ایک سہم باقی رہا اس کو بیٹی اور ماں پر بقدر ان کے سہام کے رد کیا تو اب اس عمل کی حاجت پڑی جو رد فرض میں سابق مذکور ہو چکا سو اس مسئلہ میں من یر علیہ کے دو جنسوں کے ساتھ من لایر علیہ جمع ہوا یعنی بنت اور ماں کے ساتھ زوج مجتمع ہے تو زوج کا حصہ اقل مناسبت سے یعنی چار سے دیا اور مسئلہ من یر علیہ بھی چار ہے اس واسطے کہ اگر ربع سے قطع نظر کیجیے تو مسئلہ چھ سے ہے نصف اس کا تین سو بنت کا فرض ہے اور سدس اس کا ایک ہے سو ام کا حصہ ہے تو من یر علیہ کا مسئلہ چار ہوا اور بعد اعطاء نصف زوج کے جو تین باقی رہے وہ من یر علیہ کے مسئلہ پر مستقیم نہیں تو من یر علیہ کے مسئلہ کی یعنی چار کے ضرب کرنے کی حاجت پڑی من لایر علیہ کے فرض کے مخرج میں اور وہ مخرج بھی چار ہے تو چار کو چار میں ضرب کرنے سے ۱۶ حاصل ہوئے تو زوج کا حصہ ایک تھا چار سے جب اس کو مسئلہ من یر علیہ میں یعنی چار میں ضرب کیا تو چار ہی ہوئے اور من یر علیہ کا حصہ مخرج فرض کے باقی میں ضرب کیا گیا تو ماں کا حصہ ایک تھا چار سے جب اس کو تین میں جو باقی ہے مخرج سے ضرب کیا تو تین ہی حاصل ہوئے اور بیٹی کا حصہ تین تھا جب اس کو تین میں ضرب کیا تو نو حاصل ہوئے تو اس تقسیم سے زوج کو چار سہم حاصل ہوئے اور ماں کو تین اور بیٹی کو نو پھر جب ہم نے میت ثانی کے مسئلے کی تصحیح کی یعنی زوج کی تو چار سہم سے اس کی تصحیح پائی اس واسطے کہ اس کی زوجہ کا ربع ہے اور اس کی ماں کا حصہ باقی مال کی تہائی ہے اور اس کے باپ کا حصہ دو تہائیاں پھر جب ہم نے زوج کی مانے الید سہام میں نظر کی تو چار سہام پائے سو اس کے وارثوں پر بلا کسر مستقیم ہیں ان میں سے زوجہ کا ایک سہم اور ماں کا ثلث باقی یعنی ایک سہم اور باپ کے دو ثلث یعنی دو سہم تو اس تصحیح میں ضرب کرنے کی حاجت نہ پڑی اور بلا مسئلہ اور دوسرا سولہ سے صحیح ہو گیا کو ثانی الطحاوی والشریفی وال لم یستقیم فان کان یلین سہامہ مسئلہ موافقت ضربت وفق ایصح فی کل التصحیح الاول اور اگر میت ثانی کا حصہ مستقیم نہ ہو اس کے وارثوں پر سو اگر میت ثانی کے سہام میں اور اس کے مسئلے میں موافقت ہو تو تصحیح کے وفق کو تصحیح اول سہام میں تو ضرب کرے گا م مثال اس کی وہ میت ہے صورت مذکورہ میں جو کہ دو ابن اور ایک بنت اور ایک جدہ چھوڑ کر مر گئی تو یہ مسئلہ چھ سے ہے جدہ کا ایک سدس ہے یعنی ایک سہم اور باقی پانچ رہے سو پانچ رؤس کے ہیں یعنی چار سہم دو بیٹیوں کے اور ایک سہم بیٹی کا تو نظر کی اس کے مانی الید میں جو نو ہیں اور اس کے مسئلے میں جو چھ ہیں تو ان میں موافقت بالثلث پائی اور مسئلہ ثانیہ کا ثلث دو ہے تو اس کو ضرب کیا جمیع تصحیح اول میں جو سولہ ہیں تو حاصل ہوئے ۲۲ جس کے سہام سولہ سے تھے یعنی میت اول کے ورثہ کے سودہ لے گا دو میں ضرب کر کے اس واسطے کہ دو وفق ہے میت اول کے مسئلے کا اور جس کے سہام چھ سے ہیں یعنی میت ثانی کے ورثہ کے تو وہ لے گا تین میں ضرب کر کے اس واسطے کہ تین میت ثانی کے مانی الید کا وفق ہے سو میت اول کی ماں کے تین سہم تھے سولہ سے جب ان کو دو میں ضرب کیا چھ حاصل ہوئے تو یہ ماں کا حصہ ہوا اور زوج کے چار تھے سولہ سے ان کو دو میں ضرب کیا

مثال ثانیہ	میت اول	میت دوم	میت سوم	میت چہارم
۱۲۸	۱۲۸	۱۲۸	۱۲۸	۱۲۸
۲۲	۲۲	۲۲	۲۲	۲۲
۱۶	۱۶	۱۶	۱۶	۱۶
۸	۸	۸	۸	۸
۴	۴	۴	۴	۴
۲	۲	۲	۲	۲
۱	۱	۱	۱	۱
۱/۲	۱/۲	۱/۲	۱/۲	۱/۲
۱/۳	۱/۳	۱/۳	۱/۳	۱/۳
۱/۴	۱/۴	۱/۴	۱/۴	۱/۴
۱/۵	۱/۵	۱/۵	۱/۵	۱/۵
۱/۶	۱/۶	۱/۶	۱/۶	۱/۶
۱/۷	۱/۷	۱/۷	۱/۷	۱/۷
۱/۸	۱/۸	۱/۸	۱/۸	۱/۸
۱/۹	۱/۹	۱/۹	۱/۹	۱/۹
۱/۱۰	۱/۱۰	۱/۱۰	۱/۱۰	۱/۱۰
۱/۱۱	۱/۱۱	۱/۱۱	۱/۱۱	۱/۱۱
۱/۱۲	۱/۱۲	۱/۱۲	۱/۱۲	۱/۱۲
۱/۱۳	۱/۱۳	۱/۱۳	۱/۱۳	۱/۱۳
۱/۱۴	۱/۱۴	۱/۱۴	۱/۱۴	۱/۱۴
۱/۱۵	۱/۱۵	۱/۱۵	۱/۱۵	۱/۱۵
۱/۱۶	۱/۱۶	۱/۱۶	۱/۱۶	۱/۱۶
۱/۱۷	۱/۱۷	۱/۱۷	۱/۱۷	۱/۱۷
۱/۱۸	۱/۱۸	۱/۱۸	۱/۱۸	۱/۱۸
۱/۱۹	۱/۱۹	۱/۱۹	۱/۱۹	۱/۱۹
۱/۲۰	۱/۲۰	۱/۲۰	۱/۲۰	۱/۲۰
۱/۲۱	۱/۲۱	۱/۲۱	۱/۲۱	۱/۲۱
۱/۲۲	۱/۲۲	۱/۲۲	۱/۲۲	۱/۲۲
۱/۲۳	۱/۲۳	۱/۲۳	۱/۲۳	۱/۲۳
۱/۲۴	۱/۲۴	۱/۲۴	۱/۲۴	۱/۲۴
۱/۲۵	۱/۲۵	۱/۲۵	۱/۲۵	۱/۲۵
۱/۲۶	۱/۲۶	۱/۲۶	۱/۲۶	۱/۲۶
۱/۲۷	۱/۲۷	۱/۲۷	۱/۲۷	۱/۲۷
۱/۲۸	۱/۲۸	۱/۲۸	۱/۲۸	۱/۲۸
۱/۲۹	۱/۲۹	۱/۲۹	۱/۲۹	۱/۲۹
۱/۳۰	۱/۳۰	۱/۳۰	۱/۳۰	۱/۳۰
۱/۳۱	۱/۳۱	۱/۳۱	۱/۳۱	۱/۳۱
۱/۳۲	۱/۳۲	۱/۳۲	۱/۳۲	۱/۳۲
۱/۳۳	۱/۳۳	۱/۳۳	۱/۳۳	۱/۳۳
۱/۳۴	۱/۳۴	۱/۳۴	۱/۳۴	۱/۳۴
۱/۳۵	۱/۳۵	۱/۳۵	۱/۳۵	۱/۳۵
۱/۳۶	۱/۳۶	۱/۳۶	۱/۳۶	۱/۳۶
۱/۳۷	۱/۳۷	۱/۳۷	۱/۳۷	۱/۳۷
۱/۳۸	۱/۳۸	۱/۳۸	۱/۳۸	۱/۳۸
۱/۳۹	۱/۳۹	۱/۳۹	۱/۳۹	۱/۳۹
۱/۴۰	۱/۴۰	۱/۴۰	۱/۴۰	۱/۴۰
۱/۴۱	۱/۴۱	۱/۴۱	۱/۴۱	۱/۴۱
۱/۴۲	۱/۴۲	۱/۴۲	۱/۴۲	۱/۴۲
۱/۴۳	۱/۴۳	۱/۴۳	۱/۴۳	۱/۴۳
۱/۴۴	۱/۴۴	۱/۴۴	۱/۴۴	۱/۴۴
۱/۴۵	۱/۴۵	۱/۴۵	۱/۴۵	۱/۴۵
۱/۴۶	۱/۴۶	۱/۴۶	۱/۴۶	۱/۴۶
۱/۴۷	۱/۴۷	۱/۴۷	۱/۴۷	۱/۴۷
۱/۴۸	۱/۴۸	۱/۴۸	۱/۴۸	۱/۴۸
۱/۴۹	۱/۴۹	۱/۴۹	۱/۴۹	۱/۴۹
۱/۵۰	۱/۵۰	۱/۵۰	۱/۵۰	۱/۵۰
۱/۵۱	۱/۵۱	۱/۵۱	۱/۵۱	۱/۵۱
۱/۵۲	۱/۵۲	۱/۵۲	۱/۵۲	۱/۵۲
۱/۵۳	۱/۵۳	۱/۵۳	۱/۵۳	۱/۵۳
۱/۵۴	۱/۵۴	۱/۵۴	۱/۵۴	۱/۵۴
۱/۵۵	۱/۵۵	۱/۵۵	۱/۵۵	۱/۵۵
۱/۵۶	۱/۵۶	۱/۵۶	۱/۵۶	۱/۵۶
۱/۵۷	۱/۵۷	۱/۵۷	۱/۵۷	۱/۵۷
۱/۵۸	۱/۵۸	۱/۵۸	۱/۵۸	۱/۵۸
۱/۵۹	۱/۵۹	۱/۵۹	۱/۵۹	۱/۵۹
۱/۶۰	۱/۶۰	۱/۶۰	۱/۶۰	۱/۶۰
۱/۶۱	۱/۶۱	۱/۶۱	۱/۶۱	۱/۶۱
۱/۶۲	۱/۶۲	۱/۶۲	۱/۶۲	۱/۶۲
۱/۶۳	۱/۶۳	۱/۶۳	۱/۶۳	۱/۶۳
۱/۶۴	۱/۶۴	۱/۶۴	۱/۶۴	۱/۶۴
۱/۶۵	۱/۶۵	۱/۶۵	۱/۶۵	۱/۶۵
۱/۶۶	۱/۶۶	۱/۶۶	۱/۶۶	۱/۶۶
۱/۶۷	۱/۶۷	۱/۶۷	۱/۶۷	۱/۶۷
۱/۶۸	۱/۶۸	۱/۶۸	۱/۶۸	۱/۶۸
۱/۶۹	۱/۶۹	۱/۶۹	۱/۶۹	۱/۶۹
۱/۷۰	۱/۷۰	۱/۷۰	۱/۷۰	۱/۷۰
۱/۷۱	۱/۷۱	۱/۷۱	۱/۷۱	۱/۷۱
۱/۷۲	۱/۷۲	۱/۷۲	۱/۷۲	۱/۷۲
۱/۷۳	۱/۷۳	۱/۷۳	۱/۷۳	۱/۷۳
۱/۷۴	۱/۷۴	۱/۷۴	۱/۷۴	۱/۷۴
۱/۷۵	۱/۷۵	۱/۷۵	۱/۷۵	۱/۷۵
۱/۷۶	۱/۷۶	۱/۷۶	۱/۷۶	۱/۷۶
۱/۷۷	۱/۷۷	۱/۷۷	۱/۷۷	۱/۷۷
۱/۷۸	۱/۷۸	۱/۷۸	۱/۷۸	۱/۷۸
۱/۷۹	۱/۷۹	۱/۷۹	۱/۷۹	۱/۷۹
۱/۸۰	۱/۸۰	۱/۸۰	۱/۸۰	۱/۸۰
۱/۸۱	۱/۸۱	۱/۸۱	۱/۸۱	۱/۸۱
۱/۸۲	۱/۸۲	۱/۸۲	۱/۸۲	۱/۸۲
۱/۸۳	۱/۸۳	۱/۸۳	۱/۸۳	۱/۸۳
۱/۸۴	۱/۸۴	۱/۸۴	۱/۸۴	۱/۸۴
۱/۸۵	۱/۸۵	۱/۸۵	۱/۸۵	۱/۸۵
۱/۸۶	۱/۸۶	۱/۸۶	۱/۸۶	۱/۸۶
۱/۸۷	۱/۸۷	۱/۸۷	۱/۸۷	۱/۸۷
۱/۸۸	۱/۸۸	۱/۸۸	۱/۸۸	۱/۸۸
۱/۸۹	۱/۸۹	۱/۸۹	۱/۸۹	۱/۸۹
۱/۹۰	۱/۹۰	۱/۹۰	۱/۹۰	۱/۹۰
۱/۹۱	۱/۹۱	۱/۹۱	۱/۹۱	۱/۹۱
۱/۹۲	۱/۹۲	۱/۹۲	۱/۹۲	۱/۹۲
۱/۹۳	۱/۹۳	۱/۹۳	۱/۹۳	۱/۹۳
۱/۹۴	۱/۹۴	۱/۹۴	۱/۹۴	۱/۹۴
۱/۹۵	۱/۹۵	۱/۹۵	۱/۹۵	۱/۹۵
۱/۹۶	۱/۹۶	۱/۹۶	۱/۹۶	۱/۹۶
۱/۹۷	۱/۹۷	۱/۹۷	۱/۹۷	۱/۹۷
۱/۹۸	۱/۹۸	۱/۹۸	۱/۹۸	۱/۹۸
۱/۹۹	۱/۹۹	۱/۹۹	۱/۹۹	۱/۹۹
۱/۱۰۰	۱/۱۰۰	۱/۱۰۰	۱/۱۰۰	۱/۱۰۰



آٹھ حاصل ہوئے تو یہ زوج کا حصہ ہوا اور یہ آٹھ کی تقسیم زوج کے وارثوں پر بھی مستقیم ہے اس میں سے زوجہ کے دسہم اور اس کے باپ کے چارہم اور اس کی ماں کے دسہم اور میت ثانی کے مسئلہ سے جدہ کا ایک سہم تھا اس کو تین میں ضرب کیا تین ہی حاصل ہوئے اور میت ثانی کی اولاد کے پانچ سہم تھے ان کو تین میں ضرب کیا ۱۵ حاصل ہوئے ان میں سے ہر سہم کا حصہ چھ ہوا اور بیٹی کا تین تو ۳۲ کی تقسیم صحیح ہو گئی کذا فی الطحاوی والشریفی مطلقاً والا لیکن مبینہ موافقہ بل مبنیہ ضربت کل الثانی فی کل الاول بحصل مخرج المثلثین اور اگر میت ثانی کے سهام میں اور اس کے مسئلہ میں نفقہ نہ ہو بلکہ مہانت ہو تو ضرب کرے گا تو جمع تصحیح ثانی کو تمام تصحیح اول میں حاصل ہوگا دونوں مسئلوں کا مخرج یعنی علی تقدیر الموافقة وفق تصحیح ثانی کی ضرب سے اور علی تقدیر البیانہ کل تصحیح ثانی کی ضرب سے تصحیح اول میں موافقت اور مہانت کے دونوں مسئلوں کا مخرج حاصل ہوگا مہانت کی مثال صورت مذکورہ میں وہ جدہ ہے جو زوج اور دو بھائیوں کو چھوڑ کر مر گئی اور اس کے ہاتھ میں نو سہم ہیں چھ سہم سے اس نے اپنی بیٹی سے جو کہ میت اول ہے پائے اور تین سہم اپنی نائین سے جو میت ثالث ہے پائے چنانچہ عنقریب مذکور ہو چکا اور مسئلہ جدہ کی تصحیح چار سے ہے اس واسطے کہ زوج کا حصہ نصف ہے تو اصل مسئلہ ہوا دسے اس کا نصف زوج کو دیا یعنی ایک دوسرے تو باقی رہا ایک وہ دو بھائیوں پر قسمت نہیں ہو سکتا مہانت کی وجہ سے تو بھائیوں کے رؤس کو اصل مسئلہ میں یعنی دو میں ضرب کیا حاصل ہوئے چار اس میں سے زوج کے دسہم اور ہر بھائی کا ایک سہم اور جدہ کے ہاتھ میں نو سہم ہیں اور نو میں اور چار میں مہانت ہے تو تصحیح ثانی یعنی چار کو تصحیح اول یعنی ۳۲ میں ضرب کیا حاصل ہوئے ۱۲۸ تو جس کا حصہ ۳۲ میں تھا وہ حصہ چار میں یعنی مسئلہ جدہ میں ضرب کیا جائے گا اور جس کا حصہ چار میں ہے وہ جدہ کی مانی الید یعنی نو میں ضرب کیا جائے گا سو میت ثانی جو زوج ہے میت اول کا اس کی دوسری زوجہ کا حصہ دو تھا ۳۲ سے اس کو چار میں ضرب کیا آٹھ حاصل ہوئے اب اس کا یہ حصہ ہوا اور میت ثانی کی ماں کا حصہ بھی دو تھا اس کو بھی چار میں ضرب کیا آٹھ ہوئے یہ اس کی ماں کا حصہ ٹھہرا اور میت ثانی کے والد کے سهام چار تھے جب ان کو چار میں ضرب کیا سولہ حاصل ہوئے یہ والد کا حصہ ہوا اور میت ثالث یعنی میت اول کی بنت کے دونوں فرزندوں کا حصہ چھ تھا ۳۲ سے چار میں ضرب کیا چوبیس حاصل ہوئے یہ حصہ ٹھہرا ہر ایک فرزند کا اور میت ثالث کی بنت کا حصہ تین تھا اس کو چار میں ضرب کیا بارہ حاصل ہوئے یہ اس کا حصہ ہوا اور میت رابع یعنی جدہ مذکورہ کے زوج کا حصہ دسہم تھے چار سے جب ایک کو ضرب کیا جدہ کے مانی الید یعنی نو سے تو آٹھ بارہ حاصل ہوئے یہ اس کا حصہ ہوا اور ہر جدہ کے ہر بھائی کا ایک سہم تھا اس کو بھی نو میں ضرب کیا تو نو حاصل ہوئے تو ہر بھائی کا حصہ ہوا اور سہم کا ہوا کذا فی الشریفی والطحاوی مطلقاً فتضرب سهام ورثۃ المیت الاول فی المضروب الی فی تصحیح الثانی اصف وفقه سو حصول مخرج کے بعد ورثہ میت اول کے سهام ضرب کرے تو مضروب میں یعنی تصحیح ثانی میں مہانت کی تقدیر پر یا تصحیح ثانی کے وفق میں موافقت کی تقدیر پر سم کو ضرب کرنے سے اس مضروب میں ہر ایک کا حصہ حاصل ہوگا مبلغ مذکور سے چنانچہ ہر ایک کا حصہ جدا بطریق ضرب مذکور کے مفصل مذکور ہو گیا مثلاً سابقہ میں و سهام ورثۃ المیت الثانی فی کل مانی یدہ اونی وقفہ من التصحیح الاول اور میت ثانی کے وارثوں کے سهام کو ضرب کرے میت ثانی کے تمام مانے الید میں علی تقدیر البیانہ یا تصحیح اول کے وفق میں ضرب کرے علی تقدیر الموافقة تو ہر وارث کا حصہ ضرب مذکور سے حاصل ہوگا کا فصلت سابقاً انکان منہ من یرث من المیتین ضربت نصیبہ من الاول فی الثانی او وقفہ ونصیبہ من الثانی فی الثانی او وقفہ اور اگر وارثوں میں وہ وارث ہو جو دونوں میت سے میراث پاتا ہے تو اس کے حصے کو اول سے ضرب کرے تو ثانی میں اگر مہانت ہو یا اس کے وفق میں اگر موافقت ہو اور ضرب کرے تو اس کے حصے کو ثانی سے میت ثانی کی مانی الید میں اگر مہانت ہو یا اس کے وفق میں اگر موافقت ہو پہلی صورت کی مثال یہ ہے کہ ایک شخص مر گیا ایک بیٹا چھوڑ کے ایک عورت سے اور تین بیٹیاں چھوڑ کے دوسری عورت سے پھر ایک بیٹی مر گئی دوسری بیٹی اور ایک سوتیلی بھائی چھوڑ کر تو پہلا مسئلہ پانچ سے

اور دوسرا تین سے اور میت ثانی کے ہاتھ میں ایک ہے اور ایک میں اور تین میں مہانت ہے تو تین کو پانچ میں ضرب کیا پندرہ حاصل ہوئے تو ہر اس کا اول سے ایک سہم ہے اس کو مسئلہ ثانیہ میں ضرب کیا یعنی تین میں تو تین ہی حاصل ہوئے اور دوسری بہنوں کے دو سہم تھے ان کو ایک میں ضرب کیا دوسری حاصل ہوئے اور بھائی کا ایک سہم تھا اس کو ایک میں ضرب کیا ایک ہی حاصل ہوا اور دوسری صورت کی یہ مثال ہے کہ ایک شخص مر گیا زوجہ اور بیٹی اور باپ کو چھوڑ کر پھر بیٹی مر گئی اپنی ماں اور دوا کو چھوڑ کر اور اس کی ماں اور دوا میت اول کے بھی وارث ہیں تو میت اول کی نصیب ۲۴ سے ہے اس واسطے کہ متن ملا ہے سدس سے تو باپ سدس کا وارث ہو گا فرض کی راہ سے اور باقی کا وارث ہو گا حصہ ہونے کی وجہ سے تو بیٹی کے بارہ سہم اور زوجہ کے تین سہم اور باپ کے نو سہم پھر جب کہ بیٹی مر گئی اپنی ماں اور دوا کو چھوڑ کر تو اس کا مسئلہ ہو گا تین سے اور اس کے ہاتھ میں بارہ سہم ہیں اور باہ اور تین میں موافقت بالثبوت ہے تو ایک کو جو نصیب کا وفاق ہے ۲۴ میں ضرب کر تو ۲۴ ہی حاصل ہوں گے تو جس کا حصہ مسئلہ اولیٰ میں ہے وہ اپنا حصہ لے گا ایک میں ضرب کر کے اس واسطے کہ چار وفاق میت ثانی کی مانی الید کا یعنی بارہ کا تو مسئلہ اولیٰ میں درجہ کے تین تھے ان کو ایک میں ضرب کیا تین ہی حاصل ہوئے اور باپ کے نو تھے ان کو بھی ایک میں ضرب کیا تو نو ہی حاصل ہوئے اور مسئلہ ثانیہ میں ماں کا ایک سہم تھا نجد تین سہم کے اس کو چار میں ضرب کیا چار حاصل ہوئے اور دوا کے دو سہم تھے تین سے ان کو چار میں ضرب کیا آٹھ حاصل ہوئے تو یہ اس کا حصہ مٹھرا کذا فی الخطاوی ولومات ثالث قبل القسمة جعل المبلغ الثانی مقام الاولیٰ و جعل الثالث مقام الثانیۃ فی العمل و لکذا کلمات واحد تفریقہ مقام الثانیۃ والمبلغ الذی قبلہ مقام الاولیٰ الی ملا یتنابہ اور اگر وارثوں میں سے تیسرا میت مر گیا قسمت سے پہلے تو مبلغ ثانی مسئلہ اولیٰ کے مقام پر مٹھرایا جائے اور مسئلہ ثالثہ مسئلہ ثانیہ کے مقام پر قرار دیا جائے عمل کرنے میں اور اسی طرح جب کہ ایک وارث مرے تو اس کو مسئلہ ثانیہ کے مقام پر قائم کر اور جو مبلغ کہ اس کے پہلے حاصل ہو چکا ہے اس کو مسئلہ اولیٰ کے مقام پر قائم کر تا جا مراتب غیر متناہی تک ہم یعنی ثالث کی موت قبل القسمة سے جو مبلغ کہ نصیب مسئلہ اولیٰ سے اور ثانیہ سے حاصل ہو ہے وہ بجائے نصیب مسئلہ اولیٰ کے ہو گا اور مسئلہ ثالثہ جو میت ثالث سے متعلق ہے وہ بجائے نصیب مسئلہ ثانیہ کے ہو گا عمل میں گویا کہ میت اول اور ثانی ایک ہی میت ہو گئی تو میت ثالث میت ثانی مٹھرایا پھر اسی طرح میت رابع اور خامس میں الی غیر النسیۃ عمل کرنا چاہیے اس واسطے کہ جب میت اول اور ثانی اور ثالث کی ایک ہی نصیب ہو گئی تینوں مردے ایک ہو گئے تو میت رابع میت ثالث مٹھرایا اور اسی طرح جب اموات الرجب کی نصیب ایک ہو گئی چاروں مردے میت رابع مٹھرائے تو میت خامس میت ثانی مٹھرا و علی ہذا القیاس الی ملا یتنابہ پھر معلوم کرنا چاہیے کہ تعدد مناسبات کا میراث کے مرتبہ واحد میں ہو یا مراتب متعدد وہیں ہو عمل میں کچھ فرق نہیں بہر صورت عمل مناسبت کا یہی طریق ہے جو مذکور ہو چکا کذا فی الفرائض الشریعی مختصراً و ہذا علم العمل فلا تغفل اور یہ جو مذکور ہوا علم ہے عمل کرنے کا سو اس میں غفلت نہ کیجیو م شرح نے اس کلام سے اشارہ کیا کہ مناسبت کرنا آسان نہیں ہے اس میں ہوشیاری اور بیداری لازم ہے اس واسطے کہ یہ دقیق ہے اور تامل کر اور فکر کی اس میں بہت حاجت ہے کذا فی الخطاوی

## باب الخارج

یہ باب ہے خارج میں ہم خارج جمع ہے مخرج کی یعنی جائے خروج فرض ستہ اب ان قاعدوں کا بیان شروع ہوا جن کی قسمت فرض میں حاجت ہے اور چونکہ سب فرض کسور ہیں تو ان کے خارج بھی کسور کے خارج ہیں اور مخرج ہر کسور منظر کا وہ

مٹھ یعنی دونوں بیٹیوں کا ایک یک سہم ہے اور سپر بجائے دو کے ہے اس کے دو سہم تھے تو تین میں ضرب کرنے سے اس کے سہم چھ ہوئے اور بیٹیوں کے تین تین ۱۲ سے تو بھائی کے دونوں بگہ کے سہم مل کر سات ہوئے اور بیٹیوں کے چار چار توکل پندرہ ہو گئے ۱۲ سے کیونکہ ان کے بھائی کی تھائی ہے اور دوا حصہ ہے ۱۲ سے تو دوا کا حصہ دونوں بیٹیوں سے سترہ ہوا اور ان کا سات اور دونوں مل کر ۲۴ ہو گئے ۱۲



اقل عدد ہے جس عدد سے یہ کسر واحد صحیح ہو چنانچہ ربع اربعہ کا اور ثلث ثلثہ کا ایک فرد صحیح ہے خارج کو صحیح حصص پر مقدم کیا اس واسطے کہ صحیح  
خارج پر موقوف ہے مصنف نے اس باب میں اول خارج کو ذکر کیا پھر صحیح کو قائل اور تدخل اور تبائن بین العددين کو پھر معرفت حصہ ہر فرد  
کو پھر تقسیم ترکہ کو بین الورثۃ والغیر بارہ القروض المذكورۃ فی القرآن نوعان الاول النصف وخرج کل کسر سیمہ کا ربع من اربعۃ الا النصف  
فانہ من اثین فرض سے جو قرآن مجید میں مذکور ہیں دو قسم ہیں قسم اول نصف ہے اور مخرج ہر کسر کا اس کسر کا ہم نام ہے چنانچہ ربع نکلا ہے اربعہ  
سے سوائے نصف کے کہ اس کا مخرج اس کا ہم نام نہیں کیونکہ نصف نکلا ہے اثین سے یعنی دو سے ہم نام سے مراد یہ ہے کہ مخرج اور کسر حروف میں  
شریک ہیں اور اسی طرح ہندی زبان میں کسر اور مخرج ہم نام ہیں چنانچہ تہائی تین سے اور چوتھائی چار سے سوائے آدھے کے کہ وہ ہم نام سے  
نہیں ہے کیونکہ اس کا مخرج دو ہے اور معلوم کرنا چاہیے کہ جب مخرج کمتر ہوگا تو فرض اکثر ہوگا اور جب مخرج اکثر ہوگا تو فرض کمتر ہوگا اس واسطے  
کہ نصف اکثر ہے ربع سے اور مخرج اس کا اقل ہے ربع کے مخرج سے والربع من اربعۃ والثلث من ثانیۃ والثانی التلث والثلثان  
کلاہما من ثلثۃ والسدس من ستۃ اور مجدد قسم اول ربع ہے چار سے اور ثمن ثانیہ سے اور دوسری قسم فروض کی ثلث اور ثلثین ہیں وہ  
دونوں نکلے ہیں ثلثہ اور سدس ستہ سے م سدس کا ہم نام ستہ کا ہونا اصل کے اعتبار سے ہے اس واسطے کہ ستہ کی اصل سدس ہے دوسرا سین سے  
کے ساتھ بدل گیا اور اسی طرح وال تے ہو گئی اور پہلے تے دوسری تے میں بھی ہو گئی تو ستہ ہو گیا علی التضعیف والتضیف فقول مثلاً ثمن  
وضعہ وضعہ وضعہ او نقول النصف والنصف والنصف ففروض مذکورہ کا دو نوع ہونا باعتبار تضعیف اور تضیف کے ہے تو مثلاً تو یوں کہے  
کہ ثمن اور اس کا دو پنا اور اس کے دو نے کا دو پنا تو یوں کہے کہ نصف اور اس کا آدھا اور آدھے کا آدھا م اس کلام سے مراد یہ ہے کہ ثمن کو جب دو پنا کیجیے  
تو ربع حاصل ہوتا ہے اور ربع کو جب دو پنا کیجیے تو نصف حاصل ہوتا ہے اسی طرح سدس کو اگر دو پنا کیجیے تو ثلث ہوتا ہے اور ثلث کو جب دو پنا کیجیے تو ثلثین  
ہوتا ہے اور اگر نصف کو نصف کیجیے تو ربع ہوتا ہے اور ربع کو نصف کیجیے تو ثمن ہوتا ہے اور ثمنی مال ثلثین اور ثلث کی تضیف میں ہے اور  
اہل فرائض نے جو فرض ستہ کو دو قسم کیا ہے اس کا سبب یہ ہے کہ انہوں نے ان فرض میں سے اس فرض کو تلاش کیا جو مقدار میں کمتر ہو تو ثمن کو پایا  
جس کا مخرج ثانیہ ہے اور ربع اور نصف کو دیکھا کہ ثانیہ سے دونوں بلا کسر نکلتے ہیں تو انہوں نے ان تینوں فرضوں کو ایک قسم ٹھہرایا پھر ثمن  
کے بعد اقل فرض کو تلاش کیا تو سدس کو پایا جس کا مخرج ستہ ہے اور ثلث اور ثلثین کو دیکھا کہ اس میں سے بلا کسر نکلتے ہیں تو ان تینوں کو دوسری قسم  
قرار دیا کہ ثانی یعنی قلت و اکثر کل ان نقول الربع والثلث والنصف کل وضعہ میں کتابوں اور جمع فرض میں سب عباراتوں سے مختصر یہ عبارت  
ہے کہ تو یوں کہے کہ ربع اور ثلث اور ہر ایک کا نصف اور ہر ایک کا دو چہم تو اس عبارت میں فرض ستہ جمع ہو گئے نہایت اختصار کے ساتھ اس  
واسطے کہ ربع کا نصف ثمن ہے اور ربع کا دو چہم نصف ہے اور ثلث کا نصف سدس ہے اور ثلث کا دو چہم ثلثین ہے ناذا جاد فی مسئلۃ من  
بذہ الغرض احاد مخرج کل فرد مفروض سیمہ الا النصف کما مر پھر جب کہ مسئلہ فرائض میں ان چھ فرضوں سے ایک ایک فرض آئے تو ہر فرد فرض کا مخرج اس  
کا ہم نام منسوب ہے سوائے نصف کے چنانچہ اس کا بیان گذر گیا یعنی اگر کسی مسئلے میں فقط ربع ہو یا فقط ثمن یا ثلث فقط ہو یا سدس تو اس کا مخرج  
فقط ربع ہے یا فقط ثانیہ ہے یا فقط ثلثہ ہے یا فقط ستہ و اذا جاد ثمنہ او ثلث و ہما من نوع واحد کل عدد کیونکہ مخرج الجز فذلک العدداً ایضاً کیونکہ  
مخرج الجز وضعہ واضافہ کا ستہ ہے مخرج للسدس وضعہ وضعہ وضعہ اور جب کہ کسی مسئلے میں فرض مذکورہ سے دو دو یا تین تین فرض  
آجائیں اور جالانکہ وہ ایک ہی قسم سے ہیں تو جو عدد کہ جز کا مخرج ہے سو وہی عدد اس کے دو چہم اور سدس چہم فرض کا مخرج ہے چنانچہ ستہ یعنی چہم سدس کا

۱۲ یعنی ثلثین کا نصف ثلث ہے اور ثلث کا نصف سدس ہے ۱۲





متصور نہیں مگر عبداللہ بن مسعود کے مذہب پر یا وصایا میں البتہ ہو سکتا ہے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے کہ ابن مسعود کے نزدیک محرم حاجب ہوتا ہے بحجب نقصان چنانچہ میت نے کافر بیٹا اور اپنی زوجہ اور دو سگی بہنوں اور دو خیا فی بہنوں کو چھوڑا تو ابن محرم زوجہ کا حاجب ہو گیا ربح سے من کی طرف اور سہار سے مذہب میں یہ تصور نہیں اس واسطے کہ جب زوجہ کا من ہوا تو واجب ہوا کہ صاحب ثلثین دو بیٹیاں ہوں اور صاحب سدس ماں ہوگی یا جدہ تو اس وقت میں صاحب ثلث نہیں ہو سکتا اس واسطے کہ صاحب ثلث یا ماں ہے یا اس کی اولاد اور ماں یہاں محجوب ہو چکی ثلث سے سدس کی طرف اور اس کی اولاد تو جمع ثلث سے محجوب ہیں تو من کی اختلاف فقط ثلثین اور سدس کے ساتھ ہوگا نہ ثلث کے ساتھ اور اختلاف من کا تمام نوع ثانی سے وصایا میں اس طرح ہے کہ وصیت کی من ترکہ کی اور ثلثین کی اور ثلث کی اور سدس کی اور وارثوں اس کو جائز رکھا یا وارث معدوم ہیں تو جاری ہوگی وصیت یعنی ۴ کو اس کی طرف عول کر کے قسمت کریں گے کذا فی الطحاوی مختصرًا کزوجہ و بنتین و ام لکربھا من ضرب الثمانیۃ فی ثلثہا لما قد من من موافقۃ الستۃ بالنصف مثال اختلاف من کی بعض ثانی سے چنانچہ زوجہ اور دو بیٹیاں اور ماں بسبب مرکب ہونے ۴ کے آٹھ کی ضرب کرنے سے تین میں اس وجہ سے جو ہم مذکور کر چکے کہ چھ میں توافق بالنصف ہے م بیان اس کا یہ کہ اقل جزء ثانی کا مخرج چھ ہے اور اس میں ثلث اور ثلثین کا بھی مخرج داخل ہے تو اسی پر اکتفا واجب ہوئی اور چھ میں اور آٹھ میں جو من کا مخرج ہے موافقت بالنصف ہے تو ایک کے نصف کو دوسرے کے کل میں ضرب کیا یعنی تین کو آٹھ میں یا آٹھ کو تین میں ضرب کیا تو ۴ حاصل ہوا ولا یجمع اکثر من اربعۃ فروع فی مسئلۃ واحدۃ اور ایک مسئلے میں چار فروعوں سے زیادہ جمع نہیں ہوتے م اس کلیہ پر یہ اعتراض ہے کہ گاہے پانچ فروع بھی ایک مسئلے میں جمع ہو جاتے ہیں چنانچہ زوج اور ماں اور سگی بہن اور سوتیلی بہن اور خیا فی بہن اور گاہے چھ فروع بھی جمع ہو سکتے ہیں چنانچہ اشخاص مذکورین کے ساتھ زوجہ بھی ہو اس طرح کہ غنۃ مشکل پر ایک مرد نے دعویٰ کیا کہ یہ میری زوجہ ہے اور ایک عورت نے اس پر دعویٰ کیا کہ وہ میرا زوجہ ہے اور ہر ایک مدعی نے اپنے دعویٰ پر گواہ قائم کئے تو ہر مدعی پر غنۃ کا فرض ثابت ہوگا سو اعتراض اول کا جواب یہ ہے کہ اس میں سدس مکرر ہو گیا اور کلام ہے فروع غیر مکررہ میں اور اعتراض ثانی کا یہ جواب ہے کہ وہ نادر امر ہے اور نادر پر حکم نہیں ہوتا کذا فی الطحاوی ولا یجمع من اصحاب اکثر من خمسۃ طوائف اور اصحاب فرائض میں سے پانچ گروہوں سے زیادہ اجتماع نہیں ہوتا ولا ینکسر علی اکثر من اربع فروع اور سهام میں چار فروعوں سے زیادہ کسر واقع نہیں ہوتی م یہاں تک مخرج کسور کا بیان ہو چکا اب آگے تفصیح مسائل کے قاعدے مذکور ہوتے ہیں فرائض شریعی میں ہے کہ تفصیح مسائل فرائض اس سے عبارت ہے کہ کتر عدد ممکن ہے اس طرح پر سهام لئے جاویں کہ کسی وارث پر کسر واقع نہ ہو یعنی سب وارثوں کے سهام پورے ہوں کسی کا سهام تہائی چوتھائی نہ ہو اور تفصیح مسائل کے واسطے ساتھ قاعدوں کی طرف حاجت ہے ان میں سے تین قاعدے تو ما بین سهام مخرج اور رؤس و رثہ کے ہیں اور چار قاعدے ما بین رؤس اور رؤس کے ہیں سو بین کا پہلا قاعدہ مسے باستقامت ہے وہ یہ ہے کہ سهام ہر فریق کے وارثوں میں سے ان پر منقسم ہو جاویں بدون کسر پڑنے کے تو یہاں ضرب کی کچھ حاجت نہیں چنانچہ والدین اور دو بیٹیاں وارث ہوں اس واسطے کہ یہاں مسئلہ چھ سے ہے والدین میں سے ہر ایک کا حصہ سدس یعنی ایک ایک اور دو بیٹیوں کے دو ثلث ہیں یعنی چار ہر بیٹی کے دو سم تو سهام مستقیم ہو گئے رؤس و رثہ پر بلا انکسار دو سم قاعدہ موافقت کا وہ یہ ہے کہ ایک گروہ کا حصہ ٹوٹا ہو لیکن ان کے سهام اور رؤس میں موافقت ہو تو یہاں عدد رؤس کے وفق کو اصل مسئلے میں ضرب کریں گے اگر عول نہ ہو اور اگر عول ہوگا تو اصل سے عول میں ضرب کریں گے چنانچہ والدین اور دو بیٹیاں یا زوج اور والدین اور چھ بیٹیاں

اور تیسرا قاعدہ مہانت کا وہ یہ ہے کہ ایک ہی گروہ کے سهام میں کسر پڑتی ہو لیکن ان کے سهام اور رؤس میں موافقت نہیں بلکہ مہانت ہے تو یہاں تمام عدد رؤس کو اصل مسئلے میں ضرب کریں گے چنانچہ زوج اور جہ اور تین اخیاں بہنیں اور اگر مول ہو ہے تو اصل مسئلے اور مول میں ضرب کریں گے چنانچہ زوج اور پانچ سگی یا سوتیلی بہنیں اور باقی چار قاعدے جواب میں رؤس کے ہیں سو ایک قائل ہے اور دوسرا داخل اور تیسرا توافقی اور چوتھا تباہن سو مصنف ان اصول سبعہ میں سے چھ قاعدوں کو ذکر کرے گا اور استقامت کو اس نے حذف کیا ہے اس واسطے کہ وہ فارغ ہے وقت طلب نہیں اور یہ کچھ چاروں قاعدے نہیں ہوتے مگر وہاں جن مسائل میں ذکر وہ درجہ پر یا زیادہ پر کسر واقع ہو گا ذرا غلطی و اشتباہی مختلفا و اذا انکسر سهام کل فریق علیہم ضربت عددہم فی اصل المسئلة و عولما ان کانت عائلة کا مرآة واخوین للمرأة الربیع یعنی لہا ثلثہ لا تستقیم ولا توافق فاضرب اثین فی اربعة فتقع من ثانیۃ اور جب کہ سهام ہر فریق کے وارثوں پر ٹوٹ جائیں تو ان کے عدد رؤس کو اصل مسئلے میں ضرب کر اور اگر مسئلہ عائلہ ہو تو اصل مسئلے اور اس کے مول میں ضرب کر چنانچہ ایک عورت یعنی زوجہ اور دو بھائی وارث ہوں تو عورت کا حصہ ربع ہے باقی رہے تین وہ دو بھائیوں پر مستقیم نہیں اور یہاں دو اور تین میں توافق کی بھی نسبت نہیں تو دو کو یعنی عدد رؤس کو چار میں یعنی اصل مسئلے میں ضرب کر تو مسئلہ آٹھ سے صحیح ہو گا یہ مثال ہے مسئلہ عائلہ کی اور مسئلہ عائلہ کی یوں مثال ہے کہ زوج اور پانچ سگی یا سوتیلی بہنیں وارث ہیں اصل مسئلہ چھ ہے اس کا نصف یعنی تین زوج کا حصہ ہے اور اس کی ثلثیں یعنی چار بہنوں کا حصہ ہے تو مسئلے نے مول کیا سات کی طرف اور یہاں فقط بہنوں کے سهام ان پر مستقیم نہیں اور ان کے سهام اور رؤس یعنی چار اور پانچ میں مہانت ہے تو ہم نے عدد رؤس یعنی پانچ کو اصل مسئلے اور اس کے مول یعنی سات میں ضرب کیا تو ۴۵ حاصل ہوئے سو اسی حاصل سے مسئلہ صحیح ہو گیا اس طرح کہ زوج کے تین سهم تھے ان کو مضروب یعنی پانچ میں ضرب کیا پندرہ ہوئے اور پانچ بہنوں کے چار سهم تھے ان کو بھی پانچ میں ضرب کیا تو ۲۰ ہوئے تو ہر بہن کے چار سهم ہوئے یہ تیسرا قاعدہ ہے منجد تین قاعدوں کے وان وافق نساهم عددہم ضربت وفق عددہم فی اصل المسئلة و عولما کا مرآة و ست اخوة فلم ثلثہ توافق بالثلث فاضرب اثین فی اربعة فتقع من ثانیۃ ایضا اور اگر وارثوں کے سهام میں اور ان کے عدد رؤس میں توافق ہو تو ان کے عدد کے وفق کو اصل مسئلے میں تو ضرب کرے اگر عائلہ نہ ہو اور اگر عائلہ ہو تو اصل مسئلے اور اس کے مول میں ضرب کرے چنانچہ زوجہ اور چھ بھائی وارث ہوں تو بھائیوں کے تین سهم ہیں تو تین میں اور بھائیوں کے عدد رؤس یعنی چھ میں توافق ہے تو دو کو چار میں ضرب کر تو یہ مسئلہ بھی آٹھ سے صحیح ہو گا یہ مثال مسئلہ غیر عائلہ کی مذکور ہوئی اور مسئلہ عائلہ کی یہ مثال ہے کہ زوج اور والدین اور چھ بیٹیاں وارث ہیں تو اصل مسئلہ بارہ سے ہے بسبب اجتماع ربع اور سدس اور ثلثین کے تو زوج کا حصہ ربع ہے یعنی تین سهم والدین کے دو سدس یعنی چار سهم اور چھ بیٹیوں کے دو ثلث یعنی آٹھ سهم تو مسئلے کے مول کیا بارہ سے پندرہ تک اور بیٹیوں کے سهام یعنی آٹھ فقط ان کے عدد رؤس پر یعنی چھ پر منکسر ہیں لیکن عدد سهام اور عدد رؤس میں توافق بال نصف ہے تو ہم نے ان کے رؤس کو نصف کی طرف پھیرا یعنی تین کی طرف پھرتین کو اصل مسئلے اور اس کے مول میں یعنی پندرہ میں ضرب کیا تو ۴۵ حاصل ہوئے تو اب مسئلہ مستقیم ہو گیا اس واسطے کہ زوج کا حصہ اصل مسئلے میں سے تین سهم کا تھا اس کو مضروب یعنی تین میں ضرب کیا تو حاصل ہوئے تو نو سهم زوج کے ٹھہرے اور والدین کا حصہ اس میں سے چار سهم کا تھا اس کو اسی مضروب میں یعنی تین میں ضرب کیا بارہ حاصل ہوئے تو ہر ایک کے چھ سهم ہوئے اور بیٹیوں کا حصہ آٹھ سهم کا تھا اس کو بھی تین میں ضرب کیا ۲۴ حاصل ہوئے تو ہر بیٹی کا حصہ چار سهم کا ہوا اور اصول ثلثہ سهام اور رؤس کا حاصل بقیۃ پچھلا صفحہ زیادتی میں اور اہل فرائض اصل مع زیادتی کو بھی مول ہی جوتے ہیں مگر ترکم اول نے ہر جگہ مول کی جگہ اصل مول لکھا ہے اگر صرف مول لکھا جاتا تو وضع تراویح اور حج اور عرف کے موافق ہوتا مسئلہ صحیح سے ہو کر چھ بیٹیوں کو بیٹوں کے اور چار اور تین میں توافقی بال نصف ہے تو اس نصف پانچ کو چھ میں منکسر کرے ہر ایک کے چھ سهم ہو گئے اس سے صحیح ہو گیا



تمام یہ ہے کہ اگر سهام ماخوذہ از مخرج وارثوں پر مستقیم ہو گئے تو یہ پہلا قاعدہ ہے اور اگر مستقیم نہ ہوئے تو یا ایک گروہ پر منکسر ہوئے یا اکثر پر دوسری شق  
 و اصول اربعہ میں مذکور ہے اور اول شق یعنی ایک ہی گروہ پر انکسار ہو وہ دو حال سے خالی نہیں کہ اس گروہ کے سهام میں اور ان کے عدد رؤس  
 میں موافقت ہے یا نہیں اگر موافقت ہے تو وہ دوسرا قاعدہ ہے اور اگر موافقت نہیں بلکہ مبہانت ہے تو وہ تیسرا قاعدہ ہے کذا فی الشریفی  
 ثانیاً انکسر سهام فریقین او اکثر وعدہ رؤس متماثلہ ضربت احد الاعداد فی اصل المسئلة و معلوماً ہر جب کہ دو فریق یا زیادہ کے سهام  
 منکسر ہوتے ہیں اور وارثوں کے رؤس متماثل اور برابر ہوں تو اعداد متماثلہ سے ایک عدد کو ضرب کر اصل مسئلے میں اور اس کے عمل میں یعنی اگر عمل نہ  
 ہو تو اصل مسئلے میں ضرب کر اور اگر مسئلہ عالمہ ہو تو اصل مسئلے میں اس کے عمل کے ساتھ ضرب کر ہم یہاں سے اول چار قاعدوں کا ذکر شروع ہوا جو باہن  
 رؤس کے ہیں طحاوی نے کہا کہ سراجیہ اور اس کے شروع میں عمل مذکور نہیں مگر ایک فریق کے انکسار پر تو اس سے زیادہ انکسار کی یہ مثال ہے کہ زوج  
 اور تین سگی بنیں اور تین اخیانی بنیں وارث ہوں کثلاث بنات و ثلثہ اعمام فتکلف باحد المتماثلین فاضرب ثلثہ فی اصل المسئلة فکون تسعة منہا تسع  
 چنانچہ اگر تین بیٹیاں اور تین چچا وارث ہوں تو اعداد المتماثلین پر اکتفا کر سوتین کو اصل مسئلے میں ضرب کر نو حاصل ہوں گے انھیں سے مسئلہ صحیح ہوگا  
 اصل مسئلہ تین سے ہے بسبب اجتماع ثلثین اور ثلث کے اور تین کے ثلثین یعنی دو بیٹیوں پر مستقیم نہیں اور اس کا ثلث یعنی ایک اعمام پر مستقیم نہیں  
 اور رؤس و درہ متماثل ہیں کیونکہ بنات بھی تین ہیں اور اعمام بھی تین ہیں تو اعداد المتماثلین کو اصل مسئلہ میں یعنی تین کو تین میں ضرب کیا نو حاصل ہوئے  
 اب قسمت صحیح ہو گئی بنات کا حصہ دو تھا اس کو تین میں ضرب کیا چھ حاصل ہوئے تو تینوں بیٹیوں کو دو دو پہونچے اور اعمام کا حصہ ایک تھا اس کو  
 تین میں ضرب کیا تین حاصل ہوئے ایک ایک ہر چچا کو پہونچا بلا انکسار وان انکسر علی ثلث فرق اور ربع فاطلب المشاركة اولاً بین السہام والاعداد  
 ثم بین الاعداد والاعداد ثم فعل کا فعلت فی الفریقین فی المدخلۃ والمخالۃ والموافقة والمباينة فی اصل المسئلة لیست جزر السہم فاضرب فی اصل المسئلة  
 اشار الیہ بقولہ وان دخل بعض الاعداد فی بعض کا ربع زوجات و ثلث جدات و ثلثہ عشر ما ضربت اکثر الاعداد و لتدخل فی  
 اصل المسئلة و ہذا ثلث عشر ثلث مائۃ و اربعۃ و اربعین منہا تسع اور اگر سهام منکسر ہوں وارثوں کے تین یا چار گروہ ہوں پر تو مشارکت یعنی نسبت کو طلب  
 کر پہلے باہن سهام اور اعداد رؤس کے پھر نسبت تلاش کر باہن اعداد اور اعداد کے پھر وہ مل کر جو تو نے کیا ہے دونوں فریق کے اندر مدخلت اور  
 مخالفت اور موافقت اور مبہانت میں سو جو عدد کہ حاصل ہو اس کا نام جزر سہم ہے اور اس کو مضروب بھی کہتے ہیں کذا فی الطحاوی سو اس کو ضرب کر  
 اصل مسئلے میں مصنف نے اس مذکور کی طرف اشارہ کیا ہے اپنے اس قول میں اور اگر بعض اعداد بعض میں داخل ہو جائیں چنانچہ چار زوجہ اور تین  
 دادیاں اور بارہ چچا تو اکثر اعداد کو بسبب اس کے تدخل کے اصل میں ضرب کر اور وہ یعنی اصل مسئلہ بارہ ہے تو اس ضرب سے ہم حاصل ہوں گے  
 انھیں سے مسئلہ صحیح ہوگا اصل مسئلہ بارہ سے تین دادیوں کا حصہ ہر دس ہے یعنی دو سوان پر مستقیم نہیں اور ان کے سهام اور رؤس میں مبا  
 نہ تو ان کے تمام رؤس کو یعنی تین کو ہم نے لیا اور چار زوجہ کا حصہ ربع ہے یعنی تین سو اس میں بھی استقامت نہیں اور ان کے سهام اور رؤس  
 میں بھی مبہانت ہے تو ان کے بھی تمام عدد رؤس کو لیا اور باقی یعنی سات بچوں کا حصہ ہے وہ بارہ پر مستقیم نہیں بلکہ دونوں میں تباہن ہے تو  
 ان کے بھی اعداد رؤس کو بالکل لیا پھر رؤس ماخوذہ کے اعداد میں نسبت طلب کی تو تین اور چار کو بارہ میں داخل پایا اور یہی بارہ اعداد رؤس  
 میں اکثر ہے تو اسی بارہ کو اصل مسئلے میں کہ وہ بھی بارہ ہے ضرب کیا ہم حاصل ہوئے اب تقسیم بلا کسر صحیح ہو گئی یہ جو شارح نے کہا کہ تین چار فریق میں  
 دو فریق کے مانند عمل کر دو فریق میں تو فقط مخالفت مذکور ہے اور توافق اور تباہن جو سابق میں مذکور ہو چکے سوان کا موضوع تو فریق واحد انکسار  
 ہے نہ فریقین کا کذا فی الطحاوی وان وافق بعضہا بعضاً کا ربع زوجات و ثلث عشرۃ و ثمان عشرۃ بنات و ثلثہ اعمام ضربت

وفی احدہما اے احد الاعداد اور فی جمع الآخر والخارج فی وفی الثالث ان وافق والانی جمیعہ ثم الرابع كذلك ثم الجمع وہو ہر فی مسئلہ مائتہ وثمانون فی اہل المسئلۃ وہو ہنا اربعۃ وعشرون کھیل اربعۃ الاف وثلث مائتہ وعشرون منہا نصف اور اگر بعض اعداد رؤس کو بعض اعداد سے توافق کی نسبت ہو چنانچہ چار زوہ اور پندرہ دادیاں اور اٹھارہ بیٹیاں اور چھ چچا تو احد الاعداد کے وفق کو دوسرے اعداد کے تمام کو ضرب کرے اور جو ضرب سے حاصل اور خارج ہو اس کو تیسرے اعداد کے وفق میں ضرب کرے اگر تیسرے میں توافق ہو اور اگر توافق نہ ہو تو بتائن ہو تو اس کے تمام میں ضرب کرے پھر چوتھے میں اسی طرح ضرب کرے یعنی اگر توافق ہو تو اس کے وفق میں بالکل میں ضرب کرے پھر چوتھے کو جو مسئلہ مجزؤسم ہے اور وہ ہمارے اس مسئلے میں ۱۸۰ ہے اہل مسئلہ میں جو بیال ۲۴ ہے ضرب کرے تو ۴۳۲۰ ہونے ان اعداد سے تقسیم ہلا کہ صحیح ہوگی م اہل مسئلہ ۲۴ ہے چار زوہ کا متن ہے یعنی تین وہ ان پر مستقیم نہیں اور عدد سهام اور عدد رؤس میں بتائن ہے تو تمام عدد رؤس میں بتائن ہے تو تمام عدد رؤس کو ہم نے یاد رکھا اور اٹھارہ بیٹیوں کی دو تائیاں ہیں یعنی سولہ اور وہ ان پر مستقیم نہیں اور ان کے سهام اور رؤس میں توافق بال نصف ہے تو نصف عدد رؤس کو لیا یعنی نو کو اور پندرہ دادیوں کا حصہ سدس ہے یعنی چار وہ ان پر مستقیم نہیں اور ان کے سهام اور رؤس میں بتائن ہے تو ان کے تمام عدد رؤس کو یاد رکھا اور چھ چچوں کا حصہ مابقی ہے یعنی ایک وہ ان پر مستقیم نہیں اور اس میں اور ان کے عدد رؤس میں بتائن ہے تو ان کے تمام عدد رؤس کو یاد رکھا تو ہم کو حاصل ہوئے عدد رؤس محفوظ سے چار اور چھ اور نو اور پندرہ پھر ہم نے اعداد میں توافق کو طلب کیا تو چار اور چھ میں موافقت بال نصف پائی سوان دونوں میں سے ایک کو اس کے نصف کی طرف پھیرا اور اس کو دوسرے میں ضرب کیا تو بارہ حاصل ہوئے اور بارہ اور نویں توافق بالثلث ہے تو ایک کے ثلث کو دوسرے کے تمام میں ضرب کیا ۳۶ حاصل ہوئے اور ۳۶ یعنی مبلغ ثانی اور پندرہ میں بھی موافقت بالثلث ہے تو پندرہ کی تائی یعنی پانچ کو ۳۶ میں ضرب کیا ۱۸۰ حاصل ہوئے پھر اس مبلغ ثالث کو اہل مسئلہ میں یعنی ۲۴ میں ضرب کیا تو ۴۳۲۰ حاصل ہوئے ان سے مسئلہ صحیح ہو گیا اس واسطے کہ زوجات کا حصہ اہل مسئلہ میں تین تھا اس کو مضروب میں یعنی ۸۰ میں ضرب کیا ۵۴۰ حاصل ہوئے تو ہر زوہ کو ۱۳۵ پونچے اور اٹھارہ بیٹیوں کا حصہ سولہ تھا اس کو مضروب مذکور میں ضرب کیا ۲۸۸۰ حاصل ہوئے تو ہر بیٹی کا حصہ ۱۰ اسم کا ہوا اور پندرہ دادیوں کا حصہ چار تھا اس کو بھی مضروب مذکور میں ضرب کیا ۴۰ حاصل ہوئے تو ہر ایک کو ۸ سم ملے اور چھ چچوں کا حصہ ایک تھا اس کو بھی مضروب مذکور میں ضرب کیا ۸۰ حاصل ہوئے ہر چچا کو بچہ کے کذا فی الشریفی وان بتاینت اعداد رؤس من انکسر عظیم سہا سم کا مرا میں وست جدات وعشر بنات وسبعۃ اعمام ضربت احد ہا سے احد الاعداد فی جمع الثانی والیصل فی جمع الثالث والیصل فی جمع الرابع کھیل جزؤسم وہو ہنا مائتان وعشرۃ لتوافق رؤس البنات والجدات سہا سم بال نصف فاضربا فی اہل المسئلۃ وہو ہنا اربعۃ وعشرون کھیل خمسۃ الاف واربعون ومنہا مستقیم اور اگر اعداد رؤس بتائن ہوں ان کے جن پر ان کے سهام منکسر ہیں چنانچہ دو زوہ اور چھ دادیاں اور دس بیٹیاں اور سات چچا تو ضرب کرے تو احد الاعداد کو تمام ثانی میں اور حاصل کو ضرب کرے جمیع ثالث میں اور اس کے حاصل کو جمیع اعداد رابع میں حاصل ہوگا جزؤسم یعنی مضروب اور وہ بیال ۲۱۰ ہے بسبب توافق بال نصف ہونے رؤس بنات اور جدات کے ان کے سهام سے تو ۲۱۰ کو ضرب کر اہل مسئلے میں اور وہ بیال ۲۴ ہی حاصل ہوں گے پانچ ہزار اور ہم اور انھیں سے مسئلہ مستقیم ہوگا م اہل مسئلہ ۲۴ سے ہے دو زوہ کا حصہ ثلث ہے یعنی تین وہ ان پر مستقیم نہیں اور ان کے رؤس اور سهام میں بتائن ہے تو ہم نے ان کے عدد رؤس کو یعنی دو کو یاد رکھا اور چھ دادیوں کا حصہ سدس ہے یعنی چار وہ ان پر مستقیم نہیں اور ان کے عدد رؤس اور عدد سهام میں موافقت بال نصف ہے تو ہم نے ان کے عدد رؤس کے نصف کو یعنی تین کو یاد رکھا اور دس بیٹیوں کا حصہ دو ثلث ہے یعنی سولہ وہ ان پر مستقیم نہیں اور ان کے



دوس اور سام میں موافقت بالنصف ہے تو ہم نے اُن کے نصف عدد دوس کو یعنی پانچ کو لیا اور سات چھپوں کا حصہ باقی ہے یعنی ایک وہ  
 نہ پر مستقیم نہیں اور ایک میں اور سات میں مباہنت ہے تو ہم نے اُن کے تمام عدد دوس کو یعنی سات کو لیا تو ہمارے پاس اعداد ماخوذہ  
 دوس سے دو اور تین اور پانچ اور سات حاصل ہوئے اور یہ سب اعداد متبائن ہیں تو ہم نے دو کو تین میں ضرب کیا چھ حاصل ہوئے پھر اس حاصل  
 و پانچ میں ضرب کیا ۲۰ حاصل ہوئے پھر ۳ کو ۲۰ میں ضرب کیا ۶۰ حاصل ہوئے اسی عدد اخیر کا نام جزر سم اور مضروب ہے پھر ہم نے اس مبلغ کو  
 مل مسئلے یعنی ۲۴ میں ضرب کیا تو مجموعہ ۵۰۴۰ ہوئے انہیں سے مسئلہ صحیح ہو گیا سب فریقوں پر اس واسطے کہ دوز وجہ کا حصہ اصل مسئلہ سے  
 بن سم تھے اس کو مضروب میں یعنی ۲۱۰ میں ضرب کیا ۶۳۰ حاصل ہوئے تو ہر ز وجہ کو ان میں سے ۳۱۵ سم ملے اور چھ دادیوں کا حصہ چار سم  
 تھا اس کو بھی مضروب مذکور میں ضرب کیا ۸۴۰ حاصل ہوئے تو ہر ایک دادی کو ۱۴۰ سم ملے اور دس بیٹیوں کے سم سولہ تھے اس کو بھی مضروب  
 مذکور میں ضرب کیا ۳۳۶۰ حاصل ہوئے تو ہر بیٹی کو ۲۳۶ سم ملے اور سات چھپوں کا حصہ ایک تھا اس کو بھی اسی مضروب میں ضرب کیا ۲۱۰ حاصل  
 ہوئے تو ہر چھپ کو ۳ سم ملے اور مجموعہ ان حصوں کا ۵۰۴۰ ہے کذا فی الشرعی طحاوی نے کہا جزر سم ہیاں عبارت ہے مبلغ ثالث سے کیونکہ عدد  
 اول اور ثانی کی ضرب سے ایک مبلغ حاصل ہوا اور اس مبلغ کے ضرب کرنے سے عدد ثالث میں مبلغ ثانی حاصل ہوا اور مبلغ ثانی کی ضرب سے  
 عدد رابع میں مبلغ ثالث ہوا اور یہی مبلغ ثالث جزر سم ہے اور سام بنات اور جذبات کا توافق مثال سابق سے ظاہر ہو گیا شارح نے یہ تعلیل  
 اس واسطے مذکور کی کہ اگر یہ موافقت نہ ہوتی تو عدد مذکور سے تصحیح زیادہ ہو جاتی اب مصنف معرفت تامل اور توافق اور تدخل اور تبائن کا قاعدہ  
 مذکور کرتا ہے واذا اردت معرفة التماثل والتوافق والتداخل والتباين بين العددين هذه مقدمة يحتاج اليها في تقسيم التركة  
 اور جب کہ تو چاہے شناخت تامل اور توافق اور تدخل اور تبائن کے کوئی سے دو عددوں میں شارح نے کہا اس مقدمہ کی طرف حاجت  
 پڑتی ہے مگر وہ کی تقسیم میں یعنی اعداد مستحقین پر قسمت کرنا بلا کسر بدون یا در کھنے اس مقدمہ کے نہیں ہو سکتا فتاویٰ العددين کون  
 احد هما مساويا للآخر كثلثة وثلاثة سو عدد کا تامل ہونا ایک عدد کا برابر دوسرے عدد کے چنانچہ تین اور تین سم اور ایسے دونوں عددوں  
 کو متماثلین کہتے ہیں اور ہیاں اس کا اعتبار کرنا ضروری ہے کہ دونوں عدد داخل میں واقع ہوں چنانچہ دوس اور سام میں اور اگر عمل کا اعتبار نہ  
 کیجے تو تین مطلق میں تعدد نہیں تو مصنف مساوات نہ ہوں گے قطعاً کذا فی الشرعی و الطحاوی و تدخل العددين المختلفين باحد امرين  
 ملے ماہنا اما بان ليعد اقلهما الاكثر اے یعنی اور کیون اکثر العددين منقسما على الاقل قسمته فيجوز بلا كسر قسمته الستة على ثلثة او اثنين  
 اور عددين مختلفين کا تدخل ہاں اس مقام کے مستحق ہوتا ہے احد الامرین سے یا اس طرح پر کہ عدد اقل عدد اکثر کو فنا کر دے اور مثلاً دس  
 یا اکثر عدد کمتر عدد پر منقسم ہو جائے بقسمت صحیح بدون کسر کے جیسے قسمت ہونا چھ کاتین یا دو پر سم اقل اکثر کو فنا کر دے یعنی اگر اقل کو اکثر  
 سے دو بار یا زیادہ گرا بیش تو اکثر سے کچھ باقی نہ رہے چنانچہ تین اور چھ تو اگر تین کو چھ سے دو بار گرائے تو چھ بالکل فانی ہو جائے اولہ  
 اس طرح اگر نو سے تین کو تین بار گرائے تو کچھ باقی نہ رہے تو ایسے عددوں کو اصطلاح میں متداخلین کہتے ہیں برخلاف آٹھ کے کہ دو تین  
 کے گرانے سے فانی نہیں ہوتا اور سراجیہ میں تدخل کی تعریف میں دو امر اور زیادہ مذکور کئے ہیں ایک یہ کہ تدخل وہ ہے کہ اگر مثل اقل کو  
 یا یا مثال اقل کو زیادہ کیجے تو اکثر کے برابر ہو جائے دوسرے یہ ہے کہ اقل جزر اکثر کا سید شریف نے کہا کہ یہ مذکور من قبیل اختلاف  
 فی العبارة کے ہے و توافق العددين ان لا يعد اے لایفی اقلهما الاكثر لكن ليعد هما عدد و ثالث کا ثانیۃ مع العشرین  
 بعد ہا اربعۃ فیتوافقان بالربع اور توافق عددين کا یہ ہے کہ کمتر عدد اکثر عدد کو فنا نہ کرے لیکن اقل اور اکثر دونوں کو تفسیر عدد و فنا کر دے

و بیان نسبت کا عددوں میں





اُس کو اہم یعنی گونگا کہا باعتبار مجاز کے اس واسطے کہ کسر کا ہونا مسموع نہیں کذا فی الخطاویٰ اور احد عشر بنجر من احد عشر وکذا ویسے الہام یا عدین نے توافق کیا گیارہ میں تو وہ دونوں عدد گیارہ کے ایک جز میں متوافق ہیں اور اسی طرح بارہ یا تیرہ کا ایک جز اور یہ کسر سے اہم ہے چنانچہ ۱۱۲ اور ۳۳ کو فقط گیارہ فنا کرتا ہے اور گیارہ گیارہوں جز کا مخرج ہے تو دونوں عدد گیارہوں جز میں متوافق ہیں اور اسی طرح توافق ہونا بارہوں جز میں چنانچہ ۲۴ اور ۳۶ میں اور تیرہوں جز میں چنانچہ ۲۶ اور ۳۹ میں اور اسی طرح اونیسویں جز میں توافق چنانچہ ۳۸ اور ۵۷ میں کذا فی الخطاویٰ مخصوصاً تکتہ خلاصہ مقام ایسے کہ واحد کے سوا جو دو عدد ہوں اگر دونوں برابر ہیں تو عددین متماثلین ہیں والا اگر اقل اکثر کو فنا کر دے تو وہ متماثلین ہیں والا اگر دونوں کو میسر عدد فنا کر دے تو وہ متوافقین ہیں اور جس کسر کا عدد ثالث مخرج سے دہی کسر ان دونوں عددوں کا وفق ہے اور اگر عدد ثالث ان کو فنا نہ کرے تو وہ بقبا نہیں ہیں اور ثالث تو ظاہر ہے اور باقی یعنی تداخل اور توافقی اور تبائن پہچانے جلتے ہیں عدد اکثر کی قسمت کرنے سے اقل پر تو اگر قسمت سے کچھ باقی نہ رہے تو وہ متماثلین ہیں اور اگر باقی رہے تو مقسوم علیہ باقی پر قسمت کیا جائے اسی طرح چند بار کیا جائے یہاں تک کہ کچھ باقی نہ رہے تو وہ عددین متوافقین ہیں اور تکتہ خلاصہ مقسوم علیہ وہی دونوں کو فنا کرنے والا ہے یا باقی نہ رہے تو وہ بقبا نہیں ہیں کذا فی خلاصۃ الحساب و اذا اردت معرفۃ نصیب کل فریق کالبنات والجدات والاعمام وغیرہم من التصحیح الذی استقام علی کل فاضرب ما کان لہ اے کل فریق من اصل المسئلۃ فیما اکتفی جزاء السہم الذی ضربتہ فی اصل المسئلۃ یہ مخرج نصیبہ اے ذلک الفرقی اور جب کہ تو ارادہ کرے معرفت ہر فریق کے نصیب کی چنانچہ بنات اور جدات اور اعمام وغیرہم کے اس تقسیم سے جو مستقیم ہو چکی ہر فریق پر جو ہر فریق کا حصہ تھا اصل مسئلے سے اُس کو ضرب کر اُس جز سہم اور مضروب میں جس کو تو نے ضرب کیا ہے اصل مسئلے میں تو اس فریق کا حصہ نکل آوے گا مثلاً تبائن کی مثال مذکور میں جز سہم اور مضروب ۲۱۰ تھا اور حصہ زوجتین کا تین تھا اصل مسئلے یعنی ۲۴ سے زوجتین کو ضرب کیا ۲۱۰ میں تو ۶۳ حاصل ہوئے تو معلوم ہوا کہ ۵۰ کی تقسیم سے زوجتین کا حصہ ۶۳ ہے علی ہذا القیاس معرفت نصیب بنات و جدات و اعمام کم اذا اردت معرفۃ نصیب کل واحد من اعداد ذلک الفرقی ضربت سہام کل وارث فی جزاء السہم المضروب بنجر نصیبہ پھر جب کہ تو ارادہ کرے اس فریق کے ہر ہر واحد کے حصہ کی معرفت کا تو ہر وارث کے سہام کو جز سہم مضروب میں ضرب کر اُس کا حصہ نکل آوے گا مثلاً مذکور میں تبائن اعداد اور دوس کے وجہ سے زوجتین کا حصہ اصل مسئلے میں تین سہم کا تھا پھر جب تین کو دو زوجہ پر تقسیم کیا تو ہر ایک کا حصہ ایک اور نصف یعنی ڈیڑھ ہوا سو اُس کو جب کہ مضروب یعنی دو دوس میں ضرب کیا ۲۱۵ حاصل ہوئے سو یہی حصہ ہے ہر زوجہ کا اور بنات کا نصیب اصل مسئلے سے سولہ سہم کا تھا پھر جب اُس کو عدد دوس یعنی ۱۰ پر قسمت کیا تو ایک اور تین جنس خارج ہوئے سو اس کو جب کہ اسی مضروب میں ضرب کیا ۲۳۶ حاصل ہوئے یہ حصہ ہوا ہر بیٹی کا اور جدات کا حصہ اصل مسئلے سے چار سہم کا تھا پھر جب اس کو چھ داویوں پر قسمت کیا تو ایک سہم کی دو تہائیاں حاصل ہوئیں سو اس کو جب کہ مضروب مذکور میں ضرب کیا ۴۸ حاصل ہوئے یہ حصہ کلہا ہر دادی کا اور اعمام کا حصہ اصل مسئلے سے ایک سہم کا تھا پھر جب اس کو سات بچوں پر قسمت کیا تو سبع یعنی ساتواں حصہ حاصل ہوا سو اس کو جب مضروب مذکور میں ضرب کیا ۳۰ حاصل ہوئے یہی حصہ ہے ہر بچا کا والا واضح طریق النبتہ اور ہر وارث کے حصے کی شناخت میں وضع تر نسبت کا طریقہ ہے اس واسطے کہ اس طریق میں قسمت اور ضرب کی طرف حاجت نہیں پڑتی برخلاف اور طریقوں کے دیوان تنسب سہام کل فریق من اصل المسئلۃ اے عدد دوسم و حدیم ثم تقطع بثلثک النسبۃ من المضروب لکل واحد من اعداد ذلک الفرقی اور وہ یعنی نسبت کا طریقہ یہ ہے کہ اصل مسئلے سے ہر فریق کے سہام کو نسبت کرے تو فقط ان کے عدد دوس کی طرف

۱۲ چنانچہ صفحہ ۵ میں ان کی تفصیل گذری

پھر اسی نسبت کے مانند دس تو مضروب سے اس فرق کے ہر ایک شخص کو م تو مسئلہ مذکورہ میں جب کہ تو نے سام زوجتین کی نسبت کی ان کے عدد دس کی طرف یعنی تین کی دو کی طرف تو مثل اور نصف یعنی دیور بھی نسبت ہوئی اور جب کہ تو نے ہر زوجہ کو مضروب یعنی ۲۱۰ سے اسی نسبت کے مانند دیا تو ۳۱۵ ہوئے اس واسطے کہ اگر ۲۱۰ کو دیور چاہیے تو ۳۱۵ ہوتے ہیں اور جب کہ سام بنات یعنی سولہ کو ان کے عدد دس یعنی دس کی طرف نسبت کیا تو مثل اور تین خمس مثل کی نسبت حاصل ہوئے پھر جب کہ ہر بیٹی کو مثل مضروب اور اس کے تین خمس کے مانند یا تو ہر بیٹی کو ۳۶۴ ہوئے اور جب کہ سام جدات کو ان کے عدد دس کی طرف یعنی چار کو چھ کی طرف نسبت کیا تو واحد کے تین کی نسبت پانی گئی اور جب کہ ہر جدہ کو مضروب کی دو تہائیاں دیں تو ہم اکا حصہ ہوا اور جب کہ سام اعمام کو ان کے عدد دس کی طرف یعنی ایک کو سات کی طرف نسبت کیا تو سبع یعنی ساتوں حصے کی نسبت پانی تو جب کہ مضروب کا ساتواں حصہ ہر چچا کو دیا تو تیس تیس حاصل ہوئے فائدہ چونکہ موارث سے مقصود یہ ہے کہ ہر وارث کو اس کا حق دیا جائے تو اس اہتمام کے واسطے علمائے اس کے تین طریقے مذکور کئے ہیں دو طریقے مذکور ہو گئے ایک طریقہ ضرب سام ہر وارث کا اور دوسرا طریقہ نسبت کا جو اظہر اور لو منجس ہے اور تیسرا طریقہ قسمت مضروب کا ہے وہ یہ ہے کہ مضروب کو قسمت کر جس فرق پر تو چاہے پھر خارج قسمت کو اسی فرق مقسوم علیہم پر ضرب کر تو حاصل ضرب ہوگا اس فرق کے ہر واحد کا تو مسئلہ مذکور میں جب کہ تو نے مضروب یعنی ۲۱۰ کو دو زوجہ پر قسمت کیا خارج قسمت ۱۰۵ ہوا پھر جب کہ اس خارج کو دونوں زوجہ کے نصیب میں جو اصل مسئلے میں تھا یعنی تین میں ضرب کیا ۳۱۵ حاصل ہوئے تو یہی حصہ ہوا ہر زوجہ کا اور جب کہ مضروب مذکور کو دس بیٹیوں پر قسمت کیا خارج قسمت ۲۱ ہوا پھر جب اس کو ان کے اصل مسئلے کے نصیب میں یعنی سولہ میں ضرب کیا ۳۳۶ حاصل ہوئے یہی حصہ ہے ہر بیٹی کا اور جب کہ اسی مضروب کو چھ دادیوں پر قسمت کیا تو ۳۵ حاصل ہوئے پھر جب کہ ان کو جدات کے اصل مسئلے کے نصیب میں یعنی چار میں ضرب کیا ۱۴۰ ہوئے یہی حصہ ہے ہر دادی کا اور جب کہ مضروب مذکور کو اعمام سبعہ پر قسمت کیا تو ۳۰ حاصل ہوئے پھر جب کہ اس خارج کو ان کے اصل مسئلے کے نصیب میں یعنی ایک میں ضرب کیا ۳۰ حاصل ہوئے یہی حصہ ہے ہر چچا کا کذا فی المطاویء واذا اردت قسمت التركة بین الورثة والغرماء یعنی ان کلا واحدہ لا معال تقدم الغرماء علی قسمت الموارث کذا فی شرح السراجیہ لحدیدہ اور جب کہ تو مابین ورثہ اور ارباب دیون کے ترکہ قسمت کرنا چاہے یعنی فقط وارثوں میں یا فقط دائیوں میں نہ ایک ساتھ دونوں میں بسبب مقدم ہونے ارباب دیون کے موارث کی قسمت پر چنانچہ حدید کی شرح سراجیہ میں یہ مطلب مصرح مذکور ہے م ورجا کی یہ ہے کہ جب ترکہ پورا پڑا دسے جمع دیون میں اور کچھ باقی رہا تو ارباب دیون میں اب قسمت کرنے کی کچھ حاجت نہ رہی وارثوں میں البتہ قسمت ہوگی اور اگر ترکہ دسے دیون میں کافی نہ ہوا تو وارثوں کے لئے کچھ باقی نہ رہا تو مابین ورثہ کے قسمت بھی نہ ہوگی حاشیہ غم زاہد میں ہے بین الطائفتین قسمت ترکہ سے مراد یہ ہے کہ ہر گروہ کے افراد میں بالاختصاص قسمت ہوگی نہ بالاشتراك بین الطائفتین کذا فی المطاویء

سہ یتیم طریقہ مترجم اول نے بموجب بیان کتب فرائض کے لکھے مگر ظاہر ہے کہ جس طریقہ کو واضح اور اظہر لکھا ہے وہ وقت سے خالی نہیں اور تیسرا طریقہ بھی دوبار ضرب کا محتاج ہے پس سب سے سہل اور عمدہ طریقہ یہ ہے کہ بعد معلوم کرنے حصہ ہر فرق کے اگر ہر فرد کا حصہ معلوم کرنا چاہا ہو تو کل حصہ کو عدد اس قدر پر قسمت کر دو حاصل ہر فرد کا حصہ ہوگا مثلاً بموجب بیان گذشتہ زوجتین کے سام ۳۶۰ تھے ان کو دو پر تقسیم کیا ۳۱۵ ہر زوجہ کا حصہ ہوا اور بیٹیوں کے سام کل ۳۶۰ تھے جب ان کو دس پر تقسیم کیا ۳۶ ہر ایک کا حصہ ہوا اور تعجب ہے کہ اہل فرائض اس طریق کے درپے نہیں ہوئے ۱۳



فان كان بين التركة والتصحیح مماثلة فظاهر سوا تركہ اور تصحیح میں مماثلت اور برابری ہے تو ظاہر ہے چنانچہ اگر میت نے ماں اور باپ اور چار بیٹیوں کو چھوڑا اور ترکہ چھ دینار ہے تو ہر ایک کو ایک ایک دینار ملے گا اس واسطے کہ ثلث یعنی دو دینار والدین میں مشترک ہے اور ثلثین یعنی چار بنات کا حق ہے تو ترکہ بلا وقت تقسیم ہو گیا اور موافقت ضرورت سهام کل وارث من التصحیح فی الجمع التركة كذا في نسخ المتن والشرح والموافق للسراجية وغيره في وفق التركة وانما يضرب في جميع التركة عند المباشرة یا ترکہ اور تصحیح میں موافقت ہے تو ضرب کرے تو ہر وارث کے سهام کو تصحیح سے تمام ترکہ میں شارح نے کہا یہی عبارت ہے متن اور شرح مصنف کے نسخہ میں اور سراجیہ وغیرہ کے موافق لیا ہے کہ سهام کو وفق ترکہ میں ضرب کرے اور تمام ترکہ میں تو ضرب کی جاتی ہے فقط مباہنت کے وقت ہم سراجیہ وغیرہ کا مطلب چنانچہ سید شریف نے فرائض شریفی میں ذائع کر کے چند محل میں مذکور کیا ہے یہ ہے کہ مباہنت کا حکم موافقت اور مداخلت میں بھی جاری ہوتا ہے تو ضرب کئے جاتے ہیں ہر وارث کے سهام تصحیح سے جمع ترکہ میں اور موافقت کا دوسرا طریقہ وہ ہے جس کو شارح نے مذکور کیا وہ یہ ہے کہ سهام ہر وارث کے ضرب کئے جائیں ترکہ کے وفق میں پھر حاصل ضرب کی وفق تصحیح پر قسمت ہو تو خارج قسمت نصیب ہوگا اس وارث کا اور مداخلت شریک ہے موافقت کے اس طریقہ میں تو تجھ کو اختیار ہے کہ اگر تو چاہے موافقت اور مداخلت میں تباہن کا طریقہ اختیار کرے اور چاہے ضرب فی وفق کا طریقہ پسند کرے دونوں کا مال ایک ہے اور مباہنت کی صورت کا یہ بیان ہے کہ ایک عورت اپنا زوج اور ماں اور دو سکی بہنیں چھوڑ کر مر گئی اور ترکہ ۱۲۵ اشرفیاں ہیں تو اصل مسئلہ چھ سے ہے اور عول کرے گا آٹھ کی طرف تو زوجہ ان میں سے تین ہے اور ماں کا ایک اور بہن کے دو سم اور ترکہ اور تصحیح یعنی آٹھ میں تباہن ہے پھر تو نے جب چاہا کہ ہر وارث کا حصہ دیا کرے ترکہ سے تو جو نصیب ہے زوجہ کا تصحیح سے یعنی تین کو تمام ترکہ میں ضرب کر کے پھر حاصل ہوں گے پھر اس مبلغ کو تصحیح یعنی آٹھ پر قسمت کر تو اشرفیاں اور ایک اشرفی کے تین میں خارج بھلا گئے تو یہ حصہ ہے زوجہ کا اس ترکہ سے اور ماں کے نصیب کو تصحیح سے یعنی ایک کو بھی جمع ترکہ میں ضرب کرے ۲۵ حاصل ہوں گے پھر جب ان کو آٹھ پر قسمت کیا تین اشرفیاں اور ایک اشرفی کا من خارج قسمت ہو تو یہ حصہ ہے ماں کا ترکہ سے اور بہن کے نصیب یعنی دو کو تمام ترکہ میں ضرب کرے ۵۰ حاصل ہوں گے پھر جب ان کو آٹھ پر قسمت کیا چھ اشرفیاں اور ربع اشرفی خارج ہوئی سو یہ حصہ ہے بہن کا ترکہ مذکورہ سے اور اگر اس مسئلہ میں ترکہ ۵۰ اشرفیاں فرض کیجیے تو ترکہ اور تصحیح میں توافق با نصف ہے اور جب کہ ترکہ ۲۴ اشرفیاں فرض کیجیے تو تصحیح اور ترکہ میں تدخل ہے اور ان دونوں صورتوں میں تجھ کو اختیار ہے چاہے مباہنت کی مانند عمل کرے اور چاہے ہر وارث کے نصیب کو وفق ترکہ میں ضرب کرے پھر حاصل کو وفق تصحیح پر قسمت کرے خارج قسمت حصہ ہوگا ہر وارث کا اور اگر ترکہ میں کسر ہو تو اس میں ترکہ بسط کرنے کی حاجت ہوگی تاکہ ترکہ ایک جنس ہو جائے اور بسط کا طریقہ یہ ہے کہ بیچ کو مخرج کسر میں ضرب کرے مثلاً اگر توافق کی صورت میں حصہ زوجہ کا معلوم کرنا چاہیں تو تصحیح سے ان کے سهام تین ہیں ان کو وفق ترکہ یعنی ۲۵ میں ضرب دیا حاصل ہوئے اس کو وفق تصحیح یعنی چار پر قسمت کیا حاصل اٹھارہ اشرفیاں اور پون اشرفی ہوئی یہی حصہ ہوا زوجہ کا اور تدخل کی صورت میں اگر تصحیح کم ہوگی جیسے مثال مذکور میں ترکہ ۲۴ ہے اور تصحیح ۸ تو تصحیح کا وفق ہمیشہ ایک ہوگا پس صرف وارث کے سهام کو وفق ترکہ میں ضرب کرنا پڑے گا مثلاً زوجہ کے سهام تین ہیں دونوں کا حاصل ضرب ہو یا یہی حصہ ہے زوجہ کا اور اگر ترکہ کم ہو اور تصحیح زائد مثلاً مثال مذکور میں ترکہ چار اشرفیاں ہو تو وفق ترکہ کا ایک ہوگا اس میں ضرب کی حاجت نہیں ورنہ کے سهام کو وفق تصحیح پر تقسیم کرنا ہوگا مثلاً زوجہ کے تین سهام کو دو پر قسمت کریں گے تو ڈیڑھ اشرفی نکلے گی یہی اس کا حصہ ہوگا چار سے ۱۲

اور حاصل پر کسر مذکورہ کو زیادہ کر دے پھر اس عدد کو بھی جس سے مسئلہ صحیح ہو گیا ہے مخرج کسر میں ضرب کرے پھر دونوں حاصل میں ضرب اور قسمت کا وہ مل کرے جو مذکور ہو چکا تو خارج قسمت اس وارث کا حصہ ہوگا سو جب کہ ہم نے مسئلہ مذکورہ میں ۲۵ اشرفیاں اور ثلث اشرفی کا ترکہ فرض کیا تو ۲۵ کو ثلث کے مخرج یعنی تین میں ضرب کیا حاصل ہوئے ۷۵، اس پر تہائی کو زیادہ کیا تو ۷۵، تہائیاں ہوئیں پھر تصحیح یعنی آٹھ کو بھی تین میں ضرب کیا ۲۴ حاصل ہوئے پھر جب نصیب ہر وارث کا آٹھ سے ۷۵ میں ضرب کیا اور حاصل کو ۲۴ پر ضرب کیا تو خارج قسمت حصہ ہوگا اس وارث کا گویا کہ ترکہ ۷۵ کا ہے اور گویا تصحیح ۲۴ کی ہے کذا فی الطحاوی عن الشریفی و فی المعرفۃ نصیب کل فرد اور یہ قاعدہ مذکورہ واسطے دریافت کرنے حصہ ہر فرد وارث کے ہے و لتعمل کذلک فی معرفۃ نصیب کل فریق منہم اور اسی طرح تو عمل کرے وارثوں کے ہر فریق کے حصہ دریافت کرنے میں م یعنی نصیب ہر فریق کو تمام ترکہ میں ضرب کرے تین متواتر تہائیں اور توافقی اور تدخل میں اور حاصل کو تمام تصحیح پر قسمت کرے سو جو خارج ہوگا وہ حصہ ہوگا ہر فریق کا چنانچہ حصہ دو بہنوں کا مسئلہ میں تجھ کو معلوم ہو چکا اور تجھ کو اختیار ہے کہ توافقی اور تدخل میں وہ دوسرا طریقہ کرے جو عنقریب مذکور ہو چکا مصنف نے حصہ ہر فرد کے بیان کو مقدم مذکور کیا ہر فریق کے حصے کے بیان پر اور حالانکہ ترتیب طبعی بالعکس ہے اس واسطے کہ ہر واحد کا حصہ دریافت کرنا مقصود اہم تھا و اما قضاء الدیون فان دے نبھا اور ادائے دیون کی توجہ تفصیل ہے کہ اگر مال متروک پورا پورا ادا کرنے میں توجہ ہو اور کیا خوب ہے و ان لم یف و لتعد الغرامہ اور اگر نہ پورا پڑا اور اصحاب دیون کے چند لوگ ہیں م یعنی اگر تعدد نہیں بلکہ صاحب دین ایک شخص ہے تو بعد تجمیع اذتہ کفین باقی مال کو دہی لے گا نیز مل مجموع الدیون کا تصحیح للمسئله و نیز مل دین عزیز کسہم وارث و عمل کما مر و در صورت عدم ایفا و تعدد ارباب دیون کے اتارے تو سب دیون کو بمنزلہ تصحیح مسئلے کے اور ہر دائن کے دین کو بمنزلہ سهام وارث کے قرار دے اور وہ عمل کرے جو قسمت بین الورثۃ میں عمل کر چکا ضرب اور قسمت سے صورت اس کی یہ ہے کہ ایک شخص مر گیا نو اشرفیوں کا متروک چھوڑ کر اور اس پر دس اشرفیاں ایک شخص کی ادھار ہیں اور پانچ اشرفیاں دوسرے شخص کی ہیں تو دونوں پندرہ دیون کو بمنزلہ تصحیح مسئلہ کے قرار دے اور مابین دیون اور ترکہ کے جو نو اشرفیاں ہیں نظر کر سوا گر دونوں میں توافقی ہو چنانچہ یہی صورت ہے کہ دونوں میں توافقی بالثلث ہے سو دس اشرفی والے دین کو وفاق ترکہ یعنی تین میں ضرب کیا حاصل ہوئے ۳۰ پھر اس حاصل کو تصحیح کے وفاق یعنی پانچ پر ضرب کیا خارج قسمت چھ ہوئے سو یہ اس کا حصہ ہوا نو اشرفیوں سے اور جب کہ پانچ اشرفیوں والے دین کو وفاق ترکہ یعنی تین میں ضرب کیا پندرہ حاصل ہوئے پھر جب پندرہ کو وفاق تصحیح یعنی پانچ پر قسمت کیا خارج ہوئے تین یہ پانچ اشرفیوں والے کا حصہ ہے اور اگر اس صورت میں تیرہ اشرفیاں ہوں تو تیرہ اور مجموع دیون یعنی پندرہ میں جو بمنزلہ تصحیح کے ہے تہائیں ہے تو ہر دائن کے نصیب کو اس تصحیح کے تمام میں کہ ادد حاصل کو جمع ترکہ پر قسمت کر سو خارج قسمت حصہ ہوگا ہر دائن کا سو جب کہ دس اشرفیوں والے دین کو تیرہ میں ضرب کیا ایک سو تیس حاصل ہوئے پھر جب کہ اس کو پندرہ پر قسمت کیا تو اٹھارہ اشرفیاں اور ایک اشرفی کی دو تہائیاں خارج ہوئیں یہ دس اشرفیوں والے دائن کا حصہ ہوا اور پانچ اشرفیوں والے دائن کے دین کو بھی تمام ترکہ میں ضرب کیا ۶۵ حاصل ہوئے پھر جب اس مبلغ کو پندرہ پر قسمت کیا چار اشرفیاں اور ایک اشرفی کی تہائی خارج ہوئی یہ حصہ ہوا پانچ اشرفیوں والے دائن کا اور اگر اسی صورت میں پانچ اشرفیوں کا ترکہ فرض کیجے تو ترکہ اور تصحیح میں توافقی بالخمس ہوگا جو دیکہ پانچ اور پندرہ متداخلین بھی ہیں تو دس اشرفیوں والے کے دین کو خمس ترکہ میں یعنی ایک میں ضرب کر دس حاصل ہوں اور اس حاصل کو خمس تصحیح پر یعنی تین پر قسمت کر خارج ہوں گی تین اشرفیاں اور ایک اشرفی کی ایک تہائی یہ حصہ ہے دس اشرفیوں والے



ورپانچ اشرفیوں والے کے دین کو بھی دفن ترکہ میں ضرب کر اور حاصل کو وفق تصحیح یعنی تین پر قسمت کر خارج ہوگا ایک اردو و تہائیاں ایک کی یہ حصہ ہے پانچ اشرفیوں والے کا اور یہ بھی اختیار ہے کہ تباہ اور تداخل اور توافق میں تمام ترکہ میں ضرب کرے اور یہ بھی کہ توافق اور تداخل کی دونوں صورتوں میں وفق کا ان میں اعتبار کرے کذا فی الطحاوی والشرعی ثم شرع فی مسئلۃ التخرج بھر مصنف نے یہاں سے مسئلہ تخرج کا بیان شروع کیا تخرج اصطلاح فرائض میں اس سے عبارت ہے کہ ورثہ باہم صلح کر لیں یعنی وارث کے اخراج پر میراث سے بعض اس مال کے جو اس کے حصے سے کمتر ہے اور یہ شرع میں درست ہے محمد رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب اصح میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اُس کو ذکر کیا ہے اور عمرو بن دینار سے روایت کی ہے کہ عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے اپنی چار زوجات میں سے ایک زوجہ کو اپنے مرض موت میں طلاق دی پھر وہ عدت میں مر گئی تو عثمان رضی اللہ عنہ نے زوجہ مذکورہ کو اور تین زوجات کے ساتھ میراث دینے کا حکم کیا تو ان کے وارثوں نے اس عورت سے صلح کر لی اُس کے ربع مثن یعنی آٹھویں حصے کی جو ستھائی سے اُس کے نصف پر یعنی ۸۳ ہزار دینار پر اور یہ دلیل ہے تخرج کے جائز ہونے پر ذکر اہل الدین اور اہل النکاح عبدالرحمن بن عوفؓ نے چار بار اپنا تمام مال اپنی زندگی میں نصفاً نصفاً تقسیم کر دیا تھا اور نصف باقی رکھا تھا اور یہ دلیل ہے اس پر کہ مال حلال کے جمع کرنے میں کچھ مضائقہ نہیں یعنی بشرط ادائے حقوق و اہل بول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نعم المال الصالح للرجل الصالح یعنی نیک مال نیک مرد کے واسطے کیا خوب ہے کذا فی الطحاوی فقال ومن صالح من الورثۃ والغرماء علی شئی معلوم منها طرح اسے طرح سامع من ایتیم وجعل کاذب استوفی نصیبہ سو مصنف نے کہا کہ جو شخص وارثوں اور ارباب دیون میں سے صلح کر لے چیز معین پر ترکہ میں سے تو اُس وارث کے سهام یا اُس دائن کا دین تصحیح سے گرا دیا جاوے گا اور یہ قرار دیا جاوے گا کہ گویا اُس نے اپنا حصہ بھر پایا یعنی مع وجود مصالح بین الورثۃ اولاً مسئلے کی تصحیح کرنا چاہیے پھر اُس کے سهام کو تصحیح سے گرا دیا جائیے کذا فی الشرعی طحاوی نے کہا شے معلوم کی قید اس واسطے لگائی تاکہ محمول نکل جائے اس واسطے کہ شے محمول پر صلح صحیح نہیں اگرچہ اُس سے صلح درست ہے ثم قسم الباقی من ایتیم والدیون علی سهام من لبقی منهم فتصح منہ زوج وام و غم پھر قسمت کیا جائے باقی تصحیح یا دیون سے ان کے سهام پر جو باقی رہیں وارثوں میں سے تو صحیح ہوں گے سهام باقی سے چنانچہ زوج اور ماں اور بچا وارث رہے تو مسئلہ مع وجود زوج کے چھ سے ہے اور یہ مستقیم ہے وارثوں پر ان میں سے زوج کے سهام تین ہیں اور ماں کے دوہم اور چچا کا ایک سہم فصالح الزوج علی مانی ذمتہ من المہر وخرج من بین الورثۃ فاطرح سهام من ایتیم وہے ثلثۃ والسم باقی الترتک وہے ماعد المہر بین الام والعم اثلاثا بقدر سهامہا من تصحیح قبل التخرج وحینئذ یون سہمان للام وسم للعم پھر زوج نے صلح کر لی اپنے حصے کی یعنی نصف میراث کی اُس پر جو اس کے ذمے پر ہر زوجہ کا واجب الادا ہے اور وہ خارج ہو گیا وارثوں کے درمیان سے تو زوج کے تین سهام تصحیح سے گرا دے اور باقی ترکہ سوائے مہر کے ماں اور چچا میں تین تہاؤ کر کے بقدر ان کے سهام کے تصحیح قبل از تخرج سے قسمت کر دے اور اس وقت میں دو سہم ماں کے ہوئے اور ایک سہم چچا کا ہوا م یعنی جو سهام تھے ہر ایک وارث کی تصحیح سے تخرج سے پہلے وہی ہنوز قائم ہیں زوج کے خارج ہو جانے سے سهام باقی ورثہ میں کچھ فرق اور تغیر واقع نہیں ہوا ولا یجوز ان یجعل الزوج کان لم یکن لکلا نیقلب فرض الام من ثلث اصل المال لک لکن اگر کل ترکہ میں ضرب کرے تو کل تصحیح یعنی محمد دین پر قسمت ہوگی اور وفق کی صورت میں تصحیح کا بھی وفق لینا ہوگا ۱۲ لے یعنی ایک مثن چار زوجہ کا تھا تو ایک کا حصہ ربع مثن ہوا ۱۲ لے اور جس چیز پر اس نے صلح کی ہو اس کو ترکہ سے خارج کر دینا چاہیے ۱۲ لے اس کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص نے دوسرے پر دعویٰ کیا کہ میراث پر کچھ ہے اور کئی مین چیز بیان کی اور دوسرے نے اس دعویٰ محمول کے عوض مثلاً دس روپے دے کر صلح کر لی تو دست ہوگا



اے ثلث الباقی اور یہ جائز نہیں کہ زوج کو یوں قرار دیجیے کہ گویا کہ موجود ہی نہ تھا تا کہ ماں کا فرض اہل مال کی تنائی سے باقی مال کی تنائی کی طرف بدل نہ جاوے م اصل مال چھ سہم تھے اس کی تنائی دوسم ہیں اور اگر زوج کو نابود فرض کیجیے تو اس کا نصف حصہ ساقط ہو کر تین سہم باقی رہیں گے اس کی تنائی ایک سہم ہے لہذا حیثیت یوں للام سہم وللم سہمان و بخلاف الاجماع قال السید وغیرہ قلت و هذا هو الصواب ولقد غلط فی قسمہ ہذا المسئلۃ صاحب المختار وصاحب الجمع البحرین وغیرہما علی ما عندہ من النسخ فانما تنص الباقی للام سہم وللم سہمان وقد علمت انہ خلاف الاجماع اس واسطے کہ اس وقت میں یعنی باقی مال کی قسمت میں ماں کا ایک سہم ہو گا اور چچا کے دوسم اور وہ مخالف اجماع کے ہے ایسا کہ سید شریف وغیرہ شارحین سراجیہ نے میں کتا ہوں اور یہی قول یعنی زوج کو نابود نہ فرض کرنا حق اور ٹھیک ہے اور البتہ اس مسئلہ کی قسمت کرنے میں صاحب مختار اور صاحب مجمع البحرین وغیرہما غلط کہ گئے ہیں بلو جب ان کتابوں کے نسخوں کے جو میرے پاس موجود ہیں اس واسطے کہ ان دونوں مصنفوں نے باقی مال کو یعنی تین سہم کو نہ چھ کو قسمت کیا ہے ماں کا ایک سہم اور چچا کے دوسم اور البتہ سید شریف وغیرہ کے نقل کلام سے معلوم ہو گیا ہے کہ وہ خلاف اجماع کے ہے م اور یہ اس صورت پر محمول ہے جب کہ اس کا حق مختلف ہوتا ہو اس کے ادخال اور اس کے فرض عدم سے اور جس کا حال اس طرح مختلف نہ ہوتا ہو چنانچہ اگر بجائے چچا کے باپ ہو تو اس کے دخول کا اعتبار کرنا لازم نہیں اس واسطے کہ ماں کا ایک سہم اور باپ کے دوسم ہیں دونوں تقدیر میں اور اگر یوں فرض کیجیے کہ چچا نے صلح کر لی کہ ترکہ پر تو بھی مسئلہ چھ سے ہو گا پھر جب کہ چچا کا حصہ یعنی ایک سہم گرا دیا باقی رہے پانچ سہم تین سہم زوج کے اور دوسم ماں کے تو باقی مال پانچ حصے کیا جاوے گا زوج اور ماں میں تو تین خنس زوج کے اور دو خنس ماں کے اور اگر یوں فرض کیجیے کہ ماں کے حصے پر صلح واقع ہوئی اور وہ خارج ہو گئی میراث سے تو بھی مسئلہ چھ سے ہو گا پھر جب کہ ماں کے دوسم ساقط کر دئے چار باقی رہے تو باقی ترکہ چار حصے ہو گا اس میں سے تین زوج کے اور ایک چچا کا لکھانی السططاوی قال العلامة قطب الدین محمد بن سلطان فی شرحہ للکنز وقولہ فاجعلہ کان لم یکن ففیہ نظر تم ذکر نحو ما حرر فتدبر علامہ قطب الدین محمد بن سلطان نے شرح کنز میں کہا اور ماتن کا یہ قول کہ زوج کو یوں قرار دے کہ وہ گویا کہ نہ تھا اس قول میں اعتراض ہے پھر شارح مذکور نے ویسا بیان کیا جیسا کہ تحریر ہو چکا سو اس کو تامل کر لے قال مولفہ العبد الفقیر العاجز المحقر محمد علاء الدین بن ایشخ علی المحضۃ الخنفۃ العباسی الامام جامع بنی امیۃ ثم اذنی بامتنۃ قد فرغت من تالیفہ فی اواخر شہر المحرم الحرام ۱۰۸۰ ھ احدی و سبعین و الف ہجریۃ علی صاحبہما افضل الصلوٰۃ والسلام اس شرح کا جامع بندہ محتاج ضعیف ناچیز یعنی محمد علاء الدین ابن شیخ علی حصن کا رہنے والا حنفی مذہب عباسی نسب بنی امیہ کی جامع مسجد کا امام پھر دمشق محفوظ کا مفتی کتا ہے کہ میں اس کتاب کی تالیف سے فارغ ہوا پہلی مارچ شہر محرم الحرام سن ایک ہزار اکھتر ہجری میں ہجرت والے رسول پر جو جو بنزد رود اور سلام قاموس میں ہے کہ حصن کئی ایک مواضع کا نام ہے شاید کہ شارح ان میں سے کسی موضع کی طرف منسوب ہے امام اور مفتی میں احتمال ہے کہ شارح کی صفت ہو یا اس کے والد کی اور یہی ظاہر ہے قد بالغت فی تلخیصہ و تحریرہ و تنقیحہ اللہ

سے مترجم اول نے عبارت مختصر کر دی یوں چاہیے کہ اگر زوج کو نابود فرض کریں اور وارث ماں اور چچا ہوں تو اس صورت میں ماں کو ایک تنائی ہوگی اور باقی چچا کے یعنی دوسم تو ماں کو ہر کی تنائی نہ ملے بلکہ باقی مال کی ملے یعنی ایسا ہوا کہ گویا مسئلہ چھ سے کر کے حصہ زوج ساقط کیا اور باقی کی تنائی ماں کو دے ۱۷ صواب یہ ہے کہ مترجم اول زوج کو نابود فرض کرنے میں لکھتا ۱۲ مترجم اول نے شروع کتاب میں طحاوی کا سے نقل کیا ہے کہ شارح رہنے والا حصکف یا حصن کیفا کا ہے تو یہاں شاید لکھنے کی ضرورت نہیں اور عاصیہ شامی میں بھی لکھا ہے کہ شارح رہنے والا حصن کیفا کا ہے اور نسبت اس کی طرف قیاس حسن ہے اور کبھی حصکفہ الخلفہ عدلے صمد کہتے ہیں اور حسن کیفا ایک شہر ہے مدینہ منورہ میں اور مدینہ منورہ میں قاضی کے ہے ۱۲



بہت میں نے اس شرح کی تلخیص اور تحریر اور تیقح میں بہت مبالغہ کیا ہے مگر تلخیص سے مراد اختصار ہے قاموس میں ہے کہ تلخیص عبارت ہے تبیین اور شرح سے شیخ الاسلام نے شرح رسالہ قشیریہ میں کہا کہ ایجاز اور اختصار بمعنی واحد ہیں یعنی اقلال لفظ مع توسیع المعنی اقلال بلا اخلال یا اقلال مبانی والبقاء معانی زیادہ اکثر کے اقلیل وقیل غیر ذلک قاموس میں ہے کہ تحریر کتاب عبارت ہے اس کے تقویم سے اور تحریر رقبہ عبارت ہے اس کے اعتاق سے اور تیقح شعر عبارت ہے اس کی تہذیب سے کذا فی اللطفا دی مختصر علامہ نسوی نے شرح ایشاہ میں کہا تحریر کلام عبارت ہے بیان بالکناہ سے اور تقریر کلام عبارت ہے بیان بالعبارۃ سے ایسا کہا ہے علامہ تفتازانی نے شرح تلخیص جامع میں مگر شرح تلخیص مفتاح میں علامہ مذکور نے کہا ہے کہ بعض ائمہ لغت نے کہا کہ تحریر کلام عبارت ہے تہذیب کلام سے انتہی فی الواقع شارح نے نقل عبارات کتب فقہیہ میں نہایت اختصار اور کمال تحریر اور غایت تیقح کی ہے جو شخص کہ کتب منقول تھا کی طرف رجوع کرے وہ اس کا یقین لادے اور شارح کے کمال کا معقہ ہو دیر یا کو کوزے میں کرنا شارح کا کام تھا جزا اللہ

شیخ الجزار و تبع المصنف فی تغیرہ لموضع کثیرہ من مقلدہ و تبیت علیہا بالادعای موضع سواد خطار و بالجملة فالسلامۃ من ہذا الخطر میر یسر علی البشر فسر اللہ علی من ستر و غفر لمن غفر اور میں نے پروہی کی ہے مصنف کی متن کے مواضع کثیرہ کے بدل ڈالنے میں اور اس کی تصحیح میں اور میں نے اس پر اکثر مواضع میں آگاہ کر دیا ہے اور بعض مواضع میں مصنف کے سواد خطار پر خبردار کر دیا ہے الحاصل اگرچہ تلخیص اور تحریر میں میں نے عرق ریزی کی ہے پر سلامت رہنا اس تصنیف اور تالیف خطرناک کے سواد خطا سے وہ اس سے جو عزیز الوجود اور نادر الوقوع ہے آدمی پر سو حق تعالیٰ پردہ پوشی کرے اس کی جو غیر کی پردہ پوشی کرے اور بچے اس کو جو اور کی خطا معاف کرے مگر یہ انسان اگرچہ کامل الوجود ہو اور علوم اور معارف میں امام ہو لیکن سواد اور نسیان سے معصوم نہیں اس لئے

کہ نسیان آدمیت کا شعار ہے فان اول الناس اول الناس سے وان تجد عیبا فسد الخلالا ۛ حل من لافیه عیب و عللا ۛ اور اگر پاؤں سے تو عیب کو توخل کو بند کر لینے ظاہر نہ کہ بزرگ اور بلند مرتبہ ہے وہ ذات پاک جس میں عیب اور زوال نہیں مگر یعنی اگر اکابر کے کلام میں کچھ سواد و روم کو تو پاؤں سے تو عیب گوئی اور سخن چینی مت کر اس واسطے کہ تمام بنی آدم سوائے حضرت معصومین علیہم الصلوٰۃ والسلام کے نقصان سے منزہ نہیں اور جو بالکل عیوب اور نقائص سے مقدس ہے وہ خالق اکبر ہے حل و عللا کیف لا وقد بیعتہ و علی قلبہ من نار السعادر عن البلاد والاولاد والاخوان والاحفاد ما یفتت الاکباد کیونکہ بھول چوک نہ ہو اور اہل بیت میں نے درالمنار کو مسودہ سے اوراق سادہ میں صاف کیا اس حالت میں جب کہ میرے دل میں آتش جدائی تھی بلاد اور اولاد اور بھائیوں اور زانی پوتوں سے اس قدر کہ گلیجوں کو ٹکڑے ٹکڑے کرتی تھی فرم اللہ التفتازانی نے حیث اعتذر و اجاد حیث قال نظا سے یوما یخذی ویوما یعقیق ۛ وبالغذیب یوما ویوما بالخلیصا ۛ سورحمت کرے اللہ تعالیٰ ملا سعد الدین تفتازانی پر جہاں انہوں نے دیا چہ مختصر معانی کی شرح میں ہجوم غموم اور مشقت اسفار کا عذر بیان کیا ہے اور خوب کہا ہے نظم میں کہ ایک دن جذوی میں اور ایک دن عقیق میں اور کسی دن عذیب میں اور کسی دن خلیصا میں مگر جذوی اور عقیق اور عذیب اور خلیصا مواضع اور بستیوں کے نام ہیں یعنی جو شخص مبتلا حوادث اور سرگردان بلاد ہو وہ تصنیف کیا کرے اور اگر اس سے کچھ بھول چوک ہو تو صریحا معذور ہے چہ نکہ شارح کا حال مہاجر و وطن میں تفتازانی کے حال کے مانند تھا لہذا ان کے کلام

سے کم کرنا لفظ کا اردو معنی کا درست دینا ۛ کم کرنا الفاظ کا اردو معنی باقی رکھنا معانی کا ۛ جہت کا پھرنا کثر کی طرف ۛ لگہ کیونکہ آدمیوں میں کا ۛ ل معنی آدم علیہ السلام اول معبود و اولیٰ ۛ



کو اپنے اعتذار میں نقل کیا اور ان کے واسطے دعا کی غفر اللہ لہما لکن الحمد للہ اولاد آخر اور ظاہر اور باطن فلقدم من ابتدا و تبيين  
تجاہ وجہ صاحب الرسالۃ والقدر والمینف و بختہ تجاہ قبر صاحب ہذا المتن الشریف فلعلہ علامۃ القبول منہم والتشريف لیکن  
ستایش اور شکر ہے خدا کو اول اور آخر میں اور ظاہر اور باطن میں سوالبتہ اس نے احسان کیا بسبب ابتدا و تبيين و المنارج  
کے سامنے ذات پاک صاحب رسالت اور منزلت کے کہ زائد ہے فہم اور بیان سے اور بسبب ختم ہونے اس کتاب کے مقابل  
قبر مصنف کے جو صاحب ہے اس متن شریف کا سو شاید کہ یہ علامت ہے ان کے قبول اور تشریف کی ہم یعنی مدینہ طیبہ میں  
مواہرہ روضہ مقدسہ کے نقل مسودہ کی ابتدا ہونا اور غزہ اشہم میں ماتن کی قبر کے سامنے ختم ہونا ظاہر انشائی ہے مقبولیت کی  
قال مؤلفہ سے فیا شرفی ان کنت ربی قبلتہ : وان کان کل الناس روضہ عن حسد : کہا اس کتاب کے مؤلف نے تو اپنے  
میری شرف حاضر ہو اگر تو نے اُسے میرے پرورش کرنے والے قبول کر لیا اس کتاب کو اگرچہ تمام لوگ اُس کو حسد سے  
رو کریں سے فتقبتنہ مع ماتن و اسانڈی : و تحشرا جماع المصطفی احمد : سو مقبول کر لیجیو مجھ کو ماتن اور استادوں کے  
ساتھ اور ہمارا سب کا حشر کیجیو احمد مصطفی کے ساتھ صلی اللہ علیہ وسلم سے و اخواننا المسدی لنا الخیر والکما : و والدنا  
واع لنا طالب الرشہ : اور اہل حشر کیجیو حضرت کے ساتھ ہمارے مسلمان مجاہدوں کا جو ہمیشہ ہمارے لئے دعائے خیر پہنچائے  
ہیں اور حشر کیجیو حضرت کے ساتھ ہمارے والد کا جو ہمارا داعی تھا اور طالب تھا ہمارے استقامت دینی کا و حبنا اللہ و نعم  
الوکیل و لاجول و لا قوۃ الا باللہ العلی العظیم نعم المولی و نعم النصیر اور حق تعالی ہمارا کافی ہے اور کیا اچھا کار ساز ہے اور  
بچاؤ نہیں خدا کی معصیت سے اور نہ طاقت اس کی طاعت پر مگر اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اور وہ کیا آقا ہے اور کیا اچھا  
مددگار : و صلی اللہ علی سیدنا محمد و علی آلہ و صحبہ وسلم





